

آہہ!! اللہ وہ درد کی شدت سے تڑپ اٹھی۔ کیوں میرے ساتھ ہی کیوں
اللہ۔

میں کیسے اس شخص کو بانٹ دوں جو ابھی تک پوری طرح میرا بھی نہیں
ہو۔

میں کیسے اتنا حوصلہ لاؤں اللہ کیسے وہ انکے قدموں میں بیٹھی اتنی شدت سے
روئی کہ اسکی ہچکیاں بندگی

اور جس شخص کے لئے رورہی تھی اگر اس وجود کو علم ہو جاتا تو قیامت
کھڑی کر دیتا

اسکی اس حالت پر لیکن وہ کہاں تھا۔ کیا وہ بھی اس فیصلے پر راضی پر یہ سوچتے
اسکی سانس بند ہونے کے قریب تھی کیا وہ اسے کھودے گی۔۔؟



ڈائمنگ ٹیبل پر اس وقت شاہ فیملی کے سارے افراد جمع تھے۔ سر برای کرسی
پر بی جان بیٹھی اپنے بچوں کو ہستے مسکراتے دیکھ رہی تھیں۔

پنجاب کے پہاڑی علاقوں میں شاہ خاندان کے اکلوتے وارث شاہنواز شاہ
تین گاؤں کے سردار تھے۔ انکی شریک حیات انکے بیٹے کی پیدائش پر ہی
وفات پا چکی تھی۔

والدین کے بہت اسرار پر انہوں نے اپنی کزن جو رشتے میں انکی سالی بھی لگتی تھی سے دوسری شادی کر لی۔

ماجدہ ایک پڑھی لکھی نیک خاتون تھیں انہوں نے بہن کی آخری نشانی کو اپنے سینے سے لگا لیا اپنا بیٹا مان کر

۔ انکی شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی انکے والدین خالق حقیقی سے جا ملے۔ انہیں بیٹی کی بہت خواہش تھی لیکن اللہ نے انہیں دوسری بیوی سے بھی تین بیٹے ہی دیے تھے۔

سب سے بڑا بیٹا جو انکی پہلی بیوی سے تھا قاسم شاہ اور انکی شریک حیات آہانا شاہ انکا ایک بیٹا صائم شاہ جو کی آرمی میں تھا۔

اسکے بعد عالم شاہ اور انکی شریک حیات رضوانہ انکا بیٹا تھا وجدان شاہ۔ اسکے بعد حمدان شاہ انکی بیوی ملیحہ شاہ اللہ نے انہیں ایک معصوم سی پری سے نوازا تھا۔ (ماہم) چونکہ وہ خاندان میں پہلی لڑکی تھی اس لیے سب کی لاڈلی بھی تھی۔

اس سے پانچ سال چھوٹا مر تسم میر شاہ تھا۔

اسکے بعد سکندر شاہ اور انکی بیوی روحا شاہ انہیں اللہ نے کوئی اولاد نہیں دی تھی۔ (سکندر اور حمدان جڑواں تھے)

لیکن سب بچوں کو وہ اپنے ہی بچے مانتے تھے۔ روحا اور ملیح بہنیں تھیں۔
مر تسم روحا اور سکندر کے بہت قریب تھا۔ مر تسم سکندر اور روحا کے بغیر
ایک پل بھی نہیں رہتا تھا۔

اسی دوران شاہنواز شاہ اچانک دل کا دورہ پڑنے کے سبب خالق حقیقی سے
جا ملے۔ انکی شرک حیات نے انکے جانے کے بعد صبر کیا اور اپنے بچوں کے
سہارے جینے لگیں۔

زندگی خوشیوں سے بھری پڑی تھی۔

اللہ نے آہانہ کو ایک اور بیٹے (عادل) اور رضوانا کو ایک بیٹی (پلوشہ) سے
نوازا تھا انکی پیدائش کا وقت قریب ایک جیسا تھا۔

لیکن اسی دوران ایک حادثہ ان سب کی زندگیاں ہلا گیا۔ اس حادثے میں
ماجدہ بیگم نے اپنی چار عظیم ہستیوں کو کھو دیا۔ حمدان، ملیحہ اور سکندر شازش کا
شکار ہوتے اپنی جان گوا بیٹھے۔ اور روحا کو ما میں چلی گئی۔

۔ ماہم تھوڑی بڑی تھی اس لیے آہستہ آہستہ سنبھل گئی لیکن مرتسم وہ محض
چھ سال کا تھا وہ مہینوں ہو سٹل میں ایڈمٹ ریا۔ لیکن پھر سنبھل گیا ان سب
میں وہ وجدان اور ماہم کے بہت قریب ہو گیا اور روحا سے گھنٹوں بیٹھ کر
باتیں کرتا۔ لیکن وہ بہت سنجیدہ ہو گیا تھا۔ کم عمر میں ہی زندگی نے اتنا بڑا
روگ جو دے دیا تھا۔



اپنے ہاتھ پر کسی کے لمس سے بی جان ماضی سے ہال میں لوٹیں تھیں سر جھکا کر انہوں نے اپنی پر پوتی (ہانیا) کو دیکھا تھا جو اپنے بڑی بڑی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی بی جان اسے دیکھ کر مسکرا دیں۔

صائم شاہ جو کہ کزنز میں سب بے بڑا تھا وہ آرمی میں تھا انہوں نے اپنی پسند سے شادی کی تھی انکی بیوی ماہین جو کہ خوبصورت اور پڑھی لکھی تھی جلد ہی سب سے گھل مل گئیں۔ انکی پانچ سالہ بیٹی ہانیا اور بیٹا ہاشم وہ دونوں جڑواں تھے۔ وہ دونوں پورے گھر کی رونق تھے۔



کانفرس روم میں اس وقت خاموشی چھائی تھی مقابل کی ماتھے کے بل دیکھ کر پاس کھڑا اسکا سیکٹری تھوک نگل کر رہ گیا۔ اسکے غصے سے کون نہیں واقف تھا اور وقت کی پابندی نا کرنے والے تو زہر لگتے تھے اسے۔

جیسے ہی کلائینٹ اندر داخل ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور انہیں دیکھتا ڈیل
کینسل کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ کلائینٹ حقا بقارہ گئے۔ وہ اس ڈیل میں اپنا پورا
پیسالگا گئے تھے۔

وہ جانتے تھے اس شخص کو اس نقصان سے ذرا برابر فرق نہیں پڑے گا۔ لیکن
وہ تو برباد ہو جائیں گے۔ اس لیے وہ اس کے پیچھے بھاگے تھے۔

مسٹر میر پلیز میری بات سنیں پلیز ڈیل کینسل مت کریں میں برباد ہو جاؤں
گا۔ وہ اس کے پیچھے بھاگتا اسکی منتیں کر رہا تھا

وہ روکا اور مڑا جو لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے مر تسم میر شاہان کی قدر
نہیں کرتا۔

ناوگیٹ آؤٹ۔

وہ جیسے ہی اپنے کبین میں آیا۔ اسکے سیکٹری نے اسے آج کی اپڈیٹ دینا شروع کی۔



آفس میں خاموشی کا راج وہ کچھ فائلز پر سائن کر رہا تھا۔ ایسے میں ہیل کی ٹک ٹک کی آواز آئی اور ساتھ ہی دروازہ کھلنے کی۔ آواز ماحول میں ارتعاش پیدا کر گئی۔

آنے والی کو دیکھ کر مرتسم میر کے ماتھے کے بل گہرے ہوئے تھے۔ اسکا سیکٹری اشارہ پاتے ہے وہ وہاں سے نود و گیارہ ہو گیا۔ وہ بیس سال کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ بلیک جینز پر وائٹ ٹی شرٹ پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے۔ گہرا میک اپ کیے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ لیکن مقابل کو اتنی ہی زہر۔

اس نے آئی برو آچکا کر آنے کی وجہ پوچھی۔

مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے۔ تم جانتے بھی وہ جس پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کرتے ہو وہ تمہارے پیچھے کب، کہاں کس کے ساتھ۔

آہہ!! اسکی باتھ پوری ہونے سے پہلے ہی اسکی گردن مقابل کے ہاتھوں میں تھی۔

آج تک تم بچتی آئی ہو صرف اور صرف ایسا کی وجہ سے۔ لیکن تم سدھرنے والی چیز نہیں جانتی بھی ہو کس کے بارے میں بکواس کر رہی ہو ہاں۔ وہ ڈھاڑا تھا۔

مقابل کی غصے سے سرخ آنکھیں اور ہاتھوں کی مضبوط گرفت دیکھ کر اسے اپنی جان جاتی ہوئی محسوس ہوئی۔

می۔ می۔ میرچھ۔ چھو۔ مرتسم نے جھٹکے سے اسے چھوڑا تھا وہ زمین پر بیٹھی لمبے لمبے سانس لیتی رونے لگی۔

وہ اسکے پاس بیٹھا تو وہ ڈر کر پیچھے ہوئی۔

آئندہ اگر انکے خلاف میں ایک بھی لفظ بولا تو جان سے جوگی۔ مائینڈاٹ
مر تسم میرا گلا موقع نہیں دیتا۔

وہ اثبات میں سر ہلاتی لڑکھڑاتی وہاں سے چلی گئی۔

غصے سے اسکی رگیں پھٹنے کے قریب تھیں۔ وہ لڑکی اتنا گرگی کہ کسی کے

کردار کو ہی نا بخشتا۔ فون کی بیل نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

نام دیکھ کر اسکے لبوں پر جان لیوا مسکراہٹ آگئی۔ فون سے آتی مقابل کی نرم

آواز اسکا غصہ زائل کرتی روح میں سکون اتار گئی۔

شاہ کہاں ہیں آپ ہمیں آج گاؤں جانا ہے آپکو یاد ہے نا آپکو۔

فون سے آتی مقابل کی آواز اسکے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی۔

شاہ آپ۔۔ عین! گھمبیر آواز ہمیشہ کی طرح مقابل کی بولتی بند کر گئی۔

ج۔جی۔ مقابل کی لڑکھڑاتی آواز پر وہ ہمیشہ کی طرح بس گہرا سانس بھر کے
رہ گیا۔ ڈونٹ وری مجھے یاد ہے۔ ہم شام میں نکلیں گے ہم اوکے۔
اوکے شاہ میں تب تک اپنا کام ختم کر لوں گی۔ خیال رکھئے گا۔ خدا حافظ۔
مقابل کی جلد بازی پر وہ بس مسکرا کر رہ گیا۔



مرتسم لوگ کب تک نکلیں گے۔۔۔؟

میری بات ہوئی تھی شام تک کہہ رہے تھے جائیں گے۔ بی جان کے پوچھنے
پر ماہم نے مسکراتے ہوئے بتایا تھا۔

اور تم۔ نہیں ماما آج گھر پہ ہی رہوں گی۔ ماہم ایک ڈیزائنرز تھی اس نے اپنی
قابلیت سے اپنے کام کو کافی آگے تک پہنچا دیا تھا۔



یہ کسی میٹنگ ہال کا منظر تھا۔ وہاں سات سے آٹھ لوگ جمع تھے جو شاید کسی کے انتظار میں تھے۔ تبھی وہ بھاگتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی۔ سب نے مڑ کر اسے دیکھا۔ بھاگنے کی وجہ سے دوپٹہ سر سے پھسل گیا تھا۔

چاکلیٹی براؤن بال ڈھیلی چوٹی میں بندھے کمر سے نیچے تک جا رہے تھے۔ دو آوارہ لڑکیاں لڑکیوں کے چہرے کے اطراف میں جھول رہی تھیں۔ گھنی پلکوں کی جھال میں چھپی بھوری آنکھیں تیکھی ناک میں چمکتی لونگ۔ گلابی ہونٹوں کے نیچے چمکتا سیاہ تل کسی کو بھی بہکا سکتا تھا۔

وہ یقیناً خوبصورتی کا شہکار تھی۔ وہاں پر اس سے بھی خوبصورت لڑکیاں تھیں لیکن اپنے چہرے کی معصومیت اور گالوں میں جھلکتا گلابی بن وہ گلابی سی گڑیا ہی لگتی تھی۔ اور اسکی بھوری آنکھیں کسی کو بھی اپنے سحر میں جکڑنے کا فن رکھتی تھیں۔

سوری لیٹ ہو گئی۔ خوبصورت سی نرم آواز نے خاموشی کا سکوت توڑا تھا۔
نوٹ فیر ڈاکٹر عینا جب ہماری بوس ہی لیٹ ہو گی تو ہم کیا کریں گے۔
کسی لڑکی نے شرارتی آواز میں کہا۔ تو سب ہی ہنس پڑے۔

یہ قریبادس لوگوں کا گروپ تھا جن میں 4 لڑکیا اور چھ لڑکے تھے۔ یہ سب
بظاہر ڈاکٹر تھے بے شک وہ ڈاکٹری کے پیشے سے واقف تھے لیکن اصل میں
ان میں کوئی کرائم وکیل تھا تو کوئی پرائیویٹ انویسٹیگیٹر یہ لوگ ایک بہت
بڑی گینگ کا پردہ فاش کرنے لیئے جمع تھے۔

اس لئے اپنی پہچان چھپانی پڑی تاکہ دشمن کے پیچ رہ کر اندر سے انکی جڑیں
کھوکھلیں کریں۔ عینا جو کہ بظاہر ایک سائیکلٹرس تھی اور باسط جو کہ ہارٹ
سرجن جانے جاتے تھے یہ دونوں اس ٹیم کے ہیڈ تھے۔

ڈاکٹر عینا سننے میں آیا ہے وہ پاک واپس آرہا ہے۔ وہ نام سنتے ہی عینا کی آنکھوں میں جھلکا درد اور نفرت کسی کی بھی آنکھوں سے چھپ نہیں سکی۔ کیا کچھ نایاد آیا تھا اس ایک نام سے کتنی بری یادیں جڑیں تھیں۔

آنے دو آئے گا تو سہی لیکن واپس جانے کے قابل نہیں رہے گا۔ کہتے ہیں نا جسکے گناہوں کا گرٹھا بڑھ جائے اسکی پکڑ کا وقت قریب آ جاتا ہے۔

امن ملک کا بھی آچکا ہے۔ اسکے نفرت سے ڈوبی آواز میں ایک جوش ابھرا تھا۔ وہاں سب نے اثبات میں سر ہلایا ہے۔

یا سر تم خبر رکھو گے کب، کہاں کیسے وہ آتا ہے اسکے ساتھ کون ہے، آخر کون ہے وہ جو اسکی اتنی مدد کر رہا ہے۔ ڈاکٹر باسط یا سر کو آرڈر دیتے باقی کے پوائنٹ ڈسکس کرنے لگے۔۔

یہ لوگ ایک ایسی گینگ کے پیچھے تھے جو ڈر گزہر قسم کی نشتی ادویات،
لڑکیاں کو سمگل کرنا اور زیادتی کے کیس میں ملبوس تھے۔ ان لوگوں کو پکڑنا
آسان نہیں تھا اس لیے یہ لوگ اس گینگ کے چھوٹے سربراہ کو راستے سے
ہٹاتے ماسٹر مائنڈ تک پہنچنے کی کوشش میں تھے۔ ایک پختہ عزم کے ساتھ۔



یہ شاہ والا کا منظر تھا بنگلا جو پرانے اور نئے طرز عمل کا بنا تھا باہر سے دیکھنے پر
وہ ایک محل کی مانند لگتا تھا جتنا باہر سے پرکشش تھا اس سے کہیں زیادہ اندر
سے خوبصورت تھا۔

شاہنواز شاہ کا خاندان اپنے آبائی گاؤں کو چھوڑ کر یہاں رہائش پذیر تھا لیکن
انہوں نے اپنے بزرگوں کی امانت کو ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا تھا بی جان جو کہ
زیادہ تر گاؤں میں ہی رہتی تھی لیکن ہر دو ہفتے بعد دودن شاہ والا کے نام کرتی
تھیں۔ ان کے ساتھ قاسم شاہ جنہیں سب ڈیڈ کہتے تھے اور انکی شریک حیات

آہانہ شاہ جنہیں سب بڑی ماما کہتے تھے وہ بھی بی جان کے ساتھ ہی رہتے تھے
۔ بی جان کو سب نے کافی فورس کیا لیکن وہ کسی صورت شہر جانے کو راضی
نہیں تھیں۔

جبکہ وجدان اور مرتسم کا بزنس، ماہم کا بوتیک
پلوشہ اور عادل کی پڑھائی سب شہر میں تھا۔ اس لیے وہ لوگ اپنی زندگی کے
اس تلخ حادثے کے بعد شہر شفٹ ہو چکے تھے۔

لیکن گاؤں کا چکر بھی لگتا رہتا تھا۔ شاہنواز شاہ کے بعد انکے بڑے بیٹے قاسم
شاہ گاؤں کے سردار بنے تھے لیکن مرتسم کے سب سنبھالتے ہی وہ یہ
زماداری اسے سونپ چکے تھے جس پر کسی کو اعتراض نہ تھا۔

بی جان نے اپنے بچوں کو ہمیشہ جوڑ کر رکھا اور انھیں ایک دوسرے سے پیار
کرنا کرنا سب کی عزت کرنا ہی سکھایا تھا۔ روحا کا علاج بھی جاری تھا لیکن
اسکی حالت میں کوئی سدھار نہیں آیا تھا۔ مرتسم پورے گاؤں کے لیے دل
عزیز تھا۔

اور آج وہ اپنے گاؤں کے ساتھ ساتھ آس پاس کے چار گاؤں کا بھی سردار
تھا۔ مرتسم زیادہ تو شہر ہی رہتا لیکن وہ گاؤں کی ذمہ داری پر بھی پوری توجہ
دیتا تھا اور ہفتے میں دو دن لازمی آتا تھا۔

گاؤں کے چھوٹے مسائل کیلئے قاسم شاہ وہیں ہوتے باقی جو بھی مسائل
ہوتے دو دنوں کے لئے وہ جب بھی گاؤں آتا سب کے مسائل سنتا اور
پورے طریقے سے حل نکالنے کی کوشش کرتا۔



سورج ڈھل چکا تھا شاہ ولا میں سب لوگ اسکا انتظار کر رہے تھے۔ کہ اسے
اور مرتسم کو آج گاؤں کے لیے نکلنا تھا۔ بھائی کہاں ہے وشہ (پلوشہ) ماہی پیا
(ماہم) وہ آگئے بھائی وشہ نے اسکا رخ موڑتے مرتسم کی جانب کیا تھا۔ ماہی
نے یکدم ٹھہر کر اسے دیکھا۔

چھ فٹ سے نکلتا قد، سرخ و سفید رنگت، کشادہ پیشانی پر بکھرے سیاہ بال،
سیاہ سرمئی آنکھیں جو سیاہ کانچ کی سی لگتی تھیں۔ ان میں ہمہ وقت ایک سرد
پن جھلکتا تھا، مغرور کھڑی ناک، گھنی مونچھوں تلے عنابی لب جو سختی سے
آپس میں پیوست تھے، سفید کرتا پہنے بازو کہنیوں تک فولڈ کیے ہوئے
تھے۔ وہ ساحر کی کسی بات پر سختی سے نفی کر رہا تھا۔ وہ شہزادوں سا حسن
رکھنے والا وجاہت سے بھرپور بلاشبہ وجیہ مرد تھا۔ ماہی نے بے ساختہ ہی ماشا
اللہ کہتے دل میں اسکی نظر اتاری تھی۔۔۔۔۔

اسلام علیکم! اسکی آواز سن کے سب نے شکر کا سانس لیا تھا۔
آنی آگئی تبھی ہانی بھاگتی ہوئی اسکی طرف گی تھی۔۔ سٹاپ، سٹاپ آنی ابھی
ہو سپٹل سے آئیں نا تو پہلے آنی شاور لیں گیں پھر آپکو پیار کریں گی۔
او کے آنی۔

اتنی دیر لگادی آپنے بیٹا۔
ماما آج تھوڑا زیادہ رش تھا ہو سپٹل میں اس لیے دیر ہو گی۔ میں بس دس
منٹ میں فریش ہو کے آئی۔۔



وہ شاور لے کے آئی تو مر تسم کو اپنے کمرے میں دیکھ کر حیران ہوئی پھر مسکرا
کر بولی شاہ آپ یہاں۔

وہ چلتا اسکے روبرو آیا اور بازو سے پکڑ کر اسکا رخ اپنی طرف کیا۔ آپ روئی ہیں آج پھر۔

وہ اسکے درست اندازے پر حیران ہوئی۔ پھر سنبھل کر بولی نہیں تو شاہ اپ سے کس نے کہاں اور میں بھلا کیوں رووں گی۔
کس کو دھوکا دینا چاہ رہی ہیں آپ۔

خود کو۔۔ وہ انکے جواب میں بولی اور مرتسم بس اسے دیکھتا رہ گیا۔

بہت کوشش کے بعد بھی وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی چھپا نہیں سکی۔
شاہ وہ پاکستان لوٹ رہا ہے۔ اور اسکے ساتھ وہ سب یادیں بھی بات کرتے ہوئے اسکی آواز بھرا گئی۔

عینا۔۔! مینے آپکو اتنا مضبوط اسی دن کے لیئے تو بنایا۔ اتنے انتظار کے بعد تو
یہ دن آیا ہے۔ تو پھر یہ نمی کیسی۔

نہیں شاہ میں کمزور نہیں ہوں گی آپ دیکھتے گا میں اس سے اپنے ہر ایک آنسو
ہر ایک رشتے کا بدلہ لوں گی۔

انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ اب جلدی سے آجائیں باہر سب آپ کا ویٹ کر رہے
ہیں پھر ہمیں نکلنا بھی ہے۔ آپ چلیں میں بس آرہی ہوں۔



کھانے کی ٹیبل پر بیٹھے سب اسکی خاموشی کو نوٹ کر رہے تھے۔ لیکن کوئی
بھی کچھ کہہ نہیں پارہا تھا۔

باباجان اسے دیکھ کر سوچ رہے تھے کہ اتنا وقت گزرنے کے بعد بھی وہ اس حادثے سے ابھی تک پوری طرح ابھر نہیں پائی۔

وہ انکے دوست کی اکلوتی بیٹی تھی لیکن ان سب کو وہ بہت عزیز تھی۔ انہیں ابھی بھی یاد تھا جب وہ حسن صاحب سے ملنے جاتے تھے عینا کو انہوں نے ہمیشہ ہستے، کھیلتے، شرارتیں کرتے ہی دیکھا تھا۔ وہ بہت ہنس مکھ سی زندگی کی تلخیوں سے انجان بس اپنی ہی مستی میں مگن رہتی تھی۔ حسن صاحب نے اسے ہمیشہ زمانے کی سرد و گرم ہوا سے بچا کر رکھا تھا۔ وہ خاندان بھر کی لاڈلی تھی۔

لیکن اب تو اسکے چہرے کی رونق، آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی تھی۔ اسکی شرارتیں، مسکراہٹیں کہیں کھو گئیں تھیں۔ اسکی ہسی اب پہلے جیسی تو نہیں رہی تھی۔

وہ ان سب کی خاطر ہستی مسکراتی تو تھی شرارتیں بھی کرتی تھی۔ لیکن وہ چنچل سی عینا تو اب کہیں گم ہی ہو گئی تھی۔

کبھی کبھار تو وہ بالکل گم سم خاموش سی ہو جاتی تھی۔ کاش اسکی زندگی میں وہ
ایک حادثہ ناہوا ہوتا۔ زندگی کے اس ایک حادثے نے انکی بچی کو توڑ کر رکھ دیا
تھا۔

بی جان آپکوئی لگتا اب گھر میں کوئی فنکشن ہونا چاہئے کب سے گھر میں کوئی
رونق نہیں لگی۔

وش بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے کیوں عینا۔ وہ اسے چپ دیکھ کر بولنے کی خاطر
بلا وجہ ہی بات کرنے لگے۔

وہ بھی بات سمجھ گئی تھی اس لیے مسکرا کر بولی ہاں کیوں نہیں۔
ارے بچو کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

بی جان یہ سب چاہتے ہیں کہ اپنا اور وجی بھائی کی اپنی ور سری پارٹی رکھی جائے

عینا کے آنے کے چار ماہ بعد انکی شادی ہوئی تھی انکی شادی کو ڈیڑھ سال (ہونے والا تھا۔ ہانم انکی بیٹی جو ابھی تین ماہ کہ تھی عینا اور مرتسم کی جان (تھی ہانم میں

اپنی ور سری کیسے ہو سکتی ہے ابھی کچھ ماہ پہلے ہی تو انکی پہلی اپنی ور سری تھی۔

میں بتاتی ہو کیسے۔ بی جان کی بات سنتی وشہ جلدی سے بولی تھی۔ بی جان انکی شادی کو ایک سال چھ ماہ ہونے والے ہیں۔ ایک سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں۔ چھ ماہ مطلب آدھا سال تو ہوئی نا ہالف سیکنڈ اپنی ور سری۔

جو مرضی کرو مجھے تو تم لوگوں کی سمجھ ہی نہیں آتی میری طرف سے اجازت
ہے لیکن ان سب چکروں میں مجھے مت گھسیٹو۔ بی جان نے ایسے انداز میں
کہا کہ سب کی ہسی چھوٹ گی۔

تو بس ڈن ہو گیا۔ جیسے ہی عینا اور بھائی گاؤں سے واپس آئیں گے ہم پارٹی
کریں گی۔ تب تک ہم تیاری کرتے ہیں۔

بابا اب ہمیں نکلنا چاہئے۔ مرتسم نے شام کے سائے گہرے ہوتے دیکھتے کہا
تھا۔ بی جان دعا کیجئے گا چلتے ہیں۔ بی جان کا ماتھا چومتے وہ دونوں وہاں سے نکلے
تھے۔



انہیں وہاں پہنچتے دو گھنٹے لگ گئے تھے۔ سردیوں کی آمد آمد تھی اور یہ پہاڑی علاقے تو ویسے بھی زیادہ تر ٹھنڈے ہی رہتے ہیں اور سردیوں میں تو کچھ زیادہ ہی گہرے اور ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ حویلی پہنچے تو رحمت خالہ ابھی تک انکے انتظار میں جاگ رہی تھیں۔ رحمت خالہ انکے پرانے ملازمین میں سے تھیں بڑھتی عمر کے ساتھ وہ ان سب کے لیے عزیز ہو گئیں تھیں۔ وہ اب بس ملازمین پر نظر رکھ کر اپنی نگرانی میں کام کرواتی تھیں۔

آپ ابھی تک کیوں جاگ رہی ہیں خالہ وہ ان سے لگی فکر مندی سے پوچھنے لگی۔ بس آپ لوگوں کا انتظار تھا۔ آپ منہ ہاتھ دھو لیں میں کھانا لگواتیں ہوں اور چھوٹے سائیں کہاں رہ گئے۔

نہیں خالہ کھانا تو ہم کھا کر نکلے تھے اب بس سونا ہے۔ اور شاہ باہر سے ہی ڈیڑھے پر چلے گئے آپ بھی جائیں آرام کریں اب۔



وہ عشاء پڑھ چکی تھی لیکن مرتسم کا ابھی تک کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ تھک کر وہ ساحر کو فون کرنے لگی۔ (ساحر مرتسم کا سایہ تھا مرتسم جہاں ہوتا ساحر وہاں لازمی ہوتا لیکن جب عینا کو ضرورت ہوتی وہ عینا کے باڈی گارڈ کے طور پر پایا جاتا)

ساحر کہاں ہو تم اور شاہ تمہارے ساتھ ہیں؟ انکا فون کیوں بند آ رہا ہے میں کب سے ٹرائے کر رہی ہوں سب ٹھیک ہے نا؟

ساحر کے فون اٹھاتے ہی وہ ایک ہی سانس میں سوال کرنے لگی۔
سلام بی بی۔۔ سائیں میرے ساتھ ہی ہیں آپ فکر مت کریں سب ٹھیک ہے۔ ہم لوگ ہو اسپتال میں ہیں کچھ ایمر جنسی ہو گئی تھی۔
واپس کب تک آو گے آپ لوگ۔ موسم بھی کافی خراب ہو چکا ہے۔

بی بی جیسے ہی کام ختم ہو گا ہم لوگ یہاں سے نکلے گے۔ ٹھیک ہے ساحر خیال رکھنا۔ ساحر سے بات کر کے اسکی فکر تھوڑی کم ہوئی تو وہ مرتسم کے بارے میں سوچنے لگی۔

مرتسم نے اپنی زمداری کو اتنے اچھے سے سنبھالا تھا تبھی تو ناصرف انکے گاؤں والے بلکہ آس پاس کے تین گاؤں جو مرتسم کے حوالے تھے وہ بھی اپنے سردار سے مطمئن تھے۔ میر نے گاؤں میں ہر طرح کی سہولیات میسر کر رکھی تھی۔ اور اب تو دو بڑے ہو اسپتال بھی بنوا دیے تھے۔ وہاں ہر قسم کی سہولت میسر تھی۔

ناصر ف ہو اسپتال بلکہ اب تو کالج کی سہولت بھی تھی۔ اسے سوچتے ہوئے نا جانے کتنا وقت گزر گیا۔ ہوش تو تب آیا جب پانی کے قطرے خود پر گرتے محسوس ہوئے۔ سر اٹھا کر دیکھا تو بارش شروع ہو چکی تھی اسے دھیان ہی نہیں رہا وہ چھت پر کھڑی ہے۔



وہ جب سے آیا تھا ہو اسپتال میں ہی تھا۔ دوسرے گاؤں کے کچھ لوگوں نے زمینوں کو لیکر انکے لوگوں پر حملہ کیا تھا جن سے ان کا کافی نقصان ہوا تھا۔ غصے کی شدت سے اسکا سر پھٹنے کے قریب تھا۔ اسکا دل کر رہا تھا ان لوگوں کی جان لے لے جس نے اسکے لوگوں کا یہ ہال کیا تھا۔ لیکن وہ چپ تھا تو سہی وقت کے انتظار میں تھا۔

ابھی اسکا کام ختم ہوا ہی تھا کہ بارش شروع ہو گئی۔ بارش اور اس موسم سے سب سے پہلا خیال عینا کا ہی آیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ عینا بارش کی دیوانی ہے۔ لیکن یہ بارش سردی کی آمد تھی۔ اور یہاں موسم تو ویسے بھی ٹھنڈا تھا۔ اس لیے اسے فکر تھی وہ بارش میں بھیگ کر بیمار نا پڑ جائے۔ لیکن جتنی وہ

بارش کی دیوانی بھی بادل کی گرج اور چمک سے اتنا ہی ڈرتی بھی تھی۔ پھر
بھی اسے سو فیصد یقین تھا وہ سب کچھ بھولائے بارش میں کھوئی ہوگی۔

حویلی پہنچ کر گاڑی کے ساتھ اسکی سوچوں کو بھی بریک لگی تھی۔ حویلی میں
اس وقت خاموشی کا راج تھا ملازمین اپنے کواٹرز میں تھے۔ باہر لان میں تو وہ
جانہیں سکتیں۔ کچھ سوچ کر اسنے اپنے قدم چھت کی جانب بڑھائے تھے۔
اور اسکے توقع کے عین مطابق وہ چھت پہ ہی تھی۔



ارد گرد کا ہوش بھلائے وہ بازو کھولے بارش کے ایک ایک قطرے کو خود پر
گرتے محسوس کر رہی تھی۔ ہوش تو تب آیا جب خود کو کسی کی گہری نظروں

کے حصار میں محسوس کیا۔ جھٹکے سے سیدھی ہوتی اپنے بھگے سراپے کو
دیکھتی خوا مخا ہی شر مندہ ہو گئی۔

وہ آہستہ سے چلتا اسکے سامنے آیا بارش کی تیز بو چھاڑا سے پل میں بھیکا گئی
تھی۔

آپکو منع کیا تھا نابارش میں مت بھگئے گا بیمار پڑ جائیں گی۔ سنتی کیوں نہیں ہیں
آپ۔ اسکے سرخ چہرے اور ٹھنڈ سے کپکپاتے وجود کو دیکھتا نرمی سے
کہتا۔ اپنی کالی شال اسکے گرد ڈالتا اسکا ہاتھ تھام کر اندر لے آیا۔

جائیں چینج کریں ورنہ بیمار پڑ جائیں گیں۔ وہ اسے کمرے میں چھوڑتا خود بھی
چینج کرنے چلا گیا۔ وہ فریش ہو کر آئی تو اسے کچن میں دیکھتی اسی طرف
آگئی۔ وہ اسکے لئے کافی بنا رہا تھا۔

آہستہ سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گی مُر تسم اسکے سامنے کپ رکھتا اسکے برابر
بیٹھتا اسکا سرخ چہرہ تاسف سے دیکھتا نفی میں سر ہلا گیا۔
آپکو ٹیمپر پچر ہو رہا ہے۔ مجھے پتا تھا اسی لیے منع کر رہا تھا۔ یہ سردیوں کی
بارش ٹھیک نہیں ہوتی۔

شاہ بارش تو بارش ہوتی ہے سردیوں کی ہو یا گرمیوں کی۔ وہ اسکی طرف
دیکھتی کندھے اچکا گی۔



ماتھے پہ بل ڈالے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ اسکی موجودگی کا نوٹس لیے بغیر
اسکے ہر یف سے ہس ہس کے باتیں کرتی اسے آگ لگا گی تھی۔ سختی سے جبراً
بھینچھے وہ سامنے والے کی غلیظ نظریں اسکے وجود پر دیکھتا جھٹکے سے اٹھا تھا۔

کسی کی بھی پرواہ کیے بغیر اسی کلائی تھامتا اپنے ساتھ لیتا منظر سے غائب ہوتا
چلا گیا۔ اس نے اس قدر سختی سے اسکی کلائی پکڑی تھی کہ اسے لگ رہا تھا اسکا
بازو ٹوٹ گیا ہے۔ وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتی اسکے ساتھ گھسیٹتی
چلی جا رہی تھی۔

روم میں لاتے اسے جھٹکے سے اسے چھوڑا تھا وہ اندھے منہ بیڈ پر گری تھی۔
بازو سے پکڑ کر اسے جھٹکے سے سیدھا کرتا پیل میں اسکا منہ دبوچ چکا تھا۔

جب میں منا کر کے گیا تھا تو تمہاری ہمت کیسے ہوئی کمرے سے باہر قدم
رکھنے کی۔ میں بکواس کر کے گیا تھا نا تو کیوں آئی باہر۔ وہ اسے کچھ کہنے کی
کوشش کرتی اسکے تیور دیکھ کر سہم گئی تھی جو سرخ آنکھوں سے اس پر جھکا
پوچھ رہا تھا۔

چھ۔۔ چھوڑیں اسکے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کرتی رونے لگی تھی۔ اسنے جھٹکے
سے اسے چھوڑا تھا۔ م۔ مجھے۔ گھ۔ گھٹن ہو رہی تھی اس۔ اس لیے گ۔ گئی
تھی باہر۔ آ۔ آپ مجھے یہاں ب۔ بند نہیں ک۔ کر سکتے۔ وہ اسکے ڈر سے
کانپ رہی تھی۔ پھر بھی ہمت کرتی بولنے لگی۔

بہت گھٹن ہوتی ہے نا یہاں قید لگتا ہے نا یہ کمرہ تو آج ساری رات تم اسی
کمرے میں اکیلی بند رہو گی۔ تبھی سبق سیکھو گی۔ اسکی بات سننے لڑکی کا چہرہ
فق ہوا تھا۔ ن۔

نہیں آپ ایسا نہیں۔ لیکن وہ اسکی بات سننے سے پہلے ہی دروازہ لوک کرتا چلا
گیا۔

غ۔ غازی میری بات سنے۔ د۔ دروازہ کھولیں۔ کوئی ہے۔ پلینز ب۔ باہر
ن۔ نکالو مجھے۔

اسکا اسکے ساتھ ایسا سلوک کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن اسکی ضد بڑھتی جا رہی تھی اس لیے سبق سکھانا ضروری تھا۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ لڑکی اسکے نکاح میں تھی وہ اسکی ہر الٹی سیدھی ہر کت برداشت کر رہا تھا۔ لیکن آج اسکا ضبط اس لڑکے کی غلیظ نظریں دیکھ کر ختم ہوتا چلا گیا۔ وہ۔ کچھ دیر تک چلاتی رہی لیکن تھک ہار کر چپ ہو گئی۔ ابھی بمشکل ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ لائٹ چلی گئی اسکے ساتھ ہی اسے نسوانی چیخ سنائی دی تھی۔ شٹ۔۔۔

شٹ۔ وہ اچھے سے جانتا تھا وہ اندھیرے سے کتنا ڈرتی ہے اسے اندھیرے سے ایک قسم کا فوبیا تھا۔ وہ جلدی سے اس کمرے کی طرف بھاگا تھا۔ دروازہ کھولتا وہ جیسے ہی اندر داخل ہوا اسے نسوانی سسکیاں سنائی دیں۔

روز۔ روز وہ اسے پکارتا آگے بڑھا تھا موبائل کی لائٹ سے پورے کمرے
میں دیکھا۔ اسے بیڈ کے ساتھ نیچے بیٹھی ہو نظر آئی تھی۔ وہ بھاگنے کے انداز
میں اس تک پہنچا تھا۔

اسکے سامنے بیٹھا۔ روز ریلیکس لائٹ گی ہے بس ابھی آجائے گی۔ وہ اسے
تھامنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا اس سے پہلے وہ چیختی پیچھے کو کسکی تھی لیکن بیڈ کی
سائیڈ ہونے کی وجہ سے اسکا سر زور سے لگا تھا۔

روز۔۔ وہ چیخا تھا۔ لیکن وہ اس سے ڈرتی اپنے درد کی پرواہ کیے بغیر جیسے بیڈ
میں گھس جانا چاہتی ہو۔

م۔ ماما۔ ب۔ بچائیں۔ ب۔ بابا۔ غاز۔ غازی ان۔ اندھیرہ۔ وہ۔ وہاں وہ
وحشت زدہ سی ہوتی چیخنے لگی۔۔

شش، وہ اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا گیا۔ ہش روز میں ہوں غازی۔ وہ
اسے سختی دے خود میں بھینچ گیا۔ روز ریلیکس۔ کوئی نہیں ہے یہاں۔ وہ اسکا
سر سہلاتا اسکے سر پر اپنے ہونٹ رکھ گیا۔ اپنی حرکت سے خود بھی انجان تھا۔

ناجانے کتنی ہی دیر گزر گئی۔ وہ اسے اپنے سینے سے لگائے بیٹھا تھا۔ لائٹ
آچکی تھی۔ لیکن اسکے ڈر اور سسکیوں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اسکا پورا
وجود کانپ رہا تھا۔ وہ اسکی شرٹ کو سختی سے تھامتی اسکے سینے میں چھپنے کی
کوشش کرنے لگی۔

کافی دیر بعد جب اسکی سسکیاں روکیں تو اسنے اسے پکارا۔
روز۔۔۔ اسکا چہرہ اپنے سامنے کرنے کی کوشش کی لیکن وہ سختی سے اسے
تھامتی اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ وہ اسے چھوڑنے پر راضی نہیں تھی جیسے
کوئی اسے چرا لے جائے گا۔

غازی نے اسے اسے ایسے ہی اپنی باہوں میں اٹھایا اور بیڈ پر بٹھایا۔ اسے خود سے الگ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نفی میں سر ہلاتی کسی طور پر راضی نہیں تھی۔

بچپن کا ٹرامہ تھایا کیا لیکن وہ کچھ زیادہ ہی ڈر گی تھی۔ روز ریلیکس۔ اسے زبردستی اپنے سامنے کرتا سائیڈ ٹیبل سے پانی اٹھاتا گلاس اسکے منہ سے لگا گیا۔ اسنے دوہی گھونٹ لے کر گلاس پیچھے کر دیا۔

وہ اسے سینے سے چپکی کوئی سہمی ہوئی گڑیا ہی لگ رہی تھی۔ اسکی حالت پر خود کو کوستا اسے سختی سے خود میں چھپا گیا۔

حالت کچھ سنبھلی تو اسے کچھ ہوش آیا کہ اسی ستم گر کی وجہ سے تو اس حال میں تھی ہچکیاں پھر سے بلند ہونے لگیں۔ آ۔ آپ م۔ مجھے یہاں چھ۔ چھوڑ کر گئے۔ ل۔ لائٹ بھی ب۔ بند کروائی۔ ا۔ ایسے کوئی۔ س۔ سزا د۔ دیتا۔ میری ج۔ جان نکل ج۔ جاتی۔

(آپ مجھے یہاں چھوڑ کر گئے۔ لائٹ بھی بند کر وادی۔ ایسے کوئی سزا دیتا۔ میری جان نکل جاتی۔) ہچکیاں لیتے اس سے اسی کی شکایت کی تھی۔

وہ سمجھ رہی تھی شاید لائٹ بھی اسنے ہی جان بوجھ کر بند کر وائی تھی۔ وہ جواب میں کچھ نہیں بولا اسکے بال سہلاتا آہستہ آہستہ اسے تھپکنے لگایوں جیسے بچے کو بہلاتے ہوں اور وہ بہل بھی گئی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں اسے سینے سے لگی گہری نیند میں جا چکی تھی۔ اسکے سونے کا یقین کرتا آہستہ سے اسکا سر تکیے پر رکھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے اٹھ کر جاتا۔

ہلکی سے آنکھیں وا کیے اسکی شرٹ کو مٹھیوں میں دبو چتی سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ گہری سانس لیتا۔ اسکے پاس ہی نیم دراز ہوا تھا۔

ریلیکس۔ میں یہی ہوں۔ اسے بالوں میں انگلیاں چلاتا۔ اسے پرسکون کرنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ پرسکون سی نیند کی وادیوں میں چلی تھی۔ اسکی بھاری سانسوں کی آواز پر اسکے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔

بھگی ہوئی پلکیں۔ رونے کی وجہ سے سرخ ہوتی ناک۔ اس سے ہوتی اسکی نظر اسے گال پر گی تھی۔ وہاں پر ہلکی انگلیوں کے نشان تھے۔ اسے خود پر غصہ آیا تھا کہ کتنی زور سے پکڑا تھا کہ نشان پڑ گئے تھے۔ اسنے دائیں گال کو آہستہ سے اپنے ہاتھ کی پشت سے سہلایا تھا۔ پھر وہی عمل دوسری گال پر بھی کیا۔ وہ ہلکا سا کسمسائی تھی شاید نیند میں بھی تکلیف کا احساس ہوا تھا۔

اسکی نیند کا خیال کرتے وہ وہاں سے اٹھ گیا۔ کھڑکی کے پاس جاتے سگریٹ سلکھائی تھی۔



وہ قانون کے لئے ایک سفاک مجرم تھا۔ جبکہ مجرموں کے لئے چلتی پھرتی موت تھا۔ کوئی بھی کبھی سمجھ نہیں پایا کہ وہ ہے کیا۔ محافظ یا مجرم۔

وہ اس دنیا کے لئے ایک چھپی ہوئی شخصیت تھا جو مجرموں کی دنیا میں رہ کر انہی کا صفایا کر رہا تھا۔ لوگ اسے "شہنشاہ غازی" کے نام سے جانتے تھے۔ لیکن دیکھا آج تک کچھ لوگوں نے ہی تھا۔

وہ ایک ذہین، قابل۔ ڈبل مائنڈ ڈاؤر پکا کھلاڑی تھا۔ یہاں تک کہ آرمی والے بھی کی بار اسکی مدد لے چکے تھے۔ اسکے دشمنوں نے بارہا اسکی فیملی کے بارے میں پتا کرنا چاہا۔ لیکن اسکے نا آگے کوئی تھانا پیچھے۔

لیکن ایک شخصیت میجر سفیان عالم وہ انکی بات نہیں ٹالتا تھا۔ انہیں کی بدولت یہ نازک وجود بھی اسکی زندگی میں آیا تھا۔

وہ صنف نازک سے کوسوں دور ہی رہتا تھا۔ اسکی گہری سیاہ آنکھیں ہی اگلے بندے کی بولتی بند کروادیتی تھی۔ اور لڑکیوں کو وہ ویسے ہی اپنے آس پاس بھٹکنے نہیں دیتا تھا۔

لیکن یہ لڑکی پچھلے ایک ہفتے سے اسے پاس اسکے فلیٹ میں تھی۔ میجر عالم نے کہا تھا کہ وہ انکے دوست کی بیٹی ہے۔ انکا دوست اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ اور وہ اس لڑکی کو کسی محفوظ ہاتھوں دینا چاہتے تھے۔

اور وہ محافظ انہیں غازی کی صورت لگا تھا۔ وہ تو یہ بات سنتے ہتھ سے اکھڑ گیا تھا۔ لیکن انہوں نے اسکی بہت منتیں کی تھیں اور یہ بھی کہا تھا کہ اسکی جان کو خطرہ ہے۔ وہ صرف نکاح کر کے اپنے ساتھ رکھ لے۔ اپنے فلیٹ میں۔ کیونکہ اس جگہ سے محفوظ جگہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔

لیکن وہ مشرقی لڑکی تھی۔ بغیر کسی رشتے کے کیسے رہتی۔ جب خطرہ ٹل جائے گا تو وہ اسے کہیں اور بھیج دیں گے۔ وہ بظاہر تو اسکے وجود سے لا تعلق پھر رہا تھا۔

لیکن وہ اسکی حرکتیں دیکھ رہا تھا جو کبھی اسکے بندوں کو گھر کی صفائی پہ لگا دیتی۔ کبھی کھانا بنانے، تو کبھی انہیں لیکچر دینے بیٹھ جاتی۔

آج اسکی مافیا کلب والوں کے ساتھ میٹنگ تھی جسکی وہ پچھلے ایک مہینے سے تیاری کر رہا تھا۔ وہ دونوں الگ الگ روم میں رہ رہے تھے۔ غازی اسکے روم میں آکر اسے باہر آنے سے سختی سے منا کر کے گیا تھا۔ لیکن اسکے باوجود وہ باہر نکل آئی۔

اسے روم میں بند کرنے کے بعد اسنے اس بندے کی اچھی خاصی دھلائی کی تھی جسکا اثر اسکی ڈیل پہ ہوا تھا۔ لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔ سوچتے سوچتے اچانک گھڑی کی جانب دیکھا تو رات کے دو بجارہی تھی۔ وہ ایک نظر اسے دیکھتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

وہ روم میں اکیلی نہیں سوتی تھی۔ اسنے اسکے لئے ایک میڈرکھ کے دی تھی جو رات میں بھی اسکے روم میں سوتی تھی۔ لیکن وہ آج ایمر جنسی کی وجہ سے اپنے گھر چلی گئی تھی۔

اپنی شرٹ اتار کر صوفے پر پھینکتا اوندھے منہ بیڈ پر گرتا آنکھیں موند گیا۔



وہ فون پہ ایت سے بات کر رہی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی وہ فارغ ہوئی تھی۔ جب صبح اٹھی تو ناشتہ کرنے کے بعد مرتسم تو کسی کام سے چلا گیا تھا۔ لیکن اسکے پاس گاؤں کی کچھ لڑکیاں اور حویلی کی ملازمہ آگئیں تھیں۔ ان سب کی عمر اس سے یا تو چھوٹی تھی یا کچھ اسکے برابر۔ زیادہ تر لڑکیاں حویلی میں ہی رہتی تھیں انکے والدین حویلی کے ملازموں میں سے تھے۔ لیکن یہ لڑکیاں پڑتی تھیں۔ ان کا سارا خرچہ حویلی والے ہی اٹھاتے تھے۔ کہنے کو تو وہ خادماؤں کی سیٹیاں تھیں لیکن عینا کی بہت اچھی دوستی تھیں۔ وہ جب بھی یہاں آتی انکے ساتھ کافی انجوائے کرتی تھی۔

اچھا میری ماں معاف کر دے آئندہ تجھ سے اجازت لے کر آؤں گی وہ فون پر آیت کو منانے کی کوشش کر رہی تھی کیونکہ وہ اسے بتائے بغیر ہی حویلی

آگى تھى۔ جبکہ وہ اسے بارہا بول چكى تھى کہ اس بار وہ اور ارسل بھى ان دونوں کے ساتھ آئیں گے۔

ليکن وہ جلدى ميں اسے بتانا بھول گى تھى۔ آيت اسكى بہت اچھى دوست تھى۔ آيت کے آغا خان بى جان کے دور کے رشتے دار تھے اس ليے وہ شاہ ولا کہ ہر فرد کے ليے عزيز تھى۔

اور ارسل جو کہ مير کا بچپن کا دوست کم بھائى زيادہ تھا اسکے ڈيڈ اور مير کے بابا فيملى فرينڈز سے اور اب تک يہ دوستى مير اور ارسل كى دوستى سے اور گھرى ہو گى تھى۔

ارسل ايك طرح سے شاہ ولا کے افراد ميں ہى شامل ہوتا تھا اس ليے آيت اس حوالے سے بھى سب سے قريب ہو گى تھى۔

ارسل ناصرف عینا کے لئے بھائی بلکہ بہترین دوست یا پھر کرائم پاٹر کہے تو
بھی درست ہے۔ اسی کی بدولت عینا اور آیت کی دوستی ہوئی تھی۔
اچھا ٹھیک ہے میں ارسل سے کہتی ہوں وہ تجھے لے آئے گا آج ہی۔
سچی۔۔ آیت خوشی سے چہکی تھی۔
مچی۔

ٹھیک ہے اگر ارسل مجھے لے آئے تو پھر ناراضگی ختم۔
ہم یعنی کے راضی ہونے کے لئے سودا کرنا پڑے گا۔ ٹھیک ہے بھی منظور
ہے۔

وہ پہلے ہی ارسل سے بات کر چکی تھی اور ارسل نے وعدہ کیا تھا کہ شام سے
پہلے وہ اور آیت وہاں ہونگے اس لیے مطمئن تھی۔
آو کے ڈن ہو گیا۔۔ ہستے ہوئے ابھی اسنے کال بند کی تھی

کہ۔ کنیز جو رحمت خالہ کی بڑی بیٹی اور عینا کی اچھی دوست بھی تھی بھاگتی ہوئی آئی تھی۔

بی بی۔ بی بی غ۔ غضب ہو گیا بی بی۔
کنیز کیا ہوا ایسے کیوں بھاگی آرہی ہو۔ بی بی وہ اسکی سانس بری طرح سے پھولی ہوئی تھی۔

پانی لاو عینا چیخی تھی۔
اب بتاؤ کیا ہوا ہے۔ بی بی وہ شاویرز سائیں وہ ایک لڑکی کو خون بہا میں دے رہے ہیں۔

شاویرز دوسرے گاؤں کے سرپنچ کا بیٹا تھا مر تسم نے دوسرے دو گاؤں جو اسکی سرپرستی میں تھے کے لئے سرپنچ تعین کیے تھے۔ تاکہ اسکی غیر موجودگی میں مسلے سلجھا سکیں۔ یا پھر فیصلہ لینے میں اسکی مدد کر سکیں۔

تم لوگ چلو میرے ساتھ میں دیکھتی ہوں کیسے کرتا ہے وہ یہ سب۔
لیکن بی بی وہ لوگ آپکو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ کچھ نہیں ہوگا چلو تم لوگ۔ وہ
لوگ جب دوسرے گاؤں پہنچے تھے۔ تو سیدھا شاویرز حویلی آئے تھے کہ
سب لوگ وہیں پر فیصلے کے انتظار میں تھے۔

اسکے پہنچتے ہی ایک شور سا اٹھ گیا تھا کہ بڑی حویلی سے بی بی آئیں ہیں۔ ہلکے
نیلے رنگ کا ٹخنو تک آتا فروک پہنے سر پر اچھے سے ڈوپٹہ لیے کندھوں کے
گرد چادر پھیلائی ہوئی تھی۔

اسکے آتے ہی لڑکی کی ماں بھاگتی ہی اسکے قدموں میں بیٹھی تھی۔
بی بی خدارا میری بچی کو بچا لیں بی بی آپ بچا سکتی ہیں بی بی میری بچی معصوم
ہے۔

وہ تو بوکھلا ہی گئی تھی۔ کیا کر رہی ہیں آپ۔ اٹھیں میرے ساتھ آئیں آپ کی بیٹی کو کچھ نہیں ہوگا۔ بے فکر رہیں۔

شاوہیز شاہ بھی اسکی آمد سے باخبر ہو چکا تھا۔ تبھی فیصلے کے سب لوگ جمع ہو چکے تھے۔ آس پاس گاؤں کے سردار اور بزرگ جمع تھے۔ پردے کے دوسری طرف عورتیں براجمان تھیں۔

تبھی وہاں شاوہیز کی آواز گونجی تھی۔ لڑکے نے جھگڑے کے دوران مخالف کا قتل کیا ہے اور اب فرار ہے۔ اس لیے اسکے بدلے میں اس لڑکے کی بہن اور صدیق کی بیٹی کو وونی کیا جاتا ہے۔

کسی کو اس فیصلے پر کوئی اعتراض۔ سب لوگ خاموش تھے۔ تبھی وہاں نسوانی آواز گونجی تھی۔

"مجھے ہے اعتراض"

اس واقع کو تین دن گز گئے تھے۔ اس دن وہ صبح اٹھی تو معمول کے مطابق میڈ اپنا کام کر رہی تھی۔ اور غازی صبح اس کے اٹھنے سے پہلے ہی جاچکا ہوتا۔

وہ اس سے ناراض تھی لیکن غازی کو ذرہ برابر بھی کوئی اسکی پرواہ ہو تو۔ وہ اس سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن وہ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی چلا جاتا اور رات وہ انتظار کرتے کرتے تھک کر سو جاتی۔

آج اس نے پکارا وہ کر لیا تھا کچھ بھی ہو جائے وہ ہر حال میں بات کر کے رہے گی۔



وہ گھر آیا تھا وہ سامنے ہی صوفے پر سوئی ہوئی تھی۔ آگے آتے ٹی وہ بند کیا تھا۔ اور اسے دیکھا جو آڑی تر چھی لیٹی ہوئی تھی۔ بال اطراف میں بکھرے ہوئے تھے۔

اسے دیکھتے ساری تھکان اترتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ ایک گھٹنا ٹکا کر اسکے پاس نیچے بیٹھا تھا۔ اسکے ایک ایک نقش کو گہری نظروں سے دیکھتا ہاتھ سے اسکے منہ پر آتے بال پیچھے کیے تھے۔ گہری نظروں کی تپش سے وہ ہلکا سا کسمسائی تھی۔

اسکی نیند کے خیال سے وہ پیچھے ہوا تھا۔ اور جھکتے اسے بانہوں میں اٹھایا تھا۔ روئی جیسا نازک وجود محسوس کرتے اسکا دل شدتوں سے ڈھڑکا تھا۔ روم میں آتے اسے بیڈ پر لٹایا تھا۔

اسکے پاس بیٹھتے ایک ایک نقش حفظ کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن جان بوجھ کر انجان بنا بیٹھا تھا۔
وہ جانتا تھا کہ اگر ایک بار وہ اس میں الجھ گیا تو باقی ہر چیز سے بیگانا ہو جائے گا۔ اس لیے اس سے اور خود سے دور بھاگتا تھا۔ جو اسکی رگ و جاں میں بس چکی تھی۔

اسکی معصومیت کے آگے وہ دل ہار بیٹھا تھا۔ گہرا سانس بھرتے جھک کر اسکا ماتھا چومتے پیچھے ہوا تھا۔ آس پاس نظریں دوڑائی میڈ کہیں نظر نہیں آئی۔
شائد غصے میں اسے بھی بھیج دیا تھا۔ اسکی بابت سوچتا وہ اسکے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔



مجھے ہے اعتراض "نسوانی آواز پر سب نے تھم کر اس طرف دیکھا تھا۔"
لیکن درمیان میں پردہ ہونے کی وجہ سے مردان خانے میں بیٹھے لوگ اس
طرف سے آنے والی آواز کو ہی سن سکے۔

شاویر شاہ شاید آپ بھول رہے ہیں۔ مر تسم سائیں کی غیر موجودگی میں
جرگے کا فیصلہ لینے کا حق مر تسم سائیں کی بیوی کو جاتا ہے تو آپ ہوتے کون
ہیں یہ فیصلہ لینے والے۔۔۔ اسکی گرجدار آواز پر سب کو سانپ سونگھ
گیا تھا۔

وہاں پر موجود سبھی لوگ یہ بات جانتے تھے کہ عینا مر تسم میر کی منکوحہ ہے
اور جو لوگ نہیں جانتے تھے انکے لیئے یہ بات کسی دھماکے سے کم نہیں
تھے۔ اور انہی میں سے ایک شاویر شاہ بھی تھا۔

اسنے سن رکھا تھا کہ مر تسم کا نکاح ہو چکا ہے لیکن اسکی منکوحہ شہر میں ہی رہتی تھی۔ لیکن اب اسے یہ فیصلہ اپنے ہاتھ سے جاتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

شاویز کوئی برا انسان نا تھا لیکن وہ مر تسم کو مات دینے کے چکر میں غلط فیصلہ لینے کے در پر تھا۔

آپ سب لوگ چپ کیوں ہیں بولے کیا میں نے کچھ غلط بولا ہے۔

نہیں بی بی آپ حق پر ہیں۔ مردان خانے سے مصطفیٰ شاہ جو کہ دوسرے گاؤں کے سردار تھے اسکے جواب میں بولے تھے۔

تو پھر آپ لوگ کس سے پوچھ کر اس بچی کو ورنہ کر رہے تھے۔ شرم نہیں آتی آپ لوگوں کو مرد کہتے ہیں خود کو۔

کیا یہ ہوتا ہے ایک مرد جو گناہ خود کرتا ہے اور اسکا بدلہ ایک عورت سے لیا جاتا ہے۔

لعنت ہو آپ مردوں کی مردانگی پر۔ اسکی تیش بھری آواز پر ہر طرف سکتہ چھا گیا تھا۔

لیکن اسکی آخری بات پر شاوہز شاہ کی بس ہوئی تھی۔

بس بی بی آپ زیادہ بول رہی ہیں۔

کیوں شاوہز سائیں بس کیوں کیا میں نے کچھ غلط بولا ہے۔ کیا یہ ہے آپکی مردانگی کہ قتل لڑکے نے کیا ہے بجائے قتل کے بدلے قتل کے آپ اسکا بدلہ ایک بارہ سال کی بچی سے لے رہے ہیں کیا یہ ہے انصاف۔۔

یہی ہے ہمارا اسلام۔ کیا اسلام نے یہ حق نہیں دیا کہ خون کے بدلے خون
، سر کے بدلے سر، اور ڈھڑ کے بدلے ڈھڑ ہاں۔۔ وہ ڈھاڑی تھی۔۔ سسکی
گردنیں شرم سے جھک گئیں تھیں۔۔

شہاب کے بیٹے رمیز نے عون شاہ کے بھتیجے کا خون کیا ہے جسکے بدلے میں
انھیں اس بات کی اجازت دی جاتی ہے کہ وہ شہاب کے بیٹے کو قتل کر سکتے
ہیں۔

اسکی بات پر رمیز کے باپ نے تڑپ کر التجا کی تھی بی بی وہ میرا کلوتا بیٹا ہے
میری نسل ختم ہو جائے گی۔

یہ بات آپکے بیٹے کو قتل کرنے سے پہلے سوچنی چاہیئے تھے اور کیسے باپ ہیں
شرم سے ڈوب مریں جو اپنی بیٹی کو بیٹے پر قربان کرنے چلا تھا۔۔

فیصلہ ہو چکا ہے قتل کے بدلے قتل۔ اس بات کو جھگڑے کو اور جرگے کو
یہی ختم کیا جاتا ہے باقی کے معاملات شاہ سائیں خود دیکھ لیں گے۔

کسی کوئی اعتراض۔

ہم آپکے فیصلے پر آپکے ساتھ ہیں بی بی۔ اسکی بات پر دوسرے سرداروں
نے بھی ہامی بھری تھی۔ فیصلہ سنتے مردان خان خالی ہو چکا تھا۔
عینا اس بچی کے سامنے جھکی وہ بارہ سال کی خوبصورت لڑکی تھی۔

اپنی بیٹیوں کے لئے لڑنا سیکھیں انھیں مردوں کی لڑائیوں کی بھینٹ "

"مت چڑنے دیں۔



صبح اسکی آنکھ کھلی تو خود اپنے بیڈ پر دیکھ کر حیران ہوئی کہ وہ تو باہر صوفے پر
غازی کا انتظار کر رہی تھی تو یہاں کیسے پہنچی غازی کا خیال آتے وہ سمجھ گئی کہ
وہی اسے لایا ہوگا۔

جلدی سے فریش ہو کر باہر آئی۔

یہ کراچی کے ایک رہائشی علاقے میں واقع ایک چھوٹا مگر خوبصورت سافلیٹ
تھا۔ ایک چھوٹا ساٹی۔ ولاونچ اور اسکے دائیں طرف کچن تھا۔ تھوڑا آگے جاو تو
دو کمرے آنے سامنے بنے ہوئے تھے۔ اور ایک گیسٹ روم تھا اسکے ساتھ
ہی ایک بیک ڈور تھا۔

میڈ سارے کام کر کے جا چکی تھی۔ کچھ سوچ کر وہ غازی کے کمرے کی
طرف گئی اندر جھانکا تو وہ اندھے منہ بیڈ پر سویا ہوا تھا۔

ہیں یہ آج گئے نہیں چلو اچھا ہی ہوا آج تو بات کر کے ہی رہوں گی۔ وہ اسے
ابھی تک گھر میں دیکھ کر حیران ہوئی پھر اپنا ہی فائدہ سوچ کر مسکادی۔

آج اسکاٹوسٹ کھانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اس لیے۔ پراٹھے بنانے لگی۔ ابھی وہ ناشتہ بنا کر فارغ ہی ہوئی تھی وہ جلدی بازی میں اندر آیا تھا۔ براون کلر کی شرٹ پہنے گیلے بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ شاید ابھی شاور لے کر آیا تھا۔ گلابی ہونٹ سختی سے بیچنے ہوئے تھے آنکھوں میں سرخی تھی شاید نیند پوری نہیں ہوئی۔ وہ بلاشبہ بہت خوبصورت اور مردانہ وجاہت کا شہکار تھا وہ اسے دیکھ کر سوچ رہی تھی۔

وہ جلد بازی میں آتا اسے کچن میں دیکھ کر یکدم رکا تھا۔ اسے تفصیل سے اپنا جائزہ لیتے دیکھ ہو لے سے کھنکھار اتو

وہ ہوش میں آتی گڑ بڑائی وہ میں ٹیبل کو دیکھ رہی تھی۔ غازی کے بھنوتیں اچکانے پر جلدی سے بہانا بنایا۔

اسکے گڑ بڑانے پر ہونٹوں کے کنارے ہلکے سے اطراف میں پھیلے تھے۔ وہ
اسکی مسکراہٹ دیکھ کر مبہوت ہی اسے دیکھتی خود بھی مسکادی۔
اسکی مسکراہٹ بہت بھلی تھی۔ وہ میرا پراٹھا کھانے کا دل کر رہا تھا اس لیے
۔ اسکے سوالیہ انداز پر وضاحت دی تھی۔ وہ سر ہلاتا ناشتے کی طرف متوجہ
ہوا۔

وہ ابھی آخری نوالے پر ہی تھا کہ اسکا فون بج اٹھا۔
ہاں نیناں میں پہنچ رہا ہوں تم فائل ریڈی رکھوں۔ فون پر کسی کو بولتے
۔ جلدی سے ناشتہ ختم کرتے کافی کا کپ اٹھایا تھا۔
لڑکی کا نام سنتے روز کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ کیا ان کے ساتھ لڑکیاں
بھی کام کرتی ہیں۔ یہ ایسے تیار ہو کر جاتے ہیں کیا لڑکیاں بھی ایسے ہی دیکھتی
ہو گئی۔ اپنی بے اختیار سوچتے بڑ بڑائی۔

اور یہ نینا، ٹینا کون ہے اور غازی کا انتظار کیوں کر رہی ہے۔ سوچتے ماتھے پر بل پڑے تھے۔ اور غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا لیکن اسے پہلے ہی خود کو دیکھتے گڑ بڑائی تھی۔

غازی نے فون بند کرتے بغور اسکے تاثرات دیکھے تھے۔ اسے ماتھے کے بل دیکھتے اسکی سوچ پڑھتے گہرا مسکرایا تھا۔

ہیں یہ مسکراتے بھی ہیں اسکو اپنی طرف مسکراتا دیکھتے سوچا تھا۔
میڈ کو کیوں بھیج دیا۔ بھاری آواز پر اسکا منہ کی طرف جاتا ہاتھ تھما تھا۔
ویسے ہی اکیلے رہنے کی عادت ڈال لینی چاہئے آپکے پاس کو ویسے ہی وقت نہیں۔ اس کو جواب دیتے آخری۔ بات خود سے بڑ بڑائی تھی۔

اللہ سے سالار جیسا شوہر مانگا تھا اور اللہ نے دیا کیا ربوٹک مشین۔ غازی نے " حیرت سے اسکی اسکی طرف دیکھا تھا۔ وہ اتنا اونچا بڑا رہی تھی کہ وہ آسانی سے اسے سن سکتا تھا۔

اس سے بعد میں نیٹے کا سوچتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکی آج امپورٹنٹ میٹنگ تھی اس دن بھی روز کی اس حرکت کی وجہ سے میٹنگ ادھوری ہی رہ گئی تھی لیکن آج اسے ہر حال میں یہ ڈیل پکی کرنی تھی۔

ک۔ کہاں اسے کھڑا ہوتے دیکھ جلدی سے اٹھی تھی۔ غازی نے ابرو اچکاتے اسے دیکھا تھا۔ وہ مجھے بات کرنی تھی۔

ہم کرو۔ مجھے باہر جانا ہے۔ مطلب کراچی گھومنا ہے۔

اسکے باہر جانے کا سنتے ماتھے پر بل گھرے ہوئے تھے۔ لیکن گھومنے کا سنتے سکون کی سانس بھری تھی۔ وہ ابھی کچھ بولتا موبائل کی بجتی بیل نے اسے متوجہ کیا تھا۔

اس ٹوپک پر آ کے بات کریں گے۔ لیکن فلحال گھر سے باہر جانے کا سوچئے گا بھی مت۔ فون کو دیکھتا اسے وارن کرتا باہر کی طرف بڑھاتا تھا۔ کچھ یاد آنے پر وہ رکا تھا۔

واپس اسکے مقابل آتے رکا وہ اسکے اچانک سے یوں واپس پر ڈر کر پیچھے ہوئی تھی۔ ابھی کچھ کہتی وہ جھکا تھا۔

ڈونٹ وری باقی لڑکیاں مجھے ایسے نہیں گھورتی۔ بھاری آواز میں سرگوشی "کی تھی۔ اسکی بات پر اسکا منہ صدمے سے کھلا تھا مطلب وہ اسکی بڑبڑاہٹ ہی سن چکا تھا۔

وہ پھر جھکا تھا اسکی پیشانی چومتے۔ خدا حافظ کہتا چلا گیا۔ وہ حیران ہوئی تھی۔
اسکے لمس پر دل نے ایک بیٹ مس کی۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر وہ ہوش
میں آتی باہر کی طرف لپکی تھی۔

وہ اسکے پیچھے بھاگی لیکن افسوس وہ جاچکا تھا غصے سے زمین پر پاؤں پٹکے تھے۔

کتنے تیز ہیں میری بات سنیں بغیر ہی چلے گئے۔

ہاں وہ نینا، ٹینا جو انتظار میں تھی۔ میری کیوں سنیں گے۔ مجھے تو یہاں بند کر
کے رکھ دیا جیسے کوئی چیز ہوں۔ غصے اور بے بسی سے آنکھوں میں نمی
ابھرنے لگی۔ تبھی کمرے میں جا کر بند ہو گئی۔۔۔۔



ہو پ سو وہ لوگ اس ڈیل کے لئے راضی ہو جائیں تو پھر ہمارا کام آسان ہو
جائے گا۔ وہ ہاتھ کی مٹھی بنائے منہ پر رکھے سامنے والے کی بات سنتا ہنکار
بھر گیا۔

ہنہ۔ موبائل کی بیپ پر اسکی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔ پراسرار سی
چمک۔۔ مچھلی جال میں پھنس چکی ہے۔

غازی کا نشانہ اس بار بلیک ڈیول تھا۔ جو ظلم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ مانا جاتا
تھا۔ لوگ تو جیسے اسکے ہاتھ کی کٹ پتلی ہوں۔ لیکن غازی نے اسکے بہت ہی
خاص۔ آدمی تک رسائی حاصل کی تھی تاکہ وہ انکا اعتماد جیت کر بلیک ڈیول
تک پہنچ سکے۔

تمہاری بربادی کی پہلی سیڑھی پر پاؤں رکھ چکا ہوں بلیک ڈیول اب تیار رہنا۔ وہ اپنی سوچوں میں اس سے مخاطب تھا۔

غازی مجھے آج تک یہ بات سمجھ نہیں آئی وہ بلیک ڈیول جیسے آج تک کوئی نہیں پکڑ سکتا تو کیوں اسکے پیچھے پڑا ہے۔ جیسے اس نے تیرا بہت کچھ چرا لیا ہو۔
احمر جو کہ آرمی میں تھا وہ غازی کا دوست بھی تھا۔ وہ دونوں مل کر اس مشن پر ڈیول کو پکڑ کرنے والے تھے۔ کوئی بھی آج تک اس سے سوال نہ کر پاتا تھا لیکن احمر اسکے غصے کو کسی خاطر میں نہ لاتا تھا۔

اور آج بھی تجسس سے پوچھ ہی بیٹھا۔ بتانا غازی ایسی بھی کیا دشمنی کہ جو کام۔ ہم پیچھے کی سالوں سے نہ کر سکیں تو نے کچھ مہینوں میں کر دیا۔ اسکی بات پر غازی کی آنکھیں سرد ہوئی تھیں۔ وہ بولا تو اسکی آواز اسے سے زیادہ سرد اور وحشت سے بھرپور تھی۔۔۔

بہت ہی خاص دشمنی ہے۔ کچھ پرانے حساب رہتے ہیں اس سے۔

اوہ اسکی بات پر احمر کے ہونٹ گول ہوئے تھے۔۔

ویسے مینے سنا ہے تیری شادی ہوگی اور بھا بھی تجھ سے ذرا بھی نہیں
ڈرتی۔ احمر کی شرارت سے بھرپور آواز گونجی تھی۔

اسکی بات پر غازی کی آنکھوں میں پھر سے چمک ابھری تھی لیکن یہ چمک
پہلی والی چمک سے الگ تھی۔ کچھ الگ سی۔ اسکی بابت سوچتے ہونٹ ہلکے
سے پھیلے تھے۔

اہم اہم اسے خیالوں میں گم ہوتا دیکھ احمر کو صدمہ لگا تھا۔
آنکھوں کی چمک بتا رہی ہے معاملہ ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ اسنے آبرو آچکا
کر احمر کی طرف دیکھا تھا۔ وہ جب ایسے دیکھتا تھا تو مطلب اگلے بندے کی خیر
نہیں۔

نی نی میرا مطلب۔ مطلب میں چلتا ہوں تو سڑیہیں آخری جملہ منہ میں بولا
تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رکھا تھا۔

ویسے لگتا ہے بھابھی کا جادو چل چکا ہے ذرا سامنے پیچھے کی طرف کر کے کہا
تھا۔ اور پھر اسکی سپیڈ دیکھنے لائق تھی۔ اسکی بات پر غازی دل کھول کر ہنسا
تھا۔

شائد پہلی بار۔ جو کہ وہ خود نہیں جانتا تھا۔ آنکھیں بند کر کے اسے سوچتا
سگریٹ کے گہرے کش لینے لگا۔



صبح سے شام ہو گی اور شام سے رات غازی ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ وہ جلے پیر
کی بلی بنے اسے روم میں گھوم رہی تھی۔ میڈ کو بھی غصے میں صبح ہی بھیج دیا تھا
اور اب بھوک سے جان نکل رہی تھی۔

لیکن غصے میں کھانا جو نہیں کھانا وہ ایسے ہی کرتی تھی غصے میں سب سے پہلے
کھانا چھوڑتی تھی اور اوپر سے رات کی یہ خاموشی اسکی جان نکالنے کے درپہ
تھی۔

فون بھی نہیں کر سکتی تھی اسکا فون تو پہلے ہی دن غازی نے لے لیا تھا اور لینڈ
لائن سے کرتی بھی تو اسے نمبر یاد نہیں تھا۔ آنکھوں میں پھر سے نمی بھرنے
لگی۔ اسے پتا ہی نا چلا کب وہ خوف سے بے آواز روتی ہچکیوں سے رونے لگی۔



وہ تھکا ہارا اب گھر لوٹا تھا۔ وہ پریشان تھا کہ کہیں وہ ڈر ہی نا جائے لیکن
دوسرے طرف اطمینان تھا کہ میڈ بھی تو ہے۔ اسے آج آنے میں کچھ زیادہ
ہی دیر ہوگی تھی۔

گھڑی رات کے گیارہ بجارہی تھی۔ گھر میں ہر طرف خاموشی تھی۔
شائد سو گئی۔ بھوک تو لگی تھی لیکن پہلے فریش ہونا تھا۔ وہ جیسے ہی کمرے میں
داخل ہوا اسے چار سو چالیس والٹ کا جھٹکا لگا۔

ڈوپٹے سے بے نیاز ارد گرد کا ہوش بھلائے وہ مومی گڑیا بڑے استحقاق سے
اسکے بیڈ پر برجمان تھی۔ وہ آہستہ سے قدم اٹھاتا قریب آیا تھا۔ مدھم
سانسوں کے ساتھ ہلکی ہلکی ہچکیوں کی بھی آواز تھی۔

شدت سے رونے کی وجہ سے وجود ہلکا سا کانپ رہا تھا۔ آنکھوں کے پپوٹے
سو جھے ہوئے تھے وہ شاید کافی دیر سے رو رہی تھی اور روتے ہوئے ہی سو
گئی۔

اسکی حالت پر غازی کے ماتھے پر بلوں کا جال سا آیا تھا۔ غصے سے مٹھیاں میچی
تھیں۔ خود کو کو سا تھا لا پر واہی کی بھی حد ہوتی ہے۔ میڈ کا خیال آیا تو صبح والی
بات یاد آئی تھی

۔ ساتھ ہی اس پر غصہ بھی آیا تھا کہ جب اکیلی نہیں رہ سکتی تو کیوں بھیجا میڈ کو۔ لیکن پھر یہ خیال آتے ہی لب بھنج لیے کہ وہ اسکی ذمہ داری تھی میڈ کی نہیں۔

گہرا سانس لیتے اس پر جھکا تھا۔ پسینے سے بال گردن اور منہ پر۔ چپک گئے تھے۔ ہلکے سے گردن سے بال ہٹائے تھے۔ اسکی پسینے سے تر گردن دیکھتے غازی کے حلق میں کانٹے سے چھبے تھے۔ لیکن وہ سر جھٹک گیا۔
ابھی وہ منہ سے بال ہٹھاتا وہ ڈر کہ اٹھ گی۔

مم۔ مم! آنکھیں میچے بنا دیکھے ہی وہ بیڈ سے اٹھ کر بھاگی تھی کہ فراک میں پاؤں الجھتے وہ اونڈھے منہ گری تھی۔ غازی اسکو ایسے ڈر کر دیکھتا ابھی کچھ سمجھتا وہ اٹھ کر بھاگی تھی۔ وہ ایک ہی جست میں اس تک پہنچا تھا۔

روز۔ جانی پہچانی آواز سن کر اسنے آنکھیں کھولیں تھی۔ سامنے ہی اسے دیکھ کر غازی کہتی اس سے لپٹ گئی۔

غ۔ غازی وہ وہاں۔ ک۔ کوئی۔ ہچکیوں سے روتی وہ بات ادھوری چھوڑ گئی۔ شش کوئی نہیں۔ روز صرف میں تھا وہاں اور کسی کی اتنی ہمت نہیں کہ میرے ہوتے ہوئے تمہیں چھو سکے۔ شدت سے اسے اپنی آغوش میں برہتا اسکے سر پر لب رک گیا۔

اپنی باہوں میں اٹھا کر اسے بیڈ پر بٹھایا۔ پانی کا گلاس اٹھاتے اسے پلاتے ریلیکس کیا تھا۔ وہ بہت جلد ہی چپ کر گئی۔ سسکیاں بھی مدھم پڑ گئیں شاید رور و کر تھک گئی تھی۔

غازی نے اسکے پاؤں کی طرف دیکھا۔ پاؤں کے انگوٹھے پر۔ بری طرح سے
رگڑ لگی تھی۔ ناخن بھی ہلکے سے اکھڑ گیا تھا۔ وہ اٹھا اور فرسٹ ایڈ باکس لاتا
پاؤں کے قریب بیٹھا تھا۔ روئی سے خون صاف کرتے وہاں بینڈیج کی تھی۔

وہ سسکی تھی۔ ہاتھ دھوتا اسکے پاس آیا تھا۔
بینڈیج کر دیا ہے اب درد ختم ہو جائے گا۔ ہم۔
وہ ہولے سے سر ہلا گئی۔

اب بتاؤ کیوں رہی تھی۔ اسکے سوال پر اسے نئے سرے سے رونا آیا لیکن
ضبط کر گئی۔ وہ کچھ نابولی بس سر جھکا گئی۔
گہری سانس برہتا انگلی اسکی تھوڑی کے نیچے رکھتا چہرہ اوپر کیا تھا اسکا۔ میں
کچھ پوچھ رہا ہوں نا اور میڈ کہاں ہے۔ اس بار لہجہ کچھ سخت تھا۔

خشک ہونٹوں کو تر کرتی پلکوں کی جھالراٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ ہیزل گرین
آنکھیں سیاہ آنکھوں سے ٹکرائی تھیں وہ گھبرا کر پلکیں جھکا گئی۔

وہ مینے انھیں ب۔ بھیج دیا تھا صبح۔ آ۔ آپ کو تو کوئی فکر نہیں۔ ڈ۔ ڈر لگ رہا
تھا۔ ا۔ اس لیے رونا۔ آگیا۔ اٹکتے لفظوں میں جواب دیا تھا۔ لیکن وہ سن کہاں
رہا تھا وہ تو لرزتی پلکوں میں ہی الجھ گیا تھا۔

آنکھیں جو رونے کے باعث گلابی ہو رہی تھیں اسے پاگل کر رہی تھیں۔
جھک کر نرمی سے اسکی آنکھیں چومتا کھینچ کر اسے خود میں چھپا گیا۔ جیسے تلافی
کی ہو۔

سوری۔۔۔ آئندہ ایسا کبھی نہیں ہو گا اسکے سر پر ہونٹ رکھتا وہ اس سے تلافی
کر رہا تھا۔ حیرت کی بات تھی۔

سٹون مین اسے نرمی سے خود میں چھپائے سوری بول رہا تھا۔ آہستہ سے اسے
خود سے الگ کیا تھا۔

وہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ رخ موڑ گئی۔ اسکے چہرے پر اپنی قربت کے رنگ دیکھتے وہ مبہوت رہ گیا۔

وہ کھ۔ کھانا۔ اسکی نظریں خود پر محسوس کرتی گھبراہٹ میں جو منہ میں آیا بول گئی۔

بھوک لگی ہے اسکا رخ اپنی طرف کرتے بھاری لہجے میں بولا تھا۔
ہاں وہ سر ہلا گئی۔

کھانا نہیں کھایا۔ کھایا تھا۔ کب؟ صبح معصومیت سے اسے بولتی حیران کر گئی۔
صبح کے بعد سے کچھ نہیں کھایا۔ اسکے نفی میں سر ہلانے پر اسے گھورا تھا۔ اب
بھوک لگی۔ اسکے گھورنے پر جلدی سے بولی تھی۔

ٹھیک ہے میں لاتا ہوں یہں بیٹھنا آرام سے۔ اسکا ماتھا چومتے وہ اٹھ کر کچن
کی کی طرف آیا تھا۔ کھانا بنا ہوا تھا بس گرم کرتے روم میں لایا تھا۔ وہ چھوٹے
چھوٹے نوالے لیتی کھا رہی تھی۔ وہ بس اسے دیکھ رہا تھا۔

اچانک سے سراٹھا کر اسکی طرف نوالہ بڑھایا تھا۔ وہ حیران ہوا پھر جھکتے اسکے ہاتھ سے نوالہ لیا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے نوالے لیتی اسے بھی کھلانے لگی۔



وہ برتن کچھ میں رکھ کر آیا تو میڈم پھر سے بھاگنے کے چکروں میں تھیں۔ کہاں۔ اسے بیڈ پر بٹھاتے گھورا تھا۔ وہ روم میں۔

یہ کیا ہے۔ لیکن یہ تو آپکا۔ وہاں ڈر نہیں لگے گا۔ وہ سر جھکا گئی۔ یہی سو جائیں۔ مجھے کام کرنا ہے وہیں صوفے پر کر لوں گا۔

لیکن۔۔۔ وہ ابھی کچھ کہتی اسکی گھوری پر چپ ہو گئی۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی وہ الماری میں سے کوئی بوتل نکال لایا۔

پہلے تو روز نے دھیان نہیں دیا لیکن اچانک سر گھما کر دیکھا تو چہرہ فق
ہوا۔ آپ۔ ش۔ شراب پیتے ہیں۔ اسکی آواز پر غازی نے سراٹھا کر حیرت
سے اسے دیکھا تھا۔

اسکی نظروں کے ارتکاز پر بوتل کو دیکھتے وہ حیران ہوا پھر سمجھ آنے پر
شرارت سے مسکایا تھا۔

وہ جیسے شراب سمجھ رہی تھی وہ دراصل اپیل جوں تھا لیکن بوتل ایسی تھی کہ
کوئی بھی شراب ہی سمجھتا۔

یہ احمر کے کارنامے تھے وہی لنڈن سے اسکے لیے یہ لایا تھا۔ پہلے تو وہ بھی احمر
کے ہاتھ میں یہ دیکھ کر حیران ہوا تھا پھر اسکی شرارت سمجھتا اسے گھور کر رہ گیا

وہ اسکے لئے سپیشل بیکنگ کروا کے لایا تھا۔ وہ تو بیچ گیا

لیکن اسکی یہ معصوم سی بیوی پتہ نہیں کیا سوچ رہی تھی۔
ہاں پیتا ہوں بس کبھی کبھی۔۔ وہ اطمینان سے بولا۔

وہ حیران پریشان سی اسے دیکھ رہی تھی اسنے تو ایسا خواب میں بھی ناسوچا
تھا۔ اسنے جیسے ہی گلاس منہ سے لگایا کسی نے اسکے ہاتھوں سے گلاس کھینچ لیا۔

غازی نے اسکی ہمت پر آبرو اچکاتے داد دی تھی۔ لیکن بظاہر غصے سے بولا۔
یہ کیا کیا۔۔۔

ہمت تو کر لی لیکن اب اسے غصے میں دیکھ کر سہم کر دو قدم پیچھے ہٹھی تھی۔

مت پیئیں التجا کی تھی۔

کیوں ناپیوں قدم اسکی جانب بڑھائے تھے۔

اس سے آپکو کیا ملے گا۔ نشہ، سکون ڈھٹائی سے کہا گیا۔

یہ حرام ہے سہم کر کہا تھا۔

تو حلال نشہ کر لوں۔۔؟

حلال نشہ آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا تھا۔ ایسا کوئی نشہ نہیں ہے۔

ہے نا آپکی قربت کا نشہ۔ لہجہ پل میں بدلہ تھا۔ وہ قدم پیچھے لیتی بیڈ پر گر

گی۔ اسکے اٹھنے سے پہلے ہی اس پر جھک آیا۔

پ۔ پیچھے ہوں۔ وہ بیڈ پر پیچھے کو سر کی تھی۔ لڑکھڑاتے لہجے میں کہا تھا۔

کیوں۔ اسکے دونوں بازوؤں کو بیڈ سے پن کیے اس پر جھک گیا۔

آنکھیں زور سے بند کرتے کانپتے ہونٹ کاٹے تھے۔

اس سے تو بن پیے ہی بہک جاؤں۔ انگوٹھے سے ہونٹوں کو سہلایا تھا۔

ک۔ کیا کر رہے ہیں۔ سہم کر پوچھا تھا۔

حلال نشہ۔ کہتے ہی جھک کر اسکی سانسوں کو خود میں قید کیا تھا۔ بازو چھوڑتے ایک ہاتھ بالوں میں الجھائے جبکہ دوسرے ہاتھ سے کمر کو تھاما تھا۔ وہ اچانک حملے پر ساکت رہ گئی۔ لیکن سانسیں بند ہونے پر پھڑپھڑا کر رہ گئی تھی۔

وہ مدہوش سا ہوتا اسکے لبوں پر قابض تھا۔ قطرہ قطرہ اسکی سانس پیتے اسکے لمس میں شدت آئی تھی۔

اور روز کو لگا کہ بس اسکا سانس بند ہو گیا۔ اسکے سینے پر زور سے ہاتھ مارے تھے۔ سانس بند ہونے کے خوف سے آنسو گال پر لڑکھ گئے۔

اسکی مزاحمت کم ہونے پر نرمی سے اسکے ہونٹ آزاد کیے تھے۔ وہ گلابی ہوتے چہرے کے ساتھ گہری سانسیں بھرنے لگی۔

اسے لگا تھا شاید وہ آج اسکی سانسیں سچ میں بند کر دینے کے درپہ تھا۔

وہ مبہوت سا ہوتا اسکے چہرے پر آتے جاتے رنگوں کو دیکھنے لگا۔ گہری
سانسیں بھرتی وجود پسینے سے تر تھا۔

وہ پھر سے جھکا اور اسکی گردن پر شدت سے لمس چھوڑنے لگا۔ اسکی خوشبو
اسے پاگل کر رہی تھی اور وہ پاگل ہو رہا تھا۔ اسکی گردن میں منہ دیے گہری
سانسیں بھری تھیں۔

غ۔ غاز اٹھل پٹھل سانسوں سے وہ بس یہی بول سکی۔

ہو نوٹوں نے گردن سے تھوڑی تک سفر کیا تھا۔

غاز کی جان۔۔۔ اسکے کان کے قریب گھمبیر آواز میں سرگوشی کی تھی۔ اسکے
لمس سے بے چین دل کو سکون ملا تھا یوں جیسے پتی دھوپ میں بارش۔
کان کی لو کو ہو نوٹوں میں دبا کر کاٹا تھا۔

سی۔۔۔ وہ سسکی تھی۔ چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ ہیزل گرین آنکھوں پر لرزتی پلکیں۔ گلابی دہکتے گال۔ تیکھی ناک میں ہیرے کے چھوٹی سی نتھ چمک رہی تھی۔ ہلکے سے نیم وا گلابی ہونٹ اور۔ گردن پر چمکتا سیاہ تل۔

وہ اسکی قربت کے رنگوں میں نہائی اسکی بانہوں میں پڑی تھی۔ وہ بلاشبہ حسن کا شاہکار تھی۔ کسی کو بھی دیوانہ کر سکتی تھی کسی کو بھی بہکا سکتی تھی۔ گہری سانس بھرتی اسکا ضبط آزمانے پر تلی تھی۔

جذبات نے سرعت سے کروٹ لی تھی۔ آنکھوں میں خمار اتر اٹھا۔ جھکتے اسکی آنکھوں پر لمس چھوڑا تھا۔ اسکے چہرے کے ایک ایک نقش کو نرمی سے چومتے وہ کہیں سے بھی وہی کھڑوس غازی نہیں لگ رہا تھا۔ ایک بار پھر سے جھکتے اسکے لبوں پر قابض ہوا تھا لیکن اس بار لمس میں نرمی تھی۔

اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے کروٹ بدلی تھی۔ اب کی بار وہ اسکے سینے پر پڑی تھی۔ اسکے ہونٹوں کی نرم ماہٹ محسوس کرتا وہ مدہوش ہوا تھا۔

وہ بے بس سی اسکی گرفت میں پھڑپھڑا کر رہ گئی کہ مقابل کو شاید اس پر رحم
آہی گیا اس لیے نرمی سے اسکے ہونٹ آزاد کیے تھے۔

جب اسے لگا کہ وہ جذبات کی رو بہ رہا ہے۔۔ جبکہ بانہوں میں پڑا وجود ابھی
اسے جھیلنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ اسکی پیشانی پر شدت سے بوسہ دیتا اسے خود
میں بھینچ گیا۔۔

وہ گہری سانس بھرتی کانپتے وجود کے ساتھ اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ سانس
نارمل ہوئی تو اپنی سچویشن سمجھتے وہ شرم سے دوہری ہوئی۔ اس لیے مزاحمت
کی غازی نے نرمی سے اسے آزاد کیا۔ وہ رخ موڑ گئی۔ جب وہ بیڈ سے اٹھا
تھا۔۔

اسے لگا کہ وہ چلا گیا اس لیے شکر کی سانس لی۔ غازی نے اسے آزاد کرتے
اپنی شرٹ اتار کر صرف پر پھینکی تھی۔ ابھی روز نے سہی سے سانس خارج

بھی نہیں کی تھی کہ مقابل نے کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنی طرف کھینچا تھا وہ کٹی ڈالی کی طرح اسکے سینے پر آگری۔

اسے شرٹ لیس دیکھتے سہم کر حلق تر کیا تھا۔ وہ دلچسپی سے اسکے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ اسکے بالوں کو نرمی سے اپنی مٹھی میں لیتے چہرہ سامنے کیا تھا۔ نرمی سے جھک کر پھر سے اسکے نرم ہونٹوں کو اپنے سخت ہونٹوں کی گرفت میں لیا تھا۔ وہ یکدم اسکے کندھوں کو تھام گی۔

جب اسے لگا کہ اب ضبط کرنا مشکل ہے تو آہستہ سے پیچھے ہوا تھا۔ انگلی سے اسکے گیلی لبوں کو صاف کیا تھا۔ وہ شکوہ بھری نظروں سے اسے دیکھتی چہرہ موڑ گی۔

اسکا شکوہ سمجھتا وہ گہرا مسکرایا تھا۔ جھک کر اسکا سر چوما تھا۔ اسکا سر سینے پر رکھتے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔

سو جاو ریڈ روز ورنہ اپنا نقصان کرواو گی۔ وہ مزاحمت کرتی بھاری گھمبیر
سرگوشی پر ساکت ہو گی اور خاموشی سے اسکے سینے پر سر رکھتے آنکھیں موند
گی۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ نڈھال سی اسکے سینے پر سر رکھے گہری نیند میں
تھی۔ غازی نے اسکا سونے یقین کرتے سر جھکا کر اسے دیکھا تھا۔
وہ بلاشبہ بہت حسین تھی۔۔ اور اسکی معصومیت وہ مسکرایا۔ وہ اپنی
معصومیت اور خوبصورتی اسے کودیوانہ کر گئی تھی۔

دو ہی ہفتوں میں وہ اسکے دل پر پوری طرح قابض ہو چکی تھی۔ کتنے دعوے
سے اسنے کہا تھا۔

ایسی کوئی لڑکی نہیں جو شہنشاہ غازی کو پگھلا سکے اور اب۔ وہ پگھل رہا تھا بلکہ
پگھل چکا تھا موم کی طرح۔ وہ دھیرے سے ہنسا اسکے گرد حصار مضبوط کرتے
وہ آنکھ موند گیا۔ اب تو سکون اسکی بانہوں میں تھا پھر نیند کو آجانا چاہئے تھا۔

وہ بے چینی سے ادھر ادھر چکر لگا رہی تھی۔ بار بار گھڑی کی طرف دیکھتی وہ حد سے زیادہ پریشان تھی۔ رات کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔

وہ جرگے سے لوٹ آئی تھی لیکن مرتسم اسکا اب تک کوئی آتا پتا نہیں تھا۔ نا جانے کہاں رہ گئے۔ فون بھی بند جا رہا تھا۔

بے چینی حد سے زیادہ تھی۔ بی بی بیٹھ جائیں کب تک ایسے چکر لگاتی رہیں گی۔ شاہ سائیں آجائیں گے رحمت خالہ سے رہانا گیا تو بول اٹھیں۔ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے ایسے لگاتار چکر کاٹ رہی تھی۔ اب تو ٹانگیں بھی شل ہو گئیں تھی۔ خالہ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ کتنے گھنٹے ہو گئے رات بھی گہری ہو رہی ہے اور شاہ ابھی تک نہیں لوٹے انکا فون بھی نہیں لگ رہا اور تو اور ساحر کا فون بھی اوف ہے۔

مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے خالہ۔ نا جانے کیا ہوا ہو گا۔ لاکھ کوشش کے باوجود اسکا لہجہ بھیگ گیا۔ آنسو گالوں پر لڑکھ گئے۔

بی بی پہلے تو آپ یہاں بیٹھے کیا ہو گیا آپکو کچھ بھی نہیں ہو گا ضرور کسی کام میں
پھنس گئے ہونگے۔ کنیزہ نے اسے زبردستی پکڑ کر بٹھایا۔

پریشان مت ہوں سب ٹھیک ہو گا۔

کیسے نا پریشان ہوں پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے نیزہ پتا
نہیں بہت عجیب سے خیال آرہے دل میں۔



اسی وقت باہر گاڑی کی آواز آئی تھی۔ وہ ننگے پاؤں باہر بھاگی تھی۔ گاڑی سے
ساحر اور اسکے ساتھ کوئی لڑکی نکلی تھی۔ عینا نے بے چینی سے میر کی تلاش
میں نظریں دوڑائیں لیکن وہ ہوتا تو نظر آتا۔
ساحر پر نظر پڑتے اسکی چیخ نکلی تھی۔

س۔ ساحر یہ کیا ہوا یہ خون۔ ساحر کی شرٹ پر خون کے دھبے لگے ہوئے
تھے۔ سر پر پٹی بندھی تھی۔ ساحر صرف عینا کا بوڈی گارڈ ہی نہیں اسکے لیے
چھوٹے بھائی جیسا تھا اسکی یہ حالت دیکھ کر وہ تڑپ اٹھی تھی۔
کنیزہ انھیں اندر لے جائیں ساحر نے اپنے ساتھ کھڑی لڑکی کی طرف اشارہ
کیا جو سہمی نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔
دونوں نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔ پھر سر ہلاتی اس لڑکی کو روم میں لے
گئی۔

ساحر کچھ بتا دے کیا ہے یہ سب۔ تم اتنے زخمی کیسے ہوئے اور یہ لڑکی کون
ہے۔ تم تو شاہ کے ساتھ گئے تھے۔ پریشانی سے اسکی طرف دیکھتی پوچھ رہی
تھی اچانک سے اسکے دماغ میں دھماکہ ہوا تھا۔

س۔ ساحر ش۔ شاہ تمہارے ساتھ۔ تھے تو مطلب ش۔ شاہ۔ ساحر شاہ
ٹھیک ہیں۔ کسی انہونی کے خوف سے اسکا دل سکڑ کر پھیلا تھا۔ لہجہ لڑکھڑا
گیا۔

بولو ناساحر۔ بی بی وہ۔ وہ کیا ساحر۔

بی بی شاہ سائیں کو گولی لگی ہے۔ وہ ایک دم لڑکھڑا گئی۔ اگر نیزہ ناسنبھالتی ہو وہ اب تک گرچکی ہوتی۔

عینا بی بی۔ میم سب اسکے طرف بڑھے تھے۔ بی بی سنبھالیں خود کو۔ گ۔ گولی اسنے بے یقینی سے ساحر کو دیکھا۔ اسکے سر ہلانے پر وہ ہارے ہوئے جوار کی مانند صوفے پر گر گئی۔ ساحر نے پریشانی سے اسے دیکھا تھا۔

وہ اپنی زندگی میں جتنے رشتوں کو کھو چکی تھی اب وہ کسی بھی رشتے پر ذرا سی بھی آنچ پر خوفزدہ ہو جاتی تھی۔

س۔ ساحر ش۔ شاہ ٹ۔ ٹھیک تو ہیں نا وہ سہمی ہوئی نظروں سے ساحر کو دیکھ رہی تھی۔

جی بی بی شاہ سائیں ٹھیک ہیں۔ گولی کندھے پر لگی تھی اس لیے ہو اسپتال جانا
پڑا سائیں کسی طور پوہاں رکھنے کے لیے راضی نہیں تھے اس لیے تھوڑی دیر
منت کر کے انہیں روکا ہے۔

وہ آپکے لیے بہت پریشان تھے اس لیے انہوں نے مجھے یہاں بھیجا۔ آپ
پلیز پریشان مت ہوں۔

می۔ میں کہہ رہی تھی ناخالہ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ اب دیکھیں کیا
ہو گیا۔ اگر شاہ کو کچھ ہو گیا تو وہ ہچکیوں سے روتی بات ادھوری چھوڑ
گی۔ سب خادماؤں نے فکر مندی سے اسے دیکھا تھا۔

وہ جب سے یہاں آئی تھی۔ کبھی بھی اسے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ وہ
بہت نڈر تھی مشکل سے مشکل وقت میں بھی وہ ایسے نہیں روتی تھی۔

اور آج۔ بی بی پلیز سنبھالنے خود کو سائیں آنے والے ہیں اور آپکو ایسے
دیکھیں گے تو انہیں اور تکلیف ہوگی۔ ویسے بھی سائیں ٹھیک ہیں۔ اور۔۔

لیجئے آگئے آپکے شاہ۔ گاڑی کے ہارن پر ساحر نے ابھی کہا ہی تھا کہ اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ باہر بھاگی تھی۔

وہ کسی کے سہارے سے گاڑی سے نکل رہا تھا۔ ماتھے اور ناک پر پیٹی تھی۔ دائیں کندھے پر بھی بینڈ تاج تھی جو شرٹ سے باہر تک آرہی تھی۔ بازو کو سہارے سے اٹکایا ہوا تھا۔ اور پوری شرٹ خون سے تر تھی۔

شاہ۔۔ بھگی آواز پر مرتسم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ بکھرا حوالیاد وپٹہ کندھے پر جھول رہا تھا۔ سرخ بھگی آنکھوں سے ننگے پاؤں اسکی طرف آرہی تھی۔ کسی کی بھی پرواہ کیے بغیر وہ سیدھا اسکے چوڑے سینے سے جا لگی۔ مرتسم نے بے اختیار اسکے گرد بازو باندھے تھے۔ ملازم سر جھکائے وہاں سے جا چکے تھے۔

م۔ میں بہت ڈر گی تھی شاہ۔ آپ بہت برے ہیں۔ ا۔ ایسے بھی۔ کوئی کرتا ہے۔ اسکے سینے پر سر ٹکائے ہچکیوں سے روتی وہ اسے گہرے غم میں مبتلا کر رکھی گی تھی۔۔

عین۔ میں ٹھیک ہو جانم۔ نرمی سے اسے خود سے الگ کرتے اسکے آنسو
صاف کیے تھے۔ دوسرا بازو اسکے کندھے کے گرد پھیلاتا آگے بڑھ گیا۔
ادھر آئیں۔ مجھ سے زیادہ بری تو آپکی حالت ہے۔ دیکھیں تو اتنی پیاری
آنکھوں کا کیا حشر کر لیا ہے آپنے۔ وہ خفگی سے اسے بولتا صوفے پر ساتھ لیے
بیٹھا تھا۔

سائیں یہ سب کیا ہو گیا۔ خادماؤں کو جانے کا اشارہ کرتی رحمت خالہ فکر مندی
سے آگے بڑھی تھی۔ کچھ نہیں ہوا

خالہ میں ٹھیک ہوں۔ بس چھوٹی سی چوٹ لگی ہے۔ نیزہ کے ہاتھ سے پانی کا
گلاس لیتے عینا کو پلا یا تھا۔

لیکن دیکھیں آپکی بی بی نے اپنا کیا حال کر لیا ہے۔ مرتسم نے تاسف سے
اسے دیکھا تھا جو بھگے گال رگڑتی انہیں سرخ کر گئی تھی۔

انہو۔ اسنے اسکے ہاتھ پکڑ کر روکا تھا اور نرمی سے آنسو صاف کیے تھے۔

خالہ آپ پلینز شاہ اور ساحر کے لئے گرم دودھ لے آئیں۔ وہ سر ہلاتی وہاں
سے چلی گئیں۔

وہ بچی کہاں ہے۔ مرتسم نے ساحر سے اس لڑکی کے بارے میں پوچھا تھا۔ وہ
اوپر روم میں ساحر سے پہلے عینا بولی تھی۔

لیکن شاہ وہ ہے کون اور آپ لوگوں کی یہ حالت ہوئی کیسے۔۔



ہم لوگ گاؤں سے آگے کچھ کام کے لیئے گئے تھے تو وہیں پر ہمیں یہ لڑکی
ملی۔

لڑکی بہت کم عمر ہے بچپن میں ہے نکاح کر دیا تھا اسکا لیکن اسکا منکوح ایک حادثے میں چل بسا۔ اور لڑکے کے گھر والے اسے بھی زندہ دفنانے والے تھے۔ کیونکہ یہ بیوہ ہو چکی ہے اور اس لیے اسکا جینا کا کوئی حق نہیں۔

یہ وہاں کی رسم ہے۔ جب ہم نے مخالفت کی تو انکے لوگوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ لیکن ہمارے لوگ ان پر بھاری پڑ گئے اور لڑکی کو لے آئے انہوں ہمارا پیچھا کیا

گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ہی گولی کا نشانہ لیا تھا۔ گاڑی ڈس بیلنس ہونے کی وجہ سے زیادہ چھوٹیں لگیں۔

کس قسم کے جاہل لوگ ہیں۔ مرتسم چپ ہوا تو عینا نے حیرانی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے کہا تھا۔ ایسے لوگوں کو تو اتنا مارنا چاہئے کہ انکی نانی۔ یاد آجائے۔ یہ لوگ عورت کو کچھ سمجھتے ہی نہیں اگر لڑکے کی جگہ لڑکی مر جاتی تب تو کچھ بھی نہیں ہوتا یقیننا۔

ساحر اور مرتسم نے سر ہلایا تھا۔

سائیں یہ دودھ۔

خالہ اب آپ جائیں آرام کریں یہاں سب ٹھیک ہے۔ مرتسم نے دودھ کا گلاس لیتے کہا تھا۔

وہ سر ہلاتی وہاں سے چلی گئیں۔ ساحر تم بھی جاو آرام کرو۔

شاہ آپ بھی چلیں ساحر کے جاتے ہی عینا نے مرتسم سے کہا تھا۔ اور آپ نے یہاں کیا کرنا ہے۔ میں بھی بس جا ہی رہی۔ بس ایک بار اس لڑکی کو دیکھ آو۔ کہیں ڈر ہی نا جائے۔

اوکے جلدی آئیے گا۔ وہ مرتسم کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اچانک کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس کرتے وہ ڈر کر مڑی تھی۔ سامنے ولی کو دیکھ کر اسکی جان میں جان آئی تھی۔

ولی ڈر ادیا اپنے۔

مینے نہیں ڈرایا تم خود ہی ڈر ہی۔ ہنہ ڈر پوک کہیں کی۔ ولی۔ اسکے ڈر پوک
کہنے پر وہ صدمے سے اسکے منہ سے بس ولی ہی نکلا۔
ولی نے ہنسی دبائی تھی۔ ایک سیکنڈ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔ اور آپ واپس
کب آئے۔ مجھے بتایا بھی نہیں۔

بریک لگاؤ۔ میرا بچہ۔ اگر تم اپنے شوہر کے علاوہ بھی کہیں اور دھیان دیتی تو
تمہیں میں نظر آتا جو تمہارے شاہ کو ہو اسپٹل سے خود لایا تھا۔
ہو۔ ولی کے اس طرح سے کہنے پر عینا نے خفگی سے اسکے دیکھا۔
پہلی بات ولی وہ میرے شوہر نہیں منکوح ہیں ابھی رخصتی نہیں ہوئی کتنی بار
بتاؤں آپکو۔ اور دوسری بات شاہ زخمی ہیں تو مجھے انھی کی فکر ہوگی۔ اور
تیسری بات آپ یہاں پر آئے ہی کیوں اور کب۔

ہاں ہاں پتہ ہے منکوح ہے۔ اور زخمی ناوہ خود ہوا ہے بڑا شوق تھا اسے ہیر و
بننے کا۔ مجھے ساحر نے فون کیا اگر میں ناہوتا تو تمہارے شوہر۔ مطلب منکوح
کو ان جنوں سے کوئی بھی نہیں بچاتا۔ ہاتھ اٹھا کر بولتا وہ عینا کو اتنا فنی لگا کہ
اسکی ہسی چھوٹ گئی۔

ہاہا ہا ہا ولی قسم سے پوری لڑکی لگ رہے ہیں ایسے بولتے ہوئے۔
لڑکی۔۔۔ ولی نے صدمے سے اسے دیکھا۔ اچھا بچو تم رکو بتاتا ہوں۔
اوکے اوکے سوری۔ اسکے کف فولڈ کرنے پر عینا نے ہسی روکتے ہاتھ اٹھا کر
کہا تھا۔ اسے پتہ تھا اب وہ اسے گد گدی کرے گا۔ وہ اکثر ایسا ہی کرتا تھا۔ اس
لیے عینا نے بات ختم کرنے میں ہی عافیت جانی۔

اور ہاں ارسل کو سچویشن سمجھادی تھی۔ اس لیے وہ لوگ نہیں آئیں گے
۔ آیت کو سنبھال لینا۔ ولی کے سنجیدگی سے کہنے پر عینا نے سر ہلایا تھا۔

میں میرے پاس جا رہا ہوں اوکے۔ اسے بتاتا وہ جا چکا تھا۔

ولی وہ انسان تھا جس نے اسے دو سال پہلے دوبارہ زندگی دی تھی۔ اس نے نا صرف
اسکی جان بچائی تھی بلکہ ایک باپ بن کے شفقت دی تھی۔ بھائی بن کے
حفاظت کی تھی۔ دوست بن کے ہسایا تھا۔ ماں بن کر اسے دنیا کی سختیوں
سے بچایا تھا۔

اگر اس دن ولی نا ہوتا ہو شاید وہ اپنی جان سے پہلے اپنی عزت کھو چکی
ہوتی۔ ولی اسکے لیے اسکا سایہ تھا۔ کہنے کو تو وہ صرف منہ سے بولا ہوا بھائی
تھا۔ لیکن انکار شدہ دل کا تھا۔ یہ وہی جانتی تھی کہ کیسے ولی نے اسے سنبھالا
تھا۔

وہ اس سے پانچ سال بڑا تھا۔ لیکن پھر بھی عینا اسے نام سے ہی بلاتی تھی یہ
بھی ولی نے ہی کہا تھا۔ وہ دونوں خونی رشتے سے بڑھ کر تھے ایک دوسرے

کے لئے یہ تو وہی جانتی تھی ولی اسکے لئے کیا تھا۔ وہ دونوں ایک ہی کہانی کے
دوسکے تھے۔

عینا زمانے کے ہاتھوں برباد ہوئی تو وہ اپنوں کے اعتبار سے ٹوٹا ہوا تھا۔
وہ اپنے کے ہاتھوں برباد ہوا شخص ایک منہ بولے رشتے پر جان چھڑکتا تھا۔



ولی جاچکا تھا لیکن اسے کتنی ہی دیر ہوگی وہاں کھڑے سوچتے
ہوئے۔ قدموں کی چاپ پر اسنے چونک کر دیکھا تھا۔ چادر میں لپیٹا نسوانی
وجود تھا۔

عینا اسکے پاس گی جو سہمی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

آوا سکا ہاتھ پکڑتی اسے صوفے پر لے آئی۔ ڈرو مت یہاں تم محفوظ ہو۔ ہم
- نام کیا ہے تمہارا۔ اس کے چہرے پر تھپڑوں کے نشان تاسف سے دیکھتی عینا
اسکا ڈر سمجھ گئی تھی۔ اس لیے نرمی سے اس سے استفسار کیا۔

مسکان جھپکتے نام بتایا تھا۔ ارے واہ نام تو بہت پیارا ہے بلکل تمہاری
طرح۔ اب بتاؤ کچھ چاہئے تھا۔

جی وہ پانی۔ اوکے میں ابھی لاتی ہوں۔ وہ کچن کی طرف گئی تھی۔ یہ لو اور کچھ

-
نہیں۔ ٹھیک ہے اب جاو سو جاو بہت رات ہو گئی ہے۔

جی۔ عینا بھی اوپر کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔



شاہ یہ میڈیسن تو آپ۔ وہ اندر داخل ہوتی کہتے کہتے رک گئی۔ ہولے سے
قدم اٹھاتی وہ بیڈ کے قریب رکی تھی۔

ولی جاچکا تھا۔ عینا نے اسکی طرف دیکھا وہ سو رہا تھا۔
ہلکی سانس لینے کی آواز آرہی تھی۔

یہ رشتے ہی اسکی کل کائنات تھے۔ وہ انہیں کھونے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی
آج بھی کتنا ڈر گی تھی۔ اسکی پیشانی پر بکھرے بالوں کو آہستہ سے پیچھے
کیا تھا۔

اسکی پیشانی پر بندھی پٹی پر وہ دل کے کہنے پر آہستہ سے جھکی اور عقیدت سے
بوسا دیا تھا۔

مر تسم نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں تھیں۔ وہ حیرت سے اسکی کھلی
آنکھیں دیکھتی پیچھے ہوتی کہ اسنے ہاتھ پکڑ کر عینا کو اپنے بازو پر گرایا تھا۔
چوٹ دائیں کندھے پر تھی

لیکن عینا بھی بائیں سائیڈ کھڑی تھی۔ وہ سیدھا اس پر گری تھی۔ احتیاط سے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتی وہ زرا سا فاصلہ قائم کر گئی۔

ش۔ شاہ کیا کر رہے ہیں۔ آ۔ آپ کا زخم۔ وہ حیا سے سرخ ہوتی پیچھے ہونے لگی۔ مرتسم نے بازو سے اسکی کمر کو تھامتے خود پر جھکایا تھا۔

وہ اس کے اس قدر نزدیک تھی کہ اسکا ذرا سا ہلتی تو اس کے ہونٹ مرتسم کے ہونٹوں کو چھو جاتے۔

حلق تر کرتی اپنی بھوری آنکھیں سے سرمئی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ لیکن زیادہ دیر تک وہ ان بولتی نگاہوں میں نادیکھ سکی اس لیے نظریں چرا گئی۔

یہاں بھی چوٹ لگی ہے۔ بھاری گھمبیر آواز پر اس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

آنکھوں کے اشارے پر کندھے پہ لگی پٹی کی طرف دیکھا تھا۔ سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ لیکن پھر سمجھ آنے ہر سٹپا گئی۔ اور پیچھے ہونے کی کوشش کی لیکن مضبوط حصار اور تنگ ہوتا سے اپنے قریب کھینچ گیا۔

جیسے ماتھے پر مرہم لگایا ویسے ہی۔۔۔ وہ فقرہ ادھورا چھوڑتا اسکی طرف دیکھنے لگا۔

ش۔ شاہ وہ گھبرا گئی۔ اس سے پہلے کہ کچھ کہتی۔۔۔

عین پلینز مجھے درد ہو رہا ہے۔ کی سرگوشی پر ساکت ہو گئی

آج تو مرتسم کے تیور ہی بدلے ہوئے تھے۔ اسکی آنکھوں کی التجا سمجھتی وہ رک گئی۔ اسنے پہلی بار کوئی خواہش کی تھی۔

اسکے ہونٹوں کا مرہم مانگا تھا تو کیا وہ شاہ کی دیوانی نالگاتی یہ مرہم۔ وہ جھکی اور نرمی سے اسکے پٹی میں جکڑے کندھے پر کانپتے لب رکھے تھے۔

کندھے سے نیچے بازو پر ہونٹ رکھتی وہ آنکھیں میچ گئی۔

یہاں بھی۔۔۔ بھاری آواز میں دل کی طرف اشارہ کیا تھا۔ حلق تر کرتی وہ
اسکے دل کے مقام پر ہونٹ رکھ گئی۔

مر تسم نے سکون سے آنکھیں موند لیں۔ اسکے کہنے سے پہلے ہی وہ اسکی
آنکھوں کو باری باری لبوں سے چھوتی ناک پر لگی چھوٹی سی بینڈ تاج پر ہونٹ
رکھ گئی۔

اور بس وہ اسکا بازو ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔ میر نے آنکھیں کھول کر
اسے دیکھا تھا۔ لرزتی پلکیں جھکی ہوئیں تھیں۔ چہرے کے رنگت میں گلال
بکھرا تھا۔ گلابی ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ وہ مبہوت سا ہوتا اسکے چہرے پر۔
بکھرے رنگوں کا دیکھنے لگا۔ گلے میں گلی ابھر کر مدھم ہوئی تھی۔

یہ منظر اسکے لیئے ہر منظر سے خوبصورت اور انمول تھا۔ اسنے بازو کو جھٹکا دیا۔ جو فاصلہ بمشکل عینانے قائم کیا تھا۔ وہ انچ کا بھی نہیں رہا۔ وہ شاہ کہتی اسکے قریب تر ہو گئی۔ اسنے کچھ بھی کہے بغیر اسکی سو جھی آنکھوں پر نرمی سے بوسہ دیا۔ آنکھوں سے ہوتے اسنے ناک میں پہنی نوز پن پر شدت سے لب رکھے تھے۔ پھر دونوں گالوں پر بوسہ دیتا اسکی تھوڑی پر لب ٹکا گیا۔ وہ اسکی شدت پر کانپ کر رہ گئی۔ تھوڑی سے ہوتے اسکی نگاہ نچلے ہونٹ کے عین نیچے دائیں طرف بنے تل گئی۔ اسکے حلق میں یکدم سے کانٹے آگے تھے۔ نرمی سے جھکتے تل پر ہونٹ رکھے تھے۔

ایک بار۔ دو بار۔ تین بار اور پھر بار بار۔ اسنے سختی سے اسکی تھامی شرٹ کو دبوچا تھا۔ وہ اسکے بار بار ہونٹوں کے قریب بوسہ دینے پر لرز گئی۔ میر نے ذرا سا چہرہ پیچھے کیا۔ دائیں ہاتھ کو ہلکا سا حرکت دیتے اسکا چہرہ تھوڑی سے تھام کر اوپر کیا تھا۔

نظریں کانپتے لبوں پر گاڑھی تھی تھوڑی سے چہرہ اپنے نزدیک کرتا اسکے
ہونٹوں پر جھک گیا۔ نرمی سے اسکے ہونٹوں پر بوسہ دیتے وہ پیچھے ہوا تھا۔
وہ گہرے سانس بھرتی گلابی ہوتی چہرہ اسکے سینے پر ٹکا گی۔ مرتسم نے ذرا سا
اوپر ہوتے ہونٹ اسکی پیشانی پر ٹکا دیے اور سکون سے آنکھیں موند لیں۔۔ نا
جانے کتنے ہی پل بیت گئے اسکے ماتھے پر لب ٹکائے اسے اپنے حصار میں لیے
ہوئے تھا۔

وہ کسمسائی تو میر نے نرمی سے اسے اپنے حصار سے آزاد کیا۔۔ وہ بنا اسکی
طرف دیکھے بھاگی تھی۔

صبح اسکی آنکھ کھلی تھی تو وہ اسکے سینے پر سر رکھے گہری نیند میں سو رہی تھی۔
اسنے سر جھکا کر اسے دیکھا ہونٹ ہلکے سے کھلے تھے چہرے پر دنیا جہان کی

معصومیت تھی۔ وہ مسکرایا حیرت ہے ڈیول اب بات بات پہ مسکرا نے لگا تھا۔

اسکا لمس اسکے زخموں پر جیسے ٹھنڈی پوار کی مانند تھا۔ وہ اسکی بانہوں میں تھی وہ اتنی پر سکون نیند سویا تھا یوں جیسے اسکی وحشتیں کبھی تھی ہی نہیں۔ غازی نے ہلکا سا جھک کر اسکی نیم وا ہونٹوں کو چھوا۔ ہونٹوں پر چھبن محسوس کرتے وہ کسماسی اور بمشکل نیند سے بھری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ ہیزل آنکھیں نیند کے خمار سے گلابی ہو رہی تھیں۔ وہ مبہوت سا ہوتا اسکی سحر زدہ آنکھوں کو دیکھنے لگا۔

غازی کا چہرہ دیکھتے اسنے منہ بنایا۔ ہنہ "ڈیول" کہتے دوبارہ آنکھیں بند کر گئی۔ وہ شاید اسے خواب سمجھ رہی تھی۔ لیکن مسلسل نظروں کی تپش سے کسمسا کر دوبارہ آنکھیں کھولیں تھیں۔

کیا ہے آپکو۔ ابھی بھی گھور رہے ہیں۔ نیند میں بھی آپکو چین نی۔ لیکن مینے تو سنا تھا کہ آنکھیں کھول کر بند کرنے سے خواب ٹوٹ جاتا ہے لیکن آپ پھر بھی نہیں جا رہے۔ وہ اسے گھورتی بلند آواز میں بڑبڑا رہی تھی۔

میری نیند کے دشمن صبح صبح مجھے انکا چہرہ نہیں دیکھنا اللہ جی۔ وہ بڑبڑاتے پھر سے آنکھیں موند گئی۔ لیکن کمر پر سخت پکڑا اور جھٹکا لگنے کی وجہ سے ہڑا بڑا کر آنکھیں کھولیں۔

غازی مزے سے اسکی بڑبڑا ہٹ سن رہا تھا۔ لیکن صبح چہرہ نادیکھنے والی بات پر اسکے ماتھے پر بل آئے تھے۔ اس لیے اسکی کمر پر گرفت سخت کرتے جھٹکا دیا تھا تا کہ وہ خواب سے باہر آئے۔

وہ ہڑا کر آنکھیں کھول گئی تھی۔ اسے دیکھا جو ماتھے پر بل ڈالے اسے غصے سے گھور رہا تھا۔ نیند یکدم غائب ہوئی تھی۔ گزری رات کا ایک ایک پل آنکھوں میں گھوم گیا۔

چہرہ پل میں گلابی پڑا تھا۔ کمر پر سخت پکڑ پر وہ کسمائی لیکن غازی نے دوسرے ہاتھ سے اسکی تھوڑی سے پکڑ کر چہرہ اوپر کیا۔ وہ حلق تر کرتی آنکھیں زور سے میچ گئی۔

غازی نے غصے سے اسکی بند آنکھوں کو دیکھا۔ اوپن دا آئیز۔ اسکی غصے سے بھری آواز پر وہ ڈر کے مارے جلدی سے آنکھیں کھول گئی۔ لیکن یہ کیا سامنے سیاہ کی جگہ بھوری آنکھیں غصے سے بھری ہوئی تھیں۔

اسنے نا سمجھی سے آنکھوں کو دیکھا۔ کیا بول رہی تھی میرا چہرہ نہیں دیکھنا تو کسکا دیکھنا ہے ہاں۔ وہ اسکی آنکھوں کے رنگ میں الجھی ہوئی تھی اسکی غصے بھری ڈھاڑ پر ڈر گئی۔

ہاں بولو بتاؤ مجھے کس کا چہرہ دیکھنا ہے۔ اسکی تھوڑی اور کمر پر گرفت سخت کرتا اسے کراہنے پر مجبور کر گیا۔

م۔ مینے کب۔ اسکے ڈر سے وہ بھول گئی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ کیا بول رہی تھی۔

اتنی جلدی بھول گئی ابھی میری شان میں کیا قصیدے پڑ رہی تھی۔ او تو وہ خواب میں نہیں حقیقت میں بولا تھا۔

وہ روہانسی ہو گئی۔ اور اوپر سے سخت گرفت پر آنسو نکل آئے۔

بولو اسکے آنسو دیکھ کر اسکے دل کو کچھ ہوا لیکن پھر اسکی بڑ بڑاہٹ ذہن میں گونجی تو سخت لہجے میں استفسار کیا۔

م۔ مینے۔ ا۔ ایسے ہی بولا تھا۔ س۔ سچ۔ میں۔ ا۔ ایسے ہی۔ ب۔ بولا تھا۔ آپ ایسے۔ غ۔ غصہ کرتے تو۔ روتے بات ادھوری چھوڑ دی پر وہ سمجھ گیا تھا۔

اسکی بات سنتے ماتھے سے بل کم ہوئے تھے۔ گہری سانس بھری تھی۔ نا جانے کیا ہوا تھا اتنی چھوٹی سی بات پہ اسے اتنا غصہ کیوں آ گیا۔ وہ ماننے سے

انکاری تھا لیکن سچ یہی تھا دل ڈر گیا تھا کہ کہیں اگر وہ کسی اور کو پسند کرتی ہوئی تو۔

تھوڑی چھوڑ دی۔ پکڑ میں نرمی آئی تھی۔ اسکی تھوڑی پر بنے نشان دیکھتا وہ نظریں چرا گیا۔ وہ اسی لیے تو اس سے دور رہتا تھا۔ جانتا تھا کہ اگر اس سے محبت کر بیٹھا تو اس نازک جان کی ہی زندگی عذاب میں آئے گی۔ وہ اس کے جنون سے سہم جائے گی۔

اسے دیکھا جو اس کے ڈر سے کانپ رہی تھی اس کے سینے پر پڑی ہچکیاں بھرتی اسے شرمندہ کر گئی۔

ہے روز ادھر دیکھو اس نے اس کے آنسو صاف کرنے کے لیے ابھی ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ وہ ڈر سے اچھلی پکڑ ہلکی ہونے کی وجہ سے وہ اس کے حصار سے نکل کر دور ہو گئی۔ اسے لگا شاید اب وہ اسے مارے گا۔

سختی سے آنکھیں میچے چہرے کے آگے ہاتھ رکھے کانپتی ہوئی دیوار سے
جا لگی۔ غازی نے حیرت سے اسکا رنگشن دیکھا۔ مانا کہ اسکے غصے سے ڈر گئی
لیکن یہ سوچ کہ وہ اسے مارے گا اس پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹے تھے۔
وہ آگے بڑھا روز کیا ہوا۔ کیا کر رہی ہو۔ تمہیں لگتا ہے میں تم پر۔۔ ابھی وہ
اپنی بات مکمل کرتا وہ چیخ مارتی دیوار سے لگتی نیچے بیٹھتی چلی گئی۔
وہ اسکے پاس آتا کہ اسکے الفاظ پر آواز پر ساکت ہو گیا۔

ن۔ نی۔ پ۔ پلیز۔ آ۔ آصف۔ بھ۔ بھائی مجھے۔ م۔ مت
ماریں۔ آ۔ آپ۔ ج۔ جیسا کہیں۔ گے۔ م۔ میں۔ کروں۔ گی۔ ب۔ بابا کو
بھی۔ ن۔ نہیں ب۔ بتاؤں گی۔۔ م۔ مجھے مت ماریں۔ وہ بولتی جا رہی تھی
اور غازی سناٹوں کی زد میں تھا۔

اسے دیکھا جواب کہہ رہی تھی۔ م۔ مجھے۔ ا۔ ایسے چھ۔ چھوئے مت۔ یہ
ب۔ بیڈ ٹچ ہوتا ہے۔۔ م۔ مجھے۔ ا۔ اچھا۔ ن۔ نہیں لگتا۔ پ۔ پلیز۔ م۔ مجھ

ج۔ جا۔ نے دیں۔ غازی کی برداشت بس یہیں تک تھی۔ وہ آگے بڑھا اور
زبردستی اسکا چہرہ سامنے کیا۔

روز۔ روزادھر دیکھو۔ کوئی نہیں ہے یہاں۔ کوئی تمہیں ہاتھ نہیں لگا سکتا
۔ دیکھو کوئی نہیں ہے۔ اسنے ذرا سی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا سامنے غازی کو
دیکھ کر سانس میں سانس آیا تھا۔

غ۔ غازی وہ۔ ی۔ یہاں اسکی بات پوری ہونے سے پہلے غازی کھینچ کر اسے
سینے سے لگا گیا۔

شش غازی کی جان کوئی نہیں ہے یہاں۔ میرے ہوتے ہوئے کوئی میری
جان کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ تمہیں چھونے سے پہلے ہی میں وہ ہاتھ جڑ سے اکھاڑ
دوں گا۔

اسکے لفظوں میں شدت سی تھی۔ جان سے مار ڈالوں گا اسے۔

ہ۔ ہاں مار دیں اسے۔ س۔ سچ میں مار دیں۔ وہ۔ ب۔ بہت برا ہے۔ وہ شاید
اپنے ہوش میں نہیں تھی اس لیے اسکی ہاں میں ہاں ملاتی شدت سے ہاں میں
سر ہلا گئی۔

ہم مار دوں گا میری جان۔ اسنے شدت سے اسے خود میں بھینچا تھا۔
غ۔ غاڑ وہ اپنی بات پوری کرتی اس سے پہلے ہی اسکے حواس ساتھ چھوڑ گئے
غازی کے کندھے کو تھاما ہوا اسکا ہاتھ بے جان ہو گرا تھا۔ وہ اسکے بازوؤں میں
جھول گئی۔

غازی نے چونک کر اسکے چہرے کو دیکھا جو سفید ہو رہا تھا۔ اسے کچھ غلط
ہونے کا احساس ہوا۔ اسے بازوؤں میں اٹھاتے بیڈ پر لٹایا تھا۔
روز روز آنکھیں کھولو۔ روز اسکا گال تھپتھپاتا اسے ہوش میں دلانے کی
کوشش کرنے لگا۔ جلدی سے فون اٹھاتے احمر کا نمبر ملا یا تھا۔ تیرے پاس
دس منٹ ہیں کسی لیڈی ڈاکٹر کو لے کر میرے فلیٹ پہنچ صرف دس منٹ۔

اسکے فون اٹھاتے ہی اسے کہتے اسکی سنے بغیر ہی فون کاٹ کا بیڈ پر اچھالا تھا۔
شرٹ پہنتے اسکے دوپٹے کے لیے نظریں دوڑیں تو بیڈ کے نیچے پڑا نظر
آیا۔ ڈوپٹا اٹھاتے اچھی طرح اس پر پھیلاتے کمفرٹ درست کیا تھا۔
پانی لیتے اسکے چھینٹے چہرے پر مارے تھے لیکن وہ بے سود پڑی تھی۔ اسکا چہرہ
سفید سے۔ زرد ہوتے دیکھتے نا جانے کیوں اسکا دل شدت سے ڈھڑکا تھا۔

ڈور بیل کی آواز پر اسنے قدم باہر کی جانب بڑھا۔ احمد دس منٹ میں ہی لیڈی
ڈاکٹر کے ساتھ جمایاں روکتا کھڑا تھا۔ انہیں اندر لاتے ڈاکٹر کوروم کی طرف
اشارہ کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ بھی ساتھ چلتا احمد نے اسکا بازو پکڑ کر روکا
تھا۔ اور گھور کر اسے دیکھا۔

غازی نے آبرو آچکا کر اسکے ہاتھ کی طرف دیکھا وہ جلدی سے ہاتھ پیچھے کرتا
بازو چھوڑ گیا۔

اتنی جلدی لیڈی ڈاکٹر کی ضرورت پڑ گئی اور مجھے تو کہہ رہا تھا کہ صرف انکل
کہ کہنے پر شادی کی ہے اور اتنی جلدی خوشخبریاں بھی سنارہا ہے۔

ارے مجھ کو ارے کا ہی کوئی خیال کر لیتے۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور گوہر
افشانی کرتا۔ غازی کا زوردار مکا اسکا منہ بند کروا گیا۔

ہائے اللہ مار ڈالا۔ دہائیاں دیتے وہ بھی اسکے پیچھے لپکا تھا۔ جو اسے مار کر اب
اندر جا رہا تھا۔ اسنے سپاٹ چہرے سے ڈاکٹر کو دیکھا جو اسکا چیک اپ کر رہی
تھی۔

دیکھے ویسے تو یہ ٹھیک ہیں بس خوف سے بے حوش ہو گئی ہیں۔ اور بی۔ پی بھی
کافی لو ہو گیا تھا۔ مینے گلو گوز لگا دیا ہے تھوڑی دیر تک یہ ہوش میں آ جائیں
گی۔

لیکن اچھا ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ ریسٹ کریں۔ اور پلیز انھیں کسی بھی ٹینشن سے دور رکھیں آپکی وائف نے کسی چیز کا کافی سٹرپس لیا ہے اور خوفزدہ ہیں۔ ڈاکٹر چپ ہوئی تو غازی نے اثرات میں سر ہلایا۔

آئیے میں آپکو چھوڑ آؤں۔ احمر اسے لیے چلا گیا۔ ڈاکٹر کو ڈرائیور کے ساتھ بھیجتے وہ واپس آیا تھا۔ اور اسے دیکھا جو ابھی تک سپاٹ چہرہ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

بس کر دے اب کیا نظر لگائے گا بھابھی کو۔ لیکن غازی پر کوئی اثر ناپڑا۔ ویسے تو نے ایسا بھی کیا کر دیا کہ بھابھی بے چاری خوف سے بے حوش ہی ہو گئی۔ ضرور تو نے اپنا ڈیول روپ دکھایا ہو گا۔ تبھی تو۔ غازی کی گھوری پر اسکی زبان کو بریک لگی فی میرا مطلب کہ کتنی معصوم سی ہیں پتانی کیسے بے ہوش ہو گئیں۔

غازی نے نفی میں سر ہلایا۔ مکا کھا کر بھی اسکی زبان کو بریک نہیں تھا۔ اب چائے ہی پلا دے ایک تو صبح صبح مجھے حکم سنا دیا اور اوپر سے ظلم بھی ہائے میں کیتھے جاواں معصوم۔

غازی کان پیٹے گلو گوز کی بوتل جو اسے لگی تھی اس میں کوئی انجیکشن لگا رہا تھا۔

غازی کیا کر رہا ہے ہوشی کا انجیکشن کیوں لگا رہا ہے بھا بھی پہلے ہی بے ہوش ہیں۔ احمر نے ابکی بار سنجیدگی سے اس سے پوچھا۔

غازی سب ٹھیک ہے۔ احمر نے اسکی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر پوچھا تھا۔ اسے شدت سے کچھ غلط ہونے کا خدشہ ہوا تھا۔ غازی نے بس ایک نظر اسے دیکھا۔

وہ سمجھ گیا کہ مسئلہ ضرور سنجیدہ ہے اس لیے سر ہلا گیا۔

میجر عالم کہاں ہے۔ روم سے باہر آتے احمر سے پوچھا تھا۔ چاچو گھر پہ ہی ہونگے۔ احمر میجر عالم کا ہی بھتیجا تھا۔

ہم چل۔ سکیورٹی کوالرٹ کیا تھا۔ وہ عموماً اپنے ساتھ کوئی سکیورٹی نہیں رکھتا تھا۔ لیکن جب سے روز آئی تھی اسنے گھر کے باہر گارڈز متعین کر دیے تھے۔

اسنے اسے ہیوی ڈوز دیا تھا کہ شام سے پہلے اب وہ نہیں اٹھے گی۔ اس لیے مطمئن سا ہوتا احمر کے ساتھ چل دیا۔

غازی رک۔ اسنے سوالیہ نظروں نے احمر کو دیکھا۔ تیرے لینز تو بھول گیا شاید۔ احمر نے اسکی بھوری آنکھوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اسکی بھوری بوجھل آنکھیں بہت پیاری تھی۔ سحر زدہ سی جو مقابل کو اپنی ایک نظر سے مات دینے کا فن رکھتی تھیں۔ لیکن ناجانے کیوں وہ انھیں سیاہ لینز کے پیچھے چھپا کر رکھتا تھا۔ وہ اسکی آنکھوں کو دیکھتا سوچ رہا تھا جواب سیاہ لینز کے پیچھے چھپا رہا تھا۔

صبح اسی لیے روز بھی چونک گی تھی اسنے اسکی کالی سیاہ آنکھوں کو ہی دیکھا
تھا۔ اس لیے صبح بو جھل بھوری آنکھیں دیکھ کر چونک گی۔۔۔



وہ میجر عالم کے مقابل بیٹھا سوالیہ نظروں سے انھیں دیکھ رہا تھا۔ احمر کے
ساتھ پہنچتے ہی اسنے میجر عالم سے اکیلے میں بات کرنے کا کہا تھا۔ انکے گھر میں
میجر عالم، احمر اسکی بہن اور والدہ تھیں احمر کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔
احمر کی امی اور بہن غازی کو جانتی تھیں اس لیے انکے گھر آنے پر اسے کوئی
مسئلہ نہ تھا۔ اسنے کمرے میں آتے ہی میجر عالم سے آصف اور روز کے ماضی
کے بارے میں پوچھا اور اب انکے مقابل بیٹھا انکے بولنے کے انتظار میں
تھا۔۔۔۔



وہ ساری رات ناسو سکی۔ بے چینی حد سے سوا تھی۔ کروٹ پہ کروٹ بدلتے
رات گزری تھی۔ دل تھا کہ اتنی تیز دھڑک رہا تھا۔
مر تسم کے کمرے سے بھاگتے اپنے کمرے میں آتے سانس لی تھی۔ کتنی ہی
دیر وہ اپنی سانسوں کو درست کرتی رہی۔

ناجانے کیا ہو گیا تھا شاہ کو پہلے تو کبھی ایسا نہیں کیا۔ مر تسم اسکا شوہر تھا لیکن
اس سے پہلے اسکے کیے ایک بہترین دوست تھا۔ وہ بالا جھک اس سے ہر بات
کہہ لیتی تھی۔ انکے نکاح کو ڈیڑھ سال سے ہونے اوپر ہونے والا تھا۔

وہ چھوٹی موٹی گستاخیاں کرتا رہتا تھا لیکن اسکے ہونٹوں کو اور ہونٹوں کے
پاس بنے تل یوں پہلی بار اپنے لمس سے متعبر کیا تھا کہ وہ اسکی شدت پر اند
تک کانپ گئی اور آج ناجانے کیوں اسے اسکے سامنے جانے سے شرم سی
محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن اسکی فکر بھی ہو رہی تھی۔۔

: ماضی

نور، شہزادی بیٹا بابا ہار گئے اب باہر آ جاو۔

اسنے صوفے کے پیچھے سے ذرا سا سر باہر نکال پلکوں کی جھالراٹھا کرا نہیں
دیکھا۔ ہیلز گرین آنکھوں میں چمک تھی۔ وہ چپکے سے اٹھی پیچھے سے ان
سے لپٹ گی۔

کیا بابا آپ آج بھی ہمیں نہیں ڈھونڈ پائے۔ خفگی سے منہ پھلایا۔
وہ مسکراتے ہوئے مڑے ہاں لیکن آپ توجیت گئیں نا بیٹا جی۔
ہمیں ایسی جیت نہیں چاہیے جس سے ہمارے بابا ہار جائیں۔ انھیں اپنی گڑیا
پر بہت پیار آیا۔ ہماری گڑیا تو بہت سمجھدار ہو گی ہے۔

اب ہم بڑے ہو گئے ہیں بابا۔ وہ سراٹھا کر بولی۔ وہ بمشکل ہی انکے کندھے تک تھی۔ ہا ہا ہا بہت بڑی ہو گئی ہے لیکن آج تک ایک چوزے سے ڈر جاتی ہے۔ وہ اسکی بات پر قہقہہ لگا کر بولے۔

بابا وہ خفگی سے انھیں دیکھتی اتنی پیاری لگی۔ ہیزل گرین آنکھیں جن میں شرارت چمکتی تھی۔ پھولے ہوئے گلابی گال۔ اور گھنے سیاہ بال میں وہ بالکل ہی کوئی کر سٹل کی شہزادی لگتی تھی۔ وہ بہت پیاری تھی کہ دیکھنے والوں کی نظر اس پر ٹھہر سی جاتی تھی۔

اسی لیے تو وہ ڈرتے تھے کہ کہیں اسکی خوبصورتی اسکے نصیب کو بد صورت بنا کر دے۔ وہ بے ساختہ ہی اسکا ماتھا چومتے اسے سینے سے لگا گئے۔

وہ انکی کل کائنات تھی۔ انکی پیاری بیگم کی آخری نشانی جو اسے جہنم دیتے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ احمد صاحب نے اسے ماں اور باپ دونوں بن کے پالا تھا۔ اسکی تربیت بالکل شہزادی کی طرح کی تھی وہ بھی تو شہزادی سی ہی۔



میجر عالم جو کہ احمد صاحب کے بہت اچھے دوست سے آج ان سے ملنے آئے تھے۔ کیا بات ہے احمد پریشان لگ رہے ہو۔

یار بات ہی پریشانی کی ہے۔ زر نور (نور) کی وجہ سے پریشان ہو۔ وہ اثبات میں سر ہلا گئے۔ یار آپا بہت زور دے رہی ہیں نور کے رشتے کے لئے وہ اپنے بیٹے آصف سے اسکی شادی کرنا چاہتی ہیں۔

لیکن زر نور تو ابھی بہت چھوٹی ہے۔ اور ابھی تو پڑھ رہی ہے۔۔۔
مینے بھی آپا کو یہی بولا ہے لیکن انکا کہنا ہے کہ لڑکی کو پڑھا کر کیا کرنا ہے۔
وہ اس دنیا میں میرا واحد رشتہ ہے یار میں انہیں کھونا نہیں چاہتا لیکن میں زر نور کے ساتھ بھی ایسا نہیں کر سکتا میری پھول جیسی بیٹی ہے۔

اور آصف اس سے تقریباً دس سال بڑا ہے اور ایک نمبر کا ایش آدمی ہے۔ کتنی ہی بار تھانے کے چکر کاٹ آیا ہے۔ لیکن آپا کا کہنا ہے کہ شادی کے بعد سدھر جائے گا۔

نا جانے کیا ہو گیا ہے آپا کو۔ انکی سوچ کو مجھے سمجھ نہیں آ رہا کیا کروں یا۔ اور وہ آصف اسکی نظریں اتنی گندی ہیں۔ کہیں وہ میری بیٹی کو کوئی نقصان ہی نا پہنچا دے۔

عالم صاحب انکی بات پر کچھ دیر سوچتے رہے پھر بولے دیکھ احمد زندگی اور موت کا کوئی بھروسہ نہیں ہے تو آج ہے کل نہیں ہے۔
زر نور میرے لیے میری بیٹی ہے لیکن اگر تجھے کچھ ہو جاتا ہے تو پھر بھی تیری بہن سے زر نور کا خون کا رشتہ ہے۔ وہ زر نور کو میرے پاس تو ہر گز نہیں چھوڑیں گی۔ اس لیے بہتر ہے تو اسے کسی مضبوط ہاتھوں میں دے دے۔

جو تیرے بعد اسے اس زمانے کی تلخیوں سے بچا سکے۔ میجر عالم کی باتوں پر وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن اتنی جلدی وہ ابھی سترہ سال کی تھی۔ پچھلے سال ہی اسے انٹر کے پیپر زدے تھے اور اب ماسٹرز کا پہلا سال تھا۔

وہ اتنی جلدی اپنی گڑیا پر شادی جیسی ذمہ داری نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ وہ وہ بہت نا سمجھ تھی۔ اسکی سوچ حرکتیں ابھی بچوں جیسی تھیں۔ اور شادیوں بہت بھاری ذمہ داری تھی۔ وہ سوچ میں اس قدر گم تھے کہ انھیں پتہ ہی نہیں چلا زور نور کب سے انھیں بلارہی ہے۔

بابا اسنے انکا ہاتھ ہلایا۔ بابا آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔ وہ سنبھل کر مسکرا دیے۔ جی بیٹا جی ٹھیک ہے۔

آپ کب آئیں۔ ہمیں تو کافی دیر ہو گئی۔ عالم انکل آپ بتائیں ایسی بھی کیا بات ہو رہی تھی کہ بابا گم ہی ہو گئے وہ انکے معاملے میں کسی بھی قسم کا رزق نہیں لیتی تھی۔

ارے نہیں بیٹا ایسی تو کوئی بات نہیں۔ آپ بتاؤ آپکی سٹڈی کیسی جارہی ہے۔

فرسٹ کلاس۔ بابا وہ میری فرینڈ ہے ناما ترہ اسکی بہن کی بے بی ہوئی ہے مجھے اسے مبارک باد دینے جانا ہے اور بے بی دیکھنی ہے تو کیا میں چلی جاؤں۔ پلیز بابا آپکو پتا ہے نا مجھے بے بیز کتنے پسند ہیں میں ڈرائیور انکل کے ساتھ چلی جاؤں گی جلدی آ جاؤں گی۔

ٹھیک ہے بیٹا جاو لیکن جلدی آنا۔

سچی بابا۔ تھینکیو سوچ۔ میں بس ابھی تیار ہو کر آئی۔ وہ خوشی خوشی اندر
بھاگی۔ اسے چھوٹے بچے بہت پسند تھے جہاں کہیں انھیں دیکھ لے چھوڑتی
ہی نہیں تھی۔ اور اب بھی مائرہ کی بھانجی کو دیکھنے کے لیے بہت خوش تھی۔

وہ دس منٹ میں ہی تیار ہو گئی۔ تیار کیا ہونا تھا۔ کپڑے چینج کیئے اور بالوں کو
باندھ کر اچھے سے سکارف کر لیا۔ میک اپ وہ کرتی نہیں تھی۔ اور نج کلر کے
شرٹ کے ساتھ وائٹ ٹروازر پہنے سر پر وائٹ ہی سکارف لیے وہ سادگی میں
بھی غضب ڈھا رہی تھی

۔ میں چلتی ہوں بابا اللہ حافظ۔ خدا حافظ بیٹا دھیان سے جانا۔ بائے عالم انکل۔
بائے بیٹا۔



اسے واپسی تک رات ہو چکی تھی۔ ایک تو وہ بازار گئی تھی۔ گفٹس وغیرہ لینے اور پھر ماٹرہ کی ماما نے کھانے پر روک لیا۔ اور ابھی بارش اتنی تیز ہو رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی گاڑی بھی خراب ہو گئی۔

ڈرائیور انکل اب ہم گھر کیسے جائیں گے۔ وہ رونے والی ہو گئی تھی۔ بارش بہت طوفانی تھی اور بجلی بھی چمک رہی تھی۔

بہت وہ جلدی ہی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ڈر جاتی تھی۔ بیٹا جی گاڑی اب ٹھیک تو نہیں ہو گی۔ اب سر کو فون کریں

وہی آپ کو اب لے کر جا سکتیں ہیں۔ میرے پاس فون نہیں ہے۔ اس نے جلدی سے فون نکالا لیکن یہ کیا فون تو ڈیڈ تھا۔ انکل میرا فون تو بند ہو گیا۔ اب ہم کیا کریں گے۔

وہ رونے لگی۔ بیٹا اب روئیں مت دیکھیں بارش رک گئی ہے۔ شاید کوئی ٹیکسی مل جائے۔ اس نے باہر دیکھا بارش واقع میں رک چکی تھی۔

لیکن موسم ابھی بھی خراب تھا۔ دوبارہ کبھی بھی بارش شروع ہو جاتی۔ لیکن یہاں تو سڑک سنسان تھی دور دور تک کسی زری روح کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ وہ گاڑی سے باہر نکل آئی۔

انکل ہمیں بہت ڈر لگ رہا ہے۔ یہاں پر تو کوئی ہے بھی نہیں بابا بھی پریشان ہو رہے ہوں گے۔



میجر عالم بہت پریشان تھے۔ ایک تو یہ سب ہو گیا۔ اور زر نور بھی ابھی تک نہیں واپس آئی۔ انہوں فون بھی کیا لیکن فون تو بند تھا۔ وہ خود اسے گھر کے راستے پر ڈھونڈنے نکلے تھے۔ اب تو بارش رک چکی تھی۔ تو آسانی تھی۔



وہ ابھی کچھ بندوں کو ٹھکانے لگا کر لوٹا ہی تھا کہ اسے سہمی ہوئی نسوانی آواز سنائی دی۔ وہ ٹھٹھک کر رکا۔ اس وقت اس ویران سڑک پر نسوانی وجود۔ اسنے اس طرف قدم بڑھائے اور احتیاط سے انکے پاس جا رکا۔ کوئی مدد چاہیے۔ وہ بہت گھبرا گئی تھی۔ اب تو باقاعدہ رونے لگی تھی۔ کہ اپنے پیچھے سے بھاری مردانہ آواز سن کے اسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اگر ڈرائیور موجود نا ہوتا تو اب تک وہ خوف سے بے ہوش ہو چکی ہوتی۔ ڈرائیور انکل جلدی سے آگئے آئے۔ اور اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ ایسے ہی رخ موڑے اندر گاڑی اندر بیٹھ گئی۔ تو اسکی طرف مڑے نہیں کوئی مدد نہیں وہ ڈر گئے۔ کہ کہیں کوئی لٹیرا تو نہیں۔ اور زرنور تو انھیں اپنی بیٹی جیسی تھی۔ اس لیے جلدی سے منع کر دیا۔

دیکھے اگر کوئی ہلیپ چاہیے تو بتادیں ڈونٹ وردی کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں
گا۔ وہ کبھی ایسے کسی کی مدد نہیں کرتا تھا۔ اسے جیسے کسی سے کوئی فرق ہی
نہیں پڑتا تھا۔ بے حس بن چکا تھا۔

لیکن ناجانے کیوں وہ معصوم سی آواز اسے اپنی جانب کھینچ رہی تھی۔ اسی
لیے چلا آیا۔ ڈرائیور بھی کچھ مطمئن ہوا۔

گاڑی خراب ہو گئی ہے۔ چل نہیں رہی۔ وہ آگے بڑھا اور گاڑی چیک کرنے
لگا۔ قریباً پندرہ منٹ بعد ہی اس نے گاڑی ٹھیک کر دی۔

ڈرائیور انکل اسکا شکریہ کرنے لگے۔ ناجانے کیوں اس کے دل میں چاہ ہوئی
تھی کہ وہ اندر بیٹھے اس نسوانی وجود کا چہرہ بھی دیکھے لیکن وہ سر جھٹک گیا۔
اور ڈرائیور کی بات پر سر ہلایا آگے بڑھ گیا۔ کسی نے یہ منظر بڑے غور سے
دیکھا تھا اور کچھ سوچ کر مسکرا دئے۔

وہ زرنور کو ڈھونڈتے ابھی ادھر پہنچے ہی تھے کہ اسے انکی گاڑی کی طرف وہ
آتا دکھائی دیا۔ وہ لمحے میں ہی اسے پہچان گئے تھے۔ وہ اسکو اس شہر میں دیکھ
کر حیران ہوئے۔ وہ ابھی آگے بڑھتے کہ اسکی مدد والی بات پر حیرانی سے
دیکھا جیسے یقین نا آیا ہو۔

اور پھر اسکے آنکھوں کی دلچسپی دیکھتے وہ بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گئے۔
انھیں سمجھ آچکا تھا کہ اس کی لگا میں کیسے کسنی ہے اور زرنور کے لیے مضبوط
سہارا کون بنے گا۔ انھیں بس اب احمد صاحب سے بات کرنی تھی۔
وہ جلدی سے گاڑی میں بیٹھے زرنور لوگوں کی گاڑی جاچکی تھی۔ انھیں اس
سے پہلے گھر پہنچنا تھا کہ جو کچھ ہو چکا تھا وہ بہت ڈر جاتی۔
گھر پہنچ کر ہی اسکی سانس میں سانس آئی تھی۔ ناجانے کیوں دل بہت عجیب
ہو رہا تھا۔ اسے لگا تھا کہ بابا۔ اسکا انتظار کر رہے ہوں گے۔۔

لیکن یہ کیا ہال تو خالی تھا۔ بابا کہاں ہیں۔ بابا وہ انھیں آواز لگاتی انکے روم تک گئی۔ وہ جیسے ہی اندر داخل ہوئی ساکت رہ گئی۔ ب۔ بابا اسکے لب پھر پھڑپھڑائے۔۔

وہ کب سے انکا ہاتھ پکڑے روئی جا رہی تھی۔ عالم صاحب اسکو کب سے چپ کروا رہے تھے لیکن وہ تھی کہ چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ وہ جب انکے روم میں آئی تو احمد صاحب کے سر پر پٹی اور ہاتھ ڈرپ لگی دیکھ کر کتنا ڈر گئی تھی۔

اسکے جانے کے بعد آصف آیا تھا جس نے احمد صاحب سے کافی بد تمیزی کی وہ زر نور سے ملنا چاہتا تھا افراتفری میں اس نے انھیں دھکا دیا تو انکا سر ٹیبل پر جا لگا تھا۔

وہ ہارٹ پشٹنٹ بھی تھے۔ اس لیے انکی طبیعت کافی بگڑ گئی تھی۔ لیکن زر نور کو انہوں نے یہی کہا کہ وہ سیڑھیوں سے پھسل گئے تھے۔

زر نور بچے بابا ٹھیک ہیں آپ کیوں رورو کر خود کو ہلکا کر رہی ہو۔ آپکے بابا
ایسے دیکھیں گے آپکو تو اور پریشان ہوں گے۔

جاو شاہ منہ ہاتھ دھو کر آو اور بابا کے لیئے کچھ ہلکا بناو جاو شاہ۔ عالم
صاحب نے کسی طرح اسے بہلا کر بھیجا تھا۔

وہ آصف کے خلاف کوئی ایکشن لینا چاہتے تھے لیکن احمد صاحب نے منا کر
دیا۔



وہ آدھے گھنٹے میں ہی انکے لئے سوپ بنوالائی تھی۔ اسے خود زیادہ کچھ بنانا
نہیں آتا تھا۔ احمد صاحب نے اسے کبھی گھر کے کام کرنے ہی نہیں دیے
تھے۔

احمد صاحب بھی جاگ گئے تھے۔ وہ اسکی سوجی آنکھیں اور سرخ چہرہ دیکھ کر پریشان ہو گئے۔

شہزادی یہ کیا حال بنا لیا۔

آپ ایسا کیوں کرتے۔ ہیں بابا۔ اپنا خیال کیوں نہیں رکھتے۔ وہ دوڑ کر انکے سینے سے لگ گئی۔

ہم کتنا ڈر گئے تھے۔ اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو۔ اسکی آواز بھرا گئی۔

ارے میری شہزادی تو بہت بہادر ہے۔ ایسے چھوٹی چھوٹی باتوں پر نہیں روتے بچے۔ اور بابا بالکل ٹھیک ہیں ہم۔۔

وہ سر ہلا گئی۔ انہیں سوپ پلاتی وہ ان سے چھوٹی موٹی باتیں کرنے لگی۔ عالم صاحب چلے گئے تھے۔ انہیں اس وقت وہ بات کرنا مناسب نہ لگا۔



دن گزرتے چلے گئے۔ احمد صاحب مکمل صحت یاب ہو گئے تھے۔ زرنور
بھی یونی جانا سٹارٹ کر چکی تھی۔

سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا۔ لیکن دوسری طرف آصف جو کہ بدلے کی آگ
میں جل رہا تھا کہ اسکے ماموں نے اسکے منہ پر انکار کیسے کیا۔

وہ انا کا مارا مرد تھا۔ ایسے مرد یہ نہیں جانتے کہ جب وہ لڑکیوں کو یہ بول کر
ٹھکرا دیتے کہ ماں نہیں مانی تب ان پر کیا گزرتی ہوگی۔

لیکن جب خود پر آئی تو انکی غیرت جاگ گئی۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی
طرح زرنور تک پہنچ جائے۔

وہ بس موقع کی تلاش میں تھا اور اسے وہ موقع مل گیا۔



زر نور یونی سے فارغ ہو چکی تھی۔ لیکن ڈرائیور ابھی تک نہیں آیا تھا۔
آصف جو کہ اسی راستے سے گزر رہا تھا کچھ سوچ کر اس نے یونی کہ آگے گاڑی
روک دی۔ زر نور اسکی گاڑی پہنچاتی تھی۔

پہلے تو اسے دیکھ کر خوش ہو گئی۔ اسے اپنی پھوپھو سے بہت پیار تھا۔ اسے پاس
ایک پھوپھو کا ہی تورشتہ تھا اور آصف کو تو وہ اپنا بھائی ہی مانتی تھی۔
لیکن اسے آصف کی نظریں بھی عجیب لگتی تھی۔ احمد صاحب نے اسے اس
بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ بس آصف سے دور رہنے کا کہا تھا۔

یہ سب سوچتے وہ اچانک چونک گئی۔ جب آصف اسکے سامنے آکھڑا ہوا۔
سیلو کلر کی شارٹ فروک کے ساتھ وائٹ کلر کاٹروازر پہنے وائٹ حجاب کے
ہالے میں اسکا چہرہ دمک رہا تھا۔ اپنے گرد بڑی سے شال لپیٹی ہوئی تھی۔
اسے سر تا پاؤں حوس بھری نظروں سے گھورتا کوئی شکاری ہی لگا۔ اس لیے
جلدی سے بولی۔

آصف بھائی آپ یہاں۔ کیسی ہو ڈول وہ اسے شروع سے ہی ڈول بولتا تھا۔
میں ٹھیک آپ کیسے ہیں۔

ہم اب تک تو نہیں تھا۔ لیکن اب شاید ہوں۔
جی۔۔۔؟ اسنے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

آو تمہیں چھوڑ دوں۔ وہ بات بدل گیا۔

نہیں نہیں آصف بھائی ڈرائیور انکل ابھی آجائیں گے۔ میں انکے ساتھ ہی
جاؤں گی۔

کیا ہو گیا ہے ڈول اب تو تم ہمارے گھر بھی نہیں آتی اور مجھ سے تو ایسے
بھاگتی ہو جیسے میں تمہیں کھا جاؤں گا۔
ایسی بات نہیں ہے بھائی۔

تو پھر کیسی بات ہے۔ کیا ماموں نے منا کیا ہے۔

ن۔ نہیں تو وہ گڑ بڑا گی۔

تو پھر چلو۔

لیکن۔۔۔۔۔ لیکن ویکن چھوڑو آو وہ زبردستی اسکا ہاتھ پکڑ کر گاڑی میں

بٹھا گیا۔

آصف بھائی یہ ہم کہاں جا رہے ہیں یہ تو گھر کا راستہ نہیں۔

ارے ڈرو مت بس تمہیں آئیس کریم کھلانے لے جا رہا ہوں تمہیں بہت

پسند ہے نا۔

نی نی۔ آصف بھائی مجھے نہیں کھانی آپ بس مجھے گھر چھوڑ دیں۔ وہ گھبرا گی۔

ارے ایسے کیسے بس آئیس کریم ہی تو ہے۔ پھر چھوڑ دوں گا تمہیں۔ میں بس
ابھی لایا۔ گاڑی آئیس کریم پالر کے آگے روکتا وہ اتر ا تھا۔ پانچ منٹ میں ہی
وہ واپس ا گیا۔

لوجی تمہاری فیورٹ چاکلیٹ فلیور۔ تھینکیو۔ وہ جلدی جلدی کھانے لگی۔ وہ
چونکی جب اسکا ہاتھ اپنے چہرے کے قریب دیکھا۔
اس سے پہلے کہ وہ اسکے ہونٹوں کو چھوتا وہ گاڑی کے شیشے سے جا لگی۔ یہ۔ کیا
کر رہے ہیں آپ۔

تمہیں پتہ ہے تم بہت حسین ہو۔۔۔

زر نور نے حیرت سے اسے دیکھا۔

ہاں نا سچ کہہ رہاں ہوں دل کرتا ہے تمہارے اس کندن بدن کو چھو کر
محسوس کروں۔

آصف بھائی یہ کیا بد تمیزی ہے پیچھے ہٹیں۔ مجھے گھر جانا ہے پلیز۔۔۔ اس بار اسنے کچھ سختی سے کہا تھا۔ وہ گاڑی سے اترنے لگی۔

اوکے سوری۔ میں چھوڑ دیتا ہوں۔ آج کے لئے اتنا کافی تھا۔ ورنہ چڑیا ہاتھ سے نکل جاتی۔



وہ جلدی سے گاڑی سے نکل کر اندر بھاگی تھی۔ اسکی جلد بازی دیکھتا وہ طنزیہ مسکرایا۔ نا جانے کیوں اسے خود سے ڈرتا دیکھ اسکی انا کو سکون ملا تھا۔

وہ جلدی سے آتے روم میں بند ہوئی آنسو ٹوٹ کر گالوں پہ پھسلے تھے۔

اللہ یہ سب کیا ہے۔۔۔۔۔ اسے آصف سے بہت ڈر لگ رہا تھا۔ اسے سمجھ آ

رہی تھی کہ آصف کچھ غلط کر رہا ہے۔

وہ نا سمجھ تھی لیکن بچی نہیں۔۔۔۔۔

زر نور نے احمد صاحب کو آصف کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور یہ اسکی سب سے بڑی غلطی تھی۔

اب تو یہ روز کا معمول تھا وہ یونی جاتے آتے اسکے پیچھے آتا۔ اسکو کالز کرتا۔ میسیج پر نا جانے کیا کیا لکھ کر بھیجتا وہ کافی ڈسٹرب ہو گی تھی۔

وہ یونی سے لوٹی تو پھوپھو آئی ہوئیں تھیں۔ وہ ڈر گی۔ کہ کہیں وہ بھی تو نہیں آیا۔ لیکن پھوپھو اکیلی تھیں اس لیے شکر کا سانس لیا۔

وہ اسکی کزن رانیہ کی شادی کا کارڈ لے کر آئیں تھیں۔ رانیہ بہت اچھی تھی۔ اپنی ماں سے الگ۔ پھوپھو چلی گئیں تو وہ بابا کے پاس آئی۔

بابا۔ شادی پر جانا ضروری ہے۔ انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔
مطلب میرے ایگزیمینز ہیں نا تو اسی لیے۔۔۔ ارے تو ہم کچھ گھنٹوں کے ہی جائے گے نا۔

جی بابا۔ اسکو بہت ڈر لگ رہا تھا۔ لیکن چاروں ناچار و جانا تو تھا۔ احمد صاحب کی بہن اور آصف دونوں نے ہی ان سے معافی مانگی تھی انھیں بھی بات بڑھانا ٹھیک نہیں لگا اور کھلے دل سے معاف کر دیا۔
انھیں لگا بات ختم ہو گئی۔ لیکن یہ انکی غلط فہمی تھی وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کتنی بڑی غلطی کر رہے تھے۔۔۔۔

شام کو مہندی تھی سو وہ جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ نور بیٹے اب آ جا اور کتنی دیر۔۔۔

بس بابا آ گئی۔ وہ خود کو آئینے میں دیکھتی رک سی گئی۔ پیلے رنگ کی لونگ فروق پہنے۔ بالوں کی دونوں سائیڈوں سے مانگ نکال کر ٹیکا لگایا ہوا تھا۔ شائستگی سے دوپٹہ سر پر سیٹ کیے میک اپ کے نام پر ہلکا سا لپ لوز اور مسکارے سے پلکوں کو سنوارا تھا۔

ناک میں ہیرے کی چھوٹی سی نتھ چمک رہی تھی وہ اتنے میں ہی اتنی پیاری
لگ رہی تھی کہ خود کو دیکھ کر حیران تھی۔

اسکا چاندی سا سراپا دمک رہا تھا۔ وہ جلدی سے کلچ اور موبائل اٹھاتی نیچے بھاگی
تھی۔

احمد صاحب نے اسے دیکھ کر بے ساختہ ہی ماشا اللہ کہا تھا۔ اور اسکی نظر اتاری
تھی وہ لگ ہی اتنی پیاری رہی تھی۔



وہ لوگ ہال پہنچے تو مہندی کے رسم جاری تھی۔ وہ پھوپھو سے ملتی رانیہ کے
پاس گئی۔

واو آپی آپ تو بہت پیاری لگ رہی ہیں ماشا اللہ۔ مہندی رنگ کے غرارے
میں مہندی کی دلہن بنی وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

مجھ سے زیادہ تو میری گڑیا پیاری لگ رہی ہے۔ وہ جھینپ گئی۔ مہندی کی رسم جاری تھی۔

لیکن وہ بور ہو رہی تھی وہ یہاں کسی کو جانتی بھی نہیں تھی۔۔ رانیہ کی کزنز وغیرہ نے محفل لگائی ہوئی تھی۔

اور عورتیں بھی بار بار اسے مڑا سکے غیر معمولی حسن کو دیکھ رہی تھیں۔ اسے کوفت ہوئی اس لیے۔ وہ سب سے ایک سائیڈ ہو کر بیٹھ گئی۔ وہ فون میں بزی تھی۔ جب اسے لگا کہ کوئی اس کے ساتھ آکر بیٹھا ہے۔ اس نے سراٹھا کر دیکھا تو آصف کو دیکھ کر سیدھی ہوئی۔

چہرہ سفید پڑا وہ اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
زر نور نے بلا وجہ ہی دوپٹہ صبح کیا۔

آج تو سچ مچ کی گڑیا لگ رہی ہو۔

اسے اب آصف کی نظریں اور زو معنی باتوں سے ڈر لگنے لگا تھا۔ لیکن
مسئلہ یہ تھا کہ وہ کسی کو بھی بتا نہیں سکتی تھی۔ بے بسی سے آنکھیں نم ہو
گئیں۔۔

کیا ایسے کیا دیکھ رہی ہو غضب ڈھا رہی ہو سچ میں۔ اپنی غلیظ نظریں اس پر
گاڑھے وہ خباثت سے بولا۔

آصف جانتا تھا کہ وہ ڈر پوک لڑکی ہے۔ کسی کو کچھ بھی نہیں کہہ سکتی۔ اس
لیے ڈھٹائی سے بول رہا تھا۔

کیا بکو اس کر رہیں آپ آصف بھائی۔ زرنور کو بھی غصہ آگیا۔

بکو اس کیا سچ ہی تو بولا ہے۔ وہ اٹھ کر جانے لگی کہ آصف نے ٹیبل کے نیچے
سے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

چھوڑیں کیا کر رہے ہیں ہوش میں تو ہیں۔ وہ اب سچ میں ڈر گئی۔
مجھے تم سے بات کرنی ہے اس لیے چپ چاپ چلو اگر یہاں تم نے کچھ کیا تو اپنا
تماشہ تم خود لگوا دو گی۔

وہ بے بسی سے ادھر ادھر دیکھتی اسکے ساتھ چل دی۔ وہ اسے بیک سائیڈ
لے آیا۔

ہاتھ چھوڑیں میرا۔ آصف نے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ بھاگنے کو پر تولی۔
زر نور۔۔۔ وہ غصے سے ڈھاڑا تو وہ ڈر کر دیوار سے جا لگی۔

زر نور میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔ وہیل میں لہجہ بدل گیا۔ تمہیں اپنا بنانا
چاہتا ہوں۔ لیکن تمہارے اس بڑھے باپ نے بیچ میں ٹانگ اڑائی ہوئی
ہے۔

لیکن اب مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ شادی نا سہی تم ایسے تو میری ہو
سکتی ہونا۔ وہ غلیظ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

زر نور کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ بس کسی طرح یہاں سے غائب ہو
جائے۔۔۔

پ۔ پلیز۔ م۔ مجھے جانے دیں۔۔ م۔ میں آپکی۔ ب۔ بہن ہوں۔

شٹ اپ۔ کوئی بہن و ہن۔ نہیں ہو اور خبردار آئینہ اگر مجھے بھائی بولا تو۔
وہ اسکے ڈر سے کانپتی اپنی سسکیاں دبا رہی تھی۔ ویسے آج تو قیامت لگ رہی
ہو۔

وہ اسکے نزدیک آیا۔ ن۔ نہیں۔ وہ سسکی۔

تمہارا یہ حسن اس سے تو کوئی بھی پاگل ہو جائے۔ وہ اسکے بازو پر انگلیاں چلاتا
اس سے پہلے کہ اس پر جھکتا زر نور نے اپنے پورے زور سے اسے دھکا دیا تھا
کہ وہ لڑکھڑا کر پیچھا ہوا۔

اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتا وہ بھاگ گئی۔ وہ پار کنگ ایریا میں آئی
تھی۔ سامنے ہی انکی گاڑی کھڑی تھی وہ بھاگ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔
منہ پر ہاتھ رکھتی اپنی سسکیاں کاگلا گھونٹتی وہ اذیت کی حد پر تھی۔ کتنی ہی دیر
وہ خوف سے کانپتی ہچکیوں سے روتی رہی۔ گاڑی کے شیشے پر نوک ہونے پر
ہونے بمشکل خود کو سنبھلاتھا۔ ڈرائیور تھے۔
اسنے شکر کا سانس لیا۔ ا۔ انکل مجھے گھر جانا ہے۔ وہ بمشکل ہولی۔ وہ سر ہلاتے
گاڑی نکالنے لگے۔

گھر پہنچتے وہ سیدھا اپنے کمرے میں بھاگی تھی۔ دروازہ بند کرتے وہ اسکے
ساتھ ہی نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ سسکیاں جو کب سے روکی ہوئیں تھیں۔ آزاد
ہوتی گئیں۔

وہ اونچی آواز میں رونے لگی۔

پچھلے دو گھنٹوں سے وہ اسی پوزیشن میں بیٹھی رہ رہی تھی۔ اپنے بازو پر اسکا
حیوان کا لمس محسوس کرتے وہ کانپی۔ واشروم میں جا کر شاہراہوں کیا اور
اسکے نیچے کھڑی ہوتی اپنے بازو کو رگڑنے لگی۔

ناخنوں کی وجہ سے بازو پر برے طریقے سے خراشیں پڑ گئیں۔ تھک ہار کر
وہ کپڑوں سمیت بھگتی بیٹھتی چلی گئی۔ اسے نا جانے کتنی ہی دیر گزر گئی۔
گھنٹوں میں منہ دیے انکے گرد اپنے بازو باندھے بیٹھی تھی۔ جب اپنے نام
کی پکار سنائی دی۔

آہستہ آہستہ دماغ بیدار ہوا۔ وہ اسکے بابا کی آواز تھی۔ اسکا دل چاہا وہ ڈور کر
انکی پناہوں میں چھپ جائے۔۔۔

لیکن انکی طبیعت پہلے ہی خراب تھی اس لیے وہ لڑکھڑاتی اٹھی تھی۔۔۔
بابا میں ٹھیک ہوں آرہی ہوں۔ بمشکل انھیں جواب دیا۔ وہ کپڑے لیتی
ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔۔۔

احمد صاحب کو جب وہ ہال میں نہیں دکھی تو انہوں نے کافی ڈھونڈا اسے۔ فون کیا تو اس کا فون اور کلچ ٹیبل پر پڑا ملا۔ پارکنگ سے گاڑی بھی غائب سے ڈرائیور سے پتا چلا کہ وہ گھر چلی گئی ہے۔ اس لیے وہ وہاں سب سے معذرت کرتے واپس آ گئے۔

دروازہ کھولا تو سامنے ہی وہ سرخ سو جھبی آنکھوں اور زرد ہوتے چہرے کہ ساتھ کھڑی تھی۔۔۔

نور بیٹے کیا ہوا وہ تڑپ گئے اپنے شہزادی کی حالت دیکھ کر۔ اسے سینے سے لگاتے انکی آنکھیں نم ہو گئیں۔۔۔

بچے بتاؤ مجھے کیا ہوا کسی نے کچھ کہا ہے۔ مہربان آغوش پاتے ہی آنسو پھر سے باغی ہونے لگے۔ احمد صاحب بوکھلا گئے کہ نا جانے اسے کیا ہوا ہے۔۔

نور میری جان میرا بچہ بتاؤ بابا کو کیا ہوا۔

بابا۔۔۔

جی بچے۔ ماں کیوں چلی گئیں۔ وہ سر اٹھا کر ان سے سوال کرتی انکا دل چیر
گی۔

مجھے ماما کی بہت یاد آرہی ہے بابا۔ بس اسی لیے رونا آگیا۔ انکا سفید پڑتا چہرہ دیکھ
کر اسنے بات سنجنجالی۔۔۔

ادھر آو۔ مجھے سچ بتاؤ کیا بات ہے نور کچھ ہوا ہے کیا۔ وہ باپ تھے آخر اسکی
حالت دیکھ کر انکا دل بیٹھا جا رہا تھا۔۔۔

نہیں بابا بس طبیعت خراب تھی۔ وہاں کسی کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی
اس لیے آگئی۔ سچی میں۔ اب میں ٹھیک ہوں۔

پہلے کبھی ایسے اتنی بھیڑ میں نہیں گئی نا اس لیے۔ آپ پریشان مت ہو۔۔۔ وہ
زبردستی مسکرا کر بولی۔

وہ سر ہلاتے اسکے سر پر بوسہ دیتے چلے گئے۔ وہ رات اسنے افیت میں گزاری تھی وہ باپ سے کیا کہتی کہ مجھے کسی نے ایسے چھو یا تھا۔ اس لیے کہتے ہیں ماں ماں ہی ہوتی ہے۔

اما آج آپ ہوتی تو میں بتاتی اسنے مجھے ہاتھ لگایا تو مجھے اچھا نہیں لگا۔ کتنی وحشت ہو رہی ہے۔ آپ ہوتی تو مجھے چھپا لیتی۔ وہ آنکھیں موندتی گہری سوچوں میں غرق تھی۔

ناجانے کیوں انہیں لگ رہا تھا کہ کوئی بات ہے جو انکی شہزادی انہیں بتا نہیں رہی۔ تھی۔ لیکن پھر یہ بھی سوچتے کہ وہ بھلا کیوں چھپائے گی۔ ایک طرف مطمئن تھے۔۔۔

لیکن ناجانے کیوں دل کو ڈھڑکا سا لگا ہوا تھا۔۔۔



اسکی رات آنکھوں میں کٹی تھی۔ افیت ہی افیت ہی صبح فجر کے وقت نماز
پڑھ کر اسکو سکون ملا تھا۔ دعا مانگتے اسکے آنسو خود بخود اسکے گال بگھوتے
گئے۔۔۔

یا اللہ تو تو دلوں کے حال جانتا ہے مجھے میرے حال پر ناچھوڑنا میرے خدا "

"میری اس افیت کو راحت میں بدل دے میری عزت کی حفاظت فرما۔۔۔

وہ پر سکون ہوگی۔ نماز کے بعد بیڈ پر لیٹی تو نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔

جب وہ اٹھی تو صبح کہ نونج رہے تھے۔ یونی سے اوف تھا تو کوئی ٹینشن نہیں

تھی۔ لیکن آج رانیہ کی برات تھی۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن جانتی تھی

اگر ناگی تو بابا بھی پریشان ہونگے اور اسکی پھوپھو اسکے بابا کو تانے مارتی رہیں
گی۔

وہ اپنی تکلیف برداشت کر سکتی تھی اپنے بابا کا جھکا ہوا سر نہیں۔۔۔
فنکشن رات کا تھا۔ وہ سستی سے اٹھی فریش ہو کر باہر آئی۔ ہال میں آصف
کو دیکھتے اسکا چہرہ سفید پڑ گیا۔۔۔۔
اس سے پہلے کہ وہ واپس مڑتی بابا نے اسے دیکھ لیا تھا۔

ارے نور بیٹے آ جاو۔
اسنے گہری سانس لی۔ اسلام و علیکم۔ گڈ مورنگ بابا۔
مورنگ بیٹے اب طبیعت کیسی ہے۔۔۔۔

جی بہتر ہے بابا۔۔۔
کیسی ہوزر نور۔ ابکی بار وہ بولا۔

ٹ۔ ٹھیک ہوں۔ بابا۔ میں جاؤں۔

ہاں جاویٹے۔ وہ منٹ سے پہلے اٹھ کہ بھاگی تھی۔۔۔

سارا دن یہی سوچتے گزرا کہ اس سے کیسے بچے۔ میں رانیہ آپی کے ساتھ ہی رہوں گی۔ خود ہی جواب دیتی وہ تیار ہونے لگی۔

وائٹ کلر کا فراق جسکے گلے اور باڈر پر گولڈن کلر کا کام ہوا تھا۔ اسکے ٹخنوں تک تھی۔ گولڈن ہی ڈوپٹہ اور گولڈن ہی ٹروازر تھا تھی۔

بالوں کی فرنیچ چوٹیا بنالی۔ ہلکا گلابی لپ گلوں اور آنکھوں پر مسکارا لگایا تھا۔ ہیزل گرین آنکھیں گلابی ہو رہیں تھی۔ آنکھیں اتنی سحر زدہ لگ رہی تھیں کہ کوئی بھی مبہوت رہ جاتا۔۔۔

اسنے کبھی اپنے حسن پر غرور نہیں کیا۔ لیکن آج اسے اپنا یہ غیر معمولی حسن ذرا بھی اچھا نہیں لگا۔ اسی حسن کی وجہ سے آصف جیسا درندہ اسکے پیچھے

تھا۔۔۔۔۔

لیکن خیر وہ گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔ دوپٹہ اچھے سے سر پہ سیٹ کر کے وہ نیچے آئی تھی۔۔۔

وہ لوگ جب میر تج ہال پہنچے تو وہ برائیدل روم میں چلی گئی۔ رانیہ اس سے ملتی کل بنا بتائے جانے پر شکوہ کرنے لگی۔

اس ثناء میں برات آگے کا شور اٹھا۔ کچھ ہی دیر میں نکاح کی رسم بھی ہو چکی تھی۔۔۔

پھوپھو کو آصف سے کچھ بات کرنی تھی اس لیے وہ زرنور سے کہنے لگی کہ وہ اسے بلا لائے۔۔۔

پھوپھو میں۔ ارے ہاں بھی تم۔۔۔

جلدی سے جاو۔ پھوپھو نے نخوت سے کہا۔ اصل میں وہ زرنور کے بارے میں کافی عورتوں نے ان سے پوچھا تھا یہاں تک کہ رانیہ کی ساس نے بھی اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے لیکن وہ کسی طرح ٹال گئیں۔۔۔

لیکن پھوپھو۔ وہ اسکی سنے بغیر ہی جا چکی تھیں۔ وہ مارے بندھ کے اسے
بلانے چلی گئی۔

وہ اسے ہال کے کونے میں کسی سے بات کرنا نظر آیا۔ زر نور کا دل کیا وہ یہاں
سے بھاگ جائے۔ لیکن ہائے رے یہ دنیا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اسکے
پاس گئی۔۔۔

آپکو پھوپھو بلارہی ہیں وہ آہستہ سے بولی۔ آصف تو اسکے سو گوار حسن میں
کھویا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا وہ وہاں بھاگتی چلی گئی۔۔

اسے بار بار اپنے اوپر اٹھتی نظروں سے کوفت ہوئی۔ وہ جھنجھلاتی بیک سائیڈ
پہ آگئی۔ یہاں پر کوئی نہیں تھا۔ اسے سکون ہوا۔ وہ چاند کو دیکھتی نا جانے
کہاں کھوی تھی کہ اسے اپنے پیچھے کسی کا گمان ہوا۔۔۔

آصف جو کہ کب سے اس پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ اسے باہر آتے دیکھ اسکے پیچھے ہی چلا آیا۔۔۔۔

زر نور نے ڈر کر پیچھے دیکھا۔ اسے دیکھتے اسکی سانس اٹکی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ بھاگتی اسکی کلائی آصف کے قبضے میں آچکی تھی۔

آں آں۔ کہاں بے بی ڈول۔ اپنے اس حسن کو سراہنے کا موقع تو دو۔ وہ خباثت سے ہنستا اسے واپس کھینچ گیا۔

یہ۔ کیا بد تمیزی ہے۔ چھوڑیں مجھے۔ آپ انتہا کے گھٹیا انسان ہیں۔ جانور کہیں کے۔۔۔۔

آصف نے اسکا منہ دپوچا۔ کیا بول رہی تھی۔ گھٹیا ہوں میں۔ ابھی میرا گھٹیا پن دیکھا ہی کہاں ہے تم نے بے بی۔۔۔۔

چلو آج تمہیں گھٹیا پن کا ٹریڈ رکھتا ہوں۔ پکچر کے لیے یہ وقت سہی نہیں۔ وہ خباثت سے ہنسا۔

ن۔ نہیں۔ پلیز فی۔ م۔ میں سب کو بتاؤں گی۔ تمہارا یہ غلیظ چہرہ۔ ہچکیاں بھرتے کانپتے وجود کے ساتھ خود کو چھڑانے کی کوشش کی تھی۔
ب۔ بابا کو بتا گی۔ ب۔ بابا وہ چیخنی۔

ہا ہا ہا جتنی مرضی کوشش کر لو یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ اور رہی بات بابا کو بتانے کی پتا ہے کیا ہو گا۔۔۔۔

تمہارا وہ بڑھا باب دل کا مریض ہے سیدھا اوپر جائے گا۔ وہ قہقہہ لگاتے اسے خوفزدہ کر گیا۔

ن۔ نہیں پ۔ پلیز۔ می۔ میں کسی کو کچھ نہیں باتوں گی۔ پ۔ پلیز م۔ مجھے
ہاتھ مت لگائیں۔ م۔ مت چھوئیں۔ اسکا ہاتھ اپنی گردن پر محسوس کرتی تڑپی
تھی۔

پ۔ پلیز یہ ب۔ بیڈ ٹچ۔ ہوتا۔ م۔ میں بابا کون۔ نہیں بتاؤں گی۔ پ۔ پلیز
چھوڑ دیں۔

لیکن اس درندے پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ وہ اسکا چہرہ دپوچے اسے ہونٹوں پر
جھکنے لگا۔۔۔۔

اس سے پہلے اپنے نام کی ڈھاڑ پر ٹھٹکا تھا۔ اسنے جیسے ہی پیچھے مڑنا چاہا۔
زوردار تھپڑ پڑا تھا اسے اسکے چہرے پے درپہ تھپڑ پڑتے گئے۔

بیغیرت۔ ذلیل انسان۔ اپنے گھر کی عزت پر ہاتھ ڈالتے شرم نہیں آتی۔۔۔
زر نور گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھتی چلی گی۔

احمد صاحب کو جب رخصتی کے بعد بھی زر نور کہیں نادکھی تو وہ پریشانی سے اسے ڈھونڈنے لگے۔ لیکن وہ انہیں کہیں نادیکھی۔

ذکیہ بیگم (پھوپھو) اور اجمل مرزا آصف کے والد کو جب پتا چلا تو وہ بھی پریشان ہو گئے تھے۔

وہ انہیں کہیں بھی نہیں ملی۔ وہ اس تینوں اس سائیڈ پر آئے تو اپنی آنکھوں سے سب دیکھ اور کانوں سے سب سن چکے تھے۔

احمد صاحب تو سکتے میں تھے۔

آصف کے ولد آگے بڑھے اور پے درپے اسے مارنے لگے۔ ذکیہ بیگم نے جلدی سے آگے بڑھ کہ انہیں روکا تھا۔۔

احمد صاحب نے زر نور کو سنبھالا۔ جب اپنی بہن کی آواز پر ساکت ہوئے۔۔۔

یہ سب اس کلموہی کی وجہ سے ہوا ہے۔ آپ کیوں میرے بیٹے کو مار رہے ہیں۔ ارے اسی نے بلایا ہو گا۔۔۔۔

امی ٹھیک کہہ رہی ہیں اسی نے مجھے یہاں بلایا تھا۔

ن۔ نہیں ب۔ بابا۔ م۔ میں نہیں۔ وہ سسکیاں بھرتی نفی میں سر ہلانے لگی۔۔۔

نہیں کیوں۔ یہ اپنے حسن کے پیچھے ناجانے کتنے لڑکوں کو پھانس چکی ہوگی اور وہ ابھی اور کچھ بولتیں کہ اجمل مرزا کا طمانچہ انکا منہ بند کروا گیا۔ بند کرو اپنی بکو اس۔ ہم سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور سنا ہے۔ اس کے بعد بھی یہ سب بکو اس کر رہی ہو۔

احمد صاحب زار و قطار رو رہے تھے پتا نہیں کب سے انکی بیٹی یہ سب برداشت کر رہی تھی۔

اچانک انھیں لگا کہ اسکا وجود حرکت نہیں کر رہا۔ نور انہوں نے اسکا چہرہ
سامنے کیا۔ نور میرے بچے۔ اسکے ناک سے خون نکل رہا تھا اور اسکا وجود
ساکت تھا۔۔۔۔

: ماضی

احمد صاحب اور اجمل مرزا جیسے تیسے اسے لے کر ہسپتال پہنچے
تھے۔ احمد صاحب تو کوئی حوش ہی نہیں تھا۔ کانپتے ہاتھوں سے انہوں نے میجر
عالم کو فون کر دیا تھا۔

: حال

وہ کمرے میں ادھر ادھر چکر کاٹتی سوچ رہی تھی کہ کیا کرے۔ باہر جانا بھی
ضروری تھا۔ شاہ والا کے سب لوگ حویلی آنے والے تھے۔ اور مرتسم کی

طبیعت کی بھی فکر تھی۔ اسکی طبیعت پر بات آئی تو وہ ہر بات چھوڑ شرم بھلا کر باہر آچکی تھی۔

وہ باہر آئی تو سیدھا کچن کی طرف آئی۔ لیکن یہ کیا۔ جس سے وہ بچ رہی تھی وہ تو سامنے ہی اپنی پوری وجاہت کے ساتھ براجمان تھا۔ ولی کے ساتھ کسی موضوع پر بحث کر رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچن کی طرف بھاگتی ولی اسے دیکھ چکا تھا۔

عینا آو۔ مرتی کیا نا کرتی ادھر ہی آگی۔

آج اتنی لیٹ اٹھی۔ طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔

ولی کی بات پر سر اثبات میں ہلاتی اسکے ساتھ ہی بیٹھ گی۔ ایک بار بھی نظریں

اٹھا کر اسکی طرف نہیں دیکھا۔ جانتی تھی وہ پر شوق نظروں سے اسے ہی دیکھ

رہا ہے۔ عینا۔۔ جی۔ تیری اور میر کی لڑائی ہوئی ہے کیا۔

نہیں تو۔ ولی کی بات پر اسنے نا سمجھی سے سراٹھایا تھا۔

پھر تو نے آتے ہی اسکی طبیعت کا بھی نہیں پوچھا۔

ن۔ نہیں تو ولی میں وہ بوکھلا گئی۔ کہ ولی کو کیا جواب دے۔

تیری اطلاع کے کیلئے عرض ہے وہ صبح ہی میری طبیعت کا پوچھ چکی

ہیں۔ مرتسم کے جواب پر عینا نے جلدی سے سر ہلایا تھا۔

ہاں میں بھی کہوں ایسا ہو کیسے سکتا ہے کہ تم دونوں کی لڑائی ہو جائے۔ ولی کو

کال آئی تو وہ اٹھ گیا۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ بھی بھاگتی مرتسم سرعت سے اسکی کلامی کا بو کر چکا تھا۔

وہ لب کاٹتی پھر اسکے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ وہ اسے گہری نظریں سے دیکھ رہا تھا۔

ہلکے نیلے رنگ کے فراق پہنے۔ دوپٹہ شانوں پر پھیلا یا ہوا تھا۔ چاکلیٹی بال
ڈھیلی چوٹی میں بندھے تھے۔ کسی بھی آرائش سے پاک چہرہ گلابی ہو رہا
تھا۔ اس نے ذرا سی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔

مجھ سے بھاگ رہی ہیں۔ بھاری گھمبیر آواز پر اس نے حلق تر کیا۔ وہ نظریں چرا
گی۔۔۔۔

اپنے میرا حال بھی نہیں پوچھا۔۔ کہیں درد تو نہیں۔ مایوس لہجے میں شکوہ کیا
گیا۔ لیکن آنکھیں چمک رہی تھیں۔۔۔۔

اسکی بات پر اس نے تڑپ کر سر اٹھایا۔

کیا کہیں درد ہو رہا ہے آپکو۔۔۔

مر تسم نے کچھ سوچ کر سر ہلا دیا۔

آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ آپکو باہر آنا ہی نہیں چاہیئے تھا۔ رکیں۔ میں

ابھی ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔ وہ تو بوکھلا ہی گی۔

عین۔ ویٹ ویٹ۔ مذاق کر رہا تھا یار۔ اسکے یوں بوکھلا کر اٹھنے پر وہ جلدی سے بولا۔۔۔

مذاق عینا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

سیر یسلی شاہ۔ آپکو یہ مذاق والی بات لگتی۔ وہ خفگی سے بولی۔

لیکن آپکو ویسے بھی تو میرا خیال نہیں۔ عینا نے خفا سی نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔

وہ مسکرایا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا۔ لاونچ میں ہل چل ہوئی تھی۔ شاولا کے سب لوگ آچکے تھے۔۔۔

میر نے نرمی سے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ اٹھ کر سب سے ملنے لگی۔۔

بی جان تو میر کی پیشانی چومتی رو پڑیں۔ میر بچے یہ کیا حال کر لیا۔

بی جان میں ٹھیک ہوں۔ چھوٹی سی تو چوٹ ہے۔ ایک بازوانکے گرد پھیلا کر

اپنے ساتھ لگایا۔۔۔

آپ لوگ پریشان مت ہوں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ سب کے پریشان
چہرے دیکھ اسے دکھ ہوا تھا۔ ماہم نے آگے بڑھ کر اسکی پیشانی چومی تھی۔
بالکل ٹھیک کہ رہا ہے۔ میر ٹھیک ہے۔ اب شیر بھی تو کبھی کبھار زخمی ہوتا
ہے رہتا ہے۔ ماہم کی بات پر سب ہولے سے مسکرا دیے۔۔۔
عینا دھر آو۔ دو ہی دن میں کیا حال کر لیا تم دونوں نے۔ اسکی سرخ سو جھی
آنکھیں دیکھتے سب کا دھیان اسکی طرف ہوا تھا۔۔۔
نہیں ماما میں ٹھیک ہوں۔ وہ آنکھوں میں انفیکشن ہو گیا تھا بس اسی لیے ریڈ
ہیں۔ اسے اندازہ تھا اپنی آنکھوں کا سب کا دھیان اپنی طرف ہوتے دیکھ
جلدی سے بولی تھی۔

چلیں سب لوگ پہلے ناشتہ کر لیں۔ ناشتہ ریڈی ہے۔ ناشتے کے بعد بی جان
نے میر کے سر صدقے کے بکرے دیے تھے۔۔۔

وجدان اور باباجان نہیں آئے تھے۔ باقی سب لوگ یہیں تھے۔

عینا ہم لوگوں نے اور بھی بہت کچھ سنا ہے۔ سب لوگ ہال میں محفل لگائے بیٹھے تو اچانک سے ماہین بھا بھی بولیں۔۔

کس بارے میں بھا بھی ام حانم کے ساتھ کھیلتے اسنے نا سمجھی سے پوچھا تھا۔۔۔
ارے بھی اسی بارے میں جسکے چرچے پیراپور (گاؤں) کی زمین پر خاص و عام ہو رہے ہیں۔

کیا مطلب بھا بھی۔۔

ارے ماہین کا مطلب اسی بارے میں ہے جو کل تم نے شاویر شاہ کے ساتھ کیا۔ شاویر شاہ کو مات دے کر تم نے ثابت کر دیا ہے کہ عورت بھی کمزور نہیں۔

یہ مات صرف شاویر شاہ کی نہیں ہے ایسا۔ یہ مات ہر اس شخص کی ہے جو عورت کو ایک کھلونا اور استعمال کی چیز سمجھتے ہیں۔ عینا نے مرتسم کو دیکھا وہ مسکرا رہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں فخر تھا۔ وہ بھی ہر سوچ بھلا کر مسکرا دی۔ تبھی اچانک سے مسکان کہ وہاں آ جانے پر سب نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

یہ وہی لڑکی ہے جسے کل میر لوگ بچا کر لائے تھے۔ عینا جلدی سے بولی۔ اھر آونچے۔ ماما نے اسے اپنے پاس بلایا۔ وہ ڈر گی کہ کہیں اسے اب یہ لوگ ماریں گے اسکی وجہ سے انکا بیٹا تنازعہ ختم تھا۔ ڈرتی انکے پاس آئی۔ کتنی پیاری بچی ہے۔ کیا نام ہے۔ انکے پیار سے پوچھنے پر اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مسکان نام ہے۔

ارے رو کیوں رہی ہونچے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ماہم نے اٹھ کہ اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

بی جان آرام کرنے جا چکی تھیں۔ مرتسم بھی جا چکا تھا گاؤں کے کچھ لوگ
اس سے ملنے آئے تھے۔

: ماضی

عالم صاب کو جیسے ہی پتا چلا وہ دوڑے چلے آئے تھے۔ انکو دیکھ کر احمد صاحب
پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔ جسکو ساری زندگی اس زمانے کے سرد و گرم سے
بچا کر رکھا۔ آج اپنوں نے ایسے پور پور زخمی کر دیا تھا۔
وہ انھیں سب بتاتے چلے گئے۔

نا جانے کب سے میری بیٹی یہ سب برداشت کر رہی تھی۔ میں اچھا باپ
نہیں بن سکا عالم میں اچھا باپ نہیں بن سکا۔
انکی اپنی آنکھیں نم ہوئیں تھیں اجمال مرزا اثر مندہ سے وہاں سے چلے گئے
تھے۔

ڈیڑھ گھنٹے کے انتظار کے بعد ڈاکٹر باہر آئے تھے۔ ڈاکٹر میری بیٹی۔

آپکی بیٹی کانروس بریک ڈاون ہوا۔ ٹریٹمنٹ کر دیا ہے لیکن جب تک وہ

ہوش میں نہیں آجائیں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ آپ لوگ دعا کریں۔ وہ

انہیں موت کی نوید سناتے وہاں سے چلے گئے۔

احمد دل پہ ہاتھ رکھتے گرتے گئے۔

احمد احمد ڈاکٹر۔ کوئی ہے۔ احمد صاحب کو افراتفری میں ایمر جنسی میں لے جایا

گیا۔

ڈاکٹر کیا ہوا۔ آپکے پیشینٹ کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔

مہجر عالم تھک کر یوں بیٹھ گئے جیسے سب کچھ لوٹا دیا ہو۔

انکے بھائی جیسے دوست کا گھر برباد ہو گیا تھا۔ زر نور انہیں بالکل ایسی تھی جیسے

انکی اپنی بیٹی اسکی تکلیف سوچتے وہ کراہ اٹے تھے۔

آخر دو گھنٹوں بعد ڈاکٹر نے زر نور کے ہوش میں آنے کی خبر سنائی تھی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ایک قیامت تھی جو اب اس پر گزری تھی لیکن وہ ان سب سے انجان دوائیوں کے زیر اثر سو رہی تھی۔۔۔

نہیں جانتی تھی کہ اسکی دنیا لٹ گئی تھی۔ وہ باپ کے سائے سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو چکی تھی۔ وہ آج پوری یتیم ہو گئی تھی۔ ایک لاوارث بیٹی۔ وہ اس آغوش سے محروم ہو گئی تھی جو اسکے لیے سکون تھی۔



ہوش میں آتے ہی اسنے بابا کا ہی پوچھا تھا۔ لیکن عالم صاحب نے انکی طبیعت خرابی کا بتایا تھا۔ لیکن اسے یقین نہیں آیا تھا۔ بیٹی کا دل تھا۔ وہ جانتی تھی بہت کچھ غلط ہو چکا ہے جو اس سے چھپایا جا رہا ہے۔۔۔

اگلی صبح اس پر قیامت بن کر ٹوٹی تھی۔ اسکے پیارے بابا اسے چھوڑ کر جا چکے تھے۔ عالم صاحب اسے جیسے ہی گھر لائے۔

اپنے بابا کی میت دیکھ کر اسکی آپہیں پورے گھر میں گونجی تھی۔ ذکیہ بیگم بھی
آچکی تھیں رانیہ بھی آگی تھی وہ دونوں اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہیں
تھیں۔

لیکن وہ کسی کے قابو میں نہیں آرہی تھی۔ بار بار پاگلوں کی طرح اپنے بابا کا
چہرہ چومتی انھیں پکارتی یہ ایک ہی آنکھ نم کر چکی تھی۔
میت اٹھاتے وقت وہ ان سے لپٹ گی تھی۔ نفی میں سر ہلاتی کسی کو بھی
قریب نہیں آنے دے رہی تھی۔ اسکی دوست ماہرہ اور رانیہ زبردستی اسے
پکڑا تھا۔

بابا کی پکار کرتے وہ غش کھا کر گر گئی۔



وہ بے سود سی ویران حالت میں بیٹھی تھی۔ احمد صاحب کا سوئم بھی ہو چکا تھا۔ ہوش میں آتے اسنے بہت شور مچایا۔ لیکن دو دن تک تڑپ تڑپ کر وہ خود ہی چپ ہو گئی۔ ناجانے کیسی چپ تھی جو کل سے ناٹوٹی تھی۔

ناکچھ کھا رہی تھی ناپی رہی تھی۔ ماہرہ اور رانیہ اسے بلا بلا کر تھک چکی تھیں۔ لیکن وہ بس ویران نظروں سے انھیں دیکھتی رہتی۔

دن گزرتے گئے انکا نوہ بھی ہو چکا تھا۔ وہ چپ سی ایک کونے میں اجڑی حالت میں بیٹھی تھی۔ اسکی حالت میں کوئی سدھار نا آیا تھا۔ ماہرہ زبردستی اسے کھانا کھلا دیتی تو وہ دوہی نوالے لے کر پیچھے ہو جاتی۔۔۔۔

پھوپھو اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔ لیکن عالم صاحب نے کسی بھی ہنگام میں کے بغیر اسکے بابا کی وصیت انکے سامنے رکھ دی تھی۔ جسمیں صاف صاف لکھا تھا کہ اگر انھیں کچھ ہو جاتا ہے تو۔۔۔۔

انکے بعد انکے گھر پر اپریٹی پر سارا حق زر نور کا ہو گا۔ اور اپنے بعد وہ زر نور کی سرپرستی اپنے دوست میجر عالم کے نام کرتے ہیں۔۔۔۔۔

اس دن انکی باتوں کو سوچتے احمد صاحب نے سب سے پہلے اپنی ول بنائی تھی۔

پھوپھو تو صد میں میں تھیں کہ انکی بھائی کو ان سے زیادہ کسی غیر پر بھروسہ تھا۔ وہ بھی خاموش ہو گئیں اور چلی گئیں۔

سب لوگ تو پہلے ہی جا چکے تھے پھوپھو کے جانے کے بعد مائرہ بھی چلی گئی تھی۔ لیکن اسے کوئی ہوش ہی نہیں تھا۔

عالم صاحب نے جب اسے یہاں سے چلنے کا کہا تو پھوپھو پھوپھو کر رہ پڑی۔ ضبط پھر سے ٹوٹ پڑا۔ وہ جانے سے انکاری تھی۔۔۔۔۔

انکل یہ گھر یہاں میرے بابا کی یادیں جڑی ہیں۔ میرا بچپن کھیلا ہے یہاں۔ میرے ماں باپ کا پیار ہے یہاں۔ میں نہیں جاؤں گی۔

لیکن جب انہوں نے اسے وصیت دکھائی تو وہ بے بسی سے روتی جانے کے لئے تیار ہو گئی۔

انہی دنوں اسکی دوست مائرہ پیرس جا رہی تھی۔ اپنی فیملی کے ساتھ۔ انہوں اسے انکے ساتھ وہیں بھیج دیا۔ وہ لوگ بہت اچھے تھے۔ گھر میں بس مائرہ اسکی ماں اور اسکے والد تھے۔ جانے سے پہلے وہ قبرستان آئی تھی۔۔۔

بابا "انکی قبر کی مٹی ہاتھوں میں بھرتے اسکی سسکیاں نکلیں تھیں۔"

بابا میں بھری دنیا میں اکیلی ہو گئی ہوں۔ آپکی شہزادی رل گئی ہے بابا۔ آپ کیوں مجھے چھوڑ گئے بابا واپس آجائیں۔ پلیز بابا۔ میں نہیں رہ سکتی آپکے بغیر بابا میرا دم گھٹتا ہے۔ انکی قبر سے ماتھا ٹکاتی وہ اونچی آواز میں روتے انھیں پکار رہی تھی۔ شاید بھول گئی تھی کہ مرے ہوئے لوگ واپس نہیں آتے۔۔۔

وہ جاتے ہوئے میجر عالم سے وعدہ لے کر گئی تھی کہ وہ ہر ہفتے بابا کی قبر پر
آئیں گے۔ انہوں نے یہ وعدہ باخوبی نبھایا تھا۔

دو سال تک وہ پیرس رہی۔ دو سال بعد وہ ضد کر کے لوٹ آئی وہ اپنے گھر ہی
واپس آئی تھی۔ سنبھل گئی تھی۔ لیکن بھول نہیں پائی۔

انہی دنوں میجر عالم کو علم ہوا کہ آصف جسے انہوں نے جیل میں بند کروایا تھا
رہا ہو گیا ہے۔ اور زرنور تک پہنچنے کی کوشش میں ہے۔

اس لیے انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ غازی کو کسی ناکسی طرح منالیا تھا۔ وہ
چاہتے تھے کہ زرنور کی زندگی بھی سنور جائے اور غازی بھی زندگی کی طرف
لوٹ آئے۔

بدلے کی جو آگ اسکے وجود کو ختم کر رہی تھی وہ کسی طرح تھم جائے۔۔

: حال

وہ چپ ہوئے تو ان کا سانس پھولا ہوا تھا اور آنکھوں میں نمی تھی۔ غازی نے خاموشی سے انھیں پانی کا گلاس پکڑا دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

میجر نے اسے دیکھا۔ جسکی آنکھوں کے کنارے سرخ تھے۔ ہونٹ سختی سے آپس میں پیوست سے۔ ہاتھوں کی مٹھیاں پیچی ہوئی تھیں اتنی سختی سے کہ ہاتھوں کی نسیں پھولیں ہوئیں تھیں۔

غازی وہ بہت معصوم ہے۔ بہت وقت لگا ہے اسے سنبھلنے میں اسے نرمی سمیٹ لینا غازی ذرہ سی سختی اسکو بکھیر دے گی۔

میجر عالم نے اس سے التجا کی تھی۔ وہ۔ دو قدم آگے آیا آہستہ سے گھنٹہ ٹکا کر انکے پاس بیٹھا۔

آپکے مجھ پر بہت احسان ہیں اتنے کہ زندگی بھر بھی نہیں چکا پاؤں گا۔ مجھ پر بھروسہ کر کے اپنے مجھے بھاری ذمہ داری سونپی ہے۔ جسکی حفاظت میں ہر حال میں کروں گا۔ فکر مت کریں آپکی امیدوں پر پورا اتروں گا۔

انہوں نے شاید ہی اسے کبھی کسی کے لیے اتنی نرمی سے بات کرتے سنا ہوگا۔ انہیں اپنا فیصلہ بالکل صحیح لگا۔ وہ سر ہلا گئے۔



وہ جب سے لوٹا تھا اسکے پاس بیٹھا بنا پلک جھپکے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ اسے لگتا تھا دنیا والوں نے صرف اسکے ساتھ ہی برا کیا ہے۔ لیکن اسکی تکلیف نا جانے کیوں دل پر اترتی محسوس ہو رہی تھی۔ پتھر پگھل چکا تھا۔ دل درد محسوس کرنے لگا تھا۔

وہ مرد تھا اتنی ازیتیں سہہ کر اب اسکا بدلہ لے رہا تھا۔ لیکن وہ تو پھول جیسی نازک سی لڑکی تھی جو اتنا درد سہہ کر بھی خاموش تھی۔

مسکراتی تھی۔ کتنی پیاری نازک سی تھی وہ۔ وہ شاید بھول چکی تھی اس حیوان کو۔ لیکن غازی کو یوں غصے سے خود کے قریب کرتے دیکھ اسے وہ سب یاد آتا گیا۔

اسنے نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما۔ جسمیں ہلکی سی حرکت ہوئی تھی۔ ہاتھ پر بوسہ دیتے وہ اسے اپنے دل کے مقام پر رکھ گیا۔

پھر جھک کر اسکا ماتھا چوما۔ زر نور نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں تھیں۔ اسے دھندلا سا کسی کا چہرہ نظر آیا۔ پلکیں جھپکیں۔ چہرہ واضح تھا۔

وہ غازی تھا جو اسکا ہاتھ اپنی سینے پر رکھے اسکا ماتھا چوم رہا تھا۔ پھر جھک کر نرمی تھی اسکی نیم وا آنکھوں کو چوما۔

روز "اسنے بھاری لہجے میں پکارا۔ وہ جانے کیوں شروع دن سے ہی اسے" روز پکارتا تھا۔ اب کیسی طبیعت ہے۔

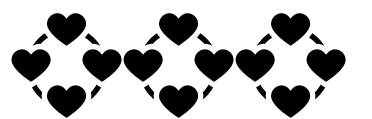
وہ ہولے سے سر ہلا گئی۔

گڈ۔ غازی نے اسے سہارا دیتے بٹھایا۔ میں ابھی تمہارے لیے کچھ لائٹ سا بننا
کر لاتا ہوں۔

تب تک فریش ہو جاو۔ غازی نے اسے سہارا دیتے واشروم کے باہر کھڑا کیا۔
وہ اندر چلی گی تو وہ کچن میں آگیا۔ اسے گلنگ آتی تھی۔ اپنے لیے پہلے وہ خود
ہی کھانا بناتا تھا۔

وہ اسکے سوپ بنا کر لایا تو وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہاتھوں کی لکیروں کو
دیکھتی نا جانے کن سوچوں میں گم تھی۔ آہٹ پر اسنے سراٹھایا۔
وہ غازی کو ویران آنکھوں سے دیکھتی رہی۔

وہ ہولے سے مسکراتا اسے سوپ پلانے لگا۔ تھوڑا سا ہی پی کر اسنے بس کر
دیا۔



وہ برتن کچن میں رکھ کہ آیا تو وہ بیڈ سے ٹانگیں نیچے لٹکائے بیٹھی تھی۔ ایک ہی دن میں چہرہ مر جھا گیا تھا۔

غازی ایک گھٹنا ٹکا کر اسکے سامنے نیچے بیٹھا تھا۔ زر نور نے حیرت سے اسے دیکھا۔

اسنے نرمی سے اسکے ہاتھ تھام لیے اور نرمی سے جھک کر بوسہ دیا۔
کچھ کہنا ہے۔ وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔

غ۔ غاز۔ م۔ میں گ۔ گندی۔ ن۔۔ اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی۔
غازی اسکے ہونٹوں پر انگلی رکھ گیا۔ دل یوں تھا جیسے کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا ہو۔

روز پھول کبھی گندے نہیں ہوتے۔ اور مجھے پتا ہے میری روز بالکل پاک ہے۔ آئینے کی طرح شفاف۔ مجھے کوئی بھی صفائی نہیں چاہئے اور آئینہ ایسا کچھ بھی مت سوچنا میری جان۔

تم غازی کے لیئے ایک پاک اور قیمتی نگینہ ہو۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔

وہ سر ہلا گئی۔

اور کچھ۔۔۔۔۔

آپ نے مجھے ڈانٹا تھا۔ وہ منہ بنا کر بولی۔ وہ ایسی ہی تھی۔ بہت جلدی سب کچھ بھول جاتی تھی۔ اس لیے سب کچھ بھلا کر اس سے شکایت کرنے لگی۔ ہم تو اس کے لیئے کیا کیا جائے۔ زر نور کی آنکھیں چمکیں۔ سوری بولیں۔ وہ روعب سے بولی۔۔

اور پھر وہ ہوا جو کبھی کسی نے سوچا بھی نا ہوا گا۔

وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا کان پکڑ کر سر جھکا کر اس سے سوری بول رہا تھا۔

وہ شہنشاہ غازی تھا جو ڈیول کے نام سے جانا جاتا تھا جسکے خوف سے لوگ " اسکے سامنے سر نہیں اٹھاپاتے تھے اور وہ چھٹانک بھر کی اسکی بیوی اسے "گھٹنوں کے بل جھکا کر اس سے سوری بلوار ہی تھی۔

زر نور کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اسنے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لیے۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ اسنے جلدی سے اسکے ہاتھ پیچھے کیے۔ م۔ میں مذاق کر رہی تھی غاز۔ لیکن میں مذاق نہیں کر رہا۔ معاف کیا۔ وہ جلدی سے سر ہلا گئی۔ وہ مسکرا دیا۔



وہ اسے اپاٹمنٹ کے باہر لے آیا تھا فریش ہوا کے لیے۔ اسکا ہاتھ پکڑے وہ پر جوش سی آس پاس کی چیزیں دیکھ رہی تھی۔

رات کا وقت تھا۔ اکاد کا لوگ ہی تھے۔ سردیوں کے آمد تھی اس لیے موسم
ٹھنڈا تھا۔ وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

غازی اچانک وہ ر کی مجھے کراچی گھومنا ہے۔ میں پہلے کبھی یہاں نہیں
آئی۔ اور مجھے سمندر بھی دیکھنا ہے۔ مجھے بہت پسند ہے۔ وہ ایکسائٹڈ سی
بولی۔ دکھائیں گے نا غاز۔ وہ امید سے بولی
۔ ہاں کیوں نہیں۔

سچی۔ وہ خوش ہو گئی۔ ہم۔ وہ سر ہلا گیا۔ وہ ابھی سے واپس جانے کا کہتا کہ وہ
چہکی۔

غاز وہ دیکھیں گول گپے چلیں۔

روز۔۔۔۔

غازی چلیں نا پلیر۔۔

نور روز تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

غازی پلیز نامیں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس تھوڑے سے ہی۔ پلیز زز۔ وہ اتنے
پیارے انداز سے بولی کہ وہ منع نہیں کر پایا۔

آپ ٹرائے کریں گے۔ نو۔ نیو مجھے نہیں کھانا۔ ٹرائے تو کریں ایک
بار۔ اپنے ہاتھوں سے کھلا رہی تھی اسکے ہاتھوں تو وہ زہر بھی کھا لیتا۔ یہ تو پھر
چھوٹی سی چیز تھی۔



روز کدھر وہ لوگ واپس آئے تو اسے دوسرے روم میں جاتے دیکھ پوچھا۔
کمرے میں مجھے سونا ہے اب۔

تمہارا کمرہ کونسا ہے۔ یہ اپنے روم کی طرف اشارہ کیا۔
میں کون ہوں۔۔

جی۔۔۔؟

میں تمہارا کون ہوں۔

شوہر۔۔۔

تو شادی کے بعد لڑکی کا کمرہ کونسا ہوتا ہے۔۔۔؟

جو شوہر کا ہوتا۔ جھجھکتے بتایا۔

تو میرا کمرہ وہ ہے ناکہ یہ۔

لیکن۔۔

لیکن ویکن کچھ نہیں۔ چلو۔ وہ ہاتھ پکڑ کر اندر لے آیا۔

آپ کہاں جا رہے ہیں۔

آ رہا ہوں۔ سو جاؤ تم۔ اسے سگریٹ کی طلب ہو رہی تھی۔ لیکن اس کے سامنے

نہیں پی سکتا تھا اس لیے باہر چلا آیا۔

سگریٹ سلگھاتے احمر کو فون کیا۔ احمر ایک بندے کی ڈیٹیل چاہیے نام اور پتہ
تجھے میل کر دیا ہے۔ کل تک اسکی ساری انفارمیشن چاہیے۔
ہم ٹھیک ہے۔ احمر کا جواب سن کے مطمئن ہو گیا۔

تمہیں تو چھوڑوں گا نہیں۔ میری روز کے ہر ایک آنسو کا حساب دینا ہو گا
تمہیں۔ وہ سگریٹ پھینکتا اندر آ گیا۔

اسے دیکھا جو نیم دراز سیٹی وی دیکھ رہی تھی۔ ابھی تک جاگ رہی۔ سو جاو
کافی دیر ہو گئی ہے۔ ٹی۔ وی اووف کرتے بیڈ پہ آیا۔
نرمی سے اسے لٹاتے اسکا سر اپنے سینے پر رکھا۔ وہ کسماسی۔
روز۔ سو جاو۔ اب سے یہی تمہاری جگہ ہے۔ وہ بوکھلائی لیکن اسکی گرفت
مضبوط تھی۔ اسکے بالوں میں چلتی انگلیاں آہستہ آہستہ اسے نیند کی وادیوں
میں لے گئیں۔ وہ پرسکون سی سو گئی۔



شاہ۔ وہ ابھی مردان خانے سے لوٹا تھا۔ عینا کی آواز پر رک گیا۔
کیا ہوا۔۔۔

شاہ وہ مسکان کے بارے میں بات کرنی تھی۔ کیا کرنا ہے۔

چلیں اسی سے پوچھ لیتے ہیں۔ وہ دونوں اس کے پاس آئے۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
ارے بیٹھو۔ کیسی طبعیت ہے۔۔۔

ٹھیک ہوں۔۔۔

دیکھو بیٹا ہم لوگوں کو غلط مت سمجھنا لیکن اب ہمیں آپ کے بارے میں بھی
کوئی فیصلہ لینا ہے۔ آپ بتائیں آپ کیا چاہتی ہیں کہاں جانا چاہتی

ہیں۔ پیسوں اور رہائش کی فکر مت کریں آپکی ذمہ داری اور حفاظت ہماری ہے۔۔۔

مینے انٹر کیا ہے۔ میں آگے پڑھنا چاہتی تھی۔ لیکن یہ سب ہو گیا۔ آپ مجھے کسی ہو سٹل چھوڑ دیں۔۔۔

ٹھیک ہے۔ لیکن یہاں نہیں۔ کراچی میں میرا ایک دوست یونی میں لیکچرار ہے۔۔۔ میں بات کرتا ہوں ہم آپکو کراچی کی ہی اس یونی میں ایڈمیشن لے دیتے ہیں۔ آپ کا سارا خرچہ ہم خود اٹھائیں گے۔ فکر مت کریں۔ آپ وہاں حفاظت سے رہیں گی۔۔۔

آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اگر آپ لوگ ناہوتے تو میں زندہ ہی نہیں ہوتی۔۔۔

نہیں مسکان یہ تو اللہ نے ایک وسیلہ بنایا ہے۔ ہمارا کوئی بھی کام نہیں۔ ابھی وہ لوگ بات کر رہے تھے کہ۔۔۔

ساحر کھنکھارا۔ شاہ سائیں خبر ملی ہے کہ انکے گھر والے اور قبیلے کہ کچھ لوگ آئیں ہیں۔ کافی تماشہ کر رہیں کہ آپ انکی بیٹی کو زبردستی اٹھا کر لائیں۔۔۔ مسکان تو یہ سنتی ہے رونے لگی اور خوفزدہ ہو گئی۔ آپ سنبھالیں انھیں۔ عینا کو اشارہ کرتا وہ ساحر کے ساتھ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

مسکان ڈرو مت۔ وہ لوگ تمہیں نہیں لے جاسکتے۔ اچھا ہی کہ وہ لوگ آئیں ہیں۔ اچھے سے جان جائیں گے کہ پیراپور کی اس زمین پر مرتسم میر کا سکہ چلتا ہے۔۔۔

انکی اجازت کے بغیر تو کوئی یہاں سے پرندہ بھی نالے جاسکے۔ تم تو پھر جیتی جاگتی انسان ہو۔۔۔

مینے سن رکھ تھا۔ مرتسم سائیں کہ انصاف کے چرچے تو ہمارے قبیلوں میں کافی بار ہو چکے ہیں۔ لیکن میرے قبیلے والے بہت خطرناک ہیں وہ لوگ کسی کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔۔۔

تم پریشان مت ہو سب ٹھیک ہو گا۔ اسے تسلی دیتے عینا اندر سے حقیقتاً
پریشان ہوئی تھی۔ وہ لوگ واقعی میں بہت خطرناک تھے۔ جانے اب کیا
ہو گا۔

آج سنڈے تھا اس لیے وہ دیر تک سوتا رہا۔ ایک بھر پور پر سکون نیند لے کر
اٹھا تھا وہ۔

اسنے کروٹ لی مندی مندی آنکھیں کھول کر دوسرے وجود کو دیکھنا
چاہا۔ لیکن نظروں کو مایوس لوٹنا پڑا۔

کمرے میں ادھر ادھر دیکھا تو کمرہ خالی تھا۔ غازی کے ماتھے پر بل پڑے باہر
سے کھٹ پٹ کی آواز پر اسے اندازہ ہوا کہ وہ باہر ہی ہے۔

وہ فریش ہو کر باہر آیا تو وہ کچن میں نظر آئی۔ وہ وہیں چلا آیا۔ زر نور کی اسکی طرف پشت تھی۔ وہ کوئی کام کر رہی تھی۔۔

غازی نے کوئی آواز کیے بغیر پیچھے سے اس کے بالوں میں منہ چھپایا۔ وہ غازی سے پہلے ہی اٹھ گئی تھی۔ اور اب اس کے لئے اچھا سناشتہ بنا رہی تھی۔

اچانک پیچھے سے اس کے حصار میں لینے سے وہ ڈر گئی۔

اس کے بال گیلے تھے۔ شاید تھوڑی دیر پہلے ہی شاور لیا تھا۔ اسکی خوشبو میں گہری سانس بھری۔ یہ لڑکی اس کے لیے نشہ بنتی جا رہی تھی۔ اور اسکی خوشبو اسکی کے لیے کسی ڈرگ سے کم نہیں تھی۔

گڈ مارنگ روز۔۔۔

م۔ مارنگ۔۔۔

غازی نے اس کے کندھے پہ ٹھوڑی اٹکائی۔ کیا ہو رہا ہے۔

ن۔ ناشتہ بنا رہی۔ وہ کسمسائی۔ اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی۔ غازی نے اسکی کوشش ناکام کرتے اسکے ہاتھ تھام لیے۔

غاز۔ ن۔ ناشتہ۔ لیکن وہ سن ہی کہاں رہا تھا۔ اسکی گردن میں منہ چھپائے شدتیں لٹا رہا تھا۔۔۔

اسکے ہاتھ کانپے۔ اس بندے کی قربت اس کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ غازی نے اسکی گردن پر بنے تلے پر شدت سے لب رکھے۔ اور پیچھے ہو گیا۔ اور گہری نظروں سے اسکے گلابی ہوتے چہرے کو دیکھا جو اسکی اتنی سی قربت پر کانپ رہی تھی۔ کتنی دیر ہے ناشتے میں۔

ب۔ بن گیا ہے آ۔ آپ چلیں۔ م۔ میں لا رہی ہوں۔ غازی سر ہلاتا چلا گیا۔ اسنے شکر کا سانس لیا۔

اور جلدی جلدی ناشتہ تیار کر کے ٹیبل پر لگایا۔ ناشتے کے بعد ریڈی رہنا کسی سے ملنے جانا ہے۔

کس سے۔ مل کے پتالگ جائے گا۔ وہ سر ہلا گئی۔



وہ لوگ آج واپس جانے والے تھے۔ شاہ والا کے سب لوگ کل ہی واپس چلے گئے تھے۔ مسکان کے قبیلے والوں نے جرگہ بٹھایا تھا۔

اس میں مسکان کو بلا کر ساری سچائی بتائی گئی تھی۔ اور اسکی مرضی بھی پوچھی تھی۔ جسمیں اسنے انکے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا۔

کل شام ہی مرتسم نے اسے کراچی بجھوادیا تھا اسکا سارا انتظام وہاں ہو چکا تھا۔ مرتسم نے اس جرگے کا فیصل بھی کر دیا تھا جو عینانے رکوادیا تھا۔ اور شاویر شاہ کو غلط فیصلہ لینے پر آئندہ کسی بھی فیصلے کی مداخلت سے منع کر دیا گیا تھا۔

ولی تھوڑی دیر پہلے ہی نکل چکا تھا۔ عینا اور مرتسم واپس جانے کی تیاری کر رہے تھے۔۔۔

عینا چلیں۔

جی۔ شاہ چلیے میں تیار ہوں۔ انہیں واپس پہنچتے رات ہوگی تھی۔



شاہ والا میں اس وقت سب لوگ کھانے کی ٹیبل پر جمع تھے۔ بی جان اور قاسم شاہ اور آہانہ شاہ گاؤں میں تھے۔

ارے بھی یہ وشہ کہاں ہے۔ عالم شاہ نے اسکو یہاں ناپا کر پوچھا تھا۔
ڈیڈ وشہ ناراض ہے سب سے۔ ماہم نے ماما کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

لیکن کیوں بھی۔ ہماری گڑیا کیوں ناراض ہے۔ وجدان نے بھی کھانے سے ہاتھ روک کر پوچھا تھا۔

ڈیڈ کالج والوں کی طرف سے ٹرپ جارہا ہے۔ تین دن کے لئے۔ لیکن ماما نے وش کو جانے سے منع کر دیا ہے۔

لیکن کیوں ماما۔ ابکی بار مر تسم نے پوچھا تھا۔
وشہ سب سے چھوٹی تھی سب میں جان تھی اسکی۔ سہی معنوں میں وہ شاؤلا کی رونق تھی۔

ارے ایسے کیسے چلی جائے تین دن ہیں۔ تین گھنٹوں کی بات تھوڑی ہے۔
لیکن ماما اس میں برائی کیا ہے۔ اسکی ساری فرینڈز جارہی ہیں۔ اچھا ہے
نا۔ باہر جائے گی تو کچھ باہر کی دنیا دیکھے گی۔
بھی وہ چھوٹی ہے آپ پلیز اسے بات بات پر مت ٹوک کریں۔

وجدان، مرتسم اور عالم شاہ سبھی انھیں سمجھانے لگے تھے۔
اچھا بھی ٹھیک ہے جو مرضی کرو۔ لیکن آپ لوگ اسے سرچڑھا رہے
ہیں۔ ماما نے خفگی سے کہا تھا۔



وہ منہ پھلائے۔ بیٹھی تھی کہ اب تک کوئی اسے منانے کیوں نہیں آیا۔
وہ جانتی تھی ماہم ایسا ڈیڈ اور بھائی کے آتے ہی بتا دیں گی۔
بھوک سے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ ایسا نے بتایا نہیں کیا۔ ابھی باہر جا
کے دیکھوں۔

وہ ابھی جاتی کہ اسے اپنے نام کی پکار سنائی دی۔ وہ جلدی سے منہ پھلاتی بیٹھ
گئی۔

وشہ میرا بچہ آپ باہر کیوں نہیں آئی۔ بابا کب سے انتظار کر رہے ہیں آپکا۔

عالم صاحب اسکے گرد بازو پھیلاتے پوچھنے لگے۔ وجدان اور مرتسم اور بھی
انکے ارد گرد بیٹھے تھے۔

ہاں جی میری گڑیا کیوں نہیں آئی۔ مرتسم نے اسکے سر پر بوسہ دیتے پوچھا
تھا وہ ان سب کے لیے بالکل بچی تھی۔ مرتسم نے ملیجہ لوگوں کی موت کے
بعد خود کو پوشہ اور عادل میں ہی مصروف کر لیا تھا۔ انکی ذمہ داری خود پر لی
تھی۔ یوں کہ لیں کہ پرورش کی تھی تو غلط نہیں ہوگا۔ ان دونوں کی ہر
خواہش کو سر آنکھوں پر رکھا تھا۔

اتنی محبت دیکھ کر وشہ کی آنکھیں بھر گئیں۔ سب کتنا پیار کرتے ہیں اس
سے۔ آفس سے آتے سب اسے منانے آگئے تھے۔ اور ایک اسکی ماما
تھیں۔۔۔

ڈیڈ آپ مجھے بتائیں زرا۔۔ کیا آپ مجھے کچرے کے ڈبے سے لائے
تھے۔ سوں سوں کرتے پوچھا۔۔

کس نے کہا ہے بتاؤ زرا مجھے۔ وہ عادی ہے نا اسنے بولا اس لیے تو ماما میرے
ساتھ ایسے کرتیں۔۔۔۔

ہا ہا ہا ہا۔ اندر آتے عادی کا قہقہہ گونجتا تھا۔۔

مینے کہا تھا نادیکھا۔

بھائی دیکھے اسے۔

عادی مرتسم نے مصنوعی غصے سے اسے ڈانٹا تھا۔

ڈیڈ یہ والی ماما نا بلکل بھی اچھی نہیں ہم فی والی لے آتے ہیں۔ وہ عالم شاہ کی
طرف گھومی تھی۔

ہاہا ہا۔ بیٹا جی آپ کیوں اس عمر میں ہمیں گھر سے نکلوانا چاہتی ہیں۔ وشہ کی بات پر سب نے ہسی دبائی تھی۔

وش میرا بچہ آپکو کوئی بھی نہیں روکے گا ٹرپ پر جانے سے۔ اوکے اب ناراضگی ختم کرو شاباش۔

وجدان نے بات ختم کرنی چاہی۔ سچی بھائی۔ مچی بچا۔

تھینکیو سوچ۔ ڈیڈ۔ بھائی۔ لویو۔ انکے گلے میں بانہیں ڈالتے اسنے لاڈ سے کہا تھا۔ عینانے حسرت سے یہ منظر دیکھا تھا۔

کئی منظر آنکھوں کے سامنے جھملائے تھے۔ لیکن وہ سر جھٹک گئی۔ وہ لوگ اسے منا کر نیچے لے آئے تھے۔ چھوٹی موٹی نوک جھوک میں سب نے کھانا کھایا تھا۔



ہائے اللہ کہاں پھس گئی۔ کیا ضرورت تھی ہیر وئن بننے کی جو اکیلے ہی آگئی۔ اب کیا کروں۔ یہاں تو کوئی ہے بھی نہیں۔

وہ ہو سہیل سے واپسی پر آیت سے ملنے جا رہی تھی۔ راستے میں ٹریفک زیادہ ہونے پر وہ دوسرے راستے آئی تھی۔ لیکن اسکی گاڑی خراب ہو گئی۔ ایک تو وہ خود ڈرائیو کر کے آئی تھی۔ اور اوپر سے راستہ بھی انجان تھا۔ وہ پہلی بار اس راستے آئی تھی۔ شام کا وقت تھا۔ موسم اچھا تھا۔ لیکن اسے ڈر لگ رہا تھا۔ سڑک بالکل سنسان تھی۔

اسنے آیت کو فون کیا لیکن اسنے فون ہی نہیں اٹھایا۔ اسنے میسج چھوڑ دیا تھا
اسکے لئے۔ وہ ادھر ادھر مدد کے لئے دیکھتی آگے بڑھی تھی۔

تھوڑا سا آگے ہی اسے کچھ نظر آیا تھا۔ چھوٹا سا کاٹج تھا۔ اسکے اس پاس
چھوٹے چھوٹے رنگ برنگے پھول تھے۔

اندر سے کسی کے چلانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اسے عجیب لگا۔
لیکن آوازیں سن کر اس سے رہنا گیا۔ اس لیے آگے بڑھی۔ دروازہ کھولا۔
اندر کا منظر صاف تھا۔ چار پانچ آدمیوں نے ایک آدمی کو پکڑا ہوا تھا اور اسے
بری طرح سے مار رہے تھے۔

اسکے ماتھے پر بل پڑے۔ کاٹج میں ایک جگہ پر کافی اندھیرا تھا۔ اسے عجیب
لگا۔ لیکن وہ آگے بڑھی۔

اے کیا کر رہے ہو۔ شرم نہیں آتی۔ کیوں مار رہے ہو۔ اسے ڈر تو لگا۔ لیکن
پھر بھی بولی۔ چھوڑ واسے۔ کیوں مار رہے ہو۔ میں ابھی پولیس کو بلاتی
ہوں۔۔۔

وہ آدمی اسے ایسے دیکھنے لگے جیسے کوئی عجیب مخلوق ہو۔ اندھیرے میں اسے
کسی کی پشت دیکھائی دی۔ جس نے دو انگلیاں اٹھا کر ان آدمیوں کو اشارہ کیا تھا۔

اچانک ہوا چلنے سے اسکا ڈوپٹا سر سے ڈھلک کر پیچھے کو گرا۔
ارے وہ ہڑ بڑا گی۔ پیچھے مڑ کر ڈوپٹہ اٹھایا۔ اسکی نظر اطراف میں اٹھی۔ کتنے
پیارے پھول تھے۔ کتنی خوبصورتی سے اس جگہ کو سجایا ہوا تھا۔

آواز پر وہ مڑی وہ لوگ پیچھے ہٹ کر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو چکے تھے۔ اور
زمین پر وہ آدمی پڑا کر رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی اندھیرے سے
کوئی وجود روشنی میں آیا تھا۔

عینانے اسے نہیں دیکھا وہ اپنا دوپٹہ سر پر سہی کر رہی تھی جو بار بار ہوا سے
ڈھلک جاتا۔ آنے والے کی نظریں اسکے پاؤں پر پڑیں۔

جسم میں پائل پہنی ہوئی تھی لیکن اس میں کوئی گھنگرو نہیں تھا۔ پاؤں سے
ہوتی نظریں اوپر اٹھیں۔ سرخ ڈوپٹے کے ہالے میں وہ چہرہ۔ گھنی پلکیں
جھکی ہوئیں تھیں۔ تیکھی ناک میں ہیرے کی لونگ چمک رہی تھی۔ گلابی
ہونٹ کچھ بڑبڑا رہے تھے۔ اور ہونٹوں کے نیچے چمکتا سیاہ تل۔

چاکلیٹی بال آدھے بندھے تھے۔ دو لٹیں چہرے کے اطراف میں جھول
رہیں تھیں۔ وہ اسے کوئی شہزادی ہی لگی۔

اسی وقت عینانے نظریں اٹھائیں۔ اور مقابل کو لگا جیسے اسکا دل اسکے بس
میں نہیں۔

چمکتی بھوری آنکھیں اتنی سحر زدہ تھیں کہ اسکا دل ڈوب کے ابھرا۔

اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "اوپسرا" عینانے اسے دیکھا۔

چہرہ ہیٹ میں چھپا تھا۔ صرف ہونٹ باہر تھے۔ عنابی ہونٹوں میں دبی
سگریٹ دیکھتے اسکے ماتھے پر بل آئے۔

اسنے سوچے سمجھے بغیر اسکا سگریٹ کھینچ لیا۔ زہر لگتے ہیں مجھے یہ سگریٹ پینے
والے مرد۔۔۔

آپکو سگریٹ پینی ہے تو بعد میں پی لیجئے گا۔ میرے سامنے نہیں۔ مقابل نے
اچانک ہی اپنی ہیٹ اتاری تھی۔۔۔

وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔ سرخ و سفید رنگت۔ بھورے بال، اوشن بلو آنکھیں ہلکی
شیو اور گھنی مونچھوں تلے عنابی لب دیکھنے میں وہ کوئی عربی شہزادہ ہی لگا
تھا۔

لیکن وہ نظریں پھیر گئی۔ مقابل نے تعجب سے اس کے تاثرات دیکھے آج تک
اس نے اپنے لیے دوسروں کی آنکھوں میں ستائش ہی دیکھی تھی۔ لیکن اس بار
کچھ الگ تھا۔

اور نظریں پھیرنے والی خود۔ رنگ برنگے پھولوں میں سفید فروک پہنے
کھڑی وہ اسے کسی ریاست کی شہزادی ہی لگ رہی تھی۔
شہزادی "آواز واضح تھی۔ عینا نے حیرت سے اسے دیکھا۔"

پھر ادھر ادھر دیکھا کہ کسے بول رہا۔
سر آپکے لیے فون ہے۔ عینا نے عجیب نظروں سے انھیں دیکھا۔ سب نے
بلیک ڈریس پہنے تھے۔ آنکھوں پہ بلیک ہی گلاس لگائے۔ وہ ہاتھ باندھے
کھڑے تھے۔ شاید اس کے بوڈی گارڈ ہیں۔ اسے دیکھتے سوچا تھا۔ جو یک ٹک
اسے دیکھنے میں مصروف تھا۔

اسکا بندہ ہاتھ میں موبائل لیے کھڑا تھا لیکن اسے ہوش ہی نہیں تھا وہ تو پلک
تک نہیں جھپک رہا تھا۔

اسکے ماتھے پر بل پڑے زہریلی نظروں والا۔ وہ دل میں بڑبڑائی۔ وہ واپسی
کے لئے مڑی۔

وہ آدمی بھاگ گیا تھا۔ جسے یہ لوگ مار رہے تھے۔ اب اسکا یہاں کیا کام۔ وہ
ابھی دو قدم چلی کہ اسکا پیر مڑا وہ دھڑام سے نیچے گری اسکی چیخ بے ساختہ
تھی۔

وہ جواسے دیکھنے میں محو تھا۔ اسکی چیخ پر جیسے ہوش میں آیا تھا۔
شہزادی۔۔ وہ اسکی طرف بھاگا۔۔ وہ گھٹنا ٹکا کر نیچے زمین پر بیٹھا۔ اسکے
گارڈز نے صدمے سے اسے دیکھا وہ ایک انجان لڑکی کے آگے مٹی پر گھٹنوں
کے بل جھکا ہوا تھا۔

شہزادی آپکو چوٹ لگی ہے چلیے آپکو ہو سپٹل لے چلتے ہیں۔ وہ شاید ہی زندگی
میں کبھی ایسے ہڑ بڑایا ہوگا۔

shut up

یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ کب سے منہوس نظریں ٹکائے مجھے گھور
رہے تھے۔

وہ بھیگی آواز میں غرائی۔ خبردار ہاتھ مت لگانا مجھے۔ وہ جو اسکے پاؤں کو دیکھنے
لگا تھا۔

فورا سے ہاتھ پیچھے کر گیا۔ اسکی بھوری آنکھیں بھیگی ہوئی قیامت خیز لگ
رہیں تھیں کہ وہ پلک تک نہیں جھپک سکا۔ اور اسکے رونے کا انداز بالکل بچوں
جیسا تھا۔۔۔

اسکا دل مچلا کوئی اتنا بھی پیارا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔
اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ بڑھا کر اسکی بھیگی پلکیں چھولیتا۔
اپنے نام کی پکار کر وہ چہرہ موڑ گئی۔

عین۔ عینا نے چہرہ موڑ کر دیکھا۔ پریشان سی آیت کھڑی تھی۔
عین "اسنے زیر لب دہرایا۔ آیت وہ بھیگی آواز میں چلائی۔"

عینا کب سے تجھے ڈھونڈ رہی ہوں اور تو فون بھی نہیں اٹھا رہی۔ آیت نے
عینا کا میسج دیکھا تو ڈرائیور کے ساتھ خود اسے لینے آئی تھی۔ لیکن اسے عینا
کی گاڑی ہی ملی۔ اس لیے وہ اسے ڈھونڈتے یہاں تک آ گئی۔

چوٹ کیسے لگی تجھے۔

پاؤں مڑ گیا۔ سوں سوں کرتے بتایا۔

رومت ابھی ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔۔۔ آیت نے ایک نظر ان سب پر
ڈالی۔ اسے اسے دیکھا جو گھٹنوں کے بل عینا کے سامنے جھکا ہوا تھا۔ اور یک
ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

آیت نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ راستے میں بتاتی ہوں۔ وہ سر ہلا
گی۔ اور اسے سہارا دیتی بمشکل گاڑی تک پہنچی۔
عینا نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہ ابھی تک ویسے ہی بیٹھا تھا لیکن نظریں اب زمین پر
تھیں۔ وہ سر جھٹک کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔۔۔



پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ہلکی سی موج آئی ہے۔ ایک دو دن تک ٹھیک ہو
جائے گی۔ بس آپکو ریست کرنی ہے۔

وہ ڈاکٹر سے چیک اپ کروا کہ ابھی نکلی ہی تھیں وہ پریشان حال سوانکی طرف
بھاگا آ رہا تھا۔

اسے دیکھ کر عینا کو پھر سے رونا آیا۔

عینا یہ کیا ہوا۔ آگے بڑھ کر اسے تھامتا پوچھنے لگا۔

موچ آگئی۔ نم آواز میں بتایا۔

ڈاکٹر نے کیا کہا۔

میڈیسن دی ہیں۔

اسے پاس پڑے بیچ پر بٹھا کر خود نیچے بیٹھ کر پاؤں کا جائزہ لینے لگا۔

ش۔ شاہ کیا کر رہے ہیں وہ اس کے ایسے بیٹھنے پر ہڑبڑاگی۔

عینا خاموش رہیں۔ موج نکالی جاسکتی تھی۔ بس پاؤں کو ایک جھٹکا دینا تھا۔ مرتسم نے ایک نظر اسے دیکھا۔ اور پھر ساتھ کھڑی آیت کو اشارہ کیا۔ وہ سمجھ کر سر ہلا گئی اور اسکے پاس بیٹھی۔

عینا۔ اسنے گردن موڑ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ وہی آدمی نہیں ہے جسکی وجہ سے تجھے چوٹ لگی۔ عینا اسے راستے میں سب بتا چکی تھی۔ کہاں۔ عینا نے سرعت سے نظریں پھیریں۔ جیسے ہی اسکا دھیان بھٹکا۔ اسی وقت مرتسم نے اسکے پاؤں کو پکڑ کر جھٹکا دیا۔ اسکی زوردار چیخ نکلی تھی۔ کہ آس پاس کے لوگوں نے مڑ کر اسے دیکھا۔ ش۔ شاہ آپ نے وہ سسکی۔ شش

۔ عین سوری۔ ویری سوری لیکن دیکھیں پاؤں ٹھیک ہے اب۔ وہ اسکے آنسو صاف کرتا اٹھا۔

ہاں عینا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

پھر پاؤں ہلایا۔۔ یہ تو ٹھیک ہو گیا شاہ۔ وہ کھڑی ہو کر پاؤں کو چیک کرنے لگی۔ کوئی تکلیف نہیں تھی۔ وہ خوشی سے اچھلی۔

عین آرام سے۔ ابھی بھی پاؤں میں سویلینگ ہے۔ دوبارہ سے پین ہو گا۔ اب چلیں۔ وہ تینوں باہر کی طرف بڑھ گئے۔ مرتسم کو آیت نے ہی فون کیا تھا۔ جانتی تھی بعد میں پتا چلا تو بھڑکے گا۔۔۔

آیت کو گھر ڈراپ کرتے انکی گاڑی شاہ والا کی طرف روانہ تھی۔ عینانے ایک نظر اسے دیکھا۔

شاہ۔ وہ آہستہ سے بولی۔ مرتسم نے ایک خفاسی نظر اس پر ڈالی۔
یہ کیا شاہ چوٹ بھی مجھے لگی ہے اور ناراض بھی مجھ سے ہو رہے ہیں آپ۔ وہ
روہانسی ہو گئی۔

مر تسم نے گہرا سانس بھرا۔

میں آپ سے ناراض ہو سکتا ہوں۔ عینا آپ اپنا خیال کیوں نہیں رکھتی اپنے لیے نہیں تو میرے لیے ہی رکھ لیا کریں۔ کبھی کہاں تو کبھی کہاں چوٹ لگواتی ہی رہتی ہیں۔

میں تھوڑی نا لگواتی ہوں شاہ۔

جی جی خود ہی لگتی ہے۔ آپ تھوڑی نا کچھ کرتی سب کچھ خود ہی ہوتا ہے۔ مر تسم نے اسکی بات پوری کی۔ ہر دفعہ کچھ نا کچھ الٹا سیدھا کرنے پر وہ یہی کہتی تھی۔ اور جب وہ اسے ڈانٹتا تو آگے سے اسکا یہی جواب ہوتا۔۔۔

شاہ ماما کہتی ہیں مجھے آپ نے سر چڑھا رکھا ہے۔ میں جو بھی کرتی ہوں آپ کی "شہ پہ کرتی ہوں اس لیے ڈانٹ بھی آپکو پڑھنی چاہیے اور سزا بھی آپکو ملنی

چاہیئے"۔ وہ گردن اکڑا کر جس روعب سے کہتی تھی مر تسم تو بس اسے گھور
"کر رہ جاتا۔ وہ معصومیت سے آنکھیں پٹیٹا کر اسے دیکھتی ہنس دیتی۔

عینا لیکن آپکو چوٹ لگی کیسے۔ گاڑی ڈرائیو کرتے اچانک سے مر تسم نے
پوچھا۔

اس انجان آدمی کو یاد کر کے عینا نے گنداسا منہ بنایا۔ اسکے مطابق چوٹ اسی
کی وجہ سے لگی تھی۔

اچانک سے پاؤں مڑ گیا شاہ۔ وہ سر جھٹک کر بولی۔

دھیان سے چلا کریں عینا۔ آئندہ خیال رکھئے گا۔ وہ سر ہلا گئی۔



جان ار سل کدھر ہو۔ آیت نے نفی میں سر ہلایا۔ گھر آتے ہی ار سل کو اگر
وہ ناظر آئے تو وہ شور مچا دیتا تھا۔

اس لیے ہر کام چھوڑتی باہر آگئی۔۔

کہاں تھی میری جان۔ اسکا ماتھا چومتے ار سل نے اسے اپنے ساتھ ہی صوفے
پر کھینچ لیا۔ وہ آدھے صوفے پر اور آدھی ار سل پر تھی۔

ار سل کیا کر رہے ہیں۔ چھوڑیں۔ گھر آتے آپکو کوئی اور کام نہیں۔ وہ شرم
سے سرخ ہوئی۔

ہا ہا ہا ار سل کا قہقہہ گونجا۔ شادی کے چھ ماہ بعد بھی وہ اس سے پہلے دن کی
طرح شرماتی تھی۔

کیا کریں جان ارسل آپ کا خیال ہمیں آپکے علاوہ کچھ سوچنے ہی نہیں
دیتا۔ وہ دل پہ ہاتھ رکھتے کسی عاشق کی طرح بولا۔

آیت نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔ آپکو تو بس موقع چاہیئے۔ اب چھوڑیں وہ
کسمسا کر اسکی گرفت سے نکل آئی۔

جائیں فریش ہو کر آئیں میں کھانا لگاتی ہوں۔ وہ شرافت سے سر ہلا
گیا۔ ارسل کچھ یاد آنے پر وہ مڑی۔

جی جان ارسل کیا ہوا ارادہ بدل گیا۔ وہ سیڑھیاں چڑھتا اسکی پکار پر شرارت
سے بولا۔

آیت نے اسے گھورا۔ ارسل آج میں ہو سپٹل گی تھی۔۔۔

ہو سپٹل وہ جلدی سے نیچے آیا۔ کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے۔ کہیں چوٹ لگی ہے۔ یا کہیں درد ہے۔ مجھے کیوں نہیں بتایا۔ ڈاکٹر کو دکھایا۔ آیت بتاؤ مجھے۔ وہ اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتا پریشانی سے بولا۔

وہ تو بوکھلا ہی گئی۔ ارسل کیا ہو گیا ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ چوٹ مجھے نہیں عینا کو لگی تھی۔

اسنے شکر کا سانس لیا۔ عینا کو کیا ہوا۔

پاؤں میں موج آئی تھی۔ پھر اسے مختصر سا بتایا۔

اچھا ہی ہوا میر نے نکلا دی موج نہیں تو دو۔ تین دن تک پین ہی رہتا۔ کل
چلیں گے شاہ ولا۔ وہ سر ہلا کر کچن کی طرف مڑ گئی۔ ارسل بھی اوپر کی طرف
بڑھ گیا۔



وہ منہ بنائے بیٹھی کب سے اسے گھور رہی تھی۔ جو اسکی کبرڈ میں گھسا اسکے
کپڑوں کا کباڑا کر رہا تھا۔ اسکے کہے مطابق وہ شام کو جانے کے لئے تیار تھی۔

ہلکے گلابی رنگ کا سوٹ پہنے بالوں کو ہالف کیچڑ میں باندھ لیا تھا۔ لائٹ سی
لیپسٹک اور آنکھوں میں کاجل لگائے۔ تیاری تو اسنے عام سی ہی کی تھی۔

لیکن اسکا غیر معمولی حسن ذرا سے بناو سنگھار سے بھڑک گیا تھا۔ غازی
کمرے میں آیا تو کتنی ہی دیر مبہوت سا اسے دیکھتا رہا۔ لیکن یہ سوچ کر اس کے
ماتھے پر بل پڑے کہ وہاں صرف اسے ہی تو نہیں دیکھنا۔
بے شک وہ اسے احمر کے گھر ہی لے جانے والا تھا۔ لیکن وہاں احمر اسکی مدر
اور بہن بھی تھیں۔

عجیب تھا وہ جو اپنی بیوی کے حسن کو کسی عورت کے سامنے بھی نمایاں نہیں
کرنا چاہتا تھا۔ فوراً سے پہلے اسے چینیج کرنے کا کہا۔ وہ الجھن سے اسے دیکھتی
ڈریس چینیج کر آئی۔

لیکن وائٹ کلر میں وہ اسے اور بھی زیادہ خوبصورت لگی۔ اس لیے اب خود ہی
اس کے لیے ڈریس سلیکٹ کر رہا تھا۔

آخر ایک لائٹ بلو کلر کا ڈریس اسے پسند آ ہی گیا۔ پرفیکٹ۔ یہ لو جلدی سے
چینیج کرو۔

وہ منہ بناتی۔ ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔ پانچ منٹ بعد ہی وہ باہر آگئی۔ سمپل
سی لانگ شرٹ تھی۔ جسکے باڈر پر ہلکا سا کام ہوا تھا۔ ساتھ وائٹ کلر کاٹروازر
تھا۔

وہ مسکرایا۔ ہاں اب ٹھیک ہے۔ روزیہ بال بھی باندھ لو۔ وہ چپ چاپ بالوں
کی چٹیا کرنے لگی۔

پھر ہاتھ دھو کر آئی۔ غازی نے اسے دیکھا۔ آنکھوں میں کاجل ویسے ہی
تھا۔ لپسٹک بھی ویسے ہی تھی۔ اسکے گلابی لبوں کو دیکھتے۔
اسکے حلق میں جیسے کانٹے چھبے۔ وہ اسکے طرف بڑھا اور سمجھنے کا موقع دے
بغیر اسکے لبوں کو اپنی قید میں کر چکا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اسکی شرٹ تھام گئی۔



اسے وہاں سے گئے کتنی ہی دیر ہو گئی تھی۔ لیکن وہ ابھی تک ویسے ہی بیٹھا۔ مٹھی پر نظریں ٹکائے کسی چیز کو گھور رہا تھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر مٹی کو چھوا۔ مٹی ذرا سی گیلی تھی۔

یوں جیسے کسی نے وہاں ایک قطرہ پانی کا گرایا ہو۔ ہاں ایک قطرہ ہی تو لیکن پانی کا نہیں کسی کے آنسو کا۔

وہی جسکو وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے شہزادی کہہ رہا تھا۔ اسکا آنسو گرا تھا وہاں۔ اسنے بے اختیار ہی رومال نکال کر وہ ذرا سی مٹی اٹھا کر اس میں رکھ دی۔ جہاں اس شہزادی کا آنسو گرا تھا۔ رومال کو مٹھی میں بھینچتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ سر پر دوبارہ سے ہیٹ رکھے وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اسکے پیچھے ہی باقی گاڑیاں بھی نکلتی چلی گئیں۔



وہ اس پر جھکا جیسے پیچھے ہونا بھول گیا تھا۔ زر نور نے اسکی شرٹ کو دبوچا۔ وہ
نر می سے پیچھے ہوا۔

وہ نڈھال سی گہرے سانس بھرتی اسکے کندھے پر سر ٹکا گی۔
سانس بحال کرتی اسنے سراٹھا کر خفگی سے اسے گھورا۔ وہ مسکرایا۔
میرے ہوتے ہوئے اس مصنوعی آرائش کی کیا ضرورت ہے۔ دیکھو تو اب
زیادہ پیارے لگ رہے ہیں۔ وہ اسے آئینے کے سامنے لے آیا۔
لیپسٹک غائب تھی۔ گلابی ہونٹ سرخ ہو رہے تھے۔ ناصرف ہونٹ اسکا
چہرہ دہک رہا تھا۔ وہ گہرا کر نظریں پھیر گی۔

غازی مسکرایا۔ اسکا ڈوپٹا اچھے سے اسکے سر پر دیا۔ چلیں۔ وہ سر ہلا گی۔۔۔



انجان گھر کے باہر گاڑی رکتے زر نور نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
میجر عالم کا گھر ہے۔ اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔ پھر مسکرا دی۔
بابا کے بعد وہی تو تھے اسکے لیے اسکے سر پر تپتی دھوپ میں گھنی چھاؤں
کیے۔ وہ غازی کے ہمراہ چلتی اندر آئی۔

سب نے انکا بھرپور استقبال کیا۔ میجر عالم کے علاوہ وہ تینوں ہی مبہوت سے
اس گلابی کڑیادیکھتے رہ گئے تھے۔ وہ گھبرا گئی۔
ارے بھابھی گھبرا ئے مت آئے میں آپ کا سب سے تعارف کرواتی
ہوں۔

یہ ہیں میرے چاچو میجر عالم۔ ان سے ملتی وہ مسکرا دی انھیں تو وہ پہلے ہی
جانتی تھی۔

یہ میرے بھائی احمر آپکے دیور اور برو کے دوست۔

ہائے بھابھی۔ وہ سر ہلا گئی۔ یہ میری ماما۔ اور میں ہوں آپکی اکلوتی نند نوشی
عرف نوشین۔ اسے اچھا لگا تھا یہاں آ کے۔

ان لوگوں سے مل کہ نوشی سے اسکی اچھی دوستی ہو گئی تھی۔
خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔ چائے کا دورانیہ چلا تو غازی اور احمر سٹڈی
روم چلے گئے۔

میجر عالم بھی ضروری کام کا کہ کر جا چکے تھے۔
بیچھے احمر کی ماماں ابیگم اور نوشین ہی تھیں۔

مجھے تو ابھی بھی یقین نہیں آ رہا بھابھی برو نے شادی کر لی۔ وہ بھی اتنی معصوم
سی لڑکی سے۔ وہ بس مسکرا دی۔

پھر اچانک سے سراٹھا کر بولی۔ نور آپ غازی کو برو کیوں کہتی ہو۔ بھائی
کیوں نہیں۔ اسکی بات پر نوشی مسکرا کر بولی۔

بھابھی آپ کو پتہ ہے شروع شروع میں جب وہ یہاں آتے تو سیدھے منہ بات
بھی نہیں کرتے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ ٹھیک ہونے لگے۔ لیکن صرف ماما
کے ساتھ۔ مجھ سے تو کبھی بات نہیں کی

۔ ایک دن مینے بھی ٹھان لی آج تو میں بات کر کے ہی رہوں گی۔ اس لیے وہ
جب بھائی سے ملنے آئے تو واپس جاتے ہوئے مینے انہیں روک لیا۔۔

بھائی۔ غازی بھائی روکیں۔ وہ رک گیا۔ یوں جیسے پتر کا ہو گیا۔ کی منظر کی
آوازیں آنکھوں لے سامنے جھلملائے تھے۔۔

بھائی مجھے آپ سے احمر بھائی کی شکایت لگانی ہے۔

وہ خالی نظروں سے اسے دیکھنا لگا۔ اسکے کچھ نابولنے پر نو شین کو ڈھارس ملی۔

غازی بھائی احمر بھائی نے مجھے بہت ڈانٹا ہے اور بولا ہے کہ آئندہ میں آپ سے بات نا کیا کروں۔ آپ میرے کچھ نہیں لگتے کیا آپ میرے بھائی نہیں ہیں۔ وہ آنکھوں میں آنسو لاتی بولی۔۔۔

غازی نے پلٹ کر احمر کو دیکھا پھر تیز قدموں سے چلتا ہوا اس تک گیا۔ اور زوردار چیخا اسکو مارا۔۔۔

آئندہ اگر نوشی کی آنکھوں میں آنسو آئے تو تیری ہڈیاں توڑ دوں گا۔ وہ میری بہن ہے آج سے۔۔۔

شہنشاہ غازی کی۔ سمجھا تو۔ غازی نے اسے چھوڑا اور واپس نوشی کی طرف گیا۔ اسکے سر پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

آج سے میری بہن ہو لیکن مجھے بھائی مت بولنا۔ کچھ بھی بول لینا پر کبھی بھی
"بھائی مت بولنا۔ وہ کہتا چلا گیا

اسکے دن کے بعد سے میں نے انہیں بھائی نہیں بولا۔ لیکن میرے لیے یہی بہت
ہے۔ وہ کم از کم ہم سے بات تو کر لیتے ہیں۔

کیا ہو رہا ہے لیڈرز۔ احمر پیچھے سے آتا بولا۔ کرکٹ کھیل رہے ہیں۔ آ جاو آپ
بھی کھیل لو۔ نوشی جل کر بولی۔ نظر نہیں آتا۔

ہیں کہاں۔ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ احمر بھی ناٹک کرتا ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

اور یہ اپنے لیڈرز کس کو بولا ہے۔ ہم کیا آپکو آنٹیاں لگتی ہیں۔ وہ تیوری چڑھا
کر بولی۔

نی نی بھابھی نی صرف تم وہ اسے چڑھانے لگا۔ ہا ہا ہا۔ زرنور کھکھلا کر ہنس
دی۔ اندر آتے غازی نے یکدم ٹھہر کر اسے دیکھا۔

وہ جب سے آئی تھی پہلی بار ایسے کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔ سب مبہوت سے
اس گڑیا کو دیکھنے لگے۔ جو ہستے ہوئے بالکل کھلے ہوئے پھول جیسی لگ رہی
تھی۔

وہ یکدم ہی چپ ہوتی جھنپ کر سر جھکا گئی۔۔۔

ماشاء اللہ کتنی پیاری بچی ہے۔ ندا بیگم نے اسکا ماتھا چوما۔

غازی بچے نظر اتارا کروا سکی۔ کسی کی نظر ہی ناگ جائے۔ اسنے نظریں اٹھا کر
غازی کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

لودیتی نظروں سے وہ ہڑ بڑا کر رخ موڑ گئی۔۔۔

آنٹی اجازت دیں اب ہم چلتے ہیں۔

اللہ کے امان میں بیٹا۔ بچی کو اب یہاں لاتے رہنا۔ وہ سب سے ملتی جانے
لگی۔

تم آنا مجھ سے ملنے وہ نوشی سے ملتے بولی۔ وہ سر ہلا گئی۔ میجر عالم سے ملتے اسکی
آنکھوں میں نمی آئی تھی جسے وہ رخ موڑتی چھپا گئی۔ لیکن غازی کی نظروں
سے ناچھپ سکی۔

راستے میں بھی وہ خاموش سی تھی۔ غازی نے گاڑی روک دی۔ اسنے غازی
کو دیکھا کہ یہاں کیوں روکی ہے۔۔۔

روزادھر دیکھو غازی نے اسکے ہاتھ تھا میں۔

کیا ہوا۔ بتاؤ مجھے۔ اچھا نہیں لگا۔ ان سے مل کر۔ وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔
پھر کیا ہوا۔ وہ اسے دیکھتی رہی۔ پھر یکدم ہی چہرہ ہاتھوں میں چھپاتی پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگی۔

روز۔ وہ بوکھلا گیا۔ روزادھر غازی کو بتا دیا ہوا۔ وہ اسے اپنے سینے سے
لگا گیا۔

غاز۔

غازی کی جان حکم۔ غاز بابا کیوں چلے گئے مجھے چھوڑ کر۔ وہ پیچھے ہوتی پوچھنے
لگی۔

غازی ساکت رہ گیا۔

ب۔ بتائیں ناغاز۔ وہ ہچکیاں لیتی اس سے پوچھنے لگی۔

غازی نے کچھ بھی کہے بغیر اسے سینے سے لگا لیا۔ اسکی سیٹ سیٹ بیلٹ کھولتے
اسے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھالیا۔ وہ ننھے بچے کی طرح اسکی سینے میں چھپ
گی۔

غازی کی جان۔ ہر کسی کی موت طے ہے۔ جانا تو ہر کسی کو ہے نا۔ یہ تو اللہ کا فیصلہ
ہے۔۔۔

لیکن غاز وہ مجھے بہت یاد آتے ہیں۔ میں کیا کروں۔ وہ مجھے بھولتے ہی
نہیں۔۔۔

میری جان آپ دعا کروانکے لیئے۔ آپکے اس طرح رونے سے انہیں بھی
تکلیف ہوگی نا۔ اسنے کچھ بھی نہیں کہا۔ اسکے سینے میں منہ چھپائے روتی

رہی۔ غازی نے اسے رونے دیا۔ ایک ہاتھ سے اسکے بال سہلاتا دوسرے
ہاتھ سے آہستہ آہستہ اسے تھکنے لگا۔

اسکی ہچکیاں مدھم پڑ گئیں۔ غازی نے ایک ہاتھ اسے گرد باندھے دوسرے
سے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ اس طرح سے ڈرائیو کرنا مشکل تھا۔ لیکن اپنی
روز کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ یہ تو پھر بس ڈرائیو کرنا تھا۔

وہ دوسرے ہاتھ سے آہستہ آہستہ اسے تھپک رہا تھا۔ جیسے کسی بچے کو بہلاتے
ہوں۔ گھر پہنچنے تک وہ سوچکی تھی۔

غازی نے سر جھکا کر اسے دیکھا۔ اسکی شرٹ کو دبوچے کسی بچی کی طرح سو
رہی تھی۔

رونے کے بعد نیند اچھی آتی ہے نا۔ غازی نے ایک ہاتھ سے اسے پکڑا اور باہر نکلا۔ گاڑی سے اترتے اسنے جھک کر اس اپنی بانہوں میں اٹھایا۔ وہ اسے پھول جیسی لگی۔ اس جیسے باڈی بلڈر کے سامنے وہ پھول جیسی ہی تھی۔



رات کے اس پر جہاں سب نیند کی آغوش میں تھے۔ ہر طرف چھایا اندھیرا۔ اس رات کو ہیبت ناک بنا رہا تھا۔
ایسے میں ایک کم رہائشی نگری میں بنے اس وائٹ پولیس کی چمک نرالی تھی۔ اس نگری میں صرف اس پولیس کی ہی چمک تھی وہ دیکھنے میں پراسرار سا لگتا۔

ایسے میں اسکے اندر جاو تو اسکے اندر کی خاموشی اور وحشت اسے ہیبت ناک بناتی تھی۔ اندر جاتے سامنے ہی لاونچ اور اسکے اطراف میں دونوں طرف سیڑھیاں تھیں۔

لاونچ کے دائیں جانب کچن جبکہ بائیں جانب گیسٹ روم تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس خوبصورت سے پیلس میں کتنی وحشت چھپی تھی۔
اس خوبصورت سے پیلس میں کی رازد فن تھے کہ جن کے کھلنے سے تباہی کا خطرہ تھا۔

اسکے نیچے بیسمنٹ میں جائیں تو وہاں جیسے دن کا سماں تھا۔ روشنی ہی روشنی تھی۔ ٹیبل کے گرد دو آدمی بیٹھے تھے۔

آس پاس کی آدمی کالے کپڑوں میں ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ انکے سامنے ایک نقشہ کھلا پڑا تھا۔ جس پر وہ جھکے ہوئے تھے۔

کل تک یہاں مال ٹرانسفر ہو جانا چاہیے۔ اسکے سارے خفیہ رستے تمہارے سامنے ہیں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں۔

ایک آدمی بولا تھا۔ اسکی آواز اتنی سرد تھی کہ سامنے والا تھوک نگل کر رہ گیا۔

لیکن بیٹ۔۔۔

شششش۔ وہ ابھی بولا ہی تھا کہ سامنے والے نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروایا۔۔۔

دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ رات ہے۔ اندھیرا ہے۔ بچے ڈر جائیں۔ پراسرار سی سرگوشی تھی۔۔۔

وہ آدمی اسکی دھمکی سمجھتا وہاں سے چلا گیا۔ پیچھے وہ کچھ گنگنا نے لگا۔

Only this and nothing more
Nameless here for evermore
This it is and nothing more

Darkness there and nothing more
Merely this and nothing more
Tis the wind and nothing more

تھی۔ جسکا The Raven کی نظم تھی۔ Eldger Allan وہ
تھیم تھا "سیاہ اور اداس"۔
یہ نظم "ایول اور موت" کی علامت تھی وہ جب بہت خوش ہوتا تھا تب یہ
نظم گنگنا تا تھا۔

اور وہ خوش تب ہوتا تھا جب موت کا کھیل کھیلتا تھا۔ اب نا جانے وہ کسکے ساتھ
موت یہ کھیل کھیلنے والا تھا۔

خاموش رات میں اسکی پرسوز آواز خوفناک تھی۔ اسکی آنکھوں میں وحشت
تھی اور شکاری کی سی چمک۔

جانتے ہو وہ آنکھیں کیسی تھیں۔ گہرے نیلے سمندر جیسی۔ اوشن بلو
آنکھیں۔ ہاں وہی آنکھیں جو پھولوں سے سجے کاٹیج کے باہر اس عربی
شہزادے کی تھیں۔

وہیں شہزادہ جو ایک شہزادی کے لیے مٹی پر جھکا تھا۔

اسنے سگریٹ جلانے کے لیے لائٹرنکالا تو۔ اسکے ساتھ ہی ایک سفید رومال
نکلا تھا۔

اسے سامنے رکھتے اسنے سگریٹ جلای تھی۔ گہرا کش لیتے اسنے سامنے پڑے
رومال پر پڑی مٹی کو دیکھا آنکھوں کے سامنے اس شہزادی کا عکس لہرایا تھا۔

اسنے گہراکش لے کہ چھوڑا۔ "شہزادی عین" زیر لب دہسرایا۔ لبوں کے کنارے ہلکے سے پھلے تھے سگریٹ کا گہراکش لیتے وہ آنکھیں موند گیا۔
شہزادی کا چہرہ چھم سے اس کے سامنے لہرایا تھا۔

غازی نے جھک کر اسے احتیاط سے بیڈ پر لٹایا تھا۔ کہ اسکی نیند نا کھل جائے۔ اسکی پیشانی چومتے وہ سیدھا ہوا تو اسے دیکھ کر مسکرایا۔
ہونٹ ہلکے سے کھلے تھے چہرے پر دنیا جہان کی معصومیت تھی۔ وہ بے اختیار جھکا اس کے میں نیم وا ہونٹوں کو چھوتا پیچھے ہوا تھا۔ لائٹ آف کرتا وہ باہر آ گیا۔

اسکے قدم سٹڈی روم کی طرف تھے۔ سٹڈی روم میں بیٹھتے اسنے احمر کی دی
ہوئی فائل اوپن کی جسمیں آصف کی ساری انفارمیشن تھی۔ اسکی فائل پر
سر سری سی نظر دوڑاتے ایک جگہ اسکی نظر اٹکی۔
اسنے غور سے وہ نام پڑھا اسکی آنکھیں چمکیں تھیں۔ تو مطلب دشمنی پر سنل
کے ساتھ پروفیشنل بھی تھی۔

ہم تو یہ میرے کام کا بندہ ہے۔ اسنے سمجھتے سر ہلایا تھا۔ ایک دو فائلز اور ریڈ
کرتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ گھڑی پر گیارہ کا وقت تھا۔
غازی نے ماتھا مسلا اسے اس وقت آرام کی شدید ضرورت تھی۔
وہ کمرے میں آیا شرٹ اتار کر صوفے پر پھینکتے وہ بیڈ کی طرف آیا تھا۔ یہ
عادت اسکی شروع سے تھی وہ ہمیشہ شرٹ اتار کر ہی سوتا تھا۔

بیڈ پر لیٹتے اسنے زر نور کو اپنی طرف کھینچا اور کسی تکیے کی طرح اپنی بانہوں میں
بھر لیا۔ وہ ذرا سا کسمسائی پھر دوبارہ سو گئی۔ غازی نے بھی سکون سے آنکھیں
موند لیں۔



عینا آپ کہاں جا رہی ہیں۔ اسے تیار دیکھ کر مرتسم بولا۔

شاہ ہو سپٹل۔۔۔۔۔

لیکن بچا اپکو تو چوٹ لگی ہے۔ ابکی بار ماہی بولی تھی۔

لیکن اب بالکل ٹھیک ہوں۔ شاہ پلیرز میں بالکل ٹھیک ہوں دیکھیں۔ پاؤں بھی
ٹھیک ہے۔ مرتسم نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ وہ جلدی سے
بولی۔

پلیرز شاہ۔۔۔۔۔

او کے بٹ آج جلدی آئیں گی آپ۔

او کے۔۔۔ اسنے فرما برداری سے سر ہلایا۔ وہ دونوں اپنی اپنی گاڑی لے
کر نکلے تھے۔



ہو سپٹل میں اسے کچھ غیر معمولی سالگا۔ سٹاف کو ایک جگہ جمع دیکھ کر اس کے
ماتھے پر بل آئے۔ ڈاکٹر دانیال جنکا یہ ہو سپٹل تھا۔ ان کے بعد یہاں سب عینا
کے انڈر تھا۔

کیا ہو رہا یہ۔ اسکی سخت آواز پر سب ہی مڑے تھے۔ عینا نے آگے
دیکھا۔ کوئی لڑکی تھی۔

جو بری طرح سے زخمی تھی۔ اسے تپ چڑھی۔

کیا کر رہے تھے تم لوگ۔ یہ کوئی شو پیس ہے جسے تم لوگ دیکھ رہے ہو۔ یہ
ہو اسپتال ہے اور تم لوگ ڈاکٹر زیہاں لوگ علاج کے لیے آتے
ہیں۔ نظارے کروانے نہیں۔

اسکی تیز آواز پر سبھی الرٹ ہوئے تھے کہ اسے غصہ بہت کم آتا تھا۔ لیکن
جب آتا تھا تو وہ سب کو سیدھا کر دیتی تھی۔

کام کے معاملے میں وہ کسی قسم کا کوئی رسک نہیں لیتی تھی۔

لیکن میم یہ ریپ و کٹم لگ رہی ہیں۔ تو پولیس کیس بنتا ہے۔ ایک ڈاکٹر
سنجیدگی سے بولی تھی۔۔۔۔

ڈاکٹر مشا اگر اسکی جگہ آپکی بہن ہوتی تو بھی آپ یہی کہتی۔ بجائے اسکے
علاج کرنے کے آپ لوگ اسکی نمائش کر رہے ہیں۔ اسکی بات پر سبھی کو
چپ لگی۔

وہ شرمندہ سے آگے پیچھے ہونے لگے۔ عینانے آگے بڑھ کر اس لڑکی کو
دیکھا۔

انھیں آئی۔ سی۔ او۔ میں لے کر جائیں۔ جلدی۔ ہمیں انکائریٹمنٹ شروع
کرنا ہے۔۔۔

ہاتھوں میں گلو زپہنتے اسنے وارڈ بوائز اور نرسز کو کہا تھا۔ ایک فی میل اور میل
ڈاکٹر بھی اسکے ساتھ تھے۔

لڑکی کی باڈی سے کپڑا ہٹاتے اسکے ہاتھ کانپ گئے۔ بامشکل سولہ سترہ سال
کی لڑکی تھی۔ جسے بے دردی سے نوچا گیا تھا۔ انہوں نے اسکا ٹریٹمنٹ شروع
کیا۔

ڈاکٹر عینا یہ بچ تو جائے گی۔ لیکن مجھے نہیں لگتا اسے بچنا چاہئے۔ اسکی حالت دیکھیں کیا یہ سروائیو کر پائے گی۔ عینا بس خاموشی سے سنتی رہی۔

کانفرس میں پہنچو سب۔ آئی۔ سی۔ او سے نکلتے اسنے اوڈر دیا تھا۔

انکی مخصوص ٹیم کانفرس روم میں جمع تھی۔ وہ سب سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ جو سنجیدگی سے بیٹھی تھی۔

ڈاکٹر باسطن نے آگے بڑھ کر پروجیکٹر اون کیا تھا۔ جسمیں کسی آدمی کے ہاتھ کی تصویریں تھیں۔

اسکے ہاتھ پر ایک ٹیٹو بنا تھا۔ بچھو کی شکل کا وہ ٹیٹو غور سے دیکھنے پر انسان کو ڈرنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

ہمارا نشانہ ہے یہ انسان۔ جو جرم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ ہے۔ وہ بولنا شروع ہوئی۔

اسکا پسندیدہ کام عورتوں سے کھیلنا ہے۔ آئے دن فی لڑکی اس کے بستر کی زینت بنتی ہے۔ اس کی نظر میں عام انسان کچھ بھی نہیں۔ انھیں کسی جانور کی طرح کاٹ دیتا ہے۔ اس کے مخصوص آدمی یہاں سے ڈر گزاور لڑکیاں سپلائے کرتے ہیں۔۔

لڑکیوں کو یا تو پیار کے جھانسنے میں پھساتے ہیں۔ یا پھر زبردستی۔ ڈرا دھمکا کر۔ ان لڑکیوں میں جو بھی اسے پسند آتی ہے۔ بقول اس کے اس کی رکھیل کہلاتی ہے۔

عینانے بولتے گھر اسانس لیا۔ اور پھر سے بولنا شروع کیا۔۔۔

جو بھی لڑکیاں ان کے بندوں کے ہاتھ چڑھتی ہیں ان کے ہاتھ پر یہ ٹیٹو لازمی بنایا جاتا ہے۔ اسکا اصل ٹھکانا دوبئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ ابھی دوسرے نمبر پر ہے۔۔۔

یہ بلیک گنگ کہلاتا ہے۔ لیکن ہمیں اسے پکڑنے کے لیے اسکی کمزوری کو کو
تلاشنا ہے۔ اور اسکی کمزوری ہے۔ اسکا چھوٹا بھائی۔ جرم کی دنیا میں اسے
"بیسٹ" کہتے ہیں۔۔۔

بلیک گنگ اس سے بڑا ہو کر بھی اسکی طاقت کے نیچے دب جاتا ہے۔ یہ جو کچھ
بھی کرتا ہے اسی کے بلبوٹے پر کرتا ہے۔

بیسٹ جسکو عام لوگ "اے۔ ایم" پاشا کہتے ہیں۔ لیکن اسے آج تک دیکھا
کسی نے نہیں ہے۔ بس اتنا پتا ہے کہ وہ اپنے بھائی سے زیادہ بے رحم ہے۔
فرق صرف اتنا ہے کہ۔۔۔۔ اسکا بھائی صرف عورتوں سے کھیلتا
ہے۔ خون دیکھ کر تو ویسے ہی ڈر جاتا ہے۔ اسکا کام صرف۔ ڈر گز اور لڑکیاں
پاکستان سے سمگل کر وانا ہے باقی سب کچھ بیسٹ کے انڈر ہے۔۔۔

در اصل کنگ صرف نام کا کنگ ہے۔ اصل میں وہ ایک نفسیاتی مرد ہے۔ جس کا بس نہیں چلتا کہ دنیا کی ہر عورت کو کچل دے۔ لیکن اس کا بھائی۔۔۔

اسے عورتوں سے شدید نفرت ہے۔ وہ ہر برا کام کرتا ہے۔ سوائے زنا کے۔ وہ سفاکیت میں کنگ سے بھی اول ہے۔ خون سے کھیلنا اس کا پسندیدہ کام ہے۔ اٹلی میں اس کا سکہ چلتا ہے۔ یابیوں کہ لو کہ اٹلی میں اس کا راج چلتا ہے۔ وہ چپ ہوئی تو پانی کا گلاس اٹھایا۔۔۔

ڈاکٹر باسٹ نے بولنا شروع کیا۔

لیکن ہمیں جو خبر ملی ہے اس کے مطابق یہ ہمارے پاک میں قدم رکھ چکا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اب یہاں بربادی پھیلے گی۔ ہمیں بس کسی طرح اس تک پہنچنا ہے۔

اسکے ساتھ ہی ہمارے ہاتھ کنگ لگے گا۔ اور شاید وہ بھی جسکی آپکو تلاش ہے۔ آخری بات اسنے عینا کودیکھ کر بولی تھی۔ وہ خاموشی سے سر ہلا گئی۔۔۔

یاسر کیا خبر ہے۔ سراسلام آباد کے رہائشی علاقوں سے کافی دور قریباً شہر سے باہر ایک جنگل ہے۔ جہاں انکے آدمیوں کودیکھا گیا ہے۔ اور خبری کے مطابق یہ لوگ ٹھیک دو دن بعد وہاں سے کروڑوں کا مال سپلائے کرنے والے ہیں۔۔۔۔

خبر پکی ہے نایاسر۔

بلکل پکی ہے۔ تو ٹھیک ہے۔۔۔

ہماری ٹھیک مخصوص حصے میں بٹتی اس تک پہنچے گی۔ اور ہمارے ساتھ پولیس کی بھاری نفری بھی تیار رہے گی۔

عینا کی بات پر سب نے سر ہلایا تھا۔۔۔۔

ازدیٹ کلیئر۔ اپنی کنفیوژن۔ نو میم۔۔۔ سب نے ایک ساتھ کہا تھا۔ گڈ۔ تو
تیار رہو۔ ہمارا اصل مقصد اب شروع ہو گا وہ گہری سوچ میں ڈوبی بولی تھی۔
سب نے سر ہلایا تھا۔ ایک ایک کرتے سب وہاں سے نکلتے چلے گئے۔ وہ بھی
اپنے کیمین کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔



اندرداخل ہوتے اسنے تاسف سے صوفنے کی طرف دیکھا تھا۔

بلیک ٹی شرٹ کے ساتھ بلیک جینز پہنے۔ پاؤں میں جو گرز پہنے ہوئے
تھے۔ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے۔ پاؤں کو تیزی سے ہلارہی تھی۔ منہ میں
چیونگم چباتے۔ پونی میں بندھے بال بھی تیزی سے ہل رہے تھے۔

افدائین آپی۔ کبھی تو لڑکیوں والی حالت میں آجایا کریں۔ اسنے تاسف سے
کہا تھا۔ عینا کی آواز پر اسنے سر گھماتے اسے دیکھا تھا۔ پھر اٹھتے اسکو ہگ کیا
تھا۔۔۔

کیسی ہی میری گڑیا۔ حلیے کے برعکس لہجہ مختلف تھا۔۔۔

میں ٹھیک ہوں۔ آپ کہاں تھیں اتنے دن سے ماما آپکو یاد کر رہے
تھیں۔ اپنی چیئر کی طرف جاتے اسنے کہا تھا۔۔۔

بزی تھی۔ اسنے لا پر واہی سے کہا تھا۔ مجھے کیسے یاد کیا۔

آپ سے ایک کام تھا۔ کسی کی دھلائی کرنی ہے۔۔۔

ہائے آپن کافیورٹ کام۔ اپنی ٹون مین واپس آئی۔ لیکن کرنی کسکی۔ کسی نے تنگ کیا تیرے کو۔ اسنے بنھوئیں اچکائیں۔

نہیں۔ ریپ کیس آیا ہے۔ دانیل نے گہرا سانس لیا۔ عینا نے خاموشی سے فائل اسکو دے دی۔

ہو جائے گا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
کہاں۔۔

عینا نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔ چائے نی پینی۔

نی ذرا جلدی ہے۔ لیکن آج گھر تو آئیں گی نا۔۔ لیکن پلیز آپ۔ انسانوں والے حلے میں آئیے گا۔ نہیں تو ماما کا پارا ہائی ہو جانا۔

دانیل نے لاپرواہی سے سر جھٹکا۔ وہ رضوانہ بیگم (وجدان کی ماما) کے بھائی کی بیٹی تھی۔

سرخ و سفید رنگت۔ بڑی بڑی گہری کالی آنکھیں۔ تیکھے نقوش وہ قدرتی
خوبصورتی کی مالک تھی۔ لیکن اپنا حلیہ لڑکوں جیسا رکھتی تھی۔
وہ ایک پولیس آفیسر تھی۔ ویسے تو وہ بہت ہنس مکھ سی تھی لیکن ناجانے کیوں
اپنی ماں سے اسکا رویہ بہت ہی سرد تھا۔ اسی وجہ سے تو اپنی پھوپھو پھور ضوان
بیگم اور شاہ فیملی کے زیادہ قریب تھی۔

اپن کو دیکھ کر انکا پارا ہمیشہ ہی ہائی رہتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اپنے کو انکو
تپانے میں اور بھی مزا آتا۔ اسنے عینا کو آنکھ ماری۔ اور مڑ گئی۔
عینا نے کھلے منہ سے اسکی پشت کو دیکھا۔



اے۔ ایم۔ ٹھیک دو دن بعد۔ یہاں پر ہمارا مال آئے گا۔ وہیں سے ہمیں
سپلائی کرنا ہے۔۔

ہم۔ اسنے ہنکار بھرا۔۔

کیا بات ہے کہ سے کسی گہری سوچ میں گم ہو۔ اسے سگریٹ کا گہرا کش
بھرتے دیکھے کبیر نے پوچھا تھا جو اسکا پار ٹنر تھا۔

اسنے سرد نظروں سے اسے دیکھا۔ کبیر گڑ بڑا گیا۔ وہ مینے تو ایسے ہی پوچھا۔۔

فضول اور بنا سوچے سمجھے بولنے والے لوگ اور انکی زبان مجھے ذرا پسند نہیں۔
اور تم اچھے سے جانتے ہو جو چیز مجھے پسند نا ہو۔ وہ پھر سلامت نہیں رہتی۔

ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ کبیر نے ہاتھ اٹھائے۔ لیکن میری بات یاد
رکھو۔ محبت کے چکر میں مت پڑنا۔ تمہارے بس کی بات ہی نہیں ہے۔ یہ
محبت ہو جائے تو انسان کو اپنا آپ بھلا دیتی ہے۔
امن نے سگریٹ کا ایک اور کش لیا۔

پہلی بات یہ محبت بس ایک فضول ڈرامہ ہے۔۔۔ بے وجہ وقت ضائع کرنے کے لئے۔ لیکن میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں۔

دوسری بات یہ عورت ذات نا بھروسے کے قابل نہیں۔ محبت اور عورت ایک دھوکا ہے۔ اور مت بھولو کہ میں ایک بیسٹ ہوں۔ جسکے سینے میں دل نہیں پتھر ہے۔ جو ڈھڑکتا نہیں۔

کہتے ہوئے انجانے میں ہی۔ آنکھوں کے سامنے ایک چہرہ گھوما تھا۔ جسے پہلی بار دیکھتے بے اختیار دل ڈھڑکا تھا۔ یہ تو وقت ہی بتاتا کہ اسکے سینے میں دل ہے یا پتھر۔



شاہِ ولا میں ایک رونق لگی ہوئی تھی۔ ارسل اور آیت آئے ہوئے تھے۔
ارسل مجھے تم سے بہت شکایت ہے بیٹا ایسے بھی کوئی کرتا ہے۔ تم تو شادی کر
کے ہمیں بھول ہی گئے۔ ناصرف ہمیں بھول گئے۔ آیت کو بھی چھپا ہی
لیا۔۔۔۔

نہیں تو ماما ایسا کچھ بھی نہیں۔ وہ بھی سب کے جیسے انہیں ماما ہی کہتا تھا۔۔۔
اور نہیں تو کیا ماما۔ یہ تو بیوی کے پلو سے ہی بندھ گیا۔ مانا کہ ایک ہی بیوی ہی
لیکن اسکا مطلب یہ تو نہیں کہ ہم چھین لیں گے۔ عینا نے بھی برابر حصہ ڈالا
تھا۔۔۔

آیت نے شرم سے سر جھکا لیا۔ جبکہ ارسل نے عینا کو گھورا۔

ہاں بھی بات تو ٹھیک ہے۔

نہیں تو ماما ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ بس کام کی وجہ سے تھوڑا بزی تھا۔

ایسا بھی کیا کام۔

ارسل نے پھر سے اسے گھورا جو بات بگاڑنے پر تلی تھی۔ جواباً اسے کندھے اچکائے۔ تھوڑی ہی دیر میں میرا اور ارسل سٹڈی روم میں جا چکے تھے۔



پھر کیا سوچا تو نے۔ ارسل نے مرتسم سے پوچھا۔

کیا سوچنا ہے۔ مجھے نہیں لگتا ہمیں بتانا چاہیے۔

میرا چھوٹی بات نہیں ہے۔ عینا کی فیملی ہے۔ دیکھ ایسا کچھ بھی نا کریں کہ بعد

میں پچھتا نا پڑے۔۔۔۔

ارسل عینا فلحال پہلے ہی کیس میں الجھی ہوئی ہیں۔ اچانک سے انھیں یہ

بات بتا کر میں انھیں مینٹلی ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا۔

ہم تیری بات ٹھیک ہے۔ لیکن پھر بھی اگر اسے کہیں اور سے پتا چل گیا تو۔

دیکھتے ہیں کچھ۔ وہ پر سوچ انداز میں گویا ہوا۔



وہ خوشی سے چہک رہی تھی۔ آج اسکی سب سے بڑی خواہش جو پوری ہوگی تھی۔

صبح ناشتے کے بعد غازی اسے گھمانے لے آیا تھا۔ اب تک وہ کافی ساری جگہیں دیکھ چکی تھی۔ شام کے قریب غازی اسے سمندر پر لایا تھا۔ وہ خوشی سے اس سے لپٹ گئی۔

کتنی ہی دیر کبھی ننگے پاؤں پانی میں چلتی کبھی اس سے کھیلتی خوش ہوتی رہی۔ شام کے سائے گہرے ہوئے تو اسے پاس ہی ریسٹورینٹ میں ڈنر کے لیے لایا تھا۔

وہ آنے کے لیے راضی نہیں تھی لیکن غازی نے وعدہ کیا تھا۔ وہ اسے دوبارہ
یہاں لائے گا اسی لیے وہ آنے کے لیے راضی ہوئی
۔ وہ کھانا ختم کر چکی تھی۔ سوفٹ ڈرنک پیتے اسے عجب سا ذائقہ لگا۔ لیکن
پھر بھی وہ ختم کر گئی۔۔۔

گھر آنے تک اسکا سر کافی بھاری ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں ایک خمار سا چھایا
تھا۔ گاڑی سے اترتے وہ لڑکھڑائی۔

روز دھیان سے غازی نے اسے پکڑا۔ اسنے خمار آلودہ نگاہیں اٹھا کر اسے
دیکھا۔ وہ مسکرائی با نہیں اسکے گلے میں ڈالتے وہ اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔
غازی کو جھٹکا لگا۔ روز۔۔۔ زبردستی اسکا چہرہ سامنے کیا۔
کیا پیسا ہے تمنے۔ اسنے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔

غازی نے اسکی ناک کے نیچے انگلی رکھی۔ اسکی سانس کو سمیل کیا تو۔ وہ
ٹھٹھکا۔

وہ شاید نہیں۔ یقیناً ڈرنک تھی۔ اسکے چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔
کس کی اتنی ہمت ہوگی کہ اسکی بیوی کو شراب پلائے۔ یقیناً اس
ریسٹورینٹ میں ہی کچھ گڑ بڑ ہوئی تھی۔

انھیں تو وہ صبح دیکھ لے گا۔ ابھی تو ابھی بیوی کو دیکھنا تھا۔ جو خود تو بہک گئی
تھی۔ ساتھ اسے بھی بہکا رہی تھی۔ وہ اسے بازوؤں میں بھرتا اندر آیا۔ روم
میں لاتے اسے بٹھایا۔ روز یہیں بیٹھو میں آ رہا ہوں۔ وہ لیموں پانی لینے کچن
میں گیا۔ واپس آیا تو وہ اپنے کپڑوں پر پانی کا جگ گرا کر بیٹھی تھی۔ روز یہ
کیا کیا۔ غاز دیکھے میں اسے پکڑنے لگی یہ میرے اوپر گر گیا۔ وہ منہ بنا کر بولی۔
کوئی بات نی۔ چلو چیخ کر لو۔ غازی نے اسکے آرام دہ سوٹ نکال کر
دیا۔ نہیں۔ مجھے یہ نہیں پہننا۔ کیوں پھر کیا پہننا ہے۔ مجھے۔ وہ اسکے قریب
آئی۔ گلے میں بائیں ڈالتے اس سے چپکی۔ آپکی شرٹ۔

وہ مسکرایا۔ لیکن کیوں یہ کیوں نہیں۔ اس میں کیا مسئلہ ہے۔ مجھے نہیں پتا۔ نشہ اس پر پوری طرح حاوی ہو چکا تھا۔ مجھے بس آپکی شرٹ پہنی ہے۔ وہ نشے میں کیا بول رہی تھی۔ اسے خود بھی ہوش نہیں تھا۔ کیوں پہنی ہے۔۔؟ غازی نے بمشکل اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کیا۔ وہ مسکائی۔ اس لیے کہ میرے سے آ۔ آپکی خوشبو آئے۔ لڑکھڑاتے لہجے میں بتایا تھا۔ اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ وہ ایسے تو نہیں آئے گی۔ پھر کیسے آئے گی۔۔؟ بمشکل آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ بتائیں نا۔ اسکی شرٹ کھینچی۔ جب میں تمہارا پورا اپنے لمس سے مہکاؤں گا۔ ایسے۔ بھاری گھمبیر لہجے میں کہتے وہ جھکا تھا۔ اسکے لبوں کو اپنے لبوں کی دسترس میں لے گیا۔ وہ مدہوشی سا ہوتا اسکے گلابی لبوں کا جام پینے لگا۔ جو کب سے اسے بہکا رہے تھے۔ وہ یکدم ہی اسکے گلے میں بائیں ڈالتی آنکھیں موند گئی۔ ایک ہاتھ اسکی کمر میں ڈالے اسے خود میں بھنچتا جا رہا تھا۔ جبکہ دوسرا ہاتھ اسکے بالوں کو سہلا رہا تھا۔ اسکے لمس سے لمحہ بالمحہ شدت آئی تھی۔ زرنور نے اسکے سینے پر

ہاتھ مارے جو اسکی سانسیں بند کر دینے کے درپہ تھا۔ وہ گر جاتی اگر اسنے
اسے تھام نار کھا ہوتا۔ وہ نرمی سے پیچھے ہٹا اور اسے دیکھا۔ جو نڈھال سی
گہرے سانس لیتی نشیلی آنکھوں میں غصہ لیے اسے گھور رہی
تھی۔ گندے۔۔ اسنے اسکے سینے پر مکے برسائے۔ وہ ہنس دیا۔ وہ ذرا سا اوپر
ہوئی اور غصے سے اسکے نچلے لب پر دانت گاڑھے۔ لبوں سے ہوتے گردن پر
فرق نہیں پڑا۔ وہ مدہوشی ہوتی شدت سے دانت گاڑھے۔ جبکہ اسے کوئی
نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ بس۔۔ اسے پیچھے ہٹنا دیکھ وہ بولا تھا۔ اب جو
بھی ہو گا اسکی زمرہ دار تم خود ہو گی میری جان۔ مجھ سے شکایت مت کرنا۔ وہ
اسے اپنی بانہوں میں اٹھاتا بیڈ کی طرف بڑھا۔ نرمی سے اسے بیڈ پر لٹاتے اس
پر حاوی ہوا تھا۔ پوری شدت سے جھکتے اسکے لبوں کو قید کیا۔ وہ پھڑپھڑا کر رہ
گی۔ زر نور نے اسکے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کرنے کی کوشش
کی۔ لیکن الٹا وہ پیچھے ہوتا۔ اسکے ہاتھ غازی نے قبضے میں تھے۔ جو وہ اوپر بیڈ
سے لگا چکا تھا۔ جانے کتنی ہی دیر گزر گئی۔ وہ پیچھے ہٹا۔ وہ سرتاپاؤں سرخ

ہوتی بھیگی نگاہوں سے اسے دیکھتی گہری سانس لینے لگی۔ وہ جھکا۔ اسکے
رخساروں کو چومتا وہ تھوڑی تک آیا۔ تھوڑی سے ہوتے وہ اسکی گردن میں
منہ دیے اپنی شدتیں لٹانے لگا۔ جا بجا اسکی گردن پر بوسہ دیتے۔ اسکی خوشبو
شدت سے میں گہرا سانس بھرا۔ گردن پر بنے تل پر لب رکھتے اسنے یکدم
اپنے دانت وہاں گاڑھے تھے۔ سسی۔ زرنور کی سسکی نکلی۔ وہ بے تحاشہ
مچلی۔ لیکن اسکی گرفت مضبوط تھی۔ گردن سے ہوتے وہ اسکے شولڈر تک
آیا۔ وہاں سے شرٹ کسکاتے غازی نے اپنے لب رکھے تھے۔ ایسے ہی پیار
کرتے وہ اسکے لبوں تک آیا۔ وہ نڈھال سی گہرے سانس لے رہی
تھی۔ غ۔ غاز۔ پ۔ پلیر۔ غازی نے جھکتے اسکی الفاظ اپنے لبوں میں قید کر
لیے۔ جب اچانک اسے لگا کہ اسکی مزاحمت رک چکی ہے۔ غازی نے سراٹھا
کر اسے دیکھا۔ جو اسکے جزبات جگا کر خود نشے میں مدہوش نیند کی وادیوں
میں چلی گئی تھی۔

وہ لب اسکے کان کے پاس لایا اسکی سزا ضرور ملے گی میری جان۔ کہتے اسکے
کان کی لو کو ہونٹوں سے کاٹا تھا۔ پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔ جو اسکی ذرا سی
قربت سے سرخ ہو رہی تھی۔ اسکی شدتوں کے گہرے نشان اسکی گردن
پر واضح تھے۔ اسنے گہری سانس لی۔ پیچھے ہوتے اسنے اسکانٹ ڈریس
نکالا۔ لائٹ آف کرتے اسنے اطمینان سے اسے چیخ کر وایا۔ اسکے کپڑے اپنی
جگہ پر رکھتے وہ واپس آیا۔

اپنی شرٹ اتار کر جھکتے اسے اپنی جانب کھینچا تھا۔ وہ کٹی ڈالی کی طرح اسکے سینے
پر آگری۔ غازی نے جھک کر اسکا ماتھا چوما اور آسکے گرد حصار باندھ گیا۔

اسکی آنکھ کھلی تو سر بہت بھاری ہو رہا تھا۔ آنکھیں بمشکل ہی کھل رہی
تھیں۔ اسنے پلکیں جھپکیں۔ کسمساتے اٹھنا چاہا لیکن خود کسی کو گرفت میں
پایا۔

غازی کے بازو سختی سے اسے اپنے حصار میں لیے ہوئے تھے۔ اور وہ خود اس کے سینے پر سر رکھے قریب آدھی اس کے اوپر تھی۔ اس کے شرٹ لیس سینے کو دیکھتے اس کا حلق سوکھا۔

کسمساتے اس کی گرفت سے آزاد ہونا چاہا۔ اس کی مزاحمت سے غازی کی آنکھ کھل گئی۔ اسے دیکھا جو جھنجھلاتے اس کے بازو ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ زرنور نے زرا سا چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا وہ فوراً اسے آنکھیں بند کرتا سوتا بن گیا۔

سرد سی گہری بھوری آنکھیں جو کہ اس وقت بند تھی۔ مغرور کھڑی ناک۔ ہلکی بیرڈ اور مونچھوتلے عنابی لب جو کہ سگریٹ پینے سے براون ہو رہے تھے اب نرمی سے پیوست تھے۔ ورنہ جاگتے جاگتے ہوئے تو بھینچے ہوئے ہی ہوتے ہیں۔

جو بھی ہے۔ ہیں تو ہینڈ سم۔ بالکل ہیر و جیسے اسے دیکھتے ہوئے سوچا۔ لبوں پر ہلکی مسکراہٹ تھی۔

ماٹھے پہ بکھروں بھورے بالوں کو دیکھتے بے ساختہ ہی اسکا ہاتھ اٹھا تھا۔ آہستہ سے اسکی پیشانی سے بال پیچھے کرتے اسکا ہاتھ لرز گیا۔ وہ اسے دیکھنے میں اتنی محو تھی کہ اسے پتا ہی نہیں چلا۔ وہ آنکھیں کھولے دلچسپی سے اسکی حرکتیں ملاحظہ کر رہا ہے۔

بھاو۔ اچانک جھک کر اسکے کان کے قریب چلایا۔

آہہ ماما۔ وہ اچانک سے اس سے ڈر کر اسی کے سینے میں منہ چھپا گئی۔ غازی کا قہقہہ گونجا۔

زر نور نے حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ جب سے یہاں آئی تھی۔ اس نے پہلی بار اسے ایسے ہستے ہوئے دیکھا تھا۔ ایسے ہسنے سے اسکے دائیں گال میں گڑھار و نما ہوا تھا۔ وہ مبہوت سی اسے دیکھ رہی تھی۔

کیا ہوا۔ وہ آنکھوں کے کنارے صاف کرتا ہوا بولا۔ زیادہ ہسنے سے ہمیشہ ہی اسکی آنکھوں میں نمی بھر جاتی تھی۔

یہ اصلی ہے۔ اسکے ڈمپل والی جگہ پر انگلی رکھ کر بچوں کی سی خوشی لیے پوچھا۔

نہیں۔ لے کر لگوا یا۔ وہ لب دبا کر بولا۔ ایسے کرنے سے پھر سے وہ گڑھا دکھا تھا۔

ہیں۔ وہ ہونق سی اسے دیکھنے لگی۔ اصلی ہے تو ہی دکھ رہانا۔ وہ ڈیڑھ ماہ سے اسکے ساتھ تھی۔ لیکن اسنے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ کیسے دیکھتی وہ کبھی ایسے ہسا بھی تو نہیں تھا۔ اسنے پہلے کبھی اپنے اس ڈمپل پر غور نہیں کیا۔

لیکن ناجانے کیوں آج اسے یہ اچھا لگنے لگا۔ کیوں یہ اسکی بیوی کو اچھا لگا تھا۔ زر نور نے خفگی سے اسے دیکھا۔ اور پیچھے ہونا چاہا۔ ذرا سی کوشش میں وہ ذرا سا فاصلہ ہی بنا پائی تھی۔

لیکن یہ کیا۔ اپنے کپڑوں کو دیکھتی دحق سے رہ گئی۔ رات کے سارے منظر
آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے۔ لیکن صرف وہاں تک جب وہ گاڑی میں
بیٹھی تھی۔

اسکے بعد کیا ہوا۔ اسے کچھ بھی یاد نہیں تھا۔ اور اسکے کپڑے۔ اسنے سہم کر
اسے دیکھا۔

غازی اسکے تاثرات سے جان گیا تھا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔

را۔ رات کو۔ ک۔ کیا ہوا تھا۔ م۔ مجھے کچھ یاد کیوں۔ ن۔ نہیں آرہا۔ اور میرا
ڈریس۔ وہ اٹک اٹک کر بولتی بات ادھوری چھوڑ گئی۔ ب۔ بتائیں نا۔

کیا بتاؤں۔ اتنا کچھ ہو گیا کہ۔ وہ لب دبا گیا۔
ک۔ کیا ہوا۔

غازی نے سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھا۔

وہی جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ رات تم خود تو بہکی ساتھ مجھے بھی

بہکایا۔ شرارت سے بولتے آخر میں اسکا لہجہ گھمبیر ہوا تھا

۔م۔میں۔ن۔ نہیں غاز۔م۔ مجھے کچھ یاد کیوں نہیں۔ آنکھوں میں تیزی
سے نمی چمکی تھی۔

روز اب جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب چھوڑو۔

نہیں غاز۔ مینے کچھ نہیں کیا۔ اور مجھے کچھ یاد بھی نہیں۔ آ۔ آپ مذاق کر
رہے ہیں نا۔ وہ سرتاپاؤں گلابی ہوتی۔ بھگے لہجے میں اس سے پوچھنے لگی۔
تم نے ہی تو کیا تھا روز۔ میرے جذبات کو ہوا دے کر۔ خود سکون سے میری
ہی پناہوں میں سو گئی۔

ہاں۔ زر نور نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ سو گئی۔

ہاں سو گئی۔

پوری بات سمجھ آنے پر اسکا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

آ۔ آپنے مجھے ڈرا دیا۔ غصے سے اسکے سینے پر مکے برسائے۔ بہت اچانک ہی غازی نے اسکے بازو قابو کرتے کروٹ بدلی۔

نہیں ہوا تو کیا ہوا۔ اب ہو جائے گا۔ بو جھل لہجے میں کہا گیا۔

غ۔ غاز وہ خوفزدہ ہو گئی۔ وہ مسکرایا اور اسکی خم آنکھوں پر نرمی سے لب رکھے۔

ریلیکس غازی کی جان۔ کچھ نہیں کر رہا۔

اسنے سکون کی سانس لی۔ وہ مچلی تو غازی نے نرمی سے اسے چھوڑ دیا۔

وہ ایک ہی جست میں بیڈ سے اتری۔ سیکنڈ میں ڈریسنگ روم میں بند

ہوتی۔ کچھ یاد آنے پر مڑی۔

وہ جو گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے انگلیاں چٹختے دیکھ بات سمجھ گیا تھا۔ کپڑوں پر پانی گرا لیا تھا۔ اس لیے لائٹ آف کر کے مینے چینج کیے۔
ڈونٹ وری روز شوہر ہوں تمہارا۔ کچھ نہیں دیکھا۔ سوائے۔

وہ جو سکون سے جا رہی تھی اسکے سوائے کہنے پر مڑی۔ اور اسے دیکھا۔ جو
آنکھوں میں شرارت لیے۔ اسے دیکھ رہا تھا۔
سوائے کمر پر اس قاتل تل کہ۔۔

افف وہ شرم سے دوہری ہوئی۔ اور بھاگ کر ڈریسنگ روم میں بند ہوئی۔
بیچھے اسکا جاندار قہقہہ گونجا تھا۔

وہ دروازے سے ٹیک لگاتی گہرے سانس لینے لگی۔

ب۔ بے شرم۔ اسنے دانت کھچائے۔ آئینے میں خود کو دیکھتی چہرہ ہاتھوں
میں چھپا گئی۔ وہ سرتاپاؤں گلابی ہو رہی تھی۔ پھر خود ہی اسکی حرکت پر ہنس
دی۔



وہ لوگ اپنی پوری تیاری کے ساتھ اس جنگل کے چپے چپے میں چھا گئے تھے۔
پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ لوگ وہاں کھڑے تھے۔ جب اچانک قدموں کی
چاپ سنائی دی۔

پوزیشنز ایئر پوڈ سے عینا کی آواز گونجی تھی۔

عینا۔ باسٹ اور انکے ساتھ دو اور ساتھی۔ جنگل میں بنے ہٹ سے تھوڑی
دوری پر چھپے ہوئے تھے۔ وہاں ان سے لوگوں کی پشت ہی دیکھ سکے تھے۔ وہ
قریباً دس لوگ تھے۔

الرٹ رہو سب۔ اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتے ڈاکٹر باسط نے اسے روک لیا۔

عینا پلیز میں پھر کہہ رہا ہوں۔ آپ مت جائیں۔ دیکھیں پولیس کا کام ہے ہمارے اوفیسرز کر رہے ہیں۔ وہاں خطرہ ہے۔

باسط پلیز۔ اس دن کے لئے مینے بہت انتظار کیا ہے اب پیچھے ہٹنا ناممکن ہے۔ اوکے بٹ یہ رکھ لیں۔ اسے اپنی پوکیٹ سے چھوٹا سا پسٹل نکال کر دیا۔ عینا نے گہرا سانس بھرتے اسے تھام لیا۔
اب چلو۔

بی۔ الرٹ ہم لوگ آگے بڑھ رہے ہیں۔ اپنا گھیرا تنگ کرو۔ وہ لوگ ساتھ ساتھ باقیوں کو ہدایت بھی دے رہے تھے۔
کوئی بھی چاپ کیے بغیر وہ لوگ اندر داخل ہوئے۔

سٹاپ۔ کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا۔ پولیس کی بھاری نفری انکے گرد جمع تھی۔

وہ گھیرے میں لیے جا چکے تھے۔ پولیس نے انکا بھاری مال اور بندے اپنے شکنجے میں لیے تھے۔

ہٹ کو پوری طرح سے چیک کیا جا رہا تھا۔ لیکن انہیں وہاں جسکی تلاش تھی وہ نہیں ملا۔

شٹ۔ عینانے ماتھا مسلا۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ غصے سے ہٹ سے کافی دور نکل آئی تھی۔ اچانک اسے اپنے پیچھے آہٹ محسوس ہوئی۔

سنا ہے میری تلاش میں ہو "کسی نے جھک کر اسکے کان کے پاس سرگوشی " کی تھی۔

وہ گھبرا گئی۔ لیکن خود پر قابو پا گئی۔ چھوٹی سی پسٹل پر گرفت سخت ہوئی تھی۔

وہ یکدم مڑی اور سامنے والے پرپسٹل تان گئی۔

عینا تو عینا مقابل بھی اسکو دیکھ کر فریز ہوا تھا۔

عینا کی آنکھوں کے سامنے چند دن پہلے کا وہ واقعہ لہرا گیا۔ جب اس عربی شہزادے کی وجہ سے اسے چوٹ لگی تھی۔ وہ کبھی یقین ناکرتی کہ سب کے بیچ رہنے والا یہ عام انسان ہی بیسٹ یہ اگر اسنے اسکے بازو پر بیسٹ کا ٹیٹو نا دیکھا ہوتا۔

باسط نے اسے آنے سے پہلے بتایا تھا کہ اسکے ہاتھ میں بیسٹ کے نام کا ٹیٹو ہے۔ عینا کہ چہرے پر نفرت و حقارت کے سائے لہرائے تھے۔ جبکہ وہ ساکت سا کھڑا تھا قسمت کے اس کھیل پر۔ جس چہرے نے پچھلے کئی دنوں سے اسے بے چین کر رکھا تھا۔ وہ اسے یہاں اس طرح دکھے گا۔ وہ ہر چیز سے بیگانہ دیوانہ وار بس اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا

ایک پل کے لیے اسے اپنا وہم لگا۔ لیکن یہ وہم نہیں حقیقت تھی۔ وہ مبہوت
سانیلے لباس میں اس شہزادی کو دیکھ رہا تھا۔ جسکی آنکھوں میں ڈر ہلکورے
لے رہا تھا لیکن وہ نڈر بنی اس پر گن تانے کھڑی تھی۔

شہزادی "اس کے لب ہلے۔ عینا یقین ہی نہیں کر پار ہی تھی کہ اتنے"
خوبصورت چہرے کے پیچھے اتنا بھیانک روپ تھا۔ عنکریب وہ ہاتھ بڑھا کر
اسکو چھو لیتا۔ لیکن عینا نے اس کے ہاتھ جھٹک دئے۔

ہمت بھی مت کرنا۔ وہ غرائی۔

بیسٹ۔ چلو۔ کبیر نے اسکا بازو کھینچا۔

لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں
آنکھیں ڈالیں دیکھ رہے تھے۔

فرق صرف اتنا تھا کہ ایک کی آنکھوں میں نفرت تھی۔ تو دوسرے کی آنکھوں میں عشق کی چمک تھی۔ جس سے وہ دونوں انجان تھے۔

ہے ہلنا مت۔ میں شوٹ کر دوں گی۔ وہ دوسرے آدمی کو اسے لے جاتا دیکھ چیخی تھی۔ کبیر نے سیکنڈ سے پہلے گن نکالی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ گولی چلاتا۔

خنجر کا تیز وار اسکا ہاتھ چیرتا چلا گیا۔ آہہ۔ وہ درد کی شدت سے غرایا۔ خون بھل بھل کر نکلنے لگا تھا۔ کبیر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ جو آنکھوں میں وحشت اور غصہ لیے اسے گھور رہا تھا۔

ہاؤ ڈیر یو۔ ہمت کیسے ہوئی۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے وہیں مار دیتا۔ قدموں کی آواز آئی تھی۔ اسکے آدمی چو کنا ہوئے۔

عینا سمجھ چکی تھی کہ اسکی ٹیم پہنچ چکی ہے۔

امن چلو۔ یہاں سے۔ کبیر چلایا تھا۔ لیکن وہ کھڑا رہا۔ اسنے مڑ کر اسے دیکھا۔ جو حیرت و خوف سے اسے دیکھ رہی تھی۔

لیکن اسے اپنی شہزادی کی آنکھوں میں اپنے لیے یہ خوف اچھا نہیں لگا۔ حیرت کی بات تھی۔ اسے ہمیشہ سے لوگوں کا اس سے ڈرنا پسند تھا۔ لیکن آج اسے اس خوف سے ہی نفرت ہوئی تھی۔

وہ آگے بڑھا تو وہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

آگے مت آؤ۔ وہ چلائی۔ کانپتے ہاتھوں سے پسٹل آگے کی۔

وہ مسکرایا۔ ایک قدم اور آگے آیا۔ میں کہہ رہی ہوں مت آؤ۔ میں گولی چلا دوں گی۔ لرزتی آواز میں کہا گیا۔

کہیں تو خود مار ڈالوں۔ بے اختیاری میں کہا گیا۔۔۔

وہیں رکھو۔۔۔ اس کے وارن کیا۔ اس کے بڑھتے قدم اس کی جان نکال رہے تھے۔
پیچھے جنگل کی گہرائی شروع ہو رہی تھی۔ بہت اچانک ہی اس نے ٹریگر دبایا
تھا۔ گولی مقابل کے بازو میں لگی تھی۔ وہ ہلکا سا لڑکھڑایا۔ پھر مسکرا دیا۔ جبکہ
اس کے آدمی اس کی طرف بھاگے تھے۔

سرکنگ کا حکم ہے۔ آپ ابھی کہ ابھی یہاں سے چلیں۔ اس کے ایک آدمی نے
آگے ہوتے کہا۔ تھا۔ عینا کے ساتھ ہی ہر طرف اسے ڈھونڈ رہے تھے۔ گولی
کی آواز پر اس طرف بھاگے۔

وہ جب تک وہاں پہنچے۔ وہ لوگ قریباً نکل چکے تھے۔ بیسٹ دنیا میں اگر کسی
کی بات نہیں ٹال سکتا تھا تو وہ صرف کنگ تھا۔ ابھی بھی وہ بے بس ہوا
تھا۔ ایک گہری نظر ساکت کھڑی اس شہزادی پر ڈالی اور آگے بڑھ گیا۔

اور وہ ساکت سی کھڑی اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔ جس سے پہلی مرتبہ کسی کی جان لینے کی کوشش کی تھی۔

عینا تم ٹھیک ہو۔ عینا۔ کیا ہوا۔ سب لوگ اسکے آس پاس جمع تھے۔ وہ یکدم ہی لڑکھڑائی دماغ مفلوج ہو گیا تھا۔ عیشاء جو کہ اسکی بہت اچھی دوست تھی اسنے اسے سنبھالا۔

اسے گاڑی میں بڑھاتے پانی پلایا تو اسکی حالت سنبھلی۔ کیا ہوا تھا عینا اور گولی کی آواز کیوں آئی تھی۔

مینے چلائی تھی گولی۔

واٹ وہ تقریباً چلائی تھی۔ باقی سب نے بھی پریشانی سی اسے دیکھا۔ اسنے مختصر سا سب کو بتایا تھا۔ سبنے اسے تسلی دی تھی کہ اسنے جو کیا صحیح کیا۔

آج منزل کے اتنے قریب آکر بھی ہم پھر سے خالی ہاتھ رہ باسط غصے سے
بولا تھا۔

نہیں۔ باسط ہم ہارے نہیں بلکہ ہم نے تو کوئی کھیل کھیلا ہی نہیں جو ہار
جاتے۔ مطلب۔

مطلب یہ کہ اگر آج تم لوگ اس تک پہنچ جاتے تو کیا ہم اسے پکڑ سکتے
تھے۔

نہیں نا۔ کیسے پکڑتے کوئی ثبوت۔۔ یہ جو مال ملا ہے۔ اس میس سے تو وہ پانچ
منٹ میں گھر بیٹھے ہی باہر نکل آتا۔ ہمیں اسے اس کے ہی بل میں جا کر پکڑنا
ہے۔ خود اس سے اعتراف کروانا ہے۔ اس کے ذریعے سے اور مجرموں تک
پہنچنا ہے۔ فلحال ہمارے ہاتھ خالی ہیں لیکن بہت جلد ہم لوگ۔ قابو پالیں
گے۔

انشاء اللہ سب نے یک زباں ہو کر کہا تھا۔

عیشا گہری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن فلحال بولی کچھ نہیں۔

وہ لوگ ہو سہیل واپس لوٹ آئے تھے اور بظاہر ڈاکٹر اپنا کام کر رہے تھے۔

پھر سے سردرد ہو رہا ہے۔ عیشا اسکے کین میں آئی تو اسے ٹیبل پر سر رکھے
دیکھ بولی۔ عینا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور پیچھے چیر سے ٹیک لگالی۔ لیکن
بولی کچھ نہیں۔

عین۔ کیا کچھ ایسا ہے جو تو چھپا رہی ہے۔ وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتی
بولی۔ عینا نے اسے دیکھا۔ ع

یشو۔ مجھے اسکی آنکھوں میں کچھ عجیب سا نظر آیا۔ کوئی خاص سی چمک۔

کون کسکی بات کر رہی۔ عیشا الجھی۔ بیسٹ۔ اسنے ایک لفظی جواب دی۔
کیا کہنا چاہتی ہے کیسی چمک۔۔۔

پتا نہیں۔۔۔ وہ سر جھٹک گی۔ چھوڑ۔ وہ اس سے کوئی کیس ڈسکس کرنے لگی۔



امید ہے آپ ہماری دعوت ضرور قبول کریں گے۔ اور دعوت میں آکر ہمیں شرف بخشیں گے۔ وہ اس کے آگے کارڈ رکھتے معنی خیز سے بولے تھے۔

مر تسم نے ایک نظر کارڈ کر اور پھر انہیں دیکھا۔
دیکھتے درانی صاحب میں پہلے ہی بتا چکا ہوں مجھے نا آ پکی بیٹی میں کوئی انٹرسٹ ہے نا آ پکی اس ڈیل میں۔

وہ سر دلہے میں بولا تھا۔ اسکی صاف گوئی پر دارنی کا حلق خشک ہوا تھا۔

وہ ایک لالچی آدمی تھا۔ درانی صاحب پیراپور (مرتسم

کاگاؤں) کی زمین پر ایک فیکٹری بنوانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ گاؤں مرتسم کے انڈر تھا چھپے ایک ماہ سے وہ اسے ہر طرح کا لالچ دے کر دیکھ چکے تھے۔ لیکن ناکام ٹھہرے اس لیے اس بار انہوں نے اپنی بیٹی کے ذریعے یہ گیم کھیلنی چاہی۔ کتنا بھیانک روپ تھا یہ باپ بیٹی کا۔ جو محض کچھ پیسوں کے لئے اپنی بیٹی کو بیچ رہا تھا۔ لیکن جانتا نہیں تھا کہ اسکا پالا کس سے پڑا ہے۔

مرتسم میر شاہ جسے دنیا میں صرف ایک ہی لڑکی سے عشق تھا وہ جس پر وہ حق رکھتا ہے۔

اسے محض ایک ہی عورت پسند تھی وہ جو اسکی بیوی تھی۔ اسکی محرم۔

اپنی ماں بہن کے علاوہ اسے دنیا کی ہر عورت سے الگ تھی۔

وہ عورتوں کی بہت عزت کرتا تھا۔ لیکن کبھی بھی کسی لڑکی کے ساتھ ناتو

ایسے انوالورہا ہے نا ہی کسی بھی لڑکی کو اپنی آس پاس بھٹکنے دیتا تھا۔

ناجانے کتنی ہی لڑکیاں اسکی ایک جھلک پر مرتی تھیں۔۔ وہ ایک کامیاب
بزنس مین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک موٹیویشنل سپیکر بھی تھا۔
وہ کالج۔ سکولز اور یونیورسٹیز میں موٹیویشنل لیکچرز کے لئے بلایا جاتا تھا۔ وہ
خود بھی کسی ناکسی پوائنٹ پر ویڈیوز میں لیکچر دیا کرتا تھا۔

لڑکیوں میں وہ ہوٹ ہینڈ سم شاہ کے نام سے مشہور تھا۔

وہ ایک مکمل مرد تھا۔ بلاشبہ وہ جسکا نصیب تھا وہ عورت خوش نصیب
تھی۔ لیکن اسکا کہنا تھا کہ خوش نصیب تو وہ ہے جس پر اللہ نے اپنی رحمت کی
تھی کہ اسے تحفے میں اپنی پیاری سی بیوی دی۔ اسے یہ کہنے میں کوئی آڑ نہیں
تھی کہ عینا یو سفریٰ مر تسم میر شاہ کا پہلا اور آخری عشق ہے اسکی پہلی نظر کی
محبت ہے۔

آپ غلط سمجھ رہے ہیں شاہ صاحب۔ ایسا کچھ نہیں۔ وہ مصنوعی مسکراہٹ
سے بولے تھے۔ میں تو بس آپ کو اپنی پارٹی میں مدعو کرنے آتا تھا۔ باقی آگے
آپ کی مرضی ہے۔ چلتا ہوں۔ وہ ماتھے سے پسینہ صاف کرتا۔ جلدی سے اٹھا
تھا۔ مرتسم کی سرد نظریں اس کارڈ پر جمیں تھیں۔

جاری ہے۔۔۔۔

#qalbe_ishq

#amanchaudharynovels

#episode_no_16

#Zarnoor_ghazi_special

صبح ہی وہ ایک میٹنگ میں مافیا گینگ کے ہمراہ تھا۔ کیونکہ ان سب کے لیے وہ بھی ایک ڈیول ہی تھا۔

ڈیول تو وہ تھا ہی لیکن ان لوگوں کے لئے جو حیوانیت کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے تھے۔

میٹنگ کے آخر پر دوسرے مافیا کے سربراہوں میں سے ایک جو اس دن اس کے گھر موجود تھا زرنور والے واقع میں اس سے زرنور کے بارے میں بات کی تھی۔

بلکہ اس نے بات نہیں گھٹیا پن کی حد کی تھی۔

سنا ہے ڈیول نے دل لگانے کا ہمارا طریقہ اپنایا ہے۔ ڈیول کے رہائش گاہ پر صنف نازک یعنی رات رنگین کرنے کا سامان۔ یعنی۔ رکھ۔ ابھی اسکی بات منہ میں ہی تھی کہ اسکی برداشت کی حد ختم ہوئی تھی۔ اور نے بنا کسی کی پرواہ کیے اسے دھونک کر رکھ دیا تھا۔

اسکی ہمت کیسے ہوئی میری بیوی کے بارے میں اتنی گھٹیا بکواس کرنے میں
میں اسے جان سے مار ڈالوں گا۔ غازی نے اسے اتنی شدت سے مارا تھا کہ وہ
بمشکل ہی بچ پایا تھا۔

وہ بھی باقی لوگوں نے اسے زبردستی اس آدمی سے چھڑایا تھا۔ لیکن وہ پھر
شیر بنا کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔

وہ میری بیوی ہے میری۔ میری ہے وہ میری۔ وہ جنون و دیوانگی سے اپنے
سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔

میری پاک عزت ہے وہ پردوں میں چھپی ہوئی پاک عورت تم۔ جیسوں
حیوانوں کا سایہ بھی نا پڑنے دوں اس پر۔ "وہ غرایا تھا۔

ہر کوئی اس پاگل بپھرے شیر کو دیکھ رہا تھا جو اپنی بیوی کے لیے اتنی شدت رکھتا تھا۔ اپنے بازوؤں سے سب کے ہاتھ جھٹکتا وہ پھر سے اس آدمی کے پاس آیا۔

یک گھٹنا نیچے ٹکا کر بیٹھتے اس نے اس آدمی کا منہ پکڑا اور سگریٹ جلاتے اسے اسکی زبان پر پر جلتے سگریٹ کو رکھا تھا۔

یہ میری بیوی کے بارے میں اتنی گھٹیا بکواس کرنے کے لیے۔ جو بھی میری عزت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا اسکا اس سے برا حال ہو گا دیکھ لو سب۔
احمر جو کہ اسکے پاٹنر کر کے روپ میں اسکے ساتھ تھا کسی طرح اسے قابو کیا۔ مجبوراً اس نے عالم صاحب کو فون کیا تھا۔ جو آنا فانا سے لے گئے تھے۔
بمشکل ہی اسے سمجھاتے بھجاتے قابو کیا تھا۔



تمہیں میری بات پر غور کرنا چاہیے اور جتنی جلدی ہو سکے یہ کام پورا کرو یہ نا
ہو کہ تمہیں بعد میں کوئی بڑا نقصان اٹھانا پڑے۔ وہ پر سوچ نظروں سے
اسے دیکھتے ہوئے بولے۔۔

پہلے کی بات الگ تھی لیکن اس دن زر نور نے سب کے سامنے آکر غلطی کر
دی۔ اور پھر تمہارا ریکشن اس لیے جتنی جلدی ہو سکے چھوٹا سا ریسپشن اریج
کرواؤ۔

ان لوگوں کے منہ بند کروانا ضروری ہو گیا ہے اب۔ اسنے بس سر ہلایا اور
وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

غصے کی شدت سے اسکی رگیں پھول گئیں تھیں۔ ماتھے پر ان گنت بل
تھے اور آنکھیں اس قدر سرخ تھیں کہ کوئی بھی ڈر جائے۔

اسکا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔ شام تک سڑکوں پر آوارہ گردی کرتے اسنے گھر کی طرف رخ کیا تھا۔ سگریٹ کی پوری ڈبی ختم کر چکا تھا۔ آخری سگریٹ کو بجھاتے اسنے گاڑی کو ہواؤں میں اڑایا تھا۔

وہ دروازہ لوک کرتے اندر آیا تو اسکا دماغ گھوم کر رہ گیا۔ جسکے لیئے وہ وہاں دنیا سے لڑ کر آ رہا تھا۔

وہ میڈم مزے سے کسی اور سے اظہار محبت میں مگن تھیں۔ اسنے مٹھیاں میچیں۔

آج یہ لڑکی مرے گی میرے ہاتھوں۔ سامنے ہی وہ فون پر نوشین سے گوہر افشانی میں مصروف تھی۔

یار سالار کی تو بات ہی الگ ہے۔ کاش کوئی مجھے سلار دیتا تو میں ساری دنیا
چھوڑ کر بس اسی کے ساتھ چلی جاتی۔ ارے تمہیں نہیں پتا جو سالار میں ہے نا
وہ کسی اور میں۔

اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ہی غازی نے جھٹکے سے اسکے ہاتھ سے فون لیا
تھا۔ بازو سے پکڑتے اسے اپنے روبرو کیا۔
کون ہے یہ سالار ہاں۔ تمہاری اتنی ہمت کہ میرے ہوتے ہوئے کسی اور کو
دل میں رکھو۔ ہاں کون ہو ہے وہ بولوں۔ وہ ڈھاڑا تھا۔
وہ تو بوکھلا ہی گئی۔

غ۔ غازن۔ نہیں آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ اتنے دن سے وہ اسکی نرمی کی
عادی ہو چکی تھی۔ اچانک اب پھر سے اسے

پہلے دن والے روپ میں آتے دیکھ جی جان سے کانپی تھی۔ آنکھوں میں
تیزی سے نمی ابھری تھی۔

غ۔ غازی وہ۔ ہچکی لی۔ اسکے آنسوؤں سے وہ پل میں نرم پڑا تھا۔ گرفت نرم
کرتے اسنے گہری سانس لی۔

بتاؤ کون ہے سالار ابکی بار نرمی سے پوچھا تھا۔
وہ ن۔ ناول می۔ میں ہے۔ کہتے وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

ناول اسنے ہونق بنے اسے دیکھا تھا۔ ایک فرضی کردار۔

ہاں اسنے سر ہلایا۔

افف۔ غازی نے ماتھا مسلا۔ اسے دیکھا جو چہرہ ہاتھوں میں چھپائے اسکے ڈر
سے اتنا رو رہی تھی۔ غازی نے کھینچ کر اسے سینے سے لگایا۔

ہے۔ روز۔ ایم سوری۔ سوری میری جان۔ زر نور نے اسکا حصار توڑنے کی
بھرپور کوشش کی لیکن کوئی فائدہ نہیں۔ پھر اسی کے سینے میں منہ چھپائے رو
دی۔

آ۔ آپ ہمیشہ ایسے ہی کرتے۔ ہمیشہ ہی غ۔ غصہ کرتے رہتے ہیں پ۔ پھر
سوری بول دیتے۔ ہیں۔ م۔ میں آ۔ آپکوس۔ سوری نہیں لوں گی۔ اس بار۔
زر نور نے اسکے سینے پر نازک ہاتھوں کے مکے برسائے۔

غازی نے اپنے لب کاٹے اسے خود پر بے انتہاء غصہ آیا۔ آخر وہ خود پر کیوں
کنٹرول نہیں رکھ پاتا تھا۔

جان۔۔ غازی نے اسکا چہرہ زبردستی اپنے سامنے کیا۔

اس بار معاف کر دو پلیز۔ آئندہ کبھی نہیں کروں گا ایسا۔ آخری بار میری جان۔

روز ادھر دیکھو وہ اسکے منہ موڑنے پر تڑپ کر بولا۔ تم جو چاہے سزا دے لو
روز پلیز۔ لیکن منہ مت موڑو۔

پکا۔ سوں سوں کرتے خفگی سے پوچھا۔
آئندہ ایسا کیا تو۔

بلکل بھی نہیں میری جان۔ کبھی بھی نہیں کروں گا۔ اگر کیا تو۔ تو مجھے اپنے
ہاتھوں تو مار دینا۔

غاز۔۔ وہ مرنے کی بات پر تڑپ کر بولی۔ میں نے ایسا تو نہیں بولا غاز۔

اچھا تو پھر میری سزا بتا و جلدی سے مینے اپنی جان کو رلایا تو مجھے بھی تو سزا ملنی
چاہیے نا۔ وہ اسکے ساتھ بلکل ہی بچہ بنا کھڑا تھا۔
ٹھیک ہے پھر آپ سٹ۔ سٹینڈ کریں۔

بس سٹ سٹینڈ۔

ہاں جی کریں ابھی کہ ابھی۔ وہ روعب جماتے بولی۔

وہ کھلے دل سے مسکرا دیا۔ اسکی معصوم جان کی سزا بھی اسکے جیسے معصوم
تھی۔

اسنے خوشی سے اٹھک۔ بیٹھک شروع کی۔ بس۔ چار پانچ کروانے کے بعد ہی
اسنے اسے روک دیا۔ کہ وہ تھک جائے گا۔

لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ۔ وہ باڈی بلڈر گھنٹوں جم میں کتنے ہی بھاری بند لڑ
اٹھاتا ہے۔ وہ کہاں تھکے گا اسکی چھوٹی سی سزا سے بڑے بڑے غنڈوں کو ایک
ہی ہاتھ سے پٹک دیتا تھا۔
بس اتنا ہی۔

ہم اسنے بچوں کے جیسے سر ہلایا۔
تو سوری ایکسیپیٹڈ۔

انم او کے۔ معاف کیا۔ آپ بھی کیا یاد رکھیں گے۔ اسنے کسی سخی کی طرح
ہاتھ جھاڑے۔

وہ مسکرا دیا۔ ہم تو اب اس غلام کر کچھ کھانے کو بھی ملے گا۔ وہ بیچاروں کے
جیسے منہ بنا کر بولا۔

زر نور کا منہ کھل گیا۔ کہاں وہ شہزادوں کی سی آن بان رکھنے والا یونانی دیوتا
خود کو اس کا غلام کہہ رہا تھا۔ اسے اپنے نصیب پہ رشک سا آیا۔

لیکن مجھے تو کھانا بنانا ہی نہیں آتا۔ وہ بمشکل ہی صبح کا ناشتہ ہی بنا پاتی تھی
۔ معصوم سامنہ بنا کر بولی۔

غازی کو اس پہ ٹوٹ کہ پیار آیا اختیار ہی جھکتے اسکو ہونٹوں کو چھوتے پیچھے ہوا
۔ وہیل میں گلابی ہوئی۔

کوئی بات نہیں میں ہوں نا چلو۔ آج مل کے بناتے ہیں۔ وہ اسے لیے کچن میں
آگیا۔ ہلکی پھلکی شرارتوں میں وہ کھانا تیار کر چکے تھے۔ کھانا کھا کر وہ برتن
اٹھانے لگی اور غازی روم میں چلا گیا۔

وہ روم میں آئی تو وہ شرٹ لیس اندھے منہ لیٹا تھا۔ اسے لگا شاید سو گیا۔ اب اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ بیڈ پہ جائے یا نانا جائے کیوں کہ وہ پورے بیڈ پر الٹا سیدھا لیٹا تھا۔

روز ادھر آو۔ وہ ابھی قدم اٹھاتی غازی نے سیدھے ہوتے اسے بلایا تھا۔ وہ جھجھکتی اسکے قریب آئی تھی۔

غازی نے ایک جھٹکے سے اسے خود پر گراتے اپنے حصار میں لیا تھا۔ روز۔ کچھ دیر تک اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے اسے پکارا۔

جی۔ اسکے سینے پر سر رکھے آنکھیں واکیں۔

روز کل ہمارا چھوٹا سار لیسپشن رکھا ہے۔

جی۔ اسنے نا سمجھی سے سراٹھا کر اسے دیکھا۔

روز میرے سر کل میں بہت سے لوگ ہیں اس لیے سب سے تمہیں
متعارف کروانا ہے۔ انہیں بھی تو پتا چلنا چاہیے کہ اب یہ شیر ایک شیرنی کا
ہے۔

ڈونٹ وری بس چھوٹا سا فنکشن ہے اور عالم انکل ہی فیملی بھی ہوگی نا۔ سارا
کچھ میں سنبھال لوں گا اوکے۔

اوکے۔ وہ سر ہلا گئی۔ چلو پھر سو جاو اب۔ صبح تھک جاو گی۔ اسکا ماتھا چومتے وہ
آنکھیں موند گیا۔



اگلی صبح کافی خوشگوار تھی۔ ہر طرف گہما گہمی تھی۔ صبح ہی احمر کی امی اور
نوشین بھی آگئیں تھیں۔ ناجانے کیا کیا اسکے منہ پر لگایا جا رہا تھا۔ اور تو اور
آسکے ہاتھوں پاؤں پر بھر بھر کر مہندی بھی لگادی تھی۔

وہ گھبرائی سی اپنا آپ انکے حوالے کیے بیٹھی تھی۔ صبح سے شام ہوگی۔
اسکو ویسے کے لیے بھرپور تیار کیا جا چکا تھا۔ وہ حد سے زیادہ نروس تھی۔
ندا بیگم اور نوشین اسکے ساتھ تھیں اور اسے تسلی دے رہیں تھیں۔ وہ لوگ
اسے سیٹج کی طرف لے جا رہیں تھی۔

غازی اسے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اوف وائٹ ہلکے کام والی میکسی میں موقع کی
مناسبت سے میک اپ کیے ڈوپٹہ اچھے سے سر پر سیٹ کیے وہ غضب ڈھار ہی
تھی۔

وہ دیوانہ وار اسے دیکھے گیا۔ وہ خود بھی وائٹ تھری پیس پہنے ماحول پر چھایا ہوا تھا۔ سب نے مڑ مڑ کر اس پری کو دیکھا تھا جو سہج سہج کر قدم اٹھاتی اپنے دیو کی جانب بڑھ رہی تھی۔

احمر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے ہوش دلایا۔ اس نے چاکلیٹی بالوں میں ہاتھ چلایا تھا۔ پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اس تک گیا۔ اس کی نظریں تھیں کہ اس پر سے ہٹنے سے انکاری تھیں۔

ناصر ف ایسی بلکہ وہاں کھڑے ہر شخص کی۔ یہ سوچ ہی اس کے ماتھے پر بل لے آئی۔

اس نے اس کے ڈوپٹا کو اٹھاتے اس کے چہرے پر گھونگھٹ کیا تھا اب ٹھیک ہے۔ اطمینان سے ایسا ہاتھ تھا متے اسے احتیاط سے سٹیج پر لایا۔ ایک ہاتھ سے اس کی کمر گرفت کرتے دوسرے ہاتھ سے مائیک پکڑا تھا۔

لیڈیر اینڈ جینٹل مین۔ اسٹیشن پلیز۔ میٹ مائے لائف مائے وائف زرنور
شاہ۔ وہاں پر کی بڑی شخصیت موجود تھی۔ وہ کوئی عام انسان تو نہ تھا۔ ایک
دنیا سے جانتی تھی۔ اسکا ایک نام تھا۔

وہ خود دیوتاوں جیسا حسن رکھتا تھا اور اسکے پہلو میں کھڑی وہ اپسراؤں کو مات
دیتی تھی۔ ایک دو باتیں اور کرنے کے بعد اسنے مائیک احمر کے حوالے کیا۔
اور اسے لے کر صوفی کی طرف بڑھا۔ اسکا وجود ہولے ہولے کانپ رہا
تھا۔

ایک ہاتھ سے اسے اپنے حصار میں لیا۔ ریلیکس میری جان۔ ایزی۔ سب
ٹھیک ہے۔

ہمم۔ وہ سر ہلا گئی۔

کافی حد تک ریلیکس ہو چکی تھی۔ غازی کے ساتھ کام کرنے والے کچھ لوگ
اسکی طرف بڑھے تھے۔

ماننا پڑے گا غازی۔ ایسے ہی تو نہیں تم پاگل ہوئے جا رہے۔ انکے لیے تو کوئی
بھی دیوانہ ہو جائے۔ غازی کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھتے احمر نے سب کو
کھانے کی طرف متوجہ کیا تھا۔

غازی نے نوشین کو اشارہ کیا تو وہ زرنور کو لے کر اندر بڑھ گئی۔
دیکھا بھا بھی مینے بولا تھا نا۔ برو آپکو دیکھتے ہی رہ جائیں گیں۔ دیکھا ہوا بھی
یہی۔ وہ کھانا کھاتے ساتھ اسے چھیڑ بھی رہی تھی۔

زرنور جھنپ گئی۔ اسکا جوڑا بھی صبح ہی غازی نے خود آڈر کیا تھا۔

چلیں بھا بھی اب باری آگئی برو کے سر پرائیز کی۔

کیا مطلب وہ ابھی چلیں تو بتاتی ہوں۔

اسکے کمرے میں کافی ساری لڑکیاں اکھٹی ہوئی تھیں۔

محفل رات تک چلی۔ وہ سب کو سی۔ اوف کرتا تھا ہمارا اندر آیا تھا۔

چلو بیٹے اب ہم بھی چلیں گئیں۔ احمر کی فیملی بھی تیار تھی۔

بہت شکریہ آئی اپنے بہت ہیلپ کی۔ ارے شکریہ کی کیا بات ہے بیٹا تم
میرے لیے بالکل احمر جیسے ہو۔ وہ مسکرا دیا۔

اور برو میں۔ ارے تم نے سب سے زیادہ ہیلپ کی۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتا
بولا۔

چلیں پھر نکالیں میرا نیک۔

نیک۔۔۔؟

ہاں نیک۔ یہ بہن کا حق ہوتا۔ بھائی کو کمرے میں جانے سے پہلے یہ دینا
پڑتا۔ چلیں نکالیں۔

غازی کے چہرے پر سایہ لہرایا تھا۔ لیکن خود پر قابو پاتے اس نے مسکرا کر اس کے
ہاتھ پر اپنا والٹ خالی کیا تھا۔ برو اتنے زیادہ۔

رکھ لو تمہارا حق ہے۔

وہ لوگ جانے لگے تو۔ وہ مڑی۔ برو۔

ہاں کیا ہوا۔ سنبھل کر جائے گا۔ اندر بہت بڑا سر پرانز آپ کا انتظار کر رہا

ہے۔ وہ شرارت سے بولتی بھاگی تھی۔

سر پرانز وہ الجھا۔ پھر اسکی شرارت سمجھتے سر جھٹکا۔

اسے آج نو شین کو دیکھتے شدت سے کسی کی کمی کا احساس ہوا تھا۔ سگریٹ

سلکھاتے اسکی آنکھوں کے سامنے زر نور کا چہرہ چھم سے لہرایا تھا۔

اس پری وش نے آج اسکے سلگتے جز باتوں پر جیسے پیٹرول چھڑکا تھا۔ دل چاہ

رہا تھا کہ آج ہر دوری مٹا کر اسکی روح میں سما جائے لیکن وہ جانتا تھا کہ ابھی وہ

ان سب کے لیے تیار نہیں۔

اس لیے باہر بیٹھا خود کو سگریٹ میں الجھا رہا تھا۔ جب احمر کا میسج آیا۔

سر پرانز دیکھ کر بھائی کو بھول مت جانا۔ پھر سے سر پرانز۔ وہ الجھا۔ سگریٹ بجھاتے اسکے قدم اپنے کمرے کی طرف تھے۔

دروازہ کھولتے اندر کا ماحول دیکھتے وہ اپنا سانس تک روک گیا۔

پورا کمرہ گلاب کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ یہاں تک کہ فرش بھی پھولوں سے ڈھکا تھا۔ گلاب کے پھولوں کی خشبوں اسکی سانسوں میں گھلی تھیں اسکے گہری سانس کھینچی۔

دروازہ لوک کرتے وہ پلٹا تو جیسے آگے بڑھنا بھول گیا۔ پھولوں سے سچے بیڈ پہ وہ پریوش سرخ رنگ کے لہنگے میں گھونگھٹ نکالے بیٹھی تھی۔ غازی ٹرانس کی سی کیفیت میں آگے بڑھا۔

پھولوں کو ہٹاتا آہستہ سے اسکے قریب بیٹھا۔ وہ خود میں سمٹ گئی۔ غازی نے آہستہ سے انکا گھونگھٹ پلٹا۔ وہ ساکت رہ گیا۔ بریڈل میک اپ میں وہ قہر ڈھار ہی تھی۔

بالوں کا جوڑا بنائے مانگ نکال کر ماتھا پیٹی لگائی گئی تھی۔ تیکھی ناک میں بڑی سی نتھلی تھی کانپتے سرخ ہونٹوں پر نتھ کا موتی بوسے دے رہا تھا۔
نتھ کی لڑی جو موتیوں سے سبھی تھی بالوں میں اٹکائی گئی تھی۔ گھنی پلکیں جھنیں مسکارے سے سجایا گیا تھا لرز رہیں تھیں۔
وہ ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔ اسکی کرتی کا گلا کافی گہرا تھا۔ اس لیے وہ شرم سے مری جا رہی تھی۔

غازی نے آہستہ سے اسکا مہندی بھرا ہاتھ تھاما۔
مہندی کی خوشبو اپنے اندر اتارتے اسے اپنی طرف کھینچا۔ وہ کٹی ڈالی کی مانند اسکے سینے سے لگی۔

غازی نے نرمی سے اسکا ڈوپٹہ اتارتے بالوں میں لگی پن کا کھینچا۔ بن بہت ہی ڈھیلا سا بنا ہوا تھا۔ جسکو پنز سے سیٹ کیا تھا۔ ایک پن کھینچنے پر وہ ڈھیلا ہوتا کھلتا گیا۔ اسکے گھنے بال آبشار کی مانند پھیل گئے۔

غازی نے ہولے سے جھکتے اسکے بالوں میں منہ چھپاتے گہر اسانس لیا۔ اسکی
خوشبو کو اپنی سانسوں میں اتارتے۔ وہ اسکے کان کے قریب جھکا۔
یہ سب مجھے پاگل کرنے کے لیئے ہے۔ اگر ہے تو میں پاگل ہو رہا ہوں۔
گھمبیر بو جھل آنچ دیتے لہجے میں سرگوشی کی۔ وہ مچلی۔ تو غازی نرمی سے
پیچھے ہوا۔

ان سے کیا سمجھوں اسکی تھوڑی اٹھاتے اسکا چہرہ سامنے کیا تھا۔
زر نور نے لرزتی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر گھبرا کر پلکیں گرا گئی۔ غازی
گہرا مسکرایا تھا۔
وہ آگے جھکا تو وہ پیچھے ہوتی بیڈ پر گر گئی۔ وہ اس پر جھکا۔ اسکے ایک ایک نقش کو
دل میں اتارتے اسکی پیشانی چومیں۔

روز میری زندگی میں آنے والی پہلی اور آخری لڑکی ہو تم۔ میرا پہلا عشق
اور آخری جنون۔ اسکے ماتھے سے ماتھاٹھکائے وہ دھیمے لہجے میں سرگوشیاں
کرنے لگا۔

میری وحشتوں میں ایک جگنوؤں میں مانند چھائی ہو۔ جس نے میری زندگی میں
روشنی ہی روشنی کر دی ہے۔ روز مجھے خود سے کبھی دور مت کرنا۔
میں زمانے کا ستایا ہوا شخص ہوں۔ تم سے بچھڑا تو مر جاؤں گا۔ مجھے کبھی اکیلے
مت کرنا زرنور تم سے الگ ہوا تو ٹوٹ کر بکھر جاؤں گا۔
تم جو چاہو گی کروں گا۔ تمہارے قدموں میں دنیا لاکے رکھ دوں گا۔ لیکن
مجھے کبھی چھوڑ کر مت جانا۔
وعدہ کرو۔ روز۔

زرنور نے آہستہ اپنا کان پتا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھا تھا۔ وعدہ۔ وہ ہولے سے
بولی۔

زر نور۔ پہلی بار اسنے اسے اسکے نام سے پکارا تھا۔ بھاری سرگوشی کی تھی۔
آنچ دیتے لہجے میں سرگوشی کی (do you love me) ڈیولومی
تھی۔

کہ وہ لرزگی۔ زر نور نے پلکیں اٹھائیں۔ دانتوں تلے لب دباتے۔ وہ ذرا سا
اوپر اٹھی۔

اور لرزتے لب اسکی پیشانی پر رکھے۔ غازی نے سکون سے آنکھیں موند
لیں۔ زر نور نے اسکی آنکھوں پر لب رکھے تو غازی کے آنکھ سے ٹوٹ کر
ایک قطرہ بے مول ہوا تھا۔

وہ اسکا جواب سمجھ گیا تھا۔ اسکے کان کے قریب جھکا۔

I love u from the depths of
my soul۔
لو یو۔ زر نور۔۔

کہتے اسکی کان کی لو کو لبوں سے کاٹا تھا۔ چہرہ گھماتے۔ اسنے اسکی آنکھوں پر
لب رکھے۔

مجھے پسند ہیں یہ آنکھیں جن میں میرا عکس ہے۔ یہ پلکیں جو میرے لمس پر
لرزتی ہیں۔

مجھے پسند ہیں یہ رخسار جس پر میری قربت کے رنگ چھاتے ہیں۔ اسکے
رخساروں کو اپنے ہونٹوں سے چھواتھا۔ اسکی ناک میں پہنی نتھ پر شدت سے
لب رکھے تھے اور ہونٹ پر بوسہ دیتے اس موتی کو لبوں میں دبایا تھا۔
ناک کو نتھ سے آزاد کرتے۔ لبوں کو چھواتھا۔ مجھے پسند ہیں یہ ہونٹ جن پہ
صرف میرا نام ہو۔

اسکے کانپتے ہونٹوں کو ہولے سے چھوتے۔ اسکے وجود کو زیورات کی قید سے
آزاد کیا تھا۔

یکدم ہی جھکتے اپنے سلگھتے لبوں کی گرفت میں اسکے لبوں کو لیا تھا۔ وہ جھکاتو۔
پیچھے ہونا جیسے بھول گیا۔

اسکے لمس میں لمحہ بالمحہ شدت آئی تھی۔ زر نور نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ لیکن جب اسکی شدت میں اضافہ ہوا تو اسکے کالر کو جھٹکا دیا۔ لیکن غازی کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ وہ خود کو سیراب کر کے پیچھے ہٹا تھا۔ زر نور کا تنفس بری طرح سے بگڑا تھا وہ گہرے سانس لینے لگی۔ دل کی دھڑکن اتنی تیز تھی کہ اسے لگا دل باہر آ جائے گا۔ غازی اسکی گردن پر جھکا جا بجا اپنے ہونٹوں کا لمس چھوڑتے اسنے گردن پر بنے تل کو چھوا۔

مجھے پسند ہے یہ تل جو میرے لمس کی شدت سے دھکتا ہے۔ بہکے لہجے میں سرگوشی تھی۔ اسکی آواز اتنی بھاری تھی کہ جیسے کسی نے نشہ دے دیا ہوں۔ آنکھوں میں خمار اتر ا تھا۔ نرمی سے تل کو چھوتے اسنے یکدم ہی اس پر دانت گاڑھے تھے۔

یہ تل مجھے پاگل کرتا ہے۔ آنچ دیتا لہجہ تھا۔ وہ سسکی۔ گردن سے ہوتے اسکے
کان کی لو چھوا۔

روز مجھے سمیٹ لو میں پور پور زخمی ہوں۔ اپنے وجود کی نرماہٹ میں میری
وحشتوں کو گم کر دو۔ اسکے وجود میں گم۔ بھاری سرگوشیاں کر رہا تھا۔
یکدم چہرہ اٹھاتے اسنے اسکی طرف دیکھا۔ دونوں کا تنفس بگڑا ہوا تھا۔ جبکہ
اسکا وجود لرز رہا تھا۔ چہرے میں گلال اتر ا تھا۔

اسنے ذرا سا اوپر ہوتے اپنی شرٹ اتار کر پھینکی تھی۔ ایک ہاتھ اسکی کمر میں
ڈالتے دوسرا ہاتھ اسکے بالوں میں الجھایا تھا۔

چہرہ اوپر اٹھاتے سانسوں میں سانسیں الجھائیں تھیں۔ اتنی شدت سے کہ
اسکا وجود لرز گیا۔ اسکے چہرے کے ایک ایک نقش کو چومتے۔

اسکا ہاتھ اسکی کمر کی گہرائیوں میں الجھا تھا۔ یکدم ہی اسکی کرتی کی ڈوری کو ہاتھ میں لیتے اسنے کھینچا تھا۔ کہ وہ اسکی کرتی سے الگ ہوتی اسکی کمر کو نمایا کر گئی۔ غازی نے اسکے کندھے سے کرتی ہٹاتے اپنے لب رکھے تھے۔

غ۔ غازی۔ بگڑے تنفس سے پکارا۔ یکدم ہی اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے پیچھے کیا تھا اور خود رخ موڑ گئی۔

غازی مسکرایا۔ اسکی کمر پر جھکتے شدت سے وہاں اپنا لمس چھوڑا تھا۔ وہ گھبراتی اسکی طرف پلٹ آئی۔

غ۔ غازی پلیر۔ تیز ہوتی سانسوں سے پکارا تھا۔

برداشت کرو میری جان۔ اسکی کمر کو سہلایا تھا۔ اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اپنے
سینے میں بھینچا۔

روز۔ بو جھل لہجے میں پکارا۔ زر نور نے ہولے سے پلکیں اٹھائیں۔
اجازت ہے۔ مخمور لہجے میں اسکی آنکھوں میں دیکھتے اجازت طلب کی۔ وہ
کچھ بھی کہے بغیر آنکھیں موندتی اسکی گردن میں باہوں کا ہار ڈال گی۔
غازی سرشار سا اس پر جھکا۔

مجھے عشق ہے اس وجود سے جس پر میرا اور صرف میرا حق ہے۔ روز تم
میری زندگی ہو۔ میری روح کی ساتھی۔
میری کانٹوں بھری زندگی میں کھلا ہوا گلاب۔ میرا عشق۔ روح عشق، قلب
عشق، اسکی انگلیوں میں انگلیاں الجھاتے پوری طرح سے اپنی گرفت میں
اسکی کانوں میں میٹھی سرگوشیاں کرتے وہ اس پر جھکا اور جھکتا چلا گیا۔

جیسے جیسے رات گہری ہو رہی تھی اسکی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ کمرے
میں زو معنی خاموشی تھی دونوں کی سانسوں کی بھاری آواز گونج رہی تھی۔ وہ
کبھی اسکی شدت سے گھبرا جاتی تو کبھی اسکی نرمی سے اسکی بانہوں میں پگھل
جاتی۔ گزرتی رات کے ساتھ ساتھ غازی نے قطرہ قطرہ اسے خود میں اتارا
تھا۔

اسنے موبائل نکال کر عینا کی لوکیشن چیک کی تو شہر سے اتنی دور جنگل میں
دیکھ کر اسکے ماتھے پر بل پڑے۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ سارے کام پس پشت ڈال
کر وہ گاڑی کی چابی اٹھاتا اجلت میں نکلا تھا۔

سر۔ ساحرا سکے پیچھے بھاگا۔

سرا بھی آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آدھے گھنٹے میں میٹنگ ہے آپکی۔

مرتسم نے ماتھا مسلا۔ ناجانے کیوں اسے بے چینی سے ہو رہی تھی۔
ساحر میٹنگ تم سنبھال لینا مجھے ابھی جانا ہے۔ گارڈز کو ہاتھ کے اشارے سے
روکتا وہ گاڑی خود ہی ڈرائیور کر رہا تھا۔ اسنے دوبارہ چیک کی تو اسکی لوکیشن
ہو سپٹل کی شو ہو رہی تھی۔ اسے کچھ سکون ملا۔

گاڑی ہو سپٹل کے راستے ڈال دی۔ وہ ہو سپٹل پہنچا تو۔ وہاں کاسٹاف اسے
پہلے ہی جانتا تھا۔ ویسے بھی مرتسم میر کو کون نہیں جانتا تھا۔ جانا بزنس
ٹائیکون تھا وہ۔

لیکن وہ لوگ اسے عینا کے منکوح کے حوالے سے بھی جانتے تھے۔
اسلام و علیکم میر بھائی آپ یہاں۔ عیشاء اسے دیکھتی حیرانی سے اسکی طرف
آئی۔

والسلام۔ وہ عینا سے کچھ کام تھا۔ اسے کچھ سمجھ نا آیا کہ کیا بولے اس لیے یہ
بول دیا۔

او کے عینا اپنے کین میں ہی ہے۔ آپ چلے جائیں۔ وہ فری ہی ہے۔ وہ لب
دبا کر بولی۔ آنکھوں میں شرارت تھی۔

اب مرتسم کے جانے کے بعد وہ عینا کا خوب ریگارد لگانے والی تھی۔



اسنے گہرا سانس لیتے دروازہ کھولا۔ آہٹ پر عینا نے چونک کر ٹیبل سے سر

اٹھایا۔ اسکی آنکھوں کا حشر دیکھتا مرتسم تڑپ کر اسکے پاس آیا تھا۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ عین کیا ہوا۔ یہ کیا حشر کر لیا ہے آپنے۔ اسکا چہرہ ہاتھوں

کے پیالے میں بھرتے بے چینی سے سوال کیا۔

وہ کچھ بھی نابولی۔ خاموشی سے اسکے سینے پر سر رکھتے۔ اسکے گرد باہوں کا

حصار باندھ گئی۔

مرتسم نے اسکے گرد بازو باندھے تھے۔

عین۔ میری جان۔ بتائیں گی نہیں تو مجھے کیسے پتا چلے گا۔ مر تسم نے اس کے
بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ عینا کی آنکھ سے ایک آنسو خاموشی سے نکل کر اس کے
سینے میں جذب ہوا تھا۔

اور پھر ناجانے کتنے ہی آنسو بے مول ہوتے گئے۔ عین وہ بے چین ہوا۔ اس کو
اپنے سامنے کرنے کی کوشش کی لیکن وہ سختی سے اس کے سینے میں منہ دے
گی۔

ش۔ شاہ وہ۔۔ وہ کیوں مر گی شاہ۔ کیوں چلی گی مجھے چھوڑ کر۔ اگر جانا تھا تو
مجھے کیوں نہیں ساتھ لے گی۔ وہ تو میری بچپن کی ساتھی تھی ناشاہ۔ پھر
کیوں چلی گی وہ مجھے تنہا کر کے۔ سسکتے اس سے سوال کیا تھا۔

اور مرتسم وہ بے بسی سے ہونٹ بھینچ گیا۔ کتنی ہی دیر وہ سسکتی رہی۔ بس
مرتسم سے اور برداشت ناہوا۔

ششش۔ عین بس کریں یار۔ ایسی باتیں کر کے آپ اسکی روح کو تکلیف دے
رہی ہیں۔ مجھے مار رہی ہیں۔ زبردستی اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا تھا۔
یہاں بیٹھیں۔ اسنے چیئر پر بٹھا کر پانی کا گلاس منہ کو لگایا۔ گھٹنوں کے بل اسکے
سامنے بیٹھا۔

عین یہ زندگی ہے میری جان۔ یہاں روز ہزاروں لوگ پیدا ہوتے ہیں اور
اتنے ہی مرتے ہیں۔ مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا عینا۔ صبر کیا جاتا
ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہنا آسان ہے۔ لیکن جس پر گزرتی ہے اسکا حال کوئی
نہیں سمجھ سکتا۔

صبر کرنا چاہتی ہوں شاہ۔ لیکن صبر آتا ہی نہیں۔ میں کیا کروں شاہ۔ کبھی
کبھی وہ مجھے بہت بہت یاد آتی ہے شاہ۔ م۔ میرا دم گھٹتا ہے شاہ۔ میں اسکو بچا
کیوں نہیں سکی۔ وہ میری آنکھوں کے سامنے ہی۔ وہ ہچکیوں سے رودی۔

مر تسم نے اٹھ کے اسکا سر سینے سے لگایا۔ عین وہ سب آپکے ہاتھ میں نہیں
تھا میری جان۔ یہ سب اللہ کی رضا تھی۔ اسکا جانا طے تھا۔ آپ ایسے اسکو یاد
کر کے رو رہی ہیں۔ اگر وہ آپکو ایسے دیکھتی تو برداشت کر پاتی۔
وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

تو پھر پلیز بس کریں۔ میں بھی نہیں برداشت کر سکتا۔ وہ بے بسی سے
بولا۔ وہ اسے کافی دیر پر سکون کرتا رہا۔

کیا حال کر لیا ہے آپ نے اپنا۔ عین خود کے لیے نا سہی میرے لیے ہی اپنی
تھوڑی سی پرواہ کر لیا کریں یا۔ بے بسی کی انتہاء وہ جتنا اسے ماضی سے دور
رکھنے کی کوشش کرتا وہ اسے یاد کر کے اتنا ہی تڑپتی تھی۔

چلیں ابھی گھر چلیں۔ تھوڑی دیر ریٹ کر لیں۔ دیکھیں آپ کو بخار بھی ہو رہا
ہے۔۔ اسکا بازو پکڑتا اسے ساتھ لیے آیا تھا۔

ڈین کو انفارم کرتا وہ اسے لیے شاہ والا آگیا۔ شکر تھا کہ گھر میں کوئی نہیں تھا۔
بی جان۔ قاسم بابا اور آہانہ ماما گاؤں میں تھے۔
حمدان شاہ اور وجدان آفس تھے۔ ملیحہ ماما آرام کر رہی تھیں۔ وش اور عادی
یونی تھے۔ ماہم اپنا بھی اپنے کام پر تھیں۔

شاہ میں کچھ دیر روحا ماما کے پاس بیٹھوں گی۔ وہ سر ہلا گیا۔ خود بھی روز گھر
آتے ہی وہ سب سے پہلے روحا کے پاس ہی آتا تھا۔

اسے گھنٹوں باتیں کرتا کہ شاید وہ اٹھ جائیں۔ چوبیس گھنٹے روحا کے ساتھ گھر کے فرد میں سے کوئی نا کوئی ضرور ہوتا تھا۔ عینا اور مرتسم کی یہ عادت بن چکی تھی کہ وہ گھر آتے ہی سب سے پہلے روحا کے پاس جاتے پورے دن کی روادار سناتے تھے۔

اندر آتے مرتسم نے جھک کر روحا کا سر چوما۔ آپکی بہو کو آپکے پاس چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ بہت تنگ کرتی ہیں۔ سنبھال لیجئے گا۔ وہ آہستہ سے روحا سے بولا یوں جیسے وہ ابھی جواب دے گی۔ وہ سن سکتی تھی۔ لیکن کوئی حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ تب تک عینا بھی فریش ہو کر آگئی۔

آپ کچھ کھائیں گی۔ اسے آتے دیکھ پوچھا۔ ابھی بالکل دل نہیں چاہ رہا۔ میں کچھ لائٹ سا بنا لیتا ہوں خود۔ آپ بیٹھیں۔ جھک کر اس کا سر چوما۔ وہ اچھی کو کنگ کرتا تھا۔ اور سب کو ہی اسکے ہاتھ کا کھانا بہت پسند تھا۔ عین کبھی کبھی

ضد کر کے اس سے کچھ نا کچھ بنواتی رہتی تھی۔ وہ گہرا سانس بھرتے روحا کے پاس ٹک گئی۔

اب آٹھ جائیں ناما۔ اور کتنا انتظار کروائیں گی۔ اتنے سال کم ہیں کیا۔ دیکھیں آپ کا بیٹا کتنا زمرہ دار اور بڑا ہو گیا۔

شاہ آپ کو بہت مس کرتے ہیں۔ وہ کسی کو کچھ بتاتے نہیں لیکن وہ خود بھی اندر سے ٹوٹے ہوئے ہیں قدرت نے جو چھینا ہے اسکی جگہ کبھی کوئی نہیں لے سکتا۔

اور ماں باپ کی تو کبھی بھی نہیں۔ یہ مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے۔ وہ ادا اس مسکراہٹ سے بولی۔

کیا باتیں چل رہی ہیں۔ مرتسم اسکے لیے لائٹ سائینڈ وچ اور جو س لایا تھا۔

آپکی شکایتیں کر رہی ہوں۔ ماما کے بیٹے مجھے بالکل بھی سکون سے نہیں رہنے
دیتے۔ مرتسم نے اسے گھورا۔
عینا نے مسکراہٹ دبائی۔

چلیں یہ کھائیں۔

شاہ۔ اسنے منہ بنایا۔ وہ کھانے کے معاملے میں ایسی ہی تھی۔ بس رات کو ہی
ٹھیک سے کھاتی تھی۔ ورنہ دن میں اسے زبردستی ہی کوئی کچھ کھلا دے تو
ٹھیک۔

عینا یہ فنش کریں ابھی۔ برے برے منہ بناتے۔ اسنے سینڈوچ ختم کیا تھا۔
جوس ختم کرتے ہی مرتسم نے اسکے آگے میڈیسن کی۔ یہ کھالیں۔ لائٹ سا
بخار بھی آپکو۔

عینا نے اسے گھورا۔ شاہ ڈاکٹر میں ہوں آپ نہیں۔

پتا نہیں آپکو ڈاکٹر بنا کسے دیا۔ ایسی ڈاکٹر جسے خود کی ہی صحت کا خیال
نہیں۔ بہانے مت بنائیں کھائیں شاباش۔

چلیں اب اٹھیں کچھ دیر آرام کر لیں۔ اسے گلاس لیتے کہا تھا۔ عینا نے جھک
کر روحا کے ماتھے پر لب رکھے۔ رات کو ملیں گے۔

ابھی آپکے یہ کھڑوس بیٹے مجھے یہاں رہنے نہیں دیں گے۔ مرتسم نے اسے
گھورا۔ پھر ہاتھ پکڑتے اسکے کمرے میں لایا سو جائیں تھوڑی دیر۔

اسے لٹاتے اس پر کمفرٹ صحیح کیا۔ خود اسے سرہانے ٹک کر اسکے بالوں میں
انگلیاں چلانے لگا۔ وہ پرسکون ہوتی جلد ہی نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔

مرتسم نے آنکھیں بند کر کے بیڈ کراون کے ساتھ ٹیک لگالی۔ اسے پتا ہی
نہیں چلا وہ خود بھی گہری نیند میں چلا گیا۔



قریب ڈیڑھ بجے اسکی آنکھ کھلی تھی۔ اسنے کروٹ لی تو۔ اسکا ہاتھ کسی کے
ہاتھ سے ٹکرایا۔ اسنے ذرا سی آنکھیں کھولیں۔ مرتسم کو وہیں ٹیک لگا کر
سوتے دیکھ حیران ہوئی۔ پھر مسکرا دی۔

شاید رات سے نیند نہیں پوری ہوئی۔ ورنہ وہ تو رات کو بھی دیر تک جاگتے
کام کرتا تھا۔ سکون کہاں ہوتا تھا اسکو۔

لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ۔ جب محبوب پاس ہو تو۔ اسکی پناہوں میں جو
سکون ملتا ہی وہ انسان کو مدہوش کر دیتا ہے۔ ہر بے سکونی سے آزاد کر دیتا
ہے۔

وہ دھیرے سے اٹھی۔ آہستہ سے اسکے سر کے نیچے تکیے رکھتے اسے سیدھا
کیا۔ وہ شاید زیادہ ہی گہری نیند میں تھا۔ اس لیے نہیں جاگا۔ ورنہ ہلکی سی
آہٹ سے بھی بیدار ہو جاتا تھا۔

فریش ہو کر آئی۔ تو موبائل اٹھاتے نوٹیفیکیشن چیک کیے۔ زوہر کی نماز میں
ابھی ٹائم تھا۔ از انیں ہو رہی تھیں۔ یہ نماز کی پابندی بھی اسے مرتسم نے ہی
کروائی تھی۔

وہ سوچتے مسکرائی۔

بور ہوتے وہ باہر آئی ماما کے روم میں جھانکا تو۔ وہ خود تو سو رہی تھیں۔ لیکن
انکے پاس ہی ہانم لیٹی ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔

شاید وہ بھی ابھی نیند پوری کر کے اٹھی تھی۔ وہ اسے دیکھتی کھل اٹھی۔ کہ
آج ماہم اپنا اسے ساتھ لے کر نہیں گئیں۔

ماہم کبھی کبھی اسے اپنے ساتھ لے جاتی تھی۔ وہ چا پ پیدا کیے بغیر آگے
بڑھی اور آہستہ سے اسے اٹھا لیا۔ اور باہر آگئی۔ ہانم اسے دیکھتی کھلکھلائی۔

آنی کی جان۔ میرا بچہ۔ اپنے مس کیا مجھے۔ اسکے چہرے کو چومتے عینا اس سے باتیں کرنے لگی۔ جبکہ وہ آگے سے کھلکھلا دی۔

ہاہا۔ عینا کا قہقہہ گونجا۔ میلا بچہ۔ خوش ہو رہا ہے۔ جیسے آنی آپکو جو ک سنار ہی ہوں۔

جب آپ بڑی ہو جاو گی نا تو آنی آپکو اپنے ساتھ لے۔ جایا کریں گی اوکے۔ وہ اس سے کھیلتی۔ سرگوشیاں کرنے لگی۔ ہانم اسکے کبھی غور سے دیکھتی مسکرا دیتی تو کبھی کھلکھلا کر ہنس دیتی۔

آدھے گھنٹے تک وہ اس سے کھیلتی رہی پھر روم میں آگئی۔ نماز کا ٹائم ہو رہا تھا۔ روم میں آئی تو مرتسم کو سوتے دیکھ شرارت سے مسکرائی۔

کیوں نا آپکے چاچو کے ساتھ شرارت کی جائے۔ وہ سرگوشی میں ہانم سے بولی۔ ایک ہاتھ سے اسے اٹھائے دوسرے ہاتھ سے اپنا کام سرانجام دیا۔

ہا۔ اب آئے گا مزہ۔ پھر ہانم کو اسکے پاس لٹاتے واپس آتے وضو کیا مرتسم کے جاگنے سے پہلے اسے نماز شروع کرنی تھی۔

منہ پر ننھے ہاتھ پڑنے سے وہ بیدار ہوا۔ نا سمجھی سے آنکھیں کھول کر دیکھا
تو۔ یاد آتے گھر اسانس لیا۔ وہ یہیں سو گیا۔
اپنے پاس لیٹی ہانم کو دیکھا۔ وہ رینگتے اسکے منہ کے پاس تک آگئی تھی۔ وہ
مسکرایا۔

اسے اٹھاتے۔ پیار کیا۔ چاچو کی جان۔ اسکا دوہرا رشتہ بنتا تھا۔ یہاں کیسے آئے
آپ۔ اس سے کھیتے اسے اپنے بازو پر کچھ محسوس ہوا۔
مر تسم نے کف لنکس فولڈ کرتے بازو کو دیکھا۔ وہ حیران رہ گیا۔ ایک نظر
ہانم کو دیکھتے۔

کمرے میں نگاہ دوڑائی تو۔ وہ سامنے ہی نماز پڑھ رہی تھی۔ مر تسم نے اسے
گھورا وہ پہلے بھی دوبار اسکے ساتھ یہ کر چکی تھی۔ لیکن اس بار وہ اسے بخشے گا
نہیں۔

ہانم کو سائیڈ لٹاتے اسنے اپنے بازو سے کھینچ کر ویکس کی پٹی نکالی۔ بازو میں
ہوتے درد پر اسنے ہونٹ بھینچے۔ ناجانے کیسے لڑکیاں یہ درد برداشت کر لیتی
ہیں۔ وہ سوچتے جھنجھلایا۔

اسے ڈسٹبین پھینکتے۔ ہانم کو اٹھایا۔ اسے ماما کے روم میں لاتے بے بی کاٹ
میں لٹایا۔ پھر اپنے روم میں آتے وضو کرتے نماز ادا کی۔۔ وہ نماز عموما مسجد
میں ہی پڑھتا تھا۔ لیکن کبھی کبھار گھر ہی پڑھ لیتا تھا۔

وہ ڈرتے ڈرتے باہر نکلی۔ منہ میں انگلی دباتے۔ اسنے ادھر ادھر دیکھا۔ اسکی نا
پاکر سکون کا سانس لیا۔

اسے لگا شاید وہ آفس چلا گیا۔ اس لیے سکون سے لاونچ میں جاتے ٹی وی
لگایا۔ اسے ابھی بیس منٹ ہی گزرے ہونگے۔ کہ اسکے کندھے پر کسی نے
ہاتھ رکھا۔

اسنے بے دھیانی میں ہاتھ جھٹکا۔ جب کسی نے اسکے آگے وہ سٹریپ کی۔
یہ کیا ہے۔ بھاری آواز پر وہ اچھلی۔ شاہ۔ آپ گئے نی۔ مرتسم نے اسے گھورا۔
نہیں آپکو یہ بہت پسند ہے نا تو سوچا آج آپکے ساتھ بھی یہی کھیل
کھیلوں۔ اسنے سٹریپ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بدک کر صوفے کے اس پار ہو
گی۔

شاہ۔ دیکھیں۔ وہ انگلی اٹھا کر بولی۔

dont worry

آج میں آپکو بہت اچھے سے دیکھوں گا۔ وہ دانت پیس کر بولا۔
شاہ میں تو ٹرائے کر رہی تھی اصلی ہے یا نقلی۔ مرتسم نے صدمے سے اسے
دیکھا۔

میرا بازو ہی ملا تھا آپکو۔

شاہ میں سچی کہہ رہی ہوں میں بس ٹرائے کر رہی تھی۔

ہر بار آپکو ٹرائے کرنے کے لیے میں ہی ملتا ہوں۔ کوئی بات نہیں اس بار میں
آپ پر ٹرائے کروں گا۔

یہ ظلم ہے شاہ۔ آپ ایسا نہیں کر سکتے وہ روہانسی ہوئی۔

یہ ظلم آپ تھوڑی دیر پہلے مجھ پہ کر رہی تھیں اسنے اپنا بازو آگے کیا۔
اتنی سے جگہ سے بال اتر چکے تھے۔ اور اس جگہ سے بازو سرخ ہو رہا تھا۔ میں
بس کوالٹی چیک کر رہی تھی۔

ویکس ہی تو ہے۔ بس۔ وہ منمنائی۔

کوالٹی چیک کرنے کے لیے میں ہی ملا۔ وہ اسکو پکڑنے کے لیے صوفے کے
ارد گرد اسکے پیچھے بھاگتا بول رہا تھا۔

اگر کوئی اس طرح مرتسم شاہ کو دیکھ لیتا تو صدمے میں چلا جاتا۔ کہاں وہ ہمیشہ
سیریس رہنے والا بندہ۔ آج ایسی حرکتیں کر ہاتھ۔

اوکے لاسٹ ٹائم معاف کر دیں آئیندہ کبھی نہیں کروں گی۔ پکا
پرومس۔ اسکے ہاتھ میں ویکس سٹاپ دیکھتی پھولی سانسوں سے بولی۔

چھلی بار بھی آپ نے یہی پرومس کیا تھا۔ اس بار نہیں آؤں گا آپکی باتوں
میں۔

نو۔ نو اس بار پکا والا پرومس۔ آئی سویر آئیندہ کبھی نہیں
کروں۔۔۔ آہہ۔ آہہ اسکی چیخ بلند ہوئی تھی۔

پاؤں الجھنے سے وہ گرنے والی تھی۔ اسے بچانے کے لیے ہاتھ پکڑتا مرتسم اور
وہ دونوں صوفے پر گرے تھے۔

ہائے۔ ماما مر گئی۔۔ وہ بڑ بڑائی۔ مرتسم نے اسے ہلایا۔ وہ اسنے ایک آنکھ کھول کر دیکھا۔

ہیں میں گری نہیں۔

اسنے خود کو دیکھا۔ سچویشن دیکھتے وہ پیل میں گلابی ہوئی تھی۔
مرتسم صوفے پہ جبکے وہ مرتسم کے اوپر گری تھی۔

مرتسم نے مبہوت ہو کر اسکے گالوں میں گھلتا گلابی پن دیکھا۔ ایک ہاتھ اسکی کمر پر رکھتے ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ اسکے قریب تر ہو گئی۔

ش۔ شاہ۔ عینانے ہاتھ اسکے سینے پر رکھتے حلق تر کیا خود پر مسلسل اسکی نظروں کی تپش سے اسکے گال تپ گئے۔

ش۔ شاہ چھوڑیں۔ کیا کر ہے ہیں۔ ہ۔ ہم ہال میں ہیں۔

مر تسم گہرا مسکرایا۔ پھر آہستہ سے جھکتے اسکے گالوں کو لبوں سے چھوتے اسکی پیشانی پر ہونٹ رکھے۔ عینا گھبرائی۔

مر تسم نے اسکا بازو آگے کرتے آنکھوں میں چمک لیے اسے دیکھا۔ سزا دوں۔ دھیمے سے سرگوشی کی۔

عینا نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ مسکرایا۔ اسکے کلائی اپنے ہونٹ کے پاس کی۔ وہ سختی سے آنکھیں میچ گئی۔ جب نرم گرم لمس سے حیرت سے آنکھیں کھول کر دیکھا۔

وہ بہت نرمی سے اسکی کلائی کو اپنی لبوں سے چھو رہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں دیکھتے مر تسم نے یکدم اسکی کلائی پر اپنے ہلکے سے دانت گاڑے۔

وہ جھپٹائی۔ لیکن مرتسم نے اسی جگہ پھر سے ہونٹ رکھتے۔ اسکی پیشانی پر
بوسہ دیا۔ اور نرمی سے اسے چھوڑا۔ وہ دوسو کی سپیڈ سے اوپر بھاگی تھی۔ وہ
ہولے سے ہنسا۔



بازو میں ہوتی مسلسل چھبن سے اسکی آنکھ کھلی۔ بھوری بو جھل آنکھیں
کھولتے وہ گہرا مسکرایا تھا۔ اپنے سینے پر پڑی اپنی زندگی کو دیکھتے۔
وہ اسکی شدتوں سے نڈھال اسی کی شرٹ پہنے گلابی چہرے کے ساتھ اسکے
سینے پر پڑی گہری نیند میں تھی۔

ہلکا سے سر گھماتے اسنے اپنے دوسرے بازو کو دیکھا تو۔ بازو کے نیچے اسے
زر نور کا جھمکا نظر آیا۔ جو اسکے بازو میں لگ رہا تھا۔

اسنے ہاتھ سے جھمکا سائیڈ کر دیا۔ اور اپنی جند جان کی طرف متوجہ ہوا۔ اسنے
کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ ایک چھوٹی سی لڑکی اسکی رگوں میں ایسے سما جائے گی
کہ خون بن کر دوڑنے لگے گی۔ وہ تو بدلے کی آگ میں جھلستا ایک کوئلہ تھا
جو تپ کر ایک پتھر بن چکا تھا۔ پھر نا جانے کیسے اس پر یہ لڑکی جادو سا کر گئی۔
وہ مسکرایا۔ اور جھک کر اسکا سر چوما۔

نی صبح مبارک ہو زندگی۔ اسکے کان کے قریب سرگوشی کی۔ اور کان کی لو کو
لبوں میں دبایا۔

وہ کسماسی۔ اور ہلکی سی آنکھیں واکیں۔ غازی کا چہرہ دیکھتے وہ مسکرائی۔
رات کے مناظر اسکی آنکھوں میں گھومنے لگے تو وہ سختی سے آنکھیں
بند کرتی۔ اسکے سینے میں منہ چھپا گئی۔ غازی کا قہقہہ پڑا۔

اب کیا فائدہ جان اب تو ہر پردہ گر چکا۔ وہ ڈھٹائی سے بولا۔ غازی پلیز سونے
دیں نا مجھے بہت نیند آرہی ہے۔ رات میں بھی اپنے مجھے سونے نہیں دیا۔ وہ
منہ بسور کر بولی۔

کیوں جان رات ایسا بھی کیا تھا جو تم سوئی نہیں۔ وہ لب دباتا بولا۔
غاز۔۔ وہ جھنجھائی۔ اسنے اسکا چہرہ اوپر کیا۔

بتاؤ نا جان مینے کیوں نہیں سونے دیا۔
غاز پلیز۔ وہ روہا نسی ہو گئی۔

تم تو ایک ہی رات میں ڈر گئی۔ یہ تو بس ایک بوند تھی میری قربت کی۔ ابھی تو
شروعات ہوئی ہے۔ دن بدن اسمیں اضافہ ہوگا۔ وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔

زر نور نے سختی سے آنکھیں میچیں۔ ساری رات اس انسان نے اسے ایک پل کے لیے بھی نہیں بخشا اور ابھی بھی کہہ رہا صرف ایک بوند تھی۔
وہ لرز گئی۔ رات اسے ایسے چھوا تھا جیسے وہ کانچ کی گڑیا ہو۔ اس کے لمس میں اتنی نرمی تھی کہ وہ خود مدہوش سی ہو گئی تھی اس کی قربت میں۔ وہ مسکرائی۔

غازی دلچسپی سے اس کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ کیا خیال ہے جان پھر سے۔۔۔ وہ اس کے کان کے قریب جھک بات ادھوری چھوڑ گیا۔
زر نور نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔ اور اسے دھکا دیتی۔ سیکنڈ میں ہاتھروم میں بند ہوئی تھی۔

غازی کا قہقہہ گونجا۔ اس نے کبھی سوچا تھا زندگی کی کوئی صبح اتنی بھی حسین ہوگی۔

وہ پچھلے تین دن سے ایک ان دیکھی آگ میں جھلس رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا اسکے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ تو عورتوں سے نفرت کرتا ہے نا تو پھر چھٹانک بھر کی لڑکی کیوں اسکے عصاب پر اس قدر حاوی ہو رہی تھی۔

وہ اپنے جذبات پر خود ہی جھپٹا رہا تھا۔ یہ سب اسکی سمجھ سے باہر تھا۔ اسنے مغربی بہت حسن دیکھا تھا۔ لڑکیاں اسے ایک اشارے پر اسکے آگے بچھ جانے کو تیار تھیں۔

وہ خود بھی تو عربی شہزادہ تھا۔ اسے دیکھ کر لوگ مبہوت سے رہ جاتے تھے۔ کوئی کہہ سکتا تھا کہ یہ عربی شہزادہ خوف و دہشت کا چلتا پھرتا نام تھا۔

وہ بیسٹ تھا۔۔۔ دابیسٹ پاشا۔۔۔ لیکن بزنس کی دنیا میں لوگ اسے
اے۔ ایم کے نام سے جانتے تھے۔

لیکن صرف کچھ لوگ ہی اس اے۔ ایم کو امن ملک کے حوالے سے جان
پاتے۔

کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ عام انسانوں میں رہنے والا۔۔۔ امن
ملک۔۔۔ ملک انڈسٹریز کا اونر ہی۔ دابیسٹ پاشا ہے۔

پاشا اسکے باپ کا نام تھا۔ اس لیے وہ دابیسٹ پاشا کہلاتا تھا۔ ایک پل کے لیے
اسکے ساتھ کام کرنے والے بھی کنفیوز ہو جائیں کہ دابیسٹ پاشا۔ اور امن
ملک ایک ہے ہیں۔

ناجانے اس مشر کی لڑکی نے ایسا بھی کیا جادو کر دیا تھا کہ اسے کسی پل چین
نہیں۔ محبت جیسے جذبے پر وہ یقین رکھتا نہیں تھا اگر رکھتا تو جان پاتا کہ یہ
بات تو محبت سے آگے کی بڑھ چکی ہے۔

جو آگ اسکے سینے میں لگی ہے وہ عشق کی ہے۔ لیکن وہ یہ بات ماننے سے
انکاری تھا۔ یا پھر شاید جانتا ہی نہیں تھا۔ تین دن میں کثرت سے سگریٹ
نوشی کرنے سے اسکے ہونٹ ڈارک براون ہو رہے تھے۔ آنکھوں میں
عجیب سی جلن تھی۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے اس وقت اتنا غصہ کیوں آیا کہ جو اس نے کبیر کو زخمی کر
دیا پچھلے تین دن سے اس کا دل جیسے وہ پتھر کہتا تھا وہ ڈھڑکتے لگا تھا۔

ڈھڑکتا تو پہلے بھی تھا لیکن شاید اس نے محسوس اب کیا تھا۔ اسکا دل بس ایک ہی گردان کیے جا رہا تھا کہ کسی طرح وہ شہزادی اسکے سامنے آ جائے اسکا دیدار ہو جائے۔

لیکن وہ سختی سے نفی کر رہا تھا۔ اسے کوئی افسوس نہیں تھا کہ اسکا کروڑوں کا مال پولیس کے ہاتھ لگ چکا ہے۔ اسے تو اپنا بھی حوش نہیں تھا۔
غیض و غضب میں اس نے سامنے پڑے ٹیبل کو پاؤں مارا۔۔۔

آہہ کیوں آرہی ہے وہ مجھے یاد۔ کیوں نہیں جا رہی میرے دل و دماغ دے
کیوں۔ چلی جاو۔ اب مجھے نظر مت آنا۔ نفرت کرتا ہوں میں عورت ذات
سے دھوکے باز ہوتی ہے عورت۔

سمجھی تم جاو۔ اسنے کمرے کی ہر چیز کو تہس نہس کر دیا۔ پھر بھی سکون ناملا تو
رومال اٹھایا جس پر مٹی ویسے ہی رکھی تھی۔

اسے پیھنک کر لائٹ سے رومال جلا ڈالا۔ کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا
مجھے۔ کوئی بھی عورت "دابیسٹ پاشا" کو قابو نہیں کر سکتی۔ کبھی بھی
نہیں۔ وہ سرخ آنکھوں سے غرایا۔

اس پر اسرار رات میں اس بند کمرے میں اسکا چیخنا۔ عجیب سی وحشت پیدا کر
رہا تھا۔

کمرے کی در و دیوار وہ رومال دیکھنی لگیں وہ رومال وہ تو نہیں تھا جس پہ اس
شہزادی کے گرے آنسو کی مٹی تھی۔۔



پچھلے آدھے گھنٹے وہ اس سکیج کر دیکھتی نا جانے کیا سوچ رہی تھی۔ کوئی سراغ
ہاتھ نہیں لگ رہا تھا۔

سوچ سوچ کر اسکا سر پھٹنے کے قریب تھا۔ سکیجنگ کرنا اسکا بچپن کا شوق
تھا۔ اور پھر تھوڑی سی سیکھنے کے بعد وہ کسی کے بھی نقش کو کاغذ پر اتار سکتی
تھی۔

لیکن آج اسے جو سکیج بنایا تھا وہ "دابیٹ پاشا" کا بنایا تھا۔ اسکا ایک ایک نقش
اسے مہارت سے اس کو رے کاغذ پر بنایا تھا۔

لیکن وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس بندے کو اس نے پہلے کہاں دیکھا
ہے۔ اسے لگ رہا تھا کہ اسے ان دو حادثات سے پہلے بھی اسے کہیں دیکھا

ہے۔

لیکن کہاں۔ کب۔ اگر اسے یاد ہوتا تو اس وقت کبیر نے اسے امن کہہ کر بھی بلایا تھا۔ لیکن شاید اسے سنا ہی نہیں۔ سچویشن ہی ایسی تھی۔ اسے غصے سے سکیج ٹیبل پر پٹک دیا۔ گہری سانس بھرتے اسے فون اٹھایا۔ جو کب سے بلنک ہو رہا تھا۔

ہاں عادی۔ دوسری جانب ناجانے کیا کہا گیا کہ وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ ریلی۔۔ اوکے میں آدھے گھنٹے تک آتی ہوں۔ آرہی ہوں۔ ارے بابا میرا ڈیوٹی ٹائم آدھے گھنٹے تک آف ہو گا۔ اوکے۔۔ خدا حافظ۔ اسی وقت نوک ہوا۔ کم ان۔ میم ایک ایمر جنسی کیس آیا ہے۔ آپکو ایمر جنسی روم میں بلا رہے ہیں

۔ ٹھیک ہے تم چلو میں آتی ہوں۔ وہ ایک سٹیکولیجسٹ تھی۔ عموما لوگ سٹیکولیجسٹ اور نیورولوجسٹ کو ایک ہی کہتے ہیں اسکا بھی کوئی ایسا ہی کام تھا۔ کہ وہ تھی تو دماغ کی ہی ڈاکٹر۔

لوگوں کی سائیکی کو بہت اچھے سے سمجھ سکتی تھی۔ وہ جیسے ہی ایمر جنسی روم میں آئی۔ تو وہاں ایک لڑکا بہت برے طریقے سے چیخ چلا رہا تھا۔ ہاتھ میں چاقو پکڑے وہ کسی کو بھی اپنے پاس تک آنے نہیں دے رہا تھا۔ اسنے وہاں موجود دوسرے ڈاکٹرز کو دیکھا وہ بھی بے بس کھڑے تھے۔
وہ اطمینان سے آگے بڑھی پہلے کی کیسز ایسے ہینڈل کر چکی تھی۔

۔ ڈونٹ۔ ڈونٹ موو۔ قریب مت آو۔ مت آو۔ اگر کسی نے اسکو ہاتھ لگایا تو جان سے مار ڈالوں گا۔

وہ اپنے قریب کسی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ عینا کو آگے بڑھتے دیکھ وہ چلایا۔ سب حیرت سے اس پاگل کو دیکھ رہے تھے کہ اس پاس تو کوئی نہیں تھا۔

او کے او کے۔ نہیں آرہا ہے کوئی نہیں آرہا ہے۔ سب جارہے ہیں۔ کوئی
اسے کچھ نہیں کہے گا۔ او کے ریلیکس۔ اسنے ڈاکٹرز کو اشارہ کیا۔ وہاں اب
صرف عینا۔ ایک میل ڈاکٹر اور دو وارڈ بوائے تھے۔ دیکھو سب چلے گئے اب
یہ نائف مجھے دے دو۔

اسنے جیسے ہی ہاتھ بڑھایا۔ ہاتھ میں پہنی کانچ کی چوڑیاں کھنکی تھیں۔ روم کی
اس خاموشی میں چوڑیوں کی کھنکھناہٹ گونج اٹھی۔
اس لڑکے نے چونک کر عینا کے ہاتھ میں وہ چوڑیاں دیکھیں۔
چوڑیاں۔ د۔ دیکھو۔ چوڑیاں۔ تمہیں بہت پسند ہے نا۔ وہ اپنے پیچھے دیکھ کر
بول رہا تھا۔ پھر عینا کی طرف مڑا۔

تمہیں چوڑیاں چاہیئے او کے۔ میں دیتی یوں۔ لیکن تمہیں یہ نائف مجھے دینا
ہوگا۔

وہ کچھ سوچ کر بولی۔

اسنے ایک نظر چاقو خود دیکھا پھر چوڑیوں کو۔ اسنے چاقو والا ہاتھ آگے کر دیا۔ عینانے دو قدم آگے ہوتے تھوڑے فاصلے سے اس سے ایک ہاتھ سے نائف لیا۔

اور دوسرے ہاتھ سے چوڑیاں دیں۔ نائف لیتے اسنے سکون کا سانس لیا۔ جبکہ وہ اب ہنس رہا تھا۔ دیکھو۔

دیکھو میں لے آیا۔ تمہاری پسند کا اب پہن کے دکھاؤ۔ لو پہنو۔ عینانے وارڈ

بوائز کو اشارہ کیا انہوں نے اچانک سے اسے پیچھے سے قابو کر لیا۔

جب تک ڈاکٹر انجیکشن ریڈی کر چکا تھا۔ فوراً سے پہلے اسے لگایا۔ وہ

پھڑ پھڑایا۔ لیکن انجیکشن سے کچھ دیر میں نڈھال ہو کر آنکھیں موند گیا۔

اسے بستر پر لٹاتے ایک اور انجیکشن لگایا تھا۔

اسکی فیملی کہاں ہے۔

باہر ہے۔ چلو۔ وہ دونوں باہر آئے تو۔ باہر ایک بزرگ عورت اور مرد تھے
انکے ساتھ ایک بچی تھی۔

آپ دونوں اسکے والدین ہیں۔ اسنے اندر لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ
دونوں روتے ہوئے سر ہلا گئے۔

ڈاکٹر عینا۔ آپ ان سے بات کیجئے تب تک مجھے ایک دوا اور پیشینٹس کو دیکھنا
ہے۔

وہ سر ہلا گئی۔ اسکا ڈیوٹی ٹائم اور ہونے والا تھا۔ پانچ منٹ تک لیکن اب یہ
ایمر جنسی وہ گہرا سانس بھر گئی۔ آپ لوگ آئے میرے ساتھ۔ بیٹھے انہیں
سامنے بیٹھنے کا اشارہ کرتی اپنی چسیر پر جا بیٹھی۔
آئی پانی پیجئے۔ اور پلیرز ونا بند کیجئے۔

آپ کا بیٹا ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ مجھے بتائیں کیا ہوا اسکے ساتھ۔ انہیں پانی
دیتی وہ نرمی سے بولی۔

ساتھ اس بچی کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ تقریباً آٹھ۔ نو سال کی ہو گئی۔ کیا نام ہے۔ لٹل اینجل۔

اینارہ۔ ارے واہ نام تو بہت پیارا ہے۔ بالکل آپکے جیسا۔

ڈاکٹر آپی۔ میرے بھائی ٹھیک ہو جائیں گے نا۔ انہیں کیا ہوا ہے۔ اور میری فیری بھی کھو گئی ہے۔ آپ اسے ڈھونڈ دیں گی۔ وہ آنکھوں میں آنسو لیے معصومیت سے بولی۔

عینا کو اسے ٹوٹ کر پیار آیا۔ اسنے بے ساختہ ہے اسکا سر چوم لیا۔

لٹل اینجل روتے ہوئے بلکل پیاری نہیں لگ رہی۔ اور دوسری بات آپ
بلکل فکر مت کرو مجھے نا ایک میجیک آتا ہے۔ اس سے آپکے بھائی کو بلکل
ٹھیک کر دوں گی اور آپکی فیری کو بھی ڈھونڈ لیں گے اوکے۔
اسنے بیل دے کر پیون کو بلایا۔ آپ ان انکل کے ساتھ جاو۔ تب تک میں
آپکے ماما۔ پاپا سے بات کر لوں اوکے۔ وہ سر ہلا گئی۔ اسے۔ عیشاء کے روم میں
چھوڑ دیں۔

وہ ان لوگوں کی طرف پلٹی۔ کیا نام ہے آپکے بیٹے کا۔
عمر۔ اسکی والد بولے۔ دیکھنے وہ کوئی مڈل کلاس کے لوگ لگتے تھے۔ کتنی عمر
ہے اسکی۔
تیس سال۔
کیا کام کرتا ہے۔
ایک کمپنی میں کام کرتا تھا۔

کیا ہوا ہے اسے۔ اسنے سنجیدگی سے انہیں دیکھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ تکتے لگے۔

دیکھیے اگر آپ لوگ مجھ سے کچھ بھی چھپائیں گے تو آپ کے بیٹے کا علاج کیسے ہوگا۔ اس لیے جو کچھ بھی ہے مجھے سچ سچ بتائیں۔

عمر میرا ایک ہے بیٹا ہے۔ اور اسکے بعد ایک بیٹی۔ میری چھوٹی سی دکان ہے جس سے ہمارا گزارا اچھا چل جاتا تھا۔ لیکن جب عمر نے اپنی پڑھائی مکمل کی تو اسے کاروبار کا شوق چڑھ گیا۔ لیکن ہم نے جیسے تیسے اسے سمجھایا کہ پہلے کہیں نوکری کر لے پھر جب کچھ پیسے جمع ہو جائیں گے تو کوئی کاروبار کر لینا۔ وہ بہت سعادت مند تھا۔

ہماری ہر بات مانتا تھا۔ اسے۔ نوکری مل گئی۔ ہم ہنسی خوشی رہ رہے تھے۔ وہ کہتا تھا اماں ایک دن بہت بڑا آدمی بنوں گا اور سب کو عیش کرواؤں گا۔ لیکن مسئلہ تو تب ہوا۔ جب اسے اپنے ساتھ کام کرنے والی ایک لڑکی پسند آ گئی۔

اس لڑکی کا تعلق بھی ہمارے جیسے گھرانے سے تھا۔ ہمیں بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ لڑکی سلجھی ہوئی تھی۔ شادی کروادی۔ سلمہ بہت اچھی تھی ہماری بہت خدمت کرتی۔ نوکری بھی چھوڑ دی تھی۔

ایک دن عمر اسے باہر گھومانے لے گیا۔ وہ بچی بہت خوبصورت تھی۔ ناجانے کیسے اس پر کسی جلاد کی نظر پڑ گئی۔ اسکے بعد سے اسنے جینا حرام کر دیا۔ کبھی گھر آ جاتا۔ کیسے کیسے جملے کہتا۔ میری بہو بہت بہادر تھی۔ آگے سے اسکے ٹکے کا جواب دیتی تھی۔

عمر نے پولیس میں بھی رپورٹ کی۔ لیکن یہاں ہم غریبوں کی کون سنتا ہے۔

چھوٹی کی سالگرہ تھی۔ عمر اور بہو اسکے لیے باہر سے سامان لینے گئے تھے۔ وہ جلاد اسکی کی تاک میں تھا۔ پہلے تو صرف باتیں کستا تھا۔ اس دن وہ اسے زبردستی اپنے ساتھ لیجانے لگا۔ عمر نے بہت شور مچایا۔ اسے بچانے کی کوشش کی لیکن ان لوگوں نے میری بچے کو بری طرح سے مارا۔

لیکن میری بہو بھی کسی طرح جانے کے لیے راضی نہیں تھی۔ مدد کے لیے بہت چلایا۔ لیکن لوگ بہرے بن کے کھڑے تھے۔ میری بہو نے اس کے منہ پر تھوک دیا اس نے غصے میں وہیں میری بہو کو مارنا شروع کر دیا جب دل نا بھرا تو۔ بندوق نکال کر اس کے سینے میں گولیاں پیوست کر دیں اور خود بھاگ گیا۔ میرا بیٹا مرنے کی حالت میں وہاں لیٹا رہا۔ اپنی آنکھوں سے اسے مرتادیکھ وہ پاگل ہو گیا۔ اسے کوئی ہوش ہی نہیں رہا۔ وہ دونوں پھوٹ پھوٹ کر رو دیے۔

عینا کی خود کی آنکھوں میں نمی تھی۔ لیکن اسے غصہ بھی انتہا کا تھا۔ پلیز آپ لوگ سنبھالیں خود کو اٹھ کر انہیں تسلی دیتی۔ پانی پلانے لگی۔ آپ لوگ فکر مت کریں۔ آپ کا بیٹا بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ اور آپ کی بہو کو بھی انصاف ملے گا۔ اس دن وہ دونوں کونسی مارکیٹ تھے۔

گھر سے تھوڑی دور ایک چھوٹا سا بازار تھا۔ عینا نے جو یہ سب ریکارڈ کیا تھا۔ دانیل اور زین کو بھیج دیا۔ آپ نے اس گنڈے کو دیکھا تھا۔
ہاں۔

اسکی تصویر بنوا سکتے ہیں۔ ہاں لیکن وہ رو دیے۔ لیکن کیا۔ میرا بیٹا خود نہیں بنوا سکتا۔ آپ کہتی ہیں اسے ٹھیک کر دیں گی تو پھر اسی سے بنو ایسے نا۔ اسے ٹھیک کر کے۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔

آپ دونوں بالکل فکر مت کریں۔ اب سب ٹھیک ہو گا۔ بے فکر ہو کر گھر جائیں۔ اور کل ایک فی امید کے ساتھ آئیے کل اپنی بہو کی کچھ تصویریں بھی لے آئیے گا۔

ابھی مجھے اجازت دیں۔ وہ انہیں مطمئن کرتی۔ خود بھی ایک بار عمر کو دیکھتی واپسی کے لیے نکلی۔



وہ سٹوڈیو پہنچی تو سامنے ہی وہ تینوں اسے گھورنے لگی۔ ارے بھی میں ڈاکٹر
ہوں تم لوگوں کے جیسے ویلی تو ہنس۔ وہ بے چارگی سے بولی۔
تینوں نے ایک دوسری کی طرف دیکھا اور ہنس دیے۔

وہ آگے آتی شہر یار سے ملی۔ کب آئے تم اور مجھے اب بتایا جا رہا ہے۔
شہر یار۔ عادل کا بچپن کا دوست تھا۔ دوست کم بھائی زیادہ تھا۔ دونوں کی
جان تھی ایک دوسرے میں۔ وہ بہت اچھا سنگر تھا۔ اس لیے تو اس کے بھائی نے
اسے چھوٹا سا سٹوڈیو ٹائپ بنا کر دیا تھا

۔ وہ اپنی فیملی کے ساتھ آؤٹ آف سٹی گیا تھا کچھ دنوں کے لئے۔ عینا ویسے تو
ان تینوں سے بڑی تھی۔ لیکن ان کے ساتھ بالکل دوستوں جیسی تھی۔
عادی۔ وش۔ شیر ی اور عینا اور آیت انکی دوستی بہت پکی تھی۔

اچھا بھی۔ آیت کہاں ہے۔ میں یہاں ہوں میڈم وہ چھوٹے سے بنے کچن
ٹائپ جگہ سے نکلی۔

بے وفا تو تو بھول ہی گئی۔ ارسل کیا ملا۔ جیسے اب ہم تو غیر ہی ہو گئے۔ وہ خفگی
سے بولی تو آیت ہنس دی۔

ہاں بھی اب بتاؤ مجھے کیوں بلایا ہے۔

تجھے پتا ہے ہمارا شیریں نینا کے گھر رشتہ بھجوانے والا ہے۔ یہ سنتے ہی عینا کی
آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

اسنے تیور چڑھا کے شیریں کو دیکھا جو پہلے ہی بچاؤ کے لیے صوفے سے
چھلانگ لگانا اٹھا تھا۔

ان کو تو چھوڑو۔ تم نے مجھے بھی بتایا گوارا نہیں کیا۔ تم رکوزرا۔

وہ کشن اٹھا کر اسے مارتی کافی کاکپ لیے اسکے پیچھے بھاگی۔ بھاگ کہاں رہے
ہو۔ تمہیں تو نہیں دلہا بناتی ہوں۔ شیریں کے بچے۔

دیکھ عینا تو شادی ہونے دے گی تو بچے ہوں گے نا۔

بے شرمی کی حد ہے۔ عینا نے دانت کھچائے۔ شیریں میں کہہ رہی ہوں
رک جا۔ میں چھوڑوں گی نہیں تجھے۔

چھوڑے کی تب ناجب پکڑے گی۔ وہ اسکی طرف منہ کر کے بولا۔ ابھی ایک
قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ ٹھاہ سے نیچے گرا۔

ہا ہا ہا ہا۔ عینا کا قہقہہ گونجا۔

آیا مزہ۔ دیکھا اسے کہتے ہیں جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ اسکی شکل دیکھتے۔ باقی
سب کی بھی ہنسی چھوٹی۔

اچھا اب یہ بتاؤ بلا یا کیوں تھا۔ وہ صوفے پہ گرتی بولی۔ شیریں نینا کے لیے کچھ
سر پرائیز پلین کرنا چاہتا ہے۔ لیکن صدا کے بیوقوف کو کچھ سمجھ ہی نہیں
آ رہی

شباباش۔ اوکے تو پھر کوئی آئیڈیا۔

وہ پانچوں سر جوڑے بیٹھے۔ پلین کرنے لگے۔ کوئی ایک کچھ کہتا تو دوسرا رد
کر دیتا۔ اور پھر اسی بات پر لڑنے لگتے۔

شیریں جھنجھلا گیا۔ دفع ہو جاو تم سب کے سب۔ کسی کام کے نہیں۔ پہلے لڑ
لو۔ میں خود ہی سوچ لوں گا۔ وہ خفگی سے کہتا چلا گیا۔

پیچھے وہ چار و ایک دوسرے کا منہ تیکنے لگی۔ پھر چاروں کے چھت پھاڑ قہقہے
بے ساختہ تھے۔ اپنے پیچھے انکے قہقہے سنتے اسنے دانت پیسے۔

اللہ اللہ کیسے دوست دیے ہیں دوست کم دشمن زیادہ ہیں۔ وہ بڑ بڑاتا گاڑی
اسٹارٹ کرنے لگا۔

بیچھے وہ چاروں بھی نکلے تھے۔ آیت کو گھر ڈراپ کرتے عینانے رخ۔ شاہ
والا کی جانب کیا۔

شام کے چھ ہو رہے تھے۔ ہلکی ہلکی سردی شروع ہو چکی تھی۔ رات تک
خاصی سردی ہو جاتی تھی کہ اب رات کو اے۔ سی نہیں چل سکتے تھے۔
اندرا آتے وہ ٹھٹھک کر رکی۔ لیکن پھر سر جھڑک کر آگے بڑھ گئی۔ سب کو
مشترکہ سلام کرتے وہ زینی سے بھی خوش اخلاقی سے حال دریافت کرنے
لگی۔

کیسی ہوزینی۔ لیکن اسکے برعکس زینی نے اسے تیکھے پن سے گھورا تھا۔
پھر سب کی نظریں خود پر پا کر نخوت سے جواب دے دیا۔

زینب اور زین دونوں بی جان کی دور کی بھانجی کے بچے تھے۔ انکی
بھانجی۔ زینب کی پیدائش پر ہی وفات پا چکی تھیں تو انکے شوہر نے دوسری

شادی کر لی۔ زین پو لیس میں تھا وہ اسلام آباد میں ہی ہوتا تھا۔ سوتیلی ماں کا رویہ دونوں کے ساتھ ہی اچھا نہ تھا۔

زین بڑا تھا۔ میٹرک کے بعد وہ اسلام آباد آ گیا اور پو لیس کے لئے اپلائے کیا۔ کچھ عرصہ وہ شاہ والا رہا پھر اپنا چھوٹا سا فلیٹ لے لیا۔

اسکے بعد وہ ذہنی کو بھی یہاں لے آیا۔ آج اسکا اپنا گھر تھا۔ زینب زیادہ تر شاہ والا رہتی تھی۔ وہ بچپن سے ہی سوتیلی ماں کے رویے کی وجہ سے سرد سی ہو گئی تھی۔ بارہ سال کی عمر سے اسے مرتسم نے دلچسپی لینا شروع کر دی۔ پہلے تو سب نے بچی کہہ کر ٹال دیا۔

وہ مرتسم سے قریباً پانچ سال چھوٹی تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ خود سر ہوتی گئی۔ میر پر اپنا حق سمجھنے لگی۔ مرتسم اور اسکا کافی جھگڑا ہونے لگا۔ اسے اس میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

اس لیے تنگ آکر زین نے اسے پیرس بھجوا دیا۔ وہ وہاں جانے کے بعد بھی زین سے ہمیشہ بات کرتے وقت یہی کہتی تھی کہ مر تسم صرف اسکا ہے۔ زین جانتا تھا کہ مر تسم کو اسمیں کوئی دلچسپی نہیں اس لیے اسنے کبھی زینی کو بڑھاوانا دیا۔

زین ارسل اور مر تسم نے ایک ہی کالج اور یونیورسٹی سی تعلیم حاصل کی تھی لیکن ارسل اور مر تسم نے بزنس میں جبکہ زین نے پولیس میں اپنے کرریئر کو بڑھایا۔ اور آج وہ تینوں ہی کامیابی کی بلندی پر تھے۔

سٹدی کملیٹ کرتے ہی زینی لوٹ آئی۔ لیکن اسکو دھچکا تو تب لگا جب اسنے شاہ والا میں ایک معصوم سی شہزادی کو دیکھا۔ اور نا صرف یہ بلکہ مر تسم میں اسکی دلچسپی دیکھتے اسنے کتنا ہنگامہ کیا تھا۔

لیکن زین نے اسے صاف بتا دیا تھا کہ ان دونوں کا نکاح ہو چکا ہے۔ اسے اتنا بڑا صدمہ لگا کہ وہ دو دن تک ہو سپٹل میں رہی۔ گھر آکر اسنے بہت ہنگامہ

کیا۔ زین بے بس تھا۔ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن کچھ ہی دن بعد وہ پھر سے
پیرس واپس چلی گئی۔ کیوں یہ زین نہیں جانتا تھا۔

اور پھر ڈیڑھ سال بعد وہ پھر سے لوٹ آئی۔ پچھلے چھ ماہ سے وہ پاکستان تھی
۔ لیکن شاہ والا میں اسنے قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ زین اسکی خاموشی پر جتنا
حیران ہوتا کم تھا۔ لیکن مطمئن بھی تھا۔

عینا زیادہ تو نہیں بس اتنا جانتی تھی کہ زینی میر کو پسند کرتی تھی۔ لیکن مر تسم
نہیں۔ وہ چپ تھی اسنے کچھ بھی نہیں کہا۔

کیونکہ وہ جانتی تھی کہ کسی کو پسند کرنا کرنا انسان کے اپنے بس میں تو نہیں
تھا۔ لیکن پھر بھی اسکا زینی کے ساتھ رویہ بالکل ٹھیک تھا۔ لیکن زینی کا
نہیں۔ لیکن وہ نظر انداز کر جاتی تھی۔

کیسے ہیں زین بھائی۔ زین کے لئے وہ بالکل زینی جیسی ہی تھی اسنے کبھی بھی
اسکے ساتھ پرائے جیسا سلوک نہیں رکھا۔ زین سے ملتے اسنے جب دانیں کو
دیکھا تو اسکی ہسی چھوٹ گئی۔ زین اور دانیں ساتھ ہی کام کرتے تھے۔

دائین شلوار قمیض پہنے نیچے بیٹھی تھی اور ماما اسکو ڈانٹتی اسکے بالوں میں تیل لگا رہیں تھی۔ جبکہ وہ بے بسی سے کبھی خود کو اور کبھی اپنے بالوں کو دیکھتی۔ دائین نے اسکے ہنستے دیکھ اسے گھورا وہ جلدی سے منہ پر انگلی رکھ گی۔ لیکن ماما نے اسے دیکھ لیا۔

ادھر آو تم بھی۔ وہ جلدی سے سیدھی ہوئی۔
جی ماما۔۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ آج ماما کے ہتھے سب چڑھے ہیں۔ تبھی تو سب سیریس ہو کر بیٹھے تھے۔
اسی وقت مرتسم اور وجدان بھی آگئے۔

اسلام و علیکم کیا ہو رہا ہے بڑی رونق لگی ہے۔
آجاو تم لوگ بھی آج سب کی کلاس لگی ہے۔ زین نے پہلے ہی وارن کیا۔

پھوپھو یار بس کریں اور کتنا لگائیں گی۔ وہ جھنجھلائی سی بولی۔ چپ کر کے بیٹھی
رہو۔ غضب خدا کا اتنے پیارے بال ہیں۔ اور کیا حال کر لیا انکا۔ لڑکیوں
والے کوئی گن ہیں تم میں۔ پہن لیتی ہی لڑکوں جیسے کپڑے۔ بندوق چلاتی
ہے اور اوپر سے بولتی ایسے ہی جیسے کہیں کی گنڈی ہو۔ ماما نے اسے لتاڑا۔ تو
سب ہنسنے۔

ماما کا اگلا نشانہ۔ ماہی اپیا تھیں۔ تم کیوں ہنس رہی ہو۔ تمہارا حال بہت اچھا ہے
ناسارا دن کبھی یہ کر کبھی وہ کر۔ اسکی فکر کی کبھی اسکی۔ کبھی اپنی بھی کر لیا
کرو۔

ارے شوہر کو وقت دو۔ لیکن نہیں تمہیں ہم سب کی خدمت سے وقت ملے
تونا۔ وہ کھسیانی سی ہو گئیں۔

اب ماما نے توپوں کا رخ وجدان کی جانب کیا۔ اور تم صبح سے نکل جاتے ہو
کوئی ہوش ہے کہ پیچھے ایک بیوی اور بچی بھی ہے۔
ارے انہیں وقت دو کہیں گھمانے لے چلو۔ لیکن یہ آفس تم لوگوں کی جان
چھوڑے تو نہ۔

ماما دیتا ہوں تو ٹائم وہ منمنایا۔ اور یہ سچ تھا وہ سب کو پورا وقت دیتا تھا۔ لیکن
کچھ دنوں سے اسے آفس سے زیادہ ہی وقت ہو جاتا تھا۔
ماما یار بس کریں میرے بھائی کو مت ڈانٹیں۔ وش بولی۔
تو ماما نے اسے گھورا۔

تمہیں بھی حوش ہے کہ تم دنیا میں ہو۔ میک اپ اور فون سے فرصت مے تو
تمہیں کوئی حوش آئے۔ ایک تم اور ایک یہ عادی سارا دن بس اس فون کی
جان نا چھوڑنا۔

اور ایک یہ ہے جسے اتنا وقت نہیں ملتا کہ گھر آ کے یہاں بھی سب کو مل جاوں۔ کہ یہاں بھی کوئی رہتا ہے۔ پولیس والا کیا ہو گا۔ ہر وقت چور پولیس ہی کھیلتا رہتا ہے۔ ماما نے زین کو بھی گھسیٹا۔

عینا اور مر تسم لب دبائے ہنسی روک رہے تھے کہ اب وہ دونوں ہی بچے تھے اس لیے اب سب ان کی طرف متوجہ سے۔

مر تسم کھنکھارا بھی وہ اٹھا ہی تھا کہ ماما کی کڑک آواز گونجی۔

بیٹھو ادھر۔ کہاں بچ کہ جارہے ہو۔ تمہیں تو کام سے ہی فرصت نہیں۔

مجھے بتاؤ ایسا کونسا کام ہے جو آدھی رات تک بھی لیپ ٹوپ لیے بیٹھے

رہتے۔ کاغذ چھانتے رہتے ہو۔ ارے میاں کوئی حوش ہے کہ تمہاری ایک

عدد منکوحہ بھی ہے۔ جو بہت جلد بیوی بھی بن جائے گی۔ ان کاغذوں سے

باہر آئے تو تمہیں کوئی خبر ہو۔

اور یہ انکار عینا کی طرف ہوا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ لڑکی ہے کیا
چیز۔ جانے ہوا کھاتی ہے کہ کھانا۔ سوکھ کہ یہ اور وش کا نٹا بنی پڑیں۔ اسے
زبردستی کچھ کھلا دو تو صحیح۔

ارے مجھے بتاؤ تمہیں ڈاکٹر بنایا کس نے بنایا۔ یہ سب چھوڑو مجھے یہ بتاؤ تم میں
لڑکیوں والا کوئی شوق ہے۔ ہر وقت سادہ روح بنی گھومتی رہتی
ہو۔۔ جیولری پسند لیکن بس رکھنے کے لیے مجھے بتاؤ آخر کیا بنے گا تمہارا۔
حركاتوں تمہاری بچوں جیسی ہیں۔ ارے بتاؤ کل کونچے ہونگے تو کیا کرو
گے۔ ماما کے کہنے کی دیر تھی۔ عینا کا منہ ایسے کھلا۔ جیسے پتا نہیں کیا کہ دیا ہو ماما
نے۔۔ مرتسم نے اسکی حالت دیکھتے لب دباے۔ باقی سب بھی مسکراہٹ
دبانے لگے۔

ماما بھی بھی کچھ نا کچھ کہتی وہاں سے جا رہی تھیں۔ سبکی معنی خیز نظریں خود پر محسوس کرتے وہ ایک جھٹکے سے اٹھی بنا کسی کی طرف دیکھے اوپر بھاگتی چلی گئی۔

سب نے مر تسم کی جانب دیکھا تھا۔ اسنے بالوں میں ہاتھ پکڑتے نا محسوس طریقے سے قدم اوپر کی جانب بڑھائے تھے۔ پیچھے سب ایک دوسرے کو دیکھتے قہقہوں کا طوفان لے آئے۔



کیا بکواس سن رہا ہوں میں۔ ہمارا کوڑوں کا مال ضائع کو چکا ہے اور تمہیں کوئی پرواہ ہی نہیں ہے۔ پاشا مجھے بالکل برداشت نہیں کہ تم کام کے معاملے میں کوئی کوتاہی کرو۔ اب مجھے بتاؤ میں یہ کڑو کڑوں کا نقصان کیسے پورا کروں۔

کنگ فون پر اس پر ڈھاڑ رہا تھا جو اطمینان سے بیٹھا تھا۔

آپکی آواز کچھ زیادہ ہی اونچی ہو رہی ہے کنگ۔ بھولیں مت میں کون
ہوں۔ اسکی آواز میں جو دھمکی تھی کنگ خاموش ہو گیا۔

پاشا وہ مال دو بی بھیجنا تھا ان لوگوں نے یہاں ہمارا جینا حرام کر دیا ہے۔ اب
بتاؤ میں کیا جواب دوں۔ وہ دبے لہجے میں بولا۔

آپ فکر مت کریں۔ انکا مال دو دن تک پہنچ جائے گا اور ہمارے آدمی بھی
آزاد ہو جائیں گے۔

تم نے پتہ کیا کس کی اتنی جرات ہو گی۔ کون ہے جو ہماری مخبری کر رہا ہے۔
پتہ چل جائے گا۔ لیکن یہ میرا کام نہیں ہے۔ میں ملازم نہیں ہوں آپکا وہ سرد
لہجے میں بولا۔

ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔ ریشماں سے رابطہ ہو امیرا۔ وہ کل کے لیے لڑکیاں
تیار کر چکی ہے۔ یہ ڈیل بھاری ہے اور بہت فائدہ مند ہے۔ اٹلی میں ہمارا اسکہ
چلتا ہی اب دوبئی میں بھی چلے گا۔ اور۔۔

اٹلی میرا ہے وہاں صرف دابیسٹ پاشا کا اسکہ چلتا ہے۔ اور آپ پر بھی۔ اس
لیے اس بھول میں مت رہیں کہ ہم دونوں ایک جیسے ہیں۔ اسکی بات کاٹنا
سرد لہجے میں غرایا۔

کنگ کا چہرہ بے عزتی کے غم سے سرخ ہو گیا۔ اسنے فون کو کھینچ کر دیوار میں
دے مارا۔

آہہ۔ میرا بنایا گیا جانور مجھے ہی کاٹ رہا ہے۔ وہ غرایا تو اسکے ساتھ کام کرنے
والی۔ وہاں کھڑے آدمیوں نے حقارت و نفرت سے اسے دیکھا تھا۔ انکی
مجبوری تھی اسکے ساتھ وہاں رہنا۔۔

کوئی بات نہیں۔ دابیٹ پاشا کو کیسے قابو کرنا ہے میں اچھے سے جانتا ہوں
آخر کار کو بڑا بھائی ہوں اسکا۔ وہ تمسخر سے ہنسا۔ اور حرام مال خود میں انڈیلنے
لگا۔

اسکی رنگت سفید تھی۔ کالی سیاہ آنکھیں۔ جن میں درندگی ٹپکتی تھی۔ اسکی
چمڑی ضرور سفید تھی لیکن دل سیاہ تھا۔ جسمیں غلاظت بھری تھی۔ اور
اسکی یہ غلاظت اسکے چہرے پر صاف ٹپکتی تھی جو اسے بد صورت سے
بد صورت ترین بناتی تھی۔

اس لیے تو لوگ اسے حقارت سے دیکھتے تھے۔ اسکا چہرہ دیکھ کر عجیب سی
نفرت ہوتی تھی شاید خدا کی طرف سے۔ اور اسکی آواز اس سے کہیں زیادہ بد
صورت تھی۔۔



اسکی سپیڈ کو کمرے میں آتے بریک لگی تھی۔ دروازے کے ساتھ ٹپک لگاتے اسنے گہرا سانس لیا۔ ا ف ماما بھی نا۔ اچانک اسکی نظر آئینے میں اپنے عکس پر پڑی ماما ٹھیک ہی کہتی تھیں۔

وہ میک اپ نہیں کرتی تھی۔ اسکی پلکیں لمبی گھنی تھیں۔ ذرا سا سنوارنے سے ہی اسکی آنکھیں اتنی خوبصورت لگتی تھیں۔ اسکی آنکھوں کو تو دیکھتے لوگ مبہوت رہ جاتے۔

ویسے تو وہ سراپا حسن تھی لیکن اسکی بھوری آنکھیں بہت زیادہ خوبصورت تھیں اگر وہ کسی کو نظریں اٹھا کے دیکھ لے تو سامنے والا اسکے سحر میں جکڑ جاتا تھا۔

آپکی طلسماتی آنکھیں جادو کرتی ہیں۔
اسکے کانوں میں مرتسم کا کہا جانے والا جملہ گونجا۔

بے ساختہ ہی اسکے لب مسکرائے۔ ہونٹ پر کچھ لگانے سے اسے ایسے لگتا تھا جیسے اسکے ہونٹ پر بہت بھاری چیز چپکادی ہو۔

لیکن یہ بھی سچ تھا کہ سادگی میں بھی خوبصورت لگتی تھی۔ اپنے چاکلیٹ براؤن بالوں میں کوئی چاکلیٹی کونین لگتی تھی۔

ڈریسنگ بھی وہ سادہ کرتی تھی۔ اتنی سادہ کہ اسکے فراک پر ایک ذرا سی بھی چیز نہیں لگی ہوتی تھی۔ اسے بھاری ڈریسز شروع سے ہی کبھی پسند نہیں رہے۔ اور جیولری ہاں اسے جیولری بہت پسند تھی۔

اسکے پاس چوڑیاں۔ نوزپن۔ برسٹ۔ چیزز۔ پائل کی ہر قسم کی کلکیشن تھی۔۔ مر تسم کو اسکے ناک میں پہنی نوزپن بہت پسند تھی۔

عینا کو گولڈ پسند نہیں تھا اس لیے مر تسم نے اسے مختلف ڈیزائنز کی ہیرے کی نوزپن بنوا کر دی تھیں۔ جن میں چھوٹی چھوٹی نتھ بھی شامل تھی۔ اور اسکے ناک میں پہنے وہ واقعی میں پیاری بھی لگتی تھی۔ اسے جیولری بھی سادہ

ہی پسند تھی۔ لیکن پہنتی وہ صرف چوڑیاں اور نوزین تھی۔ کبھی کبھار پائل بھی۔ جو اتنی سادہ ہوتی تھی کہ۔ ذرا سی چین جیسی۔

باقی سب چیزیں بقول ماما کے اسے صرف لینے کا اور رکھنے کا ہی شوق ہے۔ جیولری کی کافی کلکیشن اسکے پاس ڈائمنڈ کی ہی تھی۔ چوڑیوں کے ساتھ اسکے ہاتھ میں ہمیشہ بلوڈائمنڈ کا بریسلٹ چمکتا تھا تھی۔ وہ عام بریسلٹ تو نا تھا۔ مرتسم نے اسکے لیے خاص بنوایا تھا۔

بلوڈائمنڈ کے گول شیب میں وہ چھوٹے چھوٹے سے نگ اور اسکے آس پاس۔ وائٹ ڈائمنڈز کے زرے جتنے نگ جھلملاتے تھے۔ وہ بہت خوبصورت تھا۔ بے شک اس پر بہت محنت کی گئی تھی۔۔ اور یہ مرتسم خود اسکے لیے بنوا کر لایا تھا۔ لیکن عجیب بات یہ تھی یہ کسی سے بھی کھلتا نہیں تھا۔ سوائے مرتسم یا عینا کے اسے کوئی بھی کھول نہیں سکتا تھا۔ جیسے ہی اسے کوئی اور ہاتھ لگاتا۔ اسمیں چمک سی پیدا ہو جاتی تھی۔

عینانے اسے کبھی بھی نہیں اتارا۔ اگر کبھی وہ خطرے میں وہ تو اس بریسلٹ
لاک کے ساتھ لگے نگ کو کورب کرتی تو مر تسم کے پاس ڈینجر زون اون ہو
جاتا۔ وہ اسکی لوکیشن تو بتاتا تھا۔ لیکن یہ بھی بتاتا۔ وہ کبھی کبھار خود بھی حیران
ہوتی تھی کہ یہ بنایا کیسے گیا ہے۔

مر تسم نے یہ اٹلی سے بنوایا تھا۔ اس میں خاص قسم کی چپ اور ٹریکنگ
ڈیوائس تھی۔ اس چپ کو رب کرنے سے ڈینجر سگنل بجتا تھا مر تسم کے
موبائل میں۔ یہ چپ آخری نگ میں ڈالی گئی تھی۔



روز کہاں رہ گئی جلدی آویار۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ صبح اسے ناچاہتے ہوئے
بھی ضروری کام سے جانا پڑا۔ وہ نہیں جانا چاہتا تھا ابھی ان پلوں کو جینا چاہتا
تھا۔ لیکن کام بھی ضروری تھا۔

اب اسے آتے رات ہوگی تھی۔ وہ جانتا تھا زور نارا ض ہوگی اس لیے آتے ہوئے اسکا فیورٹ کھانا لے کر آیا تھا۔ اب کب سے اسے آوازیں دے رہا تھا لیکن وہ تو کان بند کیے آرام سے بیٹھی تھی۔۔ وہ جھنجھلا گیا۔

روز آرہی ہو یا میں آؤں۔ اسکی دھمکی سے پانچ منٹ بعد ہی دروازہ کھلا۔

غازی نے چھن چھن کے آواز پر چونک کر پیچھے دیکھا تو وہیں سٹل ہو گیا۔ مڑی ہوئی گھنی پلکوں کو مسکارے سے ذرا اور سنوارا گیا تھا۔ آنکھوں میں کاجل کی لکیر کھینچی ہوئی تھی۔ گلابی ہونٹ کو ذرا اور گلابی کیا گیا تھا۔ لمبے گھنے بالوں کو ہالف بریڈ میں باندھا ہوا تھا۔

کانوں میں چھوٹے سے ایرینگز جھملارہے تھے۔ ایک ہاتھ میں بھر کے چوڑیاں جبکہ دوسرے میں نازک سا بریسلیٹ تھا۔ ناک میں پہنی وہ نتھ ہمیشہ کی طرح چمک رہی تھی۔ کرمزن کلر کا شارٹ فرائیج جسکے بازو اور بارڈر پر ہلکا کام ہوا تھا۔ کرمزن ہی ڈوپٹہ شانوں پر پھیلا یا ہوا تھا۔ اور اسکے چہرہ پر ہمیشہ

کی۔ طرح ڈھیڑو معصومیت کے ساتھ غازی کی قربت رنگ کا گہرا رنگ
چڑھا تھا۔ انگلیاں چٹختی آنکھوں میں ڈھیڑو خفگی لیے وہ اسکے قربت کے
رنگوں میں نہائی کھڑی تھی۔

وہ مبہوت سا اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ ن۔ ندا آنٹی نے۔ ب۔ بولا کہ۔ ش۔ شادی کے بعد ایسے رہتے۔ اسکی
مظریں مسلسل خود پر پا کر کنفیوز ہو کر بولی۔

غازی کے جانے کے بعد احمر کی ماما اور نوشین اس سے ملنے آئے تھے۔

رات بھی ندا بیگم نے ان دونوں کے مابین دوریوں کو دیکھتے اسے سمجھایا تھا
۔ اور کتنی ہی دیر اور شوہر کے حقوق پر سمجھاتی رہیں۔ اور پھر احمر نے کمرے
کو جبکہ نوشین نے زر نور کو سجایا تھا۔

غازی کو اسپرٹوٹ کر پیار آیا۔ بے ساختہ ہی آگے بڑھتے اسے خود سے لگاتا
اسکا سر چوما۔

پھر جھکتے اسکی خفگی سے بھری آنکھوں کو چوما۔

میری جان ناراض ہے مجھ سے۔ سوری جانا۔ لیکن کام ضروری نا ہوتا تو
زندگی کی اتنی حسین صبح تمہیں چھوڑ کر کبھی نہیں جاتا۔
لیکن پھر بھی آپ گئے۔ وہ خفگی سے بولی۔

جانا ضروری تھا نا۔ انوسینٹ روز۔ اسکے لبوں پر بوسہ دیتے وہ مڑاویٹ اور
ٹیبیل سے گلاب کے پھولوں کا بکے اٹھاتے اسکے سامنے پیش کیا۔
وہ کھل اٹھی۔ تھینکس۔ بکے اسکے ہاتھ سے لیتے بولی۔ آو۔ اسے چیئر پر
بٹھاتے اپنے ہاتھ سے اسے کھانا کھلایا۔ کھانے کے بعد غازی نے اسے بہت
ساری چاکلیٹس اور اسکی پسند کے چپس وغیرہ دیے وہ خوش ہو گئی۔

مووی دیکھیں روم میں آتے غازی بولا۔ آپ بھی دیکھتے ہیں۔ وہ حیرت سے بولی۔

غازی ہنس پڑا۔ کونسی دیکھنی ہے۔

ہار دیکھیں۔ سیڈی دیکھتے بولا۔

نہیں غاز مجھے ڈر لگتا ہے۔

تو پھر۔ وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ کچھ سوچتے اسکی آنکھیں۔ چمکیں۔

اچھا آومیری پسند کی دیکھتے۔ ہار نہیں ہے۔ ڈونٹ وری۔ بیڈ کراون سے

ٹیک لگاتے غازی نے اسے کھینچا وہ اسکے سینے سے آگلی۔

یہاں بیٹھ کے دیکھو۔ مووی شروع ہوئی تو زور نور کو بھی اچھی لگی۔ غازی

اسکے گرد بازو باندھے اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

وہ اسکے سینے پر سر ٹکائے انہماک سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن جلدی گڑ بڑاتے

اسنے نظریں پھیریں کیونکہ۔ سکرین پر رومینٹک سین آرہا تھا۔ اسنے خفگی

سے نظریں پھیر کر غازی کو دیکھا۔ لیکن اسکی بولتی نظریں خود پر پا کر گر گڑا
گی۔

بند کریں مجھے نہیں دیکھنی۔ اسنے سکرین او ف کر دی۔ ہم میں بھی یہی سوچ
رہا تھا۔ انہیں کیوں دیکھنا ہم اپنا رومینس شروع کرتے ہیں۔

ہاں۔ وہ گھبرا گئی۔ پل میں سرخ ہوئی تھی۔ اسنے کترا کر جانا چاہا لیکن غازی
اسکے بالوں منہ چھپائے گہری سانس لینے لگا۔ زرنور کی جان پر بن آئی۔
وہ تو ابھی اسکی رات کی شدتوں سے نہیں سنبھلی تھی کہ وہ پھر سے بہکنے لگا۔
غاز سونا ہے۔ وہ بے چارگی سے بولی۔

سلاتا ہوں۔ وہ بہکے لہجے میں بولا۔ اور اسکا رخ اپنی طرف کرتے اسکے ہونٹ پر
قابض ہوا۔

وہ کسمائی۔ لیکن غازی اب اسکی گردن پر شدتیں لٹانے لگا۔

وہ سٹیٹائی لیکن وہ اسکے بازو اوپر تکیے سے لگاتا۔ مکمل اس پر حاوی ہوا۔ تو زرنور نے بے بس ہوتے اپنا آپ اسکے سپرد کر دیا۔ گزرتی رات کے ساتھ وہ رفتہ رفتہ اسکی باہوں میں پگھلنے لگی۔۔

اسنے جیسے ہی اپاٹمنٹ میں قدم رکھا اسکی توقع کے عین مطابق اپاٹمنٹ کا نقشہ بگڑا ہوا تھا۔ ہر چیز بکھری کوئی تھی۔ ہر جگہ کانچ۔ کشنز۔ برتن بکھرے پڑے تھے۔

اسنے گہری سانس لیتے قدم کمرے کی جانب بڑھائے جیسے ہی اسنے اندر قدم رکھا اٹھا ہوا کشن اسکے سینے پر لگا۔

اپنے کمرے کا حشر دیکھتے اسکا سر گھوم گیا۔ ہال سے زیادہ حشر کمرے کا تھا۔ ڈریسنگ کی ایک بھی چیز سلامت نہیں تھی۔ یہاں تک کے اسکے کپڑے اور فائلز ہر جگہ بکھری پڑیں تھیں

اسکا ڈوپٹہ۔ بیڈ پہ پڑا تھا۔ ہاتھوں سے چوڑیاں اتار کر پھینک دی گئیں
تھیں۔ مرتسم نے سامنے دیکھتے تھوک نگلا۔

کیونکہ وہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھے جوالہ مکھی بنی اسے ہی گھور رہی تھی۔
عین میری بات سنئے۔ اسنے ابھی ایک قدم آگے بڑھایا ہی تھا کہ ایک اور
کشن اسنے منہ پہ پڑا۔

آپکی ہمت کیسے ہوئی شاہ۔ آپ اسکا کیسے کر سکتے ہیں۔ اور تو اور بابا کو بھی
ساتھ ملا لیا۔ لیکن کان کھول کر سن لیجئے میں نہیں جاؤں گی آپکے ساتھ اینڈ
ڈیس فائنل۔ وہ غصے سے غرائی۔

مرتسم نے بے چارگی سے اسے دیکھا۔

لیکن عین بابا کو تو اپنے بولا تھا نا تھا آپ جائیں گی۔ اسنے احتیاط ایک قدم پیچھے
لیتے کہا۔

تو اور کیا انکے منہ پر انکار کر دیتی۔ آپ نے جان بوجھ کر مجھے فسایا تھا نا میں بتا رہی ہوں میں ہر گز نہیں جاؤں۔

لیکن عین دودن کی ہی تو بات ہے۔ چاہے دودن کی ہو میں ہر گز اس قید خانے میں نہیں جاؤں گی۔ وہ ادھر ادھر چکر کاٹتی بولی۔
لیکن جانا ضروری ہے اور جانا تو پڑے گا۔ آپ بابا کو ہاں کر چکی ہیں۔
میرررر۔ وہ چلائی۔

مرتسم نے کمرے سے باہر دوڑ لگائی۔

یہ سب آپ کا کیا دھرا ہے۔ میں آپ کو چھوڑ دوں گی نہیں۔ بھاگ کہاں رہے ہیں۔ وہ اسکے پیچھے بھاگتی بولی۔ تھک کر پھولتے سانس سے خفگی سے صوفے پر بیٹھ گئی۔

مرتسم نے گہری سانس لیتے اسکے آگے پانی کا گلاس کیا۔ جسے اس نے جھپٹنے کے انداز میں لیا۔ عین لیکن مسئلہ کیا ہے۔۔۔

شاہ جانا کیوں ضروری ہے۔۔ وہ بے چارگی سے بولی۔
عین انہوں نے اتنے پیار سے انوائٹ کیا ہے۔ اب انہیں منع کر دیتے
کیا۔ اسکا ہاتھ تھامتے مر تسم نرمی سے بولا۔
عینا نے بے چارگی سے اسے دیکھتے ہاں میں سر ہلا دیا۔

یہ عینا کا ذاتی اپاٹمنٹ تھا۔ جسکے بارے میں کچھ ہی لوگوں کو پتہ تھا۔ جب
بہت ہی کوئی ضروری کام ہو تب وہ اپنی ٹیم کے ساتھ یہاں کام کرتی تھی۔
آج اسے مر تسم نے فون کر کے یہاں بلایا تھا۔ جب وہ پہنچی تو مر تسم تو نہیں
لیکن بابا ضرور تھے۔

اور انہوں نے اسے بتایا تھا کہ انکے بہت ہی خاص دوست جسکا بیٹا مر تسم کا
بزنس پانٹر تھا انکی اپنی ور سری اور انہوں نے خاص عینا اور مر تسم کو
انوائٹ کیا ہے۔ اصل میں وہاں انکا ایک کانٹریکٹ بھی سائن ہونے والا
ہے۔ مر تسم کو تو جانا ہی تھا۔ لیکن وہ لوگ عینا سے بھی ملنا چاہتے تھے۔

اسے غصہ تو بہت آیا۔ لیکن بابا کو انکار نا کر سکی۔

لاسٹ ٹائم جب وہ گی تھی تو مر تسم تو اپنے کاموں میں ہی لگا رہا لیکن وہ گھر میں بند ہو کر رہ گی تھی۔ مر تسم جانتا تھا وہ کبھی نہیں مانے گی۔ اس لیے یہ طریقہ آزما یا۔

وہ خود بھی چاہتا تھا کہ اپنے کام میں وہ دونوں ایک دوسرے کو تھوڑا وقت دے سکیں۔ لیکن اپنی بیوی کے غصے سے بہت اچھے سے واقف تھا۔ جو غصے میں ہر چیز پٹک دیتی تھی۔ نا جانے اسے کہاں سے یہ عادت لگی تھی۔ لیکن جب بھی اسے غصہ آتا تھا۔ وہ اپنے آس پاس کی ہر چیز پھینک دیتی تھی۔ یہاں تک کہ جو جیولری۔ جوتے۔ دوپٹے اسنے خود پہنا ہوتا وہ بھی۔ مر تسم کو تو اسکی حرکتوں بہت کیوٹ لگتی تھیں۔ کیونکہ غصے میں اسکے گال ایسے پھول جاتے کہ وہ بہت پیاری لگتی تھی۔

لیکن وہ اسے ڈر بھی لگتا تھا اسکے غصے سے۔ کیونکہ وہ غصے میں کسی چیز کا لحاظ نا کرتی جو چیز ہاتھ لگتی اسی سے مار دیتی۔

مر تسم کے آفس میں کام کرنے والی دو لڑکیاں بھی ساتھ جارہی تھی جو انھی کی ساتھ رہنے والیں تھیں۔

اب جب اسنے سارا غصہ اپاٹمنٹ کا حشر نشر کر کے نکال دیا تھا۔ اس لیے سکون سے بیٹھی نوڈلز کھا رہی تھی۔ جبکہ مر تسم بے بسی سے کبھی اسے دیکھتا تو کبھی بکھری چیزوں کو۔۔۔
وہ کندھے اچکا گی۔۔



اسلام آباد سے مری تک راستہ زیادہ لمبا تو نا تھا لیکن وہ پھر بھی تھک گئی تھی۔ وہ لوگ صبح ہی نکلے تھے۔ عینا کا تو پتا نہیں لیکن مرتسم نے اس کے ساتھ اس سفر کو بہت انجوائے کیا تھا۔ وہ جیسے ہی گاڑی سے نکلی۔ ٹھنڈی ہوائ نے اسے کپکپانے پر مجبور کر دیا۔ سردیاں شروع ہو چکی تھیں۔ اسلام آباد میں تو نارمل تھی۔

لیکن مری تو پھر ہے ہی سردی کا نام۔۔

شال کو اچھے سے اپنے گرد لپیٹ کر اس نے سامنے دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی۔ اس نے بے یقینی سے مرتسم کی جانب دیکھا اس نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلا دیا۔ وہاں ایک ہی قطار میں کافی سارے چھوٹے چھوٹے کٹیج بنے ہوئے تھے۔

اور وہ اتنی خوبصورتی سے باہر سے سجائے گئے تھے کہ دیکھنا والا مبہوت رہ جائے۔۔ وہ خوش ہو گئی۔ اسے لگا تھا۔ شاید پچھلی بار جیسا گھر ہو گا۔ وہاں کافی ساری لوگ انکے ویلکم کے لیے کھڑے تھے۔

چلیے۔ مرتسم نے اسکا ہاتھ تھامتے آگے قدم بڑھائے۔ وہاں پر سب نے گرم کپڑے۔ سویٹر۔ کوٹ۔ شوز اور شال پہنی ہوئی تھی۔ اسنے سوچا ہی نہیں تھا کہ اتنی زیادہ سردی ہو گی۔ اسکا فیس اور ہاتھ پاؤں بالکل ریڈ ہو گئے تھے۔ وہ لوگ سیدھا اندر ہی آ گئے۔ ہیٹر آن تھے اور اند سے کاسٹج بھی گرم تھا۔ اسنے سکون کا سانس لیا۔

مرتسم وہاں باقی سب سے ملنے لگا۔ وہاں کافی سارے لوگ تھے۔ سب موجود تھے جسکا مطلب پارٹی کافی بڑی تھی۔ لیکن وہاں پر اکثر وہیں کے رہائشی تھی۔

ہمیں اس گڑیا سے تو ملوائیں۔ وہاں پر کسی کی وائف نے اشتیاق نے اسے
دیکھتے کہا۔ وہ گڑیا کہلانے پر جھنپ گئی۔

براون پیروں تک آتی فروک پہنے۔ چہرہ کسی بھی آرائش سے پاک تھا۔ بس
ہونٹوں پر ہلکی سے لپسٹک تھی۔ چاکلیٹی بالوں کا ڈھیلی سا بن بنایا ہوا
تھا۔ ڈوپٹہ اچھے سے سر پر لیے اپنے گرد شال لپیٹی ہوئی تھی۔ چاکلیٹی بالوں
کی لٹیں اسکے چہرے کو چوم رہی تھیں۔

جبکہ اسکا چہرہ گلابی ہو رہا ہے۔ شاید ٹھنڈ سے۔ ہونٹ اور چیکس تو ویسے ہی
اسکے گلابی ہی رہتے تھے۔ ناک میں پہنی نتھ چمک رہی تھی جبکہ ناک کی نوک
ریڈ تھی۔ وہاں پر سب لڑکیوں زیادہ تر جینز۔ لانگ۔ یا شارٹ شرٹ میں
تھیں۔ اوپر کوٹ پہنے ہوئے تھے۔

مر تسم مسکرایا۔ لیکن اسکے کچھ کہنے سے پہلی ہی وہاں ایک لڑکی چہک کر
بولی۔ غالباً یہ مسٹر شاہ کی منکوحہ ہیں۔ عینا شاہ رائیٹ۔
ہم تو مطلب یہ وہی ہیں جس نے اس بگڑے شیر کو لگام ڈالی ہے۔
محفل قہقہوں سے گونج اٹھی۔

جب کہ وہ منہ نیچے کیے۔ ہونٹ دبائے اپنی ہسی دبائے لگی۔ جبکہ چہرہ اناری
ہوا تھا۔ لیکن اس بار شرم سے۔

Omg.. she is blushing

وہاں ایک لڑکی چہک کر بولی۔

I must say. MR .shah Your wife is so
cute and innocent..you are so lucky to
have this prettiest lady..

وہ سب اسکے ارد گرد جمع ہوتی بولیں۔ ایک نے تو باقاعدہ اسکا گال چوم لیا۔ وہ ہتھاقارہ گی۔

مر تسم نے سر کو خم دیتے گویا قبول کیا کہ لکی ہے۔

مر تسم نے کن اکھیوں سے اسنے چہرہ دیکھا تھا۔ باقی سب مرد اسے ویلکم اور ہائے بولتے جا چکے تھے۔

مر تسم بھی اسے ریلیکس رہنے کا اشارہ کرتا نہیں کے ساتھ چلا گیا۔ اوکے جی تو اب چھوڑو یہ شرم ورم۔ اب ہم اپنا اپنا انٹرڈکشن کرواتے ہیں۔ ہائے۔

میں ذوبیہ۔ یہ ثنا۔ یہ مالا نکہ ہم تینوں کے ہز بینڈ اور ہم مر تسم کے کالج فرینڈز کے ساتھ ساتھ اب بزنس میں بھی ساتھ ملنے والے ہیں۔ ارے ہاں یہ بھی ہے۔ سویرا۔ لیکن یہ ابھی تک سنگل ہے۔

اس لیے منگل لوگوں میں تیرا کیا کام۔ ایک لڑکی آنکھ دبا کر بولی۔

عینا ہنس پڑی۔ جبکہ اسے منہ بناتے نخوت سے ہنہ کیا۔ عینا نے نوٹ کیا کہ وہ اس سے کھینچی کھینچی ہے۔

ہائے۔ عینا نے اسے بولا۔ اسے صرف سر ہلایا۔ اور چلی گئی۔ جبکہ باقی سب نے شرمندگی سے عینا کو دیکھا۔

جبکہ وہ مسکرا دی۔ اسے وہ بالکل زینہ لگی۔

سوری عینا بٹ اس میں اس کا قصور نہیں۔ تمہیں پتا ہے یہ کالج کے زمانے سے ہی مرتسم میں انٹر سٹڈ تھی۔ بھی لیکن ہمارے شاہ بھی کمال تھے۔ گھاس بھی نہیں ڈالا۔ زوبیہ نے شرمندہ ہوتے اسے کہا۔ جبکہ عینا کا چہرہ اتر گیا۔

یہ یہاں کیوں ہے۔ اسے بے اختیاری میں پوچھا۔ سب کی نظریں خود پر پا کر گڑ بڑا گئی۔

مطلب تم نے بولا کہ وہ سنگل ہے جبکہ باقی سب یہاں۔ وہ ہونٹ کاٹتی
بات ادھوری چھوڑ گئی۔ باقی سب ہنس دی۔ کوئی بات نہیں ہم سمجھ
گئے۔ اصل میں اسکے ڈیڑھیں یہاں اس لیے۔
وہ سر ہلا گئی۔ جبکہ باقی سب بھی آ گئے۔

ارے آپ چڑیلوں نے تو آتے ہی بچی کو گھیر لیا۔ بے چاری ڈر ہی نا جائے
۔ زوبیہ کے ہز بینڈارزم نے شرارت سے کہا تو سب لڑکیوں نے اسے گھورا۔
ایسی کوئی بات نہیں ہے ارزم بھائی۔ یہ سب تو بہت اچھی ہیں۔ وہ ارزم سے
پہلے بھی مل چکی تھی۔ اس لیے آہستہ سے بولی۔
دیکھا۔۔ لڑکیاں اترائیں۔ چلیں بھی کھانا لگ چکا ہے۔۔ کھانا کھاتے سب
لوگ وہاں سے جا چکے تھے۔

مر تسم عینا۔ اور دو لڑکیاں جو کہ مر تسم کے آفس میں ہی ہوتی تھیں بس وہی تھیں۔ کاٹیج دیکھنے میں ہی چھوٹا تھا جبکہ اسکے اندر تین چھوٹے کمرے۔ ایک چھوٹا سا ٹی وی لاؤنچ اور ایک کچن بھی تھا۔ ایک کمرے میں مر تسم۔ ایک میں عینا جبکہ ایک روم میں وہ دونوں لڑکیاں تھیں۔ عینا نے ان میں سے ایک کو اپنے ساتھ آنے کی آفر کی لیکن وہ خوش دلی سے منع کر گئیں۔ سب تھکے تھے اس لیے گرم بستر میں گھس گئے۔



اگلی صبح اپنے ساتھ ڈھیروں نئے راز اور خوشیاں لے کر آئی تھی۔ آج وہ لوگ پروجیکٹ شروع کرنے والے تھے جبکہ کل ارزم اور زوبیہ کی اپنی ور سری تھی۔ مر تسم کو ملا کر یہ چاروں ایک نیا پروجیکٹ۔ شروع کرنے

والے تھے۔ اس لیے وہ لوگ صبح ناشتے کے بعد سے ہی غائب تھے۔ جبکہ عیناب بورہور ہی تھی۔ وہ دونوں لڑکیاں بھی مرتسم کے ساتھ چلی گئیں۔

جب باقی سب نے وہاں ڈیڑھ ڈالا۔ کاٹیج بالکل ساتھ سے بس دو قدموں کا فاصلہ تھا اس لیے تینوں لڑکیاں اب وہاں موجود تھیں۔ مرتسم نے رات اسے بتایا تھا کہ یہ کاٹیج ان سب نے مل کر بنوائے تھے۔ تاکہ یہاں چھٹیاں انجوائے کر سکیں۔

ارسل بھی انکے ساتھ اس ڈیل میں تھا لیکن کسی وجہ سے وہ آنا سکا۔ اسکے حصے کا کام مرتسم کا تھا۔

سویرا نہیں آئی۔ وہ اسکو ناپا کر بولی۔

نہیں وہ کسی کام کر کہہ کے گئی ہے۔۔

وہ ابھی اٹھ کر کھڑکی تک آئی ہی تھی کہ خوشی سے اسکی چیخ نکلی۔۔

برف باری۔ وہ بچپن سے ہی دیوانی تھی بارش اور مری کی برف کی۔۔ وہ
باہر کی طرف قدم بڑھاتی کہ وہ تینوں اسکے سامنے آگئیں۔

آپ کے پتی دیو نے ہمیں آپکے اس شوق کے بارے میں ہمیں پہلے ہی بتا
چکے ہیں۔ لیکن آپ ان سب باہر نہیں جاسکتی۔

لیکن کیوں۔ اسکا منہ اتر گیا۔

جاسکتی ہیں لیکن ویسے جیسے ہم کہیں گے۔۔

ارے لیکن۔۔ وہ بوکھلا گئی۔ لیکن وہ لوگ اسے قابو کر چکی تھیں۔

وہ جب باہر آئی تو۔ بالکل پنک ٹیڈی لگ رہی تھی۔ واٹ سنیکرز پر بلیک جینز

کے ساتھ گھٹنوں تک آتی بلیک ہی فراک پہنی تھی۔ جس پر واٹ ڈاٹ

تھے۔ اسکے اوپر پنک کوٹ پہنا تھا۔ جو گھٹنوں سے ذرا سا نیچے تھا۔ بلیک

سکارف گلے میں ڈالے۔ بالوں کو اطراف سے مانگ نکال کر کھلا چھوڑا ہوا تھا۔ جبکہ سر سرپنک ہی اوئی کیپ پہنی تھی۔۔۔
وہ بالکل بچی جیسی لگ رہی تھی۔ جبکہ وہ سب بھی اسی حلیے میں تھیں۔۔۔ لیکن وہ سب سے الگ لگ رہی تھی۔ اسنے پہلی بار ایسی ڈریسنگ کی تھی ورا سے کافی سوٹ بھی کی بھی۔

ہاؤ۔ کیوٹ۔۔۔ بے بی ڈول۔ زوبیہ اسکے گلابی گال کھینچتے بولی۔

ویٹ ویٹ ایک ایک۔ ایک کی جگہ اسنے عینا کی کافی ساری پکچرز کی تھیں۔ کچھ سوچتے اسنے لب دبائے اور پکچرز مرتسم کو سینڈ کر دیں۔ پھر کچھ سیلفیز لینے کے بعد وہ لوگ باہر آ گئیں۔

یہ جگہ آبادی سے تھوڑی ہٹ کر تھی۔ اس لیے ساری رات کی طرف باری
کے بعد اب کاٹیج کے آس پاس ہر جگہ برف تھی۔ اور درمیان میں کاٹیج
خوبصورت لگ رہے تھے۔



اس نے گاڑی کا دروازہ کھلونے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ۔ زوبیہ کی طرف
سے کچھ آنے پر اس نے چیٹ اوپن کی تو۔ پکچرز دیکھتے وہ ساکت رہ گیا۔ پلک بھی
نہیں جھپکی۔

وہ کیوٹ سے فیسیس بنائے لگ ہی اتنی پیاری رہی تھی۔ ایک پک میں وہ
ہونٹ دبائے مسکار ہی تھی۔ وہ جیسے سانس لینا بھول گیا۔ دل کیا ابھی وہ
سامنے ہوتی تو خود میں بھینچ لیتا۔

کہاں کھو گئے چلو۔ ارزم نے اسے کہا جو کب سے ایک ہی جگہ سٹل ہو گیا۔

وہ لوگ اب واپس جا رہے تھے۔ دو گھنٹے پہلے ہی عینا نے اسے فون کیا تھا کہ وہ کب آئے گا۔ وہ یہ سب اس کے ساتھ دیکھنا چاہتی ہے۔ لیکن مرتسم نے کہا تھا کہ ضروری کام ہے۔ کوشش کرے گا جلدی آنے کی۔ اور اب وہ جلد از جلد اس کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔

عینا کی سب سے اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ اس نے کافی انجوائے کیا۔ برف کے ساتھ کھیلتے۔ کبھی ایک دوسرے کو مارتی تو کبھی پھسل جاتی۔ وہ لوگ اب واپسی کے لیے مڑی تو سامنے ہی وہ سب آتے دکھائی دیے۔

عینا مسکرا دی۔ لیکن جلد ہی اس کی مسکراہٹ پھینکی پڑ گئی۔ جب مرتسم ان سب کے ساتھ نہیں تھا۔

برف انجوائے ہو رہی ہے۔ لیکن اب چلیے شام ہو گئی ہے۔ کچھ کھانے کو بھی دیں۔

وہ سب کھانا ایک ساتھ ہی کھاتے تھے۔ جلد ہی سب اندر آتے فریش ہونے چلے گئے۔

اسنے فون کو دیکھتے میسج کرنے سوچا۔ لیکن جب تک سب آگئے۔

ارزم بھائی۔ میر نہیں ائے۔ وہ ہونٹ کاٹتی بولی۔ سب نے اسکی طرف دیکھا۔

نہیں گڑیا سے راستے میں کچھ کام تھا۔
اس لیے نہیں آیا۔ لیکن آجائے گا جلدی۔۔۔
جی۔ وہ سر ہلا گئی۔

ڈونٹ وری جائیں گے تمہارے شاہ جی۔۔ تم کھانا کھاؤ۔ زوبیہ اسے کندھا مارتی بولی۔

نہیں آپی مجھے بلکل بھی بھوک نہیں ہے ابھی۔
تھوڑا سا۔

ابھی نہیں۔ کوئی بات نہیں مر تسم کے ساتھ کھالینا۔ وہ سر ہلا گئی۔

پھر رات تک وہ لوگ کافی انجانے کرتے رہے۔ لڈو سے اور کافی سے۔ عینا مر تسم کا انتظار کرتی رہی اب سب اپنے کٹیج کی طرف جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ سب جیسے ہی باہر آئے سب رک گئے۔

سامنے ہی مر تسم سویرا کو گاڑی سے نکلنے میں مدد دے رہا تھا۔ پھر اسے سہارا دیتے آگے لانے لگا۔

عینا کا چہرہ سفید پڑا۔

مر تسم جیسے ہی اسے لایا لڑکیوں نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ ابھی کوئی کچھ کہتا عینا تیزی سے سب کے بیچ سے نکل کر اپنے کٹیج میں غائب ہوئی تھی۔ سب نے ایک دوسرے کو دیکھتے نظریں چرائیں۔ مر تسم نے ہونٹ بھینچتے اسے جاتے دیکھا۔ پھر سب کو سچو لیشن بتاتا۔ اندر بڑھ گیا۔

لاونچ خالی تھا۔ وہ دونوں لڑکیاں واپس جا چکی تھیں۔ ان کا کام ختم ہو گیا

تھا۔ مر تسم نے گہری سانس لیتے کھانا ٹیبل پر رکھا۔ جو ابھی زوبیہ نے دیا تھا۔

اسنے بتایا تھا کہ عینا نے بھی کھانا نہیں کھایا۔ کچھ دیر اسنے انتظار کیا۔

اپنے پیچھے آہٹ پا کر اسنے مڑ کر نہیں دیکھا۔ وہ آگے کچن میں آئی۔ اور کافی بنانے کے لئے سامان نکالنے لگی۔

مر تسم نے اسے دیکھا وہ اب سادہ سے سوٹ میں تھی۔ اپنے گرد شال لے رکھی تھی۔ وہ تیزی سے کافی پھینٹنے لگی۔ جب چیچ ہاتھ سے گر گیا۔ وہ جھلای۔ چیچ سنک میں بٹکتے دوسرا اٹھایا۔۔۔۔

کسی اور کا غصہ ان پہ کیوں نکال رہی ہیں۔ وہ خاموشی سے اسکی کاروائی دیکھ رہا تھا۔ خاموشی برداشت نا ہوئی تو بول اٹھا۔ جبکہ عینا نے نظر انداز کرتے اپنا کام جاری رکھا۔

عین میں آپ سے بات کر رہاں جواب کیوں نہیں دے رہی۔ اسنے کپ پٹکا۔ تو کیا کروں آپ پر نکالوں۔

یا آپکو ایسے پٹکوں۔ وہ کڑے تیوروں سے اسے دیکھتی مڑی۔ مرتسم نے اس کے تیور دیکھتے بے ساختہ ہی کنپٹی پر ہاتھ پھیرا۔

ابھی وہ کچھ کہتا کہ ڈور نوک ہوا۔ لوک نہیں تھا۔ اس لیے نوک کیا گیا۔ آجاو۔ وہ ارم کا چھوٹا بھائی تھا۔

عینا ارم کے ساتھ اس سے بھی مل چکی تھی۔ ایک دوبار۔
بھائی یہ سویرا نے بھجوا یا ہے آپکو تھینکیو بولنے کے۔۔ وہ بولتا اندر آیا لیکن۔
عینا کو تیار می چڑھائے کھڑا دیکھا رک گیا۔ اس نے تھوک نگلا۔ وہ جب بھی دو بار اس سے ملا تھا۔ بے چارہ اس کے غصے کا ہی عتاب بنا تھا۔ اس کا ہاتھ بے ساختہ ہے۔ اپنے ماتھے پر گیا۔ غصے میں عینا نے مارا کسی اور کو تھا اور لگ اس بے چارے کو گیا۔

رک کیوں گئے۔ آئے آپکی ہی کمی تھی۔ اور سویرا خود کیوں نہیں آئی۔ آ کے خود بھی بول دیتی۔ وہ غصے سے اسے دیکھی بولی۔ وہ بھا بھی میں تو بس۔

لیکن وہ وہاں سے جا چکی تھی۔ مرتسم نے گہرا سانس لیا۔ افسوس کی بیوی کا غصہ۔۔

یار بھائی۔ ہمیشہ میرے ساتھ ہی کیوں میں بتا رہا ہوں۔ اب میں تب تک آپکے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا۔ جب تک آپ مجھے گھر نئی نہیں دیتے کہ بھابھی سے بچائیں گے۔

مرتسم نے ماتھا مسدہ۔ تمہاری کیا۔ میں تو اپنی گھر نیٹی نہیں دے سکتا کہ کب میری بیوی غصے میں چیزوں کے ساتھ مجھے بھی اٹھا کر گھر سے باہر پھینک دے۔ وہ بڑبڑایا۔

کیا ہے۔ اسے اپنی طرف متوجہ پا کر وہ بولا۔ کچھ نہیں میں تو بس جا رہا تھا۔

مر تسم نے قدم اسکے کمرے کی جانب بڑھائے۔ سامنے ہی وہ گھٹنوں میں
منہ دیے بیٹھی تھی۔ آہٹ پر سر اٹھایا مر تسم کو دیکھتے رخ بدل گئی
۔۔۔ عین۔۔۔ "وہ اسکے منہ موڑنے پر تڑپ گیا۔ عینا نے تیزی سے اپنے"
گال رگڑے۔ وہ جب بھی غصے میں ہوتی تو چیزیں بٹکنے سے اسکا غصہ کم ہو جاتا
لیکن جب بہت زیادہ غصہ کو تو وہ بے ساختہ ہی رو پڑتی تھی۔

اور اب بھی یہی ہوا تھا۔

جائیں آپ مجھے کوئی بات نہیں کرنی آپسے۔ وہ بھیگی آواز میں بولی۔

وہ آہستہ سے اسکے پاس بیٹھا۔

کہاں جاؤں۔ اسے دیکھتے بولا۔

وہیں جہاں سارا دن مصروف رہے۔ اسکی آواز میں دکھ تھا۔ مر تسم کا دل

ڈھڑکا۔

اسکے بابا نے مجھے بلایا تھا۔ لیکن وہاں اسے چوٹ لگ گئی تو اس لیے مجھے اسے لانا پڑا۔ اسے ڈاکٹر کے پاس لیجاتے دیر ہو گئی۔

تو اب بھی جائیں۔ اسی کی فکر کریں۔ میں ٹھیک ہوں یہاں۔ جن کے آسرے پر چھوڑ کر گئے تھے انہوں نے بہت اچھا خیال رکھا۔ لیکن شاید بھول گئے آپکی ذمہ داری میں ہوں وہ نہیں۔ وہ سراٹھا کر بولی۔

یہ پہلی تلخ کلامی تھی جو انکے بیچ ہوئی تھی۔ میں یہاں سارا دن آپکا انتظار کر رہی ہوں اور آپ لگے ہیں خد متوں میں اور مجھے کہا جا رہا ہے کہ ضروری کام ہے۔ آپکو چاہئے تھا کہ مجھے یہ سب دکھاتے لیکن آپکو اپنے دوستوں سے فرست ملتی تو میرا دھیان آتا۔ پھر چاہے میں۔

اسکے آگے کچھ بولنے سے پہلے مر تسم نے نرمی سے جھکتے اسکے لفظ خود میں قید کیے تھے۔ وہ ساکت رہ گئی۔

جبکہ مر تسم اب اسکا غصہ۔ ناراضگی۔ لڑائی۔ اپنے ہونٹوں میں قید کر رہا تھا۔
عینا کا سانس اٹکا تو نرمی سے پیچھے ہوا۔ عینا نے اتنی ہی تیزی سے رخ موڑا
تھا۔ وہ سرتاپیر سرخ پڑتی گہری سانس بھرنے لگی۔ مر تسم نے اسکا رخ اپنی
طرف کرتے اسکے ماتھے سے ماتھا جوڑا۔

میں چاہے جہاں بھی رہوں سارا دن۔ لیکن یہ یاد رکھئے گا۔ مر تسم میرا شاہ
کے وجود پر۔ دل پر اگر کسی کو اختیار ہے تو صرف عینا شاہ ہے۔ جسکے بھی
ساتھ رہوں۔ میرے خیالوں میں صرف آپ رہتی ہیں۔۔

اور اگر جاؤں گا بھی کہاں۔۔۔ جہاں بھی جاؤں لوٹ کر آنا تو آپ ہی کے
آنچل میں ہے۔

اسکی آنکھیں چومتا۔ وہ آہستہ سے بول رہا تھا۔

اب کوئی ناراضگی۔ اسکی پیشانی پر ہونٹ رکھتے لاڈ سے پوچھا۔

سوری۔ میں زیادہ ہی ریکٹ کر گئی۔ وہ سر جھکا کر بولی۔ لیکن شاہ مجھے وہ سویرا
بلکل اچھی نہیں لگتی پتہ نہیں کیوں۔ عجیب سی ہے۔
وہ معصومیت سے اسے دیکھتے سچ بتا گئی۔

مر تسم کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔ اس نے کھینچ کر اسے سینے سے لگاتے۔ اسکا
سر چوما۔ کوئی بات نہیں مجھے بھی نہیں لگتی۔
سچی۔ وہ حیرت سے بولی۔ ہم۔ اسنے سر ہلایا۔
تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اسے دیکھتے مر تسم بھی مسکرا دیا۔ لیکن جانے یہ
مسکراہٹیں کب تک تھیں۔

وہ کروٹ پہ کروٹ بدلتے جھنجھلا گئی۔ لیکن مجال ہے جو نیند آ جائے۔ آتی
بھی کیسے اس ظالم کی بانہوں میں سونے کی جو عادت پڑ گئی تھی۔

وہ اٹھ بیٹھی۔ گھور کر سٹڈی کے دروازے کے دیکھا۔ ایسا بھی کیا کام کہ بیوی کا ذرا بھی خیال نہیں۔

وہ اسکے ساتھ بہت خوش تھی۔ زر نور نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ غازی اسے اتنی خوشیاں دے گا۔

آج کھانے کے بعد اسے سونے کا کہتے خود سٹڈی میں بند ہو گیا۔ وہ اٹھی اور آہستہ سے سٹڈی کا دروازہ کھولا۔

دڑ بھی تھا کہیں ڈانٹ ہی نادے۔ دروازے سے جھانک کر دیکھا وہ تو سامنے ہی لیپ ٹوپ پہ جھکا ہوا تھا۔ ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے۔

وہ چاپ پیدا کیے بغیر اسکے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔ جھک کر دیکھنا چاہا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اسی وقت غازی نے چمیر گھماتے رخ اسکی طرف کیا۔

اسکے سمجھنے سے پہلے ہی وہ اسکی گود میں تھی۔

زر نور نے منہ کھول کر اسے دیکھا۔ یہ سب اتنی اچانک ہوا کہ اسے سمجھ ہی نہیں آیا۔ پھر منہ بناتے اسکے گلے میں بائیں ڈالیں۔ اور اسکے سینے پر سر رکھ دیا۔

زر۔۔ کیا۔ ہوا اسکا سر چومتے غازی نے اسکے گرد بازو باندھے۔ اسکے زر بلانے پر زر نور کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔
اسے اسکی فرینڈ زر نور بلاتی تھیں۔ لیکن کبھی کسی نے زر نہیں پکارا۔ لیکن کچھ دنوں سے وہ اسے روز تو کبھی زر بلاتا تھا۔
نیند نہیں آرہی غاز۔ اسنے منہ بناتے کہا۔
کیوں۔ کیوں نہیں آرہی غازی نے اسکا سر سہلایا۔

زر نور نے خفگی سے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر یکدم اسکے گلے سے باز و نکالتی
اس سے پہلے کے اٹھ جاتی غازی نے اسے واپس کھینچا۔ اگلے سیکنڈ وہ پھر سے
اسکی گود میں تھی۔

کیا ہے اب چھوڑیں مجھے۔ آپ کریں اپنا کام۔ اسکی آنکھیں تیزی سے نم
ہوئیں۔

غازی تو بوکھلا گیا۔ زر میری جان۔ ایم سوری میں مزاق کر رہا تھا۔ غازی نے
اسے خود میں بھینچا۔

آپ بدل رہے ہیں غاز۔۔ روتے شکایت کی۔

زر۔ غازی نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اسنے زور سے سر ہلایا۔

آپ سارا دن اسکے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ لیپٹاپ کو گھورا۔ اور آج تو مجھے

سلایا بھی نہیں۔ ایسے بھی کوئی کرتا ہے اپنی بیوی کے ساتھ۔

اوکے۔ بس بس میرا بچہ۔ بس کام تھوڑا زیادہ تھا نا۔

وہ کام کے چکر میں زر نور کو سہی سے ٹائم نہیں دے پارہا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا وہ
اسکی عادی ہو رہی ہے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لیے۔
ہم کوئی آپ کا بچہ وجہ نہیں ہیں۔ ناک سکوڑتے کہا۔
ہاں بچہ نہیں بچی۔ چھوٹی سی گڑیا۔ غازی نے اسکی ناک کھینچی۔ تو وہ کھلکھلا
دی۔

کوئی نہیں۔ ہم آپکی بیوی ہیں۔ اسکے سینے پر سر رکھتے۔ لاڈ سے کہا۔
لیکن حرکتیں بچوں جیسی ہیں۔ وہ دو بد بولا۔
ہیں تو۔ آبرو اچکاتے۔ ہونٹ باہر نکالے۔ غازی نے جھک کر اسکے ہونٹوں کو
چھوا۔

پھر شدت سے اسکے ہونٹوں کو قید کیا۔ وہ پھڑپھڑاگی۔ سختی سے اسکا کلرد بوج
گی۔ وہ کچھ دیر بعد پیچھے ہوا تو وہ اپنی سانسیں درست کرتی سرخ پڑتی اسکی
گردن میں منہ دے گی۔

تو میں ایسے سدھار لوں گا۔ غازی نے اسکے کان میں سرگوشی کرتے کان کی لو
کو چوما۔



ایک ہاتھ سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے دوسرا ہاتھ تیزی سے لیپ
ٹوپ پر چل رہا تھا۔

جبکہ زرنور اسکی گردن میں بائیں ڈالے۔ اسے سینے پر سر رکھے
آہستہ۔ آہستہ نیند کی وادیوں میں اتر رہی تھی۔

نیند میں بھی اسے اپنے بالوں میں چلتا غازی کا ہاتھ محسوس ہو رہا تھا جو اسکے
سکون کا باعث تھا۔

جانے کتنی ہی دیر ہو گی اُسے وہاں بیٹھے بیٹھے۔ زر نور اسکی آغوش میں بلکل
نہی بچی کی طرح سو رہی تھی۔ کام ختم کرتے اسنے گھڑی کی جانب دیکھا
تو۔ رات کے گیارہ ہو رہے تھے۔ اسنے گہری سانس لی۔

زر نور کو احتیاط سے بانہوں میں اٹھاتے بیڈ پر لٹایا۔ خود فریش ہونے چلا
گیا۔ واپس آیا تو شرٹ غائب تھی۔ بیڈ پر آتے زر نور کر کھینچ کر اپنے سینے پر
کیا۔ اور آنکھیں موند لیں۔

وہ جو کرنے جا رہا تھا اسکے بعد زندگی کیا موڑ لیتی وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ
اپنے مقصد کے قریب تھا۔ اسے اپنی زندگی کے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ ویسے
بھی ایک بار اسکا مقصد پورا ہو جاتا تو شاید وہ اسی مقصد کو پورا کرتے جان سے
جاتا۔ لیکن اب اسے موت سے ڈر لگنے لگا تھا۔

اس لیے کہ اسکے بعد اسکی اس نازک جان کا کیا ہوگا۔ موت نا آنے کی
دوسری صورت کیا وہ اس سے دور ہو جائے گی۔ وہ اسے اس بھری دنیا میں
کیسے اکیلے چھوڑ سکتا تھا۔ گہری سوچوں میں الجھتے۔ وہ نیند کی وادیوں میں
اترنے لگا۔۔۔



شام کے سات ہو رہے تھے۔ زوبیہ لوگوں کی اپنی ور سری کے ساتھ وہ لوگ
آج اپنے پروجیکٹ کو اناؤنس کرنے والے تھے۔ لڑکیاں سب ایک ہی جگہ
جمع تھیں۔ لیکن عینا الگ روم میں تیار ہو رہی تھی۔

عینا کہاں ہے۔۔۔ زوبیہ نے اپنی ساڑھی کا پلو ٹھیک کرتے کہا۔ میں یہاں
ہوں بھا بھی۔ وہ اوپر پہلی سیڑھی پر کھڑی تھی۔ وائٹ گھیرے دار فرائک جو

اسکے پاؤں بھی تک آرہی تھی۔ اسکے دامن اور بازوؤں پر ڈارک گولڈن کلر کیا ہلکا کام کی ہوا تھا۔

لائٹ سامیک اپ کئے گلے میں ایک سادہ سی چین تھی۔ جس میں ایک لوکیٹ چمک رہا تھا۔ اسکی نسبت کانوں میں بڑے ایرینگز تھے۔ جنکو سہارے کے لئے چاکلیٹی بالوں کی ہالف فرینچ بنائی گئی بریڈ میں اٹکایا ہوا تھا۔ اسکے ایرینگز میں چھوٹے چھوٹے موتی لگے تھی جو اسکے ہلنے سے آپس میں ٹکراتے گونج اٹھتے۔ ایک ہاتھ میں گولڈن چوڑیاں تھی اور دوسرے میں ہمیشہ کی طرح وہ بریسلٹ چمک رہا تھا۔ ناک میں پہنی وہ ہیرے کی نتھ بھی آج کچھ زیادہ ہی چمک رہی تھی۔

گولڈن ہی ڈوپٹہ ایک سائیڈ سے بازو کندھے پہ ڈالے جبکہ دوسری سائیڈ سے سر پر اٹکایا ہوا تھا۔ ویسے تو اسکا ڈریس بھی موسم کے لحاظ سے گرم

تھا۔ لیکن پھر بھی ٹھنڈ کی وجہ سے ڈارک گولڈن شال جسکے باڈر پر نفیس سا کام ہوا تھا۔ کندھوں کے گرد پھیلائی ہوئی تھی۔

وہ سب تو منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھیں۔

او۔ ایم۔ جی۔ یہ عینا ہے۔

وہ کنفیوز ہو گئی۔ کہ کچھ زیادہ تو نہیں ہو گیا۔ جبکہ ان چاروں نے تو میک اپ بھی ڈارک کر رکھا تھا۔

you are looking gorgeous

زوبیہ اسکا گال چومتے بولی۔ وہ جھنپ گئی۔ دو دن تک یہ روپ کہاں چھپا تھا۔
قسم سے عین ایسے ہی رہا کرو۔ بہت پیاری لگ رہی ہو۔ میر بھائی تو تمہیں
دیکھتے ہی فلیٹ کو جائیں گے۔

ان تینوں کے قہقہے گونجے۔ جبکہ سویرا اسکا حسن دیکھتی جل بھن گئی۔ وہ خود بھی سٹائیلش سی میکسی میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

چلو بھی دیر ہو رہی ہے۔ سب لڑکے اندر آئے۔ پارٹی ایک ہوٹل میں تھی۔ جبکہ اندر آتا مر تسم ٹھٹھک کے رکا تھا۔

زوبیہ اور ملائکہ نے شرارت سے اسے کندھے مارا اور آگے چل دیں۔ سب لوگ اپنی اپنی گاڑی میں جانے والے تھے۔ سب لوگ جانے لگے۔

عینا بھی اپنا کلچ اٹھانے کے لیے مڑی۔ لیکن دروازہ لوک ہونے کی آواز پر اسکا سانس اٹکا۔

اسنے مر تسم کا ٹھٹھک کر رکنا محسوس کیا تھا۔ اس لیے گھبراتی پلٹی تھی۔ وہ وہیں ساکت ہو گئی۔ مر تسم نے پیچھے سے اسے کندھے پر تھوڑی رکھتے کمر سے پکڑے اپنے ساتھ لگایا۔

اسکے بالوں میں منہ دیتے گہری سانس لی۔ آیت اور ارسل کی شادی کے بعد
وہ آج اس طرح تیار ہوئی تھی۔ عینا سانس روک گی۔
یہ تو ظلم ہے ہم پہ۔ گھمبیر آواز میں سرگوشی کی۔ اسکی ہتھیلیوں پسینے سے
بھیک گئیں۔

مر تسم نے آہستہ سے اسکا رخ موڑا۔ وہ مبہوت سا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ اسکی
بھوری سحر زدہ آنکھیں اس وقت اتنی خوبصورت لگ رہی تھیں کہ کوئی بھی
اسکی آنکھوں میں کھو جاتا۔ گہری نظروں سے سرتاپاوں اسکا جائزہ لیتے وہ اس
پر جھکا۔



زر نور کو خود سے دور جاتا دیکھ۔ اسنے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولی۔ پسینے سے تر
ہوتے چہرے کو صاف کرتے وہ ہوش میں آیا۔

زر نور کو شدت سے خود میں بھینچا تھا۔ کتنی ہی دیر اسکے ایک ایک نقش کو دل میں اتارا۔

پھر جھکتے اسکی سانسوں کو شدت سے خود میں الجھایا۔ اسکے لمس میں اتنی شدت تھی کہ زر نور کی آنکھ کھل گئی۔ وہ کسمسائی۔ غازی نے ایسے ہی کروٹ لی۔ زر نور کا وجود اسکے نیچے چھپ سا گیا۔

زر نور بے تحاشہ گھبرائی تھی۔ آج سے پہلے اسکے لمس میں اتنی شدت کبھی نہیں تھی۔ وہ تو اسے بہت پیار سے چھوتا تھا۔

کبھی اسکے ہونٹوں پر شدت دکھا دیتا لیکن آج۔ اسنے اسکے سینے پر مکے برسائے۔ اسے لگ رہا تھا کہ اسکا سانس بند ہو جائے گا۔ غازی پیچھے ہوا۔ تو وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

اسکی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔ غازی نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے خود میں بھینچا۔

غ۔ غاز۔ وہ گھبراگی اُسکی شدت پہ۔ جو اُسکی گردن میں منہ دیے۔ اپنا جنون
لٹا رہا تھا۔

زر۔ میں تمہیں نہیں کھو سکتا۔ میں اب جینا چاہتا ہوں۔ مجھے زندگی حسین
لگنے لگی ہے تمہارے سنگ۔

تمہارے ساتھ گزرا ایک ایک پل میرے لیے قیمتی ہے۔ تمہارا لمس۔ مجھے
میرے زخموں پر مرہم جیسا لگتا ہے۔

زر نور۔ تم اہم ہو بہت اہم۔ میری سانسوں کے لیے۔ میرے لیے۔ جینے
کے لیے ضروری ہو تم۔ وہ اسکے کان میں سرگوشی کرتا۔ اسکے کان کی لو کو
چوم گیا۔

غاز کیا ہوا۔ وہ ڈر گی۔ شرم و حیا ایک طرف رکھتی وہ پریشانی سے پوچھنے
لگی۔۔

زبردستی اسکا چہرہ اپنی گردن سے نکالا۔ کیا ہوا ہے غاز۔ مجھے بتائیں۔ اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتی وہ اسکی حد سے زیادہ سرخ آنکھیں دیکھتی گھبرا گئی۔

وہ مسکرایا۔ اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے لبوں سے لگایا۔

غازی کی جان بھی تم پر قربان۔ مجھے لگا تھا شاید میں ہی پاگل ہوں لیکن آگ تو دونوں طرف لگی ہے۔ اسکا ایک ایک نقش چومتے وہ اسے اپنی باتوں میں الجھا گیا۔ زرنور اسکی بڑھتی گستاخیوں سے بوکھلا گئی۔

غ۔ غاز۔ شش۔ آواز نا آئے۔ جتنی مزاحمت کرو گی۔ میرے لمس میں اتنی ہی شدت آئے گی۔ جو تمہاری نازک جان برداشت نہیں کر سکتی۔ اسکی شہ رگ پر لب رکھتے سرگوشی کی۔

زر نور نے اسکے کندھے پر اپنے ناخن گاڑھے۔ غازی نے نرمی سے اسکا ماتھا
چومتے اسے پوری طرح اپنے حصار میں لیا۔ اسکے لمس میں نرمی محسوس
کرتے وہ اپنا آپ اسکے حوالے کر گئی۔۔۔ اسکی تڑپ محسوس کرتے اسکے
لبوں پر شر میلی مسکان تھی

لیکن کون جانے کل کا سورج اس کی زندگی میں کونسا نیا طوفان لانے والا
تھا۔۔۔۔



ہمیں واپس جاتے رخصتی کروالینی چاہیئے۔ مرتسم نے اسکا ماتھا چومتے کان
کے پاس جھکتے شر گوشتی کی۔

ش۔ شاہ۔ وہ گھبرا گئی۔ لرزتی پلکوں سے اسے دیکھا۔
وہ لب دبائے شرارت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

عینا نے خفگی سے اسے دیکھا۔ اسکی آنکھوں میں شرارت دیکھتے نازک ہاتھ کا
مکابناتے اسکے سینے پر مارا۔ مرتسم نے اسکا ہاتھ پکڑتے لبوں سے لگایا۔
ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔

دیکھ رہا ہوں کہ آج مجھے مارنے کی پوری تیاری ہے۔ اسکی آنکھوں پر بوسہ
دیتے بولا۔

لیکن اتنی تیاری کی کیا ضرورت تھی ہم تو سادگی میں بھی آپکے دیوانے
ہیں۔ وہ ایک ادا سے بولا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

اسکو ایسے دیکھ وہ بھی مسکرا دیا۔ گہری سانس لیتے اسنے اپنا والٹ نکالا۔ جتنے
بھی نوٹ ہاتھ لگے۔ اسنے بنا دیکھے۔ عینا پر وارے۔ وہ نم آنکھوں سے اسے
دیکھتی مسکرا دی۔ مرتسم ایک بار پھر سے جھکتے اسکی پیشانی چومی۔

چلیں۔ اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی وہ آگے بڑھ گئی۔

گاڑی نے بیٹھنے سے پہلے وہ وہاں ایک گارڈ کو نظر کے پیسے دینا نا بھولا تھا۔



گاڑی سے نکلتے وہ کپکپا گئی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اسے سمیٹنے پر مجبور کر گئے۔ مرتسم اسکا ہاتھ تھا مے آگے بڑھ گیا۔
انکے ہال میں انٹر ہوتے لوگوں نے ٹھہر کر ان دونوں کو دیکھا۔ بے شک وہ دونوں کے دوسرے کے لئے ہی بنے تھے۔

کتنوں کی آنکھوں میں رشک تو کتنوں کی آنکھوں میں حسد تھا۔ مرتسم کے ہاتھ پر اسکی پکڑ مضبوط ہوئی۔ تو اسنے آنکھوں سے اسے ریلیکس رہنے کا اشارہ کیا۔

تم دونوں ایک ساتھ بہت پیارے لگتے ہیں۔ پرفیکٹ کیل۔ ملائکہ نے مسکرا کر ان دونوں کو سراہا۔ تو دونوں نے مسکرا کر شکریہ کہا۔

مر تسم اسے ان لوگوں کے پاس چھوڑتا۔ باقی سب سے ملنے لگا۔ زوبیہ لوگ
اسے وہاں باقی سب سے ملانے لگیں۔ سب ہی اشتیاق سے اس گلابی گڑیا سی
لڑکی کو دیکھ رہے ہیں۔ جو مر تسم کے پہلو میں کھڑی جج رہی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد کیک کاٹا گیا۔ کیک کاٹنے کے بعد بعد از ممانک لیے سیٹج
پرایا۔

لیڈیر اینڈ جینٹل مین اسٹیشن پلیز۔ جیسے کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں۔ یہ
ہماری اپنی ور سری پارٹی کے ساتھ ہمارے پروجیکٹ کی افتتاح کا بھی جشن
تھا۔

سو کیک تو کٹ ہو گیا۔ اب آتے ہیں ہمارے اصل مقصد کی طرف۔ آج ہم
دوستوں نے مل کر اپنی محنت سے اپنا ایک پروجیکٹ شروع کیا ہے۔ اور
انشاء اللہ بہت جلد ہم اسے کامیابی کی بلندیوں تک لے جائیں گے۔

سواب باری ہے ہماری افتتاح کی۔ اسنے تالی بجائی۔

تواگلے پی پل ویٹروہاں ہاضر ہوا تھا۔ ٹیبل پر سامان رکھتے وہ چلا گیا۔ اسنے باقی
تینوں کو بھی اشارہ کیا تو وہ بھی سیٹج پر آ گئے۔

ان چاروں نے ایک ایک کرتے فائل پر سائین کیے تھے۔ اور مل کر ایک ڈور
کھینچی جس سے پیچھے لال کپڑا ہٹا تو۔ انکے پر وجیکٹ کے مختلف سیشنز سکرین
پر دکھائے جانے لگے۔

سب نے ہی انکی محنت کو سراہا تھا۔ لوگ آگے بڑھ کر انہیں وش کرنے
لگے۔ آہستہ آہستہ سب لوگ۔ کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لوگ جھٹے تو
عینا۔ زوبیہ لوگوں سے ایکسیوز کرتی مرتسم کے پاس جانے لگی۔ لیکن بیچ میں
ہی اسے لڑکیوں نے گھیر لیا۔

اسی وقت مرتسم کے پاس سویرا گئی۔

گو نگر بچو لیشنز

میر۔ تھینکیو۔ اسنے سر ہلایا۔ یہ میری طرف سے کل کے لیے سوری سمجھ
لیں آپکو میری وجہ سے دیر ہوگی نا۔ وہ شر مندہ ہوتے بولی۔

اٹس۔ اوکے۔ وہ آگے بڑھتا لیکن اسنے اسکے آگے جوس کیا۔ میری طرف
سے معذرت سمجھ لیں۔

اسے عجیب تو لگا لیکن پھر بھی اسکے ہاتھ سے لیتے سپ لینے لگا۔ سویرا نے فتح
نظروں سے اس مغرور شہزادے کو دیکھا۔

جو وائٹ شرٹ پر بلیک بریزر پہنے لڑکیوں کے دل دھڑکا رہا تھا۔ لیکن سویرا
نے نوٹس کیا اسکا دھیان کہیں اور تھا۔ اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے
اسنے مٹھیاں میچیں۔

وہ نثار کر دینے والی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کوئی بات نہیں بس کچھ دیر
اور پھر سب اپنے آپ ہی ختم ہو جائے گا۔ وہ تنزیہ مسکرائی۔

مر تسم نے جو س ختم کرتے خالی گلاس اسکے سامنے لہرایا۔ اسے جو س کا
ٹیسٹ عجیب لگا۔ لیکن فلحال اسے عینا کے پاس جانے کی جلدی تھی۔ اس
لیے جلدی سے ختم کر دیا۔

لیکن ابھی آگے جاتا کہ اسکا فون بج اٹھا۔ یہاں شور کی وجہ سے وہ ایک سائیڈ
ہو گیا۔ اور ارسل کی ساری تفصیل بتانے لگا۔

قریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ جیسے ہی پلٹا۔ سامنے کھڑے ویٹر سے ٹکرایا۔
سوری سر۔ غلطی سے ہو گیا۔ ایم سو سوری۔ سر۔ وہ ویٹر ہڑبڑاہٹ میں بولتا
اسکی شرٹ پر گرے جو س کو صاف کرنے لگا۔

اٹس اوکے۔ کوئی بات نہیں۔ وہ ایک سائیڈ تھا۔ اس لیے کوئی اسکی طرف
متوجہ نہیں ہوا۔

سر آپ پلیز اسے واش کر لیں۔ مرتسم نے ایک بار اپنی شرٹ کو دیکھا۔ پھر
سر ہلاتا اسکے پیچھے چل دیا۔ اسکو روم دکھاتے۔ اس ویٹر نے کسی کو اوکے کا
اشارہ کیا۔ اور وہاں سے غائب ہو گیا۔



مرتسم نے بلیز راتارتے بیڈ پر پھینکا۔ اور واش روم میں جاتے شرٹ واش
کرنے لگا۔ وہ باہر آیا تو لڑکھڑایا۔ اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ ہر
چیز دھندلی ہو گئی۔ اسنے اپنے بھاری ہوتے سر کو تھامالڑکھڑاتے بیڈ کا سہارا
لیا۔

یہ کیا ہو رہا ہے مجھے۔ افف۔ اسی وقت اسے دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی
آواز آئی۔ اسنے اپنی بھاری ہوتی آنکھوں سے دیکھا۔
نیلے رنگ کی میکسی میں وہ لڑکی جو ابھی تھوڑی دیر پہلے اسکے پاس تھی۔

ہاں وہ سویرا ہی تھی۔ پلکیں جھپک جھپک کر مرتسم نے بمشکل آپکی بند ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

ک۔ کیوں آئی ہو۔ کھڑے ہونے کی کوشش کرتے وہ بمشکل بولا۔ لیکن لڑکھڑا گیا۔

سویرا آگے بڑھی اسے سہارا دیتے بیڈ پر بٹھانے لگی۔ مرتسم نے اس کے ہاتھ جھٹکے۔

اسے کچھ سمجھ آنے لگا تھا۔ دور رہو۔۔ وہ غرایا۔

تو وہ تمسخرانہ ہنسی۔ اس کے کندھوں پر دبا دیتے اسے پیچھے دھکا دیا۔ وہ آدھا بیڈ پر گرا۔

اس میں اتنی ہمت نہیں بچی تھی کہ اس کے ہاتھ جھٹک پاتا۔ وہ اس پر جھکی۔ تمہیں یاد میں تمہیں تب سے چاہتی آئی ہوں جب سے پہلی بار ہم ملے تھے۔ لیکن تم نے مجھے دھتکار دیا۔ سویرا خان کو دھتکارا تم نے۔

لیکن تم ابھی مجھے جانتے نہیں ہو۔ میں جو چیز چاہتی ہوں اسے حاصل کرنا
اتجھے سے جانتی ہوں۔ اور آج رات کے بعد تم صرف میرے رہو گے
صرف میرے۔

وہ اسکے لبوں پر جھکنے لگی۔ لیکن مر تسم نے اپنی پوری جان لگا کر اسے دھکا
دیا۔ وہ بیڈ کے دوسری سائیڈ گری۔
وہ لڑکھڑاتا اٹھ گیا۔ دروازے تک پہنچتے وہ ابھی کھولتا کہ سویرا نے اسے پیچھے
سے جالیا۔

اسکے بال بکھر گئے تھے۔ مر تسم کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ سویرا نے اسے
سہارا دیتے پھر سے بیڈ پر گرایا۔ اس بار وہ بے بس ہوا۔
سویرا پھر سے اس پر جھکی تو مر تسم نے اسے آدھ کھلی آنکھوں سے اسے
دیکھا۔ اسے اس میں کسی اور کا چہرہ نظر آیا۔ اسکا دماغ بلینک ہوا۔

اسنے بمشکل ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے کو چھوا۔ لیکن نہیں۔ اسنے جلدی سے
ہاتھ ہٹایا۔

یہ لمس نہیں اسکی عین نہیں تھی۔ وہ نفی میں سر ہلایا۔

سویرا۔ دور۔ دور رہو۔ وہ بمشکل بولا۔ اور اسے پیچھے کرنے لگا۔ اسی جھگڑے
میں سویرا کی میکسی کا بازو پھٹ گیا۔

اور مرتسم کے عصاب جواب دینے لگے۔ سویرا نے ہار نہیں مانی۔ اسے بے
بس ہوتا دیکھ وہ قہقہہ لگا کر ہنسی۔ اور آنکھوں میں شیطانیت لیے اس پر جھکی۔



آدھے گھنٹے سے اوپر ہونے کو تھا۔ لیکن عینا کو مرتسم نظر نہیں آیا۔ اس نے پریشانی سے ہر جگہ دیکھا۔ جانے کیوں اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

بہت کچھ غلط ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔ ارزم لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ لیکن اب تو وہ لوگ بھی پریشان ہونے لگے تھے۔ کسی نے اسے باہر جاتے نہیں دیکھا۔

فون وہ اٹھا نہیں رہا تھا۔ گھبراہٹ میں عینا کو بہت دیر بعد یاد آیا کہ اسکے اور مرتسم کے فون کی لوکیشن کونیکٹ ہے دونوں کے فون سے۔ اس نے جلدی سے فون نکالا۔ لوکیشن تو یہیں کی تھی لیکن کہاں۔

اوپر رومز میں دیکھتے ہیں۔ شاید وہاں ہو۔ وہ لوگ سارے رومز چیک کرنے لگے۔

بس ایک ہی کمرہ بچا تھا۔ لیکن وہ لوک تھا۔ سٹاف سے اسکی کیز منگواتے عینا نے کانپتے ہاتھوں سے دروازہ کھولا۔ لیکن سامنے کا منظر دیکھتی وہ لڑکھڑائی تو زوبیہ نے اسے سنبھالا۔

وہ بے یقینی سے سامنے دیکھ رہی تھی۔ آنسو جو کب سے روکے ہوئے
تھے۔ پلکوں کی باڑ توڑتے بہنے لگے۔

باقی سب لوگ بھی حیرت و بے یقینی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔
جبکہ عینا ساکت تھی۔

ہر طرف گہرا اندھیرا چھایا تھا۔ اور اس اندھیرے میں پر سوز خاموشی عجیب
ساخوف پیدا کر رہی تھی۔

لیکن وہیں جہاں ہر جگہ خاموشی کا راج تھا۔ وہیں اسلام آباد کے سنسان سے
علاقے میں ایک بنگلہ نما گھر جو کہ باہر سے دیکھنے میں ہی اتنا بڑا تھا کہ دیکھنے
والوں کی آنکھیں خیر ہو جاتی۔

اس بنگلے کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ اور اسکی روشنی اس اندھیرے میں دور
دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ دیکھنے میں کوئی شادی سا سماں تھا۔ اس بنگلے کے باہر

کافی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی محفل ہو۔ وہیں بنگلے کے اندر جائیں۔

دیکھنے میں تو یہ بنگلا تھا۔ لیکن ہم لوگوں کی زبان میں اسے کوٹھا کہا جاتا تھا۔ جہاں کتنی ہی معصوم لڑکیوں کی عزتوں پر سودا کیا جاتا۔ انکی آہیں۔ سسکیاں۔ چیخیں وہیں اس محل میں دب جاتیں۔

اند دیکھا جائے تو بڑی سی ہال نما جگہ جو سجائی ہوئی تھی۔ زمیں پر مخملی گدھے بچھے تھے۔ اور آرام دہ تکیے رکھے تھے۔ انکے درمیان کی جگہ پھولوں سے سجائی گئی تھی۔

ان گدھوں سے آگے ایک جھولار کھا گیا تھا۔ جو پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ اور اس جھولے پر ایک عورت بیٹھی تھی آرائش سے لدی ہوئی ڈارک

میک اپ اور جیوری سے سچی ہوئی تھی۔ انڈین ساڑھی جسکا گلا گہرا تھا جبکہ بازو سرے سے ہی غائب تھے۔

منہ میں پان رکھے چبار ہی تھی۔ جبکہ آس پاس کی لڑکیاں تھیں۔ جن میں ایک اسکے پاؤں دبار ہی تھی تو ایک بازو۔

آس پاس کافی لڑکیاں تھیں جو اسکے جیسے ہی میک اپ سے لدی ہوئی تھیں۔ یہاں دن کا سماں تھا۔ تبھی ایک لڑکی نے اسکے کان میں آکر کچھ کہا تو اسکے حسین چہرے پر انتہا کا غصہ تھا۔ پاؤں میں بیٹھی لڑکی کو ٹھوکر رسید کرتی وہ اٹھی۔

جیسے ہی اندر داخل ہوئی۔ ایک لڑکی گھٹنوں میں منہ دیے دیوار سے چپکی بیٹھی تھی۔ اس عورت نے دوسری لڑکی کو اشارہ کیا۔ اسنے آگے بڑھ کر اس لڑکی کو اٹھایا۔

اے لڑکی اٹھ۔ وہ خوفزدہ ہو گئی۔ سامنے دیکھتے۔ جہاں وہ عورت ہاتھ میں ہنٹر لیے کھڑی تھی۔

اسکی سسکیاں بلند ہوئیں۔ مجھے جانے دو۔ خدا کے لیے رحم کرو۔ وہ اس کے
پاؤں میں پڑھ گئی۔ اس عورت نے پاؤں سے اسے دھکا دیا۔ بند کرو یہ رونا
دھونا۔ اٹھ جیسے یہ لڑکیاں کہہ رہی ہیں کر۔
نہیں وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

اس کے ساتھ ہی اس عورت کے ہاتھ میں پکڑا وہ ہنٹرا اسکی پیٹھ پر لگا تھا۔ اور پھر
اسکا ہاتھ رکا نہیں۔ جب تک وہ نڈھال نا ہو گئی۔
اس لڑکی کی چیخوں سے پورا محل گونج اٹھا۔ جبکہ باقی لڑکیاں اپنی تیاری میں
مگن تھیں۔ یہ کونسا پہلی بار تھا جو کسی کو کوئی فرق پڑتا۔ اس لڑکی کو وہیں
پھینک کر وہ واپس جھولے پر آ گئی۔

اسکی اتنی ہمت کہ بانو بائی کے حکم سے انکار کرے۔ کل تک عقل ٹھکانے
لگاوا اسکی۔ اسنے دوسری لڑکی کو حکم دیا۔

اور دیکھو ستارہ تیار ہوئی کہ نہیں۔ محفل شروع ہونے والی ہے۔ اندر آتے
بڑے رئیس زادوں کو دیکھتے اسنے لڑکیوں کو کہا۔ اور خود ان لوگوں کی
طرف متوجہ ہو گئی۔

جبکہ کچھ لڑکیاں ان رئیس زادوں کے آگے شراب پیش کرتیں جلوے
بکھیرنے لگیں۔

ریشما بائی آج ہم اپنے ساتھ خاص مہمان لائے ہیں۔ اس لیے دھیان رکھئے
گا۔ مایوس ناہو۔ ایک آدمی اسکے قریب آتا۔ معنی خیز سے بولا تو وہ مغرورانا
مسکرا دی۔ فکر مت کرو۔ ریشماں بائی کے کوٹھے سے کوئی خالی ہاتھ نہیں
لوٹھتا۔

وہ ریشماں تھی۔ وہاں کی بانو بائی۔ اس کوٹھے کی سردار۔ یہاں روز کی
لڑکیاں کبھی زبردستی کبھی دھوکے سے تو کبھی پیٹ کی بھوک سے مجبور لائی
جاتیں تھیں۔

یہ امیر زادے جو دیکھنے میں تو بہت شریف تھے۔ لیکن یہاں انکی شرافت ہر رات ایک فی لڑکی سے ساتھ رنگین ہوتی تھی۔ ریشماں یہاں سے جو لڑکیاں فی ہوتی کچھ کو بھاری قیمت پر کنگ کو بیچتی تھی۔

ستارا۔ وہ لڑکی اسکے کوٹھے کی رونق تھی۔ وہ بے پناہ حسین تھی۔ کچھ سال پہلے ہی اسکا سوتیلا باپ اسکی ماں کے مرنے کے بعد اسے یہاں بیچ گیا۔ آہستہ آہستہ اسنے اپنی قسمت سے سمجھوتا کر لیا۔

بانو بائی کے لیے وہ بہت خاص تھی۔ وہ کمال کی رقصہ تھی۔ جب رقص کرتی تو افسروں کو بھی پیچھے چھوڑ جاتی۔ لوگ تو اسے دیکھتے ہی مدہوش ہو جاتے۔

لیکن اسنے بانو بائی کے سامنے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ صرف۔ رقص کرے گی۔ اپنے جسم کا سودا نہیں۔ اسکے رقص سے ہی بانو بائی کو اچھی خاصی قیمت ملتی تھی اس لیے اسنے اسکی یہ بات مان لی۔ جبکہ باقی لڑکیوں سے وہ آئے روز

جسم فروشی کا کام کرواتی تھی۔ چند ہی منٹ میں وہاں پاؤں رکھنے کی بھی جگہ
نہیں بچی تھی۔ ہر سو چہل پہل تھی۔
جب پائل کی بھاری چھن سے خاموشی چھا گئی۔

انارکلی فراک جو اسکے پاؤں تک تھی۔ سفید پاؤں میں پہنی بھاری پائل اسکے
ہلنے سے چھم سے بجتی۔ ہاتھوں میں بھر بھر کے چوڑیاں پہنی تھی جبکہ چہرہ
باریک ڈوپٹے کے گھوگھٹ میں چھپا تھا۔ اسکے آتے ہی ہر طرف خاموشی چھا
گئی۔ جبکہ چھن کی آواز سے اسکا اپنا رقص شروع کیا۔

۔۔ دنیا چھونا چاہے مجھ کو جسے انکی ساری کی ساری میں۔۔۔ "اپنا بایاں ہاتھ"
گھماتے اسنے قدم آگے پیچھے کیے۔

-- دنیا دیکھے روپ میرا۔۔۔ "اپنا ہاتھ چہرے کے قریب لے جاتے"
اسنے ایک ادا سے گھوما یا۔

-- کوئی نا جانے بے چاری میں۔۔۔ "ایک ہاتھ سے سب کی طرف"
اشارہ اسنے دوسرا اپنی طرف گھوما یا۔

سرخ و سفید پاؤں پھولوں پر رقص کر رہے تھے۔ پاتل کی جھنکار نے ماحول
میں عجیب سا سر پیدا کیا ہوا تھا۔ ہر کوئی مدہوش سا اس اپسرا کو دیکھ رہا تھا۔

-- "ہائے ٹوٹی ساری کی ساری میں۔۔۔۔۔" اسنے سر پیچھے کرتے پاؤں
گھوما یا۔

اسکے ساتھ ہی اسکے ڈوپٹہ زمیں بوس ہوا۔۔۔

تیرے عشق میں ہوئی آواری میں۔۔۔" وہ گھومی توہر کوئی سانس بھی "
روک گیا۔۔۔

کوئی شام لگائے کوئی دام لگائے۔۔ میں بھی اوپر سے ہستی پر اندر سے "
ہائے ہائے ہائے۔۔۔

وہ گھومتے نیچے بیٹھی۔ اسنے پاؤں کو فرش پر ہلاتے سب کا چین لوٹ
لیا۔ ایک ہاتھ اوپر اور ہاتھ پیچھے گھماتے اسنے اپنا رقص ختم کیا۔

تیز ہوتی سانس کے ساتھ اسنے پلکیں جھپکیں۔۔
بڑی بڑی گرے آنکھیں اس پر گھنی لمبی پلکیں جو اس وقت نم تھیں۔ تیکھی
ناک میں پہنی بڑی سی نتھ۔ غضب ڈھار ہی تھی۔ اور اس پر بھرے بھرے
عنابی لب جن گہرے سرخ رنگ سے رنگا ہوا تھا۔

لمبے کالے گھنگرا لے بال جو بکھرے ہوئے تھے۔ وہ اپسراؤں کو مات دیتی تھی۔

اس پر نوٹوں کی برسات ابھی تک جاری تھی۔ اس نے نظریں اٹھائیں۔ تو نظر سیدھی اس ساکت بیٹھے شہزادے سے ٹکرائی۔

اس وقت یہاں وہ واحد مرد تھا جسکی نظروں میں کوئی حوس کوئی جزبہ نظر نہیں آیا۔ اسکی آنکھیں ویران تھی۔ لیکن وہ بناپلک جھپکے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ ڈوپٹا اٹھاتے بھاگتی چلی گی۔

ناجانے کتنی ہی حوس بھری نگاہوں نے اسکا پیچھا کیا تھا۔

نگاہیں موڑ لو کبیر شیخ وہ بقا و نہیں۔ ریشماں نے کبیر کو معنی خیز سے دیکھتے کہا تھا۔ لیکن اسکے ساتھ بیٹھے دابیٹ پاشا کو نا کہہ سکی۔ اسے یہاں کوئی نہیں جانتا تھا۔

پھر بھی اسکی شخصیت میں ایک روعب سا تھا۔ اس لیے ریشماں بھی اسکے آگے چپ تھی۔ بھاری رقم ریشماں کے قدموں میں پھینکتے وہ چپ چاپ اٹھا اور چل دیا۔

مجبور اکبیر کو بھی اٹھنا پڑا۔ وہی اسے آج یہاں لایا تھا۔ وہ نا جانے کس موڈ میں تھا اس لیے چل دیا۔ اسے اس لڑکی کے حسن میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن اسکی آنکھیں ان میں اتنی اذیت تھی کہ وہ پلک نا جھپک سکا۔ اکبیر نے بتایا کہ ہر ہفتے کی رات اسکا رقص ہوتا ہے لیکن وہ صرف رقص کرتی ہے۔ جسم فروشی نہیں۔

اسنے بنا کچھ کہے سگریٹ سلگھائی۔ اور گاڑی کے بونٹ پر بیٹھ گیا۔ آنکھوں کے سامنے خوفزدہ بھوری آنکھیں لہرائیں۔

اسنے جھنجھلاہٹ سے آنکھیں کھولیں۔ جس سے چھٹکارا پانے وہ یہاں آیا تھا۔ وہ یہاں بھی جان نہیں چھوڑ رہی تھی۔۔۔



وہ کمرے میں آتی پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ اتنے سال یہ کام کرتے ہوئے
بھی اسے آج بھی اتنی ہی افیت ہوئی تھی۔

لوگوں کی گندی نظریں اپنے جسم کے آر پار ہوتی محسوس ہوتی تو اسکا دل چاہتا
اپنے اس حسن کو یا جسم کو ہی آگ لگا دے۔ اچانک روتے ہوئے وہ ساکت
ہوئی جب وہ ویران آنکھیں یاد آئیں۔ ان آنکھوں میں حوس تو نا تھی نا ہی
اسکے حسن سے متاثر تھا۔ کون تھا وہ۔۔ وہ سوچنے پر مجبور ہوئی۔



شاہ اسکے لب۔ پھڑ پھڑائے۔ آنکھیں اس منظر پر یقین کرنے سے انکاری
تھیں۔

سویرا مر تسم پر جھکی ہوئی تھی۔ مر تسم کی شرٹ کے بٹن کھلے تھے۔ جبکہ سویرا کے بازو پھٹے ہوئے لیکن اسکے الفاظ۔

ہاں وہ کہہ رہی تھی۔ مر تسم پلینز چھوڑ مجھے جانے دو۔ تم حوش میں نہیں ہو۔۔۔

سب لوگ آگے بڑھے۔۔ عینا نے بھاری ہوتا قدم آگے بڑھایا۔ مر تسم نے بند ہوتی آنکھوں سے اپنی زندگی کو قریب آتے دیکھا۔ ایک آنسو اسکی آنکھ سے نکلا اور وہ حوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

سویرا آتے ہی زوبیہ سے لپٹ گئی۔ زوبی۔ مر تسم میرے ساتھ کہتے وہ ہچکیوں سے رودی۔

ارزم نے اپنا کوٹ اتارتے اسے پہنایا۔ سب نے مر تسم کی جانب دیکھا۔ لیکن وہ تو حوش میں ہی نہیں تھا۔ سویرا کو حوصلہ دیتے زوبیہ نے اس سے ساری بات بتانے کا کہا۔۔۔

مر تسم کو پتا نہیں کیا ہوا ہے۔ شاید اسے شراب پی رکھی ہے۔ اسنے مجھ سے
کہا کہ میں تو کالج کے زمانے سے ہی اس سے پیار کرتی یوں تو میرے قریب
آنے میں کیسی شرم میں انکار کیا تو وہ میرے ساتھ زبردستی کرنے لگا۔ آج
آپ لوگ نا آتے تو وہ میرے ساتھ۔ ہچکیوں سے روتے اسنے بات ادھوری
چھوڑ دی۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

جبکہ باقی سب بے یقین تھے۔ وہ لوگ مر تسم کو اچھے سے جانتے تھے۔ وہ
کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ لیکن پھر سویرا کیوں جھوٹ بولے گی۔ ایک لڑکی اپنی
عزت پر کیوں داغ لگوائے گی۔

سویرا تم حوش میں ہو ہم سب مر تسم کو جانتے ہیں وہ ایسا کر سکتا ہے
کیا۔ ارزم سختی سے بولا تو وہ چیخنے لگی۔

تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ میری حالت آپ سب کو نظر نہیں
ارہی۔ وہ چپ کھڑی عینا کے طرف بڑھی۔

عینا پلیز تم تو میرا یقین کرو۔ میں لڑکی ہو کر کیوں جھوٹ بولوں گی۔ عینا نے
ایک نظر اسے دیکھا اور ایک نظر مر تسم کو پھر وہ سویرا کی طرف مڑی۔

تم یہاں کیسے آئی۔ اس روم میں کیا کر رہی تھی۔ اگر تمہارے ساتھ
زبردستی ہو رہی تھی تو تم چیخیں کیوں نہیں۔

روم کے باہر ہم کھڑے تھے تب بھی تمہاری آواز نہیں آرہی تھی۔ اگر
زبردستی ہو رہی تھی تو تمہارے جسم پر کوئی خراش کیوں نہیں ہے۔ کمرے
کی حالت کیوں ٹھیک ہے۔

تم نے اپنا بچاؤ کیوں نہیں کیا۔ شاہ تو بقول تمہارے نشے میں ہیں تو تم کوئی چیز
انیں مار کر بھاگ سکتی تھی۔ نشے میں انسان میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔۔ عینا
کے سوالات نے سب کو سویرا کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ بولونا سویرا
چپ کیوں ہو۔

تو تم کہانا چاہتی ہو یہ سب مینے کیا ہے۔ وہ چیخی۔
مینے ویسا کچھ نہیں کہا سویرا یہ تم نے کہا ہے۔۔

ایک منٹ ابھی سب کلیئر ہو جائے گا۔۔ ارزم بھائی مجھے یہاں کی سی
سی۔ ٹی۔ وی فوٹیج چاہیے اسکا لہجہ سرد تھا۔

ارزم نے کسی کو فون کیا۔ اگلے ہی پل مینیجر وہاں حاضر تھا۔ لیپ ٹوپ کو
سکرین سے کونیکٹ کرتے اسنے اون کیا۔ پارٹی میں سویرا امرتسم کو جو س
دیتی نظر آئی۔

اسکے بعد اسکی تنزیہ ہسی۔ پھر مرتسم کی کال کے بعد ویٹر سے جو س
گرنا۔ اسکے اند آنے کے بعد۔ ویٹر کا کسی کو اوکے کرنا اور پھر سویرا کا اندر آنا۔
سب کچھ واضح تھا۔ رہی بات شراب کی تو یہاں تو ایسا کچھ تھا ہی نہیں
سویرا۔ اس میں صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔ ابکی بار
ارزم بولا تھا۔

نہیں نہیں میں سچ کہہ رہی ہو۔ مینے کچھ نہیں کیا۔ میرا یقین کریں یہ اسکی
بیوی بھی اسکے ساتھ ملی ہے۔ میرا لقی۔۔ چٹاخ کی آواز سے اسکو چپ لگی۔۔

اسنے چہرہ سیدھا کیا ہی تھا کہ عینا نے اسکے دوسرے گال پر بھی رکھ کر تھپڑ
دے مارا تھپڑ اتنا شدید تھا کہ وہ لڑکھڑا گئی۔

خبردار اگر تم نے میرے شاہ کے خلاف ایک لفظ بھی اور بولا تو۔۔ میں چپ ہوں تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ تم کچھ بھی بولو۔ تمہیں تو شرم سے ڈوب مرنا چاہیئے۔ تم جیسی لڑکیوں کی وجہ سے کوئی لڑکیوں پر یقین نہیں کرتا۔ ارے کم از کم اپنی عزت کی کی پروا کر لیتی۔

عینا ڈھاڑی تو سب نے حیرت سے اس چھوٹی شیرنی کو دیکھا تھا۔ جو غصے کی شدت سے کانپ رہی تھی۔

عینا بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے سویرا۔۔ کم از کم اپنے ماں باپ کی عزت کا ہی خیال کر لیتی۔ تم اتنا گرجاؤ گی ہم نے سوچا بھی نہیں تھا۔ تمہیں تو سزا ملنی ہی چاہیئے۔ ملائکہ اور زوبیہ بولیں تو۔ سویرا کو غصہ آگیا۔ کونسی سزا ہاں کونسی سزا۔۔ ہاں مینے ہی کیا ہے یہ سب۔ مرتسم کو پانے کے لئے۔ ناجانے ایسا کیا ہے۔ عینا میں کہ اسے اسکو کچھ دکھتا ہی نہیں۔ میں کتنے سالوں سے اس سے پیار کرتی ہوں اسکی ایک نظر کے لیئے مرتی ہوں

اور اس بار وہ جب آیا بھی تو اپنی بیوی کے ساتھ۔ اس نے نفرت سے عینا کو دیکھا۔ سب نے افسوس سے اسے دیکھا۔

اسے پیار نہیں پاگل پن کہتے ہیں۔ مر تسم تمہارا پیار نہیں صرف ضد ہے۔۔ ملائکہ افسوس سے بولی۔ جبکہ وہ غصے سے تلملاتی وہاں سے چلی گئی۔

ارزم باقی مہمانوں کو سی او ف۔ کرنے چلا گیا۔ جبکہ باقی سب مر تسم کی طرف بڑھے۔

شاہ۔ شاہ آنکھیں کھولیں۔ شاہ دیکھیں میں ہوں آپکے پاس۔۔ آپکی عین۔ عینا اس پر جھکی ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگی۔

عینا چلو ابھی یہاں سے چلنا ہو گا مر تسم کو ہم ڈاکٹر کو ہی دکھائیں گے۔ نا جانے اس نے کیا پلایا ہے وہ سر ہلا گئی۔

اس وقت وہ بھول چکی تھی کہ وہ خود بھی ایک ڈاکٹر ہے۔ ارزم لوگ مرتسم
کو سہارا دیتے لے جانے لگے۔



کاٹیج پہنچ کر ڈاکٹر کو بھی فون کیا جا چکا تھا۔ سب لوگ خاموش کھڑے
تھے۔ ڈاکٹر چیک اپ کر رہا تھا۔ جبکہ عینا کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے
تھے۔

وہ چاہیے جتنی بھی بہادر کو۔ لیکن وہ ڈر گئی تھی۔ یہاں تو اسکے پاس کوئی اپنا
بھی نہیں تھا۔ زوبیہ لوگ اسے حوصلہ دے رہے تھے لیکن پھر بھی اپنے
اپنے ہی ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر باہر آیا تو سب نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

انہیں کوئی بہت ہی سٹرونک قسم کی ڈرگ دی گئی ہے۔ جس سے انسان کے
حواس کام کرنا چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ تو دو قطرے بھی انسان کے لیے خطرناک
ہوتے ہیں۔ انہیں تو پھر ایک ڈوز دی گئی ہے۔۔۔ مینے اینٹی ڈوز دے دی
ہے۔۔۔

انکے نروس کافی سٹرانگ ہیں اس لیے یہ ابھی تک صرف بے حوش ہیں کوئی
اور ہوتا تو شاید اسکا دماغ اب طرح پوری طرح مفلوج ہو جاتا۔ ابھی تو یہ بے
حوش ہیں ایک دو گھنٹے تک ہوش آجائے گا۔ لیکن جتنا ہو سکے انہیں نیند لینی
چاہیئے تبھی یہ پوری طرح سے صحت مند ہونگے۔

باقی سب کافی دیر تک اسکے پاس بیٹھے رہے۔ تو عینانے ہی انہیں آرام کرنے
کا کہا۔۔۔

خیال رکھنا گڑیا۔ اور پریشان مت ہو وہ ٹھیک ہے ابھی۔ ارزم اسکے سر پر ہاتھ رکھتا بولا۔۔

وہ سر ہلا گئی۔۔ انکے جاتے وہ واپس آئی تو اسے دیکھا۔ جو اس سے بالکل بے گانہ پڑا تھا۔ عینا آہستہ سے ساتھ رکھی چیئر پر اسکے بیڈ کے پاس بیٹھ گئی۔ اسکا ہاتھ تھامتی۔ وہ چپ سی اسے دیکھنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسکا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ آہستہ آہستہ ہچکیاں بلند ہونے لگی تو وہ بلند آواز رونے لگی۔ اسکے سینے پر سر رکھے جو آنسو کب سے روکے ہوئے تھے اندر کا غبار نکالنے لگی۔

سوچ سوچ کر اسکا دماغ پھٹنے والا ہو گیا تھا کہ اگر آج وہ لوگ وقت پرنا آتے۔ اور اگر یہ ڈرگ اسے افیکٹ کر جاتی۔ آنسو تو اتر سے بہہ رہے تھے۔ اسکی آواز مانند پڑ گئی۔ لیکن آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔۔ عینا کو خود بھی پتا نہیں چلا کہ روتے روتے وہ کب نیند کی وادیوں میں چلی گئی۔۔



اسنے اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی لیکن اس قدر بھاری ہو رہی تھیں
اسنے آہستہ آہستہ سے پلک جھپک جھپک کر آنکھیں کھولیں۔
منظر دھندلا تھا۔ ایک دوبار آنکھیں جھپکنے سے واضح ہوتا گیا۔ وہ سمجھ نہیں پایا
وہ کہاں ہی۔

اسنے اپنا بازو ہلایا۔ ہلکا سا سر جکھاتے اپنے سینے پر پڑے اس نازک وجود کو
دیکھا۔

وہ اسی وائٹ فرائڈ میں اسکے قریب چیئر پر بیٹھی سر اسکے سینے پر رکھے سو رہی
تھی۔ مرتسم نے اپنا بازو اسکے گرد باندھے اسکا بال سہلائے۔
پارٹی کا ایک ایک منظر اسکی آنکھوں میں گھومنے لگا۔ آخری بار اسنے عینا کا
بے یقین چہرہ دیکھا تھا۔ اسکے بعد کیا ہوا۔ اسے کچھ یاد نہیں اسنے بے چینی
سے عینا کی طرف دیکھا۔

جواپنے بالوں چلتی اسکی انگلیوں سے اب کسمسار ہی تھی۔ نیند سے بھری
آنکھیں کھولتے۔ وہ اٹھی۔

مر تسم کی کھلی آنکھیں دیکھتے اسنے بے یقینی سے اسے دیکھا۔
ش۔ شاہ آپ ٹھیک ہیں۔ بے چینی سے اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں
بھرتی پوچھنے لگی۔

وہ اٹھی تو مر تسم نے اٹھ کر بیڈ کراون سے ٹیک لگالی۔

عین میں ٹھیک ہو۔ ریلیکس۔ اسکا ہاتھ دباتے وہ بولا۔
وہ بنا کچھ کہے اسکے سینے سے لگ گئی۔

شاہ میں بہت ڈر گئی تھی۔ م۔ مجھے لگا میں وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
عین میں ٹھیک ہوں۔ پلیز آپ ایسے رو کر مجھے تکلیف دے رہی ہیں۔ اور
میری عین تو بہت بہادر ہے۔ اتنی چھوٹی باتوں پر۔ تھوڑی روتی ہے۔۔

میں بریو نہیں ہوں شاہ۔ مرتسم مسکرایا۔

ادھر دیکھیں۔ اسکا چہرہ اپنے سامنے کرتے اسنے آنسو صاف کیے۔

میں ٹھیک ہوں۔ آپ ٹھیک ہیں سب ٹھیک ہے نا۔ پھر کیوں رورہی ہیں
یار۔۔ بس چپ اب اور نہیں رونا۔ پہلے ہی دیکھیں اپنی آنکھوں کا کیا حشر کر
لیا ہے۔ وہ مسکرا دی۔۔

عین۔ کیا ہوا تھا وہاں اسنے سنجیدگی سے پوچھا۔ گہری سانس لیتے وہ اسے
سب بتاتی چلی گئی۔۔

مرتسم نے غصے سے مٹھیاں میچیں۔ آنکھوں میں تباہی کی ایک لہر تھی۔ لیکن
عینا کا احساس کرتے۔ وہ اپنا غصہ دبا گیا۔۔

ہم تو مطلب اب مجھے بھی آپ سے ڈر کے رہنا چاہیے۔ اسکے تھپڑ والی بات
سن کے وہ بولا۔ تو وہ کھلکھلا دی۔

ہاں جی بلکل۔ سنبھل کے رہیے گا اب۔ اسنے مصنوعی گھورا تو وہ مطمئن سا
مسکرا دیا۔

سر میں درد ہے۔ اسے بے چینی سے ماتھا مسلتے دیکھ پوچھا۔

آپ شاور لے لیں بہتر فیل کریں گے میں تب تک کافی بنا کہ لاتی
ہوں۔ مرتسم کے سر ہلانے پر وہ کافی بنانے چلی گی۔

جبکہ مرتسم نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا فون اٹھاتے کسی کو فون کیا تھا۔ تمہیں کسی
کی ویٹیلز بھیج رہا ہوں۔

شام تک یہ میرے پاس ہو۔

ہوں ٹھیک ہے۔ مقابل کی بات سنتے اسنے فون رکھا۔ اب تم مجھ سے بچ کر

دکھاؤ۔ تمہاری وجہ سے میری عین کی آنکھوں میں آئے ایک ایک آنسو کا

حساب دو گئی۔۔ وہ شدت سے بولا تھا۔ آنکھوں میں سوچ کی پرچھائی
تھی۔۔

شاہ یہ لیجیئے آپکی کافی اور یہ۔ کیا ہوا کس سوچ میں گم ہیں۔ اسے آئینے کے
سامنے کھڑے دیکھ پوچھا۔

ٹاول گلے میں ڈالا ہوا تھا۔ بال گیلے تھے۔
ادھر آئیں۔ مرتسم نے اسے پکڑ کر اپنے ساتھ بیڈ پر بٹھایا۔
کیا ہوا شاہ۔۔

عین کیا آپکو ایک پل کے لیئے بھی مجھ پر شک نہیں ہوا۔ ایک پل کے لیئے
بھی ایسا کیوں نہیں لگا کہ سویرا سچ بول رہی ہے۔۔
وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی پھر مسکرائی۔

شاہ میں پورے دو ماہ آپکے پاس بغیر کسی رشتے کے تھی۔ لیکن آپنے ایک پل کے لیے بھی مجھے نظریں اٹھا کر نہیں دیکھا۔ تب تو دور کی بات آپکے نکاح میں ہوتے ہوئے بھی کبھی آپ نے کوئی بد تمیزی نہیں کی۔ اگر آپ ایسے ہوتے تو کیا ان دو سالوں میں میں آپ کو جان ناپاتی۔۔

شاہ جو عورت ہوتی ہے نا۔ وہ اپنے طرف اٹھنے والی نگاہ اور ہاتھ اچھے سے پہچانتی ہے۔ اور مرد کو تو وہ دو گھنٹوں میں ہی جان جاتی ہے کہ کیسا ہے۔۔
میں نے تو آپکے ساتھ دو سال گزار لیے ہیں۔ ویسے بھی محافظ کبھی لٹیرے نہیں کہلاتے ماضی کا حوالہ دیتے اسکے چہرے پر اذیت تھی۔
لیکن خیر۔ گہری سانس لیتی وہ مسکائی۔

کیا اب ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔ اسے مستقل خود کو دیکھتے وہ کنفیوز ہو گئی۔
وہ جان واردینے والی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

دیکھ رہا ہوں۔ میری عین اتنی گہری باتیں کب سے کرنے لگیں۔۔۔ مر تسم
نے جھکتے اسکے ماتھے لب رکھے تھے۔ عقیدت سے محبت سے۔
وہ مسکرائی۔۔۔ بس آپکی سنگت کا اثر ہے۔ وہ لب دبا کر بولی تو مر تسم نے اسے
گھورا۔ پھر دونوں ہی ہنس دیے۔

: ماضی۔۔۔

وہ کوئی سات سال کا بچہ تھا اسکی گود میں قریباً چار سال کی بچی تھی۔ انکے
چہرے صاف نہیں تھے۔ دھندھے سے تھے۔ انکے ارد گرد آگ تھی۔ پھر
اچانک وہاں خون ہی خون ہو گیا۔ چیخ و پکار شروع ہوئی۔۔۔ وہ بچی لڑکے کے
بازوؤں سے پھسلی اسنے اپنی توتلی آواز۔ میں اس لڑکے کو پکارا۔

وہ بچی گری اور اور ایک چیخ کے ساتھ اسکا نام لیتی وہ اٹھ بیٹھی۔ اسکا پورا وجود پسینے سے تر تھا۔ جلدی سے لائٹ اون کرتے وہ۔ گہری سانسیں لینے لگی۔

تبھی اسکے کمرے کا دروازہ کھلا اور اسکے ماں باپ بھاگتے آئے۔ مہر میری بچی۔ وہ اپنی ماں کے سینے سے لگے رونے لگی۔ بس بس کچھ نہیں ہوا۔ خواب تھا۔

پتہ نہیں کب یہ خواب میری بچی کا پیچھا چھوڑیں گے۔ وہ اپنی شوہر کو دیکھتی بے بسی سے بولیں۔

تب تک اسکے کمرے میں اسکی بڑی ماں اور بابا کے ساتھ اسکی آپی بھی آچکی تھیں۔۔

پھر سے ڈر گئی۔ رمل نے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔۔ ماما وہ بچہ اور بچی کون ہیں کیوں بار بار میرے خواب میں آتے ہیں۔

اور پھر خون۔۔ اور وہ لڑکا اس سے پہلے کہ وہ اسکا نام لیتی ماما جلدی سے
بولیں۔ میری جان یہ بس خواب ہے۔ کونسا حقیقت ہوتے ہیں۔
بس ہمیں ڈرانے کے لئے شیطانی خواب ہوتے ہیں۔ رمل اسے پیار سے
سمجھانے لگی۔ چلو شاباش اب رونا بند کرو۔

لو پانی پیو۔۔ سوری ماما سوری بابا۔ بڑی ماما مینے آپ سب کو پریشان کر دیا
نا۔ بھوری آنکھوں میں معصومیت لیے انہیں کہا تو وہ مسکرا دیے۔
ارے بھلا ہماری مہر ہمیں پریشان نا کرے تو ہمارا دن کیسے گزرے گا۔ بڑی
ماما بولیں تو اسنے خفگی سے انہیں دیکھا۔

آپ سب لوگ جائیں آرام کریں میں مہر کے ساتھ سو جاتی ہوں۔ رمل نے
سب سے کہا تو سب اسے پیار کرتے چلے گئے۔

کیا سوچ رہی ہو گڑیا۔

آسو جاو۔ آپي وہ ایک بار دیکھنے بھی نہیں آئے۔ وہ آنکھوں میں نمی لیے
بولی۔

گڑیا۔ تمہیں پتا تو ہے وہ بی۔ پی کی دوا لے کر سوتے ہیں اس لیے انہیں نہیں
پتہ چلا ہو گا۔ رمل نے نظریں چرا تے کہا۔

چلو اب سو جاو۔ وہ کچھ اور پوچھتی رمل جلدی سے بولی۔ ہر بار کی طرح وہ ایک
بازو اور ٹانگ رمل پر رکھ کر لیٹ گئی۔ رمل نے بے بسی سے اسے دیکھا تو اسے
آنکھ مارتی ہنس دی۔

دن کا اجالا ہو چکا تھا۔ ہر طرف چڑیوں کی چہچہاہٹ تھی۔ ہر گھر میں اس
وقت افراتفری مچی تھی کسی کو سکول جانا تھا۔ کسی کو کالج۔ کسی کو نوکری

پر۔ شہر کی سڑکیں رواد وادیں۔ ہر طرف گہما گہمی تھی۔ ایسے میں یہ بنگلا جو دیکھنے میں محل سا لگتا اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ کھڑا تھا۔ باہر سے یہ دیکھنے میں جتنا خوبصورت تھا اندر سے اس سے کہیں زیادہ خوبصورت تھا۔

اندر دیکھا جائے تو گھر کی عورتیں اس وقت کھانا لگانے میں مگن تھیں۔ بڑے پاپا اپنے اخبار میں مشغول تھے جبکہ بابا جان اپنے کمرے میں اس وقت ایک فائل کی ورق گردانی میں مصروف تھے۔ رمل ماما اور بڑی ماما کے ساتھ ہیلپ کر وار ہی تھی۔ ایسے میں ایک وہی تھی جو دن چڑھے تک سو رہی تھی۔

ماما نے گھڑی کو دیکھا اور پھر اوپر اس کے کمرے کی طرف اور نفی میں سر ہلایا۔ میں دیکھتی ہوں۔ رمل انہیں تسلی دیتی اوپر گی۔

گڑیا اٹھ جاو۔ تمہیں کالج نہیں جانا۔ رمل اسکا کمرہ سمیٹتی بول رہی
تھی۔ گڑیا۔ ابکی بار اسے ہلایا۔ آپی سونے دیں نا میں نماز پڑھ کے سوئی
تھی۔ وہ نیند میں بڑبڑائی۔ مہر گڑیا اٹھ رہی ہو کہ پانی لاؤں۔ بعد میں پھر تم
نے جلدی جلدی کی رٹ لگانی ہے کہ کالج سے لیٹ ہو گی۔ دیکھو۔ سات بج
رہے ہیں۔ وہ لب دبائے بولی جانتی تھی اسکی بعد کیا ہو گا۔ ٹائم کا سنتے وہ اچھلی
تھی

۔ آپی سات بج گئے۔ آپ نے اٹھایا کیوں نہیں۔ اف کالج سے لیٹ
ہو گی۔ وہ جلدی جلدی بولتی واشروم کی طرف بھاگی۔ لیکن وہ رکی۔ آج تو
میری چھٹی تھی۔ وہ رمل کی طرف گھومی پھر گھڑی کی طرف دیکھا جو چھ بج
رہی تھی وہ کچھ بھی کہے بغیر خفگی سے دیکھتی فریش ہونے چلی گی۔ فریش ہو
کر آئی تو رمل غائب تھی

۔ وہ نیچے آئی تب بھی منہ پھلایا ہوا تھا۔ رمل اسے دیکھ کر ہسی اسکے گال ایسے
پھولے ہوئے تھے کہ اسکی ہسی چھوٹ گئی۔



گڈ مارنگ بڑی ماما۔ اسنے پیچھے سے عالیہ بیگم کو ہگ کیا۔ مہر کتنی بار بولا ہے
سلام بولتے ہیں۔ ماما سے گھورتی بولیں۔
ایک توہر کسی کو مجھ سے پر اہلم ہے ایک آپ ہی ہیں بڑی ماما جو مجھ سے پیار
کرتی ہیں۔ کبھی کبھار تو مجھے لگتا ہے جیسے میں آپکی بیٹی ہی نہیں کہیں سے اٹھا
کر لائیں تھیں مجھے۔ وہ خفگی سے بول رہی تھی
جبکہ اسکی بات سنتے وہاں سب کارنگ فق ہوا تھا۔
کیا بکواس کر رہی ہو۔ مہر عائشہ (ماما) سختی سے بولیں۔ کچھ بھی الٹا سیدھا بولتی
رہتی ہو۔ سب نے سر چڑھا رکھا ہے تمہیں۔

ماما میں تو بس مزاق کر رہی تھی۔ اسے عائشہ سے اتنے سخت ریٹنگشن کی امید نہیں تھی۔

عائشہ بچی ہے ایسے ہی بول دیا۔ جانے دو۔

سوری ناماما۔ وہ ان سے چپکی۔ آئیندہ کے بعد ایسے بولا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔

وہ تو ہے۔ وہ شرارت سے بولتی ہسی۔

میں آپ سے ناراض ہوں۔ آپ اپنی ہمیشہ میری چھٹی خراب کر دیتیں۔ رمل کی طرف دیکھتی بولی۔

گڑیا تمہیں آغا جان کا پتہ ہے نا۔ تمہیں ناشتے پر نادیکھتے کتنا غصہ ہوتے۔

تو ویسے کونسا وہ مجھ سے راضی رہتے ہیں۔ ہر وقت تو ہٹلر کے جانشین بن کر گھومتے رہتے۔

مہر دادا ہیں وہ تمہارے تمیز کرو۔ ماما نے اسے ڈانٹا۔

مہر۔۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی ذولفقار علی شاہ کی ڈھاڑ پر اسے تھوک نکل کر
اوپر دیکھا۔ جہاں وہ پہلی سیڑھی پر چہرے پر سختی اور غصہ لیے کھڑے تھے۔

اسے امید نہیں تھی کہ اتنی جلدی اسکے کارنامے کی خبر انہیں ہو جائے
گی۔ باقی سب دم سادھے کھڑے تھے کہ اب اسے کونسی شرارت کر
دی۔ کیونکہ وہ آئے روز کوئی نا کوئی شرارت کرتی رہتی تھی۔ انکے غصے سے
لگتا تھا آج وہ اسے نہیں بخشنے والے۔

مہر تیرا تو اللہ ہی حافظ اسے تھوک نکلتے انہیں دیکھا جواب اسکی طرف آرہے
تھے۔



یہ ذولفقار علی شاہ کا گھرانہ تھا۔ ذولفقار شاہ اپنے آبائی گاؤں جن کے وہ
سردار تھے وہاں رہتے تھے۔ بڑھتی عمر کے اور کچھ ذاتی وجوہات کے ساتھ

انہوں نے یہ سرداری اپنے دور کے بھائی کے بیٹے کو دے دی اور خود اپنے دونوں بیٹوں اور بہوؤں کو لے کر ملتان جو کہ ولیوں کا شہر بھی مانا جاتا ہے وہاں رہائش پذیر ہو گئے۔

انکے بیٹوں کا کاروبار تو پہلے ہی شہر میں تھا۔ اور آج ذوالفقار علی شاہ کا ایک جانا مانا نام تھا۔ انکے بیٹے حسن شاہ اور حسان شاہ جانے مانے بزنس ٹائیکون تھے۔ انکا گھرانہ شہر کے معزز گھرانوں میں سے ایک تھا۔ ذوالفقار شاہ بہت رحم دل انسان تھے لیکن بیس سال پہلے جو ہوا اسکے بعد وہ انتہا کے سخت دل ہو گئے تھے۔

انکے دو ہی بیٹے تھے انکی شادی کے بعد کافی سال انکے دونوں بیٹوں میں سے کسی کے ہاں بھی اولاد نہیں ہوئی۔ لیکن شادی کے سالوں بعد انہیں بڑے بیٹے کو بیٹی ہوئی جسکا نام رمل تھا۔

اور اس سے پانچ سال چھوٹی مہرماہ شاہ جو انکے چھوٹے بیٹے کی بیٹی تھی۔ انکا رویہ سب کے ساتھ اچھا تھا۔ لیکن ویسا نہیں جیسا بیس سال پہلے ہوتا

تھا۔ لیکن اپنے گھر والوں کے ساتھ پھر بھی وہ جتنا ہو سکے نرم رویہ ہی رکھتے تھے لیکن مہر کہنے کو تو وہ سارے گھر کی لاڈلی تھی۔

لیکن ذوالفقار شاہ کو مہر ماہ شاہ سے ناجانے کیسی نفرت تھی وہ چاہ کر بھی کبھی اسکے ساتھ پیار سے بات نا کر سکے۔ انہیں بیٹی سے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ رب کی رضا میں راضی تھے مل کو بہت پیار کرتے تھے لیکن مہر سے وہ چاہ کر بھی پیار نہیں کر سکتے تھے

اسکا چہرہ انہیں کسی کی یاد دلاتا تھا جس سے وہ سخت نفرت کرتے تھے۔ مہر بہت شرارتی تھی۔ دکھنے میں وہ بلا کی معصوم تھی لیکن ہر وقت لوگوں کی ناک میں دم کیے رکھتی۔ وہ چاہے کالج ہو گھر ہو دوستوں میں ہو یا پڑوسیوں میں سب ہی اس سے تنگ تھے۔

آئے روز وہ کوئی نا کوئی شرارت کرتی روز اسکا کوئی نا کوئی کارنامہ آغا خان کو جب پتہ چلتا تو اسے سخت سزا دیتے لیکن وہ بھی انتہا کی ڈھیٹ تھی۔

سوری کر کے۔ اگلے دن پھر سے کچھ کر دیتی۔ اور آج بھی اسنے کوئی کارنامہ
کیا تھا جسکی خبر ذوالفقار شاہ کو ہوگی تھی۔

اس لیے اب وہ سر جھکائے انکے سامنے کھڑی تھی باقی سب خاموشی سے
انہیں دیکھ رہے تھے۔ بابا اور بڑے پاپا بھی آچکے تھے۔ کیا ہے یہ سب وہ پیپر
اسکے آگے کرتے بولے۔ پیپر ہیں آغا جان۔ وہ آنکھیں پٹیٹا کر بولی۔ وہ ہمیں
بھی دکھ رہا تھا۔

اسپر کیا بنایا ہے۔ آئے دن آپ کچھ نا کچھ کرتی رہتی ہیں آج تو حد کر دی۔ یہی
سکھایا ہے ہم نے آپکو کہ اپنے استاد کے ساتھ یہ سب کروانکا مذاق بناو۔ ہاں
اب جواب دو چپ کیوں ہو۔

آغا جان ہم نے بس مذاق کیا تھا۔ وہ منمنائی۔

ٹیچرز کے ساتھ بھی کوئی مذاق ہوتا ہے اور وہ بھی اتنا گھٹیا مذاق۔

بابا جان کیا کیا ہے اسنے حسن صاحب سے اپنی لاڈلی کا ادا اس چہرہ دیکھنا گیا تو
پوچھ بیٹھے۔

پوچھو اپنی لاڈلی سے کیا کیا ہے۔ یہی تربیت کی ہی تم نے اسکی کہ لوگ مجھے
فون کر کے کہہ رہے ہیں تمہیں اندازہ ہے کتنی شرمندگی ہوئی ہے ہمیں
اپنے دوست کے سامنے۔

انہوں نے کالج میں آئے نئے ٹیچر سے ناصر ف اپنا سارا کام کروایا ہے بلکہ
انکی ایسی تصاویر بنا کر بورڈز پر لگائی ہیں۔ اور تو اور ان سے اپنے کھانے کا بل بھی
بھروایا ہے۔

انہوں نے وہ پیپر سامنے کیا۔ جسمیں عجیب عیب سے کارٹون بنے ہوئے
تھے۔ حسن صاحب کو وہ دیکھتے ہی تو بہت آئی لیکن آغا جان کے سامنے ضبط
کر گئے۔ وہ تو ہمارے دوست کا پوتا تھا جو اسے پہچان گیا تھا تو اس نے ہمیں اس کے
کارنامے بتا دیے۔ یہی سب کرنے جاتی ہیں آپ کالج۔۔

لیکن آغا جان ہمیں لگا وہ سٹوڈنٹ ہے اس لیے ہم تو بس انکی ریگینگ کر رہے تھے۔ وہ شر مندہ ہوتے بولی۔ انہیں واقعی بعد میں پتہ چلا تھا کہ وہ ٹیچر ہیں۔

ہم کالج آپکو پڑھنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ یہ سب کرنے کے لیے نہیں۔ اگر شرارتیں ہی کرنی ہیں تو گھر بیٹھو۔ ہمارا نام بدنام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

بابا جان آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی میں بات کروں گا مہر سے۔ حسن صاحب جلدی سے بولے۔ بابا جان حسن ٹھیک کہہ رہا ہے آپ جائیں آرام کریں بچی ہے میں سمجھا دوں گا۔ اس عمر میں بچے ایسی شرارتیں کرتے رہتے ہیں۔ آپ پلیز چلیے۔ وہ دونوں انھیں کسی طرح وہاں سے لے جانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

مہر کو توقع نہیں تھی کہ بات اتنی بڑھ جائے گی۔ انہوں نے تو بس نئے
سٹوڈنٹس کی رینگ کی تھی۔ وہ نیو ٹیچرینگ تھے اس لیے انہیں پتہ ہی نہیں
چلا۔ لیکن بعد میں اسکے دوست اور وہ ان سے سوری کر آئے تھے۔

اسے اس ٹیچر پر انتہا کا غصہ آیا۔ جب وہ سوری کر چکے تھے تو کیا ضرورت تھی
اتنی چھوٹی سی بات کو اتنا بڑا بنانے کی۔ وہ شرارتیں کرتی تھی لیکن اتنی کہ
کوئی ہرٹ نا ہو۔ وہ آنکھوں میں آئی نمی واپس دھکیلتی کسی کو بھی دیکھے بغیر
اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔

عالیہ بیگم نے عائشہ کو سنبھالا۔ عائشہ پریشان مت ہو ہماری مہر سمجھدار ہے وہ
اتنی چھوٹی باتوں کو دل پہ نہیں لیتی۔ رمل انکے لیے پانی لینے چلی گئی۔

بھابھی آپ نے دیکھا نا بابا جان کیسے اسے ہر وقت ڈانٹتے رہتے ہیں۔ مانا کہ وہ
شرارتی ہے لیکن وہ کسی کو نقصان تو نہیں پہنچاتی نا۔

باباجان کسی اور کی نفرت میں اسے کیوں ہمیشہ تکلیف دیتے ہیں جو کچھ بھی ہوا تھا اس میں مہر کا کیا قصور تھا بھابھی۔ وہ معصوم تو کچھ جانتی بھی نہیں۔
باباجان کیوں اپنی نفرت کی زد میں میری بچی کی معصومیت ختم کر رہے ہیں۔ میں بتا رہی ہوں بھابھی اگر ایسا ہی چلتا رہا تو وہ دن دور نہیں جب مہر بھی اسکی طرح ہم سب سے دور ہو جائے گی۔

عالیہ بیگم نے دہل کر انہیں دیکھا۔ عائشہ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ تمہیں پتہ ہے ناسکا نام لینا اس گھر میں منع ہے۔ اور ہماری مہر کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ سب جان چھڑکتے ہیں اس پر۔ اسکے ساتھ کچھ غلط نہیں ہونی دیں گے۔ عالیہ نے کہا تو عائشہ نے طنزیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔
وہ بھی لاڈلی تھی ہم سب کی۔

بیس سال ہو گئے۔ آغا جان اب تک اپنا دل اسکی طرف سے نرم نہیں کر سکے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسکا وجود بھی اب تو خاک ہو چکا ہے۔
ماما چھوٹی ماما آپ دونوں پلیز یہ باتیں چھوڑیے مہر کو دیکھتے ہیں ہم۔۔

مہر کو میں دیکھتا ہوں آپ لوگ ناشتہ لگائیے۔ حسن صاحب پیچھے سے آتے
بولے۔

وہ اسکے کمرے میں آئے تو وہ کمرے کے ساتھ بھی چھوٹی سی آرٹ گیلری
میں تھی اسے پینٹنگ اور سکیچینگ کا بہت شوق تھا اس لیے حسن صاحب نے
اسکے روم میں یہ سب رکھوا دیا تھا۔ وہ اندر آئے تو وہ مہارت سے کینوس پر
لکیریں کھینچ رہی تھی۔ وہ مسکرائے وہ غصے میں خوشی میں غم میں یہی کرتی
تھی۔

ماضی کی ایک یاد نے انکے دل پر بوجھ بڑھا دیا کہ وہ بھی ایسے ہی کرتی تھی۔ مہر
ہو بہوانکی کاپی تھی نا صرف شکل سے بلکہ ہر عادت ہر کام میں بھی۔ آنکھوں
میں آئی نمی صاف کرتے وہ اسکی طرف بڑھے۔

بابا کی گڑیا داس ہے۔ وہ بولے تو اسکا ہاتھ رک کا پیچھے مڑ کر انہیں دیکھتی وہ داس
سی مسکرائی۔

نہیں تو۔

تو پھر اوپر کیوں آگئیں نیچے سب ناشتہ پہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ مہرنے
انکی طرف دیکھا۔ بابا ہمیں بھوک نہیں تھی۔

وہ پھر سے اپنے کام میں مگن ہو گئی۔ بیٹا تھوڑا سا ناشتہ ہی کر لو ایسے صبح صبح
خالی پیٹ کام نہیں کرتے۔

بابا ہمیں ذرا بھی بھوک نہیں۔ ہوتی تو ہم کھا لیتے سچی۔ وہ انکی طرف مڑ کر
بولی۔ آپ ناشتہ کر لیں جب ہمیں بھول لگے گی ہم کر لیں گے۔ پرامس۔ وہ
معصومیت سے بولی۔

انہوں نے گہرا سانس لیا۔ وہ جانتے تھے اب کچھ بھی ہو جائے انکی لاڈلی اپنی
مرضی سے ہی کھانا کھائے گی۔ وہ کیسے بھول گئے یہ عادت بھی تو اسکے جیسی
ہی تھی کچھ بھی ہو سب سے پہلے کھانا چھوڑنا۔ ٹھیک ہے بیٹے لیکن کچھ کھا لینا
ورنہ بابا پریشان رہیں گے۔

جی بابا۔ وہ سر ہلا گئی۔

بابا حسن صاحب کو پیچھے سے پکارتی وہ مڑی۔

ہمیں انوکے طرف چھوڑ دیں گے۔ آج ہم لوگ گروپ سٹڈی کریں گے۔

ٹھیک ہے بیٹے آپ ریڈی ہو جاؤ میں ناشتے کے بعد آپکو ڈراپ کر دوں

گا۔ اوکے۔

وہ برش رکھتی تیار ہونے چلی گئی۔ قریباً آدھے گھنٹے بعد وہ نیچے آئی جانتی تھی کہ آغا جان ناشتہ کر کے اپنے کمرے میں جا چکے ہوں گے۔ اسے نیچے آتے دیکھا

ماما اسکی طرف بڑھی۔ مہر بیٹا کہاں جا رہے ہو۔

ہم جا رہے ہیں ماما ہمیشہ کے لیے یہ گھر چھوڑ کر۔ وہ سنجیدگی سے بولی

تو عائشہ بیگم نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

مہر میرا بچہ ایسے نہیں کہتے آغا جان نے دل سے تھوڑی آپکو ڈانٹا ہے وہ آپ

سے بہت پیار کرتے ہیں بڑے ہیں انکی باتوں کا برا نہیں مناتے۔

نہیں ماما اب بس بہت ہو گیا۔ میں اور برداشت نہیں کروں گی میں جا رہی

ہوں انوکے گھر گروپ سٹڈی کے لیے۔ وہ لب دبا کر بولی۔

مہر میرا بچہ۔ لیکن۔ وہ رکیں گروپ سٹڈی۔ عائشہ بیگم نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ اسکی شرارت کو سمجھتے گہرا سانس لیا۔

جبکہ مہراب کھل کر ہنس دی۔ او میری بھولی سی ماما۔ میں آپکو چھوڑ کر کہاں جاؤں گی ویسے بھی مہر ماہ شاہ اتنی چھوٹی باتوں کا اثر نہیں لیتی۔ وہ انکے گلے میں بانہیں ڈالتی بولی۔ تو انہوں نے مسکرا کر اسکے سر پر پیار کیا۔

آپ نامیرے لیے پریشان مت ہوا کریں۔ مجھے کچھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ میں مہر ہوں۔۔ رب دی مہر۔۔ جو اسنے آپ سب پہ کی ہے۔ اس لیے مجھ سے اتنی جلدی جان نہیں چھوٹنے والی۔

وہ جانتی تھی اسکی ماما پریشان ہوگی۔ اس لیے ہمیشہ ہی انہیں یہ کہہ کر ہسادیتی تھی۔ اور اب بھی وہ ہنس دی۔ انہیں دیکھتی بڑی ماما اور رمل بھی ہنس دی۔ نوٹسکی۔ رمل نے اسکے کان کھینچے۔ آئی آپی چھوڑیں یار میں نیکی تھوڑی ہوں۔ اوکے ماما میں جارہی ہوں شام تک آؤں گی بائے بائے۔ گاڑی کے ہارن پر وہ جلدی سے بھاگی۔

بیچھے وہ تینوں اسے دیکھتی آسودگی سے مسکرا دیں۔

ناجانے کیا ہو گا میری مہر کا۔ کب انکا دل پگلے گا اس معصوم کے لیے عائشہ
بیگم آغا خان کے کمرے کو دیکھتی سوچ رہیں تھی۔
ناجانے اس بار کیا لکھا تھا قسمت میں۔ کیا سکا نصیب بھی اسکے جیسا ہو گا۔ وہ
سوچتے نفی کرتے گہری سانس بھر گی۔

آگے کی تو بس رب جانے۔

ہاں کہاں ہے وہ اسنے احمر سے پوچھا۔
نیچے بیسمینٹ میں۔ وہ سر ہلاتا بیسمینٹ کی سیڑھیاں اترنے لگا۔
ہر طرف اندھیرا تھا ہلکی ہلکی سی روشنی تھی۔ وہ روشنی صرف کرسی کر بندھے
اس آدمی پر پڑ رہی تھی۔

کسی کے قدموں کی آہٹ سنتے اسنے پھڑپھڑا شروع کر دیا۔ وہ کل سے یہاں بندھا ہوا تھا۔ بھوکا پیاسا۔ وہ نہیں جانتا تھا اسے کیوں لایا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی اسے خوف سا محسوس ہو رہا تھا کیونکہ یہ جگہ بہت عجیب تھی۔ اس جگہ سے عجیب سی سمیل آرہی تھی۔ جیسے خون کی۔ آس پاس کی جگہ پر اندھیرا صرف اسکی کرسی کے اوپر ایک بلب لگایا ہوا تھا۔

کوئی اسکے سامنے آکر دوسری کرسی پر بیٹھا تھا۔ اسنے جھکے سر کو اٹھایا۔ وہ اس آدمی کو نہیں جانتا تھا۔ لیکن پھر بھی اسے اس سے وحشت سی ہو رہی تھی۔ بندے ہاتھوں کی وجہ سے وہ جھپٹا بھی نہیں پارہا تھا۔

غاز نے خاموشی سے اسکو آزاد ہونے کے لیے پھڑ پھڑاتے دیکھا۔ اسکی
بھوری آنکھیں خاموش سی تھیں۔ زر نور کے کہنے پر اسنے لینز لگانے چھوڑ
دیے تھے کہ اسکی بیوی کو اسکی بھوری آنکھیں ہی پسند تھیں۔

اسکی بھوری آنکھوں میں انتہا کا غصہ و حسرت اور سرد پن تھا۔ آصف نے کچھ
کہنے کی کچھ کی لیکن منہ پر لگی ٹیپ سے وہ کچھ کہہ بھی نہیں پایا۔

غازی نے خاموشی سے کرسی سے اٹھتے پاس پڑے ٹیبل سے ایک چاقو اٹھایا۔
وہ چاقو دیکھنے سے ہی تیز دھار لگتا تھا۔ چاقو کی نوک پر انگلی پھیرتے اسنے وہ
چاقو اسکے منہ پر لگی ٹیپ پر رکھ دیا۔ آہستہ آہستہ سے چاقو سے اسکی ٹیپ
کھرچنے لگا۔

آصف کو اس پاگل انسان سے اچانک ایسی امید نہیں تھی۔ چاقو اس ٹیپ کو
آخر اتارنے میں کامیاب ہو گیا لیکن صرف ایک سائیڈ سے۔ آصف کی
نظریں اس چاقو پر تھیں۔ جب غازی نے اچانک اسکے منہ سے ٹیپ ہٹائی۔

آہہ اچانک ہوتے حملے پر اسکی چیخ نکلی تو غازی نے سرد نظروں سے اسے
دیکھا۔

کیوں لائے ہو م۔ مجھے یہاں۔ میں تم لوگوں کو جانتا بھی نہیں۔ م۔ مجھے
جانے دو میرے گھر والے انتظار کر رہے ہوں گے م۔۔
گردن پر چاقو کی نوک محسوس کرتے اسکی زبان کو بریک لگی۔

تم میرے لیے فائدہ مند ہو۔ اس حساب سے مجھے تمہیں کوئی نقصان نہیں
پہنچانا چاہیے۔ اور میں پہنچاؤں گا بھی نہیں اگر تم میرے لیے مطابق چلو تو۔

ک۔ کیا کرنا ہے مجھے۔ وہ منمنایا۔ وہ سب تو بعد کی بات ہی

ٹ۔ ٹھیک ہے م میں کروں گا۔ ل۔ لیکن مجھے ایسے قید کر کے کیوں رکھا ہے۔

چلو یہ تو ہوگی ہماری بات۔ تم نے میری بات مان لی مجھے خوشی ہوئی۔ اس کے لیے تمہیں انعام ملے گا۔

لیکن اس سے پہلے مجھے کچھ حساب چکانے ہیں۔

کیسے حساب۔۔

مجھے تمہارے یہ ہاتھ چاہیئے۔ جن سے تمہیں میری بیوی کو چھوا تھا۔

یہ زبان کاٹنی ہے جس سے تم نے اسکا نام لیا۔

اور یہ آنکھیں نوچتی ہیں جس سے تم نے اسے دیکھنے کی غلطی کی۔
تمہارا یہ دماغ اڑنا جس سے تم نے اس کے بارے میں سوچا۔

وہ بہت آہستہ سے بول رہا تھا۔ اس خاموشی میں اسکی آہستہ مگر برف جتنی
سرد آواز نے آصف کے اندر خوف پیدا کر دیا۔
کون۔ ک۔ کس کی بات کر رہے ہو۔ م۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ م۔ مجھے جانے
دو۔

غازی نے اسکی طرف دیکھا۔ اب تک کتنی لڑکیوں کے ساتھ ایسی گھٹیا
حرکتوں کر چکے ہو
ن۔ نہیں تمہیں کوئی غ۔ غلط فہمی ہوئی ہے۔ م۔ میں تمہاری ب۔ بیوی کو
ن۔ نہیں جانتا۔

ہم۔۔ وہ منمنایا تو غازی نے ہنکار بھرا۔ چلو تمہیں ایک ہنٹ دیتا ہوں۔ جسکے ساتھ گھٹیا حرکت کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے وہ تمہیں بھائی کہتی تھی۔

کہتے غازی نے اسکے دائیں ہاتھ پر چاقو مارا تھا۔ آہ۔۔ وہ چلایا۔ اسکے دماغ میں سیکنڈ سے پہلے زر نور آئی تھی۔ لیکن ہاتھ میں ہوتے درد سے وہ بول نہیں پایا۔

یاد آیا۔ غازی نے اسکے ہاتھ میں گاڑھے اس چاقو پر زور بڑھایا۔ تو وہ تڑپ کر چیخنے لگا۔ اسکی چیخیں بیسمنٹ میں گونجنے لگیں۔

غازی کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ اسنے ایک جھٹکے سے چاقو واپس کھینچا۔ خنجر اٹھاتے اسنے اسکی بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی پر آہستہ سے چلاتے اسکی انگلی کو جھٹکے سے کسی گاجر کی طرح کاٹ دیا۔

آصف کسی پاگل جانور کی طرح چیخنے لگا۔ درد کی شدت سے اسکی آنکھوں
میں آنسو تھے جبکہ وہ برداشت نہ کرتے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔
غازی جسے اسکی چیخوں سے سکون مل رہا تھا اسکے بے حوش ہونے پر بد مزہ
ہوتے وہ پیچھے ہوا۔

ہاتھ صاف کرتے احمر کو ڈاکٹر بلانے کا کہا اور خود اوپر کمرے کی طرف چل
دیا۔



مجھے سمجھ نہیں آئی چوٹ دے کر خود مر حم بھی لگا رہا ہے۔ ڈاکٹر کے جانے
کے بعد احمر اسکے پاس آیا۔ اسنے پوچھا تو
غازی نے اسے۔ سائیڈ سائل دی۔

اس سے اسکے گالوں پر پڑنے والے ڈمپل واضح ہوئے تھے۔ تو نہیں سمجھے
گا۔ درد دے کر پھر خود ہی مر ہم لگانا۔ اور پھر سے اسی جگہ درد دینے میں کیا
سکون ملتا ہے۔

عجیب پاگل تھا وہ اسے لوگوں کو درد دے کر مر ہم بھی خود لگانا ہوتا تھا اور پھر
سے اسی جگہ درد دے کر اسے مزہ ملتا تھا۔

خیر جو مینے تم سے کہا تھا تم نے کیا ہاں تیار ی پوری ہے۔ میری پوری ٹیم تیار
ہے۔ بس ایک کاری وار اور شہباز کا نام و نشان ختم یقیناً کنگ یہ ہار
برداشت نہیں کر پائے گا۔ شہباز اس کا خاص آدمی ہے۔ وہ ضرور جھپٹائے
گا۔ اور کوئی نا کوئی غلطی ضرور کرے گا۔

غازی نے بس سر ہلانے پر اتکاف کیا۔

غازی تو نے اچھی طرح سوچ لیا نا۔ کہ تو یہ کرے گا۔ پہلے کی بات الگ تھی۔ اب تجھ سے کسی اور کی بھی زندگی جڑی ہے۔۔

یہی میری زندگی کا مقصد تھا احمر بھولومت۔ ہاں تب میرے ساتھ زر نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی میں اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ اگر پہلے قدم میں فتح ہماری ہوئی تو میں اپنی زر کے پاس لوٹ آؤں گا۔ نہیں تو۔۔

نہیں تو۔۔ احمر اسے چپ دیکھ کر بولا۔۔

نہیں تو اسے غاز کو ایک برا خواب سمجھ کے بھلانا ہو گا۔ اسے حوش آئے تو کھانے میں سرخ مرچیں اور پینے کے لیے ابلتا ہوا پانی دے دینا۔ اسے آڈر دیتا اسکی سنے بغیر ہی وہ وہاں سے چلا گیا۔ احمر نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ چاہے اب جتنا بھی نظریں چرا لے۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ اب وہ

ڈر رہا تھا۔ زر نور سے جدا ہونے سے کیونکہ موت سے تو اسے پہلے بھی کبھی
ڈرنا لگا۔ یہ ڈر صرف اور صرف اس نازک وجود سے جدائی کا تھا۔

گہری سانس بھرتے وہ آنے والے وقت میں خیر کیا دعا کرتا غاز کے پیچھے ہی
نکلا تھا۔



کیا مطلب ہے کیا کہنا چاہتی ہو۔ دیکھیں دانی آپنی۔ میں صرف یہ کہہ رہی
ہوں کہ اس دن عمر کے ساتھ جو حادثہ ہوا اس جگہ قریباً بیس لوگ موجود
تھے۔ لیکن ان لوگوں میں سے کوئی ایک بھی انکی مدد کو نہ آیا۔ میں صرف ان
لوگوں کو سزا دلوانا چاہتی ہوں۔

کیسے بے حس لوگ ہیں وہ چاہتے تو مل کر عمر کی بیوی کو بچا سکتے تھے۔ لیکن
نہیں کوئی بھی نہیں بولا۔ وہاں آس پاس کے سی۔ سی۔ ٹی۔ وی فوٹیج سے

ہمیں سب لوگ صاف نظر آرہے ہیں۔ یہ لوگ اسی مارکیٹ کے آس پاس کے علاقوں کے ہیں اور میں جانتی ہوں آپ دونوں کے لئے پتہ کروانا مشکل نہیں۔

میں نہیں چاہتی کوئی بھی اور لڑکی سلمہ بنے یا پھر کوئی اور لڑکا عمر بنے۔ پلیز زین بھائی۔

اور یہ جو جانور ہے اسے بھی آپ دیکھ ہی چکے ہیں ثبوت ہمارے سامنے ہیں یقیناً اسنے یہ سب کچھ کھلے عام اس لیے کیا ہے کیونکہ لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔

اور وہاں کی پولیس اسکی جیب میں۔

عین ٹھیک کہہ رہی ہے۔ آج یہ لوگ عبرت کا نشانہ بنیں گے تو کل کو دوسرے لوگوں میں کوئی انسانیت پیدا ہوگی۔

اور وہاں کی پولیس کو آپن دیکھ لے گا تو فکر مت کر آپن یہ جانور آپ دودن
میں تیرے قدموں میں لادے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔۔

تھینکیو دانیں آپنی۔ مینشن ناٹ گڑیا۔

اوکے پھر میں چلتی ہوں۔ گھر پہ ملیں گے۔ اللہ حافظ۔



وہ لوگ صبح ہی مری سے لوٹے تھے اور اسنے آتے ہی۔ عمر کے بارے میں
دانیں اور زین کو سب کچھ بتا دیا تھا۔

اب وہ مطمئن تھی۔ جانتی تھی وہ دونوں سب سنبھال لیں گے۔ اب اسکا ارادہ ہو اسپتال جانے کا تھا۔ ڈاکٹر باسط نے اسے کچھ اہم بتانا تھا۔
راستے میں اسے فلاورز کی شوپ نظر آئی تو عیشاء کے لیے لینے کا سوچتے اسنے گاڑی روک دی۔ گاڑی سائیڈ پہ پارک کرتے اسنے ڈوپٹا اچھے سے سر پر پھیلا یا۔

وہاں پر کسی عورت نے کھلی جگہ پر رنگ برنگے پھول رکھے ہوئے تھے۔ وہ تو بچپن سے پھولوں کی دیوانی تھی۔ وہ اس عورت کی طرف بڑھی۔
ایکسیوز می۔

ام مجھے یہ ریڈ والے پھول چاہیے۔

جی۔ وہ پھول اکھٹے کرنے لگی۔ یہ لیں۔ اس عورت نے جیسے ہی وہ بکے اسکی طرف بڑھایا کسی نے راستے میں ہی تھام لیا۔

عینا نے ماتھے پر بل ڈالے پیچھے دیکھا۔ کوئی لڑکا تھا شاید کسی کا گارڈ اسکے یونی فارم سے اسے لگا۔

یہ مینے لیے ہیں تو آپکی ہمت کیسے ہوئی ایسے پھول پکڑنے کی۔ اسنے وہ پھول اسکے ہاتھ سے چھینے۔

دیکھیں میم۔ یہ پھول ہمارے سر کو پسند آئے ہیں۔ اس لیے آپ کوئی اور پھول لے لیں۔

ایسے کیسے کوئی اور لے لوں یہ پہلے مینے لیئے ہیں اپنے سر سے بولو وہ کوئی اور لے لیں۔

میم پلیز ہم آپکے پھولوں کی بھی پیمنٹ کر دیں گی۔

شٹ اپ۔ بہت کوئی ٹوپ چیز ہو تم جو کچھ بھی خرید سکتے ہو۔ یہ پھول مینے لیے ہیں تو میں ہی لوں گی۔ میں بھی دیکھتی ہوں کیسے لیتے ہیں تمہارے سر یہ پھول۔

وہ عورت پریشانی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ یہ تھوڑی سنسان سی جگہ تھی اس لیے لوگ زیادہ نہیں تھے۔ جو ایک دوست تھے وہ اپنے کاموں میں لگے تھے۔

وہ پھولوں کے پیسے اس عورت کو دیتی مڑی تو وہ اس کے سامنے آگیا۔

دیکھیں میم پلیز۔ سر کو جو چیز پسند آ جائے پھر وہ انہی کی ہوتی ہے۔

آپ کوئی اور پھول لے لیں پھول ہی تو ہیں۔ ایگزیکٹولی پھول ہی تو ہیں۔

کہاں ہیں تمہارے سر میں خود دیکھ لیتی ہوں۔ بہت کوئی وہ بیسٹ کی اولاد ہے جو اسکا کہا نہیں ٹال سکتے۔ وہ بڑا بڑا آگے بڑھی

ہیلو مسٹر۔ اسنے اس آدمی کو مخاطب کیا جو اسکی طرف سے رخ موڑا 0۔
فون پر بات کر رہا تھا۔

عینا کی آواز پر اسنے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اسے لگا جیسے اسکے دل کی سن لی گئی ہو۔ وہ سانس تک روک گیا۔

اسے دیکھ کر ایک پل کے لیے عینا ٹھٹکی۔

یہ آنکھیں روشن بلو آنکھیں کہیں دیکھی ہیں اسنے۔ لیکن اسنے سر جھٹکا۔

دیکھتے مسٹر آپ کا یہ گارڈ میرے کان کھا رہا ہے کب سے۔ یہ پھول پہلے مینے
لیے ہیں سو میرے ہوئے۔ آپ کوئی اور پھول لے لیں۔

میں یہاں پر کوئی تماشہ نہیں چاہتی اس لیے اپنے اس گارڈ کو بولیں میرا راستہ
چھوڑ دیں۔ اور۔

وہ رکی اسکی آنکھیں خود پر ساکت پا کر۔ اسکے ماتھے پر بل پڑے۔

زہریلی نظروں والا وہ بڑ بڑائی۔

اپنے اس گارڈ کو ہٹائیے مجھے دیر ہو رہی ہے۔ اسنے اس کی طرف اشارہ کیا جو
اسکی گاڑی کے پاس کھڑا تھا۔

امن نے اس پر نظریں ٹکائے ہاتھ سے اپنے گارڈ کو اشارہ کیا وہ سائیڈ ہو گیا۔
بہت شکریہ۔ لیکن یہ یاد رکھئے ہماری نظر راستے میں ہر چیز پر پڑتی ہے لیکن
اسکا مطلب یہ نہیں کہ جس پر نظر پڑ جائے وہ آپکی ملکیت ہو جائے۔ جو آپ کا
ہے آپکو وہی ملے گا۔ زبردستی سے یا چھیننے سے بھی وہ پھر آپ کا نہیں ہو
سکتا۔

وہ کہتی اپنی گاڑی کی طرف بڑھی تھی۔ جبکہ اب تک وہ سٹل کھڑا تھا۔ وہ
جتنا اپنے ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کرتا اتنا ہی وہ اسکے قریب آرہی تھی۔

ناجانے کیسی کشش تھی اس میں ہر بار جب بھی وہ سامنے آتی۔ اسکے دل و
دماغ جیسے صرف اسی پراٹک جاتا آس پاس کا ہوش ہی نہیں رہتا۔

سر۔ سر اسکے آدمی نے اسے بلایا۔ اسے ہوش ہی نہیں تھا کہ وہ تو کب کی وہاں
سے جا چکی تھی لیکن وہ اب تک اس راستے پر نظریں ٹکائے کھڑا تھا۔

اپنے گارڈ کی آواز پر جیسے ہوش میں آیا۔ اسنے غائب دماغی سے اسے دیکھا پھر
جھٹکے سے مڑا جیسے ہوش آیا ہو۔

بے بسی سے اسنے گاڑی کے بونٹ پر ہاتھ مارا۔

کیوں ہر بار وہ مجھے جیسے پیرالائیز کر دیتی ہیں۔ کیوں میری نظریں میرا دل
میرے اختیار میں نہیں رہتا۔

اسکے چہرے پر ماسک کی وجہ سے وہ اسے پہچان نہیں پائی تھی۔
امن نے ماسک اتارے دور پھینکا۔ اور گہرے سانس لینے لگا جو جیسے کب کی
سانس روکی ہوئی ہو۔

مسلسل بجتے فون کی آواز پر اسنے قہر برساتی نظروں سے فون اوپر کرتے
دیکھا۔ لیکن نام دیکھ کر وہ سیدھا۔

گہری سانس بھرتے اپنی حالت درست کی اور کال پک کرتے کان سے لگایا۔
ہمیشہ کی طرح انکے سلام پر وہ خاموش رہا۔
میں آ رہا ہوں دھیمے لہجے میں کہتے اسنے فون رکھا۔

گارڈز کو اشارہ کرتا وہ گاڑی کی طرف بڑھا کچھ ہی دیر میں اسکی گاڑی اسکے محل
کی طرف رواں دواں تھی۔

اسکی گاڑی کے آگے اور پیچھے گارڈ کی گاڑیاں تھیں اسکی حفاظت کے لیے
رواں تھیں۔ راستے میں اسنے ایک جگہ رکتے سرخ گلابوں کا بکے لیا تھا۔



گاڑیاں ایک جھٹکے سے اپنی منزل پر رکیں تھیں۔ گارڈز جلدی سے اترتے
اسکی طرف کا دروازہ کھولے سر جھکا گئے۔

وہ کوٹ کے بٹن کھولتا اتر ا تھا۔

بکے ہاتھ میں لیے۔ وہ ایک شان سے اپنے محل میں داخل ہوا۔ اندر آتے
ہمیشہ کی طرح خاموشی نے اسکا استقبال کیا۔

اسنے خاموشی سے قدم انکے کمرے کی جانب بڑھائے تھے۔ آہستہ سے
دروازہ نوک کرتے وہ اندر داخل ہوا۔

ہر طرف نظریں دوڑائیں تو راکنگ چئیر پر کسی وجود کا گمان کرتے وہ آگے
بڑھا۔ ہولے سے قدم اٹھاتا۔

وہ مقابل کے قدموں میں بیٹھا تھا۔ کچھ بھی کہے بغیر اسکی گود میں سر رکھ
دیا۔

وہ کتاب کا مطالبہ کرتے گہری سوچ میں گم تھیں جب وہ ہمیشہ کی طرح انکے
قدموں میں بیٹھتے انکی گود میں سر رکھ چکا تھا۔

کتاب رکھتے انہوں نے اسکے بالوں میں انگلیاں چلائیں۔
امن۔۔۔ انہوں نے محبت سے مخاطب کیا ایک وہی تو تھیں۔ جو اسے اس
نام سے مخاطب کرتی تھیں۔

کیسا ہے میرا شہزادہ۔ نرم لہجے میں پوچھا۔

ابھی نہیں تھکا۔

وہی جواب آیا۔ چہرہ اوپر کرتے اسنے عقیدت سے انکے ہاتھوں پر بوسہ دیا۔
آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں آپکی طبیعت خراب ہے۔

وہ مسکرائیں۔ ہلکا سا بخار تھا۔ ٹھیک ہو گیا۔ اس میں پریشان ہونے والی کونسی
بات ہے۔ تم فکر مت کرو۔ میں ٹھیک ہوں۔
کیسے نا فکر کروں دنیا میں ایک واحد آپ ہی تو ہیں میرے پاس جو سب کچھ
جانتے مجھ سے پیار کرتی ہیں۔

میں آپکو نہیں کھو سکتا۔ بھابھی ماں۔

اسکے طرز مخاطب کا انکے مسکراتے ہونٹ ساکت ہوئے

- آہستہ سے اپنے ہاتھ اسکے ہاتھ سے نکالتے وہ اٹھ گئیں

- ایم سوری آپی۔ میں پھر سے بھول گیا۔

بچپن سے عادت ہے تو۔ وہ بات ادھوری چھوڑتے ہونٹ کاٹنے لگا۔
کوئی بات نہیں امن۔

"لیکن گزرتے وقت کے ساتھ کچھ عادتیں بھی بدل لینی چاہیئے۔"
وہ رشتے میں اسکی پھوپھو کی بیٹی تھی۔ پھوپھو کی وفات کی وجہ سے وہ بچپن
سے ہی انکے ساتھ رہتی تھی۔



امن چار سال کا تھا اور وہ سولہ سال کی جب وہ انکے گھر آئی تھی۔

پھر جب وہ اٹھارہ کی ہوئی تو اسکی شادی زمان امن کا سوتیلا بھائی جو جرم کی دنیا میں کنگ کے نام سے جانا جاتا ہے اس سے ہو گئی۔

نورین بہت خوبصورت تھی۔ پڑھی لکھی بھی تھی۔ اسکی اس خوبصورتی نے کنگ کی حوس کو بڑھا دیا۔ وہ دن رات اسے روندتا تھا۔ نکاح کے نام پر اپنی حوس پوری کی تھی۔ لیکن جب وہ کالی دنیا میں جانے لگا تو مغربی خوبصورتی نے کنگ کا دل نورین سے بھر دیا۔

وہ رات کو شراب کے نشے میں دھت اسے مارتا پیٹتا۔ لیکن وہ چپ چاپ مار کھاتی رہتی۔

امن بہت چھوٹا تھا۔ نورین نے کسی ماں کی طرح اسکی پرورش کی تھی۔

وہ جب اس سے اسکے چہرے پر پڑے نشانوں اور زمان کی حالت کی وجہ پوچھتا
تو وہ اسے کسی طرح بہلا دیتی لیکن جیسے جیسے وہ بڑا ہونے لگا اسے سمجھ آنے
لگا۔

لیکن وہ کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ اسے یاد تھا جب وہ پندرہ سال کا تھا اسنے زمان
کو روکنے کی کوشش کی تو اسنے اسے بھی بری طرح دھونک دیا۔
زمان نورین کو ہر وقت کے تانے دیتا کہ۔ وہ اسے ایک وارث بھی نہیں دے
سکی۔

جبکہ ڈاکٹر نے اسے یہ بات صاف بتادی تھی کہ کمی اس میں نہیں زمان میں
ہے لیکن زمان یہ بات کسی صورت ماننے کو تیار نہ تھا۔

زمان نے جب امن کو اپنی دنیا میں لے جانا شروع کیا تو پہلے تو وہ ڈر سے چلا
جاتا۔

لیکن وہ بڑھتی عمر کے ساتھ وہ باغی ہوتا گیا۔ زمان کے سامنے ڈٹ جاتا۔ کہ
جانے سے صاف منع کر دیا۔

نورین زمان کی منتیں کرتی کہ اسے ان سب سے دور رکھیں۔ لیکن وہ اسکی
کسی بات کا اثر نالیتا۔

نورین کی حالت کو دیکھتے امن نے زمان کے سامنے شرط رکھی کہ اگر وہ
نورین کو طلاق دے دے گا تو امن اسکے لیے کام کرے گا جو وہ کہے
گا۔ کیونکہ فلحال وہ اتنا طاقتور نہیں تھا کہ نورین کو اس جانور سے چھڑوا
پاتا۔

زمان نے اسکی شرط مانتے اسے طلاق دے دی۔ اسنے امن کے دل میں
لوگوں کے لیے بچپن سے زہر بھرنا شروع کر دیا تھا۔ جس حادثے نے اسے

یتیم کر دیا اس حادثے کو اپنے طریقے سے پیش کرتے اور دوسرا اپنی شرط کو رکھتے اسے امن کو اٹلی کا بے تاج بادشاہ بنا دیا۔

نورین کو اس نے اپنے ساتھ الگ گھر میں رکھا تھا۔ وہ بچپن سے ہی اسے بھا بھی ماں کہتا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ اپنی عادت بدلنے کی کوشش کی لیکن پھر بھی کبھی اسے منہ سے نکل جاتا۔

نورین نے اسے بہت کہا یہ سب چھوڑ دے۔ لیکن وہ کہتا تھا جس دن اسے کوئی ٹھوس وجہ مل گی وہ چھوڑ دے گا۔

آخر کار اس نے کہنا چھوڑ دیا۔ لیکن وہ خود ایک سادہ زندگی گزار رہی تھی۔ اپنے کرب ناک ماضی کو بھول کر اپنی زخمی روح کو خدا کے ساتھ جوڑ دیا۔ اور آج وہ ایک لیکچرار تھی۔ بڑھتی عمر نے بھی اسکی خوبصورتی کو کم نہیں کیا۔

آج بھی وہ کوئی بیس سال کی لڑکی لگتی تھی۔ دنیا میں ایک واحد عورت تھی جس کا احترام امن پر فرض تھا۔ وہ کبھی اسکے سامنے نظریں اٹھا کر بات نہیں کرتا تھا۔ دیکھنے والوں کو وہ دونوں بہن بھائی ہی لگتے کیونکہ دونوں کی آنکھوں کا رنگ سیم تھا۔

اوشن بلو۔ سمندر جیسی آنکھیں۔ نورین کبھی کبھار یہ کہہ کر بہت ہستی تھی۔ لیکن امن صرف مسکرا نے پر ہی اتکاف کرتا۔



کہاں کھو گئیں۔ اسے گہری سوچ میں گم دیکھ وہ پوچھ بیٹھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

اور پھول دیکھ کر مسکرائی۔ وہ جب بھی اس سے ملنے آتا اسکے لیے پھول
لازمی لاتا۔ ہفتے میں ایک دن وہ نورین کے ساتھ ہی گزارتا تھا۔
کچھ کھلائیں گی نہیں بھوک لگی ہے۔

ہاں کیوں نہیں مینے سب چیزیں تمہاری پسند کی بنائی ہیں۔ جلدی سے فریش
ہو کر آؤ میں کھانا لگواتی ہوں۔



تم کھوئے کھوئے سے لگ رہے ہو۔ کیا کوئی بات ہوگی۔ کھانے کے دوران
اسے مسلسل چپ دیکھ وہ پوچھ بیٹھی۔ تو امن نے اچانک کرائی بات سنی پھر
نفی میں سر ہلا دیا۔

وہ اسے گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے کچھ ڈسٹرب سالگا۔

لیکن وہ جانتی تھی کام کے علاوہ اگر کوئی بات ہوئی تو وہ اسے خود ہی بتا دے
گا۔ اس لیے مطمئن ہو گئی۔۔۔

:ماضی۔۔

اب بس بھی کر دے تیرے ایسے ادھر ادھر چکر لگانے سے سلوشن نہیں مل
جائے گا۔ انوشے نے کہا تو مہر نے اسے گھورا۔ وہ جلدی سے منہ پر انگلی رکھ
گئی۔

یس۔ تبھی عالم کی پر جوش آواز گونجی تو مہر نے کھا جانے والی نظروں سے
اسے دیکھا اور بیڈ پر پڑا تکیہ اٹھاتے کھینچ کر اسے مارا تھا۔
تیرے جیسے دوستوں کے ہوتے ہوئے مجھے دشمنوں کی کیا ضرورت ہے۔
عالم کا کھلا منہ دیکھ کر انوشے کی ہسی چھوٹ گئی۔

وہ تینوں بچپن کے دوست تھے۔ چونکہ عالم مہر کا پڑوسی بھی تھا اس لیے انکے گھر بھی آتا جاتا رہتا۔

انوشے لوگوں کا گھر بھی وہیں تھا۔ ایک سائیڈ پر انوشے اور دوسری سائیڈ پر عالم جبکہ درمیان میں مہر لوگوں کا بنگلہ تھا۔ لیکن انوشے کے فادر نے گھر ریوئیٹ کروانا تھا اس لیے وہ لوگ دوسرے گھر میں رہ رہے تھے۔ بس کچھ دنوں کے لیے۔

تینوں کی فیملیز میں بھی اچھی خاصی دوستی تھی۔ انوشے بھی اکلوتی اولاد تھی اور عالم بھی۔ انوشے اور مہر کو ایک بھائی جبکہ عالم کو دو بہنیں مل گئیں۔ جو اسے جان سے پیاری تھیں۔ عالم ان دونوں سے تین سال بڑا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ تینوں بیسٹ فرینڈز فار ایور تھے۔

تمہیں یہاں گیمز کھیلنے کی پڑی ہے۔ ناتجھ میں کوئی غیرت ہے کہ نہیں۔ اس
پروفیسر کی وجہ سے مجھے اتنی ڈانٹ پڑی ہے آغا جان سے بجائے اس کے کہ
مجھے کوئی حل دوتا کہ اس پروفیسر سے بدلہ لے سکیں یہاں تم مزے سے
ٹھوسے جا رہے یا گیمز کھیل رہے۔

وہ منہ پھلاتی بیٹھ گئی۔ اسکے ایک طرف عالم جبکہ دوسری طرف انوشے تھی۔
یار مہر کونسا تجھے پہلی بار ڈانٹ پڑی ہے۔ تیرے آغا جان کو تو تیرے سے نا
جانے کونسے جنم کا بیر ہے۔ تو مجھے بتا تیری کس بات پہ انہیں اعتراض نہیں
ہے۔

عالم نے کہا تو مہر کا چہرہ اتر سا گیا۔

مجھے خود سمجھ نہیں آتی پتا نہیں آغا جان کیوں مجھ سے ایسے رویہ رکھتے۔ جبکہ
رمل آپی سے تو وہ بہت پیار کرتے ہیں۔ اسکے آواز میں حسرت سی تھی۔ عالی
(عالم) اور انو (انوشے) نے ایک دوسرے دیکھا۔ انکی مہر ادا اس تھی۔ اور بھلا
وہ اسے ادا اس دیکھ سکتے۔ تبھی اسے آنکھ سے اشارہ کرتے عالم بولا۔

مہر میں کیا کہ رہا۔۔

کیا۔۔ وہ اسکی طرف متوجہ ہوئی۔

دیکھ تیرے جو آغا جان ہیں ناپورے ہٹلر۔ کے جانشین ہیں میں بتا رہا جو وہ
تیرے ساتھ کرتے ہیں ناجس دن میری غیرت جاگ گئی ناس دن۔۔
مہر نے اسے گھورا اس دن۔ اسنے آبرو اچکاتے کہا۔

اس دن وہ۔ ایک قدم پیچھے ہوا۔

نہیں بتانا غیرت جاگ گئی تو کیا کرے گا ہاں۔

وہ اب باقاعدہ اسکے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

اس دن کچھ بھی نہیں جو ہوتا ہے وہی ہو گا۔ اب بھلا میں آغا جان کو کیا کہہ
سکتا۔

عالم تم ایک نمبر کے فضول انسان ہو۔ مہر نے اسے کشن مارا۔ جبکہ انوشے نے سرپیٹا۔

بس کرو پچھلی بار بھی تم دونوں نے میرے روم کا نقشہ بگاڑ دیا تھا۔ رکھو دونوں یہ کشنز۔

وہ دونوں شرافت سے آکر بیٹھ گئے۔

ارے یار ٹینشن کیوں لیتی ہے۔ ع

الم کے ہوتے ہوئے۔ ٹینشن لینے کا نہیں دینے کا۔ تو فکر مت کر اس پروفیسر کو سبق سکھائیں گے ہی

۔ بالکل۔ جب ہم لوگ سوری کر آئے تھے تو کیا ضرورت تھی انہیں شکایت لگانے کی۔ انوشے نے بھی حصہ ڈالا۔

اچھا سن۔ عالم بولا۔

کیا۔ مہر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ اگر ہٹلرز زیادہ تنگ کرے تو اٹھوا لیں۔۔

عالم وہ چیخا۔ تو اس نے شرافت سے نفی میں سر ہلایا۔

میں سوچ رہی اٹھوا ہی لیتے تھوڑی دیر بعد۔ مہر سنجیدگی سے بولی۔ تو تینوں ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے کھلکھلا کر ہنس دے۔
جبکہ نیچے لاونچ میں بیٹھی نوشین کی ماما نے سر پر ہاتھ مارا۔ افسانہ کا کچھ نہیں ہو سکتا۔ انوشے اور مہر میڈیکل جبکہ عالم بزنس پڑھ رہا تھا۔



وہ گھر آئی تو گھر میں خاموشی دیکھ ٹھٹھکی۔ ماما۔ ماما۔ انہیں آواز دیتی وہ انکے
روم میں آئی تو انہیں کسی گہری سوچ میں گم دیکھ انکے پاس آئی۔
کیا ہوا ماما۔ آپ ایسے کیوں بیٹھی ہیں اور بڑی ماما اور رمل آپ کی کہاں ہیں۔
انہوں نے گہری سانس بھری۔ وہ بازار گئی ہیں۔
اوکے وہ سر ہلا گئی۔

ماما بہت بھوک لگی ہے کچھ کھانے کو دے دیں۔ تم فریش ہو جاؤ مینے تمہاری
فیورٹ بریانی بنائی ہے
سچی۔۔ ہاں انہوں نے سر ہلایا۔
آئی لو یو ماما۔ وہ ان سے چپکی۔
اب جاؤ منہ ہاتھ دھو لو۔
مہر۔ وہ جاتے ہوئے رکی۔
کس کے ساتھ آئی ہو۔۔ عالم کے ساتھ۔ انہوں نے سمجھ کر سر ہلایا۔

اچھا سنو، ادھر آؤ۔
جی ماما۔ وہ انکے پاس بیٹھی۔

مہر تم میری بہت پیاری بیٹی ہو۔ مجھے پتا ہے میری مہر کبھی کسی کو تکلیف نہیں
دے سکتی۔

لیکن بچے آپکے آغا جان کو بہت شر مند گی ہوئی ہو گی۔ جب انکے دوست
نے انہیں بتایا ہو گا۔ دیکھو بچے مجھے پتا ہے۔

کالج میں یہ سب چلتا ہے۔ بچے ایسے شرارتے کرتے ہیں لیکن وہ صرف ان
تک ہونی چاہیے بڑوں تک بات پہنچے تو بات بڑھ جاتی ہے بچے۔ آپکے
آغا جان بھی ہرٹ ہوئے ہیں۔ بیٹا انکا جانا پہچانا نام ہے۔

ہزاروں دشمن ہیں ہم نہیں چاہتے کہ کل کو پھر سے آکر کوئی بولے کہ آپ کی بیٹی نے یہ کیا۔ اس لیے آئندہ دھیان سے۔ اور اس سے پہلے کہ آغا جان آپ سے مزید بدگمان ہوں ان سے سوری کرو۔

وہ چپ چاپ سنتی رہی۔ اور سر ہلا کر اٹھ گئی۔ روم میں آکر فریش ہوئی اب اسکا رخ ذولفقار شاہ کے کمرے کی طرف تھا۔

ہلکا سادروازہ نوک کیا۔ اجازت ملنے پر وہ اندر آگئی۔ وہ اپنی چیئر پر بیٹھی۔ کتاب کے مطالعے میں گم تھے۔ وہ کچھ دیر انہیں دیکھتی رہی۔

خاموشی پر انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا اسے دیکھ کر انکے تاثرات سخت ہوئے تھے۔ جنہیں اسنے شدت سے محسوس کیا تھا۔
کہو۔ کیا بات ہے۔ وہ سخت لہجے میں بولے۔

مہر کا دل دکھا۔ لیکن وہ اس لہجے کی عادی تھی۔

وہ آگے بڑھی اور آہستہ سے انکے قدموں میں بیٹھ گئی۔ آغا جان کو دھچکا لگا۔ وہ بھی تو ایسے ہی کرتی تھی ہمیشہ انہیں منانے کے لیے۔ انہوں نے مہر کے چہرے کی طرف دیکھا۔

ہو بہو وہی نین نقش۔ وہی چہرہ ذرا سا فرق نہیں تھا۔ آج اگر ان دونوں کو ساتھ کھڑا کر دیتے تو پہچاننا مشکل ہوتا۔

آغا جان۔ وہ آہستہ سے بولی۔ اسکی آواز انہیں ماضی سے کھینچ لائی۔ تو انہوں نے اسکے چہرے سے نظریں ہٹالیں۔

وہ کبھی بھی اسکا چہرہ نہیں دیکھتے تھے۔ غلطی سے اگر نظر آجائے تو رخ موڑ لیتے۔ ویسے تو وہ اس سے کبھی بات نہیں کرتے لیکن اگر کوئی بہت ضروری ہو تو بات کرتے وقت بھی انکی نظروں کا رخ کسی اور طرف ہوتا۔

آغا جان۔ میں مانتی ہوں بہت تنگ کرتی ہوں سبکو۔ لیکن میرا یقین کریں مجھے نہیں پتا تھا وہ ہمارے پروفیسر ہیں۔ اور ہم نے بعد میں ان سے سوری بھی کیا تھا۔ انہوں نے ہمیں معاف کر دیا۔ اتنی بڑی بات نہیں تھی۔ جتنی بن گئی۔

پھر بھی میں آپ سے معافی مانگ رہی ہوں۔ میں آئندہ سے دھیان رکھوں گی کبھی بھی آپکو شکایت کا موقع نہ ملے۔

وہ ٹھہر ٹھہر کو بولتی انہیں بلکل اسکا عکس لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ان کے کانوں میں وہ آوازیں گونجنے لگیں۔ آنکھوں کے سامنے کی منظر گھوم گئے۔

اپنا ہاتھ پیچھے کرتے وہ تیزی سے اٹھے تھے کہ ان کے قدموں میں بیٹھی مہر کو ٹھوکر لگی وہ منہ کے بل زمین پر گری تھی۔

مہر کمرے کے دروازے پر وہ منظر دیکھتے سب حیران تھے۔ حسن صاحب جلدی سے آگے بڑھے۔

مہر بابا کی جان۔ انہوں نے اسے سیدھا کرتے اپنی مہربان آغوش میں لیا۔ جبکہ وہ بلکل ساکت سی بے یقینی سے آغا جان کو دیکھ رہے تھی۔

جو خود بھی اس سچویشن پر گھبرا گئے تھے۔ یہ عمل ان سے بے اختیاری سے
ہوا تھا۔

حسن صاحب نے اسے تھام کر کھڑا کیا۔

آپکو اپنی پوتی سے جو بھی اختلاف ہے باباجان لیکن میں ہر گز اپنی بیٹی کے
وجود کی تذلیل برداشت نہیں کروں گا۔
وہ دھیمے مگر سخت لہجے میں بولے۔ جب وہ تیزی سے انکا حصار توڑی اپنے
کمرے میں بھاگی تھی۔

بات اتنی بڑی نہیں تھی باباجان جتنی آپ نے بنادی۔ پھر بھی وہ آپ سے
معافی مانگنے آئی تھی۔

آپ نے اپنی نفرت اور ضد میں اپنی بیٹی کو مار دیا اب میری بیٹی کو جیتے جی مار دیں گے۔

عائشہ آج پہلی بار انکے سامنے بولی۔

آپ نے اچھا نہیں کیا بابا جان۔ حسان شاہ بھی بولے تھے۔ جبکہ عالیہ بیگم عائشہ کو سنبھال رہی تھیں۔

رمل چپ کھڑی تھی۔ اسے آغا جان سے ایسی امید نہیں تھی۔

سب انہیں شکوہ کنناہ نظروں سے دیکھتے چلے گئے۔

جبکہ وہ خود بھی بے یقین تھے۔ ذرا سی بات کو انہوں نے اپنی آنا میں کتنی بڑی بنا دیا تھا۔ انہیں پھر سے ملال نے آن گھیرا۔ شاید یہ پچھتاوا ساری زندگی کے لیے انکے ساتھ رہنا تھا۔

لیکن وہ تو اسے معاف کر چکے تھے نا اسکی جوان لاش کو دیکھتے وہ کیسے اس سے اٹھ جانے کی منتیں کر رہے تھے۔

لیکن پھر وہ مہر کو کس چیز کی سزا دے رہے تھے۔ وہ خود بھی سمجھ نہیں پائے۔ پچھتاوا کے ناگ انہیں ڈسنے لگے تھے وہ بے جان ہوتے وجود کے ساتھ بیڈ پر ڈھ گئے۔

تم کیا گی سمنوں نے جیسے ہمارے گھر کا راستہ دیکھ لیا۔ وہ دل میں اس سے مخاطب تھے۔

ماضی کو سوچتے انہوں نے آنکھیں موند لیں۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے انکے اس قدم نے مہر کے دل میں بچی انکی محبت موہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا۔ جس پر انہیں زندگی بھر پچھتانا تھا۔



وہ کمرے کے آتی پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ آخر کیا قصور ہے اسکا کیوں کرتے
ہیں آغا جان اس سے اتنی نفرت۔

آخر کیا کیا ہے مینے۔ بابا آپ تو کہتے ہیں میں آپکی شہزادی ہوں۔ کیا
شہزادیوں کے وجود کی ایسے نفی کی جاتی ہے۔ ایسے چھوٹی چھوٹی باتوں پر انکے
دل توڑے جاتے ہیں۔

وہ روتے حسن صاحب سے مخاطب تھی۔

اللہ جی میرا کیا قصور ہے۔ آغا جان کو مجھ سے کیا مسئلہ ہے۔ مینے آخر ایسی کیا غلطی کی ہے۔ جسکی سزا مجھے مل رہی ہے۔ ہچکیوں سے روتے وہ اللہ سے شکوہ کرنے لگی۔

جب اچانک اسکے کمرے کی کھڑکی سے کوئی اندر داخل ہوا تھا۔ اسنے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

آنے والے کو دیکھتے وہ چھپاک سے اسکے سینے سے لگی تھی۔ اسکے گرد بازوؤں کا حصار باندھتے عالم نے ہونٹ بھینچھے۔

عالم صرف اسکا دوست نہیں اسکے اور انوشے کے لئے ایک بھائی جیسا تھا۔ جسنے ہر قدم پر بھائی ہونے کا فرض نبھایا تھا۔

وہ بچپن سے دیکھتا آرہا تھا۔ آغا جان کا رویہ مہر کے ساتھ ناقابل برداشت تھا۔ کبھی کبھار تو اس کا دل کرتا کہ انہیں جھنجھور دے اور پوچھے ان سے آخر کیا قصور ہے اس معصوم کا۔

اسکی منموہنی صورت کو دیکھتے بھی آخر ان کا دل کیوں نہیں پگھلتا۔ لیکن حسن صاحب کی قسم سے مجبور تھا۔

اسے یاد تھا ایک بار آغا جان نے مہر کو تھپڑ مار دیا تھا۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ سب کے سامنے انکے سینے سے لگ گئی تھی۔

تب عالم ان سے باز پرس کرنے لگا تھا لیکن حسن صاحب نے بہت مشکل سے اسے روکا تھا اور اسے مہر کی قسم دی تھی۔ کہ وہ آئندہ کبھی بھی آغا جان کے سامنے مہر کے لیے نہیں بولے گا۔

وہ چپ ہو گیا۔ لیکن آج اسے چپ رہنا مشکل لگ رہا تھا۔ اسکا سفید رنگت
میں غصے کی وجہ سے سرخی گھلی تھی

ع۔ عالی وہ کیوں کرتے ہیں مجھ سے اتنی نفرت۔ مینے کیا بگاڑا ہے انکا۔ میں
بچپن سے انکا یہ رویہ دیکھتی آرہی ہوں۔ ل۔ لیکن اب۔ اب
نہیں۔ م۔ میں یہاں ن۔ نہیں رہوں گی۔ عالی۔ میں تیرے ساتھ چلی
جاؤں گی۔

اسکی معصوم سی دھمکی پر وہ مسکرایا۔

مہر۔ ادھر آو۔ اسکا چہرہ سامنے کرتے اسے بٹھایا تھا۔
سب سے پہلے رونا بند کرو۔ عالم کی گڑیا۔ تو کمزور نہیں کہ بات بات پہ
روئے۔

اب میری بات سنو۔ مجھے نہیں پتہ وہ تم سے نفرت کیوں کرتے آج جو بھی
ہوا۔ مجھے ان سے ایسی امید نہیں تھی۔ لیکن خیر آج کے بعد تو ان سے بات
ہی نہیں کرے گی۔ وہ نہیں دیکھنا چاہتے ناتیری شکل تو تو کبھی انکے سامنے
نہیں آئے گی۔ لیکن گھر چھوڑنے کی بات نہیں کرتے پاگل۔

انکے علاوہ سب تجھ سے کتنا پیار کرتے۔ تو انکی سزا سب کو دے گی۔ ہم سب
کے بغیر رہ لے گی تو۔ اسنے نفی میں سر ہلایا۔

تو پھر۔ بس آج سے ہم ہٹلر کو فل اگنور کریں گے۔ اوکے۔

اسنے ہاتھ کا مکا بناتے سامنے کیا۔ تو مہرنے مسکراتے ہاتھ کا مکا بناتے اسکے
ہاتھ سے ٹکرایا تھا۔

اب بلکل بھی نہیں رونا۔ باقی سب کتنے پریشان ہیں جاو شاباش باہر جاو۔ اور دکھاو سبکو کہ مہرماہ شاہ بہت سٹر ونگ ہے۔

اور تو فکر مت کر اب میری غیرت جاگ گئی ہے اب تو دیکھ میں۔ کیا کرتا ہوں۔

اسکی آخری بات پر وہ ہس پڑی۔ تو عالم نے سکون کی سانس لی۔ جاو اب منہ دھو اور نیچے جاو۔ اسے نیچے بھیجتے اسنے عائشہ ماما کو ڈن کا میسج کیا تھا۔

اسکے سامنے مہر کا چہرہ لہرایا وہ اتنی پیاری تھی کہ کوئی بھی اسے دیکھ کر پگھل جاتا۔

لیکن جانے کیسا پتھر دل تھا انکا جو ہر بار اسکی چاکلیٹی گڑیا کا دل توڑ دیتے تھے۔

اسے عائشہ نے ہی فون کیا تھا۔ کسی کی بھی اسکے پاس جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ جب وہ پوچھے گی نفرت کی وجہ تو کیا جواب دیں گے وہ۔۔

۔ لیکن سب ہی جانتے تھے عالم اسے سنبھال لے گا۔ اور یہی ہوا۔
تھوڑی دیر بعد ہی وہ دھلا دھلا چہرہ لیے باہر آئی۔ ماما۔ کھانا دے دیں۔ بھوک لگی ہے۔

وہ ڈائینگ ٹبل کے گرد رکھی چئیر پر بیٹھتی نارمل بولی تھی۔
سب نے سکون کا سانس لیا۔ حسن صاحب اپنے کمرے میں تھے۔ حسان صاحب نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا اور مسکرا کر اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔
بابا۔ وہ انکے کمرے میں آئی وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کے لیٹے تھے۔ اسکی آواز پر انہوں نے ہاتھ ہٹاتے اسے دیکھا اور اٹھ بیٹھے۔

لیکن نظریں چراگئے۔ اپنے بابا کو یوں نظریں چرا تے دیکھ اسکے دل میں درد اٹھاتا تھا۔

بابا مجھے بھوک لگی ہے۔ آپکو نہیں لگی۔ وہ انکے پاس بیٹھتی بولی۔ تو انہوں نے اسکا چہرہ دیکھا۔ نا جانے کیسے انکی بیٹی ہر بار چپ چاپ سب کچھ بھلا دیتی تھی۔ اس نے کچھ نہیں پوچھا۔

تو انہوں نے سکون سے اسے دیکھا۔ انکی کل کائنات تھی وہ۔

ہاں لگی ہے بیٹے۔

تو پھر چلیں نا۔ وہ انکا ہاتھ پکڑتی زبردستی باہر لے آئی۔ پھر سب نے مل کر کھانا کھایا تھا۔ آغا جان پہلے بھی اپنے کمرے میں کھاتے تھے بس ناشتہ سب کے ساتھ کرتے تھے۔ اس لیے وہ سکون سے اب کھانا کھا رہی تھی۔ اسے دیکھتے باقی سب بھی اداس سے مسکرا دیئے۔



!! حال۔۔

آل ڈن۔۔ یس۔ احمر نے راستہ صاف ہونے کا اشارہ کیا تھا۔

وہ خاموشی سے شہباز کے گھر میں داخل ہوا تھا۔ سیکورٹی کو وہ لوگ پہلے ہی
توڑ چکے تھے۔ غازی سٹڈی روم جبکہ احمر اپنی ٹیم کے ساتھ بیسمینٹ کی
جانب بڑھا تھا۔

سٹڈی روم کا دروازہ کھولتے اسے سکون سے اندر قدم رکھا اسے سارا نقشہ
پہلے ہی دیکھ لیا تھا اس لیے اسے کوئی مشکل نہیں ہوئی۔ سٹڈی کی فائلز
نکالتے اسے آخر اپنے کام کی فائل مل گئی۔

اس فائل میں سے اس نے پیپرز نکالتے اپنی جیب میں رکھے۔ اور ڈرور
کنگالے۔ لیکن ایک لاکڈ تھا۔

اس نے ہاتھ میں پکڑی پن لگائی جو وہ ساتھ لے کر آیا تھا۔ پن کو ایک ٹرک سے
گھوماتے اس نے لاک اوپن کر لیا۔ ڈرور کھلتے اسے اپنی مطلوبہ چیز مل گئی۔

اسکی آنکھیں چمکیں۔ وہ چیز نکالتے اپنی جیب میں رکھی اور باہر کی جانب قدم
بڑھائے۔

بیسمنٹ پہنچتے وہ جان چکا تھا کہ شہباز کے کتے جاگ گئے ہیں افراتفری مچ گئی
تھی۔ کیونکہ بیسمنٹ میں ڈرگزر کی بہت بڑی تعداد کے ساتھ کی لڑکیاں بھی
قید تھیں۔

غازی سمیت ان سب نے منہ رومال باندھ رکھے تھے۔

غازی جب اندر داخل ہوا تو سب لوگ احمر لوگوں کو گھیرے میں لیے۔
کھڑے تھے۔

جبکہ پاس ہی قریب آٹھ لڑکیاں ڈری سہمی سی سائیڈ پر کھڑی تھیں۔
وہ لوگ احمر کا چہرہ دیکھنے کی کوشش میں تھے۔

کون ہے تو کس نے بھیجا ہے تجھے بول۔ ایک آدمی بولا تھا۔

مجھ سے پوچھ۔ میں بتاتا ہوں کون ہوں میں۔ وہ سکون سے بولا تو۔
آدمیوں نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھا کون ہے رے تو۔

تیرے باپ کا باپ ہوں اسے سکون سے کہتے انہیں بے سکون کیا تھا۔

ایک آدمی اسکی طرف بڑھا لیکن آسنے اپنی جگہ پہ کھڑے ہی ایک ہاتھ کے وار سے اسے دور اچھالا تھا۔ باقی سب ڈر کر پیچھے ہوئے

۔ لیکن پھر بھی لڑنے کے لیے بڑھے۔ احمر بھی اپنے اوپر گن لے کر کھڑے آدمی کی ٹانگ پر وار کرتا تیزی سے سیدھا ہوا تھا۔ اور اس آدمی کی گردن پکڑی۔ جبکہ انکے باقی آدمی لڑکیوں کو نکالنے لگے تھے۔

غازی اور احمر کے ساتھ دو اور لڑکے شہباز کے ہر آدمی کا وار ناکام کرتے لڑکیاں نکالنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

ایک آدمی نے پیچھے سے غازی کے سر پر وار کرنا چاہا۔

لیکن اسکے سائیڈ پر ہونے سے چاقو سیدھا اسکے بازو میں لگا تھا۔ غازی نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ اسنے پھر سے وار کرنا چاہا۔ جو غازی نے سر پیچھے کو کرتے روکا تھا۔

اور ایک ٹانگ اسکے پیٹ میں مارتے اسے دور اچھالا تھا۔ آگے بڑھتے وہی
چاقو اٹھاتے اسکے پیٹ میں گھونپا تھا۔

وہ لوگ تیزی سے اسکے آدمیوں کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹتے آگے بڑھے
تھے۔

جب شہباز بوکھالا یا تھا باہر آیا تھا۔ باقی سب کو چھوڑتے غازی اسکی طرف
بڑھا وہ دونوں گھتم گھتا ہوئے تھے۔ لیکن غازی کے آگے وہ ہار گیا۔

اسے اچھی طرح دھونے کے بعد غازی نے اپنا خنجر نکالا جس سے اب تک وہ
لوگوں کو بے حال کرتا آ رہا تھا۔ وہ خنجر نکالتے اسے منہ پر نشان بنایا تھا۔
پھر اسے اٹھاتے کھڑا کیا۔

بہت شوق ہے نا تجھے مردانگی دکھانے کا۔ ہر روز ایک نئے پھول کو کچلنے کا تو
دیکھ آج میں تیری مردانگی کیسے نکالتا ہوں۔ کہتے غازی نے اسکی ٹانگوں کے
درمیان اپنا گھٹنا مارا تھا۔ ایک بار نہیں بار بار۔

جبکہ وہ اب درد سے بے حال تڑپ رہا تھا۔ اسے پھینکتے غازی نے اپنے پاؤں کو
روکا نہیں جب تک اسکے منہ سے آوازیں آنا بند نا ہو گئیں۔
کیونکہ وہ درد سے اب چیخ بھی نہیں پارہا تھا اسکا ہال پاگل کتے جیسا ہوا
تھا۔ غازی نے اسے گھسیٹ کر لیجاتے اسکے کمرے کے آگے باندھا تھا۔

جب ایک آدمی کو اشارہ کیا انہوں نے ہر طرف پیٹرول ڈالنا شروع
کیا۔ پورے بنگلے پیٹرول سے نہلاتے وہ لوگ باہر نکلے تھے۔
جب تک شہباز کی مدد کو کوئی پہنچتا وہ لوگ باہر نکل چکے تھے۔

اپنے منہ سے نکلتے خون کو تھوک کر غازی نے لائٹ جلا کر پھینکتا تھا آگ نے
تیزی سے پورے بنگلے کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔

وہ لوگ دھواں اڑاتے وہاں سے نکلے تھے۔

پچھے انکی مدد کو پہنچے لوگ ایک دوسرے کی شکلیں دیکھتے رہ گئے۔

شہباز کنگ کا خاص آدمی تھا۔ اسے بھی کنگ کے جیسے لڑکیوں سے کھیلنے کی
بیماری تھی۔

غازی نے اپنا پہلا نشانہ اسے بنایا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ ابھی کنگ جتنا مضبوط نہیں
اور شاید ہی وہ کنگ کے آدمی پہنچنے سے پہلے واپس آجائے۔

وہ جانتا تھا شہباز کو مارنے کے بعد کنگ بھوکے شیر کی طرح اسکی تلاش
کرے گا۔

کیونکہ وہ کنگ کے خلاف ٹھوس ثبوت اور خاص انفارمیشن لے آیا تھا۔

لیکن اسے شہباز پر بہت غصہ تھا۔ کیونکہ اسے کچھ دن پہلے پتہ چلا اسنے عمر

نامی آدمی کی بیوی کو اسکے سامنے مار دیا۔

اور اسی شام ایک جوان لڑکی کے ساتھ زیادتی کی اسی کی ماں کے سامنے۔
اسکی گناہوں کا گڑھا بڑھ چکا تھا اور غازی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تھا۔ اس کے
پاس ناتواں خاص اسلحہ تھا نا آدمی لیکن ڈرتا نا وہ کل تھا نا آج لیکن پھر بھی وہ
کامیاب رہے۔

شہباز گھر کے ساتھ اس کے بھی چیتھرے اڑ گئے تھے۔ لڑکیوں کو سیفلی پہنچانا
آگے احمر اور میجر کا کام تھا۔

غازی تو ٹھیک ہے۔ گاڑی ڈرائیو کرتے احمر نے بے چینی سے پوچھا تھا۔
کیونکہ اس کے بازو سے بھل بھل کر خون نکل رہا تھا۔ چاقو کچھ زیادہ ہی گہرا لگا
تھا۔ اسے خود بھی چوٹیں آئی تھیں۔ لیکن اتنی گہری نہیں۔ غازی نے خون
روکنے کی کوشش کرتے ہاں میں سر ہلایا۔



تبھی وہ لوگ ایک کلینک پہنچے تھے۔ یہ ڈاکٹر انہی کا اپنا تھا اس لیے سکون سے
مرہم پیٹی کر وائی۔

غازی کا زخم گہرا تھا اور خون بھی اتنا ضائع ہو چکا تھا تو ڈاکٹر نے اسے ریسٹ
کرنے کا بولا۔ لیکن وہ صرف ڈریسنگ کروا کر میڈیسن لیں اور ان سنی کرتا
آگیا۔

اسے اس وقت آرام اور سکون کی ضرورت تھی۔ جو اسے صرف اپنی روز
کے پاس ملتا۔

زر نور کو وہ یہ بول کر آیا تھا کہ اسکے دوست کا ایکسیڈینٹ ہو گیا ہے۔ جبکہ اسکے
پاس میڈ تھی۔

اس لیے وہ اطمینان سے اپنا کام ختم کرتا واپس آیا تھا۔ وہ آرام سے روم میں آیا۔ اندھیرا تھا اس نے شکر کیا۔ خاموشی نے آرام دہ کپڑے لیتے باتھ روم میں بند ہوا۔ وہ باہر آیا تو اب ٹراوز شرٹ میں تھا۔ پٹی گیلی ہو چکی تھی۔ اس نے فرسٹ ایڈ بکس نکالا۔

ڈرسینگ روم میں جاتے دوبارہ پٹی کی تھی۔ ہاتھ دھوتے وہ واپس آیا تو اسے ایسا فیل ہوا جیسے زر نور بیڈ پہ ناہوا اس نے لائٹ جلای تو اور کمبل کھینچا۔ تکیے رکھے گئے تھے۔

جبکہ وہ خود نہیں تھی۔ اسکے ماتھے پر بل پڑے۔ میڈ تو دوسرے روم میں تھی۔ شاید اسکے ساتھ۔ اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ لائٹ اون تھی۔ وہاں صرف ایک ہی وجود تھا۔

زر نور کہاں گی۔ اس وقت۔ یہ سوچ آتے اسکا دل ڈھڑکا۔ اسنے پکن ڈائینگ
روم یہ جگہ دیکھ لیا وہ کہیں نہیں تھی۔

غازی کو ایسے لگ رہا تھا جیسے اسکی جان نکلنے والی ہو۔ اچانک اسکے دماغ میں
دھماکہ ہوا۔ سٹڈی روم۔ وہ جلدی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگا۔

سٹڈی روم میں داخل ہوتے اسکی جان میں جان آئی کیوں وہ سامنے چھوٹے
سے بیڈ نما صوفے پر سو رہی تھی۔

وہ گہری سانس لیتے آگے بڑھا۔ وہ اسکی شرٹ کو صوفے پر پچھائے شرٹ
کے بازو پر سر رکھے گہری نیند میں تھی۔

وہ مسرایا وہ شاید اس سے چھپنے کے لیے یہاں آئی تھی۔ کیونکہ اسکی بانہوں
میں سونے کی جو عادت لگی تھی۔ اسکی وجہ سے ناراض تھی۔ اسنے جھک کر
اسے اٹھایا۔

ایسے کرنے سے اسکے بازو میں تکلیف اٹھی جسے وہ نظر انداز کر گیا۔ احتیاط
سے اسے بیڈ پر لٹاتے اپنی شرٹ اتار کر پھینکی۔ اور بیڈ پر لیٹتے اسے اپنی طرف
کھینچا تھا وہ سیدھا اسکے سینے پر آگری۔ صد شکر کے چوٹ بائیں بازو پر تھی۔

اگر تھوڑی دیر اور تم مجھے نظر نا آتی تو خدا قسم آج میری سانسیں یہیں تھم "

" جاتیں۔

اسے بانہوں میں بھنچتے اسکے کان میں سرگوشی کی وہ کسمسائی۔ لیکن اسکی
خوشبو محسوس کرتے دوبارہ اسکے سینے میں منہ دیتی سو گئی۔

وہ اسکی حرکت پر مسکرایا اور اپنا حصار تنگ کرتے آنے والے کل سے انجان
سکون سے آنکھیں موند گیا۔

#qalbe_ishq جاری ہے۔۔

#by_aman_chaudhary

#episide_no_25

ہم تو مطلب ریشماں بائی بھی ان سب میں شامل ہے۔۔ وہ باسط کی بات سن
کر بولی۔

ٹھیک ہے۔ نظر رکھو اس بار جب بھی وہ لڑکیوں کو بھیجا جائے گا۔ تو ہم لوگ
اپنا دوسرا وار کریں گے۔

امید ہے اس بار ہم لوگ خالی ہاتھ نہیں لوٹیں گے۔ ایک ایک چیز کی خبر رکھو۔ کچھ بھی ہماری نظروں سے اوجھل ناہو۔

ایک دو باتیں اور اسے بتاتی وہ عمر کے وارڈ کے طرف بڑھی تھی۔

اسنے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ سامنے ہی وہ ہو سپٹل کے بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے۔ زمین کو گھور رہا تھا۔

کافی دنوں سے اسے میڈیسنز اور انجیکشنز دیے جا رہے تھے اسکی حالت قدرے بہتر تھی اس لیے وہ آج اس سے بات کرنے آئی تھی۔

اسکے پہلے بھی کچھ سیشنز اسکے ساتھ ہو چکے تھے۔ اسنے آہٹ پر بھی سر نہیں اٹھایا۔ عینا آہستہ سے چلتی بیڈ کے سامنے رکھی چیئر پر بیٹھ گئی۔

کمرے میں گہری خاموشی تھی کچھ دیر بعد وہ بولی کیا دیکھ رہے ہو۔
وہ چونکا جیسے گہری نیند سے جاگا ہو۔ نا سمجھی سے عینا کو دیکھا۔
کیا دیکھ رہے ہو۔۔ وہ پھر سے بولی۔ تو اسنے نفی میں سر ہلایا۔

سلمہ یاد آتی ہے۔ اسنے پوچھنے کے ساتھ ہی اسکے چہرے کو دیکھا۔ جہاں
کرب اور اذیت در آئی تھی۔

وہ بھولتی کب ہے جو یاد آئے۔ وہ دھیرے سے بولا اسکی آواز میں دنیا جہان
کی معصومیت اور تکلیف تھی۔ عینا نے تکلیف سے اسکی طرف دیکھا۔

ابھی تو اسکی زندگی شروع ہوئی تھی۔ اتنی سی عمر میں زندگی کتنا بڑا دکھ دے
دیا تھا۔ محبوب کی جدائی انسان کو تکلیف دیتی ہے لیکن پھر بھی ایک امید تو
ہوتی ہے کہ کم از کم وہ چہرہ تو دیکھنے کو ملتا ہے۔ لیکن اپنی آنکھوں کے سامنے
اپنی محبت کو موت کے منہ میں جاتا دیکھ کیا گزرتی ہے یہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

وہ گہرا سانس لیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ کھڑی کے قریب جاتے وہ پھر سے بولی۔

جس آدمی نے تمہاری بیوی کو مارا تھا اسنے اسی دن ایک ماں کے سامنے اسکی بیٹی کے ساتھ زیادتی کی تھی۔

ناصر ف اسکے ساتھ اور بھی نا جانے کتنی لڑکیوں کے ساتھ۔ وہ حوس پرست جانور تھا تمہاری بیوی خوش نصیب تھی جو اسکی روح داغدار ہونے سے بچ گئی۔

لیکن وہ کہتے ہیں نا کوئی اور تو نہیں لیکن خدا دیکھ رہا ہے۔ اور دیکھو خدا نے اسے کیسی سزا دی۔

عمر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ اسکے گھر میں آگ لگ گئی وہ اس آگ
میں اپنے گھر سمیت جل کر راکھ ہو گیا

۔ کیسی بھیانک موت دی ہے خدا نے اسے کہ اسکے وجود کو کفن تو دور کی بات
ہے اسکا وجود ہی نہیں بچا۔

میں جانتی ہوں جو بھی ہوا وہ سب برداشت کرنا آسان نہیں لیکن جو بھی ہوا
یہی حقیقت ہے یہی زندگی ہے۔

کبھی دکھ کبھی سکھ۔ کبھی آسان کبھی تکلیفوں سے بھری۔ لیکن عمران سب
میں تمہارے گھر والوں کا کیا قصور ہے۔ انہوں نے اپنی بیٹی جیسی بہو کو کھو
دیا۔ اور تم انکا بیٹا بھی چھین رہے ہو۔

تمہیں پتا ہے عمر "زندگی میں ہر چیز کے بدلے دوسری چیز مل جاتی ہے لیکن
اگر نہیں ملتے تو ماں باپ"۔۔

جنہیں تم اپنا غم دے رہے ہو۔ ماں باپ سے بچھڑنے کا غم کوئی مجھ سے
پوچھے۔ انکے بغیر زندگی ایسے ہے جیسے

پتتی دھوپ میں ہمیں کسی نے ریگستان میں لا کر کھڑا کر دیا ہو۔ جہاں دور "
دور تک چھاؤں کا کوئی آسرا نہیں۔ انسان بے یار و مددگار اس پتتے ریگستان
"میں ناچا ہتے ہوئے بھی سانس لیتا ہے۔۔۔۔

لینی پڑتی ہے۔ کیونکہ اسکے علاوہ کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں بچتا۔
وہ کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں بول رہی تھی۔

کیا آپکے ساتھ بھی کوئی ایسا حادثہ ہوا ہے جس نے آپکی زندگی سے ماں باپ کی
چھاؤں کو چھین لیا۔ وہ اسے یوں دیکھ کر بولا
تو وہ جیسے کسی خواب سے جاگی ہو۔

ہم کچھ ایسا ہی سمجھ لو اس نے مبہم سا کہا تھا۔ خیر تمہارا ٹریٹمنٹ قریباً مکمل ہو
چکا ہے۔

اب تمہیں چاہیے کہ فی زندگی کی شروعات کرو۔ جو ہوا اسے بھولنا آسان
نہیں لیکن کوشش تو کی جاسکتی ہے۔

میں کوشش کروں گا۔ آپ کا بہت بڑا احسان ہے مجھ پر اگر آپ اس دن نا
آتی تو وہ لوگ شاید مجھے مینٹل اسائمنٹ بھیج دیتے۔ اگر زندگی میں کبھی
آپ کو میری مدد کی ضرورت پڑی تو میں حاضر ہوں۔

مینے کوئی احسان نہیں کیا یہ میرا فرض تھا۔ بس کچھ اور دنوں تک تم مکمل
صحتیاب ہو جاؤ گے۔ پھر تم گھر جا سکتے ہو۔ اور شکریہ وہ اسکی آخری بات پر
بولی تو اسنے ہلکا سا مسکراتے سر ہلایا۔
عینا اپنے کین کی طرف بڑھ گئی۔



مجھے جانے دو پلیز میرے بابا انتظار کر رہے ہوں گے۔۔ وہ چیخ چیخ کر تھک
چکی تھی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

وہ صبح سے یہاں بند تھی۔ اسے جب ہوش آیا تو خود کو اس بند کمرے میں دیکھ
خو فرزدہ ہو گئی۔

اسنے چیخا چلا نا شروع کیا لیکن اسکی آوازیں سن کر بھی کوئی نہیں آیا۔ تھک ہار کر وہ چپ ہو گئی۔

اسے جانے وہاں کتنے گھنٹے بیت گئے جب کسی کی آہٹ پر وہ چونکی۔
آنے والے کو دیکھ اسکے چہرے پر بے یقینی تھی۔ اسے مر تسم سے ایسی امید نہیں تھی۔

کیسی ہو سویرا۔ وہ ہلکی مسکراہٹ سے بولا۔ وہ اسکے پاس بیٹھا تو وہ ڈر کر پیچھے ہوئی۔

ارے کیا ہوا ڈر لگ رہا ہے۔ ابھی دو دن پہلے ہی تو تم میری بانہوں میں آنے کے لیے ترس رہی تھی۔ اب کیا ہوا۔

نہیں نہیں بقول تمہارے مینے تو تمہارے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش
کی تھی۔ وہ زبردستی پر زور دے کر بولا۔

اس دن تو کام ادھورا رہ گیا تو کیوں نا آج پورا کر لیا جائے۔ وہ سائیڈ سائل دیتا
اسے پاس آیا تو وہ دیوار سے چکی۔

وہ اب تک بے یقین تھی اسنے مرتسم کا ایسا روپ کہاں دیکھا تھا۔

نونو۔ مرتسم ایم سوری۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔ میں غلط
تھی۔ پ۔ پلیز۔ م۔ مجھے جانے دو۔ بات کرتے لہجہ لڑکھڑا گیا۔

مر تسم دو قدم آگے آیا سنے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دبک کر پیچھے ہٹی۔ ارے کیا
ہو ابے بی کو ڈر لگ رہا تے۔ وہ مصنوعی مسکراہٹ سے بولا۔ جبکہ آنکھیں
آگ اگل رہی تھیں۔

وہ آگے بڑھا اور اسکے بال مٹھی میں جکڑے تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہارے
طرح گھٹیاں ہوں۔

وہ درد کی شدت سے چلا اٹھی لیکن مر تسم نے اسے چھوڑا نہیں وہ اسے
گھسیٹ کر لایا جہاں ٹیبل پر لیپ ٹوپ پڑا تھا اور میں عینا کی تصویر چمک رہی
تھی۔۔

غور سے دیکھو۔ یہ جو لڑکی ہے نایہ مر تسم میر کی زندگی ہے میری نس نس
میں بستی ہیں یہ۔

تم نے جو میرے ساتھ کیا میں تمہیں بخش دیتا۔ لیکن تمہاری وجہ سے میری زندگی کی آنکھوں سے جو موتی بے مول ہوئے اس پر تمہیں نہیں بخش سکتا۔

بے فکر رہو تمہارے جیسا گھٹیا نہیں ہوں جو کسی کی عزت سے کھیلے۔
تم لڑکیاں سمجھتی ہو صرف تم لوگوں کی ہی عزت ہے ہم لڑکے تو بس
لٹیرے ہیں وہ طنزیہ بولا تو وہ شرمندگی سے کچھ بول ناپائی۔

سزا تو تمہیں ملے گی۔ اسنے فون نکالا۔ اور ایک ویڈیو پلے کیا اور فون اسکی
طرف بڑھایا یہ اس ہوٹل روم کی ویڈیو تھی وہ خوفزدہ ہوتی دو قدم پیچھے
ہٹی۔

یہ جس ویٹر سے تم نے یہ سب کروایا وہ تمہیں ڈبل کر اس کرنے والا تھا
ہماری ویڈیو بنا کر تمہیں بلیک میل کرنے والا تھا۔

اسنے اس روم میں کیمرے لگا رکھے تھے۔ وہ بولا تو وہ شرمندگی کی اٹھا
گہرائیوں میں ڈوبی۔

مجھے معاف کر دو مرتسم۔ میں بھٹک گئی تھی۔۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔۔

معاف کر دوں۔۔؟

لیکن اس سے پہلے یہ ویڈیو تمہارے باپ کو بھیج دوں پھر تمہاری معافی کی
طرف آتے ہیں۔ وہ دانت پیستے بولا تو وہ سفید پڑ گئی۔

ن۔ نہیں۔ مر۔ تسم۔ ا۔ پیام۔ مت کرو۔ وہ مرجائیں گے۔ وہ گڑ گڑا کر
بولی۔

اور وہ جو تم نے کیا ان سب کے بعد میری عین کو کچھ ہو جاتا تو۔ اگر وہ یہ سب
برداشت ناکر پائیں تو وہ ڈھاڑا تھا۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ تمہیں خدا کا واسطہ پلزیہ مت کرو۔ میں
تمہارے پاؤں پڑتی۔ وہ اسکے پاؤں میں بیٹھ گئی۔

تمہیں تمہاری عین کا واسطہ پلزی میری پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر معاف
کر دو۔

مر تسم نے تاسف سے اسے دیکھا۔ پھر جھک کر اسے اٹھایا۔

سامنے رکھی چٹیر پر اسے بٹھاتے۔ اسنے زمین سے اسکا ڈوپٹا اٹھا کر اسے
دیا۔ پانی کا گلاس اسکے سامنے کرتے وہ اسکے ساتھ رکھی چٹیر پر بیٹھ گیا۔

میرا مقصد تمہاری عزت نفس کو کچلنے یا تمہیں بدنام کرنا نہیں۔ میں صرف تمہیں تمہاری غلطی کا احساس کروانا چاہتا تھا۔ جو تمہیں ہو چکا ہے۔

زندگی میں کبھی بھی جوش یا غصے میں اٹھایا گیا قدم ہمیں بربادی کی طرف ہی لے جاتا ہے۔

آج میں تھا لیکن کل کو اگر کوئی اور ہو گا تو ہر کوئی مرتسم میر نہیں ہو گا جو تمہیں بخش دے گا۔

اس لیے آئندہ دھیان رکھنا۔ چلو اٹھو اب تمہیں گھر جانا چاہیے۔

وہ چپ چاپ اسکی باتیں سنتی رہی۔ پھر اسکے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔ مجھے
معاف کر دو۔ میں غصے میں خود کی عزت کو دو ٹکے کا کرنے چلی تھی۔
بہت بہت شکریہ تم نے مجھے صحیح راستہ دکھایا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے
بولی۔

تو مر تسم نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ اب جاو۔
وہ اٹھی۔

اور ہاں اس ویٹر کی فکر مت کرو۔ اس سے ساری ویڈیوز لے کر ختم کر دی
ہیں اور اسکو سزا بھی مل چکی اب وہ پولیس کی حراست میں ہے۔

آئندہ ہر کسی پر بھروسہ مت کر لینا۔ وہ سر ہلاتی۔ مردہ قدموں سے باہر نکل
گی۔ باہر ڈرائیور اسکے انتظار میں تھا جسے مرتسم نے اسے اسکے گھر چھوڑنے کا
بولا تھا۔



آنکھیں بند کرتے آنسو ٹوٹ کر بہے تھے۔ کتنی غلط تھی وہ خود کو بے مول
کرنے چلی تھی۔

اسنے آج تک جو ضد کی اسکے بابا نے پوری کی تھی اس لیے وہ خود سر ہوتی چلی
گی۔ لوگوں کو جو قی کی نوک پر رکھتی تھی۔ لیکن آج۔۔

آج۔ اسے اپنے دوستوں کے ساتھ کیا گیا اپنا برابر وہ۔ بد سلوکی۔ سب یاد آتا
گیا۔

شاید صحیح کہتے ہیں لوگ کچھ لوگوں کو سنبھلنے کے لیے ٹھوکر کی ضرورت
ہوتی ہے کہ

۔ جب وہ ٹھوکر کھا کر گرے تو وہ سیدھے راستے کا انتخاب کرے۔ اور سویرا
کو وہ ٹھوکر لگ چکی۔

اور اسے سیدھا راستہ بھی مل چکا تھا اور یہ راستہ دکھانے والا اسکا محسن تھا جسے
وہ بدنام کرنے چلی تھی۔

لیکن کہتے ہیں نا۔۔

مدعی لاکھ برا چاہیے کیا ہوتا ہے۔۔ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔۔



:ماضی۔۔

وہ صبح کالج پہنچی تب بھی اسکا غصہ کم نہیں ہوا تھا۔
بے چینی سے سٹاف روم کی طرف دیکھتی۔ ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔

ابھی کلاسز شروع ہونے میں وقت تھا۔ عالم کاڈپاٹمنٹ الگ تھا اس لیے وہ چلا
گیا تھا۔ جبکہ اسنے انوشے کو بھی اپنے ساتھ یہاں کھڑا کر رکھا تھا۔

تو کرنا کیا چاہ رہی ہے آخر۔ انوشے تنگ آتی پوچھ بیٹھی۔

بتاتی ہوں لیکن ابھی نہیں ابھی تو میں اس۔

سامنے ہی اسے آتا دیکھ وہ انوشے کا ہاتھ پکڑتی تیزی سے رخ موڑ گئی۔
پھر چپکے سے آنکھ سے اسے سٹاف روم میں جاتا دیکھ اتنی ہی تیزی سے مڑی
تھی۔

تورک میں آتی ہوں۔ لیکن بتاؤ جا کہاں رہی۔

آکے بتاتی ہوں وہ تیزی سے سٹاف روم کی جانب بڑھی۔ نوک کرتے اندر
سے اجازت ملنے پر وہ اندر داخل ہوئی۔

تو آہاں شاہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ حیرت سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ
اسے پہچان گئے تھے۔

مہرماہ شاہ۔ بے آواز انکے لب ہلے۔ مجھے بات کرنی تھی آپسے۔
وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

تو وہ ہوش میں آئے۔۔

جی۔۔۔ وہ اس کے مقابل آیا۔

وہ چہرہ جھکائے زمین پر دیکھ رہی تھی۔ اس دن جو کچھ بھی ہوا۔ وہ مس اندر سٹینڈنگ تھی۔ لیکن میں خود آپ سے سوری کرنے آئی تھی اور آپ نے سوری ایکسیپٹ بھی کر لی تھی۔

تو پھر آپ نے آغا جان کو ان سب میں کیوں انوالو کیا۔ وہ دھیمے مگر سخت لہجے میں بولی۔ تو

وہ چونک گئے۔ آہان شاہ کے دادا ذوالفقار شاہ کے پرانے اور گہرے دوست تھے۔ اس لیے آہان بھی انہیں بہت اچھے سے جانتا تھا اور یہ بھی کہ مہر آغا جان بھی انہیں ہی کہہ رہی ہے۔

لیکن وہ حیران تھے۔ مینے۔۔۔؟ وہ سوالیہ انداز میں بولے۔

جی آپ نے وہ ایسے ہی چہرہ جھکائے بولی۔

جو بھی ہوا وہ کالج کی بات تھی۔ اور ہم نے محض چھوٹی سی شرارت کی تھی
لیکن آپ نے چھوٹی سی بات کو اتنی بڑی بنا دیا اور۔ بولتے اسکی آواز بھراگی
اور گلے میں آنسو کا پھندا سا تھا وہ چپ ہو گئی۔

جبکہ آہاں شاہ ششدرہ کھڑے تھے۔ انہوں نے سر سری سر سری اپنے
والد سے مہر کی شرارت کا ذکر کیا تھا۔ لیکن وہ ہستے ہوئے انہوں نے سر سری
زکر کیا تھا۔

وہ جانتے تھے اسکے والد تھوڑے سخت مزاج تھے لیکن انہیں یہ امید نہیں
تھی کہ وہ سیدھا ذوالفقار شاہ تک ہی یہ بات پہنچا دیں گے۔

کیا آپکو آغا جان نے کچھ کہا ہے۔ وہ بات ادھوری چھوڑ گئے۔ وہ بھی انہیں
آغا جان ہی کہتے تھے

کچھ۔۔۔؟ آپکی وجہ سے آغا جان نے ہمیں۔
وہ بات ادھوری چھوڑتی لب بھیج گئی۔

اسنے بھیگی پلکیں اٹھا کر انہیں دیکھا تو آہاں شاہ کو لگا جیسے انکا دل ڈھڑکنا بھول
گیا ہو۔

سفید رنگت، گھنی بھیگی پلکوں کی آڑ میں چھپی بھوری آنکھیں جو اس وقت
سرخ ہو رہی تھیں۔

چھوٹی سی تیکھی ناک جسمیں پہنی ہیرے کی چھوٹی سی نتھ چمک رہی تھی،
بھرے بھرے گلابی ہونٹ اور ہونٹوں کے عین نیچے چمکتا سیاہ تل۔۔۔

سیاہ سکارف کے ہالے میں چھپا وہ چہرہ جس پر دنیا جہان کی معصومیت
تھی۔ رونے کی وجہ سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

کالج یونی فارم میں وہ اس وقت چھوٹی نیکی لگ رہی تھی۔ اسکے چہرے پہ چھائی
معصومیت آہان شاہ کا سکون چھین گئے۔
انہونے بے اختیار پہلو بدلہ۔ اور نظریں پھیر گئے۔

ایم سوری مجھے اندازہ نہیں تھا بات اس حد تک بڑھ جائے گی۔ وہ رخ پھرتے
بولے۔

اندازہ تھا آپکو۔

اندازہ تھا آپکو۔ آپ آغا جان کے انداز کو اچھی طرح جانتے تھے اسکے باوجود
آپ نے بات کر بڑھا چڑھا کر انہیں بتایا۔ شرم آنی چاہیے آپکو ایک استاد

ہو کر آپ ایسی حرکتیں کر رہے ہیں تو بچے بھی آپ سے یہی سیکھیں گے۔ وہ
تکھے لہجے میں بولی تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئے۔

میں معذرت کر رہا ہوں لیکن ٹرسٹ می مینے انہیں کچھ نہیں کہا۔
آپ نے نہیں لیکن آپ کے فرشتوں نے انہیں بتا دیا ہے نا۔ وہ طنزیہ بولی۔
مجھے نا تو آپ کا سوری چاہیے نا ہی کوئی وضاحت میں صرف آپ سے یہ کہنے
آئی تھی کہ اگر کوئی بات ہو تو اس بات کو اسی جگہ پر رہنے دیا کریں جہاں وہ
بات کوئی ہو۔

دوسروں کے گھروں میں آگ لگانے والا کام مت کیا کریں تو بہتر ہے۔
ورنا جوابی کاروائی کرنا مہرماہ شاہ کو بھی اچھے سے آتا ہے۔ وہ تلخ لہجے میں بولتی
انہیں حیران کر گئی۔

اور انکی بات سنے بغیر ہی باہر نکل گئی۔ جبکہ وہ حیران پریشان سے رہ گئے۔ انہیں بالکل اندازہ نہیں تھا کہ بات اتنی بڑھ جائے گی۔

شاید آغا جان نے کچھ زیادہ ہی ڈانٹ دیا اسکی سرخ سوجی آنکھیں یاد کر کے۔ وہ متفکر ہوئے۔

نظروں کے سامنے جیسے ہی اس پری پیکر کا چہرہ لہرایا تو لب اپنے آپ ہی مسکرا اٹھے۔ جس سے وہ خود بھی انجان تھے۔ سٹپٹاتے خود کو ڈپٹا کیا سوچ رہے ہیں۔ پھر سر جھٹک کر اپنے کام کی طرف متوجہ ہوئے۔

جبکہ وہ اب اپنا غصہ اتارتے آرام و سکون سے باہر نکلی تو انوشے اسے دیکھتی جلدی سے اسکی طرف آئی۔

مہر تو ٹھیک ہے اسکا سرخ چہرہ اور بھیگی پلکیں دیکھتے وہ پوچھ بیٹھی تو مہر نے
اطمینان سے اسکی طرف دیکھتے سائل کی۔

ہاں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ کیا کر کے آئی ہے۔ انوشے نے مشکوک نظروں
سے اسے دیکھا۔ وہی جو کرنا چاہیے تھا۔

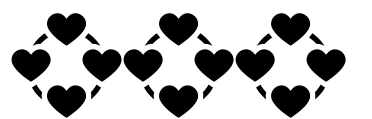
مطلب وہ نا سمجھی سے بولی سے مہر نے اسے ساری بات بتادی جبکہ وہ منہ
کھولے اسکی بات سننے لگی۔

مہر تو پاگل ہے کیا۔ وہ ہمارے پروفیسر ہیں۔ اور تو انہی باتیں سنا آئی۔
تو انکی غلطی تھی جسکا احساس کروایا۔ پروفیسر ہیں تو کیا کچھ بھی کریں گے۔
اب چل کلاس کا ٹائم ہو رہا۔ آج تو ویسے ہی فیزیکیس کے نیوٹیچر آنے والے
ہیں۔

پتا نہیں یہ منہوس ماری فیر کس کب جان چھڑے گی۔ وہ ناک سکیر کر بولی
انوشے ہس دی۔ وہ جانتی تھی کہ اسے فیر کس کی بک بلکل نہیں پسند۔

کوئی بات نہیں ویسے بھی دو ماہ ہی تو رہتے ہیں ہمارے یہاں۔ تو اس کے بعد
کو نسا پڑھنا نہیں پڑے گا۔ انوشے مسکراتی بولی تو مہر نے گھور کر اسے کہا۔

وہ دونوں پوزیشن ہولڈر تھیں۔ ہر بار ٹاپ کرتی تھیں کیونکہ دونوں کے بابا
کا خواب تھا انہیں ڈاکٹر بنانا۔ اور اس خواب کو پورا کرنے کے لیے وہ سر توڑ
کوشش کرتی تھیں۔ اور ہر بار اچھے مار کس سے پوزیشن لے کر انکا سر فخر
سے بلند کرتی تھیں۔



وہ کلاس میں انٹر ہوئیں تو مائرہ نے انھیں دیکھتے ناک چڑھائی۔ مائرہ اور اسکے گروپ کے ساتھ ان دونوں کا چھتیس کا کاکڑا تھا۔ کسی صورت ایک دوسرے کو نہیں بخشتی تھیں۔

تم دونوں کا پتہ ہے جو نیو پروفیسر آئے ہیں اتنے ہینڈ سم ہیں یا۔ وہ دونوں اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھیں تو ساتھ بیٹھی لڑکی سے جوش سے بتایا۔ سچی۔ انوشے نے منہ بنایا جبکہ مہر بھی جوش سے بولی۔

تم تو ایسے خوش ہو رہی ہو جیسے انکے ہینڈ سم ہونے سے ک ہمیں مار کس مل جانے ہیں تو بتاؤ میں کل ہی انھیں ایک فئیر لولی لادوں گی تاکہ وہ اور چٹے ہو جائیں اور ہمیں نمبر ملیں۔

اسکی اگلی بات پر ساتھ بیٹھی لڑکی نے منہ بنایا جبکہ انوشے کا قہقہہ گونجا۔ وہ دونوں ہار ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس دی۔

اسی وقت پر نسیل نیو پروفیسر کے ساتھ اندر آئے تو سب لڑکیاں کھڑی ہو گئیں۔ لڑکیاں اشتیاق سے اس ہینڈ سم پر و فیسر کو دیکھ رہی تھیں۔

جبکہ انوشے اور مہر نے کھلے منہ سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

سب کے سلام۔ کا جواب دیتے پر نسیل نے بات شروع کی۔ سٹوڈنٹس جیسے کہ آپک پتہ ہے آپکے فزیکس کے پروفیسر کو ایمر جنسی کی وجہ سے کالج چھوڑنا پڑا۔ آپکے پیپرز کو دو ماہ ہی رہ گئے ہیں اس لیے ہم نہیں چاہتے آپکی سٹڈی کا نقصان ہو سو آپکو آج سے آپکے نیو پروفیسر مسٹر آہان شاہ پڑھاہئیں گے۔ امید ہے آپ لوگ انہیں اچھا سپوننس دیں گے۔

یس سر۔ سب نے سکول کے بچوں کی طرح یک زبان ہو کر کہا تو وہ انھیں بیسٹ اوف لک۔ کہتے جا چکے تھے۔

آہان نے ایک نظر پوری کلاس کو دیکھا۔ جسمیں پندرہ لڑکے اور تقریباً بیس لڑکیاں تھیں۔ سب کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے وہ دو قدم آگے آئے تو ٹھٹھک کر رکے۔

انہوں نے حیرت سے اس حسین اتفاق کو دیکھا۔ جبکہ مہرا نہیں دیکھتی نخوت سے منہ پھیر گئی۔ تو بھی سر جھٹک کر کلاس کی طرف متوجہ ہوئے۔ کلاس سے اپنا تعارف کرواتے باقی سب سے پوچھنے لگے۔ مہر جو دوسری رو کی فرسٹ سیٹ پر بیٹھی تھی اپنی باری پر بے زاری سے اٹھتے اپنا نام بتایا۔

تو اسکے فیس ایکسپریشن دیکھتے انکو ہسی تو بہت آئی۔ لیکن ضبط کر گئے۔ پھر تھوڑے بہت انٹرڈکشن کے بعد

وہ لیکچر کی طرف متوجہ ہوئے۔ لیکچر کے دوران وہ کلاس سے پوچھ بھی رہے تھے کہ سمجھ آرہی ہے۔

وہ بورڈ پر کچھ سمجھا کر مڑے تو انکی نظروں سیدھا مہر پر پڑی جو انہماک سے لیکچر لیتے نوٹ بھی کر رہی تھی۔ وہ زیر لب مسکرا دیے۔

جبکہ مہر انکی نظروں سے بے خبر توجہ سے بورڈ پر لکھا نوٹ کر رہی تھی۔ جب انوشے نے اسے کہنی ماری۔ کیا۔۔ اسنے آنکھوں سے پوچھا تو انوشے نے بھی آنکھوں سے اسے سامنے کی طرف اشارہ کیا۔

مہر نے سامنے ڈائیز کی طرف دیکھا جہاں وہ کلاس کو دیکھتے ایک گہری نظر اس پر بھی ڈال رہے تھے۔ اسنے نا سمجھی سی انوشے کو دیکھا تو اسنے سر پر ہاتھ مارا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

وہ کب سے آہان کی نظریں نوٹ کر رہی تھی۔ اسنے انہیں گھورا تو گڑ بڑاتے نظریں پھیر گئے۔

اب نا جانے مہر کی لا پر واہی اور آہان شاہ کی بے اختیاری کیارنگ لانے والی
تھی۔

جی نہیں۔ آپ سے سخت والی ناراض ہوں۔ ایسے بھی کوئی کرتا ہے بھلا۔
نہیں مجھے کچھ نہیں پتا آپ آج کے آج ہی واپس آئیں۔

مر تسم نے لیپ ٹاپ سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا جو ناراض ناراض سی ولی
سے بات کر رہی تھی۔

ولی ایک شیف تھا۔ اسلا آمباد میں اسکا اپنار یسٹورینٹ تھا۔ اسکے ہاتھ میں بہت ذائقہ تھا۔ اسکے ساتھ وہ پراپرٹی دیلر کا بھی کام کرتا تھا۔

اسی سلسلے میں وہ کچھ دنوں سے لاہور گیا ہوا تھا۔ عینا اس سے سخت ناراض تھی ایک تو بنا بتائے چلا گیا اوپر سے اسکو کل سے سخت بخار بھی تھا۔ وہ جانتی تھی جیسے ہی موسم بدلتا تھا اسکی حالت خراب ہو جاتی تھی۔ بدلتا موسم اسکو مشکل سے ہی راس آتا تھا۔ اس لیے اب اسے واپس آنے کے لئے کہہ رہی تھی۔

آپ آئیں تو میں آپکے ساتھ ہی رہوں گی۔ احمد ولا۔
رات سے پہلے آپ مجھے یہاں واپس چاہئے۔ اینڈ ڈیٹس
فائنل۔۔ اوکے۔ میں ویٹ کر رہی ہوں۔
اسنے فون رکھتے جیسے ہی نظریں اٹھائیں تو مر تسم کو خود کو گھورتا پایا۔

آج سنڈے تھا اس لیے وہ گھر نظر آ رہا تھا۔

موسم خوشگوار تھا۔ اکتوبر شروع ہو چکا تھا۔ موسم ایسا تھا ناسردی نا گرمی۔ جس دن بارش ہو جاتی ٹھنڈ سی ہو جاتی۔ ورنہ نارمل ہی رہتا۔ ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ دھوپ بھی نہیں نکلی تھی۔

عینا کو یہ موسم بہت پسند تھا وہ مرتسم کوز بردستی لان میں لے آئی تھی۔ کیا ہوا شاہ۔ اسے مستقل خود کو گھورتا پا کر بولی۔ پاؤں جو چمیر پر اکھٹے کر کے بیٹھی تھی نیچے کیے۔

آپ احمد ولا نہیں جائیں گی۔ وہ سنجیدگی سے بولا۔ تو عینا نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

ولی کا گھر یہاں سے کافی دور تھا۔ کافی فاصلے پر تھا۔ اسکا اپنا ذاتی بنگلہ تھا۔ عینا شروع میں تو زیادہ تروہیں رہتی تھی۔

وہاں ایک بزرگ عورت اور ولی کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ ولی کی بڑھتی
مصروفیت اور عینا کے کام کی وجہ سے اسکے بڑھتے دشمنوں سے ولی اور مرتسم
نے اسکا شاہ ولار ہنا ہی زیادہ مناسب سمجھا۔

لیکن وہ ہفتے میں ایک دو دن اسی کے پاس رہتی تھی۔ لیکن وہ اس مہینے نہیں
جا پائی۔

کبھی کبھار تو ولی مرتسم کو چڑانے کے لیے جان بوجھ کر اسے کے جاتا۔
کیونکہ بقول عینا کے۔۔

مرتسم کو پتا نہیں کیا مسئلہ تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ عینا وہاں رہے۔
وہ عینا کو اپنی نظروں سے دور نہیں کرتا۔ جب بھی وہ جاتی وہ دو چکر وہاں
ضرور لگا آتا۔

بیسٹ فرینڈز ہونے کے باوجود عینا کے لیے وہ دونوں کے ایک دوسرے
سے لڑ پڑتے تھے۔ کہ کس کا عینا پر زیادہ حق ہے اور عینا بیچ میں پھس جاتی۔

اب وہ پچھلے ایک ماہ سے نہیں گئی تھی تو مرتسم کو سکون تھا۔ لیکن اب وہ جانتا تھا اب ولی اسکا سکون تباہ کرنے والا تھا۔

کیونکہ ولی جب بھی اسے لے کر جاتا اسے جان بوجھ کر الجھائے رکھتا۔ کہ مرتسم سے بات کرنے کا بھی موقع نادیتا اور یہی چیز مرتسم کو جھنجھلا دیتی۔

ایک بار اسنے عینا سے بولا کہ وہ اسے وہاں جا کے بھول جاتی ہے۔ تو عینا الٹا اس سے ناراض ہو گئی کہ وہ ایک ہفتے میں دو دن ولی کے پاس رہتی ہے تب بھی اسکو ٹائم نادوں۔

اور ولی بھی بڑے دھڑلے سے کہتا تھا بیٹا ابھی رخصتی نہیں ہوئی عینا وہاں صرف بابا کی بیٹی بن کہ رہ رہی تیری بیوی نہیں کیونکہ ابھی وہ تیری منکوحہ اب یہ بات وہ عینا کو بھی بتانے سے رہا کیونکہ اسکی نظر میں اسکا بھائی بہت معصوم تھا وہ کیوں بھلا ایسے کہے گا۔ یا آپکو تنگ کرے گا۔

عینا کا جواب اکثر یہی ہوتا۔ اور مرتسم بس صبر کے گھونٹ بھر کر رہ جاتا۔
کیوں شاہ۔۔؟ اس ماہ تو میں وہاں گی ہی نہیں۔ اور آپکو پتا ہے ناموسم بدلتا بعد
میں ہے ولی کی طبیعت پہلے خراب ہو جاتی۔۔۔
تو وہ یہاں بھی رہ سکتا۔ یہاں بھی اسکی دیکھ بھال ہو سکتی۔۔
شاہ کیا ہو گیا ہے۔ آپکو پتا ہے نا۔ ولی نہیں مانے گے۔ اور مجھے جانا ہے بس۔ دو
دن کی ہی تو بات ہے۔

بات تو دو دن کی ہے لیکن آپ وہاں جا کے مجھے ایسے بھول جاتیں جیسے جانتی
ناہوں۔ وہ خفگی سے بولا تو عینا کی ہسی چھوٹ گئی۔۔
ویسے مجھے کہتے ہیں اور اب خود کسی بچے سے کم نہیں لگ رہے۔۔ وہ ہستے بولی
تو مرتسم نے اسے گھورا۔ جبکہ وہ کندھے اچکا گئی۔

مرتسم نے اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا۔ وہ جانتا تھا اب جو بھی ہو جائے عینا
نے جانا ہے تو بس جانا ہی ہے۔ سر جھٹکتے لیپ ٹوپ کی طرف متوجہ ہوا۔



شام میں ولی آیا تھا عینا کو ساتھ لے گیا۔ عینا تین دن وہاں رہی اور ان تین
دنوں میں مرتسم نے احمد ولا کے صبح، شام چکر کاٹے تھے۔ تیسرے دن
اسے زبردستی واپس لے آیا۔

ہمیشہ کی طرح رات کا کھانا کھاتے سب اپنے کمروں کی جانب چلے گئے۔ عینا
بھی پورے دن کی تھکی بستر پر گرتے ہی سو گئی۔
تھوڑی دیر بعد ساری ینگ پارٹی دے پاؤں اپنے اپنے کمروں سے نکلی
تھی۔ ہال میں اکھٹے ہوتے انہوں نے اپنے پلان پر عمل شروع کیا۔ مرتسم
اور عینا کے علاوہ سب موجود تھے۔

وہ گہری نیند میں تھی جب اسے اپنے قریب کوئی آواز سنائی دی۔ اسے لگاوشہ ہوگی کیونکہ وہ اکثر رات کو ڈر کر اسکے کمرے میں آ جاتی تھی۔

وش یار آواز مت کر سو جا اور مجھے بھی سونے دے وہ آنکھ بند کیے

بڑ بڑائی۔ جب تیز آواز پر ہڑ ہڑا کر اٹھ بیٹھی۔ نیند سے بھری آنکھیں مسلتے اسنے سامنے دیکھا تو اسکی پوری آنکھیں کھل گئی۔

لیمپ کی ہلکی روشنی میں سامنے ٹیبل پر براونیز رکھیں ہوئیں تھی۔ ایک کے اوپر کینڈی لگی ہوئی جس میں سے ہلکے میوزک کی آواز آرہی تھی۔

اسنے گردن موڑتے سائیڈ ٹیبل پر پڑے آ لارم کلاک کو دیکھا جس سے اسکی آنکھ کھلی تھی اسے بند کرتے وہ بیڈ سے اتری۔ تو کھڑکی سے آتی ٹھنڈی ہوا نے اسکے وجود کو کپکپا دیا۔ وہ ڈھیلے سے نائٹ ڈریس میں تھی۔

صوفے سے شال اٹھاتے اپنے گرد لپیٹی۔ اور ٹیبل کی جانب قدم
بڑھائے۔ براونیز کو دیکھتے اسکی آنکھیں چمک اٹھیں۔

اسے براونیز بہت پسند تھیں۔ اسکی نظر ساتھ رکھے کارڈ پر گئی۔ وہ حیران تھی
کہ اتنی رات گئے یہ سب کس نے کیا۔

اسکی نظر گھڑی پر گئی جہاں بارہ بجنے میں دس منٹ تھے۔ اسنے کارڈ کو اٹھاتے
کھولا۔ بیپی۔ برتھڈے۔ مائی کیوٹ لٹل ڈول۔

Thanku for being my wife my life..

ہیں آج میرا برتھڈے۔ افس میں کیسے بھول گئی۔ اسنے سر پر ہاتھ مارا۔ وہ
حیران تھی۔

کمرے میں گلاب کی خوشبو سے اس نے نظریں گھومائیں۔ بیڈ کی دوسری سائیڈ پر
فریش روزز کا بو کے اور اسکے ساتھ چاکلیٹس رکھیں تھیں۔

اسکے لب پھیلے۔ اسکا شوہر دنیا کا پہلا ایسا شوہر تھا جس نے اپنی بیوی کو برتھ
"ڈے پر کیک کی بجائے براونیز سے وش کیا تھا۔۔۔"

اس نے کینڈل نکالتے براونی کا پیس اٹھاتے منہ میں ڈالا۔ اسے تو یاد بھی نہیں تھا
کہ اسکا برتھ ڈے ہے۔ لبوں پر کھلی کھلی سی مسکراہٹ تھی۔

کھڑکی میں رکھا آلارم بجا۔ اس نے یکدم ڈر پر کھڑکی کی طرف دیکھا۔ اس
طرف قدم بڑھاتے اس نے وہاں پڑا آلارم اٹھایا۔

الچھ کرا سنے اس آلا ر م کو دیکھا۔ گھڑی پر ٹک کے ساتھ بارہ بجنے کی نوید سنائی
دی اسکے ساتھ ہی فضاء میں بہت خوبصورت انداز میں، پیپی بر تھڈے لکھا گیا
تھا۔ یوں جیسے آسمان میں لکھا ہو۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے آگ سے لکھا گیا ہوں۔ لیکن وہ پٹا کھوں جیسی کوئی چیز تھی
جو چمک رہی جیسے فینسی لائٹس۔ اسکا منہ کھل گیا۔

وہ بے ساختہ ایک قدم پیچھے ہٹی۔ واو۔ اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
تھوڑی دیر بعد نظریں ہٹاتے نیچے دیکھا تو مرتسم رخ موڑنے کھڑا اوپر جلتے
شعلوں کو دیکھ رہا تھا۔ عینا کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ آنکھوں میں نمی
چمکی۔ جبکہ چہرہ گلابی ہوا تھا۔

اسنے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کوئی اسے اتنے خوبصورت انداز میں وش
کرے گا۔ اتنے خوبصورت انداز میں کیا تھا یہ سب اسی وقت مرتسم نے مڑ
کی اسکی جانب دیکھا۔ تو اسکے لبوں سے بنا آواز کے، پیپی بر تھڈے نکلا تھا۔

عینا ہسی۔ اور سر کو خم دیتے تھینکیو کہا۔ لیکن وہ خود اوپر کیوں نہیں آیا سے
یہ سمجھ نہیں آئی۔

جب اسے روم کے باہر قدموں کی آواز سنائی دی۔ مطلب اسکے روم میں
کوئی آ رہا تھا۔ اسنے جلدی سے براونیز اٹھاتے روم فریجیٹر میں رکھے۔ کارڈ
فلاورز اور چاکلیٹس پر بلینکٹ کر دیا۔ خود دوسری سائیڈ آنکھیں موندے
لیٹ گئی۔

پانچ سیکنڈ بعد ہی اسکے روم کا دروازہ کھلا۔ کسی نے اسکے کندھے کو ہلایا۔ اسنے
ڈر کے آنکھیں کھولیں۔ وہ سچ میں ڈر گئی تھی۔
وہ اٹھ بیٹھی۔ وشہ اور عادی کو حیرانی سے دیکھا۔ کیا ہوا۔ عین وہ ایک مسئلہ ہو
گیا ہے۔

مسئلہ۔۔۔؟ اسے لگا وہ لوگ اسے وش کرنے آئے ہونگے۔ لیکن انکی اتری
شکلیں دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی۔

کیا ہوا۔ تو چل ہم بتاتے ہیں۔

کہاں چلنا ہے۔۔؟ اور ہوا کیا؟

تو چل تو نیچے خود ہی دیکھ لے کیا ہوا۔ وہ لوگ اسے زبردستی نیچے لے آئے۔

ہال میں اندھیرا تھا۔ آخری سیڑھی پر قدم رکھتے اسے ایسا لگا جیسے اسے محمل پر
قدم رکھا ہو۔ اسے پاؤں کے نیچے کچھ سوفٹ سوفٹ سا لگا۔ لیکن ہلکی روشنی
میں وہ دیکھ نہیں پائی۔

اب بتاؤ کیا ہوا۔۔؟ اسنے ان دونوں سے پوچھا۔ لیکن یہ کیا وہ دونوں تو وہاں
تھے ہی نہیں۔

وہ ڈر گئی۔ وش۔ عادی۔ سناٹے میں اسکی آواز گونجی اسکے ساتھ ہی سب
لائٹس اون ہو گئیں۔

اچانک روشنی سے اسنے آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ شور محسوس کرتے اسنے ہاتھ
ہٹائے تو اسکا منہ کھل گیا۔

پورے ہال کو سجایا ہوا تھا۔ فرش پورا غباروں سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن فرش پر
لال گلاب پڑے تھے جو ویلوٹ کے تھے۔

وہ نکلی گلاب تھے۔ جس سے پورا فرش ڈھانپا ہوا تھا۔ وہاں سے نظریں ہٹاتے
اسنے باقی سب کو دیکھا ماما بابا سمیت سب وہاں تھے۔

ہیپی برتھڈے ٹویو۔ سب کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ حیران سی کھڑی تھی
اسے اندازہ نہیں تھا کہ سب کو یاد ہو گا۔

ہیپی برتھڈے میرا بچہ۔ مینی۔ مینی۔ ہیپی ریٹر نزاوف داڈے۔۔ وجدان
اسکے پاس آتا بولا۔ اسکا ماتھا چومتے اپنے حصار میں لیا۔ او۔

ہال کے بیچ بیچ ٹیبل رکھا تھا جس پر خوبصورت سا کیک تھا۔ سب نے باری
باری اسے وش کیا۔ اور اسنے کیک کاٹا۔ سب کو کیک کھلاتے مرتسم کی طرف
ہاتھ کیا جو تھوڑی دیر پہلے ہی آیا تھا۔ اسنے لب دباتے اسے کیک کھلایا۔

مرتسم نے اسے ہلکی سائل سے وش کیا۔ البتہ آنکھیں چمک رہی
تھیں۔ کیک کے بعد سب نے اسے گفٹ دئے۔

ماما بابا۔ تو اپنے کمرے میں چلے گئے اب وہاں صرف ینگ پارٹی تھی۔۔
اسے کیا ہوا۔ اسنے وش کے لٹکے منہ کی اشارہ کر کے عادی سے پوچھا۔

ہونا کیا۔ تمہیں بارہ بجے وش کرن تھا اس سے پہلے یہاں لانا تھا۔ لیکن کسی نے ہال کی گھڑی ہی دس منٹ پیچھے کر دی۔

یہ سنتے عینا کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ سب نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ جھنپ گئی۔

کوئی بات نہیں وش بارہ بجے ہی تو کیا تھا۔ اس گھڑی پہ تو بارہ ہی ہوئے نا۔ کن اکھیوں سے مرتسم کی طرف دیکھتی وہ لب دبا کر بولی۔
جسنے ادھر ادھر دیکھتے۔ بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

کچھ دیر بعد ہی سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔۔۔

-- پردہ ہے پردہ۔ پردے میں رہنے دو پردہ اٹھ گیا تو بیعت کھل جائے"
گاہ۔۔۔۔۔"عینا کمرے کی طرف جاتی شرارت سے مرتسم کے پاس سے
گزرتے گنگناتے اوپر بھاگ گئی۔

مرتسم نے گھور کر اسکی پشت کو دیکھا پھر اپنی حرکت پر خود ہی مدھم ساہستے
اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

عادی اسکے سارے گفٹس اسکے کمرے میں رکھتے چلا گیا۔

دروازہ بند کرتے اسنے کھڑکی بند کی پھر ہاتھ دھونے چلی گئی۔ واپس آئی تو
اسے لگا جیسے اسکی کھڑک کوئی بجا رہا۔

اسنے قدم اس طرف بڑھاتے کھڑکی کھولی۔ تو دانیں کو کھڑکی سے ساتھ لٹکتے
دیکھ اسکی چیخ نکلی۔

اسنے جلدی سے اسے اند کھینچا۔
آپ ٹھیک ہیں نادانیں آپ۔ فکر مندی سے پوچھنے لگی۔

جبکہ دانیں نے سامنے پڑتے گفٹس کو دیکھتے منہ بنایا۔ پھر عینا کی طرف
گھومتے اسے وش کرتے اسکا گال چوما۔

گال پہ ہاتھ پھیرتے عینا حیرانی سے اسکی طرف دیکھا۔ دانیں آپ۔ اپ کبھی
سیدھے راستے سے نہیں آسکتیں۔ اسکے ہاتھ سے کیک لیتے ٹیبل پر
رکھتے تاسف سے کہا۔

آدھی رات کو ڈور بیل بجا کہ آتی تو سب مجھے پھولوں کے ہار پہناتے۔ بیل
چباتے کہا۔ وہ ابھی بھی پولیس یونیفارم میں تھی۔
تو آپ مجھے صبح وش کر دتیں میں کونسا بھاگی جا رہی تھی۔ ایسے آپکو چوٹ لگ
جاتی تو۔ وہ خفگی سے بولی۔

تو دانیل نے اسے گھورا۔ مجھے تو بارہ بجے آنا تھا۔ لیکن وہ کیا ہے نا ایک مجرم کی
مہمان نوازی کرنی تھی۔

سالا اوپر سے سخت آڈر تھا۔ کمینے لوگ خود تو سوتے نہیں ہمیں بھی نہیں
سونے دیتے منہوس مارے۔ وہ انہیں کوستی۔ اپنے لائے کیک کی طرف
بڑھی۔

اور اپن کی فکر مت کر تیرے لیے تو اپن کچھ بھی کر جائے۔ پھر یہ تو کھڑکی
سے آنا تھا۔ وہ اسے کیک کھلاتی بولی تو۔

عینا اسکی لیونگو تاج پر قہقہہ لگاتی ہس دی۔۔ وہ ایسی ہی تھی لا پرواہ سی۔ لیکن
اسے عینا بہت پیاری تھی۔ پتا نہیں کیوں اسے وہ ہمیشہ اپنے دل کے قریب
لگتی۔ بالکل بچی جیسی۔

اسکے معاملے میں وہ حد درجہ پوزیسو تھی۔ یہاں تک کہ مر تسم سے بھی لڑ
پڑتی۔

تھینکیو۔ دانی آپ۔ عینا اسکے گلے لگتی بولی تو وہ مسکرا دی۔
کتنی بار کہا ہے۔ آپن کو تھینکس مت بولا کر۔ اب مجھے جانا ہے۔
ورنہ وہ ہٹلر ہے نامیرے گھر میں مجھے گھسنے نہیں دے گی۔

خبر ہو گی ہو گی۔ کہ میں ڈیوٹی سے فارغ ہو گی۔ وہ اپنی ماں کے بارے میں
نخوت سے بولتی کھڑکی کی طرف بڑھی۔ عینا کے کچھ بولنے سے پہلے۔ وہ
کھڑکی سے باہر عینا نے بھاگ کر کھڑکی سے نیچے دیکھا جہاں وہ احتیاط سے
پائپ سے نیچے اتر گی۔

تو اسنے سکھ کا سانس لیا۔ دانیل نے اسکی طرف دیکھتے فلائنگ کس کی اور اپنی
بائیک سٹارٹ کرتے دھول اڑاتے غائب ہو گئی۔
عینا اسکی محبت پر خم آنکھوں سے مسکرا دی۔ کتنے پیارے تھے سب لوگ کتنا
پیار کرتے تھے اس سے۔

وہ سوچتے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔ باہر آئی تو اسکے ہاتھ میں ایک
درمیانے سائیز کا فوٹو فریم تھا۔

اسے بیڈ پر رکھتے وہ بیٹھی۔

اما۔ کپکپاتے لبوں سے بولی۔ دیکھیں آپکی گڑیا کو سب کتنا پیار کرتے ہیں لیکن
پھر بھی آپکی گڑیا کو آپکی کمی محسوس ہو رہی۔

بابا۔ یاد ہے آپ کو اس دن کو سیشل بناتے تھے۔ آنکھوں سے آنسو
پھسل کر فریم پر گر رہے تھے۔ روتے روتے وہ اچانک مسکرا دی۔

جب اسے اپنے بابا کی بات یاد آئی جو کہتے تھے

کہ جب تم روتی ہو میرے دل میں عجیب سے بے چینی ہوتی ہے۔ رویا "

"مت کرو۔۔۔"

تصویر دوبارہ اپنی جگہ پر رکھتے وہ بیڈ پر آ کے لیٹی تو اسے اپنے نیچے کچھ چبھا۔
اسنے آٹھ کر لائٹ جلائی۔ پیک کیا ہوا گفٹ تھا۔ اسنے ٹیبل کی جانب دیکھا
سب گفٹس تو وہاں رکھے تھے پھر یہ۔ اسنے اٹھاتے گفٹ کھولا۔ وہ سرخ
رنگ کی ڈبیہ تھی۔

عینانے اسے کھولا تو اس میں باریک سی پازیب تھی۔ جسمیں سفید ڈائمنڈ
چمک رہے تھے۔ بالکل چھوٹے چھوٹے سے نگ تھے۔ وہ ڈبل تھی۔ دوسری
لائن سادہ سی چین تھی۔

یہ عینا نے کچھ دن پہلے مر تسم کے ساتھ آن لائن شاپنگ کرتے دیکھی تھی۔ اسے بہت پسند آئی تھی لیکن آڈر کرنے پر پتہ چلا کہ یہ پیرس کے کسی جیولر نے اپنی بیوی کے لیے بنائی ہے جو ایک ہی تھی۔

اسے غصہ آیا پھر یہ یہاں کیوں لگائی ہوئی۔ لیکن نکا کہنا تھا کہ غلطی سی لگ گئی ہوگی۔ اسکا چہرہ اتر گیا۔

اسے سچ میں بہت پسند آئی تھی۔ اب اپنے ہاتھ میں اسے دیکھتے اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

ماشاء اللہ اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

لیکن یہ ایک کیوں ہے۔ دوسری۔ وہ الجھ گئی۔ مر تسم کو پتہ تھا کہ وہ ایک نہیں پہنتی۔

صبح پوچھنے کا سوچتے اسنے پازیب رکھی۔ اور سونے کے لیئے لیٹ گئی۔ تقریباً
دو بج گئے تھے اسے صبح جلدی اٹھنا تھا۔



: ماضی

دن گزرتے جا رہے تھے۔ گزرتے گزرتے دو ماہ گزر گئے۔

ان دو ماہ میں مہرنے آغا جان سے بات کرنا تو دور انہیں اپنی شکل بھی نہیں
دکھائی۔ ایک دو بار سامنا ہوا تو وہ کترا کر گزر گئی۔

مہر ماہ لوگوں کے پیپرز سر پر آچکے تھے۔ اس لیے اب ہر کوئی ادھر ادھر
پڑھتا نظر آتا۔ سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔

لیکن نہیں تھا تو آہاں شاہ کے لیئے۔ انکی زندگی میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ مہرماہ شاہ انکے لیئے دن بدن نظرناک ثابت ہو رہی تھیں۔ ہر دن لیکچر کے دوران وہ بے اختیار اسے دیکھتے رہتے۔

اسکی شرارتیں انہیں ہسنے پر مجبور کر دیتیں۔ وہ ایک چلبلی لالابالی سی لڑکی تھی۔ اس میں حد درجہ کا بچپنا تھا۔

شروع شروع میں وہ انکے ساتھ سنجیدہ رہتی تھی۔ لیکن پھر وہی انہیں تنگ کرنا۔ ایک ٹوپک کو بار بار انہیں سمجھانے کا کہنا۔ لیکن انہیں ان سب سے غصہ نہیں آتا تھا۔ وہ اسکی شرارتیں انجوائے کرتے۔ اور جو وہ سٹوڈنٹس کے ساتھ کرتی تھی۔

انہیں خود بھی پتا نہیں چلا کب انکا دل مہرماہ شاہ کی گردان کرنے لگا۔ اب تو انکے پیپر ز ہونے والے تو انکا آج لاسٹ ڈے تھا کالج میں اور آہان شاہ سوچ رہے تھے کہ کیا وہ اب کبھی اسے دیکھ نہیں پائیں گے۔

نہیں۔۔ اپنی سوچ کو جھٹکے انہوں نے نفی۔

سر۔۔ آپ بھی چلیں نا ہمارے ساتھ پلیز یہ ہمارا لاسٹ ڈے ہے آج ہمارے بات مان لیں۔ کچھ لڑکیاں ان سے ریکویسٹ کرنے لگی چارونا چارو انہیں جانا پڑا۔

لڑکیاں رنگوں میں رنگی ایک دوسرے سے سگنی چیزز۔ پکچرز لے رہی تھیں۔ تو کوئی پیپر ز سے پریشان تھا۔

بوائیز کو آج چھٹی تھی۔ آج صرف گرلز تھیں۔ اس لیے وہ بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہی تھیں۔

وہ گراونڈ پر نظر ڈالتے آگے بڑھ رہے تھے لڑکیاں ان سے لاسٹ میسج لکھوا رہی تھیں وہاں اور بھی ٹیچرز تھے۔

جب اچانک انکی شرٹ رنگ سے بھر گئی۔ چونک کر اپنی شرٹ کو دیکھتے انہوں نے سامنے دیکھا تو جیسے انکے دل کیکی مراد بھر آئی۔

کیونکہ وہ دشمن جاں رنگی ہوئی یونیفارم میں بالوں کی اونچی پونی بنائے سکارف گلے میں تھا منہ کھولے کھڑی تھی۔

انہوں نے آج پہلی بار اسکے بال دیکھے تھے۔ لمبے چاکلیٹ براؤن بال چہرہ ابھی رنگ سے بچا ہوا تھا۔ وہ صورت حال سے پریشان تھی۔

جبکہ پاس ہی لڑکیاں دبی دبی مسکان لیے انہیں دیکھنے لگیں۔

مہر نے گھبراتے ادھر ادھر دیکھا تو انوشے بھی پریشان سی کھڑی تھی۔ اس نے کلر اس پر پھینکا تھا لیکن وہ سائید ہو گئی جس سے یہ رنگ آہان شاہ کو رنگ گیا۔

سوری سر۔۔۔ غلطی سے ہو گیا۔ مینے جان بوجھ کر نہیں کیا۔ اور آپ پر نہیں پھینکا تھا کلر۔ ایم سوری۔ وہ نظریں جھکانے کہتی انھیں حد درجہ سے معصوم لگی۔

اٹس اوکے۔ بمشکل اسکے چہرے سے نظریں ہٹاتے آگے بڑھ گئے۔ جبکہ مہر نے حیرانگی سے انکی پشت کو دیکھا پھر سر جھٹکتے غصے سے انوشے کو گھورتی اسکی طرف بڑھی جو پہلے ہی دوڑ لگا چکی تھی۔

افسوس گھڑی دیکھتے غصے سے گیٹ کو گھورا۔ وہ آدھے گھنٹے سے یہاں کھڑا
تھامہرا اور انوشے کو لینے کے لیے۔

ویسے تو وہ ڈرائیور کے ساتھ آتی تھیں۔ انوشے لوگ اپنے گھر واپس آچکے
تھے اس لیے وہ اکھٹی آتی جاتی تھیں۔

لیکن آج انہوں نے عالم کو بلایا تھا۔ عالم نہیں جانتا تھا کیوں۔ لیکن انہوں نے
ضروری کام کہہ کے بلایا تھا۔ اب وہ آدھے گھنٹے سے انکاویٹ کر رہا تھا جو
آنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

تبھی اسے وہ رنگوں میں نہائی آتی دکھائی دیں۔ عالم نے منہ کھولے ان
دونوں کو دیکھا۔

تم دونوں چھوٹی بچیاں ہو کیا۔ یونی فارم پورا گندا کر لیا ہے۔ عالم نے دونوں کو
دیکھتے کہا۔

ان دونوں نے پہلے ایک دوسرے کو دیکھا پھر آنکھوں سے اشارہ
کرتیں۔ ہم کہتی آگے بڑھیں۔

عالم نے مشکوک نظروں سے دونوں کو دیکھا۔

لیکن اس سے پہلے وہ کچھ سمجھتا مہراپنے رنگ سے بھرے ہاتھ اسکی وائٹ
شرٹ پر صاف کر چکی تھی۔

ہیپی ہولی۔ وہ مسکا کر بولی۔ جبکہ انوشے ہستی دونوں کا ویڈیو بنا رہی تھی۔
عالم حیران سا کھڑا تھا۔ جب مہر نے موبائل پکڑا۔
اور انوشے نے مہر سے کلر لیتے عالم کا فیس رنگا تھا۔ وہ بدک کر پیچھے ہٹا لیکن
تب تک انوشے اپنا کام کر چکی تھی۔

ویڈیو بناتی مہر اور ہاتھ جھاڑتی انوشے ہاتھ پہ ہاتھ مارتی ہس دیں۔
اب بتاؤ بچے۔ تبھی ان دونوں کے قہقہے میں انہیں کسی تیسرے کا قہقہ سنائی دیا
تو وہ پیچھے مڑ کے دیکھنے لگیں۔

پیچھے انکی کلاس کی ہی ایک لڑکی تھی جو ان تینوں کو ریکارڈ کرتی ہسی سے لوٹ
پوٹ ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ تینوں اتنے فنی لگ رہے تھے۔

مہر اور انوشے نے ایک دوسرے کو دیکھا اور جھپٹ کر اس سے فون
چھینا۔ ویڈیو اپنی طرف میل کرتے اسکے فون سے ڈیل کر دیا۔
اور وہ بیچاری صدمے سے اپنے ساتھ ہوئی کاروائی دیکھتی رہ گئی کیونکہ۔ مہر
اور انوشے نے اپنے ہاتھ اسکے فیس پر اچھے سے صاف کر دیے تھے۔ وہ پیر
پٹک کر آگے بڑھ گئی۔

جبکہ ان دونوں نے ہنہ۔ کرتے عالم کی طرف رخ کیا۔ جو غصے بے بسی سے
دونوں کو گھور رہا تھا

۔ کیا۔ مہر نے آبرو اچکا کر پوچھا۔

مجھے واپسی پر آفس جانا تھا۔ پاپا نے بلایا تھا۔ ضروری میٹینگ تھی۔ وہ غصے سے
بولا۔

تو ان دونوں نے بے چاری نظروں سے اسے دیکھا

۔ ہاں تو پھر کیا چیخ کر لینا۔ لینا۔ تو کون سا ضائع ہو جائے گا۔

وہ کہتی۔ کندھے اچکاتی۔ گاڑی میں بیٹھ چکی تھیں۔

جبکہ عالم ان آفت کی پرکالہ کی حرکت پر نفی میں سرہلاتے گاڑی میں
بیٹھا۔ جواب انکے گھر کی طرف رواں تھی۔

جبکہ دور کھڑے یہ سب دیکھتے آہان شاہ کے چہرے پر گہری مسکان تھی۔
انہوں نے سوچ لیا تھا کہ انہیں کیا کرنا ہے وہ اب کسی طرح مہرماہ سے
دستبردار نہیں ہو سکتے۔

لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ انکا اگلا قدم مہرماہ کی زندگی میں کونسا بڑا طوفان
لانے والا ہے اگر جانتے تھے تو کبھی بھی یہ فیصلہ نہ کرتے۔

عینا کو برتھ ڈے رات میں اسے سب نے وش تو کر دیا تھا۔ لیکن اب ان لوگوں کا پلان عینا کو سرپرائز پارٹی دینے کا تھا۔ وہ اپنا برتھ ڈے سلیبریٹ نہیں کرتی تھی۔ لیکن اس بار وہ لوگ اسے سرپرائز دے رہے تھے۔

وہ صبح ہی ہو اسپتال جا چکی تھی۔ دو بجے اسکا وف تھا۔ اور دواب ہونے والے تھے۔

عادی، وش، شیرمی اور آیت اسے بڑی رکھنے کا پلان بنا چکے تھے اس لیے اب اسے پک کرنے جا رہے تھے۔ وہ تینوں کالج تھے جب آیت نے انھیں پک کیا اب وہ چار وٹل کے اسے لینے جا رہے تھے۔ اسے فون کر کے پہلے ہی بتا چکے تھے۔ کہ اس سے برتھ ڈے کی ٹریٹ لینا ہے۔

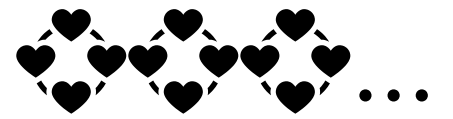
مرتسم تو صبح اسکے اٹھنے سے پہلے ہی آفس جا چکا تھا۔ اب فون بھی نہیں اٹھا رہا تھا۔ بعد میں پھر اسے ڈانٹ پڑتی نابتا کر جانے پر۔ صبح اسے ہو اسپتال سب نے

وش کیا تھا۔ اس لیے اب اسکے پاس پھول۔ چاکلیٹس۔ گفٹس کی بھرمار لگی
پڑی تھی۔ جو وہ اپنی گاڑی میں رکھوا کر ڈرائیور کے ساتھ گھر بیچھنے والی تھی۔

ڈرائیور کو ہدایت دیتی۔ وہ عشاء سے بائے کرتی چلی گی۔ عشاء کے ڈیوٹی سیکنڈ
ٹائم تھی اس لیے وہ انکے ساتھ نہیں آ سکی۔

اسلام علیکم۔۔!! سب کو سلام کرتی وہ آیت اور وشہ کی طرف آئی۔ وہ
دونوں ایک گاڑی میں تھیں۔ عادی اور شیریں دوسری گاڑی میں۔ اب بتاویہ
ٹریٹ کا خیال کیسے آگیا۔ اور جانا کہاں ہے کچھ سوچا۔
اچانک مطلب ہماری ٹریٹ بنتی ہی ہے۔۔ اور جانا کہاں ہے وہ وہاں جا کے ہی
پتہ چلے گا۔۔ تم چلو بس۔۔

لیکن۔۔ لیکن ویکن کچھ نہیں چلو۔ وہ لوگ اسے زبردستی گاڑی میں بٹھا
گئے۔



آدھے گھنٹے بعد وہ لوگ ایک ریسٹورینٹ کے باہر تھے۔ وہاں سے اچھا سانچ لے کر تے وہ لوگ شوپنگ کے بعد ادھر ادھر گھومے اور اب شیری کے سٹوڈیو کے باہر تھے۔

انہیں وہاں اچھا خاصا وقت لگ گیا تھا۔ دو بجے کے نکلے اب انہیں یہاں چھ بج چکے تھے۔

شام کے سائے گہرے ہونے کے ساتھ ہوا میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ عادی اور شیری گاڑی کے بونٹ پر چڑھے بیٹھے تھے۔ وشہ اور آیت پکچرز لیے رہی تھیں۔ اور عینا عادی اور شیرے سے باتوں میں مصروف۔ آس پاس لوگ ناہونے کے برابر تھے۔ گاڑی میں ہلکا میوزک چل رہا تھا۔

بس کر دو اور کتنی پکچرز بنانی ہیں۔ ویسے بھی فلٹر ہی لگانا ہے۔ وہ دونوں ہنس دیے۔ وشہ اور آیت انہیں چھوڑتی ادھر آ گئیں۔ انکی آڈر کی ہوئی آئیس کریم بھی آچکی تھی۔

شیری کیوں ناتم پر یکٹس کر لو نینا کو کیسے پر پوز کرو گے۔ وشہ نے کہا۔۔
اوکے میں نینا بنتا ہوں۔ عادی فور بولا۔ بولا اور شیری کے سامنے آیا۔

اوکے سٹارٹ۔۔ وش موبائل نکال کر انکی ویڈیو بنا رہی تھی۔۔

یہاں سے تھوڑی دور چھوٹے سے ڈھابے پر گانا ختم ہونے پر دوسرے گانے کے بول شروع ہوئے تھے۔۔



سرخ آنکھوں سے آسمان کو گھورتے اسنے گردن موڑ اس آواز کا تعاقب کیا۔

"میں اسیر محبت ہو گیا۔ میں فقیر محبت ہو گیا۔"

اسکے ساتھ ہی فضاء میں نسوانی قہقہہ گونجا اور اسے لگا جیسے وہ پتھر کا ہو گیا۔
گردن موڑتے اسنے اسنے بائیں جانب دیکھا تو اسکی آنکھوں کی سرخی کچھ اور پھیل گئی۔

کیونکہ وہ پری وش اس سے کچھ دوری پر کھڑی کھلکھلا رہی تھی۔ اسکے ساتھ ایک لڑکا گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا اور اسکے سامنے دوسرا لڑکا ڈوپٹہ منہ میں ڈالے کھڑا تھا۔ اور انکی حرکتوں پر وہ ہس ہس کے پاگل ہو رہی تھی۔

وہ بے حس و حرکت کھڑا اور دیکھتا رہا۔ آس پاس کی ہر چیز سے بیگانہ ہو گیا۔ نظر آ رہا تھا تو بس اس دشمن جان کاروشن وجود۔ سماعتیں جیسے کچھ بھی سننے سے انکاری تھیں۔ سنائی دے رہا تھا تو بس اسکی کھلکھلاہٹیں۔ اسکی آنکھیں دندھلا گئیں۔ پلکیں جھپکتے اُسے پھر سے اسے دیکھا۔ اسکے ساتھ ہی "فضاء میں گانے کے بول بج اٹھے۔"

احساس محبت جو تو نے دیا۔ میں اس پل، اس پل، اسی پل جیا۔ "اس" کشمش میں ہے مبتلا۔ کہ تیرے بھی ہیں نا نہیں پیا۔ ہو پیارے۔ ہو پیا

رے رے۔۔

"جہاں تیری نظروں کا پہرا ہوا۔ ہو پیارے۔۔۔"

اسی وقت عین نے بھیگی پلکیں اٹھائیں۔ ہسنے کی وجہ سے اسکی آنکھوں میں پانی آنے لگا شام کے گہرے سائے میں اسکی بھوری نم آنکھیں ایسے تھیں کہ جس جگہ وہ دیکھے گی۔ وہاں روشنی ہو جائے۔ وہ اس سے زیادہ فاصلے پر نا تھی۔ کہ اسکی اٹھتی گرتی پلکوں کو وہ آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔

"اسکی پلکوں کی شرارت پر اسکا سانس جیسے رک سا گیا۔۔

۔"ہو پیارے۔۔ دل وہیں پہ ہے ٹھہرا ہوا۔

بول ابھی بھی جاری تھے امن کو لگا جیسے یہ اسکے دل کی آواز ہو۔۔

"میں اسیر محبت ہو گیا۔۔ میں فقیر محبت ہو گیا۔۔"

ہو پیارے۔ جہاں تیری نظروں کا پہرا ہوا۔۔"

دل وہیں پہ ہے ٹھہرا ہوا۔۔

ہو پیارے۔۔

گانے کے بول مستقل چل رہے تھے لیکن امن کو اب جیسے کچھ سنائی ہی

نہیں دے رہا تھا۔۔

1 عادی نے آیت سے آدھا ڈوپٹہ لے کر سر پر ڈالا جب شیر می نے اسے

بولا تو اس نے شرمنا کر ڈوپٹا دانتوں میں دبایا۔ تو ان سب کے قہقہے love u

چھوٹے تھے۔ اسکی حرکتوں پر وہ کبھی ڈوپٹا میں ڈالتا تو کبھی انگلی۔ اور چہرہ

ہاتھوں میں چھپا کر کہتا مجھے شرم آرہی ہے جی۔

وہ سب ہس ہس کے دوہرے ہو رہے تھے۔ زیادہ ہسنے کی وجہ سے اسکی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا۔ بمشکل ہسی روکتے اسنے آنکھوں نے پانی صاف کیا۔

معا سے خود پر کسی کی گہری نظروں کا گمان ہوا۔ اسنے نظریں اٹھاتے ادھر ادھر دیکھا۔ وہاں پر بیٹھے لوگ عادی کی حرکتوں پر ہس رہے تھے۔ دائیں جانب سر گھماتے اسے وہاں کسی پتھر کا گمان ہوا۔ جو بے حس و حرکت کھڑا ہو۔ وہ وجود ذرا اندھیرے میں تھا وہ دیکھ نہیں سکی کہ وہ اسے ہی گھور رہا ہے۔ سر جھٹک کر اسنے عادی کو دیکھا۔ جو شیر ی کو چھیڑ رہا تھا۔ وہ ایک بھر پھر کھلکھلا دی۔

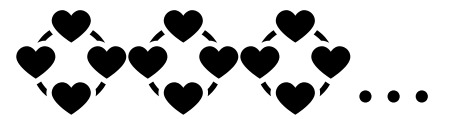


اس دن کو بھرپور انجوائے کرتے۔ وہ لوگ سات بجے شاہ والا لوٹے
تھے۔ عینانے مرتسم کو کافی کالز کیں۔ لیکن اسنے فون نہیں اٹھایا۔ پہلے تو
ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اور اسکے اتنے سپیشل ڈے پر وہ پی غائب تھا۔ وہ ناراض
تھی اس سے۔ اب بات ہی نہیں کروں گی۔ وہ دل میں طے کرتی اندر داخل
ہوئی۔

لیکن یہ کیا۔ پورا شاہ والا اندھیرے میں ڈوبا تھا۔ یہ اتنا اندھیرا کیوں ہیں۔ اور
باقی سب کہاں ہے۔ وہ اپنے ساتھ کھڑیں وشہ اور آیت سے
بولی۔ ماما۔ اپیا۔ بابا۔ بھابی۔۔ سب کو پکارتے اسنے ایک قدم آگے
بڑھایا۔ تو اسکے ساتھ ہی لائٹس اون ہو گئیں۔ وہ چونک گئی۔ وہاں کوئی بھی
نہیں تھا۔ پورا ہال خالی تھا۔ سامنے ٹیبل پر ایک بڑا سا بوکس رکھا تھا۔

گھر والوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔ عادی لوگ بھی آتے ہی غائب
تھے۔ اسنے بوکس پر لگے ریبن کو کھینچا۔ تو وہ کھلتا چلا گیا۔

واو واسکے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ کیونکہ اس بوکس میں بلیک کلر کی گھیرے
دار لانگ فرائک تھی۔ جس پر گولڈنگوں سے کام ہوا تھا۔ ساتھ ہی میچینک
سینڈلز اور جولیری بھی تھی۔ اسنے لب دبائے اوو۔ تو اس لیے آج یہ لوگ
مجھے سارا دن باہر گھماتے رہے۔۔ ساتھ ایک چھوٹا سا کارڈ بھی تھا۔ جسمیں
اسے پک اپ اینڈ ویئر کا کہا گیا تھا۔ وہ سامان اٹھاتی کمرے میں چلی گئی۔ انکے
سر پر اینیز کو خراب تو نہیں کر سکتی تھی۔



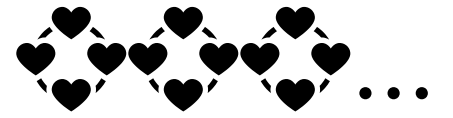
مکمل تیار ہوتے اسنے خود پر ایک آخری نظر ڈالی۔ بلیک کلر اس پر خوب جج رہا
تھا۔ پاؤں کو چھوتا وہ فرائک جیسے اسی کے لیے بنایا گیا ہو۔ میک اپ کے نام پہ

بس۔ مسکار اور لائٹ لپسٹک لگائی تھی۔ چاکلیٹی بالوں کو ہالف کیچر میں
باندھا تھا۔ پاؤں میں سینڈل بند کرتے اسکے ہاتھ میں گولڈن چوڑیاں
چھنکی۔ کانوں میں چھوٹے چھوٹے ایرینگز تھے۔

ڈوپٹہ اٹھاتے سر پر ڈالا۔ وہ پلٹتی کہ کسی نے اسکی آنکھوں پر پٹی رکھی اور
تیزی سے اسے باندھ دیا۔ ک۔ کون۔ وہ ڈر گئی۔

وہی۔ آیت کی آواز سن کے اسنے سکون کا سانس لیا۔ یہ کیوں باندھی
ہے۔۔۔؟ بتاتے ہیں چلو۔ لیکن مجھے نظر نہیں ارہا۔۔ وہ بولی۔۔ ارے ہم
کس لیے ہیں۔ آو۔ دائیں دائیں سے اسکا بازو پکڑتے احتیاط سے اسے لے کر
باہر نکلی تھیں۔

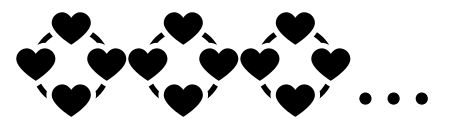
یہ اسکی زندگی کا یادگار ترین دن تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی اسی دن سے
اسکے برے دن شروع ہونے والے ہیں۔۔



وہ اپنی حالت سے جھنجھلاتا کچھ دیر سکون کے لیے کھلے آسمان تلے آیا تھا۔ کہ
اس پری وش نے اسے بری طرح جکڑا ہوا تھا۔۔۔ دل بار بار اسے دیکھنے کے
لیئے تڑپ رہا تھا۔ اور شاید اس کے دل کی سن لی گی۔

لیکن اسے دیکھنے کے بعد اس کی حالت اور خراب ہو گئی تھی۔ دل تھا کہ اس کے
دیدار سے بھر نہیں رہا تھا۔ وہ جاتے ہوئے جیسے اس کا دل کا سکون بھی ساتھ
لے گئی تھی۔ اس نے گہری گہری سانسیں لیں۔ لگ رہا تھا جیسے ابھی سانس رک
جائے گی۔۔۔

سگریٹ سلجھاتے اسنے ہونٹوں سے لگایا تو کچھ افاقہ ہوا۔ جانے کیوں ہر بار
اسکی ایک جھلک اسکی حالت بگڑ دیتی تھی۔ وہ خود پر سے اختیار کھودیتا تھا۔ بے
بسی سے بالوں میں انگلیاں پھساتے سر سیٹ سے پٹکا۔۔ جانے کیسا سحر کرتی
تھی وہ اس پر کہ اسکے دل کی حالت یوں غیر ہو جاتی تھی۔۔



وہ لوگ اسے آہستہ آہستہ سے چلاتی لان میں لے آئیں۔ اسے وہیں
روکتے۔ آنکھوں سے پٹی ہٹائی۔ دو تین بار پلکیں جھپکتے سامنے کا منظر اسے
صاف نظر آیا۔ اسنے جیسے ہی سامنے دیکھا۔۔ سر پرائیز سب ایک ساتھ
بولے تھے۔ وہ سب ہی بلیک اینڈ گولڈن تھیم میں تھے۔ وہ حیران رہ
گی۔ پورے لان کو سجایا گیا تھا ہر جگہ بلیک اینڈ گولڈن تھیم تھا۔ لان میں جگہ
جگہ اسکی تصاویر تھیں۔ یہاں تک کہ آج کے ہر مومنٹ کی بھی۔ وہاں سب
موجود تھے۔ بی جان۔ بڑے پاپا اور ماما اور ولی بھی۔۔ ارسل۔ زین دانیل اور

شیری کی فیملی بھی تھی۔ عیشاء اور کچھ دوسری کو لیگنز بھی تھیں۔ وہ جتنا حیران ہوتی کم تھا۔

ہیپی برتھ ڈے۔ میری جان۔ عیشاء نے اسے گلے لگاتے وش کیا۔ آیت اور باقی سب بھی آہستہ آہستہ اسے گلے لگا کر وش کیا۔ اسکی صرف فی۔ میل کلگنز ہی تھیں وہاں۔

دائین نے ہمیشہ کی طرح اسکا گال چوما تو اسنے اسے گھورا۔ ارسل اور زین نے اسے سر پر ہاتھ رکھا۔ بی جان نے اسکا ماتھا چومتے ڈھیروں دعائیں دی تھیں۔ بابا جان اور ولی نے اسکی نظر اتارتے سر چوما۔

ہمیشہ یو نہی مسکراتی رہو۔ خدا تمہیں میرے نصیب کی خوشیاں بھی دے۔ اسکا سر سینے سے لگاتے ولی نے دل میں اسے دعا دی۔

سب وہاں تھے۔ نہیں تھا تو صرف وہیں۔ ہر طرف نظریں گھومائیں۔ لیکن وہ نہیں تھا۔ اسکا دل اداس ہو گیا۔ لیکن بظاہر وہ مسکراتی رہی۔۔۔ باقی سب کاموڈ خراب نہیں کر سکتی تھی۔ روحاما کو بھی صبح دیکھ کر گئی تھی۔ کافی دیر وہ ان سے باتیں کرتی رہی۔ اسکا دل کر رہا تھا کہ ابھی جائے اور ماما کو اٹھا کر ان سے شکایت کرے میر کی۔ لیکن وہ بس گہرا سانس بھر کے مسکرا دی۔

اسے اپنی فیملی کی اتنی شدت سے یاد آرہی تھی کہ اسکا دل کر رہا تھا پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ اور اوپر سے وہ بھی غائب تھا۔ بہت مشکل سے آنکھوں میں آئی نمی واپس دھکیلتے اسنے خود کو کمپوز کیا۔۔۔



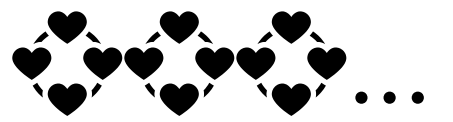
مر تسم کہاں ہے۔۔ شیر می کی مدد نے ماہم سے پوچھا تو باقی سب نے ہی
سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

وہ آفس تھا۔ امپورٹنٹ میٹنگ تھی۔ اب اسکا فون بھی نہیں لگ رہا شاید
ٹریفک میں پھس گیا ہو۔ آتا ہی ہو گا۔۔۔ بامشکل مسکراتے ماہم نے جواب
دیا۔ کیونکہ وہ کب سے اسکا فون ٹرائے کر رہی تھی پہلے وہ اٹھا نہیں رہا تھا اور
پھر اوف کر دیا۔

کافی دیر انتظار کرنے کے بعد بھی وہ نہیں آیا۔ بیٹا وہ کسی کام میں پھس گیا ہو
گا۔ آو تم کیک کاٹو۔ بی جان عینا کو
دیکھتی بولیں۔ وہ زبردستی مسکراتی اثبات میں سر ہلا گئی۔ ولی کے حصار میں
اسنے کیک کاٹا۔ کیک کے بعد سب نے کھانا کھایا۔ لیکن عینا کے حلق سے
ایک نوالہ بھی نہیں اتر ا۔

ناہی ولی نے کھایا۔ ولی کو مرتسم پر شدید غصہ آرہا تھا۔ ناصرف ولی کو باقی
سب کو بھی۔ دانیل نے تو باقاعدہ اسے خیالات میں کٹ بھی لگادی تھی۔ وہ
لوگ اسکا زبردستی کا مسکرا نا نوٹ کر سکتے تھے۔

کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ عینا کو اس وقت اپنے گھر والوں کو کتنا مس کر رہی
ہوگی۔ اسے اسکی کتنی ضرورت ہے اور وہ نا جانے کہاں غائب تھا۔



کھانے کے بعد سب باتوں میں مصروف تھے۔ شیری کی مدر کی طبیعت
ٹھیک نہیں تھی اس لیے وہ معذرت کرتے واپس جا چکے تھے۔ باقی سب بھی
آہستہ آہستہ چلے گئے۔ اب وہاں صرف گھر والے ہی تھے۔ عینا خاموش سی

ایک سائیڈ بیٹھی۔ تھی۔ باقی سب بھی اب خاموشی سے ایک دوسری کو دیکھ رہے تھے۔ ارسل اور ولی مستقل مرتسم کو فون کر رہے تھے۔ لیکن کوئی رسپانس نہیں۔

جب اچانک ہیل کی ٹک ٹک نے خاموشی میں ارتعاش پیدا کیا۔ سب نے ایک ساتھ انٹرس کی طرف دیکھا تو بے ساختہ ہی اٹھ کھڑی ہوئے۔ وہاں ذہنی کھڑی تھی۔ بلیک شرٹ اور جینز میں گہرے میک اپ کے ساتھ ہائی پلیز پہن رکھی تھیں۔ لیکن سب کو چونکا دینے والی وہ نہیں اس کے ساتھ کھڑا میر تھا۔ جو کوٹ کو ایک بازو پر ڈالے۔ دوسرا ہاتھ پینٹ کی۔ پاکٹ میں پھسائے چہرے پر گہری سنجیدگی لیے کھڑا تھا۔ باقی حیران تھے۔ دانیل اور ولی کے چہرے پر غصہ تھا۔

جبکہ عینا بے تاثر چہرے سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

ہیلو ایوری ون۔۔ زینی نے آواز نے سب کا سکتا ختم کیا۔ ہم لیٹ ہو گئے۔ وہ بظاہر تاسف سے بولی۔ ایم سو۔ سوری عینا۔ مجھے تھوڑی دیر پہلے ہی پتا چلا آج۔ تمہارا برتھ ڈے تھا۔ بٹ مرتسم کو میرے ساتھ ایک کام سے جانا پڑا اس لیے لیٹ ہو گیا۔ وہ عینا کے مقابل آتی بولی۔ لہجے میں شرمندگی کا تاثر تھا جبکہ آنکھوں میں چمک سی تھی۔ جیسے وہ عینا کو کچھ جتنا ناچاہ رہی ہو۔

عینا کچھ نہیں بولی۔ سپاٹ چہرے سے اسے دیکھتی رہی۔۔

ایسا کونسا ضروری کام تھا ولی دانت پیستے بولا۔

تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔ اگر کوئی کام تھا تو۔ زین اس کے پاس آتا سنجیدگی سے بولا۔ آپ فون نہیں اٹھا رہے تھے۔ میرے ڈاکو مینٹس کا براہلم ہو رہا تھا مرتسم مل گیا تو اسے بول دیا۔ اس نے خود ہی ہیلپ آفر کی تھی۔ کام کرتے وقت کا پتہ ہی نہیں چلا اور پھر بھوک بھی بہت لگی تھی۔ اس لیے راستے۔

میں ڈنر کرتے ہمیں دیر ہو گئی۔ ایم سو۔ سوری۔۔ معصومیت سے آنکھیں
پٹپٹا کر کہتی وہ سب کو زہر سے بھی بری لگی۔۔۔

اٹس اوکے۔۔۔ کسی اور کے کچھ بولنے سے پہلے عینا کی سپاٹ آواز
گونجی۔۔ کسی کی بھی طرف دیکھے بغیر وہ اندر کی طرف بڑھ گئی۔ جاتے
ہوئے کیک کے ٹیبل سے اسکا ہاتھ ٹکرایا وہاں رکھی عینا اور مرتسم کی تصویر
زمیں بوس ہوئی تھی۔ اسنے ایک بار بھی مرتسم کی جانب نہیں دیکھا۔ جبکہ
مرتسم کی نظریں مستقل اسی پر تھیں۔

جو ہوا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ لیکن خیر اب اس بات کو یہیں ختم کرو۔ آئندہ
ایسا کچھ نا ہو مرتسم۔ کوئی کچھ کہتا۔ بی جان کی سخت آواز پر سب صبر کے
گھونٹ بھر کے

رہ گئے۔ ماما۔ بابا۔ وجدان بھائی اسے شکوہ کنناہ نظروں سے دیکھتے بی جان کے
ساتھ ہی اندر بڑھ گئے۔

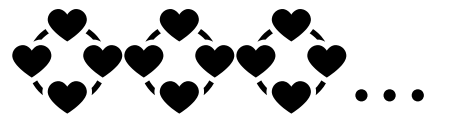
ماہم نے تو اسے ایک نظر دیکھا بھی نہیں۔ اور اندر بڑھ گئی۔ وشہ اور آیت پہلے
ہی عینا کے پیچھے جا چکی تھیں۔ ارسل نے غصے سے زینی کو دیکھا پھر گہری
نظروں سے مرتسم کو دیکھا۔

وہ تو کبھی اسے گھاس نہیں ڈالتا تھا۔ کجا کہ وہ ایریاں بھی رگڑ لیتی۔ اور کہاں
آج عینا کے اتنے سیشل دن پر اس کے ساتھ۔ ضرور کوئی نا کوئی وجہ تو
ہو گی۔ لیکن وہ جانتا تھا وہ اپنی مرضی سے ہی بتائے گا۔

دائین زینی کو گنجا کرنے کی خواہش دباتے باقی سب کے ساتھ ہی اندر بڑھی
تھی۔ جبکہ ولی نے غصے سے چسیر کو ٹھوکر مارتے دونوں پر ایک کٹیلی نظر ڈالی

اور گھر سے ہی باہر چلا گیا۔ اب وہاں صرف زین۔ زینب۔ اور مر تسم
تھے۔ زین۔ شرمندگی اور غصے سے ذہنی کو گھور رہا تھا۔

جسنے عینا کا اتنا اچھا دن سپونل کر دیا تھا۔ آگے بڑھتے اسکا بازو پکڑتے وہ اسے
کھینچ کر وہاں سے لے گیا۔



اب وہاں صرف مر تسم تھا جسکی خاموش نظریں۔ ٹیبل کے پاس گری اسکی
اور عینا کی تصویر پر تھی۔ جسکے فریم کا کانچ ٹوٹ گیا تھا۔ بھاری قدم اٹھاتے
اسنے وہ آہستہ سے نیچے بیٹھا اور اس تصویر کو اٹھایا۔ وہ اسل اور آیت کی
شادی پر لی گئی ان دونوں کی تصویر تھی۔ جسمیں دونوں نے ٹوئینگ کی
تھی۔ وہ کسی بات پر کھلکھلا رہی تھی اور مر تسم اسے دیکھ رہا تھا۔ یوں لگتا تھا
تصویر بے خبری میں لے گی ہو۔۔

کانچ ہٹاتے وہ تصویر اٹھائی۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔ تھکے قدم اندر کی جانب
بڑھئے۔

جہاں ہال میں ایسا۔ اور بھا بھی۔ روتی ہوئی ہانم کوچپ کروانے کی کوشش کر
رہی تھیں۔ وشہ اور آیت وجدان اور ارسل کو کچھ کہہ رہی تھیں۔ اور دانیل
تیزی سے ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔ ماما۔ بابا اور بی جان اپنے کمروں میں
تھے اسکو آتے دیکھ سب نے ایک دوسرے کو دیکھا۔



زینی کے ساتھ جانے کی وجہ پوچھ سکتی ہوں۔ وہ خاموشی سے اپنے کمرے کی
طرف بڑھا تھا جب پیچھے سے ماہم کی آواز پر لب بھینچے۔ گہری سانس لیتے وہ
مڑا۔

اسنے بتایا تو تھا اسکے پیپرزمیں پر اہلم ہو رہا تھی۔ وہ سنجیدگی سے بولا۔

تو وہ برو بلم کل بھی سولو ہو سکتی تھی۔ وجدان کے جتا کر کہنے پر اسے نظریں چرائیں۔

آج ہی کام کرنا ضروری تھا۔ آہستہ سے کہتے اسنے آگے کی جانب قدم بڑھا دئے۔

بھائی۔ عینادروازہ نہیں کھول رہی۔ ناہی کوئی جواب دے رہی ہے۔۔ پیچھے سے آتی وش کی آواز پر اسنے سختی سے مٹھیاں میچیں۔

سو گئی ہوں گی۔ اسکے عام سے لہجے میں کہنے پر سب نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ تو اسکو ذرا سی خراش آنے پر سارا گھر سر پر اٹھا لیتا تھا۔ اور آج وہ جانتا تھا اسنے اسے کتنا ہرٹ کیا اور اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا۔

سب نے تاسف سے اسکی پشت دیکھی۔ پریشان مت ہو۔ وہ ٹھیک کہ رہا ہے
سوگی ہوگی۔ آج سارا دن بھی تو تھک گی ہوگی۔ ارسل نے وشہ کا سر تھکتے
کہا۔ جاو تم لوگ بھی آرام کرو۔ وشہ اور عادی کو کہتے اسنے انہیں کمروں میں
بھیجا۔ وہ پریشان سے چلے گئے۔

کیا لگتا ہے جو وہ کہہ رہا ہے سچ ہے۔۔ آپ نے اسکا لہجہ دیکھا۔ سپاٹ سا
تھا۔ ماہم بولی تو سب ہی اسکی بات سے متفق ہوئے۔ مرتسم اور عینا کو اتنا
ہرٹ کرنے کے بعد بھی اتنے آرام سے کہہ رہا ہے سوگی ہوگی۔ ماہین بھا بھی
بھی بے یقین لہجے میں بولیں۔ یہ تو اب مرتسم ہی بتا سکتا ہے۔۔ ارسل گہری
سوچ میں بولا۔

خیر رات بہت ہو گئی ہے۔ اب سو جاو۔ جو بھی ہو گا صبح دیکھیں گے۔ فلحال
عینا اور مرتسم سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ماہین بھا بھی نے سب کو

جانے کا کہا۔ ارسل اور آیت بھی آج رات یہیں رکنے والے تھے۔ ماہم
انہیں پہلے ہی کمرہ دکھا چکی تھی۔ دانیل اسی وقت سے غائب تھی۔ وہ سب
اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔ لیکن جانتے تھے آج رات نیند کسی کو بھی
نہیں آنے والی۔۔



اسنے کمرے میں آتے ہی دروازہ لوک کیا۔ اور پھر اسی سے ٹیک لگالی۔ کتنی
دیر بے حس و حرکت وہ کھڑی رہی۔ آہستہ سے دروازے کے ساتھ بیٹھتے
اسنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے گرد باندھتے تھوڑی گھٹنوں سے لگا
لی۔ اسکے ذہن میں چھ ماہ پہلے کی گئی۔ زینی کی سرگوشی گونج رہی تھی۔۔۔

میں مرتسم کو تم سے چھین لوں گی۔۔۔" آنسو پلکوں کی باڑ توڑتے گالوں پر "
پھسل گئے۔ پہلے ہی دل بہت بھاری تھا۔ اور اب۔ تو جیسے آنسو کا نار کنے والا
سلسلہ شروع ہو چکا

تھا۔ کیا وہ اپنا آخری رشتہ بھی کھودے گی۔ آہستہ آہستہ اسکی سسکیاں کمرے
میں گونجنے لگیں۔

ب۔ بابا۔ ماں۔ ٹوٹ کر الفاظ اسکے لبوں سے ادا ہوئے اور وہ شدت سے رو
دی۔۔



رات دو بجے کا وقت تھا۔ جب اسکے روم میں بنا بکس ریک ایک سائیڈ
ہوا۔ بکس ریک کھلتے ہی۔ وہ اسکے کمرے میں آیا۔ بک واپس رکھتے وہ ریک
بند ہو گیا۔

آنے والے نے پورے کمرے میں نظر دوڑائی۔ اسے دروازے کے ساتھ
نیچے بیٹھے دیکھ اسنے لب بھینچے۔ آہستہ سے بناچاپ پیدا کیے وہ آگے بڑھا۔ وہ
گھٹنوں پر سر ٹکائے۔ گہری نیند میں تھی۔ چہرے پر آنسو کے مٹے مٹے نشان
تھے۔ وہ شاید روتے ہوئے سو گئی تھی۔

شدت سے رونے کی وجہ سے وجود ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ مرتسم نے
اسکے پاس بیٹھتے آہستہ سے ہاتھ کو پشت اسکے گال پر سہلایا۔
پھر جھکتے اسے بازوؤں میں اٹھایا۔ اسے بیڈ پر لٹاتے۔ مرتسم نے لائٹ آف
کردی۔ کمرے میں زیر ولایت کی ہلکی سی روشنی تھی۔ اسکا ڈوپٹہ
اتارتے سائیڈ پر رکھا۔ پھر ہاتھوں سے چوڑیاں اتاریں بالوں سے کیچر اتارتے
اسکا سر تکیے پر رکھا۔ سائیڈ ٹیبل پر ساری چیزیں رکھتے وہ اسکے پاس نیم دراز
ہوا۔ آہستہ سے اسکا سر اٹھاتے اپنے سینے پر رکھا۔ ان سب میں وہ ہلکا ہلکا
کسمساتی رہی لیکن اٹھی نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اسکی نیند بہت گہری ہوتی ہے۔۔

اس لیے سکون سے اسکا سر سینے پر رکھے۔ ایک بازو اسکے گرد باندھے
دوسرے سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔

سر جھکاتے اپنے سینے پر پڑی کل کائنات کو دیکھا۔ جسمیں اسکی سانسیں بستی
تھیں۔ دونوں میں کسی نے بھی آج تک اپنی فیلنگز کا اظہار نہیں کیا۔ کیونکہ وہ
بنا بولے ہی ایک دوسرے کے جذبات سمجھ جاتے۔ پھر آج کیوں وہ سمجھ
نہیں سکی۔ کیا وہ سچ میں اسکا اتنا اہم دن چھوڑ کر زینی کے ساتھ جاسکتا تھا۔

لیکن وہ نہیں جانتا تھا جہاں بات عورت کی محبت کی ہو وہاں وہ سوچنے "
"سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہوتی ہے۔"

ہاتھ کی پشت سے اسکے گال سہلاتے۔ مرتسم نے جھکتے اسکے گال پر لب
رکھے۔ اسکی سوجی آنکھوں پر ہونٹ رکھتے اسے اپنے دل میں سکون اترتا
محسوس ہوا۔ آنکھوں سے ہوتے۔ اسنے اسکی ناک میں چمکتی۔ چھوٹی سی نتھ کو
لبوں سے چھوا۔ ایک بار۔ دو بار۔ اور پھر بار بار۔

یہی عمل اسنے ہونٹ کے کنارے بنے تل پر کیا۔ بار بار تل کو اپنے ہونٹوں
سے چھوتے وہ بے چین ہوا۔ اسکی مونچھوں کی چھبن سے وہ کسمسائی تو مرتسم
نے مسکراتے اسکی پیشانی چومی۔ اسکے رگ و جاں پہ سکون کی لہر دوڑ گئی اسکے
لمس سے۔ لیکن اسکا دل اسے اسکی قربت کے لیے اکسانے لگا۔

جائز رشتہ۔ بانہوں میں محبوب۔ خاموشی کو توڑتی دونوں کی بھاری
سانسیں۔ اسکے دل نے کروٹ بدلی۔ انگوٹھے سے اسکے گلابی ہونٹ
سہلاتے۔ مرتسم نے جھک کر ان گلابی پنکھڑیوں کو قید کیا۔ اسکی کمر کے گرد
گرفت مضبوط کرتے۔ اسے خود میں بھینچا۔

اپنی سانسوں پر کسی کی حکمرانی اور ہونٹ پر شدت سے وہ کسمسائی۔ نیند سے
بھری آنکھیں بمشکل کھولتے۔ اسے مرتسم کا دھندھلا چہرہ نظر آیا۔ جو
آنکھیں بند کیے۔ اسکے لمس میں کھویا تھا۔ اسے اپنی سانس بند ہوتی محسوس تو
وہ محلی۔ مرتسم اسے مچلتے دیکھ نرمی سے پیچھے ہوا۔

اپنی خمار آلودہ آنکھیں اسکی نیند کے نشے سے بھری آنکھیں میں ڈالیں۔ وہ
بمشکل ہی آنکھیں کھول رہی تھی۔

شاہ۔ اسکے لب پھڑپھڑائے۔ وہ شاید یہ خواب سمجھ رہی تھی۔ اس لیے اسے
خفگی سے دیکھتے۔ دوبارہ سے آنکھیں موند گئی۔ اسکے بالوں میں چلتی مرتسم کی
انگلیاں۔ اسکے سکون کا باعث تھیں۔ وہ گہری نیند میں اتر گئی۔ جبکہ مرتسم کی
آنکھیں میں نیند کو سوں دور تھی۔ اسکی سوچوں کا رخ کسی اور طرف۔

اگر عین کو کچھ پتا چل گیا تو۔۔ ذہن میں مسلسل یہی چل رہا تھا۔۔ نہیں وہ ایسا
کبھی نہیں ہونے دے گا۔۔ وہ پھر سے اپنی عین کو بکھرے نہیں دے گا۔
نفی میں سر ہلاتے اسنے سختی سے اسے خود میں بھینچا۔ اسے سر پر لب رکھتے
آنکھیں موند گیا۔

ناجانے اسکا یہ فیصلہ اسکی زندگی کو کونسے موڑ پر لے جانے والا تھا۔

#qalbe_ishq جاری ہے۔۔۔۔

#by_aman_chaudhary

#episode_no_28

کھڑکی سے آتی سورج کی روشنی پر اسنے کسمسا کر کروٹ لی۔۔ مندی مندی
آنکھیں کھولتے زر نور کو دیکھنا چاہا لیکن خالی جگہ دیکھتے اسکے غصے سے
دروازے کو گھورا۔

وہ اسے کتنی بار کہہ چکا تھا کہ جب بھی صبح اٹھے اسے زر نور اپنے سامنے چاہیے لیکن وہ زر نور میڈم ہی کیا جو اسکی بات مان لے۔ جلدی سے اٹھتے فریش ہوا آج کچھ زیادہ ہی لیٹ ہو گیا۔

باہر آیا تو کچن سے آتی کھٹ پٹ کی آواز پر وہ سیدھا کچن میں ہی آ گیا۔ اسکا رخ دوسری جانب تھا۔ وہ کپ میں چائے ڈال رہی تھی۔ پیازی کلر کے شارٹ فراق میں نکھری نکھری سے اسے اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی۔ غازی کی قربت میں وہ دن بدن کھل کر گلاب کے پھول جیسی ہوتی جا رہی تھی۔

غازی کی فرمائش پر اسکے گھر آنے سے پہلے وہ روز ہی فریش سی بیٹھی ہوتی۔ وہ کپ میں چائے ڈال کر پیچھے مڑی تو اسے کھڑی دیکھ مسکرائی۔

اسنے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ بابا کہ بعد کوئی اسے اتنا پیار کر سکتا ہے۔ غازی نے بالکل اسے کسی ملکہ کی طرح رکھا تھا۔

وہ واحد شخص تھا جو اسکی بے تکی فضول باتیں بہت غور سے سنتا تھا۔ جو "اسکی ہر ضد پوری کرتا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اکلوتی وارث تھی اس "ڈیول کے عشق کی۔ جو اسکے دل پر راج کرتی تھی۔

اسے اپنے نصیب پر رشک آتا تھا۔ ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔ بال کان کے پیچھے کرتے اسے سٹل دیکھ پوچھا۔ دیکھ رہا ہوں تم مجھے دن دن اور خوبصورت کیوں لگتی ہو۔ دل کے قریب سے قریب تر۔

"تم تو پوری مجھ میں سما گئی ہو۔ مجھ میں میرا کچھ رہا ہی نہیں۔"

۔ وہ اسکے قریب آتا دھیمے لہجے میں بولا۔ تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

غازی مبہوت سا اسکی جلت رنگ ہسی سنے گیا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ خوش " نصیبی اور سکون کسے کہتے لیکن جب سے وہ اسکی زندگی میں آئی تھی۔ سکون " نے اسکے دل میں گھر کر لیا۔

اسنے جھٹکے سے اسے اپنے قریب کیا۔ ہلکا سا جھکتے اسکے لبوں کو قید کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پیچھے ہوا تو وہ سرخ چہرے اور پھولے سانس کے ساتھ اسے گھور کر رہ گئی۔

کیا ہوا۔ مسکاتے پوچھا۔

ناشتہ وہاں ہے۔۔ وہ بمشکل بولی۔ تو بہ انکا بس چلے تو نظروں سے ہی کھا

جائیں۔ وہ بڑبڑاتے جلدی سے چسیر کھینچ کر بیٹھ گئی۔

غازی نے اسکی پھرتی پر بمشکل قہقہہ روکتے چسیر کھینچی۔

ابھی اسنے نوالا منہ میں رکھا ہی تھا کہ اسے وومٹ فیل ہوئی۔ وہ سیکنڈ سے پہلے اٹھ کر واش بیسن پر جھکی۔

زر غازی نے بو کھلاتے اسے دیکھا۔ اسکی پیٹھ رب کرتے وہ پریشان ہو گیا۔ کیونکہ وہ مسلسل قہہ کر رہی تھی۔

نڈھال ہوتے اسنے غازی کے سینے پر سر رکھا۔ یہاں آو۔ اسے چمیر پر بٹھاتے پانی دیا۔ زر میری جان کیا ہوا۔ اسکی زرد رنگت دیکھتے اسکا دل جیسے بند ہونے کو تھا۔

غ۔ غاز۔ میرا سر گھوم رہا۔ وہ چکراتے سر کو تھام کر بمشکل بولی۔ زر غازی کی جان ریلیکس۔ ہم ابھی ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہیں ہم۔۔

بس دو منٹ۔ وہ جلدی سے کمرے سے والے گاڑی کی چابی اور اسکی شال
لے آیا۔ شال اسکے گرد لپیٹتے اسے بانہوں میں اٹھایا۔ احتیاط سے اسے
بٹھاتے۔ سیٹ بیلٹ باندھا۔

بس کچھ دیر ہم ابھی پہنچ جائیں گے۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے اسے تسلی
دی۔ اسکی حالت مرنے جیسی ہوگی تھی زرنور کو ایسے دیکھ کر۔۔
ریش ڈرائیونگ کرتے وہ بیس منٹ میں ہو اسپتال پہنچے تھے۔ جلدی سے
نڈھال سی زرنور کو بانہوں میں اٹھاتے وہ اندر بھاگا۔
ڈاکٹر نشاء کو وہ جانتا تھا۔ انکے کبین کی طرف بڑھتے اسنے پاؤں سے دروازہ
کھولا۔

اندر پیشنٹ کے ساتھ کچھ ڈسکس کرتی ڈاکٹر نشاء چونک کر کھڑی
ہوئی۔ شہنشاہ۔ وہ زیر لب بولی اور پیشنٹ سے معذرت کرتی انکی طرف
مڑی جو زر نور کو بیڈ پہ لٹا رہا تھا۔

ڈاکٹر میری وائف کو دیکھیں کیا ہو گیا ہے۔۔۔ یہ ایسے زرد کیوں ہو گئی ہے۔۔

مسٹر شہنشاہ پلیز حوصلہ رکھئے میں چیک کرتی ہوں۔ آپ باہر جائیں۔ وہ
زر نور کی نبض دیکھتی بولی۔

میں کہیں نہیں جا رہا۔ آپ ٹائم مت ویسٹ کریں اور پلیز چیک اپ
کریں۔ وہ غصے سے بولا تو وہ زر نور کو دیکھنے لگی۔ جو نیم بے ہوش تھی۔۔
کیا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نشاء نے پوچھا۔ ناشتہ کرتے ہوئے اچانک ہی وومٹ اور
پھر چکر آنے لگے۔ زر نور کا بایاں ہاتھ سہلاتے بتایا۔

ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلاتے۔ نرس کو بلایا اور پھر ڈرپ لگادی۔ غازی کی نظریں بس زرنور کے چہرے پر تھیں۔

آپ بتائیں گی کیا ہوا میری وائف کو۔۔ اسے گلو گوز لگاتے دیکھ پوچھا۔

آپ آئیں میرے ساتھ۔ ڈاکٹر نے سنجیدگی سے کہا اور پردے کے دوسری طرف چلی گئی۔ غازی نے زرنور کا ہاتھ چومتے سہی سے رکھا اور ڈاکٹر کی جانب قدم بڑھائے۔

اب بتائیں۔۔ انکے سامنے بیٹھتے پوچھا۔ آپکی شادی کو کتنا عرصہ ہو گیا ہے۔۔ انکے پوچھنے پر غازی نے گھور کر انہیں دیکھا تو وہ گڑ گڑا گئیں۔

پلیز کوپریٹ۔ وہ سنجیدگی سے بولیں چھ ماہ ہونے والے ہیں۔

گو نگر یجو لیشنز مسٹر شہنشاہ آپکی وائف پر یگنٹ ہیں۔ ایک دو سوال اور پوچھنے کے بعد وہ اچانک بول غازی کو ساکت کر گئیں۔

کیا۔ کیا بولا ہے آپنے۔ کچھ دیر بعد وہ اچانک ہوش میں آتے بے یقینی سے بولا۔۔ آپ پاپا بننے والے ہیں۔ وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔ تو غازی نے گردن موڑتے اس پردے کو دیکھا۔ جسکے پیچھے پڑی اسکی زندگی اسے اتنی بڑی نعمت دینے جارہی تھی۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا بولے۔ کیساری ٹیکٹ کرے۔ آہستہ سے قدم بڑھاتے وہ زرنور کے پاس آیا۔ اسکی آنکھوں میں نمی چمکی تھی۔ اسنے جھکتے زرنور کے ماتھے پر لب رکھے۔ اسکی آنکھ ایک آنسو چپکے سے زرنور کے بالوں میں جذب ہوا تھا۔

ڈاکٹر کے اندر آنے پر وہ سیدھا ہوا۔ بس یہ ڈرپ ختم ہو جائے تو آپکی وائف کو ہوش آجائے گا۔

آپکی وائف کافی ویک ہیں۔ انکی ڈائٹیٹ کا اچھے سے خیال رکھنا ہو گا آپکو۔ اور انھیں شاید گھی سے وومٹ ہوئی ہے آج۔ پر یگننسی میں اکثر لڑکیوں کو مختلف چیزوں سے براہلم ہو جاتی ہے۔ آپکی وائف کو گھی سے ہے تو انہیں پراٹھامت دیجئے گا۔ غاز نے انکی ہدایت سنتے۔ زر نور کا ڈائٹیٹ چاٹ ان سے لیا۔ اگلے ہفتے پھر سے چیک اپ کروانا ہے آپکو۔ وہ اسے ہدایت دیتی چلی گئیں۔ غازی کچھ دیر زر نور کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ خوشی جیسے اسکے انگ انگ سے جھلک رہی تھی۔ پھر زر نور کی میڈیسن لینے چلا گیا۔ قریباً پندرہ منٹ بعد وہ واپس آیا تو زر نور ہوش میں بیٹھی تھی۔ اسکے سرخ چہرے سے اسے اندازہ ہو گیا کہ ڈاکٹر اسے بتا چکی ہیں۔۔

آپکی وائف اب بہتر ہیں آپ انھیں گھر لے جاسکتے ہیں۔ ڈاکٹر اسے اتنا دیکھ
بولی۔ وہ جواب دیے بغیر آگے بڑھا اور پاؤں نیچے لٹکا کر بیٹھی زر نور کو خود
میں بھینچا۔

وہ تو بوکھلا گئی۔ ڈاکٹر نشاء مسکراہٹ دباتے وہاں سے چلی گئیں۔ ایک تو اسے
پہلے ہی اسے اتنی شرم آرہی تھی اور اوپر سے وہ صدا کا بے شرم ڈاکٹر کا بھی
لحاظ نہیں۔

غ۔ غازا سے پیچھے ہٹانے کی کوشش کی۔ غازی ہلکا سا پیچھے ہوا۔ لیکن حصار
نہیں توڑا۔ جھک کا اسکا ایک ایک نقش چوما۔
مبارک ہو ماما ٹوبی۔ اس کے سر سے سر ٹکاتے کہا۔ آپ کو بھی بابا ٹوبی۔ وہ نم آواز
میں بولی۔

وہ دونوں ساتھ ہس بھی رہے تھے اور رو بھی۔ گھر چلیں۔۔ ہم۔ وہ سر

ہلاتے نیچے اتری لیکن اس سے پہلے ہی غاز اسے اٹھا چکا تھا۔

غاز کیا کر رہے ہیں۔ میں چل سکتی ہوں۔ وہ شرم سے بولی۔ لیکن وہ ڈھیٹ بنا

باہر کی طرف چل دیا۔ زر نور نے آنکھیں بند کرتے اسکے سینے میں منہ

چھپایا۔

آتے جاتے لوگ مسکراتے انھیں دیکھ رہے تھے۔ لیکن اسے کب کسی کی

پرواہ ہوتی ہے۔۔ احتیاط سے اسے فرنٹ سیٹ پر بڑھاتے وہ ڈراؤنیوئنگ

سیٹ پر آیا۔

راستے میں اس کے لیے فروٹس اور اسکی کچھ فیورٹ چیزیں لیتے وہ گھر واپس

آئے تھے۔

کمرے میں آتے غازی نے اسے بیڈ پر بٹھایا۔ غاز میں چل سکتی ہوں۔

وہ منہ بناتے بولی۔ جبکہ اسنے سن کے ان سنی کر دی۔ غار۔۔ اپنی بات اگنور
ہونے پر غصے سے بلایا۔ ہم۔ اسکی دوائیاں دیکھتے مصروف سے انداز میں ہنکار
بھرا۔

تھوڑی دیر بعد ہچکیوں کی آواز پر اسنے چونک کر زر نور کے طرف دیکھا۔

جوزار و قطار روتی ہچکیاں بھر رہی تھی۔ زر۔۔ کیا ہوا۔ ایک ہی جست میں
اس تک پہنچتے اسکے ہاتھ منہ سے ہٹانے کی کوشش کی۔۔

dont touch me

اسکا ہاتھ جھٹکتے وہ غصے سے بوی۔۔

اسکے ہاتھ جھٹکنے پر اسکو غصہ تو بہت آیا۔ لیکن اسکی

حالت کی وجہ سے نظر انداز کر گیا۔

زر مجھے بتا تو سہی ہوا کیا ہے۔ کہیں پین ہو رہا ہے۔ بتاؤ مجھے۔ زبردستی اسکے ہاتھ ہٹائے۔۔

زر نور۔۔ دوسری بار اسکے ہاتھ جھٹکنے پر وہ غصے اور سختی سے بولا تو وہ یکدم سہم کر اسے دیکھنے لگی۔ آج یہ کیا ہے۔ آئندہ غصے میں بھی میرا ہاتھ جھٹکنے کی یا منہ موڑنے کی کوشش بھی کی تو جان نکال دوں گا۔

اسکے ہاتھ تھامتے سختی سے بولا۔ ابھی کچھ اور کہتا کہ اسکی ڈری سہمی آنکھیں دیکھتے چپ ہو گیا۔ اسکے ڈرنے پر خود کو کوسا۔

روز۔۔ او کے ایم سوری۔ لیکن مجھے بتاؤ گی نہیں تو پتہ کیسے چلے گا۔۔ ہم۔
نرمی سے اسکے آنسو صاف کرتے محبت سے کہا۔۔ زر نور نے شکوہ کنا نظروں
سے اسے دیکھا۔

آپ کب سے مجھے اگنور کر رہے ہیں۔ ابھی تو بے بی آیا بھی نہیں ہے اور آپ
مجھے ایسے اگنور کر رہے۔۔۔ ہچکیوں سے بتایا۔

مینے۔۔ وہ حیران ہوا۔۔ مینے کب۔۔

جی اپنے۔۔ زور و شور سے سر ہلایا۔ ابھی جب میں آپکو بلارہی تھی۔ آپ
میری طرف دیکھ بھی نہیں رہے تھے۔ اور مینے دیکھا ہے جب بے بی آ جاتا تو
پھر ہسبنڈ اپنی وائف سے پیار نہیں کرتے۔ نا انکی کتیر کرتے ہیں۔

غازی تو بس حیرت سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔ جو مستقبل میں ناہونے والی اپنی
اگنورس پر رو رہی تھی۔ گہری سانس لیتے۔ اسکی طرف دیکھا۔

زرادھر دیکھو میری طرف۔ میں گھر سے باہر رہوں تو تمہیں کتنی بار فون
کرتا ہوں۔۔

سنجیدگی سے پوچھا۔۔ ہر گھنٹے میں ایک بار۔۔ پھر بھی تمہیں لگتا ہے کہ میں
تمہیں اگنور کر سکتا ہوں۔۔ زر میں کچھ دیر تمہاری آواز ناسنو۔ تمہیں
دیکھوں نا تو مجھے ایسے لگتا ہے جیسے میں وجود کے ایک حصے کو نظر انداز کر رہا
ہوں۔ اور یہ بے بی۔ یہ تو ہم دونوں کی نشانی ہے اسکے آنے سے میرا پیار
تمہارے لیے کم نہیں ہو گا زربلکہ اور بڑھے گا۔ میں جب جب اسے دیکھوں
گا مجھے تم یاد آو گی کیونکہ یہ تمہارے وجود کا حصہ ہے۔

محبت سے بولتے اسکی نم آنکھوں پر لب رکھے۔ جبکہ وہ مبہوت سی اسے
بولتے دیکھ رہی تھی۔ وہ ایسے نرمی اور محبت سے بولتا سیدھا اسکے دل میں اتر
رہا تھا

۔ کیا ہوا۔۔ اسے مستقل خود کو دیکھتے مسکراتے پوچھا۔۔ میں سوچ رہی ہوں
میں نے ایسی کونسی نیکی کر دی جسکے بدلے اللہ نے مجھے آپکو دے دیا۔

وہ مسکرایا۔ نیکی تو میری کام آئی ہے جسکے بدلے اللہ نے مجھے اتنی پیاری سی
گڑیادے دی۔۔ اسے خود سے لگاتے کہا۔۔

غاز۔۔ تھوڑی دیر بعد محبت سے پکارا۔۔ جی غازی کی جان۔۔ آپ یہ ڈمپل
مجھے دے دیں۔ اسکے گالوں پر ابھرتے گڑھے پر انگلی رکھتے فرمائش
کی۔ غازی نے زندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا۔ تمہارے ہی ہیں میری جان۔۔

میرے ہوتے تو میرے چیکس پر ہوتے ناکہ آپکے منہ بناتے کہا تو وہ ہستے نفی
میں سر ہلا گیا۔ وہ اتنا خوش تھا کہ شاید ہی زندگی میں کبھی اتنا خوش ہو۔

زندگی مکمل سی لگنے لگی تھی۔ خوشیوں نے دہلیز پر دستک دی اب دیکھنا یہ تھا
کہ یہ خوشیاں کتنی مختصر ہیں۔۔

رات کا آخری پہر تھا جب اپنی گردن اور چہرے پر کسی کی سانس کی تپش
سے وہ کسمسائی۔ نیند سے بھری آنکھیں کھولیں۔ لیکن دھندلا سا نظر
آیا۔ آنکھیں مسلتے۔ پلکیں جھپکیں۔ آنکھیں کھولتے جو اسے دیکھا وہ کرنٹ
کھا کر پیچھے ہٹی۔

لیکن اسکی چٹانی گرفت سے ذرا سا فاصلہ ہی بنا پائی۔ وہ یہاں۔ کیسے۔ کب اور
عینا وہ قریبا پوری اسکے اوپر تھی۔

اسنے مرتسم کے چہرے کی طرف دیکھا۔ سرمی آنکھیں بند تھیں سرخ و
سفید رنگت۔ تنے ہوئے نقوش۔ گھنی مونچھوتلے بھینچے عنابی لب۔ وہ
شہزادوں کا سا حسن رکھنے والا تھا۔ ویسے تو وہ سب بھائی ہی بہت خوبصورت
تھے لیکن وہ اس

خاندان کا سب سے خوبصورت اور وجہ مردمانا جاتا تھا۔ ہزاروں لڑکیوں کا
کرش۔ شاہ والا کالا ڈلہ۔

اور وہ کیا تھی۔ ایک عام سی لڑکی۔ جسے اپنے اپنوں نے ٹھکرا دیا۔

مر تسم کے دادا کا تعلق مصر سے تھا۔ اور کہتے ہیں مصر کے لوگوں میں پوری دنیا کی خوبصورتی سماتی ہے۔ اور مر تسم وہ اپنے ماں باپ کا حسن خود میں سمو کر آیا تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ روحا اور سکندر کا پر تو تھا۔ چونکہ روحا اور ملیح بھی بہنیں تھی اور سکندر اور حمدان بھی جڑواں تھے اس لیے کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کس کا پی ہے سب کو وہاں چاروں کا مکسچر ہی لگتا تھا۔

وہ بالکل پرانے زمانے کے مصر کے کسی شہزادے کے جیسا تھا۔ وہ شہزادہ جو اس پر جان چھڑکتا تھا۔ اسکے لیے پوری دنیا سے لڑا تھا۔

اسکا ہاتھ تھا ماتھا تب جب اسکے اپنوں نے اسے ٹھکرا دیا تھا۔ تب جب پوری دنیا نے اسکو بد کردار کہا تھا۔ تب جب لوگ اسے پاگل کہتے تھے۔

وہ شخص ہر ایک سے لڑ پڑا تھا۔ فقط ایک گمنام لڑکی کے لیے۔۔ وہ کیوں تھا ایسا کیوں چاہتا تھا اسے اتنا۔

اسے مر تسم اور زینی کے لے کر کوئی بھی شکایت نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی
کچھ ناکچھ تو ہوا ہی ہو گا جو مر تسم نہیں آیا۔

ورنہ وہ شخص جو اسکے چہرے کی ذرا سی مسکراہٹ کے صدقے اتارتا تھا کیا وہ
اس سے بے وفائی کا سوچ بھی سکتا تھا وہ اسے تکلیف دے سکتا تھا۔ اسے پتہ
ہی نہیں چلا۔ کب اسکے آنسو مر تسم کا سینہ بگھونے لگے۔

ان قیمتی موتیوں کا یوں ضائع مت کیا کریں عین۔ اتنی تکلیف تو مجھے اپنے "
وجود پر لگے زخم سے بھی نہیں ہوتی جتنی آپکی آنکھ سے گرے ہر ایک آنسو
"سے ہوتی ہے۔

وہ محبت و نرمی سے بولتا اسکے آنسو صاف کرنے لگا۔ جبکہ وہ زار و قطار رونے
لگی۔ مر تسم نے اسے خود میں بھینچا۔

شش۔ بس عینا نے اس سے دور ہونے کی کوشش کی لیکن ہونا سکی۔
آپ اسکے ساتھ کیوں تھے شاہ۔ بھگی آواز میں پوچھا۔ مر تسم نے لب
بھینچے۔ وہ جانتا تھا اسے اس بات نے ہرٹ نہیں کیا کہ وہ کیوں نہیں
آیا۔ تکلیف اس بات نے دی تھی کہ وہ زینی کے ساتھ کیوں تھا۔

ایم سوری عین۔۔ میں چاہ کر بھی آپکو سچ نہیں بتا سکتا۔ دل میں کہتے اسکے سر
پر لب رکھے۔ جبکہ وہ اب رونے کے بعد سکون سے اسکی آغوش میں پڑی
تھی۔

آزاد ہونے کے لیے کسمسائی۔ میں ناراض ہوں آپسے۔۔ سراٹھاتے خفگی
سے کہا۔

تو یہ ناراضگی کیسے ختم ہوگی۔۔ وہ لب دباتے بولا۔

مجھے نہیں پتا۔ اسنے منہ بسورا۔

عین ادھر دیکھیں۔ سوری ناپلیز اب ناراضگی ختم کر دیں۔ وہ بے بسی سے
بولا۔ اسکے معاملے میں مرتسم میر شاہ ہمیشہ ہی بے بس ہو جاتا تھا۔

آئندہ وہ آپکے آس پاس بھی دکھے ناتو میں آپکا اور اسکا سر پھاڑ دوں گی۔ وہ
غصے سے بولی تو مرتسم نے مدھم سا قہقہہ لگایا۔

عینانے اسے غصے سے دیکھتے اسکے حصار کر توڑنے کی کوشش کی لیکن ناکام
رہی تو غصے میں اسکی گردن پر دانت گاڑے دیے۔ وہ جو مزے سے اسے دیکھ
رہا تھا۔ اب گردن کے بعد کندھے پر کاٹنے سے اسنے اسے گھورا۔ جنگلی
بلی۔۔

یہ پہلی بار نہیں تھا۔ مرتسم کو اب عادت ہو چکی تھی۔ اسکے بازوؤں پر اسکے
دانتوں کے کی نشان بنے رہتے تھے۔ کیونکہ عینا کو غصے میں دوہی کام کرنے
ہوتے یا تو چیزیں پھینکنا یا وہ غصے میں اسکے بازو اور گرن پر نشان بنادیتی۔
عینا نے اسکی گردن پر بنے نشان کر دیکھتے لب دبائے۔ افف ایک تو اسکی
کاٹنے کی عادت۔ گہری سانس لیتے اسنے مرتسم کے چہرے کی طرف وہ اسے
ہی دیکھ رہا تھا۔

گہری نظروں سے اسکی نظروں میں کچھ تو ایسا تھا کہ اسکی ہتھیلیاں بھیگ
گئیں۔ پل میں اپنی حالت دیکھتے وہ گلابی پڑی۔

شاہ۔ چھوڑیں۔ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے پیچھے ہونے کی کوشش کی۔ لیکن پلک
جھپکتے مرتسم نے کروٹ بدلی وہ اسکے نیچے تھی۔ عینا نے حلق تر کرتے اسے
دیکھا۔

جسکی آنکھوں میں پل بھر میں خمار چھایا تھا۔ گہری رات۔ تنہائی۔ بانہوں
میں محبوب۔

محبوب وہ بھی جس پر وہ حق رکھتا ہو۔ وہیل میں بہکا تھا۔
اسکی ناک سے ناک سہلاتے۔ اسکی سانسوں میں گہری سانس بھری۔
وہ گھبراگی۔ اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے پیچھے کرنے کی کوشش کی۔

مر تسم کے اسکا ہاتھ پکڑتے اپنے۔ ہاتھ سے الجھاتے۔ بیڈ سے لگا دیا۔

اور اسکی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔ وہ بے تحاشہ گھبراگی۔ مر تسم اسکی گردن پر
اپنی ناک سہلاتا گہری سانس کھینچتا لبوں سے چھونے لگا۔

اسکی مونچھو کی چھبن سے وہ کسمائی۔ ش۔ شاہ۔ لھڑ کھڑاتے لہجے میں اسے
پکارتے ہوش میں لانے کی کوشش کی جو اسکی گردن میں چہرہ
چھپائے۔ شدتیں لٹا رہا تھا۔

ہم۔ بہکی خمار آلودہ نظروں سے اسے دیکھا۔ عینا نے ہولے سے لب تر
کیے۔ مر تسم کی بہکی نظروں نے اسکے لبوں تک سفر کیا۔ ا
سکی حرکت سے وہ متبسم ہوا۔ انگوٹھے سے اسکے نچلے لب کو سہلایا۔ اسکی
آنکھوں میں جھانکتے وہ اسکے لبوں پر جھکا تو وہ سختی سے آنکھیں میچتی اسکی
شرٹ کو دبوچ گئی۔

اپنی طلب پوری کرتے وہ پیچھے ہوا تو وہ سرتا پیر سرخ ہوتی گہری سانس لینے
لگی۔ جبکہ اسکی طلب پوری کہاں ہوئی تھی۔

جتنا وہ اسے چھو رہا تھا اسکی طلب بڑھتی جا رہی تھی۔ اسکی آنکھوں میں چھائی
طلب پڑھتے عینا کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

ش۔ شاہ۔ ن۔ نماز کا وقت ہو رہا۔ اسکا کندھا ہلاتے تو وہ اسکی بکھری حالت پر
وہ مسکرایا۔ اسکے سر سے سر ٹگاتے اسکی سانسوں میں سانس بھری۔
اسکی گرم سانسوں کی تپش اور مونچھوں کی چھبن سے اسکا چہرہ جھلس رہا تھا۔

اب کوئی ناراضگی۔ اسکے ماتھے پر لب رکھتے پوچھا تو وہ لب دباتی نفی میں سر
ہلا گئی۔ آپ جائیں اب۔ وہ ہولے سے بولی۔ تجد کا وقت ہو رہا تھا۔

اما۔ بابا۔ جاگنے والے ہونگے۔ مرتسم آہستہ سے پیچھے ہوا۔ ایک گہری نظر
اسکی بکھری حالت پر ڈالتے وہ بکس ریک کے پیچھے غائب ہو گیا۔ عینا اسے
دیکھتی تکیے میں منہ چھپا گئی۔

لمبی سانسیں لیتے خود کونار مل کر ناچا ہا لیکن اپنی سانس سے آتی اسکی سانس کی خوشبو اور اپنے وجود آتی اسکے کلون کی مہک سے وہ گھبرا گئی۔

پوری رات وہ اسکے پہلو سے لیٹی سو رہی تھی۔ ابھی اسکی سانس میں سانس لے رہی تو اسکی خوشبو اس سے کیسے ناپیٹتی۔۔

خود کونار مل کرتے کپڑے لیتے وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر پر وہ سادہ سے قمیض شلوار میں ملبوس گیلے چہرے کے ساتھ باہر آئی۔

نماز میں ابھی وقت تھا۔ لیکن تحجد کا وقت تھا۔ اس لیے اسنے سکون سے تحجد پڑی۔

تھوڑی دیر بعد ہی فجر کی آذان ہر جگہ گونج رہی تھی۔ شاہ ولا میں سب متحد
سے لے کر ہر نماز کے پابند تھے۔ سوائے وشہ اور عادی جنہیں ماہم ڈھیٹ کر
کے اٹھاتی تھی فجر کے لیے۔

وہ جانتی تھی اب بابا کے ساتھ سارے مرد مسجد جائیں گے۔ نماز ادا کرتے
اسنے تلاوت کی۔ رات ہلکی بارش کی وجہ سے آج ٹھنڈ زیادہ ہوگی تھی۔
اسنے رات سے کچھ نہیں کھایا تھا اس وقت اسے شدت سے بھوک محسوس
ہو رہی تھی۔

اس لیے گرم شال اٹھاتے اپنے گرد لی اور نیچے کی جانب قدم بڑھا دیے۔ اسکا
رخ کچن کی طرف تھا۔ اندھیرا ہلکا ہو چکا تھا۔
صبح کی روشنی پھیلنا شروع ہوگی تھی لیکن سردی کی وجہ سے ابھی تک
سڑکوں پر کوئی چہل پہل نہیں تھی۔

اسے نیچے آتے دیکھ ماہم نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے میں ہلکی
سرخی تھی لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

تو میرے شہزادے نے ایک دن بھی ناراض نہیں رہنے دیا اپنی شہزادی کو
وہ سوچ کے مسکرا دی۔

اپنا ایک کپ کافی میرے لیے بھی۔ اسے چائے بناتے دیکھا کہا۔ تو وہ
مسکراتے سر ہلا گئی۔

رات سے جو پریشانی اسے ہو رہی تھی اس کے لبوں کی مسکراہٹ دیکھتے اب
زائل ہو چکی تھی۔

وہ صوفے پر پاؤں سمیٹتے ماما کے کندھے پر سر رکھے ان سے چپک کر بیٹھ
گی۔ ماما تسبیح کرتیں مسکرا دیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد بابا لوگ بھی آ گئے۔ لاونچ میں ماما اور ماہم ہی تھیں جو
مر تسم کو دیکھتی سنجیدہ ہو گئیں۔

وہ بابا اور وجدان بھائی کو مطمئن کر چکا تھا اب ماما اور ماہم اپنا کو بھی منانا
تھا۔ اس نے بابا کو دیکھا تو وہ دونوں کندھے آچکا گئے۔

اپنا کافی ملے گی۔ ماہم کے پاس بیٹھتے کہا۔ کیوں زینہ کے ساتھ رات کو کافی
نہیں ملی۔

ماہم کی جگہ ماما بولیں تو بابا اور وجدان نے بمشکل اپنی ہسی روکی۔ ماما مر تسم
نے بے بسی سے انھیں دیکھا۔ ماما پلیرا ایسے ناراض تو مت ہوں۔

مینے بتایا تو تھا۔ اگر کام ضروری ناہوتا تو میں کبھی بھی ایسا کرتا بھلا۔ انکے ہاتھ
تھامتے وہ بے چارگی سے بولا۔

آپکی بیٹی کو بھی منالیا ہے اب آپ دونوں بھی ناراضگی ختم کر دیں۔ وہ دونوں
تو پہلے ہی عینا کا مسکراتا چہرہ دیکھ چکی تھیں اس لیے مسکرا دیں۔

میر بیٹا مینے تمہیں پیدا نہیں کیا لیکن تمہاری پرورش مینے کی ہے۔ اور میری
پرورش کو کبھی برا مت کہنے دینا کسی کو۔

مر تسم جب تم نے عینا سے نکاح کی خواہش ظاہر کی تھی تو دل میں صرف
ایک ڈر تھا کہ کہیں یہ سب ہمدردی میں تو نہیں لیکن پھر اپنی آنکھوں سے تم
دونوں کو دیکھتے سارے ڈر ختم ہو چکے تھے۔

میں تمہاری ماں ہوں لیکن پھر بھی کہہ رہی ہوں مرتسم کبھی بھی ان
مردوں کی خصلت مت اپنانا بیٹا جو اپنی عورتوں کو ایک وعدے کی بھینٹ
چڑھا کر بوجھ سمجھنے لگیں۔

اگر تمہیں کبھی عینا سے کوئی شکایت ہو تو پہلے اس سے بات کرنا۔ پتہ نہیں
کیوں کل جو ہوا میں بہت ڈر گئی تھوں۔ عینا ہم سب کو بہت عزیز ہے اور ہم
سب ہی یہ بات جانتے ہیں کہ اب وہ کوئی بھی دکھ یا صدمہ برداشت نہیں کر
سکے گی۔

اسے اسکا کیا گیا وعدہ یاد دلاتے وہ اسے بہت کچھ سمجھا گئیں تھی۔
مرتسم نے انکے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ بے فکر رہیں ماما میں کبھی آپکی تربیت پر نام
نہیں آنے دوں گا۔ وہ مضبوط لہجے میں بولا تو سب ہی مسکرا دیئے۔

مجھے اپنی تربیت پر پورا بھروسہ ہے۔۔ اسکا سر چومتے بولیں۔

چلو بھی اب سب ٹھیک ہو گیا۔ اسی خوشی میں اب اچھا سناشتہ کروادو۔
بابا ماحول خوشگوار کرنے کے لیے بولے۔

تو ماہم جی اچھا کہتی کچن کی جانب چل دی۔ باقی سب مطمئن سے اب باتوں
میں مصروف تھے۔

مر تسم سب کو مطمئن کر چکا تھا اس لیے اب شاہ ولا کا ماحول نارمل تھا۔ اور
عینا کو ہستے مسکراتے دیکھ سب مطمئن ہو گئے۔

سب بڑے ناشتہ کر چکے تھے۔ اب وہاں صرف ینگ پارٹی ہی تھی۔۔ جب ماہم کی نظر مرتسم کی گردن پر پڑی۔

میر تمہاری گردن پر یہ نشان کیسا۔ سب نے چونک کر اسے دیکھا۔ نشان اس نے نظریں جھکا کر دیکھا۔ اسکی گردن ہر بنے دانتوں کے نشان واضح تھے۔ ناشتہ کرتے عینا کو اچھو لگا۔ پ

پانی کا گلاس لبوں سے لگاتے اس نے سرعت سے مرتسم کی جانب دیکھا۔ شرٹ کے اگلے دو بٹن کھلے تھے اور اسکی گردن پر بنے وہ نشان واضح نظر آ رہے تھے۔ اف عینا نے کراہ کر آنکھیں میچیں۔۔

ساتھ بیٹھے ارسل نے اچک کر اسکا نشان دیکھتے مسکراہٹ ضبط کی۔

رات میں ایک بلی نے حملہ کیا تھا۔ مرتسم شرارت سے اسکی طرف دیکھتا

بولا۔

ہاں شاید جنگلی بلی نے۔ ماہم ہستے بولی۔

وہاں بیٹھے وہ سب اس نشان کو اچھے سے سمجھتے تھے۔ کیونکہ پہلی بار تو نہیں دیکھا تھا۔ اسکے ہاتھ اور بازو پر اکثر ایسے نشان دکھتے رہتے تھے۔

ہاں جنگلی بلی تھی کافی غصے میں تھی۔۔ مر تسم نے شرارت سے اسکی طرف دیکھا جو نظریں چراتی سر جھکا گئی۔

بھائی لگتا ہے جنگلی کے دانت کسی لڑکی جیسے تھے۔ اسکی طرف دیکھتی وشہ شرارت سے بولی۔ آیت نے اسے کاندھا مارتے آنکھوں سے اشارہ کیا تو عینا دانت پیستے سراٹھا کر دونوں کو گھورا۔
جو اسکے دائیں بائیں بیٹھی تھیں۔

کتنی بے رحم بلی تھی نابھائی۔ عادی مصنوعی افسوس سے بولتا۔ نفی میں سر ہلانے لگا۔۔۔

وہ کیا ہے نا عادی کہ تمہارے بھائی کو ایسے کام کرنے ہی نہیں چاہیئے جس سے اس جنگلی بلی کو غصہ آئے اور وہ ایسے انعام دے شاہ کو۔ وہ دانت پیستے بولی۔

تو سب کا جاندار قہقہہ گونجا۔ مر تسم نے اسکی طرف دیکھتے آنکھ و نک کی وہ سٹیٹا کر سر جھکا گئی۔۔۔ بے شرم۔۔۔

ایک تو پہلے ہی وہ اسکی رات والی جسارتوں سے اس نظریں نہیں ملا پار ہی تھی اور اب یہ۔۔۔ اف۔۔۔



زر جان کہاں ہو۔ وہ اسے پکارتے آندر آیا۔

کیا ہوا غاز۔ یہ سب کیا ہے۔ اس کے ہاتھ میں اتنے سارے شاپنگ بیگ دیکھتے وہ حیران ہوئی۔

یہ ہمارے بے بی کے لیے۔ لیکن غاز بے بی کو آنے میں ابھی بہت ٹائم ہے۔ وہ اسے گھورتی بولی۔

دو دن پہلے ہی احمر کی فیملی بھی آئی تھی۔ اور اس خوشخبری پر بہت سارے گفٹس بھی لائے تھے سب۔ ندا آنٹی نے تو اس کا صدقہ بھی دیا تھا۔

اسے بابا کی کمی شدت سے محسوس ہوئی تھی۔ لیکن باقی سب کی محبت پر نم
آنکھوں سے مسکراتی رہی۔

غاز کی تو پہلی بھی اس میں جان تھی لیکن اب تو اسے جیسے اسے ہاتھ کا چھالہ بنا
رکھا تھا۔ زیادہ وقت گھر سے ہی کام کرتا تھا۔

غاز یہ سب کیوں لائے ہیں۔ وہ چھوٹے بچوں کی فریم پکچرز دیکھتی بولی۔
وہ اس لیے میری جان کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ پریگنٹ لیڈی کے آس پاس ایسا
ہی ماحول ہونا چاہیے۔ اب ہم اپنے روم میں یہ پکچرز لگائیں گے۔

اسکے کندھے پر تھوڑی ٹکاتا بولا۔ تو زور نور مسکرا دی۔

غاز آپ بہت زیادہ خوش ہیں نابے بی کے لیے۔

ہم بہت۔ اس کے سر پر بوسہ دیتا بولا۔

جب ہمارا بے بی ہو گا نا تو ہمارے گھر میں خوشیاں۔ رونق۔ قلقاریاں
ہو گی۔ وہ اپنے ننھے قدموں سے۔ ننھے سے لمس سے ہماری دنیا مہکائے
گا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی شرارتیں۔

پہلی بار چلنا۔ بولنا۔ کچی نیند سے ہمیں روتے جگانا۔ میں ان سب کے لیے بے
صبری سے انتظار کر رہا ہوں۔ وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں بول رہا
تھا۔ آنکھوں کے سامنے کی عکس جھلملا رہے تھے۔

آپ تو ایسے بول رہے ہیں جیسے یہ سب پہلی بھی دیکھ اور کر چکے ہوں۔ وہ
ہنس کر بولتی شاپنگ دیکھنے لگی۔

جبکہ غاز گم سم سادور ماضی کے ایک منظر میں کھو گیا۔

جہاں ایک بچہ کسی نو مولود بچی کے رونے سے جھنجھلایا ہوا تھا۔ یہ بہت روتی " ہے۔ کیا اسے کہیں تکلیف ہو رہی ہے۔ وہ اس بچی کے زار و قطار رونے پر فکر مندی سے بولا۔ تو اسکی ماں ہس دی۔ نہیں بچے ایسے ہی روتے ہیں۔ تم بھی تو چھوٹے ہوتے روتے تھے۔

ادھر دیں چپ کرو اتنا ہوں۔ وہ اسکا رونا کم ہوتے دیکھ بازو آگے بڑھا گیا۔ اب وہ بچی کو آہستہ آہستہ تھپکتا سر گوشہی میں اس سے کچھ کہہ رہا تھا اور خلاف "معمول بچی چپ ہو کے اسے غور سے سن رہی تھی۔۔۔

غاز۔ غاز کہاں کھو گئے۔ زرنور اسکا بازو ہلاتے بولی تو اسنے خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

کیا سوچ رہے ہیں۔ وہ اسکے یوں گم صم ہونے پر پریشانی سے بولی۔

وہ اکثر بیٹھے بیٹھے کہیں کھو جاتا۔ کبھی اسے خالی نظروں سے گھورتا رہتا۔ وہ بہت پریشان ہو جاتی تھی کہ وہ اچانک اسے کیا ہو جاتا تھا۔

کچھ نہیں۔ ایسے ہی کچھ سوچ رہا تھا۔ وہ گہری سانس بھرتا بولا۔ تم ادھر آو اتنی دیر سے کھڑی ہو تھک جاو گی۔ اسے صوفے پر بٹھاتا بولا۔ اسکا دھیان بھٹکانے کو وہ اس سے چھوٹی موٹی باتیں کرنے لگا۔

اور پھر زرنور کی ناختم ہونے والی باتیں شروع ہو چلی تھیں۔ جسے وہ مسکراتے سن رہا تھا۔



وہ باسط سے ہر بات اچھی طرح کنفرم کرتی اب دانیں سے ملنے جا رہی تھی کہ
اسے ان سب میں اسکی ضرورت تھی۔۔ راستے میں ایک جگہ رکتے اسنے
ایک فی سم لی جسکی اسے ضرورت تھی۔

سم لے کر وہ جیسے ہی گاڑی کی طرف جانے کے لیے مڑی۔ اسکی نظر روڈ
کنارے ایک لڑکی پر پڑی جو اپنا گراہو اسامان اٹھا رہی تھی۔ اسے ایک نظر
دیکھتی وہ واپس مڑی اور اس تک گئی۔ اور نیچے بیٹھتے اسکا سامان اٹھانے لگی۔

یہ لیجئے۔ اسکی کتابیں اسے دیتی بولی تو۔ نورین نے حیرت سے اس
خوبصورت سی لڑکی کو دیکھا۔ جو اسکی مدد کر رہی تھی۔ شکریہ۔ نورین نے
کہتے اس سے کتاب پکڑ لی۔

عینا نے مسکراتے سر ہلایا۔ اس سے پہلے کہ وہ مڑتی نورین کے پیچھے آتی تیز
رفتار گاڑی کو دیکھتی چونک گئی۔ کوئی جان بوجھ کر گاڑی اسی طرف لا رہا
تھا۔ اسے اندازہ ہوا۔

اس نے تیزی سے نورین کا بازو پکڑتے پیچھے کھینچا۔ وہ بد وقت اسے بچا گئی۔ لیکن
براہو واجب نورین کا بازو اسکے ہاتھ سے پھسلا اور عینا لڑکھڑاتی منہ کہ بل
سڑک پر گری۔

اسکے سر چوٹ لگی تھی اور خون نکلنا شروع ہو گیا تھا۔ ناک سے خون نکل رہا
تھا۔ کہنیاں بھی چھل گئی۔ اس نے اٹھنا چاہا۔ لیکن سر میں اٹھتی درد کی تیز
لہر۔ سے اٹھنا پائی۔

آس پاس لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ نورین ساکت سی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی جو اسکی جان بچاتے خود زخمی کوگی تھی۔ وہ اسکی طرف بھاگی۔

آپ ٹھیک ہیں۔ اسے تھامتے نورین نے پوچھا۔ عینانے بند ہوتی آنکھوں سے اسے بمشکل دیکھا اور سر ہلایا۔ نورین نے اسے تھامتے اٹھایا۔ وہ لڑکھڑا گی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔

اسنے سر جھٹکا۔ اسے ماتھے سے نکلتے خون پر ڈوپٹہ رکھا۔ نورین اسکے اشارے پر اسے اسکی گاڑی تک لائی اسے اندر بٹھاتے۔ وہ پریشان تھی۔ آپ کیسے جائیں گی۔ آپکو تو بہت چھوٹ آئی ہے۔ آپ میرے ساتھ چلیں میں ہو اسپتال لے چلتی ہوں۔ عینانے نفی میں سر ہلایا۔ نورین نے کچھ سوچتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھلا لی۔ ڈرائیونگ اسے امن نے سکھائی تھی۔

عینا پر غنودگی چھانے لگی۔ نورین تیزی سے اسکی گاڑی چلاتے اپنے گھر کا
راستہ لے گئی۔ بے ہوش ہونے سے پہلے عینا کے لبوں میں ہلکی سی جنبش
ہوئی۔ اور اسکے لبوں سے بنا آواز کے نکلا تھا۔ "میر



ادھر میٹینگ روم میں بیٹھے مرتسم کا دل تیزی سے ڈھڑکا تھا۔ ناجانے کیوں
اسکا دل گھبرا رہا تھا۔

اب ناجانے کو نسی فی آفت منتظر تھی۔

ایک جھٹکے سے گاڑی روکتے وہ تیزی سے باہر نکلا تھا۔ اسکے چہرے پر غصے پریشانی کے ملے جلے تاثرات تھے۔

ہاتھوں کی نیلی نسیں ابھری ہوئی تھیں۔ جو اسکے غصے اور تیش کا پتہ دے رہی تھیں۔ اسکے قدم تیزی سے اوپر کی جانب بڑھ رہے تھے۔
لیکن وہ ٹھہر گیا۔ یوں جیسے کسی نے اسے ساکت کر دیا ہو۔ اسکے کمرے کی دہلیز پر اسکے قدم ساکت ہو گئے۔

ہاتھوں کی بھینچی مٹھیاں کھل گئیں۔ چہرے کے تاثرات عجیب سے ہوئے تھے۔ آنکھیں جیسے کسی نے سحر کر رکھا ہو۔ قدموں نے بے خودی میں آگے بڑھنے کی جرات کی۔

بیڈ کے قریب رکتے وہ سانس روک گیا۔ یہ اسکا وہم نہیں تھا۔ ناہی یہ کوئی خواب تھا۔ جو دیکھ رہا تھا حقیقت تھی۔

وہی حقیقت جسکی خواہش پچھلے دو ہفتوں سے امن نے کی تھی۔ اسے اپنے سامنے دیکھنے کی۔ اک جھلک کی خواہش۔

وہ سانس روکے بنا پلک جھپکے اسے دیکھے گیا۔ اسے حوش نہیں رہا۔ کتنا وقت گزر گیا۔ جبکہ دروازے میں کھڑی نورین پچھلے پندرہ منٹ سے امن کو یوں دیکھ کر بے یقین تھی۔

جو امن کی آنکھوں میں اسے دکھ رہا تھا وہ ان جذبات پر بے یقین تھی۔ پچھلے دو ہفتوں سے وہ دیکھ رہی تھی۔ وہ ڈسٹرب تھا اور تو اور اس بار وہ اسکے پاس پندرہ دنوں میں آٹھ دن اسکے پاس رہا تھا۔ نورین نے بارہا اسے پوچھنے کی کوشش کی لیکن ہر بار وہ ٹال دیتا۔ اور اب جو وہ دیکھ رہی تھی۔ ناقابل یقین تھا۔

امن کے دل نے شدت سے خواہش کی اسکی بھوری آنکھیں دیکھنے کی جو اس وقت بند تھیں۔

عنابی لبوں کی مسکراہٹ دیکھنے کی۔ جو ابھی بھینچے ہوئے تھے۔ نچلا ہونٹ پھٹ چکا تھا۔ اسکے سر پر بھی پٹی بندھی تھی۔ اسکا چہرہ بالکل ذرد ہوا پڑا تھا۔ ہاتھ میں ڈرپ لگی تھی۔

نورین آہستہ سے چلتی اسکے پاس گی اور اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اسنے پھر بھی کوئی حرکت نہیں کی۔ امن اسنے اسے پکارا اور اسکا کندھا ہلایا تو امن نے نے چونکتے غائب دماغی سے اسے دیکھا۔

اسے جانتے ہو تم۔ وہ بے ہوش پڑی عینا کی طرف اشارہ کرتی بولی۔ جبکہ امن کے چہرے کے تاثرات ایسے تھے جیسے کوئی دیوانہ۔

انھیں تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔" اسنے جیسے نورین کی بات سنی ہی نہیں۔ وہ تو "

بس عینا کے چہرے پر تکلیف تاثرات سے ہی بے چین ہوا اٹھا تھا۔

امن وہ بے ہوش ہے۔ نورین اپنی بات پر زور دے کر بولی۔ تو امن نے بے بس ہوتے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ وہ اسے دیکھ کر یوں بے خود ہو جاتا تھا۔ اسکی آنکھیں تھیں اسکے دیدار سے بھرتی نہیں تھی۔

دل چاہتا تھا وہ بس اسے دیکھتا رہے۔ اسے دوبارہ دیکھنے کی غلطی نا کرتے ہوئے وہ مڑ گیا۔ اسے نورین نے فون کیا تھا اور سب کچھ بتایا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اسکی جان بچانے والی کون تھی۔

اور اب جب پتا چلا تھا تو اسکی خود کی جان پر بن آئی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ نورین کو مارنے کے لیئے یہ کام کس کا تھا۔ اس لیے وہ سخت غصے میں تھا۔ لیکن اب اب تو جیسے اسکی دماغ کی نسیں سنسنائیں اٹھیں تھیں۔ پہلے صرف نورین کی بات تھی لیکن اب عینا کو اس حالت میں دیکھ کر وہ آپے

سے باہر ہو رہا تھا۔

نورین چپ چاپ اسے دیکھ رہی تھی۔ جو گھرے سانس بڑھتا کبھی بالوں میں ہاتھ چلاتا۔ اضطراب کی سی کیفیت میں تھا۔

کیا یہ وہی لڑکی ہے۔ وہ اچانک بولی تو امن نے اسے دیکھا۔ کیا یہ وہی لڑکی ہے جسکی وجہ سے تم پچھلے پندرہ دنوں سے بے سکون تھے۔ جسکی ایک جھلک دیکھنے کے لیے تم تڑپ رہے تھے۔

جسکے لیے یہ دل جسے تم پتھر کہتے ہو ڈھڑک رہا تھا۔ سکون سے بازو باندھتے بولی تو امن کو نے بے ساختہ نظریں چرائیں تھیں۔ ایسا کچھ نہیں ہے آپ۔ وہ سختی سے بولا۔

نظریں مت چراوا امن مینے تمہاری پرورش کی ہے ایک ماں کے جیسے تمہیں لگتا ہے ایک ماں اپنے بچے کے حال سے ناواقف ہوگی۔ وہ جتا کر بولی۔ وہ اس لڑکی نے آپکی جان بچائی ہے تو۔

تو اسی لیے تم اسے دیوانوں کی طرح دیکھ رہے تھے۔ وہ اسکی بات کاٹ کر
بولی۔ تو امن نے ہونٹ بھینچے۔

"مجھے اس لڑکی سے ہمداری ہو رہی تھی بس۔"

تمہیں اس لڑکی سے محبت ہے امن۔ "وہ نظریں چرا کر کہتا وہاں سے جانے
لگا تھا لیکن نورین کے لفظوں نے جیسے اسکے قدموں میں زنجیر ڈال دی۔

محبت اسکے لب ہلے۔ آس پاس جیسے دھماکے ہو رہے تھے۔

ہر جگہ بس محبت محبت کے الفاظ گونج رہے تھے۔ امن نے بے ساختہ نفی
میں سر ہلایا۔ نہیں۔ مجھے محبت نہیں ہے۔

مجھے محبت ہو ہی نہیں سکتی۔ کبھی نہیں۔ وہ تیزی سے نفی میں سر
ہلاتا۔ بڑ بڑاتا۔ وہاں سے چلا گیا۔

جبکہ نورین جو کہ خوش ہو رہی تھی کہ شاید وہ عام لڑکوں کے جیسے زندگی
جئے اس لڑکی کے لیے۔

اسنے امن کی آنکھوں میں ایک آگ کی سی لپک دیکھی تھی۔ لیکن اب اسکا
جو رنیکشن تھا وہ پریشان ہو گئی۔ آخر کیوں وہ ماننے سے انکاری تھا۔

اسنے بے ساختہ قدم اسے پری پیکر کی طرف بڑھائے جو اسے اسکے امن کی
زندگی میں ایک امید کی کرن لگی تھی۔ اور اسکا دل دعا گو تھا۔ کہ کاش یہ لڑکی
اسکے امن کو بدل دے۔

اسکی پلکوں میں جنبش ہوئی اور اسنے اپنے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی لیکن
پلکیں اس قدر بھاری ہو رہی تھیں کہ وہ کھول ناسکی۔ کچھ دیر پلک جھپکنے کے
بعد اسکی آنکھیں کھلیں۔ آنکھیں کھلتے اسکی نظر سامنے دیوار پر گئی۔ وہ غائب
دماغی سے دیکھتی رہی۔ معاً سے یاد آیا یہ اسکے گھر کی دیوار نہیں۔

اسنے نظریں ادھر ادھر گھومائیں۔ اٹھنے کی کوشش کی لیکن سر میں اٹھتی درد
کی ٹھیس سے سرتکیے پر دوبارہ گرا گئی۔

آہہ۔ منہ سے بے ساختہ کراہ نکلی تھی۔ اسنے یاد کرنے کی کوشش کی وہ
کہاں ہے۔ سب منظر اسکی آنکھوں میں گھوم گئے۔ لیکن وہاں تک جب اسنے
لڑکی نے اسے گاڑی میں بٹھایا تھا۔ اسکے بعد کیا ہوا اسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔

اسنے اپنے ہاتھ میں لگی سوئی کو کھینچا۔ تو اسکے ہاتھ سے خون نکل پڑا۔ جبکہ عینا
پر واہ کیے بغیر اٹھنے لگی۔

آرام سے۔ کمرے میں آتی نورین۔ بھاگ کر اسکے پاس آئی۔ کیا کر رہی ہو۔ لیٹی رہو۔ لیکن وہ بیڈ سے ٹیک لگا گئی۔ اور انجان نظروں سے اس لڑکی کو دیکھا۔ تو اسے یاد آیا یہ وہی لڑکی ہے جیسے اس نے بچایا تھا۔

ڈونٹ وری آپ سیف ہیں۔ نورین اسکے آنکھوں کے تاثرات پڑھ کر بولی۔ یہ میرا گھر ہے۔ آپکو میری وجہ سے بہت چوٹ آئی تھی اس لیے میں آپکو یہاں لے آئی۔

آپ مجھے اپنے گھر والوں کا نمبر دیجئے میں انہیں انفارم کر دیتی ہوں۔ نورین اسے دیکھتی نرمی سے بول رہی تھی۔

وہ لڑکی صرف اسے ہی خوبصورت نہیں لگی تھی وہ واقعی خوبصورت
تھی۔ سب سے زیادہ خوبصورت تو اسکی بھوری آنکھیں تھیں۔ جو کسی کو بھی
اپنا دیوانہ کر سکتی تھیں۔

میرافون۔ اسکی نقاہٹ زدہ آواز گونجی۔ تو نورین چونکی۔ ہاں۔ ہاں میں دیتی
ہوں۔ نام کیا ہے آپکا۔ وہ اسکا موبائل جو وہ اسکی گاڑی میں سے لائی
تھی۔ اسے دیتی بولی۔ عینا۔ وہ آہستہ بولی۔ تو نورین نے سر ہلایا۔
عینا نے اسے موبائل کالاک کھول کر دیا۔ اس میں زیادہ بولنے کی ہمت نہیں
تھی۔ بولنے سے نچلے ہونٹ میں درد اٹھتا تھا۔

نورین نے اسکے کال لوگ میں آخری نمبر پر کال ملائی اور اٹھ کر باہر چلی گئی۔
تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی تو اسکے ہاتھ میں جو س کا گلاس تھا۔

موبائل رکھتے اسنے عینا کو دیکھا جسنے آنکھیں بند کر کے بیڈ سے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔

کیا آپکو کو زیادہ پین ہو رہا ہے۔ وہ فکر مندی سے بولی تو۔ عینا نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا

اسے سراٹھاتے سیدھا ہونے کی کوشش کی لیکن پھر سے منہ کراہ نکلی تھی۔ آہہ ماں۔

جبکہ دوسرے روم میں بیٹھے سکریں پر اپنے کمرے میں لگے کمیرے سے وہاں کا منظر دیکھتے امن نے ہونٹ بھینچے تھے۔ اسکی کراہ پر ہاتھ میں پکڑے گلاس پر گرفت بڑھادی

اس قدر کے وہ ٹوٹ کر اسکے ہاتھ میں بری طرح چبھا تھا اور خون کا فوارہ اسکے ہاتھ سے پھوٹ پڑا لیکن اسے زور اور بڑھادیا۔

عینا کے منہ سے نکلی کراہ کی تکلیف اس تکلیف سے زیادہ تھی۔ لانچ کے
ٹکڑے اسکے ہاتھ میں گہرائی سے لگے تھے۔ لیکن اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔

نورین کو مارنے کی کوشش کرنے والے کا انجام یقیناً برا ہونے والا
تھا۔ اسے اب بیسٹ کے قہر سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔

ماضی:

فائنلی جان چھوٹی۔۔ وہ تھکی سی آواز میں بولتی صوفے پر گری۔
قسم سے یار آج لگ رہا ہم آزاد ہو گئے۔ انوشے بھی اسکے ساتھ گرتی
بولی۔ آج ان لوگوں کا آخری پیپر تھا۔ ایک ماہ سے انکے پیپر ز چل رہے تھے
انہیں سر کجھانے کی بھی فرصت نہیں تھی۔

ان دنوں مہر اور انوشے سب کو چھوڑ کر بس اپنے پیپر ز پر توجہ دیتی تھیں۔ اور
نتیجہ ہمیشہ پوزیشن لاتی تھیں۔ اس بار بھی دونوں نے اپنا بیسٹ دیا تھا۔

تم دونوں تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے ہل چلا کر آئی ہو۔ عالم انہیں گھورتا
بولا۔ وہی ان دونوں کو پک کرنے گیا تھا۔ ہاں تو یہ ہل چلانے سے کم تھا
کیا۔ انوشے اسے گھورتی بولی۔

اور نہیں تو کیا۔ مہر نے بھی اسکی تاکید کی تو وہ بس افسوس سے سر ہلا کر رہ گیا۔

میں جا رہا ہوں تم دونوں اتار واپنی تھکن وہ پانی کا گلاس رکھتا بولا۔ مہر اور
انوشے دونوں انوشے کے گھر تھیں۔

آغا جان کے کسی دوست کے پوتے کی شادی تھی سب وہاں گئے تھے اس
لیے وہ یہیں آگے۔ شام چھ بجے تک دونوں گوڑھے گدھے بیچ کر سوتی رہیں۔

حسان صاحب جب شام اسے لینے آئے تو انوشے کی ماما نے انھیں جگایا۔ وہ سوئی جاگی کیفیت میں فریش ہونے چلی گئی۔ انوشے کو سوتے چھوڑ وہ حسان صاحب کے ساتھ آگئی۔

اندردا خل ہوتے اسکے قدم تھم گئے۔ کیونکہ سامنے ہی آغا جان باقی سب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ وہ مسکراتے رمل کی کوئی بات سن رہے تھے۔ ان تین ماہ میں اسکا سامنہ ان سے ناہونے کے برابر تھا۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے بھی۔

تین ماہ سے انکی بات نہیں ہوئی تھی۔ اپنے چہرے کے تاثرات سپاٹ کرتی وہ سر جھکاتے اندردا خل ہوئی۔ آہستہ سے سب کو سلام کرتی وہ اوپر کی طرف بڑھ گئی۔

اسکی آواز پر ایک پل کے لیئے آغا جان تھمے اور دیکھا لیکن اگلے ہی پل چہرہ موڑ
گئے۔ اسے اوپر جاتے دیکھ انہوں نے سر جھٹکا۔



عالم گاڑی روک جلدی۔ وہ دونوں ایک ساتھ چیخیں تو عالم نے بوکھلاتے
گاڑی روکی۔ کیا ہوا تم دونوں ٹھیک ہو۔ وہ گھبرائے لہجے میں بولا۔
ہاں ہاں۔ ہم ٹھیک ہیں۔

تو پھر گاڑی کیوں رکوائی ایسے۔ وہ انہیں گھورتا بولا۔

عالی وہ دیکھ گول گپے والا۔ مہر اسکا دھیان باہر کی جانب کرواتی بولی۔ تو اسنے
سر پیٹا۔

یہ انکے پیپرز ختم ہونے کے ایک ہفتے بعد کی بات تھی۔ وہ دونوں اب کھل کر اپنی زندگی انجوائے کر رہی تھیں۔ رزلٹ آنے تک وہ لوگ ہر فکر سے آزاد تھیں۔

آج سنڈے تھا تو عالم کو صبح سے دونوں نے گھیرا ہوا تھا۔ پہلے شوپنگ۔ پھر لنچ اور اب یہ۔ شوپنگ کرتے ان دونوں نے اسے اتنا تنگ کیا تھا کہ اسے تنگ آتے ہاتھ جوڑ دیے۔

لاتا ہوں یہیں رکو دونوں۔ وہ انہیں چھوڑ کر بولتے گول گئے لانے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوگ گھر واپسی کے لیے جارہے تھے۔
عالم۔۔ مہر نے گاڑی ڈرائیو کرتے عالم کو پکارا۔

نومور۔ میں بہت تھک چکا ہوں۔ اگر اب بھی کچھ رہتا ہے تو تم دونوں کو اٹھا کر کہیں پھینک آؤں گا۔ وہ تپے لہجے میں بولا تو دونوں کا قہقہہ گونجا۔

ارے نہیں میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ تم شادی کر لو۔ مہراچانک بولی تو بے ساختہ اسکا پاؤں بریک پر گیا۔

ہیں کیا کیا۔ وہ پیچھے مڑتا بولا۔

ارے یہی کہ شادی کر اس میں اچانک اتنا ریکٹ کرنے والی کیا بات ہے۔ وہ منہ بنا کر بولی۔

یہ دیکھو بہن میرے جوڑے ہاتھ میں جانتا ہوں یقیناً تم دونوں نے کوئی خرافاتی پلین بنایا ہو گا۔ اب خدا کے واسطے یہ شوشا میری ماں کے سامنے نا چھوڑ دینا۔

بس اسکے آنسو آنے کی کسر رہ گئی تھی۔ جبکہ وہ دونوں ہس ہس دوہری ہو رہی تھیں اسکی شکل دیکھ کر۔

عالی یار مجھے سچ میں تیری شادی کا شوق ہو رہا۔ مینے تو یہ بھی سوچ لیا میں کیا پہنو گی۔ کتنا مزہ آئے گا۔ ہماری بھابھی آئے گی۔۔ دونوں پر جوش لہجے میں بولیں۔

تو عالم نے سر جھٹکتے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اتنا شوق ہے تو خود کر لو۔ وہ منہ بناتا بولا۔

اسکی بات پر مہر نے تو منہ بنایا جبکہ انوشے نے قہقہہ لگایا۔

میرا بس چلے تو میں آج ہی کر لوں۔ لیکن میرے بھولے سے بھائی اس کے لیے ایک عدد لڑکا بھی چاہئے ہو گا نا۔

اور وہ ابھی پتا نہیں کہاں ہے۔ انوشے پہلے مصنوعی شرماتی جبکہ آخر میں
افسوس کرتی بولی۔

تو مہر اور عالم نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔
تو کچھ چھپا رہی ہے ہم سے۔ عالم بولا۔
نہیں عالی مجھے تو پورا یقین ہے ضرور اسنے کسی کو پھسار کھا ہے۔ مہر صدے
سے بولی تو۔

انوشے نے دونوں کو لعنت ہو والی نظروں سے دیکھا۔

ہنہ اگر ایسا ہوتا تو میں ایک ایک بندے کو پکڑ کر بتاتی یہ دیکھو میرے وہ۔ وہ
منہ میں ڈوپٹا ڈالتی شرماتی بولی۔

لیکن اسکی ماں نے اسے پیدا کر کے جانے دنیا کے کس کونے میں چھوڑ دیا جو
ابھی تک ملا ہی نہیں۔ آخر میں افسوس سے بولی ان دونوں کی ہسی چھوٹ
گئی۔

وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ انوشے کو شادی کا کس قدر شوق ہے۔۔ شرم کر
انوں۔۔ عالم اسے آنکھیں دکھاتا بولا۔

ارے میں کیوں شرم کروں شرم تو مجھے انکے سامنے آئے گی نا۔ وہ شرارت
سے آنکھ مارتی بولی۔ جبکہ مہر کا اب ہس ہس کے پیٹ دکھ رہا تھا۔
بس۔ بس کر انوں۔ میرا پیٹ دکھ رہا اب۔ وہ آنکھوں کے کنارے صاف کرتی
بولی۔

جاواب اور خبردار اگلے پورے ہفتے تم دونوں نے میرا نام بھی لیا تو۔ وہ گھر
کے سامنے گاڑی روکتا بولا تو دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھتے لب دبائے

اور اسے محبت سے اسے دیکھا۔۔ جو انکے بیگز اب اندر لے جاتے بڑ بڑا رہا
تھا۔

وہ دونوں اسے واقعی بہت تنگ کرتی تھیں۔ لیکن وہ جانتی تھیں کہ عالم کو
انکے اسی بچپن سے پیار ہے وہ صرف مصنوعی سا غصہ ہوتا تھا۔
عالی۔۔ وہ جب جانے لگا تو وہ دونوں اس کے قریب آئیں۔

No thanku ..because you are our teady
bear and we love our teady bear sooo
much...and this is our right to tease you
always and forever..

وہ اس کے گال کھینچتی اس سے لگتی بولیں تو اس نے مسکراتے دونوں کے سر پر
ہاتھ رکھے۔ وہ دونوں ہمیشہ اسے تنگ کرنے کے بعد یہ لائینز بول لے اسے
مسکراتے پر مجبور کر دیتی تھیں۔ اور تب بولتی جب انہیں اس پر بہت پیار آ رہا
ہو۔

بس کرو۔ اب کیا رلاو گی یگی۔ وہ شرارت سے بولا تو تینو ہنس دیے۔۔



کیا چل رہا ہے لیڈیز۔ وہ اندر آتی بولی۔ جہاں ماما اور بڑی ماما کچھ بنانے میں
مصروف تھیں۔

مل گیا تمہیں وقت۔ عائشہ بیگم اسے گھورتی بولیں جو رمل کے آگے سے سلاو اٹھاتی کھا رہی تھی۔

انہو۔ ایسے بیچ سے نہیں کھاتے رمل اسے ٹوکتی بولی۔ تو اسنے منہ بنایا۔
کیا بنا ہے آج۔ وہ رمل سے پوچھنے لگی۔

مٹر گوشت۔ مصروف سے انداز میں اسے بتاتی وہ کام کرنے لگی۔ جبکہ مہرنے سن کے کڑوا سا منہ بنایا۔

رمل آپنی وہ دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کرنے لگی۔

ہم۔ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

میرا بریانی کھانے کا دل کر رہا ہے۔ پلیز بنادیں۔ وہ آہستہ سے بولی کیونکہ جانتی تھی۔

اب ماما سے ڈانٹ پڑے گی۔ جو پھر سے شروع ہو جائیں گی کہ۔ تمہیں رزق کی قدر نہیں جو بنا ہے وہ تو کھانا ہی نہیں ہوتا۔ رمل نے مسکراہٹ روکتے اسے گھورا جو التجائیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے دیکھنے پر۔۔ پلیز کہا۔ وہ بنا کچھ کہے۔ سامان نکالنے لگی۔ آئی لو یو آپی۔ آپ ورلڈ کی بیسٹ آپی ہو۔ وہ اسے پیچھے سے ہگ کرتی بولی۔ تو رمل نے مسکراتے اس کے گال کینچے۔

جبکہ عائشہ بیگم نے اسے گھورا۔ کوئی ضرورت نہیں ہے رمل بنانے کی جو بنا ہے وہی کھا و مہر۔۔

ماما پلیز نامیرا دل کر رہا ہے۔۔ مہر تمہیں رزق کی قدر ہی نہیں ہے۔ وہ غصے سے بولیں۔

اور آپکو میری۔ ارے میں اکلوتی بیٹی ہوں آپکی۔ آپ کا چاہئے کہ میری ہر
خواہش پوری کیا کریں۔ بنا بولے ہی میری بات سمجھ لیا کریں۔ لیکن
نئی۔ میری ماں تو سب سے انوکھی ہے جسے اولاد کی قدر نہیں۔

دیکھنا ایک دن آپ ڈھونڈے گی مجھے۔ پکاریں گی۔ آجا مہر مجھے تیری قدر ہو
گی ہے میں پھر بھی نہیں آؤں گی۔

وہ تیز تیز بولتی ایکٹینگ کی آخری حد پر تھی۔ جب عائشہ بیگم نے اس کے بازو پر
تھپڑ مارا۔

بولنے سے پہلے ناچھ سوچ لیا کرو مہر کیا بولتی رہتی ہو۔ وہ سختی سے بولیں۔ تو
مہر نے منہ بنایا۔

ارے بیگم کیوں بچی کو ڈانٹ رہی ہو۔ حسن بابا اندر آتے بولے جو ایک ہفتے
کسی کام سے کراچی گئے ہوئے تھے۔ تو مہر خوشگوار حیرت سے انکی طرف
بڑھی۔

بابا مینے آپکو بہت مس کیا۔ وہ انکے سینے سے لگتی بولی۔ کیسا ہے میرا بچہ۔ مینے
بھی اپنی گڑیا کو بہت مس کیا وہ اسکا سر چومتے بولے تو سب نے مسکراتی
نظروں سے اسے دیکھا جواب ناک چڑھاتی انھیں عائشہ بیگم کی شکایتیں لگا
رہی تھی۔

اور وہ مسکراتے سن رہے تھے۔ اللہ اسے ایسے ہی خوش رکھے ہمیشہ۔ ماما زیر
لب دعا کرتی اسکی ایکٹینگ پر نفی میں سر ہلا گئی۔



رات میں تیار رہیے گا بابا جان کے ایک دوست کے ہاں دعوت ہے۔ ناشتے پر حسان بابا نے سب کو بتایا۔ دعوت کس چیز کی۔ بڑی ماما نے پوچھا۔

انکے بیٹے کو ایک ٹینڈر ملا تھا حسن کی مدد سے۔ وہ کافی فائدہ نیند ثابت ہوا ہے۔ اسی لیے شکریہ کے لیے۔ چھوٹی سی دعوت ہے اور ساتھ انکی پوتی کا جنم دن بھی ہے تو۔ وہ تفصیل سے بتاتے بولے۔

جبکہ مہر کو اپنے ڈریس کی فکر ستانے لگی۔ وہ بہت ایکسائٹڈ تھی جانے کے لیے۔ کتنے دنوں سے وہ اور انوبس گھر میں بور ہو رہی تھیں۔

لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ آج کی یہ رات اسکی زندگی کی سب سے بھیانک رات ہونے والی ہے۔ آج سے اسکی زندگی میں مصیبتوں نے ڈیڑھ ڈالنا ہے۔ غموں نے اسکے وجود میں بسیرا کرنا ہے۔ آج سے اسکی ہر خوشی ملیا میٹ ہونے والی تھی۔

لیکن وہ ہر فکر سے آزاد انوشے کے ساتھ اپنا ڈریس دیکھ رہی تھی۔۔

رات میں جب وہ لوگ جانے لگے تب اسے پتا چلا کہ عالم لوگوں کی فیملی بھی ساتھ انوائٹڈ ہے اسے انوشے کا ناجانے کا دکھ ہوا لیکن عالم کے ساتھ جانے سے وہ مطمئن تھی۔



اندر جاتے انکا پر تپاک استقبال ہوا۔ آغا جان بھی انکے ساتھ تھے لیکن مہرنے ان سے کوئی بات نہیں کی۔

وہ آغا جان کے کسی دوست کی دعوت میں یوں پہلی بار آئی تھی۔ لیکن اسے جھٹکاتے لگا جب انکا استقبال کرنے کے لیے آہان شاہ کو وہاں کھڑے دیکھا۔ جو پر تپاک نظروں سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ اسے دیکھتے آہان شاہ کی آنکھوں کی چمک سوگناہ بڑھی تھی۔ جسے کسی نے بہت غور سے دیکھا تھا۔

وہ لائٹ بلو کلر کی لانگ فرائٹ سائیک آپ کی سر پر اچھے سے ڈوپٹہ
لیے کھڑی تھی۔

مہر کی ساری خوشی یہاں آتے غارت ہو گئی۔ جب اس نے آہان شاہ کو
دیکھا۔ اسے آغا جان کے ساتھ ہوئی وہ تلخ کلامی پھر سے یاد آگئی تو اس کا دل ہر
چیز سے اداس ہو گیا۔

لیکن عالم اسے سب کی موجودگی کا احساس دلاتا اپنے تاثرات نارمل رکھنے کا
کہنے لگا۔ جسمیں وہ کامیاب رہا۔

اس نے آہان شاہ سے بات کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔
بہر حال کیک کاٹا گیا۔ تھوڑے سے ہی مہمان تھے۔ مہر مل کے ساتھ ہی
تھی۔ تبھی ایک بچے نے اس کے کپڑوں پر کیک لگا دیا۔ تو وہ صاف کرنے کے
لیئے اندر آگئی۔ ملازم اسے کمرہ دکھاتے چلا گیا۔

اسے اندر جاتے دیکھ ایک وجود نے اسکا پیچھا کیا۔ اور اسکے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوا۔

مہر اندر واشروم میں کیک صاف کر رہی تھی۔ وہ جب باہر آئی تو آہان شاہ کو وہاں دیکھتے چونک گئی۔

آپ۔ وہ حیرت سے اسے دیکھتی بولی۔

کسی ہو مہر۔ وہ ہلکی مسکراہٹ سے بولے جبکہ مہر نے گھبراتے کھلے دروازے کی جانب دیکھا۔ میں ٹھیک ہوں۔ وہ گھبرائے لہجے میں بولی۔

اور وہاں سے جانے لگی۔ مہر ماہ۔ تبھی اپنے نام کی پکار پر رک گئی۔ مجھے بات کرنی ہے تم سے۔

وہ مڑی۔ دیکھیں سر آپکو جو بھی بات کرنی ہے آپ پلیز باہر چل کر کر لیں۔ یہاں ایسے میں بات نہیں کر سکتی۔ وہ مضبوط لہجے میں بولی۔ بے شک وہ کم عمر تھی۔ لیکن محرم اور غیر محرم کا فرق اچھے سے جانتی تھی۔

آہان شاہ بھی اسکی بات کی گہرائی کو سمجھ گئے تھے۔ اور انہیں اچھا لگا تھا مہر کا انہیں یوں جواب دینا۔ اس سے پہلے کے وہ کچھ کہتے۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر دونوں چونکے۔ مہر کا دل دھک سے رہ گیا۔

وہ جلدی سے آگے بڑھی دروازہ کھولنے لگی۔ لیکن وہ باہر سے لاک ہو چکا تھا۔

یہ۔ یہ کھل کیوں نہیں رہا۔ وہ سہمے لہجے میں بولی۔ آہان شاہ جلدی سے آگے آئے۔

میں دیکھتا ہوں۔ وہ کھولنے لگے لیکن ناکام۔

س۔ سر یہ کھل کیوں نہیں رہا۔ مہر خوف کے زیر اثر بولی۔ آنسو خود بخود گال
بگھونے لگے تھے۔ شاید یہ باہر سے لاک ہو گیا۔
انہوں نے اس کے سر پر دھماکہ کیا۔ پلیز سرا سے کھولیں مجھے جاننا۔ باہر سب
مجھے ڈھونڈ رہے ہونگے۔ وہ روتے بولی۔

مہر پلیز رونے سے کچھ نہیں ہوگا۔ میں کوشش کر رہا ہوں۔ میں کسی کو ہیلپ
کے لیے بلالتا ہوں۔ وہ پاکٹ سے فون نکالتے بولے۔ لیکن انکا فون۔ شٹ
وہ اپنا فون باہر ہی بھول آئے تھے۔

ک۔ کیا ہوا۔ آہان سر پلیز اسے کھولیں نا مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ میرا دم
گھٹ رہا ہے۔ اس کے رونے میں تیزی آئی تھی۔

آہان شاہ اپنا نام پکارنے پر ٹھہر سے گئے۔ انہوں نے گردن موڑتے اسے
دیکھا جو خوف سے ڈری سہمی روتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے
ٹرانس کی سی کیفیت میں اسکی طرف قدم بڑھائے۔
مہرا نہیں اپنے قریب آتے دیکھ خوف سے سمٹی۔
مہر۔۔ وہ گھمبیر لہجے میں بولے۔ مجھے لگتا ہے قسمت نے مجھے اپنی بات کہنے کا
صحیح موقعہ دیا۔

مہر ماہ شاہ تم نے آہان شاہ کے دل پر قبضہ کیا ہے۔ کیا تم اس اب دل کو ہمیشہ
اپنے قبضے میں رکھنے کے لیے اس دل کی ملکہ بنو گی۔
شادی کرو گی مجھ سے۔ وہ اسکی طرف دیکھتے جزبوں سے چور لہجے میں بول
رہے تھے۔

جبکہ مہر صدمے سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا
بول رہے ہیں۔

میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں مہر۔ کیا تم میری بنوگی ہمیشہ کے لیے۔ وہ اس سے دو قدم کے فاصلے پر رکھتے بولے۔

جبکہ مہر پر جیسے دھماکے ہو رہے تھے۔ آہان شاہ اسکے بارے میں جو سوچ رہے تھے وہ ایسا کبھی سوچ بھی نہیں سکتی۔

اسنے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا۔ آنسو تیزی سے گال پر لڑکھے تھے۔
مہر پلیر وومت۔ انہوں نے اسکے آنسو صاف کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا
لیکن وہ ڈر سے پیچھے ہٹی اور سیدھا بیڈ پر جا گری۔

مہر تم ٹھیک ہو۔ آہان شاہ اسکی حالت دیکھتے پریشان ہوئے۔ وہ جھک کر اسے اٹھانے کے لیے بڑھے۔ عین اسی وقت دروازہ کھولا۔ دونوں نے سر اٹھاتے پیچھے دیکھا۔

جہاں آہان شاہ مہرماہ اور عالم کی فیملی کے لوگ کھڑے انہیں پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ حسن صاحب بے اختیار لڑکھڑائے۔

ان دونوں کی سچویشن ایسی تھی کہ کوئی بھی غلط سمجھتا۔
مہر بیڈ پر تھی جبکہ۔ آہان شاہ اس پر جھکے ہوئے تھے۔ مہر نے تیزی سے خود پر جھکے آہان شاہ کو دھکا دیا اور عائشہ کی طرف بھاگتے اسکے سینے سے لگی۔
ماما۔ کہتی وہ ہچکیوں سے رودی۔

آپ لوگ جیسا سمجھ رہے ہیں ویسا کچھ بھی نہیں ہے۔ میں آپ کو ایکسپلین کرتا ہوں۔ سب کے تاثرات پڑھتے آہان شاہ جلدی سے بولے۔
تم کیا بتاؤ گے۔ ہم سب اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ جو ہو رہا تھا یہاں۔

تمہیں شرم نہیں آہاں یہ سب کرتے ہوئے۔ اور یہ لڑکی کتنی بے شرم
ہے۔ جب گھٹیا حرکتیں ہوئے شرم نہیں آئی تو اب کاہے کارونا۔ آہاں شاہ
کی بڑی بہن تیزی سے آگے آتے بولیں۔

نہیں آپی۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔

ہم سب اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں آہاں۔ کسی بے حیا لڑکی ہے۔ کیا یہی
تربیت کی ہے اپنے اپنی بیٹی کی۔ مجھے تو اسی دن سے اسکا کردار ٹھیک نہیں لگ
رہا تھا جب آہاں نے پہلی بار بتایا تھا اسکی حرکتوں کے بارے میں۔

ابکی بار آہاں شاہ کی ماں زہرا گل رہی تھیں۔ جبکہ آہاں شاہ صدمے سے ڈھ
گئے۔ وہ اپنی ماں اور بہن کو مہرماہ کے بارے میں سب بتا چکے تھے۔ اس سے
شادی کی خواہش ظاہر کر چکے تھے۔ تو پھر وہ دونوں یہ سب کیوں۔

آغا جان کی آنکھوں کے سامنے بیس سال پرانا منظر گھوم رہا تھا۔ کیا ایک بار
پھر سے۔

مہرماہ کا وجود ساکت ہو گیا یہ سب سنتے۔ جبکہ کب سے خاموش کھڑے عالم
کی بس ہوئی تھی۔۔

بس بس کریں۔ اب اگر ایک لفظ بھی اور میری بہن کے خلاف بولا تو زبان
سلامت نہیں رہے گی۔ وہ ڈھاڑا تھا۔

ہمیں چپ کروانے سے کیا ہو گا میاں۔ سچ جو ہے وہ سچ ہی رہے گا۔ اور تمہیں
بھی یہ جو بھائی بنائے پھر رہی ہے۔ ہمیں کیا معلوم کہ تم بھائی ہی ہو یا پھر
بھائی کے نام پہ اسکے عاش۔

ابھی انکی بہن کے یہ الفاظ منہ میں تھے کہ آہان شاہ کا ہاتھ اٹھا تھا۔
بس۔ بس کریں آپی۔ خدارا بس کریں۔ اتنا بولیں جتنا کل کو برداشت کر
سکیں۔

میں کہہ رہا ہوں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سامنے کھڑی لڑکی پاکیزہ ہے جسکے
کردار کی گواہی میں قرآن پر ہاتھ رکھ کر بھی دے سکتا ہوں۔ وہ ہارے لہجے
میں بولے تھے۔

میری بیٹی ایک پاکیزہ پھول ہے۔ جسکے آس پاس مکھیاں بھن بھن کرتی رہتی
ہیں لیکن انکی پاکیزگی اور خوشبو میں پھر بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ حسن صاحب
مضبوط لہجے میں بولے تھے۔

میں صرف آپکی عمر کا لحاظ کر گیا ہوں۔ وگرنہ آپنے جو مہر اور مجھ پر کیچڑا چھالا
ہے اسکا جواب آپکو ایسا دیتا کہ آپکی سات نسلیں بھی یاد رکھتیں۔ آپکے گھر

بھی بہن ہے بیٹی ہے۔ آج کسی کی بیٹی پر الزام لگا رہی ہیں۔ کل کو اسکا انجام
اپنے گھر سے پائیں گی۔ وہ تنفر سے انگلی اٹھا کر بولا۔

اور آگے بڑھتے مہر کے وجود کو حسن صاحب سے لیتے اپنی بانہوں میں
بھرا۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ جو کچھ بھی ہو رہا تھا اسکی برداشت سے باہر
تھا۔

جسکو جو بولنا ہے بولے۔ مہر میرے لیے کل بھی بہن تھی آج بھی بہن ہے
کل بھی رہے تھے۔ گلی کا کتا بھونکتا ہے تو بھونکے۔ یہ جواب انکے منہ پر تھپڑ
مارنے برابر تھا۔

وہ ہنہ کہتی سر جھٹک گئیں۔ حسان بابا آغا جان کو پہلے ہی وہاں سے لے گئے تھے۔ عالم مہر کے ٹھنڈے پڑتے وجود کو بانہوں میں اٹھاتا تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھا۔ باقی سب بھی مردہ قدموں سے انکے پیچھے بھاگے تھے۔

جبکہ آہان شاہ دونوں ہاتھوں سے سر تھا مے گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئے۔ لاڈلے بیٹے کو یوں دیکھ ماں باپ دونوں انکی طرف بڑھے۔ وقار صاحب تو تڑپ گئے لاڈلے پوتے کو یوں دیکھ کر۔

کیوں ماں کیوں۔؟ وہ ماں کے ہاتھ جھٹکتے چلائے۔

میں آپ سے پہلے ہی مہر سے شادی کی خواہش بتا چکا تھا پھر بھی کیوں آپ دونوں نے کس چیز کا بدلہ لیا ہے اس معصوم سے۔

اس چیز کا کہ میں نے آپ کی نند سے شادی کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی پسند ظاہر کی۔ وہ روتے ہوئے بولے۔

وقار شاہ پوتے کی بات سن کر چونکہ گئے۔ جبکہ آہان کے بابا بھی غصے اور
حیرت سے دونوں ماں بیٹی کو دیکھنے لگی۔

آہان شاہ ہارے ہوئے جواہری کی طرح قدم اٹھاتے وہاں سے نکلتے چلے
گئے۔ انکی چال میں لڑکھڑاہٹ واضح تھی۔ کسی نے بھی انہیں روکنے کی
کوشش نہیں کی۔

ان ماں بیٹی نے صرف اور صرف اپنی ضد منوانے کے لیے۔ کسی پر قیامت
ڈھادی تھی۔ لیکن شاید وہ دونوں بھول گئیں کہ مکافات عمل بھی کوئی چیز
ہے۔ جو بہت جلد ان پر واضح ہونے والا تھا۔
کیونکہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔۔

:ماضی

مہر کی حالت کافی بھی تھی اسے اس حادثے سے صدمہ پہنچا تھا۔
پورا دن وہ ہو سہیٹل رہی ایک دن بعد وہ لوگ اسے گھر لے آئے۔ وہ خاموش
سی ہو گئی تھی۔۔

ناکسی سے بات کرتی نا کچھ بولتی یو نہی دو دن گزر گئے۔۔

اور دو دن بعد ایک اور قیامت اسکی منتظر تھی۔۔



آہان شاہ دو دن تک گھر نہیں گئے۔ وہ دو دن انہوں ازیت و تکلیف میں
گزارے تھے انہیں یقین نہیں ہو رہا تھا کہا نہیں جنم دینے والی ماں انکے ساتھ
ایسا کر سکتی ہیں۔۔

سڑک پر گاڑی دوڑاتے ابھی بھی وہ دودون پہلے اس منظر میں کھوئے تھے۔
سرخ ہوتی آنکھیں پھر سے جلنے لگیں تھیں۔۔ وجود کسی صحرا کی مانند تپ رہا
تھا۔

وہ بار بار آنکھیں رگڑتے آنکھوں میں چھائی دھند کو ہٹانے کی کوشش کر
رہے تھے اسی سنا میں وہ سامنے دیکھ نہیں پائے اور انکا برا ایکسیڈینٹ ہوا تھا۔



انہیں انکے کیے کی سزا مل چکی تھی آج انکا جان سے پیرا بیٹا موت کے منہ میں
پڑا تھا۔۔

پورے دودن کے بعد ڈاکٹر نے انکے خطرے سے باہر آنے کی نوید دی تھی۔

حسن صاحب جو آغا جان کے چیکاپ کے لئے آئے تھے وہ دونوں انہیں
وہاں دیکھ چوٹے تھے۔

آغا جان انکی طرف چل پڑے تو مجبوراً حسن صاحب کو بھی انکے پیچھے جانا پڑا۔
وہ لکافی دیر تک آہان شاہ کے والد اور دادا کی دل جوئی کرتے رہے۔

جب وہ واپس آنے لگے تو آہان شاہ کے والد نے انکے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔
میرا بیٹا موت کے منہ سے واپس زندگی کی طرف لوٹا ہے۔ میں شرمندہ ہو جو
کچھ بھی ہوا لیکن پھر بھی میں کہنا چاہتا ہوں آپ مہرماہ کو میرے بیٹے کے نام
کر دیں میں وعدہ کرتا ہوں اسے اپنی بیٹی جیسے رکھوں گا۔

وہ بے بسی سے بولے تھے۔

حسن صاحب نے پتھرائی نظروں سے انہیں دیکھا جبکہ آغا جان کے چہرے
پر سوچ کی پرچھائی تھی۔



آغا جان آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں۔ جن لوگوں نے میری بیٹی کے
کرداد کو داغ دار کرنے کی کوشش کی آپ چاہتے ہیں میں انکی عزت بنادوں
اسے۔ حسن صاحب ضبط کے باوجود اپنی آواز کو اونچا ہونے سے روک نہیں
پائے۔ انہیں اس بات کا ہوش بھی نہیں رہا کہ انکی آواز مہر تک بھی پہنچ رہی
ہوگی۔

گھر آتے ہی وہ آغا جان کی بات سنتے وہ ہتھ سے اکھڑ گئے۔

مجھے جو کہنا تھا میں کہہ چکا حسن یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ مہر کی شادی ہوگی تو
آہان شاہ سے اور اگر اسے انکار ہے تو۔۔

تو بولیں نا آغا جان تو۔ عائشہ بیگم لرزتی آواز میں بولیں تھیں۔

تو یہ کہ مہر اس گھر میں نہیں رہے گی۔ میں اب اسکی شکل بھی نہیں دیکھنا
چاہتا۔ مہر کو یا تو آہان شاہ سے شادی کرنی پڑے گی یا اس گھر سے جانا ہوگا۔

انکی آواز سخت تھی اس حد تک کہ وہاں کھڑے سب کانپے تھے۔

آخر کس بات کی سزا دے رہے ہیں آپ اس معصوم کو آغا جان خدا کے لیے
آغا جان بس کر دیں۔ بیس سال پہلے جو بھی ہوا دوبارہ مت دوہرائیں۔ آپ نے
اپنی بیٹی پر یقین نہیں کیا لیکن مجھے اپنی بیٹی پر پورا یقین ہے۔ میری بیٹی کو مجھ
سے دور مت کریں میں آپ کے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر روتیں
انکے قدموں میں گری تھیں۔ آج شاید زندگی میں پہلی بار عائشہ بیگم
آغا جان کے سامنے بولیں تھیں۔ انھیں ماضی کا دردناک حوالہ دیا تھا۔

آغا جان ایسے مت کریں۔ ہماری مہر کی عمر ہی کیا ہے۔ آپ کیوں اسے ہم
سب سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ چھوٹی سی بات کو زندگی بھر کا پچھتاوا کیوں بنا
رہے ہیں۔ حسان بابا انکے سامنے آتے بولے تھے۔

اگر کوئی چپ تھا تو حسن صاحب انکی نظریں دھلیز پر کھڑی اپنی بیٹی پر
تھیں۔ جو بے حس و حرکت۔ بس آغا جان کو دیکھ رہی تھی۔

اپنے بابا کی آواز سنتی وہ ننگے پاؤں دوڑتی نیچے آئی تھی۔ لیکن اپنی زندگی کا ایسا
فیصلہ سنتی وہ وہیں ٹھہر گئی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ماما کس کی بات کرتی
ہیں۔ کیا آغا جان کی کوئی بیٹی بھی تھی۔ اور انکی کسی غلطی کی سزا اسے کیوں
مل رہی ہے۔

وہ آگے بڑھی۔ سب نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ لیکن اسکی نظریں آغا جان
پر ٹکی تھیں۔

وہ انکے مقابل آئی۔

میں نہیں جانتی آپکو مجھ سے اتنی نفرت کیوں ہے۔ کیوں آپ میری صورت
دیکھنے کے روادار نہیں۔ کیوں بچپن سے لے کر اب تک اپنے کسی اور کی

غلطی کی سزا مجھے دی ہے۔ میں نے آج تک پوچھا بھی نہیں۔ آج دل کر رہا ہے پوچھوں

کیوں۔۔؟ کیوں آخر آپ میرے وجود سے انکاری ہیں۔ لیکن میں پوچھوں گی نہیں۔

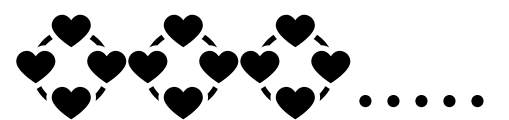
آج ابھی اسی وقت سے میں مہرماہ شاہ ذوالفقار شاہ سے وعدہ کرتی ہوں میں مرتے دم تک انھیں اپنی شکل نہیں دکھاؤں گی۔ یہ پکاریں گے تب بھی نہیں۔

لیکن میری ایک شرط ہے۔ آپ کو میرے وجود سے نفرت ہے۔ ناکہ اپنے بیٹے کی۔ تو خدا را انہیں انکا باپ لٹا دیں۔ میں نہیں جانتی بیس سال پہلے کیا ہو ا ہے۔ لیکن میں اپنے باپ کو جانتی ہوں وہ تنہائیوں میں چھپ چھپ کے روتے ہیں۔ وہ اپنے باپ کی شفقت کو ترستے ہیں۔ جنھیں آپ میری بدولت نفرت میں بدل رہے ہیں۔ لوگ چاہئے سو سال کی عمر بھی جی لیں لیکن انھیں زندگی کی آخری سانس تک ماں باپ چاہیئے ہوتے ہیں۔ آپ میرے

بابا کو اپنی نفرت سے انھیں ماضی کے کسی ان دیکھے پچھتاوے سے آزاد
کر دیں۔ جو ناسور بن رہے ہیں۔

وہ بے تاثر لہجے میں بول رہی تھی۔ لیکن پھر آخر میں اسکی آواز لرز گئی۔
باقی سب بے یقینی سے اسے دیکھ سن رہے تھے۔ کہ آیا یہ وہی مہر تھی جو ذرا
سی چوٹ لگنے پر چیخ چیخ کر گھر سر پر اٹھا لیتی تھی لیکن آج اپنی زندگی کی اتنی
بڑی۔ چوٹ پر آنکھ سے ایک آنسو بھی نہیں نکلا۔

وہ مڑی اور ماما کو اٹھایا۔ ایک ہاتھ اپنے بابا کی طرف بڑھایا۔
میں کل صبح یہاں سے چلی جاؤں گی۔ امید ہے اجکی رات آپ میرا یہ ناقابل
وجود برداشت کر لیں گے۔ بے تاثر لہجے میں انھیں کہتی ایک ہاتھ ماما کا جبکہ
دوسرا ہاتھ بابا کا تھام رکھا تھا۔



اپنے کمرے میں آتے اسنے بیڈ پر دونوں کو بٹھایا۔ جو آنسو لیے اسے دیکھ
رہے تھے۔ اور خود بیڈ کے پاس نیچے بیٹھتے۔ دونوں کے بیچ گود میں سر رکھ
دیا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

بابا میں بچپن سے دیکھتی آئی ہوں۔ وہ ہمیشہ آپ سے زیادتی کر جاتے ہیں
صرف اور صرف میری وجہ سے اور میں یہ اب برداشت نہیں کر سکتی۔ آخر
کب تک آپکو ہماری وجہ سے انکی باتیں سننی پڑیں گی۔ ہم نے دیکھا ہے آپکو
رات رات بھر جاگتے۔ انکی فکر میں گھلتے۔ پلیز بابا ہمیں جانے دیں۔ ہم
یہاں رہے تو گھٹ گھٹ کر مر جائیں گے۔ وہ سسکتی بولی۔

حن صاحب صرف اسکے باپ نہیں اسکے دوست۔ استاد۔ بابا۔ سب کچھ
تھے۔ اسے اسکی ماں سے زیادہ باپ نے پالا تھا۔ راتوں کو اٹھا اٹھا کہ اسے
بھلایا تھا۔ ساری ساری رات اسے آغوش میں بھر کے سولایا تھا۔ اسکی ذرا سی

چوٹ پر خود تڑپ اٹھتے تھے۔ وہ۔ تو پھر وہ کیسے انھیں یوں روز روز تکلیف میں دیکھ سکتی تھی۔

اور تم تمہارے ساتھ جو زیادتی آج تک کرتے آرہے ہیں وہ۔
حسن صاحب کی لرزتی آواز پر اسنے سراٹھایا۔

اور تلخی سے مسکرائی۔ وہ میرا نصیب تھا بابا۔۔ آپ ہی تو کہتے ہیں جو تکلیف نصیب میں لکھی ہو وہ مل کر ہی رہے گی۔

ماں۔ بابا۔ اسنے باری باری دونوں کے ہاتھ چومیں۔ آپکی مہر بہت سٹرونک ہے۔ اس دنیا سے لڑ سکتی ہے۔ اس دنیا میں رہ سکتی ہے۔ آپ میری فکر مت کیجئے۔ آپ دیکھئے گا۔ ایک دن آپکو مجھ پر فخر ہوگا۔ وہ ہلکا سا مسکراتے بولی۔
عائشہ بیگم ابھی تک خاموش تھیں۔ ماما مہر نے انکا ہاتھ ہلایا۔

تم تو رہ لو گی مہر۔ لیکن تمہاری ماں مر جائے گی تمہارے بغیر۔ جہاں جانا ہے مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ میں اپنی بیٹی کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میرا کل اثاثہ کو

تم۔ میری زندگی کی میراث میرا کلیجہ پھٹ جائے گا مہر۔ میں تمہیں خود سے دور نہیں کر سکتی۔ وہ اسے خود میں بھینچھے سک سک کر رو دیں۔

تم کیا چاہتی ہو عائشہ ہماری بیٹی ساری زندگی ایک ان چاہے وجود کے ساتھ گزار دے۔ یا نفرت سہتے سہتے۔ عائشہ ہم اتنے کم ظرف تو نہیں کہ اپنی بیٹی کو ایک ایسے ماحول میں پروان چڑھائیں جہاں اسکے وجود کی نفی کی جاتی ہو۔ یقین کرو عائشہ اس سے پہلے کہ تم مہر کا چہرہ دیکھنے کو بھی ترسو کچھ وقت کے لیے اسے خود سے دور کرنے کا حوصلہ لاؤ۔ حسن صاحب نرمی سے انہیں سمجھاتے بولے۔

رات کے بارہ بجے تک وہ سب کو منا چکی تھی۔ اور اب وہ عمل کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔ جب عالم اور انوشے بھاگتے بھاگتے آئے تھے۔

مہر یہ سب کیا سن رہے ہیں۔ یہ مذاق ہے نا۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ تو کہیں
نہیں جا رہی نا۔ وہ دونوں حواس باختہ سے بول رہے تھے۔ رمل خاموشی سے
اٹھ کر باہر چلی گئی۔

وہ سر جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔

میں جا رہی ہوں تاکہ اپنے وجود کی تلاش کر سکوں۔ خود کو تلاش کر سکوں۔
کہ کیوں آج تک انہوں نے میرے وجود کی نفی کی ہے۔ میں چاہتی ہوں انہیں
احساس ہو ایک دن کہ انہوں نے کیا کھویا ہے۔

وہ آہستہ سے بولتی رہی اور وہ دونوں خاموش سنتے رہے۔

انوشے زار و قطار رو رہی تھی۔ جبکہ عالم خاموش۔ تھا شاید وہ سمجھ رہا تھا کہ

مہر کا اس وقت یہاں سے جانا ہی مناسب ہو گا۔ وہ چپ چاپ اس کے کندھے

سے سر ٹکا گئی۔ ایک سائیڈ انوشے جبکہ دوسری سائیڈ مہر تھی۔



سب خاموشی سے بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ اتنا بڑا فیصلہ کر تو لیا لیکن مہر نے جانا کہاں ہے۔

اس خاموشی نے ارتعاش پیدا کیا تھا۔ بھاری بوٹوں کی آواز نے۔ مہر سمیت سب نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔

عالم اور انوشے کھڑے تھے۔ لیکن سب کو حیران کرنے والی بات انکے ہاتھ میں پکڑے سوٹ کیس تھے۔

عالی۔ انویہ سب کیا ہے۔ مہر جلدی سے انکے پاس آتی بولی۔ جانے کی تیاری۔

کہاں جانے کی تیاری۔۔۔؟ وہ پریشان تھی۔

کینیڈا۔ عالم نے اس کے سامنے پاسپورٹ لہرائے تھے۔

عالم کیا بول رہا ہے۔

مہر تجھے یاد ہے ہماری یونی میں لاسٹ ٹائم سب سے کچھ فارمز فل کروائے
تھے۔ کسی بھی کنٹری کی ہائیر سٹڈی کے لیے۔ وہ ہم تینوں نے بھی فل کیے
تھے۔ دو ہفتے پہلے ہی ہمیں انکا کنفرمیشن آیا تھا۔ لیکن ہم لوگوں نے اسے
اگنور کر دیا تھا۔

ہاں۔ عالم کے یاد کرنے پر وہ بولی۔

تو بس یہ کہ میں نے وہ کنفرم کر دیا۔ اب بس فائنل روک کے لیے ہمیں لاہور
جانا ہے۔ اور دو دن کے اندر ہم کینیڈا میں۔

انوشے مزے سے بولی۔ تو مہر نے کھلے منہ سے دونوں کو دیکھا۔

کیا بکواس کر رہے ہو تم دونوں کہیں نہیں جا رہے۔ میری وجہ سے۔۔

تیری وجہ سے نہیں اپنی وجہ سے ہمیں بھی تو آگے سٹڈیز کنٹینیو کرنی ہوں نا
تو بس۔ میرا تو پہلے ہی یہ کنفرم تھا۔ عالم اسکی بات کاٹا بول۔

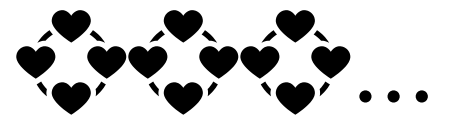
ہاں مہر تجھے یاد ہے نا مجھے بھی باہر۔ پڑھنے کا ہمیشہ سے شوق تھا۔ اور ماما بابا کو
کوئی اعتراض نہیں۔

ہاں بلکل میرے پیرینٹس تو ویسے ہی مجھے بھیجنے والے تھے۔

صبح چار بجے وہ لوگ لاہور کے لئے نکلے تھے۔ آغا جان کے سوا سب ساتھ جا رہے تھے۔ جانے سے پہلے آغا جان اس کے سامنے کھڑے تھے۔

میں جارہی ہوں شاید ہمیشہ کے لیے۔ لیکن آج میں یہاں سے ایک خواہش لے کر جارہی ہوں کہ آپ ذولفقار شاہ کا مجھے پکاریں لیکن میں لوٹ کر نا آؤں۔ وہ بولی تو عام سے لہجے میں تھی لیکن اس کے الفاظ۔ ان کے چہرے پر سایہ سالہرا یا۔

وہ آہستہ سے بول رہی تھی۔ پیچھے کھڑے وہ لوگ اسے سن نہیں پائے۔



وہ لاہور آئے تھے سارا دن انہیں وہیں لگاتار وہ لوگ حسن صاحب کے
کسی دوست کے گھر رہے تھے دوسرے دن رات تک انکی ٹکٹس کنفرم ہو
چکی تھیں۔

وہ لوگ انیرپورٹ پر کھڑے تھے۔

آئی ول مس یو۔ وہ بڑی ماما اور بابا سے ملتی بولی۔

رمل آپی آپکو سب سے زیادہ مس کروں گی۔ سپیشلی آپکی ڈانٹ کو وہ بھرائی
آواز میں بولی۔ رمل اسکے کے لیے دوسری ماں جیسی تھی۔ وہ اس سے ملتی
پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

عائشہ ماما اور بابا سے ملتی وہ رومی نہیں بلکہ مسکرا رہی تھی۔ لیکن آنکھوں میں
آنسو چمک رہے تھے۔ اپنی ماما کا تھا چومتے اسنے سب کو بائے کیا۔

انوشے اور عالم بھی سب سے ملتے بائے کہتے اسکے ساتھ ہی اندر داخل ہوئے
تھے۔

اور ایسے دودن کے اندر وہ کینیڈا میں تھی۔ اڑتالیس گھنٹوں میں اسکی پوری
زندگی بدل چکی تھی۔ وہ اب تک بے یقین تھی۔ جانے اب زندگی کونسا موڑ
لینے والی تھی۔

: ماضی

: پانچ سال بعد

کینیڈا کے شہر ٹورنٹو میں اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے۔
ٹورنٹو یونیورسٹی میں کسی پارٹی کا سماں تھا۔ ہر طرف شور گہما گہمی تھی۔ ہر
کوئی خوشی سے پاگل ہو رہا تھا۔ آج ان لوگوں کی پانچ سال کی محنت رنگ

لائی تھی۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے خوابوں کو سچ کر لیا تھا۔ ڈاکٹر زکورت
پہنے ہر کوئی ادھر سے ادھر چہچہا رہا تھا۔

ایسے میں وہ دونوں قدرے سائیڈ پہ ہو کے سکاٹپ پر بات کر رہیں
تھی۔ کبھی اپنے سر ٹیفلیٹ کارڈز دکھاتیں تو کبھی اپنے پرائیزز۔ وہ دونوں
اب سے پوری طرح سے ڈاکٹر کے نام سے جانی جائیں گی۔ یہ خوشی ہر چیز پر
بھاری تھی۔

مہر سائیکولوجی کی سپیشلسٹ جبکہ انوشے گائینا کالوجسٹ بن چکی تھی۔



ماما مجھے بالکل یقین نہیں ہو رہا میں۔ مہر ماہ شاہ ڈاکٹر بن چکی ہے۔ آپ کو پتا ہے
جب مجھے پکارا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر مہر ماہ شاہ مجھے تو بالکل یقین نہیں ہو رہا تھا۔ وہ
کبھی ہستی تو کبھی رو دیتی۔

ہاں بلکل آ نئی آپ کو پتا ہے۔ یہ سن بیٹی آنکھیں پھاڑے بس دیکھے جارہی
تھی۔ انوشے ہستی بولی۔ اس وقت دونوں کی فیملیز سکاٹپ پر تھیں۔ جبکہ
عائشہ بیگم نم آنکھوں سے ہس دیں۔

اوکے ماما بابا۔ بعد میں بات کرتے ہیں۔ لو۔ یو۔ مس یو۔ بائے بائے۔ اپنی
فرینڈز کو اس طرف آتے دیکھ جلدی سے بائے بولا تھا۔
وہ لوگ فرینڈز سے باتوں میں مصروف تھیں جب جیکلین انکی فیلو جو یہیں
کی رہنے والی تھی اسکی آواز پر چونکیں۔۔ جو کہ رہی تھی۔

My my my..He is too hott .do you know
who is he.

وہ ان دونوں سے پوچھ رہی تھی۔ دونوں نے اسکی نظروں کے تعاقب میں
دیکھا تو مسکرا دیں۔

اسکی حالت قدرے بکھری ہوئی تھی۔ شرٹ کے اگلے دو بٹن کھلے
تھے۔ بلیزر ہاتھ میں تھا۔ بال بھی ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ سیاہ آنکھیں
تھکی تھکی سی تھیں۔ لیکن پھر بھی وہ بقول لڑکیوں کے ہینڈ سم لگ رہا
تھا۔ بلکہ اور زیادہ لگ رہا تھا۔

عالم کو دیکھتے انہوں نے مسکراہٹ دبائے کیونکہ وہ انھی کو دیکھ کر انکی طرف
آ رہا تھا۔ پچھلے پانچ سال میں وہ اس کے لیے ایسے جملے سننے کی عادی ہو چکی
تھیں۔

وہ واقعی اس تعریف کے قابل بھی تھا۔

Hey handsome--

وہ جیسے ہی پاس آیا تو جیکلین جلدی سے ہاتھ آگے بڑھاگی۔ اسنے بے چارگی سے ان دونوں کودیکھا۔ وہ جب بھی وہاں آتا انکی دوستیں اسے ایسے ہی گھیر لیتی تھیں۔

Hyy.

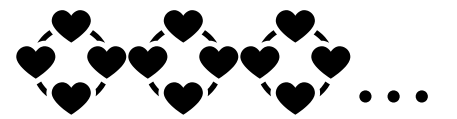
چار وناچار وہاتھ ملانا پڑا۔ کیونکہ وہ جس ملک میں تھے وہاں یہ سب عام سے بھی زیادہ عام تھا۔ لیکن پھر بھی وہ تینوں اس ملک کے عادی نہیں ہو پائے۔

باہر آتے ہی دونوں نے زوردار قہقہہ لگایا۔ کیونکہ جیکلین تو چڑیل کی طرح اس سے چمٹ ہی گی تھی۔ بمشکل اس سے جان چھڑواتا۔ وہ دونوں کو زبردستی لے آیا۔ اور اب وہ ہسی جارہی تھیں۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے عالم نے گھور کر دونوں کودیکھا۔ لیکن وہ ڈھیٹ بنی ہستی رہیں۔

تم لوگ چلو میں کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔ آج پارٹی کرتے ہیں۔ دونوں کے
بلڈنگ کے پاس ڈراپ کرتے عالم بولا۔ تو وہ سر ہلاتی چلی گئیں۔

آج کا دن تو بہت زیادہ تھکانے والا تھا یار۔ قسم سے پاؤں جواب دے گئے
میرے تو۔

انوشے صوفے پر گرتے بولی۔ جبکہ مہر اور آل رکھتی کچن میں چلی گئی۔ اسے
اس وقت کافی کی طلب تھی۔ وہ چاہے جتنی بھی تھکی کیوں ناہوتی سب سے
پہلے اتے کافی ہی پیتی تھی۔



وہ لوگ پانچ سال سے یہیں رہ رہے تھے۔ یہ چھوٹے سے فلیٹ تھے۔ جو
بلکل ساتھ ساتھ تھے۔ تیسری بلڈنگ میں دو فلیٹ جو ایک عالم نے جبکہ

دوسرا مہر اور انوشے نے لیا تھا۔ یہ فلیٹ انھیں ایمر جنسی میں ملے تھے جو
انوشے کی دور کی پھوپھو جو یہاں ہی رہتی تھیں انہوں نے ارتجج کروائے
تھے۔

شروع میں انھیں یہاں بہت برا بلیم ہوئی تھی۔ انکا دل نہیں لگ رہا تھا۔ مہر کو
تو ہفتوں تیز بخار تھا اس حد تک کہ وہ بستر سے اٹھ نہیں پار ہی تھی۔ اس کے
ساتھ ہمیشہ ہی ایسے ہوتا تھا کہ اگر وہ کہیں باہر جاتی تو ہمیشہ بیمار پڑ جاتی
تھی۔ اسے گھر والوں کی شدت سے یاد آرہی تھی۔ وہ کبھی بھی ان سے دور
نہیں رہی۔ اور پھر آج اتنی دور تو وہ کیسے ٹھیک رہتی۔ انوشے کی بھی طبعیت
خراب ہونے لگی تھی۔ وہ دونوں ہی ماں باپ کی اکلوتی لاڈلیاں
تھیں۔ جنہوں نے تو کبھی اکیلے گھر سے قدم نہیں نکالا تھا۔

گھر والوں نے انھیں بہت کہا واپس آنے کو لیکن وہ نامانی۔

انوشے دو سال پہلے پاکستان گئی تھی ویکیشنز پر جبکہ مہر بہانے سے ٹالتی ہی رہی۔

مہر کو یہی غم کھائے جا رہا تھا کہ عالم اور انوشے بھی اسکی وجہ سے سب سے دور ہو گئے۔ جبکہ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ عالم کا تو ویسے بھی یہاں آنے کا پلین تھا۔ اور انوشے نے بھی سپیشلسٹ کے لیے یہاں کا ہی سوچ رکھا تھا۔ لیکن وقت سے پہلے یہاں آنا ایسا انہوں نے نہیں سوچا تھا۔

لیکن وہ دونوں کبھی بھی مہر کو ایسی حالت میں اکیلے نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ دوستی کا حق ادا کیا تھا ان دونوں نے۔ اس لیے تو آج وہ دونوں اسکے ساتھ سب سے دور سات سمندر پار بیٹھے تھے۔

یہی تو اس رشتے کی خاصیت ہے۔ یہ رشتہ ہر رشتے سے انمول ہوتا ہے۔ دوستی ہر رشتے کو سمیٹ لیتی ہے۔ انوشے اور عالم نے یہ ثابت کر دیا

تھا۔ کہنے کو ہی نہیں وہ تینوں واقعی جان بھی دے سکتے تھے ایک دوسرے کے لیے۔

: وہ کہتے ہیں نا

دوستی سمیت لیتی ہے زمانے بھر کے رنج و غم سنا ہے یارا تجھے ہوں تو " "کانٹے بھی نہیں چھبنے دیتے۔"



وہ دونوں عالم کے انتظار میں بیٹھیں تھیں جب بیل ہوئی۔
انہیں لگا عالم ہی ہو گا۔ انوشے جوا بھی چینج کر کے آئی تھی۔ ڈھیلے سے ٹروازر
شرٹ میں تھی۔ دروازے کے طرف بڑھی۔ اسنے جیسے ہی دروازہ کھولا تو وہ
گھبرا گئی۔ تھوک نکلتے اسنے مہر کو دیکھا۔

کیا ہوا کون ہے۔ وہ اسے دیکھ خود ہی آگئی۔ لیکن سامنے ہی عارض کو دیکھ
اسکے ماتھے پر بل پڑے۔ انوشے کو پیچھے کرتی۔ وہ اسکے سامنے آئی۔

Any problem..?

..آبرو اچکاتے اس سے پوچھا

نہیں وہ ایجلی میں تم دونوں کو گانگریٹس کرنے آیا تھا۔ وہ بولا۔
تم ہمیں ہفتہ پہلے ہی کر چکے ہو۔ وہ ہفتہ پہلے کاڈنریاد کر واتی بولی۔
اوکے بٹ آج تو تم لوگوں کو آفیشنلی پروناونس کیا ہے۔ اس لیے میری
طرف سے چھوٹا سا گفٹ۔ وہ چاکلیٹس کا ڈبہ آگے کرتا بولا۔
نہیں چاہیے تھینکیو۔ مہر نے صاف انکار کیا۔
انوشے خاموش تماشا بنی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

پلیز میں بہت پیار سے لایا ہوں۔ وہ بظاہر مسکراتے لیکن دانت پیستے بولا۔ آپکو
فی چاہیے لیکن انھیں تو چاہیے ہو گا۔ وہ انوشے کو دیکھنے کی ناکام کوشش
کرتے بولا۔ کیونکہ مہر آگے کھڑی تھی۔

اسے بھی نہیں چاہیے۔ اب تم جا سکتے ہو۔ گڈ نائٹ۔
مہر نے اسکے۔ منہ دروازہ بند کر دیا۔ گہری سانس چھوڑتے خود کونار مل کیا
ورنہ ڈر تو وہ بھی گی تھی اندر سے۔

ہے ریلیکس چلا گیا وہ۔ ڈونٹ وری میں ہونا۔ وہ انوشے کو ساتھ لگاتی بولی۔

عارض انوشے کی دور کی پھوپھو جو پچی بلڈنگ کے فلیٹ میں رہتی تھیں۔ انکی
فرینڈ کا بیٹا تھا۔ وہ بھی پاکستان سے تھا۔

وہ پھوپھو کے ساتھ والے فلیٹ میں رہتا تھا۔ انتہا کا آو باش قسم کا لڑکا تھا۔
ایک کمینگی سی اسکے چہرے پر ٹپکتی تھی۔ اور جس ملک میں وہ رہتا تھا وہاں پر تو
ویسے ہی یہ سب عام تھا۔ لیکن کسی مسلم لڑکی کے لیے نہیں۔

پہلی بار سے جب اس نے ان دونوں کو دیکھا تھا۔ پیچھے ہی پڑ گیا تھا۔ مہر تو پھر بھی
تھوڑی مضبوط تھی۔ وہ اسے ٹکاسا جواب دیتی تھی۔ اس لیے اسکا سارا فوکس
اب انوشے پر تھا۔ جو اسے دیکھتے ہی ڈر جاتی تھی۔

کیونکہ وہ کچھ ماہ پہلے ہی لڑکی سے بد تمیزی کرنے پر جیل میں رہ کر آیا
تھا۔ کیونکہ یہ پاکستان تو تھا نہیں۔ یہاں پر لڑکی کو ایسی ویسی نظر سے دیکھو
گے بھی تو بس ایک فون پر پولیس ہڈیوں کا سورمہ بنا دیتی تھی۔ اس لیے وہ
تھوڑا محتاط تھا۔

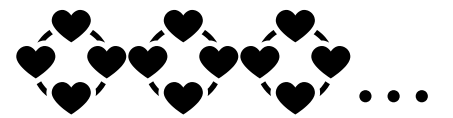
اور مہر اور انوشے ریلیکس تھیں۔ انہوں نے عالم کو بھی اس بارے میں بتایا
تھا۔ عالم نے پولیس میں کمپین کرنے کا بولا۔ کیونکہ وہ مستقل دونوں کو

ہر اس کر رہا تھا۔ لیکن وہ دونوں کسی جھمیلے میں نہیں پڑنا چاہتی تھیں۔ اس لیے عالم کو روک دیا۔

کم از کم اس ملک میں تو عارض کو کسی سے زبردستی کرنے یا ہر اس کرنے ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ کیونکہ اسکی لکس اچھی تھیں یہاں کی لڑکیاں کے لیے تو یہ سب عام ہی تھا۔

لڑکیاں اسخی لکس پر ہی پگھل جاتیں۔

لیکن مہر اور انوشے کو وہ بھی ان پانچ سالوں میں جان گیا تھا کہ وہ ایسی لڑکیاں تو بالکل نہیں ہیں۔



تھوڑی دیر بعد ہی عالم آگیا تینوں نے مل کر ڈنر کیا۔ مہر اور انوشے کے لیے
عالم نے ایک نینی بھی ڈھونڈتی تھی جو آج کل چھٹیوں پر تھی۔ وہ عمر رسیدہ
خاتون تھیں۔ انکے پاس ہی رہتی تھی۔ لیکن وہ اب کچھ دنوں کے لیے
چھٹیوں پر تھیں۔



عالی اب تو اتنا بڑا بزنس مین بن گیا ہے۔ اب تو کر لے شادی۔ یہ ناہو میں
تیری شادی سے پہلے ہی مر جاؤں۔
ہائے پھر کیا ہو گے بے چاری کو کتنا شوق تھا میری شادی کا۔ یہ ناہو پھر عمر
بھر کنوارے ہی پھرو۔
انوشے کافی کے آپ لیتی بولی۔

عالم ایک کامیاب بزنس مین کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ان پانچ سالوں میں
اسنے اتنی ترقی کی تھی کہ اب تو وہ دوسری کنٹری میں بھی اپنے بزنس کی برانچ
اوپن کرنے والا تھا۔

تجھے اتنا شوق ہے تو خود کر لے۔ ویسے ہی ہر وقت دماغ ہی چاٹتی رہتی ہے۔
لیکن عالی اس بے چارے کے بھی تو نصیب ہی پھوٹیں گے جس سے یہ
شادی کرے گی۔ مہر اسکی بات کاٹتی بولی۔
ہاں بات تو سہی ہے عالم نے اسکی بات پر سر ہلایا۔

انوشے نے کشن اٹھا کر ان دونوں کو مارا۔ شرم تو نہیں آتی تم دونوں کو۔ مجھے
کہہ رہے ہو اور خود اپنی شکلیں دیکھیں ہیں۔
عالم صاحب آپکو لڑکی دے گا کون۔ شکل تو دیکھو پہلے۔

اور مہر میڈم جیسی آپکی حرکتیں ہیں۔ آپکے ساتھ کس کا گزارا ہوگا۔ اسکے تو نصیب ہی پھوٹیں گے۔ وہ دانت پیستی بولی۔

عالم تو ہنس رہا تھا۔ جبکہ مہر نے اپنا بازو سہلاتے اسے گھورا۔
دفع ہو مر جاتاوانو۔ وہ پیر پٹکتی چلی گی۔ پیچھے وہ دونوں ہنس دیئے۔
کیونکہ وہ آج بھی نہیں بدلی تھی۔ وہ تینوں انتہاء کے شرارتی تھے۔ لیکن مہر
ان سب سے زیادہ شرارتی تھی۔ اس لیے تو وہ ٹیچرز کی بھی فیورٹ
تھی۔ کیونکہ وہ ہمیشہ سب کو ہسادیتی۔ شرارتیں کرتی رہتی۔ وہ اکیس سال
کی کہیں سے لگتی ہی نہیں تھی۔

کیونکہ عمر بچنے کو ختم نہیں کرتی بلکہ حالت کر دیتے ہیں۔

:ماضی

کہتے ہیں جیسے جیسے وقت گزرتا ہے لوگ بھی آگے بڑھ جاتے ہیں لیکن آہان شاہ کے لیے یہ بات اسکے برعکس ثابت ہوئی تھی۔ انکے لیے تو وقت جیسے رک گیا تھا۔ ہر کوئی آگے بڑھ گیا تھا۔ لیکن آہان شاہ آج بھی وہیں تھے جہاں کل کھڑے تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ کل انکے آس پاس مہرماہ شاہ کا احساس تھا لیکن آج وہ تنہا تھے۔

پانچ سال گزر گئے لیکن انکے لیے تو جیسے صدیاں گزر گئیں تھیں۔ مہر کو دیکھے ہوئے۔ لاکھ وہ جھٹلاتے لیکن وہ آج بھی مہر کو بھلا نہیں پائے تھے۔ ایکسٹینٹ میں انھیں گہری چوٹیں آئی تھیں۔ ٹھیک ہوتے کم از کم انھیں سال لگ گیا تھا۔ لیکن اسکے بعد انکے لیے یہ بات کسی صدمے سے کم نہیں تھی کہ اتنا سب ہونے کے بعد بھی انکے گھر والے مہر کو انکے لیے کیسے مانگ سکتے ہیں۔

وہ خود مہر کے یہاں سے جانے کا قصور وار سمجھ رہے تھے۔
کہ کہیں نا کہیں آج انکی وجہ سے مہر سب سے دور تھی۔

پچھلے چار سال سے وہ گھر نہیں گئے تھے۔ اپنی ماں اور بہن کی ناشکل دیکھی نا
انہیں اپنا چہرہ دکھایا تھا ان چار سالوں میں۔ باپ اور دادا سے تو وہ کبھی نا کبھی
مل ہی لیتے۔ وہ اپنے الگ فلیٹ میں رہتے تھے۔ انکے فلیٹ سے کچھ دور ایک
چھوٹا سا پارک تھا جہاں وہ روز شام آتے تھے۔



روز کی طرح آج بھی انہیں دور سے دیکھ کر وہ خوش ہو گئی۔ تین سال سے وہ
انہیں دیکھتی تھی روز اسی جگہ پہ۔ انجانے میں وہ اس انجان شخص کی محبت
میں مبتلا ہو گئی تھی۔

زارا یہاں سے بہت دور رہتی تھی لیکن روز اس شخص کی طرف ایک جھلک
دیکھنے کے لیے آتی تھی۔ تب سے جب سے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ اسنے

سوشل میڈیا پر ہر جگہ انہیں فالو کیا تھا۔ ریکویسٹ بھیجی تھی لیکن شاید وہ زیادہ سوشل نہیں تھے۔ لیکن وہ مایوس نہیں ہوئی۔ ہر روز وہ انہیں دیکھنے یہاں آتی۔

ایک دن وہ ہمت جھٹاتی ان سے بات کرنے پہنچ گئی۔ پہلے پہل تو وہ اسکی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ چپ رہتے یا اٹھ کر چلے جاتے۔ لیکن کب تک انہوں نے آخر اسکی فرینڈ شپ ایکسیپٹ کر لی۔

کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔۔؟ اپنے پیچھے سے آتی نسوانی آواز سن کے چونکے۔ وہ خود ہی سامنے آ گئی۔ انہوں نے صرف ایک نظر اسے دیکھا اور اثبات میں سر ہلا گئے۔

وہ انجان نہیں تھے اسکے جذبات اور آنکھوں کی چمک سے۔ آخر خود بھی تو
یکطرفہ محبت کے قرب سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے اپنا ماضی کھول کر
زرا کے سامنے رکھ دیا تھا۔ لیکن اسکے قدم پھر بھی پیچھے نہ ہٹے۔

روز کی طرح آج بھی اسنے خود ہی بات کرنے میں پہل کی۔ ادھر ادھر کی
باتیں کرتے وہ خود ہی چپ ہو گئی۔

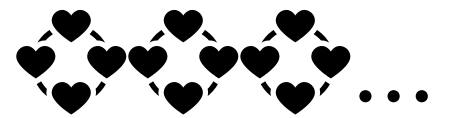
آہان شاہ نے اسے ایک نظر دیکھا۔ وائٹ کرتے کے ساتھ جینز پہنے گلے میں
سکارف لٹک رہا تھا۔ سانولی رنگت پر تیکھے نقوش وہ بلاشبہ خوبصورت تھی
اور خود میں کشش رکھتی تھی۔

کیا ہوا۔ وہ انکی نظریں خود پر پا کر کنفیوز ہو گئی۔
اچھی لگ رہی ہو۔ وہ عام سے لہجے میں بولے۔

لیکن بال پیچھے کرتے زارا کے ہاتھ ساکت ہوئے اسکے لیے یہ الفاظ عام نہیں
تھے۔ پچھلے تین سال میں پہلی بار انہوں سے اسکے لیے کوئی ایسا جملہ بولا
تھا۔ وہ دھیمے سے مسرائی۔ شکریہ۔۔

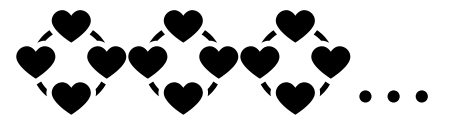
زارا۔ وہ اچانک اسے مخاطب کر بیٹھے۔ زارا کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔
جی۔۔؟

شادی کرو گی مجھ سے۔۔۔؟ وہ اسکے چہرے پر نظریں ٹھہر کر بولے۔
جبکہ زارا کی ڈھڑکن سست ہو گئی۔ یوں جیسے ابھی بند ہو جائیں گی۔ اسنے بے
یقینی سے سامنے بیٹھے انسان کو دیکھا۔ آیا اسنے وہی کہا جو اسنے سنا۔ کیا اسے اتنی
آسانی سے اسکی محبت مل گئی۔ کیا کسی کو چاہنا اور پالنا اتنا ہی آسان ہوتا ہے۔ وہ
اب تک بے یقین تھی۔



چھوٹی ماما آپ پھر سے رورہی ہیں۔۔ انکی طبعیت اب اثر خراب رہنے لگی
تھی۔ رمل انکی دیکھتی تاسف سے بولی۔ وہ انھیں چائے دینے آئی تھی۔ لیکن
روز کی طرح انھیں مہر کی تصویر سے باتیں کرتے اور روتے دیکھا اسکا دل
کر لایا۔ ماں تو آخر ماں ہوتی ہے۔

انکی منتوں مرادوں سے لی گئی تن تنہا وارث پچھلے پانچ سال سے پردیس بیٹھی
تھی۔ انہیں کیسے سکون آ جاتا۔ کتنی بار وہ مہر سے کہہ چکی تھیں اب تو آ جاو
واپس۔ لیکن اسنے سے جیسے یہ قسم کھائی تھی کہ ابکی بار نہیں لوٹوں گی۔



کھانے کے ٹیبل پر اس وقت خاموشی چھائی تھی۔ یہ خاموشی تو پچھلے پانچ سال سے تھی۔ مہر کے جانے بعد تو جیسے انکا گھر سنسان ہو گیا تھا۔ وہ ہوتی تو ہر وقت ادھم مچائے رکھتی تھی۔ لیکن اب۔

آغا جان نے سب کو ایک نظر دیکھا انکی ضد نے انکے گھر کو کیا سے کیا بنا دیا۔ انکے بچوں کے چہرے پر سے مسکراہٹ چھین لی۔

عائشہ بیگم نے انہیں سرے سے مخاطب کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ باقی سب بھی چپ سادھ لی تھی۔ وہ کھانا ختم کرتے خاموشی سے اٹھ گئے۔ یہ سب انکا اپنا کیا دھرا تھا۔ اب پچھتانے کے علاوہ وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔



آج چار سال بعد انہوں نے یہاں قدم رکھا تھا۔ گھر میں پھیلی خاموشی اور
وحشت دیکھتے انہوں نے ہونٹ بھینچے۔ اندر کی جانب قدم بڑھاتے۔ انہیں کیا
کچھ نہیں یاد آیا تھا۔ لیکن وہ ضبط کر گئے۔

سب لوگ انہیں دیکھتے بے یقین تھے۔ انکی چھوٹی بہن چیختی بھاگ کر ان سے
آگئی۔ ماں ضبط کھاتی انکے سامنے ہاتھ جوڑ گئی۔ کافی دیر تک وہ اپنا دل ہلکا
کرتے رہے۔

اور پھر انکے سامنے آنے کی وجہ رکھی۔ بڑی بہن کا چہرہ تو وہ اب بھی نہیں
دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے زرا سے سادگی سے نکاح کرنے کی خبر
سنائی۔ سب لوگ بہت خوش تھے کہ کم از کم وہ آگے تو بڑھے۔
یوں کچھ ہی دنوں میں زرا سادگی سے بیاہ کر انکے پاس آگئی۔ زرا کے والدین
کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ سو سب مان گئے۔



کمرہ عروسی میں قدم رکھتے۔ انکی سنجیدہ نظریں گھونگھٹ میں بیٹھی۔ اپنی
شریک حیات پر گئی۔ وہ دھیمے سے مسکرائے۔ اور اسکی طرف بڑھے۔
زارا انہیں اپنے پاس بیٹھے دیکھ سمٹ گئی۔
آہان نے دھیرے سے اسکا گھونگھٹ اٹھایا وہ مبہوت سے اسے دیکھتے رہ
گئے۔ دلہن بنی وہ غضب ڈھا رہی تھی۔ آہستہ سے اسکا ہاتھ تھامتے۔ جھک کر
چوما۔

زارا میرا ماضی تمہارے سامنے ہے۔ جو تھا وہ ماضی تھا۔ لیکن آج ابھی اس
وقت تم میرا حال ہو۔ اس لیے میں وعدہ کرتا ہوں اس رشتے کو پوری
ایمانداری سے نبھاؤں گا۔ باقی اونچ نیچ تو زندگی کا حصہ ہے۔ وہ دھیمے سے
بولتے اسے مبہوت کر گئے۔

آہان نے ایک رنگ نکالتے اسکے ہاتھ پہنائی اور جھک کر اس انگلی کو چوما۔ ذرا
خود میں سمٹ۔

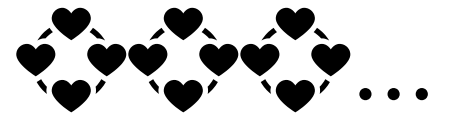
ریلیکس۔ اسکے وجود کی کپکپاہٹ محسوس کرتے وہ اسے خود میں بھینچ
گئے۔ اسکے سر پر لب رکھتے۔ اسے خود میں سمیٹنے لگے۔ وہ سہمی سہمی سی انگلی
پناہوں میں چھپ گئی۔



آہان شاہ نے ان پانچ سالوں میں جو ایک سبق سیکھا تھا کہ ماضی کو بھلا کر
آگے بڑھ جانا۔ وگرنہ انسان ساری زندگی وہیں کا وہیں کھڑا رہ جاتا
ہے۔ انہوں نے زارا کی آنکھوں میں اپنے لیے جو محبت دیکھی تھی۔ وہ خود کو
اسکی طرف بڑھنے سے روک نہیں پائے۔ کیونکہ انھیں اس بات کا اندازہ تو

اتجھے سے ہو گیا تھا۔ کہ جو وقت ایک بار کھو جائے پھر کچھ بھی کر لو وہ واپس نہیں آتا۔

مہر سے محبت کرنا انکے بس نہیں نہیں تھا۔ لیکن زارا کو چاہنا یہ انکی اپنی رضا تھی۔ شاید یہی انکی قسمت تھی۔ انکا نصیب زارا کے ساتھ ہی لکھا تھا۔ اور یقیناً لکھنے والے نے بہت خوبصورت لکھا تھا۔



گھٹیا انسان میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔ وہ عالم کی گرفت میں مچلتی چینی تھی۔ مسلسل عارض کی جانب بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جسکا حال پہلے ہی برا تھا۔ اسکی آنکھوں میں ابھی وہ منظر گھوم رہا تھا۔

شام میں اسے اپنے کچھ پیپر ورک کے لیے جانا پڑا تھا۔ اس لیے وہ انوشے کو سویا چھوڑا کیلی چلی گئی۔ لیکن جب واپس آئی تو دروازہ کھولتے ہی انوشے کی سسکیوں نے اسکا استقبال کیا۔

انو۔۔ وہ تڑپ کر اسکی جانب بڑھی۔ جو گھٹنوں میں سر دیے سسک رہی تھی۔

انو کیا ہوا۔ کیوں رو رہی ہے۔ کسی نے کچھ کہا۔
انو بس۔ بس۔ اسے چپ کر واتی بولی۔ ادھر دیکھ مجھے بتا کیا ہوا ہے۔
وہ عارض۔ وہ اتنا بول کے رونے لگی۔
کیا کیا ہے اسنے بتا مجھے۔

میں پھوپھو سے ملنے گئی۔ واپس جب فلیٹ آنے لگی تو اسنے زبردستی۔ سیڑھیوں پر روک لیا۔ میں جب آنے لگی تو اسنے ہاتھ پکڑ لیا۔ اور زبردستی کس کرنے کی کوشش کی۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی۔ ہچکیوں سے اسے بتانے لگی۔

وہاں کسی کے آجانے سے وہ بمشکل اپنی جان بچا کر بھاگی تھی۔
مہرنے ہونٹ بھینچتے۔ اسے گلے لگایا۔ فون نکالتے کسی کو میسج کیا اور
اٹھی۔ چل۔ اسکا ہاتھ پکڑتے کھڑا کیا۔

کہاں۔۔؟ وہ خوفزدہ ہو گئی۔ جب مہر اسے زبردستی باہر لے آئی۔
عارض اپنے فلیٹ میں ابھی داخل ہوا ہی تھا کہ۔ اسے زوردار تیج پڑا۔ وہ
لڑکھڑایا۔ ابھی۔ سیدھا ہوا ہی تھا کہ۔ دائیں گال پر زوردار تھپڑ پڑا۔
واٹ دا۔۔ وہ سیدھا ہوا۔ لیکن سامنے مہر کو شیرنی بنے دیکھ تھوک
نکلا۔ کیونکہ مہر اکیلی نہیں تھی۔ بلڈنگ کے کافی اور بھی لوگ تھے۔ جو اسے
ہی گھور رہے تھے۔

اسنے جیسے ہی ڈری سہمی انوشے کو دیکھا مہرنے اسکے بائیں گال پر ایک اور تھپڑ
رسید کیا۔

اسکے بعد اسے کچھ ہوش نہیں رہا کہ کتنے لوگوں نے اسے کہاں کہاں مارا۔ وہ بے سود تھا۔

جب لوگ اسے مار مار کر تھک گئے تو پیچھے ہٹے۔ جبکہ مہر کا غصہ ابھی بھی کم نہیں ہو رہا تھا۔ انوشے کے بازو پر اسکی وحشی گرفت کے نشان بار بار اسکے سامنے گھوم رہے تھے۔ اسنے غصے سے ٹانگ اسکے پیٹ میں ماری۔ وہ بلبل اٹھا۔

عالم جو ہڑ بڑا ہٹ میں وہاں پہنچا تھا۔ مہر کو قابو کیا۔ جو کسی کے قابو ہی نہیں آ رہی تھی۔

بس بس کر میری شیرنی اب کیا بچے کی جان لوگی۔ عالم اسے زبردستی فلیٹ لے آیا تھا۔

مہر نے بلڈنگ کے کچھ لوگ جن سے اسکی اچھی خاصی دوستی تھی انکو اتنا کہا تھا کہ وہ ان دونوں کو تنگ کرتا ہے روز۔

انوشے اور عالم کے لیئے اسکا یہ روپ نیا نہیں تھا۔ وہ ان دونوں کے لیئے کی بار
ایسے لڑکی تھی۔ کیونکہ وہ دوستی میں جان دینے والی لڑکی تھی۔

مرتسم یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ جب ماہم نے اسے کندھے پر ہاتھ رکھا اور
دھیمی لہجے میں اسے سب بتا دیا وہ خاموش رہا۔
ماہم نے سب کو اشارہ کیا عادی لوگ باہر آ گئے۔

دروازہ لاک کرتے وہ عینا کے قریب آیا۔ بیڈ کے قریب جھکتے اسے
دیکھا۔ اگلے ہی پل اسے جھٹکے سے عینا کو خود میں بھینچا۔
وہ جو نیند میں تھی۔ بوکھلا گئی۔ ش۔ شاہ اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔
مرتسم نے پوری شدت سے اسے خود میں بھینچا۔

میری جان نکال دینے میں آپنے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی عین۔ اسے اپنے
سامنے کرتے وہ سر دلہے میں بولا۔

بیڈ کراون سے ٹیک لگاتے عینا کو خود پر گرایا۔
کیسے ہوا یہ سب۔

عینا نے سراٹھاتے اسے دیکھنے کی کوشش کی لیکن مر تسم نے اس کے بالوں میں
انگلیاں چلاتے اس کے کوشش ناکام کر دی۔
عینا آہستہ آہستہ اسے سب بتاتے چلی گئی۔
آگر آپکو کچھ ہو جاتا تو۔ وہ سخت لہجے میں بولا لیکن اس کے لفظوں میں کہیں نا
کہیں ڈر چھپا تھا۔

میں ٹھیک ہوں شاہ۔ زبردستی اس کے سینے سے سر نکالتے اسے دیکھا۔
شاہ۔ عینا نے اسے پکارا لیکن مر تسم کی نظریں سامنے ٹکی تھیں۔ وہ روہانسی
ہو گئی۔ کیونکہ وہ ناراضگی میں یہی کرتا تھا۔ اسے چھوڑ ہر چیز کو دیکھتا تھا۔

شاہ۔۔۔۔۔ شاہ صاحب۔۔۔۔۔ سم۔۔۔۔۔ میر۔۔۔۔۔ عین کے شاہ
جی۔۔۔۔۔ مسٹر کھڑوس۔۔۔۔۔ مسٹر ہسبنڈ۔۔۔۔۔ اینگری مین۔۔۔۔۔ ماما کے
بیٹے۔۔۔۔۔ وہ بے چین سی ہوتی اسے پکارنے لگی۔

مر تسم کے لبوں پر دبی سی مسکان آگئی۔ وہ جب بھی اس سے ناراض ہوتا وہ
ایسے ہی اسے مناتی تھی۔
عین کے سائیں ادھر دیکھیں نا۔ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتی۔ وہ بھرائی آواز
میں بولی۔

اسکی نم آنکھیں دیکھتے مر تسم کی مصنوعی ناراضگی پل میں غائب ہوئی تھی۔
حکم سائیں کی جان۔۔۔۔۔ نرمی سے جھکتے اسکی آنکھوں پر لب رکھے۔

آپ ہمیشہ ایسے ہی کرتی ہیں نا۔ وہ بے بسی بولا۔ جانے کیوں اس سے ناراض
نہیں ہو پاتا تھا۔

سوری نا آئیندہ دھیان رکھوں گی آپ پلیز ناراض مت ہوں۔
وہ کان پکڑ کر بولتی اتنی کیوٹ لگی کہ مرتسم نے بے ساختہ جھکتے اسکا سر
چوما۔۔۔ آپ سے ناراض ہو سکتا ہوں۔

شاہ آپ جائیں فریش ہو جائیں۔ کھانا بھی نہیں کھانا آپنے۔ لچھ دیر بعد وہ اسکی
سرخ آنکھیں دیکھتی زبردستی اسکے حصار سے نکلی۔

تھک گیا ہوں عین۔ وہ نرمی سے اسے واپس اپنے حصار میں لیتے بولا۔
اسی لیے تو کہہ رہی آرام کریں۔ وہ اسے پیچھے کرنے کی کوشش کرتے بولی۔
سکون چاہیے عین۔ وہ سرگوشی میں بولتے اسکے بالوں میں منہ چھپا گیا۔ عینا
نے کوشش ترک کرتے اسکے سینے پر سر رکھ دیا اور آنکھیں موند گئی۔

مر تسم تو نہیں البتہ کچھ ہی دیر میں عینا اسکی آغوش میں کچھ دوائیوں کے زیر
اثر اور کچھ مر تسم کے پاس ہونے سے سکون سے گہری نیند میں تھی۔

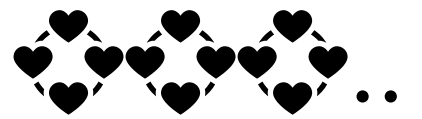
مر تسم کی نظریں اسکے چہرے کی تھیں ایک ہی دن میں چہرہ مر جھاسا گیا
تھا۔ فون کی بلنگ ہوتی سکرین سے اسکا سکتا ٹوٹا۔

مقابل کی آواز سنتے اسکے تاثرات سخت سے سرد ترین ہوئے تھے۔

آ رہا ہوں۔ کہتے اسنے فون بند کر دیا۔

احتیاط سے عینا کو بیڈ پر لٹاتے۔ اس پر بلینکٹ سہی کیا۔ پھر اسکے چہرے پر
جھکتے ایک ایک نقش چوما۔ اسکا سر چومتے اسے دیکھے بغیر نکلتا چلا گیا۔

اسکی آنکھوں کے سامنے کچھ دیر پہلے کا منظر گھوم رہا تھا۔



اسنے اس کھنڈر نما جگہ پر قدم رکھتے نظریں ادھر ادھر گھمائیں۔ سیکنڈ سے پہلے وہ نیچے جھکا اور اسکے پیچھے حملہ کرنے والا آدمی منہ کے بل آگے گرا تھا۔ اگلے پندہ منٹ میں وہاں آٹھ سے دس آدمی پڑے کراہ رہے تھے۔ وہ ہاتھ جھاڑتا آٹھ کھڑا ہوا۔ اسے کنگ سے کچھ ایسی ہی امید تھی۔

قدموں کی آہٹ پر بھی وہ نہیں چونکا۔ مجھے لگا تھا شاید میرے دشمنوں میں سے ہی کوئی مجھے ڈبل کر اس کرنے کے چکر میں ہے۔ لیکن ماننا پڑے گا تمہیں۔ کیونکہ میرے دشمن یا دوست کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں کہ اکیلے دس آدمیوں کو ڈھیر کر سکے۔ اندھیرے میں کسی کونے کی اسکی آواز آرہی تھی۔ لیکن مجھے پھر بھی تم پہ پوری طرح یقین نہیں۔

تمہیں نہیں یقین تو نا سہی۔ شہنشاہ کسی کو اپنی صفائی نہیں دیتا۔ وہ لا پرواہی سے بولا۔

جبکہ اندھیرے میں کھڑا کنگ چونک گیا۔

شہنشاہ اسنے زیر لب دہرایا۔ اسکے ذہن میں دھماکہ ہوا۔ وہ یہ نام سن چکا

تھا۔ اور اس نام کی دہشت کراچی میں دیکھ بھی چکا تھا۔

وہ بے چینی سے آگے بڑھا۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔
کنگ نے اسے دیکھا۔

سفید رنگت۔ سیاہ وحشت سے بھری آنکھیں۔ گھنی مونچھیں اور لمبی سیاہ
ڈاڑھی۔

ہاں وہ شہنشاہ ہی تھا۔

شہنشاہ کو کنگ کی مدد کا خیال کیونکر آگیا۔ وہ اب تک بے یقین تھا۔

کنگ کی مدد کا تو نہیں البتہ اسکے پیسوں کا ضرور آگیا۔ وہ بیزاری سے اسکا چہرہ
دیکھتا ہوا۔

شہنشاہ کے بارے میں ایک بات جو مشہور تھی کہ اسے پیسے سے بہت پیار

تھا۔ پیسوں کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔

کنگ نے اپنے آدمی کو اشارہ کیا۔ اس نے پیسوں سے بھرا بیگ اسکے سامنے کر دیا۔ شہنشاہ نے پاکٹ سے ایک چپ نکالتے اسکے سامنے کر دی۔ ایک ہاتھ سے دیا اور دوسرے ہاتھ سے لیا۔

ایک منٹ۔ شہنشاہ نے رکتے کسی کو فون کیا۔ اگلے ہی پل دو آدمیوں کسی زخمی انسان کو گھسیٹے لارہے تھے۔ وہ آدمی زخموں سے چوربے حال تھا۔ یہ زمان کا آدمی تھا۔ اسی کے لیے کام کرتا تھا۔ یہ چپ اسی کی پاس سے ملی ہے۔ جس سے یہ تمہیں بلیک میل کرنے والا تھا۔

شہنشاہ بولا تو کنگ کے دماغ میں فوراً آصف کا خیال آیا۔ کیونکہ زمان اسکے بارے میں کافی بار بات کرتا تھا۔

لیکن اسکا یہ حال کیسے ہوا۔

کچھ پرانا حساب تھا۔ شہنشاہ نے کندھے اچکائے۔

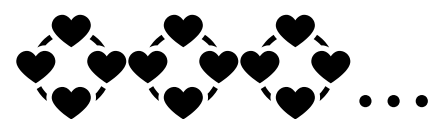
پیسے لیتے اسنے آصف کو دیکھا جسے اب کنگ کے آدمی لے جا رہے تھے۔
اسکا حال اتنا برا تھا کہ کسی کو بھی اس پر ترس آجائے۔ سب سے زیادہ برا حال
تو گلے کا تھا۔ کھولتے پانی اور سرخ مرچوں سے اسکی آنتیں اندر سے گل چکی
تھیں اس حد تک کہ وہ اب بول نہیں سکتا تھا۔

میرے پاس تمہارے لیے ایک آفر ہے۔ کنگ اسے جاتے دیکھ جلدی سے
بولا۔ وہ شہنشاہ جیسے آدمی کو اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دے سکتا تھا۔ اسے
ایسے بہادر آدمیوں کی ہی ضرورت تھی۔
کیسی آفر۔ اسنے مڑ کر کنگ کو دیکھتے ابرا چکائے۔

تم میرے لیے کام کر لو۔ پیسے جتنے چاہو گے اتنے ملیں گے۔ اور۔۔
شہنشاہ کسی کی غلامی نہیں کرتا۔ کنگ کی بات کا ٹٹا وہ سرد لہجے میں بولا۔
میرے لیے نا سہی۔ میرے ساتھ کام کر لو۔ تمہیں میرا کہا گیا کام کرنا ہوگا
اسکے لیے پیسے مل جائیں گے باقی تم آزاد ہو۔

ٹھیک ہے کر لیتا ہوں کچھ دیر بعد سوچتے وہ لا پر واہی سے بولا۔
کل یہاں آجانا کام تمہیں سمجھا دیا جائے گا۔ اسے ایک کارڈ دیتے بولا۔

شہنشاہ نے کارڈ لیتے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔ ابکی بار اسکی آنکھوں میں
چمک تھی۔ فاتح کی سی چمک۔ کچھ پالینے کی چمک۔



کنگ سے ملنے کے کچھ دنوں بعد کی بات تھی وہ زرنور کو لے کر شاپنگ کر آیا
تھا۔ قریب دو گھنٹے شاپنگ کرنے کے بعد اسنے زرنور کو گاڑی میں بیٹھنے کا کہا اور
خود پیمنٹ کرنے لگا۔

پیمنٹ کرتے وہ گاڑی کی طرف آیا تو سامنے کا منظر دیکھتے اسکی آنکھوں سے
جیسے شعلے ٹھپک پڑے غصہ اتنا شدید تھا کہ ہاتھ کہ نیلی رگیں ابھر پڑیں۔

زر نور پارنگ میں آئی تو دو آوارہ لڑکے اسے اکیلی سمجھ کر چھیڑنے

لگے۔ یہاں لوگ ناہونے کے برابر تھے

ایک نے اسکا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ جبکہ دوسرا اسکے دوپٹے سے چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا۔

غازی ایک ہی جست میں زر نور تک پہنچا۔ زر نور کا ڈوپٹا اتارنے کے لیے اسکے لڑکے کا ہاتھ نیچ میں رہ گیا۔ اسے یوں لگا جیسے اسکا ہاتھ جڑ سے اکھاڑ دیا گیا۔ اسے جھٹکے سے پھینکتے۔

وہ دوسرے لڑکے کی طرف آیا جو گھبرا کر زر نور کا ہاتھ چھوڑ گیا تھا۔ غازی نے اسے اسی ہاتھ سے پکڑتے جھٹکا دیا۔ اتنا شدید کی ہڈیاں ٹوٹنے کی آواز آئی تھی۔ اسکے ساتھ ہی اس لڑکے کی چیخیں بلند ہوئیں۔

زر نور جوان لڑکوں سے ڈر گئی تھی۔ غازی کو یوں انہیں مارتے دیکھ خوفزدہ ہو گئی۔ لیکن اب سامنے کا منظر دیکھ اسکی آنکھوں باہر کو ابل پڑیں۔

غازی نے دونوں کو مار مار کر ادھ موا کر دیا تھا۔ وہ پاگل سا ہو گیا تھا۔ وہ اس لڑکے کے پاس بیٹھا جس نے زر نور کا ہاتھ پکڑا تھا۔ اسکا ٹوٹا بازو پکڑتے اسنے منی سائیز چاقو پاکیٹ سے نکالا۔ اور اسکے لڑکے کے ہاتھ پر چلانا شروع کیا۔ اسکی انگلیاں قریب کاٹ ہی دیں تھیں۔

ہمت کیسے ہوئی اسکو ہاتھ لگانے تھی۔ وہ میری ہے میری۔ غازیان شاہ کا جنون ہے وہ۔ تمہاری اتنی ہمت کہ اسے ہاتھ لگاؤ۔ اسے دیکھنے والوں کی آنکھیں نوچ ڈالوں گا ہاتھ لگانے والوں کے ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔ سمجھاؤ۔

زر نور کا وجود کپکپا گیا۔ اسکی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ ان لڑکوں کو دیکھتے اسے
آبکائی سی آئی۔ یہ کونساروپ تھا۔ غازی کا جس سے وہ انجان تھی۔
نہیں یہ اسکا غاز تو تھا ہی نہیں یہ تو کوئی غازیان شاہ تھا۔ ڈر خوف۔ اس پر حاوی
ہو چکا تھا۔ یہ سب برداشت ناکرتے وہ حوش و حواس سے بیگانہ ہوتی اس سے
پہلے کہ گرتی اسکی طرف آتے غازی نے اسے قیمتی شے کی طرح خود میں
سمیٹ لیا۔

وہ کمرے کی دہلیز سے آگے قدم نہیں بڑھا پایا۔ کیونکہ اس پری پیکر کے
پاکیزہ وجود کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اور وہ ٹھہرا گئیں ہار بندہ۔

گہری سانس کھینچتے اسکی خوشبو سانسوں میں گھلتی محسوس ہوئی۔ وہ واپس
جانے لگا لیکن رک گیا۔ وہ واپس مڑا۔ اور بیڈ کی جانب قدم بڑھائے۔ ہاتھ
بڑھا کر بیڈ پر پڑی اس چمکتی چیز کو اٹھایا۔

آنکھوں کے سامنے لہراتے وہیل میں جان گیا تھا کہ یہ اسی اپسرا کا تھا۔ وہ کوئی
بریسلیٹ تھا۔ جس میں چھوٹے چھوٹے آدھے چاند جھلملا رہے
تھے۔ اندھیری جگہ پر وہ روشنی کی مانند تھا۔

شاید عینا کو چاند بہت پسند ہے۔ اسی لیے تو چاند کے ٹکڑے ساتھ لیے پھرتی
ہے۔ وہ دھیمے سے مسکرایا۔ خود بھی تو چاند کی مانند ہی ہے۔ جہاں ہوتی ہے
وہاں صرف وہی چمکتی ہے۔

بریسلیٹ کو سنبھال کر پاکٹ میں رکھتے اسنے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔



مر تسم کی نظروں کے سامنے کچھ دیر پہلے کا منظر گھوم رہا تھا۔ عینا کے روم میں آنے سے پہلے۔ جب ولی نے اسے فون کیا تھا۔

مر تسم شاہ سپیکینگ۔۔۔

عینا کے ایکسیڈینٹ کی خبر ہوئی۔۔ ولی کا لہجہ پریشان سا تھا۔

ایکسیڈینٹ کس کا۔ وہ بے چین ہوا اٹھا۔ کیا ہوا ہے عین کو۔ اور مجھے کسی نے کچھ بتایا کیوں نہیں۔ کہاں ہیں وہ۔ کیسی ہیں۔۔ وہ ایک ہی سانس ہی سوال کرتا گیا۔

ولی نے گہری سانس لی۔۔ ریلیکس رہو مر تسم۔ عینا ٹھیک ہے۔

پھر اسے مختصر سا بتایا۔

ہمم کہتے اسے ضبط سے مٹھیاں میچیں۔ اور اس کا کچھ پتا چلا۔ اسنے ڈھکے چھپے انداز میں بہت کچھ باور کروایا تھا ولی کو۔

ٹھیک ہے میں دیکھ لوں گا۔ ولی کی بات سنتے اسنے فون بند کر دیا۔

عینا کی تکلیف کا سوچتے اسے خود میں درد کی تیز لہر دوڑتی محسوس ہوئی تھی۔۔۔ بے چین نظریں اسکے کمرے کی جانب اٹھیں تھیں۔

مسلسل بجتے فون سے وہ خیال سے باہر آیا۔ مخصوص جگہ پر گاڑی روکتے اس نے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ تاثرات سپاٹ تھے۔۔

بیسمینٹ کی سیڑھیاں اترتے اسکے نقوش میں غصے کی لہر دوڑ گئی۔ اشارے سے وہاں آدمیوں کو جانے کا کہتے وہ کرسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

وہ درمیانی عمر کا کوئی آدمی کا دیکھنے میں ہی کوئی آوارہ غنڈہ لگتا تھا۔ آج صبح جو گاڑی تم چلا رہے تھے اس سے ایک لڑکی کو ہٹ کیا۔ اور پھر اسے دیکھنے کی بجائے کہ وہ مر گئی یا زندہ ہے بھاگ گئے۔۔۔۔۔ کیوں۔۔۔؟

صاحب ہم تو ایک ڈرائیور ہے۔ ہمیں نہیں پتا اپ کیا کہ رہے ہیں۔ وہ آدمی بھرپور ایکٹنگ کرتے بولا۔

مر تسم نے سر ہلاتے سائیڈ سے چاقواٹھایا۔

میں باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتا۔ کہتے اسنے چاقو کی نوک کو اس آدمی کی طرف کیا۔

صاحب ہم سچ میں نہیں جانتا بس صبح غلطی سے ایک لڑکی گاڑی سے ٹکرا گئی
اس لیے ہم ڈر سے بھاگ گیا۔ وہ سائیڈ کوئی پٹھان تھا۔

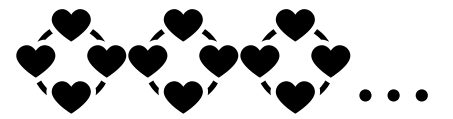
ہمم مر تسم نے ہنکار بھرا۔

کیا ہو گا اگر میں غلطی سے اس چاقو سے تمہارے ہاتھ کی نس کاٹ دوں۔ یا
پھر انگلیاں کاٹ دوں تو۔۔ وہ معصومیت سے پوچھ رہا تھا۔
نہیں یہ تھوڑا ہو گا۔ چاقو سے تو آنکھیں بھی نکل سکتی ہیں۔ وہ چاقو کی دھار پر
ہاتھ پھیرتا بولا۔

ہم۔ ہمکو صرف پیسے دیے گئے تھے۔ ایک لڑکی کو مارنا تھا۔ لیکن عین وقت پر دوسری لڑکی نے اسے بچا لیا وہ سچ میں ڈر گیا تھا سامنے بیٹھا آدمی اسے کوئی پاگل ہی لگا۔

مر تسم نے شعلے اگلتی نظروں سے اسے دیکھا۔
وہ لڑکی جسے تم مرنے کے لیے چھوڑ گئے وہ میری بیوی ہے۔ مر تسم شاہ کی عزت ہے وہ۔ وہ غرایا تھا۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ باہر آیا اور آدمیوں کو اشارہ کیا۔ اسکے آدمی واپس اندر گئے تو آنکھیں پھاڑیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کیونکہ اس آدمی کی حالت قابل رحم تھی۔ وہ زمین پر پڑا کر رہا تھا۔ جگہ جگہ چاقو سے کٹ لگے ہوئے تھے۔ ہاتھ کو ہڈیاں چٹخائی گئی تھیں۔
وہ آدمی تھوک نکلتے اسے اٹھائے ہو سپیٹل چھوڑ آئے۔۔



ولی کوڈن کا میسج کرتے اسنے آنکھوں پہ گلاس لگاتے اسنے کوٹ جھٹکا۔
وہ لڑکی وہ کوئی عام لڑکی تو نہیں تھی۔

وہ اپنے شوہر کی لاڈلی اسکی جان تھی۔۔ وہ لڑکی مر تسم شاہ کی لاڈلی بیوی "
" تھی۔ اسکے عشق کی اکلوتی وارث۔ مر تسم شاہ کی عزت۔
اپنے بھائیوں کا مان۔ انکا غرور۔۔

اسے کوئی بھی نقصان پہنچا جائے تو وہ کیا ایسے ہی اسے جانے دے۔



وہ غصے سے بپھرا پڑا تھا۔ وہ آدمی جس نے نورین کو مارنے کی کوشش کی تھی وہ غائب تھا۔ بعد میں ہو اسپتال میں مرنے کی حالت میں پایا گیا۔
وہ کسی پل سکون سے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اس آدمی نے نورین کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن اسکی ضد میں جو ہستی آئی تھی وہ امن کا دماغ ہلانے کے لیے کافی تھی۔

غصے سے بھرا شیر بنا وہ ڈھاڑ سے دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا۔ کنگ نے اکتاہٹ اور غصے سے دروازے کی جانب دیکھا۔
لیکن سامنے امن کو دیکھتے نہیں بلکہ۔ دابیسٹ پاشا کو دیکھتے تھوک نکلتے اٹھ کھڑا ہوا۔۔ یقیناً اسے خبر ہو چکی ہوگی۔۔

واٹ دا۔۔ کنگ کے ساتھ بیٹھا آدمی ابھی بولا ہی تھا کہ امن کی پسٹل سے نکلی گولی نے اسکا منہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔
وہ دو قدم آگے گیا۔ پسٹل کی نوک کو کنگ کے سینے پر رکھا۔

مینے آپکو سمجھایا تھا نا ان سے دور رہیں۔ کیا تکلیف ہوگی تھی اب آپکو انکے
وجود سے۔ ساری زندگی اپنی یہ مردانگی ان پر نکالتے رہے ابھی بھی دل نہیں
بھرا آپکا۔ وہ ڈھاڑا تھا۔

لیکن آپ بھول رہے ہیں اس وقت میں کمزور تھا لیکن آج انکے سامنے میں
کھڑا ہوں۔ دو سیکنڈ بھی نہیں لگے گیس مجھے آپکا ایسا حال کرنے میں۔ پہلی اور
آخری بار وارن کر رہا ہوں آئینہ اگر انہیں نقصان پہنچانے کے بارے میں
سوچا بھی تو ایسا حال کروں گا کہ موت بھی پناہ مانگے گی۔

کنگ کارنگ زرد پڑ چکا تھا۔ وہ جانتا تھا امن نورین کو لے کر کتنا پوسیسوز
تھا۔

لیکن آج اسے ٹھٹکا دینے والی بات امن کا پگل پن نورین کے لیے نہیں
تھا۔ اسکی نظریں امن کی شرٹ کی پاکٹ سے باہر لٹکتے آدھے چاند پر تھی۔

اسکی آنکھوں میں جو دیوانگی اور جنون وہ دیکھ رہا تھا وہ اسے منجمد کیے جا رہا تھا۔ وہ نورین کی بات نہیں کر رہا تھا۔ جانے انجانے میں وہ کسی اور کا ذکر کر گیا تھا۔

نورین کے لیے ایسے لہجے میں ہمیشہ ہی عزت ہوتی تھی۔۔
لیکن آج عزت کے ساتھ ایک لپک سی تھی۔
کنگ کو جھٹکتے وہ باہر چلا آیا۔

اسے خود سمجھ نہیں آ رہا تھا اسے اتنا غصہ کہ بات کا تھا۔ نورین ٹھیک تھی۔
لیکن وہ ٹھیک نہیں تھی۔ اسی لیے تو یہ دل تڑپ رہا تھا۔
وہ اپسر اسے دن بدن نکارہ کر رہی تھی۔ اگر ایسا ہی چلتا رہا تو بہت جلد وہ
بیسٹ سے ایک عام انسان رہ جائے گا۔

آنکھیں بند کرتے گہری سانس لیتے خود کو ریلیکس کیا۔۔



ماضی۔۔۔

وہ بہت خوش تھی۔ فائینلی وہ ہمیشہ کے لیے واپس جا رہے تھے۔
اس دن عارض کو ان لوگوں نے پولیس کے حوالے نہیں کیا۔ انکے ویزے
اور پھر کلیئر انس میں وہ کوئی بھی براہلم نہیں چاہتے تھی۔ اور رہی بات عارض
کی وہ خود تو نہیں جاسکتا تھا۔ ورنہ وجہ کیا بتاتا اسنے اتنا مارنے کی۔۔ اس لیے
اسی طرف سے سکون میں تھے۔

عائشہ بیگم کی مسلسل بگڑتی طبیعت اور حسن صاحب کی ہزاروں منتوں کے
بعد وہ واپس جانے کے لیے مانی تھی۔

لیکن اس شرط پر کہ وہ آغا جان کے گھر میں قدم بھی نہیں رکھے گی۔۔ حسن صاحب فلحال تومان گئے تھے۔۔

اسلیے وہ لوگ اب بیکینگ کر رہے تھے۔ کل صبح کی انکی فلائیٹ تھی۔ انکے واپس آنے کا فلحال صرف حسن صاحب اور انوشے کی فیملی کو پتا تھا۔ باقی سب کے لیئے سرپرائز تھا۔

آج کا یہ دن وہ تینوں بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہے تھے۔



آخر پانچ سال کے کٹھن سفر کے بعد وہ اپنے وطن واپس لوٹ آئے تھے۔ پاکستان کی زمین پر قدم رکھتے مہرنے گہری سانس کھینچی۔ اپنا وطن اپنا ہی رہتا ہے۔

ان لوگوں نے اسلام آباد ایئرپورٹ پر لینڈ کیا تھا۔

دور سے حسن صاحب کو اپنی طرف آتے دیکھ مہر کی آنکھیں جھلملا گئیں۔
بے ساختہ ہی اسے خود کو انکی طرف بھاگتے محسوس کیا۔ اور پھر پانچ سال بعد
وہ اس مہربان آغوش میں سماتی ہچکیوں سے رودی۔۔ یہ آغوش اسے ہمیشہ
زمانے کی سرد و گرم سے بچا کر رکھتی تھی۔
ان سے الگ ہوتے مہر نے انکے ہاتھ چومے۔ ان ہاتھوں نے ہی تو اسے چلنا
سکھایا تھا۔ حسن صاحب کی آنکھیں بھی نم تھیں۔ آخر انکی لاڈلی لوٹ آئی
تھی انکے سونے آنگن میں خوشیاں بکھیرنے۔

ماما بابا آئی ریٹلی ریٹلی مس یو۔۔ اب میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ بچوں کے جیسے
رونے کی آواز پر دونوں سے گردن گھماتے اسے دیکھا۔

انوشے اپنے ماما بابا سے لپٹی رو رہی تھی۔ وہ دونوں نم آنکھوں سے ہس دیے۔ عالم حسن صاحب سے ملنے لگا۔ مہر انوشے کے پیرینٹس سے اور پھر انوشے حسن بابا سے۔

مینے سب سے زیادہ آپکو مس کیا حسن بابا۔ وہاں ہمارے ساتھ آپکے جیسا کوئی کرائم پاٹرن نہیں تھا۔ وہ لاڈ سے انکے گلے لگتی بولی۔ انوشے اور مہر دونوں ان کے لیے ایک جیسی تھیں۔

مینے بھی اپنے بچوں کو بہت مس کیا۔ وہ اسکا ماتھا چومتے بولے۔
ایویں بول رہی ہے اسکا تو دل ہی نہیں تھا واپس آنے کا۔ عالم پیچھے سے اسکے بال کھینچتے بولا تو انوشے نے اسے گھورا۔ باقی سب ہس دیے۔



رات ہونے کی وجہ سے آج رات وہ لوگ یہیں رکنے والے تھے۔

عالم کے بابا اکثر میٹنگ کے سلسلے میں یہاں آتے رہتے تھے سو اس لیے انہوں نے یہاں ایک گھر لے رکھا تھا۔ سوا نہیں سٹے کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ گھر پہنچتے سب نے مل کر کھانا کھایا۔ اور پھر انوشے اور مہر کی نا ختم ہونے والی باتیں تھیں۔ جس پر سب ہس ہس کے بے حال ہو رہے تھے۔
صبح کے قریب وہ لوگ سوئے تھے۔

ناشتے کے بعد وہ لوگ جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ لیکن انوشے کے مامو لوگ جو پاس ہی کے گاؤں میں رہتے تھے۔ اسکی ممانی کے اچانک ہو سپٹلائز ہونے کی وجہ سے انہیں۔ ایمر جنسی میں انہیں دیکھنے جانا پڑا۔
حسن بابا بھی انکے ساتھ ہی جا رہے تھے۔

ماما بابا مت جائیں نا۔۔ کچھ دنوں بعد چلے جائیے گا۔ انوشے کو جانے کیا ہوا اٹھا
وہ انکے جانے کا سنتی تب سے دونوں کو نہیں جانے دے رہی تھی۔
انوشے کیوں ضد کر رہی ہو۔ ہم شام تک جائیں گے نا بچے۔
اسکے بابا نرمی سے اسے سمجھاتے بولے۔

ٹھیک ہے جائیں لیکن اب میں بات ہی نہیں کروں گی۔
وہ انکا ہاتھ چھوڑتی کمرے سے چلی گئی۔ باقی سب اسکے بچپنے پر مسکرا دیئے۔
آپ لوگ جائیے۔ میں دیکھتی ہوں۔۔ مہر نے انہیں تسلی دی۔
انکے جانے کے بعد مہر اسے منا کر باہر لے آئی تھی۔

شام تک وہ لوگ کبھی ٹی۔وی تو کبھی لڈو سے دل لگاتے رہے۔۔
اب تو کہاں جا رہا ہے۔ عالم کو جانے کی تیاری کرتے دیکھ مہر بولی۔۔
ایک ضروری کام ہے جانا ہے۔ وہ جلد بازی میں بولا۔۔

عالی یار مت جا ایک تو اتنا بڑا گھر ہے اوپر سے میں اور مہرا کیلے مجھے ڈر لگ رہا
تھا۔ انوشے رونی ہوتی بولی۔۔

عالم اور مہر نے حیرانگی سے اسے دیکھا پتا نہیں کیوں وہ عجیب بیہیو کر رہی تھی۔

انوادھر دیکھ جانا ضروری ہے۔ میں ایک دو گھنٹے تک آ جاؤں گا۔ آئی پرومس۔

وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے پیار سے بولا۔

پکا پرومس۔ وہ مانتی بولی۔

ہاں بابا پکا پرومس۔۔

او کے رات سے پہلے نا آئے ناتو میں بات نہیں کروں گی۔۔

ہاں ہاں ٹھیک ہے میری ماں۔۔ وہ بے بسی سے بولا۔۔

اسکے ایسے کہنے پر مہر ہنس دی۔۔

بھوک لگی ہے نا۔۔ عالم کے جانے کے کچھ دیر بعد انوشے بولی۔ چل کچھ آڈر کرتے ہیں۔

وہ دونوں آن لائن کوئی ریستورینٹ دیکھنے لگی۔

ایک ریستورینٹ سے انہوں نے اپنی پسند کا کھانا آڈر کیا اور انتظار کرنے لگیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ڈور بیل ہوئی۔

دروازہ مہر نے کھولا۔۔۔

کون ہے مہر کافی بناتے کچن سے انوشے کی آواز آئی۔

مہر میں پوچھ رہی کون۔۔

اسکے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔

مہر بھی اسے یہاں دیکھ حیران پریشان کھڑی تھی۔

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر سامنے کھڑی ہستی کو۔ دونوں کے

منہ سے ایک ساتھ نکلا تھا۔

عارض۔۔۔



: ماضی

تم۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ ہوش میں آتی مہر بولی تھی۔

کیا تو ابھی کچھ نہیں ہاں لیکن ارادہ ہے بہت کچھ کرنے کا۔ وہ بہکی سی آواز
میں خباثت سے بولا۔

مہر اور انوشے یکدم منہ پہ ہاتھ رکھتی پیچھے ہوسئیں۔ شاید نہیں یقین وہ ڈرنک
تھا۔

جاو یہاں سے۔ مہر سختی سے بولتی۔ دروازہ بند کرنے لگی۔ لیکن دروازے
کے بیچ و بیچ دو مردانہ ہاتھ آگئے۔

مہر اور انوشے اسکو دیکھتے کانپ تھیں۔۔ عارض نے مہر کو دھکا دیا۔ اور اندر
آتے دروازہ بند کر چکا تھا۔
مہر انوشے کی چیخ نکلی تھی۔۔

مہر یکدم اسکے دھکے سے گرتی انوشے اسے پکڑ چکی تھی۔
دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ انجانے خدشے کے تحت دونوں کے دل
کانپتے تھے۔

عارض ہماری تم سے کوئی دشمنی نہیں۔ پلیز جاو یہاں سے۔
انوشے ڈر سے کانپتی بولی۔

ایسے کیسے بی بی۔ ابھی تو اس دن کا حساب بھی رہتا ہے۔

ایسے ہی چلا جاؤں۔ وہ تمسخر سے ہنسا۔

عارض دفع ہو جاو یہاں سے۔۔ مہر چیخی تھی۔۔ آنکھ سے انوشے کو اشارہ کیا۔

اسکا اشارہ سمجھتی انوشے فون کی طرف لپکتی لیکن پل میں عارض اسے دبوج چکا تھا۔

آں آں میری چڑیا۔۔ کہاں۔۔

عارض چھوڑا اسے۔۔ مہر چیخی انوشے کو عارف سے چھڑانے لگی۔

انوشے نے پوری قوت سے اسے دھکا دیا تھا۔

عارف سیدھا ہوتا۔ انوشے نے رکھ کر اسے تھپڑ مارا تھا۔

تیری اتنی ہمت تو عارض پر ہاتھ اٹھائے۔۔

اسنے انوشے کو بالوں سے پکڑا۔۔ آہہ۔۔

دوسرے ہاتھ سے فون کی طرف بھاگتی مہر کا بازو دبوجا۔۔

وہ دونوں اس درندے کے ہاتھ لگ چکی تھیں۔ انکی روح اسکے خیال سے کانپ رہی تھی۔

اپنی جان جانے کے ڈر سے نہیں عزت جانے کے ڈر سے۔۔

وہ دونوں اپنی پوری طاقت سے بھی اسے جھٹک نہیں پارہی تھیں۔

بہت شوق ہے تجھے ہاتھ چلانے کے اب دیکھ کیا کرتا ہوں تیرے ساتھ پھر دیکھتا ہوں کیسے چلاتی ہے ہاتھ۔

مہر کو دھکا دیتے وہ انوشے کو دبوچے آگر بڑھا۔۔

مہر۔۔ انوشے خود کو چھڑانے کی کوشش کرتی مہر کی طرف لپکنے کی کوشش میں چینی تھی۔

عارض کا دھکا اتنا شدید تھا کہ وہ منہ کے بل گری تھی۔ ہاتھ میں پہنی پانچ کی

چوڑیاں چھن سے ٹوٹی تھیں۔ سر اتنی زور سے فرش میں لگا تھا کہ خون کا

فوارا پھوٹ پڑا۔ کمنیاں چھل گئیں۔ اسے اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا

چھاتا محسوس ہوا۔ لیکن اسنے سر جھٹکا۔ اسے اپنی بہن کو بچانا تھا۔

عارض نے فون کی وائر کھینچ کر توڑ دی۔۔

وہ ہمت کرتی اٹھی۔ عارض انوشے کو زبردستی کمرے میں لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ کانپتی روتی خود کو چھڑانے لگی۔۔ لیکن اس ہٹے کٹے مرد کے آگے بے بس تھی۔

مہر نے واس اٹھاتے عارض کو مارا لیکن وہ اس کے سر کی بجائے کمر پر لگا۔ اسکی گرفت انوشے پر ڈھیلی پڑی۔۔

انوشے بھاگتی مہر سے لگی تھی۔۔

وہ غصے سے مڑا۔۔

بہت ہمت ہے تجھ میں۔ ہاں۔ بہت شوق ہے ہمت دکھانے کا۔ کیوں نا پہلے

تجھے ہی قابو کر لیا جائے۔۔ وہ اسکی طرف بڑھتا غرایا۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے لگی پیچھے کو کھسکنے لگیں۔

عارض نے مہر کو کھینچ کر اٹھایا۔۔

لیکن فی تیرا یہ حسن کچھ پل کی مار نہیں۔ تو تو وہ سونے کی چڑیا ہے جو مجھے
خزانے میں تول دے گی۔ فکر مت کر تیرا بھی وقت آئے گا لیکن اس سے
پہلے تیری اس دوست کو تو دیکھ لوں۔۔ قسم سے جب سے دیکھا ہے ایک
آگ سی لگی ہے اسے پانے کی۔۔

وہ مہر کا منہ دبوچے بول رہا تھا۔

پاؤں کے نیچے انوشے کا ہاتھ دبا تھا۔۔

ان دونوں کے چیخیں پورے گھر میں گونج رہی تھیں۔ لیکن کوئی سننے والا
نہیں تھا۔ دونوں کے دل دعا گواہ تھے کہ کوئی تو آجائے۔۔

مہر نے نفرت سے اسے دیکھتے اسکے منہ پر تھوکا۔

تو۔۔ عارف نے اٹے ہاتھ کا تھپڑ اسے مارا تھا۔ وہ گرنے لگی لیکن اسنے پکڑ
لیا۔ پھر دوسرے گال پر بھی زناٹے دار تھپڑ سے وہ نیچے کو گری۔ عارض رکا
نہیں جانے کتنے ہی تھپڑ اس کے نازک چہرے پر رسید کر چکا تھا۔ لالچ کے

ٹیبِل پر مہر کا سر لگا۔ جہاں سے پہلے ہی خون رس رہا تھا۔ اسکی شرٹ بھی بازوؤں سے پھٹ چکی تھی۔۔

انوشے کی دل خراش چیخیں گونجیں تھیں۔۔ مہر نیم بے ہوش خون و خون وہیں گر گئی۔۔

انوشے اس کی طرف بھاگی۔۔ مہر مہراٹھ۔ مہر۔ وہ چیخ رہی تھی۔

ان۔ انو۔۔ ب۔ بھاگ۔ ج۔ ا۔ مہر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بولی۔
می۔ ری۔ ق۔ سم۔ بھاگ۔ ج۔ ا۔ وہ بمشکل ہوش میں رہتی بول رہی تھی۔ مہر نے اسے ہاتھ جھٹکے۔

انوشے کو عارض نے دبوچا۔۔ پاؤں کی ٹھوک سے مہر کر پیچھے کرتے اسے کھینچتے لے جاتے بیڈ پر پھینکا۔ وہ اندھے منہ بیڈ پر گری۔۔ خوف سے مڑتے اسے دیکھا جو آنکھوں میں حوس لیے اپنی شرٹ اتار رہا تھا۔۔ وہ اٹھ کر

بھاگی۔۔ لیکن عارض سے ٹکراتے نیچے گری۔۔ زمین پر گرتے وہ پیچھے کو
کھسکی۔

ج۔ جانے دو۔ خ۔ خدا کے لیے۔ جانے دو۔ وہ اس سے رحم کی بھیک مانگنے
لگی۔ لیکن عارض شیطان بنا اس پر جھکا۔

انوشے پھڑ پھڑائی۔ اپنے ناخن اسے مارے۔

عارض نے پیچھے ہوتے۔ اپنے چہرے پر ہوتی جلن کو محسوس کرتے پے در

پے تھپڑ اسے مارے تھے۔۔ بے دردی سے اسے پیڈ پر پھینکا۔۔

جانے دو۔ خدا کے لیے بخش دو۔ تمہاری بھی بہن ہوگی۔۔

مہر۔۔ بابا۔۔ عالم۔۔ وہ چیخ چیخ کو پکارنے لگی۔

عارض اسے دیکھتا قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔۔

فکر مت کرو مہر کا بھی وقت آئے گا۔ اسے ایسے ہی تھوڑی جانے دوں گا۔۔

وہ اس پر جھکا۔ انوشے نے اسے جھٹکا۔ وہ بے حال ہو چکی تھی۔ اسکا چہرہ سوج

چکا تھا۔ ناک منہ سے خون رس رہا تھا۔

عارض نے کھینچ کر اسکی شرٹ پھاڑ دی۔۔



نیم بے ہوش مہر انوشے کی چیخ سنتی بمشکل اٹھی خود کو گھسیٹتی ٹیبل پر پڑے
جگ تک لے کر گئی۔ جگ کا پانی خود پر اندھیلے پلٹے کچھ پل آنکھیں موند
گئی۔۔ تھوڑی دیر تک وہ تھوڑا سنبھل چکی تھی۔۔

انوشے کا ہوش آتے وہ اٹھی۔ لڑکھڑائی۔ لیکن اسے گرنا نہیں تھا۔
انوشے وہ پوری قوت سے چیخنی سے۔ کمرے کے دروازے تک
پہنچتے۔ دروازہ پیٹ ڈالا۔

بابا۔۔ بابا۔۔ عالم۔۔ کوئی ہے۔ بچا و ہماری انوشے کو وہ درندہ نوچ ڈالے گا۔
حلق کے بل چیخنی گلے میں خراشیں پڑ گئیں۔۔
اللہ پلیز اسے بچالیں۔ وہ اللہ سے فریاد کرنے لگی۔

مہر کی آوازیں سنتی وہ خود پر جھکے عارض کو پیچھے کرنے لگی۔۔ عارض نے اس کے
بال دبوتے منہ پر تھپڑ مارا۔ شیطانی ہسی ہستا وہ اسے قابو کر چکا تھا۔
انوشے کی دل خراش چیخیں گونجی تھیں۔
اسکی چیخیں سنتی مہر تڑپ تھی۔
پورا گھرانہ دونوں کی چیخوں سے گونج اٹھا۔
دونوں کی چیخیں زمین و آسمان دہلا گئیں تھی۔۔
انکی آہوں اور سسکیوں سے زمین و آسمان لرز اٹھے۔۔
آج پھر بنت حوا کو رونداجا رہا تھا۔ آج پھر کسی کی بیٹی کی عزت کو تارتا کیا جا رہا
تھا۔۔
آج پھر ایک نامرد اپنی مردانگی ایک عورت پر دکھا رہا تھا۔
کیا وہ بھول گیا ہے۔۔

!! اے ابن آدم

میں وہی عورت ہوں

کہ جس نے جنا ہے۔۔۔

!! پیغمبروں کو۔۔!! ولیوں کو۔۔

علم والے، عقل والے، مردوں کو

تم نے بس۔۔۔ اک بات پکڑ رکھی ہے

اور اس پہ ہنسنا۔۔ تمہارا شغل ہے

کہ بنت حوا۔۔۔ بہت۔۔ ناقص العقل ہے

سنو۔۔!! میرے مقام کو بھی دیکھو

میری عقل کو نادیکھو

میں ایک جسم ہی نہیں۔۔۔ روح بھی ہوں

میری روح میں بھی جھانکو

صرف شکل نادیکھو



بادل گرجنے کے ساتھ ہی بجلی چمکی تھی۔۔

اللہ خیر کرے۔ جانے آج اتنا موسم کیوں خراب ہے۔۔ وہ ڈرائیو کرتے
بڑ بڑایا۔

ساتھ بیٹھے اسکے دوست نے اسے گھورا۔
تجھے کیا ضرورت پڑی تھی خود ڈلیوری کرنے کی۔ ایک تورات ہونے کو ہے
اوپر سے موسم اتنا خراب۔۔

اسی راستے سے تو جا رہے تھے تو مینے سوچا خود ہی کر لیتا ہوں ویسے ہی آج میرا
سٹاف کم تھا۔ لو پہنچ گئے۔ وہ لوکیشن دیکھتا بولا۔۔

تو بیٹھ بس پانچ منٹ میں یہ دے کر آیا۔ وہ آڈر اٹھاتے بولا۔
اسکے دوست نے نفی میں سر ہلایا اور خود بھی باہر نکل آیا۔

تو جائے گا تو گھنٹا لگا آئے گا۔
اسکے ہاتھ سے آڈر پکڑتے خود آگے گیا۔

اپنے دوست کو گھورتے اسکے پیچھے ہی چلا آیا۔ اسنے بیل دی۔ ایک بار دو
بار بار بار لیکن کوئی بھی نہیں آیا۔

دونوں سے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

دروازہ کھولا تھا۔ وہ دو منٹ سوچتے کندھے اچکاتے اندر داخل ہوئے۔

اندر دوسرے دروازے تک پہنچتے وہ دونوں ٹھہر گئے۔ اندر سے دل دہلا
دینے والی چیخوں کی آواز آرہی تھی۔۔

دونوں نے ایک پل کے لیے ایک دوسرے کو دیکھا گلے ہی پل وہ دروازے
توڑنے میں لگ گئے۔

پانچ منٹ میں وہ دروازہ توڑ چکے تھے۔۔ وقت ضائع کیے بغیر اندر داخل ہوئے

آواز آنا بند ہو چکی تھی۔۔

اندر داخل ہوتے وہ لاونچ کی بکھری حالت دیکھتے آگے بڑھے۔ جگہ جگہ خون کے داغ تھے۔

قدموں کی آواز پر مہر کے بے جان وجود میں حرکت ہوئی۔ وہ ذرا سا اٹھی۔ اسکی کراہ نکلی۔

آواز پر وہ دونوں متوجہ ہوئے۔

کوئی نسوانی وجود زخموں سے چور خون سے تر بے بسی اور سہمی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

کیا ہوا آپکو۔ یہ کیسے ہوا اور چیخ کیوں رہی تھی۔۔

ان میں سے ایک لڑکا جلدی سے آگے بڑھا۔ دوسرا جوا سے دیکھتے اپنی نظریں پھیر گیا تھا۔ اپنی شال اتارتے اپنے دوست کو دی۔

جسنے نظریں جھکاتے اس بے جان سے وجود کے گرد شال لپیٹی۔

م۔ می۔ ری۔ بہ۔ ن۔ (میری بہن) وہ۔۔ در۔ ند۔ ہ۔ ا۔ سے نوچ۔۔ اسکے
بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ وہ دونو سرعت سے اسے پیچھے کرتے دروازہ
توڑنے لگی۔ اور وہ دروازہ توڑ چکے تھے۔ دونوں جلدی سے اندر بڑھے۔ لیکن
اتنی ہی تیزی سے دونوں نے رخ موڑا تھا۔

عارض جو اپنا کام کر چکا تھا اسکا اگلا شکار مہر تھا جسے وہ ساتھ لے جانے والا
تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلتا قدموں کی آواز پر انوشے کے برہنہ بے
جان وجود پر بلیںکیٹ پھینکتے تیزی سے شرٹ پہنتے کھڑکی پھلانگ گیا۔
کمرے سے باہر آتے۔ دونوں کی روح تک لرزا اٹھی تھی۔

ایک لڑکے نے جلدی ایمبولینس جبکہ دور سرے کسی اور کو فون کیا تھا۔

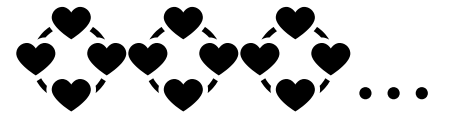
مہر جو دروازے کے سہارے انوشے کے کمرے کی طرف بڑھی لیکن دہلیز پر
ہی وہ ساکت ہو گئی۔ وہ گھٹنوں کے بل نیچے گری۔ اسکی ساکت آنکھیں
انوشے کے بے جان وجود پر تھیں۔

دونوں لڑکوں نے شدت ضبط سے اس دہلیز پر فقیرنی کی طرح بیٹھی اس لڑکی
کو دیکھا۔ جو حوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی تھی۔
کچھ ہی دیر میں وہاں ایسبولینس پہنچ چکی تھی۔

دائین اندر داخل ہوئی۔۔۔ ولی نے اسے ساری سچو لیشن سمجھائی۔
انوشے کی حالت دیکھتے اسکے قدم لڑکھڑائے تھے۔ مہر کو دیکھ کر تو اسکا دل
منہ کو آیا۔

ولی نے اسے یہ کیس ابھی پولیس میں لے جانے سے منع کیا تھا۔
وارڈ بوائے بے ہوش مہر کو اٹھاتا اس سے پہلے مرتسم ڈھاڑا تھا۔ دائین کو
اشارہ کیا جس نے مہر کو اٹھایا تھا۔

دونوں کو ایمبولینس میں ڈالا جا چکا تھا۔



عالم جسکی راستے میں گاڑی خراب ہو چکی تھی جلدی میں کسی طرح یہاں پہنچا۔

انوشے سے وعدہ کر کے گیا تھا جلدی آئے گا جانتا تھا وہ ناراض ہوگی۔
حسن بابا لوگ آج رات موسم خرابی کی وجہ سے وہیں گاؤں میں رکنے والے
تھے۔ عالم نے دونوں کو کتنے فون کے گھر کے نمبر پر کیا لیکن لگا ہی نہیں۔

گاڑی روکتے باہر نکلا لیکن ایمبولینس دیکھتے اسکا دل لرزا۔ جلدی سے اندر
داخل ہوا۔ لیکن گھر کی حالت دیکھتے۔ وہ وہیں لڑکھڑا گیا۔

ولی مرتسم دانین اور زین نے پیچھے مڑتے اس لڑکے کو دیکھا جسکی ساکت
نظریں ایمو لینس پر تھیں۔ وہ ٹھوکر کھا کر گرا۔
ولی نے اسے سنبھالا۔

میری بہنیں۔ انجانے خدشے کے تحت اسکی آواز لرزا اٹھی۔
آپکی ایک بہن کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔
جبکہ دوسری پر بری طرح سے تشدد کیا گیا تھا۔ شاید اگلا شکار اسے ہی بنانے
والے تھے۔

دانین کی سپاٹ آواز گونجی تھی۔

وہ الفاظ نہیں تھے پگھلتا سیسہ تھا۔ جو عالم کے کانوں میں
انڈیلا گیا۔ اسنے شدت سے دعا کی کہ کاش وہ بہرا ہو جائے۔

نہیں۔ نہیں۔ نفی میں سر ہلاتے اسکی آنکھیں بھیگ گئیں۔
م۔ میری بہنیں۔ فی۔ نفی کی گردان کرتے وہ پچیس سالہ جواں مرد
ڈھاڑے مار مار کر رو دیا۔ اتنی شدت سے کہ اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔
اسکے ساتھ ہی آسمان برس پڑا تھا شاید ان تینوں کے غم میں شریک ہونے
کے لیے۔



سب کی نظریں ہو سپٹل کے ان دوسرے روم پر جمی تھیں۔
عالم جھکے کندھوں سے ساکت تھا بیٹھا تھا۔
دائیں اور زین ٹہل رہے تھے۔

ڈاکٹر نے پہلے تو یہ کیس لینے سے منع کر دیا لیکن دانیل کے پولیس کارڈ
دکھانے پر انکا علاج جاری کیا۔

مر تسم اور ولی بھی یہیں رک گئے۔

جانے کیوں وہ دونوں جاہی نہیں پائے۔ دونوں کے دل یہ سوچ کر رہی لرز
اٹھے روحیں کانپ اٹھیں کیسے بنت حوا کو بے درد سے نوچا گیا۔ اگر وہ
دونوں نا آتے تو شاید دوسری لڑکی کو بھی۔ اس سے آگے وہ سوچنا نہیں
چاہتے تھے۔

مر تسم نے گھر میں فون کرتے ضروری کام کا کہ دیا۔

ڈاکٹر۔ ڈاکٹر کے باہر نکلنے پر وہ انکی طرف لپکے۔

مر تسم اور عالم اپنی جگہ پر ہی رہے۔

دیکھیں آپکی پیشینٹ انوشے انکے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔

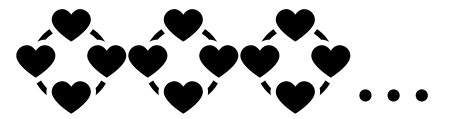
ہمیں نہیں لگتا کہ وہ بچ پائیں گی۔ انکی حالت بہت بری ہے۔ آپ دعا کریں۔
دو اتو دے دی باقی دعا جانے۔

اور دوسری لڑکی۔۔ دانیل جلدی سے بولی۔

انکو کافی سویر چوٹیں آئی ہیں۔ انکے سر پر بھی گہری چوٹ لگی ہے۔ فلحال
جب تک انہیں ہوش نا آجائے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔۔
ڈاکٹر انہیں کہتے جا چکا تھا۔

عالم کے جھکے کندھے کچھ اور جھک گئے۔ وہ بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔
وہ کیا کہتا وہ اپنی بہنوں کی حفاظت نہیں کر پایا۔
باقی سب ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔۔

ان دونوں لڑکیوں کی تکلیف انہیں دل پر گزرتی محسوس ہوئی تھی۔۔



دو دن گزر گئے۔ عالم انوشے کے ماں باپ اور حسن بابا کو بتا چکا تھا۔ ان پر تو گویا قیامت ٹوٹ پڑی۔

انوشے کی والدہ بار بار غم سے بے ہوش ہو جاتی۔ حسن بابا اور ابراہیم صاحب (انوشے کے والد) تو غم سے نڈھال تھے۔ ولی اور مرتسم انوشے کے والد اور حسن صاحب کو سنبھال رہے تھے۔
باقی کسی کو بھی گھر میں اب تک نہیں بتایا گیا تھا۔

انوشے کی حالت میں ذرا سادھا رہا نہیں آیا تھا۔ مہر کو خطرے سے باہر بتا دیا گیا تھا۔

لیکن پھر رتالیس گھنٹوں کے کٹھن انتظار کے بعد جو سنا تھا۔ ان پر تو قیامت ٹوٹی تھی جسے سہن کرنا انکے بس سے باہر ہو گیا تھا۔

: ماضی

ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ ڈاکٹر آپ کو کوئی غلط فہمی کوئی ہوگی۔ انو۔ نہیں۔ نہیں
۔ نہیں اسے کچھ نہیں ہو سکتا۔ میری بہن۔ نہیں جاسکتی۔۔

وہ صدمے سے رو رہا تھا۔ چیخ رہا تھا۔

ڈاکٹر کے الفاظ۔۔۔

I am sorry۔۔

ہم آپ کے پیشینٹ کو بچا نہیں پائے۔۔ انکی باڈی خود ہی سروائیو نہیں کرنا چاہتی
تھی۔

She is no more..

وہ الفاظ نہیں پگھلا ہوا سیسہ تھا جو انکے کانوں میں انڈیلا گیا۔ ایک قیامت
تھی جو ان پر ٹوٹی تھی۔

انوشے کی ماں یہ سنتے ہی حوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔ ابراہیم صاحب زمین
پر ڈھ گئے۔

عالم صدے سے چیخ چلا رہا تھا۔
حسن بابا سر پکڑے رو رہے تھے۔

جبکہ وہ سب سے بے پرواہ ہمیشہ کے لیے نیند کی آغوش میں تھی۔



مر تسم اور ولی نے سنگھ سنبھالا وہ اس قیامت میں ان انجان لوگوں کو یوں
نہیں چھوڑ پائے۔

ملتان میں سب کو بتا دیا گیا۔ وہ سب تو صدے اور پریشانی سے سن تھے کہ
آخر ہوا کیا ہے۔

انہیں بس انوشے کی موت کی خبر دی گئی تھی۔۔



۱

سنے آنکھیں کھولیں۔ جگہ کچھ جانی پہچانی سی تھی لیکن ہر جگہ لوگ ہی لوگ تھے سفید کپڑوں میں۔ وہ لوگوں میں تن تنہا اپنوں کو ڈھونڈنے لگی۔
کبھی انوشے کو بلاتی کبھی عالم کو تو کبھی بابا کو۔

ایک جگہ رونے کی آوازیں سنتی وہ بھاگ کر اس طرف گئی۔ لیکن راستے میں ٹھوکر کھا کر گر گئی۔

زمین پر بیٹھے ہی اسنے سر اٹھایا وہ دم سادھے گی اپنے سامنے پڑی میت کو دیکھتے۔ چہرہ کفن سے ڈھکا ہوا تھا۔ اسنے خوفزدہ سہمی نظروں سے سب کو دیکھا۔ وہاں سب تھے نہیں تھی تو انوشے۔ اسی پل زوردار ہوا چلی اور میت

پر سے کفن سر کا۔ چہرہ دیکھنے سے پہلے ہی وہ آنکھیں موند کر نفی میں سر ہلاتے
انوشے کو پکارنے لگی۔۔

اسکی آواز بلند ہوتی چلی گی۔

انو۔۔ نوشے۔۔

بلند پکار سے چیختی وہ آنکھیں کھول گی۔ اسکا سانس یکدم تیز ہو گیا۔ جیسے اسے
استہما ہو۔ اسکی حالت دیکھتے اسکے پاس کھڑی نرس بھاگ کر ڈاکٹر کو بلا

لائی۔۔

وہ خواب سے ہوش میں آتی ارد گرد دیکھنے لگی۔ آہستہ آہستہ سانس نارمل
ہوتی گی۔

ہوش سنبھالتی وہ خوفزدہ سی ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ زہن بیدار ہوا لیکن اسے
کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ زہن پر بوجھ اس قدر تھا کہ اسے کچھ یاد نہیں آرہا تھا۔

اسی وقت کمرے کا دروازہ کھولا۔ ڈاکٹر کے ساتھ اجنبی چہرے اندر داخل

ہوئے۔

وہ سہم کر اٹھ گئی۔ لیکن جسم میں بالکل بھی طاقت نہیں تھی۔ جس سے وہ پھر سے ڈھ گئی۔

وہ سہمی نگاہوں سے ان مردوں کو دیکھ رہی تھی جو اس سے کچھ پوچھ رہے تھے۔

کمرے کا دروازہ ایک بار پھر سے کھولا اور بکھری حالت میں عالم اندر آیا اسکے ساتھ کوئی اور بھی تھا لیکن مہر کو ہوش کہاں تھا۔

عالی۔ وہ لپک کر اسکے سینے میں چھپی پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

عالم کے ساتھ کھڑے وجود نے چہرہ موڑتے مٹھیاں مینچیں تھیں۔

انو۔ اسکے منہ سے بس یہی الفاظ نکلے۔ انو کہاں ہے عالی وہ ٹھیک ہے نا۔ عالی

بتانا کہاں ہے انو۔

اسکے بازو ہلاتی وہ بے تابی سے بولی۔ اسے وہ سب ابھی بھی ایک خواب لگ رہا

تھا۔

عالم نے ہونٹ بھینچتے بے بسی سے ڈاکٹر کو دیکھا۔ جس نے ہاں میں سر ہلایا
تھا۔۔ انوکے پاس جانا ہے۔۔؟ جھکی نظروں سے پوچھا۔۔

ہاں۔۔ بے تابی سے بولی۔۔



گھر کے باہر گاڑی رکتے عالم نے ضبط سے اسے دیکھا جو کو دپٹیوں میں جکڑی
تھی لیکن انوشے کے لیے بے چین تھی۔۔ گاڑی روکتے مرتسم نے عالم کو
دیکھا اور ہمت سے کام لینے کا اشارہ کیا۔

چلو۔۔۔ مہر کو گاڑی سے نکالتے عالم نے اسے تھاما۔

عالی یہ اتنی بھیڑ کیوں ہے۔۔ لان میں داخل ہوتے آتے جاتے لوگوں کو
دیکھتے اسے خوف کے تحت پوچھا۔

عالم چپ رہا۔۔

عالی بتانا اتنے لوگ کیوں ہیں انوشے کہاں ہے۔۔ وہ اپنے قدم وہیں روک گئی۔

یہ سب بالکل ویسے ہی تھا جیسے اسنے تھوڑی دیر پہلے خواب میں دیکھا تھا۔ اسکی ٹانگیں کانپنے لگیں۔۔ وجود لرز نے لگا۔

عالم زبردستی اسے اندر لے آیا۔ اندرونی حصے میں آتے عالم نے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔ لڑکھڑا کر چلتے وہ آگے بڑی۔ غائب دماغی سے سب کو دیکھنے لگی۔ اسی وقت اسے ٹھوکر لگی۔ بالکل ویسے ہی جیسے خواب میں لگی تھی۔۔ ٹھوکر لگنے پر وہ اٹھ کر سیدھی ہوئی۔۔ لیکن جیسے ہی اسنے سر اٹھایا۔۔ وہ سانس روک گئی۔ پلکیں بھی ساکت کر گئی۔۔

سامنے بالکل ویسے ہی میت پڑی تھی لیکن خواب کی طرح اسکا چہرہ ڈھکا ہوا نہیں تھا۔۔ لیکن اسکا وجود کفن میں لپٹا تھا۔۔ وہ بے حس و حرکت اسے دیکھتی رہی تھی۔۔

انو۔۔ بنا آواز کی اُسکے لب ہلے۔ کسی نے آکر دونوں طرف سے اسے اٹھایا۔ وہ قدم قدم چلتی میت کے پاس آئی۔ گھٹنوں کے بل زمین پر گری کسی ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح۔۔

انو۔۔ آواز بلند تھی۔۔

وہ تھوڑا سا اوپر اٹھی۔۔ اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھا۔ جو بالکل برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ لیکن اسے محسوس نہیں ہوا۔ جھک کر اسکا ماتھا چوما۔۔

کب سے ڈھونڈ رہی ہوں تجھے اور تو یہاں آرام سے سو رہی ہے۔۔ ہمیشہ ایسے ہی کرتی ہے نا۔ چھپ کر بیٹھ جاتی اور میں ڈھونڈھتی رہتی۔ وہ خفگی سے اسے دیکھتی اس پر جھک کر بول رہی تھی۔

وہاں جمع عورتیں صدمے سے اسے دیکھنے لگیں۔۔

بے حال انوشے کی والدہ نے سراٹھاتے مہر کو دیکھا تو انکا دل ڈوبنے
لگا۔ انوشے کو تو کھوچکی تھیں۔ کیا مہر کو بھی۔ انکا قلیجہ منہ کو آیا۔

انواٹھ نایار دیکھ یہاں کتنے سارے لوگ ہیں۔ تجھے پتا ہے نا مجھے بھیڑ میں
کتنی گھبراہٹ ہوتی۔ دیکھ سب لوگ کیسے دیکھ رہے مجھے۔ وہ سرگوشی میں
اس سے بولنے لگی۔ اسکا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ لوگوں کو وہ پاگل ہی لگی

--

تبھی کوئی اسکے پاس آکر بیٹھا۔ اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اسنے چہرہ موڑ کر
دیکھا۔ ہانیہ ماما (انوشے کی والدہ) وہ زیر لب بولی۔ آپ رو کیوں رہی ہیں۔ کیا
ہوا اب تو ہم نے کوئی شرارت بھی نہیں کی۔ انکورو تا دیکھ وہ معصومیت سے
پوچھنے لگی۔

وہ کچھ بھی کہے بغیر اسے سینے سے لگا کر رو دیں۔۔

آہانہ ماں۔ ماہم اپیا اور ماہین بھا بھی۔ وہ حیران پریشان سی اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا جسکی صدے سے یہ حالت تھی۔۔ انہیں مر تسم نے بلایا تھا۔
کچھ عورتیں اٹھ کر اسب مہر کو کچھ کہہ رہی تھیں اسنے غائب دماغی سے انہیں

سنا۔



اسنے اپنا بچپن اسکے ساتھ گزارا تھا جب سے ہوش سنبھالا تھا انوشے اور عالم کو ہر قدم پر اپنے ساتھ پایا تھا۔ وہ تو جیسے اسکے وجد کا حصہ تھی۔ اسنے اپنی زندگی کے ستارہ سال انوشے کے ساتھ گزارے تھے۔ اور اب اسکی موت کا صدمہ برداشت نہیں کر پار ہی تھی اسکا ذہن یہ بات قبول نہیں کر رہا تھا۔

وہ ہانیہ ماما سے خود کو چھڑواتی دور ہو گئی۔ تھوڑا سا آگے ہوتے ایک ہاتھ

انوشے کے سر پر رکھا اور اسکی چار پائی سے سر ٹکا گئی۔

آنکھوں میں انتظار سموئے اسے دیکھنے لگی۔

آدھا گھنٹی گزر گیا۔ وہ یو نہی بیٹھی رہی اب تو وہ بول بھی نہیں رہی تھی۔۔۔ بس
یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔۔

وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونے والی آج بہن جیسی دوست کی میت پر رو بھی "
"نہیں پار ہی تھی۔۔



ماما کے اشارے پر ماہم آہستہ سے اٹھتی باہر کی جانب بڑھی۔ تھوڑا سا باہر نکلتے
ارد گرد نظریں ڈورائیں۔۔

اسی وقت مرتسم نے اس جانب دیکھا تو اسے اشارہ کیا۔
وہ اٹھ کر اس طرف آیا۔

ماہم اپیانے اندر کی طرف اشارہ کرتے اسے کچھ کہا تو اس کے چہرے پر سایہ سا
لہرایا۔۔۔ بے یقینی و حیرت سے انہیں دیکھا۔

پھر دھیمے انہیں کچھ کہتے وہ عالم کی جانب بڑھا جو ایک طرف حسن بابا کے
کندھے سے سر ٹکائے بے حال بیٹھا تھا۔

ان کے پاس جاتے آہستہ سے کچھ کہا۔

تو وہ دونوں خوفزدہ سے اسے دیکھنے لگے۔۔۔ دونوں کے چہروں پر زلزلوں
کے آثار تھے۔

اگلے کچھ ہی منٹ میں وہ لوگ اندر کی جانب بھاگے۔

عالم بے چین سامہر کی طرف بڑھا جو دیوانی کی سی حالت میں انوشے کی میت
سے سر ٹکائے بیٹھی تھی۔۔۔ حسن بابا اپنی لاڈلی کی یہ حالت دیکھتے لڑکھڑا

گئے۔ اندر آتے ولی نے انہیں سنبھالا۔

مہر۔۔۔ اپنے نام کی پکار کر اسے محض نظریں اٹھائیں اور خالی نظروں سے
عالم کو گھورتی رہی۔

عالم کی آنکھیں برسے لگیں وہ اس کے ہاتھ تھامتے پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔
انہو چلی گی مہر۔ وہ بے بسی سے بولا۔۔

مہر ویسے ہی اسے دیکھتی رہی۔ مرتسم دو قدم آگے بڑھا۔ عالم کے کندھے پر
ہاتھ رکھتے اسکی جانب جھکا۔۔

انہیں رولاو۔۔ ورنہ وہ صدمے میں چلی جائیں گی ہمیشہ کے لیے۔۔ دھیمے
سے سرگوشی کی۔۔

عالم نے بے بسی سے اسے دیکھا۔۔ اور پھر مہر کو جسکی نظریں اب انوشے پر
ٹکی تھیں۔۔

مہرا سے ایسے مت دیکھ وہ اب کبھی نہیں آئے تیرا انتظار انتظار ہی رہے " گا۔ وہ چلی گئی ہے ہمیشہ کے لیے۔ " اسکا چہرہ اپنی طرف موڑتے کہا۔ کیوں۔۔۔؟ غور سے عالم کے الفاظ سنتے بنا آواز کے لب ہلے۔۔

کیوں کہ مر گئی ہے وہ اور مرے ہوئے لوگ واپس نہیں آتے۔۔ عالم نے اس کے بازو تھامتے اسے جھنجوڑ ڈالا۔۔

مر گئی ہے وہ مار گیا وہ درندہ اسے نوچ کھایا اسنے ہمارے پھول کو اب کبھی " واپس نہیں آئے گی تیری انو۔۔ وہ بے بسی سے چلایا۔۔

مہر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ پھر انوشے کو دیکھا ذہن آہستہ آہستہ بیدار ہونے لگا۔۔

اسے یاد آنے لگا سبکا جانا عارض کا آنا۔ ان دونوں کو مارنا انوشے کے ساتھ زبردستی کرنا۔۔

اسکا چیخنا چلانا۔

پھر ان دو لڑکوں کا آنادر وازہ توڑنا اور اسکا انوشے کو لوٹی ہوئی حالت میں
دیکھنا۔ اور۔

اب انوشے لٹ گی برباد ہو گی۔ اسے حیران نوچ گیا اسکے جسم سے جان نکل
گی۔

نہیں انو کو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسکا سکتا ٹوٹا۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔
نوشے۔ یہ عالم کیا کہ رہا تھا انوشے اٹھنا یہ دیکھ یہ کیا بول رہا ہے۔ یہ جھوٹ
بول رہا ہے نا اٹھنا۔

انوشے کی میت کی طرف لپکتی وہ لرزتی آواز میں بولی۔
ساکت پلکیں بھگنے لگیں۔ آہستہ آہستہ اسکی سسکیاں گونجنے لگیں۔
اسکی آہو پکار سے زمانہ لرزا اٹھا۔

وہاں بیٹھے ہر انسان کا دل اسے دیکھتے ہزار بار تڑپا ہو گا۔

وہ جو خاموش تھی اسکے رونے سے سب لرز اٹھے۔۔

کیوں کیا اللہ کیوں۔۔ ہمارا کیا قصور تھا۔۔ اسکا کیا قصور تھا۔۔

آہہ۔۔ اللہ ایسے مت کریں اسے واپس دیں دے میں کیسے رہوں گی۔

یہ یہ مرگی تو میں کیوں زندہ ہوں۔ مجھے بھی مار دیں۔

عالم میں اپنی بہن کو بچا نہیں پائی۔ میں اسے اس درندے سے بچا نہیں

پائی۔۔

اسکی چیخ و پکار سے قیامت ٹوٹی تھی۔۔ اسکی چپ کیا ٹوٹی اسے سنبھالنا مشکل

ہو گیا۔

عالم نے اسے پکڑنا چاہا لیکن وہ اسکے ہاتھ جھٹک گئی۔۔

تم۔۔ تم کیوں گئے تھے وہ کہہ رہی تھی مت جاو پھر بھی چلے گئے۔ ہم تمہارا انتظار کرتے رہے۔ چیخ چیخ کر تمہیں پکارتے رہے تم نہیں آئے تم نہیں آئے وہ درندہ اسکی روح کو کچل گیا۔

وہ تم سے ناراض تھی عالی وہ پھر بھی تمہیں پکارتی رہی۔۔
آپ سب کو پکارتی رہی وہ آپ سب سے ناراض چلی گی سب سے ناراض
آنکھیں موند گی۔۔
اسکی چیخوں نے قہر برپا کر دیا۔۔

انوشے کے والد بلند آواز سے رونے لگے انہیں یاد تھا انکی اکلوتی لاڈلی بیٹی
آخری بار ان سے ناراض تھی انہیں جانے نہیں دے رہی تھی وہ اپنی آخری
سانس میں بھی انہیں

پکار رہی تھی وہ نہیں آئے وہ بچا نہیں پائے اپنے پھول کو۔۔

خدا قہر نازل کرے۔۔ تمہیں موت بھی نصیب ناہو اے بد بخت تجھے خوف
خدا نا آیا میری بیٹی کو پامال کرتے ہوئے۔ انوشے کی والدہ خود کو نوچنے لگیں۔

حسن صاحب اپنی لاڈلی کو سینے سے لگا کر ضبط کھوپڑے۔۔

بس وہاں اک عالم تھا جو خاموش تھا اسکی آنکھیں بہہ رہی تھی لیکن ہونٹ
سختی سے آپس میں بھنجے تھے۔

وہ کیا کہتا اپنی بہن کا محافظ اسکی حفاظت نہیں کر پایا اس سے کیا وعدہ نہیں نبھا
پایا۔ اسکی پکار پر بھی نہیں آیا۔ اسکی بہن اس سے ناراض اس دنیا سے چلی گئی
کیا وہ کبھی یہ بھلا پائے گا۔

وہ جو چپ تھی اسے چپ ہی رہنے دینا چاہیے تھا۔ بول اٹھی تو ایک قیامت
لے آئی تھی۔ وہاں ہر ایک کی آنکھ نم کر گئی ہر ایک کا دل لرزا گئی۔

مر تسم لوگوں نے جیسے تیسے مردوں کو سنبھالا تھا جنازے کا وقت ہوا
تھا۔ بمشکل انوشے کے والد حسن صاحب کو اور عالم کو ہمت دے کر کھڑا کیا
جنازے کے لیے۔

جب وہ جنازہ اٹھانے لگے تو مہراپنا آپ کھونے لگی وہ کسی کو اسکے پاس نہیں
آنے دے رہی تھی۔۔

عورتوں نے زبردستی اسے قابو کیا وہ چیخ اٹھی۔۔

عالم مت لے کر جاو۔۔ بابا کہاں لے کر جا رہے ہیں۔ آپ اسے چھوڑ آئیں
گے۔ بابا وہ ڈر جائیں گی اکیلی بابا مت لے کر جائیں۔

آہوں۔ سسکیوں ماتم چیخ و پکار میں وہ اسکی میت کو اٹھا لے گئے۔
انوشے کی ماں غش کھا کر گر پڑیں۔

مہر کی دل خراش سسکیاں گونجیں یہ سب برداشت ناکرتے وہ ان کے
بازوں میں جھول گئی۔۔

: ماضی

ایک ہارے جواہری کی طرح وہ ہاتھ پیچھلائے بیٹھے تھے۔ انکی بیٹی انکے وجود
کا حصہ دفن ہوتا جا رہا تھا اور انھیں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنی روح منومٹی تلے دفن
رہے ہوں۔۔

پھر انہوں نے فاتح کے لیے اپنے اٹھتے ہاتھوں کو دیکھا نہیں لگا انکا جسم
بے جان ہو گیا ہو۔۔ وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ بوڑھے نظر آنے لگے تھے۔

انکی بیٹی کو دفن کیا جا چکا تھا۔ وہ خالی بیٹھے رہ گئے۔ انکی عمر بھر کی کمائی لٹ
گئی۔ انکا آنگن خالی ہو گیا۔ وہ انکی تن تنہا اولاد تھی جسکی حفاظت نہیں کر پائے
وہ سسک پڑے۔ بیٹیوں کا دکھ باپ کی جڑوں کو ہلا جاتا ہے۔۔ یہ دکھ کیا کم تھا
کہ آخری سانس میں بھی وہ انھیں پکارتی رہی وہ اسکی آخری پکار پر بھی نا
آ سکے۔



اسنے اپنے ہاتھوں سے اپنی گڑیا کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دی تھا۔ اسے لگ رہا
تھا جیسے اسکے ہاتھ بے جان ہو گئے ہوں۔۔
اسنے ایک بار بھی اسکی قبر پر دعا کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ وہ شرمندہ تھا خود
سے خدا سے اپنی انوسے جسکی وہ حفاظت نہیں کر پایا۔ وہ اس سے ناراض چلی

گی۔ ایک آخری موقع تو اسے ملا ہوتا وہ اس منا پاتا۔ اسکی ناراضگی ختم کر
پاتا۔ لیکن اسنے ایک آخری موقع بھی نہیں دیا۔

اسے آج اپنا دکھ دنیا کے ہر غم اور دکھ کر بھاری لگا۔ لیکن پھر اچانک اسے
مہر کا خیال آیا اور وہ اپنی روح سمیت کانپ اٹھا۔ وہ اسکا سامنا کیسے کرے
گا۔ وہ کیا کہے گا۔

اسنے سر اٹھاتے آسمان کو دیکھا جیسے شکوہ کیا ہو۔

اے خدا میری بساط سے بڑھ کر میرے کندھوں پر بوجھنا گرا کہ میں اٹھانا
سکوں۔ اسکا دل خدا سے دعا گو تھا۔



اسے اپنی آنکھوں کے سامنے بڑا ہوتے دیکھ تھا پل پل انکی آنکھوں کے
سامنے تھی وہ۔ کچھ گھڑی کے لیے وہ دونوں انکی نظروں سے اوجھل کیا

ہوئیں۔ قیامت ہی ٹوٹ پڑی۔ وہ اب تک بے یقین تھی کہ انوشے کو اپنے ہاتھوں سے دفن کر چکے ہیں۔۔

وہ جو ہر پل ہستی مسکراتی تھی۔ اور وہی ساری زندگی کے لیے انہیں اپنا غم دے گی۔ حسن بابا اب تک بے یقین تھی۔۔



آہستہ آہستہ سب لوگ جانے لگے۔۔

اب وہاں صرف عالم۔۔ حسن صاحب۔۔ ابراہیم صاحب۔ اور مرتسم لوگ تھے۔

ولی نے عالم کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور چلنے کا اشارہ کیا۔۔

زین نے حسن بابا کو اٹھایا۔۔

جبکہ مرتسم ابراہیم صاحب کے پاس آیا۔۔

انکل چلیں۔۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔۔

انکے مقابل بیٹھتا وہ آہستہ سے بولا۔۔

انہوں نے چہرہ موڑے اسے دیکھا۔۔

اپنی بیچی کو یونہی چھوڑ جاو۔ اس مٹی تلے اکیلا چھوڑ جاو۔۔ رات ہونے والی ہے وہ اکیلی کیسے رہے گی۔ وہ تو اندھیرے سے ڈر کر میری آغوش میں چھپ جاتی تھی۔ اب کہاں جائے گی۔۔ وہ تو اپنے بابا سے ناراض چلی گئی۔ اسنے کہا تھا وہ اب کبھی بات نہیں کرے گی اسنے اپنا کہا سچ کر دکھایا۔ وہ سسک کر بولے۔۔

انکی آنکھوں کے سامنے ایک ایک پل گھومنے لگا جب وہ پیدا ہوئی۔ اسنے پہلی بار بولنا شروع کیا جب اسنے چلنا شروع کیا۔ کب وہ بڑی ہوتی گی۔ پھر اسنے دور جانے کی ضد۔ اور اسکی ضد اسے کتنی دور لے گی۔۔

وہ جسے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا تھا۔ اسے آج اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس مٹی
تले دفن کرنا کوئی اس باپ سے پوچھتا۔

حوصلہ کریں انکل۔۔ یہ دنیا ہے ہر ایک نے جانا ہے۔۔ میں جانتا ہوں کہنا
آسان ہے۔ لیکن پھر بھی صبر کریں۔ اللہ کی امانت تھی اللہ نے لے لی آپکو
ابھی باقی سب کو بھی سنبھالنا ہے۔۔

مر تسم انکے کندھے پر ہاتھ رکھتا دھیمے لہجے میں بولا۔

انہوں نے تفاخر سے اسے دیکھا وہ سب انکی زندگی میں فرشتہ بن کر آئے
تھے۔۔

بہت مشکل سے وہ انہیں وہاں سے اٹھایا۔ ایک آخری بار انہوں نے مڑ کر
جان سے پیاری بیٹی کی قبر کو دیکھا۔ انکے دل نے قیامت کھڑی کر دی لیکن
آخر جانا تو تھا ہی۔۔ وہ آج جانا اپنا سب کچھ لٹا کر جا رہے تھے۔۔

میری بچی میں وہ بند و نساء کے رشتے۔۔۔"

تیری تربت کے سراہنے پہ ہی چھوڑ آیا ہوں۔۔

میں جو کہتا تھا مٹی سے نا کھيلا کر۔۔

"میں تجھے مٹی کے اک ڈھیر میں ہی چھوڑ آیا ہوں۔۔۔"



جھکے کندھوں سے وہ لوگ گھر داخل ہوئے۔ تقریباً سب لوگ ہی جا چکے
تھے۔

ملتاوا لے اب تک نا پہنچے تھے۔ موسم خرابی کی وجہ سے سڑکیں بند تھیں۔

تھکے قدموں جھکے کندھوں اور غمزہ چہروں سے وہ اندر داخل ہوئے۔۔

انوشے کے ماما، ہم کے کندھے سے سرٹکائے بیٹھیں تھیں۔

وہ ابھی آکر بیٹھے ہی تھے کہ انہیں مہر کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔۔

سب لوگ آواز پر اس طرف بھاگے۔۔



مہر ہوش میں آنے کے بعد بالکل خاموش ہو گئی تھی رو بھی نہیں رہی

تھی۔۔ اسے کمرے میں گھٹن کا احساس ہوا تو باہر نکل آئی۔۔

گھر کت بیک ڈور کے طرف جاتے تھوڑی دیر وہاں بیٹھ گئی۔ اسکا ذہن

معوف ہو رہا تھا۔ وہ اب تک بے یقین تھی کہ انوشے اب کبھی لوٹ کر نہیں

آئے گی۔۔

تبھی اس اپنے آس پاس کسی کا گمان ہوا۔ پھر قدموں کی آواز اسنے سراٹھایا۔

لیکن اپنے سامنے کھڑے عارض خان کو دیکھتے اسکا چہرہ سفید پڑ گیا۔

عارض وہاں سے بھاگ تو گیا تھا۔ لیکن اب جو کچھ بھی ہوا ان سب کے بعد اسے ڈر تھا کہ کہیں مہر سب کو بتا دے کہ یہ سب عارض نے ہی کیا ہے اور تو اور وہ تو عارض کو پہچانتی بھی تھی۔

کسی کو ابھی تک اس چیز کا ہوش ہی کہاں تھا کہ اس سے پوچھے کہ ہوا کیا ہے انوشے کو پامال کرنے والا تھا کون۔

عارض تاک لگائے بیٹھا تھا۔ وہ کسی طرح مہر پر قابو پانا چاہتا تھا۔ اور اب جب موقع تھا تو وہ اسے اکیلا دیکھ پچھلے دروازے سے ہی اندر داخل ہوا۔

اس سے پہلے کہ مہر اندر بھاگتی وہ اسے پکڑ چکا تھا۔ اسے کھینچتے اپنے ساتھ
لیجانے کی کوشش کی وہ جو پہلے سے ہی بے حال زخموں سے چور تھی اس میں
چیننے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

لیکن پھر بھی وہ پوری قوت سے چینی۔

اس طرف کوئی نہیں تھا عارض اسے گھر سے باہر لے آیا۔ اپنی گاڑی میں
پھینکتے وہ تیزی سے دوسری طرف آیا۔

مر تسم جو سب سے پہلے وہاں پہنچا تھا۔ وہ مہر کو دیکھ چکا تھا۔

عارض کی گاڑی کے پیچھے ہی وہ گاڑی لے کر نکلا۔

اسکے پیچھے عالم۔ ولی زین نکلے تھے۔

باقی سب تو اس فی آفت پر گر پڑے تھے۔



عارض نے اپنے پیچھے آتی اس گاڑی کو دیکھا اور پھر مہر کر جو مسلسل اس سے
ہاتھ چھڑوا رہی تھی۔ اس نے گاڑی کی سپیڈ تیز کر دی۔

مر تسم نے ہونٹ بھینچتے فل سپیڈ پر گاڑی ڈورائی۔

موسم بہت خراب ہو چکا تھا۔

بادل گر جنے لگے۔ آسمان گہرا ہونے لگا۔



مہر کی ہمت جواب دینے لگی اس کے عصاب تھکنے لگے۔ عارض نے اسکا ہاتھ
چھوڑتے فون اٹھایا۔

مہر نے بند ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا اسکا پورا ادھیان ڈرائیونگ پر
تھا۔ جانے اس میں اتنی ہمت کہاں سے آگئی۔

ایک نظر سنسان روڈ کر دیکھا۔ اس حیوان کے ہاتھوں مرنے سے وہ خود ہی اپنی جان دے دے۔۔

پل میں سوچتے اسنے گاڑی کا دروازہ کھولا اور فل سپیڈ سے چلتی گاڑی سے ایک سیکنڈ سے پہلے چھلانگ لگائی۔

عارض کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی وہ کود چکی تھی۔ اسنے جھٹکے سے گاڑی روکی۔ لیکن اپنے پیچھے آتی گاڑیوں کو دیکھ وہ گاڑی بھگا لے گیا۔۔

مرتسم نے مہر کو کودتے دیکھ لیا تھا۔

ایک پل کے لیے اسکے ہاتھ کانپے۔ گاڑی روکتے وہ باہر نکلا۔ سڑک سنسان تھی آس پاس جھاڑیاں تھیں۔ وہ بھاگا۔ سڑک پر ادھر ادھر۔ جانے کیوں اسکے دل کا خوف سے سہا ہوا تھا۔۔

باقی سب بھی پہنچ چکے تھے۔ زین اور دانیل بھی اپنی ٹیم کے ساتھ تھے۔

آدھا گھنٹا گزر گیا لیکن انہیں مہر نہیں ملی۔

موسم نے کروٹ لی اور زور و شور سے بارش شروع ہو چکی تھی۔

وہ لوگ اسے ڈونڈتے کافی آگے نکل آئے تھے۔ تبھی مرتسم کی نظر خون

آلودہ ہاتھ پر پڑی۔

وہ جلدی سے اس طرف بھاگا۔

وہ مٹی پر اوندھے منہ پڑی تھی۔ مرتسم نے کانپتے ہاتھوں سے اسے سیدھا

کیا۔ وہ خون سے رنگی ہوئی تھی۔

مہر نے کھلی آنکھوں سے سامنے اپنے مسیح کو دیکھا۔ ایک آخری ہچکلی لی۔ اور

سکون سے آنکھیں موند گئی شاید ہمیشہ کے لیے۔

: ماضی

مہر کو عارض لے گیا ہے یہ خبر سنتے حسن صاحب سینے پر ہاتھ رکھتے گرتے
چلے گئے۔۔

ماہم نے جلدی سے داینین کو فون کیا وہ لوگ انہیں ہو اسپتال لے گئے۔۔



مر تسم نے اسے دیکھا۔۔ مہرا نے اسے پکارا۔ مہر آنکھیں کھولیں۔ اسکی گال
تھپتھپاتا اسے حوش میں لانا چاہا۔

جلدی سے اسکی نبض دیکھی جو بہت دھیمی چل رہی تھی عنقریب وہ دھیمی
رفتار بھی بند ہو جاتی۔ اس سے پہلے مر تسم اسے بانہوں میں اٹھاتے
بھاگا۔ باقی سب جو اسکی طرف آرہے تھے۔ اسکے پیچھے بھاگے ایمبولینس کا
انتظار نہیں کر سکتے تھے۔

زین اپنی ٹیم کے ساتھ عارض کے پیچھے ہی تھا۔

عالم کے رہے سہے عصاب بھی مہر کو دیکھتے جواب دینے لگے۔۔۔

ہوسپٹل کے آگے گاڑی روکتے جلدی سے مہر کو باہر نکالا۔

سٹرچر لا وہ چیخا تھا۔

سٹرچر پر مہر کو لٹاتے وہ ساتھ ساتھ خود بھاگ رہے تھے۔

مہر کا اک بازو نیچے لٹک رہا تھا۔ جو خون سے تر تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے بے جان ہو۔۔

اومائی گاڈ کیا ہوا انہیں ڈاکٹر اسکی حالت دیکھتے بولا۔ پھر اسکی نبض چیک کی۔

۔ آئی۔ سی۔ و۔ میں لے کے چلوا نہیں۔

موفاسٹ۔۔ آپ لوگ پلیز باہر رکیے۔ عالم کو روکتے وہ لوگ اسے

آئی۔ سی۔ و۔ میں لے گئے۔۔

حسن صاحب بھی اسی ہوسپٹل تھے۔ انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔

عالم۔۔ انوشے کی ماما اسکے پاس آئیں۔

کیا ہوا مہر کو۔ وہ ٹھیک ہے۔ عالم بولونا کیا ہوا اسے۔ میں ایک بیٹی کا غم
برداشت کر گئی۔ دوسری کا نہیں کر سکوں گی عالم ک وہ ٹھیک ہے۔ عالم کا
بازو پکڑتے وہ سسک پڑیں۔ عالم نے ہونٹ بھینچھے انہیں خود سے لگایا۔

آنی وہ ٹھیک ہو جائے گی۔۔ اسے کچھ نہیں ہو گا۔ اسے ٹھیک ہونا پڑے
گا۔۔ اسے کچھ ہوا تو ابکی بار عالم بھی جی نہیں پائے گا۔
وہ دھیمے لہجے میں بولا۔۔



وجدان نے اچنبھے سے مرتسم کو دیکھا۔ جو دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ اسکی پوری شرٹ خون سے تر تھی۔ لیکن اسکی نظریں اپنے ہاتھوں پر تھیں۔ جن پر خون لگا تھا۔ لیکن اس لال رنگ میں ایک چیز چمک رہی تھی۔ وہ آدھے چاند تھے بوبلکل چھوٹے چھوٹے سے تھے۔ یہ بریسلٹ مہر کے ہاتھ میں تھا۔ آخری بار جب مہر نے آنکھیں بند کیں۔ اسنے اپنا ہاتھ تھامے مرتسم کے ہاتھ پہ رکھ دیا۔

وجدان جتنا حیران ہوتا وہ کم تھا۔

ٹھیک ہے ان لوگوں کو اس وقت انکی ضرورت تھی۔ مرتسم پہلے بھی کئی انجان لوگوں کی مدد ایسے کرتا تھا۔

لیکن وجدان کو آج اسکی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔

آسکی آنکھیں سرخ تھیں۔ چہرہ بھی سرخ ہو رہا تھا۔ ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔ یوں جیسے وہ کسی چیز پر ضبط کر رہا ہو۔

وجدان کو حیران کر دینے والی بات اسکی آنکھوں اور چہرے پر عیاں ہوتی
تکلیف تھی۔۔ جیسے اس لڑکی کی تکلیف اسے ہو رہی تھی۔
لیکن وہ سر جھٹک گیا۔ فلحال یہ سب سوچنے کا وقت نہیں تھا۔



تقریباً آدھے گھنٹے بعد ڈاکٹر باہر آئے۔۔
ڈاکٹر میری بہن۔۔ سب سے پہلے عالم انکی طرف لپکا۔

دیکھتے آپکی بہن کا نروس بریک ڈاون ہوا ہے۔ انکو کسی بات کا گہرا صدمہ پہنچا
ہے۔ وہ پہلے ہی زخمی تھی۔ اور اب بھی انہیں کافی چوٹیں آئی ہیں۔
انکے سر پر گہری چوٹ آئی ہے۔ بلڈ کافی لوس ہو چکا ہے۔ آپ کہیں دے بلڈ
کا انتظام کریں۔ انکا بلڈ کافی ریر ہے۔ اونیکیسٹو جو بمشکل ہی ملتا۔

جتنا چاہیے لے لیں۔ ڈاکٹر کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی مرتسم کی سنجیدہ
آواز گونجی تھی۔۔

آپ کون۔۔

آپکو بلڈ چاہیے۔ میرا بھی اونیگیٹو ہے۔ ڈاکٹر کے پوچھنے پر وہ سرد لہجے میں بولا
تو ڈاکٹر نے نرس کو اشارہ کیا جو مرتسم کو لے گی۔
ڈاکٹر وہ ٹھیک تو ہے نا۔۔ ابراہیم صاحب نے پوچھا۔
فلحال ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ آپ لوگ دعا کریں۔ وہ پروفیشنل لہجے میں
کہتے جا چکے تھے۔

مہر کے نروس بریک ڈاون کا سنتے۔ عالم بیچ پر گرنے کے انداز میں بیٹھا۔ ولی
نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ انوشے کی ماما پر روم میں تھیں۔



بلڈ لگایا جا چکا تھا۔

مر تسم نے گردن موڑتے اسے دیکھا۔ جسکے چہرے پر آکسیجن ماسک لگا تھا۔ چہرہ پر زخموں کے نشان تھے۔ سر پر پٹی تھی۔ اور دونوں ہاتھوں میں ڈریس لگی تھیں۔

وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا۔ اسنے ابھی تک اسکو زخموں میں ہی دیکھا تھا۔ ابھی تک کلئیر لی اسکا چہرہ بھی نہیں دیکھا تھا۔

اتنی سی عمر میں کتنا درد برداشت کر چکی تھی یہ لڑکی۔ کیا کچھ سہ چکی تھی۔ اگر اس دن وہ اور ولی وہاں نا پہنچتے تو شاید۔ اسنے سوچتے لب بھنچے۔ اور چہرہ موڑ لیا۔

مر تسم کے جسم سے قطرہ قطرہ خون مہر میں کے جسم میں داخل ہو رہا تھا۔

دو گھنٹے کے کڑے انتظار کے بعد ڈاکٹر پھر باہر آئے۔

ڈاکٹر وہ سب انکی طرف متوجہ ہوئے۔

جیسے کہ مینے پہلے بھی بتایا تھا آپکو کہ انہیں نروس بریک ڈاون ہوا ہے۔ اس سے انکے دماغ پر گہرا اثر ہوا ہے۔ دوسرا انکے سر پر بھی گہری چھوٹ لگی ہے۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہوش میں کب آئیں گی۔ چوبیس گھنٹے میں اگر انہیں ہوش آ جاتا ہے تو ٹھیک۔ ورنہ وہ قوما میں بھی جاسکتی ہیں اور۔۔

اور انوشے کی ماما نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

اور انکی جان بھی جاسکتی ہے۔۔

اگر انہیں ہوش آ بھی جاتا ہے تو شاید انکی میمری بھی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں کہا۔

وہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔



حسن صاحب کی حالت اب خطرے سے باہر تھی وہ جب سے ہوش میں آئے تھے۔ مہر سے ملنے کی ضد کر رہے تھے۔ اس لیے ڈاکٹرز نے انہیں نیند کا انجیکشن دے دیا۔

ملتان سے سب کے بار بار فون آرہے تھے۔ لیکن کسی میں بھی اٹھانے کی ہمت نہیں تھی۔



عالم نے تھکے قدموں سے باہر کا رخ کیا۔ ہو اسپتال کے گروانڈ میں آتے اسنے گہری سانس لی۔ اسکا دم گھٹ رہا تھا۔ بار بار لمبی سانسیں لیتا آنسو پی رہا تھا۔ جب کوئی راہ ناسوجی تو ہا اسپتال کے ساتھ بنی مسجد کی طرف قدم بڑھائے۔

وضو کرتے۔ اسنے دو نفل ادا کیے۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے اسکے آنسو
ہچکیوں میں بدل گئے۔

یا میرے مولا تو رحیم ہے تو کریم ہے پروردگار تیری ذات سب سے عظیم " ہے۔

میں تیرا گنہگار بندہ تیرے سامنے اپنے ہاتھ پیچھلائے بیٹھا ہوں۔
کسی اپنے کی زندگی کا طلبگار ہوں۔ پروردگار! میں شر مندہ ہوں میں اپنی بہنوں
کی حفاظت نہیں کر پایا۔ مولا میرے گناہوں کی سزا میری بہن کو نا
دے۔ میں ایک کو پہلے ہی کھو چکا ہوں۔ دوسری کو نہیں کھو سکتا۔ بے شک یہ
زندگی تیری امانت ہے۔ لیکن اللہ اگر مہر کو کچھ ہوا تو میری سانسیں بھی کھنچ
لینا۔ میں یہ بوجھ برداشت نہیں کر پاؤں گا۔

اللہ ہم پہ ہماری بساط سے بڑھ کر بوجھ نا ڈال ہم پر رحم کرو ہی جو تیری افضل
ترین صفت ہے۔ ہم پر رحم کر ہمیں ہمارے حالات پر نا چھوڑ۔ مہر کو زندگی

بخش دے۔ اسکی زندگی سے بہت ساری زندگیاں جوڑیں ہیں۔ بے شک تو
" دلوں کے حال بہت جانتا ہے۔

دعا کے آخر میں وہ سسک پڑا۔ کون کہتا ہے مرد روتے نہیں
آؤ دیکھے اس مرد کو جو اپنی بہن کی زندگی کے لیے گڑ گڑا رہا تھا۔ سسک رہا تھا
اپنی بہن کی سانسوں کی بھیک مانگ رہا تھا۔
اس سے اسکا خون کا رشتہ نہیں تھا لیکن خدا نے رشتہ بنا لیا یا تھا کہ خون سے
بھی بڑھ کر تھا۔



پوری رات گزر گئی۔ عالم نے باقی سب کو زبردستی گھر بھیج دیا۔

اب وہاں صرف عالم ولی اور مرتسم تھے۔ لیکن کچھ دیر سے مرتسم بھی غائب تھا۔

ماہم اپیا اور ماما آج رات انوشے کی ماما کے پاس تھیں۔

صبح چار بجے کے قریب نرس بھاگتی ہوئی مہر کے کمرے سے نکلی۔ مرتسم جو ابھی آیا تھا۔ وہ چونکا۔ اس کے ساتھ ہی ولی اور عالم بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں ڈاکٹر آتے دکھائی دیئے۔
ڈاکٹر کیا ہوا سب ٹھیک ہے۔ لیکن وہ جواب دئے بغیر مہر کے روم میں داخل ہوئے۔

وہ بے چین سے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ آخر انکا انتظار ختم ہوا۔

ڈاکٹر کیا ہوا۔ ولی نے ہمت کرتے پوچھا۔

آپکی پیشینٹ کو ہوش آگیا تھا وہ اب خطرے سے باہر ہیں۔

الحمد للہ۔۔ تینوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا تھا۔
ہم اس سے مل سکتے ہیں۔ عالم بے چینی سے بولا۔

ابھی نہیں۔ انہیں پوری طرح ہوش نہیں آیا۔ ابھی ہم انکے کچھ ٹیسٹ
وغیرہ کریں گے کہ کہیں کوئی انٹرنل انجری تو نہیں۔ پھر انہیں روم میں
شفٹ کرنے کے بعد آپ مل سکتے ہیں۔ انہوں نے پیشور انہ انداز میں کہا۔



حسن بابا کو دوبارہ ہوش آیا تو عالم ان سے ملنے گیا تھا۔

عالم میری بچی۔ عالم کو آتے دیکھ وہ ٹوٹے لہجے میں بولے۔

مہر ٹھیک ہے بابا۔ آپ نے کیا حال کر لیا ہے اپنا۔ وہ آپ کو ایسے دیکھے گی تو کیا گزرے گی اس پر۔ وہ خفگی سے بولتا انکے پاس بیٹھا۔

میری سیٹیاں لٹ گئی ہیں عالم۔ میری عمر بھر کی ریاضت ضائع ہو گئی۔ میں انکی حفاظت نہیں کر پایا۔ ایک بد نصیب باپ ہوں۔ ایک ایسا باپ جس نے اپنی بیٹی کا جنازہ اپنے ہاتھ سے اٹھایا ہے۔ اور دوسری کو کھونے کے درپہ ہوں۔ میں غم بھی ناکروں۔۔

بابا پلیز۔ سنبھالنے خود کو آپ ایسے کریں گے تو ہم سب کو کیسے حوصلہ ملے گا۔ وہ انکا ہاتھ پکڑتا التجائیہ لہجے میں بولا۔ آپ ٹھیک ہو جائیں میں آپ کو مہر کے پاس کے چلوں گا۔ لیکن پلیز آپ ٹینشن مت لیں سب ٹھیک ہے۔ جیسے تیسے انہیں عالم نے سنبھالا تھا۔



پورا دن گزر گیا۔ عائشہ ماما لوگ جب پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ اور یہاں
آنے جو انہیں پتہ چلا تو ایک بار پھر سے جیسے قیامت گزری تھی۔ انوشے کے
غم میں انہیں مہر کا ہوش نہیں رہا۔ جب تھوڑا سنبھلی تو انہیں مہر کا ہوش آیا۔

مہر کہاں ہے۔۔ انہوں نے انوشے کی ماما سے پوچھا۔۔

جب سے ہم آئیں ہیں مہر نظر نہیں آئی۔ ہمیں بتائیں مہر کہاں ہے۔۔ رمل
رندھے لہجے میں بولی تھی۔

مرے ہوئے لوگ نظر نہیں آیا کرتے رمل بچے۔ عالم کے سہارے اندر
آتے حسن صاحب بے تاثر لہجے میں بولے تھے۔

کیا مطلب۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ عائشہ ماما لڑکھڑاتے لہجے میں بولیں۔ باقی
سب نے بھی حیرانگی سے انہیں دیکھا۔

ٹھیک کہہ رہا ہوں عائشہ مہراب تمہیں کبھی نظر نہیں آئے گی۔
کیونکہ مرے ہوئے لوگ واپس نہیں آتے۔

آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔

یہی کہ مہر مرچکی ہے۔ تم نے دیر کر دی عائشہ۔

انکے لہجے میں ایسا غم تھا کہ ہر کوئی کانپ گیا۔

آغا جان نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔

کل شام مہر کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اسے ہو اسپتال لے کر گئے
تھے۔ لیکن راستے میں ہی بھانک ایکسیڈینٹ ہوا۔ مہر کہاں گی کسی کو پتہ نہیں
چلا۔ ہم لوگ کل سے ڈھونڈ رہے ہیں۔ کل شام سے دوسری رات
ہو گئی۔ نا اسنے ملنا تھا نا وہ ملی۔ ہمیں تو اسکی لاش بھی نہیں ملی۔
پولیس یونیفارم میں اند آتی داین کی سپاٹ آواز گونجی تھی۔
عائشہ ماما زمین پر گر کر ڈھاڑے مار مار کر رونے لگیں۔

ایک بار پھر سے ماتم بچھا تھا۔

باقی سب خاموش کھڑے تھے۔ حسن صاحب نے سب کو چپ رہنے کا
اشارہ کیا تھا۔

رمل روتے ہوئے بہت مشکل سے عائشہ ماما کو سہارا دیے ہوئے تھی۔
بڑی ماما کو ماہم نے سنبھالا۔

میں کتنی بد نصیب ماں ہو۔ جو اپنی بچی کا آخری دیدار بھی نا کر سکی۔ کاش اے
کاش میں نے اسے خود سے دور نا جانے دیا ہوتا۔ پانچ سال سے میں اپنی اولاد کے
غم میں ترس رہی تھی اس کے لیے اور آج وہ اس دنیا سے چلی گی۔ اپنی ماں
سے ملے بغیر۔ وہ تڑپ رہی تھیں۔

حسن مجھے میری بچی کے پاس لے چلیں مجھے اسکے پاس لے چلیں۔ میں اس
سے معافی مانگو لو گی۔ میں اسکے ہاتھ جوڑ لوں گی وہ واپس آ جائے۔ اپنی ماں کو
ایک آخر بار تو گلے لگا جائے۔ وہ فریاد کر رہیں تھیں لیکن انکی فریاد رائیگاں
گی۔



آپنے ایسا کیوں کیا حسن بھائی۔ ایک ماں سے اسکی بیٹی کسی جھوٹی موت کا دعوا
آپ نے عائشہ کی حالت نہیں دیکھی۔۔

انوشے کی ماما حسن بابا سے بولیں۔۔ وہ لوگ اس وقت دوسرے کمرے میں
تھے۔ جہاں انکے ساتھ عالم۔ ولی دانیں اور انوشے کے والد بھی تھے۔
بھابھی جس حالت میں اپنی بچی کی دیکھ کر آیا ہوں مجھے یہی بہتر لگا۔ روز روز
مرنے سے اچھا عائشہ ایک ہی بار مر جائے۔

میں آپکے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ اسے مت بتائے گا۔ مہر کی حالت دیکھتے وہ زندہ
نہیں رہ پائے۔ اسکی موت کا غم تو وہ جیسے تیسے سہہ ہی لے گی۔ وہ رو پڑے
تھے۔

حسن ٹھیک کہ رہا تھا۔ جو اسنے کیا وہ سہی کیا۔
ابراہیم صاحب انکی حمایت میں بولے۔

کیا ہوا ہے مہر کو۔ وہ تو ٹھیک تھی نا خطرے سے باہر تو پھر آپ لوگ۔ وہ
سوالیہ لہجے میں بولیں۔

تو عالم اور ولی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ انکی آنکھوں کے سامنے ہو سپٹل کا
منظر گھوم گیا۔



شام تک مہر پوری طرح ہوش میں آپکی تھی۔
اسنے آنکھیں کھولیں۔ لیکن کھل نہیں پائیں۔ ٹھہر کر اسنے جھپکیں۔ پھر
کھولیں۔ پانچ منٹ تک وہ آنکھیں کھولنے میں کامیاب ہوئی۔
اسکی دھندلی نظر سامنے کھڑے نفوس پر تھی۔ آہستہ آہستہ وہ منظر صاف
ہوتا گیا۔ وہ دوسرا مرد تھے۔

مہر کے ذہن بیدار ہوا آہستہ آہستہ سمجھنے کی کوشش کی۔ پھر وہی منظر گھوم گیا جب انوشے اور وہ چلا رہی تھیں اور عارض اکیلا ان دونوں پر بھاری تھا۔ اور پھر انوشے کے ساتھ کیا کیا۔۔

وہ سوچ میں محو تھی کہ اسنے ان دونوں مردوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ پہلے اسکی آنکھیں بے تاثر تھیں۔ پھر الجھنے لگیں۔ پھر ان میں ڈر کا تاثر آیا۔ پھر خوف اور وحشت اور اسکے منہ سے دل خراش چیخ نکلی۔ ڈاکٹر نے اسکی نبض چیک کرنے کے لیے جیسے ہی ہاتھ بڑھایا وہ اچھل پڑی۔ ہاتھ میں لگی ڈر پس خود ہی اتر گئیں۔ وہاں سے خون نکلنے لگا۔ کمزوری کے باعث اس سے اٹھا نہیں گیا۔ لیکن پھر بھی ہمت کرتی وہ بیڈ سے اٹھ پڑی۔

عالم۔ اور ڈاکٹر نے حیرت سے اسکا ریٹکشن دیکھا۔

مہر۔۔ عالم آگے بڑھا۔ وہ چیخ پڑی۔

نہیں۔ آگے مت آؤ۔ نہیں چھو نامت مجھے۔ ہاتھ مت لگاؤ۔

عالم کو جھٹکا لگا۔ اسنے ڈاکٹر کو دیکھا۔ جو خود حیران تھا۔

مہر میری بات سنو۔ عالم آگے بڑھا۔

نہیں پیچھے۔۔ پیچھے رہو۔ وہ چیزیں پھینکتی۔ پیچھے کھسکنے لگی۔ لیکن لڑکھڑا کر
گر پڑی۔

مہر۔۔ عالم پھر آگے بڑھا۔ جھک کر اسے اٹھانے لگا لیکن مہر نے پورے زور
سے اسے جھٹکا۔

اسکی نظر اندر داخل ہوتے مر تسم پر گئی۔ وہ عالم کو دھکیلتی گرتی پڑتی
اٹھی۔ اور جھپاک سے مر تسم کے سینے سے آ لگی۔۔

مر تسم لڑکھڑایا۔ اسکا دل رک کر ڈھڑکا تھا۔

دروازے پر کھڑے حسن بابا اور ولی نے بھی حیرت سے یہ منظر دیکھا۔

وہ۔ وہ آگیا۔ وہ پھر سے آگیا۔ م۔ مجھے چھ۔ پالیں۔ وہ

آگیا۔ بچ۔ ا۔ لیں۔ انو۔ کو بھی۔ وہ پھر سے۔ آگیا۔

اسکے الفاظ پر ہر کسی کو جھٹکا لگا۔

عالم تو ساکت سا اسے دیکھ رہا تھا جو اسکے اور ڈاکٹر کی طرف اشارہ کرتی بول رہی تھی۔

وہ مرتسم کے سینے میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔

مرتسم نے ہونٹ بھینچے اسے خود سے علیحدہ کرنا چاہا۔ لیکن وہ سختی سے اسکی شرٹ جکڑ گئی۔

نو۔ پلیز۔ وہ آجائے گا۔ وہ آگیا۔ بچائیں۔

بڑبڑاتے وہ حوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔ اسکی گرفت مرتسم کے گرد
چھوٹ گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ گرتی مرتسم نے اسکے گرد بازو کا حصار بناتے
اسے تھام لیا۔ وہ کٹی ڈالی کی طرح اسکے بازوؤں میں جھول گئی۔

: حال

ڈونٹ وری آپکی وائف بلکل ٹھیک ہیں بس خوف سے بے ہوش ہو گئی ہیں۔
ڈاکٹر نے زر نور کا چیک اپ کرتے کہا۔

وہ اسے سیدھا ہو سپٹل لایا تھا۔

یہ ہوش میں آجائیں تو آپ انھیں گھر لے جاسکتے۔ پیشہ وارانہ انداز میں کہتی
وہ جاچکی تھیں۔

غازی نے جھک کر اسکے ماتھے پر لب رکھے۔

تھوڑی ہی دیر تک اسکی ڈرپ ختم ہوتے وہ اسے گھر لے آیا۔ وہ دوائیوں کے
زیر اثر گہری نیند میں تھی۔ غازی نے جھک اسے احتیاط سے بیڈ پر لٹایا۔ اس پر
بلینکٹ ٹھیک کرتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

ایک نظر زرنور کو دیکھتے کھڑکی کے پاس جاتے سگریٹ لگائی۔ وہ زرنور کو
دیکھتا گہری سوچ میں تھا۔

جانتا تھا نکاح کے وقت زرنور اپنے حوش میں نہیں تھی۔ اس لیے اسکا نام
نوٹ نہیں کر پائی۔ اسنے بھی اسکی بتانے کی کوشش نہیں کی۔ زرنور نے احمر
سے شنشنا سنا تھا۔ اور باقی سب اسے غازی بلاتے تھے۔ اس لیے اسے لگا
یہی اسکا اصلی نام ہے۔ لیکن وہ صرف غازی کو جان پائی تھی۔

شہنشاہ کا سامنا اسے آج کیا تھا۔ اسے خود پر غصہ آرہا تھا۔ زر نور کی کنڈ لیشن ایسی نہیں تھی کہ وہ کسی بھی طرح کا خوف اپنے اندر پالے۔ شہنشاہ کا یہ روپ غلط وقت پر اسے سامنے کھلا تھا۔ لیکن وہ کیا کرتا خود پر کنٹرول نہیں رکھ پایا۔ زر نور کو کسمساتے دیکھ اسے ایش ٹرے میں سگریٹ مسل دی۔ اسے کسمساتے آنکھیں کھولیں۔ نظروں کے سامنے غاز کو دیکھتے وہ مسکرائی۔ لیکن تبھی اس کے سامنے تھوڑی دیر پہلے کا واقعہ گھومنے لگا۔ اس کا رنگ تیزی سے سفید پڑا۔

غازی نے بغور اس کے بدلتے تاثرات دیکھے اور اس کی جانب قدم بڑھائے۔ زر نور اسے اپنی طرف آتا دیکھ ایک ہی جست میں بیڈ سے اتری اس سے پہلے کہ وہ باہر جاتی غاز اسے قابو کر چکا تھا۔ چھوڑیں۔ وہ دبا سا غرائی۔

پیچھے ہوں۔ زر نور نے اسے دھکا دیا۔ ہاتھ مت لگائیں مجھے خونی ہیں آپ۔

ک۔ کیسے ان لڑکوں کا مار دیا۔ اسکا لہجہ لڑکھڑایا۔
غاز نے ہونٹ بھینچھے۔۔

زر جان۔ میری بات سنو۔۔ قدم آگے بڑھاتا بولا۔ وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔۔
ن۔ نہیں۔ آپ غ۔ غاز نہیں ہیں۔ آپ شہنشاہ ہیں۔ قاتل۔۔ وہ خوف سے
بولی۔ اسنے وہاں ایک آدمی کو کہتے سنا تھا۔ جو غاز کو شہنشاہ کہہ رہا تھا۔۔

"شہنشاہ کے غصے کو ہوا دے کر اپنی شامت بلوائی ہے۔"

غازی نے اسے گھورا جو اپنی حالت کی پرواہ کیے بغیر خوف سے پیچھے کھسک
رہی تھی۔ وہ اسے غصہ دلارہی تھی۔

غازی نے ایک ہی جھٹکے سے اسے کھینچتے خود میں بھینچا۔۔

زر نور نے سخت مزاحمت کی لیکن اسکی گرفت سے نکل ناپائی۔ تھک کر اسی
کے سینے میں منہ دیے رونے لگی۔

شش۔ زر جان سب ٹھیک ہے۔ غاز آہستہ آہستہ اسکے بال سہلانے لگا۔

ایسے ہی اسکے گرد گرفت مضبوط کرتے وہ پیچھے بیڈ پہ لیٹنے کے انداز میں
بیٹھا۔ زرنور نے سہم کرا سکی شرٹ دبوچی۔

تھوڑی ہی دیر میں اسے زرنور کی گرفت اپنے گرد ہلکی ہوتی محسوس ہوئی
اسنے سر جھکا کر اسے دیکھا جو نیند میں جارہی تھی۔ وہ اسکے پاس آکر ہمیشہ
پر سکون ہو جاتی تھی اس لیے اب بھی سب بھلائے سکون سے نیند کی
وادیوں میں اتر گئی۔ وہ دھیرے سے مسکرایا۔ اسے ٹھیک سے بیڈ پر لٹاتے وہ
سٹڈی میں آیا۔

اسے کچھ امپورٹنٹ کام نیٹانے تھے۔



اسنے کسمسا کر کروٹ بدلی۔ لیکن اچانک سے سر میں اٹھتی تکلیف سے کراہ
اٹھی۔

افف اسنے پٹی بندھے سر کو تھاما۔ درد آہستہ آہستہ زائل ہونے لگا جو اچانک
اسکے کروٹ بدلنے پر اٹھا تھا۔

اسنے نظریں گھمائیں۔

افف وہ مرتسم کے پاس ہی سو گئی تھی۔

وہ اسکے نکاح میں ہونے کے باوجود اس سے ایک فاصلہ بنا کر رکھتی۔ بلکہ
مرتسم خود ہی احتیاط کرتا تھا۔ کہ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

لیکن کچھ دنوں سے ان دونوں میں کچھ زیادہ ہی نزدیکیاں بڑھ گئیں تھیں۔
گہری سانس لیتے باہر سے ارسل اور آیت کی آواز سنتی وہ باہر جانے کے لیے
بے چین ہوئی۔

لیکن پاؤں میں لگی چوٹ سے منہ بنا گئی۔

آہستہ سے اٹھتی وہ فریش ہو آئی۔ اس سے پہلے کہ باہر کی طرف بڑھتی وہ
لوگ خود ہی آ گئے۔

یہ کیا کر رہی ہے تو۔

ارسل جو آیت سے شرط لگاتا پہلے بھاگ کر آیا تھا۔ اسے جلدی سے سہارا دیتے گھورا۔

ٹک کے بیٹھنے میں تو تجھے تکلیف ہوتی اسے بیڈ پر بٹھاتے ڈانٹا۔
عینا نے منہ بناتے اسے دیکھا۔

لیکن اندر آتی آیت کو دیکھ اسکا چہرہ کھل اٹھا۔ آیت پریشانی سے اسکی طرف بڑھی۔

یہ کیا حال کر لیا ہے۔ روزنی نی چوٹیں لگواتی رہتی ہے۔۔ اسکا ہاتھ تھامتے
خفگی سے اسے دیکھا۔

ہاں اسے ویسے سکون نہیں ملتا نا خود کو سہی دیکھ کے۔
ارسل نے اپنا حصہ ڈالا۔

آپ چپ رہیں ارسل ایک تو پہلے ہی اسے چوٹ لگی ہے اوپر سے
آپ۔ آیت نے الٹا اسے لتاڑا۔

ارسل نے منہ کھولتے اسے دیکھا۔ عینا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
اندر آتے مرتسم نے اسکی کھکھلاہٹ کو دل میں اترتا محسوس کیا۔ وہ ہولے
سے مسکرا دیا۔



کہاں سے آرہی ہو۔۔ وقت دیکھا ہے تم نے۔۔
دائین نے بے زاری سے انہیں دیکھا۔
آپکو کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔ میں جس وقت مرضی آؤں۔ وہ نخوت سے
بولی۔۔
دائین تمیز بھول گئی ہو تم۔ جتنا تم سے نرمی سے پیش آرہے ہیں تم اتنا ہی سر
چڑھتی جا رہی ہو۔ اسکی ماما سختی سے بولیں۔

واہ آپکو اب خیال آرہا کے میں بد تمیز ہوگی ہوں۔ تب کیوں نہیں خیال آیا
جب میں رات رات بھر ڈر سے سسکتی تھی لیکن آپ کو اپنی پارٹیز سے ہی
فرصت نہیں ملتی تھی۔ وہ غصے سے غرائی۔

دائین بس کرو ایک غلطی کی سزا کتنی بڑی دوگی۔ اسکے بابا باہر آتے نرمی سے
بولی۔

وہ تنزیہ مسکرائی۔ آپکو تو ویسے بھی کبھی اپنی بیگم کی غلطی نظر نہیں آتی۔ آپکو
کیا کہوں۔ جو شخص اپنی دس دن کی بیٹی کی قاتل کو معاف کر سکتا ہے اس سے
کیا توقع کروں میں۔ وہ افسوس بھرے لہجے میں بولی۔ ایک نظر دونوں پر
ڈالتی واپس چلی گئی۔

دائین اسکے بابا نے آوازیں دیں لیکن وہ رکی نہیں۔

دیکھا اپنے وہ ابھی تک مجھے ہی قصور وار سمجھتی وہ مجھے معاف نہیں کر پائی
میری ایک غلطی نے مجھ سے میری اولاد کو کتنا دور کر دیا۔ وہ روتے ہوئے
بولیں۔

: ماضی

نیلیم دانیل کی ماما وہ بہت سوشل تھیں۔ انہیں پارٹیز وغیرہ بہت پسند تھیں
دانیل کی پیدائش کے بعد انہوں نے کچھ دیر کے لیے وہ سب ترک کر دیا
۔ لیکن جب دانیل چھ سال کی تھی وہ اسکے کئیر ٹیکر کے حوالے کرتے چلی
جاتیں۔ پیچھے وہ ڈرڈر پر سسکتی رہتی۔ دانیل صاحب نیلیم کو کچھ بھی کہتے وہ لڑ
جھگڑ کر ناراض ہو جاتیں اس لیے انہوں نے خود اپنی راتیں دانیل کی نظر کر
دیں۔

انہیں کچھ دنوں بعد پتا چلا وہ پھر سے امید سے ہیں۔ نیلم کو بچہ نہیں چاہیے تھا۔ کہ انکی آزادی بند ہو جاتی۔ لیکن دانیال دانیل کے والد وہ بہت خوش تھے چھ سال بعد پھر سے انہیں یہ خوشخبری ملی تھی۔

نیلم بیگم نے خود کو گھر میں قید نہیں ہونے دیا وہ دانیال سے لڑ جھگڑ کر اپنی روٹین پر قائم تھیں۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا۔ اپنی حالت کے سبب وہ گھر میں ہی رہنے لگیں۔ لیکن وہ بور ہونے لگیں انہیں عادت سی ہو گئی تھی۔ وہ سگریٹ کی عادی بھی ہونے لگی تھیں۔ اس لیے انہوں نے گھر میں چھپ چھپ کر سگریٹ پینا شروع کر دی۔ ایک دو بار چھپ کر ڈرنک بھی کی۔

لیکن براہوا اس دن جب وہ سگریٹ کی طلب میں آدھی رات کو تیز تیز سیڑھیاں اتر رہی تھیں۔ تیزی میں انکا پاؤں رپٹا وہ وہ اندھے منہ نیچے گرتیں اس سے پہلے دانیل نے انہیں پکڑ لیا۔ وہ گرنے سے بچ گئیں لیکن انہیں شدید درد اٹھا تھا۔ انکی دل خراش چیخوں پر دانیال بھاگتے نیچے آئے۔

وہ جلدی سے اسے ہو اسپتال لے گئے صد شکر کے بچے کو کچھ بھی نہیں ہوا
۔ انہیں اللہ نے ایک بار پھر رحمت سے نوازا تھا۔

دائین بہت خوش تھی۔ اسے اسکا نام عینار کھا تھا۔ وہ روز ہو اسپتال آتی تھی
اپنے بابا کے ساتھ۔ راضوانہ بیگم اسکی پھوپھو نے سب سنبھالا ہوا تھا۔ لیکن
پھر اچانک انکی وہ ننھی سی گڑیا۔ جو دس دن کی تھی۔ ابھی سہی سے آنکھیں
بھی نہیں کھولیں تھی وہ ہمیشہ کے لیے آنکھیں موند گئی۔

آپکی وائف نے پریگننسی میں سگریٹ کا بہت زیادہ استعمال کیا۔ اور ڈرنک
بھی۔ اس لیے بچی پر بڑا اثر پڑا تھا۔ اسکے پھیپھڑے پیٹ کے اندر ہی خراب
ہونا شروع ہو چکے تھے۔ اس لیے وہ زندہ نہیں رہ سکی۔ دانیال جھکے کندھوں
سے سنتے رہے اس بات سے بے خبر اپنی پھوپھو سے زبردستی ہاتھ چھڑواتی
دائین انکے پیچھے بھاگی تھی۔ لیکن وہ دروازے پر ہی رک گئی۔ جب ڈاکٹر نے
بولا۔

Baby is no more--

اسکے چھوٹے سے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اسکی ماں نے اسکی بہن کو مار دیا۔ کیونکہ وہ انہیں سمو کینگ کرتے دیکھ چکی تھی۔
وہ خاموشی سے پلٹ گئی۔
نیلیم نے رو رو کر ہاتھ جوڑتے ان سے معافی مانگی تھی وہ محبت کے آگے مجبور ہوتے انہیں معاف کر گئے۔ لیکن دانیل ان سے بہت دور ہوتی چلی گئی۔ وہ اپنی پھوپھو کے پاس چلی گئی تھی۔



: حال

ہاتھوں پہ گرتے آنسو سے وہ ماضی سے لوٹی۔ اسے آج بھی وہ ننھا سا لمس
نہیں بھولتا تھا۔ اس لیے تو عینا پر جان چھڑکتی تھی۔ اسے عینا نے اپنی وہ ننھی
سی گڑیاد کھتی تھی۔

بے دردی سے آنسو گرتے اس نے چہرہ اٹھایا تو دھک سے رہ گئی۔ ایک پل کے
لیئے گھبرائی لیکن پھر چہرے کے تاثرات نارمل کر گئی۔

زین نے گہری نظروں سے اس کا رویا پرچہ دیکھا۔ اسے دانیال صاحب
نے فون کیا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ یہیں ہوگی۔ پر سکون سی کھلی فضا میں۔

روکیوں رہی تھی۔ اسکی طرف قدم بڑھاتے نرمی سے بولا۔

دانیال نے اسے گھورا۔ جہاں میں ہوں وہاں تمہارا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ وہ
چڑ کر بولی۔ وہ اس وقت تنہائی چاہتی تھی۔۔

مینے پوچھا کیوں رو رہی تھی۔ اسکے قریب رکتے پھر پوچھا۔

تم سے مطلب اسے گھورتے وہ وہاں سے جانے لگی۔

لیکن زین نے اسکی کلائی پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔ وہ اسکے سینے سے آگئی۔

زین۔ وہ چیخنی۔ یہ کیا بد تمیزی ہے۔ پیچھے ہٹو بھولو مت۔ میں کون ہوں۔ وہ

سختی سے بولی۔ چاہ کر بھی خود کو اسکی چٹانیں گرفت سے آزاد نا کرو اپائی۔

اسے کوشش کرتے دیکھ وہ دھیرے سے مسکرایا۔

ہوگی تم پولیس والی۔ لیکن میرے لیے تو میری نازک سی نین ہو۔ اسکے گرد

گرفت مضبوط کرتا وہ مسکراتے لہجے میں بولا۔

زین۔ وہ گھبرا گئی۔ اسکی گرم سانسوں سے اپنا چہرہ جھلستا ہوا محسوس ہوا۔

مجھے تکلیف ہوتی ہے جب تم مجھ سے اپنی تکلیف چھا کر اندر ہی اندر سسکتی

ہو۔ زین نے نرمی سے جھکتے اسکی ناک پر لب رکھتے۔ اسے آزاد کیا۔

وہ ساکت رہ گئی۔

آؤ تمہیں گھر چھوڑ دوں۔

اسکا بازو تھامتے بولا۔ وہ چپ چاپ اس کے ساتھ چل دی۔

اس کے لمس سے اس کی کلائی اور چہرہ جل رہا تھا۔

دائیں کے گھر کے باہر گاڑی روکتے اسے دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ

سمجھتا۔ وہ تیزی سے اس کی ناک ہر مکا جھڑتی یہ جاوہ جا۔

آئینہ اپنی حد میں رہنا۔ وہ اند جاتے غرائی تھی۔

زین پہلے تو ہتھاقارہ گیا پھر اس کی گھبراہٹ محسوس کرتے مسکرا اٹھا۔

: ماضی

مر تسم جو اسکے لمس سے ساکت ہوا تھا۔ اسکے یوں بے جان گڑیا کی طرح
جھول جانے پر ہوش میں آیا جیسے۔ بے ساختہ ہی اپنے بازوؤں کا مضبوط حصار
اسکے گرد باندھ گیا۔

ہوش میں آتے عالم اسکی طرف لپکا۔ اسے اپنی پر شفقت آغوش میں سمیٹتے
احتیاط سے بیڈ پر لٹایا۔



وہ ساکت نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھ رہے تھے۔ جو مہر کا چیک اپ کر رہے
تھے۔۔

انہیں اشارہ کرتے ڈاکٹر نے اپنے ساتھ آنے کا کہا۔

آپ لوگ ریلیکس رہیں۔ ایسے حادثات کے بعد پیشینٹس اکثر پینک کر جاتے ہیں۔ یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں۔ وہ دل میں اے اپنے خدشے کی نفی کرتے بولے تھے۔

باقی مہر کے ہوش میں آنے کے بعد ہی کچھ کہہ سکتے ہیں۔۔
وہ لوگ خاموشی سے سنتے رہے۔۔



دو گھنٹے بعد اسے دوبارہ ہوش آیا تھا۔

عالم جو اسکے پاس ہی بیٹھا تھا اسے دیکھتے وہ چیخنا چلانا شروع ہو گئی تھی۔ وہ شدید پینک کر رہی تھی۔ اسکے زخم جو ابھی تازہ تھے وہ اڈھیر ہو گئے۔۔

عالم نے اسے سنبھالنا چاہا لیکن وہ شدید پینک کرتی اسکے بازوؤں سے پھسل گئی۔ وہ خود کو نوچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

لبوں پر مستقل یہی جملے تھے۔۔

نہیں پلیز چھوڑ دو۔ میرے پاس مت او۔ انوشے کو بچاؤ۔ وہ آگیا ہے وہ مار
دے گا۔۔

اسکے یہ الفاظ عالم کا دل چیر رہے تھے۔

مر تسم جو باہر ہی تھا۔ جانے کیوں وہ خود پر ضبط کر رہا تھا۔ لیکن اسکا ضبط جاتا رہا
اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر اندر کی طرف بھاگا۔

مہر جو عالم سے چھپتی دیوار میں گھسی جا رہی تھی۔۔

اسنے آہٹ نظریں پھیریں۔ وہ ساکت ہو گئی۔ پھر جانے اسے کیا ہوا ایک ہی
جست میں اسکی طرف بھاگی۔

اس سے پہلے کہ وہ منہ کے بل گرتی مر تسم نے تیزی سے آگے بڑھتے اسے
تھام لیا۔

وہ سختی سے اسکا بازو تھامتی اسکے پیچھے چھپ گئی۔
ڈاکٹرز۔ عالم۔ سب نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

وہ آگیا۔ وہ پھر آگیا۔ اسکے پشت پر چھپی وہ بڑ بڑائی۔ مر تسم نے بے بسی سے
اسے دیکھا تھا۔

مہر۔۔ عالم اسکی طرف لپکا۔

نہیں نہیں پلیز۔۔ وہ چیخی۔ اسکا سانس اکھڑنے لگا تھا۔ وہ مر تسم کی پشت کو
مضبوطی سے تھام گئی۔۔

مہر میں ہوں۔ عالم۔ عالی تیرا بھائی۔ مجھ سے کیوں چھپ رہی ہو۔ وہ صدماتی
کیفیت میں چیخا تھا۔

عالی وہ بڑ بڑائی۔ زہن جیسے بیدار ہوا تھا۔ لیکن اس بیدار زہن پر انوشے کی
چیخیں بھاری پڑ گئیں۔

وہ جو لمحے کے لیے ساکت ہوئی تھی۔ پھر سے چیخ اٹھی۔ لیکن اس بار سب کو
جھٹکا دینے والی بات اسکا اکھڑتا سانس تھا۔

وہ تیزی سے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔ جیسے اسے استھما ہو۔ مرتسم نے
احتیاط سے اسے تھاما۔

مہر۔ حسن بابا سے برداشت ناہو اتو وہ چیخ کر اسکی طرف بڑھے۔
جو سینے پر ہاتھ رکھتی دوہری ہوئی تھی۔

اسنے مرتسم کا ایک بازو سختی سے تھام رکھا تھا۔ جس سے وہ بھی اسکے ساتھ
زمین بوس ہوا۔

ریلیکس۔۔ اسکے سر پر ہاتھ رکھتے اسے چپ کروانا چاہا۔
لیکن وہ تکلیف کی شدت سے آنکھیں موند گئی۔۔۔



ڈاکٹر کیا ہوا ہے میری بہن کو۔ مہر کے پھر سے بے ہوش ہونے کے تھوڑی
ہی دیر بعد انکے سامنے بیٹھتے عالم سنجیدگی سے بولا۔
ولی نے حسن بابا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے حوصلہ دیا۔
ڈاکٹر نے ایک نظر مرتسم کو دیکھا۔ وہ مرتسم کے جاننے والوں میں سے
تھے۔ انہیں مہر کی ساری ہسٹری بتادی گئی تھی۔

مر تسم نے بے بسی سے بالوں میں ہاتھ پھیرا وہ شاید سمجھ گیا تھا۔ کہ وہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔

میں جو کہنے جا رہا ہوں۔ تحمل سے میری بات سنئے گا۔ ڈاکٹر نے سنجیدگی سے بولنا شروع کیا۔

آپکی بیٹی مہرماہ وہ اس وقت ایک زہنی کنڈیشن سے گزر رہی ہیں۔ انکا زہن کام نہیں کر پارہا۔ وہ ابھی تک اس لمحے سے نکل نہیں پارہی۔ انشورٹ وہ انوشے کی موت کو ایکسیپٹ نہیں کر پارہی۔ اور جس طریقے سے اسکی موت ہوئی ہے۔ وہ یہ سب برداشت نہیں کر پارہی۔۔

اس سے اسکے زہن پر گہرا اثر پڑا ہے۔ وہ ابھی تک اسی جگہ اٹکی ہے جہاں انکی دوست کو زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔ اور اس لمحے میں انہیں بچانے والے مر تسم اور ولی تھے۔

اور پھر ابھی دوبارہ سے بھی جو حادثہ ہوا ہے اسنے اس بار بھی آنکھیں بند کرنے سے پہلے مر تسم کا چہرہ دیکھا تھا۔ اس لیے اسکے ذہن میں یہ چہرہ بیٹھ گیا ہے۔ وہ صرف مر تسم کو ہی پہچان پارہی ہے۔ وہ اسے اپنا محافظ سمجھ رہی ہے۔

وہ ہم سب سے ڈر رہی ہے۔ کیونکہ ایسے حادثات کے بعد پیشینٹس اکثر پینک کرنے لگتے ہیں۔ خود کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے۔ اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس لیے میرا مشورہ یہی ہے فلحال آپ لوگ اس کے سامنے آنے سے گریز کریں۔ کچھ وقت لگے گا لیکن وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ انکے چپ ہونے پر وہاں موت سا سناٹا چھا گیا۔ وہ سب بے یقینی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

اور سینے میں جو درد اٹھاتا تھا وہ۔ تھوڑی دیر بعد ولی کی سنجیدہ آواز گونجی۔

ڈاکٹر رحمان نے گہرا سانس لیا۔

بہت زیادہ سٹریس۔۔ ٹینشن۔ بینک اسٹیکز یہ سب مہر کے ہارٹ پر اثر کر رہا ہے۔ مسلسل پریشانی کی وجہ سے دل کے مسلسل میں کھچاؤ آیا تھا۔ اس لیے انہیں سینے میں درد اٹھا۔

اور اس لیے سانس لینے میں بھی پر اہلم ہوئی۔

ڈاکٹر کا اور پھر کھنکھار۔

اور اب کبھی بھی پریشانی۔ سٹریس یا زیادہ رونے کی وجہ سے ہمیشہ سانس کا مسئلہ بنا کرے گا مہر کو۔

اور دھماکہ تھا جو انکے سر پر کیا گیا تھا۔ اب اور کون کون سی قیامتیں تھیں جو ٹوٹنی تھیں۔

حسن صاحب ایسے تھے جیسے ان کا سارا خون نچوڑ لیا گیا ہے۔ کندھے بھی جھکے ہوئے تھے۔

عالم تو بس چپ سا نظریں جھکائے بیٹھا رہا۔

مر تسم کو شدید بے چینی ہو رہی تھی۔ وہ ہونٹ بھینچتے باہر کی طرف قدم
بڑھایا۔ دل پر بوجھ بڑھنے لگا تھا۔

: حال

ایک ہفتہ ہونے کو تھا۔ عینا کے زخم اب بہت حد تک بہتر تھے۔ بینڈیج بھی
اتر چکی تھی۔ چوٹ اتنی گہری نہیں تھی۔

نوشین حسنے عینا کے آنے سے پہلے اسکا نمبر لے لیا تھا۔ وہ بھی اس سے رابطے
میں تھی۔ جبکہ عینا اس بات سے انجان کے جس کی وہ تلاش میں تھی وہ اس
کے بہت قریبی سے تعلقات بڑھا رہی ہے نوشین سے بات کرتی۔

یہ ہفتہ کسی اور کو تو نہیں لیکن عینا کو ضرور پتہ چلا تھا کہ کیسے گزرا۔ کسی نے بھی اسے بیڈ سے پاؤں تک نیچے نہیں رکھنے دیا۔ مرتسم خود اسے وقت پر میڈیسنز دیتا۔

اسکی بینڈ تاج چلیج کرتا تھا۔ ناشتہ تو وہ پہلے بھی اسے خود ہی کرواتا تھا۔ کیونکہ وہ ناشتے کے معاملے میں ٹال مٹول کر جاتی تھی۔ لیکن مرتسم کے ہاتھ سے نہیں بچتی۔

شاہ بس بھی کریں اب۔۔ وہ بیزاری سے بولی۔
مرتسم جو اسکی میڈیسنز چیک کر رہا تھا کہ اسنے ساری کھائیں ہیں چونک کر اسے دیکھا۔

مینے ساری میڈیسنز لی ہیں۔ وہ خفگی سے بولی۔ تو وہ مسکرا دیا۔

اب تو جاسکتی ہوں ناباہر۔ وہ بے چینی سے بولی۔ ایک ہفتے سے کمرے میں
رہنا سے عذاب سے کم نہیں لگا تھا۔

مر تسم نے اثبات میں سر ہلاتے اسکا ہاتھ پکڑا اور احتیاط سے اسے نیچے لایا۔
کہ پاؤں پر جو زخم تھا وہ زیادہ گہرا ہونے کی وجہ سے ابھی سہی سے ٹھیک نہیں
ہوا تھا۔ اس لیے چلنے میں ابھی احتیاط کرتی تھی۔

نیچے سب کو دیکھ وہ خوش ہو گئی۔

کیسا ہے میرا بچہ۔ وجدان نے اسے اپنے پاس بیٹھاتے پوچھا۔
بلکل ٹھیک وہ مسکراتے بولی۔

تبھی حاشر بھاگ کر اس سے لپٹ گیا۔

جب سے اسے چوٹ لگی تھی بچوں کو اس کے پاس کم ہی جانے دیتے تھے کہ
بچے ہیں کہیں زخم پر ہاتھ ناما دیں۔

بچے عینا سے کافی اٹیچ تھے۔ اس لیے اس کے بغیر مشکل سے ہی رہتے
تھے۔۔

اچھو آپکی چوٹ کیسی ہے اب۔۔ وہ معصومیت اور فکر مندی سے اسے دیکھتا
بولا۔

اچھو کی جان۔ اچھو اب بالکل ٹھیک ہیں۔۔ وہ اسکا گال چومتے بولی۔
ابھی وہ کچھ کہتا کہ باہر سے اتے عادی نے اسے اٹھاتے اسکے گال چومے تو
اسے گھور کر اسے دیکھتے اپنے گال رگڑے۔۔
عادی چاچو آپ میرے چیکس پر کس ناکیا کرو۔۔ وہ بولا تو سب نے حیرت
سے اسے دیکھا۔

کیوں جی کیوں ناکیا کروں۔ عادی نے پھر سے اسکا گال چوما۔
حاشر نے اسے گھورتے پھر سے اپنے گال رگڑے۔۔
کیونکہ بوائیز کو کس صرف انکی برائیڈز کر سکتی ہیں۔ وہ چہرے پر سنجیدگی
سجائے بولا۔

سب کو جھٹکا لگا تھا۔ عادی نے منہ کھولتے اسے دیکھا۔۔

ماہین بھا بھی نے ادھر ادھر دیکھا شکر کیا کہ ماما لوگ نہیں تھیں۔ پھر دانت
پیتے اپنے سپوت کو دیکھا۔

اور آپ سے یہ کس نے کہا۔۔ عینا مسکراہٹ دباتی بولی۔۔
مجھے خود پتا ہے۔۔ وہ سر ہلاتا بولا۔۔

او میرے ننھے منے ڈاٹ۔ کام۔ تم کہاں سے بوائے ہو۔ ابھی زمین سے تو نکلے
نہیں ہو۔

عادی اسے پھر سے اٹھاتا بولا جو اسکی گرفت سے نکل کر عینا کی طرف بھاگا
تھا۔۔

پہلے بوائے بن تو جاؤ۔ پھر لے آنا برائیڈ بھی۔۔ پینٹ ابھی تمہاری گیلی ہو جاتی ہے آیا بڑا بوائے بنے۔۔ ماہین بھا بھی اسکے بال بگاڑتی بولیں۔ تو اسکے تاثرات دیکھتے سبکی ہسی چھوٹ گی۔

اسنے ماہین کو ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو ماما یہ بتانا ضروری تھا۔۔۔
او میرا بچہ ادھر آؤ۔ ماہم اسکی اتری شکل دیکھتی بولی۔۔
حاشو میری جان ابھی نا آپ بوائے نہیں چائیلڈ ہو اس لیے ابھی چاچو آپ کو کس کر سکتے ہیں۔ ہم۔ ماہم مسکراہٹ دباتی اسے سمجھاتی بولی تو وہ سمجھ کر سر ہلا گیا۔

او کے ماما آئی انڈر سٹینڈ۔۔ وہ انکے گال چومتا بولا۔۔

سہی جارے ہو بیٹا۔ اپنی بار برائیڈ یاد آ جاتی ہے اور دوسروں کی برائیڈ کو جیسے مرضی کس کرتے رہو۔۔

ماہم کے پاس سے اٹھتے وجدان بڑ بڑایا تو سب نے بمشکل اپنی ہسی کنٹرول کی۔۔

جبکہ ماہم نے سبکے سامنے شرمندہ ہوتے وجدان کی پشت کو گھورا۔۔
باقی سب اسکی جیلیسی پر ہنس دیے۔۔



زرنور کی جب آنکھ کھلی خود کربیڈ پر اکیلا پا کر اسکا اٹکا سانس بحال ہوا۔۔
اسنے غازی کو کبھی ایسے نہیں دیکھا تھا ہاں وہ غصے میں اسکا روپ دیکھ چکی تھی
لیکن یہ روپ اسکے سامنے اسنے ان لڑکوں کو کسی جانور کی طرح مار
ڈالا۔۔ اسکے زہن سے وہی منظر نہیں جا رہا تھا۔۔

اپنے گرد بازو لپیٹتے وہ سمٹ کر بیٹھ گئی آنکھوں سے پھر سے آنسو رواں ہونے لگے۔

آہٹ پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

غازی نے اندر آتے ایک نظر اسے دیکھا۔ اسے روتے۔ دیکھ اس نے ہونٹ بھنچے۔

وہ اس وقت بے حد تھکا ہوا تھا۔ اسے آرام کی سخت ضرورت تھی۔
صوفے پر لیٹنے کے انداز میں گرتے۔ اس نے پاؤں کو شوز کی قید سے آزاد کیا۔ پھر اسے دیکھا جو سہمی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

زرادھر آؤ۔۔ لہجے میں فکر مندی تھی۔

وہ سہم کر اسے دیکھتی نفی میں سر ہلا گئی۔

ادھر آؤ۔ سخت لہجے میں پکارا۔

زر نور کی جان ہوا ہوئی۔ نفی میں سر ہلاتے پیچھے کو کھسکی۔

زر جان میرا ضبط مت آزماؤ ادھر آؤ شاباش۔۔

نرمی اور پیار سے پکارا۔

وہ ڈرتے ڈرتے قدم اٹھاتے اسکے پاس آئی۔

اسکے قریب رکتے انگلیاں چٹخائیں۔

غازی نے اسے دیکھا۔ پھر ہلکا سا جھٹکا دیتے اسے اپنی طرف کھینچتے اپنی گود میں بٹھایا۔

وہ کٹی ڈالی کی طرح اسکی آغوش سے آلیٹی۔

غاز۔۔ کپکپاتے ہاتھ اسکے سینے پر رکھے۔ اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی جو بے حد نزدیک تھا۔

اتنا کہ اسکی گرم سانسوں سے اسے اپنا چہرہ جھلسا محسوس ہوا۔

زر جان یوں مجھ سے ڈر کر میری جان نکال رہی ہو۔ وہ سرگوشی میں کہتا اسکے سر سے سر ٹکا گیا۔

غازی نے اسکے گردن میں منہ دیتے جا بجا اپنا لمس چھوڑا۔
وہ بری طرح کسمسائی۔۔ اور اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی۔
غازی نے اسے گھورا اور اسکے ہاتھ اٹھاتے اپنی شرٹ پر رکھے۔۔
بٹن کھولو میری شرٹ کے۔ گہری نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔
غاز۔۔ بے بسی سے اسے دیکھتے پکارا۔ لیکن اسکی آنکھوں میں تنبیہ دیکھتے
کپکپاتے ہاتھوں اور بند آنکھوں سے اسکی شرٹ کے بٹن کھولے۔

شرٹ اتارو۔ اگلا حکم سنتے۔ کانپتے ہاتھوں سے شرٹ اتاری۔ اسکا وجود
کانپ رہا تھا۔

یہ کپکپاہٹ اسکے قربت کی نہیں اسکے ڈر کی تھی۔

غازی نے اسکا چہرہ اپنے قریب کیا ایک ہاتھ بالوں میں پھساتے دوسرے ہاتھ سے کمر کو جھٹکا دیتے فاصلہ ختم کیا۔۔

وہ کراہ کر اسکے سینے سے لگی زرا سا فاصلہ بھی مٹ گیا
اگر وہ زرا سا بھی ہلتی تو اسکے ہونٹ غازی کے ہونٹوں کو چھو جاتے۔۔
غازی نے اسے دیکھتے اپنا گال اسکے گال سے سہلایا۔۔

اسکی بیئرڈ کی چھبن سے وہ سسکی۔۔

Kiss my lips deeply

اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ لہجہ مخمور ہوا تھا۔۔

وہ اسکے سینے سے لگی اسکا حکم سنتے کانپ گئی۔

نو۔۔ بے آواز لب ہلے۔۔

Kiss me

اس بار لہجہ وار ننگ دیتا تھا۔ کمر کو سہلاتی انگلیاں سختی سے پیوست ہوئیں۔۔
وہ بے بسی سے آنکھیں میچتی اسکے ہونٹوں سے ہونٹ جوڑ گئی۔۔ اس سے
پہلے کہ وہ پیچھے ہٹتی غاز سختی سے اسکے لبوں کو قید کر گیا۔ وہ مدہوش تھا ان
گلابی پنکھڑیوں کا جام پینے میں۔۔

ایک ہاتھ اسکی کمر کو سہلا رہا تھا جبکہ دوسرا ہاتھ بالوں کو۔
اسکے لمس میں اس قدر شدت تھی کہ زر نور کا سانس بند ہونے لگا۔ وہ مچلنے
لگی۔۔ وہ اسکے نچلے ہونٹ کو دانت میں دباتے پیچھے ہوا۔۔
زر نور نڈھال سی اسکے سینے پر سر ٹکائے گہری سانسیں لینے لگی۔
غازی اسکی کمر سہلاتا رہا۔

زر غاز کی جان۔۔ تھوڑی دیر بعد بہت محبت سے پکارا گیا۔
زر نور نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔۔

تمہارا مجھ سے ڈر کر دور بھاگنا میرے لیے ازیت ناک ہے۔ وہ اسکا چہرہ
ہاتھوں میں تھا مے نرمی سے بولا۔

جو ہوا وہ بھول جاو۔ وہ لڑکے وہ سب ڈیزر و کرتے تھے۔ تمہیں لگتا ہے تمہارا
غاز کبھی کچھ غلط کر سکتا ہے۔ اس کے بال سہلاتے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

ل۔ لیکن۔ وہ۔ شن۔ شاہ۔ وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بولی۔

سب بتاؤ گا۔ لیکن سہی وقت آنے پر۔ تمہیں سہی وقت کا انتظار کرنا پڑے
گا۔ کرو گی۔ ایک امید سے پوچھا گیا۔
وہ جھٹ سے سر ہلا گئی۔

وعدہ کرو آئندہ کے بعد مجھے خود دور نہیں جھٹکو گی۔ مجھ سے ڈرو گی
نہیں۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے مجھ سے دور جانے کا سوچنا بھی نہیں۔

وہ ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔ زر نور نے اسے دیکھا پھر اس کے پھیلے ہاتھ کو جس پر
زخم تھے۔۔۔ وہ بے ساختہ اس کے ہاتھ پر اپنے لب رکھ گئی۔۔۔ وہ اس کی حرکت پر
متنبہم ہوا۔۔

زر۔ پھر سے پکارا۔۔

زر نور نے اسے دیکھا۔۔

مجھے پیار کرو۔۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتے فرمائش کی۔۔

وہ اتنے پیار سے بولا کہ وہ بے ساختہ اس کے چہرے پر جھکتے اس کا ایک ایک نقش
چوم گئی۔

غازی نے اس کی کمر کے گرد گرفت مضبوط کرتے جھکٹے سے اسے بانہوں میں
اٹھایا۔۔

غ۔ غاز۔ وہ بوکھلائی۔۔

شش۔ اس نے نرمی سے اسے بیڈ پر اتارا۔۔

زر نور کے سمجھنے سے پہلے ہی وہ اسے اپنے شکنجے میں قید کر گیا۔
دیوانہ وار اسکا ایک ایک نقش چومتے اسکی گردن پر اپنی محبت کے پھول
کھلانے لگا۔

اسکے لمس میں شدت تھی۔ جنون تھا۔
زر نور کے سارے احتجاج دم توڑ گئے۔ وہ اسکی قربت میں دنیا بھلا گئی۔

: ماضی

حسن صاحب چپ ہوئے تو انوشے کی ماما بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھیں۔
ی۔ یہ کیا ہو گیا۔ ہماری مہر کو۔ انوشے تو خود تو چلی گی مہر کو کیوں مرنے کے
لئے چھوڑ گی میرا بچہ۔ وہ انوشے سے مخاطب تھیں۔ انسوزار و قطار بہہ رہے
تھے۔

مرنے والے تو مر جاتے ہیں لیکن جو پیچھے رہ جاتے ہیں نا وہ پل پل ہر پل
مرتے ہیں۔



مہر کو دوبارہ رات میں ہوش آیا تھا لیکن ڈاکٹر ز نے اسے دوبارہ سے نیند کے
انجیکشن دے دیے فلحال وہ جتنا ریست کرے گی اتنا ہی اچھا رہے گا۔
آج ہفتے دن بعد وہ پوری طرح سے ہوش میں تھی۔
پچھے پورے ہفتے وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں ہی رہی تھی۔
اسکے ہوش میں آنے کے بعد بھی اسکے پاس کوئی نہیں گیا تھا۔ وہ سب
کمرے کے باہر کھڑے تھے۔

حسن بابا نے مرتسم کی طرف دیکھا۔ جسکی نظریں دروازے پر جمیں
تھی۔ اسنے گردن موڑ کر انہیں دیکھا انکی آنکھوں کی التجا سمجھتا وہ ہونٹ بھیچ
گیا۔ گہری سانس چھوڑتے وہ دروازے کھولے اندر بڑھا۔

مہر گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔ زخم اب کافی حد تک بہتر ہو چکے
تھے۔ مسلسل نیم بے ہوشی کی وجہ سے آنکھوں کے گرد گہرے ہلکے پڑ
چکے تھے۔ رنگت نخر چکی تھی۔ ہونٹ پٹری زدہ سوکھے پڑے تھے۔ انکھیں
ویران ہو چکیں تھی۔

اسنے آہٹ پر سہم کر سراٹھایا۔

مرتسم نظریں جھکائے ہی اندر داخل ہوا۔ اسنے ابھی تک ایک بار بھی مہر کا
چہرہ سہی سے نہیں دیکھا تھا۔ پہلی بار جب دیکھا تھا۔ خون سے رنگا تھا اور

دوسری بار جگہ جگہ بینڈ تاج اب بھی وہ نظریں جھکائے ہی ڈاکٹر کے ساتھ اندر آیا تھا۔

مہر نے مرتسم کو دیکھا اسکی آنکھیں پھیلیں لیکن پھر اسکا رکا سانس بحال ہوا۔

ڈاکٹر آگے بڑھیں تو وہ سہم کر بیڈ سے جا لگی انہوں نے مرتسم کو دیکھا۔
مہر ہلکا ہلکا کانپنے لگی تھی۔

مرتسم نے ایک نظر اسے دیکھا چہرہ جھکا ہوا تھا۔ ہاتھوں کی انگلیاں سختی سے بیڈ کو جکڑے ہوئے تھیں۔ جسم میں کپکپاہٹ تھی۔ اسنے ایک قدم آگے بڑھایا۔

مہر۔۔ نرمی سے پکارا۔

جسٹس ریلیکس کچھ بھی نہیں ہوا یہاں کوئی آپکو کچھ نہیں کہے گا۔۔ یہ ڈاکٹر
ہیں یہ صرف آپکے زخم دیکھیں گی اور بینڈیج چینج کریں گی۔۔ ہم۔۔

وہ آہستہ آہستہ اسکے قریب آتا نرمی سے بول رہا تھا۔۔
مہر کچھ دیر مرتسم کو دیکھتی رہی۔۔ جسکی نظریں اسکے ہاتھوں پر ٹکی تھیں۔
سختی سے بند کرنے کی وجہ سے بینڈیج سے خون رسنے لگا تھا۔

اسنے سر ہلا دیا۔۔

اسکے سر ہلانے پر ڈاکٹر نے شکر کا سانس لیا۔ اور آگے بڑھ پر اسکے چیک اپ
کرنے لگی۔ جیسے ہی ڈاکٹر نے اسے ہاتھ لگایا۔

وہ ہونٹ بھینچتے سختی سے مرتسم کا ہاتھ تھام گئی۔

مر تسم نے چونک کر اپنے ہاتھ کو دیکھا جسے وہ دونوں ہاتھوں سے تھامے
ہوئے تھی۔ گہری سانس لیتے اسنے ایک پل کو اپنے ہاتھ کو دیکھا پھر
دوسرے ہاتھ کو مہر کے ہاتھ پہ رکھتے نرمی سے تھپکا۔ ایسا کرتے اسکا ہاتھ
ایک پل کو لرزاتا تھا۔

دل تیزی سے دھڑکا تھا۔ وہ سختی سے ہونٹ بھینچ گیا۔ وہ لڑکی اس وقت
اپنے حواسوں میں نہیں تھی وگرنہ اپنوں کو چھوڑ کر کسی نامحرم کے ہاتھوں کو
یوں نالتھا مے بیٹی ہوتی۔

ڈاکٹر نے نرس کی مدد سے اسکی بینڈیج وغیرہ چینیج کر دی۔ پھر اسے ڈرپ لگا
دی۔ کچھ ہی دیر میں وہ پھر سے گہری نیند میں تھی۔



حسن بابا نے باقی سب کو واپس بھیج دیا تھا۔ عائشہ ماما کی حالت بہت بری تھی۔ سب ہی بہت بے حال تھے۔ انوشے اور مہر کی اچانک موت نے انہیں توڑ کر رکھ دیا تھا۔

انوشے کی والدہ اور بابا یہیں تھے۔
عالم بھی یہیں تھا۔

اسکے سونے کا یقین کرتے عالم آہستہ سے اسکے پاس آ بیٹھا۔
اسکے ڈرپ والے ہاتھ کو نرمی سے تھامتے جھک کر بوسہ دیا۔
کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔
آنسو پھر سے باغی ہونے لگے تھے۔

مہر مجھے معاف کر دینا میرا بچہ۔ میں تم دونوں کی حفاظت نہیں کر پایا۔
لیکن مہر اسکی اتنی بڑی سزا مت دو۔

انوشے تو جا چکی ہے ہم دونوں کو چھوڑ کر۔

اسے بالکل بھی ترس نہیں آیا ناہم پر۔۔ کیسے ایک پل میں ہمیں پرایا کر
گی۔۔ وہ تو کہتی تھی نا کہ ہمیں کبھی نہیں چھوڑے گی دیکھا۔ چھوڑ گی نا۔۔ اور
اب تم۔۔ وہ لرزتی آواز میں بولتا ایک پل کو رکا۔ اسکی ہچکی بند چکی تھی۔۔

اب تم بھی مجھے اکیلا کر رہی ہو۔۔ خدا کے لیے مہر ایسا مت کرو۔ میں مر
جاؤں گا مہر۔ میں مر رہا ہوں۔۔ پلیز مہر میرے ساتھ ایسا مت کرو مہر میرا
دل تڑپ رہا ہے میرا ایسی سزا مت دو۔۔ وہ ہچکیوں سے روتے لرزتی آواز
میں التجا کر رہا تھا۔۔

لوگ کہتے ہیں مرد روتے نہیں۔ اگر روتے بھی ہیں تو کسی کے عشق میں
ایک عورت کے لیے لیکن لوگ شاید بھول گئے کہ مرد ایک روپ بھائی کا
بھی ہے۔ جو اپنی بہن کے لئے خود کو مضبوط بناتے ہیں لیکن اسی بہن کے لئے

ضبط کے دامن بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور آج بھی ایک بھائی اپنی بہن کے لئے
اسکے سامنے گڑ گڑا رہا تھا۔ اسکے لیئے رورہا تھا۔

مہر جو تھوڑی دیر پہلے ہی جاگ گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ آنکھیں کھولتی
اپنا ہاتھ پہ کسی کا لمس محسوس کرتے وہ ڈر گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ شور کرتی
عالم کی باتوں نے اسے تھمنے پر مجبور کر دیا۔

وہ جیسے کسی خواب سے بیدار ہوئی تھی۔

عالم کا لمس پہچان گئی تھی وہ عالم کی آواز

ہاں یہ سب اسے حال میں کھینچ لایا تھا۔

وہ دھیرے سے آنکھیں کھول گئی۔

اپنے ہاتھ پر سر رکھے روتے عالم کو دیکھا۔

عالی۔ وہ دھیرے سے لرزتی آواز میں بولی۔ عالم اسی حالت میں جھکے روتا رہا

اسنے شاید اسکی آواز سنی ہی نہیں۔

عالی۔۔ اس بار آواز کے ساتھ اسکا ہاتھ بھی ہلاتھا۔۔

عالم کا ہچکیاں لیتا وجود تھا۔۔

حیرت سے اس کے ہاتھ سے سراٹھاتے پہلے اس کے ہاتھ کو دیکھا پھر مہر کو۔۔

اسکی کھلی آنکھیں دیکھتے۔ اسکا ہاتھ چھوڑتے جھٹکے سے پیچھے ہوا۔۔

اپنے آنسو پونچھتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اسے لگا شاید مہر اسے دیکھتے پھر سے پینک کرے گی۔۔

ایک نظر مہر کو دیکھتے وہ تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا۔ لیکن اپنے نام کی پکار پر رک گیا۔۔

حیرت سے پیچھے مڑتے دیکھا۔۔

مہر نے پلکیں جھپکائیں۔۔ جیسے اسے یقین دلایا ہو۔۔

الحمد للہ۔۔۔ بے ساختہ عالم کے منہ سے نکلا۔۔

وہ تیزی سے مہر کی طرف بڑھا۔۔

مہر تو۔۔ تو مجھے پہچان رہی۔۔ تو نے مجھے پکارا تو۔۔ وہ رو پڑا۔۔

اسے دیکھتی مہر بھی بسی سے روپڑی۔۔

عالی وہ وہ چلی عالی ہمیں چوڑ گی عالی۔۔ وہ بے وفائی کر گی عالی۔۔ وہ جھوٹی تھی
بہت جھوٹی تھی۔۔ کہتی تھی کبھی ساتھ نہیں چھوڑے گی۔۔ لیکن چھوڑ گی

--

وہ زار و قطار روتی جا رہی تھی ابھی تک بے یقین تھی کہ انوشے اب کبھی انکے
ساتھ نہیں ہو گی۔۔ وہ اب کبھی اسے دیکھ نہیں پائے گے۔۔

بس۔۔ بس۔۔ کبھ دیر بعد عالم نے خود کو سنبھالا۔۔ نرمی سے اس کے چہرے سے
آنسو صاف کیے۔۔

موت برحق ہے میری جان۔۔ ہر ایک کو آنی ہے۔ ہمیں بھی ایک دن وہیں
جانا ہے۔۔ ہم ایسے رو کر صرف انوشے کے روح کو تکلیف پہنچا رہے
ہیں۔ کیا وہ ہمیں ایسے دیکھ سکتی ہے۔۔
وہ روتے نفی میں سر ہلا گئی۔۔
تو بس پھر اب رونا نہیں ہم۔۔ وہ خود پر ضبط کرتا بولا۔۔

مہر۔۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی۔۔ شفقت بھری آواز سنتی سراٹھاتے
دیکھا۔۔

حسن بابا آنسوؤں سے تر چہرہ لیے کھڑے تھے۔
بب۔ بابا اسے لب ہلے۔ وہ چلتے اسکے قریب آئے اسے خود۔ میں بھنچتے
زوار و قطار رو پڑے۔۔ وہ سب رو رہے تھے انہیں رونا ہی تھا۔۔
قسمت نے جو غم دیا تھا وہ چھوٹا نہیں تھا کہ اسے اتنی جلدی بھلایا
جائے۔ لیکن وقت ہے ناہر زخم کا مرہم۔۔



مہراپنوں کو تو پہچاننے لگی تھی۔۔ لیکن وہ باقی مردوں سے بہت ڈرنے لگی تھی۔

کسی انجان مرد کو دیکھتے وہ پینک کرتی تھی۔۔ سوائے مرتسم اور ولی کے۔۔ مرتسم صرف ڈاکٹر کے ساتھ آتا تھا۔ جتنی دیر ڈاکٹر اسکا چیک اپ کرتا وہ نظریں اسکے ہاتھوں پر ہی ٹکائے رکھتا۔۔
نااس سے کوئی بات کرتا نا اسے دیکھتا۔ البتہ جتنی دیر وہ ٹھہرتا مہر کی نظریں صرف اسی پر ہوتیں۔

ہاں لیکن ولی اسکے ساتھ بالکل عالم کے جیسے پیش آتا۔ اسکا لہجہ اسکے بات کرنے کا انداز۔ اسکی کیئر۔۔ مہر اس سے کھل چکی تھی۔ وہ اس سے کچھ بات بھی کر لیتی۔۔



اسے ایک ماہ ہونے والا تھا ہسپتال میں۔ وہ قریباً پوری طرح ریکور کر چکی تھی۔۔ اس ایک ماہ میں وہ ہو سپیٹل کے اسی ایک کمرے میں رہی تھی۔۔ ہر وقت ڈری سی۔ ہر آہٹ پر سہم جاتی۔۔

ایک دو بار اس سے دانیل اور زین بھی ملنے آئے۔ دانیل کو دیکھ کر وہ صرف ڈری تھی۔۔ لیکن خاموش رہی۔ پھر کمفر ٹیبل ہو گئی۔ لیکن جب زین اس

سے ملنے آیا تو اتنی زیادہ پینک ہوئی کہ خود ہی نوچنے لگی۔ مجبور اڈاکٹرز کو اسے
بے ہوش کرنا پڑا۔

حسن بابا لوگ بہت پریشان تھے۔ وہ ہر کسی سے ڈرنے لگی انکی مہر ایسی تو
نہیں تھی۔ بہت زیادہ نہیں لیکن وہ ہمت والی تھی بہادر تھی۔ اب وہ کیسے
سروائیو کرے گی۔



مر تسم جب آج اسکے چیک اپ کے لئے ڈاکٹر کے ساتھ آیا تو۔ اسے ایک نظر
اسکے جھکے سر کو دیکھا۔
وہ کچھ پریشان سی لگی۔

پہلے تو وہ بس خاموشی سے ویران آنکھوں سے ایک جگہ کو گھورتی رہتی۔

لیکن آج وہ بہت گھبرائی ہوئے تھی۔ ہاتھوں کی انگلیاں چٹختے بار بار
سوکھے پڑتے ہونٹوں کو تر کرتی اسے مضطرب سی لگی۔

اسے لگا شاید طبعیت کی وجہ سے۔

ڈاکٹر نے روٹین کے مطابق چیک اپ کیا۔ بینڈیج تقریباً تر چکی تھی۔ لیکن
ماتھے پر ابھی بھی چھوٹی سی تھی ہاتھ۔ پاؤں اور بازو پر بھی تھی۔ اسے چیخ
کیا۔

وہ واپس جانے لگے۔ مرتسم نے ایک بار اسے دیکھا۔ جانے کیوں وہ اسے
یوں دیکھ بے چین ہو گیا۔ لیکن کہا کچھ نہیں۔

ڈاکٹر کے پیچھے بھاری قدموں سے دروازے کی جانب بڑھا۔

ش۔ شاہ۔ لرزتی آواز پر وہ ساکت رہ گیا۔ یوں جیسے قدموں میں زنجیر
ڈال دی گئی ہو۔

وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں پیچھے مڑا۔

جانے کیوں آج صبح سے اسکا دل گھبرا رہا تھا۔ اور آج عالم بھی اس سے ملنے نہیں آیا۔ بابا بھی ابھی نہیں تھے۔ وہ کس سے پوچھتی۔

مر تسم کو دیکھا تو اس سے پوچھنے کا خیال آیا۔ لیکن پھر پریشان ہو گی کہ اسے پکارے کیسے۔

لیکن پھر اسے یاد آیا۔ اسنے ڈاکٹر کو اسے مسٹر شاہ کہتے سنا تھا۔ اس لیے شاہ پکار بیٹھی۔

اسکے یوں سٹل ہونے پر وہ گھبرا گئی۔

وہ می۔ را۔ بھا۔ ئی۔ عالم۔ ک۔ کہاں ہے۔

جھکے سر کے ساتھ لڑکھڑاتے الفاظ میں پوچھا۔

مر تسم نے پہلی بار اسکی ایسے آواز سنی تھی۔

نہیں تو پہلے تو بس اسکے چیخنے چلانے کی ہی سنی تھی۔

اور آج وہ اس سے مخاطب ہوئی بھی تو پکارا بھی اس نام سے کہ اسکا دل لمحوں میں ڈھڑکا تھا۔

دل نے شدت سے اس پر پیکر کا چہرہ دیکھنے کی خواہش کی تھی۔ لیکن وہ چاہ کر بھی نظریں نہیں اٹھایا۔

وہ شاہ اند سٹری کا اونر جسکے سامنے بڑے بڑے لوگ جھکتے تھے وہ ایک " کمزور سی لڑکی کے سامنے نظریں نہیں اٹھاتا تھا۔

مہرنے پریشانی سے اسکی طرف دیکھا۔

م۔ یرا۔ بھائی۔۔ پھر سے پوچھا گیا۔

وہ جیسے ہوش میں آیا۔

میں دیکھتا ہوں۔۔ اسکی بات کا جواب دیتے وہ واپس چلا گیا۔

مہر نے سر ہلاتے اسکی پشت دیکھی۔۔۔



مر تسم۔۔ رات گئے تک وہ گھر واپس آیا۔۔ عالم کو مہر تک پہنچاتے وہ وہیں رہا۔ اب جب وہ گہری نیند میں تھی تب وہ لوٹا تھا۔۔ وہ خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ فریش ہوتے وہ واش روم سے باہر آیا جب۔۔ جب ماہم اپیا کی آواز پر رک گیا۔

آپ یہاں اس وقت اپنے کمرے میں انہیں دیکھتے وہ پریشان ہوا۔۔ یہ سب کیا چل رہا ہے۔۔ وہ اسکے سامنے آتی بولیں۔۔

کیا ہوا اپیا۔۔ وہ سچ میں انکی بات سمجھ نہیں پایا تھا۔۔

وہی تو میں پوچھ رہی ہوں کیا ہوا ہے تمہیں۔۔ کیا کرتے پھر رہے
ہو۔۔ حوش و حواس میں رہتے ہو آج کل۔ کہاں ہوتے ہو کوئی خبر
نہیں۔۔ اپنی حالت دیکھی ہے تم نے۔۔

ایسا کس بارے میں بات کر رہی ہیں۔۔ وہ الجھ گیا۔
مہر کے بارے میں۔۔ وہ تنزیہ بولیں۔۔

وہ چونک گیا۔۔ مہر کے بارے میں۔۔

ہاں مہر کے۔۔ کیا ہوتا جا رہا تمہیں۔۔ ٹھیک ہے تم نے اس لڑکی کی مدد
کی۔۔ اتنے دن تک اسکے گھر والوں کی مدد کرتے رہے مشکل وقت میں انکے
ساتھ رہے لیکن۔۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔

مر تسم تم۔۔ وقت کے کتنے پابند کو جانتے ہونا۔۔ زرا سا سیکینڈ بھی لیٹ ہو
تو کسی کو نہیں بخشے۔۔ لیکن اب اب کیا کرتے ہو پہلے ہو سپٹل جاتے
ہو۔ گھنٹوں وہاں گزارنے پھر آفس جاتے ہو۔

اور کبھی تو جاتے ہی نہیں ہو۔۔ پچھلے ایک ماہ سے تم بہت کم گھر آئے
ہو۔ ساری ساری رات وہیں گزار دیتے ہو۔۔

تمہیں خود کا کوئی ہوش نہیں ہے۔۔

تم تو بہت ویل رہتے تھے۔۔ اور اب انہوں نے اسکی طرف افسوس سے
دیکھا۔۔

سلوٹ زدہ شرٹ۔ بازوؤں میں کورٹ تھا۔ ماتھے کہ بال بکھرے
تھے۔۔ آنکھیں اس وقت تھکان سے چور سرخ ہوئی پڑیں تھیں۔
کیا ہوا اب نظریں کیوں چرار ہے ہو۔۔ اسے نظریں چرا تے دیکھ وہ سختی سے
پوچھ بیٹھیں۔۔

مر تسم نے گہری سانس لیتے ماہم کے ہاتھ تھا مے۔ پھر نرمی سے ان پر بوسہ
دیا۔۔

آرام سے انہیں بیڈ پر بٹھاتے خود انکی گود میں سر رکھتے لیٹ گیا۔۔

میر۔۔ وہ پریشان ہو گئیں اسکی خاموشی سے۔۔

مجھے خود نہیں پتا اپنا کیا ہو رہا ہے۔۔

کچھ دیر بعد وہ بے بسی سے بولا۔ ماہم چپ چاپ اس کے بالوں میں انگلیاں
چلانے لگی۔۔

پتا نہیں اپنا مجھے کیا ہو رہا ہے۔۔ میں بے بس ہو رہا ہوں۔ زندگی میں کبھی اتنا
بے بس نہیں ہوا جتنا اب ہو رہا ہوں۔۔

اپنا میرا دل چاہتا ہے میں انکے آس پاس رہوں۔۔ حالانکہ کے مینے انہیں
دیکھا بھی نہیں ہے۔ میری نظریں انکے سامنے اٹھ ہی نہیں پاتی اپنا۔۔ لیکن
دل چاہتا ہے انکا احساس پاس ہو۔ میں انہیں تحفظ کا احساس دلاؤں۔۔ جب وہ
لوگوں سے سہم جاتی ہیں تو دل چاہتا ہے ساری دنیا سے چھپا کر خود میں سما
لوں۔۔ وہ میرے حواسوں پر سوار ہونے لگیں ہیں۔

جب وہ روتی ہیں نا تو دل کرتا ہے ساری دنیا کو آگ لگا دوں۔

ایسا میرا دل چاہتا ہے میں انکے مجرم کو اپنے سامنے زندہ جلاؤالوں۔۔
مجھے نہیں پتا ایسا کیا ہو رہا ہے لیکن میرا دل میرے بس میں نہیں رہا۔ میں خود
ہی اپنا نہیں رہا۔

بس وہی وہ ہوتی جا رہی ہیں۔۔ وہ بڑا بڑا تے نیند کی آغوش میں جا چکا تھا۔
اور ماہم سن سی اسے سن رہی تھی۔۔

سردی کی شام اپنے عروج پر تھی۔۔ شام کے پانچ ہوتے ہی اندھیرا
چھا جاتا۔۔ چھ بجے کے بعد کوئی گھر سے نہیں نکلتا تھا۔ آج کل دھندھاتی
زیادہ تھی کہ بمشکل ہی انسان نظر آتا تھا۔۔

آج موسم کچھ زیادہ ہی سرد تھا۔ دھوپ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ لوگ ٹھنڈ
سے کپکپاتے۔ اپنے گھروں میں جا گھسے۔ ہر طرف خاموشی ہی تھی اسی

خاموشی میں آسمان ایک دم سے گر جا۔۔ گرج اتنی زیادہ اور اچانک تھی کہ
لوگوں کے دل دہل گئے۔۔ اس کے ساتھ ہی آسمان پر سیاہی پھیل گئی۔۔
آہستہ آہستہ ہر طرف دھند نے اپنا قبضہ جمالیا۔

اتنے خراب موسم میں کسی کا گھر سے تو دور کمرے سے باہر نکلنا بھی محال
تھا۔۔

ایسے میں ہڈیوں کو جماتی ٹھنڈ میں ایک سایہ اندھیرے میں کچھ
گنگناتا۔ لا پرواہ سا چلتا جا رہا تھا۔۔

مکمل سیاہ لباس۔ سر پر ہڈی لیے۔ ہاتھوں میں سیاہ ہی گلوں تھے۔۔ پاؤں
بھاری جو گرز میں مقید تھے۔۔ منہ سے بھاپ نکل رہی تھی۔۔
اس سردی میں لوگوں کے جسم کپکپا جاتے لیکن وہ سکون سے تنہا اس
ویرانے میں چلتا جا رہا تھا۔ اپنی مخصوص جگہ پر پہنچتے اسکی اوشن بلو آنکھیں
چمکیں تو یوں لگا جیسے گہرے سمندر میں غوطہ لگایا گیا ہو۔۔

گنگنا جاری رکھا۔۔

Only this and nothing more

Nameless here for evermore

This it is and nothing more

Darkness there and nothing
more

Merely this and nothing more

the wind and nothing more

وہ آدمی جو نیند میں جھول رہے تھے۔۔ ہڑ بڑا کراٹھ بیٹھے۔۔

کون ہے۔۔ ایک آدمی نے انکھیں مسلتے پوچھا۔۔

لیکن گنگناہٹ جاری رہی۔۔

دوسرے نے ٹاریج کی لائٹ ان کی جو سیدھا اوشن بلو آنکھوں میں چمکی۔۔

ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔

کیا چاہئے۔۔ ایک نے ہمت کرتے پوچھا۔۔ مقابل کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔ لیکن

اوشن بلو آنکھیں غیض و غضب سے انہیں گھور رہی تھیں۔۔

پھر وہ دھیرے سے مسکرایا۔۔ اسکی آنکھیں بھی مسکرائیں تھیں۔۔

منٹوں کا کھیل تھا۔۔ وہ ہاتھ جھاڑتے آگے بڑھا۔۔ پیچھے وہ دونوں بے سود

پڑے تھے۔۔

آہٹ سے باقی سب بھی جاگ چکے تھے۔۔

وہ جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا۔۔ تیزی سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارتا گیا۔۔ کہ جب اسکا ہاتھ نسوانی چیخوں پر رکا۔۔

یعنی پر وہ منزل پر پہنچ چکا تھا۔۔

ہاتھ میں دبوچے آدمی کی گردن کو جھٹکا دیتے اسے دور پیھنکا۔۔

ٹانگ مار کر کمرے کا دروازہ کھولا تو اسکی آنکھیں سکڑیں۔۔

وہاں تقریباً دس سے بارہ لڑکیاں تھیں۔۔

اسنے نظریں گھومائیں۔۔ سیکینڈ سے پہلے نیچے بیٹھتے اسنے اپنے پیچھے ہوتے

حملے کو روکا۔۔

اور پھر وہاں لڑکیوں کی آنکھیں خطرناک حد تک کھل چکی تھیں۔ کیونکہ وہ

سب کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہا تھا۔

چند منٹوں کا کھیل تھا۔ وہاں خون ہی خون تھا۔۔ یوں جیسے خون کی ہولی کھیلی

گی ہو۔۔

خون سے رنگے ہاتھ صاف کرتے اسکے لبوں پر پراسرار سی مسکراہٹ
تھی۔۔ لیکن چہرہ ڈھکا ہوا ہونے کی وجہ سے کوئی دیکھ ناپایا۔۔
اسنے ایک نظر سہمی ہوئی لڑکیوں پر ڈالی۔۔ اور مڑ گیا۔۔ جب۔۔
کون ہیں آپ۔۔ سہمی نسوانی آواز میں پوچھا گیا۔۔
وہ ٹھہرا۔۔ بیسٹ۔۔ یک لفظی جواب دیا گیا۔۔

اچھا بیسٹ۔۔ اپنے پیچھے کی جانے والی سرگوشی پر ایک پل کو تھا پھر سر جھٹک
کر آگے بڑھ گیا۔ کہ پولیس کاسائرن کہیں قریب ہی تھا۔۔
ٹھٹھراتی ٹھنڈ میں وہ اطمینان سے سڑک کنارے چلتا جا رہا تھا۔۔

لبوں پر وہی گنگناہٹ تھی۔۔ چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔۔
کون تھا وہ چمکتی اوشن بلو آنکھوں والا۔۔ بیسٹ۔۔

کیا بیسٹ ایسے ہوتے ہیں۔ کیا وہ لڑکیوں کی عزت کو یوں محفوظ کرتے ہیں۔ لیکن بیسٹ تو برے ہوتے ہیں نا۔

نہیں وہ بیسٹ تھا لیکن ایک اچھا بیسٹ۔

اسنے گہری سانس لیتے چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا۔ دوپل کو آنکھیں موندیں۔

نظروں کے سامنے جھٹ سے ایک چہرہ لہرایا۔ کانوں کی کسی کی کھلکھلاہٹ گونجی تو انجانے میں اسکے لب بھی مسکراہٹ میں ڈھلے۔

یکم دم اسنے آنکھیں کھولیں اور ویرانی کو پایا۔

سرگھماتے ادھر ادھر دیکھا۔ لیکن وہ تو تنہا کھڑا تھا۔

ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ آئی۔

وہ آگے بڑھتا لیکن اس سے پہلے اسکے قدم قریبی مسجد سے آتی اذان کی آواز
نے روک دیے۔۔ اسنے سر گھماتے مسجد کو دیکھا کم گھوراز یادہ۔۔ انکھوں
میں وحشت ناچنے لگی۔۔

جب کہا گیا۔۔

الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

نماز نیند سے بہتر ہے۔۔

وہ الجھ گیا۔۔ کیونکہ وہ تو سدا کا بے خواب تھا۔۔

اسے تو نیند ہی نہیں آتی تھی۔۔

یک بار پھر مسجد کے دروازے کو گھورا۔۔

کیا کچھ یاد نہیں آیا تھا۔۔ انکھوں میں درد سمٹ آیا۔۔

ہنہ۔ دھوکے باز۔۔ فریبی لوگ۔۔ نفرت سے بڑ بڑایا۔۔

سراٹھاتے آسمان کو دیکھا۔۔

دھوکے باز۔۔ آسمان کو دیکھتے کہا گیا۔۔

اسکی آنکھوں میں اتنی وحشت تھی کہ کوئی دیکھ لیتا تو دہل جاتا۔
ہاتھ کی نسیں ابھرنے لگیں۔۔ سانس تیز ہونے لگی۔۔
وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اگے بڑھ گیا۔۔



غازی نے پھر سے اسے دیکھا جو اسے اگنور کیے۔۔
ڈورومون دیکھنے میں مگن تھی۔۔ اسنے بے بسی سے زرنور کو دیکھا۔۔
زرنور نے پھر کبھی اس سے دوبارہ اس بارے میں کوئی بات نہیں
کی۔۔ سب کچھ نارمل چل رہا تھا۔۔
صبح کے پانچ بج رہے تھے اور اسکی بیوی مزے سے کارٹون دیکھنے میں مگن
تھی۔۔

اتنی ٹھنڈ میں وہ اسے کتنی بار منع کر چکا تھا۔ یہاں بیٹھنے سے لیکن وہ ضد کرتی
بیٹھی تھی۔۔

آخر کار اسے ہی ہارمانی پڑی۔۔

کچھ سوچتے وہ بیڈ سے کبل اٹھاتے صوفے پر لایا۔ کھینچ کر زر نور کراپنی
آغوش میں لیتے اچھے سے دونوں پر پھیلا یا۔ زر نور نے ہلکا سا احتجاج
کیا۔ غازی نے اسے گھورا تو وہ خاموش ہو گئی۔ سکون سے اس کے سینے پر سر
رکھے اب مزے سے دیکھ رہی تھی۔۔

کچھ دیر بعد اس نے سر جھکاتے اسے دیکھا۔ تو لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ اسکی
پناہوں میں آتے ہی پر سکون سی سو گئی تھی۔۔ غازی نے نرمی سے اسے
اٹھاتے بیڈ پر ڈالا خود اس کے پاس لیٹے۔ اسے خود میں بھنچتے۔ آنکھیں موند
گیا۔۔

اب سکون اسکی بانہوں میں تھا تو نیند کیسے نامہربان ہوتی۔۔



شاہ والا میں اس وقت سب ناشتے کی ٹیبل پر جمع تھے۔۔

بڑے سب ناشتہ کرتے جا چکے تھے۔۔

جب عینا اور وشہ نیچے آئیں۔۔ وہ لوگ وشہ کی کوئی اسائنمنٹ بنا رہی تھیں جو

اسے آج سبمٹ کروانی تھی۔۔ اس لیے لیٹ ہو گئیں۔۔ عینا اب بالکل

ٹھیک تھی۔ اس کے زخم پوری طرح سے ریکور کر چکے تھے۔۔ انج ڈاکٹر سے

فائنل چیک اپ تھا اسکا۔۔

وہ ا کے مرتسم کی ساتھ والی چئیر پر بیٹھی۔۔ اس نے ابھی ناشتہ شروع نہیں کیا

تھا کہ اسے اپنا ہاتھ کسی کی گرفت میں محسوس ہوا۔ اس نے سر جھکاتے دیکھا تو

دایاں ہاتھ مرتسم کہ گرفت میں تھا۔ الجھتے اس نے اسے دیکھا۔۔

شاہ۔ بے آواز لب ہلے۔۔ ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کی لیکن ناکام
رہی۔۔ ایک نظر سب کو دیکھا جواب کھانے کے ساتھ باتوں میں مصروف
تھے۔۔ اور پھر اسے۔

مر تسم نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔۔ اور اپنے ہاتھ میں پکڑا نوالہ
اسکے آگے کر دیا۔۔

پانی پیتے ماہم کو اچھو لگا۔۔ ماہم کھنکھاری۔۔ سب کھانا چھوڑے انکی طرف
متوجہ ہو گئے۔۔

چار و ناچار واسے نوالہ کھانا پڑا۔۔

عینا سب کی نظریں محسوس کرتے۔۔ وہ گھبرا گئی۔۔

جبکہ وہ سب سے بے پرواہ مطمئن سا اسے چھوٹے چھوٹے نوالے کھلا رہا
تھا۔۔

سب کے لبوں پر دبی دبی مسکان دیکھتے وہ شرم سے چہرہ جھکا گئی۔۔

اس بندے کا وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔۔ وہ حد سے زیادہ بے شرم تھا۔۔

عینا نے اسے گھورتے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کی۔۔

مر تسم نے نا محسوس انداز میں سب کو گھورا۔ وہ شرافت سے اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔

جبکہ عینا مسلسل ہاتھ چھڑوانے کی کوشش میں تھی۔ مر تسم نے گرفت مضبوط کرتے اسے دیکھا۔۔ اور اس کا ہاتھ لبوں سے لگا گیا۔۔ عینا نے بوکھلاتے سب کو دیکھا۔ لیکن سب کھانے کی طرف متوجہ تھے۔۔

ہاتھ چھوٹیں میرا۔ وہ دبا دبا سا غرائی۔۔

اپنے آگے کیا گیاناوالہ نظر انداز کیا۔۔

مر تسم نے اس کے ہاتھ کو ہلکا سا جھٹکا دیتے اپنے قریب کیا۔۔

عینا کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں۔۔ کیا اسے کسی کا بھی لحاظ نہیں تھا۔۔

عین شرافت سے کھلا رہا ہوں تو کھائیں۔ وگرنہ ابھی صرف ٹریلر تھا۔۔ عمران ہاشمی بننے میں دیر نہیں لگے گی مجھے۔۔ وہ آنکھوں میں شرارت لیے بولا۔۔

عینا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔ پھر جھک کر اس کے ہاتھ سے نوالہ کھایا۔ اس کے اتنی شرافت سے کھانے پر مرتسم نے مسکراہٹ دبائی۔۔ جبکہ عینا اب پچھتا رہی تھی کہ کیوں اس نے مرتسم کو ایسے بولا۔۔ کچھ دن پہلے مرتسم نے ڈرائیونگ کے دوران بھی مسلسل اس کا ہاتھ جکڑے رکھا تھا۔ تو اسے غصے میں اسے کہ دیا کہ "سب کے سامنے پکڑ کر دکھائیے گا" ہاتھ۔۔ آئے بڑے عمران ہاشمی بننے والے۔۔

مرتسم نے اس کی بات کو کچھ زیادہ ہی سیریس لے لیا تھا۔۔ بس۔۔ وہ روہانسی ہو گئی۔۔

مر تسم نے ہونٹ بھینچتے ہسی کنٹرول کی۔ اج کے لئے اتنا بہت تھا۔۔ نرمی سے
اسکا ہاتھ چھوڑتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

عینا نے سیکنڈ سے پہلے وہاں سے دوڑ لگائی تھی۔۔

مر تسم نے مسکراتے نفی میں سر ہلایا۔ چلو اس سے اسے یہ توفائدہ ہوا کہ اب
وہ مر تسم کے ڈر سے اپنے ناشتہ ٹائم سے خود ہی کرے گی۔۔



: ماضی

وہ صبح نماز کے بعد پھر سے ہو سہیٹل آیا تھا۔۔ جب اسکی آنکھ کھلی تو کمرے
میں اکیلا تھا۔ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ وہ ماہم سے بات کرتا سو گیا تھا۔۔
دروازے کے پار بظاہر مہر کے وجود پر نظریں ٹکائے وہ کسی گہری سوچ میں گم
تھا جب اپنے نام کی پکار پر چونک کر پلٹا۔۔

بابا۔ اتنی صبح عالم شاہ کو ہو سپٹل دیکھتے وہ حیران پریشان ہوا۔

عالم شاہ پچھلے دو ماہ سے کام کے سلسلے میں بیرون ملک گئے ہوئے تھے۔ وہ کل ہی لوٹے تھے انکی آمد سے مرتسم بے خبر تھا۔

آپ کب آئے۔۔ وہ ان سے ملتا بولا۔

برخوردار آج کل ہوش میں ہو تو کچھ پتا چلے۔۔ گھر کی کچھ خبر ہے۔۔
کہاں رہتے ہو سارا دن۔ ایسا کونسا نشہ کرنے لگے کہ اپنی بھی ہوش
نہیں۔۔ وہ طنزیہ بولے تھے۔۔
مرتسم ہولے سے ہنسا۔۔

یہ تو خود بھی نہیں جانتا بابا اس نشے کو کہتے کیا ہیں۔۔

وہ خود سے بڑبڑایا۔۔

ناواقف تھا بھی کہ اسے عشق کا نشہ لگ چکا تھا اور بہت جلد وہ عاشق ٹھہرایا
جانے والا تھا۔۔

اس سے پہلے کہ عالم شاہ کچھ بولتے انکے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔
وہ دونوں ہی چونک اٹھے۔

عالم شاہ چونک کر پلٹے۔ لیکن اپنے پیچھے جگری یار کو لٹی پٹی حالت میں
دیکھتے گھبرا گئے۔

حسن وہ زیر لب بولے۔

عالم شاہ۔ حسن بابا بھرائی آواز میں بولے۔

حسن میرے یار یہ کیا حال ہو رہا ہے۔ تو یہاں کیا کر رہا ہے۔ اور پچھلے
پانچ سال سے کہاں غائب تھا۔

وہ اپنے جگری یار کو اس حالت میں دیکھتے پریشان ہو گئے
مر تسم حیران سا کھڑا ان دونوں جو دیکھ رہا تھا۔

حسن بابا عالم شاہ کے جواب میں بے بسی سے رو پڑے۔

عالم میں لٹ گیا ہوں۔۔۔ برباد ہو گیا۔ میری برسوں کی ریاضت ضائع ہو
گئی۔۔۔ عالم میں بیٹیوں والا تھا۔۔۔ اور آج خالی ہاتھ رہ گیا۔۔۔
اور پھر وہ انھیں اپنی بربادی کی داستان سناتے چلے گئے۔۔۔
عالم شاہ سکتے کی حالت میں بیٹھے تھے۔

انوشے کی موت کی خبر اور مہر کی حالت یہ سب بے یقین ساتھ۔۔۔
وہ دونوں بچپن کے دوست سے۔۔۔ کالج کے زمانے میں بھی ساتھ
رہے۔۔۔

دونوں کا تعلق مخالف گاؤں سے تھا لیکن اسکے باوجود دونوں کی دوستی مثالی
تھی۔ عالم شاہ انکی زندگی کے ایک ایک پل سے واقف تھے۔۔۔
وہ اکثر ان سے ملنے ملتان بھی جاتے تھے۔۔۔
مہر اور انوشے کو اپنے سامنے بڑے ہوتے دیکھا تھا۔۔۔

لیکن پھر پچھلے کچھ سالوں میں حسن صاحب نے اچانک رابطہ بند کر دیا تھا۔ انہوں نے بہت کوشش کی لیکن کسی طرح وہ حسن صاحب سے ملاقات بھی نہ کر پائے۔۔

وہ نہیں جانتے تھے کہ مہر کے بیرون ملک جانے کے بعد حسن صاحب تو دنیا سے کٹ کر رہ گئے تھے۔۔

عالم شاہ نے انہیں تسلی دیتے بمشکل ہی سنبھالا تھا۔ مرثسم کو اپنی دوستی کے بارے میں بھی بتا چکے تھے۔۔

اب وہ تینوں ہی خاموش تماشاخی بنے بیٹھے تھے۔۔

جب عالم نے وہاں قدم رکھا۔۔

حسن بابا نے جھکے کندھوں سے اسے دیکھا۔۔

وہ خود کو انوشے کی موت اور مہر کی حالت کا قصور وار سمجھتا تھا۔ وہ کتنا سنجیدہ

اور چپ ہو گیا تھا۔ بات کرنے کو بچا ہی کیا تھا۔۔

مہر کا پیغام انہیں دیتے وہ خاموشی سے پلٹ گیا۔



وہ ٹانگوں کے گرد بازو باندھے گھٹنوں پر سر ٹکائے بیٹھی تھی۔۔ زخم اب بہتر تھے۔۔ لیکن صرف بدن کے روح کے زخم تو ابھی بھی تازہ تھے۔۔ وہ اب لوگوں سے ڈرنے لگی تھی۔۔ لیکن انہیں دیکھتی چیختی چلاتی نہیں تھی بلکہ خاموش ویران، سہمی، ہوئی سی رہتی تھی۔۔ وہ کیا تھی اور کیا ہوگی تھی۔۔

تباہ و برباد کر گیا تھا وہ ایک شخص اسے۔ اسکی دنیا جاڑ گیا۔ اسکے ہستے کھلکھلاتے آنگن کو و ہشتوں سے بھر گیا۔

دروازہ کھلنے پر بھی وہ نہیں چونکی کسی گہری سوچ میں گم ایک ہی جگہ کو گھور رہی تھی۔۔ وہ دنیا سے بالکل ہی غافل ہو گئی تھی۔۔

مر تسم اندر داخل ہوا اسکی پہلی نظر چتیر پر رکھے گلابی ڈوپٹے پر پڑی تھی جو شائید نرس مہر کو چیلنج کرواتے وقت دینا بھول گئی تھی۔ اسے اس طرح بیٹھے دیکھ اسنے لب بھنچے۔۔

ہلکے گلابی رنگ کے فراک میں وہ مرجھایا ہوا پھول لگ رہی تھی۔۔ گھٹنوں پر سر ٹکائے چاکلیٹی بال چہرے کے آگے پھیلے ہوئے تھے۔۔ وہ نظریں جھکا گیا۔

وہ کھنکھارا۔۔ مہر چونک کر سیدھی ہوئی۔۔ نظریں گھما کر اسے دیکھا جو سفید کرتے میں کندھوں کے گرد شال پھیلائے۔۔ نظریں اسکے ہاتھوں پر ٹکائے کھڑا تھا۔۔ پہلے تو وہ ویران نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔۔

مر تسم اسکی نظروں سے بے چین ہوا اٹھا۔۔ وہ پھر کھنکھارا۔۔ تو۔ مہر ہوش میں آتی چونک کر سیدھی ہوئی۔۔

سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ مرتسم کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن سمجھ نہیں آیا کیسے کہے۔۔

وہ ابھی کچھ کہتا کہ قدموں کی چاپ کروہ چونکا۔

کچھ سوچتے اسنے قدم مہر کی جانب بڑھائے تو وہ اسے اپنے قریب آتے دیکھ حیران ہوئی۔۔ وہ اس سے ڈرتی نہیں تھی جانے کیوں اسے مرتسم سے ڈر نہیں لگتا تھا۔ تھا تو وہ بھی مرد اور نامحرم لیکن پھر بھی اس سے تحفظ کا احساس ہوتا تھا۔

مرتسم بیڈ کے قریب آتے رکا۔ پھر اپنی شال اتارتے وہ جھکا اور بغیر مہر کو دیکھے اور ہاتھ لگائے نرمی سے شال اسکے گرد لپیٹ دی۔

مہر جو اسے یوں قریب آنے پر گھبرائی تھی اس طرح جھکنے پر سانس بھی روک گئی۔ اسکے وجود سے اٹھتی مردانہ پرفیوم کی مہک اسکے حواسوں کو بری طرح جھنجھوڑ گئی۔

مرتسم شال پھیلاتے اطمینان سے سیدھا ہوا۔

اسکے پیچھے ہونے پر مہرنے کی ہوئی سانس بحال کی۔ لیکن اپنے گرد لپٹی اسکی
شال سے آتی خوشبوں اسے اپنی نتھنوں اور جسم میں گھلتی محسوس ہوئی تو وہ
گھبرا گئی۔۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی آہٹ پر آگے کی جانب دیکھا تو اسکی آنکھیں
حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں۔۔

جسم ایک دم کپکپاہٹ تھا۔۔

چہرہ یلخت سفید پڑا تھا۔۔

جبکہ آنے والے اب اسکی حالت دیکھتے خود پریشانی سے ایک دوسرے کا منہ
دیکھنے لگے۔۔۔



: ماضی

اپنے سامنے اچانک اتنے لوگوں کر دیکھ اسکا چہرہ سفید پڑا تھا۔ جسم ایک دم
کپکپا گیا۔ حلق تر کرتے وہ بے ساختہ ہی اپنی جگہ سے اچھلی تھی۔
اسکی حالت دیکھتے مر تسم نے لب بھینچے تھے۔ جب اسکے اچھلنے پر وہ پریشان
ہوا۔

سامنے کھڑے وہ لوگ حیرت سے اسکا ریکیشن دیکھتے مر تسم کے اشارے
پر آگے بڑھے تھے۔ جب اسکی اگلی حرکت پر سب کے منہ کھل گئے۔

انہیں اپنی طرف بڑھتے دیکھ وہ تیزی سے بیڈ سے اترتی مر تسم کے بازو سے
چپکتی خود کرا سکے پیچھے چھپا گئی۔

جھٹکا تو مرتسم کر بھی لگا تھا۔۔ دل تیزی سے دھڑکا تھا۔ کہ جیسے ابھی باہر
آجائے گا۔۔

مہر۔۔ سنبھل کر اسے خود سے الگ کرنا چاہا جو اسکے بازو کو سختی سے تھامتی اپنا
چہرہ اسکی پشت میں چھپا گئی۔۔

نو۔۔ وہ سختی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔۔ اسنے اتنی سختی سے مرتسم کا بازو
پکڑا تھا کہ اسکے ناخن مرتسم کے بازو میں لگتے گہرے زخم دے گئے۔۔ لیکن
دونوں ہی اس بات سے بے خبر تھے۔۔

مہر ریلیکس۔۔۔

مرتسم نے نامحسوس انداز میں اسکے گرد لپیٹی اپنی چادر کا کونا ہاتھ پر لپیٹتے اسکے
ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔۔
کوئی کچھ نہیں کہے گا آپکو۔۔

ریلیکس۔۔

اسے واپس بیڈ پر بٹھاتے زبردستی پانی کا گلاس اسکے منہ سے لگایا کیونکہ اسکا سانس پھر سے تیز ہو رہا تھا۔

مہر نے دو گھونٹ لے کر گلاس پیچھے کر دیا۔

وہ سفید چہرے کے ساتھ سب کر دیکھتی پھر سے اسکا بازو تھام گئی۔

اما لوگ جنہیں مر تسم نے بلایا تھا وہ لوگ حیران پریشان سے اس گڑیاسی لڑکی کو دیکھ رہے تھے۔ جو مر تسم کے شال میں لپیٹی تھی۔ وہ دیکھنے میں اتنی پیاری تھی کہ دیکھتا ہی رہ جائے۔ لیکن اب اسکے چہرے میں زردیاں گھلی ہوئی تھیں۔ وہ بالکل نڈھال سی تھی جیسے بے جان گڑیا ہو۔۔۔

ڈاکٹرز نے ہی مر تسم کو یہ مشورہ دیا تھا۔ مہر جس ٹرامہ سے گزر رہی تھی اسے محبت اور کثیر کی ضرورت تھی۔

حسن بابا کے سب بتانے کے بعد عالم شاہ نے ہی اپنی فیملی سے مہر کو ملوانے کا فیصلہ کیا تھا کہ وہ لوگ اسے بہت اچھے سے ہینڈل کر سکتے تھے اپنے پیار سے۔۔

وہ اب سہمی ہرنی کی طرح انہیں دیکھ رہی تھی۔۔
مہر۔۔

یہ لوگ آپکو کچھ نہیں کہیں گے۔۔ یہ لوگ اپنے ہیں۔ آپکو کوئی ہرٹ نہیں کرے گا۔

اسے ہاتھ لگانے سے گریز کرتے مر تسم نے نامحسوس طریقے سے اپنا بازو اس سے چھڑایا تھا۔

یہ دیکھیں یہ میری ماما اور بہن ہیں۔

میرے بڑے بھائی۔۔ وجدان بھائی۔

اور یہ میری گڑیاوشہ۔۔

پلوشہ کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کرتے مرتسم نے اس کے گرد بازو پھیلاتے
کہا تھا۔۔

اور یہ میرے چھوٹے بھائی ہیں عادی اور شیریں۔۔
وہ پر سکون تو ہو چکی تھی لیکن ڈرا بھی بھی حاوی تھا۔۔

مرتسم نے وشہ لوگوں کو اسی لیے بلایا تھا کہ وہ لوگ اسے کسی طرح کمفرٹ
دے سکیں۔ تاکہ وہ ان کے ساتھ تھوڑا گھل مل سکے اپنے خول سے اپنے ڈر سے
باہر آ سکے۔۔

کیسی ہو مہر۔۔۔ ماہم اپیانے اس کے قریب رکتے پوچھا۔۔
اس نے تھوک نگلتے سہمی نگاہوں سے انہیں دیکھا پھر نظریں پھیرتے مرتسم کو
دیکھا جسکی نگاہیں ابھی ابھی اس کے ہاتھوں پر تھیں۔۔

خود پر اسکی نظریں محسوس کرتے مر تسم نے اسکے ہاتھوں پر نگاہیں ڈکائے پلکے
جھپکا کر جیسے اسے تسلی دی ہو۔

اسنے پھر سے ماہم کی طرف دیکھا۔۔۔ جواب بھی تک اسکے جواب کی منتظر تھی۔۔
اسنے ہولے سے سر ہلا دیا۔۔

ٹھی۔۔۔ ایک ہوں۔۔۔ لڑکھڑاتے کہا تھا۔۔

لیکن اسنے جواب دینے پر مر تسم نے سکون کی سانس بھری تھی۔۔
مر تسم نے وشہ کو اشارہ کیا۔

ہیلو۔۔۔ میں پلو شہ ویسے تو سب مجھے وشہ کہتے ہیں آپ کچھ بھی کہہ سکتی
ہیں۔ میں ہوں اپنے گھر کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی۔۔

وہ تیز تیز بول رہی تھی جب کب سے خاموش کھڑے عادی نے اسکی بات
کاٹی۔۔

رونگ۔۔۔

ویٹ پہلے میں اپنا تعارف کرواتا ہوں۔۔

میں عادل شاہ اپنے گھر کا سب سے چھوٹا اور لاڈلہ بیٹا۔۔

یہ وشہ کو لگتا ہے کہ وہ لاڈلی ہے لیکن میں آپکو بتاتا ہوں یہ ہے ناہمنے کچرے کے ڈبے سے اٹھائی تھی اس لیے سب اسے فیل نہیں ہونے دیتے۔۔

اور میں شہریار نے ان دونوں کو گھورا۔۔

ارے تجھے کیسے بھول سکتے ہیں۔

یہ ہے میرا جگری یار۔۔ بھائی ہی سمجھ لیں۔۔ شہریار عرف شیریں۔۔ یہ بھی فالتو کا ہی ہے۔۔

وہ لوگ اس سے ایسے بات کر رہے تھے جیسے برسوں سے جانتے ہوں۔۔

تھوڑی ہی دیر تک وہ انکے ساتھ کفر ٹیبل ہو گئی تھی۔۔

شیشے کے اس پار دیکھتے حسن بابا اور عالم کی خوشی کا کوئی عالم نا تھا۔ دونوں مہر کو یوں نارمل بیہیو کرتے دیکھ جانے کتنی ہی بار شکر کر چکے تھے۔ اور یہ سب مرتسم کی بدولت ہوا تھا۔۔

وہ انہیں اپنے احسانوں تلے دباتا ہی جا رہا تھا۔۔



وہ لوگ اسے ہنسانے کی کتنی ہی کوشش کرتے رہے لیکن وہ بس ساکت سی
انہیں دیکھتی رہی۔ انکی باتوں کے جواب میں ہوں۔ ہاں کر دیتی۔۔
ماہم ابھی بھی گہری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔
اسنے ہر ایک چیز محسوس کی تھی۔ مرتسم کی شال میں وہ جیسے انہیں اسی کے
وجود کا حصہ لگی۔۔

پھر سب سے ڈر کر مرتسم کی پناہوں میں چھپنا۔
مرتسم کا اسے چھونے سے گریز کرنا اسکے احترام میں نظریں جھکائے
رکھنا۔۔۔

وہ اندر ہی اندر پر سکون تھی۔ اور دونوں کے لئے دعا گو تھی۔۔
مرتسم اسے باقی سب کے ساتھ پر سکون دیکھتے نامحسوس انداز میں باہر کی
طرف بڑھا۔۔

شاہ۔۔

وہ جو اسکے یہاں ہونے سے پر سکون تھی اسکو باہر جاتے دیکھ بے ساختہ ہی
پکار بیٹھی۔۔

اسکی پکار کر سب نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔
سب کی آنکھوں میں ڈر واضح چمکا تھا۔

یہاں تک کہ اندر آتے بابا نے بھی پریشانی سے مرتسم کو دیکھا۔
ماما نے گھبرا کر مرتسم کو دیکھا لیکن پھر ان سب کو جھٹکا لگا تھا۔

جی۔۔۔ جب مرتسم نے مڑتے پر سکون انداز میں کہا تھا۔

وہ اسے پکار تو بیٹھی لیکن اب سبکی موجودگی اور سب کایوں ٹھٹھکنا محسوس
کرتے وہیل میں گھبرائی۔۔

پ۔ پانی چاہئے۔۔ وہ گھبراہٹ میں جو منہ میں آیا بول گئی۔۔

ایک لمحے کے لئے مرتسم کے لبوں پر تبسم پھیلا تھا۔ جو اسی پل میں غائب ہوا تھا۔۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ اس کے جانے سے گھبرا گئی تھی۔۔

وہ چپ چاپ آگے بڑھا اور سائیڈ ٹیبل سے گلاس اٹھاتے اس کی طرف بڑھایا۔۔

لیکن مہرا تنی گھبرائی ہوئے تھی کہ اس نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔۔

مرتسم نے خود ہی گلاس اس کے منہ سے لگاتے اسے پانی پلایا تھا۔۔ وہ ایک ہی گھونٹ میں گلاس ختم کر گئی۔۔

اور چاہئے۔۔ نرمی سے پوچھا۔۔ وہ نفی میں سر ہلا گئی۔۔

وہ گلاس رکھتا۔ واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔

مہر بھی عالم کو اپنے پاس آتے دیکھ پر سکون ہوئی۔۔

مرتسم کا ریٹکشن دیکھ باقی تو ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔۔ کہ آیا یہ

وہی مرتسم تھا۔۔ انہیں آج ہی وہ دن یاد تھا جب۔۔

یہ ان دنوں کی بات تھی جب مر تسم نے انٹر کے پیپر زدے تھے۔ ان " دنوں زینی بھی چھٹیوں پر آئی ہوئی تھی۔ ایک دن زینی نے اسے "شاہ" کہہ کے پکار لیا۔ تو مر تسم نے سختی سے اسے جھڑک دیا۔ لیکن وہ باز نا آئی۔ دوسری بار جب اسے مر تسم کر شاہ کہہ کے بلایا تو مر تسم نے غصے میں اسے رکھ کے تھپڑ دے مارا تھا۔

سب نے اسے بہت ڈانٹا اس سے جب وجہ پوچھتی تو اسکا کہنا تھا کہ۔۔۔ مجھے شاہ صرف ماما بابا بلاتے تھے۔۔ اور ماما نے کہا تھا انکے اور ملیجہ ماں کے بعد اگر مجھے کوئی شاہ کہہ سکتا ہے تو صرف وہ جسکا "شاہ" کہنا مجھے اچھا لگے۔۔ جو میری لائف پار ٹنر ہوگی۔۔

"اتنی کم عمر میں اسکے منہ سے اتنی گہری بات سنتے سب ہی شاکڈ تھے۔۔

لیکن اب مہرا سے کتنے حق سے شاہ بلار ہی تھی۔۔ اور اوپر سے مرتسم کا اسکے
ساتھ اتنی نرمی سے پیش آنا وہ اسے ایسے ٹریٹ کر رہا تھا جیسے وہ کوئی بچی
ہو۔۔

وہ لوگ جتنا حیران ہوتے کم تھے۔۔

آئی ایم شا کڈ۔۔ سیٹ سے ٹیک لگاتے وشہ بڑ بڑاپی تھی۔۔
می آلسو۔۔ عادی بھی اسکے پیچھے بولا تھا۔۔
کیا کہ رہے ہو تم لوگ۔

ماہم نے دونوں کو جھڑکا تو وہ ہوش میں آئے۔۔ وہ لوگ واپس جا رہے
تھے۔۔

ایسا کتنی پیاری تھی نا۔۔ وشہ ایکسائیٹڈ سی بولی۔۔
ہاں سچ میں۔۔ لیکن کتنا ڈری ہوئی تھی۔۔ عادی تا سف سے بولا۔۔

تو ماہم نے مسکرا کر دونوں کو دیکھا یہ زندگی ہے بچہ۔۔ اونچ نیچ تو ہوتی رہتی
ہے لیکن وقت ہے ناہر چیز کا مرہم وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہوتا جاتا
ہے۔۔



وہ لگ روز اس سے ملنے جانے تھے وہ بھی ان سے گھل مل گئی تھی۔ اہستہ آہستہ
اپنے خول سے باہر آتی گئی۔ وہ اب لوگوں سے ڈرنا تو کم کر چکی تھی۔۔ لیکن
دنیا سے کٹ کے رہ گئی تھی۔۔

دو ماہ ہونے والے تھے اور ان دو ماہ میں انہوں نے ایک بار بھی اسے
مسکراتے نہیں دیکھا۔ ہسنا تو دور کی بات۔۔ ناوہ روتی تھی ناہستی تھی۔۔ وہ
پتھر کی مورت ہو گئی تھی۔۔ جسے کسی بات سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔۔

ارسل اور زین لوگ وہ سب سے تھوڑی بہت بات کر لیتی تھی لیکن صرف
انکی بات کا جواب دیتی ورنہ بس ساکت سی ایک جگہ کو گھورتی رہتی۔۔

اسکے زخم بھی پوری طرح سے ریکور ہو چکے تھے۔ ڈاکٹر نے ایک دو دن میں
اسے ڈسچارج دینے کا کہہ دیا تھا۔۔

سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا لیکن اصل دھماکہ تو سب کو مرتسم کی بات سنتے ہوا
تھا۔۔

بابا بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔

تم ہوش میں ہو مرتسم کیا کہہ رہے ہو۔۔

وہ بے یقین تھے۔۔

میں بالکل ہوش میں ہی کہہ رہا ہوں بابا اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔ وہ

سنجیدگی سے بول رہا تھا۔۔

باقی سب پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔۔

کیا۔۔ لیکن کب۔۔۔ حسن بابا اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے پریشانی سے
بولے تھے۔۔

انکے ریکنشن نے سب کو کھڑے ہونے پر مجبور کر دیا۔

رات کا وقت تھا۔ وہ لوگ اس وقت شاہ ولا میں تھے۔۔
مہر کے پاس تھا اس وقت انوشے کے ماما بابا تھے۔ باقی سب ڈنر کے لئے اس
وقت جمع تھے۔۔ جب حسن صاحب کے فون نے انہیں متوجہ کیا۔۔

کیا ہوا بابا۔۔ سب ٹھیک ہے نا۔۔

عالم نے انہیں پریشان دیکھ پوچھا جو اپنا ماتھا مسل رہے تھے۔۔

انہوں نے ایک نظر باقی سب کو دیکھا پھر عالم سے بولے۔۔

عائشہ کی طبعیت مستقل خراب ہے۔ جب سے یہاں سے گئی ہے تب سے
ٹھیک سے ناکھار ہی ہے نا کچھ بولتی ہے۔ بس مہر کو یاد کر کے روتی رہتی
ہے۔۔

ڈاکٹر نے اسے کسی بھی پریشانی سے منع کیا ہے لیکن میں اسے کیسے
سمجھاؤں۔۔

تو آپ انہیں مہر کے بارے میں سچ کیوں نہیں بتا دیتے۔۔
وجدان سے رہانا گیا تو کہہ بیٹھا۔۔

کیسے کہوں بیٹا۔۔ تم سب لوگ اپنی آنکھوں سے اسکی حالت دیکھ چکے
ہو۔۔ اتنی مشکل سے وہ زرا سا سنبھلی ہے۔۔ اور ڈاکٹر نے بھی اب مہر کو

ماضی سے دور رکھنے کا کہا ہے۔۔ اگر مہر کو واپس لے کر گیا تو وہی سب اسے یاد آئے گا۔۔

اسکا اور انوشے کا بچپن وہاں گزرا ہے۔ جوانی وہاں پروان چڑھی ہے۔۔ ان گنت یادیں ہیں۔۔ وہ کیسے ان سب سے آگے بڑھ پائے گی۔۔
میں کسے سنبھالوں۔ عائشہ کو دیکھو تو مہر کو کیسے اکیلا چھوڑ دوں کس کے سہارے اپنی بچی کو چھوڑ جاؤں۔۔
انکی آنکھوں میں چمکتی نمی نے سب کی آنکھیں نم کر دیں تھیں۔۔

عالم نے ہونٹ بھنچے تھے۔۔ اس حادثے کے بعد سے کسی نے بھی اسے کبھی بولتے نہیں سنا۔ مہر یا حسن بابا کے علاوہ وہ کسی سے بھی بات نہیں کرتا تھا۔۔
کبھی قبرستان تو کبھی ہو اسپتال ہی پایا جاتا۔۔

حسن صاحب سر جھکائے آنکھوں کی نمی صاف کر رہے تھے۔۔ جب وہ چونک گئے۔۔

مرتسم نے ایک نظر سب کو دیکھا پھر قدم انکی جانب بڑھائے۔۔
انکے قریب رکتے وہ ایک گھٹنا زمین پر ٹکائے وہ انکے مقابل بیٹھا۔۔
حسن بابا کے ہاتھ تھامتے وہ نرمی سے بولنا شروع ہوا۔۔

میں پانچ سال کا تھا جب ماں بآباد و نوں نے منہ موڑ لیا۔۔ لیکن اسکے بدلے
اللہ نے مجھے بہت سے رشتے دیے ہیں اور انکے کے لئے میں جتنا شکر کروں کم
ہے۔۔ میں آپکی سچویشن سمجھ سکتا ہوں لیکن فیل نہیں کر سکتا جس پر گزرتی
ہے وہی جانتا ہے۔۔ یہ سوچ کر ہی میرا دل کانپ جاتا ہے کہ اگر اس دن میں
اور ولی نا پہنچتے تو ہم شاید مہر کو بھی نا بچا پاتے۔ لیکن جو ہوا وہ ہونا لکھا تھا۔۔

ماما کہتی تھیں۔۔

جو درد نصیب میں لکھا ہے وہ دردِ دل کے رہنا ہے پھر چاہے جو مرضی کر " لوں۔۔

وہ بولتا جا رہا تھا اور سب مبہوت سے اسے سن رہے تھے۔۔

لیکن انکل یہ زندگی ہے اور اسے ایسے ہی چلنا ہے۔۔
کبھی خوشی، کبھی غم، کبھی ساتھی، کبھی تنہائی، کبھی کامیابی تو کبھی ناکامی،
کبھی آباد تو کبھی برباد۔۔

لیکن وقت ہے نا وہ ایک سا نہیں رہتا۔۔ اور یہ وقت ہمیں اگر کچھ سکھاتا ہے
تو صبر۔۔

میں جانتا ہوں کہنا آسان ہے لیکن کرنا مشکل ہے۔۔ لیکن پھر بھی میں کہہ
رہا ہوں یہ سب خدا کی مرضی تھی انوشے کی زندگی اتنی ہی تھی اور مہر کے
ساتھ جو ہوا وہ انکے نصیب میں لکھا تھا۔۔

لیکن اب جو ہو گا وہ ہمیں لکھنا ہے۔۔

وہ دوپل کے لئے چپ ہوا۔ پھر گہرا سانس بھرتے بولا۔۔۔

میں نہیں جانتا میں اب جو کہنے جا رہا ہوں اس کے لئے یہ وقت سہی ہے یا نہیں۔۔ لیکن مجھے یہی وقت سہی لگ رہا ہے اگر آج ناکہا تو شاید پھر بہت دیر ہو جائے۔۔

میں نہیں جانتا کب، کیسے، کہاں، کیوں لیکن جب جب میں مہر کو دیکھتا ہوں مجھے انکا درد اپنی روح میں اترتا محسوس ہوتا ہے کیوں میں نہیں جانتا۔ لیکن میرا دل کرتا ہے میں انہیں ہر درد سے دور لے جاؤں خوشیوں سے انکا دامن بھر دوں۔۔

آپکو لگ رہا ہو گا یہ ہمدردی ہے لیکن ہمدردی میں درد تو محسوس نہیں ہوتا نا۔۔ دل بھی بے چین نہیں ہوتا۔۔

میں چاہتا ہوں مہر زندگی کی طرف لوٹ آئیں جو کچھ انکے ساتھ ہوا وہ ان سب کو ایکسیپٹ کریں آگے حالات کا سامنا کریں۔۔۔

اور یہ سب تب ہو گا جب وہ خود مضبوط بنیں گی اور انہیں اس کے لئے ایک مضبوط سہارے کے ضرورت ہے۔۔۔۔۔

اور وہ سہارا آپ بھی ہو سکتے ہیں لیکن آپ کو اپنے باقی رشتے بھی سنبھالنے ہیں۔

عالم بھی ہو سکتا ہے لیکن کب تک اسکی بھی لائف ہے اسے بھی جینا ہے۔

اور اگر انہیں اپنے ہی سہارے ملتے رہیں گے تو وہ کبھی دوبارہ کھڑی نہیں ہو سکیں گی۔

مجھے سمجھ نہیں آرہا میں کیسے کہوں بٹ۔۔

میں مہر کا وہ مضبوط ساتھ بننا چاہتا ہوں۔ کچھ پل کے لئے یا عارضی نہیں
زندگی بھر کے لئے۔ میں انکے ساتھ کھڑے رہنا چاہتا ہوں۔۔

میں۔۔ وہ ایک پل کے لئے رکا۔۔ سب دم سادھے اسے سن رہے تھے۔۔
میں مہر سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔۔

اسکے الفاظ سب پر ایک دھماکے کی صورت گرے تھے۔۔
بابا بے ساختہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے تھے۔۔

انکے ساتھ ہی باقی سب بھی بے یقینی سے اسے دیکھتے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔
ب سب بے یقین تھے ماسوائے۔۔

ولی اور ماہم کے جو پہلے دن سے یہ بات اچھے سے جانتے تھے کہ ایسا ہی کچھ
ہوگا۔۔

تم ہوش میں ہو مرتسم کیا کہہ رہے ہوں۔۔ وہ بے یقین تھے۔۔

میں بالکل ہوش میں ہی کہ رہا ہوں بابا اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔ وہ
سنجیدگی سے بول رہا تھا۔۔

باقی سب پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔

عالم نے پتھرائی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔۔
کہ وہ الفاظ اسے اسی شخص کے منہ سے سنے تھے۔۔

بولیں کیا آپ مجھے اپنی بیٹی کے لائق سمجھتے ہیں۔۔
میں نہیں جانتا میں انکے لئے بہتر ہوں یا نہیں لیکن میں خود کو بہترین بنانا کی
کوشش ضرور کروں گا۔۔

حسن بابا بے یقین ہوئے۔ بے بسی سے وہ بس رو پڑے انھیں یقین ہو چلا تھا کہ آج بھی معجزے ہوتے ہیں۔۔۔

اور خدا نے انکی مہر پر اپنا معجزہ کیا تھا۔ ایک فرشتے کو اس کے لئے بھیج کر۔۔

وہ فرشتہ جو فقیروں کی طرح انکے آگے ہاتھ پھیلائے انکی بیٹی کے لئے انکا منتظر تھا۔۔

وہ شہزادوں کی سی آن بان رکھنے والا شخص آج ایک نیم پاگل شہزادی کے لئے اپنے گھنٹوں پر جھک آیا تھا۔۔

اور انکے آگے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔ فقط زمانے کی روندی ہوئی لڑکی کے لئے جسے اپنا ہوش بھی نہیں تھا۔۔

ہاں۔۔ وہ اثبات میں سر ہلا گئے۔۔

مر تسم کے چہرے پر سکون پھیلا تھا۔ کیا آپ لوگوں کو کوئی اعتراض ہے۔۔

میں جانتا ہوں میرے اس اچانک فیصلے پر آپ لوگ ضرور پریشان ہوئے ہونے لیکن ماما مجھے ابھی بھی آپ لوگوں کی اجازت درکار ہے۔۔ وہ ویسے ہی بیٹھے ان سے مخاطب ہوا تھا۔

سب کے لبوں پر پھیلے تبسم نے اسے اسکا جواب دے دیا تھا۔

اسکی سوالیہ نظریں عالم پر ٹکی تھیں جسکے چہرے پر پھیلا سکون اور آنکھوں کی نمی اسے بہت کچھ بتا گئیں تھیں۔۔

الو کے پٹھے پہلے مجھے تو بتاتے ایسی باتیں بڑے کرتے اچھے لگتے ہیں۔ بی جان کے جھڑکنے پر سب ہولے سے مسکرا دیے۔۔



مینے اسے بہت لاڈلوں سے پالا تھا۔ کہ کبھی اسے کوئی غم چھونا پائے۔
پتہ ہے وہ اتنی نازک تھی کہ زرا سی خراش پر رو کر سارا گھر سر پر اٹھا
لیتی۔۔

اسی لیے تو اتنا بڑا زخم برداشت نہیں کر پائی۔۔ میری بیٹی نے بہت سے غم
دیکھے ہیں مرتسم۔۔

کیا تم میری بیٹی کو اسکی ہر برائی ہر دکھ ہر کمی سمیت اپناؤ گے۔۔؟
وعدہ کرو مجھ سے کبھی اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤ گے اسے زندگی کی طرف
واپس لاؤ گے۔۔ وعدہ کرو۔۔؟

حسن بابا کے ہاتھ پھیلانے پر وہ انکے ہاتھ پر ہاتھ رکھ گیا۔۔

میں وعدہ کرتا ہوں کبھی انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤ گا۔ انہیں زندگی کی طرف واپس لاؤں گا۔

وعدہ کرتا ہوں کہ انہیں اتنا مضبوط بناؤں گا کہ وہ اپنے انصاف کے لئے خود کھڑی ہونگی۔۔۔ اور میں انکے لئے پوری دینا سے لڑ جاؤں گا۔۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں آپسے کیے گئے وعدے کی لاج رکھوں گا۔۔۔ اسکے لئے چاہے مجھے کچھ بھی کیوں نا کرنا پڑے۔۔۔ وہ مضبوط لہجے میں بولا۔۔۔

حسن کے مجھ پر بہت سے احسان ہیں مر تسم ان احسانوں کے لئے ہی سہی مہر کی آنکھیں اپنی وجہ سے کبھی بھگنے مت دینا۔۔۔ عالم شاہ انکے مقابل آتے بولے تھے۔۔۔

ایک وعدہ مجھے بھی لینا ہے ولی سے۔۔۔

انکے چپ ہونے پر عالم کی سنجیدہ آواز گونجی تھی۔۔

عالم کو مہر کے مستقبل کے لئے اس سے دور جانا پڑے گا۔۔
لیکن وعدہ کرو کہ اسکے بدلے میں اسے جن رشتوں سے نوازا جائے گا۔ ان
میں ولی احمد سب سے مضبوط اور آگے ہو گا۔۔ وعدہ کرو ہمیشہ کے لئے اسکی
ڈھال بنو گے۔۔

عالم نے ہر پل مہر کے لئے ولی کی فکر اور محبت محسوس کی تھی۔ وہ اسے اپنی
بہن نہیں بیٹی کے جیسے ٹریٹ کرتا تھا اس لیے وہ چپ نہیں رہ سکا۔۔

میں مہر کو اپنی بہن سے زیادہ چاہوں گا۔ اسے زمانے کی ہر سرد و گرم سے
بچانے کے لئے کچھ بھی کر جاؤں گا۔ ہر قدم پر اسکے ساتھ رہوں گا۔ یہ
وعدہ ہے میرا آپسے اور اپنے آپ سے۔۔

ولی نے مضبوط لہجے میں کہا تھا۔۔۔



انکی زندگیوں کا نیا باب شروع ہونے جا رہا تھا۔۔
یہ شروعات اور تبدیلی صرف مہر کی نہیں تھی ہر اس زندگی کی تھی جس سے
مہر جڑنے والی تھی۔۔ اور یہ بات وہ لوگ بہت جلد جاننے والے تھے۔۔۔



جبکہ ان سے بے خبر مہر ہانیہ ماما (انوشے کی ماما) کی گود میں سر رکھے پڑی
تھی۔۔

ابراہیم صاحب ایک سائیڈ پر بیٹھے انہیں دیکھ رہے تھے۔۔

مہرا نہوں نے اسے پکارا۔

لیکن اسنے کوئی جواب نہیں دیا۔

مہر۔۔۔ پھر سے پکارا ساتھ اسکا بازو ہلایا۔

مہر نے نظریں پھیرتے انکی جانب دیکھا۔ ویران آنکھوں سے وہ انہیں دیکھتی رہی۔

مہر مت پکارا کریں مجھے۔۔ وہ بولی تو اسکی آواز لرز رہی تھی۔
جب جب کوئی مجھے مہر پکارتا ہے نا تو مجھے اسکی یاد آتی ہے وہ بھی تو یہیں کہیں
پکار رہی ہو گی۔

وہ تو ہر پل پل مجھے پکارتی تھی مجھے ہر پل اسکی آواز اپنے کانوں میں گونجتی
سنائی دیتی ہے۔

وہ کیوں چلی گی اُسے نہیں جانا چاہئے تھا۔ اسے مجھے ساتھ لے جانا چاہیے تھا۔۔

وہ بڑبڑا رہی تھی لیکن اسکی آنکھیں بالکل خشک تھی۔۔

وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونے والی اب بڑے حادثوں پر روتی نہیں تھی۔۔
ہانیہ ماما بس اسے سنے جارہی تھیں۔ انہیں لگ رہا تھا انہوں نے صرف انوشے کو نہیں مہر کو بھی کھودیا ہے۔۔

فرق صرف اتنا تھا کہ انوشے کو دفنایا گیا جبکہ مہر زندہ لاش بن گئی۔۔



صبح کا سورج ہر ایک کے لئے فی امید لایا تھا۔ فی کر نیں فی امیدوں کے ساتھ
روشن ہوئی تھیں۔۔۔

یہ فی صبح بہت سی زندگیوں میں اتار چڑھاؤ لائی تھی۔۔۔

ڈاکٹر کے مشورے پر یہی فیصلہ کیا تھا کہ نکاح آج ہی ہو گا۔۔ کیونکہ جتنی
جلدی اسے کسی اور چیز میں الجھایا جائے گا اتنی جلدی وہ اس حادثے سے باہر
آئے گی۔۔

کسی نے ابھی مہر کو نکاح کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔۔ کیونکہ وہ فلحال
سمجھ نہیں پائے گی۔۔

اسکا زہن صرف انوشے میں اور اس حادثے میں اٹکا ہوا ہے اس لیے کیا ہو رہا
ہے وہ اس بات کو سمجھ نہیں پائے گی۔۔



مہر چلیں۔۔۔

ماہم اپیا اسکے پاس آتی ہلکی سی مسکراہٹ سے بولیں۔۔

اسنے بس سر ہلا دیا۔۔

آج اسے ڈسچارج کیا جا رہا تھا۔۔

وہ کہاں جا رہی تھی۔ کس کے ساتھ اسے اسے کوئی ہوش نہیں تھا۔

بس بے جان گڑیا کی طرح انکے ساتھ چل دی۔۔

وہ لوگوں کو دیکھ کر گھبرا جاتی اس لیے عالم اسکے ساتھ اسکے گرد بازو حائل

کیے اسے خود میں بالکل چھپا کر گاڑی تک لایا تھا۔۔

گاڑی کہاں کب کیسے روکی وہ انجان تھی۔ بس اپنے ہاتھوں کو گھورتی وہ پتھر

کی مورت تھی۔۔

آوو۔

گاڑی رکتے عالم نے اسے باہر نکالا تھا۔۔ سب انکے انتظار میں تھے۔۔

عالم کے سہارے آسمانی رنگ کے فرق پہنے ڈوپٹہ سر پر ٹکایا ہوا تھا۔۔
مر تسم کی بھوری شال اپنے گرد لپیٹے وہ اسمیں بلکل چھپی ہوئی تھی۔۔
ماما کے اشارے پر ماہم لوگ اسے اپنے ساتھ لے گئیں۔۔
وہ بس ٹرانس کی سی کیفیت میں انکے ساتھ کھنچتی جا رہی تھی۔۔



کمرے میں لاتے۔ ماہم نے اسے ایک ڈریس دیتے چنچ کرنے کا کہا تھا۔ اسے
کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کیا ہو رہا ہے۔
اسکا دماغ بلکل ہی کام کرنا چھوڑ چکا تھا۔۔
کب کیسے اسکے ساتھ کیا گیا وہ غائب دماغی سے دیکھتی رہی۔۔

ماشاء اللہ۔۔ اپنا کام مکمل کرتے جب انکی نظر اس پر پڑی تو منہ سے بے ساختہ
ہی ماشاء اللہ نکلا تھا۔۔

ماما نے جلدی سے اسکی نظر اتاری تھی۔۔

مہر نے ایک پل کے لئے نظریں اٹھائیں اور خود کو دیکھا۔
کچھ پل غائب دماغی سے دیکھتی رہی پھر گھبرا کر پلکیں واپس گرا گئی۔۔

یہ سب کیا ہو رہا تھا۔ اسکی سمجھ سے باہر تھا۔۔

کتنی پیاری ہیں نا۔۔

وشہ اسے دیکھتی ٹرانس کی سی کیفیت میں بولی۔۔

ماشاء اللہ کہو۔۔ ماما نے ٹوکا تھا۔۔

چلو باہر لے او۔۔ ماما کہتی جا چکی تھیں۔۔

وہ لوگ اسے باہر لے جانے لگیں تو وہ رک گئی۔۔

انہوں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ کیا ہوا بچے کچھ چاہئے۔۔ ماہم
نرمی سے بولی تھی۔۔

مہر نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔۔

کیا چاہئے۔۔ ماہم نے پھر سے پوچھا تھا۔۔

وہ۔۔ انگلی سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا تھا۔۔

انکے لبوں پر تبسم پھیلا تھا۔۔

ماہم نے آگے بڑھ کر مرتسم کی شال جسکی طرف وہ اشارہ کر رہی تھی اٹھاتے
پھر سے اسکے کندھوں پر پھیلا دی۔۔

اور کچھ۔ نرمی سے پوچھا۔۔

وہ نفی میں سر ہلا گئی۔۔ تو وہ لوگ اسے باہر لے آئیں۔۔

اسے صوفے پر بٹھاتے وہ لوگ خود پیچھے ہٹ گئی۔۔

مہر کو الجھن سی ہو رہی تھی۔۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔ زہن کہیں بیدار ہو رہا تھا۔۔

تبھی اسکے ساتھ کوئی آکر بیٹھا تو اسنے چہرہ اٹھا کر دیکھا۔۔ اسکے ایک طرف عالم اور دوسری طرف حسن بابا تھے۔۔

اسنے نظریں گھمائیں۔۔

سب لوگ یہیں تھے۔۔ کچھ نئے چہرے بھی تھے۔۔ وہ گھبرا کر عالم کا بازو تھام گئی۔۔

ریلیکس میرا بچہ کچھ بھی نہیں ہوا۔۔

اسکے گرد بازو پھیلاتے حسن بابا نے اسکا سر چوما تھا۔۔

اسی وقت وائٹ کرتے میں کندھوں پر بھوری شال پھیلائے مرتسم ولی اور ارسل کے ہمراہ آیا تھا۔۔

اسنے صرف ایک نظر سر جھکائے بیٹھی مہر کو دیکھا اور نظریں پھیر گیا۔۔

دل بے چین تھا کہ کیا رنیکشن ہوگا۔۔ کہیں وہ عین وقت پر آکر انکارنا کر دے۔۔

شروع کریں مولوی صاحب بابا نے مرتسم کے آتے ہیں انہیں کہا تھا۔۔

آیتوں کے بعد جب قبول و ایجاب کا مرحلہ آیا تو سب کے دل ہی زوروں سے دھڑکے تھے۔۔

مہرماہ حسن شاہ آپکا نکاح مرتسم شاہ ولد حمدان شاہ سے سکارانج الوقت پچاس لاکھ حق مہر کے عوض طے پایا ہے کیا آپکو قبول ہے۔۔
انہوں نے بلند آواز میں پوچھا تھا۔۔

مہر نے اپنے نام کی پکار پر ہونق بنے انہیں دیکھا تھا۔۔
پھر گردن موڑتے حسن صاحب کو دیکھا۔۔

بابا یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ غائب دماغی سے پوچھا تھا۔۔ اسکا دماغ واقعی اس بات کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اگر ہوش میں ہوتی تو شاید سمجھ جاتی تھی وہ ساری زندگی کے لئے کسی اور کے نام لکھ دی جانے والی ہے۔۔
سب نے بے چینی سے اسے دیکھا تھا۔۔

آپکا نکاح مرتسم شاہ ولد حمدان شاہ سے سکارانج الوقت پچاس لاکھ حق مہر
کے عوض طے پایا ہے کیا آپکو قبول ہے۔۔؟

مولوی صاحب نے دوبارہ سے وہی الفاظ دہرائے۔۔
وہ ہونق بنی انہیں دیکھتی رہی۔۔

کیا اپنے بچی سے انکے مرضی پوچھی تھی مولوی صاحب نے سنجیدگی سے
حسن صاحب کو دیکھتے پوچھا تھا۔۔

بیٹا بولو۔۔ قبول ہے۔۔ حسن بابا آہستہ سے بولے۔۔
ہاں۔۔ نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔۔

بولو قبول ہے۔۔ اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے پھر سے کہا تو۔۔

اسکے زہن میں جیسے دھماکہ ہوا۔۔ ہر چیز ایک پل میں سمجھ آئی تھی۔۔ زہن
بیدار ہو چکا تھا۔۔

بے یقینی سے بابا کو دیکھا۔۔ پھر بے بسی سے عالم کو۔۔

وہ دونوں بہت مان سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔ وہ اس بھرے مجھے میں انکا
مان توڑ سکتی تھی۔۔

مہر نے بھیگی پلکیں اٹھائیں اور سامنے بیٹھے اس شہزادے کو دیکھا تھا۔ مرتسم
نے بھی اسی وقت اسے دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔۔
مرتسم نے ایک پل صرف ایک پل کے لئے اسکی آنکھوں میں دیکھا اور
نظریں پھیر گیا۔۔

مہر۔۔ ہانیہ ماما نے اسے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ گواہان بھی پریشان حال سے
دیکھ رہے تھے۔

ق۔ قبول ہے۔۔ زبان لڑکھڑائی تھی۔۔ لیکن اسنے پلکیں نہیں جھپکیں۔۔ وہ
ابھی تک مرتسم کو ہی دیکھ رہی تھی۔۔

آپکا نکاح مرتسم شاہ ولد حمدان شاہ سے سکا رائج الوقت پچاس لاکھ حق مہر
کے عوض طے پایا کیا آپکو قبول ہے۔۔

قبول ہے۔۔ اس سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔۔

کیا آپکو قبول ہے۔۔؟

فق۔ قبول ہے۔۔ الفاظ لڑکھڑائے تھے۔۔ اسکے ساتھ ہی آنسو ٹوٹ کر
اسکی گالوں پہ پھسلے تھے۔۔

اسکے تینوں بار قبول ہے کہنے پر سب نے سکون کی سانس بھری تھی۔۔
اب باری مرتسم کی تھی۔۔

جسنے مطمئن ہو کہ سکون سے قبول کیا تھا۔۔

حسن بابا نے مہر کے سامنے پیپر زرکھے جسے دیکھتے وہ اپنی ہچکیوں کو دباتی
سائین کر چکی تھی۔۔

اسکے سائین کے نیچے مرتسم نے سائین کیے تھے۔۔

ہر طرف مبارک باد کا شور اٹھاتا تھا۔

مرتسم کے لبوں پر تبسم تھا کہ ہٹ ہی نہیں رہا تھا۔

کسی کی خواہش کی وہ ہمیشہ کے لئے اس کے نام ہو چکی تھی اس سے بڑھ کر اسے
کیا چاہئے تھا۔

: ماضی

دعا کے بعد مبارک باد کا شور اٹھاتا تھا۔

مرتسم نے آج پہلی بار نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ دو ماہ سے اس کے ساتھ
تھی اس کے پاس تھی۔ لیکن آج تک وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا۔

لیکن آج۔۔ آج ناتوا سکی نظریں جھکیں تھیں ناہی دل بے چین ہوا تھا۔۔
پورے حق سے نظریں اسکے چہرے پر ٹکائے تھیں۔۔ لیکن وہ سانس لینا
بھول گیا۔۔

سفید رنگت جسمیں زردیاں گھل چکی تھیں۔، گھنی بھیگی پلکوں کی آڑ میں
چھپی بھوری آنکھیں جو اس وقت سرخ ہو رہی تھیں۔ چھوٹی سی تیکھی ناک
جسمیں پہنی ہیرے کی چھوٹی سی نتھ چمک رہی تھی، لرزتے گلابی ہونٹ اور
ہو نوٹوں کے عین نیچے چمکتا سیاہ تل۔۔۔
وہ دیوانہ نا ہوتا تو کیا کرتا۔۔۔

وائٹ فراق پہنے جسکے دامن پر سرخ گوٹے سے کام ہوا تھا۔ اس پر سرخ ہی
ڈوپٹہ۔۔ جسکو سر پر ٹکایا گیا تھا۔۔ چاکلیٹی بالوں کی آوارہ لٹیں چہرے کے
اطراف میں جھول رہی تھیں۔۔

اسکی شال اپنے گرد لپیٹے وہ پوری طرح سے اسکے حصار میں ہمیشہ کے لئے
اسکی ہو چکی تھی۔۔ اسکو اپنا دیوانہ کر گئی تھی۔۔

وہ محو تھا اسے دیکھنے میں جب کسی نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے مخاطب
کیا۔۔

مر تسم۔۔۔ مر تسم۔۔۔

ہاں۔۔ اسنے غائب دماغی سے چہرہ موڑتے دیکھا۔۔
کیا ہوا تجھے کہاں کھویا ہے کب سے بلارہا ہوں تجھے۔۔
ارسل اسکے تاثرات پر پریشانی سی بولا۔۔

کہیں نہیں۔۔ تو کچھ کہہ رہا تھا۔۔ ہڑبڑاہٹ میں کہتے وہ ارسل کی طرف
متوجہ ہوا تھا۔۔



مہر۔۔ حسن بابا کب سے اسکو یوں بے بنادیکھ رہے تھے۔۔ باقی سب سے
فارغ ہوتے وہ بے چین ہوتے اسے پکار بیٹھے۔۔

مہر نے سر اٹھاتے انکی طرف دیکھا۔۔
کیوں بابا۔۔ بے آواز لب ہلے تھے۔۔ انکھوں سے بے شمار آنسو گرے
تھے۔۔

کیوں بابا کیوں کیا اپنے ایسا۔۔
ی۔ یہ کیا کر دیا اپنے بابا۔۔
وہ سسکتی انسے سوال کر رہی تھی۔۔

باقی سب دم سادھ گئے۔۔

اسکے آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔۔ اسکا صبر ایک بار پھر سے
ٹوٹا تھا۔۔

یہ۔ن۔ نہیں کرنا تھا۔ا۔اپک۔کو۔یہ۔سہی۔نہ۔ نہیں۔
می۔میں۔ل۔لائق۔ن۔ نہیں۔وہ۔۔

حسن بابا نے اسے خود میں بھنچنا چاہا لیکن وہ انکے ہاتھ جھٹک گئی۔۔
اپنے سر پر ٹکے سرخ ڈوٹے کو کھینچ کر اتارتے پھینکنا تھا۔۔ اور کسی کی بھی
طرف دیکھے بغیر کمرے میں بھاگ گئی۔۔



مر تسم نے دوبارہ اسکی طرف دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی۔۔۔ جانے کیوں
وہ اسے روتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔

اور اب اسے مستقل یوں سسکتے دیکھ وہ بے چین ہوا اٹھا تھا۔۔
لیکن اسکے الفاظ۔ اسکے الفاظ نے اسکے جسم سے جیسے روح کھنچی تھی۔۔
سینے میں سانس ابھی تھی اس لیے وہ چپ چاپ باہر آ گیا۔۔

باہر آتے اسنے گہری سانس لی تھے۔۔
ہونٹ سختی سے بھنچے تھے۔۔ ہاتھوں کی رگیں پھول گئیں تھیں۔۔
بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ بے بس ہوا تھا۔۔ جانتا تھا اگر کچھ دیر اور وہاں رکتا
تو وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکے گا۔۔

وہ کچھ بھی کر سکتا تھا لیکن مہرماہ شاہ کو روتے دیکھنا اسکے بس میں نہیں
تھا۔۔ اور دوسرا اسکے الفاظ۔۔

وہ ایسا سوچ بھی کیسے سکتی تھی۔۔

تیز تیز سانس لیتے اسنے اپنی بے چینی اور اپنے اندر اٹھتے اشتعال کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن تھک کر اسنے سگریٹ لگائی تھی۔۔

وہ سگریٹ نہیں پیتا تھا۔۔ لیکن کبھی اگر بہت زیادہ پریشان ہو تب وہ ایک دو کش لگا لیتا تھا۔۔ لیکن آج۔۔

بس کر اور کتنی پیئے گا۔۔

اسے تیسری سگریٹ لگاتے دیکھ کر سل نے اسے گھورتے کہا تھا۔۔

مر تسم نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

پھر ہاتھ میں پکڑی سگریٹ کو پھینکتے مسل دیا۔۔



اتنی ضروری اور اہم کب ہوگی وہ کہ تو اسکی تکلیف برداشت نا کرتے یہاں
خود کو اس آگ میں جھونک رہا ہے جس سے تجھے شدید نفرت ہے۔۔
وہ اسکے سگریٹ پینے پر کچھ بے یقینی سے بولا تھا۔۔
مر تسم نے کنپٹی سہلائی۔۔

پتہ نہیں یار۔۔ کب وہ دل سے روح میں سرایت کر گئیں۔ میں خود بھی
انجان رہا۔۔
ارسل پتا نہیں مجھے کیا ہو رہا۔۔ میرا دل میرے بس میں نہیں رہا۔۔ یار میں
میں خود میں نہیں رہا۔۔ بس وہی وہ ہوتی جا رہی ہیں۔۔۔

ارسل مجھے سمجھ نہیں آ رہا میں کیا کروں یا۔۔۔ وہ ایسے کیسے سوچ سکتی
ہیں۔۔۔ وہ کیا کہہ رہی تھیں کہ میرے لائق نہیں۔۔۔ یا وہ لائق نہیں یا
میں۔۔۔

ارسل یا مجھ سے۔۔۔ مجھ سے انکار و نا نہیں دیکھا جاتا۔۔۔ مجھ سے انکی تکلیف
نہیں دیکھی جاتی۔۔۔
وہ کچھ بے بسی کی سی کیفیت میں بولا تھا۔۔۔

ارسل نے بے یقینی سے اس شخص کو دیکھا تھا۔۔۔ جو بہت کم عمر میں بزنس کی
دنیا میں اپنا آپ منو اچکا تھا۔۔۔ جسکی ضد کے آگے ہر ایک ہار جاتا تھا۔۔۔ وہ جو
لوگوں کو بے بس کر دیتا تھا آج خود بے بس ہو گیا تھا۔۔۔ فقط ایک لڑکی کے
آنسوؤں سے۔۔۔

فقط لڑکی۔۔۔ کیا وہ فقط ایک لڑکی تھی۔۔۔

نہیں وہ صرف ایک لڑکی نہیں۔۔ شاہ ولا کے لاڈلے ولی عہد مرتسم میر شاہ
کی پہلی اور آخری محبت تھی۔۔ اسکی عزت اسکی بیوی مہرماہ مرتسم شاہ۔۔۔

وہ جس سے محبت سے عشق کی حدود تک طے کرنا مرتسم میر پر فرض کر دیا
گیا تھا۔۔

اور اسکی شروعات ہو چکی تھی۔۔ وہ جل رہا تھا۔۔ عشق کی آگ میں جسمیں
وہ محبوب کے آنسوؤں سے بے بس ہو گیا تھا۔۔۔

مرتسم میری بات سن۔۔

ارسل اسے کندھوں سے تھامتے بولا۔۔

تو خودیوں نظریں چرائے گا تو مہر کا سہارا کون بنے گا۔۔

کیسے بنائے گا اسے مضبوط۔۔ جب خود اس کے آنسو و کے سامنے ہار جائے
گا۔۔ یار وہ جس کنڈیشن سے گزر رہی ہے۔۔ اسکو سمجھ وہ خود کو ڈیگریڈ
کرے گی۔۔ لیکن تجھے ان سب کا سامنا کرنا پڑے گا اسکا بھی اور اس کے آنسو
کا بھی۔۔

ارسل نے اسے حقیقت سے روشناس کروایا تھا۔۔
وہ حقیقت جو بس ایک تکلیف تھی لیکن اس تکلیف سے ہر حال میں گزرنا
تھا۔۔



اسے ہر حال میں مہر کو واپس زندگی کی طرف لانا تھا جسمیں اسے بہت سے
امتحانوں سے گزرنا تھا۔۔ وہ جانتا تھا اس لیے خود کو مضبوط کر لیا تھا کہ اب وہ
کمزور نہیں پڑے گا۔ اس کے آنسو سے بھی نہیں۔۔

وہ گھٹنوں میں سر دیے زار و قطار رو رہی تھی۔۔۔ اسکا وجود کانپ رہا تھا۔۔

وہ گہری سانس بھرتے آہستہ سے اس کے قریب بیٹھا۔۔

مہر۔۔ نرمی سے پکارا۔۔

مہر نے چونک کر سر اٹھایا۔۔۔ اور مرتسم کو اپنے سامنے دیکھتے اس کے چہرے پر جو ڈر پھیلا تھا۔۔۔ وہ مرتسم کی آنکھوں سے مخفی نارہ سکا۔۔

اگلے ہی پل اس کے چہرے نے تیزی سے رنگ بدلے تھے۔۔

مرتسم نے بغور اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو دیکھا۔۔

پہلے اسکے چہرے پر الجھن تھی۔۔ پھر گھبراہٹ۔۔ پھر بے چینی پھر اسکا چہرہ
زرد پڑنے لگا۔۔ اور پھر زرد سے ایک دم سفید ہو گیا۔۔

مہر۔۔ وہ تیزی سے اسکے قریب ہوا تھا۔۔ جو اپنی سانس ہی اٹکا بیٹھی تھی۔

مہر ریلیکس، سانس لیں۔۔

اسنے کوشش کی لیکن وہ سانس نہیں لے پائی۔۔

مہر میری طرف دیکھیں، کچھ مت سوچیں، کچھ نہیں ہوا۔۔ بھول جائیں

سب۔۔ میں ہوں آپکے پاس۔۔ جیسے میں کر رہا ویسے کریں۔۔

وہ لمبی سانس کھنچتا بولا۔۔ تاکہ وہ بھی ایسے سانس لے۔۔

مہر نے واقعی اسکی بات پر تیزی سے لمبی سانس کھینچی تھی۔۔

پھر سے لیں۔۔ وہ آہستہ سے ایک ہاتھ سے اسکے ہاتھ سہلاتا بولا۔۔ جبکہ

دوسرا ہاتھ اسکے چہرے کے دائیں رخسار پر تھا۔۔ جسکو چھونے سے پہلے اسکا

ہاتھ ایک پل کے لئے کانپا تھا۔ لیکن اسکی حالت دیکھتے وہ سب جھٹک گیا۔۔۔

وہ سفید چہرے کے ساتھ آنسو بھری آنکھوں سے ہچکیوں سے روتی لمبی سانسیں بھرتی اسے ایک بار پھر سے بے بس کر گئی تھی۔۔۔
مر تسم نے ہونٹ بھینچتے اسے دیکھا۔۔۔

سانس بحال ہوئی تو وہ اسکی قمیض کو مٹھیوں میں دبو چتی اور شدت سے رونے لگی۔۔۔

مر تسم نے اسے رونے دیا۔۔۔
کچھ دیر بعد بھی اسکا رونا کم نا ہوا لیکن مر تسم کی بس ضرور ہوئی تھی۔۔۔

شش۔۔۔ بس۔۔۔ بس کریں۔۔۔ مر تسم نے اسکا چہرہ اوپر سامنے کیا۔۔۔۔۔ نرمی سے اسکے آنسو صاف کیے۔۔۔

مہر نے تھم کر اسے دیکھا۔۔ وہ رونا بھول گئی۔۔

کہاں وہ اسے نظریں اٹھا کر دیکھتا تک نہیں تھا۔۔ اور اب وہ اسے کتنے حق سے نا صرف دیکھ رہا تھا بلکہ اسے حق سے چھو بھی رہا تھا۔۔

اگلے ہی پل وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔۔ اور نفی میں سر ہلایا۔۔

نو۔۔ پ۔۔ پلیز۔۔ ا۔۔ ایسے۔۔ م۔۔ مت کریں۔۔ یہ۔۔ س۔۔ سہی

ن۔۔ نہیں۔۔ می۔۔ میں۔۔ ن۔۔ نہیں۔۔ ل۔۔ لُت۔۔ میں۔۔ نا۔۔ پاک۔۔ می

اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی مرتسم نے جھٹکے سے اسے بازوؤں سے
تھامتے قریب کیا تھا۔۔

دوبارہ بولیں کیا بول رہی تھی۔۔ ہاں بول کر دکھائیں کیا بولا ہے۔۔

آپ خود کو کیا سمجھ رہی ہیں۔۔ کب سے میں سن رہا ہوں بار بار وہی الفاظ

۔۔ وہ سختی سے بولا تیز آواز میں بولا تھا۔۔

مہر کے سہمے چہرے کو دیکھتے خود پر قابو پایا اور پھر نرمی سے بولا۔

آپ میرے لیے شبنم کے پہلے قطرے کی مانند شفاف اور پاک ہیں۔ اتنی کہ میں اپنی نظریں تک نہیں اٹھا پاتا کہ کہیں میری نظریں آپکے وجود کو چھو کر میلانا کر دیں۔

آپ پاکیزہ ہیں کر داد سے بھی روح سے بھی اور وجود سے بھی۔ مجھے کوئی وضاحت نہیں چاہئے۔ خدا نے ہم دونوں کا نصیب ایک دوسرے سے جوڑا ہے۔ اس کی نفی کر کے آپ خدا کے فیصلے کی نفی کر رہی ہیں۔ وہ نرمی سے بول رہا تھا۔ لیکن اسکے مستقل نفی میں سر ہلانے اسے ہونٹ بھنچے۔

اپنے آج یہ الفاظ بولے اور مینے سن لیے۔۔۔۔۔ لیکن آئندہ اپنے لیے ایسا کوئی بھی لفظ استعمال کیا تو آپکے لیے مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔

کیونکہ اب مہرماہ شاہ کے وجود انکی روح پر یہاں تک کہ انکے سائے پر بھی صرف مرتسم میر شاہ کا حق ہے۔۔۔ مہرماہ شاہ اب سے میری ہیں۔۔۔ اور مجھے اپنی دسترس میں آئی کسی بھی چیز پر زرا سی بھی بات برداشت نہیں۔۔۔

وہ کچھ سختی سے بولا تھا۔۔۔

مہرا سکی سختی پر ڈر سے آنکھیں میچتی یکدم سے اپنا چہرہ اسکے سینے میں چھپا گئی۔۔۔

اتنی سخت سچویشن میں بھی مرتسم کے لبوں پر تبسم پھیلا تھا اسکی حرکت پر اسے اس پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔۔۔

اسکے گرد بازو کا ہار بناتے اسے اپنے حصار میں لیا تھا۔

شش۔۔ بس۔۔ بس کریں۔۔ اور کتنا روئیں گی۔۔

اسکے بال سہلاتے نرمی سے کہا۔

جبکہ اسکے لمس پر مرتسم کا دل شدتوں سے ڈھڑکا تھا۔

نرمی سے اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا۔

ہاتھوں کے پیالے میں اسکا چہرہ بھرتے انگوٹھے کے پوروں سے اسکے آنسو صاف کیے تھے۔

مرتسم نے کچھ دیر اسکا گیلا چہرہ دیکھا۔۔۔ پھر نرمی سے جھکتے اسکی پیشانی کو

لبوں سے چھوتے اپنے پہلے لمس سے اسے معتبر کیا تھا۔

مہر ساکت ہو گئی۔۔ اس کے لمس سے وہ کہ جی جان سے کانپی تھی۔۔ لیکن محرم
کے پہلے لمس سے روح میں سکون اتر ا محسوس ہوا تھا۔ اس لیے وہ سکون
سے آنکھیں موند گئی۔۔

مر تسم نے اسے خود میں بھنچتے۔۔ اس کے بالوں پر لب ٹکائے تھے۔۔

کچھ مت سوچیں مہر۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔۔ ہم سب آپ کے پاس ہیں۔۔ وہ
نرمی سے بول رہا تھا۔۔

لیکن وہ تو نہیں ہے نا۔ اس کے سینے سے چہرہ نکالتے وہ لرزتی آواز میں بولی
تھی۔۔

وہ کیسے چھوڑ گی مجھے وہ تو کہتی تھی ساتھ جیس گے ساتھ مریں گے پھر کیوں
-- کیوں چھوڑ گی --

وہ بھیگی آواز میں بولتی جا رہی تھی --
مر تسم نے اسے بولنے دیا --

جب سے مینے ہوش سنبھالا ہے نا مینے ہمیشہ اسے اپنے ساتھ دیکھا ہے --

مہر -- انو اور عالم ہم ایک ساتھ کھیلے ہیں ایک ساتھ روئے ایک ساتھ ہسے
--

ایک ساتھ ہی گرے ایک ساتھ ہی زخم کھائیں -- مر ہم بھی ایک ساتھ لگایا
ہے -- زندگی کا ہر پل ہم نے ساتھ گزارا ہے --
وہ ہر ایک سیکینڈ میرے ساتھ رہتی تھی --

سب کہتے ہیں صبر کرو یہ اللہ کی مرضی تھی۔۔ میں۔ میں کیسے صبر کروں۔۔ وہ جسکے ساتھ زندگی کا ایک ایک پل گزارا ہوا اسکی موت پر کیسے صبر کر جاؤ۔۔

ٹھیک ہے موت تو برحق ہے۔۔ جب کوئی انسان بیمار ہو تو اور وہ مر جائے تو اسکی موت پر صبر آ جاتا ہے۔۔
لیکن اس طرح اچانک راستے میں چھوڑ جانا۔۔ عین جوانی میں موت ہونا اس موت پر صبر نہیں آتا۔۔

لوگ اگر راہ چلتے کسی انجان کی بھی میت دیکھ لیں نا تو وہ بھی رو پڑتے ہیں اسکے اپنوں کو دیکھ کر۔۔ کسی انجان کا جنازہ دیکھ لیں تو کی دن سکون نہیں آتا

تو مجھے کیسے اجائے۔۔۔ اسکی موت پر صبر آ بھی جاتا شاید۔۔۔

لیکن میں یہ کیسے بھول جاؤ۔۔۔ مینے اپنی آنکھوں کے سامنے اسے بلکتے

دیکھا ہے۔۔ اسے تڑپتے دیکھا ہے۔۔ عزت کی بھیک مانگتے دیکھا ہے۔۔

وہ میرے ہاتھوں سے ریت کی مانند پھسل گئی۔۔ میں اسے بچا نہیں پائی۔۔

میں کیسے بھول جاؤ وہ میرے سامنے مر گئی۔۔ اس بات پر کیسے صبر کر

لوں۔۔ میری آنکھوں کے سامنے وہ درندہ اسے نوچ گیا۔۔

وہ اسے صرف مار دیتا تو بھی مجھے صبر آ جاتا لیکن وہ تو اسکی پاکیزہ روح کو داغ دار

کر گیا۔۔۔

میں کیسے صبر کر جاؤ۔۔

مر تسم کا دل کیا وہ اسے چپ کر وادے وہ اس سے زیادہ نہیں سن سکتا تھا۔۔

وہ اتنا مضبوط دل مرد ہو کر سن نہیں سن سکتا تھا لیکن وہ نازک سی لڑکی جھیل

چکی تھی یہ سب۔۔

میں آنکھیں بند کرتی ہوں نا تو میرے سامنے اسکا چہرہ آتا ہے۔۔

کانوں میں ہر پل اسکی چیخیں اسکی فریاد گو نجی ہے۔۔

میں۔ میں کیسے صبر کر جاؤ۔۔

میرے سامنے وہ مرگی میں اسے بچا نہیں پائی۔۔

وہ کیوں مر گئی۔ مجھے بھی مار دیا ہوتا نا۔۔۔۔۔ اپ نے اپ نے بچا یا نا

مجھے۔۔ کیوں کیوں بچایا۔۔

وہ یکدم غصے سے مرتسم کے سینے پر ہاتھ مارتی چیخی تھی۔۔

کیوں بچایا۔ مجھے اسے کیوں نہیں بچایا۔ مجھے بھی مرنے دیتے نا۔

مجھے نہیں جینا۔ مجھے سکون نہیں آرہا میں کیا کرو۔ میرا دل بند ہو جائے۔۔۔ یہ

ازیت مجھے بے موت مار رہی ہیں۔۔

مہر۔ ریلیکس۔۔۔ میری بات سنے۔۔ مر تسم اسکے ہز یانی ہونے پر بوکھلا
گیا۔۔ لیکن وہ چیخ رہی تھی۔۔

مجھے مار دیں پلیز میں کیسے زندہ رہوں۔۔ پلیز۔۔ مجھے مار۔۔
وہ اسکے سامنے ہاتھ جوڑتی فریاد کر رہی تھی۔۔

مہر۔۔ بس۔۔ بس کریں۔۔ وہ سختی سے اسے خود میں بھینچ گیا۔۔ ایک اور
لفظ نہیں۔۔

اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔۔ تڑپ ہی تو گیا تو اسکی فریاد سے۔۔
وہ جیسے اس سے اسکا دل اور روح نکالنے کا کہہ رہی تھی۔۔

مہرنے الگ سے دور ہونے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔۔ وہ پھڑپھڑانے لگی۔۔ یہاں تک کہ اسکے بازو میں اپنے ناگن گاڑھ گئی۔۔ لیکن مرتسم کی گرفت اس پر مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔۔
وہ ہار کر اسی کے سینے میں منہ دیے رونے لگی۔۔

دو ماہ کا غبار تھا جو نکل رہا تھا۔۔ کمرے میں اسکی سسکیاں گونجنے لگیں۔۔
کچھ ہی دیر میں اسکی سسکیاں مدھم پڑ گئیں۔ مرتسم کی شرٹ پر اسکی گرفت چھوٹ گئی۔۔

اسکویوں بے جان ہوتے دیکھ مرتسم نے گرفت ڈھیلی کرتے اسے پیچھے کیا تو وہ اسکے بازوؤں میں جھول گئی۔۔۔ وہ شاید نہیں یقین بے ہوش ہو چکی تھی۔۔

شٹ۔۔ مر تسم نے اسے جلدی سے بیڈ پر لٹایا۔۔

مہر۔۔ اسکا چہرہ تھپتھپایا۔۔

سائیڈ ٹیبل سے گلاس اٹھاتے۔ پانی کے چھینٹے اسکے چہرے پر مارے۔۔
اسکی پلکوں میں ہلکی سی جھنبش ہوئی۔۔ تو مر تسم کار کا سانس بحال ہوا۔۔

وہ نیم بے ہوش سی تھی۔۔ مر تسم اسکے قریب بیٹھ گیا۔ گچک دیر اسکا چہرہ
دیکھتا رہا۔ پھر اسکیمے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔۔

وہ نیم بے ہوشی سی گہری نیند میں جا چکی تھی۔۔ جبکہ اسکے قریب بیٹھا مر تسم
یک ٹک کا اسے دیکھے جا رہا تھا۔۔

کیا تھی وہ لڑکی اور کیا بن گی تھی۔۔

وہ جو سن کے ہی اسکا دل بے چین ہو گیا تھا کیسے برداشت کر گئی یہ نازک جان
جانے کیوں آج اسے پہلی بار خدا سے شکوہ ہوا تھا۔
کہ خدا نے اس پر اسکی بساط سے زیادہ بوجھ ڈال دیا تھا۔



میرے مولا مینے آج تک تیرے ہر کام میں مصلحت سمجھتے سر جھکایا۔ کبھی
تجھ سے ناکوئی خواہش کی ناکوئی شکوہ۔۔۔ لیکن آج میں تجھ سے کچھ مانگ رہا
ہوں۔۔

پروردگار اتو بس انکی تکلیف کو کم کر دے۔۔۔ تو چاہے تو انکا سارا دکھ بوجھ
مجھ پر ڈال دے میرے مولا بس انہیں اس ازیت سے نجات دلانے کا کوئی
راستہ دکھا

انہیں صبر دے دے مولا۔۔۔ اور بے شک تیرے علاوہ کوئی ذات نہیں
جو اپنے بندوں پر حد سے زیادہ رحم کرتا ہے۔۔
مرتسم نے دعا مانگتے چہرے پر ہاتھ پھیرے۔۔
وہ نماز کا پابند اور تحجد گزار تھا۔ شاید اسکی کبھی کوئی نماز چھوٹی ہو۔۔
لیکن آج پہلی بار وہ مسجد کی بجائے گھر میں نماز پڑھ رہا تھا۔ جائے نماز طے
کر کے رکھتے۔۔ وہ مہر کے قریب آیا۔۔

جو سب کو بے سکون کیے دوائیوں کے زیر اثر گہری نیند میں تھی۔۔
اسکے سونے کے بعد مرتسم نے ڈاکٹر کو بلوایا تھا۔ اسنے مہر کو ٹینشن فری
رکھنے کا کہتے اسے نیند کا انجیکشن دیا جس سے وہ ابھی تک سو رہی تھی۔۔
مرتسم نے جھک کر اسکے چہرے پر پھونک مارتے اسکا سر چوما۔۔



یہ اتنی ساری مٹھائی کس خوشی میں۔۔

زین اور دانیل جو دو دن سے کیس کے سلسلے میں شہر سے باہر تھے۔ انج شاہ والا آئے تھے۔۔

جب ماہم نے اس کے آگے مٹھائی رکھی۔۔

زین بھائی آپ کھائیں تو۔۔۔۔۔ وشہ رس گلا اسکے منہ میں ڈالتی بولی۔۔

یہ مٹھائی مرتسم بھائی کے نکاح کی خوشی میں۔۔۔

عادی چہک کر بولا تھا۔۔

جب کہ زمین کے حلق میں رس گلا اٹکا۔۔

کس۔ کس کا نکاح۔۔ اٹکتے بولا تھا۔۔

مرتسم بھائی اور مہرماہ کا۔۔ عادی پھر سے بولا تھا۔۔

دائین کے ہاتھ سے لٹو چھوٹ کر جاگرا۔۔

دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

ارے کیا ہوا آپ دونوں کو تو شوک ہی لگ گیا ہے۔۔۔
وشہ ہستے بولی۔۔

عادی، وش بس کرو۔ اپنے کمروں میں جاؤ۔۔ بہت رات ہو گئی ہے۔۔
ماہم نے سنجیدگی سے انہیں ٹوکا تو دونوں منہ بناتے چلے گئے۔۔
مبارک ہو۔۔ ہاتھ صاف کرتے زین بامشکل بولا تھا۔۔
اپنے بتایا بھی نہیں یوں اچانک۔۔

یہ اچانک فیصلہ ہمارا نہیں مر تسم کا اپنا تھا۔۔ ہمیں کیا اعتراض ہونا تھا مر تسم
کی زندگی ہے۔۔

ماہم نے اسے جواب دیا تھا۔۔
سب اسکی سچویشن سمجھتے تھے۔۔ زینی کا مر تسم کے لئے رویہ اور جھکاؤ کسی
کی نظروں سے چھپا تو نہیں تھا۔۔

زین بچے یہ تو قسمت کے فیصلے ہوتے ہیں۔ کس کو کب کس کے ساتھ جوڑ
دیں۔۔ ہمارا اپنا تو کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

مہر اور مرتسم کا ساتھ لکھا سو وہ ایک دوسرے سے جڑ گئے۔۔ ماما سنجیدگی سے اسے سمجھاتے بولیں۔۔

ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔ یہ تو قسمت کے فیصلے ہیں کب کہاں کسکو کس موڑ پر لے آئے کوئی نہیں جانتا۔۔ زین مسکراتا نرمی سے بولا تھا۔۔

جبکہ دانیل سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ وہ جانتی تھی وہ زینی کے ریکنشن کے لئے پریشان ہے۔۔

مرتسم کہاں ہے۔۔ اسکی غیر موجودگی محسوس کرتے زین نے پوچھا۔۔
شاید ٹیرس پہ ہے۔۔ وجدان بھائی نے اسے بتایا تو وہ سر ہلاتا اسکے پیچھے چلا گیا۔۔

: حال

وہ کتاب پڑھنے میں مگن تھی جب ملازمہ نے اسے بتایا کہ اس سے ملنے کوئی آیا ہے۔۔

وہ باہر آئی تو عینا کو دیکھتی چونک گئی۔۔

عینا۔۔ وہ حیران تھی۔۔

کیسی ہیں آپ۔۔ وہ اس کے کہنے پر ہی اسے آپ بولتی تھی۔

میری چھوڑو تم اپنی بتاؤ۔۔

کیسی ہو اب۔۔ زخم کیسے ہیں اب۔۔ اور یہاں کیسے۔۔

وہ اس سے ملتی بولی۔۔

میں بالکل ٹھیک۔۔ زخم کا تواب کوئی نام و نشان بھی نہیں دیکھیں آپ کے

سامنے ہے۔۔

اور رہی بات یہاں آنے کی تو میں نے سوچا کیوں نا آپ کو سر پر اتیر دو۔۔ آپکو اچھا نہیں لگا میرا یہاں آنا۔۔ وہ اسکا گھبرا یا چہرہ دیکھتی بولی۔۔

اچھا کیوں نہیں لگے گا۔۔ تم جب چاہے آسکتی ہو۔۔ وہ مسکراتی بولی۔۔
آپ اکیلی رہتی ہیں۔۔ عینا نے اس سے پوچھا۔۔

نورین نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر مسکرائی۔۔ نہیں ایک بھائی بھی ہے۔۔ وہ کام میں بڑی ہوتا ہے۔۔ اس لیے گھر کم ہی اتا۔۔ وہ مسکراتی بولی۔۔

تو عینا نے سر ہلا دیا۔۔ مجھے آپسے ایک کام تھا۔۔ عینا کے کہنے پر نورین نے اسے دیکھا۔۔ اس دن میرا بریسلٹ یہیں کہیں گر گیا تھا شاید۔۔
آپکو کہیں ملا ہے کیا۔۔ وہ بے چینی سے پوچھ رہی تھی۔۔

اسمیں چھوٹے چھوٹے سے آدھے چاند اور ستارے لگے تھے۔ عینا کے
بتانے پر نورین نے چونک کر اسے دیکھا۔

اسکے دماغ میں جھماکہ ہوا اسے بے ساختہ امن کے شرٹ کی پاکٹ سے لٹکتا
آدھا چاند یاد آیا۔۔۔۔۔ وہ بے یقین سی بیٹھی رہ گئی۔

کیا ہوا دیکھا ہے کیا آپ نے۔ عینا نے اس سے پوچھا۔

کتنے دن سے وہ اپنا وہ بریسلٹ ڈھونڈ رہی تھی۔ پھر اسے یاد آیا اس دن
نورین کے گھر پر ہی شاید کہیں گر گیا ہو۔ اس لیے وہ اس سے پوچھنے آئی
تھی۔۔

بتائیں نا۔۔ عینا نے اسکا ہاتھ ہلایا۔۔

تو نورین چونکی۔۔ ہ۔ ہاں۔ نہیں مجھے تو نہیں ملا۔۔ وہ بے سختہ بولی۔۔
اچھا میں ایک بار خود دیکھ لوں۔۔ وہ بے چینی سے بولی۔۔
کیا بہت خاص تھا وہ بریسلٹ۔۔ اس کے چہرے کی ادا سی اور بے چینی نے
نورین کو چونکا دیا۔۔

ہمم بہت خاص۔۔ بہت قیمتی تھا۔۔ وہ گہری سوچ میں گم بولی تھی۔۔



آپ ہوش میں تو ہیں کیا کہہ رہے ہیں۔۔ آپ۔۔
وہ بے یقینی سے بولا تھا۔۔

مقابل کے اثبات میں سر ہلانے پر مرتسم نے بے ساختہ پیچھے رکھی چیئر کو
تھاما تھا۔۔

عینا کا سوچتے بے ساختہ اسکا دل لرز اٹھا۔۔۔ اگر کبھی وہ یہ سچائی جان جائے
تو وہ جیتے جی مر جائے گی۔۔ نہیں۔ وہ بے ساختہ نفی میں سر ہلا گیا۔۔

اسے یہ سچائی کبھی ناپتہ چلے۔۔ وگرنہ وہ ابکی بار گر کر کبھی اٹھ نہیں پائے
گی۔۔ اس بار وہ بکھری تو کوئی اسے سمیٹ نہیں پائے گا۔۔ اسے بکھرنے
مت دینا۔۔ اسے کبھی یہ پتہ چلنے کے دینا کہ وہ۔۔ وہ اتنا بولتے چپ ہو
گئے۔۔ جب۔۔۔

کہ وہ کیا۔۔ باہر کھڑی زینتی تیزی سے اندر داخل ہوتی بولی۔۔

بولیں ناچپ کیوں ہو گئے آپ اب۔۔

وہ چہرے پر شاطرانہ مسکراہٹ سجاتی بولی۔۔ میں بتاتی ہوں یہی ناکہ آپ کی
عینا نا۔۔

چٹاخ۔۔۔

ابھی اسکے الفاظ منہ میں تھے کہ مرتسم کا زور دار تماچہ گونجا تھا۔

بکو اس بند کر واپنی۔۔ وہ دھاڑا تھا۔

وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی۔۔ مجھے مارنے سے سچائی بدل تو نہیں جائے گی

نا۔۔۔ وہ باز نہیں آئی۔۔

تمہاری وہ عین اسکی حقیقت آچکی ہے میرے سامنے۔۔

مجھے بہت اچھے سے سمجھ آگئی ہے اب کہ کیوں اسے ہمیشہ

بے سہارا۔۔ یتیموں۔۔ سے ایسے ہمدردی ہوتی ہے آخر خود بھی تو وہ وہی

ہے۔۔

بس۔۔ ایک اور لفظ نہیں۔۔ مرتسم نے اسکا منہ دبوچا۔۔ اب اگر ایک اور

لفظ بولا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔

وہ میری عین میری اور صرف میری۔۔ انکی پہچان انکے وجود سے ہے
۔۔ جسے کوئی نہیں بدل سکتا۔۔ سمجھی تم۔۔

مر تسم نے جھٹکے سے اسے چھوڑا تو پیچھے جا گری۔۔
دفع ہو جاؤ یہاں سے اس سے پہلے کہ میں کچھ کر جاؤں میری نظروں سے
دور ہو جاو۔۔ وہ دھاڑا تھا۔۔

زینی ڈر کر پیچھے کو کھسکی۔۔ اسے لگ رہا تھا اسکا جبرٹا ٹوٹ گیا ہے۔۔ وہ
لڑکھڑاتی وہاں سے گئی تھی۔۔

جبکہ پیچھے کھڑی شخصیت کے چہرے سکون پھیلا تھا۔۔ عینا کے لئے مر تسم
کے اس حد تک پاگل پن سے۔۔
وہ دھیرے سے مسکرا دیئے۔۔



دسمبر کی شام عروج پر تھی۔۔ لوگوں کا ہجوم کم کم نظر آتا تھا۔۔
ایسے میں وہ اتنی ٹھنڈ میں سب سے بے نیاز گم قبرستان میں ایک قبر کے
قریب بیٹھی گم سم سی تھی۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔۔ اسے اسکا
بریلیسیٹ نہیں ملا تھا۔

نورین کے گھر سے واپسی پر وہ سیدھا یہیں آئی تھی۔۔ وہ ہمیشہ مرتسم کے
ساتھ ہر جمعے کو یہاں آتی تھی۔۔ لیکن کبھی کبھار اکیلی بھی آ جاتی تھی۔۔
اپنے گرد مرتسم کی شال لپیٹے جو باہر آتے ہمیشہ ہی وہ خود اسکے کندھوں پر
پھیلاتا تھا اس اداس شام کا حصہ لگ رہی تھی۔۔

آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔۔ لیکن چہرہ سپاٹ تھا۔۔

ساکت نظریں قبر کی مٹی پر جمیں تھیں۔۔

ایسا کیوں ہوتا ہے جو چیز مجھے عزیز ہو ہمیشہ ہی مجھ سے کھو جاتی ہے۔۔

دیکھ مینے تیری آخری نشانی کو بھی کھو دیا۔ اس ویرانے میں اسکی بھیگی آواز
گو نجی۔۔

می۔ میں اسے بھی سنبھال نہیں پائی۔ اسکی ہچکی بند گئی۔۔ زار و قطار روتے
وہ اس قبر پر سر ٹکا گئی۔۔

جب اس قبرستان کی دیکھ بھال کے لئے وہاں کھڑے بزرگ نے اسکے سر پر
ہاتھ رکھا۔۔

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔۔ انجان نظروں سے انہیں دیکھا۔۔

بٹی شام کے وقت یہاں مت آیا کرو۔۔ وہ اکثر اسے اس وقت یہاں دیکھتے
تھے۔۔

کیوں نا آیا کروں۔۔ بے اختیار اسکے لب ہلے۔۔

شام کے وقت یہاں آنا سہی نہیں بیٹا۔۔ جاو شاباش گھر جاو۔۔ وہ نرمی سے
بولے۔۔

وہ سر ہلا گئی۔۔

وہ بزرگ بھی اللہ ہو کی تسبیح پڑھتے اپنی راہ ہو لیے۔۔

عینا کچھ دیر وہاں بیٹھی رہی پھر خود کو سنبھالتی واپسی کے لئے اٹھی کہ تیز ہوا
نے اسے کپکپانے پر مجبور کر دیا۔۔

وہ آگے بڑھی کہ ٹھوکر کھا کر لڑکھڑائی۔۔

وہ جو محو تھا اسے دیکھنے میں اس کے ٹھوکر کھا کر گرنے پر ہوش میں آتے اس کے
طرف لپکا۔۔

لڑکھڑانے اور تیز ہوا کی وجہ سے اس کی شال کندھوں سے اتر گئی اس کے ساتھ ہی
ڈوپٹہ سر سے پھسلتا زمین بوس ہوا تھا۔۔

وہ جسکے سامنے آجانے سے پلکیں جھپکنے سے انکاری ہو جاتی تھیں۔۔ اسکو یوں
بے حجابانہ ننگے سر دیکھتے اسکی نظریں سامنے کھڑی لڑکی کے احترام میں جھکتی
چلی گئیں۔۔

حالانکہ وہ ناواقف تھا۔۔

" ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں "

سکینڈ سے پہلے اسکی اٹھی ہوئی نظریں جھکیں تھیں یہ عمل بے اختیاری میں
ہوا تھا۔۔

عیناڈوپٹہ اٹھانے کو لپکی لیکن وہ ہوا سے اڑ کر دور جا گرا۔۔

اسنے مرتسم کی شال اچھے سے اپنے گرد پھیلا یا اور دوپٹے کی تلاش میں
نظریں دوڑائیں لیکن تیز ہوا میں اسے کہیں نظر ناایا۔۔

تاسف سے دوپٹے کی تلاش میں دیکھتے وہ گاڑی کی جانب بڑھ گی اسکے پاس
مرتسم کی شال تھی جس سے وہ خود کر کور کر چکی تھی۔۔

ہلکے نیلے رنگ کا ڈوپٹہ جو ہوا سے اڑ کر امن کے قدموں میں گرا تھا۔ اس نے
تیزی سے قدم پیچھے لیے تھے پیچھے پڑے پتھروں کی پرواہ کیے بغیر۔۔۔
اسکے محبوب کا آنچل تھا۔ اسکے سر کی زینت کیا وہ اسے یوں اپنے قدموں میں
دیکھ سکتا تھا۔۔

لیکن فلحال وہ اپنے احساسات کو کوئی نام دینے سے قاصر تھا۔
ساکت نظریں دوپٹے پر سے ہٹا کر اسکے اس پریوش کی تلاش میں دوڑائیں تو
وہ اسے گاڑی میں بیٹھی نظر آئی۔ امن کے دیکھتے وہ اسکی نظروں سے او جھل
ہوتی گئی۔۔۔

وہ بھی یہاں آج کسی بہت اپنے کی قبر پر اپنا غم ہلکا کرنے آیا تھا۔ جب اسے
یوں بلک بلک کر روتے دیکھ اسکے دل میں انجانی سی تکلیف اٹھی تھی۔۔

وہ گھٹنا ٹکا کر دوپٹے کے قریب بیٹھا۔ کچھ دیر ساکت نظریں اس دوپٹے پر
رہیں۔۔۔ اہستہ سے اس کے وجود میں حرکت ہوئی اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے اس کے
دوپٹے کو اٹھانا چاہا۔۔۔ جب وہ خود پر خود ہی حیران ہوا۔ اس کا ہاتھ لرز رہا تھا۔۔
وہ ہاتھ جو لوگوں کی گردنیں کاٹتے خون بہاتے کبھی نہیں کانپا تھا۔۔۔ آج اس
اپسرا کے آنچل کر چھونے سے پہلے لرز رہا تھا۔۔۔

اسنے ہاتھ کی مٹھی بناتے ہاتھ کھینچ لیا۔۔ گہری سانسیں چھوڑتے خود کر
سنجھالا۔۔ پاکٹ سے رومال نکالتے اپنے ہاتھ پر لپیٹا تھا۔۔ وہی ہاتھ اس نیلے
آنچل کی جانب بڑھایا۔ ہاتھ ابھی بھی ہلکا سا کپکپاتا تھا۔۔

آدھا ڈوپٹہ اسکے ہاتھ سے نیچے لٹک رہا تھا۔۔ وہ کچھ دیر اپنے ہاتھ میں تھا مے
اس دوپٹے کو دیکھتا رہا۔ پھر قدم اپنی گاڑی کی جانب بڑھا دیے۔۔



فارم ہاؤس کے باہر گاڑی روکتے۔ اسنے گردن موڑتے اپنی سیٹ کے ساتھ
پڑے اس نیلے آنچل کو دیکھا۔

رومال لپیٹے ہاتھ سے اس دوپٹے کو اٹھاتے وہ گاڑی سے نکلا۔

کمرے میں داخل ہوتے اسنے دوپٹے کر بیڈ پر رکھا۔ خود فریش ہونے چلا
گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا۔ توٹی۔ شرٹ ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔

اسکا زہن اس وقت بہت ساری سوچیں لیے ہوئے تھا۔ اسے لگ رہا تھا وہ
پریوش اسے نکما بنا دی گی۔ ایک بیسٹ سے ایک عام جزبات رکھنے والا آدمی
بنا دے گی۔ وہ ڈر رہا تھا خود سے اور اس پریوش کو دیکھتے اپنے دل کی
بڑھتے دھڑکنوں سے اپنی بے اختیاری سے۔

اسے لگ رہا تھا اسکا سر درد کی شدت سے پھٹ جائے گا۔

اسے سگریٹ کی طلب ہوئی جیسے ہی وہ سائیڈ ٹیبل سے سگریٹ اٹھانے کے
لیئے جھکا۔

اسکی نظر بے ساختہ اس نیلے انچل پر گئی۔ امن نے بے ساختہ بیڈ کی جانب
قدم بڑھائے۔۔ بیڈ کی ایک سائیڈ پر ٹکتے اسنے ہاتھ بڑھاتے ٹرانس کی سی
کیفیت میں ڈوپٹہ اٹھایا تھا۔ اپنے ہاتھ میں لہراتے اس آنچل کو کچھ دیر دیکھتا
رہا۔

پھر بے اختیاری میں وہ اسے اپنی وحشت سے سرخ ہوتی آنکھوں سے لگا
گیا۔۔

اسکے عمل میں عقیدت تھی۔ احترام تھا۔ محبت تھی۔۔۔
امن آنکھیں موندتے پیچھے کو گرا تھا۔ اسکے چہرے پر وہ نیلا آنچل جھلملا رہا
تھا۔۔

امن کو اپنے پور پور میں سکون کی لہر ڈورتی محسوس ہوئی۔۔ سر میں اٹھتی درد
کی ٹھیسیں جیسے یکدم ختم ہوتی چلی گئیں۔۔

وہ سکون کی لذت سے مدہوش سا ہوتا۔ اس پاکیزہ آنچل کر اپنے چہرے پر پھیلائے نیند کی گہری وادیوں میں اترتا چلا گیا۔ اسے اپنی برسوں کی تھکن اترتی محسوس ہوئی۔

یہ عمل بے یقین سا تھا کہ وہ اٹلی کا کنگ۔ جسکے نام سے بھی وحشت ہوتی تھی۔ وہ سالوں سے بے سکون آج صرف محبوب کے آنچل میں پر سکون نیند سو رہا تھا۔

کیا یہ محبت تھی۔؟

نہیں یہ محبت نہیں یہ تو عشق تھا۔

محبت ہوتی تو اسے محبوب کی طلب ہوتی یہ تو امن ملک کا عشق تھا۔ پاکیزہ عشق جو اسے محبوب کے آنچل سے تھا۔

محبت اگر خود بخود ہوتی ہے تو۔ عشق وحی کی طرح دلوں پر اترتا ہے اور روح میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور یہی عشق کی وحی امن پر اتری تھی۔

سب سے بڑھ کر عقیدت تھی احترام تھا۔
کیونکہ کسی نے کہا ہے۔۔۔

احترام ایک ایسا قدم ہے جو محبت سے ہزاروں میل آگے ہے۔
باقی دعویٰ محبت تو اک فلسفہ ہے چاہیے یک طرفہ ہو یا کامل۔
: ماضی

کس سوچ میں گم ہو بھائی۔
زین مرتسم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا تو مرتسم نے چونک کر اسے
دیکھا۔

تم کب آئے۔۔۔ مرتسم نے حیرانی سے پوچھا کیونکہ وہ کچھ دن بعد آنے والا
تھا۔

ابھی جب تو کسی کی یاد میں کھویا تھا۔ وہ شرارت سے بولا۔

مر تسم نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

ایسے مت دیکھ میں جانتا ہوں تو کیا سوچ رہا ہے۔

لیکن تو خود بتا کیا تو نے کبھی زینی کے بارے میں ایسا کچھ سوچا یا پھر اسے کوئی

رہسپونس دیا۔ نہیں نا تو پھر مجھے کیا اعتراض ہو گا۔ جسکے ساتھ تیری خوشی

ہو گی تو اسی کے ساتھ زندگی گزر سکتا ہے۔

زبردستی کے رشتے میں صرف تکلیف ہی ملتی ہے۔۔ زین اسکے چہرے کے

تاثرات دیکھتا سنجیدگی سے بولا۔

مر تسم اسے دیکھتا رہ گیا۔



عالی تو ایسا کیسے کر سکتا ہے۔۔ اور بابا وہ مجھے کیسے یہاں چھوڑ کر جاسکتے ہیں۔

وہ شو کڈ تھی۔۔ میں کیسے رہوں گی عالی۔۔ پہلے انو چلی گی۔۔ پھر انکل
انٹی۔ (انوشے کی والدین جو کچھ دن پہلے ہی لنڈن چلے گئے تھے ہمیشہ کے
لئے)۔۔ اور اب تو بابا بھی۔۔

ہر کوئی کیوں مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے۔۔
وہ روہانسی ہو گی۔۔

میرا جانا ضروری ہے مہر۔ بابا کو میری ضرورت ہے۔۔ بزنس کا بہت لوس ہو
رہا ہے۔۔ وہ سنجیدگی سے بولا۔۔

اور حسن بابا کے اپنوں کو بھی انکی ضرورت ہے۔ عائشہ انٹی۔ انکے بھائی۔ انکے
بابا وہ ان سب کو چھوڑ تو نہیں سکتے نا۔۔

مہر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

تیرے لیے مجھ سے زیادہ بزنس کب سے ضروری ہو گیا عالی۔

اور بابا وہ مجھے اکیلا کیسے۔۔ اسکے الفاظ ٹوٹ گئے۔۔

سچ سچ بتا کیوں کہ رہا ہے یہ سب۔ کسی نے کچھ کہا ہے تجھے۔۔

وہ اسکے ہاتھ تھا متی التجائیہ بولی۔۔۔

عالم نے ہونٹ بھینختے اسے دیکھا۔ پھر اپنے ہاتھ اس سے چھڑوائے۔۔ اور اپنا رخ موڑ گیا۔۔

مہر میں کسی کے کہنے پر یہ سب نہیں کہہ رہا۔۔

دیکھ مہر میری بھی زندگی ہے میرے ماں باپ کو میری ضرورت ہے میں ہمیشہ تو تیرے ساتھ نہیں رہ سکتا نا۔۔ ایک نا ایک دن تو ویسے بھی ہمیں الگ ہونا ہی تھا۔۔

اور حسن بابا نے تیرے لیے فی زندگی کا فیصلہ کیا ہے۔۔ انکا فرض یہیں تک تھا۔۔ اب اور کتنا کچھ سکیں گے وہ تیرے لیے۔۔

وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا۔۔ ہونٹ سختی سے بھنچے۔۔ ہاتھوں کی مٹھیاں بھی سختی سے بند تھیں۔۔ دل میں وبال آٹھ رہے تھے۔۔ انکھوں میں نمی تیری تھی۔۔ وہ ازیت کے حدوں پر تھا۔۔

وہ بہن جسے خود بڑھ کر چاہا۔ بچپن سے اسے خود سے زیادہ عزیز رکھا۔۔۔ آج اسے یوں چھوڑ کر جانا۔ اس کے سامنے خود غرضی دکھانا۔

اور اسکے بابا کے لئے ایسے بولنا۔۔ یوں تھا جیسے اپنے سینے میں خنجر گھونپنا۔۔
اب تمہاری اپنی ایک زندگی ہے۔ یہی تمہارے لیے اور ہمارے لیے بہتر
ہے۔ وہ سنجیدگی سے بولتا اسے دیکھے بغیر ہی باہر نکلتا چلا گیا۔۔ اسمیں مہر کی
بے یقین آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔۔

جبکہ مہر جیسے پتھر کی مور ت ہو گئی۔۔۔ اسکا وہ بھائی اتنا خود غرض کیسے ہو سکتا تھا جو اس پر جان چھڑکتا تھا۔۔

اور اسکے بابا انکے لئے انکی بیٹی سے بڑھ کر باقی سب رشتے تھے۔۔ وہ تو پہلے ہی ماں کے لئے تڑپ رہی تھی اب بابا اور بھائی بھی۔۔ اسے لگ رہا تھا جیسے جسم سے جان نکل رہی ہو۔۔ وہ گرنے کے انداز میں بیڈ پر بیٹھی۔۔

اپنے یوں بھی خود غرض ہوں گے اسنے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔



اسنے کمرے میں آتے ہر چیز تہس نہس کر دی۔۔۔

لیکن کسی صورت اندر کی وحشت کم نہیں ہو رہی تھی۔۔

آئینے میں اپنا عکس دیکھتے اسے خود سے وحشت ہوئی۔۔ دائیں ہاتھ میں مٹھی بناتے اسنے ہاتھ آئینے میں دے مارا۔۔

کانچ اسکے ہاتھ پر بری طرح سے چھبتے اسکے ہاتھ کو لہو لہان کر گئے۔۔

وہ اپنی بہن کو یوں ایسے چھوڑ کر جا رہا تھا جب اسے سب سے زیادہ اسکی ضرورت ہے۔۔

مہر کو یوں اکیلے چھوڑنے کے فیصلے پر وہ کسی طور راضی نہیں تھا۔۔

لیکن پھر ڈاکٹر کے ساتھ مرتسم اور حسن بابا کی کچھ دیر پہلے ہوئی گفتگو یار

ای۔۔۔

آپکو اور عالم کو فلحال مہر سے دور جانا پڑا گا۔۔ اسے اکیلا چھوڑنا پڑے گا۔۔ (

کیا مطلب کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔۔۔۔۔ عالم الجھے لہجے میں بولا۔۔

دیکھو عالم مہر کو جتنا اپنو کا سپورٹ ہو گا وہ اتنی ہی زیادہ نازک بنتی جائیں گی وہ
کبھی خود میں اعتماد پیدا نہیں کر پائیں گی لوگوں سے ڈرنا نہیں چھوڑ پائیں
گی۔۔

اس طرح تو وہ گھٹ گھٹ کر مر جائیں گی۔۔

ڈاکٹر ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا۔۔

لیکن ہمارے دور جانے سے کیا ہو گا۔ وہ کیسے رہ پائے گی۔ عالم بے چینی سے
بولا۔

جبکہ حسن صاحب خاموش بیٹھے تھے۔۔ انہیں شاید یہ فیصلہ ٹھیک لگا تھا۔

بہت کچھ ہو گا۔ انہیں آپ لوگوں کے بغیر رہنا پڑے گا۔ اگر آپ لوگ

ساتھ ہونگے تو وہ بس آپ لوگوں سے پیچھے چپ کر بیٹھی رہیں گی۔ کیونکہ

جانتی ہیں آپ ہیں انکے اگے۔

لیکن جب نہیں ہونگے تو وہ جانتی ہونگی کہ انہیں اپنے لیے خود جینا ہے۔ اپنے

لیے خود کھڑے ہو گا۔ خود لڑنا ہے۔ جیسے وہ پہلے تھیں۔

اپنے اور انوشے کے لئے انصاف لینا ہے انہیں۔۔

(آخری بات دھیمے لہجے میں کہی تھی۔۔

اس لیے وہ دونوں راضی ہوئے تھے۔۔

جبکہ مرتسم راضی نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی وہ خاموش رہا۔۔ مہر کو منانا مشکل تھا۔

اس لیے عالم نے یہ رویہ اپنایا تاکہ وہ اسے روکنا سکے اور ہوا بھی یہی۔

اس حالت میں جاؤ گے تو کبھی خود بھی سکون سے نہیں جی پاؤ گے۔۔

مرتسم اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا بولا۔۔

مہر کو یوں اس حال میں چھوڑ کر جانا۔ میرا دل نہیں مان رہا یار۔۔

وہ تکلیف سے بول رہا تھا۔۔

لیکن مہر کے لئے یہ تکلیف برداشت کرنی پڑی گی۔ بس کچھ وقت کے لئے

بہت جلد سب ٹھیک ہو جائے گا تو پھر سب پہلے جیسا ہو جائے گا۔۔ وہ اسکا

کندھا تھپکتا بولا۔۔

وہ تو سر ہلا گیا۔۔ چلو جانے کا وقت ہو گیا ہے۔۔

وہ لوگ باہر کی جانب بڑھ گئے۔۔



کیا ہوا۔۔ نیچے آتے سبکے پریشان چہرے دیکھتے مر تسم نے پوچھا تھا۔۔

وہ سب لوگ احمد ولا تھا۔۔

ولی کے بہت اسرار پر وہ لوگ یہیں رکے تھے۔۔ مہر کا نکاح بھی یہیں ہوا تھا

۔۔ تب سے وہ لوگ یہیں تھے۔۔

دیکھو نامر تسم مہر دروزا نہیں کھول رہی۔

خود کو لوک کیے بیٹھی ہے۔۔

کب سے ہم لوگ اسے بلا رہے ہیں۔ کوئی جواب بھی نہیں دے رہی۔۔

ماہم نے پریشانی سے بتایا تھا۔

میں دیکھتا ہوں۔

پریشانی تو مرتسم کو بھی ہوئی تھی لیکن سب کو ریلیکس کرتے وہ مہر کے روم کی طرف گیا۔

مہر۔۔ اسنے نوک کیا۔

مہر۔ دروازے کھولیں۔ دیکھیں سب لوگ پریشان ہو رہے ہیں۔

وہ نرمی سے بول رہا تھا۔

جبکہ مہر نے بے تاثر چہرے سے مرتسم کی آواز سنی تھی۔

وہ جیسے پتھر کی ہو گئی تھی۔ اس پر جیسے کسی چیز کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ ناکسی کی

پکار کا نا آنسوؤں کا۔

یہاں تک کہ حسن بابا اس سے ملنے آئے تھے لیکن اسنے دروازہ ہی نہیں کھولا

ناہی انکی کوئی بات سنی۔

اسنے آخری بار ملی بھی نہیں۔

مہر۔۔ مر تسم نے کچھ سختی سے پکارا تھا۔۔

چلے جائیں یہاں سے میں کسی سے نہیں ملنا چاہتی۔۔

جسے جانا ہے وہ جائے۔۔

لیکن مجھے ناتو کسی سے ملنا ہے نابات کرنی ہے۔۔

پلیز اکیلا چھوڑ دیں مجھے کچھ دیر۔۔

وہ بے تاثر لہجے میں بولی۔۔

لیکن پھر بھی آخر میں لہجا بھیک گیا۔۔

اسکی آواز باہر کھڑے سب لوگوں نے سنی تھی۔۔

حسن بابا جو اسے دیکھنے کے لئے بے چین ہو رہے تھے۔ اسے آخری بار اپنے

سینے سے لگانا چاہتے تھے وہ دکھ اور تکلیف سے اس بند دروازے کو دیکھتے

رہے۔۔

عالم نے ازیت سے آنکھیں میچی تھیں۔۔۔

وہ جانتا تھا وہ یہ سب کیوں کر رہی ہے تاکہ وہ لوگ ناجا سکیں۔

لیکن انہیں جانا ہی تھا سو وہ چلے گئے۔۔۔۔

وہ انتظار کرتی رہ گی کہ وہ کہیں گے مہر ہم کہیں نہیں جاتے لیکن۔۔۔ وہ جان چکی تھی کہ وہ لوگ اسے چھوڑ کر جا چکے ہیں۔۔

وہ بیڈ کے ساتھ نیچے زمیں پر بیٹھتی چلی گئی۔۔

کیوں بابا کیوں۔۔۔ انسو اس کا چہرہ بھگونے لگے۔۔

کیوں چھوڑ جاتے ہیں سب لوگ مجھے۔۔۔

کیوں آخر کیوں۔۔

اللہ کیا قصور ہے میرا۔۔ کیوں ہر آزمائش اور تکلیف میرے لیے ہے۔۔

وہ سک رہی تھی۔۔

اسکی آہیں سسکیاں۔۔ ہچکیاں اس بند کمرے میں بڑھتی جا رہی تھیں۔۔

لیکن اسے چپ کروانے والے تو جا چکے تھے۔ اسے چھوڑ کر۔۔

ماما کہاں ہیں۔۔ پلیز آجائیں۔ اپنی میر کو بہت ضرورت ہے۔۔

ماما پلیز مجھے چھپالیں سب سے مجھے کسی کا سامنا نہیں کرنا پلیز ماما آجائیں۔۔

وہ التجائیں کر رہی تھی۔۔

لیکن اسکی التجا سننے والی ماں۔

اسکی تکلیف سے انجان اسکی یاد میں خود تڑپ رہی تھی۔۔



میری بیٹی تمہارے حوالے ہے مر تسم۔

میں اپنی بیٹی کے ہر دکھ سکھ کا جواب تم سے مانگوں گا۔

حشر کے روز تمہارا گریبان پکڑوں گا۔

حسن بابا ایک آخری بار اس سے ملتے بولے۔

ہلگ اس وقت ایئر پورٹ پر تھے۔

انہیں چھوڑنے والی۔۔ عالم بابا اور مر تسم ائے تھے۔۔

آپ فکر مت کریں بابا آپکی امانت کی حفاظت باخوبی کروں گا۔

وہ انہیں یقین دلاتے بولا۔

وہ دونوں ایک آخری بار مہر کو دیکھنے کی حسرت دل میں لیے اپنے سفر کی
جانب گامزن ہوئے تھے۔



دن گزر گیا لیکن مہر نے دروازہ نہیں کھولا۔۔۔۔۔ باقی سب کو وہ شاہ ولا واپس
بھیج چکا تھا۔

ولی کسی کام سے باہر گیا تھا۔

وہ دبے قدم اسکے روم کی طرف آیا۔

لیکن دروازہ ابھی بھی لوک دیکھتے بری طرح سے ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔

ادھر ادھر دیکھتے اسے بیک سائیڈ بنی کھڑکی کا خیال آیا۔

اسنے سیکینڈ سے پہلے اپنی سوچ پر عمل کیا تھا۔

صد شکر کہ کھڑکی کھولی تھی۔۔

وہ آرام سے کھڑکی سے اندر کودا ہوا۔۔

کمرے میں نگاہ دوڑائی۔۔ تو وہ بیڈ کے ساتھ نیچے بیٹھی نظر آئی۔۔

سر گھٹنوں میں دیے اسکا وجود ہچکیاں بھر رہا تھا۔۔

شاید وہ ابھی تک رورہی تھی۔۔۔

آہٹ پر اسنے چونک کر سراٹھایا۔۔

بابا۔۔ بھیگی نم آواز میں سرگوشی کی۔ لیکن سامنے مرتسم کو دیکھتے وہ ہونٹ
بھینچ گئی۔۔

اب کیوں رورہی ہیں۔ جبکہ وہ ملنا چاہتے تھے تو کیوں نہیں ملی انسے۔۔ اسکے

نزدیک ایک گھٹنا ٹکا کر اسے پاس بیٹھتے نرمی سے بولا۔۔

مہرنے آنکھیں صاف کرتے اسے دیکھا۔۔

مجھ میں ہمت نہیں تھی انہیں یوں خود سے دور جاتے دیکھنے کی۔۔

دل تھا کہ شاید وہ رک جائیں۔۔ لیکن وہ چلے گئے۔ خود غرض بن گئے سبکے
سب۔۔ کسی کو میری پرواہ نہیں۔ مسی کو یہ خیال نہیں کہ مہر کیسے رہے
گی۔۔

کیونکہ مہر تو مر چکی ہے نا۔۔ وہ لوگ اسے ایک بے نام گمنام قبر میں دفنا چکے
ہیں۔

جیسے انوشے کو دفنا دیا۔۔ فرق صرف اتنا ہے کہ

انوشے کے مردہ وجود کو دفنا جبکہ مجھے زندہ لاش بنا دیا گیا۔۔

وہ بے تاثر لہجے میں بول رہی تھی۔۔

میں کہتی تھی اگر ان لوگوں میں سے کوئی بھی مجھ سے جدا ہوا تو میں مر جاؤں

گی لیکن دیکھیں تین ماہ ہو گئے لیکن میں تو ابھی بھی زندہ ہوں۔

لوگ کہتے ہیں مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا۔۔

کسی کے چلے جانے سے وقت نہیں رکتا۔۔ سہی کہتے ہیں۔۔

میرا بھی نہیں رکا۔

سانسیں نہیں رکتی میری بھی نہیں رکیں۔

بلکل ویسے ہی جیسے سانسوں کے چلنے کی وجہ ختم ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی وہ چلتی ہیں۔

میری بھی وجہ تو ختم ہوگی لیکن چل ابھی بھی رہی ہیں۔

مر تسم سن سا سے سن رہا تھا۔ وہ بے یقین تھا کل تک جو لڑکی اپنے حواس میں نہیں تھی وہ آج اتنی گہری باتیں کر رہی تھی۔

مہر نے چہرے موڑ کر اسے دیکھا۔ جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
آپ کیوں نہیں گئے۔

سب چلے گئے تو آپ کیوں ہیں۔ مہر ماہ کے پاس۔

آپ بھی جائیں۔ ابھی سب کے جانے سے ایک بار ہی میں صبر کر لوں گی۔

آپ کو بھی جانا ہی تو ابھی سہی۔

وہ انجان نظروں سے اسے دیکھتی بول رہی تھی۔

مر تسم نے گہری سانس لی۔۔ آہستہ سے اسکا ہاتھ تھاما۔۔

میں نہیں جانتا باقی سب آپکو کیوں چھوڑ گئے۔ اور کب ملیں گے لیکن مہر آپکا
اور میرا رشتہ جو ہے نامہر وہ ان سب رشتوں سے زیادہ پاک اور مضبوط
ہے۔۔

ہمارا نکاح ہوا ہے مہر۔۔ اور یہ جو نکاح ہے نامہر یہ فقط لفظ نہیں ہے۔۔
اس لفظ سے کی۔ رشتے بنتے ہیں۔ سب سے مضبوط اور گہرا رشتہ ایک عورت
اور مرد کا بنتا ہے۔۔

صرف دل یا جسم کا نہیں دور روح کا بھی ملاپ ہے یہ۔۔
خدا نے ہر انسان کے لئے زمین پر اسکا ہم جوڑا اتارا ہے۔۔
اسکے ساتھ ہی ہر انسان میں محبت اتاری ہے۔۔

ہمیں نہیں معلوم ہوتا لیکن جو ہماری روحیں اور دل ہوتے ہیں نا وہ ایک
دوسرے کے احساس سے جان جاتے ہیں کہ یہیں ہے وہ جسے رب نے
میرے لیے اتارا ہے۔۔

اور پھر وہ ایک پاکیزہ بندھن میں بندھ کے اپنا ملاپ کرتے ہیں۔

بلکل ویسے ہی ہمارا رشتہ ہے۔ ہماری روحیں ایک دوسرے کو پہچان گئیں
ہیں اب وہ آپس میں جڑ چکی ہیں۔ اور جب روحیں جڑتی ہیں نا وہ جدائی فقط
موت ہے۔۔

تو یہ جان لیں کہ یہ جان بے جان تب نہیں ہوگی جب میری جان نکلے گی۔۔
میرا وجود اس دن بے جان ہوگا۔ جس دن آپسے جدائی ہوگی۔۔ اور وہ دن
موت کے دن کے علاوہ اور کوئی دن نہیں ہوگا۔

یہ جان لیں کہ آج سے مہرماہ شاہ پر مرتسم میر شاہ سایہ ہے۔۔ جس کبھی بھی
جان نہیں چھوڑے گا۔

وہ نرمی و محبت سے بول رہا تھا۔

مہر مہوت سی اسے سن رہی تھی۔۔ جب وہ ساحر اپنا سحر بکھیر کر آنکھوں
میں محبت کا سمندر کیے اسے دیکھ رہا تھا۔

اسکے مہوت ہونے پر دھیرے سے مسکرایا۔۔ اہستہ سے اسکے قریب ہوتے
اسکا سر اپنے سینے سے لگا گیا۔۔

مہر نے اسکی آغوش میں تھکی آنکھیں موندے سکون کی تلاش تھی۔۔

: ماضی

عالم اور حسن بابا واپس چلے گئے تھے۔۔ عائشہ بیگم کی طبعیت دن بادن بگڑتی
جارہی تھی۔ وہ ہر وقت بس مہر کو یاد کر کے روتی رہتیں۔ حسن بابا نے کی بار
انہیں سچ بتانے کی کوشش کی لیکن ہمت ناکر پائے۔۔ اس لیے چپ رہے۔۔

ان دنوں مہر شاہ ولا میں تھی۔ ان دو ہفتوں میں مہر نے خود کو سنبھل لیا
تھا۔۔ پہلے وہ جوز را سا بول لیتی تھی اب بالکل ایسے ہو گئی تھی جیسے اسے بولنا
آتا ہوں۔

وہ بس خالی نظروں سے سبکودیکھتی رہتی۔ اگر کوئی بات کر لے تو بس ہم
- ہاں میں جواب دے دیتی۔۔۔

مر تسم خود اسے کھانا کھلا دیتا تو وہ کھا لیتی۔۔ مر تسم اسے بالکل کسی بچی کی
طرح ٹریٹ کرتا تھا۔ اسے صبح اٹھا کہ ناشتہ کرواتا۔
پھر لپچ ٹائم صرف اس کے لئے آفس سے آتا۔ رات میں بھی خود اسے کھلاتا
کبھی وہ خود ہی کھا لیتی لیکن وہ پاس ہی بیٹھا ہوتا اور پھر اسے سلا کر ہی واپس
آتا۔۔

اہستہ آہستہ وہ اپنے حواس میں لوٹنے لگی تھی۔ لوگوں سے ڈرنا کم ہونے لگا
تھا۔۔

لیکن وہ مر تسم کی بری طرح سے عادی کو چکی تھی۔۔ کچھ دیر کے لئے بھی وہ
مر تسم کو اپنے پاس نادیکھتی تو پریشان ہو جاتی تھی۔ اس لیے مر تسم زیادہ
وقت گھر سے ہی آفس کا کام کرتا تھا۔۔



آج مہر کا ڈاکٹر سے چیک اپ تھا۔ اس لیے مر تسم اسے ہو اسپتال لایا تھا۔ پہلے تو وہ لوگوں کو دیکھتی گھبرائی۔ لیکن مر تسم نے اسے گرد سختی سے حصار رکھا تھا۔ اس لیے وہ تھوڑا پر سکون رہی۔۔۔

ڈاکٹر سے چیک اپ کے بعد مر تسم اسے پر سکون رہنے کا اشارہ کرتے نرس کی دی گئی ڈیسکرپشن لینے چلا گیا۔ تب تک ایک نرس مہر کو انجیکشن لگانے آئی۔۔۔

نرس نے جیسے ہی اسے انجیکشن کیٹ کیا وہ درد سے بلبلا اٹھی۔۔۔
آہہ۔۔۔ یہ کیسے لگا رہی ہیں آپ۔ مجھے پین ہو رہا ہے۔۔۔ وہ تکلیف کی شدت سے بولی۔۔۔ نرس نے اسکو غلط طریقے سے انجیکٹ کیا تھا۔
مہر کے یوں درد سے چلانے پر اسے گھور کر مہر کو دیکھا۔

بلکل سہی لگار ہی ہوں۔ ڈرامے مت کرو۔ اتنی بھی کوئی نازک نہیں ہو۔۔ وہ نخوت سے بولی۔

ابھی ہالف ہی انجیکٹ ہو تھا کہ انجیکشن میں خون آنے لگا۔
پلیز مجھے بہت پین ہو رہا ہے۔ وہ کسمسائی اور اپنا بازو پیچھے کرنے کی کوشش کی۔۔

نرس نے اسکا دوسرا بازو پیچھے لگتے اسے باز رکھا۔
آرام سے بیٹھی رہ۔۔ دماغ خراب کر رہی ہے۔۔ وہ غرائی اور اپنا کام جاری رکھا۔۔

جبکہ مہر کا بازو نیلا پڑنے لگا اور چہرہ سفید۔۔ درد کی انتہاء تھی کہ اسکی سسکی نکلی۔۔

وہ زور سے ہلی۔۔ نرس نے غصے سے انجیکشن چھوڑتے ابھی اسکے بال دبوچنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھی کہ کسی نے ہوا میں اسکا بازو پکڑتے اسے مہر سے دور کھینچا اور سمجھنے سے پہلے ہی۔

چٹاخ۔۔ کی آواز آئی اور وہ نرس اونڈھے منہ نیچے گری۔۔

جبکہ مہر درد سے بے حال گرنے کو تھی جب مر تسم نے اسے سنبھالا۔۔

مر تسم نے احتیاط سے اسے بیڈ پر بٹھاتے۔۔ واپس مڑتے اس نرس کو

دیکھا۔۔ غصے سے اسکی رگیں پھول گئیں۔۔

جسکا ہونٹ اور ناک پھٹ چکا تھا۔ تپھڑا تناشدید تھا کہ وہ اٹھ نہیں پائی۔ سفید

چہرے سے مر تسم کو دیکھنے لگی۔

مر تسم نے آگے بڑھتے اسکے بازو دبوچتے کھڑا کیا۔ جبکہ دوسرے ہاتھ سے

اسکی گردن دبوچی۔۔

ہمت بھی کیسے ہوئی تمہاری۔۔ وہ دھاڑا تھا۔۔ جب وہ کہ رہی تھیں انہیں

تکلیف ہو رہی ہے تو پھر بھی کیوں اور تکلیف دی ہاں۔۔ اسکی گردن پر دباؤ

بڑھایا۔۔ تو اسکی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔۔ وہ مچلی۔۔

زندگی ہیں وہ میری اور میری زندگی کو یوں تکلیف دے کر تمنے اپنی موت خود
بلوائی ہے۔۔ وہ دھاڑا رہا تھا۔۔

جبکہ مہر سفید چہرے اور پھٹی آنکھوں سے اسکا یہ روپ دیکھ رہی تھی۔ اسنے
پہلی بار مر تسم کو اتنی غصے میں دیکھا تھا۔۔ وہ سہم گئی۔۔

شور سے سٹاف اور ڈاکٹر بھاگے آئے تھے۔ بمشکل مر تسم سے اس نرس کو
آزاد کروایا تھا۔۔

بس بس کرو مر تسم۔۔ ڈاکٹر جو مر تسم کے جاننے والا تھا بمشکل اسے روکا
تھا۔۔

ہوا کیا ہے۔۔ وہ اس بپھرے شیر کو بمشکل قابو کرتے پوچھ رہا تھا۔۔
یہ سٹاف ہے تمہارا یہ۔۔ یہ نرس مہر کو غلطوین میں انجیکٹ کر رہی ہیں اور
جب وہ بول رہی ہیں انہیں درد ہو رہا تو آگے انکے ساتھ بد تمیزی کر رہی
ہیں۔۔

ہمت کیسے ہوئی اسکی مر تسم شاہ کی بیوی کو تکلیف دینے کی۔۔

پورا ہو سپٹل مر تسم شاہ سے واقف تھا وہ آئے روز اپنے بزنس میں ترقی کی وجہ سے نت نئے خبروں میں چھایا ہوتا تھا۔۔ سب ہی اسکا یہ روپ دیکھتے حیران تھے۔۔

او کے ریلیکس۔۔ پہلے تمہاری وائف کو دیکھنے دو اسکا حل بعد میں کرتے ہیں۔ ڈاکٹر نے مر تسم کی توجہ مہر کی جانب کروائی جو پہلے ہی مر تسم کے اس روپ سے سہمی ہوئی تھی۔

ایک تو درد کی شدت اوپر سے مر تسم کا یہ روپ اور پھر اتنے سارے لوگوں کی موجودگی وہ پل میں ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔۔

شٹ۔۔ وہ جلدی سے اسکی طرف بھاگا تھا۔۔

ڈاکٹر نے مہر کا چیک اپ کیا۔ نرس نے واقعی انجیکشن غلط انجیکٹ کیا تھا۔ لیکن مہر کی کوششوں سے وہ زیادہ افیکٹ نہیں ہوا تھا۔ ورنہ اسکی جان کو بھی خطرہ ہو سکتا تھا۔

اتنی نازک ہوتی ہیں یہ ہماری رگیں۔۔ ایک نس ٹس سے مس اور پھر زندگی بس۔۔



اسے اینٹی ڈوٹ لگا دیا گیا تھا۔۔ شام کے وقت اسے ہوش آیا تھا۔۔ مرتسم اسکے قریب ہی بیٹھا تھا۔

مہر نے آنکھیں کھولتے انجان نظروں سے اس پاس دیکھا تھا۔۔ چہرہ موڑتے اسکی نظر مرتسم ہر پڑی۔ جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

مر تسم کو دیکھتے اسے کچھ دیر پہلے کا واقع یاد آیا تو دل سہمی چڑیا کی مانند
پھڑ پھڑانے لگا۔

اسنے تیزی سے اپنا ہاتھ مر تسم کے ہاتھ سے چڑوا یا تھا۔ اور اسے سہمی
نظروں سے دیکھنے لگی۔

مر تسم نے اسے ہوش میں آتے دیکھ خاموشی سے اسکے تاثرات نوٹ کیے
تھے اور پھر اپنے ہاتھ سے اسکایوں ہاتھ چھڑوانا اسے اپنے غصے پر افسوس ہوا
وہ جانتا تھا وہ اس کے اس رویے سے ڈر گئی ہے۔

مہر۔ اسنے نرمی سے پکارا اور اسکا تھا منے کی کوشش کی لیکن وہ ہاتھ پیچھے کر
گئی۔۔۔

مر تسم نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ اسنے پھر سے ہاتھ اٹھایا۔ لیکن اس
بار ہاتھ چہرے کی جانب تھا۔

مہر اسے اپنے چہرے کی جانب ہاتھ بڑھاتے دیکھا جلدی سے ہاتھ چہرے کے
آگے کر گئی۔

مر تسم جو اسکے چہرے پر آئے بال پیچھے کرنے لگا اسے یوں خود سے ڈرتا دیکھ
لب بھینچ گیا۔

یوں مہر کا ہاتھ آگے کرنا اسے طوفانوں کی زد میں لے گیا۔
کیا مہر کو یہ لگا تھا کہ وہ اس پر ہاتھ اٹھائے گا وہ تو ایسا خواب میں سوچ نہیں سکتا
کرنا تو دور کی بات۔

لیکن ابھی جو کچھ ہوا شاید وہ اس سے سہم گئی تھی۔
وہ بس گہری سانس بھر کہ رہ گیا۔

نرمی سے مہر کے چہرے سے ہاتھ پیچھے کرتے اس نے مہر کو دیکھا۔ جو ابھی تک
سہمی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

مر تسم نے جھک کر اسے ہاتھوں پر اپنے لب رکھے۔
پھر بینڈ تاج کی جگہ پر لب رکھتے وہ اسے دیکھنے لگا جو آنکھیں جھپک جھپک کر
اسے دیکھ رہی تھی۔

مر تسم کو اسکے انداز پر ٹوٹ کر پیارا یا۔۔ بے ساختہ جھکتے وہ اسکی آنکھیں چوم گیا۔۔

مہر جو اسے دیکھنے میں مگن تھی ہوش میں آتی کسمسائی۔۔
مر تسم نے پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔ جو سرخ چہرے سے نظریں چراگی تھی۔۔

وہ دھیرے سے مسکرایا۔۔



چلیں۔۔ وہ اسکے سائیڈ کا دروازہ کھولتے بولا مہر نے خوف سے اسے دیکھا۔
نو۔۔ وہ نفی میں سر ہلا گی۔

وہ اسے ریسٹورینٹ لایا تھا۔ یہاں زیادہ لوگ نہیں تھے لیکن پھر بھی لوگوں کا آنا جانا لگا تھا۔۔

مہر نے یوں لوگوں کو دیکھتے گاڑی سے نکلنے سے ہی انکار کر دیا۔

مر تسم نے گہری سانس لی۔

اور اسکے قریب جھکا۔۔۔ مجھ پہ بھروسہ ہے۔۔۔ اسکے دونوں ہاتھ تھام کر
اسکی آنکھوں میں دیکھتا بولا۔

مہر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پھر اس بھروسے کو مضبوط رکھیے میں ہوں نا ساتھ۔

مر تسم نے اسکا ہاتھ تھپتھپایا۔

وہ اسکو نارمل کرنا چاہتا تھا تا کہ پھر سے وہ اپنی زندگی جی سکے۔۔۔ ویسے ہی جیسے
پہلے تھی۔

مہر نے مضبوطی سے اسکا ہاتھ تھامتے نیچے قدم رکھے۔

مر تسم کی شال جو مر تسم نے گاڑی میں اسکے کندھوں پر پھیلائی تھی اسکو

مضبوط سے تھام لیا۔ اور اسکے ہمقدم چلنے لگی۔

اسکے لئے چیئر کھینچتے مر تسم نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

ر سیٹورینٹ کا مینیجر جو مرتسم کو جانتا تھا وہ جلدی سے انکے ٹیبل کی طرف آیا

--

مرتسم نے کارنر کا ٹیبل منتخب کیا تھا۔۔ سب سے الگ تھلگ۔۔
مہر بھی تھوڑا پر سکون بیٹھی تھی۔۔ لیکن پھر بھی وہ سہمی نظروں سے
ارد گرد دیکھ رہی تھی۔۔

جب کسی آدمی کو اپنی طرف آتے دیکھ اسکا رنگ تیزی سے سفید
پڑا۔۔ مرتسم نے اسکے چہرے کے بدلتے رنگ کو بغور دیکھا۔ تب تک مینیجر
انکے پاس پہنچ چکا تھا۔۔

مہر نے تیزی سے مرتسم کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔ مرتسم نے اسکا ہاتھ دباتے اسے
ریلیکس کرنے کی کوشش کی۔۔

ویلم سر۔۔ ویلم میم۔۔

مرتسم نے سر ہلانے پر اتکاف کیا۔

Thanku Soo much for coming..

آپ لوگوں نے کچھ آڈر بھی نہیں کیا۔

ویٹر۔

اس سے پہلے کہ مر تسم اسے کچھ کہتا وہ ویٹر بلا چکا تھا۔

مر تسم نے خود ہی دونوں کے لئے آڈر کیا تھا۔

کوئی بھی پروہلم ہوئی تو مجھے ضرور بتائیے گا۔

Have a nice dinner۔

وہ کہتا جا چکا تھا۔

ان سب میں مہر بلکل خاموش نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ ہاں لیکن مر تسم

کے ہاتھ پر اسکی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی۔

ریلیکس کچھ بھی نہیں ہوا۔ مر تسم نے اسکا ہاتھ تھپتھپایا۔ کھانا آنے پر وہ

دونوں کھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔

مہر نے تھوڑا سا ہی کھایا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد مرتسم اسے گھر واپس لے آیا۔۔۔ آج کے لئے اتنا بہت تھا۔

اسکے بعد یہ سلسلہ رکا نہیں وہ اسے کبھی کہاں تو کبھی لے جاتا وہ بھی آہستہ آہستہ نارمل ہو رہی تھی۔

جب اسے مرتسم کے پیرینٹس کی موت کا پتہ چلا تھا وہ انوشے کے لئے بھی صبر کر چکی تھی۔

مرتسم اسے ہر جمعہ کو قبرستان لے جاتا۔

حسن بابا نے اسکے لئے فون کیا لیکن اسے ان سے بات کرنے سے انکار کر دیا۔ سب نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ اپنی ضد پر آڑی رہی۔

وہ آہستہ آہستہ نارمل ہو رہی تھی۔ سب سے بات بھی کر لیتی سب کو لگتا تھا کہ وہ نارمل ہو رہی ہے۔

لیکن مرتسم جانتا تھا وہ اندر سے بالکل خالی ہو گئی ہے۔ اندر ہی اندر گھٹ گھٹ
کے مر رہی ہے۔۔۔

وہ بس چاہتا تھا کہ وہ کسی طرح اپنے اندر کا وبال نکال دے ایک بار اپنے اندر
کی وحشت کو کم کرے۔۔ لیکن اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کیسے۔



اما۔۔۔ اما۔۔۔

ہانیا اور حاشر بھاگتے ہوئے آتے ماہم کی پکار رہے تھے۔۔

مہر جوا بھی تھوڑی دیر پہلے ہی سب کے ساتھ باہر بیٹھی تھی اسنے چونک کر

ان بچوں کو دیکھا۔۔

ماہین بھا بھی جوا اپنے مائیکے گی ہوئی تھیں لیکن انہیں سب پتا تھا مہر کے بارے

میں وہ آج واپس آئی تھیں۔۔۔

حاشو (حاشر) اور ہانی (ہانیا) جلدی سے بھاگ کر آنے کی وجہ سے سلیپ ہو کر
گرپڑے۔ اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا یا وہ دونوں روتے۔۔
مہر جو انکو ہی دیکھ رہی تھی بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔
سب نے چونک کر اسے دیکھا۔

ہانی اور حاشو جو رونے کی تیاری کر رہے تھے مہر کو ہستے دیکھ خود بھی ہنس
پڑے۔۔

مر تسم جو ابھی وہاں آیا تھا مبہوت ہو کر اسے دیکھنے لگا۔
مہر سبکی نظریں خود پر محسوس کرتی یکدم چپ ہو گئی۔۔ ہسنے کی وجہ سے اسکی
آنکھوں میں نمی آنے لگی تھی۔۔

اس سے اسکی براؤن آنکھیں بالکل کانچ کی سی ماند لگ رہی تھیں۔۔
سب حیران کھڑے اس کانچ کی گڑیا کو دیکھ رہے تھے۔۔ جو ہستے ہوئے اتنی
پیاری لگی تھی جیسے کلی کھل کر گلاب ہوئی ہو۔۔

مہر جھنپ گئی۔۔ ہونٹ کاٹتے وہ سر جھکا گئی۔۔

ماشاء اللہ۔ ماما نے بے ساختہ اسکا ماتھا چوما۔۔ ایسے ہی ہستی رہا کروں گے۔۔ ماما
اسکا چہرے اٹھاتی بولیں۔۔

انکے اتنے پیار کر مہر کی آنکھیں جو پہلے ہی نم تھیں ان سے آنسو ٹوٹ کر بہا
تھا۔۔ لیکن وہ جلدی سے چہرہ جھکاتی چھپا گئی۔۔
لیکن مرتسم کی نظروں سے ناچھپ سکا وہ سمجھ سکتا تھا اس وقت اسکی حالت
کیا ہوگی۔۔

اسے شدت سے عائشہ ماما کی یاد آئی تھی۔۔ جلدی سے آنسو صاف کرتے
اسنے ان بچوں کو دیکھا تھا۔۔ جو کبھی کس کی گود میں جاتے تو کبھی کس کی۔۔

ماہی ماما یہ گڑیا کون ہے۔۔

ہانیا ماہم کا بازو کھینچتے مہر کی طرف اشارہ کرتی بولی۔۔
اسکے یوں گڑیا کہنے پر سبکے لبوں پر دبی دبی مسکان آگئی۔۔

وہ واقعی گڑیا جیسی تھی۔۔

چاکلیٹی براؤن بال۔۔ گھنی پلکیں اس پر بھوری آنکھیں جو سنہری کانچ کی سی
مانند لگتی تھیں۔۔ تیکھی ناک میں چمکتی لونگ۔۔ بھرے بھرے عنابی لب
اور لبوں کے نیچے چمکتا سیاہ تل۔۔ چہرے کی شادابی لوٹ آئی تھی۔۔ گالوں
میں گلابی پن پھر سے پھلکنے لگا تھا۔۔

یہ گڑیا مرتسم چاچو کی ہے۔۔ ماہم اسکے قریب جھکتے آہستہ سے بولی۔۔
مرتسم چاچو کی گڑیا۔ وہ حیرت زدہ ہو کر چیخ کر بولی تو سب نے اسے دیکھا۔۔
جبکہ مہر اسکے اس طرح کہنے پر سرخ ہو گئی۔۔ اسنے پہلو بدلتے مرتسم کو دیکھا جو
لب دبائے اسے ہی دیکھ رہا ہے وہ جلدی سے نظریں چرا گئی۔۔
یس۔۔ ماہم کے سر ہلانے پر وہ دونوں ایکسائیٹڈ سے مہر کی طرف بڑھے۔۔
ویٹ ویٹ۔۔ ماہم نے جلدی سے دونوں کا بازو پکڑا۔۔
بٹ آپ انہیں انی بلاؤ گے۔۔ اوکے۔۔

لیکن کیوں ماما یہ تو چاچی ہیں۔۔ حاشر سمجھداری سے بولا۔۔

ماما نے جیسے بولا ہے ویسے کرو باقی سب ماما بعد میں بتائیں گی۔۔ ماما نے کچھ سختی سے کہا تو وہ دونوں سر ہلا گئے۔۔

فلحال وہ اسے چاچی کہتے تو مہر ڈسٹرب ہو جاتی۔۔ ویسے بھی ابھی صرف نکاح ہوا تھا پوری طرح سے رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی اس لیے ماہم نے انہیں کہا تھا۔۔

اسلام علیکم انی۔۔ وہ دونوں اسکے دائیں بائیں آتے بولے۔۔

مہر نے سر ہلا کر زیر لب جواب دیا۔۔

اور انکے قریب نیچے بیٹھی۔۔

کیا نیم کا آپکا وہ دلچسپی سے پوچھ رہی تھی۔۔ مہر کو بچے بہت پسند تھے یہ بات سب کو آپ پر چلی تھی۔۔

میں حاشر آپ مجھے حاشو بھی کہہ سکتیں۔۔ اور یہ میری سسٹر ہانیا۔ آپ اسے
ہانی بول سکتیں۔۔۔

وہ ہانیا کا ہاتھ تھا متا بولا۔۔

ہم تو مجھ سے دوستی کرو گے۔۔ وہ دونوں کے آگے ہاتھ بڑھاتی بولی۔۔
تو وہ دونوں یس کہتے اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھ گئے۔۔

وہ دونوں اسے اپنے ساتھ لے گئے۔۔ مہر بھی مسکراتی انکے ساتھ چلی گئی۔۔
سب نے مسکرا کر مطمئن ہوتے انکے پشت دیکھی تھی۔
مر تسم مطمئن تھا تھوڑا بہت ہی سہی وہ اپنے خول سے تو نکلی۔۔۔



مر تسم نے اسے دیکھا جو حاشر کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ جو اس نے سوچا وہ کرے یا نہ کرے۔۔ لیکن ایسا کرنا ضروری تھا۔ اسے اپنے ساتھ ہوئی مہر کی کچھ دن پہلے والی گفتگو یاد آئی۔۔

مہر مجھے بات کرنی ہے آپسے۔۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑتے اسے بٹھاتے بولا۔۔
وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔

اپنے کیا سٹڈی کی ہے۔۔

جی۔۔ وہ الجھ گئی۔۔

میں پوچھ رہا ہوں کیا پڑھا ہے آپنے۔۔ اپ پانچ باہر گئی تھیں ناسٹڈی کے لئے۔۔ وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔۔

میڈیکل کی سٹڈی۔۔ بتاتے آنسو اسکے حلق میں اٹکے تھے۔ کیا کچھ نہیں یاد آیا تھا۔۔

پیشے سے کیا ہیں آپ۔۔ پھر سے پوچھا گیا۔۔

ڈاکٹر۔۔ سائیکو لیجیسٹ۔۔ ایک آنسو ٹوٹ کر بہا تھا۔۔

آپ ایک ڈاکٹر ہیں مہر۔۔۔ ڈاکٹر کا کام ہے لوگوں کی حفاظت کرنا۔۔۔ خدا
کے بعد لوگوں کے لئے وہی ہوتے ہیں۔۔۔ اور آج کل تو اچھے ڈاکٹرز کی بہت
کمی ہی۔۔۔

آپ ایک سائیکولیجسٹ ہیں اور یہاں بہت کم ایسے ڈاکٹرز ہیں۔۔۔ آپ اتنا
پڑھ کر اپنی محنت کیوں ضائع کر رہی ہیں۔۔۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیسے
اسے سمجھائے۔۔۔

آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔۔۔ وہ حیران پریشان سی بول رہی تھی۔۔۔

میں چاہتا ہوں آپ کوئی ہو سپٹل جوائن کریں۔۔۔ ہاوس جاب کریں۔۔۔ یا پھر
اگر آپ چاہتی ہیں تو ہم آپ کا اپنا ہو سپٹل بھی بنوا سکتے ہیں۔۔۔
مہر نے یکدم اپنے ہاتھ اسکے ہاتھ نکالے تھے۔۔۔

آپ ک۔۔۔ کیا ک۔۔۔ کہ ر۔۔۔ رہے ہیں۔۔۔ م۔۔۔ میں ک۔۔۔ کیسے۔۔۔ میں۔۔۔
اسکے الفاظ ٹوٹ گئے۔۔۔

آپ کیوں نہیں آپ ڈاکٹر ہیں یہ آپکا فرض ہے۔۔۔ وہ بے چینی سے اس کے
ہاتھ تھامتا بولا۔۔ مہر کے بے مول ہوتے آنسو اسے بے چین کر رہے
تھے۔۔

نہیں میں نہیں کر سکتی۔۔ میں کیسے کر سکتی ہوں۔۔ وہاں پہ بہت لوگ
ہونگے میں کیسے۔۔ نہیں میں نہیں۔۔
وہ نفی میں سر ہلاتی رونے لگی تھی۔۔
مہر پلیر میری بات سنے۔۔
نو۔۔ وہ اس سے ہاتھ چھڑواتی بھاگ گئی۔۔



چاچو۔۔ چاچو۔۔ حاشر کے ہلانے وہ خیال سے باہر آیا۔۔

حاشر کو اٹھاتے اسنے اسے پیار کرتے نفی میں سر ہلایا۔

اس دن کے بعد بھی مرتسم نے بہت کوشش کی لیکن وہ نہیں مانی۔

اس لیے آج وہ یہ قدم اٹھانے پر مجبور ہوا تھا۔ کہ شاید وہ مان جائے۔

حاشو چلو سونے کا ٹائم ہو گیا ہے جاؤ شاباش۔ حاشر جو بھیجتے اسنے مہر کو دیکھا۔ جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

کیا ہوا شاہ کوئی کام ہے۔۔ مہر نے اس وقت تک اسے یہاں دیکھتے پوچھا۔

مرتسم نے اسے جواب دیا بغیر اسکا ہاتھ تھامتے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔

شاہ۔۔ کیا کر رہے ہیں آپ۔۔

مرتسم نے اسے اپنے کمرے میں لاتے اسکا ہاتھ چھوڑا۔

اسے جواب دیے بغیر اسنے دروازہ لاک کیا۔

مہرا بھی بھی حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

رات کے دس بج رہے تھے۔۔ وہ آج حاشر کو اپنے ساتھ سلانے لائی تھی
لیکن مرتسم نے اسے بھی بھیج دیا اور اسکو اس طرح سے اپنے کمرے میں لایا
وہ کچھ سمجھ نہیں پائی۔۔

مرتسم نے گہری سانس بھرتے آنکھیں زور سے بند کر کے کھولیں۔۔ جانے
وہ کیاری ٹنگشن دیں گی۔۔

مرتسم نے مڑتے دوبارہ اسکی جانب قدم بڑھائے۔۔

اسکے نزدیک رکتے مرتسم نے اسے دیکھا پھر اسکا ہاتھ سے تھامتے اسے دیکھتے
نرمی سے بولا۔۔

میں کون ہوں اچکا۔۔؟

جی۔۔؟ وہ سمجھ نہیں پائی۔۔

ہمارا نکاح ہوا ہے نا تو پھر ہم میاں بیوی ہوئے نا۔۔ وہ آہستہ سے اسے اپنے

قریب کرتے بولا۔۔

مہر نے سر ہلا دیا۔۔ لیکن انکل نے بولا تھا کہ ابھی صرف نکاح۔۔ وہ عالم بابا کی بات یاد کرتی بولی۔۔

لیکن وہ اسلیے کہا تھا کہ آپکے بابا کی خواہش تھی آپ ڈاکٹر بن کے اپنا ایک نام بنائیں۔۔ پھر اسکے کچھ سال بعد ہماری رخصتی کر دیتے۔۔

لیکن اب آپ تو نہیں چاہتی کہ آپ ایسا کچھ بھی کریں۔۔ تو پھر کیا فائدہ اتنا انتظار کرنے کا۔۔ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا بول رہا تھا۔

ت۔ تو۔ پ۔ پھر۔۔ مہر نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔۔

تو پھر یہ کہ۔۔ مر تسم نے جھٹکے سے اسکے کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنی جانب کھینچا۔۔

وہ کٹی ڈالی کی طرح اسکے سینے سے الگی۔۔

میں چاہتا ہوں آج سے ہم اپنے رشتے کی شروعات کریں ایک میاں بیوی کی طرح۔۔۔

م۔ مطلب۔۔ مہر نے اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے پیچھے ہونے کی کوشش کی

مطلب یہ کہ ہر طرح کی دوری کو مٹاتے۔۔ ایک دوسرے کی روح میں اتر جائیں تاکہ کوئی دوری باقی نہ رہ سکے۔۔ ایک دوسرے میں سما جائیں۔۔ وہ اسکے بالوں کے قریب گہری سانس بھرتا سرگوشی میں بولا۔۔ مہر کے چہرے نے بروقت رنگ بدلے تھے۔۔ اسکی قربت سے اسکا دل اتنی تیز دھڑکن رہا تھا کہ ابھی باہر آجائے۔۔ اسے اس سے ڈر بھی لگ رہا تھا تھوڑا۔ اور پھر اسکی بے باک باتیں سنیں وہ کانوں کی لوں تک سرخ ہوئی تھی۔۔

مر تسم نے ہاتھ سے ہلکا سا اسکا چہرہ اٹھاتے اسکے ماتھے پر سلگتے لب رکے تھے۔۔

ماتھے سے ہوتے اسکی نم آنکھیں چومی تھی۔۔۔۔

نو۔۔ نہیں۔۔ مہر کسمسائی۔۔ اسکا وجود کپکپا گیا۔۔

مر تسم نے ایک نظر اسے دیکھا۔۔۔۔

کپکپاتا وجود۔۔ لرزتی پلکیں اور کانپتے ہونٹ۔۔ وہ یہ سب صرف مہر کو
ماننے پر مجبور کرنے کے لئے کر رہا تھا۔۔ لیکن اب وہ اسکی قربت میں خود کو
پگھلتا محسوس کر رہا تھا۔۔

ش۔ شاہ۔۔ مہر نے اس سے دور ہونے کی کوشش کی۔۔
لیکن مر تسم نے گرفت مضبوط کرتے اسکے دائیں رخسار کو لبوں سے چھوا۔۔
پھر بائیں گال پر لب رکھتے۔۔۔۔ نرمی سے چھوا تھا۔۔

گال سے ہوتا اسکو تھوڑی پر آیا۔۔ اسکی تھوڑی کوچومتے مر تسم نے اسکی
ہونٹ کے نیچے چمکتے تل کو دیکھا۔۔

پھر نرمی سے جھکتے وہاں اپنے لب رکھے۔۔ وہ ابھی تک اسے نرمی سے چھو رہا
تھا۔۔

اسکے لرزتے گلابی لبوں کر دیکھتے اسے شدت سے اپنا حلق سوکھتا محسوس
ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسکے لبوں پر جھکتا مہر نے اسے پوری قوت سے پیچھے
کیا تھا۔ گرفت ڈھیلی ہونے سے وہ اسکے حصار سے نکل آئی۔

مر تسم جو اسمیں کھویا تھا ہوش میں آتے اسے دیکھا۔
جو کانپتی روتی نفی میں سر ہلارہی تھی۔

کیا ہوا۔۔ اپ نے ہی تو منع کیا ہے۔۔ جب آپ اس طرف نہیں جانا چاہتی تو
ہمیں اپنے فیوچر کے بارے میں کچھ سوچنا چاہیے۔
مر تسم اسے پھر سے تھامتے بولا۔

بولیں کریں گی وہ کام۔۔ اس نے پھر سے پوچھا۔
مہر نے بے بسی سے اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا۔
تو پھر بہک جائیں میری قربت میں اور مجھے بھی بہکنے دیں۔
وہ بہکے سے لہجے میں بولتے اسکے لبوں پر جھکا تھا۔

مہر کا وجود جیسے ساکت ہو گیا۔

مر تسم اس گلابی پنکھڑیوں پر جھکے مد ہوش ہوا تھا۔ وہ جیسے اپنا مقصد بھول چکا تھا۔ بس اسکی قربت میں بہکا سا مد ہوش تھا۔

مہر کو اپنا سانس رکتا محسوس ہوا تو وہ تیزی سے پھڑ پھڑائی۔۔ مر تسم کے سینے پہ ہاتھ رکھتے اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی۔۔ انسو تیزی سے بہنے لگے۔۔ اسے یوں پھڑ پھڑاتا دیکھ وہ نرمی سے پیچھے ہٹا لیکن اسے سانس لینے کا موقع دیے بغیر اسکی گردن میں منہ دیے جگہ جگہ اپنے لبوں سے چھونے لگا۔ مہر جو گہری سانس بھرتی اپنی سانس نارمل کر رہی تھی۔ اسکے یوں گردن پر جھکنے سے اسکا وجود کانپ کر رہ گیا۔

ش۔ شاہ۔۔ پ۔ پلیر۔۔ وہ شدت سے رونے لگی۔۔ مر تسم نے اسکی قربت میں مد ہوشی سے بند ہوتی سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔ اسے چھوڑتے گہری سانس لیتے اسنے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔

اسکے کانپتے وجود کو دیکھتے مر تسم نے اسے خود میں بھینچا چاہا لیکن وہ نفی میں سر
ہلاتی پیچھے کو کھسکی۔۔

ایم۔ س۔ سوری۔۔ ا۔ اپ جیسا۔ ک۔ کہیں گے۔۔ میں کروں
گی۔۔ ہس۔ پٹل بھی ج۔ جاؤں۔ گی۔۔ پلیز۔۔
اسکا سانس اٹکنے لگا۔۔

مر تسم نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا کہ وہ سچ میں مان گی۔۔ لیکن پھر اسکے
رکتی سانس دیکھتے جھٹکے سے اسے کھینچتے خود سے لگایا۔۔
ریلیکس۔۔ اوکے اوکے سانس لیں۔۔۔۔۔ کچھ نہیں کر رہا میں۔۔
لمبا سانس لیں۔۔

اسکی پیٹھ رب کرتے وہ اسے بیڈ پر بٹھاتے تیزی سے کمرے سے باہر نکلا۔۔
سیکنڈز میں واپس آیا تھا۔۔ اسکے ہاتھ میں انہیلر تھا۔۔
جلدی سے اسے انہیل کر واتے اسکے نڈھال وجود کو اپنی بانہوں میں بھرا۔۔
۔ سوری۔۔ س۔ سوری میری جان۔۔۔

مہر نے سانس بہال ہوتے حیرانگی سے سراٹھاتے اسے دیکھا۔۔ جسکا رنگ
زرد پڑ رہا تھا۔۔ سانس بھی پھولا ہوا تھا۔۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اسے سانس کی
کمی ہو۔۔ سہی معنی میں اسکی جان ہر بن آئی تھی۔۔ اسے اب اپنے اس قدم
پر افسوس ہو رہا تھا۔۔

ش۔ شاہ میں ٹھیک ہوں۔۔ اسکے گال پر ہاتھ رکھتے اسنے نرمی سے کہا۔۔
مر تسم نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

مہر نے پلکیں جھپکاتے جیسے اسے کہا ہو کہ ٹھیک ہوں میں۔۔
وہ اسکے اس اد پر قربان ہوا تھا۔۔

بے اختیار جھکتے اسکی آنکھوں کو لبوں سے چھوا۔۔

ای۔ ایم۔ سوری۔۔ پھر سے کہا۔۔

آپ سوری مت بولیں مجھے اچھا نہیں لگتا۔۔ اور غلطی میری ہے۔۔ مجھے پہلے
ہی سمجھنا چاہیے تھ۔۔ جانے کتنے لوگوں کو میری ضرورت ہوگی جسے ہی جیسے

ابھی مجھے سانس کی ضرورت تھی۔۔۔ اپنے یہ سب اس لیے کیا ناکہ میں
م۔ مان جاؤں۔۔

معصومیت سے اسے دیکھتے کہا تھا۔۔
مر تسم نے مسکراتے اپنی زندگی کو دیکھا تھا۔۔

: حال

تیار ی پوری رکھنا اس بار کسی قسم کی کوئی غلطی کی گنجائش نہیں ہونی
چاہئے۔۔

Is that clear?

عینا نے سبکی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے پوچھا۔۔
اوکے تو پھر چلو۔۔

سب کے ہاں میں سر ہلانے پر وہ لوگ اپنی گاڑیوں کی طرف بڑھے تھے۔



وہ لوگ اس وقت ریشماں بائی کے کوٹھے کے گرد اپنا پہرہ لگا چکے تھے۔
باسط کو اپنے خبری سے معلوم ہوا تھا کہ آج ریشماں بائی کے کوٹھے پر آنے
والی فی لڑکیوں کو آگے دبی بھیجا جانے والا ہے۔ وہ لوگ ان لڑکیوں کو وہاں
سے آزاد کرنے والے تھے۔

فلحال بانو بائی سے الجھنا نہیں چاہتے تھے۔



امن کنگ کا آڈر ہے آج جو مال دبی سپلائی ہونے والا ہے۔ اسکی سیکورٹی تم
خود ایک بارچیک کر لو۔ تاکہ کوئی گڑبڑ نہ ہو۔

کبیر کے کہنے پر امن نے بیزاری سے اسے دیکھتے باہر کی جانب قدم بڑھائے

--

کبیر بھی اس کے پیچھے ہی نکلا تھا۔



جلدی آگے چلو۔

کوٹھے پر سے نکلے ٹرک کو دیکھتے باسٹ نے اپنی ٹیم کو آڈر دیا تھا۔

وہ لوگ اس ٹرک کے زرا سا پیچھے ہی تھے۔

شام چھ بجے کا وقت تھا۔ سردی اپنے عروج پر تھی سردی نے ہر چیز کو اپنی

لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

اندھیرے کی وجہ سے گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمک رہی تھیں۔

زراسادورایک اڈے پر ٹرک روکتے ڈرائیور باہر نکلا۔۔ ٹرک کے ٹھیک
سامنے ایک گاڑی کھڑی تھی۔۔

ٹرک کے رکتے ہی اس گاڑی میں سے مکمل سیاہ لباس میں دو آدمی نکلے تھے
۔۔ انکے چہرے ڈھکے ہوئے تھے۔۔

عینا اور باسط کی گاڑی سب سے آگے تھی وہ لوگ صاف تو نہیں لیکن ہلکا ہلکا
دیکھ پارہے تھے۔۔

امن نے سر پر کیپ ٹھیک کرتے اس ڈرائیور سے ساری ڈیٹیلز لیں۔۔
ایک بار مجھے خود چیک کرنے دو۔ اس کے کہنے پر ڈرائیور اور کبیر کے چہرے کے
رنگ اڑے۔۔

امن اب کیا چیک کرنا۔۔ سب سہی تو ہے۔۔

کبیر ہڑبڑاہٹ میں بولا۔ امن نے سرد نظروں سے اسے دیکھتے۔ ڈرائیور کو
ٹرک کا پچھلا دروازہ کھولنے کا کہا تو وہ ڈرتے ڈرتے دروازہ کھول گیا۔۔

ٹرک کے اندر موجود لڑکیوں کو دیکھتے امن کا دماغ بھک سے اڑا۔۔

بارہ سے چودہ لڑکیاں جو ڈری سہمی سی بیٹھیں تھیں۔ انکے آگے اور پیچھے چار بوڈی گارڈز تھے۔۔

امن نے قہر برساتی نظروں سے کبیر کو دیکھا۔
کیا ہے یہ سب تمنے تو کہا تھا اس ٹرک میں مال ہے۔۔ لیکن یہاں تو یہ
لڑکیاں۔۔ وہ کبیر کا گریبان پکڑتا غرایا تھا۔
اا۔ امن یہ ک۔ کنگ۔۔ وہ بات کرتا ہکلا یا۔
امن کا زوردار تماچہ اسکا منہ بند کروا گیا۔۔

عینا اور باسط نے الجھ کر ایک دوسرے کو دیکھا کہ آپس میں کیوں لڑ رہے ہیں
۔۔

لیکن پھر انکی نظر ٹرک کے اندر بیٹھی ان لڑکیوں کو پڑی تو باسط نے اپنی ٹیم کو
ریڈی رہنے کا بولا۔۔

اس سے پہلے امن اسے اور کچھ کہتا اچانک سے وہاں پولیس کے بجتے سائیرن
نے سوائے امن کے ان سب کو بوکھلا دیا۔۔

زین لوگوں کے وہاں پہنچتے ہی عینا اور باسط اپنی ٹیم سمیت اپنی گاڑیوں سے اترے تھے۔

امن لوگوں کے پاس اس وقت سیکورٹی کم تھی کیونکہ انکا سوچنا یہ تھا آج تک کسی کو خبر نہیں کوئی تواب کیا ہوتی۔ لیکن یہ صرف انکی غلط فہمی تھی اور اب انھیں اس بات کا اندازہ اچھے سے ہو چکا تھا۔ باسط اپنی ٹیم سمیت ان پر حملہ کر چکا تھا۔

کبیر اور امن سرعت سے وہاں سے غائب ہوئے تھے۔

عینا اور کچھ اور لڑکیاں دانیں سمیت ٹرک میں جمع لڑکیوں کی طرف بھاگی تھیں۔

امن لوگوں کے پاس اس وقت صرف چار سے پانچ گاڑیوں سے اس لیے وہ لوگ ان پر بھاری پڑ گئے۔ ڈرائیور تو بھاگ چکا تھا۔

باقی رہے گاڑیوں میں تین کو وہ لوگ ادھ موا کر چکے تھے اور دوا بھی گھتم گھتا تھے۔

جلدی کرو۔۔ وہ لوگ لڑکیوں کی رسیاں کھولتے جلدی سے انہیں باہر نکال رہے تھے۔

انکے پاس بھی ایک وین تھی جس میں وہ لوگ لڑکیاں شفٹ کر چکے تھے۔۔



امن جسے کبیر زبردستی اپنے ساتھ لیے گاڑی کی جانب بڑھا تھا۔ اسکا ہاتھ اچانک اپنی پاکٹ پڑا لیکن۔ وہ رک گیا کیونکہ اسکی پاکٹ میں جو چیز تھی وہ اب وہاں نہیں تھی۔

اسنے تیزی سے پیچھے کی جانب قدم بڑھائے۔۔

عینا اور باسٹ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے جب ایک گارڈ جو شاید بچ گیا تھا جلدی نے گن اٹھاتے ان پر تان چکا تھا۔۔

امن نے ٹرک کے نزدیک رکتے ادھر ادھر دیکھا اسے اپنی مطلوبہ چیز تو نظر آگئی لیکن وہ ساکت رہ گیا اسے اپنے قریب وہ خوشبو محسوس ہوئی تھی جو اس کے روم روم میں بس چکی تھی۔

کسی کا احساس ہوا تھا۔ اور باقی رہی سہی کسر اسکی بے ساختہ نکلی چیخ نے پوری کر دی تھی۔

وہ گارڈ جو سرعت سے انکے سامنے آتا گن تان چکا تھا۔ عینا کی چیخ بے ساختہ تھی۔

اسنے تیزی سے گن کا ٹریگر دبایا تھا۔

لیکن امن نے اس سے زیادہ تیزی سے آگے بڑھتے اسکا ہاتھ اوپر کی طرف کیا تھا۔

عینا اور باسط اپنی جگہ ساکت رہ گئے۔

امن نے سیکیئنڈ سے پہلے اس گن کا رخ گارڈ کی طرف کرتے گولی چلائی تھی۔ وہ گارڈ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

عینا کی ساکت پلکوں میں جنبش ہوئی اس نے نیلی آنکھوں میں ایک جنون سا اٹھتا دیکھا تھا۔

ایک آگ کی سی لپک۔ لیکن جیسے ہی وہ آنکھیں اسکی آنکھوں سے ملیں عینا نے ان آنکھوں کو سیکینڈ سے پہلے جھکتے دیکھتے دیکھا تھا۔

لیکن جھکنے سے پہلے وہ ان آنکھوں میں اپنے لیے عقیدت و احترام دیکھ چکی تھی۔۔ پھر اسنے اس وجود کو جھکی آنکھوں سمیت قدم پیچھے کی جانب جاتے دیکھا تھا۔ وہ ساکت کھڑی رہ گئی۔

عینا۔۔ عین تو ٹھیک ہے۔۔ دانیل نے اسے جھنجھوڑ ڈالا وہ ہوش میں آئی۔۔
میں ٹھیک ہوں آپ۔۔ وہ جلدی سے بولی۔۔
چلو جلدی سے نکلو۔۔

لڑکیوں کو ان گھر پہنچانے کا کام دانیل اور زین کا تھا۔

عینا اور باسٹ نے ان سے تھوڑی بہت پوچھ گچھ کی اور واپسی کی راہ لی۔۔



کیا سوچ رہی ہیں۔ باسٹ نے اسے گہری سوچ میں گم دیکھتے پوچھا تھا۔۔

یہی کہ اسنے اپنے ہی آدمی کو کیوں مار دیا۔۔

وہ گہری سوچ میں گم بولی تھی۔۔

میں بھی وہی سوچ رہا تھا۔۔ اسکے پاس موقع تھا لیکن اسنے ہمیں جانے کیسے

دیا۔

خیر جو بھی تھا۔ ہمارے لیے تو اچھا ہوا۔۔ وہ ہلکے انداز میں بولا تھا۔۔

عینا نے سر ہلا دیا۔۔



امن نے اسے دیکھا ہاں وہ وہی تھی۔۔ وہ اسے لاکھوں میں بھی پہچان سکتا تھا۔
ہجوم میں بھی۔۔ اور اندھیرے میں بھی۔

لیکن اس گارڈ کو ٹریگر چلاتے دیکھ اسے اپنے وجود میں چنگاری سی محسوس
ہوئی تھی۔ وہ بنا سوچے سمجھے اس پر گولی چلا گیا۔۔

اسنے خود پر ساکت ہوئی براؤن آنکھوں کو دیکھتے ان آنکھوں میں دیکھا
تھا۔ لیکن وہ سرعت سے آنکھیں جھکا گیا۔۔

گاڑی میں بیٹھتے اسنے ہاتھ میں پکڑے بریسلیٹ کو اوپر کرتے دیکھا تھا۔۔
چھوٹے چھوٹے چاند اندھیرے میں چمک رہے تھے۔۔ امن کی حالت غیر
ہونے لگی۔۔ اسنے بریسلیٹ جیب میں ڈالتے شرٹ کے بٹن کھولے اسے
گھٹن سی ہو رہی تھی۔۔ دل کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔۔

اسنے گاڑی کی سپیڈ تیز کر دی۔۔

کبیر پہلے ہی امن کے اشارے پر وہاں سے جا چکا تھا۔۔



غاز۔۔ غاز۔۔ وہ گہری نیند میں تھا جب اسے اپنے چہرے پر نرم گرم ہاتھوں
کا لمس محسوس ہوا۔۔

اسے کسی نے بازو پکڑ کر ہلایا۔۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔۔

ہاں۔۔ کیا ہوا۔۔ کیا ہوا روز۔۔ وہ آنکھیں مسلتے اٹھ بیٹھا۔۔

غازی مجھے بھوک لگی ہے۔۔ زرنور نے روہانسی لہجے میں کہا۔

ابھی۔۔؟ اسنے گھڑی کی طرف دیکھا جو رات کے دو بجارہی تھی۔۔

زرنور کے زور و شور سے سر ہلانے پر وہ ہاتھ سے اپنی جمائی روکتا اٹھ کھڑا

ہوا۔۔

کیا کھانا ہے۔۔؟ اسے دیکھتے پوچھا۔۔

زرنور کی آنکھیں چمکیں۔۔ گول گپے۔۔ وہ تیزی سے بولی۔۔

تو غازی نے اسے گھورا۔۔ تمہیں ہر روز اسی ٹائم پہ گول گیوں کی بھوک کیوں لگتی ہے زر۔۔ دانت پیستے کہا۔۔

مجھے نہیں بے بی کو لگتی ہے غازی۔۔ معصومیت سے آنکھیں پٹیٹاتے کہا۔۔

غازی اسے گھورتے اٹھا۔۔ وہ بھی اسکے پیچھے پیچھے چل دی۔۔

بیٹھوں بناتا ہوں۔۔ وہ اسے کچن میں بنے سلیب پر بٹھاتا بولا۔۔

وہ روز رات کو اسے اسی وقت جگاتی تھی۔۔ پہلے دن جب اسے جگایا تو وہ ڈر گیا

تھا کہ اچانک کیا ہوا۔۔

لیکن جب اسے کہا کہ بھوک لگی ہے۔۔ تو غازی نے اسے گھورتے کیا کھانا

پوچھا۔۔؟

آگے سے گول گپے کہنے پر غازی کا دل کیا اسے ایک لگائے جو اسے دل کا دورا

دے کر مزے سے بتا رہی تھی۔۔

وہ اب چھوٹی سے چھوٹی بات کا بھی خیال کرتا تھا۔ کیونکہ پر یگننسی میں وہ بہت چڑچڑی ہو جاتی تھی۔ کبھی رونے لگتی تو کبھی اسے بلا وجہ کا غصہ آنے لگتا۔

لیکن جب ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ سب پر یگننسی میں عام ہے تب سے وہ تھوڑا زیادہ محتاط تھا کہ کسی بھی طرح سے زر نور خوش رہے۔ وہ رات کو خود ہی اسے گول گپے بنا کے دیتا تھا۔ کبھی کبھار تو وہ جب تک بناتا زر نور وہیں بیٹھے بیٹھے سو جاتی تھی۔ غازی نے اسے خود کھلائے تھے۔

بس۔۔ تھوڑے سے ہی کھا کر اسنے بس کر دیا۔

نیند سے زر نور کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔

غازی اسے اٹھاتے روم میں لایا۔ اسے بیڈ پہ لٹاتے کمبل ٹھیک کیا۔

اسنے یو نہی اپنا فون اٹھایا تو احمر کے میل دیکھتے رک گیا۔

آنکھیں سکیرٹے اسنے وہ میلز دیکھیں جسمیں لکھا تھا کہ کنگ کو کروڑوں کا نقصان ہوا ہے۔۔

اسلامباد سے دبی جانے والی لڑکیاں آزاد کروالی گئی ہیں۔
وہ پڑھ۔ کر مسکرایا۔۔

لیکن اگلا میسج دیکھتے اسکے ماتھے پر بل پڑے کیونکہ یہ کام انکا نہیں کسی اور کا تھا۔۔ کسکا اس بات سے احمر بھی انجان تھا۔۔
ہمارے علاوہ کون ہو سکتا ہے جو کنگ تک پہنچ سکتا ہے۔۔
وہ بس سوچ کہ رہ گیا۔۔



ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ کیسے۔۔

کہاں مر گئے تھے تم سب کے سب۔۔ کنگ غصے و تیش میں دھاڑ رہا تھا۔۔

دوسری بار دوسری بار ہمارا مال پکڑا گیا ہے۔۔۔ آخر کسکی کی اتنی جرات ہو
گئی۔۔

امن نے سرد نظروں سے کنگ کا چلانا چھیخنا دیکھا۔۔ وہ سکاٹپ پہ اس سے
بات کر رہا تھا۔۔

جب کنگ اپنے آدمیوں پر دھاڑا۔۔

تم کہاں تھے کیا کر کیا رہے تھے تب۔۔ تمہارے ہوتے ہوئے وہ لوگ
لڑکیاں کے کیسے گئے۔۔

کنگ کا رخ اب سکرین پر نظر آتے امن کی طرف تھا۔۔
کنگ کا لہجہ مشکوک تھا۔۔

یہ کن چکروں میں پڑ رہے ہو امن۔۔ بھول گئے ہو صنف نازک کیسی ہوتی
ہے۔۔ چلتا پھرتا دھوکا ہے وہ۔۔

اپنے مقصد کو بھول گئے ہو امن۔۔۔ وہ تنز کر رہا تھا۔۔

امن نے خاموش سرد نظروں سے کنگ کو دیکھا اور پھر اپنے سامنے بیٹھے کبیر کو جس نے اس کے دیکھنے پر تھوک نگلاتھا۔

بیسٹ ناتواپنے مقصد کو بھولا ہے نا پیچھے ہٹا ہے۔

لیکن آپ شاید بھول رہے ہیں۔۔ صنف نازک سے کھیلنے کا شوق آپ کو ہے مجھے نہیں تو مجھے ان سب کاموں سے دور رکھا کریں۔

بھول گئے ہیں آپ کہ ہماری ڈیل تھی آپ اب عورت ذات کو ہمارے دندھے میں شامل نہیں کریں گے۔۔ وہ غرایا تھا۔

میں اپنے کہنے ہر چلتا رہا۔ لیکن آپ وعدہ خلافی کر رہے ہیں۔ اود بیسٹ سے وعدہ خلافی کا مطلب جانتے ہیں نا۔

وہ دھاڑا تھا۔

کنگ کا چہرہ پھیکا پڑا۔

امن میں کچھ بھی نہیں بھولا۔۔ یہ لڑکیاں تو بانو بائی خود ہمارے حوالے کر رہی تھی اسے پیسے چاہیے تھے اور ہمیں لڑکیاں کوئی زبردستی تو نہیں بھیج رہا تھا میں۔۔

کنگ دھیمے لہجے میں بولا تھا۔۔

دیکھو امن تم میرے لیے میرے بیٹوں کے جیسے ہو۔ میں نے تمہیں پالا ہے اس مقام تک پہنچایا ہے۔۔ میں کیوں تمہارا برا چاہوں گا۔۔ وہ امو شنل ایکٹینگ کرتے بولا۔۔

امن نے بے زارگی اسکا ڈرامہ دیکھا اور ٹھپ سے سکریں اوف ہو گئی۔۔
کنگ کا چہرہ بے عزتی کے احساس سے سرخ پڑا۔۔



ا۔ امن۔ م۔ میں تو۔ بس کنگ کو۔۔

امن کا زور دار مکا اسکا منہ بند کر گیا۔۔ کچھ ہی دیر میں کبیر زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔۔

امن نے اسکے قریب بیٹھتے سگریٹ سلکھائی۔۔

اگر آئندہ یہ زبان کنگ کے سامنے کھلی یا کچھ بھی الٹا سیدھا بولا تو یہ زبان بولنے لائق ہی نہیں رہے گی۔۔ وہ جلتی سگریٹ اسکے منہ کے قریب کرتے بولا۔

کبیر نے خوف سے اس جلتے شعلے کو دیکھتے سر ہلایا۔۔

امن نے گارڈ کو اشارہ کرتے اسے ہو سپٹل کے جانے کا بولا اور خود سٹدی میں بند ہو گیا۔۔



آخر وہ ہے کون جو میرے عصاب پر اس طرح سے چھا رہی ہیں۔ کیوں وہ ہمیشہ مجھے بے بس کر دیتی ہیں۔ کیوں انکے سامنے یہ دل ڈھڑک ڈھڑک کر پاگل ہو جاتا ہے۔۔

کیوں انکے سامنے آنے سے میری سانسیں انکی محتاج ہو جاتی ہیں۔ آخر کیوں مجھے تو نفرت ہے ناصنف نازک سے لیکن ان سے کیوں نہیں کوئی۔۔

کیوں کہ انکے سامنے موم کا ڈھیر بن کر پگھل جاتا ہوں۔۔ وہ دشمن ہیں میری۔۔ مجھے دنیا کے سامنے بے نقاب کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہی ہیں۔ لیکن کیوں آخر وہ اس فیلڈ سے جڑی ہی کیوں۔۔ وہ تو ڈاکٹر ہیں نا پھر یہ سب اسکا دماغ الجھ گیا۔۔

اسے نورین نے ہی بتایا تھا کہ وہ ڈاکٹر ہے۔۔

تھک کر آنکھیں موندے اسنے سگریٹ کا گہرا کش کیا تھا۔ اسکے سامنے بریسلیٹ میں چھوٹے چھوٹے چاند ستارے جھلملا رہے تھے۔۔



یہ اس واقع کے کچھ دن بعد کی بات تھی۔ عینا اور باسط کی ٹیم بہت مطمئن تھی انکی اتنی بڑی جیت ہوئی جسکی پارٹی بھی وہ لوگ منا چکے تھے۔ عینا آیت سے ملنے ارسل ولا گئی تھی۔۔۔

وہ دونوں کچن میں کھانا بنا رہی تھی جب آیت کو چکرایا۔۔۔

وہ لڑکھڑائی۔۔ آیت۔۔ عینا نے اسے سنبھالا۔۔ کیا ہوا۔۔ عینا نے جلدی سے اسے بٹھاتے پانی پلایا۔

پتا نہیں چکر آرہے ہیں دو تین سے یہی ہو رہا۔۔

دو تین دن سے۔۔ تو نے ڈاکٹر کو چیک کروایا۔۔ ارسل کو پتہ ہے۔۔؟ عینا نے پریشانی سے پوچھا۔۔

نہیں۔۔ ہلکا سے چکر ہی تھا شاید ویکنیس کی وجہ سے اس میں بتانے والی کیا بات تھی۔۔

کیوں بات نہیں تھی پاگل ہے تو چل ابھی میرے ساتھ ہو سپٹل چل۔۔ عینا نے اسے لتاڑا۔۔

نہیں عینا میں بالکل ٹھیک ہوں معمولی سا چکر ہی ہے۔۔
آیت ضد مت کر چل۔۔

وہ اسے زبردستی ہو سپٹل لے آئی تھی۔۔

ڈاکٹر عینا کے ہو سٹل کی ہی تھی سوا سے جانتی تھی۔۔ اسنے اسکا چیک اپ کیا اور کچھ ٹیسٹ کروانے کو کہا تھا۔۔ فلحال انہیں بتایا کچھ نہیں۔۔

میم یہ ٹیسٹ کی رپورٹ کسکے نام کی ہے۔۔ نرس نے ڈاکٹر سے پوچھا۔۔

وہ ڈاکٹر عینا کے۔۔ ابھی ڈاکٹر نے اتنا ہی کہا تھا کہ اسکا فون رنگ ہونے

لگا۔ ڈاکٹر فون کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔

نرس نے عینا کا نام سنتے رپورٹس ڈاکٹر عینا شاہ کے نام کی دے دیں۔۔

ڈاکٹر جب فون سے فری ہوئی تو وہ نرس وہاں سے جا چکی تھی۔۔ ڈاکٹر اسے
بعد میں بتانے کا سوچتی اپنا کام کرنے لگی۔۔



زینی آج شاہ ولا آئی تھی۔۔ وہ لوگ سب باتوں میں مصروف تھے جب زینی
نے اپنے بجتے فون کو دیکھتے ایکسکیوز کیا تھا۔ وہ باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔ جب وہ
فون پہ بات کرتے مڑی تو وہ سامنے سے آتی ملازمہ سے ٹکرا گئی۔۔
اندھی ہو کیا نظر نہیں اتا۔۔ وہ اس ملازمہ پر چلائی۔۔
س۔ سوری میم غلطی ہو گئی۔۔ وہ ملازمہ معافی مانگتی نیچے گری فائل اٹھانے
لگی۔۔

زینی سر جھٹکتے وہاں سے جانے لگی جب اسکی نظر نیچے گری فائل پر گئی۔۔
ادھر دو۔ وہ ملازمہ فائل لے کر جاتی جب زینی نے اسے روکا۔۔

میم یہ عینا میم کے لئے ہے۔۔ وہ ملازمہ گھبرائی سی بولی۔۔

مینے کہا ادھر دو مجھے۔۔ میں دے دوں گی اسے۔۔ وہ سختی سے بولی۔ ملازمہ
نے فائل اسکے حوالے کر دی۔۔

زینی نے اسکے جاتے ہی جلدی سے فائل کھولی۔۔

پر گینسنسی رپوٹس۔۔ وہ زیر لب بڑبڑائی۔۔

عینا کے نام کی پوزیٹور پورٹس دیکھتے وہ حیران رہ گئی۔۔ اسے بہت بڑا دھچکا لگا
تھا۔۔

لیکن عینا اور مرتسم کی رخصتی نہیں ہوئی ابھی تو یہ۔۔ وہ الجھی۔۔

لیکن پھر کچھ سوچتے اسکی آنکھیں چمکیں۔۔

ماما میرا کوئی پارسل آیا تھا کیا۔۔ عینا سیڑھیوں سے اترتی بولی۔۔ اس سے

پہلے کہ کوئی کچھ بولتا زینی کی بلند آواز وہاں گونجی تھی۔۔

کہیں تم یہ تو نہیں ڈھونڈ رہی۔۔ زینی فائل بلند کرتی بولی۔۔

اسکی تیز آواز پر وہاں خاموشی چھا گئی۔۔

عینا نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔۔ وہ ایسے تمسخر سے کیوں بول رہی تھی۔۔

کیا ہے زینی۔۔ ماما نے سنجیدگی سے اس سے پوچھا۔۔

یہ تو آپ اپنی لاڈلی بہو سے پوچھیں نا کیا ہے یہ۔

کیوں عینا تم بتاؤ گی یا میں بتاؤ۔۔ وہ طنز یہ لہجے میں پوچھ رہی تھی۔۔

مر تسم نے سرد نظروں سے اسے دیکھا۔۔

پہیلیاں نہ بھجوا زینی کیا ہے یہ۔۔ عینا تم بتاؤ کیا ہے یہ۔۔ ماہم اپیانے پوچھا

تھا۔۔

پر گیننسی رپورٹس ہیں ماما آپ کی لاڈلی بہو کی وہ بھی پوزیٹو۔۔ زینی عینا کے

بولنے سے پہلے بول اٹھی۔۔

کیا بکو اس کر رہی ہو زینی۔۔

ماہم غصے سے بولی۔۔

بکو اس نہیں کر رہی سچ بول رہی ہوں وہی سچ جو یہاں ان رپورٹس پر لکھا

ہے۔۔ بن بیاہی ماں۔۔۔

عینا کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔۔

زینب کیا کہہ رہی تھی اسکی سمجھ سے باہر تھا۔۔ وہ بس ساکت سی اسے دیکھتی رہی۔۔

زینب۔۔ وجدان بھائی کی آواز اونچی تھی۔۔ انہوں نے آگے بڑھتے زینبی سے وہ رپورٹس چھینی تھیں۔۔ جیسے جیسے وہ پڑھتے جا رہے تھے انکی آنکھوں میں اور چہرے میں بے یقینی تھی۔۔

انہوں نے بے یقینی سے سراٹھاتے عینا کی طرف دیکھا جو انکی بے یقین نظریں خود پر محسوس کرتی جھٹکے سے ہوش میں آئے تھی۔۔

انکے ہاتھ سے رپورٹس لیتے اسنے تیزی سے نظر دوڑای۔۔ لیکن وہاں۔۔ وہی لکھا تھا جو زینبی کہہ رہی تھی۔۔

اسنے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔۔

ی۔ہ میری۔ نہی۔ نہیں یہ۔۔ اسکا لہجہ لڑکھڑا گیا۔۔ یہ میری نہیں ہیں۔۔ یہ
جھوٹ ہے۔ وہ نفی میں سر ہلاتی تیزی سے مضبوط لہجے میں بولی
تھی۔۔ مر تسم نے سختی سے مٹھیا بھنچیں تھیں۔۔۔
ہمیں پتہ ہے بچے ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی۔۔ وجدان بھائی اسے اپنے
حصار میں لیتے بولے تھے۔۔
غلط فہمی کیسی۔۔ تمہارا نام لکھا ہے۔۔ اور ریزلٹ پوزیٹیو۔۔

لیکن مینے کوئی ٹیسٹ نہیں کروائے تو یہ میری کیسے ہو سکتی ہے وہ زینی پر
چلائی۔۔۔

مر تسم بے تاثر نظروں سے زینی کو دیکھ رہا تھا اسکے چہرے سے جاننا مشکل تھا
کہ اسکے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔۔

شاہ۔۔ شاہ یہ میری نہیں مجھے نہیں پتہ یہ کیسے۔۔ یہ رپورٹس میری نہیں
شاہ۔۔ وہ تیزی سے مر تسم کی طرف لپکتی بولی تھی۔

مر تسم نے ایک سخت و سرد نظر زینی پر ڈالی۔۔ اپنے سامنے کھڑی عینا کو ایک ہاتھ سے اپنے حصار میں لیتے اسے اسکا سر چوما۔۔

شاہ کی جان۔۔ شاہ کو پتہ ہے۔۔ اپنے کہہ دیا نا تو بس۔۔۔۔۔
وہ اسکے بال سہلاتا نرمی سے بولا۔۔

زینی نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ۔۔

میری بیوی نے کہہ دیا وہ اس بارے میں کچھ نہیں جانتی تو بس بات ختم۔۔ وہ
سرد لہجے میں بولا۔۔

ایسے کیسے بات ختم اگر یہ عینا کی نہیں تو پھر کسی ہیں۔۔ وہ اسکے عینا کے لیے
اتنے نرم لہجے پر سلگ کر بولی تھی۔۔

عینا جو مر تسم کے سینے میں منہ دیے رونے میں مصروف تھی۔۔ زینی کے
سوال پر پلٹ کر اسے دیکھا۔

بس کرو زینی ماما نے سختی سے اسے کہا۔۔ ہمیں عینا پر پورا یقین ہے۔۔

ایک منٹ۔۔۔ اس سے پہلے کہ زینی پھر سے کچھ کہتی عینا تیزی سے بولی
اسکے دماغ میں یکدم سے دھماکہ ہوا۔

مرتسم کا حصار توڑتے اسنے تیزی سے ٹیبل سے اپنا فون اٹھاتے۔

ڈاکٹر سندس کا نمبر ملایا تھا۔۔ فون سپیکر پر تھا۔۔

ہیلو۔۔ اسکے ہیلو کہنے پر عینا تیزی سے بولی۔۔

ڈاکٹر سندس عینا بول رہی ہوں۔۔ کل میں آیت کے ساتھ آپسے اسکا چیک

اپ کروانے آئی تھے۔۔ اور اسکے ٹیسٹ بھی کروائے تھے اپنے۔۔

جی جی مجھے یاد ہے عینا۔۔ ڈاکٹر سندس بولیں تھیں۔۔

اور مبارک ہو۔۔

She is one month pregnant..

لیکن آپکو بتانا یاد نہیں رہا وہ نرس نے غلطی سے رپورٹس پر آیت کی جگہ آپکا

نام لکھ دیا تھا۔۔ ہیلو سن رہی ہیں اپ۔۔

جی جی۔۔ تھینکیو سوچ۔۔ میں بعد میں بات کرتی ہو آپ سے۔۔
اب کیا کہوں گی زینی۔۔ بات کی تصدیق کیے بغیر اسکو یوں نہیں بڑھانا
چاہیئے تھا تمہیں۔۔

عینا کا لہجہ سخت تھا اسنے پہلی بار زینی سے اتنے سخت لہجے میں بات کی تھی۔۔
سبکی نظریں خود پر محسوس کرتے زینی کا سر شرمندگی سے جھک گیا۔۔
ایم سوری میں تو بس وہی کہہ رہی تھی جو یہاں لکھا تھا۔۔ وہ حلق تر کرتی
بولی۔۔

دفعہ ہو جاؤ یہاں سے اس سے پہلے کہ میں تمہارا منہ توڑ دوں۔۔ مرتسم
دھاڑا تھا۔۔

وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہوئی۔۔
وہیں اسکی دھاڑ کر اسکے حصار میں کھڑی عینا کپکائی۔۔ اسنے سختی سے مرتسم
کی شرٹ دبوچی تھی۔۔

: ماضی

مہرنے ہو سپٹل جوائن کر لیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ مکمل زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی۔۔۔ بلکہ لوٹ آئی تھی۔۔۔

فرق صرف اتنا تھا کہ اب وہ پہلے کی طرح بات بات پر قہقہے لگا کر ہستی نہیں تھی۔ بس ہلکا سا مسکرا دیتی۔۔ بظاہر تو وہ خوش نظر کی نظر آتی تھی سب کو لیکن صرف وہی جانتی تھی وہ اندر سے کیسے بکھر چکی تھی۔۔

زندگی اپنی ڈگر کی طرف لوٹ آئی تھی۔۔ لیکن ایک بار سے طوفان تب چھایا جب عینا اپنے سٹاف کے ساتھ کراچی ایک کانفرس کے لئے گئی تھی۔۔۔

مر تسم خود اسے لے کر گیا تھا۔ اسنے چھ ماہ بعد اپنی آنکھوں سے پھر سے اسے دیکھا تھا۔ بالکل ویسے ہی جیسے چھ ماہ پہلے آخری بار دیکھا تھا۔

کانفرس کے بعد آتے ہوئے راستے میں انکی گاڑی خراب ہو چکی تھی۔ مر تسم اسے گاڑی میں بیٹھنے کا کہتے خود اس پاس کسی سے مدد کے لئے گیا تھا۔ عیناسیٹ سے سرٹکائے باہر سڑک پر نظریں جمائیں بیٹھی تھی اچانک اسے کسی کے چلانے کی آواز آئی۔۔ جیسے کوئی مدد کے لئے زور زور سے پکار رہا ہو۔۔

پہلے تو اسنے وہم سمجھتے اپنا سر جھٹکا لیکن آوازیں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں۔۔

اسنے گاڑی سے نکلتے مر تسم کو تلاش لیکن وہ اسے کہیں نظر نہ آیا۔ چیخنے کی آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔۔

اسے پھر سے انوشے یاد آئی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے انوشے اسے پکار رہی ہو۔ وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں قدم آواز کی جانب بڑھاتی گئی۔۔۔
مرتسم جو مدد کے لئے آدمی کو لے کر واپس آ رہا تھا اسے دور سے مہر کو اس طرف بھاگتے دیکھ کیا تھا۔ وہ اسکی پیچھے لپکا۔
مہر۔۔ مرتسم نے اسے پکارا لیکن وہ نہیں رکی۔
مہر جنگل میں اندر تک اچکی تھی۔۔ اس سے پہلے کہ وہ آگے قدم بڑھتی وہ ساکت رہ گئی۔۔

کیونکہ اسکے بالکل سامنے عارض تھا۔
بلکل وہی منظر تھا جو اسے چھ ماہ پہلے آخری بار دیکھا تھا۔
عارض کسی لڑکی پر جھکا ہوا اسکے ہونٹوں کو چھونے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ لڑکی اسکی گرفت میں پھنس چکی تھی۔
وہ حیوان پھر سے کسی پھول کو نوچ رہا تھا۔ مہر ماہ کو اس لڑکی میں انوشے نظر آئی۔۔

وہ ایک ہی جست میں اس تک لپکی۔۔

نوشے۔۔ نوشے تو تول گئے۔۔ مجھے پتہ تھا تجھے کچھ نہیں کو سکتا۔۔ تو فکر مت کر میں ہونا تجھے کچھ نہیں ہوگا۔۔

وہ عارض کو پوری قوت سے دھکا دیتی اس لڑکی کی طرف بڑھی تھی۔۔ جو نڈھال سی تھی۔۔

عارض نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔

ہاں وہ وہی وہ مہرماہ شاہ ہی تھی۔۔ لیکن مہرماہ شاہ تو مرچکی تھی نا تو پھر یہ۔۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوچتا۔۔

مہر۔۔۔ کے نام کی پکار پر وہ جلدی سے ہوش میں آتا وہاں سے بھاگا تھا۔۔ مہر۔۔ مر تسم اسے دیکھ چکا تھا وہ جلدی سے اسکی طرف بڑھا جو اس نیم بے ہوش لڑکی کو خود میں چھپائے ہوئے ساتھ کچھ بڑبڑا رہی تھی۔۔

میں تجھے کچھ نہیں ہونے دوں گی۔۔ میں چھپالوں گی تجھے ہم عارض کو مار دیں گے۔۔

مر تسم جب اسکے قریب پہنچا تو وہ یہی الفاظ دہرا رہی تھی۔۔
مہر۔۔ مہر مر تسم نے اسے جھنجھوڑا۔۔

کیا کر رہی ہیں آپ یہاں پہ۔۔ کون ہے یہ لڑکی۔۔
شاہ یہ۔۔ یہ میری انو۔۔ دیکھیں۔۔ یہ۔۔

مہر نے اس لڑکی کا چہرہ سامنے کیا لیکن یہ تو انو نہیں تھی۔۔
وہ جھٹکے سے پیچھے ہوئی تو وہ لڑکی جو اسکے سہارے تھی لہرا کر زمیں پر گری۔۔
ش۔ شاہ وہا۔ اگیا وہ عارض۔۔ وہ انو کو۔ بلارہی تھی وہ۔۔
وہ بے ربط جملے بول رہی تھی۔۔

مہر بس۔۔ مر تسم نے اسے خود میں بھینچا۔۔ بس میری جان کوئی نہیں ہے
یہاں پہ۔۔

کوئی عارض نہیں ہے۔۔ نہیں ہے انوشے۔۔ مر تسم نے اسکا چہرہ تھامتے
اسے سمجھایا۔۔

نہیں شاہ وہ تھا۔ وہ یہیں پہ تھا۔ اس سے پوچھیں۔۔ وہ تھا۔ اسنے اس لڑکی
کی طرف اشارہ کیا۔۔

مر تسم نے ایک نظر اس لڑکی کو دیکھا۔ مگر اسی پل نظریں پھیر گیا۔ اسکا
لباس پھٹ چکا تھا۔۔

مہر اسے ہماری مدد کی ضرورت ہے پلیز۔ ہوش میں آئیں۔۔ مر تسم نے سختی
سے اسے جھنجھوڑا وہ خاموش ہو گئی۔

مہر نے اس لڑکی کو دیکھا پھر اپنی شال اتارتے اسکے گرد لپٹ دی۔ اسکے پاس
ڈوپٹہ تھا۔۔

پھر وہ دونوں گاڑی ٹھیک کرواتے اسے اسلامباد لے آئے تھے۔ کیونکہ زیادہ
راستہ نہیں بچا تھا۔۔

وہ سیدھا ہو سپٹل آئے تھے۔۔ مہر کو کچھ ہوش نہیں تھا۔ مرتسم اس لڑکی کو
ہو سپٹل ایڈمیٹ کروا کے مہر کو گھر لے آیا۔ پولیس کیس بن رہا تھا۔ اس لیے
اسنے زین کو انفارم کر دیا۔۔

مہر بس ایک کٹی ڈالی کی طرح اسکے ساتھ کھینچی جا رہی تھی۔۔
وہ اسے سیدھا فلیٹ ہی لے آیا جو اسنے مہر کے لئے رکھا تھا۔۔



مرتسم نے احتیاط سے اسے بٹھاتے اسکے ہاتھ پر بینڈیج کی جہاں کھینچا تانی میں
اسے چوٹ لگی تھی۔۔

مہر۔۔۔ اسنے نرمی سے پکارا۔ لیکن وہ ایک نقطے کو تکتی رہی۔
مہر۔۔ پھر سے پکارا۔ مہر نے نظریں موڑ کر اسے دیکھا۔۔

وہ وہی تھا۔ مینے خود دیکھا وہ وہی تھا۔ اور نوشے وہ وہ بلار ہی تھی۔ چیخ رہی
تھی وہ تھی۔۔ ہاں وہ تھی۔۔ انسو گال بھگونے لگے
اور پھر وہ چھ ماہ بعد جو سنبھل چکی تھی اس شدت سے روئی کہ مرتسم سے
سنبھالنا مشکل ہو گیا۔۔

اگلے دو دن تک وہ بخار میں میں پتی رہی مرتسم نے گھر والوں کو بس یہی بتایا
کہ اسے اپنے گھر کی یاد آرہی تھی۔۔ ویسے بھی وہ شاہ ولا نہیں احمد ولا رہتی
تھی جہاں ولی اور ایک بزرگ عورت ہوتیں۔۔
ولی اور مرتسم کے علاوہ کسی کو بھی سچائی معلوم نہیں تھی۔۔



اسکی حالت کچھ ٹھیک کوئی تو اسے اس لڑکی کا خیال آیا۔

اسکے ضد کرنے پر ولی اسے اس لڑکی سے ملوانے لایا تھا۔ وہ لڑکی ٹھیک تھی
خطرے سے باہر تھی۔

اسکا نام عدن تھا۔

عدن نے پھر اسے بتایا کہ وہ ایک پرائیوٹ انویسٹمنٹ ہے۔۔ اور پھر کنگ کے
گینگ کے بارے میں اور عارض اس گینگ کا حصہ ہے یہ سب اسی نے بتایا
تھا۔۔

عارض کے وہاں ہونے کی تصدیق بھی ہو چکی تھی۔۔

عدن نے اسے بتایا تھا کہ وہ فیلڈ میں اپنی بہن کا بدلہ لینے کے لئے آئی تھی
لیکن خود بھی اسکا شکار ہونے والی تھی۔۔ اگر مہر اور مرتسم اسے نابچاتے
تو۔۔

مر تسم اور ولی کا کہنا تھا کہ مہر کو بھی عارض کے خلاف رپورٹ کرنی چاہئے۔ کیس ہونا چاہیے تاکہ انوشے کو انصاف مل سکے لیکن انہیں سب سے بڑا جھٹکاتب لگا جب عینا نے لائیر بننے کا کہا۔

اور اس فیلڈ میں جانے کا۔۔ مر تسم اور ولی کو کیا عراض تھا۔ لیکن لائیر بننے کے لئے اسے پھر سے اپنے اگلے کی سال لگانے پڑتے۔
سوانے لائیر کالج کی ڈگری ہی لی تھی باقی کچھ کورسز۔۔۔ پیسے پھینکنے کی دیر تھی ڈگری اسکے ہاتھ میں۔۔

لیکن مسئلہ یہ تھا کہ سب مہرماہ شاہ کو جانتے تھے کوئی بھی اسکے پاسٹ تک پہنچ سکتا تھا۔۔

اس لیے اسکا نام مہرماہ شاہ سے عینا شاہ کر دیا گیا جو کہ دانیں کی مرضی کا تھا۔
تب سے سب کے لئے عینا اور عین بن گئی۔۔

مہر سے بالکل مختلف۔ ہمت والی۔ بہادر ہر ڈر کا ڈٹ کر سامنے کرنے والی۔

لیکن مرتسم شاہ کے سامنے وہ بالکل کسی بچی جیسے ہی تھی۔ معصوم سی۔ جو
صرف دنیا کو دکھانے کے لئے چالاک ہونے کا ناطک کرتی۔۔ وہ اس سے ضد
کرتی اس سے ناراض ہوتی۔۔ فرمائش کرتی۔ لاڈاٹھواتی۔۔
مرتسم نے اسے گاڑی چلانا۔ بانک ریسینگ۔۔ گن چلانا یہاں تک کہ گھڑ
سواری بھی سکھائی تھی۔۔

بلکہ اسے کھانا بنانا بھی مرتسم نے ہی سکھایا تھا۔۔
جب پہلی بار اسے کھانا بنایا تھا تو اس کا حال کچھ ایسا تھا۔۔

مرتسم اسے اپنے ساتھ گاؤں لایا تھا۔ بی جان گاؤں کے کسی گھر کی ہوئی تھیں
اور بھا بھی سو رہی تھیں۔

جب وہ کچھ کام نیپٹا کے لوٹا۔ عینا کو ڈھونڈتے وہ کچن تک آیا۔۔
عین یہ کیا ہے۔ یہ کیا کیا اپنے ہر طرف بکھری چیزیں دیکھتے مرتسم نے
حیرانگی سے پوچھا۔۔

کھانا بنا رہی تھی شاہ۔ وہ مصروف سی بولی۔

کھانا۔ وہ صدمے سے بڑبڑایا یوں لگ رہا تھا جیسے کچن میں طوفان آیا ہو۔ خود بھی وہ بکھری حالت میں تھی۔

ہمم۔۔ عینا نے سر ہلایا۔

کیا بنایا ہے۔۔ مرتسم نے اسے دیکھتے ہیں پوچھا۔

عینا نے مڑ کر اسے دیکھا۔

مڑ چکن۔ مڑ پلاو۔ مڑ پنیر۔ انکھیں پٹیٹاتے کہا۔

سب بن گیا۔ مرتسم نے شوک سے پوچھا۔

نا۔ عینا نے نفی میں سر ہلایا۔ یہ سب تو صرف سوچا تھا۔ نزاکت سے کہا۔

تو پھر بنایا کیا۔ مرتسم نے چونک کر پوچھا۔

مڑ۔۔ فوراً جواب آیا۔

مرتسم نے بے ساختہ لب دباتے اپنی ہسی کنٹرول کی۔

وہ ایسی حرکتیں کرتی تھی کہ مرتسم کو بالکل پانچ سالہ بچی لگتی۔۔
وہ پوری طرح سے عینا بن چکی تھی جسکے اس پاس کوئی غم نہیں بھٹکتا تھا۔۔
وہ ارسل۔۔ عادی۔ شہر یاد اور آیت مل کر سبکو پریشان کرتے تھے۔
ارسل اور وہ دونوں تو کرایئم پاٹنر تھے۔
ولی سے اسکا رشتہ بہن بھائی سے بڑھ کر تھا۔۔
وہ ان سب کے لئے انکی عین تھی۔ ہستی مسکراتی۔ زندگی سے بھرپور
لڑکی۔۔



اسی دوران ماہم اور وجدان جنکا بچپن میں ہی نکاح ہو گیا تھا۔ انکی شادی کی
تاریخ طے کر دی گئی تھی۔۔

بے شک وہ ایک ہی گھر میں تھے لیکن انہوں نے رسم نبھاتے باقاعدہ رشتہ ڈالا تھا۔

اسی ہسی خوشی میں شادی کی تیاریاں شروع ہوئیں۔۔۔
سب لوگ عیشاء کے بعد جمع ہوتے اور رات مل کر شغل لگاتے اسی میں مایوں کا دن آچکا تھا۔

ہر طرف شور اٹھاتا تھا۔۔۔ لڑکیاں اپنی تیاریوں میں مصروف تو لڑکے گھر کی تیاریوں میں جنکا شادی میں یہیں کام ہوتا ہے۔۔۔ اسی بھاگ دوڑ میں آخر کو شام ہو گئی تھی۔۔۔ مہمان آنا شروع ہو چکے تھے۔

لڑکیاں سب ایک طرف تو لڑکے سب ایک طرف تھے۔۔۔
چھوٹا سا فنکشن تھا اس لیے زیادہ لوگ نہیں تھے۔۔۔
نکاح تو پہلے ہی ہو چکا تھا اس لیے فنکشن اکھٹا تھا۔

لڑکیوں میں سب نے ایک طرح کی ڈریسنگ کی تھی۔۔۔

پرپل اور سیلو کلر کے کمبینیشن میں شرارے پہنے ہوئے ہوئے تھے۔

وہ لوگ ماہم کو ایک دوپٹے کے سائے میں جھولے کی طرف لا رہی تھیں۔

ماہم نے فل پیلے کلر کا شرارہ پہنا ہوا تھا۔ ساتھ پھولوں کی جیولری اور لائٹ

سے میکاپ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

لڑکے جو پہلے ہی وجدان کو لاچکے تھے سب سیدھے کھڑے ہوئے۔

مرتسم جوارسل کی کسی بات کرا سے گھور رہا تھا اسکے ٹھوکا مارنے پر سامنے کی

طرف دیکھا۔۔۔ وہ ساکت کھڑا رہ گیا۔

پرپل کرتی جو اسکے گھٹنوں تک تھی۔ اسکے دامن۔۔۔ گلے اور بازوؤں پر ہلکا سا

گولڈن کام تھا۔ ساتھ ہی پرپل شرارہ اسکے ساتھ سیلوڈوپٹہ جسکے باڈر پر کام

ہوا تھا۔

گھنی پلکوں کو مسکارے سے سجایا ہوا تھا۔ لائٹ سی لپسٹک تھی۔۔۔ چاکلیٹی

بالوں کو ہالف کیچر میں باندھے وہ مرتسم شاہ کی دھڑکنیں بڑھا چکی تھیں۔

مر تسم کو پہلے اپنی دھڑکن رکتی محسوس ہوئی لیکن جیسے جیسے وہ قریب آتی جا رہی تھی اسے اپنی دھڑکن میں رقص ہوتا محسوس ہوا۔

دوپٹے کے سائے میں ماہم کے ساتھ وہ وشہ کی کسی بات پر کھلکھلا رہی تھی۔۔ مر تسم نے یہ منظر آنکھوں کے ذریعے دل میں اتارا تھا۔

ماشاء اللہ۔۔ اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔

بس کر دے بھائی تیری ہی ہے۔۔ ارسل نے اسکے گلے میں بازو ڈالتے اسے لتاڑا تھا۔

مر تسم نے چونک کر عینا سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا۔

ارسل اسے چمکتی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

اسکا بازو ہٹاتے مر تسم نے بالوں میں ہاتھ چلاتے گہری سانس بھری۔

وہ خود بھی اس وقت بلیک کرتے میں لڑکیوں کے دلوں پر چھایا ہوا تھا۔۔

وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا جب عینا نے یہاں وہاں نظریں دوڑاتے اسے تلاش کیا۔۔۔ وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔۔



عینا لوگوں نے ماہم کو لا کر وجدان کے برابر بٹھا دیا۔

اسکے بعد رسم شروع ہوئی۔۔ بڑوں کے بعد اب بچے اپنا ہلہ گلا جاری کیے ہوئے تھے۔۔

عینا نے ماہم کو ہلدی لگاتے شرارت سے ارسل کو دیکھا جس نے وشہ کو زبردستی ہلدی لگائی تھی۔۔

کچھ سوچ کہ وہ لب دانتوں میں دبائی مسکرائی تھی۔۔
مرتسم جو اسے ہی دیکھ رہا تھا اسکی حرکت پر گہرا مسکرایا۔۔

ارسل۔۔ عینا نے اسے پکارا۔۔

ہاں کیا ہوا۔۔ اسنے مڑتے عینا کو دیکھا۔۔

وہ تمہیں وہاں شاید کوئی بلارہا ہے۔۔ عینا نے معصومیت سے اسے دیکھتے
دوسری طرف اشارہ کیا تھا۔۔

کہاں۔۔۔ ارسل نے اس طرف دیکھا۔۔۔

عینا نے تیزی سے ہل دی سے بھر ادوسرا ہاتھ اسکے چہرے پر مل دیا۔۔

ہاہاہاہاہاہا۔۔۔ سب کے قمقمے گونجنے لگے۔۔۔

ارسل نے صدمے سے اسے دیکھا۔۔ تو رک اب میں بتاتا ہوں تجھے۔۔

وہ جلدی سے ہاتھ بھرتا اسکے پیچھے بھاگا۔۔

پہلے پکڑ تو لے۔۔ عینا کھلکھلا کر وہاں سے بھاگی تھی۔۔

رک اب بھاگ کہاں رہی ہے۔۔۔ ارسل اس کے پیچھے بھاگتا بولا۔۔

ارسل پہلے تو نے شروع کیا تھا۔ بس کرا ب تو۔۔ اہہ

وہ ہیل میں بامشکل بھاگتی بولی تھی لیکن اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ

سامنے کسی سے ٹکراتی تیزی سے آنکھیں میں چکی تھی۔۔

مرتسم جوانکی شرارت پر ہوتا فون سننے باہر کی طرف جارہا تھا۔۔ اچانک سے
عینا بھاگتی اس سے ٹکراتی زمین بوس ہوتی وہ اسے اپنے مضبوط حصار میں قید
کر چکا تھا۔۔

عینا نے گرنے کے ڈر سے آنکھیں میچیں ہوئی تھی۔۔۔
لیکن خود کو سہی سلامت پا کر اسنے ایک آنکھ کھول کر دیکھا۔
سامنے مرتسم کو دیکھتے اسنے پوری آنکھیں کھولیں۔۔

میں بچ گئی شاہ۔۔ وہ خوش ہوتی بولی۔۔

مرتسم نے لب دباتے مسکراہٹ کنٹرول کی۔۔
اسنے اسے سیدھا کیا۔۔

ہا۔۔ عینا کا منہ کھل گیا۔ کیونکہ اسکے ہاتھ جو ہلدی سے رنگے
تھے۔ مرتسم کا بلیک کرتا غرق کر چکے تھے۔۔

سوری شاہ۔۔ مینے جان بوجھ کر نہیں کیا۔۔ وہ منمنائی۔۔
ارسل کب کا وہاں سے کھسک چکا تھا۔۔

لیکن کیا تو ہے نا۔۔ مرتسم نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔۔
اب اسکی سز بھی ملے گی۔۔

ہیں کونسی سزا۔۔ عینا نے حیرانگی سے پوچھا۔۔

مر تسم نے نامحسوس انداز میں ارد گرد دیکھا۔ وہ لوگ لان کے پچھلے حصے میں
کھڑے تھے۔۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔۔

عینا نے الجھ کر اسکے تاثرات دیکھے۔۔

مر تسم نے اسے دیکھتے اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے گال سے مس کیا۔۔ جس
سے ان پر لگی ہلدی مر تسم کے رخسار پیلے کر گئی۔۔
اسکا منہ کھل گیا۔۔ مر تسم اسکے کھلے منہ کو نظر انداز کرتے۔ اس پر جھکا۔

عینا اچانک سے پیچھے ہوئی لیکن اسکی کمر کے گرد مر تسم کے بازو نے اسکی
کوشش ناکام کر دی۔۔

مر تسم نے جھکتے اسکے دائیں گال سے اپنا گال مس کیا۔۔ یہی عمل اسنے بائیں
طرف کیا۔۔ جس سے اسکے گالوں پر لگی ہلدی عینا کو بھی رنگ گئی۔۔

وہ جھنپ گئی۔۔ اپنے گال پر ہوتی اسکی بیڑڈ کی چھبن سے وہ کسمسائی۔۔
مر تسم نے نرمی سے اسے اپنے حصار سے آزاد کرتے اسے دیکھا جسکے چہرے
پر کی رنگ جگمگا رہے تھے۔۔
وہ مبہوت سا اسکے گلابی چہرے کو دیکھ رہا تھا جو اسکی زرا سی قربت پر کانوں کی
لوتک سرخ ہو گئی تھی۔۔

عینا ایک جھٹکے سے پیچھے ہوتی وہاں سے بھاگی تھی۔۔
مر تسم جیسے ہوش میں آیا۔۔

گہری سانس بھرتے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔



سب مہمان جا چکے تھے۔ بڑے بھی اپنے اپنے کمروں میں تھے۔

اب وہاں صرف ینگ پارٹی تھی۔

جو اپنا شغل لگانے والے تھے۔۔ لڑکیاں سب ایک طرف بیٹھی تھیں اور

لڑکے ایک طرف۔۔ مر تسم کے علاوہ سبھی یہاں تھے۔۔

لڑکوں میں ڈھولکی زین کے ہاتھ میں تھی۔۔

لڑکیوں میں دانین نے ڈھولکی پکڑی تھی۔۔

دونوں ہی بہت اچھی ڈھولکی بجا رہے تھے۔۔

وہ لوگ مقابلے بازی میں پٹے گارے تھے۔۔ یقیناً آج کی یہ رات حسین

ہونے والی تھی۔۔

لڑکیاں ایک دوسرے سے پوچھ رہی تھیں کہ کیا گائیں۔۔
میں کرتی ہوں شروع۔۔ عینا جلدی سے بولی۔۔

کنڈالگ گیا تھا لی نو۔۔۔۔۔

ہاتھاوتے مہندی لگ گی اک قسمت والی نو۔۔
لڑکیوں نے اسکے پیچھے دہرایا تھا۔۔

آگے سے جواب لڑکوں نے دیا تھا۔۔
دیسماں داراجہ میرے بابل داپیارا۔۔
امی دے دل داسہارا

نیویر میر گھوڑی چڑیا

لڑکیاں ہس ہس کے پاگل ہوئی تھیں۔۔ کیونکہ یہ لائینز لڑکیوں کی
تھیں۔۔

تھالی وچ پستہ۔۔۔۔۔

تھالی وچ پاپستہ

تیرا میرا پیار پے گیا

میری ماں کو لوں منگ رشتہ۔۔۔

یہ دانیں نے گایا تھا۔۔۔ لڑکیاں کھلکھلائیں تھیں۔۔۔

کوٹھے کوٹھے آواں گا

یہ تیری ماں نے رشتہ نادیتا

تینوں کڈ کے لے جاواں گا۔۔۔

زین نے کالر جھاڑتے کہا تھا۔۔۔ لڑکے اٹھلائے تھے۔۔۔

باغی وچ منجی کوئی نا

سار اجگ چھان ماریا

اوچے قد دی کڑی کوئی نا

لڑکیوں نے بھی ایک ادا سے گایا تھا۔

لڑکے بس منہ دیکھتے رہ گئے کیونکہ انھیں انکا جواب نہیں آتا تھا۔

یا ہوووو۔ تو یہ ہوا ہمارا ایک پوائنٹ۔

وشہ جلدی سے اٹھتی سامنے بورڈ پر اپنا ایک نمبر لکھتی بولی۔

باغی وچ آیا کرو

جدوں اسی سو جانڈے

تسی مکھیاں اڑایا کرو

ماہین بھا بھی نے گایا تھا۔

صائم بھائی جو کچھ دن پہلے ہی چھٹی پر آئے تھے۔ کیونکہ وہ آرمی میں تھے اس لیے انہیں بائے چانس ہی چھٹی ملی تھی۔ انہوں نے اسکا جواب دیا تھا۔

اسے مجیاں وی چاراں گے
تسی بس حکم کرو
اسی مکھیاں وی ماراں گے
ساتھ اشارہ بھی کیا تھا۔

سر کے تے روڑی اے
نالے سادا چھلہ لالیا

تے نالے انگل مروڑی اے

اس نے باقاعدہ انگوٹھی اتار کے دکھائی تھی۔۔۔ لڑکیوں نے اس کے پیچھے
دہرایا تھا۔۔

کوٹھے کوٹھے آواں گا

نالے تیرا چہلہ دیواں گا

♥ نالے انگل چڑاواں گا

عادی اپنی انگھوٹی زین کے ہاتھ میں انگوٹھی پہناتا بولا۔۔ جو اسکی حرکت پر
اچھلا تھا۔۔

لڑکیاں ایک بار پھر سے کھلکھلا دیں۔

آسمانی سات تارے

اساں ماہیا اولینا

جیڑ اسہرے وچوں آنکھ مارے
دانین نے زین کو آنکھ ماری تھی۔۔۔

لڑکے پھر چپ تھے کیونکہ انہیں اسکا جواب بھی نہیں آتا تھا۔۔۔
اس طرح ایک اور پوائنٹ انکا بڑھا تھا۔۔۔

آلو مٹر پکائے ہوئے آ

ساڈے نالوں بٹن چنگے

⊖ جیڑے سینے نال لائے ہوئے آ

عینا نے مرتسم کو آتے دیکھا گایا تھا۔ کیونکہ وہ تب سے لیپٹاپ پر ہی لگا تھا
ابھی بھی ایک بازو سے عاشق کو اٹھایا ہوا تھا دوسرے میں لیپ ٹاپ کو پکڑا ہوا
تھا۔ عینا نے تپ کر اسے دیکھا تھا۔

کوٹھے کوٹھے آواں گا
بٹنانوں پرے کر کے
تینوں سینے نال لاواں گا

مرتسم نے بھی بے شرمی سے گاتے عاشق کو ماہین بھا بھی کو پکڑا یا تھا وہ عاشق کو
ہی دینے آیا تھا۔

دل جیت لیا سالے۔۔ ولی اسے فلائنگ کس کرتا بولا۔۔

مرتسم نے اسے گھورتے ایک گہری نظر عینا کے سرخ ہوتے چہرے پر ڈالی
اور واپس مڑ گیا۔۔

دودھ کر داتے کڑنھ دیو

ہلے ساڈی شادی نا کرو

منڈا پڑھ داتے پڑھن دیو

وشہ نے باقاعدہ عادی اور شیر ی کو دیکھتے اشارہ کرتے گایا تھا۔

دودھ کڑھ کے ملائی ہو گیا

ہن ساڈی شادی کر دیو

منڈا پڑھ کے سدا ئی ہو گیا

شیر ی نے جلدی سے بیچارہ منہ بناتے کہا تھا۔

بس۔۔۔

وجدان بھائی جلدی سے بولے تھے۔۔ بہت رات ہو گئی ہے چلو بس اب سو

جاو۔۔

پہلے یہ تو بتائیں کہ لڑکیاں جیت گی نہیں بھائی۔۔۔ وشہ جلدی سے بولی۔۔۔

ہاں ہاں جیت گی لڑکیاں اب جاو۔۔۔

وجدان بھائی ایسے کیسے لاسٹ راؤنڈ۔۔۔

لڑکے جلدی سے بولے۔۔۔

لیکن۔۔۔ وجدان بھائی کچھ بولتے لڑکے جلدی سے اسے بٹھا گئے۔۔۔

لیکن ویکین کچھ نہیں چلو بیٹھو اپ۔۔۔

چلو تو شروع کرو۔۔۔ وہ ہاتھ اٹھاتے بولے۔۔۔

یہ کڑیاں نشے دیاں پڑیاں۔۔۔

⦿⦿ یہ کڑیاں نشے دیا پڑیاں۔۔۔

لڑکوں نے شروع کیا تھا۔۔۔

یہ منڈے گلی دے گنڈے۔۔۔۔

😊 یہ منڈے گلی دے گنڈے۔۔

ہاتوں سے اشارے کیے تھے۔۔

نشے دیاں پڑیاں۔۔

زین نے دانین کو آنکھ مارتے نشے پر زور دیا تھا۔۔

گلی دے گنڈے۔۔

دانین نے باقاعدہ گھور کر گنڈے پر زور دیا۔۔

مہندی لگا کے رکھنا۔۔

ڈولی سجا کے رکھنا۔۔

لینے تجھے اوگوری

آئیں گے تیرے سبنا۔

لڑکے ماہم کی طرف اشارہ کرتے بولے تھے۔۔ جو لڑکیوں کے درمیان
بیٹھی مسکرا رہی تھی۔۔

سہرا سجا کے رکھنا۔۔

چہرہ چھپا کر رکھنا۔۔

لڑکیوں نے بھی انہیں صاف اشارہ دیا تھا۔۔

یہ دل کی بات اپنے

♥ دل میں دبا کر رکھنا۔۔

انگلی اٹھا کر وارن کیا تھا۔۔

اڑاڑ کے تیری زلفیں

کرتی ہیں کیا اشارے۔۔۔
لڑکوں نے آبرو اچکائے تھے۔۔

دل تھام کے کھڑے ہیں
❀ عاشق سبھی کنوارے۔۔
لڑکوں نے باقاعدہ دل پہ ہاتھ رکھے تھے۔۔

چھپ جائیں ساری کڑیاں
گھر میں شرم کے مارے۔۔
لڑکیوں نے شرم مانے کی ناکام کوشش کی تھی۔۔

گاؤں میں آگئے ہیں۔۔
😊 پاگل شہر کے سارے۔۔

لڑکیوں نے پاگل ہونے کا اشارہ دیا تھا۔

لڑکوں میں کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔

لڑکے اپنی انگلی لائین بھول گئے تھے۔ جب پیچھے سے آتے مرتسم بولا تھا۔

میں اک جوان لڑکا

تو اک حسین لڑکی۔

یہ دل چل گیا تو

میرا قصور کیا ہے۔

وہ ارسل کے ساتھ بیٹھتا گیا تھا۔

رکھنا تھا دل میں قابو

◌◌ یہ حسن تو ہے جادو۔۔

جوابی حملہ عینا نے کیا تھا۔۔ لڑکیوں نے اس کے پیچھے دہرایا تھا۔۔

جادو یہ چل گیا تو

میرا قصور کیا ہے۔۔

عینا نے بال پیچھے جھٹکتے کہا تھا۔۔

مر تسم مسکرایا تھا اس کے بولوں اور ادا پر۔۔

رستا ہمارا تنہ۔۔

◌ دروازہ کھلا رکھنا۔۔۔

لینے تجھے اوگوری آئیں گے تیرے سبنا۔۔

انہوں نے وجدان کو آگے کیا تھا۔۔

کچھ اور اب نا کرنا

کچھ اور اب نا کہنا
یہ دل کی بات اپنے
♥ دل میں دبا کے رکھنا
لڑکیاں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔۔

مہندی لگا کے رکھنا
ڈولی سجا کہ رکھنا
لینے تجھے او گوری
آئیں گے تیرے سبنا

لڑکے بھی کھڑے ہوتے بھنگڑا ڈالنا شروع ہوئے تھے۔۔
اسی ہسی مزاق میں وہ لوگ اپنی مقابلہ بازی ختم کرتے تھکان سے بند ہوتی
آنکھوں سے اپنے کمروں کی طرف بڑھے تھے۔۔

: ماضی

لڑکیو اٹھ جاؤ اور کتنی دیر سونا ہے۔۔
چھوٹی ماما تیسری بار انہیں اٹھانے چکی تھیں۔
لیکن وہ فجر کے بعد ایسی سوئی تھیں کہ ابھی تک نہیں اٹھیں۔۔
اٹھ رہی ہو تم لوگ کہ نہیں۔۔ وارنگ دینے والا انداز تھا۔۔

کیا ہے ماما پر سونے دیں نا۔۔ بولنے والی وشہ تھی۔۔
جبکہ دانین اور عیناب جمائی لیتی اٹھ بیٹھیں تھیں۔۔
ماہم دوسرے کمرے میں تھی۔۔

وشہ اٹھ جاؤ ابھی اتنے کام پڑے ہیں۔۔ پھر تم لوگوں کی اپنی تیاری ختم نہیں ہوتی۔۔

ماما نے اسے ڈانٹا وہ منہ بناتی اٹھ بیٹھی۔۔

نیچے آتے سب نے لہجہ کیا اور پھر کاموں میں جٹ گئے۔۔

اسی ہلے گلے میں شام آ پہنچی۔۔

مہندی کا فنکشن کمبائن نہیں تھا۔۔ لڑکوں اور لڑکیوں کا الگ الگ تھا۔۔

لان کا ایک حصہ لڑکوں کا تھا جبکہ دوسرا لڑکیوں کا۔۔ درمیان میں

خوبصورت سی پھولوں کی دیوار بنائی گئی تھی۔۔

لڑکیاں سب پارلر جا چکی تھیں۔

جبکہ لڑکے ابھی باہر کا انتظام دیکھتے موالی بنے پھر رہے تھے 😊۔۔

شام کے سات بجے تک وہ لوگ سب ریڈی تھے۔۔



اپنا یہ آپکا سامان۔۔

وہ جلدی میں بولتا تیزی نے اندر آیا۔ لیکن بات کرتے جب سامنے دیکھا تو رک گیا۔۔

کان میں بالی پہنتے عینا نے اسکی آواز پر جھٹکے سے سراٹھاتے آئینے میں اسکے عکس کو دیکھا۔۔

دونوں کی نظریں ملیں وہ پلکیں جھپکائیں بغیر ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔۔
مر تسم مبہوت سا اسکو دیکھ رہا تھا۔۔

جب اسکے فون کی بجتی بیل نے دونوں کو ہوش کی دنیا میں لا پٹکا۔۔
عینا ہوش میں آتی جلدی سے بیڈ پر پڑا دوپٹا اوڑھ گی۔۔

وہ اپنا پار لر گی ہیں۔۔ وہ جلدی سے بولی۔۔

مر تسم نے بمشکل اس پر سے نظریں ہٹاتے اثبات میں سر ہلایا۔۔

عینا نے لائٹ پنک کلر کا لہنگا پہن رکھا تھا۔۔ لہنگے کے باڈر پر کام ہوا تھا۔ جبکہ باقی جگہ پر چھوٹے چھوٹے پھول بنے ہوئے تھے۔۔

چھوٹی سی گرین کلر کی کرتی جسکے بازوؤں اور گلے پر کام ہوا تھا اس پر بہت جج رہی تھی۔۔

لائٹس سے میکاپ کے ساتھ بالوں کے اطراف سے مانگ نکال کر آدھا پیچھے باندھا گیا تھا۔۔ چہرے کے اطراف میں دو آوارہ لٹیں جھول رہی تھیں۔

ایک کان میں چھوٹی سی بالی چمک رہی تھی۔ جبکہ دوسرے میں وہ شائید ڈالنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

عینا اسکی نظروں سے کنفیوز ہو رہی تھی۔۔
کچھ چاہیے اچو۔۔ وہ پوچھ بیٹھی۔۔

مرتسم نے چونکتے اس پر سے نظریں ہٹائیں۔۔۔ بے بسی سے بول میں ہاتھ
پھیرتے گہری سانس بھری۔۔

عینالب کاٹتی اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔
مرتسم نے اسکی جانب قدم بڑھائے۔۔
عینا نے نا سمجھی سے اسکا قریب آنا دیکھا۔۔

وہ اسکے بالکل پاس کھڑا ہوا۔۔ عینا کو اسکے کلون کی خوشبو اپنی نتھوں میں گھلتی
محسوس ہوئی۔۔

میں پہنادوں۔۔؟ اسکی ہاتھ سے بالی لیتے پوچھا۔۔

عینا نے بے ساختہ ہاں میں سر ہلا دیا۔۔

مرتسم نے اسکا رخ آئینے کی طرف موڑتے بالی اسکے کان میں سجادی۔۔
عینا ان دونوں کا عکس آئینے میں دیکھتی مسکرا دی۔

کتنے مکمل لگ رہے تھے نادونوں ساتھ۔۔

مر تسم نے بالی پہناتے آئینے میں اسکی طرف دیکھا تو وہ جھنپ کر نظریں
جھکا گئی۔۔

آپکو پتا آپکی یہ طلسماتی آنکھیں جادو کرتی ہیں مجھ پر۔۔۔

وہ دھیرے سے اسکے کان میں سرگوشی میں بولا۔۔

عینانے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا۔۔

ہمم۔ اسنے سر ہلایا۔۔

جب جب آپکی آنکھوں کو دیکھتا ہوں یہ مجھے خود میں قید کر لیتی ہیں۔۔

آپ ہی آپ ہوتی جا رہی ہیں یار تھوڑا تو مجھے خود میں رہنے دیں۔۔

وہ اسکے کندھے پر تھوڑی ٹکاتا بولا۔۔

عینا کانوں کی لوں تک سرخ پڑ گئی۔۔

آپکے چہرے پر میری قربت کے رنگ یوں لگتے ہیں جیسے کوئی کچی کلی کھل
رہی ہو۔۔۔۔۔ وہ باز نا آیا۔۔

شاہ ا۔ اپکو جانا چاہیے۔۔۔ وہ کسمسا کرا سکی گرفت سے نکل ائی۔۔

اسکے ہلنے سے اسکے بازوؤں میں پہنی چوڑیاں چھنکیں۔۔

مر تسم نے چونک کر اسکے بازوؤں کو دیکھا۔ جہاں رنگ برنگی چوڑیاں چھنک

رہی تھیں۔ انہیں چوڑیوں کے درمیان دائیں ہاتھ میں نیلے نگوں والا

بریسلیٹ چمک رہا تھا۔۔ جو مر تسم نے اسکے لئے خاص بنوایا تھا۔۔

اسنے بے ساختہ عینا کے بازو تھامتے چوڑیوں پر نرمی سے انگلیاں چلائیں۔۔

وہ چوڑیاں پھر سے چھنک اٹھیں۔۔

عینا لب دباتی مسکرا اٹھی۔۔ مر تسم کا اسکی چوڑیوں سے کھیلنا ہمیشہ سے پسندیدہ کام رہا ہے۔۔ عینا کو چوڑیاں پسند تھیں تو مر تسم کو اسکے ہاتھ میں پہنی ہوئی۔ وہ کبھی اسکے بازو خالی نہیں رہنے دیتا تھا۔۔

نرمی سے ان چوڑیوں پر لب رکھتے مر تسم نے خود میں سمٹنے پر مجبور کر دیا۔۔
ش۔ شاہ۔۔ عینا کسمسائی۔۔

مر تسم اسے بیڈ پر بٹھاتے ایک گھٹنا ٹکاتے اسکے سامنے بیٹھا۔ عینا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔

مر تسم پاس پڑی اسکی سینڈل اٹھاتے اسکے پاؤں کے قریب لے آیا۔۔

شاہ اپ۔۔ عینا نے تیزی سے پاؤں پیچھے کیے۔۔

شش۔۔ مر تسم نے ٹوکتے اسکے نازک پاؤں اٹھاتے اپنے گٹھنے پر رکھے۔۔

شاہ میں کر لوں گی۔۔ عینا نے پاؤں پیچھے کرنے چاہے۔۔

لیکن مر تسم نے گھور کر دیکھا اور سینڈل بند کرنے گا۔۔

عینا اسکی گھوری سے چپ ہو گئی۔۔

مر تسم نے دونوں سینڈل پہناتے جھک کر اسکے پاؤں پر لب رکھنے چاہے۔۔

عینا نے تیزی سے پاؤں پیچھے کیے۔۔

مر تسم نے سراٹھاتے اسے دیکھا۔۔

آنکھوں میں نمی کیے وہ نفی میں سر ہلا گئی۔۔

مر تسم نے اسکی نفی کو نظر انداز کرتے اسکے پاؤں پر جھک کر اپنے لب

رکھے۔۔

عینا کی آنکھ سے ٹوٹ کر ایک آنسو بے مول ہوا تھا۔۔

وہ کانپ اٹھی تھی اسکے لب اپنے پاؤں پر محسوس کرتی۔۔

شش ان موتیوں کو بے مول مت کیا کریں جانم۔۔ وہ نرمی سے اسکی
آنکھوں پر لب رکھتا بولا۔۔

اسکا ماتھا چومتے مرتسم اٹھ کھڑا ہوا۔۔
آپ تیار ہو جائیں۔۔ لب دباتے اسے دیکھتے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔۔
جانتا تھا اگر کچھ دیر اور رہا تو خود سے کنڑٹول کھو کر کوئی سنگین گستاخی کر بیٹھے
گا۔۔

عینانے اسکے جاتے ہی گہری سانس بھری یوں جیسے بھاگ کر آئی ہو۔۔
اسکی زرا سی قربت اسکی جان نکال دیتی تھی۔۔
اسنے نظر اٹھاتے خود کو آئینے میں دیکھا۔۔
وہ اسکی زرا سی قربت سے ہی گلابی پڑی ہوئی تھی۔ واقعی میں ایک کھلا ہوا
گلاب لگ رہی تھی۔ وہ گھبرا کر نظریں جھکا گئی۔۔



وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے وہاں تپا کھڑا تھا۔ کیونکہ دانیل نے اسے فون کر کے انہیں پک کرنے کے لئے کہا تھا پارلر سے۔ عینا اور وش گھر سے ریڈی ہوئی تھیں۔ دانیل ماہم کے ساتھ پارلر سے۔۔
وہ انکے انتظار میں کب سے کھڑا تھا۔ لیکن وہ ناتو فون اٹھا رہی تھی نا خود آرہی تھی۔۔

زین نے غصے میں اسے پھر سے فون کیا۔۔
کال پک کر لی گئی۔۔

آرہے ہیں اتنی بھی کیا جلدی لگی ہے تمہیں۔ تھوڑا صبر نہیں کر سکتے۔۔
اسی وقت وہ اسے اپنی جانب آتی دکھائی دی۔۔
ایک ہاتھ سے لہنگا تھام رکھا تھا جبکہ دوسرے ہاتھ سے فون پکڑا ہوا تھا۔۔

وہ اسکے بالکل قریب اکھڑی ہوئی۔۔

کیا تکلیف تھی۔ فون کر کر کے دماغ خراب کر دیا تمنے۔۔ وہ اسے گھورتی
بولی۔۔

جبکہ زین بھول چکا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے وہ تو بس مبہوت سا اسے دیکھ رہا
تھا۔۔

اور بیچ کلر کے لہنگے میں چھوٹی سی بلیو کرتی ساتھ بلیو کہ دوپٹا پہنے۔ لائٹ سے
میکاپ کے ساتھ بالوں کی سائیڈ مانگ نکالے ہلکے سے کرل کیے ہوئے
تھے۔

کانوں میں بڑے بڑے جھمکے جھلملا رہے تھے۔۔

اوہیلو کہاں کھو گئے۔۔

وہ اسکے بازو پر چٹکی کاٹتی بولی۔۔

زین نے اسے گھورا۔۔

پھر اسے سائیڈ کرتے ادھر ادھر دیکھا۔۔

دائین نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔۔

زین نے اسے اگنور کرتے دائین کے نمبر پر کال کی۔۔

دائین نے اسے گھورا۔۔۔

کیا ہے۔ سامنے کھڑی ہوں پھر کیوں فون کر رہے ہو۔ اور ادھر ادھر کسے

ڈھونڈ رہے ہو۔۔

دائین نے اسے بازو سے پکڑتے اپنے سامنے کرتے کہا۔۔

ایک سیکینڈ کون ہو تم اور یہ دانیل کا موبائل تمہارے پاس کیا کر رہا ہے۔۔ کہیں چور تو نہیں۔۔ لیکن نہیں چور وہ بھی اتنی خوبصورت۔۔
زین سیریس انداز میں بولا۔

دانیل نے دانت پیستے اپنا ہیل والا پاؤں اسکے پاؤں پر مارا۔
اب ہو گیا یقین میں ہی ہوں۔۔
آہہ۔۔ ظالم لڑکی۔۔

حزکتیں تو دانیل جیسی ہے۔ لیکن یہ شکل۔۔ یہ اتنی پیاری سی لڑکی نا۔ دانیل
کہاں۔۔ زین ہستے ہوئے بولا۔۔

تو دانیل نے وارننگ دیتی نظروں سے اسے دیکھا۔
زین جلدی سے سیدھا ہوا۔ پھر گھمبیر لہجے میں اسکے قریب جھکتے بولا۔
یہ آج چاند ہمارے آنگن میں کہاں سے اتر آیا۔۔

دائین نے اسکی گھمبیر تا پر لب دباتے مسکراہٹ کنٹرول کی۔۔
بس سوچا آج آپ پر بھی نظر کرم کر دیں۔۔ وہ بال جھٹکتی اک ادا سے بولی۔۔
ہائے آج تو گئے کام سے۔۔ زین نے دل پر ہاتھ رکھتے کہا۔

دائین نے اسے سائیڈ کرتے گاڑی کا دروازہ کھولتے سامان اندر رکھا۔۔
تب تک ماہم بھی دولڑکیوں کے ہمراہ وہاں آچکی تھی۔۔

دائین تم سامان رکھ کر مجھے لے کرانے والی تھی۔ ماہم نے اسے گھورتے
کہا۔۔

سوری۔۔ یہ زین ہے نا سنے ہی باتوں میں لگا دیا۔۔ اسنے سارا الزام زین پر لگا
دیا۔ جسکا منہ کھل گیا۔۔

منہ تو بند کرو مکھی چکی جائے گی۔۔

دائین نے ماہم کو گاڑی میں بٹھاتے اسے کہا۔۔

ماشاء اللہ ایسا آج تو آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔۔

زین نے گاڑی ڈرائیو کرتے ماہم سے کہا تو وہ مسکرا دی۔

ہماری ایسا ہیں ہی پیاری۔۔ دائین نے مسکراتے کہا۔۔

تو تینوں مسکرا دیے۔۔



چلو بھئی ماہم کو لے آؤ اب۔۔ بی جان نے ماما کو کہا تو انہوں نے لڑکیوں کو

اشارہ کیا۔۔

وہ سر ہلاتی ماہم کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں جہاں سے پارلر سے واپسی پر بیٹھی تھی۔۔

مرتسم نوک کرتے اندر آیا۔۔

ماہم جو روحا ماما سے مل کر ابھی ایٹ تھی اسے دیکھتی چونک گئی۔۔
عینا لوگ پیچھے ہٹ گئیں۔

آؤ۔۔ نرمی سے اسے دیکھتے کہا۔۔

ماشاء اللہ۔۔ مرتسم نے اسے دیکھتے کہا۔۔

اسکے قریب آتے اسکے سر پر کچھ نوٹ وارتے ملازمہ کو دیے۔۔

مرتسم نے ماہم کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسکا سر چوما۔۔

آپکو پتا ہے آپ بالکل ماما جیسی لگ رہی ہیں ایسا۔۔ وہ اسے دیکھتا بولا۔۔

ماہم نے ملیجہ کا ملٹی شیڈ کا لہنگا پہنا تھا۔ وہ واقعی میں اس لہنگے میں بالکل ملیجہ جیسی لگ رہی تھی۔

ماہم نم آنکھوں سے اسے دیکھتی اسکے گلے لگ گئی۔

ڈونٹ وری ایپا۔۔ ماما بابا بھی آج بہت خوش ہونگے۔ آخر وہ بھی تو یہی چاہتے تھے۔۔

مرتسم نے اسکا سر تھپکتے نرمی سے کہا۔۔ ورنہ اسکے خود کا دل پھوٹ پھوٹ کر رونے کو چاہ رہا تھا۔۔

ایسے موقع پر ماں باپ ہی تو سب سے زیادہ یاد آتے ہیں۔۔
بے شک اہانا ماما نہیں اپنی اولاد سے بڑھ کر چاہتے تھے لیکن پھر بھی ماں باپ تو ماں باپ ہی ہوتے ہیں۔۔

شش۔۔ روئیں مت۔ ورنہ میک اپ خراب ہو جائے گا۔

وہ اسے چپ کروانے کی غرض سے شرارت سے بولا۔

ماہم سمیت سب نم آنکھوں سے مسکرا دیئے۔۔



پھولوں سے سجے آسمان تلے ماہم کے سب سے آگے ماہین بھا بھی مہندی کا
تھال لیے کھڑیں تھیں۔ جبکہ دوسری طرف دانیں تھی۔

ماہین بھا بھی کے پیچھے عینا مہندی کا دوسرا تھال سجائے ہوئے تھی۔ اور
دوسری طرف وشہ تھی۔

جبکہ باقی طرف ماہم کی دور کی کزن اور فرینڈز تھیں۔

انکے اوپر پھول برس رہے تھے۔ جبکہ سامنے لڑکیاں انکے استقبال میں جھوم
رہی تھیں۔

وہ منظر اتنا خوبصورت تھا کہ سب مبہوت ہوئے کھڑے دیکھ رہے تھے۔

سامنے گاؤں کی لڑکیاں انارکلی فراق پہنے انکے اطراف میں گھوم رہی تھیں۔ انکے گھومنے سے رنگ برنگی وہ انارکلی فراق کھلتی خوبصورت منظر دکھا رہی تھیں۔

یہاں صرف عورتیں ہی تھیں اس لیے لڑکیاں مطمئن سی اپنی مستی میں مگن تھیں۔

وہ لوگ پردے کے اس طرف بجتے ڈھول کی مگن مستی میں ماہم۔ کو پھولوں سے سجے جھولے میں بیٹھا گئیں۔

ماہم کے جھولے میں بیٹھتے ہی فضا میں گانے کے بول بج اٹھے۔

مہندی ہے رچنے والی

ہاتھوں میں گہری لالی۔

وشہ اپنی فرینڈز کے ساتھ بلکل ماہم کے سامنے ڈانس کے سٹیپ کرنے
لگی۔۔

کہیں سکھیاں
اب کلیاں تیرے ہاتھوں میں کھلنے والی ہیں۔۔
تیرے من کو جیون کو
نی خوشیاں ملنے والی ہیں۔۔
اوہریالی بنو۔۔

وشہ ہاتھوں کو ہلاتی مہارت سے سٹیپ کر رہی تھی۔۔

لے جانے تجھ کو گونیاں
آنے والے ہیں سیاں

تھامے گیں آ کے بیاں
گوئے گی شهنائی۔۔
آنگائی انگائی۔۔

اب وه ماهم كے طراف میں گھو میں تھیں۔۔
گانا بھی بھی جاری تھا۔ لیکن وه لوگ اب بس كر چكى تھیں اور دانین لوگوں
ساتھ جا كر بیٹھ گئی۔
عورتیں اب ماهم كے رسم كر رہی تھیں۔
عورتوں كے بعد دانین لوگوں نے ماهم كی رسم كی
رسم كے بعد تھوڑی بهت ڈھولكى بجائی۔۔ اپنے سونگنز و غیره پہ تھوڑی موج
مستی كی۔۔



دوسری طرف لڑکوں نے آج سب نے وائٹ کرتے پہنے ہوئے تھے وہ
لوگ وجدان کردر میان میں کھڑا کیے ڈھولک کی تھاپ کر بھنگڑا ڈال رہے
تھے۔۔

مر تسم وجدان کے ساتھ کھڑا تھا جب اسے بھی ساتھ گھسیٹ لیا۔
اسکی رسم کیا کرنی تھی۔ وہ لوگ بیچارے کو آج بھی ہلدی
سے رنگ چکے تھے۔۔ لیکن اسکے کتھوں پر پلبرٹے بڑے نوٹ رکھتے مہندی
سے رنگے تھے۔۔

اور پھر ڈھول کی تھاپ پر خوب بھنگڑے ڈالے تھے۔۔



دونوں طرف کھانا کھانے کے بعد مہمان رخصت ہونے لگے۔۔ دور کے
مہمان تھے ہی نہیں۔

قریبی ہی تھے سو وہاں اب صرف وہ لوگ خود ہی بچے تھے۔
انکار ادہ اب ماہم اور وجدان کو اکھٹا بیٹھا کر اپنا شغل لگانے کا تھا جسکی اجازت
وہ پہلے ہی لے چکے تھے۔۔۔

وجدان اور ماہم کو ساتھ بٹھا دیا گیا تھا۔۔
درمیان سے پھولوں کی دیوار ہٹا دی گئی تھی۔۔ نیچے کشنز اور نرم پلور کھ کر
بیٹھنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔۔
ماہم کو اب دولڑکیاں مہندی بھی لگا رہی تھیں۔۔ جبکہ وشہ لوگ اپنی موج
مستی شروع کر چکی تھیں۔۔

مامانے ماہم اپیا اور وجدان بھائی کی نظر اتاری
پھر باری باری سب نے دونوں کی اکھٹی رسم کی تھی۔۔
تب تک گانا بھی شروع ہو چکا تھا۔۔

Baly baly ni torr punjaban di
Ho jutti Khul di marora nayo
chal di
Torr punjaban dii

وشہ اور دنین عینا کو بھی اپنے ساتھ کھینچ لائیں تھی۔ اب وہ تینوں ہی ڈانس کر
رہی تھیں۔۔

Rat ki rangini dekho Kiya rang laye
hy

Hathon ki mehndi bhi jaisy khilkhi-
laye hy

وہ دونوں ہاتھ آگے پیچھے کرتی گھومیں تھیں۔۔
انکے لہنگے کے گھیرنے تینوں کے گھومنے پر خوبصورت منظر پیش کیا تھا۔۔

Mastiyon ny ankhyn Yun kholin

Hooo.jhumti dharkan yehi boli

Baly baly....

Ho baly baly..

Nachy hy yeh bawara jiya

Baly baly ly jye ga

Sanwar piya

Jhaly jhaly naino mein jaisy pyar ka
diya

وہ بلکل مائرہ خان کے اس سونگ پر کیے گئے ڈانس کی جیسے ہی کر رہی
تھیں۔۔۔

تب تک لڑکے بھی بیچ میں اپنا دھمال ڈال چکے تھے۔۔

لڑکیاں تھک کر واپس اپنی جگہ بیٹھ چکی تھیں۔۔

جبکہ لڑکے اب ہنر دکھاتے میدان میں اچکے تھے۔۔

وہ لوگ اب دیسی بوائز سونگ پر ڈانس کرنے والے تھے۔۔

Make some noise for Desi boyz...

Desi Boyz

.....

Music

مرتسم اور صائم بھائی کے علاؤہ وہ پانچوں سامنے اچکے تھے۔۔

Let's go ..

Come on

Kuriyan dy Dil uthy rul karyan
gy

ایک ہاتھ سے لڑکیوں کی طرف اشارہ کرتے دوسرے ہاتھ کو اوپر کی طرف
گھمایا تھا۔۔

Ayhe bazaran Wich

pheli ay hawa

سائیڈ رخ کرتے ایک ہاتھ سے ٹویسٹ کیا تھا۔

Tooran gy romiya dy love da rec-
ord v

سیدھا ہوتے دونوں پاؤں سے زرا سے اچھلے تھے۔

Likhn gy ishq da part nawan

Hum yaron bigary hain

Dil apna hy Shareef bara

اپنے کالر کو جھٹکتے دل پر ہاتھ رکھتے زرا سے جھکے تھے۔

Make some noise for the Desi
boyz

1...2...3 go

ایک ہاتھ اوپر کی طرف کرتے گھمایا تھا جبکہ دایاں پاؤں موو کیا تھا۔
درمیان میں اب زین تھا جبکہ وہ چاروں اس کے دونوں سائیڈ ہوتے ایک ہاتھ
اس کے کندھے پر رکھتے رخ موڑ چکے تھے۔۔۔

English dhumky

Dil kir dam KY

Mary jam jam ky

Desi Boyz

زین نے ایک بار لیفٹ کو موو کیا تھا تو لڑکوں نے اس کے پیچھے موو کیا تھا۔
پھر دوستی سائیڈ موو کرتے اپنا جلوہ بکھیر رہے تھے۔۔

Sony mony bn KY

Shadi toly tan ky

Nachy jam jam ky Desi Boyz

اپنا رخ سیدھا کرتے دونوں ہاتھوں کو بیلٹ کی جگہ پر رکھتے پہلے دائیں طرف
موو کیا پھر بائیں طرف۔۔

دیسى بوا نر پر ايك طرف كو جهكتے اپنے بازو پر ہاتھ جھاڑے تھے۔۔
سب نے خوب ہوٹنگ کی تھی۔۔

کچھ ہی دیر میں سب بڑے وہاں سے جا چکے تھے۔۔

جبکہ اب لڑکیاں اپنی مہندی لگوا رہی تھیں۔

ماہم اپیا کو مہندی لگ چکی تھی۔۔ اس لیے وہ اب سکون سے بیٹھیں سب کو

دیکھ رہی تھیں۔ جب وجدان دھیرے سے آکر انکے قریب بیٹھے۔۔

اچھی لگ رہی ہیں۔۔ وہ بغور انہیں دیکھتے بولے۔
افف وجدان ڈرا دیا اپنے۔ وہ انہیں گھورتی بولیں۔۔

افف تو مجھے بولنا چاہیے بیگم۔۔ اپنی خوبصورتی پر۔۔
وہ بالوں میں ہاتھ چلاتے بولے۔۔

ماہم نے انہیں گھورا۔۔ شرم کریں وجدان سب ہیں یہاں پہ۔۔
وہ انہیں آنکھیں دکھاتی بولیں۔۔

تو سب خود میں مگن ہیں۔ ہمیں بھی ہونا چاہیے۔۔ وہ شرارت سے بولے۔۔
اچھا مہندی تو دکھائیں اپنی۔۔ وہ انکے ہاتھ پکڑنے لگے۔۔

آں آں۔ بھائی۔۔ ایسے کیسے ابھی نہیں اس کے لئے آپکو کل تک کا انتظار کرنا
ہوگا۔۔

وشہ جلدی سے آگے آتی بولی تو سب قہقہہ لگا اٹھے۔۔

جبکہ وجدان بھائی بھی کھسیانی ہنسی ہستے وہاں سے اٹھ گئے۔۔۔۔



تمہارے بڑے دانت نکل رہے ہیں۔۔ وشہ واپس اپنی جگہ پر بیٹھتے ہستے
ہوئے عادی سے بولی۔۔

تمہیں کیا تکلیف ہے۔۔ وہ ابرو چکاتے بولا۔۔

مجھے کیا ہونا۔ ویسے بھی آج تو لڑکیوں کو دیکھتے ویسے ہی شوخے ہوئے ہو۔۔ وہ
اسے گھورتے بولی۔۔

کوئی جیلس ہو رہا ہے۔۔ وہ اسکی طرف دیکھتا بولا۔۔

ہنہ میں کیوں ہونے لگی جیلس۔ وہ بھی دوسری لڑکیوں سے۔۔

وہ اک ادا سے بال جھٹکتی بولی۔۔

میم پلیز آرام سے بیٹھیں۔۔ اسے مہندی لگاتی لڑکی نے اسے کہا تو وہ منہ بنا کر رہ گئی۔۔

جبکہ عادی ہسنے لگا۔ وشہ نے اسے گھورا۔۔

فکر کر مت کرو چاہئے کوئی بھی اجائے تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ میں پہلے ہی بتا دوں گا مجھ پر ایک چڑیل کا سایہ ہے۔۔

عادی اسکی طرف جھکتے سرگوشی میں بولتے آخر میں شرارت سے بولا۔۔

وشہ جو اسکی بات پر زیر لب مسکرا رہی تھی آخری بات پر اسے گھورا۔۔ وہ

جواب کندھے اچکا گیا۔۔



میم ہلیں مت۔۔ مہندی خراب ہو جائے گی۔۔ یہ تیسری بار مہندی لگانے
والی لڑکی نے اسے ٹوکا تھا۔۔

جس پر وہ بس منہ بنا کر ہی رہ گئی۔ جب اچانک اسے اپنے بازو پر کسی کا لمس
محسوس ہوا۔۔

عینا نے چہرہ موڑتے دیکھا مر تسم تھا۔۔ جس نے سہارے کے لئے اسکا بازو تھام
رکھا تھا تا کہ وہ تھک نا جائے اور آرام سے مہندی لگوا لے۔۔ وہ اسے ہی
دیکھ رہی تھی۔ جبر تسم نے اسکو ہلکا سا پیچھے کرتے اپنے کندھے سے اسکی
ٹیک لگا دی۔ ایزی ہو کے بیٹھیں مہندی خراب ہو جائے گی۔

مہندی لگانے والی نے رشک بھری نظروں سے اسے دیکھا۔
جبکہ عینا زیر لب مسکرا دی۔۔



میم آپ بہت لکی ہیں کہ آپ کو اپنے اچھے ہسبنڈ ملے۔۔

عینا کے مہندی کمپلیٹ ہو چکی تھی۔ مرتسم کا فون رنگ کرنے لگا تو وہ باہر چلا گیا۔۔

جب مہندی والی لڑکی نے عینا سے کہا۔۔

عینا مسکرا دی۔۔

وہ کیا کہتی اسے کہ لکی تو بہت چھوٹا لفظ تھا بلکہ اسے اب لک کی ضرورت ہی کہاں رہی تھی۔۔



ایک طرف سب لڑکیاں بیٹھیں تھیں اور دوسری طرف سب لڑکے بیٹھے تھے۔۔

لڑکیوں میں وشہ۔ دانیل۔ ماہم۔ عینا۔ ماہین بھا بھی۔۔ عیشاء عینا کی دوست
۔۔ نینا وشہ کی دوست (جسکو شیری پسند کرتا ہے) ماہم کی دو کزنز تھیں اسکے
ننھیال سے کیونکہ اسکے نانی نانا تھے نہیں۔ ایک ہی ماموں تھے وہ بھی اسکی
ماما کے کزن۔۔

جبکہ لڑکوں میں۔

وجدان۔ زین۔ ولی۔ مرتسم۔ عادی۔ شیری، ارسل۔ اور بڑے بھائی تھے

--

سب سے پہلے وہ ڈانس میں مقابلے بازی کرنے والے تھے۔۔

لڑکیوں میں وشہ۔ دانیل اور نینا آگے آئیں تھیں۔

جبکہ لڑکوں میں عادی۔ شیری اور زین تھے۔۔

او کے سٹارٹ۔۔ ماہم نے گانا سیٹ کرتے انہیں اشارہ کیا۔۔

گانا کی ٹیوں شروع ہو چکی تھی وہ تینوں ایک دوسرے کے گرد گھوم کر اپنی
اپنی سائیڈ ہو گئے۔۔

Ladkon ki ungli
Py nachy hy zamana

تینوں لڑکوں نے اپنے کرتے کے بازو پیچھے کرتے انگلی گھمائی تھی اور ساتھ
خود بھی موو کیا تھا۔۔

Simple yeh fanda hy
Kudiyon ko batana

آگے پیچھے ہوتے اپنے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے موو کرتے لڑکیوں کی طرف اشارہ
کیا تھا۔۔

Lute nahi lut jyen
Jeety nahi pat jyen
Kudiyon hain jebon mein rakh
ly..

لڑکوں نے آگے پیچھے ہوتے ایک سٹیپ کیا تھا۔ اور پھر اپنی پو کیٹس پر ہاتھ
مارتے لڑکیوں کو اشارہ دیا تھا۔

لڑکیاں جو اپنی سائیڈ کھڑی ابھی صرف انہیں دیکھ رہی تھیں انکے بیچ اچکی
تھیں۔

درمیان میں زین اور دانین تھے۔

ایک سائیڈ عادی اور وشہ جبکہ دوسری سائیڈ شیریں اور نینا۔

Kudiyan nu thug ly

Thug ly, thug ly ,thug ly

دونوں بازوؤں اور دائیں ٹانگ کو ہلاتے انہیں نے مل کے سٹیپ کیا تھا۔

Ladkon ko lagta hy

Easy Jeet Jana

Is baar unko

Hara ke hy dikhana

ایک ہاتھ لڑکوں کے کندھے پر رکھتے دوسرے ہاتھ سے انکی تھوڑی سے

انگلی کرتے ناک پر ماری۔

لڑکے اپنی ناک پکڑ کر رہ گئے۔

پھر گھوم کے وہ تینوں آمنے سامنے ہوئے تھے۔

لڑکیوں نے موو کرتے ہاتھوں کا کراس کرتے لڑکوں کو ہلکا سا پیش کیا تھا۔

Bari bari hanky hain
Yhuni hawa phaanke hain

لڑکیاں ایک ہاتھ کمر پر رکھتے دوسرے ہاتھ سے ہوا دینے کے انداز میں
گھومیں تھیں۔

جبکہ لڑکے انکے پیچھے تھے۔۔

جب لڑکیاں اچانک سے پیچھے مڑیں۔۔ اور انکے سر پر ہاتھ مارا تھا۔
جبکہ دانیل نے زین کے پاؤں پر زور سے پاؤں مارا تھا۔۔

Jebe bhari Khali hain
akalein.....

لڑکوں کے کندھے پر ہلکا سا پیش کرتے سٹیپ کیا تھا۔
اور پھر وہ تینوں ایک دوسرے کے آگے پیچھے گھومے تھے۔

Mudiyan nu Thug ly, thug ly

Mundiya nu thug ly, thug ly

Mundiya nu thug ly, thug ly

اس لائن پر وہ پھر سے اپنی پہلی پوزیشن میں واپس آتے سٹیپ کرنے لگے
تھے۔

دونوں پاؤں کو آگے پیچھے رکھتے دونوں ہاتھوں کو آگے کی طرف گھمایا تھا۔

Thug ly ,thug ly , tugh ly

اسی طرح سٹیپ کرتے وہ تینوں گھومے تھے اور اور اوپوزیٹ ہوتے ایک
دوسرے کے پشت سے پشت ٹکاتے اپنا ڈانس ختم کیا تھا۔
ڈانس ختم کرتے سب نے انکے لیئے تالیاں بجائی۔
ڈانس تو دونوں طرف بہت اچھا تھا۔ لیکن لڑکیوں کا زیادہ بیسٹ تھا۔
ماہم اپنا اور وجدان بھائی نے فیصلہ کیا تھا۔
جس پر لڑکے منہ بناتے رہ گئے۔
اسکے بعد ان میں شاعری کا مقابلہ ہوا تھا۔

... میرا عشق "

... تیری ذات ہو

پھر حسن عشق کی بات ہو

... کبھی ہم ملیں ملاقات ہو

... کبھی تو ہو چپ
... کبھی میں ہو چپ
... کبھی ہم دونوں کی بات ہو

... کبھی میں تیرا... کبھی تو میرا
کبھی صوبت، کبھی رنجشیں
کبھی دوریاں، کبھی قربتیں
کبھی الفتیں

کبھی جیت ہو، کبھی ہار ہو
کبھی یاد ہو، کبھی تیرا دیدار ہو

... صرف میرا عشق ہو

.. تیری ذات ہو

... کبھی ایسی بھی ملاقات ہو

ولی نے زہرہ کو آتے دیکھ گھمبیر لہجے میں غزل پڑی تھی۔۔

زہرہ مر تسم لوگوں کے گاؤں کی لڑکی تھی۔۔ وہ ایک غریب گھرانے سے (تعلق رکھتی تھی۔ اسکی پڑھائی زمہ عالم بابا نے اٹھایا تھا۔۔

(وہ میڈیکل پڑھ رہی تھی۔ اس لیے ہو سٹل میں رہتی تھی۔۔

عینا لوگوں سے اسکی اچھی دوستی تھی اس لیے وہ اسے خود لینے گی، تھیں ماہم اپنا کے شادی کے لئے۔۔۔

مایوں پر وہ نا اسکی کیونکہ اسکے ٹیسٹ ہو رہے تھے۔ ابھی بھی وہ اپنے ٹیسٹ کی

تیاری ہی کر رہی تھی جب وشہ اسے زبردستی لائی تھی۔۔۔۔

سانولی سی رنگت پر تیکھے نقوش اسکی شخصیت میں بہت اٹر یکشن
تھی۔۔۔ دھمیا سا لہجہ سادہ حلیہ۔۔ اس میں کب ولی اسکا دیوانہ ہوا گیا وہ تو آج
تک ناجان پائی۔۔۔

لیکن ولی کی نظریں اسے بہت کچھ بتا دیتی تھیں۔ اس لیے وہ اس کے سامنے
آنے سے بھی گریز کرتی تھی۔۔
ہماری طرف سے زہرہ کہے گی۔۔

چلو زہرہ عینا اور مرتسم سب جانتے تھے اور ولی کی غزل کا مطلب بھی اچھے
سے جان چکے تھے اس لیے عینا جلدی سے زہرہ کو آگے کر گئی۔۔
میں۔۔ کیا بولوں مجھے نہیں اتنا۔۔ وہ کنفیوز سی بولی۔۔

کوئی بات نہیں جو آتا ہے وہ سنا دو۔۔
ماہم اپیا کے کہنے پر وہ سب کو دیکھنے لگی۔۔

محبت اب بھی ہے "

مگر دکھانے کا حق نہیں

بتانے کی جستجو نہیں

"اور پانے کی امید نہیں

اسنے ولی کو دیکھتے بے ساختہ کہا تھا۔

ولی اسکے الفاظ سنتے بے ساختہ لب بھینچ گیا۔ وہ ایک بار پھر سے ان دونوں

کے درمیان سٹیٹس کو لے آئی تھی۔

جسے دیکھتے ہمیشہ وہ اپنے قدم پیچھے لے جاتی تھی۔

تجھے بھول کر نابھلا سکوں "

تجھے چاہ کے بھی ناپا سکوں

میری حسرتوں کا شمار کر

میری چاہتوں کا صلہ نادے

تھے اگر ملیں فرصتیں

" میری شام پھر سے سنوار دے

اگر قتل کرنا ہے تو قتل کر

" یوں جدائیوں کی سزا نادرے

ولی نے صاف لفظوں میں اس کے بغیر مرنا قبول کیا تھا۔

زہرہ نور گھبرا گئی۔ اسکی اس بات پر۔۔

ہر لفظ کو کاغذ پہ اتارا نہیں جاتا "

ہر نام سر عام پکارا نہیں جاتا

ہوتی ہیں محبت میں کی راز کی باتیں
ویسے ہی تو اس کھیل میں ہارا نہیں جاتا

جب تک نہیں کھلتے کبھی اسرار محبت
" جب تک کوئی اس راہ میں مارا نہیں جاتا

زہرہ کا اشارہ تھا ولی کو تھا کہ سنبھل جائے وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں بول
گئی۔۔

ولی سختی سے لب بھینچ گیا۔۔

اچھا اب کون سنائے گا۔۔ معاملہ سیریس ہوتے دیکھ ماہم اپنا جلدی سے
بولی۔۔

میں سناتا ہوں۔۔ زین جلدی سے بولا۔۔

میں آہہ لکھو

تو ہائے کہے۔۔ میں ہائے لکھوں

تو بے چین ہو جائے

میں "ع" لکھوں

تو سوچے مجھے

میں "ش" لکھوں

تیرا شوق بڑھے

میں "ق" لکھوں

تجھے کچھ کچھ ہو

میں "عشق" لکھوں

" تجھے ہو جائے

زین نے دانین کو دیکھتے گھمبیرتا سے کہا تھا۔ اس کے لہجے میں حسرت سی تھی۔ وہ اسے کوئی جواب نہیں دیتی تھی۔ خود کے ساتھ اسے بھی سولی پر لٹکایا ہوا تھا۔

جو ہم محسوس کرتے ہیں "

اگر تم تک پہنچ جائے

تو بس اتنا سمجھ لینا

یہ ان جزیبوں کی خوشبو ہے

جنہیں ہم کہہ نہیں سکتے

مگر تم جو اجازت دو تو
چند لفظوں میں کہہ ڈالیں

کہ تم بن جی نہیں سکتے
" تم بن مر نہیں سکتے

دائین نے اسے اسکی ٹکر کا جواب دیا تھا۔۔۔ سب ہی ان دونوں کا مطلب
سمجھ گئے تھے۔۔

جانے کیا انسکیورٹی تھی دائین کو جو وہ زین کو سہی سے کوئی جواب نہیں
دے رہی۔ اپنا حق تو جتاتی تھی لیکن حق دے نہیں رہی تھی۔

اب عینا کی باری۔۔ چلو بھی عینا تم سناو۔۔ ماہم اپنا جلدی سے عینا کو آگے
کرتی بولی۔۔

عینا کچھ دیر سوچتی رہی پھر مسکراتی بول اٹھی۔۔

تجھے روز دیکھوں قریب سے "

میرے شوق بھی ہیں عجیب سے

مینے مانگا ہے بس تجھی کو

اپنے رب اور اسکے حبیب سے

میری آنکھوں میں ہے بس عاجزی

میرے خواب بھی ہیں غریب سے

میرے سب دکھوں کی دوا ہو تم

ملے کیا سکوں پھر طبیب سے

میں بہت ہی خوش ہوں جوڑ کر
"نصیب اپنا تیرے نصیب سے جوڑ کے

مر تسم مسکرایا تھا کیونکہ وہ اس کے ہمیشہ پوچھے جانے والے سوال (عین آپ
خوش ہیں نا) کا جواب بہت ہی خوبصورت انداز میں دے گی تھی۔۔

کبھی لفظ بھول جاؤں کبھی بات بھول جاؤں "
تجھے اس قدر چاہوں کہ اپنی ذات بھول جاؤں

اٹھ کر کبھی جو تیرے پاس سے چل دوں
جاتے ہوئے خود کو تیرے پاس بھول جاؤں

کیسے کہوں تم سے کہ کتنا چاہا ہے تمہیں
" اگر کہنے پہ تم کو آؤں تو الفاظ بھول جاؤں

مر تسم نے بھی اسے ہر چیز سے افضل لکھتے معتبر کیا تھا۔
عینا کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔

تجھے اگر لفظوں میں بیان کروں "
تو

" میری بند آنکھوں کا سکون ہو تم

مر تسم نے دلچسپی سے اسے سنا تھا پھر اسی سیکینڈ میں بول اٹھا۔۔

سکون قلب تم سے ہے "

سکون جاں بھی تم ہو
تعجب ہے کہ سینے میں
" جہاں دل تھا، وہاں بھی تم ہو

واہ واہ واہ۔۔ کیا شاعری ہے۔۔ سب دلچسپی سے انہیں سن رہے تھے جب
ولی تالیاں بجاتا بول اٹھا۔۔ اسے کہاں ہضم ہوتا تھا اسکی بہن (عینا) کا اپنے
(ولی) بھائی سے زیادہ اپنے شوہر (مرتسم) کو توجہ دینا۔۔
اب میری باری۔۔ ارسل جو کب سے چپ تھا جلدی سے بولا۔۔ اسنے ولی کو
آنکھ سے اشارہ کیا۔۔

چھوڑو پائل کو، چوڑی کو، کنگن کو "
" آج تذکرہ کرتے ہیں تیرے ہونٹ کے تل کا

ارسل نے مرتسم کو دیکھتے شرارت سے کہا تھا۔

کچھ دن پہلے عینا مرتسم سے ناراض تھی کیونکہ اسکی ایک پائل مرتسم کی گاڑی میں گر گئی جسے اب وہ دے نہیں رہا تھا۔ حالانکہ پائل اسی کے پاس تھی لیکن وہ شرارتا سے تنگ کر رہا تھا۔ اس وقت وہ دونوں ٹیرس پراکیلے تھے۔۔ جب عینا اس سے وہ پائل مانگ رہی تھی۔ کہ اچانک مرتسم کو جانے کیا سو جھی وہ یہ شعر پڑھ بیٹھا۔

چھوڑو پائل کو، چوڑی کو، کنگن کو۔۔۔"

"آج تذکرہ کرتے ہیں تیرے ہونٹ کے تل کا۔۔

عینا سے کچھ کہتی اس سے پہلے ہی ولی اور ارسل اچکے تھے۔

عینا کو لگا شاید وہ لوگ سن چکے ہیں لیکن ان دونوں نے کوئی ریٹگشن نہیں دیا اس لیے اسے لگا کہ نہیں سنا۔

لیکن اسکے جانے کے بعد دونوں نے مرتسم کا خوب ریکارڈ لگایا تھا۔ اب
بھی اسے تنگ کرنے کی غرض سے ہی کہا تھا۔

مرتسم دونوں کو گھور رہا تھا۔ جبکہ عینا کا منہ گھل گیا کہ وہ دونوں اس دن
سب سن چکے تھے۔ اسنے دانت پیستے دونوں کو دیکھا۔۔

واہ ارسل بھائی آپنے کب سے لڑکیوں پر شاعری شروع کر دی۔۔
وشہ ہستی سے بولی۔۔

بس ٹیلیٹ ہے۔۔ ارسل مرتسم کو آنکھ مارتا بولا۔۔
اب میں سناؤں گا۔۔ شیریں جلدی سے بولا۔۔

تیرے خیال سے دامن بچا کر دیکھا ہے "
" دل و نظر کو آزما کر دیکھا ہے

نشاط جاں کی قسم تو نہیں تو کچھ بھی نہیں
"بہت دنوں تجھے ہم نے بھلا کے دیکھا ہے"

شیری نے نینا کو دیکھتے اک ادا سے کہا تھا۔
سنجھل کے بچے ابھی عمر پڑی ہے۔۔ ولی اسکے گلے میں بازو ڈالتا بولا۔
نینا نے اسے گھورا تھا۔

صائم بھائی اب آپ سنائیں۔۔ عینا نے کہا تھا۔
انہوں نے گلا کھنکھارتے ماہین بھا بھی کو دیکھا۔

ساتھ تمہارا ملا ہے جب سے "
ناجانے کیوں مجھے خود سے

"محبت ہونے لگی ہے تب سے

واہ واہ بھائی۔۔ اپ تو سب سے آگے بازی لے گئے۔۔ بولنے والا ارسل
تھا۔۔

اب دلہا صاحب آپ بھی کچھ سنائیں گے۔۔ دانیل نے وجدان بھائی کو کہا۔۔
میں کیا سناؤ۔۔

کچھ بھی پلیز بھائی۔ وشہ بھی بولی۔۔
اوکے۔۔

میری زندگی میں ہونے والا "
سب سے خوبصورت اضافہ ہو تم۔۔

اوہوووو۔۔ سب نے ہوٹنگ کی تھی۔۔

ماہم اپیا شرم کر سر جھکا گئیں۔۔۔

اب میں سناؤں گی۔۔۔ وشہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔۔

ہاں ہاں سناو۔۔۔

کیا فرمایا میں آپ کو پسند نہیں۔۔۔؟

وہ خود کی طرف اشارہ کرتی سیریس انداز میں بولی۔۔

کیا فرمایا میں آپ کو پسند نہیں

چلیں پھر آپ انتقال کر جائیں

سب جواسے غور سے سن رہے تھے قہقہہ لگا اٹھے۔۔

اب میں۔۔۔ عادی نے بھی حصہ ڈالا۔۔

مجھے فی زندگی چاہیے۔۔

وہ بہت دکھی انداز میں بول رہا تھا۔۔

مجھے فی زندگی چاہیے صاحب "

"یہ والی مجھ سے خراب ہو گئی ہے۔۔

سب لوگ ایک بار پھر سے قہقہہ لگا اٹھے۔۔

ایک بجے تک انکی مقابلہ بازی جاری تھی جب صائم بھائی نے سبکو اٹھنے کا کہا۔۔

اوکے اوکے اب یہ لاسٹ گیم اور وہ یہ ہے کہ یہ بوتل ہم گھمائیں گے اور

جس پر بھی رکے گی۔ اسے اپنے پاٹرن کے ساتھ ڈانس کرنا ہوگا۔ کیل

ڈانس۔۔۔ اس لیے یہاں پر صرف کیل بیٹھے گے۔۔

وشہ، عادی، شیریں، نینا، ارسل ولی اور زہرہ لوگ سائیڈ ہو گئے۔

اب وہاں صرف عینا اور مرتسم، ماہین بھابھی اور صائم بھائی، ماہم اپیا اور وجدان بھائی بیٹھے تھے۔

اوکے۔ تھری۔ ٹو۔ ون۔۔۔۔۔ وشہ نے بوتل گھمائی۔۔ بوتل گھومتے اکر مرتسم پر رکھی تھی۔

عینا کا منہ کھل گیا۔ جبکہ مرتسم زیر لب مسکرا دیا۔

مرتسم نے عینا کی طرف دیکھا جو اسے دیکھتے نفی میں سر ہلارہی تھی۔

کمون بھائی۔۔۔۔۔ اٹھو اٹھو عینا۔۔۔۔۔ وہ لوگ زبردستی اسے اٹھا گئے۔

مرتسم قدم قدم چلتا اسے قریب آیا۔

مے ای۔۔؟

اسکے آگے ہاتھ بڑھاتے ہلکا سا سر جھکاتے کہا۔

وہ اسے بڑھے ہاتھ کو تو نہیں جھٹک سکتی تھی۔

آہستہ سے اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھ گئی۔۔

مر تسم اسکا ہاتھ تھا مے سٹیج پر لے آیا۔۔ ولی کو اشارہ کرتے سونگ پلے کرنے کا کہا۔۔

گانے کی ٹون شروع ہو چکی تھی۔۔

مر تسم نے اسکی کمر میں بازو ڈالتے جھٹکے سے اسے اپنی جانب کھینچا۔۔

وہ کٹی ڈالی کی طرح اسکی طرف جھول آئی۔۔

ایک ہاتھ اسکی کمر پر رکھتے دوسرے ہاتھ سے اسکا ہاتھ تھاما۔۔

عینانے بامشکل زرا سا فاصلہ بناتے۔۔ اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔

وہ اسکے اتنے نزدیک تھی کہ دونوں کی سانسیں ایک دوسرے کے چہرے پر محسوس ہو رہی تھی۔۔

Hmmm hmmm

Hmm...hmmmmmm

Hmmm...hmmmmmm

مر تسم اسکے ساتھ ہلکا ہلکا موو کرنے لگا۔

ایک پاؤں آگے رکھتے جبکہ دوسرا پاؤں پیچھے کرتے وہ ہلکے ہلکے سٹیپ کر رہے تھے۔

باقی سب مبہوت سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ ان دونوں کی جوڑی لگ ہی اتنی خوبصورت رہی تھی۔

Dehleez py mery Dil ki
Jo rakhyn hain tuny qadam
Tery naam py Meri Zindagi
Likh di mery hamdum

عینا نے اسکے سینے پر ہاتھ رکھتی اسکو پیچھے کودھکا دیا۔۔ وہ مڑی لیکن مرتسم
نے اسکا بازو پکڑتے اپنا طرف کھینچا تھا وہ گھوم کر اسکے سینے سے الگی۔۔

Haan seekha meny Jeena jeena kiasy
jeena

Han seekha meny Jeena jeena mery
hamdum

Na seekha kabhi Jeena jeena kaisy
jeena

Na seekha Jeena tery bina hum-
dum

مرتسم نے اسے واپس گھماتے اسکی پشت کو خود سے لگایا تھا۔ اسکے بازو پیٹ
پر باندھتے اپنے ہاتھوں کا زور دیتے موو کیا تھا۔
عینا کا چہرہ گلابی پڑ چکا تھا۔ اسکی اس قدر نزدیکی پر۔۔

Hmmm..hmmm

Hmmm..hmmm

Hmmmmmm..

مرتسم اسکے کندھے پر تھوڑی ٹکائے۔ انکھیں موندے گیا۔
وہ زیر لب ساتھ خود بھی گارہا تھا۔
اسکے لمس میں مدہوش وہ کسی اور ہی دنیا میں پہنچا ہوا تھا۔

Sachi si hain yeh tareefein

Dill sy Jo meny kahin hain

مرتسم نے اسکے گھماتے اسکارخ اپنی طرف موڑا تھا۔

عینا نے التجائیاً سے دیکھتے پیچھے ہونے کی کوشش کی۔

جبکہ مرتسم نے نفی میں سر ہلاتے۔

ایک ہاتھ اس کمر میں ڈالتے۔ دوسرے سے اسکے ہاتھوں کی انگلیوں میں اپنی

انگلیاں الجھائیں تھیں۔

اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکاتے وہ موو کرنے لگا۔

Sachi si hain yeh tareefein

Dill sy Jo meny kahin hain

Jo to mila to Saji hai

Duniya Meri hamdum

جبکہ سامنے دیکھتے ان سب نے زبردست ہوٹنگ کی تھی۔
عین۔۔ انکھیں کھولتے جزبات کی شدت سے بو جھل لہجے میں
پکارا تھا۔۔

عینا نے زرا سی لرزتی پلکیں اٹھاتے اسکی سرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھا۔۔

O asman mila Zameen ko Meri

Aadhe aadhe puri hain hum

Tery Naam py Meri Zindagi

Likh di mery humdum

مر تسم نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے زرا سادور کرتے گھمایا تھا۔۔

زرا سا گھماتے واپس اپنی طرف کھینچا تھا۔۔

وہ جھٹکے اسکی طرف آتی اسکی بازو پر گری تھی۔۔

Han sikha meny Jeena jeena

Kaisy jeena

Haan seekha meny Jeena mery

humdum

Hmmm.hmmmm

مرتسم نے آہستہ سے اسے سیدھا کرتے اسکے ماتھے سے ماتھاٹکا یا تھا۔۔۔

وہ سب تالیاں بجاتے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔

وہ جو ایک دوسرے میں کھوئے تھے۔۔

ہوش میں آئے۔۔

واہ بھائی کیا زبردست ڈانس کیا۔۔ واہ۔۔

آئے ہائے۔۔ سیاں جی کی آنکھوں میں کھو گئے ہم تو۔۔ وشہ اسے کندھا مارتی

سرگوشی میں بولی۔۔

عینا نے اسے گھورا۔

چلو بھی اب غائب ہو جاؤ یہاں سے۔۔ صائم بھائی انہیں آڈر دیتے خود بھی چلے گئے۔۔

ایک ایک کرتے سب لوگ وہاں سے جا چکے تھے۔۔

عینا بھی وشہ لوگوں کے پیچھے جانے لگی۔۔ لیکن مرتسم نے اسکا ہاتھ پکڑتے اپنا جانب کھینچا۔ وہ اس کے مقابل آگئی۔۔

عینا نے اپنی کمر سے مرتسم کا بازو نکلانے کی کوشش کی لیکن الٹا مرتسم نے جھٹکا دیتے اسے اپنے اور پاس کر لیا

ش۔ شاہ۔۔۔ چھ۔ چھوڑیں۔ کیا کر رہے ہیں۔ عینا نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے پیچھے ہونے کی کوشش کی۔۔۔

مرتسم نے اسکی کمر پر دباؤ دیتے زرا سا فاصلہ بھی مٹا دیا۔۔

وہ کپکا اٹھی تھی۔۔ نقوش میں تیزی سے سرخی پھیلی تھی۔۔ پلکیں لرز گئیں
ہیں۔۔ عینا نے مزاحمت روک دی وہ اگر زرا سا بھی ہلتی تو اس کے ہونٹ
مر تسم کے ہونٹوں کو چھو لیتے۔۔

مر تسم نے بائیں ہاتھ سے اس کی تھوڑی کو پکڑ کر اونچا کیا۔۔
عین۔۔ گھمبیر لہجے میں پکارا۔۔

میری طرف دیکھیں۔ اس کی جھکی لرزتی پلکوں کو دیکھتے کہا۔۔

عینا نے پلکوں کی جھالراٹھاتے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ جہاں جزبات کا ایک
سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔۔

وہ گھبرا کر پلکیں جھکا گئی۔۔

مر تسم اسے دیکھتے زرا سا جھکا اس کا ماتھا چومتے اس کی لرزتی پلکوں کو لبوں سے
چھوا۔۔

عینا کا وجود کپکا اٹھا۔۔ مر تسم اس کے رخساروں کو چھوتے۔ اس کے لبوں پہ رکا۔۔
عینا نے لرزتی پلکوں سے اسے دیکھا۔۔

مر تسم اسکی آنکھوں میں دیکھتے اسکے لبوں پر جھکا۔ نرمی سے اسکے لبوں کو چھوتے انہیں اپنے سخت ہونٹوں کی گرفت میں لے گیا۔

عینا نے اپنے لبوں پر اسکی شدت محسوس کرتے اسکے کندھوں کو تھاما تھا۔
مر تسم نے اسکے لبوں پر شدت بڑھاتے اسکی ایک ہاتھ اسکے بالوں میں الجھاتے بالوں کی جڑوں کو سہلایا تھا۔ جبکہ دوسرا ہاتھ اسکی کمر کو سہلا رہا تھا۔

لمحہ بالمحہ لبوں پر بڑھتی شدت سے اسے اپنا سانس رکتا محسوس ہوا تو عینا نے اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی۔

وہ مدہوش تھا اسکے لمس پر لیکن عینا کی اٹکتی سانسوں سے وہ ناچاہتے ہوئے بھی نرمی سے پیچھے ہوا۔

عینا بے حال سی اسکے کندھے پر سر رکھے گہری سانسیں لینے لگی۔
مر تسم اسکی کمر سہلاتا اسکے لرزتے وجود کو محسوس کرتے مسکرایا۔

عین۔۔ اسکا چہرہ سامنے کیا۔۔ سرخ انگارہ چہرہ اوپر سے ہونٹ ایسے تھے
جیسے خون سے بھگے ہوں عینا نے شکوہ کرتی نظروں سے اسے دیکھتے اسکا ہاتھ
پیچھے کیا اور اندر بھاگ گئی۔۔

اسے جاتے دیکھ مر تسم لب دبا گیا۔۔ شاید کچھ زیادہ ہی شدت دکھا گیا۔۔
وہ نازک جان کہاں اسکی شدت برداشت کر سکتی تھی۔۔

ماضی:

ہر طرف گہما گہمی پھیلی ہوئی تھی۔ آخر کار وہ دن آ ہی گیا جسکا سبکو انتظار تھا۔
آج ماہم اور وجدان کی برات تھی۔ ہر کوئی ادھر سے ادھر کام کرتے نظر آ رہا
تھا۔۔

لوگ بانٹے جا چکے تھے۔

آدھے لوگ ماہم کے ساتھ تھے جبکہ آدھے لوگ وجدان کے ساتھ۔ ماہم کو
ماما بابا اور بی جان کے ساتھ حویلی بھیج دیا گیا تھا۔ وہیں پر بارات آنے والی
تھی۔ اور پھر باقی ساری رسمیں بھی وہیں ہونے والی تھیں۔۔
عالم بابا اور رضوانہ ماما تو آج اپنے بیٹے کی ہی طرف تھے۔۔
مرتسم ماہم کے تھا تو عینا وجدان کی طرف۔۔ اسی طرح ماہین بھا بھی ماہم اپیا
کی طرف تھی اور صائم بھائی وجدان کی طرف۔۔
اب عینا، دانیل، ولی، ارسل عادی اور نینا وجدان کی طرف تھے جبکہ مرتسم
، زین، زہرہ، وشہ، شیرمی اور عیشاء، ماہم اپیا کی طرف تھے۔۔
بارات یہاں سے گاؤں جانے والی تھی جس کے لئے وہ بہت کچھ تیار کر چکے
تھے۔۔



ماشاء اللہ میرا بچہ۔۔ ماما وجدان کی نظر اتارتی بولیں۔۔ انہوں سکن کلر کی
شیر وانی پہن رکھی تھی۔۔ اس پر سرخ موتیوں کی مالا تھی۔۔ روایتی دلہوں
کی طرح کندھوں پر شال رکھے وہ انتہا کے پیارے لگ رہے تھے۔۔

سب تیار ہیں لیکن یہ دانی اور عینا کہاں ہے۔۔ ارے جلدی بلاؤ انہیں سہرا
باندھنے کی رسم کریں۔۔

اک سہرا باندھنے کی رسم جو بہنوں سے کروائے جاتی تھی جبکہ بدلے وہ بھائی
سے انعام بھی لیتی تھیں۔۔

میں یہاں ہوں ماما۔۔ وہ کان میں جھمکا پہنتی تیزی سے سیڑھیاں اترتی
بولی۔۔

اور میں یہاں دانی ڈوپٹہ لہراتی دوسری طرف سے بولتی اس طرف آئی
تھی۔۔

ماشاء اللہ سب کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔

وہ جھمکا پہن کے سیدھی ہوتی جھنپ گئی سب کے ایک ساتھ بولنے پر۔۔
ماں صدقے۔۔ ماما انکی بلائیں لیتی بولیں۔۔ میری سیٹیاں تو بہت پیاری لگ
رہی ہیں۔۔

میرا بچہ تو آج بہت پیارا لگ رہا ہے۔۔
وجدان بھائی عینا کا سر چومتے بولے۔۔
جبکہ دانیل زرا سادور ہوتے مسکرا دی۔۔ کیونکہ اسکی نظر میں دور سے پیار
ہونا ٹھیک تھا۔۔

سب ہنس دیے۔۔

ماما نے انکی نظر اتاری تھی۔ وجدان بھائی نے انکے سر پر سے پیسے وارتے
ملازمہ کو دیے تھے۔۔

عینا کی آنکھوں میں نمی اگی وہ لوگ اس سے اتنا پیار کرتے تھے کہ جسکی کوئی
حد نہیں۔ بلکل گڑیا کے جیسے رکھتے تھے۔۔ وہ تھی بھی تو گڑیا جیسی اور آج تو
لگ بھی گڑیا ہی رہی تھی۔۔

وہ پہلی بار ماہم کی شادی پر یوں تیار ہو رہی تھی۔ ورنہ ہمیشہ سادہ حلیے میں ہی رہتی اس لیے وہ منفرد لگ رہی تھی۔

بلیک کلر کی پاؤں کو چھوتی گھیرے دار فراق۔ جسکے دامن، بازو اور گلے پر گالڈن کام ہوا تھا باقی فراق سادہ تھی لیکن اس پر بھاری گولڈن ڈوپٹہ تھا۔

چاکلیٹی بالوں کی مانگ نکالے انہیں نیچے سے ہلکا ہلکا سا کر ل کیا تھا۔
مانگ میں گول بندیا چمک رہی تھی۔ کانوں میں بھی گول ہی جھمکے اٹھکلیاں کر رہے تھے۔ لائٹ سے میکاپ میں اسکے چہرے پر چھایا گلابی پن کچھ اور گلابی ہوا تھا۔ ناک میں ہیرے کی چھوٹی سی نتھ چمک رہی تھی۔ وہ کانچ کی سی گڑیا لگ رہی تھی۔

دائین نے بھی لائنگ فراق پہنا تھا بالکل عین جیسا لیکن اسکا کلر مختلف تھا۔ لڑکیوں کے سب کے ڈریس سیم تھے لیکن کلر مختلف تھے۔

دائین کے ڈریس کا کلر بلو تھا۔ باقی سیم عینا کے ڈریس جیسا۔۔۔ بالوں کو پیچھے کی طرف سیٹ کرتے ماتھا ٹیکا لگایا ہوا تھا۔۔ لائٹ سے میک اپ میں چہرے پر چھایا کچھ جولی سا انداز جو اسکی شخصیت کا حصہ تھا اسے منفرد کر گیا۔۔

عینا اور دائین نے مل کر وجدان کے سر پگڑی رکھی تھی۔ سہرا تو نہیں تھا سو اسی سے رسم کر لی۔۔ اب نکالے ہمارا انعام۔۔ وہ جلدی سے ہاتھ بڑھاتی بولی۔۔ وجدان نے شرارت سے انکے ہاتھ پر دس کانوٹ رکھ دیا۔۔

ہا۔۔ بھائی۔۔ دونوں کے منہ کھل گئے۔۔ جبکہ باقی سب ہس دیے۔۔

نوٹ فٹیر بھائی آج تو میری گڑیا کے ساتھ ایسا نا کریں۔۔ ولی جو ابھی آیا تھا عینا کو حصار میں لیتے اسکے سر پر بوسہ دیتے بولا۔۔

وجدان بھائی نے ہستے پچاس ہزار نکالتے انکے ہاتھ پر رکھے تھے۔۔

وہ خوش ہوتی پیچھے ہٹ گئیں۔۔

اب چلو بھئی بابا کا دوبارہ فون آچکا ہے۔۔ ارسل جلدی میں آتا بولا تو وہ سب وہاں سے نکلے تھے۔۔

وجدان بھائی کو مسجد سے سلام کرواتے وہ لوگ گاؤں کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

گاؤں تک پہنچتے وہ بورہی ہو رہے تھے۔۔

لیکن بالکل گاؤں میں پہنچتے جہاں سے سجاوٹ شروع ہو رہی تھی وہ لوگ اپنی گاڑیاں روک چکے تھے۔۔ ہر طرف پٹاکوں کی آوازیں شروع ہو چکیں تھیں۔۔

آسماں پر مختلف رنگ بکھرنے لگے تھے ایسے میں ایک بار وہاں خاموشی چھا گئی۔۔

سب بنگ پارٹی ایک دوسرے کو تھمزاپ کا اشارہ دیتے اپنا اپنا بازو گاڑی سے نکال گئے۔۔

کیم دم ہر طرف خاموشی بھانے پر دور سے آتی بارات کو حویلی کی چھت پر
کھڑے دیکھتے وشہ لوگوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا جب اچانک۔

....

Oh Veera chocolate boy

Tha kudiyon da joy

Methi batyen karky

Sari kudiyan ly gya

وہاں پر اتنی تیز آواز میں میوزک بجا تھا کہ ہر کوئی ایک بار ڈرا تھا۔ اور

اسکے ساتھ ہی ہوا میں کلرز بلسٹ ہوئے تھے۔

ہر گاڑی کے چاروں شیشوں میں سے ایک ہاتھ باہر تھا اور اسمیں کلر بلاسٹ

تھا۔

گاڑیوں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔

جبکہ گانا جاری تھا۔ جسکی گونج ہر جگہ تھی۔۔

رات کی خاموشی اور اندھیرے کو چیرتی ڈھوباجے کی آواز اور رنگوں نے اسکا
رنگ ہی بدل دیا تھا۔۔

Vera vanilla la

Aur muka jb mila la

Haton py dekr favour

Sala chumi ly gya

Oh bhaii Teri jawani

The end ho gai

Oho

عادی اور ارسل لوگ اپنی گاڑیوں کے اوپر کھڑے ہو چکے تھے۔۔۔

Oh Teri sari dewani
Sadi frnd ho gai
Oye dj nu bulwaado
Bulwaado , bulwaado
Bulwado hyee
O dj nu bulwaado
Sady veery di wedding hai
Botlein khulwado
Sady veery di wedding hai

وہ منظر اتنا خوبصورت تھا کہ ہر کوئی مبہوت اس بارات میں کھویا تھا۔ جو ہر
طرف رنگ بکھیرتی جا رہی تھی۔
جبکہ خاموشی کو چیرتی

گانے کی آواز نے الگ سر پیدا کیا تھا۔۔

Oye twitter pe hai trending

Twitter py hai trending

Sade veery di wedding hai

Long time sy pending

sady veery di wedding hai

اسکے ساتھ ہی تیز ہو ٹینگ گونج اٹھی۔۔ لڑکیاں تو نہیں البتہ لڑکے کوئی اپنی

گاڑی میں ہی اوپر سے تو کوئی گاڑی کے اوپر کھڑا تھا تو کوئی باہر۔۔ وہ لوگ

ساتھ خود بھی اونچی آواز میں گاتے جا رہے تھے۔۔

Haan char qadam py

Bhagi bhagi ik barat aye gi

Har puppy ka din hy ata
Meri Raat ayegi
Hoye kudiye season
Shadi ka hy pandit bhi hy ready
Kanyadan karega Veera
Mat bulwana daddy

اتنے خوبصورت انداز میں بارات کا کسی نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ زین
لوگ خود حیران رہ گئے تھے۔۔ کیونکہ جو لوگ لڑکی والوں کی طرف سے وہ
سب انجان تھے کسی بھی پلیننگ سے۔۔

Ainvayi busy rehte hain barati
apny

Ho ek budget mein fit ho jyen gy do
ghar

KY sapny

Koi band to bajwaado

Bajwaado , bajwaado ,
bajwaado

Koi band to bajwaado sady
veery di wedding hai

Botlein khulwado sady veery di wed-
ding hai

بارات حویلی کے بلکل آگے تھی۔ وہ لوگ گاڑیوں سے اترتے خود بھی گاتے
جھومتے بھنگڑے ڈالتے جارہے تھے۔۔

بند بابے والے اپنا کام کرنے لگے۔۔

Oye twitter pe hai trending
Twitter py hai trending
Sady veery di wedding hai
Long time sy pending
sady veery di wedding haiiiii

پٹاخوں نے آخر برات کا پتہ دے ہی دیا۔۔

لڑکے سارے حویلی کے دروازے کے آگے بھنگڑے ڈالتے وجدان کو بیچ
میں کھڑا کر چکے تھے۔۔۔

ان پر نوٹوں کی برسات کی دی گئی تھی۔۔

تقریباً پندرہ منٹ تک بابا نے سب کو روکتے اب اندر جانے کا اشارہ کیا تھا۔

لڑکیوں کو گاڑیوں سے اتارا گیا۔۔

تھوڑی دیر دہلیز پر رکتے ڈھول بجائے گئے۔۔

ویڈیو گرافر مہارت سے ہر ایک منظر کو قید کرتا جا رہا تھا۔۔



بلیک کرتا پہنے اس پر گولڈن واسکٹ پہنے وہ لڑکی والوں کی طرح کی براتیوں
کے ویلکم میں کھڑا سب لڑکیوں کا دل دھڑکا رہا تھا۔ مرتسم کی عینا کے ساتھ
میچنگ ہو رہی تھی۔۔

سب سے ملتے وہ لوگ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔۔

مرتسم اور زین اینٹرس پر سب کے استقبال کے لئے کھڑے تھے تقریباً
سب ہی اندر جا چکے تھے۔ زین مرتسم جو اشارہ کرتا خود بھی اندر کی طرف
بڑھ گیا۔۔

مرتسم ولی سے کچھ کہتا بھی اسنے چہرہ اٹھایا ہی تھا کہ وہ رک گیا۔ ساکت سا
کھڑا وہ اسے خود میں سماتا دیکھ رہا تھا۔۔

ولی کو کسی کا فون آگیا تو وہ وہاں سے چلا گیا۔۔

مرتسم کو اپنے دل و جاں میں بس وہی وہ ہوتی محسوس ہوئی۔۔

میں صدقے۔۔ لبوں سے بس یہی نکلا تھا۔۔

اسکے پسند کیے گئے سیاہ فراق میں وہ کسی ساحرہ کی مانند لگ رہی تھی جو لمحہ بالمحہ

اسکی طرف بڑھتی اسے اپنے سحر میں جکڑ رہی تھی۔۔

نینا سے بات کرتی وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔

عینادور سے اسکا ٹھٹھکا محسوس کر چکی تھی۔۔

اسکے پاس ماہم کا کچھ سامان تھا جسے لانے کے چکر میں وہ اور نینا پیچھے رہ گئی تھی۔۔

اسلام علیکم مرتسم بھائی۔۔ نینا اسکے پاس رکتی بولی۔۔
مرتسم نے چون کر اسے دیکھا۔۔ وہ جیسے ہوش میں آیا۔۔ اسکی پلکوں میں
جنبش ہوئی۔۔

وعلیکم السلام۔۔ نظریں عینا پر ٹکائے ہی اسے جواب دیا۔۔
نینا نے شرارت سے دونوں کو دیکھا۔۔

میں چلتی ہوں آپ آپی آجائیے گا۔۔ جلدی سے بولتی یہ جاوہ جا۔۔
عینا ارے ارے ہی کرتی رہ گئی۔۔

اسلام علیکم! کچھ سمجھنا آنے پر وہ جلدی سے بولی۔۔

مرتسم مسکرایا تھا۔۔ سر کو جنبش دیتے اسنے زیر لب جواب دیا۔۔
رات کے بعد سے وہ اب اسکے سامنے آئی تھی۔۔

سب لوگ تو اندر جا چکے تھے اس لیے اب یہاں کچھ ہی لوگ تھے جو خود میں مصروف تھے۔۔

مر تسم نے گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔۔

وہ میں اندر سب سے مل لوں۔۔

عینا اسکی نظروں سے گھبراتی جلدی سے قدم آگے بڑھاگی۔۔
لیکن بڑھانا سکی۔۔

اسنے پیچھے مڑتے دیکھا۔۔ اسکا ہاتھ مر تسم کے ہاتھ میں تھا۔۔

عینا نے ویسے ہی قدم پیچھے موڑے۔۔

شاہ چھوڑیں۔۔ وہ ہاتھ چھڑاتی بولی۔۔

لیکن مر تسم کی نظریں اسکے مہندی سے سجے ہاتھ پر ہی ٹک گئیں۔۔ مہندی

کے خوبصورت ڈیزائن میں اسکا نام پورے آب و تاب سے جگمگا رہا تھا لیکن

وہ لکھا کسی اور زبان میں تھا۔۔

मूर्तसम

وہ مسکرایا تھا۔

عینا مسلسل اپنے ہاتھ اسکی نظریں محسوس کرتے گھبرائی۔ مطلب وہ یہ بھی سمجھ چکا تھا۔

ویسے تو مر تسم کو سات زبانیں آتی تھیں۔ لیکن عینا کو نہیں پتہ تھا اسے یہ بھی آتی ہے۔

عینا کو پشتو آتی تھی لیکن پشتو مر تسم کو بھی آتی تھی تھوڑی بہت اس لیے اسنے کسی انڈین زبان میں لکھنے کا کہا تھا۔

لیکن اب وہ بہت اچھے سے جان چکی تھی۔ مر تسم سمجھ چکا ہے کہ کیا لکھا ہے۔

اسنے مسکراتی نظروں سے اسے جو سختی سے آنکھیں میچ گئی۔

مر تسم نے نا محسوس انداز میں ادھر ادھر دیکھتے جھک کر اسکے ہاتھ پر لب رکھے تھے۔

عینا نے پٹ سے سے آنکھیں کھولیں۔ اور ہاتھ پیچھے کھینچا تھا۔

شرم و حیا سے سرخ ہوتے وہ اسے گھور بھی ناسکی۔۔
ہاتھ چھڑواتی وہ دوسو کی سپیڈ سے وہاں سے بھاگی تھی۔۔
مر تسم سر پیچھے کو گراتے ہنس دیا۔۔



ماشاء اللہ اپنا اپ کتنی پیاری لگ رہی ہیں۔۔
وہ برائیڈل روم میں آئی تو ماہم کو دیکھتے مبہوت رہ گئی۔۔
ڈارک بلڈ کلر کے برائیڈل ڈریس میں ساتھ برائیڈل میکاپ اور ہیوی
جیولری میں وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔ ماما کتنی ہی
بار اسکی نظر اتار چکی تھیں۔۔

اسکے پارلر سے آتے ہی اسکا سر صدقہ بھی اتارا گیا تھا۔۔
لیکن میری گڑیا مجھ سے زیادہ پیاری لگ رہی ہے۔۔ ماہم اسکی تھوڑی تلے
ہاتھ رکھتی بولی تو وہ ہنس دی۔۔

اور باہر سے بھاگ کر کہاں سے آرہی تھی۔۔

بیچھے سے آتی وشہ بھی اسے گھورتی بولی۔۔

وہ دھوپ بہت تھی نا باہر اسی لیے بھاگ کر آرہی تھی۔۔

وہ ہڑبڑاتی بولی۔۔

ہیں کیا مطلب اتنی دھوپ تو نہیں ہے باہر۔۔ وشہ مشکوک سی اسے دیکھتی بولی۔۔

اب کیا تجھے پوری انسپیکشن کرنی ہے۔۔ چھوڑ اور چل باہر کا انتظام دیکھتے۔۔
وہ اسے جھڑک کر بولتی ہاتھ کھینچتی لے گی۔۔

یہ عینابی بی ہیں نا۔۔ مر تسم سائیں کی منگ۔۔

وشہ کے ساتھ آتی عینا کو دیکھتے گاؤں کی عورتیں بولیں۔۔

کتنی پیاری ہیں نا یہ۔۔ بلکل گڑیا جیسی۔۔

ہاں نا صرف باہر سے بلکہ دل کی بھی بہت اچھی ہیں۔۔ عورتیں اسے دیکھتی

بول رہی تھیں۔ جو مسکرا کر گاؤں کی عورتوں سے مل رہی تھی۔

ہر بڑے سے پیار لیتی۔۔ چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھتی وہ اب کے
دلوں میں گھر کرتی جا رہی تھی۔۔۔

کبھی کسی بات پر شرارت سے ہستی تو کبھی سنجیدگی سے کوئی بات کرتی۔۔ وہ
مر تسم میر شاہ کی بیوقوف سی عین نہیں

بلکہ پیراپور کے گدی نشین کی سمجھدار بیوی لگ رہی تھی۔۔۔

مر تسم شاہ نکالا ڈلہ سائیں تھا تو عینا اس گاؤں کی لاڈلی بہو تھی۔۔

بہت پیاری ہیں آپکی سیٹیاں۔۔۔ ماما نے عینا اور وش کو اپنی کسی دوست سے
ملوایا تو وہ انکو کو دیکھتی بے ساختہ بولیں تھیں۔۔۔

کیا شادی ہو گئی ہے اسکی۔۔ ویسے اتنی عمر تو نہیں ہے اور شادی شدہ بھی نہیں
لگتی۔۔۔ وہ عورت عینا کو دیکھتی پوچھتی خود ہی اپنے سوال کا جواب دے
گی۔۔

عینا کے ساتھ کھڑی وشہ نے بامشکل ہسی کنڑول کی تھی کیونکہ وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ کیوں پوچھ رہی ہیں۔ وہ پہلے بھی ان سے کی بار مل چکی تھی۔۔۔ وہ ہر لڑکی میں بس اپنی بہو تلاشتی رہتی تھیں۔۔۔

ماما کو کسی اور سے بات کرنے لگی تو وشہ جلدی سے بولی۔ نہیں آنٹی ابھی اتنی جلدی کہاں۔۔۔ ابھی تو بلکل سنگل ہے۔۔۔

وہ شرارت سے بولی تو عینا نے اسے گھورا وہ اسے چپ ہونے کا اشارہ کر گئی۔۔۔ ارے واہ وہ آنٹی خوش ہو گئی۔۔۔

میرا بیٹا بھی ابھی سنگل ہے میں تو آج کل اسکے لئے لڑکی ڈھونڈ رہی لیکن کہاں اچھی لڑکیاں ملتی ہیں۔۔۔

لاکھوں میں ایک بیٹا کے میرا۔۔۔ رکوں میں ابھی مکواتی ہوں۔ وہ آنٹی کچھ زیادہ ہی ایکسائیٹڈ ہو گئی۔۔۔

ارے نہیں آنٹی ہم۔۔۔

ابھی عینا کچھ کہتی وہ آنٹی دور کھڑے کسی لڑکے کو اشارہ کر چکی تھیں۔۔۔

عینا نے گھور کر وش کو دیکھا لے لیا مزہ۔۔۔ وہ منہ لٹکا گئی۔۔

مجھے کیا پتہ تھا والی نظروں سے اسے دیکھا۔۔

تب تک ایک لڑکا انکے قریب پہنچ چکا تھا۔۔

یہ میرا بیٹا ہے کا شان۔۔

کا شان ان سے ملو یہ میری اپنی آنٹی کی بیٹیاں ہیں۔۔

وہ پچیس، چھبیس سالہ نوجوان تھا اچھی شکل و صورت کا وہ لڑکا اپنی ماں کی اس

بیوقوفی پر انہیں گھور کر رہ گیا جو اسے عینا کی طرف بار بار اشارہ کر رہی

تھیں۔۔

اسلام و علیکم بھائی۔۔ عینا خود ہی جلدی سے بولی۔۔

اسکے بھائی بولنے اس آنٹی کا منہ اتر گیا۔۔

انکی شکل پر یک دم بارہ بجے انہیں دیکھ کر وشہ اور عینا کی ہسی چھوٹی وشہ تو منہ

نیچے کیے ہس دی۔ جبکہ عینا نے پختی لب دانت تلے دباتے ہسی کنٹرول کی

تھی۔۔

لیکن اسکی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

کسی نے یہ منظر بہت غور سے دیکھا تھا۔

کاشان جو اسکے بھائی بولنے اپنی ماں کی شکل دیکھتا خود مسکرایا تھا عینا کی اس ادا پر بے ساختہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

سرمی آنکھیں جو بہت محویت سے اسے تک رہی تھیں یک دم ان میں غصہ ابھرا تھا۔ ایک تیش سادر آیا تھا ان میں۔

عینا اور وشہ ایکسکیوز کرتی وہاں سے سے چلی گئی۔
تھوڑی دور آتے وہ دونوں کھل کے ہسی تھیں۔

ہاہاہاہاہا قسم سے اس آنٹی کی شکل دیکھنے والی تھی۔ وشہ پیٹ پکڑے ہستی بولی۔

عینا نے ہای سے بے حال ہوتے سر ہلایا تھا۔
ابھی وہ کچھ کہتی حاشر بھاتا اسکی طرف آیا تھا۔

آنی آنی آپکو وہاں پہ کوئی بلا رہا ہے۔

وہاں سکا دوپٹا کھینچتا بولتا۔۔

کون بلارہے ہے حاشو۔۔ عین جھک کر اسکا گال چومتے بولی۔۔

آپ چلیں ناانی پھر دیکھ لینا۔۔ وہ اکس اہا تھ کھینچتا بولا۔۔

ارے۔۔ دونوں نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔۔

تورک میں آتی ہوں۔۔ وشہ کو بولتی وہ اسکے ساتھ چلی گی۔۔



حاشو کہاں ہے اور کون۔۔ وہ اسے قدرے کونے میں ایک اندھرے والی

جگہ پر لے آیا تھا۔۔

عینا نے حیرانگی سے اس سے پوچھا۔۔

حاشو یہاں تو کو۔۔ اسنے پیچھے مڑتے دیکھا حاشو وہاں پر نہیں تھا۔۔

یہ کہاں چلا گیا۔۔ عینا نے حیرانگی سے ادھر ادھر دیکھا۔۔ لیکن وہاں کسی کونا
پاکر وہ مڑی لیکن ابھی اسے ایک قدم آگے بڑھایا ہی تھا کہ کسی نے بازو سے
پکڑتے اسے کھینچا۔

عینا بے ساختہ کھینچتی چلی گئی۔۔

کسی نے اسے دیوار سے لگایا۔۔ وہ ڈر گئی۔۔

لیکن اس سے پہلے کہ چیختی اسے اپنے قریب مخصوص خوشبو محسوس ہوئی
تھی۔۔

لائٹس کی مدھم تر روشنی میں اسے مرتسم کا چہرہ نظر آیا۔۔

شاہ وہ حیرانگی سے بولی۔۔ کیا ہوا اپنے ایسے مجھے۔۔ اپ کیا کر رہے۔۔ وہ

گھبرائے لہجے میں بولی۔۔ مرتسم کا سپاٹ چہرہ اسے ڈرا رہا تھا۔۔

مرتسم نے اسے دیوار سے لگایا۔۔

کر تو آپ رہی ہیں۔۔۔ دیوار پر اسکے دائیں جانب ہاتھ رکھتا دوسرے ہاتھ

سے اسکی گال سہلاتا اسکی طرف جھک کر بولا۔۔

عینا جھنپ گئی۔ اسکے انداز پر۔۔۔ اج کل تو اسکے تیور کی بدلے ہوئے تھے۔۔۔

م۔ میں کیا کر رہی ہوں۔۔۔ وہ حیرانگی سے بولی۔۔۔

مجھے پاگل۔۔۔ بو جھل لہجے میں سرگوشی کی تھی۔۔۔

وہ اسکے اتنے پاس تھا کہ عینا کو اسکے پرفیوم کی خوشبو نتھوں میں گھلتی محسوس ہوئی۔۔۔

ش۔ ا۔ ہ۔ پ۔۔۔ اسکے الفاظ ٹوٹ گئے۔۔۔ مرتسم نے اسکے بالوں میں منہ چھپاتے گہری سانس بھری تھی۔۔۔

وہ سختی سے آنکھیں میچتی اسکی کمیض مٹھی میں دبوچ گئی۔۔۔ وہ سرخ پڑ گئی تھی اسکے لمس پر۔۔۔

می۔ ر۔۔۔ ہر سب۔۔۔ انت۔۔۔ (میر باہر سب انتظار) اسکی بات مکمل ہوتی مرتسم نے اسکی تھوڑی اٹھاتے جھک کر اسکے الفاظ قید کیے تھے۔۔۔
عینا لڑکھڑائی۔۔۔

مرتسم نے اسکی کمر میں بازو ڈالتے اسے خود میں بھینچا۔۔۔

ایک ہاتھ سے اسکے بالوں کو ڈھیلی گرفت میں لیتے اسکا چہرہ اٹھایا تھا اور اسکے لبوں پر شدت اختیار کی۔۔

اسکے الفاظ مرتسم کے لبوں میں ہی گم ہو گئے۔۔ عینا نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی لیکن الٹا مرتسم نے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑتے اسکی پشت پر لگا دیے۔۔

سانس رکنے سے اسکی بھوری آنکھوں میں نمی بھر گئی۔۔

وہ آزاد ہونے کے لئے کسمسائی۔۔ دل اتنی زور سے دھڑکا تھا کہ ابھی باہر اجائے۔۔

جانے کیوں وہ اتنی شدت دکھا رہا تھا۔۔ عینا کو لگا وہ اسکے لبوں پر کسی چیز کا غصہ نکال رہا ہو۔۔

اسے لگ رہا تھا کہ مرتسم شاید اسکی جان لینے کے درپہ تھا لیکن پھر اسے خود میں سلگھتی سانسیں تیزی سے دوڑتیں محسوس ہوئیں۔۔

وہ اسکی سانسیں پی بھی رہا تھا اور سانس دے بھی رہا تھا۔۔

اسمیں مکمل اپنی سانسیں بھرتے وہ پیچھے ہوا تھا۔

عینانڈھال سی اسکے سینے پر سرٹکاگی۔ دونوں کانسانس پھولا ہوا تھا۔

وہ اسکے بال اور کمر سہلاتا سے ریلیکس کرتا رہا۔

آئیندہ اگران لبوں ظلم ڈھانا ہوا یارنگ چڑھانا ہوا تو مجھے بولنے لگے گا۔ کچھ دیر

اسکی سانس نارمل ہوئی تو اسکے ماتھے سے ماتھاٹکا تے وہ اسکے نچلے لب کو

انگوٹھے سے مسلتے بو جھل لہجے میں بولا۔

وہ اسکی حرکت پر سرخ انگارہ ہوگی۔ عینا ابھی کچھ کہتی کہ مرتسم اسکا چہرہ

اٹھاتے پھر سے اسکے لبوں پر قابض ہوا تھا۔ لیکن اس بار اسکے لمس میں

نرمی تھی۔۔۔

وہ نرمی سے اسکے لبوں کا جام پیتا قطرہ قطرہ اسکی سانسیں خود میں اتارتا

مدہوش سا تھا۔۔۔

عینا اسکے نرم گرم لمس پر بو جھل ہوتی آنکھیں سکون سے موند گئی۔
کتنی ہی دیر وہ دونوں ایک دوسرے کے لمس کی شدت میں کھوئے رہے۔

لیکن اب عینا کا سانس رکنے لگا تو وہ کسمسائی۔ اسکے کسمسانے پر اسکی چوڑیوں
نے شور مچایا تھا۔

مر تسم جو اسکے لمس میں مدہوش تھا اسکی چوڑیوں کی کھنکھناہٹ پر اسکے نرم
لبوں پر شدت اختیار کی تھی۔ سانس روک دینے والی شدت دکھاتے وہ پھر
نرمی سے پیچھے ہوا لیکن اپنے حصار سے آزاد نہیں کیا۔

اسکی یک دم شدت اختیار کرنے پر عینا کا وجود کانپا تھا۔ وہ صرف اسکے
سہارے کھڑی تھی ورنہ اب تک گر چکی ہوتی۔

دونوں کا سانس بری طرح سے پھولا ہوا تھا۔ دونوں کی تیز سانسیں ایک
دوسرے کے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔

جانم۔۔ مر تسم نے اپنی سرخ ہوتی بو جھل انکھیں اٹھاتے اسے دیکھتے پکارا
تھا۔۔ وہ اکثر اسے اس نام سے پکارتا تھا۔۔

عینا نے اسے پکار پر شکوہ بھری بھوری آنکھیں اٹھاتے اسکی آنکھوں میں دیکھا
تھا۔۔

مر تسم اسکی شکوہ کرتی آنکھوں پر مسکرایا۔۔ عینا کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس
بات پر اتنی شدت اور غصہ دکھایا تھا اسنے۔۔

وہ اسکی آنکھوں میں پہلے غصہ دیکھ چکی تھی۔۔

وہ انٹی کیا کہ رہی تھی آپ سے۔۔ اسکے بال سہلاتے مر تسم نے نرمی سے
اسکی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔۔

عینا نے الجھن بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔ پھر اسکی آنکھیں سکڑیں

یعنی کہ وہ سب دیکھ رہا تھا۔۔ اور اس لڑکے کی وجہ سے اسے سزا ملی۔۔

اسنے خفگی سے منہ پھلائے اسے دیکھتے چہرہ موڑ لیا۔۔

وہ اسکے گال پھولانے پر مسکرایا۔۔ وہ جب اس سے ناراض ہوتی تھی تو یو نہی منہ پھلائے رکھتی۔۔

مر تسم نے جھک کر اسکے سرخ ہوتے پھولے گالوں پر اپنے لب رکھے تھے۔۔

اسے جو غصہ اس وقت اس لڑکے کے عینا کو گھورنے پر آیا تھا وہ اتر چکا تھا اس لیے اب آرام سے اس سے نیٹنے کا سوچا۔۔

عینا نے بوکھلاتے اسے دیکھا۔۔ ش۔ شاہ پیچھے ہوں۔ ج۔ جانے دیں مجھے۔۔ وہ اسکی گرفت میں کسمسائی۔۔

یہ مہندی کسکے نام کی ہے۔۔ مر تسم نے اسکی بات اگنور کرتے اسکے مہندی بھرے ہاتھ تھامے تھے۔۔

عینا نے اسے دیکھا۔۔ کسی کے نام کی نہیں۔۔ مسکراہٹ روکتے کہا تھا۔۔
مر تسم نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔۔

تو یہ بناؤ سنگھار۔۔ اس کے ہاتھ چھوڑتے دائیں بائیں ہاتھ رکھتے جھک کر
پوچھا۔۔

ک۔ کسی کے لئے۔ نہیں۔۔ وہ گھبراگی لیکن پھر بھی ڈٹ کر بولی۔۔
کیوں میں شوہر ہوں آپکا پھر کیوں نہیں۔۔ وہ زرا اور جھکتے ہو جھل لہجے میں
بولا۔۔

دونوں کا چہرہ بالکل پاس تھا اتنا پاس کے دونوں کی سانسیں ایک دوسرے کے
چہرے پر پڑ رہی تھیں۔۔

ا۔ س سے ک۔ یا فرق پڑتا ہے۔۔ وہ تیز ہوتی سانس سے بولی۔۔
تو میرے چھونے سے بھی فرق نہیں پڑتا۔۔ وہ اس کے کان کی لو کو ہونٹوں میں
دباتا بھاری آواز میں بولا۔۔

عینا کا چہرہ بھانپ چھوڑنے لگا جیسے۔۔ لیکن وہ پھر بھی ڈتی رہی۔۔
ن۔ نہیں۔۔ جانے کیوں وہ اس سے شرارت پر آمادہ تھی۔۔

زرا بھی نہیں۔۔۔ اسکی گردن پر ناک رگڑتا بولا سرگوشی میں بولا۔۔
زرا بھی نہیں۔۔۔ وہ بھی سرگوشی میں بولی۔۔ آنکھیں اسکے لمس پر خود بخود
بند ہو رہی تھیں۔۔

اب۔۔ اسکی گردن پر جا بجا اپنے لب رکھتے پھر سے سرگوشی کی۔۔
عینا نے اسکی قمیض کو سختی سے جکڑا۔۔
نہہ۔۔ اسکے الفاظ ٹوٹ گئے۔۔ سرگوشی اتنی دھیمی تھی کہ وہ بامشکل ہی سن
پایا۔۔

مرتسم نے اسکی شہ رگ پر لب رگڑے۔۔ اب بھی نہیں۔۔ اسکی قربت
میں حواس کھوتے وہ بمشکل سرگوشی کر رہا تھا۔۔
عینا کی سسکی نکلی تھی۔۔ وہ خود تو مدہوش ہو رہا تھا اسے بھی مدہوش کر رہا
تھا۔۔

پ۔ ٹ۔ ت۔ اہ۔ اے۔ بہ۔ ت۔ (پڑتا ہے بہت)۔۔۔ وہ اسکی قربت میں ہار گئی
لفظ بھی اسکے لبوں میں ٹوٹ گئے وہ مر تسم سے لپٹتی اسکی گردن میں چہرہ
چھپا گئی۔۔۔

مر تسم اسکی پچھلی گردن پر جا بجال لب رکھتا ہر چیز سے بیگانہ ہو گیا۔۔
وہ دونوں ایک دوسرے میں کھوئے تھے۔۔

جب مر تسم کا بجٹا فون عینا کا نشہ توڑتے اسے حواس میں لایا تھا۔۔
جبکہ مر تسم کو کوئی فرق نہیں پڑا اسکے لب اسکے گردن سے نیچے کی حدود سر
کرنے لگے۔۔

ش۔ شاہ۔۔ عینا نے کسمساتے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔۔ اسکی
آواز بو جھل تھی۔

مر تسم نے اسکے نشے سے مد ہوش ہوتی آدھ کھلی آنکھوں سے اسے دیکھا
تھا۔۔ گردن میں گلٹی ابھر کر مد ہم ہوئی تھی۔۔ عینا اس سے نظریں چرا
گئی۔۔

دونوں کی سانسیں مدھم رفتار میں رقص کر رہی تھیں۔۔

مرتسم نے بمشکل اپنے حواس میں لوٹے مستقل بجتے فون کو دیکھا تھا۔

جہاں ولی کا نام جگمگا رہا تھا۔ اسنے سکریں آف کرتے پھر سے اسے دیکھا۔

کاش یہ وقت یہیں تھم جائے اور آپ یونہی میری بانہوں میں سمائی رہیں۔۔

اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکاتے بو جھل سرگوشی کی تھی۔۔

عینانے بمشکل اسکی اسکی سرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھا۔

س۔ سب ان۔ تظار کر رہے۔۔ اسکی اپنی آواز بو جھل تھی۔

اس پر اپنی قربت کے اثرات دیکھتا وہ گھمبیرتا سے مسکرایا تھا۔

جائیں۔۔ اسے دیکھتے کہا۔ عینانے بے بسی نے اپنے گرد لپٹا اسکا حصار

دیکھا۔ جو اسے جانے تو دے رہا تھا لیکن اپنے حصار سے آزاد نہیں کر رہا

تھا۔

چھ۔ وڑ دیں۔۔ گھبرائی سی آواز میں کہا۔

دل نہیں مان رہا۔۔ پھر سے سرگوشی کی۔۔

پلیز۔۔ عینا نے مدھم سا کہا تھا۔۔

مر تسم مسکرایا۔۔ ایسے جائیں گی تو ہر کوئی سمجھ جائے گا کہ میری قربت کے
رنگ میں رنگ کر جا رہی ہیں۔۔ قربت کے رازیوں سب پر افشاں نہیں
کرتے جانم۔۔

وہ اسکے بکھری حالت دیکھتا مدھم لہجے میں بولا۔۔

عینا جھنپ گئی۔۔ وہ بالکل لال ٹماٹر بنی کھڑی تھی۔۔ لپسٹک غائب تھی لیکن
ہونٹ پھر بھی سرخ ہو رہے تھے۔۔

آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔۔ بال بکھر چکے تھے۔۔ ڈوپٹہ ایک طرف
جھول رہا تھا۔۔

فراق کی کمر پر سلوٹیں تھیں۔۔

مر تسم نے آہستہ سے اسے اپنے حصار سے آزاد کرتے اسکے بکھرے بال
سہی کیے۔۔۔ اسکی کمر پر نرمی سے ہاتھ سے سلوٹیں دور کیں۔۔

اسکے چہرے پر پھیلے قوس قزاح کے ان رنگوں کا تو وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔
مر تسم نے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔۔۔ ریلیکس ہو کر جائیں۔۔
اسکا سر چومتے بولا۔۔ اور اسے آزاد کر دیا۔۔

عینا نے ایک نظر اسے دیکھا پھر گہری سانس بھری اور وہاں سے مڑی لیکن وہ
رک گئی۔۔

مر تسم اسکے رکنے پر چونکا۔۔

سیکینڈ سے پہلے وہ اسکی طرف مڑتی اسکی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ایرٹیاں اونچی
کرتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گئی۔۔

مر تسم کے کچھ سمجھنے سے پہلے وہ وہاں سے بھاگ گئی۔۔

وہ حیران سا اسکے لمس پر ساکت کھڑا رہ گیا۔۔

پھر ہولے سے مسکرا دیا۔۔

ولی کا فون پھر سے آنے لگا تھا۔ گہری سانس بھرتے اسنے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے انہیں سنوارا۔

پھر کپڑوں پر پڑی سلوٹیں دیکھتے اسکے لب مسکرائے عینا کا اسکے کرتے کو جکڑنا یاد کرتے وہ ہولے سے ہنسا۔

ایک دو بار ہاتھ مارتے سلوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔ اسکی سرمی آنکھیں بو جھل ہو رہی تھیں۔



کہاں تھی تو پچھلے آدھے گھنٹے سے اوپر ہونے والا ہے تجھے ڈھونڈ رہے ہیں۔۔۔ ہم سب پریشان ہو گئے تھے۔ وہ واپس برائیڈل روم آئی تو وشہ نے تیزی سے اسکے پاس آتے پوچھا۔

دلہن بنی ماہم نے بھی پریشانی سے اسے دیکھا تھا۔

ماما بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

ہاں بچے کہاں چلی گئی تھی۔۔ ماہم اپیا اور ماما بھی پاس آتی پوچھنے لگیں۔
اور یہ کیا ہے۔۔ لال ٹماٹر کیوں بنی ہوئی اور۔۔ لپسٹک کہاں غائب ہے
تیری۔۔

بال بھی خراب کر لیے۔ کسی سے لڑکے رہی ہے کیا۔۔
وشہ اسے دیکھتی بولی۔۔

عینا بوکھلائے سی کھڑی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا بولے۔۔ ادبے
گھنٹے سے زیادہ کب ہو گیا اسے خود بھی نہیں پتہ چلا۔۔
م۔ میں یہیں تھی۔ وہ ہڑبڑائی بولی۔۔

ماہم اپیا اور ماما نے غور سے اسے دیکھا تھا۔ اس کے وجود سے کوئی مخصوص
خوشبو آرہی تھی جسے ماہم نے اکثر محسوس کیا تھا جب وہ مرتسم کی شال اپنے
گرد لپیٹتی تھی۔۔۔

چہرے پر بکھرے قوس و قزاح رنگ، سرخ ہونٹ، وہ گھبرائے سی اپنی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔۔

ماہم نے ماما کی طرف دیکھا وہ دونوں ہی مسکرا دیں۔۔

بتا بھی کہاں گی تھی۔۔ وشہ پھر سے بولی۔۔

وش وہ کہہ تو رہی ہے یہیں تھی تو یہیں ہو گی۔۔ تم چلو میرے ساتھ بہت کام ہیں۔۔

بچے اپیا کے پاس رہو ہم۔۔ ماما اسکا ماتھا چومتے مسکراتی بولیں۔۔

اسے ماما کی مسکراہٹ کی کچھ سمجھ نہیں آئی۔۔ لیکن وہ سر ہلا گئی۔۔

یہاں او۔۔ انکے جانے کے بعد اپیانے اسے مرر کے سامنے بٹھایا۔۔

وہ حیران ہوئی پھر مرر میں خود کو دیکھتی گھبرا گئی۔۔

وہ اسکی قربت کے رنگوں میں نہایت ہوئی تھی۔۔ خود سے ہی نظریں چرا گئی۔۔

ماہم اپیانے مسکراہٹ روکتے شرارت سے لپسٹک نکالتے اسے لگائی۔۔

پھر اسکے بالوں سنوارتے اسکا ڈوپٹہ سیٹ کیا۔۔

وہ یک ٹک آئے میں اسکے عکس کو دیکھتی مسکرا رہی تھی جو خود سے ہی
نظریں چرا رہی تھی۔۔

کتنی معصوم سی پاکیزہ سی گڑیا تھی نا وہ اسکے دیوانے بھائی کی قربت کے رنگ
تک نہیں چھپا پار ہی تھی۔۔

کیا ہوا اپنا۔ اپ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں۔ وہ آئینے میں دیکھتی اس سے پوچھنے
لگی۔۔

دیکھ رہی ہوں کتنا خوش نصیب ہے میرا بھائی جسے اتنی پیاری گڑیا سی لڑکی دی
اللہ نے۔۔ اتنی معصوم سی پری کیسے مل گی میرے بھائی کو۔۔ وہ اسکی تھوڑی
اٹھائے اسے دیکھتی مسکراتے ہوئے بولیں۔۔

عینا جھنپ گی۔۔۔



کہاں غائب ہوا تھا۔ اسے آتے دیکھ ارسل نے اسے گھورتے پوچھا۔ لیکن وہ ٹھٹھک کر روکا۔

تو کہاں سے آرہا ہے۔

مشکوٰۃ انداز میں اسے دیکھتے پوچھا۔

مرتسم نے ابرو اچکاتے اسے دیکھا۔

سیدھے سے بتا کہاں سے آرہا ہے۔ ارسل اس کے پاس آتا آنکھیں سکیرے پوچھنے لگا۔

کیوں تیرادل نہیں لگ رہا تھا۔ مرتسم بالوں میں ہاتھ چلاتا بولا۔

بیٹا میرا تو نہیں البتہ تیرادل کہاں لگا تھا وہ مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ ارسل

شرارت سے ہنستا بولا تو مرتسم نے ابرو اچکائے۔

کیا مطلب۔ مرتسم نے الجھ کر پوچھا۔

بیٹا مطلب تو صاف نظر آرہے ہیں۔

ارسل مسلسل اسے معنی خیز نظروں سے گھورتا ہنس رہا تھا۔۔ پھر فون نکالتے اپنا کیمرہ اون کرتے مرتسم کے آگے کر دیا۔۔

مرتسم نے فون میں دیکھا تو اسکا خود کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔۔

اسکے ہونٹوں پر اور اسے اس پاس گلابی لپسٹک کے نشان تھے۔۔

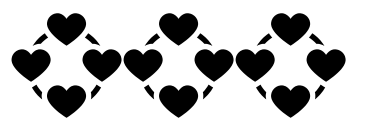
اسنے جھپٹ کر ارسل سے فون کھینچتے پاس پڑے ٹشو اٹھاتے اپنا چہرہ صاف کیا تھا۔۔۔

جبکہ ارسل معنی خیز نظروں سے اسے دیکھتا ہنس ہنس کے پاگل ہو رہا تھا۔۔

مرتسم نے خفت سے سرخ ہوتے چہرے سے ارسل کو دیکھا۔۔

شٹ اپ۔۔ اسے اپنی جانب دیکھتے جھڑک کر آگے بڑھ گیا۔۔ جبکہ ارسل

بھی ہستا اسکے پیچھے لپکا تھا۔۔



ابھی وہ ماہم سے کچھ کہتی کہ دروازہ نوک ہوا۔۔ مرتسم کے ساتھ ماما، بابا اور
بی جان اور باقی لوگ اندر آئے تھے۔۔

عینا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

نکاح بچپن میں ہوا تھا اس لیے ایک بار پھر سے ہونا تھا۔
مرتسم پہلے ہی ماہم سے مل چکا تھا۔۔ اور اسکی نظر بھی اتاری تھی۔۔
ماما نے خاموشی سے اسے چادر اوڑھادی۔۔

نکاح خواں کو بلایا گیا۔۔

ایک بار پھر سے باپ اور بھائی شفقت بھری آغوش میں اسے اپنا آپ آج
پوری طرح سے وجدان کو سونپ دیا۔۔
سبکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

بے شک وہ اسی گھر میں رہنے والی تھی لیکن پھر بھی یہ وقت ہی ایسا تھا۔۔
نکاح خواں کے جانے کے بعد مرتسم نے روتی ہوئی ماہم کو خود سے لگاتے
اسکا سر چوما۔۔ بابا نے بھی اسے گلے لگایا تھا۔۔

سب جانتے تھے کہ وہ دونوں بہن بھائی ماں باپ کی یاد میں رو رہے ہیں۔۔
مر تسم کی آنکھیں خود بھی نم ہوئی تھیں۔ لیکن وہ ماہم کی خاطر خود کو سنبھال
گیا۔۔

ماہم کچھ سنبھلی تو مر تسم نے اسے یو نہی خود سے لگائے چہرہ اٹھایا تو اسکی نظر
آئینے میں نظر اٹھاتے عینا کے عکس پر پڑیں۔۔ وہ اپنی نم آنکھوں سے انہیں
ہی دیکھ رہی تھی۔۔

مر تسم نے آنکھیں جھپکتے ہلکے سے نفی میں سر ہلاتے اسے رونے سے منع
کیا۔۔

عینا نے اسے دیکھتے اپنی نم آنکھیں صاف کرتے مسکراتے اسے دیکھا تھا۔۔



:ماضی

مجھے اگنور کیوں کر رہی ہو۔۔۔۔۔ زین دانیں کو دیکھتا بولا۔۔

وہ کب سے اسے دیکھ رہا تھا جو آج سچ میں اس پر بجلیاں ہی گرا رہی تھی۔۔
لیکن اسے اس سے بات کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ ابھی وہ شاید کسی
سے فون پہ بات کر رہی تھی تو تھوڑا سا ٹیڈ پہ تھی۔ موقع دیکھتے زین اسے
پاس آگیا۔۔

دانیں اسے گھورتے جانے لگی زین نے بازو آگے کر دیا۔
وہ دوسری سائیڈ سے جانے لگی تو اسے دوسرا بازو بھی کر دیا۔
کیا مسئلہ ہے تمہیں وہ دھیمے لہجے میں چلائی۔
زین نے اسکا بازو پکڑا اور ایک سائیڈ لے لیا۔

تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ بات کیوں نہیں کر رہی مجھ سے۔۔ جب سے
آئی ہو مجھے اگنور کر رہی۔۔ وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتا بولا۔۔

دائین نے غصے سے اسے دیکھا۔

میں اگنور کر رہی ہوں یا تم کر رہے ہو۔۔ وہ غصے سے بولی۔

میں نے کب کیا تمہیں اگنور یا۔۔ وہ حیرانگی سے بولا۔

دائین نے غصے سے جھپٹ کر اسکا کالر دبوچا۔۔

صبح سے میری کالز کس نے اگنور کی ہیں۔۔ وہ غرائی تھی۔

زین نے حیرانگی سے اس کے غصے کو دیکھا۔

دائین میں بڑی تھا یا۔۔

اس کے بعد تمہیں کال بیک کی تھی لیکن تمہیں فون ہی نہیں اٹھایا۔

وہ صبح کا منظر یاد کرتا بولا۔ جب وہ اسکی کال ریسیو نہ کر سکا تھا۔

بہت اچھے سے دیکھ چکی ہوں میں کس کے ساتھ بڑی تھے تم۔

وہ اسکا کالر جھٹکتی نخوت سے بولی۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔۔ زین کو بھی غصہ آیا۔

دائین نے سر جھٹکتے وہاں سے جانا چاہا۔

زین نے اسکا بازو دبوچا۔

جواب دو مجھے۔ کیا مطلب ہے تمہارا کسکے ساتھ بڑی تھا میں۔۔ وہ بھی غصے سے بولا۔۔

مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔۔ تمہیں خود نہیں پتا صبح میری کال دیکھ کر بھی تمنے اگنور کی جب منیزہ سے تو بہت ہس ہس کے باتیں ہو رہی تھیں۔۔ وہ سلگ کر بولی۔۔

صبح وہ ماہم کی جیولری دینے آئی تھی۔۔ جب اسنے واپس جاتے ہوئے دونوں کو دیکھا تھا۔۔

منیزہ (ماہم کی کزن) کے ساتھ دیکھتے اسے حد سے زیادہ غصہ آیا تھا۔۔ اسنے وہیں کھڑے زین کو فون کیا لیکن زین نے اسکی کال دیکھتے سکرین آف کر دی۔۔

ایک بار، دو بار اسنے پھر سے وہی کیا۔

دائین غصے میں وہیں سے واپس چلی گئی تھی۔

زین نے حیرت کی زیادتی سے اسکے غصے سے پھولے تنفس کو دیکھا۔

دائین ہم صرف مینیوڈ سکس کر رہے تھے۔ ٹائم کم تھا اس لیے مینے تمہیں بعد میں کال کرنے کا سوچا۔

وہ تحمل سے اسے سمجھاتا بولا۔

ایک منٹ تم جیس ہو رہی ہو یعنی تمہیں فرق پڑتا ہے۔ اور فرق تبھی پڑتا ہے ناجہاں فیلینگس ہوں۔ وہ اسکی طرف سائیڈ مسکراتا اچھالتا بولا۔

دائین جو اسے غصے سے گھور رہی تھی اسکے کہنے پر نظریں چراگی۔

ہنہ جلیس وہ بھی اس چھپکلی سے میری جوتی کو بھی پروا نہیں۔

وہ سر جھٹکتی بولی۔

تو پھر اتنا غصہ کس بات کا تھا۔ زین مسکراہٹ دباتا بولا۔

اسکے پھولے چہرے پر اسے پیار آ رہا تھا۔

دائین نے غصے سے اسے گھورا۔

میری مرضی تمہیں کیا تکلیف ہے۔۔ خفگی سے اسے دیکھتے کہا۔۔

ہمم۔ مرضی۔۔ زین نے سمجھتے سر ہلایا۔۔

فرق تو تمہیں پڑتا ہے مانے چاہے ناما نو میری لیڈی بو گیمبو لیکن فکر مت کرو

وہ چھپکلی سچ میں تمہارے بال برابر بھی نہیں۔۔

وہ اسکی طرف جھکتے گھمبیرتا سے بولا۔۔

دائیں اچانک اسے جھکتے دیکھ زرا سا پیچھے ہوئی۔۔

ہاں پڑتا ہے فرق اور اب اگر تم مجھے اس کے آس پاس بھی نظر آئے تو اسکی تو

بعد میں تمہاری سلامتی کی کوئی گیر نٹی نہیں دے سکے گا پھر۔۔

وہ دانت پیستے بولی تھی۔۔

بالوں کو پیچھے کی طرف جھٹکتے وہ وہاں سے چلی گئی۔

زین کھل کے ہنسا تھا اسکی بات پر۔۔



ولی نے سنجیدگی سے اسکی حرکتیں دیکھیں تھیں۔۔

ہو گیا۔۔ کافی دیر اسے دیکھنے کے بعد وہ بولا۔۔

وہ اس سے بات کرنے کی غرض سے آیا تھا۔۔ لیکن ولی کو دیکھتے پہلے تو اس نے فرار ہونا چاہا لیکن ولی اس کے آگے پھیل کے کھڑا تھا اس لیے وہ بے بسی سے ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔۔

کیوں کر رہی ایسے۔۔ ولی سنجیدگی سے بولا۔۔

مینے کیا کیا ہے سائیں۔۔ وہ سراٹھائے معصومیت سے اسے دیکھتے بولی۔۔

ولی کا دل دھڑکا تھا اسکی اس ادھر۔۔

کاسنی رنگ کی پاؤں کو چھوتا فراق پہنے۔۔ لائٹ سے میکاپ میں سر پر دوپٹہ

ٹکائے وہ اسے اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی۔۔

جبکہ سائیں کہہ کے تو وہ جیسے اسے پاگل کر دیتی تھی۔۔۔

کتنی بار کہا ہے مجھے یوں سائیں مت کہا کرو۔۔۔ اگر اتنا ہی شوق ہے سائیں

کہنے کا تو پھر کیوں مجھے انتظار کی سولی پر لٹکایا ہے۔۔

وہ اسکی طرف دیکھتا گھمبیرتا سے بولا۔۔

زہرہ نے ہونٹ کاٹتے اسے دیکھا۔۔

میں آپکو سائیں اپکی حیثیت اور اپنی اوقات دیکھتے کہتی ہوں ناکہ رشتہ بنانے

کی خاطر۔۔

وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔۔

ولی نے ہونٹ بھنچے تھے۔۔ غصے کی شدت سے آنکھیں سرخ ہوئی تھیں۔۔

جاؤ۔۔ وہ سائیڈ ہوتا سے دیکھے بنا ضبط سے بولا۔۔

وگر نہ دل تو چاہا رہا تھا کہ اسے اپنی پناہوں میں جکڑتے اتنی شدت دکھائے

کہ وہ اچھی طرح اپنی حیثیت جان جائے۔۔

لیکن فلحال نا تو وہ کوئی حق رکھتا تھا نا یہاں کوئی تماشہ کرنا چاہتا تھا۔۔

زہرہ نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا لیکن وہ رخ موڑ گیا۔

وہ نم آنکھیں رگڑتے وہاں سے بھاگی تھی۔



ایک ہاتھ میں مرتسم کا ہاتھ تھا مے جبکہ دوسرے میں قاسم بابا کا ہاتھ تھا
رکھا تھا۔

وہ سہج سہج کراسکی جانب قدم بڑھاتی جا رہی تھی۔
وجدان اسے دیکھتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

سیٹج کے پاس آتے مرتسم نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ میں
تھا مے اسکے ہاتھ کو وجدان کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر رکھ دیا۔

ماہم کا ہاتھ کپکپایا تھا۔ وجدان نے اسے سہارا دیتے سیٹج پر چڑھایا تھا۔
ینگ جزیشن نے خوب ہوٹینگ کی تھی۔

جبکہ ماہم انکے اس طرح سے ہوٹینگ کرنے پر جھنپ گئی۔

وجدان نے انکا ہاتھ دباتے ریلیکس کیا تھا۔

وہ دونوں ساتھ بیٹھے مکمل لگ رہے تھے۔۔ بلکل ایک دوسرے کے لئے بنائے گئے۔۔



چلو بھئی لڑ کو پیچھے ہو جاو۔۔

ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھا مے لڑکیوں نے لڑکوں کو سائیڈ کیا تھا۔۔
سب لڑکیوں کو ایک سائیڈ پہ دیکھتے لڑکوں کے منہ کھل گئے۔۔
جبکہ بڑے سب ہس دیے۔۔

لڑکیوں نے بڑی شرافت سے دودھ کا گلاس وجدان کے حوالے کیا تھا۔۔ جسکے دو گھونٹ لے کر ہی انہوں نے پیچھے کر دیا۔۔ اسکے بعد وہ گلاس لڑکوں کے ہاتھ تھا۔۔ جب تک گلاس خالی نا ہو گیا لڑکیاں شرافت سے بیٹھی رہیں۔۔

جیسے ہی خالی گلاس انکے سامنے آیا انکی آنکھیں چمک اٹھیں۔

وجدان بھائی اپنے اس میں سے لیے ہیں دو گھونٹ۔۔

ہیں نا۔۔ دانیں نے انہیں دیکھتے پوچھا۔۔

وہ نا سمجھی سے سر ہلا گئے۔۔

تو آپکے ہو گئے دولاکھ اور باقی یہ جتنے بھی لڑکے کھڑے ہیں جنہوں نے یہ

دودھ چکھا ہے تو ان سب کو ملا کر ہو گئے۔۔

چھ لاکھ۔۔ جس نے بھی دودھ پیا تھا انکو ملا کر لڑکیوں نے معصومیت سے اپنی

ڈیمانڈا نہیں بتائی تھی۔۔

واٹ۔۔ لڑکے ایک ساتھ چیخے تھے۔۔

واٹ۔۔ واٹ آپ سب نے دودھ پیا ہے نا تو اب اسکی بھرپائی کریں۔

بھئی یہ دودھ بہت مہنگا ہوتا ہے۔۔ عینا نے انگلی دکھاتے کہا تھا۔۔

وجدان کے پیچھے کھڑے مر تسم نے اسکی اس ادا پر لب دبائے تھے۔۔

وہ انہیں ایسے انگلی دکھا کر بولتی بہت کیوٹ لگ رہی تھی۔۔

چلیں وجدان بھائی جلدی سے نکالیں پیسے۔۔ دانیں بولی تھی۔۔

تم تو لڑکے والوں کی طرف تھی۔۔

زین نے آبرو چکاتے پوچھا۔۔

تھی اب نہیں ہوں اب لڑکے ایک طرف اور لڑکیاں ایک طرف وہ بات تو پرانی ہو گئی۔۔ وہ مزے سے کندھے اچکاتی بولی۔۔

کچھ نہیں ملے گا منگتیوں کو۔۔ ولی نے ہاتھ جھاڑتے انہیں ٹونٹ کیا تھا۔۔

کیونکہ وہ سب سیٹج پر ہی لائین بنا کے بیٹھیں تھی۔۔

لڑکیوں نے اسے گھورا۔۔

یہ ہمارا حق ہے ملے گا کیوں نہیں۔۔ کیوں ماما۔۔ وشہ نے ماما کو بھی نیچ میں

شامل کیا۔۔

یہ بات تو ٹھیک ہے یہ تو حق ہے بھی سالیوں کا۔۔

ماما نے لڑکیوں کا ساتھ دیا۔۔

ماما کو کیوں لارہے ہو ہم سے نمٹو نا۔۔ عادی نے جوالہ مکھی بنی وشہ کو ٹراخ کے جواب دیا۔۔

لڑکے ماما کے ساتھ دینے پر جل بن کر کھڑے تھے۔۔
تم لوگوں کی مانگ بہت زیادہ ہے بھی تھوڑا سا ڈسکاؤنٹ کرو۔۔
وجدان نے مسکین سی شکل بناتے کہا تھا۔۔
لڑکیاں کھلکھلا کر ہس پڑیں۔۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے چلیں۔۔ آپ کے لئے پانچ لاکھ آپ بھی کی یاد رکھیں گے
کیسی عظیم سالیاں ملی ہیں آپکو۔۔
دائین نے کھلے دل سے کہا۔۔

یہ تو بہت زیادہ ہے۔۔ ارسل نے آنکھیں نکالتے کہا۔۔
آنکھیں مت نکالوں کہیں باہر نا جائے۔۔ ویسے بھی تم جیسے نکموں کے پاس
ہونگے بھی کہاں۔۔

عینا نے اسے گھورتے کہا۔۔

لڑکے اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔۔

تو بات یہ ہے لڑکیوں تم لوگوں کو تو پیسے چاہیے لیکن پھر یہ کون لے گا۔۔
وجدان بھائی نے مرتسم کو اشارہ کیا جس نے انکے ہاتھ میں گفٹ پیک دیے
تھے۔۔

یا ہو۔۔۔ لڑکیاں خوشی سے اچھلی تھیں۔۔

وجدان بھائی نے زہرہ سمیت سب لڑکیوں کے لئے گولڈرنگزلی تھیں۔۔ جو
سب کو ہی بہت پسند آئی تھیں۔۔

اسکے بعد کھانا کھایا گیا۔۔

چلو بچو اٹھو اب رخصتی کا وقت ہوگی۔۔

بابا نے وقت دیکھتے کہا۔۔

گیارہ کا ٹائم ہونے والا تھا۔۔

رخصتی کیا ہونی تھی ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں لیکن پھر بھی اس وقت ماہم کی آنکھیں نم ہوئیں۔۔

مر تسم اسکے سر پر قرآن کا سایہ کرتے اسے لان سے گھر کی دہلیز تک لایا تھا۔۔

اسکے ساتھ ایک بار پھر سے۔

انار اور پٹانے پھوٹ پڑے اور ماہم کا گرینڈ ویلکم کیا گیا۔۔

اس پر پھولوں کی برسات کر دی گئی۔۔

وہ پھولوں پر چل کے وجدان کے کمرے تک آئیں۔۔ ماما اور ماہین بھا بھی انہیں کمرے کے اندر لے آئیں۔

پورے کمرے کو سرخ گلابوں سے سجایا گیا تھا۔۔

دلہن بنی ماہم کو ان پھولوں کے بیچ بٹا ہتے ماما نے انکا سر چوما۔۔

وہ دونوں انہیں بٹھا کر باہر آگئیں۔۔

کچھ دیر بعد ماما نے لڑکوں میں گرے وجدان بھائی کو روم میں جانے کا کہا تو وہ سب سے معذرت کرتے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔

ابھی وہ روم کے سامنے ہی گئے تھے کہ دانیل اور وشہ تیزی سے انکے سامنے آئیں تھیں۔۔

کہاں جا رہے ہیں بھائی۔۔۔۔ پہلے ہمارا انعام تو دیتے جائیں۔۔
وہ دروازے کے آگے بازو کرتی بولیں۔۔

وجدان بھائی نے بے چاری شکل سے نہیں دیکھا۔۔
لو پھر آگے منگتیاں۔۔

ارسل نے وجدان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے انکا مزاق اڑیا۔۔
تم چپ رہو کنگلے کہیں کے۔۔

دانیل نے اسے گھورتے کہا۔۔

جبکہ وجدان بھائی بس مسکرا رہے تھے۔۔

کیا مانگ ہے یہ تو بتاؤ۔۔ وجدان بھائی ہاتھ اٹھاتے بولے۔۔

زیادہ نہیں بھائی بس دولا کھ وشہ آنکھیں پٹپٹاتی بولی۔۔
ان میں ہمارا بھی حصہ ہو گا کیا۔۔ عادی خوشی سے اسے دیکھتا بولا۔۔
کس خوشی میں۔ فری کا حصہ۔۔ ان دونوں نے اسے ٹھینکا دکھایا۔۔
وہ اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔

بس بس۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں طرف وہ پھر شروع ہوتے وجدان بھائی
نے کیش نکالتے انکے حوالے کیا تھ۔ وہ خوشی خوشی انکار استہ چھوڑ گئیں۔۔
اب وہ باقی لڑکیوں کا حصہ نکالتی گنتی جارہی تھیں۔ ان پیسوں کی خوشی ہی
الگ ہوتی ہے۔۔



وجدان نے کمرے میں قدم رکھتے مسکراتے پھولوں میں بیٹھی اپنی شریک
حیات کو دیکھا تھا۔۔

دروازہ لاک کرتے انہوں نے ماہم کی جانب قدم بڑھائے۔۔

آہستہ سے سلام کرتے وہ انکے پاس بیٹھے۔۔

ماہم خود میں سمٹ گئی۔۔

سر ہلا کر انکے سلام کا جواب دیا۔

وہ روایتی دلہنوں کی طرح گھونگھٹ نکالے انکی منتظر تھیں۔۔

وجدان بھائی نے انہیں دیکھتے آہستہ سے انکا گھونگھٹ پلٹ دیا۔۔ وہ مبہوت

سے اس حسن کی دیوی کو دیکھتے رہ گئے۔۔

ماہم انکی نظروں سے گھبرا گئی۔۔

می۔ میرا منہ دکھائی کا گفٹ۔۔ وہ انکا دھیان ہٹانے کو بولی۔۔

وہ مسکرائے تھے انکی گھبراہٹ پر۔

اپنی پاکٹ سے ایک ڈبی نکالتے انہوں نے ماہم کی جانب بڑھائی۔۔

ماہم نے تھامنے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھایا تو وہ خود ہی ڈبی کھولتے اس میں
ہیرے کا خوبصورت سی رنگ نکال گئے۔۔

مے آئی۔۔ رنگ پہنانے کے لئے انکا ہاتھ مانگا۔

ماہم جھجھکتی اپنا ہاتھ انکے ہاتھ میں دے گی۔۔

انہوں نے رنگ پہناتے جھک کر انکا ہاتھ چوما تو وہ خود میں سمٹ گئی۔

بہت پیاری لگ رہی ہیں۔۔ سرگوشی کرتے انہوں نے ماہم کا سرخ ہوتا چہرہ
اٹھایا۔۔

اجازت ہے۔۔ انکا ماتھا چومتے وہ انکے کانوں میں میٹھی سرگوشی کر گئے۔۔

ماہم نے شرم و حیا سے سرخ پڑتے انکے سینے میں چہرہ چھپاتے انہیں اجازت
دی تھی۔۔

وہ سرشار سے انہیں اپنی آغوش میں بھرتے انہیں اپنی شدتوں سے روشناس
کروانے لگے۔۔



اگلے دن کا سورج اپنے ساتھ بہت ساری فی امیدیں لے کر بیدار ہوا تھا۔
بڑی حویلی میں اس وقت ناشتے کی ٹیبل پر سب جمع ماہم اور وجدان کے انتظار
میں تھے۔

اسلام علیکم وہ دونوں ایک ساتھ آتے بولے۔
ماشاء اللہ ماما نے نکھری نکھری سی ماہم کا ماتھا چوما۔ وہ جھنپ گئی۔
ناشتہ کرنے کے بعد کوئی اپنی نیند پوری کرنے چلا گیا تو کوئی اپنے ادھورے
کام۔

فنکشن رات کا تھا اس لیے سب لوگ ریلیکس تھے۔
دیکھتے ہی دیکھتے دن کب نکل گیا پتا ہی نہیں چلا۔

اس وقت سب لوگ افرا تفری میں ادھر سے ادھر نکل رہے تھے۔ کسی کو کچھ نہیں مل رہا تھا تو کسی کو کچھ۔۔

سب لڑکے تھری پیس پہنے جج رہے تھے جبکہ لڑکیوں کا ابھی تک کوئی تاپتہ نہیں تھا۔۔



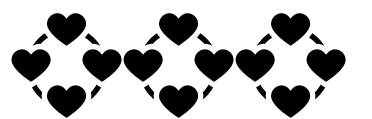
سب سے پہلے اپنے کمرے سے ماہین بھا بھی نکلی تھیں۔۔
بلیک کلر کی ساڑھی پہنے وہ صائم بھائی کو انکے دیکھنے پر مجبور کر گئیں۔۔
کیا بات ہے بیگم آج تو لگتا ہے جان سے جائیں گے ہم۔۔ وہ دل پہ ہاتھ رکھتے
کسی ٹین اتج لڑکے کی طرح برے تو ماہین بھا بھی نے ہستے انکے بازو پر ہاتھ مارا
تھا۔۔

انکے بعد بوکھلائی سی دانیں باہر آئی تھی۔۔۔ پھوپھو میرا فون نہیں مل رہا۔
لائٹ پر پیل کلر کی ساڑی جو اکھٹی کر کے کندھے پر رکھی ہوئی تھی۔ اسکا پلو
جھلاتی وہ جھنجھلائی سی بولی۔

جبکہ دور کھڑے زین نے اسکو آفت بنے دیکھ لب دبائے تھے۔۔۔ اج تو وہ
جوالہ مکھی بنی ہوئی تھی۔

دانیں کے بعد اب وشہ کو دیکھو تو وہ او ف وائٹ کلر کا ڈریس پہنے اپنی سیلفیز
کلک کرنے میں مصروف تھی۔۔

جبکہ اسکے ساتھ کھڑی زہرہ جو بلو ڈریس میں تھی زور و شور سے اپنی انگلیوں
کے ناخن چبارہی تھی جو کہ اسکے فیورٹ کام تھا۔۔



وشہ جاؤ عینا سے بولو اسے جو مینے کل ماہم کے کنگن دیے تھے
وہ لے کے نیچے آئے۔۔

ماما وشہ کو بولتی جا چکی تھیں۔۔

وشہ نے منہ بناتے انہیں دیکھا۔۔

پھر اسکی نظر اوپر جاتے مرتسم پر پڑی۔۔

بھائی۔۔ بھائی بات سنیں۔ وہ بھاگ کر اس تک گئی۔۔

جی بچے۔۔ مرتسم جو کسی کام سے اوپر روم میں جا رہا تھا اسکی پکار پر مڑا۔۔

بھائی مینے ناہیل پہنی ہے بار بار اوپر نہیں جایا جاتا آپ پلیز عینا سے ماہم اپنا
کے کنگن لے آئیے۔۔

اسے بولے گا جو ماما نے اسے دیے تھے۔۔

پلیز بھائی۔۔ وشہ اسکے ہاتھ پکڑتی جلدی سے بولی۔۔

ٹھیک ہے بچے میں بول دوں گا۔۔ مر تسم نے پیار سے اس کے گال تھپتھپاتے
کہا۔۔

تھینکیو بھائی۔۔ اینڈ یولک ہینڈ لسم اور آخر میں اسے دیکھتی بولی۔۔ اس کے لہجے
میں محبت تھی۔۔

تھینکیو بچے۔۔ مر تسم اس کے گال کھینچتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔۔



کم ان کے آواز پر وہ آہستہ سے ڈور کھولتا اندر آیا۔۔

ناصر ف وہ چونکا تھا بلکہ آئینے کے سامنے کھڑی عینا بھی چونک کر پلٹی تھی۔۔

عینا نے سیکینڈ سے ساڑھی کا پلو کمر سے گزارتے دوسرے ہاتھ میں تھاما
تھا۔۔

جبکہ مر تسم مبہوت سا اسے دیکھ رہا تھا۔۔

لائٹ پنک کلر کی ساڑھی اسکا پلو بازو پر گرا ہوا تھا۔ جسمیں اسکی دودھیا رنگت چمک رہی تھی۔

چاکلیٹی بال دونوں سائیڈ سے منگ نکالے کھولے چھوڑے ہوئے تھے۔ جبکہ بال نیچے سے ہلکے سے رول کیے ہوئے تھے۔ گلابی لبوں کو کچھ اور گلابی کی ہوا تھا۔

تیکھی پلکیں مسکارے سے سچی تھیں۔ چھوٹی سی ناک میں ہیرے کی چھوٹی سی نتھ ہمیشہ کی طرح چمک رہی تھی۔

جبکہ سحر زدہ براون آنکھیں اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ عینانے روہانے ہوتے اسے دیکھا تھا۔

شاہ آپ یہاں۔ کیا ہوا کچھ چاہیے تھا۔ وہ گھبرائے لہجے میں بولی۔۔۔
مرتسم نے اس پر سے نظریں نہیں ہٹائی تھیں۔

وہ ممانے اپیا کے کنگن منگوائے ہیں جو انہوں نے آپکو دیے تھے۔

اسکے چہرے پر نظریں جمائے کہا۔

میں لاتی ہوں نیچے آپ جائیں۔ انگلیاں چٹختے روہانے لہجے میں کہا۔
جبکہ مرتسم جانے کی بجائے دروازے کو ہاتھ مار کر بند کرتا اسکی جانب قدم
بڑھا گیا۔

عینانے حیرانگی سے اسے اپنی جانب آتے دیکھا۔

کیا ہوا عین کوئی پرالہم ہے۔۔ نرمی سے استفسار کیا۔

عینانے لب کاٹتے اسے دیکھا تھا کہ اسے کیسے بتائے۔

عین اگر آپ اس میں کمفرٹیبل نہیں ہیں تو آپ اسے چیلنج کر لیں۔

مرتسم کو لگا شاید وہ ساڑھی کی وجہ سے ایسے روہانسی ہوئی ہے۔

جبکہ ساڑھی اسنے بہت مختلف طریقے سے باندھی تھی کہ وہ اسکا سراپا مکمل

چھپائے ہوئے تھی۔۔ مرتسم کو اس پر کوئی اعتراض نہ لگا۔

شاہ۔ وہ۔ وہ ابھی کچھ بولتی کہ مرتسم سامنے لگے آئینے میں نظر آتی اسکی کمر کو دیکھتے سارا معاملہ سمجھ گیا۔

اسنے ہونٹ بھینچتے اپنی مسکراہٹ کنٹرول کی تھی۔

آپ وشہ کو یاد انین آپی کو بھیج دیں پلیز۔

عینا نے ہونٹ کاٹتے اس سے کہا۔

لیکن مرتسم نے اسکی بات کو نظر انداز کرتے دو قدموں کا فاصلہ ختم کیا تھا۔

عینا ابھی کچھ سمجھتی کہ مرتسم نے جھٹکے سے اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لیا۔

شاہ۔ وہ دہل گئی۔

جبکہ مرتسم نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے جھٹکے سے اسکے بلاؤز کی زپ بند کی تھی۔

عینا کو جھٹکا لگا۔۔ مر تسم کو کیسے پتا چلا۔۔

اسنے چہرہ موڑتے پیچھے دیکھا۔۔

افف مطلب اسنے آئینے میں دیکھا تھا۔۔ اسنے سوچتے ہونٹ کاٹے تھے۔۔

اونہوں۔۔ ان پر کیوں ظلم کرتی ہیں۔۔ مر تسم نے اسکے دانتوں سے لب آزاد کراتے اسے ٹوکا تھا۔۔

مر تسم نے اسے دیکھتے ڈریسنگ ٹیبل سے چوڑیاں اٹھاتے اسکے ہاتھ میں پہنائیں۔۔

وہ اسے چوڑیاں پہنا رہا تھا جبکہ عینا کی نظریں اسکے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔۔

وائٹ شرٹ پر بلیو کوٹ اور بلیو ہی پینٹ جبکہ اسکے اندر پنک کلر کی ٹائی تھی۔۔

مغرور کھڑی ناک۔ گھنی مونچھوں تلے عنابی لب۔۔ اور سرمئی آنکھیں جو اس وقت اسکے بازو پر تھیں جسمیں وہ اسے چوڑیاں پہنا رہا تھا۔۔

وہ ایک بھرپور مرد تھا کبھی کبھار تو اسے یقین نہیں آتا تھا کہ یہ مصر کا شہزادہ
اسکا تھا صرف اسکا۔۔ سوچتے اسکے لب مسکرائے تھے۔۔

مر تسم کب سے خود پر اسکی نظریں محسوس کر رہا تھا لیکن اسنے اپنا کام جاری
رکھا۔۔

مر تسم نے اسے چوڑیاں پہناتے سراٹھا کر اسکی جانب دیکھا لیکن عین ابھی
بھی انہماک سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

مر تسم نے شرارت سے اسے دیکھتے اسکے چہرے پر پھونک ماری۔۔
آہہ وہ ڈر کر اسکا کوٹ سختی سے تھام گئی۔۔

ہاہا ہاہا۔۔ مر تسم کا قہقہہ گونجا تھا۔۔

شاہ اسنے خفگی سے مر تسم کو دیکھا۔۔

کوئی اور ہیلپ چاہئے۔۔ مر تسم نے جھک کر اسکا ماتھا چومتے پوچھا۔۔

عینا جھنپ گئی۔۔ نو۔۔ نفی میں سر ہلاتے پیچھے ہوئی۔۔

ٹھیک ہے پھر جلدی نیچے آجائیں ماماویٹ کر رہی۔۔

اسکا گال سہلاتے مرتسم نے اسے کہا۔۔

اسکے سر ہلانے پر مرتسم باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔

اسکے جاتے عینا نے گہری سانس بھری تھی پھر جلدی سے کنگن نکالتی وہ بھی نیچے جانے کے لئے باہر آگئی۔۔



ایک بات بتایہ ساڑھی نے تمہیں پہنا ہے یا تو نے ساڑھی کو۔۔

وہ جب نیچے آئی تو ارسل نے عینا کو دیکھتے شرارت سے کہا۔۔

دفع ہو ارسل۔۔ عینا نے ہاتھ میں پکڑا گفٹ باکس اسے مارا۔۔

ظالم لڑکی۔۔ اپنا بازو سہلاتے کہا۔۔

جبکہ عینا سے اگنور کرتی اپنا کام کرنے لگی جو وہ کر رہی تھی۔۔ یعنی کے گفٹس
پیک۔۔



آج کا فنکشن پچھلے لان میں تھا جو کہ کافی بڑا تھا۔۔ بہت خوبصورت طریقے
سے اسے سجایا گیا تھا۔۔

ڈی جے کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔۔

آج تو شاہ والا کی شہزادیاں ساڑھی میں شاہ والا کے شہزادوں کے ہوش اڑا
رہی تھیں۔۔

لوگ ادھر سے ادھر اپنی باتوں میں مصروف تھے۔۔

جب ہر طرف اچانک خاموشی چھا گئی۔۔ اور ساری لائٹس مدھم ہو گئیں۔۔

جبکہ مین لائٹ انٹرس پر کھڑے ماہم اور وجدان کو کیپچر کر گئی۔۔

ماہم نے ٹی پنک کلر کی میکسی پہن رکھی تھی جسمیں وہ انتہا کی پیاری لگ رہی تھی۔۔

جبکہ وجدان نے بلیک تھری پیس پہن رکھا تھا۔۔

ایک دوسرے کے بازو میں بازو ڈالتے وہ لوگ اندر داخل ہوئے تھے۔۔
انکے چلتے ہی عینا نے ارسل کو اشارہ کیا جس نے اسکا اشارہ پاتے ہی ہاتھ میں پکڑی
رسی کو کھینچا۔۔

اسکے ساتھ ہی ماہم اور وجدان پر پھولوں کی بارش ہو گئی۔۔

دونوں نے چونک کر اوپر دیکھا جہاں سے پھول ان پر برس رہے تھے۔۔
جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے ارسل رسیاں کھینچتا جا رہا تھا اور پھول
ان پر برستے رہے جب تک وہ سیڑج پر نہ پہنچ گئے۔۔۔

یہ ان سب کا ہی پلین تھا۔۔

سب نے انکی جوڑی کو سراہا تھا۔۔ ماما نے دونوں کی نظر اتاری تھی۔۔

سب لوگ انہیں گفٹس اور مبارک باد دے رہے تھے۔۔۔



کچھ ہی دیر میں کھانے کا دور چلا اور کھانے کے بعد ایک لمبے فوٹو شوٹ کا
جسمیں پوری فیملی کو کیپچر کیا گیا۔۔
اور ہر کیل کی سولو پکچرز بھی لی گئیں۔۔

: ماضی

رات دس بجے تک تقریباً سب ہی لوگ جا چکے تھے۔۔ اب وہاں بس گھر
والے ہی بچے تھے۔۔

سب ہی اب چینج کر کے فریش ہوئے بیٹھے تھے

جب دانیل نے کیل ڈانس کا شو شاچھوڑا۔

پلیز بھائی ایک ڈانس تو بنتا ہے۔

پلیز نا۔

پھر سب لوگ ہی اسرار کرنے لگے۔۔ وجدان اور ماہم کو پھر ڈانس کرنا پڑا۔

کچھ ہی سٹیپس کر کے وہ لوگ واپس بیٹھ چکے تھے۔

چلو اب شیریں سنائے گا سونگ۔

عینا کا کہنا تھا شیریں جھٹ سے عادی کے کمرے سے گٹار اٹھالایا۔

اسے سنگنگ کا بہت شوق تھا۔۔۔ کوئی نیو سونگ سناو۔

شیریں نے گٹار بجاتے گلا کھنکھارا۔

!! نور جہاں اور نور محبت "

!! دونوں جڑے تجھ سے پیا

!! پاگل یا جوگی مجھ کو کہو تو
!! ہاں میرا عشق سب سے جدا

تیری ہی خاطر لوں سو
!! جہنم میں
چاہے ہو جو بھی بھلا۔

!! نائیں ہوں عاشق نائیں دیوانہ
کہہ دو مجھے جو پیااا

تیرا میرا ہے پیارا مر تو چاہے تو
قدموں میں سر رکھ دوں

یہ جیون کیا گرمانگے تو
میری جان نذر کر دوں۔۔۔

سب مبہوت سے اسے سن رہے تھے۔۔
وہ چپ ہوا تو سب نے اس کے لئیے تالیاں بجائی۔۔۔ اس کی آواز واقعی میں بہت
اچھی تھی۔۔



او کے اب ناہم ایک گیم کھیلتے ہیں۔۔ دانیل کا خرافاتی دماغ چلا۔۔ اسے ایسے
آرام سے بیٹھنے میں کہاں مزہ آرہا تھا۔۔

جیسے ہم لوگ بیٹھے ہیں مطلب کے اپیا کے ایک طرف جہاں دانیں، ارسل
، عینا، شیریں اور ماہین بھا بھی بیٹھے تھے اور

دوسری طرف وجدان بھائی کے جہاں مرتسم، ولی، عادی، صائم بھائی، زین
اور وشہ تھی۔۔

ہم لوگ ایک سونگ شروع کریں گے اور اس سونگ کو ایک ٹیم جہاں سے
چھوڑے گا اگلی کو وہیں سے شروع کرنا پڑے گا۔
یا پھر اس سونگ کی کوئی بھی لائن۔۔

لیکن سونگ کونسا۔۔ وجدان بھائی نے دلچسپی سے پوچھا۔
کوئی پرانا۔۔

میرے رشک قمر یہ ٹھیک رہے گا۔۔ وشہ اپنا فیورٹ بتاتی بولی۔
سب کو ہی آتا تھا اس لیے سب مان گئے۔
اوکے تو شروع کرتے ہیں۔۔



میرے رشکِ قمر
تو نے ایسی نظر جب نظر سے
ملائی مزہ اگیا۔۔

میرے رشکِ قمر
تو نے پہلی نظر جب نظر سے
ملائی مزہ اگیا۔۔

برق سی گرگی کام ہی کرگی
اگ ایسی لگائی مزہ اگیا۔۔

سب سے پہلے دانیں نے ہی شروع کیا تھا۔۔ اسکے ساتھ سب نے گایا تھا۔۔

زین نے اسکے چپ ہوتے ہی انگلی لائین پکڑی تھی۔۔

ہے بے حجابانہ وہ سامنے آگئے

اور

جوانی جوانی سے ٹکرا گئی۔۔

آنکھ انکی لڑی

یوں میری آنکھ سے

دیکھ کر یہ لڑائی مزہ اگیا۔۔

دنین کو آنکھ مارتے اسنے مزے سے گایا تھا۔۔

میرے رشک قمر تو نے پہلی نظر

جب نظر سے ملای مزہ اگیا۔۔

زین کے چپ ہوتے کوئی بولتا مر تسم کی خوبصورت آواز وہاں گونجی تھی۔۔

آنکھ میں تھی حیا اور ملاقات

پر۔۔

آنکھ میں تھی حیا اور ملاقات

پر۔۔۔

سرخ عارض ہوئے وصل کی بات

پر۔۔۔

سرخ عارض ہوئے وصل کی بات

پر۔۔۔۔

اسکے گانے پر جہاں سب کے منہ کھولے تھے وہیں عینا کے کانوں کی لوت تک
سرخ پڑ گئی۔۔ کیونکہ مرتسم اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔
وہ سب خاموشی سے اسے سن رہے تھے جبکہ اسکے خوبصورت آواز سر بکھیر
رہی تھی۔۔

اسنے شرما کے میرے سوالات پہ
ایسے گردن جھکائی
مزہ اگیا۔۔

عینا نا محسوس طریقے سے ماہم کے پیچھے ہوئی تھی تاکہ مرتسم کی بے باک
نظروں سے بچ سکے۔۔

میرے رشک قمر تونے

پہلی نظر جب نظر سے ملائی
مرزا گیا۔۔



واؤ بھائی آپکی آواز کتنی پیاری ہے۔۔
آج سے پہلے تو اپنے کبھی نہیں سنایا ہمیں کچھ۔۔
وشہ ایکسائٹڈ سی بولی۔۔
تمہارے بھائی کی آواز کی ایک دنیا فین ہوتی تھی کالج میں۔۔
ولی مرتسم کے کندھے پر ہاتھ رکھتا فخر یہ بولا۔۔
تو پھر ہمیں کیوں نہیں کبھی سنایا۔۔
عادی نے مرتسم کو خفگی سے دیکھتے پوچھا۔۔
وہ مسکرا دیا۔۔

اسکی نظریں ماہم کے پیچھے چھپی عینا پر تھیں۔۔

وہ بامشکل اپنی ہسی رو کے ہوئے تھا۔۔

پورے فنکشن میں بھی وہ اس سے چھپتی رہی تھی۔۔

اور جب فوٹو گرافر نے اسے پوز دینے کے لئے کہا تھا۔۔

سر میم کی کمر پر ہاتھ رکھیں۔۔

فوٹو گرافر نے کہا تو عینا بوکھلائی۔۔

جبکہ مر تسم نے اطمینان سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے خود سے لگایا تھا۔۔

اسکے بعد سے تو وہ ایسی غائب ہوئی تھی کہ اب نظر آئی تھی مر تسم کو۔۔

وہ منظر یاد کرتا مر تسم زیر لب مسکرا دیا۔۔



اب تو بس میری ایک ہی خواہش ہی کہ عینا اور مر تسم کی جلد از جلد رخصتی ہو

جائے۔۔

کسی کو بھی نہیں نہیں آرہی تھی۔ دن میں جو خوب سوئے تھے اس لیے اب بڑوں سمیت سب لوگ ہال میں بیٹھے تھے جب ماما نے اچانک کہا۔۔
بچن سے کافی لاتے عینا وہیں ساکت ہو چکی تھی۔۔
شادی اسکے لب ہلے۔۔۔

یس ماما عینا اور مرتسم بھائی کی شادی بھی اب جلدی کر دیں۔۔
ویسے بھی نکاح تو ہو ہی گیا اب رخصتی بھی کر دیں ایک گرینڈ فنکشن رکھتے۔۔ صائم بھائی بھی تائید میں بولے تھے۔۔

جبکہ عینا کے چہرہ کے رنگ آڑے تھے۔۔

اسکی آنکھوں کے سامنے بہت کچھ گھوما تھا۔ زہن میں کی منظر جھلملائے تھے
کی آوازیں کانوں میں گونجی تھیں۔

تیری شادی پہ تو میں بہت سارا ڈانس کروں گی۔۔ (
تو دیکھیں جب تیری شادی ہوگی ناتب دیکھیں میرا جلوہ گا۔۔
تیری شادی پہ تو ہم دھمال ڈالیں گے۔۔
(میری بیٹی کو شہزادوں کی طرح رخصت کروں گا۔۔
ایسے کی جملے اسکے کانوں میں گونجنے تھے۔۔

اسکے چہرہ یکلخت سفید پڑا۔۔ کافی کا مگ اسکے ہاتھ سے چھوٹ گرا۔۔
آواز پر سب نے چونک کر پیچھے دیکھا تھا۔۔
سفید چہرہ لیے عینا آنسوؤں سے جھلملاتی آنکھوں سے مرتسم کو دیکھ رہی
تھی۔۔

ہونٹ کچھ کہنے کی کوشش میں کپکپا رہے تھے۔۔
سب پریشانی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔
مرتسم اس تک پہنچتا اس سے پہلے ہی وہ جھٹکے سے وہاں سے بھاگی تھی۔۔

عین۔۔ مرتسم تڑپ کر رہ گیا تھا۔۔ اسکی حالت دیکھتے۔۔

وہ سیکینڈ سے پہلے اسکے پیچھے گیا تھا۔۔

ماما بھی ہمیں ایسی کوئی بات نہیں کرنی چاہئے تھی اسکے سامنے۔۔

وہ اب تک کچھ بھی بھلا نہیں پائی ہے۔۔

ماہم اپنا افسردہ سی بولیں تھیں۔ سب افسردہ سے ہو گئے تھے۔۔

وہاں ایک بے نام سی خاموشی چھائی تھی جیسے زینی کی کھنکتی آواز نے توڑا

تھا۔۔

ہیلو ایوری ون۔۔۔

سب نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔



وہ سیدھا ٹیرس پر ای تھی۔۔ اسکا دم گھٹ رہا تھا۔۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سانس

سینے میں الجھ رہی ہو۔۔

مر تسم اسکے پیچھے ہی آیا تھا۔۔

وہ گرل کو پکڑے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔۔

عین وہ تڑپ اٹھا۔۔

ایک ہی جست میں اس تک پہنچا۔۔

ش۔ شاہ۔ میں۔۔ میں کیسے کر سکتی ہوں۔ میں کیسے خوش رہ سکتی ہوں شاہ
میں۔۔

مجھے انوکے لیے انصاف لینا ہے۔۔۔۔۔ مجھے اسکی موت کا بدلہ لینا ہے شاہ
۔۔

میں کیسے اپنے بارے میں سوچ سکتی ہوں
شاہ بہت گھٹن ہو رہی ہے مجھے۔۔ مجھے سانس نہیں آرہا شاہ۔۔
وہ اپنے بال مٹھیوں میں جکڑتی ازیت کی حد پر تھی۔۔

عین ادھر دیکھیں۔۔ میری طرف دیکھیں۔۔

اپ کچھ غلط نہیں کر رہی ہیں میری جان۔۔

میں جانتا ہوں آپ کو انوشے کو انصاف دلانا ہے۔ اور میں آپ کے ساتھ ہوں عین ہر پل۔۔

جب تک اسکے مجرم کو سزا نہیں دلوائیں گے ہم اپنے رشتے کی شروعات نہیں کریں گے مجھے سب یاد ہے میری جان۔۔

پلیز۔۔ رلیکس ہوں جائیں عین۔۔

وہ اسے بازوؤں سے تھامتائیزی بول رہا تھا۔۔

وہ واقعی تھوڑا پر سکون ہوئی تھی۔۔

مر تسم نے اسے خود سے لگاتے اسکا سر سہلایا۔۔

رلیکس رہیں عین۔۔ اہستہ آہستہ سانس کھینچے۔۔ کچھ مت سوچیں۔۔ میں

ہوں نا آپ کے ساتھ۔۔

آپ انوا اور باقی سب کی طرح مجھے چھوڑیے گامت کبھی ورنہ آپکی عین مر جائے گی شاہ۔۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی اسکی پشت کو سختی سے تھامے خوفزدہ سی کہہ رہی تھی۔۔

کبھی نہیں میری جان۔۔ مر تسم شاہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔۔ وہ اسے خود میں بھینچتے جنونی انداز میں بولا۔۔

آپ ایسا کچھ مت سوچیں میں آپکے ساتھ ہوں ہمیشہ ہر قدم پر۔۔ اسکا سر چومتے بولا۔۔

وہ اسکی بانہوں میں سمٹی اسکے سینے میں چہرہ چھپائے شدت سے رو رہی تھی۔۔

سبکو لگتا تھا کہ وہ نارمل ہو گئی ہے۔۔ وہ سب کچھ بھول چکی ہے۔۔ لیکن یہ یا تو وہ خود اسکا خدا یا پھر مرتسم ہی جانتا تھا کہ وہ نارمل دکھائی دیتی ہے ہوئی نہیں۔۔

اسکے اندر وحشتیں ابھی زندہ ہیں۔۔ کی کی راتوں وہ سو نہیں پاتی۔۔۔۔۔ اندر سے ہر وقت سہمی سی رہتی ہے۔۔
کبھی کبھار تو بلکل ایسے ہو جاتی تھی کہ بے تاثر چہرے سے سبکو دیکھتی رہتی۔۔

گھنٹوں بیٹھی ایک ہی جگہ کو گھورتی رہتی۔۔
وہ نارمل ہونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اسکی زندگی کا وہ تلخ حادثہ کسی آسیب کی مانند اسکے ذہن میں چپک کر رہ گیا تھا۔۔ جس سے آج بھی وہ نیند میں ڈر جاتی تھی۔۔

ادھر دیکھیں آپ کیوں بھول رہی ہیں۔۔ اپ عین ہو میری بریو عین۔۔

بیریسٹر عینا شاہ۔۔ جو کبھی ہمت نہیں ہارتی۔۔ ہر سچویشن کو سنبھالنا جانتی ہے۔۔

مرتسم نے زبردستی اسے اپنے سامنے کیا۔ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے محبت سے بولا تھا۔۔

عین نے آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔

جانے اسکی کس نیکی کے بدلے اللہ نے اسکے حصے میں یہ فرشتہ لکھا تھا۔۔ جو ہر حال میں اسے سنبھال لیتا تھا۔۔

ہر موقع پر اسکے ہمقدم کھڑا رہتا۔۔ جو اسکی تکلیف پر خود مرنے جیسا ہو جاتا تھا۔۔

مرتسم میر شاہ۔۔ مہرماہ شاہ کے لئے کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔۔

آپ مجھے کبھی مت چھوڑیے گا شاہ۔۔ کبھی نہیں۔۔ میں آپ کا کھونا برداشت نہیں کر سکتی۔۔

جانے کس احساس کے تحت وہ اسکے گلے میں با نہیں ڈالتی اسکے سینے میں منہ چھپاتی بچوں کی طرح اونچا اونچا رودی۔۔

مر تسم کو اس پر ٹوٹ کے پیارا یا۔۔ کبھی نہیں میری جان۔۔ مر کے بھی نہیں۔۔ وہ شدت سے اسے خود میں بھنچتا بولا۔۔

کنتی ہی دیر وہ بار بار اس کا سر چومتے اسکے بال اور کمر سہلاتے اسے بہلاتا رہا تھا۔۔

اور ہمیشہ کی طرح وہ اس کی آغوش میں پر سکون ہو گئی۔۔
اس کا ہچکیاں بھرتا وجود آہستہ آہستہ نار مل ہوتا گیا۔۔
اور وہ اسکے گرد حصار باندھے پر سکون سی آنکھیں موند گئی۔۔



سب جھٹکے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔

کیا ہوا کیسا لگا سر پرائیز۔۔

ہاتھ پھیلاتے اسنے سکے تاثرات کو انجوائے کیا۔۔

ایسا بھی کیا شوک لگ گیا آپ لوگوں کو اب وہ تھوڑا کنفیوز ہوئی تھی۔

زینی تم کب واپس آئی۔۔ ماہم اپنا ہوش میں آتی جلدی سے اسکی طرف لپکی۔۔

آج ہی آئی ہوں اپنا۔۔ ایئر پورٹ سے سیدھا یہاں۔۔

بٹ میں لیٹ ہو گئی۔۔ اپنی شادی تو گزر گئی۔۔ وہ انسے ملتی آخر میں منہ بناتی

بولی۔۔

ماما آپ لوگوں کو تو میرے آنے کا شک ہی لگ گیا۔۔

وہ باری باری سب سے ملتی بولی تھی۔۔

زین ابھی تک عجیب سے تاثر سے اسے دیکھ رہا تھا۔
زین بھائی۔۔ وہ اسے دیکھتی بھاگ کر اسکے گلے سے چپکی۔۔
آئی مسڈیو سوچ۔۔

مینے آپکو بہت بہت بہت مس کیا۔۔
وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی بولی۔
مینے بھی اپنی گڑیا کو بہت مس کیا۔
زین اسکا ماتھا چومتے نرمی سے بولا۔۔

آپ لوگوں نے میرے بغیر ہی شادی انجوائے کر لی۔۔
تھوڑی دیر تک وہ سب سے باتیں کرتی منہ بناتی بولی۔۔
بچے آپ آپکی فلائٹ کا ہی پر اہلم تھا ہم نے آپکو بھی انوائٹ کیا تھا نا۔۔
ماہم نرمی سے اسے دیکھتی بولی۔۔
وہ بس مسکرا دی۔۔

آپ سب لوگ یہاں ہیں تو مر تسم کہاں ہے۔۔

میں جب ابھی انٹر ہوئی تو مینے اسے اوپر جاتے دیکھا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اچانک سے بولی تو سب چپ ہو گئے۔

میں خود ہی دیکھ لیتی ہوں۔۔ وہ خود ہی اٹھتی بولی۔

زینی صبح مل لینا ویسے بھی اب کافی رات ہو گئی ہے۔

ابھی آرام کر لو۔

ماہم اپنا جلدی سے بولیں۔

اوہو اپنا ملنے میں کتنا ٹائم لگے گا میں بس اسے ہائے بول کے آ جاؤں گی۔

وہ بے تابی سے بولتی اوپر بھاگی۔

اس سے پہلے کہ کوئی اسے روکتا وہ سیڑھیوں کی طرف بھاگ گئی تھی۔

سب نے پریشانی سے اسے دیکھا تھا۔

اب کیا ہو گا۔

اما پریشانی سے بولیں۔

کچھ نہیں ہو گا اما آپ پریشان مت ہوں۔ میں سمجھا دوں گا اسے۔

زین خود بھی پریشان تھا لیکن سب کو ریلیکس کرنے کے لئے وہ آرام سے بول گیا۔



اسنے پہلے مرتسم کے کمرے میں دیکھا لیکن دروازہ کھولا تھا اور وہ روم میں نہیں تھا تو کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ ٹیرس کی جانب بڑھ گئی۔
جھٹکے سے ٹیرس کا دروازہ کھولتی وہ بے تابی سے اندر داخل ہوئی۔
لیکن سامنے کا منظر دیکھتے اسکے قدم وہیں ساکت ہوئے۔۔ چہرے کی مسکراہٹ پل میں اڑی تھی۔

آہٹ پر مرتسم نے ناگواری سے آنکھیں کھولیں تھیں۔
لیکن سامنے زینی کو دیکھتے ایک پل کے لئے وہ خود حیران ہوا۔
زینی نے پتھرائی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

وہ جسے وہ بچپن سے چاہتی ای تھی آج اسے یوں دیکھنا اسے موت کے برابر لگا تھا۔

وہ جو اسے کبھی نرم نظروں سے دیکھتا تک نا تھا۔

وہ اسکے سامنے ہی کسی نازک وجود کو نرمی سے اپنی آغوش میں چھپائے ہوئے تھا۔

مر تسم ٹیرس پر لگے جھولے میں بیٹھا تھا اور اسکے بالکل قریب تقریباً اسکی آغوش میں وہ اسکی بانہوں میں سمٹی اسکے سینے میں چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔

مر تسم نے زینی پر سے نظریں ہٹاتے سر جھکاتے ایک نظر اپنے سینے پر سوئی عینا کو دیکھا۔

زینی کو بالکل نظر انداز کرتے اسنے نرمی سے عینا کو اپنی بانہوں میں اٹھایا تھا۔

زینی جو ساکت سی کھڑی تھی مرتسم کے یوں اس وجود کو اپنی بانہوں میں
بھرنے وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہوئی۔۔

جس سے اسکا ہاتھ پیچھے پڑے واس پر لگا تھا اور وہ چھناک سے نیچے گرا۔
اسکی آواز اس قدر اونچی ضرور تھی کہ مرتسم کے سینے پر سر رکھے سوئی عینا
کی آنکھ کھل گئی

اسنے کسماتے آنکھیں کھولیں تھی۔۔

مرتسم جو واس کے گرنے سے سے رکا تھا عینا کو کسماتے دیکھ اسنے نرمی سے
اسے نیچے اتارا۔۔

لیکن اسے اپنے حصار سے آزاد نہیں کیا۔۔

عینا نے آنکھیں مسلتے مرتسم کو دیکھا۔۔ اور پھر سامنے کھڑی لڑکی کو جو۔۔

پلیک پینٹ پر وائٹ شورٹ شرٹ پہنے ڈارک میکاپ کیے ہوئے تھی۔۔

یہ کون ہے شاہ۔۔ اسنے سراٹھاتے مرتسم کو دیکھتے پوچھا۔۔

زینی جو ابھی تک صدمے میں تھی اچانک اسکے چہرے پر غصہ عودایا۔۔

پوچھنا تو مجھے چاہیے کون ہو تم۔۔ وہ اونچی آواز میں چیخی تھی۔۔
کون ہے یہ مر تسم وہ قدم با قدم چلتی مر تسم کے سامنے آتی پھر سے چیخی
تھی۔۔

اسکے یوں چیخنے پر عینا نے سہم کر مر تسم کی شرٹ دبوچی تھی۔۔
عینا کے یوں ڈرنے پر مر تسم نے ناگواری سے زینی کو دیکھا۔۔
زینی ابھی جاؤ یہاں سے صبح بات کرتیں گے۔۔ وہ تے حمل سے بولا۔۔

عین آپ بھی جائیں سو جائیں۔۔
کافی رات ہو گئی ہے۔۔ مر تسم نرمی سے اسکا گال سہلاتے بولا۔۔
لیکن شاہ یہ۔۔ وہ الجھی سی بولتی کہ مر تسم اسکی بات کاٹ گیا۔۔
اس بارے میں صبح بات کریں گے جانم۔۔

مر تسم کے یوں نرمی سے عینا کو بہلانے پر زینی کی آنکھوں میں چنگاری سی
جلنے لگی۔۔

مر تسم مینے پوچھا کون ہے یہ لڑکی۔۔۔

تمہیں یوں شاہ کیوں بلارہی ہے۔۔ اور اس طرح سے تمہارے قریب کیسے
کھڑی کو سکتی ہے۔۔ زینی غصے سے پاگل ہوتی پھر سے چلائی تھی۔۔

اسکے چلانے پر سب ہی اوپر کی جانب بھاگے تھے۔۔

عینا جو وہاں سے جانے لگی تھی۔۔ وہ زینی کے چلانے اور توڑ پھوڑ کرنے پر ڈر
کر مر تسم کو دیکھنے لگی۔۔ جو ناگواری سے زینی کو ہی دیکھ رہا تھا۔۔

آرام سے بھی بات ہو سکتی ہے۔۔ وہ زینی کے پاگل پن پر ناگواری سے
بولا۔۔

آرام سے بات کیسے ہو سکتی ہے۔۔ کوئی لڑکی تمہارے اتنے قریب کھڑی ہو
اور تم۔۔ تم اسے یوں چھو کیسے سکتے ہوں۔۔ اور تم کہہ رہے ہو آرام سے
بات کروں۔۔

وہ پھر سے چلائی تھی۔۔

پاس پڑی چیزوں کو ٹھوکر ماری کر پھینکتی وہ مرتسم کی طرف بڑھی۔۔
مرتسم دور کروا سے خود سے۔۔ اسنے مرتسم کے بازو سے چپکی عینا کو دیکھتے
کہا تھا۔۔

زینی میری بات سنو۔۔ میں سمجھاتا ہوں تمہیں۔۔

زین جلدی سے اسکی طرف بڑھتا اسکے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا۔

نہیں بھائی آپ کیا سمجھائیں گے۔۔

مینے آپسے کہا تھا نام مرتسم صرف میرا ہے تو پھر یہ لڑکی کیوں ہے اسکے پاس

۔۔

آپ کو پتا ہے نامیں اسکی طرف کسی کا دیکھنا بھی برداشت نہیں کر سکتی۔۔

وہ بے بسی سے روتے ہوئے چلائی تھی۔۔

زینی سمجھنے کی کوشش کرو مگر تسم کو تم میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔۔

زین پھر سے اسے سمجھانے کے لئے بولا۔۔

عینا خاموش نظروں سے زینی کا پاگل پن دیکھ رہی تھی۔۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب ہو کیا رہا ہے۔۔

نہیں بھائی ایسی بات نہیں ہے۔۔ وہ بس ویسے ہی اوپر اوپر سے غصہ کرتا ہے۔۔

پر آپ فکر مت کریں ایک بار ہماری شادی ہو جائے گی تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔۔

ماہم اپنا اپ ہی کہتی ہیں ناکہ نکاح کے بعد محبت ہو ہی جاتی ہے۔۔

وہ جلدی سے ماہم کا ہاتھ پکڑتی بولی۔۔۔

زینی لیکن اسکا مطلب یہ تو نہیں کہ کسی کے ساتھ بھی زبردستی شادی کر دی جائے۔۔

ماہم پریشانی سے بولیں تھیں۔۔

کیا ہو گیا ہے آپ سب کو۔۔ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں۔۔
ماما آپ کیوں خاموش ہیں آپ بولے نامر تسم کو یہ ایسے کیسے کر سکتا ہے
میرے ساتھ۔۔

میں بہت پیار کرتی ہوں اس سے۔۔

بس۔۔ بند کرو یہ پاگل پن۔۔ میں تمہیں بہت بار سمجھا چکا ہوں زینی میں
نہیں کرتا تم سے محبت۔۔ ناہی مجھے تم میں کوئی انٹرسٹ ہے۔۔ مر تسم
غصے سے اسے گھورتے بولا تھا۔۔

مجھ میں انٹرسٹ نہیں تو پھر یہ اس۔۔۔ اس لڑکی میں ہے۔۔۔ بولو اس میں۔۔۔ وہ عینا کی طرف اشارہ کرتی پھر سے چلائی تھی۔۔۔

جبکہ زینی کی بات سنتے مر تسم کے ہاتھ میں تھا مے عینا کے ہاتھ کی گرفت بے ساختہ ڈھیلی پڑی تھی۔۔۔

بد تمیزی مت کرو زینی۔۔۔ یہ لڑکی میری بیوی ہے تمیز سے بات کرو۔۔۔ ایک توزینی کی حرکت دوسرا ہاتھ کا ہاتھ چھڑوانا مر تسم کے غصے کو بڑھا گیا تھا۔۔۔

وہ سختی سے دربارہ اسسا ہاتھ پکڑتا چلا یا تھا۔۔۔

اسکی بات سنتے زینی جیسے سکتے میں اگی۔۔۔

بیوی وہ زیر لب بولی۔۔۔

ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ نہیں یہ نہیں ہو سکتا یہ لڑکی کیسے۔۔۔

وہ تیزی سے نفی میں سر ہلاتی بڑ بڑائی۔

ہاں زینی عینا مرتسم کی بیوی ہے نکاح ہو چکا ہے انکا۔۔ وجدان بھائی سنجیدگی سے بولے تھے۔۔

یہ یہ جھوٹ ہے نابھائی ایسے نہیں ہو سکتا نا۔۔ وہ وجدان کا بازو پکڑتی التجائیں چلائی تھی۔۔

مرتسم ایم۔ ایم سوری میں بد تمیزی کر گی پلینز بول دو یہ جھوٹ ہے۔۔ پھر مرتسم کی طرف لپکتی بولی تھی۔۔

اسنے مرتسم کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی لیکن اسنے بری طرح سے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔۔

زینی ہوش میں او۔۔ پاگل پن مت دکھاؤ۔۔ مینے تمہیں کبھی کوئی دلا سہ یا
آس نہیں دی۔۔ پہلے دن سے ہی تمہیں صاف صاف بتایا تھا کہ بے وجہ سے
خواب پالنا چھوڑ دو۔۔ اسکی حالت دیکھتے مرتسم نے تحمل سے اسے سمجھانے
کی کوشش کی۔۔

باقی سب خاموش تماشائی بنے کھڑے تھے۔۔

یہ سب تم اس۔۔ اس لڑکی کی وجہ سے کہہ رہے ہونا۔۔ وہ کچھ دیر چپ
رہنے کے بعد جنونی انداز میں عینا کی طرف اشارہ کرتی بولی۔۔
اسکے انداز نے سب کو ٹھٹھکا دیا تھا۔۔

زینب میری بات سنو ہم آرام سے بیٹھ کہ بات کرتے ہیں۔۔ مرتسم عینا کا
ہاتھ چھوڑ تازینی کی طرف بڑھا تھا تا کہ اسے سمجھا سکے۔۔

نہیں اب کیا بات ہوگی۔۔ مجھے پتا ہے یہ سب اس لڑکی کی وجہ سے ہو رہا ہے
جانے اسنے کیا جادو کیا ہے تم پہ میں اسے چھوڑوں گی نہیں۔۔ وہ جنونی انداز

میں بولتی کسی کے سمجھنے سے پہلے مرتسم کے پیچھے کھڑی عینا کی طرف لپکی تھی۔۔

ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے وہ اسکی گردن دبوچ چکی تھی۔۔

اس اچانک حملے پر عینا بھی سمجھ نہیں سکی اسکے ساتھ کیا ہوا ہے۔۔

زینیب۔۔ مرتسم سیکینڈ سے پہلے اس تک پہنچا تھا۔۔

زینی۔۔ زین بھائی بھی چلاتے اسکی طرف لپکے تھے۔۔

سب اسکی حرکت پر شذر رہ گئے تھے۔۔

مرتسم نے اسکے ہاتھ عینا کی گردن سے چھڑوانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی

پوری طاقت سے اسکی گردن دبا رہی تھی۔۔

عینا نے اپنے ہاتھوں سے بچاؤ کرنا چاہا لیکن زینی کے ناخن بری طرح سے

اسکے گوشت میں چبھے تھے۔۔ اسکی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔۔ اسکا سانس بند

ہوا تھا۔۔

مر تسم نے ایک ہی جھٹکے میں زین کو عینا سے دور کھینچتے اسے پیچھے پٹکا تھا۔ وہ
اوندھے منہ زمین پر جا گری۔

عینا نڈھال سی مر تسم اور زین کے بازوؤں میں گری تھی۔
وہ بری طرح سے کھانستے سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی۔
عینا سانس لیں۔۔ مر تسم چیخا تھا۔

وہ سانس لینے کی کوشش میں پوری نیلی پڑ گئی تھی۔ لیکن وہ سانس نہیں لے
پائی۔ بلکہ سانس لینے کی کوشش کرتی مر تسم کے بازوؤں میں جھول گئی۔

عین۔۔ عین۔۔ مر تسم نے اسکا گال تھپتھپایا۔

عینا۔۔ زین نے بھی اسکو ہوش میں لانے کی کوشش کی۔
مر تسم اسکو اٹھاؤ جلدی سے ہو سپٹل لے چلو۔

جلدی کرو۔۔ وجدان بھائی اسکا نیلا پڑتا چہرہ دیکھ جلدی سے بولے تھے۔

مرتسم نے جلدی سے اسے بازوؤں میں اٹھایا۔

اگر میری عین کو کچھ بھی ہوا زینی تو میں تمہیں زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔ وہ زمین پر گری زینی کی طرف دیکھتے ڈھاڑا تھا۔

: ماضی

ڈاکٹر کیا ہوا ہے میری وائف۔ وہ ٹھیک تو ہیں نا۔
ڈاکٹر کے باہر آتے ہی مرتسم نے بے تابی سے پوچھا تھا۔

دیکھو مرتسم یہ پولیس کیس بنتا تھا۔ تمہاری وائف کے گلے پر صاف گلہ
دبانے کے نشان سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ اسے مارنے کی کوشش کی گئی
ہے۔

لیکن صرف تمہاری وجہ سے میں اسکا ٹریٹمنٹ کیا ہے۔۔

ڈاکٹر نے اسے دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔۔ وہ انکی فیملی ڈاکٹر تھیں۔۔

ابھی تمہاری وائف بالکل ٹھیک ہے۔۔ زیادہ دیر سانس بند ہونے کی وجہ سے اسکی ایسی حالت ہو گئی تھی۔۔

فلحال اوکسیجن لگا دیا ہے۔۔ اسے سٹریس وغیرہ سے دور رکھو۔۔ اینزائٹ بھی ہو سکتی ہے۔۔

بہتر ہے وہ کوئی ٹینشن نالے ورنہ ہارٹ مسلسز پر کھیچا وپڑے گا جس سے اسکا سانس کا پربلم اور زیادہ بڑھے گا۔۔
ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں کہا۔۔

اور ہاں اپنی وائف کو اس لڑکی سے دور ہی رکھو۔ بہت برے نشان ہیں اسکے گلے پر جس سے صاف ظاہر کورہا ہے کہ کتنی شدت سے گلہ دبایا گیا تھا۔۔
آخر میں دوستانہ لہجے میں کہتے وہ چلی گئیں۔۔

مرتسم نے گہری سانس لیتے خود کو ریلیکس کرنے کی کوشش کی۔۔
ولی نے شیشے کے پار عینا کو دیکھتے ضبط سے مٹھیاں میچیں تھیں ورنہ دل تو کر
رہا تھا کہ ابھی جا کے زینی کا اس سے بھی برا حشر کر دے۔۔
آپ لوگ گھر جائیں ماما میں عینا کو لے آؤں گا۔
مرتسم نے ماما، بابا اور وجدان بھائی کو کہا تھا۔
رات کے اس پہر مشکل سے ڈاکٹر ملی تھی عینا کو ایمر جنسی میں لے جایا گیا
تھا۔۔

ساری رات اسے انڈراؤبرزرویشن رکھا گیا تھا۔
فکر مت کرو عینا اب ٹھیک ہے۔۔ وجدان بھائی اس کا کندھا تھپتھپاتے بولے
تھے۔۔

مرتسم نے سر ہلا دیا۔
اب وہاں صرف ولی اور مرتسم تھے۔۔



زین جو ہو اسپتال کے باہر ہی تھا سب کے جانے کے بعد وہ اندا ایا۔

عینا کے وارڈ تک پہنچتے اسنے وہاں مر تسم اور ولی کو ڈھونڈھا۔

جب اسکی نظر شیشے کے دروازے کے ساتھ کھڑے مر تسم پر پڑی۔

شکن زدہ شرٹ۔۔ بکھرے بال، سرخ آنکھیں، بھینچے ہوئے ہونٹ چہرے

کارنگ زرد پڑ چکا تھا۔

کتنا چاہتا تھا وہ عینا۔۔ کس حد تک کیا اسکے عشق کی کوئی حد تھی۔

اسے دیکھ کر تو وہ کوئی دیوانہ ہی لگا جو اپنے محبوب کی زرا سی دیر کی تکلیف پر

خود بھی کرب سے گزر رہا ہو۔

اسکی ہمت نہیں ہوئی مر تسم سے بات کرنے کی اس لیے وہ خاموشی سے قدم

موڑ گیا۔

زین۔۔ اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے جاتا۔ مر تسم نے اسے پکارا تھا۔

آئے ہو تو ملے بغیر ہی واپس کیوں جا رہے ہو۔۔ مر تسم نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

ہمت نہیں ہوئی تمہارا سامنا کرنے کی۔۔ وہ شیشے کے پار عینا کو دیکھتے بولا۔
یہ تم نے کیا کر دیا زین۔۔ پہلے کیا کم دکھ جھیلیں ہیں اس نازک جان نے۔۔
زین نے کرب سے عینا کو دیکھتے سوچا تھا۔

میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا ہماری دوستی کے بیچ کوئی رشتہ نہیں آسکتا اور نا ہی
ہے گا۔۔ تو یہ بات بھولا مت کرو۔۔ ہنوز سنجیدگی سے بولا تو زین اسے دیکھتا
رہ گیا۔۔

عینا کیسی ہے۔۔ زین نے ابکی بار مر تسم کو دیکھتے پوچھا۔
ٹھیک ہیں۔ صبح تک ڈسچارج مل جائے گا۔۔ مر تسم نے اسے دیکھتے کہا۔

ٹھیک ہے میں چلتا ہوں دھیان رکھنا اگر کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو بتانا۔
زین اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا بولا۔
مرتسم نے بس سر ہلانے پر اتکاف کیا۔

اگر زینب کی خیریت چاہتے ہو تو پھر خیال رکھنا میرے سامنے نا آئے وہ۔۔
مرتسم نے جاتے ہوئے زین سے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کہا تھا۔
زین نے ہونٹ بھینچے تھے۔۔ سر ہلاتے وہ وہاں سے چلا گیا۔



وہ آہستہ سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔
مرتسم نے اس کی طرف قدم بٹھاتے شدت ضبط سے اسے دیکھا تھا۔

نڈھال وجود، زرد چہرے پر نسل کنٹلا (ناک کی نال) لگا تھا۔ جسکے زیریے
اسے اوکسیجن مل رہی تھی۔ ہاتھ میں کینولہ لگا تھا۔

ایک ہی دن میں وہ کھلے ہوئے پھول سے مرجھایا ہوا پھول لگ رہی تھی۔
اسکے قریب رکتے مرتسم نے اسکے پیٹ پر دھرے ہاتھ کو تھامتے جھک کر
نرمی سے چوما۔

اسے دیکھتے مرتسم نے اسکی گردن سے چپکے بال پیچھے کیے۔
جیسے ہی اسنے بال ہٹائے اسکی گردن پر پڑے نشان اور خراشیں واضح دکھائی
دی تھیں۔

زینی کے ناخن بری طری سے اسکی گردن میں چھپتے زخم چھوڑ گئے تھے۔
مرتسم نے ہونٹ بھینچے۔ ہاتھ اٹھاتے اسکی گردن پر پڑے نشانات کو ہاتھ
سے چھوا۔

اسے یہ خراشیں اپنے دل میں پڑھتی محسوس ہوئیں۔
جھکتے ان زخموں پر اپنے جلتے لب رکھے تھے۔

مر تسم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ زینی کو جان سے مار ڈالے۔۔۔۔
اسکا دل کر رہا تھا کہ وہ کسی طرح یہ تکلیف خود پر لے لے لیکن پھر وہی
بے بسی کیسے۔۔

اسے ابھی تک وہ منظر ہی نہیں بھول رہا تھا جب وہ اسکی بانہوں میں سانس
کے لئے تڑپ رہی تھی۔۔

وہ منظر یاد کرتے دل سکڑ کے پھیلا تھا۔۔

اسنے گہری سانس بھرتے اپنی نظریں پھر سے اسکے چہرے پر ٹکا دیں جو
دوائیوں کے زیر اثر گہری نیند میں تھی۔۔



زین نے گھر میں داخل ہوتے ملازمہ سے زینی کا پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ
کمرے میں ہے۔۔

وہ سیدھا اسکے کمرے میں آیا تھا۔۔ زینی۔۔ اسنے اسے پکارتے دروازہ کھولا تھا۔۔

پکار پر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی زینی نے تڑپ کر سراٹھایا تھا۔۔
بھائی۔۔ وہ تڑپ کر اسکی جانب بھاگی تھی۔۔
اسکے سینے سے لگتے وہ بلک بلک کر رودی۔۔
زین غصے میں تھا لیکن اسکی حالت دیکھتے نرم پڑا تھا۔۔

بھائی آپ۔۔ اپ جانتے ہیں نا کہنے بچپن سے صرف اسے چاہا ہے۔ اسے سوچا ہے تو پھر اسنے اسنے کیوں کیا ایسا میرے ساتھ۔۔
بھائی وہ تو میرا تھا نا تو پھر تو دوسری لڑکی وہ کیسے وہ۔۔
عینا کو یاد کرتے اسکے لہجے میں نفرت و حقارت تھی۔۔

وہ وہ لڑکی مر گیا نا بھائی۔۔ وہ سراٹھائے اسے دیکھتی پوچھنے لگی۔۔

زین جو اسے نرمی سے سمجھانے کا اردہ رکھتا تھا اسے حیرانگی سے زینی کو دیکھا
وہ ایسی کب سے ہو گئی تھی۔۔

کیا بکواس کر رہی ہو زینی۔۔ زین نے ناگواری سے اسے کہا تھا۔۔

آپکو بھی اس، اس لڑکی سے ہمدردی ہو رہی ہے۔۔۔

ایسا کیا جادو کیا ہے اسنے سب پہ۔۔۔

وہ زین کا ناگواری بھرا لہجہ دیکھتی چیخی تھی۔۔۔

زینی یہاں بیٹھو آرام سے بات کرتے ہیں۔۔ زین نے تحمل سے اسے

سمجھانے کی کوشش کی۔۔

نہیں بھائی آپ بتائیں وہ لڑکی مر گئی نا۔۔ اگر نہیں تو میں اسے زندہ چھوڑوں

گی نہیں وہ پھر سے جنونی کیفیت میں بولا تھی۔۔

چٹاخ۔۔

زوردار تھپڑ سے وہ دور جا گری تھی۔۔ اسنے بے یقینی سے زین کو دیکھا۔۔

تمیز سے بات کرو زینی۔ میں کب سے تمہیں آرام سے سمجھا رہا ہوں لیکن تم ہو کے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہی۔

اور کیا بکواس کر رہی ہو مرنے مرارنے کی تم جانتی بھی ہو کیا کہ رہی ہو کیا کر کے ائی۔

زینی تم نے سوچا بھی کہ عینا کو کچھ ہو جاتا تو۔

زین دھاڑا تھا۔۔۔

زینی کا باغی اور ضدی لہجے سے وہ حیران تھا اس نے کبھی اسکی ایسی تربیت تو نہیں کی تھی۔

اسکی مرتسم کی محبت ایک طرف لیکن ابکی بار وہ ضد کر رہی تھی پاگل پن دکھا رہی تھی۔

مرتسم نا تمہارا تھا، نا ہے، اور نا ہو گا وہ جسکا تھا اسکا ہو چکا تھا اور ہاں عینا کے

بارے میں اب ایک لفظ بھی مت بولنا۔ زین سخت آواز میں اسے کہہ رہا

تھا۔

جبکہ وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

بھائی آپ۔ آپ سمجھ کیوں نہیں رہے ہیں وہ میرا ہے کسی اور کا کیسے ہو سکتا ہے۔۔ وہ بے یقینی سے بولی تھی۔۔

نہیں میں ایسے نہیں ہونے دوں گی۔۔ سن لیں آپ میں نہیں ہونے دوں گی۔۔

آج تک مینے جو بھی مانگا ہے آپ نے مجھے دیا ہے۔ میری ہر ضد ہر خواہش پوری کی ہے۔۔ اپکو یہ بھی کرنی پڑے گی۔۔ مر تسم کو میں ہر حال میں حاصل کر کے رہوں گی۔۔

وہ ضدی لہجے میں بولی تھی۔۔

زین نے غصے سے اسے دیکھا۔۔

بس کرو زین۔ اب ایک اور لفظ نہیں مر تسم کوئی چیز نہیں ہے جسکے لئے تم نے ضد کی اور تمہیں لاکھ دے دوں میں۔۔

زین نے اسے بازوؤں سے تھامتے جھنجھوڑا تھا۔۔

جبکہ زینی تیزی سے نفی میں سر ہلاتی۔۔ کچھ بڑبڑانے لگی۔۔

مر تسم میرا ہے میں اسے چھین لوں گی۔ ہاں میں اسے۔۔

وہ بڑبڑاتی زین کے بازوؤں میں جھول گئی۔۔

زینی۔۔۔۔۔ زینی۔۔۔۔۔ زین نے پریشانی سے اسکا چہرہ تھپتھپایا۔۔

زینی میرا بچہ آنکھیں کھولو۔۔ زین جلدی سے اسے بیڈ پہ لٹاتا اسکا چہرہ
تھپتھپاتے لگا۔۔

زین نے اسکے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے لیکن وہ بے سدھ رہی۔۔
اسنے جلدی سے ڈاکٹر کو فون کیا تھا۔۔



کیا ہوا ہے زینی کو۔۔

ماہم اپنا اندر آتی تیزی سے بولی تھیں۔

انہیں زین نے فون کیا تھا۔۔

زین جو زینب کا ہاتھ تھامے اسکے پاس ہی بیٹھا تھا۔ ماہم کو دیکھتے جلدی سے
انکی جانب بڑھا۔

ایپا۔ وہ انکے گلے لگتا ہے اختیار رو دیا۔

ایپا مجھے سمجھ نہیں آ رہا میں کیا کروں۔

زینی کو دیکھے نا وہ بالکل سمجھ نہیں رہی میں کیسے سمجھاؤں اسے۔

زین بچے بس حوصلہ کرو۔

ماہم ایپا نے پریشانی سے اسے دیکھا تھا۔

ادھر دیکھو۔ ایپا نے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔

پریشان مت ہونے سب ٹھیک ہو جائے گا۔ زینی بھی ٹھیک ہو جائے

گی۔ ایسے مت رومی جان۔

تم ایسے کرو گے تو زینی کو کون سنبھالے گا۔ مضبوط بنو بچے۔

وجدان بھائی بھی پیچھے سے آتے بولے تھے۔

ان دونوں کوزین نے ہی فون کیا تھا۔ وہ اکیلا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے زینی کو کیسے سنبھالے۔ اس کے پاس ان کے علاوہ اپنا کوئی تھا ہی نہیں۔۔

زینی کو ڈاکٹر نے سٹریس اور ٹینشن سے دور رکھنے کا کہا تھا۔ وہ مینٹلی بہت زیادہ ڈسٹرب تھی۔۔



عینا کو ڈسچارج دے دیا گیا تھا۔ مرتسم اور ولی اسے صبح ہی گھر لے آئے تھے۔۔

وہ تو ٹھیک تھی لیکن زینی کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی اسے شدید بخار نے آن گھیرا تھا۔ جسکی وجہ سے وہ اگلے دو دن تک ہوسپٹل ہی رہی۔۔ آہستہ آہستہ سبھی نارمل ہونے لگے۔۔

کچھ ہی دنوں بعد زین نے دربارہ واپس جانے کی ضد کی زین نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ نامانی۔۔ مجبوراً زین کو اسے واپس پیرس بھیجنا پڑا۔۔

سب کچھ پھر سے ویسا ہی ہو گیا۔۔

عینا اندر سے تو بہت ڈر چکی تھی کہ کیا وہ مرتسم کو بھی کھودے گی لیکن مرتسم نے اسے کسی طرح سمجھا دیا تھا کہ وہ وقتی تھا زین کو صرف اٹرکیشن تھی جو ختم ہو جائے گی ویسے بھی مرتسم کو اسمیں کوئی دلچسپی ہی نہیں تو بات ختم۔۔

مرتسم نے تو کہہ دیا لیکن اب بات کہاں ختم ہوتی ہے کہاں نہیں یہ تو وقت ہی بتائے گا۔۔



وقت کیسے گزر گیا کسی کو پتہ ہی نہیں چلا۔۔ گزرتے گزرتے سال گزر گیا۔۔

شاہ ولا میں سب کی زندگی سکون سے گزر رہی تھی بدلاؤ آیا تو نہیں لیکن آنے والا تھا ایک ننھی سے جان سے۔

ماہم پریگنٹ تھی۔۔ اسکی پریگنسی کو چار ماہ ہو گئے تھے۔۔

سب کی زندگی پر سکون تھی لیکن اصل دھماکہ تو تب ہوا جب ارسل نے عینا اور مرتسم کو اپنے نکاح کے بارے میں بتایا۔۔



:ماضی

میر حاکم جنکو سب اغا جان کہتے تھے۔ انکے دو ہی بچے تھے۔ شانزے شاہ (انکی بیٹی اور ارسلان شاہ انکا بیٹا۔ ارسلان شاہ کی شادی جو کہ انہوں نے اپنے جاننے والوں میں کی تھی۔۔

انکی شادی میں حور یہ جو ارسلان کی بیوی تھی انکے بھائی طالب شاہ اور شانزے شاہ نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور پہلی ہی نظر میں وہ ایک دوسرے کو دل دے بیٹھے تھے۔۔

لیکن مسئلہ یہ تھا کہ شانزے کا رشتہ بچپن سے ہی انکے کزن سے طے تھا اس لیے جب ارسلان شاہ کی شادی کے کچھ سالوں بعد طالب شاہ کی طرف سے رشتہ مانگا گیا تو اغا جان نے صاف انکار کر دیا۔

شانزے نے انہیں بہت سمجھایا منتیں کی۔۔

لیکن وہ نامانے اس لیے وہ اپنی شادی والے دن عین موقع پر طالب شاہ کے ساتھ بھاگ گئیں۔۔

انہیں بہت ڈھونڈا لیکن وہ نالے۔۔

ملنے بھی کیسے وہ لوگ تو بھاگ کر کینیڈا جا چکے تھے۔۔

اغا جان نے اپنی بیٹی سے ہر رشتہ ختم کر دیا بلکہ حوریہ شاہ کو بھی اپنے خاندان سے تعلق ختم کرنے پر مجبور کیا۔ حوریہ بھی ایک ہی بہن تھی اور طالب انکا اکلوتا بھائی۔ اپنے گھر کو بچانے کی خاطر انہوں نے ہر رشتہ ختم کر دیا۔۔

کچھ سالوں بعد ایک دن طالب شاہ اور شانزے لوٹ آئے ماں باپ کی دہلیز پر لیکن اغا جان نے کسی صورت انہیں قبول نہیں کیا۔۔

ارسلان شاہ نرم دل کے تھا اکلوتی بہن کو یوں نادیکھا گیا تو انہوں نے اسے معاف کر دیا لیکن اغا جان اس بات سے انجان رہے لہذا وہ چھپ چھپ کے ملتے رہے اور حوریہ شاہ کو بھی انکا مایکا واپس مل گیا۔۔

حوریہ کے پاس اس وقت ایک بیٹا دلا اور بیٹی آیت جسکے شانزے کے پاس ایک بیٹا ارسل تھا۔

اپنا رشتہ گہرا اور مضبوط کرنے کے لئے انہوں نے آٹھ سالہ ارسل اور چھ سالہ آیت کا نکاح کر دیا۔۔

جس سے ان چاروں کے علاوہ سب ہی انجام تھے۔۔

اغا جان کو ناجانے ایک دن کیسے معلوم پڑ گیا۔۔ اور اس دن انہوں نے بہت ہنگامہ کیا۔ طالب شاہ اپنی بیوی بچے اور ماں باپ سمیت پردیس لوٹ گئے۔۔ جبکہ اغا جان نے بیٹے سے بھی منہ موڑ لیا۔

ارسلان شاہ دل کے مریض تھے باپ کی بے رخی برداشت ناکرتے ہارٹ اٹیک کے سبب خالق حقیقی سے جا ملے۔۔

انکے موت کے بعد اغا جان نے دلاور کی پرورش خود کی تھی جسے اپنے ننھیال سے نفرت تھی جبکہ آیت کی تربیت خود حوریہ بیگم نے کی تھی جنہیں شوہر کی موت نے بالکل ہی نڈھال کر دیا تھا۔۔

ارسل کچھ سال پہلے ہی واپس لوٹ آیا تھا لیکن باقی سب ابھی وہیں تھے۔۔



اب مسئلہ کیا ہے عینا ساری کہانی سننے کے بعد بولی۔۔

اغا جان آیت کی منگنی کر رہے ہیں کسی اور سے۔۔

ارسل ضبط سے بولا تھا۔۔

عینا نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔۔

لیکن وہ نکاح کے بارے میں جانتے ہیں پھر بھی۔

ایک منٹ تجھے کیسے پتہ اسکا مطلب ہے تو نے ان پر نظر رکھی ہوئی تھی۔۔

اور تیری حالت سے نابیٹا صاف پتا چل رہا تجھے آیت سے کتنی محبت ہے۔۔

عینا نے اسے گھورتے کہا تھا۔۔

اور شاہ آپ آپ کو بھی سب پتہ تھا نا۔۔ ابکی بار اس نے مرتسم کو گھورا جو گڑ بڑا

گیا۔۔

عین مجھ سے تو کبھی اپنے پوچھا ہی نہیں وہ جلدی سے بولا۔۔

تو اپنے بتانا ضروری نہیں سمجھا ہے نا۔

اور تو میسنے تجھے شرم نہیں آئی کسی کی ایسے جاسوسی کرتے ہوئے۔ عینانے
ارسل کو گھورا۔

ہ۔ ہاں تو۔ بیوی ہے میری وہ گڑ بڑاتا بولا۔

منکوحہ۔۔ عینانے تو صبح کی۔

ہاں جو بھی ہے۔۔ لیکن اب بتاؤ میں کیا کروں۔۔ اغاجان کبھی نہیں مانے
گے۔

وہ پریشانی سے بولا۔

ایک بار ٹرائے تو کر۔ عینانے اسے دیکھتے کہا۔

پھر ارسل اپنے پیرینٹس کو بلواتے انکے ساتھ ایک بار پھر انکی حویلی گیا تھا

لیکن اتنے سال بعد بھی اغاجان کا جلال کم نہیں ہوا تھا۔

انہوں نے انہیں گھر میں داخل ہی نہیں ہونے دیا۔



اب کرنا کیا ہے وہ لوگ سر جوڑے بیٹھے تھے۔۔

اٹھا لیتے ہیں۔۔ ولی نے چٹکی بجاتے کہا تو ارسل نے اسے گھورا۔۔

بلکل ٹھیک۔۔ عینا نے بھی تائید کی تو مرتسم نے سر پیٹا۔۔

بلکل نہیں۔۔ مرتسم نے تنبیہ کی۔۔

کیوں نہیں شاہ جب وہ مان ہی نہیں رہے تو اور ارسل مجھے لگتا ہے تمہیں ایک

بار تو آیت سے ملنا ہی چاہیے اس سے تو پوچھ لو وہ کیا چاہتی ہے کیا پتہ وہ تجھ

سے شادی کرنا ہی نا چاہتی ہو۔۔

عینا نے ہستے ارسل کو دیکھتے کہا تھا۔۔

کیوں نا چاہتی ہو۔۔ کیا کمی ہے مجھ میں ارسل نے اسے گھورا۔۔

شکل دیکھی ہے تو نے۔ لنگور جیسی لگتی ہے آیا بڑا کیا کمی ہے۔۔ عینا نے

شرارت سے کہا تو ارسل کا منہ دیکھنے والا ہو گیا۔۔

ایسی کی تیسری اسکی مرضی کی۔۔ ہونا تو اسے میرا ہی پڑے گا چاہئے جو بھی ہو
جائے۔۔

وہ پیرٹھ کر بولتا یہ جاوہ جاتھا۔۔
پچھے سب اسکی حالت پر ہنس دیے۔۔



عینا کے کہے مطابق وہ آیت سے ملنے آیا تھا۔۔
آدھی رات کو حویلی کی چھت پر پائپ کے ذریعے چڑھتے اسے خود پر فخر ہو
رہا تھا۔۔

واہار سل واہ۔۔ چھت پر چڑھتے اسے خود کو شاباشی دی۔۔
وہ حویلی کا نقشہ دیکھ کر آیا تھا اور آیت کا کمرہ بھی اس لیے اسکا سیدھا رخ اب
اسکے کمرے کی طرف تھا۔۔



وہ کھڑکی سے اسکے کمرے میں اندر آیا۔ کمرے میں ہلکی لائٹ کی روشنی تھی۔

ارسل نے نظریں گھومائیں۔ گلابی بلینکٹ میں کوئی وجود چھپا سوراہا تھا۔ اسنے آہستہ سے قدم اسکی جانب بڑھائے۔

بیڈ پر پڑے وجود پر جھکتے اسنے آہستہ سے بلینکٹ اسکے منہ سے سر کا یا تو وہ ساکت رہ گیا۔

سرخ و سفید رنگت گھنی مڑی ہوئی پلکیں۔ جو آنکھوں پر چھاپی ہوئی تھی۔ تیکھی ناک اور اس پر چھوٹے چھوٹے گلابی ہونٹ۔ چہرے پر چھائی معصومیت وہ ایک ہی نظر میں ارسل شاہ کو چارو خانے چت کر گئی تھی۔ ارسل نے اسکی ساری انفارمیشن رکھی ہوئی تھی وہ یونیورسٹی جاتی تھی لیکن عبا یا اور نقاب میں ارسل نے کبھی اسکا چہرہ نہیں دیکھا تھا اسے بس اتنا پتہ تھا یہ اسکی منکوحہ سے اور اسے آیت کے نام سے ہی محبت تھی لیکن آج تو جیسے وہ عشق کی معراج سر کر آیا تھا۔

وہ بنا پلکیں چھپائے یک ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

جب مستقل خود پر نظروں کی تپش سے وہ شہزادی کسمکسائی اور اسنے آنکھیں کھولیں۔۔

نیند سے بھری کالی گہری آنکھیں کھولتے اسنے نا سمجھی سے اپنے اوپر کسی کو جھکے دیکھا لیکن جب سمجھ آیا تو اسکی آنکھیں پوری کھل گئیں۔۔

اپنے اوپر جھکے کسی مرد کو دیکھتے اسنے چیخنا چاہا۔ جبکہ ارسل جو اسکی گہری آنکھوں میں ہی کھو گیا ہوش میں آتے سرعت سے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ گیا۔۔

آیت اسکی گرفت میں پھڑپھڑائی۔۔

اسکے مزاحمت کرنے پر ارسل جو اپنے ہاتھ کا وزن اس پر ڈالے ہوا تھا لڑکھڑا کر اس پر گرا۔۔

آیت کا وجود ساکت ہو گیا۔ اسنے سانس بھی روک لی۔۔

شششش۔۔۔اواز مت کرنا۔۔

ارسل نے مکمل اس پر جھکتے سرگوشی کی۔۔

آیت نے پھیلی آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔

ک۔ کون ہوں۔۔ اس کے ہاتھ ہٹاتے ہی وہ آنکھیں پھیلانے مری سے آواز میں بولی۔۔

تمہارا محرم۔۔ ارسل نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔

آیت جو اسے دھکا دینے والی تھی اس کے ہاتھ ارسل کے سینے پر فریض ہو گئے۔۔

محرم اس کے لب ہلے۔۔

ارسل دلکشی سے مسکرایا تھا۔۔

ا۔ ا۔ ارسل۔۔ وہ اٹک اٹک کر بولی۔۔

ارسل جو اس کی حالت انجوائے کر رہا تھا اس کے لبوں سے اپنا نام سنتے ٹرانس کی

سی کیفیت میں اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔

جانے کیوں اسے اپنا نام اس وقت بہت زیادہ پیارا لگا۔
دوبارہ کہو۔۔ وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں بولا۔۔

ارسل۔۔ ایت نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے واضح کہا تھا۔
وہ آج تک اپنی ماں سے ہی یہ نام سنتی آئی تھی۔
جو کہتی تھی کہ اسکے کے لئیے آئے گارسل نام کا ایک شہزادہ جو اسکا محرم ہے
اسے آزاد کروالے جائے گا انا جان کی قید سے آج اس شہزادے کو اپنے
سامنے دیکھتے وہ ساکت تھی۔۔

سرخ و سفید رنگت تیکھے نقوش۔۔ جھیل سی گہری کالی آنکھیں۔۔ ہلکی
داڑھی۔۔ وہ واقعی شہزادوں کی سی آن بان رکھنے والا تھا۔
آیت کی آنکھوں میں نمی بھری۔۔

اس سے پہلے کہ وہ جذبات میں بہتی ارسل کے سینے سے لگتی اسکے کان میں
اغا جان کی دھاڑ گونجی۔۔

نہیں مانتے ہم اس نکاح کو۔ بہت جلد ایک کاغذی رشتے سے آزاد ہو جائے گی
یہ۔۔

ویسے بھی وہ خود بھی نہیں چاہتا ہو گا ورنہ اب تک آیا کیوں نہیں اپنی امانت
لینے۔۔

انکا لہجہ تنزیہ تھا۔۔

پیچھے ہوں۔۔ وہ کانپتی آواز میں بولی۔۔

ارسل جو اسکے نقش میں کھویا تھا۔۔ اسکی نرم آواز سننے اسکے لبوں کی طرف
متوجہ ہوا۔۔

چھوٹے چھوٹے سے گلابی ہونٹ دیکھتے اسے اپنے ہونٹ جلتے محسوس
ہوئے۔۔

مینے کہا پیچھے ہوں۔۔ اسکی توجہ کامرکز اپنے ہونٹ دیکھتے آیت غصے اور شرم
سے سرخ پڑتی بولی۔۔

ارسل نے حیرت سے اسکا رنگش دیکھا۔۔

کیوں۔۔ وہ پیچھے ہونے کی بجائے۔ اپنا سارا بوجھ اس نازک جان پر ڈال گیا۔۔

آیت نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ وہ غلط فہمی اور خوف کا شکار تھی۔۔
کیوں کا کیا مطلب ہے۔ اپکو شرم نہیں آتی۔ یوں آدھی رات کو کسی لڑکی کے کمرے یوں آتے ہوئے۔۔
وہ دبا دبا سا چیخنی تھی۔۔

اپنی منکوحہ کے کمرے میں آیا ہوں شرم کیسی وہ جواباً بے شرمی سے بولا۔۔
وہی منکوحہ جو آج سے پہلے تو آپکو یاد نہیں تھی اور جسے بہت جلد کاغذی رشتے سے آزاد کرنے والے ہیں۔۔
وہ ناچاہتے ہوئے بھی بول گئی۔۔

ارسل نے چونک کر اس کے بھرائی آواز میں بولے گئے الفاظ سنے۔۔
اور تمہیں یہ غلط فہمی کیوں ہے کہ مجھے آج سے پہلے یہ منکوحہ یاد نہیں تھی

ارسل نے اسے اسکے پل پل کے ہر خبر دی تھی۔۔

اور رہی بات کاغذی کی تو اسے ابھی روحانی بنا لیتے ہیں۔ وہ آخر میں بے باکی سے بولا تھا۔۔ وہ جان چکا تھا کہ غلط فہمی کا شکار ہے۔۔

آیت نے منہ کھولتے اسے دیکھا۔۔ جبکہ اسکے آخر میں بولے گئے جملے پر وہ سرخ پڑ گئی۔۔

ارسل نے مبہوت ہوتے دیکھا تھا کوئی اتنا بھی پیارا کیسے ہو سکتا ہے۔۔
ارسل۔ وہ گھبراتی اسے پکار بیٹھی۔۔

جان ارسل۔۔ وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں بولا۔۔

آیت نے اسے دھکا دیا۔ وہ بے دھیانی نے بیڈ کی دوسری سائیڈ گرا۔

آیت سیکیئنڈ میں اٹھی تھی۔۔ خود پر ڈوپٹہ لیتے اسنے سہمی نظروں سے

ارسل کو دیکھا تھا کہ وہ اسکی حرکت پر اب کیا وہی کرے گا جو دلا اور بھائی اسکی بھابھی کے ساتھ کرتے تھے۔۔

ارسل نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

وہ اسے دیکھتے اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ جیسے ہی اٹھ کر کھڑا ہوا آیت ڈر کر پیچھے ہوئی تھی۔

ارسل نے حیرت سے اس کے کانپتے وجود کو دیکھا۔

آیت کیا ہوا۔ وہ اسے ایسے خوفزدہ دیکھتے پریشان ہوا۔

آیت اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ پیچھے دیوار سے لگی تھی۔

ارسل نے اس کے بازو کو تھامنا چاہا جیسے ہی اس نے ہاتھ اٹھایا وہ جلدی سے اپنا چہرہ

ہاتھوں سے ڈھانپ گئی۔

سوری، سوری، کی گردان کرتے وہ ارسل کو زلزلوں کی زد میں چھوڑ گئی۔

کیا اسے لگا تھا کہ وہ اس پر ہاتھ اٹھانے والا ہے۔

ہاتھ ہٹاؤ آیت وہ سنجیدگی سے بولا۔

میں نے کہا ہاتھ ہٹاؤ۔ اس بار وہ سختی سے بولا۔

آیت نے کچھ ناہوتے دیکھ اپنے کانپتے ہاتھ اٹھاتے تھے۔

تمہیں کیوں لگا کہ میں تم پر اتنی سی بات پر ہاتھ اٹھاؤں گا۔

وہ اس کے قریب جاتا پھر سے سنجیدگی سے بولا۔۔

وہ چپ رہی۔۔

بولو۔۔ ارسل نے دو قدم آگے جاتے کہا۔۔

وہ دلاور بھائی بھی ارسہ بھا بھی پر۔۔ اتنا کہتے وہ چپ ہو گئی۔۔

ارسل نے ہونٹ بھینچے وہ دلاور کی حرکتوں سے اچھے سے واقف تھا۔۔

ادھر او۔۔ ارسل نے اسے آرام سے تھامتے بیڈ پر بٹھایا۔۔

پیو۔ سائیڈ ٹیبل سے پانی اٹھاتے اسے پلایا تھا۔۔

آیت نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جواب اسکے قدموں میں بیٹھ رہا تھا۔۔

ارسل نے گھٹنوں کے بل اسکے قریب بیٹھتے اسکے ہاتھ تھامے۔۔

دیکھو آیت جتنے سال گزر گئے وہ گزر گئے۔ لیکن ان گزرے سالوں میں۔

میں تمہارے اور پھوپھو کے ایک ایک پل کی خبر رکھی ہے۔۔ ٹھیک ہے تم

مجھے نہیں جانتی لیکن اتنا جان لو کہ میں دلاور نہیں ہوں نا ہی اسکے جیسا ہوں

جو زرا سہی بات پر عورتوں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

مجھے عورتوں کی عزت کرنا سکھایا گیا ہے۔۔

اور اپنی بیوی سے پیار کرنا اس لیے آئیندہ بھول کر بھی یہ سوچ مت لانا کہ
میں چھوٹی سی بات پر تم پر ہاتھ اٹھاؤں گا۔۔

میں آج یہاں اس لیے آیا ہوں کہ تم سے پوچھ سکوں کیا تم بھی میرے ساتھ
اس رشتے کو نبھانا چاہتی ہو۔۔

وہ نرمی سے بول رہا تھا۔

آیت سانس روکے اس شہزادے کو اپنوں قدموں میں بیٹھا دیکھ رہی تھی
اسکے سوال پر تڑپ کر اسنے اسے دیکھا تھا۔۔

لیکن اغاجان۔۔ وہ دھیمے لہجے میں بولی۔۔

میں نے تمہاری مرضی پوچھی ہے۔۔ ارسل نے اسے ٹوکا۔۔

آیت نے پلکوں کی جھال سے اسے دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا وہ گھبرا کر
نظریں جھکا گئی۔۔

پھر آہستہ سے سر ہلا گئی۔۔

ارسل کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔

میں جانتا تھا میری جان۔۔

تم فکر مت کرو اب بس جیسے میں کہوں ویسا کرتی جاؤ۔۔ بہت جلد میں تمہیں

یہاں سے لے جاؤں گا۔۔ وہ خوشی سے اسکا ماتھا چومتے بولا۔۔

آیت نے سانس روکے اسے دیکھا تھا۔

کون کہہ سکتا تھا کہ وہ دونوں آج بچپن کے بعد پہلی دفع ملے تھے۔۔



ماضی:

کیا واقعی ہمیں یہ کرنا چاہئے۔۔ عینا نے ایک بار پھر سے پوچھا تو ارسل نے

اسے گھورا۔۔

اب تو نے اگر اپنا دوا دہ بدلہ ناتو میں تیرا قتل کر دوں گا یاد رکھیں۔۔

وہ وار ننگ دینے والے انداز میں بولا تو عینا نے ناک چڑھائی۔۔

جبکہ مرتسم نے دونوں کو دیکھتے نفی میں سر ہلایا کہ انکا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔

اچھا چل پھر۔۔ اب گھور کیا رہا ہے عینا نے ارسل کو گرکا۔۔



آج آیت کی منگنی تھا اور وہ عین منگنی کے وقت اب حویلی کے باہر کھڑے اندر جانے کا سوچ رہے تھے جب دانیل کا شیطانی دماغ تیزی سے چلا تھا۔ اس کے آئیڈے پر پہلے تو کوئی نہیں مانا لیکن پھر کوئی راستہ نہیں بچا تو اب اسی کی بات مانتے یہ سب کرنے کے لئے راضی ہوئے تھے۔۔

مرتسم اور ولی نے سب سے پہلے گھر کے دونوں گارڈز کو ٹھکانے لگایا اور انہیں اندر آنے کا سگنل دیا۔۔

وہ لوگ بیک ڈور سے اندر آئے تھے۔۔

عینا اور ارسل حویلی کے اندر جبکہ باقی سب باہر کھڑے پہرا دے رہے تھے۔۔

عینا ارسل کے ساتھ جارہی تھی اندر کہ آیت کو منا کر کسی طرح وہ اپنے ساتھ لے آئیں۔۔

ارسل اور عینا کسی طرح بچ بچا کر آیت کے کمرے تک پہنچے تھے۔۔
آپ۔۔ شیشے کے سامنے بیٹھی آیت اسے یوں چوروں کی طرح گھستے دیکھ
حیران ہوئی۔۔

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں ارسل۔۔ اگر اغا جان نے آپ کو دیکھ لیا تو قیامت
جائے گی۔۔ اور ارسل یہ لڑکی آپ کیوں آئے ہیں یہاں۔۔ وہ عینا کی طرف
اشارہ کرتی بولی جو اسکے پورے کمرے کو پیل میں بکھیر چکی تھی۔۔

جان ارسل ابھی فلحال وقت نہیں چلو جلدی سے ہم تمہیں لینے آئے
ہیں۔۔ اور یہ میری بہن ہے۔۔ ارسل جلدی سے اسے جواب دیتا بولا۔۔
آیت نے آنکھیں پھیلانے سے دیکھا۔۔ وہ بدک کر پیچھے ہوئی۔
آپ پاگل ہو گئے ہیں میں آپ کے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی۔۔ ہرگز نہیں وہ
سختی سے بولی۔۔ اسکا نازک سادل کانپ رہا تھا۔۔
تو پھر کیا چاہتی کو میرے نکاح میں ہوتے ہوئے بھی کسی اور کی منگ
بنو۔۔ ارسل غصے سے چلایا تھا۔۔
ارسل ریلیکس وہ پہلے ہی ڈری ہوئی ہے۔۔ عینا نے اس کے کندھے پر ہاتھ
رکتے اسے باز رکھا تھا۔۔
دیکھو آیت تمہارے اغا جان سے بات کرنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن وہ
کسی بھی صورت راضی نہیں ہو رہے اس لیے مجبوراً ہمیں یہ قدم اٹھانا پڑ رہا
ہے۔۔ پلیز سمجھنے کی کوشش کرو اور چلو ہمارے ساتھ۔ عینا سے سمجھانے
والے انداز میں بولی۔۔

نہیں میں نہیں جاسکتی۔۔ ارسل سالوں پہلے پھوپھو نے بھی ایسی ہی ایک
محفل میں انکی عزت کا جنازہ نکالا تھا۔ اج میں پھر سے وہی نہیں کر
سکتی۔۔ کبھی نہیں وہ ہمیں جان سے مار ڈالیں گے ارسل۔۔
وہ تیزی سے پیچھے ہوتی نفی میں سر ہلانے لگی۔۔۔
ارسل نے ضبط سے اسے دیکھا۔۔

آنکھوں ہی آنکھوں میں اسنے عینا کو کچھ اشارہ کر دیا جسے سمجھتے اسنے سر ہلایا
تھا۔۔

ٹھیک ہے تمہیں نہیں جانانا میرے ساتھ تو ٹھیک ہے لیکن ابھی میری بات
سنو۔۔ ارسل احتیاط سے قدم اسکی جانب بڑھاتا بولا۔۔
ایم سوری آیت۔۔ اسکے نزدیک پہنچتے ارسل نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا
تھا۔۔

آیت نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔۔

لیکن اگلے ہی پل ارسل نے اسکی گردن میں ہاتھ ڈالتے مخصوص رگ دبائی
تھی جس سے وہ پل میں ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتی اسکے بازوؤں میں جھول
گئی۔۔

ارسل نے اسے کسی قیمیتی متاع کی طرح خود میں مسیٹ لیا۔۔
چلو ارسل اس سے پہلے کہ کوئی اجائے۔۔ عینا باہر کا راستہ صاف دیکھتی
بولی۔۔

سب لوگ لان میں تھے فنکشن کی وجہ سے اس لیے گھر میں لوگ تھے ہی
نہیں۔

وہ لوگ اسے احتیاط سے سب سے چھپا کر باہر لے آئے تھے۔۔
اور دیکھتے ہی دیکھتے انکی گاڑیاں وہاں سے نکلی تھیں۔۔



جبکہ دوسری طرف حوریہ بیگم آیت کے کمرے میں آئیں تو اسکا بکھرا کمرہ
دیکھتے انکے پاؤں سے زمین سر کی تھی۔۔

انکی چیخوں پر ملازمین دوڑتے آئے تھے۔۔

اور کچھ جلدی سے لان میں اغاجان اور دلاور کو بتانے چلے گئے۔۔

کیا ہوا۔ بہو۔۔

اغاجان نے روب دار لہجے میں پوچھا لیکن اگلے ہی پل کمرے کی حالت دیکھتے
خود بھی سکتے میں آ گئے۔۔

پورا کمرہ بکھرا ہوا تھا۔ یوں جیسے کوئی جنگ ہوئی ہو۔۔

جبکہ زمین پر ایک جگہ آیت کا آج منگی والا ڈریس نیچے پڑا تھا اور اس پر خون
کے دھبے تھے جوار سل اور عینا کے ہی کارنامے تھے۔۔

وہ لوگ یہی شو کرنا چاہ رہے تھے کہ آیت اپنی مرضی سے نہیں گی بلکہ
اسے زبردستی لے جایا گیا ہے۔۔

کہاں ہے ایت۔۔ وہ اپنے پوری جاہ جلال سے دھاڑے تھے۔۔
جبکہ کونے میں کھڑی حور یہ بیگم کانپ کر رہ گئی تھیں۔۔
دلاور نے غصے سے مٹھیاں مینچی تھیں۔۔

میں جانتا ہوں اغاجان یہ کس کا کام ہے۔۔ لیکن آپ فکر مت کریں میں بہت
جلد آیت کو واپس لے آؤں گا زندہ یا مردہ وہ سفاکیت سے بولا۔۔
جبکہ حور یہ بیگم نے دہل کر اسے دیکھا تھا۔۔ وہ گرنے کو تھی جب دلاور کی
بیوی اسے جلدی سے انہیں سنبھالتی وہاں سے لے گئی۔۔

اغاجان کی آنکھوں کے سامنے سالوں پہلے کے وہی منظر گھوم رہے تھے جب
انکی بیٹی اسی طرح بھری محفل میں انہیں رسوا کر گئی تھی اور آج انکی پوتی نے
ایک بار پھر سے انہیں کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔۔

وہ مہمانوں سے معذرت کرتے انہیں رخصت کر چکے تھے۔۔

اپنی بے عزتی پر وہ اندر ہی اندر سے جل رہے تھے کہ کسی طرح آیت یا رسل
انکے سامنے آجائیں تو وہ دونوں کو زندہ جلاڈالنے میں بھی پیچھے نہیں رہتے۔۔



اسنے مندی مندی آنکھیں کھولیں۔۔ سامنے کا منظر دھندھلا تھا۔ اسنے
پلکیں جھپکا کے پھر سے کھولیں۔۔ تو اپنے سامنے ارسل کو دیکھتے اچھل کر
کھڑی ہوئی۔۔

میں کہاں ہوں۔۔ خوف سے سہمتے پوچھا تھا۔۔
وہیں جہاں تمہیں ہونا چاہئے تھا اپنے شوہر کے گھر۔۔
ارسل نے دلکشی سے مسکراتے کہا تھا۔۔

آیت کارنگ اڑا تھا۔ ارسل یہ کیا اپنے۔ اپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔۔ وہاں
سب میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔۔ اپکو زرا شرم نہیں آئی یہ سب کرتے
ہوئے کیا جواب دیں گے وہ سبکو۔۔ وہ روتے ہوئے چیخی تھی۔۔
تو انہیں شرم نہیں آئی میری بیوی کی منگنی کرواتے ہوئے وہ کندھے اچکاتا
بولا تھا۔۔

ارسل دلا اور بھائی مار ڈالیں گے سبکو۔۔ ابکی بار وہ خوف سے سفید پڑتی
بولی۔۔۔

ارسل نے غور سے اسکا سفید پڑتا چہرہ دیکھا اسکا دل کیا دلا اور کے چیتھڑے
اڑا دے جس نے اسکی بیوی کو اس قدر ڈرا کر رکھا ہوا تھا۔۔

جانے ارسل میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگا
سکتا۔ تم فکر مت کرو۔۔ ارسل شاہ اپنوں کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔۔ ارسل
زبردستی اسے خود سے لگاتا بولا۔۔

لیکن وہ بے آواز روتی رہی۔

کتنی ہی دیر وہ اسکی منتیں کرتی رہی اسے سمجھاتی رہی لیکن تھک ہار کر اسکے
سینے میں منہ چھپائے سسکی پڑی۔۔۔

ارسل نے بمشکل ہی اسے چپ کروایا تھا۔۔



جب سے دلا اور اور اغا جان نے حویلی میں لگے کیمرہ کی فوٹیج سے ارسل اور
عینا کو اندر آتے دیکھا تھا۔۔

اور پھر بے ہوش آیت کو لے جاتے۔۔

تب سے وہ دونوں بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہے تھے کہ کسی طرح
آیت انہیں مل جائے لیکن ڈھونڈتے رات نکل گی آیت کا کہیں کوئی پتہ
نہیں چلا۔۔

جبکہ عینا اور ارسل سے انتقام کی آگ بڑھ چکی تھی۔۔



اگلے دن صبح ہی ارسل نے آیت کو سب سے ملوایا تھا۔ اپنی پھوپھو اور ماموں کو دیکھتی وہ بلک بلک کر رودی تھی۔۔

اور اسکے اس انکشاف نے سب کو حیران کر دیا تھا کہ اب اغاجان اسکی ماما کو نہیں چھوڑیں گے۔۔

لیکن ارسل نے وعدہ کیا تھا کہ وہ انہیں کچھ بھی نہیں ہونے دے گا بلکہ انہیں بھی اغاجان کی قید سے آزاد کروالے گا۔۔

ارسل نے جب اسے اپنی بہن صوفیہ سے ملوایا تو اسے عینا پھر سے یاد آئی وہ یہ سن کر حیران ہوئی تھی کہ عینا اور ارسل منہ بولے بہن بھائی ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر دوست ہیں انہیں دیکھ کر کہیں سے نہیں لگتا تھا کہ انکا خون کا رشتہ نہیں۔۔

کچھ ہی دنوں میں آیت کی بھی عینا سے اچھی دوستی ہو گئی تھی۔۔

کچھ ہی دن میں اغاجان لوگ بھی آیت کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک کر چپ ہو گئے تو ارسل اسے احمد والا سے اپنے گھر لے آیا تھا۔۔

سبکی رضامندی سے اسکا اور آیت کا گرینڈ ولیمہ طے ہوا تھا وہ جلد از جلد سب
پر شادی کا راز آشکار کرنا چاہتے تھے تا کے اغا جان لوگوں کی طرف سے خطرہ
ٹل جائے۔۔



پستہ کلر کی میکسی پہنے برائڈل میکاپ میں وہ ارسل کے ہمراہ کھڑی ہر ڈر
خوف بھلائے اپنی زندگی کے اتنے بڑے دن کو نم آنکھوں سے مسکراتے
دیکھ رہی تھی۔۔

ارسل نے بلیو کلر کا تھری پیس پہن رکھا تھا۔۔
وہ دونوں ایک دوسرے کے سنگ کھڑے مکمل لگ رہے تھے۔۔
بلکل ایک دوسرے کے لئیے بنائے گئے۔۔

واہ ارسل تیری شادی بھی کیا ٹریجڈی تھی۔ جیسے کسی فلم کی شوٹنگ چل رہی ہو۔۔

عینا نے قہقہہ لگاتے کہا تھا۔۔

جبکہ ارسل نے اسے گھورا۔۔

اور اس ٹریجڈی میں میری بیوی نے تورور و کر آنسوؤں کی نہریں بہا دی ہیں وہ دور کھڑی آیت کو دیکھتا بولا تو مرتسم کے ساتھ کھڑی عینا ایک بار پھر سے کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔

مرتسم نے بے ساختہ ہی اسے دیکھتے ماشاء اللہ کہا تھا۔۔

ٹخنوں تک آتی بلیک فراق جسکے بازوؤں اور دامن پر کم ہوا تھا اسکی سفید رنگت پر جج رہی تھی۔۔ لائٹ سے میکاپ میں وہ نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔۔

بھوری آنکھیں شرارت سے چمکتی مرتسم کو بے خود کیے جا رہی تھیں۔۔

وہ اپنا کی شادی کے بعد آج ایسے تیار ہوئی تھی اور مرتسم کی نظریں تھی کہ
اس پر سے ہٹنے سے انکاری تھیں۔۔

وہ خود بھی بلیک تھری پیس پہنے ہوا تھا۔ جس میں وہ لڑکیوں کے دل دھڑکا
رہا تھا۔۔

اور کچھ اسکے چہرے پر چھائی سنجیدگی اسمیں ایک کشش سی پیدا کر دیتی تھی
کہ ہر کوئی اسکی طرف کھینچا سا چلائے۔۔



ارسل تم بیٹھو میں دیکھتا ہوں۔۔

اینٹرس پر داخل ہوتے آیت کی فیملی کو دیکھتے مرتسم نے ارسل کو کہا تھا۔
عینا بھی ارسل کو آیت کا خیال رکھنے کا کہتی مرتسم کے پیچھے ہی لپکی تھی۔۔



آپ اندر نہیں جاسکتے۔۔

مر تسم نے اغاجان کے سامنے کھڑے ہوتے سنجیدگی سے کہا تھا۔
اغاجان نے اسے دیکھتے ایک تیکھی نظر اسکے ساتھ کھڑی عینا پر ڈالی۔
وہ اسے پہچان گئے تھے یہی لڑکی تھی جوار سل کے ساتھ آیت کو لے کر گئی
تھی۔۔

اسکی بات سنتے دلاورا بھی آگے بڑھا ہی تھا کہ اغاجان نے ہاتھ کے اشارے
سے اسے روک دیا۔۔

دیکھیے اغاجان ہم جانتے ہیں ہم نے اس وقت جو بھی کیا غلط کیا لیکن آپ جو کر
رہے تھے تو گناہ تھا۔ ایک نکاح شدہ لڑکی کی منگنی کسی اور لڑکے سے آپکو
بلکل بھی ڈر نہیں لگا اللہ سے یہ ظلم کرتے ہوئے عینا نہیں دیکھتی تاسف
سے بولی تھی۔۔

اغا جان ابھی کچھ بولتے کہ انکی نظر دور کھڑی اپنی بیٹی پر گی تھی جو نم آنکھوں
سے انہیں حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

اتنے سالوں بعد اپنی اکلوتی بیٹی کو دیکھتے سینے میں تڑپ سی اٹھی تھی انکا دل کیا
وہ اسے اپنی آغوش میں چھپالیں۔ لیکن پھر انکے سامنے وہ دن جاتا جب وہ انکی
عزت کو روند کر گی تھی۔

انکا چہرہ سپاٹ ہو گیا۔

انہوں نے تیکھے چٹون سے سامنے کھڑی اس نازک سی لڑکی کو دیکھا تھا جو
اتنے سخت الفاظ انکے لئے بول گی تھی۔

جو بھی ہوا سو ہوا۔ ایتار سل کی امانت تھی اسکے حوالے ہو چکی اب پلینز
انہیں سکون سے رہنے دیں۔ انکی زندگی میں مزید کوئی تماشہ مت لگائیں۔
مر تسم دلاور کی نظریں مستقل عینا پر محسوس کرتا دانت پیستے بولا تھا۔
اسنے نا محسوس انداز میں عینا کو اپنے پیچھے کیا تھا۔



آیت نے جب اغاجان لوگوں کے ساتھ اپنی ماں کو دیکھا تو وہ ارسل سے ہاتھ
چھڑواتی وہاں سے بھاگ آئی تھی۔۔

وہ سب کو نظر انداز کرتی سیدھا اپنی ماں کے گلے لگتی پھوٹ پھوٹ کر رو
دی۔۔

حوریہ بیگم اسکا چہرہ چومتی خود بھی رو دیں۔۔

تھوڑی دیر بعد ارسل نے اسے زبردستی ان سے الگ کرتے چپ کروایا تھا۔
جب اسکی نظر سامنے کھڑے اغاجان اور دلاور بھائی پر گئی تو اسکا سانس خشک
ہوا۔۔

اسنے سہم کر ارسل کا بازو دبوچا تھا۔۔

ارسل نے اسے یوں ڈرتے دیکھتے نرمی سے اپنا بازو اسکے گرد باندھتے اسے
اپنے حصار میں لیا تھا۔

اغا جان خاموش کھڑے اسے دیکھ رہے تھے جب اچانک اپنا بازو واکرتے
انہوں نے شانزے شاہ کو اپنی طرف بلایا تھا۔

جبکہ آیت کے ساتھ سب نے بے یقینی سے دیکھا تھا۔

اغا جان نے ہاں میں سر ہلاتے اسے دیکھا تو وہ دوڑ کر انکے سینے سے جا لگی۔
بابا جان اتنی دیر لگا دی اپنے۔۔ وہ سسکتی بولی تھیں۔۔

اغا جان بھی اسے سینے سے لگاتے رو دیے۔۔

کچھ دیر بعد وہ اسے خود سے الگ کرتے سامنے ارسل اور آیت کو دیکھنے
لگے۔۔

ہمیں احساس ہو گیا ہے کہ جو ہم نے کیا وہ غلط تھا۔ تم لوگوں کا طریقہ غلط تھا
لیکن نیت تو ٹھیک تھی نا۔

میں آج یہاں اپنی بیٹی کے ساتھ آیت اور ارسل کے رشتے کو بھی قبول کرتا ہوں۔۔ وہ مسکراتے لہجے میں بولے تھے۔۔

دلاور نے غصے سے انہیں دیکھا تو انہوں نے آنکھ سے اسے خاموش ہونے کا اشارہ دیا تھا۔۔

سب کو لگا کہ سب ٹھیک ہو گیا ہے۔۔
لیکن مرتسم عینا اور ارسل۔ ایک دوسرے کو دیکھتے آنکھوں میں ہی کچھ بتانے کی کوشش کر رہے تھے کہ انہیں ان پر بالکل یقین نہیں۔۔
لیکن وہ لوگ چپ اختیار کر گئے۔۔



اس طرح انکی شادی کے تین ماہ تو آرام و سکون سے گزر گئے لیکن تین ماہ بعد جب اغا جان نے آیت کو حویلی بلایا تو ارسل نے اسے جانے سے منع کر دیا۔

ارسل کیا ہو گیا ہے اچھو۔ اپ کبھی مجھے وہاں نہیں جانے دیتے۔ جاتے بھی ہیں تو سائے کی طرح میرے ساتھ رہتے ہیں۔

ارسل وہ میرے بھائی اور دادا ہیں وہ مجھے معاف کر چکے ہیں پتہ نہیں آچھو کیوں ان پہ یقین نہیں آتا وہ غصے سے بولی تھی۔ جبکہ ارسل نے خاموش نظروں سے اسے دیکھا۔

اور چپ چاپ باہر نکل گیا۔

شام میں جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ عینا بھی تھی۔ وہ شاید اپنے کسی کام سے آئی تھی۔

وہ دونوں ہی لیپ ٹوپ پر کچھ کام کرتے رہے کام کے بعد جب وہ فارغ ہوئے تو عینا آیت کے پاس کچن میں اگی۔۔

اسکی عینا سے اچھی دوستی ہو چکی تھی۔۔

کیا ہوا تم دونوں لو برڈز کو آج یوں خاموش دور دور کیوں ہیں۔

وہ ارسل کی خاموشی اور آیت کا اتر اچہرہ دیکھتی پوچھ بیٹھی۔۔

آیت نے اسے دیکھا۔۔

یہ تو اپنے بھائی سے ہی پوچھ لیتی۔۔ وہ کہہ کے اپنا کام کرنے لگی۔۔

آیت کچھ ہوا ہے کیا مجھے بتاؤ۔ عینا نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔۔

کیا ہونا ہے۔۔ وہی جو ہمیشہ ہوتا ہے۔۔

اغا جان مجھے حویلی رہنے کے لئے بلارہے ہیں لیکن ارسل جانے نہیں دے

رہے۔۔ پتہ نہیں کیوں انہیں میرے بھائی پر ہمیشہ شک ہی رہتا ہے۔۔

آیت اگر ارسل نے تجھے منع کیا ہے تو ضرور کوئی نا کوئی وجہ تو ہوگی۔۔ اور تم
خود سوچو وہ بھائی اور دادا جو کل تم تمہیں مارنے کے درپہ تھے وہ کچھ ہی
دونوں میں اچانک کیسے بدل گئے اور۔۔

بس کرو عینا۔۔ وہ ابھی کچھ اور کہتی کہ آیت غصے سے بولی تھی۔۔
مجھے سمجھ نہیں آتا تھا کہ ارسل کو کیوں دلا اور بھائی پہ شک رہتا ہے لیکن اب
سمجھ آیا کہ تم ہی ہر وقت انکے کان بھرتی رہتی ہو۔۔
عینا کیوں ہر کسی کو اپنے کام میں انوالو کرتی ہو۔
ہر کسی پر شک کرنا تو تمہاری عادت بن چکی ہے اب۔۔ ہر کوئی تمہارے بھائی
جیسے نہیں ہوتا جو تمہیں عین وقت پر چھوڑ کر بھاگ جا۔۔
چٹاخ۔۔

وہ غصے سے بولتی جا رہی تھی۔۔ جب باہر سے اتے ارسل نے بے یقینی سے
اسے سنا تھا۔۔

جبکہ عینا تو ساکت کھڑی اسی دیکھتی رہ گئی۔

اسنے ایک دوست سمجھ کے اپنا پاسٹ اس سے شئیر کیا تھا۔

اسنے آیت کو اپنی بہن سمجھ کر سب کچھ بتایا تھا اور وہی آج اسے اسکے بھائی کے طعنے دے رہی تھی۔

یہاں تک کہ وشہ اور عادی کو بھی اسکے پاسٹ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا لیکن اسنے پھر بھی آیت کو سب کچھ بتایا تھا۔

آیت نے بے یقینی سے ارسل کو دیکھا۔

جو غصے کی شدت سے سرخ ہوتے چہرے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

ارسل آپ نے مجھ پہ۔۔ وہ بے یقینی سے بڑبڑائی تھی۔

کیا بکو اس کر رہی تھی تم۔ ہوش میں بھی ہو تم۔

جس لڑکی نے تمہارے غم میں تمہارے ساتھ کھڑے ہو کر ہر مشکل سے

بچایا۔ تمہارا ساتھ دیا تمہیں سنبھالا آج تم اسی کو اسکے پاسٹ کے طعنے دے

رہی ہو۔

عینا کے سفید چہرے کو دیکھتے اسے اپنے الفاظ کا اندازہ ہوا تھا۔

جبکہ عینا ایک سیکینڈ بھی ر کے بغیر وہاں سے بھاگ گئی۔

عین۔۔ ارسل اسکے پیچھے بھاگا تھا۔

عینا۔۔ وہ اسے پکار رہا تھا لیکن وہ ان سنی کرتی تیزی سے گاڑی میں بیٹھتی
گاڑی بھگالے گی تھی۔

شٹ۔۔ ارسل نے دیوار میں ہاتھ مارا تھا۔

سیکینڈ سے پہلے وہ اپنی گاڑی لے کر اسکے پیچھے نکلا لیکن اسکی گاڑی اسے کہیں
نہیں دکھی۔

وہ جانتا تھا وہ اس ہو یا غصے میں تو گاڑی بہت تیز ڈرائیو کرتی تھی۔



عین کہاں چلی گی یار۔۔ وہ دو گھنٹوں سے مسلسل اسے ڈھونڈتا پھر رہا تھا

لیکن وہ اسے کہیں نامی۔ فون بھی اسکے گھر پہ رہ گیا تھا۔

شٹ۔۔ مر تسم نے اسے میرے حوالے کیا صرف کچھ گھنٹوں کے لئے بھی
میں اسکی حفاظت نہیں کر پایا۔۔

وہ سٹیرینگ و ہیل پہ ہاتھ مار تھا بڑ بڑایا تھا۔۔

جب وہ اسے ہو اسپٹل سے پک کرنے گیا تھا تو مر تسم اور ولی نے اسے سختی
سے تاکید کی تھی عینا کو سہی سلامت گھر پہنچانا اسکی ذمہ داری تھی۔۔

نا جانے کہاں ہوگی کس حال میں ہوگی۔۔ وہ لب د باتا ازیت سے سوچ رہا
تھا۔۔

آیت نے جانے انجانے میں اسکے زخم تازہ کر دیئے تھے۔ جانے اسے ہر
رشتے سے اتنی ازیت کیوں ملتی تھی۔۔

پہلے زینی اور اب ایت۔۔ اسنے بے بسی سے آنکھیں موندیں تھیں۔۔ ایک
آنسو ٹوٹ کر اسکی آنکھ سے بہا تھا۔۔



فون کی رینگ سے اسنے آنکھیں صاف کرتے موبائل اٹھایا لیکن مرتسم کا
نمبر دیکھتے اسنے لب بھنچے تھے۔۔

ہیلو۔۔ فون تو اٹھانا ہی تھا۔۔

کب سے فون کر رہا ہوں۔ فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے۔۔ مرتسم کی سنجیدہ
آواز گونجی تھی۔۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا وہ پھر سے بول اٹھا۔۔

اور عینا کہا ہیں۔ وہ بھی فون نہیں اٹھا رہی۔۔ ٹھیک تو ہیں نا۔۔

وہ بے چینی سے بولا تھا۔۔ اسکے لہجے کی بے چینی محسوس کرتے ارسل حیران
ہوا تھا۔

ہر بار کیسے وہ جان جاتا تھا کہ اسکی عین تکلیف میں ہے۔۔ وہ ہر بار اسے حیران
کر دیتا تھا۔

کہتے ہیں جہاں بات عشق کی ہو تو دل سے دل جڑ جاتے ہیں وہ کہے دیکھے بنا
بھی دوسرے کی تکلیف محسوس کر لیتے ہیں۔ جیسے روحیں پہچان جاتی
ہو۔۔ اور آج اسے یقین ہو چکا تھا کہ ایسا ہی ہے۔۔

عشق تو وہ بھی آیت سے کرتا تھا لیکن ویسا نہیں جیسا مرتسم کرتا تھا وہ عشق کو
عبادت سمجھ کر کرتا تھا۔ دیوانگی کی حد تک۔۔۔

ارسل تم سن رہے ہونا۔۔ کب سے اسے پکارتے مرتسم اس بار غصے سے
دھاڑا تھا۔۔

ارسل پل میں چونکا۔۔ ہاں ہاں سن رہا ہوں۔۔
مرتسم وہ عینا ٹھیک ہے۔ تم فکر مت کر میں اسے چھوڑ جاؤں گا تھوڑی دیر
تک۔۔

لیکن ہے کہاں وہ۔ فون کیوں نہیں اٹھا رہی میرا۔۔ میری بات کرواؤ

انسے۔۔ وہ پھر سے بے تابی سے بولا تو ارسل نے لب کترے۔۔

ارسل میری بات کرواؤ عینا سے وہ گاڑی کی چابی اٹھاتا عجلت میں وہاں سے نکلا تھا۔۔

جانے کیوں اسے بے چینی سے ہو رہی تھی۔۔ اور ایسا تب ہوتا تھا جب اسکی عین ٹھیک ناہو۔۔

اسنے ہمیشہ اپنے رب سے ایک ہی دعا کی تھی کہ اسکا دل ہی نہیں روح بھی اسکے محرم سے جوڑ دے۔ اور عینا کے ملنے کے بعد تو وہ الحمد للہ کے سوا اگر کچھ کہتا تو صرف یہی۔۔

کہ وہ چاہتا ہے اسکی روح عینا کی روح سے جوڑ دے وہ دور ہو کے بھی اسکے
محسوس کر سکے۔۔ اسکی خوشی پر دل خوش اور غم میں اسکے دل بھی بے چین
رہے۔۔

اور خدا کی خاص عنایت تھی شاید اس پر کہ خدا کو جانے اسکی کونسی نیکی پسند
ائی تھی جسکے بدلے خدا نے اسے یہ خاص عنایت کی تھی جب بھی وہ کہیں
تکلیف میں ہوتی وہ خود بھی تڑپ اٹھتا تھا بے چین ہو جاتا۔۔
اسکا دل اسے کہیں نا کہیں یہ اشارہ دیتا تھا کہ اسکے دل سے جڑا وہ دوسرا دل
تکلیف میں ہے۔۔

مر تسم عین مل نہیں رہی یا وہ بے بسی سے بولا۔۔

گاڑی میں بیٹھتے مر تسم کو جھٹکا لگا۔۔

کیا مطلب مل نہیں رہی۔۔ تیرے ساتھ تھیں نا وہ تو لے کر گیا تھا عین کو پھر
کہاں گی وہ۔۔

پتہ نہیں وہ کہاں چلی گی۔۔ میں پچھلے دو گھنٹوں سے اسے ڈھونڈھتا پھر رہا
ہوں لیکن وہ ہے کہ مل ہی نہیں رہی۔۔

وہ نم آواز میں بولا۔۔ مر تسم نے لب بھنچے کال کٹ کر دی۔۔
ارسل نے بے بسی سے بال مٹھی میں جکڑے۔۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو۔۔
پہلے ہی اسکے کام کی وجہ سے ہزاروں دشمن تھے اسکے اور اب تو وہ خود اتنا
ہرٹ ہو کے گی تھی۔۔



مر تسم مارا مارا اسے ڈھونڈھتا پھر رہا تھا اچانک اسکے زہن میں جھماکا ہوا تھا وہ
بجلی کی سی تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتا وہاں پہنچا تھا۔۔

تیزی سے گاڑی سے نکلتے وہ اندر کی طرف بڑھا۔ ادھر ادھر دیکھتے اسکی نظر اچانک ٹھہر گئی۔

لبوں سے سکون کی سانس خارج ہوئی تھی جواٹکی پڑی تھی۔
الحمد للہ اسے سہی سلامت اپنے سامنے دیکھتے اسکے لبوں سے بے ساختہ نکلا تھا۔

یہ ایک پول سائیڈ ریسٹورینٹ تھا۔ اسکے بیک سائیڈ پر بہت ہی خوبصورت پول تھا اسے دیکھ کر سمندر کا گمان ہوتا تھا۔

عینا کو وہ بہت پسند تھا۔ مرتسم جانتا تھا وہ اکثر تنہائی کے لئے یہیں آتی تھی۔ لیکن اسے امید نہیں تھی کہ رات کے وقت بھی وہ یوں اکیلے یہاں جائے گی۔

مرتسم نے مینیجر کو اشارہ کیا جو اسے دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔ اس لیے جلدی سے اسکے پاس آیا۔

مرتسم نے اسکو کچھ کہا اور اگلے دس منٹ میں پول ایریا سارا خالی کر دیا گیا تھا

اب وہاں جواکا دکالوگ تھے وہ بھی نہیں تھے۔ مرتسم چیک سائن کرتا
مینجر کے حوالے کر گیا۔

مرتسم نے عینا کودیکھا وہ ان سب سے بے نیاز گم سم سی آسمان کو گھور رہی
تھی۔۔ وہ آہستہ سے اسے قریب جا کھڑا ہوا۔

نیلے پانی کے قریب دونوں بازو گھٹنوں پر باندھے تھوڑی گھٹنوں پر ٹکائے وہ
کسی اور ہی جہاں میں کھوی کوی پری ہی لگ رہی تھی جو بھٹک کر اس دنیا میں
چلی آئی۔

مرتسم نے آہستہ سے اسکے قریب بیٹھتے اسکے گرد بازو کا حصار باندھا
تھا۔

گم سم سی عینا اپنے چہرے اور گردن پر گرم سانسوں کی چھبن سے چونکی۔
اسنے چونک کر مرتسم کودیکھا۔

مرتسم ہلکا سا مسکرایا تھا اسکے دیکھنے پر۔

جبکہ وہ خاموش نظروں سے اسے دیکھتے واپس چہرہ موڑ گی لیکن پشت کا وزن
مر تسم پر ڈالا تھا۔

چاند پیارا ہے نا۔۔ اسے مستقل چاند کو گھورتے دیکھ وہ پوچھ بیٹھا۔
اسکی ویران آنکھوں کو دیکھتے مر تسم کا دل شدت سے تڑپا تھا۔ لیکن وہ ضبط
کرتا اسے دیکھتا رہا۔

عینا نے اسکے سوال پر گہری سوچ میں گم اثبات میں سر ہلایا تھا۔
لیکن ادا اس ہے۔۔ مر تسم پر سوچ نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔
عینا نے آسمان پر سے نظریں ہٹاتے مر تسم کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ اسکی بات کر رہا ہے۔
وہ سر ہلا گی۔

لیکن داغدار بھی ہے۔۔ وہ عام سے لہجے میں بولتی مر تسم کا دل چیر گی تھی۔
داغ تو آسمان کے چاند میں بھی ہے۔۔ وہ پھر سے نرمی سے بولا تھا۔

اس چاند میں جو داغ ہے ناشاہ وہ سب کو دکھائی دیتا ہے۔۔ لیکن اسکے باوجود وہ ہر کسی کو پیارا لگتا ہے کہ ہر کوئی اسے پانے کی تمنا رکھتا ہے۔۔
لیکن شاہ آپکے چاند میں جو داغ ہے نا وہ دکھتا نہیں ہے اسکے باوجود اپنی بد صورتی میرے ساتھ ہر چیز پر چھوڑ جاتا ہے کہ ہر کوئی اس سے دور بھاگتا ہے۔۔

وہ گہری سوچ میں گم بول رہی تھی جب رک کر اسے دیکھا۔۔

کاش کے آپکے چاند کا بھی داغ دیکھ کر ہر کوئی ویسے ہی نظر انداز کر جاتا جیسے اس آسمان کے چاند کے داغ کو کرتے ہیں۔۔ وہ سادہ سے لہجے میں بولتی مرتسم کا دل لہو لہان کر گئی تھی۔۔

شدت ضبط سے اسکی آنکھیں سرخ ہوئی تھیں۔۔

عین۔۔۔ مرتسم نے کس ضبط سے اسے پکارا تھا وہی جانتا تھا۔۔

کیا ہوا میری جان ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں۔

کو نسا داغ ہے میرے چاند میں جو مجھے ناتو نظر آتا ہے نا اسکے آثار۔۔ وہ اسکا
رخ اپنی طرف کرتا نرمی سے بولا تھا۔۔

ایک آپ ہی کو تو نہیں نظر آتا شاہ۔۔ وہ پھر سے عام سے لہجے میں بولی۔۔
مر تسم نے کچھ کہنے کے لئے لب واہ کیے لیکن وہ اس سے پہلے کہ بول
اٹھی۔۔

شاہ میں تھوڑی دیر رولوں پلیر۔۔ وہ جانتی تھی اسکے رونے سے مر تسم کی
جان جاتی تھی لیکن اب اور برداشت نا ہوا تو معصومیت سے اسے دیکھتی پوچھ
بیٹھی۔۔

مر تسم نے دل میں اٹھتے وبالوں کو نظر انداز کرتے نرمی سے اسکا سراپنے
سینے سے لگایا تھا۔۔

وہ آنکھیں موندتی اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ رفتہ رفتہ اسکے آنسو مرتسم کا سینہ بگھونے لگے۔

وہ جو تھوڑی دیر پہلے پتھر بنی بیٹھی تھی اب اسکی بانہوں میں پگھلنے لگی تھی۔ وہ ہمیشہ اسکے آگے ہی تو پگھلتی تھی۔ وہ اپنی نرمی سے پگھلا ہی دیتا تھا اسکے پتھر دل کو۔

اسکار ونا ہچکیوں میں اور ہچکیاں سسکیوں میں بدلی تھی۔ مرتسم کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے جبکہ آنکھیں رفتہ رفتہ سرخ سے سرخ تر ہوتی جا رہی تھیں۔ لیکن اسکے ہاتھ نرمی سے عینا کے گرد بندھے تھے۔ ایک ہاتھ اسکے بالوں کو سہلار ہاتھ تو دوسرا اسکی پشت کو۔

مرتسم نے آج اسے چپ نہیں کروایا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے دل کا غبار نکال لے۔

وہ اب کسی کے بھی سامنے بہت کم روتی تھی بلکہ روتی ہی نہیں تھی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے لیکن جیسے ہی مرتسم سامنے آتا وہ اسکی آغوش میں ننھے بچوں کی طرح چھپ کر منہ بسورتی روتی سبکی شکایتیں کرتی تھی اور وہ نرمی سے پیار سے یاڈانٹ ڈپٹ کر اسے چپ کرواتا تھا۔۔

اس سے اسکار ونا دیکھا نہیں جاتا لیکن اور وہ تھی کے اسی کے سامنے روتی تھی۔۔

اسکی شدت کم پڑنے لگی۔۔

ہلکی ہلکی سسکیاں لیتے اسنے چہرہ اٹھاتے مرتسم سے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن مرتسم جو کب سے ضبط کر رہا تھا۔۔

اسکے چہرے اٹھاتے ہی کانپتے لبوں کو دیکھتے ضبط کھوتے اسکی تھوڑی جکڑتے
اسکے ہونٹوں پر جھک گیا۔

اسکی شکایتیں، ہچکی، سسکیاں وہ اسکے ہونٹوں سے چٹنا گیا۔
عینانے سختی سے اسکی شرٹ کو جکڑا تھا۔

وہ کیسے بھول گئی کہ ہمیشہ اسکے رونے کے بعد اسکی ہچکیاں اور سسکیاں ایسے
ہی اپنے لبوں سے پیتا تھا۔

شاہ۔ اسکی شدت پر عینا کے منہ سے نکلے لفظ بھی اسکی لبوں میں ہی دب
گئے۔

وہ شدت سے کسمسای لیکن مرتسم اب اپنی بے چینی، غصہ، ضبط اسکے
ہونٹوں پر اتار تا شدت اختیار کرتا جا رہا تھا۔

عینا نے پیچھے ہونے کی کوشش کی لیکن ہونٹوں پر دباؤ سے وہ اچھل کر اسکے
سینے سے چپکی تھی۔

مرتسم نے اسکی کمر میں بازو ڈالتے اسے اپنی گود میں بٹھاتے خود پر لٹایا
تھا۔ اور خود پیچھے دیوار سے ٹیک لگا گیا۔

ان سب میں اسے اسکے لبوں کو پھر بھی نہیں چھوڑا تھا۔
عینا اسکے جنون پر سہم گئی تھی۔ اسکا وجود کانپنے لگا تھا۔

اسکی کانپتے بدن کو محسوس کرتے مرتسم اسکے نچلے ہونٹ کو سختی سے لبوں
میں دبو چتا شدت سے اپنے ہونٹوں سے چومتا پیچھے ہوا تھا۔

عینا اسکے سینے پر گری تیزی سے سانس لینے لگی۔

سانس تو مرتسم کی بھی پھولی ہوئی تھی لیکن اسکے چہرے پر اب اطمینان چھایا
تھا۔

وہ اپنا غصہ، بے چینی جنون، سب اسکے لبوں پر اتار چکا تھا تو اب سکون و
اطمینان سے اسکی کمر سہلاتا اسے خود میں بھینچ چکا تھا۔

ماضی:

وہ دونوں ارسل ولا کے باہر کھڑے تھے۔ عینا کالپ ٹاپ اور فون یہیں پر
تھا۔

مر تسم کے ہزار بار پوچھنے پر بھی عینا نے اپنا منہ نہیں کھولا تو وہ خاموش ہو
گیا۔

وہ گاڑی میں ہی تھی مر تسم خود ہی اندر گیا تھا۔

ارسل۔۔۔ مر تسم نے حیرانگی سے اسکے ہاتھ سے بہتے خون اور ہونٹوں میں
دبے سگریٹ کو دیکھتے اسے پکارا تھا۔۔

کیا ہوا تجھے۔۔ یہ ہاتھ پہ کیا ہوا ہے۔۔ اور تو کب سے سگریٹ پینے لگا۔
وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتے پوچھ بیٹھا۔

ارسل نے چونک کر اسے دیکھا۔

میر عینا کہاں ہے۔ ٹھیک ہے نا۔

وہ سگریٹ پاؤں سے مسلتا تیزی سے مر تسم کو دیکھتے پوچھ بیٹھا۔

مر تسم نے اسے انور کرتے ڈرار میں سے فرسٹ ایڈ باکس تلاشا تھا۔

مر تسم بتانا کہاں ہے عینا۔۔ ارسل اسکے پیچھے لپکتا بولا تھا۔

پہلے تو یہاں بیٹھ بتاتا ہوں۔

مر تسم نے سنجیدگی سے اسے بازو سے پکڑ کر صوفے پر بٹھاتے کیا۔

ارسل ہونٹ بھینچتے خاموش ہو گیا۔۔ وہ جانتا تھا مر تسم ایسے نہیں بتائے

گا۔۔

مر تسم نے اسکے ہاتھ کی بینڈ تاج کرتے پر سوچ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
وہ جانتا تھا جو کچھ بھی ہوا تھا وہ عینا رسل اور آیت سے ہی جڑا ہوا تھا۔
شور سے آیت بھی کمرے سے باہر آگئی۔۔ مر تسم کو دیکھتے اسنے تھوک نگلا
تھا۔۔

وہ جانتی تھی مر تسم عینا کو لے کر کتنا پوز یسوز تھا۔۔ ان تین ماہ میں وہ مر تسم
کی عینا کے لئے پوز یسیو نیس اچھے سے دیکھ چکی تھی۔۔
اگر اسے پتا چل گیا کہ وہ اسکی وجہ سے اتنا ہرٹ ہوئی ہے تو وہ اسکا کیا حال
کرتا۔۔ سوچتے اسکا چہرہ سفید پڑا تھا۔

آو آیت گڑیا۔۔ مر تسم اسے دیکھتے نرمی سے بولا لیکن وہ چونک گیا۔۔
آیت کے چہرے پر چھپی انگلیوں کے نشان سے وہ بو نچھا رہ گیا۔۔
اسنے بے یقینی سے ارسل کو دیکھا تھا جو نظریں چرا گیا۔۔

عینا کہا ہے۔۔۔ ارسل نے آیت کو اگنور کرتے مر تسم سے پوچھا تھا۔۔
مر تسم نے ارسل کو گھورا لیکن وہ اگنور کر گیا۔۔

گاڑی میں ہیں۔ وہ دانے پیتے بولا۔۔
ارسل اسکی بات سنتے باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔



عین۔۔ وہ گھبراہٹ ہونے پر گاڑی سے باہر نکل آئی تھی۔۔
وہ گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑی تھی جب ارسل کی آواز پر چونک کر مڑی۔۔
ارسل کو دیکھتے اسنے لب بھینچے تھے۔۔
کہاں چلی گی تھی تو۔۔ کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا مینے تجھے وہ تیزی سے آگے
بڑھتا اسے بازوؤں سے تھامتے پوچھنے لگا۔۔

میں وہ۔۔ عینا کو سمجھ نہیں آیا اسے کیا بتائے۔۔

ایک ضروری کام یاد آگیا تھا تو اس لیے۔۔ وہ اس کے ہاتھ اپنے بازوؤں سے
ہٹاتے نظریں چراتے بولی تھی۔۔

عین ایم سوری یار مجھے بالکل آئیڈیل نہیں تھا کہ ایت۔۔ وہ شرمندہ ہوتے
بولا لیکن عینا تیزی سے اس کی بات کاٹ گئی۔۔

ارسل پاگل ہے کیا تو کیوں سوری بول رہا ہے۔۔ جو ہوا بھول جا آیت نے جو
بھی بولا غصے میں بولا تھا۔۔

انفیکٹ تھے اس پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔۔

وہ نظریں چراتی بولی تھی۔۔

جو ہوا وہ نہیں ہونا چاہئے تھا لیکن۔۔

ایسا بھی کیا ہوا تھا۔۔

ارسل کی بات پوری ہونے سے پہلے کی مرتسم کی آواز پر دونوں چونکے
تھے۔۔

جبکہ مرتسم کے پیچھے آتی آیت کارنگ اڑا تھا۔۔

کچھ نہیں شاہ ہم بس ایسے ہی بات کر رہے تھے۔۔

عینا گھبراہٹ میں جلدی سے بولی تھی۔۔۔

تمہیں عینا نے کچھ نہیں بتایا۔۔ ارسل نے آیت کو گھورتے کہا تھا۔۔

کیا نہیں بتایا۔۔ مرتسم نے الجھتے پوچھا۔۔

اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا تبھی گاڑی کے ہارن پر وہ چونک گئے۔۔

گاڑی سے دلاور کو نکلتے دیکھ ارسل نے غصے سے مٹھیاں مینچیں تھی۔۔۔

اسلام و علیکم۔۔۔ وہ انکے پاس آتے زیر لب مسکراتے بولا۔۔۔

تم یہاں اس وقت۔۔ ارسل نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے پوچھا۔۔

وہ میں آیت کو لینے آیا تھا۔۔ وہ ہنوز زیر لب مسکرا رہا تھا۔۔

لیکن آیت تمہارے ساتھ نہیں جا رہی۔۔ ارسل ناگواری سے بولا۔۔۔

لیکن آیت نے تو خود مجھے بلایا تھا۔۔ وہ بھی چونک کر بولا۔۔

ہاں تو اب میں منع کر رہا ہوں نا۔۔ ارسل غصے سے اسکی بات کاٹتا بولا تھا۔۔

ارسل آرام سے مرتسم اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتا بولا۔۔

ارسل میں جاؤں گی بھائی کے ساتھ۔۔ ایت جلدی سے آگے آتی بولی تھی۔۔

ارسل نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

مینے تم سے کہا نا تم کہیں نہیں جا رہی۔۔ ارسل اسکا بازو دوپٹے بولا تھا۔۔

کیوں ارسل کیوں نہیں جاؤں گی۔۔ کیوں نہیں جاسکتی میں اپنے بھائی کے

ساتھ۔۔ وہ بھی غصے سے بولی تھی۔۔

کیونکہ مجھے تمہارے بھائی پر زرا برابر بھروسہ نہیں۔۔ ارسل بغیر کسی لگی پٹی

کے بغیر بولا تھا۔۔

دلاور نے غصے سے مٹھیاں مینچیں تھی۔۔

نہیں ہے بھروسہ تو مت کریں۔ لیکن اب میں اپنے بھائی کے خلاف ایک اور
لفظ نہیں سنو گی۔۔ ایت ناگواری سے بولتی دلاور کے پاس جا کھڑی ہوئی۔۔
چلیں بھائی۔۔ وہ دلاور سے کہ کے مڑی تھی۔۔

اگر ایک قدم بھی یہاں سے آگے بڑھایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا ایت۔۔
ار سل غصے سے دھاڑا تھا۔۔

تو کیا کریں گے ار سل۔۔ کر لیں جو کرنا ہے آپکو میں جارہی ہوں بھائی کے
ساتھ۔۔ وہ بھی غصے سے چیخی تھی۔

آیت۔۔۔ وہ غصے سے دھاڑا۔۔

ار سل کیا کر رہا ہے۔ مد تسم نے اسے روکنے کی کوشش کی۔۔

میری بہن سے تمیز سے بات کرو۔۔ دلاور جلدی سے آگے آتا بولا۔۔

مر تسم نے کچھ کہنا چاہا لیکن عینا جلدی سے اسکا بازو پکڑتی نفی میں سر ہلا گئی۔۔

اپنی بیوی سے بات کر رہا ہوں میں تم بیچ میں مت بولو۔۔ ارسل ناگواری سے اسے پیچھے کرتا بولا۔۔

ارسل یہ کیا بد تمیزی ہے۔۔ ایت جلدی سے دونوں کے بیچ آتی بولی۔۔
اگر آپکو اتنے ہی برے لگتے ہیں میرے بھائی تو چھوڑ دیں مجھے بھی۔ میں بھی
توانہی کا خون ہوں آخر۔۔ دے دیں طلاق مجھے۔۔
وہ غصے سے چیخی تھی۔ شاید وہ اپنے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو چکی تھی
اس وقت۔۔

ایت۔۔ ارسل کا ہاتھ اٹھا تھا۔۔ لیکن اس سے پہلے کہ اسکا ہاتھ آیت کے
چہرے پر اپنی چھاپ چھوڑتا مر تسم تیزی سے آگے بڑھتا اسکا ہاتھ پکڑ چکا
تھا۔۔

کیا کر رہا ہے۔ پاگل مت بن۔ مر تسم اسکا ہاتھ جھٹکتے سختی سے بولا تھا۔۔۔
چلو آیت اب میں تمہیں یہاں ایک منٹ کے لئے بھی یہاں نہیں چھوڑوں
گا۔۔۔

دلاور آیت کا ہاتھ تھا متا غصے سے بولا تھا۔۔

اس بار ارسل چپ رہا وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آیت اسکی محبت پر یقین کر کے اسکے
پاس رکتی ہے یا اپنے دھوکے باز بھائی کے لئے کے ساتھ جاتی ہے۔۔
لیکن وہ چلی گئی۔ اسکی محبت، اسکا مان اپنے پیروں تلے کچل کے چلی گئی۔۔
ارسل نے خود پر ضبط کرنے کے لئے سختی سے ہونٹ بھنچے تھے۔۔ غصے کی
شدت سے اسکا سر پھٹنے کی قریب تھا۔۔

غصہ برداشت ناکرتے اسنے گاڑی کو ٹھوکر ماری تھی۔۔
آہہ۔۔ اسکے یوں غصے سے پاگل ہونے پر عینا ڈر کر اچھلی تھی۔۔
ارسل کے غصے سے ڈرتے وہ مر تسم کے پیچھے چھپی تھی۔۔

ایم سوری عین۔۔

وہ لڑکی ناتو میری محبت ڈیزرو کرتی تھی ناتمہاری دوستی۔۔

وہ خود پر ضبط کرتا نرمی سے بولا تھا تم عینا کو گھر لے جاو۔۔

وہ مرتسم سے بولتا انکی سنے بغیر ہی وہاں سے چلا گیا۔۔

شاہ۔۔ عینا نے گھبرا کر اسے دیکھا۔۔

عین فلحال اسے اکیلے رہنے دیں۔۔ پریشان مت ہوں میں دیکھ لوں گا

اسے۔۔

وہ اسکو ریلیکس کرتا بولا تھا۔۔

چہرے پر سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔ عینا کو گھر چھوڑنے کے بعد وہ ارسل کی

تلاش میں نکلا تھا۔۔ وہ ناتو فون اٹھا رہا تھا نا ہی اسکا کہیں کوئی آتا پتا تھا۔۔



آیت جب سے آئی تھی کمرے میں بند تھی۔۔

وہاں جو کچھ بھی ہوا تھا دلا اور نے سب کو بتا دیا تھا۔ جسکے بعد اغا جان نے اسے واپس جانے سے بالکل منع کر دیا تھا۔

وہ وہاں سے اتوگی لیکن اسے ابھی تک ارسل کی خاموش نظریں نہیں بھول رہی تھیں۔ کیا کچھ نہیں تھا اسکی آنکھوں میں دکھ، تکلیف، ازیت، مان ٹوٹنے کی کرچیاں وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی اسے شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا اسے یوں ارسل کا مان نہیں توڑنا چاہئے تھا۔



اگلے کچھ دنوں تک ایت وہیں رہی ارسل نا تو اسے لینے گیا۔ ناکی اسنے کوئی فون کیا۔ وہ بالکل چپ ہو کر رہ گیا تھا۔

اسکا جولی سامراج اب گہری سنجیدگی میں بدل چکا تھا۔

راتوں وہ گھر نہیں آتا تھا۔

اسکے شانزے شاہ اور طالب شاہ جو اپنے کسی دوست کی طرف گئے ہوئے
تھے۔ واپسی پر انہیں سب کچھ عینا سے پتا چلا تھا۔ انہوں نے ارسل کو کتنا
سمجھایا۔ لیکن وہ کسی کی سننے کے لئے تیار نہ تھا۔
حویلی میں انکا داخلہ پھر سے بند کر دیا گیا تھا۔



یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔۔ ایت جلدی سے اسہ بھا بھی کو پیچھے کرتی دلاور کا
ہاتھ تھامتی بولی۔۔۔

دلاور نے حیرانگی سے آیت کی جرات کو دیکھا تھا کہاں وہ اسکی ایک آواز پر
سہم جاتی اور کہاں آج اسکا ہاتھ روکے ہوئے تھی۔۔

اسنے غصے سے اسے دیکھتے اپنا ہاتھ جھٹکا تھا۔ ایت لڑکھڑا کر پیچھے ہوئی۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرا ہاتھ روکنے کی۔۔

وہ ناگواری سے بولا تھا۔۔

آپ ہمیشہ بھا بھی پر ہاتھ اٹھاتے آئے ہیں میں چپ رہی لیکن اب
نہیں۔۔ مجھے پرانی والی آیت سمجھنے کی کوشش بھی مت کیجیے گا۔۔ یہ ارسل
کا ساتھ ہی تھا کہ وہ اتنی کونفیڈینٹ ہو گئی تھی۔۔

کیا ہو رہا ہے یہ سب۔۔ اغاجان وہاں آتے ناگواری سے بولے تھے۔۔
آئیے اغاجان دیکھئے اپنے پوتے کے کرتوت۔۔ کیسے وہ اپنی مردانگی بھا بھی پر
ہاتھ اٹھا کر ثابت کرتے ہیں۔

آیت غصے سے اسے دیکھتی بولی تھی۔۔

سب نے چونک کر اسکی جرات کو دیکھا تھا۔۔

تمیز سے بات کروایت۔ اغاجان بھی غصے سے بولے تھے۔۔

یہ دھاڑتب کہاں تھی اغاجان جب یہ بات بے بات پر بھا بھی پر ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جانوروں کی طرح مارتے ہیں انہیں۔ ہر برا کام کرتے ہیں یہ اپنے آج تک انہیں کیوں نہیں کچھ کہا۔

اغاجان آپ لوگوں میں خوف خدا ہے کہ نہیں کسی پر ای بیٹی کو بیاہ کر اسی لیے لائے تھے آپ کہ یہ سلوک کریں اسکے ساتھ۔

میں ہمیشہ سوچتی تھی اغاجان کہ شاید پھوپھو نے غلط کیا لیکن اغاجان میں غلط تھی۔

بلکل ٹھیک کیا پھوپھو نے یہاں سے بھاگ کر آپ یقیناً اپنی بیٹی کے ساتھ بھی یہی سب کرتے ہوئے اسی کا نتیجہ ہے آپکا یہ پوتا۔

وہ نفرت سے دلاور کو دیکھتی بولی تھی۔

کبھی سوچا ہے خدا کو کیا منہ دکھائیں گے اپ اغاجان۔ ایک نا ایک دن تو مرنا ہی پڑے گا نا سبکو۔

اغاجان اسکی باتیں سنتیں شرمندگی کی اٹھا گہرائیوں میں گرے تھے۔

مجھے لگا تھا آپ سدھر گئے ہیں لیکن بالکل ٹھیک کہتے ہیں ارسل اور عینا آپ

جیسا انسان س

دھر ہی نہیں سکتا۔۔

وہ نفرت سے پھنکاری تھی۔۔

بس بہت بکو اس ہو گی تمہاری۔۔ دو دن تمہیں آزادی کیا دے دی تمہارے

تو پر ہی نکل آئے لیکن فکر مت کرو یہ پر بھی کترنے تے ہیں مجھے۔۔

دلا اور تمسخر سے اسے دیکھتا بولا۔۔

آیت نے خوف سے اسے دیکھا۔۔ کچھ دیر پہلے والی دلیری غائب ہوئی

تھی۔۔

بکو اس بند کرو دلا اور اغا جان دھاڑے تھے۔۔

کیوں اغا جان آپکو کیا ہو گیا ہے کیا وہ آپ نہیں تھے جنکا یہ سارا پلین
تھا۔ اسے واپس اپنے پاس لا کر اسکی اوقات دکھانے کا۔ دلا اور طنزیہ بولا تو
آیت نے صدمے سے انہیں دیکھا تھا۔
اسکا مطلب ارسل اور عینا ٹھیک کہہ رہے تھے۔
وہ بے ساختہ لڑکھڑائی تھی۔

تھا لیکن اب ایسا کچھ نہیں ہو گا آیت واپس اپنے سسرال جائے گی۔ وہ فیصلہ
کن لہجے میں بولے تو دلا اور ہنسا۔

اور آپکی سنے گا کون۔ میں بھی دیکھتا ہوں مجھے کون روکتا ہے۔ وہ آیت کا
بازو دوچتا بولا۔
ماں۔ وہ چیخی تھی۔

بھائی چھوڑیں مجھے وہ محلی لیکن دلا اور اسے گھسیٹتا وہاں سے لے جانے لگا۔

دلاور چھوڑوا سے۔۔ انا جان بھی دھاڑے تھے لیکن وہ کسی بھی بات کا اثرنا
لیتے اسے گھسیٹتا وہاں سے لے گیا۔۔



مرویس اگر یہاں سے یک قدم بھی باہر نکالنا تو جان سے جاؤ گی تم وہ اسے
زمین پر پھینکتا دھاڑا تھا۔۔

آیت نے شدت سے روتے ارسل کو پکارا تھا۔
دلاور اسے جانے کہاں لے آیا تھا۔۔

وہ اسے وہاں بند کرتا جا چکا تھا جبکہ وہ اپنی غلطی پر آنسو بہانے کے علاؤہ اب کر
بھی کہا سکتی تھی۔۔



میڈیم کوئی لڑکی آئی ہے آیت میڈیم سے ملنے۔ کچھ دیر بعد گارڈ نے آکر انہیں اطلاع دی تو حوریہ بیگم جو آیت کے لئے رو رہی تھی انہوں نے حیرانگی سے سوچا کہ آیت سے ملنے کون آیا ہو گا۔

انہوں نے اسے اندر بھیجنے کا کہا۔

اسلام و علیکم! عینا نے جھجک کر سلام کیا تھا۔

سب نے چونک کر اسے دیکھا۔

عینا۔ حوریہ بیگم اسے پہچان گئی تھیں۔ وہ ایک دو بار اس سے مل چکی تھیں۔

اغا جان بھی اسکی یہاں موجودگی پر حیران ہوئے تھے۔

وسلام آؤ۔۔ ارسہ بھا بھی جلدی سے کھڑی ہوتی بولی تھیں۔

وہ مجھے آیت سے ملنا تھا۔۔ پلیز اسے کہیں ایک بار مجھ سے مل لے۔ وہ میرا

فون نہیں اٹھا رہی تھی اس لیے مجھے یہاں آنا پڑا۔ وہ سنجیدگی سے اسے بولی

تھی۔۔

سب نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا۔

آیت تو نہیں ہے یہاں پہ۔۔ بھا بھی افسردہ لہجے میں بولیں۔

کیا مطلب یہاں نہیں تو کہاں ہے۔۔ عینا نے چونک کر پوچھا وہ آج آیت سے بات کرنے کے لئے یہاں آئی تھی۔۔

دلاور لے گیا اسے۔۔ حور یہ بیگم روتے ہوئے بولی تھیں۔۔

لے گیا کہاں لے گیا۔۔ وہ حیرانگی سے بولی تو بھا بھی نے اسے سب کچھ بتا

دیا۔۔ م

شٹ۔۔ اپکو کوئی آئیڈیا ہے وہ کہاں لے جاسکتا ہے اسے۔۔ وہ حور یہ بیگم

سے بولی۔۔

شائید فارم ہوس۔۔ وہ روتے ہوئے بولی تھیں۔۔

کہاں ہے فارم ہاوس۔ وہ ان سے پتہ پوچھنے لگی۔۔

آپ فکر مت کریں کچھ نہیں ہوگا آیت کو۔۔ وہ انہیں تسلی دیتی وہاں سے
جانے لگی لیکن رک گئی۔۔

اگر آیت کو کچھ بھی ہو انا تو میں آپکو اور آپکو پوتے کو چھوڑوں گی نہیں یاد
رکھئے گا۔۔

اغا جان کے سامنے آتے انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے وہ نفرت سے بولی
تھی۔

اسکے بعد وہ یہاں پہر کی نہیں تھی۔۔



گاڑی میں بیٹھتے اسنے سب سے پہلے ارسل کو فون کیا تھا لیکن اسنے فون ہی
نہیں اٹھایا۔۔

اسکے بعد اسنے مرتسم کو کیا لیکن اسکا کافون لگا نہیں دونوں کو میسج چھوڑتے وہ
خود ہی فارم ہاؤس کے راستے نکلی تھی۔۔



فارم ہاؤس کافی دور تھا۔ اسے وہاں پہنچتے گھنٹہ لگ گیا۔
وہاں پہنچتے اسنے ایک بار پھر سے کال کرنے کی کوشش کی لیکن سگنل ہی
نہیں ملے۔ وہ فون چھوڑتے اندر کی طرف بڑھی عجیب کھنڈر سا فارم ہاؤس
تھا۔

ناگیٹ پہ کوئی گارڈ نادور دور تک کوئی پرند چرند۔ لیکن اسکے لیئے اچھا ہی تھا
کہ کوئی گارڈ نہیں تھا۔

وہ جلدی سے اندر داخل ہوئی۔

اسے تھوڑا ڈر بھی لگ رہا تھا لیکن اللہ کا نام لیتی وہ آگے چلتی گئی۔

آیت۔۔۔ اسنے اتنے سارے کمروں کو دیکھتے اسے پکارا تھا۔

ہر جگہ گند ہی گند تھا یوں لگتا تھا جیسے کافی دیر سے اسکی صفائی نہیں کی گئی
تھی۔

آیت۔۔۔ اسنے پھر سے پکارا۔ تو اس کھنڈر میں اسکی آواز گونجی تھی۔

دروازے کے پار بیٹھی آیت اسکی آواز سنتی جلدی سے کھڑی ہوئی تھی۔

عینا۔۔ وہ بڑ بڑائی۔۔ عینا یہاں کیسے۔۔

عینا۔۔ پھر وہ پوری وقت سے چیخی تھی۔۔

عینا نے چونک کر سامنے کے کمرے سے آتی آیت کی آواز کو سنا تھا وہ دوڑ کر وہاں پہنچی۔۔

عینا تو ہی ہے نا۔۔ اسنے دروازہ کھولنے کی کوشش کرتے پوچھا تھا۔۔

ہاں آیت میں آگئی ہوں نا۔۔ تو فکر مت کر میں تجھے نکال لوں گی یہاں سے وہ

دروازے کا تالا توڑنے کے لئے ادھر ادھر کچھ تلاش کرتی بولی تھی۔۔

اسے ایک پتھر نظر آیا تھا۔۔ جلدی سے اسے اٹھاتے اسنے تالے پر مارا۔ ایک

بار، دو بار، اورو پھر بار بار وہ تاکہ آخر ٹوٹ ہی گیا۔۔

اسنے جلدی سے دروازہ کھولا۔۔

آیت۔۔۔ سامنے آیت کو سہی سلامت دیکھتے اسکی جان میں جان آئی

تھی۔۔

آیت بھاگ کر اسکے گلے جا لگی۔۔

اور بے تحاشہ رودی۔

مجھے معاف کر دے عین۔۔ مینے تجھے غلط سمجھا تجھے اتنا کچھ کہا تو ٹھیک کہتی تھی بلکل ٹھیک کہتی تھی۔۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی بولی۔۔

آیت دفع کر ہر چیز کو ابھی ان سب کا وقت نہیں ہمیں یہاں سے نکلنا ہوگا اس سے پہلے کہ دلا اور اجائے۔۔

وہ جلدی سے اسے پیچھے ہٹاتی بولی تھی۔۔

وہ اسکا ہاتھ تھامتی ابھی باہر کی طرف بڑھی ہی تھی کہ سامنے دلا اور کو دیکھتے دونوں کے رنگ آڑے تھے۔۔

آیت نے تھوک نگلتے اسے دیکھتے عینا کا بازو تھاما تھا۔۔

ڈر تو عینا بھی گئی تھی لیکن چہرے پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

دیکھو دلا اور جانے دو ہمیں۔۔ وہ ہمت کرتی بولی۔۔

چلی جانا بلبل تجھے آخر کون روک سکتا ہے۔۔ لیکن میرا حساب پورا کر کے۔۔
دلا اور تمسخر سے بولا تھا۔۔

وہ دو قدم آگے آیا تو دونوں پیچھے ہوئی تھیں۔۔

د۔ دلا و۔ ب۔ بھائی پلیر جانے دیں ہمیں۔۔ آیت روتی بولی تھی۔۔
دلا اور نے ناگواری سے اسے دیکھا۔۔

اب کیا ہوا پہلے تو بہت بول رہی تھی بہت ہمت آگئی تھی تجھ میں اب بھی بول
ناوہ ایک جھٹکے سے اسکا منہ دبوچتے بولا تھا۔۔

دلا اور چھوڑا اسے۔۔ عینا چیخنی تھی۔۔

اسنے اس پاس دیکھتے کچھ ناسوجھتے پتھر اٹھاتے اسے مارا تھا جو سیدھا اسکے ماتھے پر جا لگا۔

وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوا تھا۔

آیت بھاگ۔۔ عینا اسکا بازو تھامتی بولی۔

وہ ابھی آگے بڑھی ہی تھیں کہ عینا کے بال دلاور کے ہاتھ میں تھے۔

سالی، تیری اتنی ہمت تجھے تو سبق سکھانا ہی پڑے گا وہ عینا کے بال دبوچتا بولا تھا۔

بھائی اسے چھوڑ دیں پلیز۔۔ ایت چیخی تھی۔

دلاور نے اسے دھکا دیتے مچلتی عینا کو کھینچا تھا۔ عینا نے اس کے بازو پر دانت

گاڑتے اسے اچھلنے پر مجبور کر دیا۔

دلاور نے غصے میں اسے تھڑدے مارا تھا ایک بار نہیں دو، تین بار۔

ہونٹ اور ناک سے خون بہنا شروع ہو گیا تھا۔

اسکے تھپڑ کی شدت سے عینا لڑکھڑا کے منہ کے بل گری تھی۔۔ کہنیاں
چھل گئی تھیں۔۔ اسکے پہلو میں کوئی چیز بری طرح سے چھبی تھی جو اسے
چیننے پر مجبور کر گئی۔۔

اسکی چیخوں سے ویرانا گونج اٹھا۔۔

اسکے ساتھ ہی اندر کی طرف بھاگتے ارسل کے قدم لڑکھڑائے تھے۔۔ اسکے
ساتھ آتی صوفیہ کے بھی قدم لڑکھڑائے تھے۔۔ وہ عینا کے میسج دیکھ چکا
تھا۔

اس وقت صوفیہ اسکے ساتھ تھی وہ اسے ساتھ لیے ہی آ بھاگا تھا۔۔ مرتسم کو
بھی انفارم کر چکا تھا لیکن وہ ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔۔
عینا۔۔ ایت چیخی تھی اس سے پہلے کہ دلاور پھر سے آیت تک پہنچتا پیچھے سے
پڑنے والی بھاری ٹانگ پر وہ منہ کے بل گرا تھا۔۔
ارسل نے سیکینڈ میں اسے دھونک کر رکھ دیا تھا۔۔

دلا اور ارسل کے مکوں اور ٹھوکروں کی شدت سے ہوش و حواس سے بے
جان ہوتا گرا تھا۔

آیت اور صوفیہ جلدی سے عینا کی طرف بڑھتی اسے اٹھانے لگی جو درد سے
تڑپ رہی تھی۔

دلا اور کوندھا ل کر کے چھوڑتے وہ عینا کی طرف بڑھا۔

عین۔۔ ارسل نے آگے بڑھ کے اسے تھاما۔ جوز خموں سے چورندھا ل
تھی۔

ارسل نے اسے سہارے کے ساتھ بٹھایا تھا۔

ارسل۔۔ آیت نے اسکا بازو تھاما۔

خبردار آیت۔ اسکا ہاتھ جھٹکتے وہ غصے سے دھاڑا۔

دور رہو مجھ سے اور میری بہنوں سے۔

صحیح کہتا ہے دلاور تم جیسی عورتیں کسی کی بیوی، بہن یا محبت بننے کے لائق ہی نہیں ہوتی۔۔

کچھ دن پہلے کہا جانے والا دلاور کا جملہ اسے مارتے کہا تھا جب اس نے آیت کے یوں اس کے ساتھ جانے پر تمسخر سے اسے دیکھتے کہا تھا۔۔
ارسل عینا نے اسے باز رکھنا چاہا۔ لیکن اس کے صرف لب ہلے اسمیں بولنے کی طاقت نہیں تھی۔۔

طلاق چاہیے تھی نا تمہیں تو پھر سنو۔۔ وہ غم و غصے کی شدت سے پاگل ہوا تھا۔۔

میں ارسل طالب شاہ آیت ارسل شاہ کو اپنے پورے حوش و حواس میں طلاق دیتا ہوں۔۔

ارسل نہیں۔۔ ایت کی جان نکلی تھی آگے بڑھ کے اسے روکنا چاہا۔۔

اس نے آیت کو خود سے دور پھینکا۔۔ میں تمہیں ط۔

اس نے ابھی لفظ مکمل نہیں کیا تھا کہ۔۔۔

عینا کو ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتے دیکھ صوفیہ چیخی تھی۔۔
آپی۔۔

ارسل نے اسے دیکھا تو اسکا پہلو خون سے تر تھا۔۔

عینا۔۔ وہ جلدی سے آگے بڑھا۔۔

لیکن اسکے پکڑنے سے پہلے ہی مرتسم نے عینا کو اپنے حصار میں لیا تھا۔۔
وہ دیر کر چکا تھا آنے میں۔۔

عین۔۔ مرتسم نے انجانے خدشوں کے تحت اسے پکارا لیکن وہ ہوش و
حواس سے بیگانہ تھی۔۔

وہ جلدی سے اسے اٹھاتے باہر کی طرف بھاگا تھا۔۔

اپنی آنکھوں سے دیکھو کیا حال کیا ہے تمہارے سگوں نے میری بہن
کا۔۔ ارسل اسکا بازو دبوچتے دھاڑا تھا۔۔

اگر عینا کو کچھ بھی ہو انا آیت تو میں تم سمیت تمہارے خاندان کو زندہ جلا
ڈالوں گا۔

وہ ایک ایک لفظ چباتے بولا تھا۔
اسے وہی پھینکتے وہ مر تسم کے پیچھے گیا تھا۔
صوفیہ آیت کو بازو سے تھامتی پیچھے لائی تھی۔

ارسل نے انہیں پہلے گھر ڈراپ کیا تھا اور خود ہو سپیٹل مر تسم کے پیچھے ہی
چلا گیا۔



آپکی وائف ٹھیک ہیں لیکن انکے پیٹ کے دائیں سائیڈ پہ کوئی پتھر برے
طریقے سے چھبا تھا۔ جسکی وجہ سے بلیڈنگ اتنی زیادہ ہو رہی تھی اور پین کی
وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئی تھیں۔

یہ تو شکر کریں زخم زیادہ گہرائی میں یا اوپر نہیں لگا ورنہ وہ ماں بننے کی نعمت سے بھی محروم ہو جاتیں شاید۔۔

ڈاکٹر بولتی جا رہی تھی اور مرتسم کی رگیں لمحہ بالمحہ پھولتی جا رہی تھیں۔۔
ابھی تو وہ ٹھیک ہیں لیکن جب وہ ہوش میں آئیں گی تو انہیں پین ہو گا۔
سویرا نجری ہے اور بہت ہی نازک جگہ پہ تو زرا احتیاط کیجئے گا کہ وہ زیادہ ہلے نہیں اور کروٹ نالیں۔۔

انشاء اللہ کچھ دنوں تک وہ بہتر ہو جائیں گی۔۔

ڈاکٹر نے پیشہ ورانہ انداز میں کہا تھا۔۔

مرتسم خاموش سے سنتا رہا۔۔

کچھ دیر بعد وہ باہر آیا تو یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی سنگھتی بھٹی سے ہو کر آیا

یو۔ اسکا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔۔

ہاتھوں کی رگیں واضح پھولی ہوئی تھیں۔۔



پولیس سٹیشن میں داخل ہوتے اسنے انسپیکٹر کو اشارہ کیا جو دلاور کو کچھ دیر پہلے لائے تھے۔۔

جیل میں داخل ہوتے اسنے کونے میں پڑے دلاور کو دیکھتے ایک ہی جست میں اسے گریبان سے دبو چا تھا۔۔

اسکے بعد وہ رکائیں۔ پنچینگ بیگ کی طرح اسے دھوڈالا تھا۔۔
اپنا غصہ، نفرت، بے بسی اس پر اتارنے کے بعد وہ واپس ہو سہیٹل لوٹا تھا۔۔

شاہ ولا میں کوئی بھی کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسنے سب کو عینا کی اچانک ہونے والی کانفرس کا کہ دیا تھا۔ اور اپنی میٹینگ کا۔۔

ولی ویسے ہی ضروری کام سے شہر سے باہر تھا اس لیے وہ انجان تھا ابھی۔۔
وہ واپس لوٹا تو سامنے ارسل کو دیکھتے اسنے لب بھنچے تھے۔۔ ارسل بے چینی سے ادھر سے ادھر چکر کاٹتا مرتسم کا انتظار کر رہا تھا۔۔

مرتسم عینا۔۔ مرتسم کے پاس آتے ہی وہ تیزی سے بولا لیکن اسنے ہاتھ اٹھا کر خاموش کر وادیا۔۔

میں کچھ دیر کے لئے اکیلے رہنا چاہتا ہوں عینا کے پاس۔۔
وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔۔

ارسل نے بے بسی سے اسے دیکھا پھر وہاں سے چلا گیا۔۔

ماضی:

آہہ۔۔ وہ عینا کے قریب ہی چمیر پر بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا جب اسکی کراہ پر تیزی سے سیدھا ہوا۔

عین۔۔ مرتسم نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے اسے پکارا۔۔

ماں۔۔ وہ ہوش میں آرہی تھی لیکن تکلیف کی شدت سے اسکے منہ سے کراہ نکلی تھی۔۔

مر تسم نے ہونٹ بھیچے تھے۔۔

اسنے آنکھیں کھولتے سامنے مر تسم کو دیکھا جو اس پر جھکا فکر مندی سے اسے
پکار رہا تھا۔۔

عینا نے سوکھے لبوں پر زبان پھیری۔۔ ش۔ شاہ۔۔ کپکپاتے لبوں سے
اسے پکارا۔۔

شاہ کی جان بھی آپ پہ قربان جانم۔۔ میں یہی ہوں۔۔
مر تسم اسکا سر چومتے بولا۔۔

پ۔ پانی۔۔ عینا نے پہلو میں ہوتے درد کو برداشت کرتے کہا تھا۔۔
مر تسم نے اسکی گردن میں بازو ڈالتے اسے سہارے سے اٹھایا۔۔
آہہ۔۔ وہ تڑپی تھی درد سے۔۔

عین۔۔ مر تسم نے تیزی سے اسے واپس لیٹایا تھا۔۔

ش۔ شاہ۔ مجھے بہ۔ تپ۔ پین ہو رہا ہے۔۔ وہ درد سے تڑپتے بولے تھی
۔۔

شاہ کی جان میں ابھی ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔ بس دو منٹ۔۔ وہ اس کے ہاتھ پر بوسہ
دیتا جلدی سے باہر کی جانب بھاگا تھا۔

اگلے کی پل اس کے ساتھ ڈاکٹر۔ اور نرس اندر آئی تھی۔۔
ڈاکٹر نے آتے اسے چیک کیا تھا۔

عینا تکلیف کی شدت سے روتی سرادھر سرادھر پٹک رہی تھی۔۔

مر تسم بے بسی سے اسے دیکھتا اسکا ہاتھ اور سر سہلا رہا تھا۔

آپ کچھ کر کیوں نہیں رہی ہیں۔ اپکو دکھ نہیں کیسے تکلیف سے تڑپ رہی

ہیں وہ دھاڑا تھا۔

سرپلیز ہمیں اپنا کام کرنے دیں ڈاکٹر اسے بولتی عینا کو پین ریلیف کا انجیکشن
دینے لگی۔۔

نرس کو اشارہ کرتے ڈاکٹر نے اسے ڈرپ لگانے کا کہا۔

کچھ ہی دیر میں وہ دربارہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔۔
ڈاکٹر مرتسم کو اپنے ساتھ آنے کا کہتی جا چکی تھی۔۔

مرتسم نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا کہ کاش وہ اسکا درد خود پر لے
سکتا۔۔ جھک کر اسکے سر پر بوسہ دیتے اسکے آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر عینا کے
بالوں میں جذب ہوا تھا۔۔

وہ اسے دیکھتا ڈاکٹر کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔۔



ڈاکٹر میری وائف کو اتنی پین کیوں ہو رہی تھی۔۔
وہ انکے سامنے بیٹھا سنجیدگی سے بولا۔۔

دیکھیں مسٹر میر شاہ مینے آپسے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ ہوش میں آئیں گی تو ایسے ہی پین ہو گا انہیں۔

ابھی زخم بالکل تازہ ہے وہ زرا سا ہلیں گی، اٹھیں گی تب تب پین ہو گا انہیں۔ یہاں تک کہ وہ زور سے سانس لیں گی تب بھی۔

ابھی تو مینے پین ریلیف لگا دیا ہے۔ اب دوبارہ جب وہ ہوش میں آئیں گی تو درد پہلے سے کم ہو گا۔ لیکن ہو گا۔ کچھ دن ایسے ہی ہو گا لیکن درد آہستہ آہستہ کم ہوتا جائے گا۔ اور پھر بالکل ختم لیکن ان سب میں آپکو احتیاط کرنی ہو گی بہت زیادہ۔

ڈاکٹر پروفیشنل انداز میں اسے دیکھتی بول رہی تھی۔

مر تسم سنجیدگی سے انہیں سنتا جا رہا تھا۔



مر تسم اسکے سو جھے گالوں کو نرمی سے اپنے ہاتھ سے سہلاتا کسی گہری سوچ
میں گم تھا۔

جب وہ دوبارہ اسے ہوش آیا تھا تو۔ اس بار اسے اتنا زیادہ درد نہیں ہوا تھا۔
شاہ۔ اسنے اپنے پاس بیٹھے مر تسم کو پکارا۔ جو نا جانے کس سوچ میں گم
تھا۔

مر تسم نے اسکی آواز پر ہوش میں آتے اسے دیکھا۔

شاہ کی جان۔ کیا ہوا پین ہو رہا ہے کیا۔ وہ تیزی سے اسکا ہاتھ تھامتا بولا۔
عینا نے نفی میں سر ہلایا۔ پہلے سے بہت کم ہے شاہ۔ وہ دھیمے لہجے میں
بولی۔

بس میری جان یہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ مر تسم اسکے سر پہ بوسہ دیتا
بولا۔

عینا نے اسکی سرخ سو جھی آنکھوں کو دیکھتے پریشانی سے اسکا چہرہ دیکھا تھا۔

شاہ آپکو تو بخار ہو رہا ہے۔۔ وہ فکر مندی سے اسکے گرم ہاتھوں کا لمس محسوس کرتے بولی۔۔

مجھے کچھ نہیں ہوا شاہ کی جان بس آپ ٹھیک ہو جائیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔ وہ اسکا ہاتھ چومتے بولا۔۔

عینا نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا وہ جانتی تھی وہ اسکی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا جانے کتنی ازیت میں ہو گا کہ اب بخار میں پھنک رہا تھا۔۔ جانتی تھی کہ کچھ بھی ہو جائے وہ اپنے لیے کوئی میڈیسن تک نہیں لینے جائے گا اسے چھوڑ کر۔۔



رات تک مسلسل سب کے فون آنے پر اسنے سب کو صرف اتنا کہا تھا کہ گرنے کی وجہ سے عینا کو چوٹ لگ گئی ہے اس لیے وہ اسکے ساتھ ہو اسپتال میں ہے۔۔

جب سب نے آنے کا کہا تو اس نے سختی سے سبکو منع کر دیا کہ عینا اب ٹھیک ہے
کل تک وہ اسے لے کر گھر جائے گا۔

عینا کا زخم اب پہلے سے بہتر تھا لیکن پھر بھی وہ زرا سا زور دے کر اٹھتی تو
لمحوں میں اسکی کراہ نکل جاتی اور درد سے تڑپ جاتی۔
صبح تک ڈاکٹر نے ڈسچارج دے دیا تھا۔

مر تسم نے بہت احتیاط اور نرمی سے اسے اپنی بانہوں میں اٹھایا تھا۔
نرمی سے اسے سیٹ پر بٹھاتے وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پر آیا تھا۔



گھر پہنچتے ہی مر تسم نے پھر سے احتیاط سے اسے اپنی بانہوں میں اٹھایا
تھا۔ اور اندر کی طرف قدم بڑھائے۔

یا اللہ خیر۔۔ ماما مر تسم کی بانہوں میں سمٹی عینا کو دیکھتی بولیں۔۔

باقی سب بھی پریشانی سے کھڑے ہوئے تھے۔

مر تسم سب کو سلام کہتا عینا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اسے نرمی سے بیڈ پر لٹاتے مر تسم نے اس کے سر کے نیچے تکیہ درست کیا۔

باقی سب بھی اس کے پیچھے ہی آئے تھے۔

مر تسم تم نے بولا تھا کہ گرنے کی وجہ سے بس چوٹ لگی ہے لیکن اسکی توانی

بری حالت ہے۔۔ ماہم اپیا عینا کے پاس بیٹھتے پریشانی سے بولیں۔

ہاں بچے دیکھو تو کیسے زرد ہوئی پڑی ہے اور ہمیں کسی نے کچھ بھی نہیں بتایا

نے بھی مر تسم سے شکوہ کیا۔

مر تسم تمہیں کم از کم ہمیں بتانا تو چاہئے تھا نا وجدان بھائی بھی فکر مندی سے

عینا کو دیکھتے بولے تھے۔

عینا کا چہرہ سو جھا ہوا تھا۔ ہونٹ پھٹ چکا تھا خود ندھال سی نیم ہوش تھی۔

مر تسم یہ ہوش میں کیوں نہیں ہے۔۔ ماہم۔ اپیا نے پھر سے پوچھا تھا۔

اپیا نیند کے انجیکشن کی وجہ سے ہیں ایسے ایک دو گھنٹے میں اٹھ جائیں گی۔

وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

لیکن ہوا کیا تھا اتنی بری حالت کیسے ہوئی بچی کی۔۔

بابا بھی پریشان سے بولے تھے۔۔

مر تسم نے پھر سبکو یہی کہا تھا کہ گرنے کی وجہ سے اسکے پہلو میں پتھر چھبا تھا

اسکی وجہ سے ہی ایسا حال ہے۔۔

اور سبکو بتا دیا تھا کہ اسے اتنی پین ہوتی ہے زرا سے ہلنے پر ہمیں بہت احتیاط

کرنی ہے۔۔

پریشان مت ہو ٹھیک ہو جائے گی عینا۔۔

سبکے جانے کے بعد ماہم اپیا مر تسم کے پاس آتی بولیں تھیں۔۔

اسکی خود کی حالت اجرڑی ہوئی لگ رہی تھی۔۔

مر تسم تم۔۔ ماہم اپیا اسکے بازو پر ہاتھ رکھتی کچھ کہنے لگیں لیکن اسکے تپتے

وجود کو محسوس کرتے وہ اچھل پڑیں۔۔

مر تسم تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔۔ وہ پریشانی سے اسے دیکھتی بولیں۔۔

تم چلو ابھی ڈاکٹر کے پاس چلو۔ اتنا تیز بخار ہے تمہیں۔۔ وہ جلدی سے اسکا بازو تھامتی بولیں۔۔

ایسا میں ٹھیک ہوں بس زرا سا ٹیمپرچر ہے میں میڈیسن لے لیتا ہوں۔۔
ٹھیک ہو جائے گا وہ نرمی سے انہیں اپنے حصار میں لیتا بولا۔۔
ماہم کا ساتواں مہینہ چل رہا تھا وہ اس وقت انہیں کوئی ٹینشن نہیں دے سکتا
تھا اس لیے انکے سامنے ہی بخار کی کچھ میڈیسنز لیں تھیں۔



اگلے کچھ دنوں تک عینا کا زخم بہتر ہو گیا تھا اسکا درد بھی بہت کم تھا۔
مر تسم نے تو جیسے اسے پلکوں پر بٹھار کھا تھا۔ وہ ساری ساری رات جاگ کر
اسکے پاس بیٹھ کر ہی گزار دیتا تھا۔

اسکے زرا سا ہلنے پر بھی احتیاط کرتا تھا۔ اسکو بہت نرمی سے اٹھانا، لیٹنا، کھلانا
سب مر تسم نے کیا تھا۔ کسی اور کو تو وہ عینا کے پاس بھٹکنے بھی نہیں دیتا تھا

کہ کہیں غلطی سے بھی کوئی اسکو زور سے ہلا دے یا اسکے زخم کو کوئی نقصان پہنچے اس لیے وہ پورا وقت اسکے پاس ہی رہتا۔۔

ولی کے آنے پر مرتسم نے اسے سب کچھ سچ بتا دیا تھا۔۔

اسکے بعد ان دونوں نے دلاور کا وہ حال کیا تھا کہ وہ نابیٹھ سکتا تھا، نالیٹ سکتا تھا، بیٹھنے پر بھی وہ درد سے تڑپتا، لیٹنے پر بھی۔۔



ارسل نے اس دن کے بعد سے آیت کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی آیت نے کتنی منتیں کی۔۔ سبھی لیکن وہ بے حس بنا ہوا تھا۔۔

وہ عینا سے ملنے بھی گیا تھا لیکن ولی نے اسے ملنے ہی نہیں دیا۔۔

اندر ہی اندر وہ زہنی ازیت کا شکار ہونے لگا تھا کہ یہ سب اسکی وجہ سے ہوا

ہے۔۔

عینا کے پوچھنے پر مرتسم نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ اب کبھی بھی ارسل سے نہیں ملے گی۔ ناہی آیت سے۔۔

لیکن عینا نے کسی نا کسی طرح مرتسم کو منالیا تھا ارسل سے ملنے کے لئے کہ ان سب میں اسکا کیا قصور ہے۔۔

اس لیے وہ آج اس سے ملنے آیا تھا۔۔ اسکی حالت دیکھتے تو مرتسم خود بھی حیران رہ گیا تھا۔۔

سنجیدہ چہرہ، بڑھی ہوئی شیو، سختی سے پیوست سیاہ ہونٹ جو سگریٹ کی وجہ سے ایسے ہو گئے تھے۔۔ وہ پرانے والا ارسل تو کہیں بہت پیچھے ہی کھو گیا تھا۔۔



یہ کیا حال بنا رکھا ہے تو نے۔۔ عینا اسے خفگی سے دیکھتی بولی تھی۔۔
ارسل نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔۔

کیا اب ایسے کیا دیکھ رہا ہے۔۔ قسم سے پورا مجنوں لگ رہا ہے وہ پھر خفگی سے اسے دیکھتی بولی تھی۔۔

ایم سوری عین۔۔ میں بس تجھ سے معافی مانگنا چاہتا تھا کہ میری وجہ سے یہ سب۔۔ وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا جب عینا نے اسکی بات کاٹی۔۔

ارسل کچھ بھی تیری وجہ سے نہیں ہوا جو بھی ہوا ہونا لکھا تھا اور یہ تکلیف میری حصے کی تھی جو مجھے مل کہ ہی رہنی تھی۔۔

ارسل پلیز خود کو بلیم مت کر۔۔ اسمیں تیرا کوئی قصور نہیں ہے۔ تو تو میرا بھائی ہے اور بھائی بھی بھلا بہنوں کا کچھ برا کرتے ہیں۔۔ وہ نرمی سے اسکا ہاتھ تھپکتے بولی تھی۔

وہ خاموش رہا۔۔ کچھ دیر اس سے بات کرنے کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔ اسنے ابھی عینا کے کمرے کے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ کوئی تیزی سے اسے کھینچتا لے گیا۔۔

مرتسم نے اسے کھینچتے لا کر اپنے کمرے میں دھکیلا تھا۔۔

ارسل نے چونک کر اسکی حرکت دیکھی۔۔

مرتسم سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا جو اس سے نظریں چراتا اب سگریٹ نکال کر لبوں سے لگا گیا۔۔

مرتسم نے دانت پیستے اسے دیکھا تھا اور ایک ہی جست میں اسکے لبوں سے سگریٹ کھینچتے اسکے منہ پر مکا جھڑا تھا۔۔

ارسل اسکے بھاری ہاتھ کے مکے پر لڑکھڑا کر پیچھے ہوا۔۔

مرتسم نے اسکے سیدھے ہونے پر پھر سے ایک مکا مارا تھا۔۔
اسکے ناک سے نوک نکلا تھا۔۔

کیا کر رہا ہے۔۔ ارسل چیخا تھا۔۔

سالے تو کیا کر رہا ہے۔۔ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔۔ اور یہ سگریٹ اس سے تو تجھے شدید نفرت تھی اب یہ کیوں پی رہا ہے۔۔

مرتسم اسکے پیٹ میں ٹانگ مارتا چلا یا تھا۔۔

ارسل بلبلا کر پیچھے ہوا۔۔

اب بولے گا کچھ۔۔ مر تسم اسکو سیدھا کرتا غصے سے بولا تھا۔

لیکن اسکی انگلی حرکت پر وہ بھونچا رہ گیا۔۔

کیونکہ ارسل تیزی سے اسکے گلے لگتا پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔۔

ارسل مر تسم نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسکو پیچھے کرنے کی کوشش کی
لیکن وہ سختی سے اسکے گلے لگا رہا۔۔

مر تسم نے پھر اسے کچھ نہیں کہا کتنی ہی دیر وہ روتا رہا۔

مر تسم جانتا تھا وہ زہنی ازیت کا شکار ہو رہا تھا اس سے شاید وہ اس زہنی
ازیت سے چھٹکارا پالے۔۔

ارسل آنکھیں پونچھتا پیچھے ہوا تھا۔۔

مر تسم نے پانی کا گلاس اسکے اگے بڑھا دیا۔۔

وہ خاموشی سے پانی پیتا سر جھکائے بیڈ پہ بیٹھ گیا۔۔۔

بچپن سے لے کر آج تک ماما نے مجھے صرف یہی کہا کہ آیت تمہاری امانت ہے اور تم آیت کی اس لیے اسکے علاوہ کسی کے بارے میں سوچنا بھی مت۔۔
تب سے لے کر آج تک میرے زہن و دل میں صرف آیت ہی آیت تھی۔۔

اور پھر صرف اس کے لئے اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر یہاں آ گیا۔
ہر پل ہر لمحہ اسے اپنی نظر میں رکھا۔۔ اسے جانا، اسکی پسند میں خود کو ڈھالا۔۔

وہ آہستہ آہستہ بولتا جا رہا تھا۔۔

میرے ماں باپ مجھے بلاتے رہے بار بار بہن بھی شکایتیں کرتی رہی لیکن
میں نے کسی کی بات نہیں سنی۔۔

اور پھر عین کی صورت مجھے دوسری صوفیہ مل گئی۔۔

جانے کیوں وہ ہمیشہ مجھے دل کے قریب ہی لگتی ہے۔۔ کتنی پیاری سی معصوم
سی گڑیا ہے۔۔

اسنے بھی اپنی زندگی میں مجھے ایک بھائی سے بڑھ کر عزت اور درجہ دیا ہے۔۔

آیت کو ملانے میں میرا ساتھ دیا۔

آیت کو دوست سے بڑھ کر مانا اسکے سامنے اپنا تلخ ماضی تک کھول کے رکھ دیا۔۔

اور آیت اسنے کیا کیا میری بچپن کی محبت اور عینا کی دوستی کو پیل میں روند کر چلی گئی۔۔

میرے بھروسے اور اعتماد کو کر چھی کر چھی کر گئی۔۔

پتہ نہیں کیوں میر مجھے سمجھ نہیں آتا کہ جس بھی رشتے پر عینا اور تم جان دیتے ہو وہی جان کو جاتا ہے۔ پہلے زین کی طرف اور اب میری وجہ سے۔۔
مر تسم خاموشی سے سے سن رہا تھا۔ لیکن اب اسکی بات سنتے ٹوک گیا۔۔
تمہاری وجہ سے کچھ نہیں ہوا اور نا ہی زین کی وجہ سے۔۔

زینی نے جو کیا وہ اسکا اپنا پاگل پن تھا نا کہ زین کی غلطی۔۔ اور آیت نے جو بھی کیا اپنے بھائی کی محبت میں کیا اسمیں تمہاری کوئی غلطی نہیں۔۔ اس لیے خود کو بلیم کرنا بند کرو۔۔

مر تسم سنجیدگی سے اسے دیکھتا بول رہا تھا۔۔

اور آئندہ میں تیرے ہاتھ میں سگریٹ نادیکھو ورنہ پھر عین ہی دیکھیں گی تجھے۔ آخر میں اسے وارن کرنے کے انداز میں بولا تھا۔۔

ارسل نے اسے گھورا تو وہ کندھے اچکا گیا۔۔



وہ جب سے گھر واپس آیا تھا کمرے میں بند تھا۔

لیکن آج آیت نے اس سے بات کرنے کی ٹھان ہی لی تھی۔۔

اس لیے سیدھا اسکے کمرے کی طرف چل دی۔۔

ارسل۔۔ ڈرتے اسے پکارا۔۔

ارسل نے آنکھوں سے بازو ہٹاتے اسے دیکھا۔

سپاٹ سا انداز تھا۔

مجھے بات کرنی ہے آپسے۔۔ ڈرتے کہا تھا۔

کرو۔۔ سپاٹ لہجے میں کہا۔

ارسل مجھے معاف کر دیں پلیز۔۔ میں جانتی ہوں میں نے جو کیا بہت غلط تھا لیکن غلطی تو انسانوں سے ہی ہوتی ہے نا۔۔ پلیز ایک موقع تو دے کے دیکھیں۔۔

وہ جلدی سے اسکے پاؤں میں بیٹھتی پھوٹ پھوٹ کر روتی بولی۔

اٹھو۔۔ ارسل نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے اٹھایا تھا۔

آیت تم نے میرے بھروسے اور محبت کو پل میں توڑ دیا ہے۔۔ اب شاید ہی

زندگی میں کبھی تم پہ دوبارہ ایسا بھروسہ کر سکوں۔۔ وہ ہنوز سنجیدگی سے

اسے دیکھتا بولا۔

میرے ساتھ تو جو کیا سو کیا لیکن عینا۔ اس معصوم نے تو ہمیشہ تمہارا ساتھ دیا

ہے تمہیں سنبھالا ہے تم نے تو اسے بھی نہیں چھوڑا۔

وہ طنزیہ ہستا بولا۔۔

میں اس سے بھی معافی مانگ لوں گی ارسل۔۔ میں جانتی ہوں میں نے بہت غلط کیا لیکن پلیز ایک آخری موقع دے دیں پلیز۔۔ وہ اسکا بازو پکڑتی التجائیہ بولی تھی۔۔

لیکن صرف آخری موقع اگر دوبارہ تمہاری وجہ سے مجھے یا میری فیملی کو زرا سا خراش بھی ایک تو قسم کھا کر کہتا ہوں آیت میں تمہاری جان اپنے ہاتھوں سے لے لوں گا۔۔

اسکا ہاتھ اپنے بازو ہٹاتے اسنے شدت پسندی سے کہا تھا۔۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی اسکے سینے پر سر ٹکا گی۔۔

ارسل خاموشی سے اسکا سر سہلاتا رہا۔۔



آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو گیا۔۔۔ ارسل نے آیت کو معاف کر دیا۔ ایت نے
عینا سے بھی معافی مانگی تھی جس نے خوشی خوشی اسے معاف کر دیا۔۔
انکی زندگی میں آیا طوفان بھی تھم گیا۔ عینا کا زخم بھی مکمل صحتیاب ہو چکا
تھا۔۔

اسی طرح چھ ماہ گزر گئے تین ماہ پہلے شاہ والا میں ایک ننھی پری نے جنم لیا
تھا۔۔

ماہم اور وجدان کی بیٹی جس کا نام ہانم رکھا تھا۔۔۔ اس نے شاہ والا میں پھر سے
خوشیوں کی لہر دوڑادی تھی۔۔

چھ ماہ پہلے ہی زینی بھی لوٹ آئی تھی لیکن اس نے شاہ والا میں ابھی تک قدم
نہیں رکھا تھا۔۔

اور آج چھ ماہ بعد وہ صرف ماہم اپنا سے ملنے اور انکی بیٹی کو دیکھنے آئی تھی۔۔
لیکن جاتے ہوئے وہ عینا سے ٹکرا گئی۔۔

سوری مینے دیکھا نہیں۔۔

عینا نے ہڑ بڑاتے کہا تھا لیکن جب سامنے زینی کو دیکھا تو وہ چپ ہو گئی۔۔
زینی نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔۔

عینا سے نظر انداز کرتی وہاں سے جانے لگی تھی لیکن زینی کی آواز سے رک
گئی۔۔

بہت غلط کیا تم نے مجھ سے ٹکرا کر۔۔ لیکن تمہاری اس غلطی کی سزا بھی بہت
جلد تمہیں بھگتنی پڑے گی۔۔

یاد رکھنا جس طرح تم نے مر تسم کو مجھ سے چھینا ہے اسی طری میں اسے تم سے
چھین لوں گی۔۔

وہ اسکی طرف دیکھتی نفرت سے بولی تھی۔۔

عینا کا وجود ساکت ہوا تھا۔۔

وہ کیا کہہ رہی تھی اسے سمجھ نہیں آیا۔۔ اسے لگا تھا کہ وہ بھول چکی ہوگی
مر تسم کو لیکن وہ تو۔۔

زینی کہتی رکہ نہیں تھی۔۔

لیکن عینا نے بھی اسکی بات پر اتنا دھیان نہیں دیا تھا۔۔ کیونکہ وہ جانتی تھی
مر تسم سے الگ یا تو اسکا خدا کر سکتا ہے اسے یا پھر وہ خود۔۔
اور خود تو وہ کرنے سے رہا۔۔ اس لیے وہ نظر انداز کر گئی۔۔



اور یوں مہرماہ شاہ کے دو سال کیسے گزرے کسی کو اندازہ نا ہو سکا۔ لیکن مہرماہ
شاہ جو کہ اب عینا شاہ بن چکی تھی اسکے لئے یہ دو سال اسکی زندگی کے سب
سے ازیت بھرے سال تھے۔۔۔
جنہیں وہ کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔۔

: حال

زینی کی اس حرکت کا ولی کو معلوم پڑا تھا تو اس کا بس نہیں چلا کہ وہ اس کا بھیجاڑا
دے جو اس کی بہن کی غلط رپورٹس بنانے پر تلی تھی۔۔
لیکن عینا نے اسے اپنی قسم دیتے روک لیا تھا کہ بات ختم ہو گئی ہے بس اب
وہ بھی کچھ نا کرے۔۔

زین اور دانیل کسی کیس کے سلسلے میں شہر سے باہر تھے اس لیے زین ان
سب سے انجان رہا۔۔ زینی آج کل شاہ ولا میں ہی تھی۔۔ اس سے کوئی
خاص بات نہیں کرتا تھا سوائے ماما اور ماہم اپیا کے لیکن پھر بھی ڈھیٹوں کی
طرح سب کو بلاتی رہتی۔۔

اس رپورٹس سے سب کو یہ تو پتہ چل ہی گیا تھا کہ آیت پرگنٹ ہے جس سے شاہ
ولا میں پھر سے خوشیوں کی لہر ڈور گئی۔۔

ارسل کے پیرنٹس تو واپس چلے گئے ہوئے تھے اس لیے وہ اور آیت ہی گھر
میں ہوتے تو سب لوگ انہیں سر پرائیز دینے پہنچے تھے۔۔

وہ دونوں ہی اس خبر سے ایسے حیران ہوئے تھے کہ ارسل تو باقاعدہ چکرا گیا۔۔

لیکن جیسے ہی اسے سمجھ آئی اسنے آیت کو اٹھاتے گھومنا شروع کر دیا۔۔ خوشی سے پاگل ہو رہا تھا۔۔

ارسل کیا کر رہے ہیں میں گر جاؤں گی۔۔ ایت گھبراتی بولی تھی۔۔
ارسل نے جلدی سے اسے نیچے اتارتے اسکا ماتھا چوما۔ کسی کی بھی پرواہ کیے بغیر وہ اسے خود میں بھینچ گیا۔۔
سب اسکی خوشی پر ہنس دیے تھے۔۔



کچھ دن بعد کی بات تھی۔۔ مرتسم اپنے آفس میں بیٹھا کسی فائل میں گم تھا جب اسکے بجتے فون نے اسکی سنجیدگی کو توڑا۔۔

مر تسم شاہ سپیکینگ۔ مصروف سے انداز میں فون اٹھاتے کان سے لگایا
لیکن سامنے اسے جو سننے کو ملا وہ پل میں کھڑا ہوا تھا۔

کب۔۔ اس کے منہ سے بس یہی نکلا تھا۔۔ کتنی ہی دیر وہ بے یقینی سے فون کو
دیکھتا رہا۔

اور پھر اس کے ساکت وجود میں حرکت ہوئی تھی۔۔ وہ گرتا پڑتا جلدی سے باہر
کی طرف بھاگا تھا۔

کانپتے ہاتھوں سے گاڑی سٹارٹ کرتے وہ فاسٹ ڈرائیونگ کرتا شاہ ولا پہنچا
تھا۔

گاڑی سے نکلے وہ تیزی سے قدم اندر کی جانب بڑھا گیا۔

تیزی سے کمرے میں داخل ہوتے وہ ٹھہر ہو گیا۔

اسکی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔۔ کتنی ہی دیر وہ سکتے میں کھڑا رہا۔۔ اہستہ

آہستہ اسکی بے یقین آنکھوں میں نمی ابھرنے لگی۔۔ نمی کے ساتھ کی شکوے

ابھرے تھے۔

م۔ ماں اسکے کانپتے لب ہلے تھے۔۔

اپنی آنکھوں کے سامنے روحا کو صحیح سلامت دیکھتے اسے یقین نہیں ہوا۔۔

آج بیس سال ہونے کو آئے تھے وہ اسکی کھلی کودیکھ رہا تھا۔۔

لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھا۔۔

ماں۔ اسنے پھر سے سرگوشی کی تھی۔۔

روحا کے پاس بیڈ کے نزدیک گھٹنوں کے بل بیٹھتے اسنے کانپتے ہاتھوں کو

روحا کے ہاتھ پر رکھا تو روحا مانے اسکے ہاتھ کو پکڑا تھا۔۔

مرتسم کی آنکھوں سے قطرہ قطرہ آنسو بہنے لگے۔۔

ماں۔۔ میری ماں۔۔ وہ انکا چہرہ ہاتھوں میں تھا متا بے یقین لہجے میں بولا

تھا۔۔

ہاں تیری ماں۔ تیری روحا ماں۔۔ روحا ماں آہستہ سے بولی تھیں۔۔

مرتسم انہیں دیکھتا یکدم انکی گود میں چہرہ چھپا گیا۔۔

اور پھر سب نے اس ستائیس سالہ مرد کو ماں کے آنچل میں پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھا تھا۔

وہ ماں کی گردان کرتا ہچکیوں سے رو دیا تھا۔

عینانے اسے دیکھتے چہرہ موڑ لیا۔ وہ کبھی بھی اسے یوں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ سب کی آنکھیں پھر سے نم ہوئی تھیں۔

آج سالوں بعد آخر روحا کو ہوش اہی گیا تھا۔

ماہم روز کی طرح انہیں دیکھنے کمرے میں آئی تھی لیکن اسے انکے وجود میں حرکت سی محسوس ہوئی تو اسے جلدی سے نرس کو بلایا تھا جو انکار و زچیکاپ کرنے آتی تھی۔

اور پھر اسکے کچھ دیر بعد ہی وہ مکمل ہوش میں آگئی تھی۔

اما اپنے بہت بہت دیر کر دی اما۔

اپنے سب کچھ کھو دیا اما۔ سب کچھ کھو دیا۔

آپنے میرا بچپن بھی کھو دیا اما۔ وہ انکے ہاتھ چومتا روتے ہوئے بولا تھا۔

روحان زیادہ حرکت نہیں کر پار ہی تھی۔۔ اتنے سالوں سے اسکا وجود ساکت
تھا اس لیے ڈاکٹر کے مطابق اسے پوری طرح سے ٹھیک ہونے میں ابھی کچھ
ماہ لگے گیں۔۔

وہ پانچ سالہ مرتسم کو دیکھ کر آنکھیں موند گئی تھی اور آج اپنے سامنے ستائس
سالہ مرتسم کو دیکھتے وہ اپنی بے بسی پر شدت سے رو دیتی تھی۔
وہ ایک بچے کو چھوڑ کر گئی تھیں جو انکی انگلی پکڑ کو چلتا تھا اور وہ انہیں ہی سہارا
دیئے ہوا تھا۔۔

انہیں لگا کہ شاید سچ میں بہت دیر کر دی۔۔
مرتسم بس کرو بچے دیکھو اب تو سب ٹھیک ہو گیا ہے نا۔
روحاما ٹھیک ہیں تو بس۔۔
ماہم اپنا اسکے پاس بیٹھتی اسکے آنسو پوچھتی بولی تھیں۔۔
الحمد للہ۔۔۔ اسنے نم لہجے میں کہا تھا۔۔

روحہ کے ہاتھ چو متا وہ انہیں کسی ننھے بچے کی طرح انکی آغوش میں چھپ گیا۔۔

میرا شاہ۔۔ وہ مر تسم کا سر چومتے اسے اپنی ممتا بھری آغوش میں چھپاتے نم آواز میں بولی تھیں۔۔

بی جان نے روحہ کے نام کا صدقہ نکالا تھا اور آج سب غریبوں کو کھانا کھلایا گیا تھا وہ لوگ اللہ کا جتنا شکر کرتے اتنا کم تھا۔۔



کچھ ہی دیر میں وہ سب روحہ کے ارد گرد بیٹھے اسے اپنی اپنی شکایتیں کر رہے تھے۔ جبکہ روحہ مر تسم کے بازوؤں کے سہارے بیٹھی مسکراتی سن رہی تھی

جب اسکی نظر کونے میں کھڑی عینا پر پڑی جو دیکھ تو انہیں رہی تھی لیکن اسکا دل و دماغ جانے کہاں گم تھا۔

مر تسم۔۔ انہوں نے آہستہ سے اسے پکارا۔

اس پر ی سے نہیں ملو او گے مجھے۔۔ وہ عینا کو دیکھتی بولیں۔

مر تسم نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔ اس کے چہرہ سے وہیل میں جان گیا تھا کہ وہ اپنی ماں کے بارے میں سوچ رہی ہے۔

اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر اس تک جاتا۔ وشہ جلدی سے عینا کو کندھوں سے تھامتی سامنے لے آئی۔

ملاوائیں گے ناپکو۔۔ یہ ہے عین۔ سوری مہرماہ۔

لیکن فلحال ہم سب کے لئے عینا ہے۔ میری سب سے اچھی دوست۔

اور میری سب سے اچھی بھابھی۔ عادی وشہ کے بات کاٹنا عینا کے

دوسرے سائیڈ آتا جلدی سے بولا تھا۔

اور مر تسم بھائی کی اکلوتی لاڈلی منکوحہ۔۔ آخر میں وہ دونوں ہستے بولے۔

عینا کنفیوز سے انکے درمیان کھڑی تھی۔۔

ادھر او۔۔ روحا ماما نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بلایا۔۔

عینا نے مرتسم کو دیکھا۔۔ اسنے سر ہلاتے اسے یہاں آنے کے لئے کہا تو وہ

آہستہ سے قدم اٹھاتی انکے قریب بڑھ گئی۔۔

وہ آہستہ سے انکے قریب بیٹھی تو روحا مبہوت سی اس چاکلیٹی گڑیا کو دیکھ کر رہ گئی۔۔

ماشاء اللہ۔۔ انکے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔

مرتسم اپنا والٹ دو۔۔ انہوں نے پاس بیٹھے مرتسم سے کہا تو اسنے نا سمجھی

سے انہیں دیکھتے اپنا والٹ نکال کے انہیں دے دیا۔۔

سب دلچسپی سے انہیں دیکھ رہے تھے کہ وہ اب کیا کریں گی۔۔

جب انہوں نے اسکے والٹ سے جتنے پیسے ہاتھ آئے نکالتے ماہم کو اشارہ کیا

تھا وہ انکا اشارہ سمجھتی مسکراتے پیسے تھام گئی۔۔

عینا نے حیرت سے یہ سب دیکھا۔۔

ماہم اپیانے انکے ہاتھ سے پیسے لیتے عینا پر سے وارتے ملازمہ کو دیے تھے۔۔

عینا حیران پریشان سی انہیں دیکھ رہی تھی۔۔

جبکہ باقی سب مسکرا دیئے۔۔

بہت پیاری ہے۔ اس سے بھی پیاری جیسا میں سوچتی تھی بے ہوشی میں جب یہ مجھ سے باتیں کرتی تھی۔۔

وہ اسکو آگے ہونے کا اشارہ کرتی اسکا سر چومتے بولی تھیں۔۔

عینا نم آنکھوں سے انہیں دیکھتی بمشکل مسکرائی تھی۔۔

مر تسم نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔ جو بمشکل ہی خود پر ضبط کیے ہوئے تھی۔۔

سب کو باتوں میں لگے دیکھ عینا آہستہ سے قدم باہر کی جانب بڑھا گئی۔۔

مر تسم کی نرم گرم نظروں سے اسکا پیچھا کیا تھا۔۔

ماما آپ ریٹ کریں میں آتا ہوں۔۔ وہ انکا ماتھا چومتے نرمی سے انہیں بیڈ پر

لٹاتا بولا تھا۔۔

سب کو اسکی بات ٹھیک لگی اس لیے سب آہستہ آہستہ وہاں سے چل
دیئے۔۔



وہ کمرے میں آتی پھوٹ پھوٹ کر رودی۔۔ مرتسم کو اسکی ماں واپس مل
جانے پر وہ بہت خوش تھی۔۔

لیکن ان دونوں کو ایسے دیکھ اسے۔ شدت سے عائشہ ماما کی یاد آئی تھی۔
انکی روک ٹوک، انکا ڈانٹنا، انکا پیار وہ کس قدر ترس رہی تھی انکے لمس کے
لئے صرف وہی جانتی تھی۔۔

وہ انکی آواز سننا تو دور انہیں دیکھنے کے لئے بھی ترس گئی تھی۔ حسن بابا سے تو
دو سال پہلے مل ہی لیا تھا لیکن ماں کو دیکھے ہوئے تو سات سال ہو گئے۔۔
وہ زمین پر گرتی بلک بلک کر رودی۔۔

سات سال کم نہیں ہوتے ماں باپ کے ہوتے ہوئے بھی انکو دیکھتے سننے کے
لئے ترسنا۔

پہلے وہ انکی آواز سن لیتی تھی دیکھ لیتی تھی۔ لیکن پچھلے دو سال سے تو وہ
بے بس تھی۔

وہ لوگ تو اسے مردہ سمجھتے کسی بے نام قبر میں دفنا چکے تھے جبکہ وہ ماں باپ
کے ہوتے ہوئے بھی یہاں تڑپ رہی تھی انکے لمس کے لئے۔
عین۔۔ اسکے کمرے میں آتے مرتسم کی نظریں اسے ہی تلاش رہی تھیں۔۔
جب بیڈ کے ساتھ زمین پر بیٹھی عینا کو دیکھتے وہ تڑپ اٹھاتھا۔
دروازہ لاک کرتے وہ ایک ہی جست میں اس تک پہنچا۔
عین۔۔ عین کیا ہوا ہے ایسے کیوں رو رہی ہیں۔۔
وہ جانتا تھا پھر اسے یوں بلکتے دیکھ پوچھ بیٹھا۔
اسکے ہاتھ چہرے سے ہٹاتا وہ بے تابی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

ش۔ شاہ میں۔ کت۔ کتنی بد نصیب ہوں نا۔ ج۔ جو ماں کے ہوتے۔ ہوئے
بھی۔ انکو دیکھنے، سننے، کے لئے ترس رہی ہوں۔۔

مجھ سے بھی۔ بد نصیب کوئی ہوگا۔ جسکے ماں باپ نے۔ اسے زندہ ہی کسی
بے نام قبر میں دفن دیا ہوگا۔۔

ش۔ شاہ میں ہی جانتی ہوں کیسے۔ میں زندہ ہوں انکے بغیر۔ عارض نے مجھ
سے۔ انکو کو ہی نہیں اسنے مجھ سے ہر رشتہ چھین لیا۔۔

ماں باپ کی چھاؤں۔ بہن کا پیار، اور تو اور عالی بھی چھوڑ گیا مجھے شاہ، کیا اتنی
بری قسمت ہے میری کہ جو ملتا ہے جس سے پیار کرتی ہوں وہ چھوڑ جاتا ہے
شاہ۔۔

وہ شدت سے روتی ازیت سے اسے دیکھتی ٹوٹے الفاظ میں بولی تھی۔۔
مر تسم نے اسے سختی سے خود میں بھینچا۔

نہیں میری جان۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے عین۔ بد نصیب آپ نہیں وہ ہیں جو
آپکو چھوڑ گئے۔۔ انیں قدر نہیں تھی آپکی اس لیے ہیرے کو چھوڑ گئے۔۔

آپ فکر مت کریں میں بہت جلد آپکو اپنی ماں سے ملواؤں گا میری جان۔۔
وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے بولا تھا۔۔

ہچکیوں سے روتی عینا یک دم چپ ہو کے اسکا چہرہ دیکھنے لگی۔۔
اپ۔ اپ مجھے ماں۔۔۔ ماں سے ملائیں گے شاہ۔ مجھے لے کے جائیں گے ماں
کے پاس۔۔

وہ اسکے ہاتھ تھامتے بے یقینی سے بولی۔

ہاں میری جان بہت جلد۔۔

وہ اسکے آنسو صاف کرتا بولا تھا۔۔ وہ جانتا تھا کس ازیت سے گزر رہی ہوگی ہو
کیونکہ وہ خود بھی اسی ازیت سے گزرا تھا اور آج تک گزر رہا ہے۔۔
اسکے تو ماں باپ منوں مٹی تلے دفن تھے لیکن عینا وہ تو ابھی تک بے سہارا
نہیں ہوئی تھی تو پھر کیوں یہ تکلیف اور ازیت برداشت کرے وہ۔۔
مر تسم نے شدت سے اسے خود میں بھینچتے سوچا تھا۔۔



یہ کیا کیا ہے تم نے۔۔ کیا پاگل ہو چکے ہو تم۔۔ ہوش میں رہتے ہو آج کل۔۔

کنگ دھاڑتے پوچھا تھا۔۔

امن نے ناگواری سے اسے دیکھا۔۔

میرا کام میری مرضی۔ بھولیں مت یہ سب میرا ہے۔۔ میری سلطنت ہے یہ۔۔

وہ بیزارگی سے اسے دیکھتے بولا تھا۔۔

اور میں۔ تمہیں لگتا ہے میں فالتو ہوں امن یہ سب کچھ میرے اندر چلتا ہے اگر میں ناہوتا تو آج تم یہاں نہیں ہوتے وہ بھی جوا با چیخا تھا۔۔

لیکن کیا تو اپنے سب اپنے مفاد کے لئے تھانا۔ مجھے مہرہ بنا کر لائے تھے
کہاں سوچا تھا اپنے کہ وہ کمزور سا بچہ آپ پر ہی حکومت کرے گا۔ امن
اسے طنزیہ دیکھتے بولا تھا۔

کنگ کچھ کہتا اس سے پہلے ہی وہ جا چکا تھا۔

کنگ نے پر سوچ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

کچھ سوچتے اسنے کسی کو فون کیا تھا۔ نظر رکھو امن پر۔ پتہ کرو آخر کون ہے وہ
جسکے لئے یوں بغاوت پر اتر آیا ہے۔

وہ نفرت سے پھنکارا تھا۔

میں اپنی ساری زندگی کی محنت کو یوں ضائع نہیں ہونے دوں گا امن چاہئے
اس کے لئے مجھے کچھ بھی کیوں نا کرنا پڑے۔

وہ دانت پیستے بولا تھا۔



عینا فون پہ کسی سے بات کرتی سیڑھیوں سے اتر رہی تھی جب سامنے کھڑی زینی نے اسے دیکھتے اسکے آگے پاؤں کیا تھا۔

وہ آخری سیڑھی پر پاؤں رکھتی لیکن زینی کے پاؤں سے الجھ کر اوندھے منہ گرتی لیکن سامنے پڑے ٹیبل کی وجہ سے وہ اس پر گری تھی۔ اسکی چیخ بے ساختہ تھی۔

اسکے ہاتھوں میں پہنی کانچ کی چوڑیاں چھن سے ٹوٹی تھیں۔ جو بری طرح سے اسکی کلائیوں میں چبھتی گہرے زخم دے گی تھیں۔

عین۔۔ ولی چیخا تھا۔

سامنے سے آتے ولی نے سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا لیکن اسکے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی وہ گر چکی تھی۔

عین ٹھیک ہونا تم۔۔ وہ ایک ہی جست میں اس تک پہنچتا بولا تھا۔

میں ٹھیک ہوں بھائی۔۔ وہ کلائیوں میں ہوتے درد کو برداشت کرتے ضبط سے بولی تھی۔۔

یہ اتنا خون کیوں آرہا ہے۔۔ کیا ہوا ہے۔ وہ اس کے بازوؤں پہ خون کو دیکھتے بوکھلاتے بولا تھا۔۔

ولی اور عینا کی چیخ پر سب بھاگتے آئے تھے۔۔

فرسٹ ایڈ باکس لاو۔۔ ولی پاس کھڑے ملازم پر چیخا تھا وہ ڈر کر جلدی سے باکس لانے بھاگے تھے۔۔

ولی کیا ہوا ہے کیوں چیخ رہے ہو۔۔

کیا ہوا ہے عینا کو۔۔ ماہم اپنا جلدی سے عینا کے پاس آتی بولیں تھیں۔۔

یہ سب کیسے ہوا۔۔ ماما نے فکر مندی سے پوچھا تھا۔۔

روحاما جواب کسی کے سہارے سے تھوڑا بہت چل پھر لیتی تھیں۔ وہ ملازمہ

کے سہارے لاؤنچ میں اچکی تھیں باقی سب کی طرح یہ منظر دیکھتی خود بھی

حیران پریشان ہو گئیں۔۔

ولی جلدی سے عینا کے پاس بیٹھتے اسکے بازوؤں میں چھبی ٹوٹی چوڑیوں نکالنے لگا۔

عینا سسکی تھی۔۔

بس میرا بچہ دو منٹ۔۔۔ ولی اسے سسکتے دیکھ دیکھ بولا تھا۔

اسکے بازوؤں سے احتیاط سے ساری ٹوٹی چوڑیاں نکالتے ولی نے بینڈ تاج کی تھی۔۔

کوئی بتائے گا کیا ہوا یہاں۔۔ عالم بابا نے سنجیدگی سے زینی کو دیکھتے پوچھا تھا۔

جو تھوک نگلتے ولی کو دیکھنے لگی۔۔

ہم سے کیوں پوچھ رہے ہیں اس سے پوچھے نا۔ اس ڈائمن کو جسے اپنے گھر میں پال کے رکھا ہے اپنے۔۔ ولی زینی کی طرف اشارہ کرتے دھاڑا تھا۔

عینا سہم کر ماہم سے لگی تھی۔ اسنے کبھی ولی کو ایسے نہیں دیکھا تھا۔

زینی بھی ڈر کر پیچھے ہٹی تھی۔۔

ولی بات کرنے کی تمیز بھول چکے ہو تم۔۔ بابا اس سے اونچی آواز میں
دھاڑے تھے۔۔

ولی نے ہونٹ بھینجے۔۔

کیا ہوا تھا یہاں۔ بابا نے سختی سے اس سے پوچھا۔۔
تو اس نے جو دیکھا سب کو بتا دیا۔۔

بابا نے غصے سے زینی کو دیکھا تو وہ تیزی سے نفی میں سر ہلا گئی۔۔
جھوٹ بول رہے ہیں یہ مینے نہیں۔۔۔ مینے کچھ نہیں کیا۔۔ وہ روتے ہوئے
بولی تھی۔۔

جھوٹ بول رہی ہے گھٹیا لڑکی مینے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسے عینا کو
گراتے۔۔

ولی چیخ کر کہتے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

زینی اسکے ڈر سے پیچھے ہوتی دیوار سے جا لگی۔۔

ولی ایک ہی جست میں اس تک پہنچتا اسکا گلا دبوچ چکا تھا۔۔

آج میں اسے زندہ ہی نہیں چھوڑوں گانا ہی یہ ناگن بچے گی نامیری بہن کو
اسکی وجہ سے روز روز کی تکلیفوں سے گزرنا پڑے گا۔

وہ اسکے گلے پر دباؤ دیتا دھاڑا تھا۔

وجدان بھائی، بابا جلدی سے آگے آتے اسے چھڑوانے لگے۔

ولی پاگل مت بنو چھوڑو اسے۔

وجدان بھائی نے پوری قوت سے اسے پیچھے دھکا دیا تھا۔

زینی گلے پر ہاتھ رکھتی بری طرح سے کھانستی وہیں گری تھی۔

بارہا سنے میری بہن کو تکلیف دی ہے کبھی زہنی تو کبھی جسمانی۔

کبھی اسکا گلا دباتے مارنے کی کوشش کرتے۔ کبھی اپنے لفظوں سے تو کبھی

اسکے سپیشل ڈے پر مرتسم کو اپنے ساتھ رکھتے۔ اور آج آج پھر سے اسے

تکلیف دی۔

لیکن آپ لوگوں میں سے کبھی کسی نے اسے کچھ نہیں کہا وہ مگر مجھ کے دو
انسو کیا بہاتی ہے آپ سب لوگ اسکو معاف کر دیتے ہیں لیکن اب۔۔ اب
بس۔۔

وہ نفرت سے اسے دیکھتا دھاڑ رہا تھا۔

میری بہن لاوارث نہیں ہے کہ کوئی بھی اسکے ساتھ جیسا مرضی سلوک
کرے اور وہ آپکے در پہ پڑی رہے۔۔

اب میں ایک پل بھی اسے یہاں نہیں چھوڑوں گا۔ وہ عینا کا ہاتھ تھامتے بنا
کسی لچک کے بولا تھا۔۔

عینا نے سہم کر اسے دیکھا تھا۔۔

اسکے ڈر سے اسکی زبان بھی نہیں کھل رہی تھی۔۔

ولی رکو۔ کیا کر رہے ہو میری بات سنو۔ وجدان بھائی اسکے پیچھے آتے بولے
تھے۔۔

وہ تیزی سے اسکا ہاتھ تھامتے آگے بڑھ رہا تھا جب دروازے میں کھڑے
مر تسم کو دیکھتے ایک پل کے لئے رکا۔

مر تسم کب سے وہاں خاموش تماشائی بنا کھڑا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔
مر تسم نے سخت نظروں سے عینا کے پیٹوں میں جکڑے بازو کو دیکھتے ولی کو
دیکھا تھا۔

ب۔ بھائی۔ پل۔ یز ایک بار میری بات سنیں۔۔ عینا لڑکھڑاتے لہجے میں
بولی تھی۔۔

ولی نے غصے سے اسے دیکھا۔

اب کچھ بھی کہنے سننے کو نہیں بچا عینا۔۔ وہ سختی سے اس سے بولا تھا۔
عینا خوف سے روتی خاموش ہو گئی۔

مر تسم نے سرد نظروں سے ولی کو دیکھا۔

میری بیوی کو سخت نظروں یا سخت لہجے کی عادت نہیں۔ اس لیے اپنی زبان اور نظروں کو کنٹرول میں رکھو۔۔

وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔۔

تمہاری بیوی سے پہلے بہن ہے یہ میری۔۔ ولی نے بھی جواباً سرد لہجے میں کہا تھا۔

تمہاری بہن ہوگی لیکن اب یہ میری بیوی ہیں اس لیے انہیں یہاں سے لے جانے کے بارے میں سوچنا بھی مت۔۔ وہ عینا کا دوسرا ہاتھ تھا متے اپنے طرف کھینچتے بولا تھا۔۔

ولی کی پکڑ کمزور تھی جس سے عینا کٹی ڈالی کی طرح مرتسم کی طرف کھینچتی چلی گئی۔

ولی نے غصے سے مرتسم کو دیکھا۔۔

تمہاری بیوی نہیں منکوحہ ہے۔۔ لیکن اس سے پہلے میری بہن ہے اور میں بھی دیکھتا ہوں کہ کون روکتا ہے مجھے اسے لے جانے سے۔۔

وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

عینا بے یقینی سے دونوں دوستوں کو ایک دوسرے کے مقابل لڑتے دیکھ رہی تھی۔

رہی بات نکاح کی تو وہ بس کاغذی تعلق ہے اگر یہی سب چلتا رہا تو وہ بھی نہیں رہے گا۔

ولی نے نفرت سے زینی کو دیکھتے کہا تھا۔

لیکن اسکی بات سنتے مرتسم کا میٹر شارٹ ہوا تھا۔

اسنے بنا کچھ سوچے سمجھے تیزی سے اپنے بھاری ہاتھ کا مکا ولی کو جھڑا تھا۔

ولی اس کے لئے تیار نہیں تھا اس لیے لڑکھڑا کر پیچھے ہوا۔

عینا کا وجود کانپ کر رہ گیا دونوں کو یوں لڑتے دیکھ۔

باقی سب بھی بوچھا رہ گئے تھے۔ لیکن وہ لوگ خاموش تھے جانتے تھے کہ

ان دونوں کے بیچ ابھی بولنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

ولی نے سیدھے ہوتے جواباً مر تسم کو بھی مکا مارا تھا۔ ایک بار نہیں دو تین بار ہے درپے اسکے چہرے پر مکے جڑھے تھے۔

مر تسم نے دوبارہ ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ عینا ہوش میں آتی تیزی سے ولی کے آگے ہوئی تھی۔

شاہ نہیں۔۔ اسکے لبوں سے چیخ نکلی تھی۔

اس سے پہلے کہ مر تسم کے بھاری ہاتھ کا مکا عینا کے نازک چہرے پر پڑتا وہ عینا کے سامنے آنے پر اپنا ہاتھ روک چکا تھا۔

عینا اپنے چہرے کے آگے ہاتھ رکھتی سختی سے آنکھیں میچی کھڑی تھی جب کچھ ناہوتے محسوس کرتے اسنے ہاتھ ہٹاتے آنکھیں کھولیں تھیں۔

یہ سب اتنی جلدی میں ہوا کہ ولی کو بھی سمجھ نہیں آیا کہ ہوا کیا ہے۔

مر تسم اپنا ہاتھ اسکے چہرے سے زرا دور روکے سرد نظروں سے ولی کو ہی دیکھ رہا تھا۔

عینا کے دیکھنے پر اسنے نظریں عینا کے چہرے پر گاڑھیں۔

عینا اسکی دیکھنے پر نفی میں سر ہلا گئی۔۔

پلیز۔۔ بے آواز لب ہلے تھے۔۔

مر تسم نے سختی سے ہونٹ بھینچتے غصے سے وہی ہاتھ دیوار میں دے مارا۔۔

عینا کی چیخ بے ساختہ تھی لیکن ولی اسے اپنے حصار میں لے چکا تھا۔۔

لے کے جا رہا ہوں میں اپنی بہن کو۔ جب اپنی اس بچپن کی پاگل محبوبہ کو دفنا

دو تو لے جانا میری بہن کو۔ وگرنہ اپنی شکل بھی مت دکھانا۔۔ وہ ہنوز سرد

لہجے میں مر تسم کو دیکھتے بولا تھا۔۔

عینا نے سفید ہوتے چہرے سے ولی کو دیکھا تھا۔۔

بھائی۔ اس کے لب بے آواز ہلے تھے۔۔

لیکن ولی اسے کھینچتا وہاں سے لے گیا۔۔

مر تسم کی ساکت نظریں عینا کے چہرے پر تھیں۔۔ جو لمحہ بالمشہ اسکی نظروں

سے او جھل ہو گیا۔۔



بھائی میری بات سنیں پلیز بھائی۔۔۔ اسمیں شاہ کا کوئی قصور نہیں ہے۔۔۔
پلیز بھائی ایسے مت کریں۔۔۔

عینا ولی سے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتی بولی تھی لیکن ولی اسے نظر انداز کرتا اسے سیٹ پر دھکیل چکا تھا۔

عینا سارے راستے روتی رہی مزاحمت کرتی رہی۔۔۔

ولی اسے گاڑی سے نکالتا کھینچتا ہوا اوپر کمرے میں لایا تھا۔

ولی پلیز چھوڑ دیں۔ مجھے شاہ کے پاس جانا ہے۔۔۔ وہ مزاحمت کرتی چیخی تھی۔۔۔

کمرے کا دروازہ کھولتے ولی نے اسے بیڈ پہ دھکیلا وہ اونڈھے میں اس نرم بیڈ پر جا گری۔۔۔ اسنے تیزی سے سیدھے ہوتے ولی کو دیکھا تھا۔

اگر یہاں سے ایک قدم بھی باہر نکالا تو جان سے مار دوں گا تمہیں۔۔۔ ولی
اسے دیکھتے سر دلہے میں دھاڑا تھا۔۔

عینا اسکی دھاڑ سے سہم کر پیچھے ہوئی تھی۔۔
ولی دروازہ لاک کرتا جا چکا تھا۔۔

بھائی۔۔ عینا تیزی سے بیڈ سے اترتی دروازے کی طرف لپکی۔۔
بھائی پلیز دروازہ کھولیں مجھے شاہ کو دیکھنا ہے، مجھے انکے پاس جانا ہے۔۔
ولی اپنے انہیں مارا ہے پلیز وہ ٹھیک نہیں ہیں ولی۔۔

وہ دروازہ پیٹتی چیخی تھی لیکن وہ نظر انداز کرتا جا چکا تھا۔۔

بوجو ولی کے ساتھ ہی رہتی تھیں۔ ولی کے جاتے وہ تیزی سے دروازے کے
پاس آئیں لیکن لاک دیکھتے وہ بے بسی سے دیکھتی رہی ہیں۔۔

عینا دروازے کے ساتھ گرتے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔۔

شاہ کا کوئی قصور نہیں ہے ولی۔۔ انکے ساتھ ایسا مت کریں۔۔ وہ دروازے
سے سر ٹکاتی بڑبڑای تھی۔۔

آنسو تیزی سے اسکا چہرہ بھگونے لگے تھے۔



مر تسم کسی کی بھی طرف دیکھ بغیر اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔
اسنے غصے کی شدت سے پاس پڑی چیزیں پھینکیں تھیں۔ اپنے کمرے کا حشر
نشر کرتے ہوئے بھی اسکا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اسکے کانوں میں بار بار ولی کی
آواز گونج رہی تھی۔

اسنے سامنے شیشے میں اپنا عکس دیکھتے ہاتھ کا مکا بناتے تیزی سے شیشے پر دے
مارا تھا شیشہ پل میں کر چھی ہوتا گیا اسکے ساتھ ہی اسکے ہاتھ پر گہرے زخم
دے گیا لیکن وہ نظر انداز کرتا ہر چیز تہس نہس کرتا جا رہا تھا۔



نیچے سب لوگ اسکے کمرے سے آتی آوازوں پر بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔۔

وشہ جوا بھی کالج سے آئی تھی مرتسم کے کمرے سے آتی آوازوں پر سہم کر ماہم اپیا سے چپکی بیٹھی تھی۔۔
زینی تو اسی پل وہاں سے جا چکی تھی۔۔

کسی کو بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ہوا کیا ہے۔۔ پل میں کیا سے کیا ہو گیا۔۔
ولی کا غصہ سب کو جائز لگا تھا آخر ایک بھائی کب تک برداشت کر سکتا تھا۔۔
زینی نے بھی حد ہی کر دی تھی۔۔



وہ اپنے زخمی ہاتھ کی پرواہ کیے بنا سینے میں اٹھتی ٹھیسوں کی راحت کے لئے
اس ٹھنڈ میں بھی تیخ ٹھنڈے پانی کے نیچے کھڑا تھا لیکن پھر بھی سینے میں لگی
جلن کسی صورت کم نہیں ہو رہی تھی۔۔

دیوار پر ہاتھ ٹکائے وہ شاہور کے نیچے کھڑا اپنے جنون اور غصے کی شدت کو کم کرنے کو کوشش کر رہا تھا جو لمحہ بالمشہد بڑھتا ہی جارہا تھا۔
کچھ ہی دیر میں وہ گیلے بالوں میں ہاتھ چلاتا اپنے بکھرے کمرے کو دیکھتے لب بھینچ گیا۔



لاؤنچ میں سب ایک دوسرے سے نظریں چرائے بیٹھے تھے جب مرتسم کو نیچے آتے دیکھ سب نے ایک دوسرے کو دیکھا۔
کہاں جارہے ہو مرتسم۔ کسی اور کی توہمت نہیں ہوئی تو قاسم بابا اس سے پوچھ بیٹھے۔

عین کو لینے وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔
کیوں۔۔ بابا نے بھی سخت تاثرات سے پوچھا۔

بیوی ہیں میری بابا وہ انکی طرف دیکھتا بولا تھا۔

پہلی بات بیوی نہیں منکوحہ ہے۔ دیکھو مر تسم فلحال ولی غصے میں ابھی بہتر ہے عینا کو وہیں رہنے دو۔ اور دوسری بات دو سال ہو گئے ہیں تمہارے نکاح کو اتنا وقت بہت ہے عینا کے لئے اب اس رشتے کو بیچ میں مت لٹکاؤ۔ اب بس رخصتی کروا کر ہی لانا عینا کو۔

قاسم بابا سرد و سپاٹ لہجے میں بولے تھے۔۔۔

مر تسم انکی بے حسی پر انہیں دیکھ کر رہ گیا۔ وہ اچھے سے جانتے تھے کہ عینا اپنے ماں باپ کے ساتھ اس رشتے کو مکمل کرنا چاہتی تھی وہ انکی دعاؤں تلے رخصت ہونا چاہتی تھی تو پھر کیوں۔۔

وہ انکے سخت تاثرات پر حیران ہوا تھا آخر انہیں اچانک عینا سے کیا پر اہلم ہو گئی۔

لیکن وہ بولا کچھ نہیں انہیں ایک نظر دیکھتا وہ کچھ بھی کہے بغیر باہر کی طرف بڑھ گیا۔



عینا گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔۔ اب رو نہیں رہی تھی لیکن چہرہ سیاٹ تھا۔۔

ولی ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔۔ اسے بہت فکر ہو رہی تھی جانے وہ غصے میں کہاں چلا گیا ہو گیا۔۔

نظروں کے سامنے بار بار مرتسم کا زخمی چہرہ بھی آ رہا تھا جسے وہ پہلو بدلتی نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی کہ اسے اپنے کمرے کی کھڑکی پر آہٹ محسوس ہوئی۔۔

لیکن اپنا وہم سمجھ کر سر جھٹک گئی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر پر کھڑکی پر ہوتی دستک سے اچھل کر کھڑی ہوئی۔۔

اسنے تھوک نگلتے کھڑکی کودیکھا کہ اس وقت کون ہو سکتا ہے۔۔

لیکن مستقل ہوتی دستک سے اسنے ڈرتے کھڑکی کھول دی۔۔

لیکن سامنے مرتسم کودیکھتے اسکا منہ کھل گیا۔۔

مرتسم اسے سائیڈ کرتا اندر کودا تھا۔۔

کھڑی بند کرتے مرتسم نے ساکت کھڑی عینا کودیکھا۔۔

اسکی سوجی آنکھوں کودیکھتے وہ ہونٹ بھیج گیا۔۔

عینا اسے دیکھتی تیزی سے دروازے کی جانب گی وہ باہر سے لاک تھا لیکن

اسنے احتیاط کے لئے اندر سے لوک کر لیا۔۔

اسے مرتسم سے ایسی حرکت کی امید نہیں تھی۔۔

وہ حیران سی کبھی اسکے پھٹے ہونٹ اور کبھی زخمی ناک کودیکھ رہی تھی۔۔

اسکی آنکھوں میں پھر سے نمی جھلملائی۔۔

ضبط کھوتی وہ شاہ۔۔ کہتی وہ تیزی سے اسکے قریب آتی اسکے سینے کا حصہ بنی

تھی۔۔

مر تسم نے نرمی سے اسکے گرد بازو باندھے تھے۔۔

جبکہ عینا اسکا لمس پاتے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔۔ ایم سوری شاہ۔ ایم ریٹلی

سوری۔۔ میری وجہ سے آپکو اتنی تکلیف ہوئی۔۔

وہ اسکے زخمی چہرے کو دیکھتی روتے بولی تھی۔۔

ہے عین۔۔ میری جان ادھر دیکھیں۔۔ اپنی وجہ سے کچھ نہیں ہوا۔ میں

بلکل ٹھیک ہوں جانم۔۔۔

وہ زبردستی اسکا چہرہ سامنے کرتا بولا۔۔

میں بلکل ٹھیک ہوں میرا بچہ۔۔ آپ کیوں رورہی ہیں۔۔ چپ بلکل بس اور

نہیں رونا۔۔ مر تسم اسکے آنسو صاف کرتا کسی بچے کی طرح اسے بہلاتے بولا

تھا۔۔

شاہ۔ یہ آپکے ہاتھ پی کیا ہوا۔۔ وہ اپنے چہرے پر زخمی ہاتھ کو دیکھتی پریشانی

سے بولی تھی۔۔

مر تسم نے ہونٹ بھینچے۔۔

کچھ کیوں نہیں شاہ۔ اپنے یقینن اپنا غصہ ہاتھ پہ نکالا ہو گا۔۔ وہ خفگی سے
اسے دیکھتی بولی۔۔

اب مجھے کیا دیکھ رہے ہیں ادھر بیٹھیں۔۔ وہ اسے بٹھاتی کبڈ سے فرسٹ ایڈ
باکس لے آئی۔۔

مر تسم خاموشی سے اسکی کاروائی دیکھتا رہا۔ جواب نرمی سے اسکے ہاتھ کی
بینڈ تاج کرتی پریشان چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی۔۔

عینا اسکے ہاتھ کے بعد اب زخمی ناک کو روئی سے صاف کر رہی تھی۔۔
وہ بہت توجہ سے اپنا کام کر رہی تھی۔ جب اسکا سنجیدہ چہرہ دیکھتے مر تسم کو
شرارت سو جھی۔

سی۔۔ اسکے ناک پر روئی دبانی سے وہ جان بوجھ کر تکلیف دہ آواز میں
بولا۔۔

کیا ہوا شاہ۔۔ پین ہو رہا ہے۔۔ عینا گھبراتی اسکے اچھلنے پر بولی۔۔
مر تسم نے معصومیت سے اسے دیکھتے اثبات میں سر ہلایا۔۔

ایم سوری شاہ۔۔۔ میں اب دھیان سے کروں گی۔۔۔ وہ اسکی مغرور ناک پر
اپنے لب رکھتی فکر مندی سے اسے دیکھتی بولی۔۔

اسکی حرکت پر مرتسم کے لبوں پر تبسم پھیلا تھا۔ اسکے روہانے تاثرات
دیکھتے مرتسم نے اسکے ہاتھ سے روئی لیتے سائیڈ پر رکھتے اسکی کمر میں بازو
ڈالتے اپنی جانب کھینچا تھا۔۔

وہ اہہ کرتی اسکے سینے سے الگی۔۔

شاہ کیا کرے ہیں آپکا ہاتھ۔۔ وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتی زرا سا فاصلہ بناتے
اسکوز خمی ہاتھ کو دیکھتے فکر مندی سے بولی تھی۔۔

جبکہ مرتسم نے اسکی بات نظر انداز کرتے اسی ہاتھ سے اسکی سو جھی آنکھوں
پر پھیرا تو عینا آنکھیں مینچ گئی۔۔

مرتسم نے جھک کر اسکی آنکھوں پر نرمی سے بوسہ دیا۔۔

آنکھوں پر سے ہوتے اسکے رخساروں کو ہونٹوں سے چھوارھا۔۔

عینا اسکی شرٹ سختی سے دبوج گئی۔۔

اسکے کانپتے ہونٹوں کو دیکھتے مر تسم نے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے اسکے نچلے لب کو سہلایا۔۔۔

عینا اسکے لمس پر کپکپائی۔۔۔ چہرے پر تیزی سے سرخی پھیلی تھی۔۔۔ کچھ دیر بعد اسنے آنکھیں کھولیں تو مر تسم مبہوت سا اسکے سرخ چہرے کو دیکھتا نرمی سے اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے ہاتھ سے سہلا رہا تھا۔۔۔

عینا نے کانپتے ہاتھوں سے اسکا ہاتھ اپنے چہرے سے دور کیا۔۔۔
مر تسم کے لبوں پر پھر سے تبسم پھیلا تھا۔۔۔

ش۔ شاہ چھوڑیں۔۔۔ وہ اسکا ہاتھ کمر سے ہٹانے کی کوشش کرتی کسمسای تھی۔۔۔

مر تسم اسکے یوں کسمسانے پر اپنی گرفت مضبوط کرتے اسکے چہرے پر جھکا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اسے ہونٹوں کو اپنے لمس سے مہکاتا قدموں کی آہٹ پر وہ تیزی سے اسے دھکادیتی پیچھے ہوئی تھی۔۔۔

مرتسم اسکے یوں اچانک فاصلہ بنانے پر زراسا ہلہ لیکن اسے اپنے حصار سے آزاد نہیں کیا۔۔

عینا نے سہم کردروازے کی جانب دیکھا تھا۔۔

ش۔ شاہ چھوڑیں۔۔ شاہید ولی آگئے ہیں۔۔ وہ اسکے بازو ہٹانے کی کوشش کرتے خوف سے بولی تھی۔۔

جانتی تھی اگر ولی نے آسے یہاں دیکھ لیا تو پھر سے ایک جنگ چھڑ جائے گی۔۔

جبکہ مرتسم خمار بھری نظریں اسکے چہرے پر ٹکائے ہوئے تھا جیسے اسے ولی کے آنے سے کوئی فرق نا پڑا ہو۔۔

شاہ۔۔ اسنے مرتسم کی طرف دیکھا۔۔ اسکی سرخ آنکھوں میں خمار کی سرخی دیکھتے عینا نے ہولے سے لب ترکیے۔۔

اسکی اس حرکت پر مرتسم کے گلے کی ہڈی ابھر پر مدھم ہوئی تھی۔۔۔ اسے شدت سے اسکے ہونٹوں کا جام پینے کی طلب ہوئی تھی۔۔

وہ اسکے مزاحمت کو نظر انداز کرتا اس پر جھکا تھا۔۔۔ اس کے کانپتے ہونٹوں کو اپنی ہونٹوں کی گرفت میں لے گیا۔۔۔

قطرہ قطرہ اسکے ہونٹوں کا جام پیتے وہ مدہوش ہوا تھا۔۔۔ عینا اس کی شدت پر کانپ کر رہ گئی۔۔۔ قدموں کی آواز نزدیک سے نزدیک تر ہو گئی تھی۔۔۔ پھر اسے دروازہ ان لاک ہونے کی آواز آئی۔۔۔

وہ سختی سے آنکھیں میچی مرتسم کو پیچھے کرنے کے لئے کسمسائی۔۔۔ جو ہر چیز سے بیگانہ اسے ہونٹوں پر جھکا ہوا تھا۔۔۔

دروازہ نوک ہونے اور اس کی سخت مزاحمت پر مرتسم نرمی سے پیچھے ہوا تھا۔۔۔ عینا گہرے سانس بھرتی اسکے حصار سے نکلی تھی۔۔۔

اسنے خود سے دروازے پر ہوتی دستک اور پھر مرتسم کو دیکھا تھا۔۔۔

ش۔ شاہ پلیر جائیں۔۔۔ وہ اسکے پاس آتی سرگوشی میں بولی تھی۔۔۔

مرتسم نے ایک نظر اسکے سرخ چہرے کو دیکھا وہ لب بھنج گیا۔۔۔

عینا۔۔۔ ولی نے ابکی بار اسے آواز دی تھی۔۔۔

شاہ عینا نے تیزی سے اسے بالکنی کی طرف دھکیلا تھا۔

پلیز جب تک ولی جائیں نا باہر مت آئیے گا۔ وہ اسے بالکنی کے ایک سائیڈ پر بھاری سرگوشی میں بولی تھی۔

جبکہ مرتسم گہری نظروں سے بس اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
عین۔۔ ولی نے سختی سے پکارا تھا۔

عینا بالکنی کا پردہ ٹھیک کرتی اپنا ڈوپٹہ اٹھاتی تیزی سے دروازے کی جانب بڑھی تھی۔ گہری سانس بھرتے اسنے دروازہ کھولا تھا۔

ولی جو کب سے نوک کر رہا تھا۔ اسے ایسے ہڑبڑائے دیکھ حیران ہوا۔
کب سے نوک کر رہا تھا میں۔ دروازہ کیوں نہیں کھول رہی تھی۔
وہ کھانے کی ٹرے ٹیبل پر رکھتا بولا۔ عینا نے ایک چور نظر بالکنی کے پردے پر ڈالتے ولی کو دیکھا۔

وہ میں سو رہی تھی۔ انگلیاں چٹختے کہا تھا۔

ولی نے اسے یوں گھبراتے دیکھ گہری سانس بھری۔

ناراض ہو مجھ سے۔۔ اس کے پاس ہاتھ اس کے ہاتھ تھامتے بولا۔۔

عینا نے اسے دیکھتے نفی میں سر ہلا دیا۔۔

ایم سوری میرا بچہ لیکن یہ ضروری تھا تمہاری آگے آنے والی زندگی کے

سکون کے لئے وہ اس کے سر پہ بوسہ دیتا بولا۔۔

عینا نے اپنے سر پہ رکھا اسکا ہاتھ تھامتے جھک کر عقیدت سے بوسہ دیا

تھا۔۔۔۔

کہتے ہیں بھائی صرف وہی ہوتا ہے جس سے خون کا رشتہ ہو۔۔

لیکن اپنے تو بھائی بن کے دکھایا خون کے رشتے کے بغیر۔۔

بھائی کا ہر فرض نبھایا ہے میرا محافظ بن کے دکھایا ہے۔۔

اپنے تو تب میرا ساتھ دیا جب خون کے رشتے بھی ساتھ چھوڑ گئے

تھے۔۔ اپنے تو زمانے کی روندی کوئی لڑکی کو جینا سکھایا ہے۔۔۔

مجھ پر آپکا ہر فیصلہ اور آپکا احترام فرض ہے ولی۔۔ اپ میرے لیے بہت معنی

رکھتے ہیں۔۔ سب سے بڑھ کر مجھے آپسے عقیدت ہے۔۔

وہ نم لہجے میں بولتی جا رہی تھی۔۔ اسکا ایک ایک لفظ ولی کو اپنے دل میں اترتا محسوس ہوا۔۔

جبکہ مرتسم بھی لب بھینچے سن رہا تھا۔ وہ جانتا تھا ولی اس کے لئے کیا ہے اس کے لئے ولی سے بڑھ کو کچھ نہیں۔۔

اپکاہر حکم سر آنکھوں پر۔۔ آپ میرے لیے جو بھی فیصلہ لیں گے مجھے قبول ہے۔۔ وہ بھاری ہوتے دل سے اسے دیکھتی بولی تھی۔۔

ولی نے نرمی سے اسے اپنے حصار میں لیتے اسکا سر چوما۔۔ میں تمہارے اس مان کو کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گا میرا بچہ۔۔ تمہارے لیے لیا گیا میرا ہر فیصلہ تمہاری خوشیوں کی طرف قدم بڑھائے گا۔۔

وہ نرمی سے اسکا سر تھپکتے بولا تھا۔۔

عینا نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے اثبات میں سر ہلایا تھا۔۔

او کھانا کھاؤ شاباش۔۔ ولی اسے اپنے سامنے بٹھاتا بولا۔۔

کھانے سے اسے مر تسم کا یاد آیا سنے بھی غصے میں کھانا نہیں کھایا ہو گا۔
اپنے کھایا۔ وہ ولی کو دیکھتی بولی تھی۔۔ زہن میں مر تسم بھی گھوم رہا تھا۔
میں کھالوں گا تم کھاؤ۔۔ ولی نرمی سے اسے دیکھتا مسکرا رہا۔۔

عینا نے زبردستی اسکے ہاتھ سے ایک نوالہ کھایا تھا۔۔ ورنہ اسکا زرا دل نہیں
چاہ رہا تھا مر تسم کے بغیر کھانے کو۔۔

ولی نے ابھی دوسرا نوالہ بنایا ہی تھا کہ اسکا فون بجنے لگا۔
اسنے فون کو دیکھتے عینا کو دیکھا۔۔ تم کھاؤ مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔۔
جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔۔ وہ اسے دیکھتا بولہ۔۔

عینا نے اثبات میں سر ہلایا۔۔ اپ بے فکر ہو کر جائیں ولی میں کھالوں
گی۔۔ اپ بھی یاد سے کھا لیجیے گا۔۔

وہ اسے جاتے دیکھ بولی تھی۔۔

ولی اسکے سر پہ ہاتھ رکھتے چلا گیا۔۔

اسکے جاتے ہی عینا نے تیزی سے اٹھتے دروزی لاک کیا تھا۔۔

جلدی سے بالکونی کی طرف قدم بٹھاتے اسنے پردہ پیچھے کیا۔۔

مر تسم کسی گہری سوچ میں گم تھا اسے ولی کے جانے اور عینا کے آنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔۔

شاہ۔۔ عینا نے اسکا بازو ہلایا۔۔ آجائیں ولی چلے گئے۔۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑتی کمرے میں لے آئی۔۔

کھانا کیوں نہیں کھایا آپ نے۔۔ مر تسم ویسے ہی پڑے کھانے کو دیکھتے بولا۔۔

آپ نے بھی تو نہیں کھایا ہو گا۔۔ وہ خفگی سے اسے دیکھتی بولی۔۔

مر تسم نے اسکا پکڑتے اپنے سامنے بٹھایا اور نوالے توڑتے اسے کھلایا۔۔ اگلا نوالہ اسکی طرف بڑھایا تو وہ نفی میں سر ہلاتی اسے منہ میں ڈال گئی۔۔ وہ اسے چھوٹے چھوٹے نوالے کھلاتا رہا ساتھ خود بھی کھاتا رہا۔۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ اسے کھانا کھلا چکا تھا۔

شاہ۔۔ پانی عینا نے اسے بلایا۔

جی۔۔ وہ اسکی کلائیوں کو دیکھ رہا تھا جسمیں پٹی بندھی تھی۔

آپ پلیز ولی سے کچھ مت کہیے گا۔۔ وہ غصے میں ہیں کچھ دن تک انکا غصہ اتر

جائے گا تو میں بات کروں گی ان سے۔ لیکن پلیز آپ ابھی کچھ مت کہیے

گا۔۔ میں نہیں چاہتی میری وجہ سے آپ دونوں کی دوستی دشمنی میں بدل

جائے۔۔ وہ اسکے ہاتھ تھامتی دھیمے لہجے میں بولی۔

مر تسم نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

اسکی سو جھی آنکھوں کو دیکھتے مر تسم نے نرمی سے اسکی پلکوں کو انگلی سے

چھوا۔

آپکو نیند کی ضرورت ہے عینا سو جائیں۔۔۔۔ وہ اسکے دائیں گال کو ہاتھ سے

سہلاتے بولا۔

عینا نے اپنی بات نظر انداز ہونے پر خفگی سے اسے دیکھا۔

مر تسم نے گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے اسے دیکھا جو خفگی سے نظریں
پھیر چکی تھی۔۔

اچھا ٹھیک ہے جیسے آپ کہیں ویسے ہی ہو گا۔۔ وہ اس کا چہرہ اپنی طرف کرتا
بولا۔۔

پر امس۔۔ ہنوز خفگی سے اسے دیکھتے کہا۔۔

پکا پر امس۔۔ مر تسم نے اس کی ناک دباتے کہا۔۔

چلیں اب سو جائیں۔۔ وہ اس کا رخ بیڈ کی طرف کرتے بولا۔۔

آپ۔۔ عینا نے اس کی طرف دیکھا۔۔

آپ سو جائیں آپ کے سونے کے بعد چلا جاؤں گا۔ اس پر بلیںکیٹ سہی کرتے
کہا۔۔

اس کے پاس بیٹھتے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتا رہا۔ کچھ ہی دیر میں وہ گہری نیند
میں جا چکی تھی۔۔

مر تسم یک ٹک اسکے چہرے کو دیکھے گیا۔ جانے کیوں اسے بہت بے چینی سی
ہو رہی تھی۔۔ بہت کچھ غلط ہونے کا احساس شدت سے سے ہو رہا
تھا۔۔ لیکن وہ سر جھٹکتا عینا کو دیکھتا رہا۔۔

اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ کب تک اسے دیکھتا رہا۔

اچانک اسکی نظر گھڑی ہر پڑی جو رات کے دو بجار ہی تھی۔

وہ حیران ہوا تھا کہ اسے بالکل احساس نہیں ہوا کہ وہ کتنی ہی دیر اسے یوں بیٹھے
دیکھتا رہا۔

ایک نظر اس سوئے وجود پر ڈالتے مر تسم نے جھک کر اسکے سر چوما۔ اس پر
بلینکیٹ ٹھیک کرتے وہ جس راستے آیا تھا اسی راستے سے واپس لوٹ گیا۔



ٹیرس پر کھڑے ولی نے سلگھتی نظروں سے مرتسم کو جاتے دیکھا تھا۔ وہ
اسی وقت جان گیا تھا عینا کے کمرے میں مرتسم کی موجودگی کو لیکن وہ چپ
رہا۔ اس کے دماغ میں بہت کچھ چل رہا تھا۔

اسے اپنی بہن کے خوشحال مستقبل کے لئے یہ قدم اٹھانا ہی تھا۔
گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے اس نے اپنے فیصلے پر ارادہ پکا کر لیا تھا۔



صبح ہوتے ہی ولی عینا کو خود ہو سہیٹل چھوڑ آیا تھا۔۔۔
اور اسے سختی سے مرتسم سے دور رہنے کی تاکید کی تھی۔۔۔ وہ اس سے فون پہ
بھی بات نہیں کرے گی۔۔۔ وہ اسے اپنی قسم دیتے یہ کہہ گیا تھا کہ عینا بس
بے بسی سے اسے دیکھتی رہی۔۔۔

اس نے ولی کے لاکھ کہنے کے باوجود صبح کا ناشتہ نہیں کیا۔ صرف ایک کپ کافی
کا پیا تھا۔ صبح اسے ناشتہ مرتسم زبردستی خود کرواتا تھا۔ پھر چاہئے وہ خود

آفس کے لئے لیٹ ہو جائے یا اسے کسی ضروری کام سے جانا ہو لیکن عینا کو
ناشتہ اپنی موجودگی میں کی کرواتا تھا۔

عینا کو اسکے بغیر ناشتہ کرنے کی عادت ہی نہیں تھی اس لیے وہ بغیر ناشتے کے
ہی آگئی۔



امن آج پورے ایک ماہ بعد گھر آیا تھا۔۔۔ آج وہ سیدھا اپنے کمرے میں
اگیا۔۔۔ اسے لگانورین شائید گھر پہ نہیں ہے۔۔۔

اپنا کبڈ کھولتے اسنے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو سامنے ہی اسے مطلوبہ چیز
مل گئی۔ جسے دیکھتے اسکے چہرے پر دلکش مسکراہٹ آگئی۔۔۔
ہاتھ بڑھا کر اس نیلے آنچل کو کھینچتے وہ اسے لیے بیڈ پر گرا۔

کچھ دیر اس نیلے آنچل کو ہاتھ پکڑتے دیکھتا رہا۔

اس دن جب وہ اسے اپنے چہرے پر پھیلا کے سویا تھا اتنی سکون کی اور گہری
میں وہ آج تک نہیں سویا تھا۔

وہ جس سکون کے لئے ترستا تھا وہ سکون اسے پاکیزہ آنچل میں ملا تھا۔
اسکا دل دھڑکا تھا یہ سوچتے کہ جس آنچل میں اتنا سکون تھا اسکے پہلو میں کتنا
سکون ہوگا۔

بے ساختہ اسے اسکی گود میں سر رکھ کر سونے کی خواہش ہوئی تھی۔
لیکن وہ صرف خواہش تھی صرف خواہش۔

نرم گرم نظروں سے اسے دیکھے اسنے وہ دوپٹا اپنے چہرے پہ پھیلا یا اور سکون
سے آنکھیں موند گیا۔



وہ گہری نیند میں تھا جب کسی نے اسکا بازو ہلایا۔ اسنے مندی مندی آنکھیں
کھولیں سامنے نورین کودیکھتے وہ اٹھا لیکن اسکے ہاتھ میں اس نیلے آنچل کو
دیکھتے اسکا دل دھک سے رہ گیا۔

نورین سخت نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

امن نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے اسے دیکھا۔

کیا ہے یہ امن۔۔ نورین سنجیدگی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

کیا سمجھوں میں اس سے۔۔ وہ تیکھی نظروں سے اسے دیکھتے بولی۔

امن لب چباتے اسے دیکھا رہا۔

امن کچھ پوچھ رہی ہوں میں۔۔ نورین کی آواز اونچی ہوئی تھی۔

کیا یہی سکھایا ہے میں تمہیں۔ یہی تربیت کی ہے مینے۔ ایک غیر محرم لڑکی

کا ڈوپٹہ آخر کیا کر رہا تھا تمہارے پاس۔

وہ اچھے سے جانتی تھی کہ یہ ڈوپٹہ کسکا ہے۔

کیا وہ جانتی ہے کہ اسکا ڈوپٹہ تمہارے پاس ہے۔ اسنے سختی سے پوچھا۔

امن نے لب بھنچے نفی میں سر ہلا دیا۔

امن تم۔۔ نورین اسے کچھ کہہ ناسکی۔۔

تم جانتے بھی ہو کہ اگر اسے پتہ چل جائے کہ اسکے سر کی عزت ایک غیر

محرم کی پاس یوں ہے تو وہ کیا سوچے گی۔۔

کیا کر کیا رہے ہو تم امن۔۔ نورین نے اونچی آواز میں اس سے کہا تھا۔

پتہ نہیں۔۔ وہ گہری سانس بھرتا بولا تھا۔

مجھے خود سمجھ نہیں آرہا آپی کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ۔۔ وہ جب جب

میرے سامنے آتی ہیں۔ مجھے جیسے سپینوٹائیز کر دیتی ہیں۔۔ انکے اس پاس

ہونے سے سکون کا احساس ہوتا ہے۔۔

پہلے تو نظریں نہیں ہٹتی تھیں۔ لیکن اب نظریں خود بہ خود انکے احترام میں

جھک جاتی ہیں۔۔

آپی وہ مجھے نکارہ بنا رہی ہیں۔ ہر پل مجھے دکھائی دیتی ہیں میری سوچ میں رہتی

ہیں۔۔ وہ بے بسی سے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑتا بولا۔۔

نورین نے نرم نظروں سے اسے دیکھا۔

مجھے لگا تھا تمہیں محبت ہو رہی اس سے لیکن امن تم تو عشق کی حدود سر کر آئے ہو۔

وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں اسے دیکھتے بولی تھی۔

امن کا وجود ساکت رہ گیا۔ عشق۔۔ وہ زیر لب بڑبڑایا۔

نہیں میں کسی سے کوئی محبت، عشق نہیں کر سکتا۔

وہ تیزی سے نفی میں سر ہلاتا بولا۔

یہ کرتے تھوڑی ہیں امن یہ تو خود بخود ہوتا ہے۔ پہلے دل میں اور پھر دل

سے روح میں خود بخود سرایت کر جاتا ہے۔ وہ مسکراتے بولی تھی۔

امن نے عجیب نظروں سے انہیں دیکھا۔

لیکن آپی میں تو براہوں۔۔ میرا وجود گناہوں سے لبریز ہے جبکہ وہ۔ وہ تو پاکیزہ ہیں بلکہ اس کے پہلے قطرے کی طرح صاف شفاف۔ مجھے کیسے ان سے محبت ہو سکتی ہے۔۔

وہ اسکے چہرہ آنکھوں میں بھرتے بول تھا۔

یہ محبت بھی تو ایسے ہی ہوتی ہے امن شفاف بلکل بارش کے پہلے قطرے کے طرح جسے یہ بھی نہیں پتہ کہ کہاں گرنا ہے وہ تو بس ہو جاتی ہے یہ نہیں دیکھتی کہ اسکے ساتھ نصیب جڑا ہے یا نہیں یا پھر یہ برا ہے اور یا اچھا وہ تو بس ہو جاتی ہے۔۔

نورین نے دھیمے لہجے میں اس سے کہا تھا۔

وہ اسکی بات کی گہرائی سمجھتا یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

لیکن میں تو ان سب پر یقین نہیں رکھتا۔ وہ دھیمے لہجے بولا تھا۔

محبت مرضی سے نہیں ہوتی امن یہ نصیب میں لکھی ہوتی ہے کسی کے لئے
رزق کی طرح تو کسی کے لیے روگ کی طرح۔۔

اور یہ جو عشق ہے نا امن یہ انسان کے اندر سے "میں" ختم کر کے اسے حوش
و حواس سے بیگانہ کر دیتا ہے۔۔ یہ اپنے بس میں نہیں ہوتا امن۔۔ بلکل
ویسے ہی جیسے۔

بلھے شاہ کو اس عشق نے نچایا۔۔

خدا دیکھتا رہا۔ لیکن اس عشق نے خدا کو اپنے محبوب کے سامنے ہر پردہ
گرا نے پر مجبور کر دیا۔۔

یہ عشق فنا کر دیتا ہے۔۔

نورین نے ٹرانس کی کیفیت میں کہا تھا۔۔

کیا وہ میرے نصیب میں ہیں۔۔ وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔۔

نورین نے چونک کر اسے دیکھا

اللہ نے چاہا تو ضرور وہ مسکراتے بولی تھی۔۔

امن مسکرا بھی ناسکا۔۔ اسنے تو آج تک کبھی کوئی نیکی نہیں اسنے تو بس برے
کام کیے ہیں پھر وہ کیونکر اسے اسکی من چاہی ہستی دے گا۔
وہ تو خدا پر سے یقین کھو چکا تھا نا۔۔ اسنے کبھی دعائے تک نہیں مانگی پھر کیسے وہ
اسے عطا کرے گا۔۔
وہ نظریں چرا گیا۔۔

میں دعا کروں گی امن خدا سے تمہارے نصیب میں لکھ دے۔۔ نورین نے
مسکراتے کہا تھا۔۔

اس سے پہلے کہ امن کچھ کہتا دروازہ نوک ہوا تھا وہ دونوں چونک گئے۔۔
میم وہ باہر کوئی لڑکی ملنے آئی ہے اے۔۔
مجھ سے۔۔ نورین نے حیران ہو کر پوچھا۔۔

شاید کوئی سٹوڈنٹ ہو۔۔ وہ خود سے بڑبڑائی۔۔ اسکی اکثر سٹوڈنٹس اس
سے ملنے گھر آتی رہتی تھیں۔۔

وہ باہر آگئی۔۔

لیکن سامنے عینا کو دیکھتے وہ حیران ہوئی۔۔ پھر اسے یاد آیا وہی تو اسے اتنے دن سے بلارہی تھی۔۔

اسلام و علیکم۔۔ عینا نے اسے دیکھتے مسکراتے کہا تھا۔۔
و علیکم اسلام!!! کیسی ہو۔۔ وہ اس سے ملتے بولی۔۔

میں بالکل ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں۔۔

میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔۔ تم نے تو اچانک آکر مجھے حیران کر دیا۔۔ اور خوش بھی۔۔ نورین مسکراتی بولی تھی۔۔

آپ ہی تو اتنے دن سے مجھے آنے کا کہہ رہی تھی۔۔ اج اس طرف سے گزر رہی تھی تو سوچا ملتی جاو۔۔ اور یہ بکس جو اپنے منگوائے تھی۔۔
عینا نے اسکو بکس دکھاتے کہا۔۔

بہت شکریہ۔۔ میں یہ بکس کب سے ڈھونڈ رہی تھی۔۔
نورین بکس کو دیکھتی بولی۔۔

اس سے پہلے کہ عینا سے کچھ کہتی۔۔

کوئی سیڑھیوں سے تیزی سے بھاگتا نیچے آیا تھا۔۔

عینا نے یو نہی چہرہ موڑ کہ دیکھا تو وہ ساکت رہ گئی۔۔

پل میں اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔۔

امن جو نورین کا فون دینے آیا تھا۔ سما نے عینا کو دیکھتے خود بھی ساکت ہوا تھا۔۔

نورین بھی پریشانی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

یہ۔۔ عینا نے نورین کو دیکھا۔۔

عینا یہ میرا بھائی ہے امن۔۔ تم جانتی کو کیا اسے۔۔ نورین زبردستی مسکراتی بولی تھی۔۔

یہ آپکا بھائی ہے۔۔ عینا نے بے یقینی سے کہا تھا۔۔

اسکے لہجے کی بے یقینی دیکھتے امن نے لب بھینچے تھے۔۔

عینا کی آنکھوں میں یکدم تنفر ابھرا تھا۔ اس نے امن کو دیکھتے سختی سے لب
بھینچے تھے۔

ٹیبیل سے اپنا فون اٹھاتے وہ جانے لگی لیکن نورین نے سرعت سے اسکا ہاتھ
تھاما تھا۔

رکومیری بات سنو عینا۔ وہ گھبرائے لہجے میں بولی تھی۔
کیا ہوا ہے تم ایسے کیوں جا رہی ہو۔ وہ یکدم انجان بنتے بولی تھی۔
امن نے ضبط سے اسے دیکھتے قدم موڑ لیے۔ اگلے ہی پل وہ تیزی سے گھر
سے ہی باہر چلا گیا۔

آپ نہیں جانتی آپکا بھائی کام کیا کرتا ہے۔ عینا نے تیکھے چٹوٹوں سے
گھورتے کہا تھا۔

نورین نے گہری سانس بھری۔

میرا بھائی جو بھی کام کرتا ہے اس سے میرا کیا لینا دینا عینا۔ ویسے بھی وہ آج جو
بھی اپنی مرضی سے نہیں ہے حالات نے اسے ایسا بنایا ہے۔

وہ سر جھٹکتی بولی تھی۔۔

عینانے چونک کر اسے دیکھا۔۔

کیا مطلب۔۔ وہ ابھی تھی۔۔

نورین نے اسکا ہاتھ پکڑتے اسے اپنے سامنے بٹھایا اور بولنے لگی۔۔

سولہ سال کی تھی میں جب اس گھر میں آئی تھی تب امن صرف چار سال کا تھا۔۔

گھر میں آئی تھی۔۔ رینازیر لب بڑبڑائی۔۔

نورین دور کہیں ماضی میں کھو گئی۔۔

: ماضی

نورین اور امن کے ماں باپ کی ایک حادثے میں موت ہو گئی تھی۔۔ اس کے

بعد سے نورین اس گھر میں آ گئی۔۔

امن صرف چار سال کا تھا۔۔ زمان امن کا سوتیلا بھائی تھا۔۔ اسکے باپ نے
دو شادیاں کی تھیں۔ وہ شروع سے ہی غلط لوگوں سے ملتا جلتا تھا۔۔
امن کو تو نورین نے بڑی بہن کی طرح سنبھال لیا۔ لیکن نورین کے اٹھارہ
کے ہوتے ہی زمان نے اس سے نکاح کر لیا۔۔ کیونکہ مرد خود چاہئے جتنا بھی
برا ہو بیوی انہیں خاندانی ہی چاہئے ہوتی ہے۔۔
کچھ ہی ماہ میں نورین اک نشہ اس پر سے اتر گیا۔ وہ آئے روز مار پیٹ کرتا
تھا۔۔

امن چھوٹا تھا وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ لیکن نورین سے جب اسکے چہرے کے
نشانوں کی وجہ پوچھتا تو کسی ناکسی طرح ٹال دیتی۔۔
جیسے جیسے وہ بڑا ہونے لگا۔ شماں اسے اپنے ساتھ لے جانے لگا۔ اسے غلط
لوگوں سے ملاتا۔ امن کو یہ سب اچھا نہیں لگتا تھا۔۔
لیکن پھر بھی زمان اسے لے جاتا۔۔

امن براہوتا جارہا تھا نورین کی تربیت کا اثر تھا کہ اسے صحیح غلط کی پہچان اچھے سے تھی۔ اسنے زمان کے ساتھ جانے سے منع کر دیا۔

زمان نے اسے اس دن بہت مارا۔ نورین نے چھڑاوانے کی کوشش کی لیکن فائدہ نہیں ہوا۔

اسکے بعد کتنے ہی دن دونوں کو بھوکا پیاسا رکھتا۔ مارتا پیٹتا۔ جب تک کہ امن اسکے ساتھ ناگیا۔

امن تھک ہار کر نورین کے لئے اسکے ساتھ چلا گیا۔ جہاں اسے گن چلانا سکھایا جاتا۔ خنجر بازی سکھایا جاتی۔ اسمیں سفاکی بھری جاتی۔

زمان سے اسے یہی بتایا تھا کہ اسکے ماں باپ کو کسی نے اپنی دشمنی میں جان بوجھ کر مار دیا۔

جسکے بعد وہ اب بدلہ لینے کے لئے خود کو اور مضبوط کرتا جارہا تھا۔

آئے روز مار پیٹ، قتل کرنا، لوگوں کو ڈرانا دھمکانا اسکے لئے عام بن گیا۔

لیکن پھر جب اسے اٹلی کا ایک گینگ اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا تو امن نے
نورین کو طلاق دینے کی شرط رکھی تھی جو کنگ نے مان لی۔۔
اسکے بعد امن لوٹا تو بیسٹ بن کے لوٹا تھا۔۔
اب وہ خود اٹلی پر حکومت کرتا تھا۔

زمان جس کام میں اسے زبردستی کے کر گیا تھا آج وہ وہاں کا بادشاہ بنا بیٹھا
تھا۔۔

سفاکیت میں اول موت سے بے خوف تھا وہ۔۔



نورین چپ ہو گئی۔ لیکن عینا ابھی تک ساکت تھی۔۔ وہ کیا سمجھ رہی تھی
اسے اور وہ کیا نکلا۔۔ اسے زبردستی بیسٹ بنایا گیا تھا۔۔
وہ برا نہیں تھا برا بنایا گیا تھا۔۔ نہیں وہ اب بھی برا نہیں ہے۔ اسمیں صرف
کچھ برائیاں ہیں۔۔

وہ خالی زہن سے سوچ رہی تھی۔۔

بنا کچھ بولے وہ وہاں سے لوٹ آئی۔ اسی کے بارے میں سوچتی رہی کہ اسے
کسی چیز کا خیال ہی نہیں رہا۔۔



عینا پورا دن اسی کے بارے میں سوچتی رہی لیکن اسے وہ کہیں سے بھی اپنا
مجرم نہیں لگا۔ وہ صنف نازک سے دور رہنے والا بندہ تھا۔ باقی ڈر گز کا جو
کام کرتا اس کا عینا سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔۔

رات میں جب وہ گھر آئی تو مر تسم نے اسے بے تحاشہ کالز کیں لیکن ولی کو
قسم کو دیکھتے وہ بے بسی سے روتے فون کو دیکھتی رہی۔۔

مر تسم اسکے فون نا اٹھانے پر لب بھینچ گیا۔۔ وہ جانتا تھا ضرور کوئی نا کوئی وجہ ہوگی۔۔ ولی نے گھر کے گرد سیکورٹی تنگ کر دی تھی۔ سپیشلی عینا کے کمرے کے باہر۔۔

مر تسم کے لئے اس سیکورٹی کو توڑنا دو منٹ کا کھیل تھا لیکن وہ عینا کا مان نہیں توڑ سکتا تھا۔۔

ویسے بھی یہ سب کر کے ولی کا غصے اور بڑھتنا نا کہ کم ہوتا۔۔ وہ بے بسی سے سوچتا رہ گیا۔۔



اگلے دن جب وہ ہو سپٹل واپس آئی تو باسط نے اسے اپنے کیمین میں بلایا تھا۔ ڈاکٹر باسط اسے کچھ امپورٹنٹ پوائنٹس سمجھا رہا تھا۔ جب بلال جو کہ کبیر لوگوں کی مخبری کرتا تھا اسکا فون آنے پر وہ دونوں ہڑا کر وہاں سے نکلے تھے۔۔

مخصوص جگہ پہنچتے وہ لوگ بلال سے ملے تھے جس نے انہیں ایک کارڈ دینے کے لئے بلایا تھا۔ جسمیں کچھ پرنٹس اور کچھ ثبوت تھے۔



بہت اچھے بلال تم اپنی ڈیوٹی بہت اچھے سے نبھا رہے ہو۔ باسٹ نے اسکا کندھا تھپتھپاتے کہا تھا۔

اس نے وہ کارڈ عینا کو دیا عینا نے پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اسکی نظر سامنے کھڑی اپنی گاڑی کے شیشے پر گئی وہ ساکت رہ گئی اسکا بڑھا ہوا اتھارک گیا۔ وہ چھوٹا سا کارڈ اس کے ہاتھ سے نیچے جا گرا۔

باسٹ اور بلال نے چونک کر اسے دیکھا۔

عینا کیارہی ہیں آپ دھیان سے۔۔ باسٹ نے جھک کر نیچے سے کارڈ اٹھایا۔ لیکن عینا ہنوز ایک ہی پوزیشن میں سٹل تھی۔

عینا۔۔ باسط نے اسکا کاندھا ہلایا۔۔

وہ ڈر سے اچھلی۔۔

کیا ہوا۔۔ وہ دونوں اس کے ریکشن پر حیران ہوئے۔۔

عینا نے سرعت سے مڑ کے پیچھے دیکھا تھا۔۔ وہ اسکی آنکھوں کا دھوکا نہیں تھا

وہ وہی تھا۔۔ ہاں وہ وہی تھا انو اسکا مجرم۔ انوشے کا قاتل ایک

ریپیٹ۔۔ ہاں وہ عارض تھا۔۔ اسکا وجود زلزلوں کی زد میں آگیا۔۔

تم دونوں نے غلط کہا تھا۔۔ وہ بڑ بڑائی۔۔

اسے کچھ دن پہلے نورین اور باسط سے ہونے والی گفتگو یاد آئی۔۔

بیسٹ کے مطابق جو بھی کچھ ہم سوچ رہے تھے ویسا ہی نہیں۔۔ وہ اٹلی کا

بادشاہ ہے۔ اٹلی میں حکومت کرتا ہے۔۔ اسکا لڑکیوں کی سمگلنگ سے یارپ

ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ انفیکٹ پچھلے ہفتے جو لڑکیاں پولیس کو ملیں تھیں

ان میں سے ایک نے بیان میں بیسٹ کا نام دیا ہے۔۔ اسکا مطلب ہے کہ اسکا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔۔

ہاں ٹھیک ہے وہ قاتل ہے، قتل کرتا ہے ڈر گز سپلائے کرتا، اٹلی کا ہر انسان اسکے نام سے کانپتا ہے لیکن وہ ہمارا مجرم نہیں ہے۔۔۔
باسط اور بلال نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

عینا آپ ٹھیک ہیں۔ وہ اسکی بڑ بڑاہٹ پر فکر مندی سے اسے دیکھتا بولا۔۔
عینا نے دونوں کو دیکھتے اپنا ہاتھ اٹھاتے سامنے کی طرف کسی کو پوائنٹ کیا تھا۔۔

باسط اور بلال کو جھٹکا لگا۔۔

وہ امن تھا۔۔ دنیا کی نظر میں ایک بزنس مین امن ملک۔ اور جرم کی دنیا کا بادشاہ بیسٹ۔۔

لیکن اسکے ساتھ کھڑے انسان کو وہ لوگ نہیں پہنچانتے تھے۔۔

لیکن عینا اچھے سے پہچان چکی تھی۔۔ اسکا وجود کپکپا رہا تھا۔۔ اس کے سختی سے
ہونٹ بھنجے۔۔

اسے پہلے خوف محسوس ہوا، پھر اسے رونا آنے لگا لیکن آہستہ آہستہ انہیں
دیکھتے اسے غصہ آنے لگا۔۔



امن نے عارض کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے خود سے لگایا۔۔
امن کے لئے وہ ستائیس سالہ مرد نہیں آج بھی سات سالہ بچے جیسا تھا۔۔
جسکو اس نے بنایا تھا جسکی پرورش اس نے خود کی تھی۔ لیکن اسے اپنے جیسا نہیں
بنایا تھا۔۔ اس نے اسے ایک عام مرد جیسا بنایا تھا۔۔
اپنی دنیا سے بہت دور رکھا تھا اسے۔۔ لیکن یہ اسکی غلط فہمی تھی۔۔

تم فکر مت کرو تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ پولیس کو جو غلط فہمی ہے وہ بہت جلد ختم ہو جائے گی۔۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔۔

امن نے اسکے بال بگاڑتے کہا تھا۔

اسکا کہنا تھا کہ اسکے دوستوں نے کسی لڑکی کو تنگ کیا تھا جس نے انکی بلیک میلنگ سے تنگ آکر خود کشی کر لی اسکے گھر والوں نے پولیس کیس کر دیا اب اپنے دوستوں کے ساتھ وہ بھی پھس رہا تھا۔

لیکن امن بغیر تحقیق کیے اسکا ساتھ دے رہا تھا کیونکہ وہ اس پہ اندھا اعتماد کرتا تھا۔

اب جاؤ اپنے کام پر دھیان دو۔ کسی کو بھی ہمارے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلنا چاہیے میں سب سنبھال لوں گا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو بھی عارض اور اسکے ریلیشن کا پتہ چلے کے اسکی وجہ سے عارض کی جان کو کوئی خطرہ ہو اس لیے اسنے اسے دور یہاں شہر کے کونے میں ملنے بلایا تھا۔۔

او کے بھائی۔۔ عارض اس سے ملتا جا چکا تھا۔۔

امن نے ادھر ادھر دیکھتے آنکھوں میں گلاسز چڑھائے

وہ بھی مڑا ہی تھا کہ کسی نازک ہاتھ کا زور دار تماچہ اسکے منہ پر پڑا۔۔

وہ ابھی سنبھلتا ایک اور تھپڑ اسکے گال کی زینت بنا تھا۔۔

دور کھڑے اسکے گارڈالرٹ ہوئے تھے۔۔

امن نے سیدھے ہوتے سامنے والے کو دیکھا تو وہ ساکت ہو گیا۔۔

اسکے گارڈز جو آگے بڑھ رہے تھے اسکے اشارے پر واپس مڑ گئے۔۔

اور کتنا گرو گے تم۔۔ کتنا بچاؤ گے اپنے اس وحشی بھائی کو۔۔ وہ تنفر سے اسے

دیکھتی چیخی تھی۔۔

اسکے پہنچنے سے پہلے ہی عارض تو جا چکا تھا لیکن امن اسکے سامنے تھا۔۔

میں سوچتی تھی تم برے ہو لیکن اتنے بھی نہیں شاید تمہیں لڑکیوں کی عزت کرنے کا پتا ہے جو تم نے دوبار جانے کتنی ہی لڑکیوں کو بچایا ہے۔۔
مجھے لگا تھا شاید تمہیں حالات نے ایسا بنا دیا ہے۔۔

لیکن تم تو ایک وحشی کو پناہ دیے ہوئے ہو۔۔ اسکی تربیت کر رہے ہو۔۔
تم۔۔ تم تو اسے پولیس سے بچا رہے ہو تاکہ وہ آئے روز ایک فی انوشے کو مار سکے۔۔ اسکو روند سکے۔۔

وہ نفرت سے اسے دیکھتی ڈھاڑی تھی۔۔
امن جو جھکی نظروں سے اسے سن رہا تھا۔۔
عارض کے بارے میں یہ اب سنتے اسکی بس ہوئی تھی۔۔
بس۔۔ وہ دھاڑا۔۔

میں آپکی عزت کرتا ہوں آپکو کچھ کہہ نہیں رہا تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ آپ کسی کے بارے میں کچھ بھی بولیں گی۔۔

آپکی دشمنی مجھ سے میرے بھائی سے نہیں۔۔ تو اس معصوم کو بیچ میں مت
لائیں۔۔ کیا کیا ہے اسنے۔۔

وہ دبی آواز میں چیخا تھا۔۔

عینا اسکے معصوم بولنے پر تنفر سے ہسی۔۔

باسط اور بلال بالکل چپ کھڑے معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

معصوم۔۔ اگر وہ معصوم ہے نا امن تو لعنت ہو دنیا کی معصومیت پر۔۔۔ وہ

معصوم ہے تمہاری نظر میں امن تو پھر میری معصوم انوکا کیا۔۔

اسکی معصومیت اور پاکیزگی کو وہ تمہارا معصوم بھائی نوچ گیا۔۔

وہ اسکو دھکا دیتی چیخی تھی۔۔ انسولمہ بالحمہ اسکے گالوں پر پھسلنے لگے تھے۔۔

تم پوچھتے ہو کیا کیا ہے اسنے برباد کر کے رکھ دیا اسنے مجھے۔۔

میری بہن کو میری آنکھوں کے سامنے اسنے۔۔۔

وہ آگے بول نہیں پائی۔۔ پھوٹ پھوٹ کر روتی وہ گھٹنوں کے بل اس سڑک

پر گری تھی۔۔

باسط اور بلال بھاگ کر اسکے پاس گئے تھے۔۔

سب کچھ۔۔۔ سب کچھ چھین لیا اسنے مجھ سے۔۔ میری بہن، میرے ماں

باپ، میرا بھائی میرا گھر، میری پہچان تک چھین لے گیا وہ۔۔۔

وہ ازیت سے بول رہی تھی۔۔

آنسو کا گولہ سا تھا جو حلق میں پھنسا تھا۔۔

امن اسے یوں دیکھتے پتھر کا ہو گیا۔۔ اسکا عارض وہ ایسے کیسے کر سکتا

یے۔۔ وہ تو لڑکیوں سے دور رہتا تھا۔۔ اسنے تو اسے ہمیشہ لڑکیوں کی عزت

کرنا سکھایا تھا۔۔

وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا تھا۔۔ وہ اس پر اندھا اعتماد کرتا تھا کیا وہ اس پر شک

کرے۔۔

لیکن سامنے کھڑی لڑکی وہ جھوٹ تو نہیں بول سکتی تھی۔۔

اسکی حالت تھی ہی نہیں جھوٹ بولنے والی۔۔

وہ ساکت کھڑا اس پر پیپر کو یوں بلکتے دیکھتا رہا۔

تمہارے بھائی نے مہرماہ شاہ کو برباد کر دیا ہے امن۔۔ وہ نفرت سے اسے دیکھتے ڈھاڑی تھی۔۔

باسط کے سہارے اٹھتی وہ وہاں سے جا چکی تھی۔ جبکہ امن خالی نظروں سے اسے لمحہ بالمحہ خود سے دور جاتا دیکھتا رہا۔

مہرماہ۔۔ بے آواز اس کے لب ہلے تھے۔ آنکھیں میچتے اسے کچھ پل گہری سانسیں کھینچیں۔۔

اس نے تو عارض پر نظر رکھنا ہی چھوڑ دیا تھا کہ اسے اس پر پورا یقین تھا۔
اس نے تیزی سے فون نکالتے ایک نمبر ملا یا۔

ضرار تمہیں کچھ بھیج رہا ہوں دو دن ہیں تمہارے پاس انکی ڈیٹلیمز میرے سامنے ہوں ورنہ اس سے اگلے دن کا سورج تم نہیں دیکھ پاؤ گے۔

وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔

دل میں جیسے قیامت کے آثار تھے۔۔

ضرور انہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔۔ میرا عارض ایسا نہیں ہے۔۔ وہ خود
سے بڑ بڑایا تھا۔۔



وہ جب سے آئی تھی کمرے میں بند تھی۔۔ بیڈ کے ساتھ نیچے گھٹنوں پر
تھوڑی ٹکائے کسی گہری سوچ میں گم تھی۔۔ اسکے اس پاس کی تصویریں
بکھری پڑی تھیں۔۔

سب کو لگتا تھا کہ وہ بھول چکی ہے۔ وہ مہرماہ شاہ سے مکمل عینا شاہ بن چکی
ہے۔ لیکن یہ وہی جانتی تھی کہ کتنا ازیت ناک تھا اپنی ذات کو مارنا۔ اپنی
پہچان دفنانا۔۔

سب کہتے تھے بھول جاؤ۔۔ دو سال گزر گئے اب بھول جاؤ۔ اگے بڑھ جاؤ۔۔

لیکن وہ سوچتی تھی کہ وہ کیسے بھول جائے اس وقت کو جب اسکی آنکھوں کے سامنے اسکی بہن جیسی دوست کی عصمت کو نوچا گیا۔۔ وہ کیسے معاف کر دے اس شخص کو جسکی وجہ سے وہ پچھلے دو سال سے اپنے ماں باپ کے لیئے تڑپ رہی تھی۔

ایسا نہیں تھا اسنے کوشش نہیں کی۔ اسنے بہت کوشش کی بھولنے کی۔۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ وقت کے ساتھ سب بھول جاتا ہے۔۔ لیکن اسے کیوں نہیں بھولتا۔۔

ماضی کا وہ دردناک لمحہ یاد کرتے آنسو پھر سے گال بگھونے لگے۔۔
نوشے تو کیوں چلی گی مجھے چھوڑ کر دیکھ تو کیا گی سب چلے گئے۔ تیری مہرا کیلی رہ گی۔۔

بابا آپ تو کہتے تھے آپ اپنی شہزادی کی شادی بھی بہت پاس کریں گے تو اتنی دور کیسے چھوڑ دیا اپنے مجھے۔۔

کیا آپ لوگوں کو میں یاد نہیں آتی ہوں گی۔۔ میری ماں انہیں کیسے یقین آیا ہو گا کہ انکی مہر مرچکی ہے۔۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی بول رہی تھی۔۔

ماں پلیز میرے پاس آ جائیں۔۔ مجھے اپنی آغوش میں چھپالیں جیسے بچپن میں کرتی تھیں۔۔

اللہ جی پلیز مجھے لوٹا دیں نامیری ماں۔۔ یا پھر میرے زہن سے سب کو مٹا دے۔۔

اللہ مجھے ماضی کی ازیت سے نجات دلادے۔۔ وہ تڑپ تڑپ کر روتی اللہ سے فریاد کرنے لگی۔۔

یاد ماضی عذاب ہے یا رب

چھین لے مجھ سے حافظ میرا



یہ کیا کیا تو نے۔۔ احمر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔

وہی جو کرنا چاہئے تھا۔ ویسے بھی اب یہ ہمارے کسی کام کا نہیں تھا۔۔ وہ

مرے ہوئے آدمی کے کپڑوں سے چاقو صاف کرتا بولا۔۔

میں چاچو کو کیا جواب دوں گا۔۔ غازی مجھے اوپر بھی جواب دینا پڑتا ہے۔۔ میں

اسے چھپا کر لایا تھا۔۔

وہ پریشانی سے بولا۔۔

احمر کی ٹیم نے کچھ دن پہلے ہی کنگ کے ایک آدمی کو پکڑا تھا۔ جسکی زبان

کھلوانا احمر کی ذمہ داری تھی۔۔

وہ غازی کے کہنے پر اسے کسی نا کسی طرح انکے مخصوص اڈے پر لے آیا تھا۔۔

لیکن غازی نے اس سے ساری انفارمیشن نکلواتے اسے مار دیا۔

احمر نے اسے گھوراتو وہ مزے سے کندھے اچکا گیا۔ جیسے اسے کوئی فرق ہی
ناپڑتا ہو۔۔



زر جان کہاں ہو۔۔ غازی شوپنگ بیگز صوفے پہ رکھتا بولا۔۔
وہ اسے ڈھونڈتا لان تک آیا تو میڈم پودوں کو پانی دینے میں مصروف
تھیں۔۔

زر کتنی بار کہا ہے آرام کیا کرو۔۔ وہ ماتھے پہ بل ڈالے بولا۔۔
زر نور نے اسے گھورا۔۔ غازی کیا مسئلہ ہے اچکو۔ سارا دن میں گھر میں بور ہوتی
رہتی ہو۔۔ اپ مجھے پانی کا گلاس تک خود نہیں پینے دیتے ہیں۔۔ خبردار جو
اب اپنے مجھے روکا تو۔۔ وہ اسے انگلی دکھاتے بولی تھی۔۔

اسکی پر یگننسی کا تیسرا مہینہ تھا۔۔ غازی اسے زرا سا بھی کام نہیں کرنے دیتا
تھا جس سے وہ چڑچڑی ہوئی تھی۔۔۔

غازی اسکے ماتھے پہ چھوٹے چھوٹے بل دیکھتا مسکرایا۔۔ اگر روکا تو۔۔ غازی
پیچھے سے اسے ہگ کرتا بولا۔۔

تو بہت برا کروں گی میں۔۔ زرنور زیر لب مسکراتے بولی۔۔
اچھا جی دھمکی دی جا رہی ہے۔۔ وہ اسکی کنپٹی پر لب رکھتا بولا۔۔
جو بھی سمجھ لیں۔۔ وہ مصروف انداز میں بولی۔۔

اچھا دھردو ساتھ میں کرتے ہیں۔۔ وہ پانی کا پائپ پکڑتا بولا۔۔ دوسرا ہاتھ
اسکے کمر کے گرد تھا۔۔

زرنور نے شرارت سے لب دباتے ہتھیلی میں پانی بھرتے اسکے چہرے پہ
پھینکا۔۔

زر۔۔ وہ اچانک حملے سے اچھلا۔۔

ہاہاہاہاہاہا۔۔ ایامزہ۔۔۔ وہ کھلکھلا پڑی۔۔

ابھی بتاتا ہوں تمہیں۔۔۔ وہ پائپ کا رخ اسکی طرف کرتا بولا۔۔۔

غازی نو۔۔ وہ جو اس پر ہنس رہی تھی۔ یکم دم سے گھبرائی۔۔

غازی پلینز نو۔۔ اہہ۔۔ غازی نے اسے پل میں بگھوڑا لا۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔ اب بتاو۔۔ غازی نے قمقہ لگایا۔۔

زر نور بمشکل اپنے چہرے کے آگے ہاتھ کرتی۔ پانی سے بچنے کی کوشش کر

رہی تھی۔۔

آگے بڑھتے اسنے یکدم غازی سے پائپ چھنتے اسکی طرف کر دیا۔۔

وہ جو قہقہہ لگا رہا تھا۔۔ ہتھاقبارہ گیا۔۔

اب آپ بتائیں۔۔ ابکی بار وہ ہستہ اسے پورا بگھو گئی۔۔

زریچھے کرو اسے میں بتا رہا ہوں۔ برا ہو گا۔۔ وہ مسلسل پانی کی بو چھاڑ سے

چتر ہشتابولا۔۔

لیکن زر نور سب اپنا بدلہ پورا کر رہی تھی۔۔

اب کبھی پائپ اسکے ہاتھ ہوتا تو کبھی غازی کے وہ دونوں اپنی مستی میں اس قدر گم تھے کہ پائپ سے پانی آنا بند ہو گیا۔

وہ دونوں چونکے۔۔ ہونق بنے ایک دوسرے کی حالت دیکھی۔۔ وہ پھر دونوں قہقہہ لگا گئے۔۔

دونوں ہی پوری طرح پانی سے بھسکے ہوئے تھے۔۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ہی چینج کر چکے تھے۔۔ اب کچن میں کافی بنانے میں مصروف تھے۔۔

غاز۔۔ اچانک زرنور نے اسے پکارا۔۔

جی غازی کی جان۔۔ وہ کافی پھینکتا بولا۔۔

آپکو۔ لڑکا چاہیے کہ لڑکی۔۔ وہ اچانک پوچھ بیٹھی۔۔

غازی نے چونک کر اسے دیکھا۔۔ پھر مسکرایا۔۔ کوئی بھی جان مجھے تو اولاد

چاہئے۔۔ وہ نرمی سے بولا۔۔

لیکن پھر بھی کوئی تو خواہش ہوگی۔۔ وہ زور دے کر بولی۔۔

مجھے تو بیٹی چاہیے۔۔ وہ خوش ہوتی بولی۔۔

غازی اسکی بات پر چونک گیا۔ بیٹی سے اسے بہت کچھ یاد آیا تھا۔۔ کی منظر آنکھوں کے آگے جھلملائے تھے۔ کانوں میں کسی کی کھلکھلاہٹیں گونجی تھیں۔۔

یہ صرف آپکی نہیں میری بھی بیٹی ہے۔۔۔۔۔ سات، اٹھ سالہ بچہ کسی "چھوٹی سی بچی کو گد گداتے بول رہا تھا۔۔
"جبکہ کھانا بناتی اسکی ماں ہس دیں۔۔

کہاں گھوگئے غاز۔۔ زروں ورا سکے آگے چٹکی بجاتے بولی۔۔
میری بیٹی۔۔ وہ غائب دماغی سے زرنور کو دیکھتا بولا۔۔

اسکا مطلب آپکو بھی بیٹی چاہئے۔۔ وہ ایکسائٹمینٹ سے بولی تو وہ چونکا۔۔
گہری سانس بھرتے اسنے ہونٹ بھینچے تھے۔ جانے یہ ماضی کب اسکا پیچھا
چھوڑے گا۔۔



دن سے رات ہو گی لیکن۔ وہ کمرے سے باہر نہیں آئی۔۔ ولی جو رات گئے
تک ابھی گھر آیا تھا۔۔

اسنے بوا سے عینا کے کھانے کا پوچھا تو انکے نا کرنے پر وہ چونک گیا۔۔
عین۔۔ کچھ ہی دیر میں وہ اسے کمرے کا دروازہ نوک کر رہا تھا۔۔
عینا بچے دروازہ کھولو۔۔ ولی نے پھر سے نوک کیا۔۔

وہ جو بیٹھے بیٹھے ہی سو گئی تھی۔ ولی کی آواز پر اسکی نیند ٹوٹی۔۔

دروازے پر ہوتی مسلسل دستک سے وہ تیزی سے واشروم میں جاتے منہ دھو
کے آئی۔۔

اتنی دیر کیوں لگادی دروازہ کھولنے میں۔۔ اس کے دروازہ کھولتے ولی نے
سنجیدگی سے اسے دیکھتے پوچھا۔۔

عین میرا بچہ کیا ہوا۔۔ وہ ٹیبل پر کھانا رکھ رہا تھا جب اس کی سرخ آنکھیں دیکھتے
پل میں اس کے پاس پہنچا۔۔

عینا گھبرا گئی۔۔ کچھ نہیں ولی وہ سو رہی تھی نا تو نیند ٹوٹ گئی۔ اس لیے شاید
۔۔ وہ گھبرائے سے لہجے بولی تھی۔۔

کوئی اور بات بھی ہے کیا۔۔ کچھ ہوا ہے تو بتاؤ مجھے۔۔ وہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں
تھامتے بولا۔۔

عینا نے نفی میں سر ہلایا۔۔ نہیں ولی میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔

کوئی بات نہیں ہے۔۔ وہ اسکا ہاتھ ہاتھتے مسکراتی بولی۔۔

وہ اسے عارض کے بارے میں بتانا چاہتی تھی لیکن بتا نہیں پائی۔۔

تو پھر کھانا کیوں نہیں کھایا۔۔ ولی نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا۔۔

اپکا ہی انتظار کر رہی تھی۔۔ اکیلے کھانے کا دل نہیں کیا۔

وہ منہ بناتی بولی۔۔ ولی کی اتنی محبت پر وہ سب کچھ بھلائے اب اسے ساتھ

چھوٹی موٹی شرارتیں کرتی کھانا کھا رہی تھی۔۔

کھانا کھاتے اسے شدت سے مرتسم کی یاد آئی تھی۔۔۔

دو دن ہو گئے اسنے اسے دیکھا نہیں۔ اس سے بات نہیں کی جانے کیسا ہو

گا۔۔ عینا پچھلے دو سالوں آج تک کبھی ایسے اس سے دور نہیں رہی

تھی۔۔۔ اس لیے اب اسے شدت سے اسکی یاد آرہی تھی۔۔

لیکن وہ ولی کے فیصلے کا بھی احترام کرتی تھی۔۔

دونوں نے ساتھ کھانا کھایا۔۔ ولی اسے سونے کا کہتے جاچکا تھا۔۔

جبکہ عینا اپنے گرد شال لپیٹے۔۔۔ کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔۔

مر تسم کو سوچتے وہ چاند کو دیکھنے لگی۔ کہ شاید اسکا پیغام چاند ہی اس تک پہنچا دے۔۔

کتنا کچھ بتانا تھا اسے مر تسم کو۔۔ آج جو ہوا وہ تو ان سب سے بھی انجان تھا۔۔ اسکا دل ہمکو ہمک کر اسے موبائل کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ لیکن وہ ولی کی قسم نہیں توڑ سکتی تھی۔ اس لیے ہونٹ چبا کر رہ گئی۔۔



وہ ہو سہیل سے اوف لے کر قبرستان آئی تھی۔ کتنی ہی دیر وہ انوشے کی قبر کے پاس بیٹھی اس سے باتیں کرتی رہی۔۔۔ کچھ دیر بعد وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

مہر۔۔۔

اسنے ابھی گاڑی کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ اپنے نام کی پکار پر ساکت ہوئی۔۔
سالوں بعد آج کسی نے اسے اسکے نام سے پکارا تھا۔۔ اور جس نے پکارا تھا۔۔ وہ
آواز۔۔ وہ یہ اوزلا کھوں میں بھی پہچان سکتی تھی۔۔
وہ جھٹکے سے پیچھے مڑی۔۔ عالم۔۔ اسکے لب ہلے تھے۔۔
عالم آج ہی امیریکا سے واپس لوٹا تھا۔۔ وہ انیرپورٹ سے سیدھا قبرستان آیا
تھا۔۔ یکن نہیں جانتا تھا کہ وہ اسے یہیں مل جائے گی۔۔
مہر۔۔ عالم نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے پکارا۔۔
کونسی مہر۔۔ وہی مہر جسے تم لوگ دو سال پہلے مارچکے ہو۔۔ اسکے دوبارہ سے
پکارنے پر وہ ہوش میں آتی ڈھاڑی تھی۔۔
دو سال۔ دو سال لگا دیے تو نے عالی۔۔ اتنی دیر کون لگاتا ہے۔۔
وہ نم آواز میں بولی۔۔
ایک بار کچھ کہنے کا موقع کو دے۔۔ عالم اسکے قریب آتا بولا۔۔

اب کہنے سننے کو کچھ باقی کہاں رہا ہے عالی۔۔

کیوں آئے اب جب میں سیکھ چکی ہوں تم سب کے بغیر رہنا۔ اب کیوں
آئے ہو۔۔ نہیں آنا چاہئے تھا اب بھی۔۔ وہ نفی میں سر ہلاتی چیختی تھی۔۔
تم تو بھائی تھے میرے تم بھی چلے گئے۔۔ تم بھائی ہونے کا فرض بھی نہیں
نبھا پائے عالم۔۔ وہ نم آواز میں بولی تھی۔۔

اگر اس وقت میں ناجاتا تو تو کبھی اپنے خود کے سہارے کھڑی نا ہوتی
مہر۔۔ شاید ہم تجھے بھی کھو دیتے۔۔ وہ بے بسی سے بولا تھا۔۔
نہیں عالی تم مجھے میرے لیے چھوڑ کر نہیں گئے تھے۔۔ تم مجھے اپنے گلٹ
میں چھوڑ کر گئے تھے کہ تم اپنی بہنوں کی حفاظت نہیں کر پائے۔۔
وہ اسکا گریبان پکڑتی چیختی تھی۔۔
عالم نے اسے خود سے لگا لیا۔۔

سمجھنے کی کوشش کر مہرا گراس وقت تیرا سہارا بنا کھڑا رہتا تو کبھی دوبارہ اٹھنا پاتی۔۔ ایک آخری بار معاف کر دے۔۔ وہ نم آواز میں بولا تھا۔۔

مہر نے اس سے الگ ہونے کی کوشش کی لیکن عالم نے اسے خود سے دور نا ہونے دیا۔۔

تو نے اتنی دیر کیوں کر دی عالی۔۔ میں نے کتنا انتظار کیا۔ کوئی نہیں آیا کوئی بھی نہیں۔۔ وہ روتے ہوئے بولی تھی۔۔

اب تو آگیا نا۔۔ دیر سے سہی۔۔ لیکن اب تو معاف کر دے۔۔ وہ اسے اپنے سامنے کرتا بولا۔۔

اگر دوبارہ مجھے چھوڑ کر گیا نا عالی تو یاد رکھیں پھر معاف نہیں کروں گی۔۔ وہ انگلی اٹھا کر بولی تو عالم نم آنکھوں سے ہنس دیا۔۔

اب نہیں جاؤں گا۔۔ کبھی نہیں جاؤں گا۔۔ وہ اس کے سر پر بوسہ دیتا بولا۔۔

اب جانے بھی نہیں دوں گی۔۔ وہ بھی نم آنکھوں سے ہستے بولی تھی۔۔

دونوں نے انوشے کی قبر پر فاتحہ پڑھی تھی۔۔

مہر یہ کیا ہوا۔۔ عالم اسکے بازو پر بندھی پٹی کو دیکھتے بولا۔۔

کچھ نہیں بس زرا سی چوٹ لگ گئی۔۔ وہ ٹال گئی۔۔

تو بتا اب تک کوئی گوری نہیں پھسائی۔۔ وہ جانتی تھی کہ وہ امیریکا شفٹ ہو گیا تھا۔۔

وہ پھسنے والی نہیں پھسانے والی چیز ہیں۔۔ وہ بے چارگی سے بولا تو مہر ہنس دی۔۔

اسکا سامان ٹیکسی سے اپنی گاڑی پر شفٹ کرتے وہ دونوں احمد ولا کی طرف۔۔ روانہ تھے۔۔

مہر اسے احمد والا ڈراپ کرتی ہو سہیل چلی گئی۔۔

اسے لگا شاید اب خوشیاں اسکی دہلیز پہ دستک دینے والی ہیں۔ لیکن وہ بھول گئی تھی کہ خوشیوں کے لئے بھی پہلے ایک قیمت چکانی پڑتی ہے اور بھی چکانی تھی بہت بھاری قیمت۔۔



عینا اور باسٹ نے وہ کارڈ دیکھ لیا تھا۔ جسمیں کچھ امپورٹنٹ ڈاکو منٹس تھے جو انکے کام آسکتے تھے۔

بس اب کچھ وقت اور۔۔ پھر تمہاری بربادی کے دن شروع ہوں گے امن۔۔

قسم ہے مجھے انوشے کی۔۔ تمہارے بھائی کو خون کے آنسو رلاؤں گی۔۔ اسنے نفرت سے سوچا تھا۔

اسنے کہا تھا۔

میں بدلہ نہیں انتقام لوں گی۔۔

اور جب کوئی عورت انتقام لینے پر جائے تو تمہیں چاہئے کہ ڈرو۔

Because

When a women takes revenge

even a devil sites back and take
notes



دسمبر کی اس سخت سردی میں بھی وہ بغیر شرٹ کے کھڑکی میں کھڑا سگریٹ
پہ سگریٹ پھونکتا اپنے اندر لگی بے چینی کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو
بڑھتی ہی جا رہی تھی۔۔

دل کر رہا تھا کہ ہر چیز کو بھسم کر ڈالے۔ وہ اس سے ملنے ہو سپیٹل بھی گیا
لیکن وہ وہاں تھی ہی نہیں۔ وہ اسکا فون تک نہیں اٹھا رہی تھی۔۔ دائیں ہاتھ
کی مٹھی بناتے اسنے کھڑکی کے شیشے پر دے ماری۔۔
وہ جتنا بے بس اب تھا آج تک کبھی نہیں ہوا۔۔



ہو سپتال سے جلدی فری ہوتے وہ گھر آگئی۔۔ ولی کو عالم کے آنے کا پہلے ہی پتہ تھا۔۔ اس لیے اب وہ دونوں ہی کہیں نکلے ہوئے تھے۔۔

مغرب کی نماز پڑھتے وہ بے دلی سے فون کو دیکھنے لگی۔۔

آج تین دن اور چوتھی رات تھی اسنے نامر تسم کو دیکھنا بات کی۔۔

ایک ہی گھر میں رہنے کی وجہ سے اسے بری طرح سے مرتسم کی عادت لگ چکی تھی جواب دو دن میں تو چھوٹنے سے رہی۔۔

شاہ کہاں ہیں اپ۔۔ گہری سانس چھوڑتے وہ زیر لب بڑبڑائی تھی۔۔

اسے لگا جیسے اسکے سانس چھوڑنے پر کسی نے تیزی سے سانس کھینچی ہو۔۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ مڑتی اپنے پاس کی جانے والی بھاری سرگوشی پر ساکت ہوئی۔۔

آپکے پاس جانم۔۔ مرتسم اسکے قریب جھکتا سرگوشی میں بولا تھا۔

عینا اسکی سرگوشی پر اچھلی۔۔

شاہ۔۔ مرتسم کو دیکھتے وہ شاک سے بولی۔۔ اسکے پیچھے کھلی کھڑکی کو دیکھتے وہ سمجھ گئی کہ وہ پھر سے کھڑکی سے آیا تھا۔۔

ایک نظر اسے دیکھتے اسنے گھبرا کر کھلے دروازے کو دیکھا۔۔

سیکینڈ سے پہلے بھاگتے اسنے دروازہ لوک کیا تھا۔۔ دروازے کے ساتھ ٹیک لگاتے اسنے گھبرا کر اسے دیکھا۔۔

سلوٹ زدہ کرتا اس پر مردانہ شال رکھے۔ سرخ آنکھیں۔ بکھرے بال، بڑھی ہوئی شیواور سگریٹ کی وجہ سے سفید ہونٹ۔۔ وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھے گی۔۔

مرتسم نے اسے دیکھتے اپنے بازو واکیے۔۔ عینا نے ایک پل کے لئے اسکے وا ہوئے بازو کو دیکھا گلے ہی پل وہ اسکی بانہوں میں جاسمائی۔۔

مرتسم نے اسے کسی قیمیتی شے کی طرح خود میں بھینچ لیا۔ جیسے ابھی کوئی اس سے چھین کر لے جائے گا۔۔

اسکے بالوں میں منہ چھپاتے وہ سکون سے آنکھیں موند گیا۔۔

کتنی ہی دیر وہ اسے خود میں سمائے کھڑا رہا۔ جب عینا نے پیچھے ہونے کی
کوشش کی تو وہ مزید اسے خود میں بھینچ گیا۔ اتنی طاقت سے کہ اسے اپنی
پسلیاں ٹوٹی محسوس ہوئیں۔

شاہ۔ عینا نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے پکارا۔
مر تسم نے اس کا چہرہ سامنے کیا۔

لیکن اسے اپنے حصار سے آزاد نہیں کیا۔ اتنا ظلم کیوں کر رہی ہیں آپ
عین۔ اس کی تھوڑی جکڑتے وہ بے بسی سے بولا تھا۔

یہ کیا حالت کر لی ہے آپ نے شاہ۔ اس کے گال پر ہاتھ رکھتی وہ نم آواز میں
بولی۔

مینے نہیں آپ نے کی ہے عین۔ وہ اس کا ہاتھ چومتا شکوہ کن لہجے میں بولا۔
میں ولی کا مان کیسے توڑ دوں شاہ۔ وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی بولی۔ انسو
ٹوٹ کر اس کے گال پر بہے تھے۔

مر تسم خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

اب کہیں جا کر اسکے تڑپتے دل کو سکون ملا تھا۔ یوں لگا تھا کیسے کسی نے اسے
انگاروں سے ہٹاتے برف کے پاس رکھ دیا ہو۔۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔۔ وہ کچھ دیر تک اسکی نظریں اپنے چہرے پر پاتی بلا
آخر بول اٹھی۔۔

تین دن سے یہ چہرہ نہیں دیکھا تو لگتا تھا جیسے میں اندھا ہو گیا ہوں عین۔۔
آپکی آواز نہیں سنی تو سماعتیں جیسے کچھ بھی سننے سے انکاری تھیں۔۔ وہ
شدت سے بولا تھا۔۔

عینا اسکی شدت پر لب بھینچ گئی۔۔

اب دیکھ لیانا۔۔ سن بھی لیا۔ اب جائیں۔ وہ زبردستی اسکا حصار توڑتی بولی۔۔
اسکے کانوں میں ولی کی قسم گونج رہی تھی۔۔

مر تسم اسکی بے رخی پر لب بھینچ گیا وہ جانتا تھا کہ وہ ولی کی وجہ سے یہ سب کر
رہی ہے۔۔

آپ چاہتی ہیں میں چلا جاؤ۔۔ مرتسم نے اسے کندھوں سے تھامتے پوچھا
تھا۔۔

عینا نے ضبط سے اسے دیکھتے سر ہلا دیا۔۔

چلا جاؤں گا بس تھوڑی دیر اپنے پاس رہنے دیں۔۔ وہ کسی بچے کی طرح اس
سے بولا تو عینا اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔

کیا یہ وہی شخص ہے جو دنیا کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھتا ہے۔۔
انتہا کا انا پرست شخص تھا تو لیکن اسکے سامنے اسکی آنا جانے کہا سو جاتی تھی۔۔

مرتسم اسکا ہاتھ تھامتے اپنے سامنے بٹھا گیا۔۔ کچھ دیر اسے دیکھنے کے بعد وہ
اچانک اسکی گود میں سر رکھ گیا۔۔
شاہ۔۔ وہ گھبرا گئی۔۔

میں تین راتوں سے سویا نہیں ہوں عین۔۔ پلیز کچھ دیر۔۔ وہ بے بسی سے
بولا۔۔

عینا کا دل کیا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔۔ لیکن اسکی التجا پر خاموش ہوتے
اسے دیکھے گی۔۔

مر تسم اسکے خاموش ہونے پر اسکے پہلو میں منہ چھپا گیا۔۔
وہ اسکے یوں پاس آنے پر ہڑ بڑائی لیکن وہ سکون سے آنکھیں موند چکا تھا۔۔
اسکے یوں پہلوں میں منہ چھپانے پر دل اچھل کر حلق میں آیا تھا لیکن اسکی
نیند کے خیال سے وہ آہستہ آہستہ اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔۔
وہ اچانک اسکے پہلو پہ لب رکھتے اسے ہڑ بڑانے پر مجبور کر گیا۔۔ لیکن کچھ ہی
دیر میں مر تسم کو پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ اسکے پہلو میں گہری نیند سو گیا۔۔
وہ شرم و حیا سے سرخ پڑتی ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔۔

وہ اسکے پہلو میں گہری نیند میں تھا۔۔ جبکہ اسکے بالوں میں حرکت کرتا عینا کا ہاتھ بھی آہستہ آہستہ ساکت ہو گیا۔۔ بیڈ کروان سے ٹیک لگائے بیٹھی عینا کی آنکھیں خود بخود بند ہونے لگیں۔۔ جو بے چینی اسے کھائے جا رہی تھی وہ آہستہ آہستہ ختم ہوتی گی۔۔

دونوں ہی ایک دوسرے کی قربت میں سکون سے آنکھیں موندیں پڑے تھے۔۔

نیند کی وادیوں میں گم وہ اس دنیا سے بے پرواہ ہو گئے۔۔



وہ دونوں گہری نیند میں تھے۔۔ جب مستقل بجتے فون سے عینا نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔۔

سائیڈ ٹیبل پر ہاتھ مارتے اسنے اپنا فون اٹھایا جواب بند ہو چکا تھا۔۔۔ عیشاء کا فون تھا۔۔۔ وہ بعد میں اسے کال بیک کرنے کا سوچتی فون رکھنے لگی جب اسکے نظر ٹائم پر پڑی۔۔۔

دس بجے کا وقت دیکھتے اسکی پوری آنکھیں کھل گئی۔۔۔

ہوش میں آتے اسنے سر جھکاتے مرتسم کو دیکھا۔۔۔ جو اسکے پہلو میں منہ دیے گہری نیند میں تھا۔۔۔

شاہ۔۔۔ اسنے گھبرا کر اسے پکارا۔۔۔ شاہ اٹھیں۔۔۔ عینانے اسکا کندھا ہلایا۔۔۔ مرتسم نے کسمسا کر نیند سے بھری آنکھیں کھولتے زرا سا سراٹھاتے اسے دیکھا۔۔۔

سونے دیں جانم۔۔۔ خمار بھری آواز میں بولتے وہ دوبارہ اسکے پہلو میں منہ چھپا گیا۔۔۔

شاہ پلینز اٹھیں۔۔۔ ولی شائیدا چکے ہیں۔ دیکھیں دس بج چکے ہیں۔۔۔ عینانے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔۔۔

ناچار مرتسم کو اٹھنا پڑا۔

سیدھے ہوتے اسنے عینا کو دیکھا۔ دونوں کی آنکھوں میں نیند کا خمار کا تھا۔
اسکی نظروں سے گھبرا کر عینا نے ڈوپٹہ سہی کیا۔۔

اب جائیں اپ۔۔ وہ ہونٹ کاٹتی بولی۔۔

مرتسم جو اسکی خمار بھری آنکھوں میں کھویا تھا۔ اسکی نظر اسکی بازو پر
پڑیں۔۔

عین۔۔ وہ بیل میں سیدھا ہوا۔ اپنے زخموں پر کچھ لگایا کیوں نہیں دیکھیں یہ
اور خراب ہو رہے ہیں وہ اسکا بازو تھامتے فکر مندی سے بولا۔

اسکے جواب نادینے پر مرتسم نے سراٹھاتے اسے دیکھا۔ وہ نم آنکھیں لیے
اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ یوں جیسے آنکھوں میں قید کر لینا چاہتی ہوں۔

ایسے کیا دیکھ رہی ہیں۔۔ وہ اسکے آنسو صاف کرتا نرمی سے بولا۔۔ وہ اس سے
یہ نہیں کہ سکا ایسے مت دیکھے عین ورنامیرا جانا مشکل ہو جائے گا۔

مجھے یہ زخم محسوس نہیں ہوتے شاہ۔ انکی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔۔ وہ بہتے
آنسوؤں سے بولی تھی۔۔

مجھے یہ جسمانی ز۔ زخم اتنی تکلیف نہیں دیتے شاہ۔ جتنی آپسے دوری دیتی
ہے۔ اپنے مجھے سب کچھ سکھا دیا۔ ا۔ اس دنیا سے لڑنا بھی۔ ل۔ لیکن اپنے
بغیر رہنا نہیں سکھایا۔ م۔ میں کیا کروں ش۔ شاہ۔ م۔ مجھ سے اپنی دوری
برداشت نہیں ہوتی۔۔ وہ ہو کیوں سے روتی بولی تو مرتسم نے بے اختیار
اسے سینے میں بھینچا ایک آنسو باغی ہوتا اسکی آنکھ سے پھسل کر عینا کے بالوں
میں جذب ہوا تھا۔۔

بہت جلد سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔ آئی پر و مس میں سب ٹھیک کر دوں
گا۔۔

کچھ دیر بعد وہ اسکا چہرہ سامنے کرتا بولا۔۔

بس اب اور نہیں رونا۔۔ اس کے آنسو صاف کرتے نرمی سے بولا۔۔

عالم سے ملیں اپ۔۔ اس کے بازو پر مرحم لگاتے مر تسم نے اس سے پوچھا۔۔

عینا بے ساختہ مسکرا دی۔۔ ہم۔۔ اس نے سر ہلایا۔۔

بلا آخر مجھے میرا بھائی واپس مل گیا شاہ۔۔ وہ خوشی سے بولی تو مر تسم بھی مسکرا دیا۔۔

اپنا خیال رکھئے گا۔۔ اور اب رونا بالکل بھی نہیں۔۔ کچھ دیر بعد اس کا ماتھا

چومتے مر تسم نے وار ننگ دینے والے انداز میں کہا تھا۔۔

آپ بھی۔۔ وہ مسکراتے بولی تھی۔۔

اب جائیں بھی۔۔ عینا نے اسے کھڑکی کی طرف دھکیلا۔۔

کچھ دیر تک اسے دیکھتے وہ ناچاہتے ہوئے بھی واپس چلا گیا۔۔

عینا کتنی ہی دیر کھڑکی کو تکتی رہی۔ وہ پاس تھا تو لگا تھا جیسے سب کچھ آباد ہو وہ

گیا تو سب کچھ ساتھ لے گیا۔ اس کے لئے بس ویرانیاں چھوڑ گیا۔ ابھی تو کتنا

کچھ کہنا تھا اس سے۔۔

گہری سانس بھرتے اسنے اپنی سوچوں کو جھٹکا۔

میں تمہیں کہ رہی ہوں نا کچھ نہیں ہوگا۔ عینا نے اسے ہمت دیتے کہا۔
ہاں میرے شیر ہمت کر دیکھنا اسکا جواب ہاں میں ہی ہوگا۔
عادی اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتا بولا۔

آج شیریں نیناں کو پوز کرنے والا تھا اسنے سٹوڈیو کے بیک سائیڈ پر ساری
تیاری کر رکھی تھی جہاں اسنے نیناں کو بلایا تھا۔
صبح ہوتے ہی اسنے عینا کو فون کر دیا تھا۔ لیکن وہ ہو سپٹل سے واپسی پر یہاں
آئی تھی۔

جب تک نیناں آتی ہے تب تک ایک ٹرائے کر لیں۔ وہ عادی سے
بولا۔ پتہ نہیں کیوں وہ بہت کنفیوز تھا۔

شیری میرے ساتھ کر۔۔ ہائے کتنا ارمان ہے مجھے بھی کوئی لڑکا ایسے پرپوز
کرے۔۔ وشہ حسرت سے بولی تھی۔۔

شکل دیکھی ہے تو نے جو کوئی لڑکا پرپوز کرے۔۔ عادی اسے چڑاتے بولا۔۔
تم چپ کرو تم سے کسی نے رائے مانگی۔۔ وہ منہ بناتے بولی۔۔

اچھا ناعادی سچ میں تو اسے کوئی نہیں کرنے والا اب ٹرائے میں ہی ارمان
پورے کرنے دے۔۔ عینا اسے آنکھ مارتی بولی تو وہ دونوں ہاتھ پہ ہاتھ مارتے
ہس دیے۔۔

وشہ نے دونوں کو گھورا۔۔

شیری گلا کھنکھارتے اسکے سامنے کھڑا ہوا۔۔

میں کچھ کہنا چاہتا ہوں تم سے۔۔ وہ اسکے مقابل آتا بولا۔۔

بولو شیری میں سن رہی ہوں۔۔ وہ شرمانے کی ناکام کوشش کرتے بولی۔۔

شہری گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا۔

آئی لو یو سوچ۔ میں تم سے بہت بہت پیار کرتا ہوں۔ پتہ نہیں کب کیسے
کہاں۔ لیکن میں تمہیں اپنا دل دے بیٹھا۔ کیا تم میرا ساتھ قبول کرو
گی۔ مجھے زندگی بھر کے لئے اپنا سا تھی منتخب کرو گی۔ کیا مجھ سے شادی کرو
گی۔ وہ اسکے سامنے انگوٹھی کرتے بولا۔

وشہ بمشکل ہسی کنٹرول کر رہی تھی۔

عینا اور عادی نے منہ پہ ہاتھ رکھتے انہیں دیکھا تھا۔

ہاں شیر می کیوں نہیں تم جیسا سا تھی تو قسمت والوں کو ملتا ہے مجھے قبول ہے
تمہارا ساتھ۔ وہ بمشکل ہسی دباتی بولی تھی۔

لیکن میری ایک شرط ہے۔ وہ سنجیدہ ہونے کی کوشش کرتی بولی۔

بولو مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔ شیر می نے ہسی روکتے کہا تھا۔

تمہیں ہر لڑکی سے دوستی توڑنی پڑے گی۔ کوئی ٹینا، نینا، وینا اب سے مجھے

تمہارے آس پاس بھی نہیں چاہئیں۔ وہ ایڈیٹیوڈ سے بولی تھی۔

کیوں نہیں میرے لیے صرف تم امپورٹنٹ ہو باقی سب تو بس ٹائم پاس
تھیں جنہیں آج کے بعد سے دیکھوں گا بھی نہیں۔۔

وہ سیدھا کھڑا ہوتا بولا تھا۔۔

او کے تو پھر مجھے آپ قبول ہیں۔۔ وہ چہرے پر ہاتھ رکھے شرماتے بولی
تھی۔۔

جبکہ عینا اور عادی کا قہقہہ گونجا تھا۔۔

وہ لوگ تو مزاق میں یہ سب کر رہے تھے۔۔

لیکن انکے پیچھے کھڑی نیناں ساکت ہو چکی تھی انکی باتیں سنتی۔۔

وہ غلط فہمی کا شکار ہوئی تھی۔۔ ناہوتی اگر شیریں وہ ٹائم پاس والی بات نا
بولتا۔۔

اس سے پہلے کہ اسے کوئی دیکھتا وہ تیزی سے وہاں سے نکلی تھی۔۔

بمشکل خود کو گاڑی تک گھسیٹتے وہ گاڑی میں بیٹھتے پھوٹ پھوٹ کر رو
دی۔ اسنے شیر ی سے سچی محبت کی تھی اس لگ رہا تھا کہ شیر ی نے بس اس کے
ساتھ ٹائم پاس کیا ہے۔ اسے دھوکا دیا ہے۔ وہ وشہ سے پیار کرتا ہے۔۔
وہ اپنی غلط فہمی میں یہ بات بھی بھول چکی تھی کہ وشہ اور شیر ی یونیورسٹی
میں لڑا کا بہن بھائی کے نام سے مشہور ہیں۔۔

تم نے میرے ساتھ بہت برا کیا ہے شیر ی۔ میری محبت کا مزاق بنایا
ہے۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔
وہ بہتے آنسوؤں سے بولی تھی۔۔

اب دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا کرتی ہوں۔۔



اتنا ٹائم ہو گیا لیکن ابھی تک وہ آئی کیوں نہیں۔۔
اسکا انتظار کرتے انہیں کافی وقت ہو گیا تھا لیکن وہ نہیں آئی۔۔

شیری نے کتنے ہی فون کیے پہلے تو اسے فون اٹھایا ہی نہیں اور پھر اس کا نمبر بند
جا رہا تھا۔

شاید کسی کام میں پھس گئی ہو۔ اس کے چہرے پر پھیلی ادا سی کو دیکھتے عینا نے
کہا تھا۔

تھک کر وہ لوگ شام میں گھر لوٹ گئے۔

وشہ اور عادی نے عینا کو شاہ ولا واپس آنے کا کہا۔ لیکن وہ ٹال مٹول کر گئی۔

وہ لوگ اصل بات سے ابھی انجان تھے۔ انہیں یہی بتایا گیا تھا کہ عینا کچھ
دنوں کے لئے ولی کے پاس رہنے گئی ہے۔



کھانا اچھا بنا ہے نا۔ وہ عالم کو کھانا سرو کرتے بولی۔

عالم نے مسکراتے سر ہلا دیا۔

وہ کسی ہوٹل رہنا چاہتا تھا لیکن ولی اور مہرنے اس بات پہ اسکی اتنی عزت کی تھی کہ اسنے دوبارہ نام نہیں لیا۔

آخر بنایا کسے۔۔ ولی فخر یہ کالر جھٹکتے بولا۔

پھر بھی شاہ جیسا تو نہی۔۔ عینا بے ساختہ ہمیشہ کی طرح بولنے والی تھی لیکن ولی کو دیکھتے وہ آدھی بات چھوڑتے سر جھکا گئی۔

عالم نے اسکی چپ کو بری طرح سے محسوس کیا تھا۔

ولی اسے یہاں آتے ہی سب کچھ بتا چکا تھا۔

وہ بس چاہتا تھا کہ زینی کا چیپٹر مرتسم کی لائف سے پوری طرح سے کلوز ہو جائے۔۔ اور اب وہ عینا کورخصت کر کے ہی یہاں سے بھیجے گا۔

آج کا دن کیسا گزرا تمہارا۔۔ خاموشی محسوس کرتے ولی نے مسکراتے اس سے پوچھا تھا۔

اچھا تھا ہمیشہ کی طرح۔۔ اسنے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

ولی عالم سے بزنس کی باتیں کرتا اب کھانا کھا رہا تھا۔

جبکہ وہ پلیٹ میں چیچ ہلاتے اب کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

مجھے ریسٹورینٹ جانا ہے۔ آتے ہوئے دیر ہو جائے گی۔

ولی نیپکین سے منہ تھپتھپاتے بولا تھا۔

عینانے اسے دیکھتے سر ہلا دیا۔

خیال رکھنا۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتا چلا گیا۔

عالم نے گہری نظروں سے اسکا جائزہ لیا تھا۔

وہ ویسی تو نہیں دکھ رہی تھی جیسی مر تسم کی بھیگی گی ویڈیوز میں دکھتی تھی۔

تب اس کے چہرے اور آنکھوں میں ایک الگ ہی چمک سی دکھتی تھی۔ خوشی

دکھتی تھی لیکن اب تو اسکا چہرہ مرجھایا ہوا تھا کہ اسکی زبردستی کی مسکراہٹ

بھی صاف پتہ چلتی تھی۔

مر تسم اسکی لائف میں کتنا امپورٹنٹ تھا وہ یہ بات اچھے سے جان چکا تھا۔

کیا تجھے کبھی انکی یاد نہیں آئی۔

وہ چیچ سے کھیلنے میں مصروف تھی جب عالم اچانک پوچھ بیٹھا۔

کسکی۔۔ وہ چونک کر بولی۔۔

حسن بابا، عائشہ ماما، رمل آپی اور باقی سب کی۔۔ وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتا
بولا جسکا چہرہ سیاٹ تھا۔۔

مجھے بھلا انکی یاد کیوں آنے لگی۔۔ وہ سیاٹ لہجے میں بولی۔۔
تیرے ماں باپ ہیں وہ۔۔ عالم نے حیرانگی سے اسے دیکھتے کہا تھا۔۔
وہی جو مجھے جیتے جی مار کر ایک بے نام قبر میں دفنا چکے ہیں جس پر وہ ناجانے
کتنی ہی دفعہ فاتح پڑھ چکے ہیں۔۔ وہ طنزیہ لہجے میں تلخی سے بولی تھی۔۔

عالم کو اسکے لہجے کی کڑواہٹ محسوس ہوئی تھی۔۔

مہرا نہوں نے جو بھی کیا اس وقت تیری حالت کے پیش نظر کیا تھا۔۔ وہ
سمجھانے والے انداز میں بولا۔۔

عالی تو بھائی تھا۔۔ مانا تیرا سمجھ جاتا ہے تو خود اپنے گلٹ میں تھا۔ تو نے انوکو
بھی کھویا تھا۔۔ ٹھیک ہے تم مجھے نہیں سنبھال سکتا تھا۔۔ لیکن عالی وہ میرے
ماں باپ تھے۔۔

وہ چمچھ پلٹ میں پٹھکتی بولی تھی۔۔

ماں کا خیر کوئی قصور ہی نہیں۔۔ میرے تو باپ نے ہی مجھے مار دیا تھا۔۔ وہ
باپ جو کبھی مجھے نظروں سے اوجھل ناہونے دیتا وہ یوں بیگانے لوگوں میں
مجھے چھوڑ گیا۔۔ ایک بار بھی پلٹ کر خبر تک نہیں لی عالی۔۔ وہ نفی میں سر
ہلاتی ازیت سے بولی تھی۔۔

لیکن اب۔۔ مہرماہ شاہ سیکھ چکی ہے انکے بغیر جینا۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا
کسی سے بھی۔۔

اب کوئی بھی چھوڑ جائے والی تو میں خاموشی سے اسے جانے دیتی ہوں کہ
روکنے کا کیا فائدہ وہ تو پہلے ہی جا چکا ہوتا ہے بس ایک وجود ہوتا ہے اسے قید
کر کے کیا کرنا۔۔

وہ سپاٹ لہجے میں بولتی جا چکی تھی۔۔

عالم کتنی کی دیر سن سا بیٹھا رہا۔۔ یہ اسکی مہر تھی جو رشتوں کے معاملے میں
بہت نازک رہی۔۔

نہیں یہ انکی مہر نہیں یہ مر تسم شاہ کی عین تھی۔۔ اسنے ازیت سے آنکھیں
میچتے سوچا تھا۔۔

شائید وہ نہیں جانتی کہ حسن بابا مر تسم اور ولی سے ٹچ میں ہیں ویسے ہی جیسے
اس سے تھے۔۔ عالم نے پر سوچ نظروں سے اس کے کمرے کے دروازے کو
دیکھا تھا۔۔



مر تسم۔۔ مر تسم۔۔ ارسل نے اس کا کندھا ہلایا۔۔
ہاں۔۔ وہ چونکا۔۔

کہاں گم ہے کب سے بلا رہا ہوں تجھے۔۔۔
کہیں نہیں وہ سر جھٹکتے فائنل کی طرف متوجہ ہوا۔۔
عین کے بارے میں سوچ رہا ہے۔۔

ارسل نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔۔ ماہم اپیانے اسے سب کچھ بتایا تھا۔۔
نہیں۔۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔۔

پھر ارسل نے تعجب سے اسے دیکھا۔

مرتسم نے کچھ دیر اسے دیکھا اور پھر اسے جوارسل کو بتایا تھا۔ وہ اس پر بم
پھوڑنے کے برابر تھا۔

مجھے یقین نہیں ہو رہا۔ وہ بے یقینی سے بولا تھا۔

مجھے بھی نہیں ہوا تھا۔ مرتسم سنجیدگی سے بولا۔ اسنے ابھی آدھی بات
ارسل کو بتائی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکی عین کی ذات کے بارے میں
کوئی کچھ جانے وہ ارسل کی کیوں ناہو۔

کیا تجھے اس بات سے فرق پڑتا ہے کہ عین۔۔ ارسل نے کچھ دے الفاظ میں
کہتے اپنی بات اُدھوری چھوڑی تھی۔

شٹ اپ ارسل۔۔ مرتسم دبا دبا سا غرایا تھا۔ مجھے نا تو کل اس بات سے
فرق پڑتا تھا نا ج۔۔

وہ میری عین تھی ہیں اور رہیں گی۔۔ ڈیٹس اٹ۔۔ انکی پہچان انکے وجود سے
ہے۔۔ بس میرے لیے یہی کافی ہے۔۔

وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔۔

اور زہنی اسکا کیا۔۔

کیا تمہیں لگتا ہے کہ وہ پانی زبان کو کنٹرول میں رکھ پائے گی۔۔ وہ پر سوچ
نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔۔

ڈونٹ وری وہ اپنی زبان کبھی نہیں کھولے گی۔ اس معاملے میں تو کبھی
نہیں۔۔ وہ سائیڈ مسکراہٹ سے بولا تھا۔۔

اسکی مسکراہٹ میں کچھ تو تھا کہ ارسل چونکا تھا۔۔
لیکن فلحال چپ رہا۔۔

اور کون جانتا ہے اس بارے میں۔۔ وہ کھڑے ہوتے بولا۔۔

ولی۔۔ مر تسم نے ہونٹ بھینچتے کہا تھا۔۔
اسکے نام پر اسے کیا کچھ یاد نہیں آیا تھا۔۔



شیری نے بہت انتظار کیا لیکن اگلے کچھ دنوں تک نیناں یونیورسٹی آئی ہی نہیں۔۔۔ اسنے کتنے ہی فون کر ڈالے۔۔۔ اسکی دوستوں سے پوچھا لیکن کسی کو کچھ بھی نہیں پتہ تھا۔۔۔
آج وہ کتنے دن بعد یونی آئی تھی۔۔۔

شیری اسے دیکھ کے کھل اٹھا۔۔۔ بلا آخر اسکا انتظار ختم ہوا۔۔۔ آج وہ اس سے اپنی محبت کا اظہار ہر حال میں کرے گا۔۔۔ بس اسے کلاس ختم ہونے کا انتظار تھا۔۔۔

کلاس ختم ہوتے نینا باہر کی طرف بڑھ گی اُسے اچنبھا ہوا۔۔ وہ اسے آج کچھ بدلی بدلی سی لگی۔۔

نینا۔۔ نینا۔۔ وہ اس کے پیچھے بھاگتا آرہا تھا۔۔
اس کے مقابل آتے وہ گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے گہرے سانس لینے لگا۔
کب سے بلا رہا ہوں تمہیں۔۔ اواز نہیں آرہی تھی کیا۔۔ وہ خفگی سے اسے دیکھتا بولا۔

اس کے اچانک سامنے آنے پر اسے چہرے پر سایہ سالہرایا۔۔
لیکن پھر وہ اپنے تاثرات سپاٹ کر گئی۔۔

کہاں تھی تم اتنے دن اور میرا فون بھی نہیں اٹھایا۔۔ پتہ ہے میں کتنا پریشان ہو گیا تھا۔۔

وہ فکر مندی سے اسے دیکھتا بولا۔۔

وہ ضبط سے اسے دیکھتی رہی کیا بتاتی کہ اتنے دن اپنی اُدھوری محبت کا سوگ
مناتی رہی تھی۔ اپنی محبت کا نام و نشان مٹا کر آج وہ لوٹی تھی۔۔

کیوں کیا ہوا۔۔ کوئی کام تھا۔۔ خود پہ قابو پاتے وہ عام سے لہجے میں بولی۔۔
کیا ہوا مطلب۔ میں صرف تمہیں کام سے یاد کر سکتا۔۔ وہ خفا ہوا۔۔
اچھا چھوڑ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔۔
وہ ہمت کرتا بولا۔۔

بولو۔۔ وہ ہنوز سپاٹ لہجے میں بولی۔۔

یہاں نہیں تم چلو میرے ساتھ وہ اسکا ہاتھ پکڑتا بولا۔۔

شیری جو بات ہے یہیں بولو۔ ورنہ میں جارہی ہوں۔ وہ کچھ چڑنے کے انداز
میں بولی۔۔

اسنے مسکراتے اسے دیکھا اور یکدم اسکے قدموں میں بیٹھ گیا۔

اسے دیکھتے اس پاس کافی سٹوڈنٹس جمع ہونے لگے۔

وہ یونیورسٹی کا سنگر تھا تقریباً ہر کوئی اسے جانتا تھا کتنی ہی لڑکیوں کا کرش تھا

--۵۵--

یہاں تک کہ عادی اور وشہ کو پتہ چلا تو وہ بھی جلدی سے بھاگ آئے تھے۔

جبکہ نینا اسے یوں دیکھتی چونک گئی۔

نیناں مجھے نہیں پتہ مجھے کیا کہنا چاہیے کیا نہیں۔

مجھے بس اتنا کہنا ہے کہ جب سے تم میری لائف میں آئی ہو۔ تب سے کچھ

انوکھا سا احساس ہے جو تمہاری طرف کھینچتا ہے۔

پہلے پہل تو یہ احساس سمجھ نہیں آیا لیکن اب سمجھ چکا ہوں۔

اس احساس کو محبت کہتے ہیں۔۔ اور میں جان چکا ہوں کہ میں تمہاری محبت میں بری طرح سے گرفتار ہو چکا ہوں۔۔

کیا تم مجھے شہریار شاہ کو اپنی محبت میں شریک بناؤ گی۔ اپنا ہمقدم اپنا ساتھی،،
انشورٹ مجھ سے شادی کرو گی۔

وہ اسکے سامنے انگھوٹی کیے محبت سے بول رہا تھا۔۔

نیناں ساکت سی اسے دیکھتی رہی۔۔

سٹوڈنٹس ہوٹینگ کرتے اسے پیس کہنے پر مجبور کرنے لگے۔۔

وہاں بہت سے لوگ ان دونوں کی لوسٹوری کو جانتے تھے۔۔

نینا سے پیس۔۔

سے پیس پلیز۔۔

ایسی بہت سی آوازیں گونج رہی تھی۔۔

جبکہ نینا کے آگے وہ منظر گھوم رہا تھا جب وہ وشہ کو بھی یو نہی پر پوز کر رہا تھا
اور اسے ٹائم پاس کہہ رہا تھا کیا وہ اسے ساتھ پھر کوئی کھیل، کھیل رہا تھا تو وہ
اس بار ایسا کچھ نہیں ہونے دے گی۔۔

بولو نینا۔۔ شیر ی چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھتا بولا۔۔
عادی اور وشہ کھڑے بس اس کے جواب کے انتظار میں تھے کہ وہ ہاں کرے
اور وہ بس دھوم دھڑکا مچا دیں۔۔

نہیں۔۔ بھرے مجھے میں اسکی سپاٹ آواز گونجی تھی۔۔
اسکی نہیں پر ہر طرف خاموشی چھا گئی۔۔
عادی اور وشہ نے نا سمجھی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔

شیری کے چہرے کا رنگ اڑا۔۔

نیناں کیا کہہ رہی ہو۔۔ میں جانتا ہوں تم بھی مجھ سے پیار کرتی ہو اب یہ
مزاق بند کرو اور سہی سے جواب دو۔ وہ بامشکل مسکراتے بولا تھا۔۔

سہی جواب ہی تو دے رہی ہوں میں۔۔ وہ سینے پر بازو باندھتی بولی تھی۔۔
شیری بے ساختہ اٹھ کھڑا ہوا۔

تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں تم جیسے لڑکے سے پیار کروں گی یا شادی جو
لائف میں کبھی سیریس ہوا ہی نہیں۔ جسے ہر وقت بس مزاق مزاق اور
مزاق چاہئے۔۔

وہ طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔۔

شٹ اپ نیناں۔۔ تمہیں انکار ہے تو ٹھیک ہے لیکن تمہیں کوئی حق نہیں
میری یوں انسلٹ کرنے کا۔۔

وہ ضبط سے اسے دیکھتا بولا تھا۔۔

انسٹ کس چیز کی سچ ہی تو بولا تھا۔ تم جیسے لڑکوں سے ہس کے بات کیا کر لو پتہ نہیں کیا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔۔

لیکن اس بھول میں مت رہنا کہ نینا شاہ تم جیسوں کے آگے بچھ جائے گی۔۔
وہ تنفر سے اسے دیکھتی بولہ۔۔

ارے تھو کتی بھی نہیں ہوں میں تمہاری اس دو ٹکے کی محبت پر جو آئے روز بدلتی رہتی ہے۔۔

وہ ہاتھ اٹھاتے اسے دیکھتی نفرت سے بولی تھی۔۔

بس کرو نیناں۔۔ تم نے ناکہ دی تو بس۔ شیریں کی محبت کی یوں تزلزل کرنے کا حق نہیں ہے تمہیں۔۔

وشہ سے رہا نہیں گیا تو وہ چیخ اٹھی۔۔

نیناں نے سلگھتی نظروں سے اسے دیکھا۔۔

تمہیں تو مرچی لگیں گی ہی۔۔ وہ اسے دیکھتی طنزیہ بولی تھی۔۔

تینوں نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

You know what

نیناں شاہ کا سٹینڈر ڈاتنا گرا ہوا نہیں کہ تم جیسوں سے بات کرے۔ وہ اپنے

بال جھٹکتی بولی تھی۔ ایک نفرت بھری نگاہ شیر ی پر ڈالتے وہ چلی گئی۔۔

جبکہ شیر ی سکتے میں کھڑا رہ گیا۔۔ وہ چلی گئی۔۔ اسکی محبت کو اسکی عزت کو

سر عام روند کر۔۔۔۔

یک طرفہ محبت کا دکھ ہوتا تو وہ برداشت کر لیتا لیکن وہ تو اسے اسکی اوقات دکھا
گی تھی۔۔ بھری محفل میں۔۔

سب لوگ افسوس سے نینا کو دیکھ کر رہ گئے جو ایک ہیرے کو جھٹک گی
تھی۔۔

شیری۔۔ عادی اسے کچھ کہنے کے لئے آگے بڑھا۔ لیکن وہ تیزی سے وہاں
سے غائب ہوا تھا۔۔

وشہ اور عادی اسکے پیچھے بھاگے لیکن وہ گاڑی بھگاتے وہاں سے جا چکا تھا۔
شٹ۔۔ اب کیا ہو گا۔۔ دونوں نے پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔
عینا کو فون کر۔۔ وشہ نے جلدی سے کہا تھا۔۔

عادی نے نکالتے عینا کو فون کیا۔۔

اسے ساری سچویشن بتاتے وہ بہت گھبرا یا ہوا تھا۔۔



وہ سیدھا سٹوڈیو آیا تھا۔

کتنی ہی دیر ہونٹ بھینچے کانپتے وجود سے اپنے ہاتھوں کی لکیریں دیکھتا رہا۔ پگر یکدم ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

اگر اسکی محبت یکطرفہ ہوتی تو وہ یہ غم بھی ہستے ہستے سہ لیتا لیکن وہ تو اسکی شریک تھی۔ اسکے ساتھ قدم بڑھانے والی۔ اسکے جزبات پہ ہاں کی مہر لگانے والی۔

تو پھر کیوں وہ آج یوں اسکی محبت کو دو ٹکے کا کر گئی۔

شیری۔۔۔ عینا کو جب عادی نے فون کیا تھا تو سیدھا یہیں آئی تھی وہ جانتی تھی وہ یہیں ہوگا۔

وہ کانپ کر رہ گئی تھی اسکی حالت دیکھتے۔

عادی، وشہ، اور شیر ی اسکے لئے چھوٹے بہن بھائی سے زیادہ چھوٹے بچوں
جیسے تھے۔۔

جو غلطی کر کے سزا سے بچنے کے لئے اسکے پیچھے چھپ جاتے تھے۔۔
شیری۔۔ وہ تڑپ کر اسکی جانب بڑھی۔۔

شیری نے نم بھیگا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔۔

وہ چلی گی عین۔۔ وہ چلی گی میری محبت روند کے اسے دو کوڑی کا کر
گی۔۔ میری محبت اُدھوری رہ گی عین۔ مہری محبت اُدھوری رہ گی۔۔
وہ اسکے کندھے پر سر رکھتا پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔۔

وہ کوئی مسیحیور مرد تو تھا نہیں جو یہ غم برداشت کر جاتا۔۔

وہ ایک ٹین اتج لڑکا تھا۔۔ لیکن اسکے جذبات سچے تھے۔۔

اسکا دل ابھی محبت کے معاملے میں کچا تھا۔۔ وہ یہ صدمہ برداشت نہیں کر پارہا
تھا۔۔

شیری ادھر دیکھ میری طرف۔۔ رینا نے زبردستی اسے اپنے سامنے کیا۔۔

وہ تجھ سے پیار کرتی ہے شیری۔۔ تو ہی کہتا تھا۔۔ یقین کچھ ہوا ہو گا جو اس نے
ایسا کیا۔۔ کوئی مجبوری کوئی غلط فہمی کچھ تو۔۔ ورنہ میں نے خود اسکی آنکھوں میں
تمہاری لیے محبت دیکھی ہے۔۔ وہ پیار سے اسے سمجھاتی بولی۔۔

وہ اسکی بات پہ یکدم ٹھہر گیا۔۔۔ اپنے صاف کرتے اسنے عجیب نظروں
سے عینا کو دیکھا۔۔

ہاں عین تو سہی کہہ رہی ہے۔ غلط فہمی ہوئی تھی، اسے نہیں مجھے۔ میں سمجھتا
تھا کہ آنکھوں کے جزبے سچے ہوتے ہیں۔۔ لیکن نہیں عین آنکھوں کی
کہانیاں جھوٹی ہوتی ہیں۔ اسنے آج تک منہ سے تھوڑی بولا تھا۔ یہ تو میں ہی
تھا کہ جو اسے کیا سے کیا مقام دے بیٹھا۔۔

وہ سختی سے ہونٹ بھینچتے خود پہ قابو پاتا بولا تھا۔۔
عینا جہاں تھی وہیں تھم گئی۔۔

اسکے کانوں میں بس ایک ہی بات گونج رہی تھی۔۔
آنکھوں کی کہانیاں جھوٹی ہوتی ہیں۔۔ آنکھوں کے جزبے سچے نہیں
ہوتے۔۔

مر تسم نے بھی تو آج تک اس سے اقرار ناما نگانا کیا۔۔
وہ تو بس اسکی آنکھوں کے پیغام پر یقین کرتی تھی۔۔ وہ بری طرح سے الجھی
آخر کس پر یقین کرے۔۔

سر جھٹکتے اسنے شیری کو دیکھا جواب خود پر قابو پاتا وہاں سے جا چکا تھا۔
وہ خالی نگاہوں سے بس اپنی لکیروں کو دیکھتی رہی۔۔



مر تسم رات گئے تک گھر لوٹا تھا۔۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں جانے لگا جب
ماہم کی آواز پر ٹھہر گیا۔۔

کیا وہ اتنی ضروری ہے مرتسم کہ تم اسکے لئے اپنوں کو بھی نظر انداز کر گئے
ہو۔۔ ماہم نم آواز میں اسے دیکھتے بولی تھی۔۔
مرتسم نے بے ساختہ لب بھینچے تھے۔۔

اپیا اپ اتنی رات کو کیوں جاگ رہی ہیں۔۔ وہ انکی طرف آتا نرمی سے انہیں
اپنے حصار میں لیتا بولا تھا۔۔

میری بات کا جواب دو مرتسم۔۔ عینا اتنی ضروری کیوں ہے۔۔ کہ اسکے
پیچھے خود کو یوں نظر انداز کر رہے ہو۔۔
اسکی بکھری حالت دیکھتی بولی۔۔

راتوں تم گھر نہیں آتے ہو۔ سارا دن آفس میں گزارتے ہو۔۔ اور گھر آتے
بھی ہو تو اس سگریٹ کو پھونکتے گزار دیتے ہو۔۔

باقی سب کو تو تم نظر انداز ہی کر گئے مرتسم۔۔

وہ نم آواز میں بولی تھی۔۔

مرتسم سر جھکائے انہیں سنتا رہا۔۔

ماما، بابا کے بعد میرے لیے تم ہی تو انکی نشانی ہو تمہیں کچھ ہو گیا تو میں کیسے
برداشت کروں گی۔۔

وہ رو پڑیں۔۔

ایسا پلیز۔۔ مرتسم انہیں خود سے لگاتا بے بسی سے بولا۔۔

اوکے ایم سوری۔۔ میں آئندہ سے دھیان رکھو گا۔ پلیز سٹاپ کرائینگ۔

وہ التجائیہ بولا تھا۔۔

وعدہ کرو۔۔ اپنا دھیان رکھو گے۔۔ وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتی

بولیں۔۔

وعدہ۔۔ وہ انکے آنسو صاف کرتا نرمی سے بولا تھا۔۔

میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جس سے آپ ہرٹ
ہوں۔۔ وہ انکے سر پہ بوسہ دیتا بولا۔۔

اب جائیں سو جائیں۔۔ میرے لیے اتنی رات تک مت جاگا کریں۔۔ وہ
دھیرے سے مسکراتا بولا۔۔

ماہم اسے بھی سونے کا کہتی چلی گئی۔۔

مر تسم نے ایک نظر روحا ماما کے بند کمرے پر ڈالی۔۔ بے ساختہ ہی انکے
کمرے کی طرف قدم بڑھا گیا۔۔

آہستہ سے دروازہ کھولتے اسنے اندر جھانکا انہیں جاگتا پا کر لب بھینچ گیا۔۔
آجاؤ بچے۔۔ وہ تسبیح کرتی اسے دیکھتی نرمی سے بولیں۔۔

وہ شرمندہ سا ہو گیا۔۔

آپ ابھی تک کیوں جاگ رہی ہیں۔۔ وہ جانتا تھا وہ اس کے ہی انتظار میں جاگ رہی تھیں پھر بھی پوچھ بیٹھا۔

اپنے بیٹے کا انتظار کر رہی تھی جو ماں کو بھول کی گیا۔۔ وہ نرمی سے مسکراتے بولی۔۔

ایسی بات نہیں ہے ماما بس کام میں بزی تھا۔۔ وہ ان کے پاس بیٹھا دھیمے لہجے میں بولا۔۔

وہ کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتی رہیں۔

کیا بہت یاد آرہی ہے وہ۔۔ وہ اس کے چہرے کو دیکھتی بولیں۔۔
مر تسم نے چونک کر انہیں دیکھا۔۔ پھر آہستہ سے مسکرا دیا۔۔

وہ بھولتی ہی کب ہیں۔۔ دھیمے لہجے میں کہا۔۔ تو روحا مسکرا دی۔۔

تمہارے بابا بھی ایسے ہی تھے۔۔

وہ ماضی کو یاد کرتیں مسکراتے بولیں۔۔

تمہاری ماما زرا دیر کے لئے اگر انکی نظروں سے اوجھل ہو جاتیں تو وہ گھر سر پہ اٹھا لیتے تھے۔۔

وہ ہستے بولی۔۔

سکندر بابا بھی تو آپکو لے کر اتنی ہی پوز سیسوتے تھے۔۔ مجھے بی جان نے بتایا تھا۔۔ وہ انکے ہاتھ تھامتا بولا مسکراتے بولا۔۔
تو وہ آہستہ سے سر ہلا گئیں۔

لیکن بچے وہ دور تھوڑی گی ہی۔ کچھ دن کی ہی تو بات ہے۔۔ پھر تو ہمیشہ کے لئے تمہارے پاس آ جائے گی۔۔ لیکن تم نے اپنی حالت بالکل ہی دیوانوں جیسی کر لی ہے۔۔ وہ اب سنجیدگی سے اسے دیکھتی بولیں۔۔

ماما بات دور یا پاس رہنے کی نہیں ہے۔۔

پچھلے دو سال سے ایسا کوئی دن نہیں گزرا جب میں نے صبح نہیں اپنے سامنے نا
دیکھا ہو۔ رات میں گھر آتے بھی وہ میرے سامنے ہوتیں۔

دن میں کتنی ہی بار وہ فون پہ بات کرتیں۔۔۔ وہ پورا دن ہی تو میرے آس
پاس رہتی تھیں۔۔

مجھے بری طرح سے انکی عادت لگی چکی ہے ماما اور آپ جانتی ہیں عادت محبت
سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔۔

وہ بے بسی سے انہیں دیکھتا بولا تھا۔۔

میں یہ نہیں کہتا کہ انکے آنے سے پہلے میں زندہ نہیں تھا یا زندگی نہیں گزار رہا
تھا۔۔

نہیں۔ انکے آنے سے پہلے بس زندگی گزار رہا تھا۔ اپنوکے لئے۔۔

لیکن انکے آنے بعد زندگی جینے لگا ہوں۔۔ اپنے لیے۔۔

وہ اسے یاد کرتا دھیمے لہجے ہیں بولتا جا رہا تھا۔
روحانے اسے نہیں ٹوکا وہ چپ چاپ سنتے گئیں۔۔

ایسا بھی نہیں تھا کہ ان سے پہلے میں ہستا نہیں تھا یا خوش نہیں ہوتا تھا۔ ہستا
تھا خوش ہوتا تھا لیکن اپنوں کے لئے۔۔

لیکن ماما جب سے وہ آئی ہیں ناتو میں اپنے لئے مسکرا نے لگا ہوں۔۔ اپنے لیے
خوشیاں تلاش نے لگا ہوں۔۔

میں ایک بے رنگ زندگی گزار رہا تھا۔

لیکن انکے آنے کے بعد میری زندگی رنگوں سے بھر گئی۔۔

انکی چھوٹی موٹی شرارتوں نے زندگی میں ایک چٹخارہ بھر دیا۔ وہ اسکی شرارتیں یاد کرتا مسکرایا تھا۔

انکے بچپن نے میرے اندر سوئے ایک بچے کو بھی جگا دیا۔
پتا ہے ماما وہ جب مجھ سے ضد کرتی ہیں۔۔ کوئی شرارت کر کے میرے پیچھے
چھپتی ہیں۔۔ بچوں کی سی حرکتیں کرتی خوش ہوتی ہیں تو میری روح تک
سرشار ہو جاتی ہے۔۔۔۔

یوں لگتا ہے جیسے کسی نے جسم میں جان بھر دی ہو۔۔
وہ انکے ہاتھ تھامتے مسکراتے لہجے میں بول رہا تھا۔ چہرے پر واضح خوشی
تھی۔۔

انہوں نے بے ساختہ ہی دل میں ماشاء اللہ کہا تھا۔۔

عینا نے میری زندگی رنگوں سے بھر دی ہے ماما انکے جانے سے میری زندگی
سیاہ ہو جائے گی۔۔

وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں بولا تھا۔۔

الانا کرے بچے۔۔ روہا مادہل کر بولی تھیں۔۔

انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے بہت جلد۔ پریشان مت ہو۔ سب اللہ پہ چھوڑ

دو۔۔

وہ اسکا ماتھا چومتے بولیں تھیں۔۔

میں آپکے آپس سو جاؤں۔۔ وہ بچوں کی حسرت لیے بولا تھا۔۔

کیوں نہیں میری جان۔۔

وہ مسکراتی بولی تھی۔۔ مرتسم انکی گود میں سر رکھتے آنکھیں موند گیا۔۔

آج سالوں بعد وہ پھر سے انکی ممتا بھری آغوش میں سویا تھا۔۔

وہ ستائیس سالہ مرد کسی بچے کی طرح سمٹ کر ماں کی آغاز میں چھپا تھا۔۔

ماں تو آخر ماں ہی ہوتی ہی۔۔

ماں کی آغوش سات سالہ بچہ یا ستائس سالہ مرد نہیں دیکھتی وہ تو ہمہ وقت
ممتا کی تڑپ سے بھری رہتی ہے۔۔

امن بے یقینی سے سامنے رکھی فائل کو دیکھ رہا تھا۔

عارض کا سچ، عینا کا سچ وہ کس پہ یقین کرے۔۔

اسکے سامنے عارض پچھلے سات سال کا ریکورڈ پڑا تھا۔

اور اسکے ساتھ ہی مہر ماہ شاہ کا۔۔

دونوں کا ایک ہی یونیورسٹی میں ہونا۔۔

عارض کا جھوٹ بولنا کہ اسکے ماں باپ پاکستان میں ہیں۔

اسکا آئے دن فی لٹر کیوں سے ریلیشن ہر چیز واضح تھی۔

دوسری طرف مہرماہ سے عینا شاہ تک کی زندگی کا سفر اسکے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح پڑا تھا جس پہ وہ بے یقین تھا۔

اسنے تو عارض کو چھ ماہ پہلے پاکستان بلایا تھا۔ لیکن عارض تو پچھلے دو سال سے پاکستان تھا۔

جو اس بات کی وضاحت کر رہا تھا کہ مہرماہ شاہ کا بولا گیا ایک ایک لفظ سچ ہے۔

سر یہ کچھ تصویریں بھی ہیں۔ جو کچھ دن پہلے لی گئی ہیں۔

وہ اسکے سامنے ایک لفافہ رکھتا بولا۔

امن کی ساکت پلکوں میں جنبش ہوئی۔۔۔ اسنے پاس کھڑے سب گارڈز سمیت اسے بھی اشارہ کیا وہ سب وہاں سے چلے گئے۔

اسنے ٹرانس کی سی کیفیت میں لفافہ کھولتے چاک کیا تھا۔

دھڑکتے دل سے اسنے تصویریں اٹھائیں۔ اسکے سر پر جیسے آسمان ٹوٹا تھا۔

وہ عارض تھا بلاشبہ اسکا عارض لیکن اسکے ساتھ کھڑا آدمی وہ اسے اچھے سے پہچانتا تھا وہ کنگ کا آدمی تھا۔ کنگ کا خاص آدمی، اسکا رائیٹ ہینڈ۔۔۔
وہ عارض کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا شاباشی دینے کے انداز میں۔۔۔
کسی تصویر میں وہ اسے کوئی بیگ دے رہا تھا۔ امن اچھے سے جانتا تھا ان بیگز میں ڈرگ ہوتی ہے۔۔۔

کسی میں پیسے دے رہا تھا تو کسی میں وہ گن پکڑے کھڑا تھا۔۔۔
لیکن کیوں اور کب۔۔۔

کب امن کی نگاہ اس پر سے ہٹی اور وہ اتنا بھٹک گیا۔۔۔
وہ تو اس بات سے مطمئن تھا کہ عارض پچھلے سات سال سے کینیڈا میں ہے۔۔۔ لیکن وہ انجان تھا کہ عارض کنگ کے ہتھے چڑھ چکا ہے۔۔۔
اسے کنگ سے حد سے زیادہ نفرت محسوس ہو رہی تھی جس نے اسے پاس کوئی رشتہ نہیں چھوڑا تھا آج عارض کو بھی اپنے جیسا بنایا لیا۔۔۔
وحشت سے اس نے اپنے بال مٹھی میں جکڑے۔۔۔

مہرماہ شاہ کا کہا گیا ایک ایک لفظ سچ کی عکاسی کر رہا تھا۔

صرف عارض ہی نہیں وہ بھی مجرم تھا اسکا کیونکہ وہی تو پناہ دیے ہوئے تھا
اسکے مجرم کو۔۔

آج سالوں بعد اسکی ساکت خشک آنکھوں میں نمی ابھری تھی۔۔
آنسو ٹوٹ کر اسکی داڑھی میں جذب ہوئے تھے۔۔

عارض کو اسنے بھائی سے بڑھ کر ایک باپ کا پیار دیا تھا اور اسی نے اسکا مان
بھروسہ بری طرح سے توڑ دیا تھا۔۔

عارض نے آج پھر سے اسے بری طرح سے توڑ کے رکھ دیا تھا۔۔
کیا قصور تھا اس نازک جان کا جسے یہ سب بھگتنا پڑا۔۔

اہہ۔۔ کیوں۔ کیوں کیا تم نے ایسا کیوں۔۔ کمرے کی ہر چیز تہس نہس کرتا
دھاڑا تھا۔۔

کیوں کیا تمنے ایسا۔۔ آخر کیا کمی تھی میری محبت میں۔۔
ایسی کیا چیز تھی جسنے تمہیں انسان سے حیوان بنا دیا کیوں۔۔

ٹیبیل کو ٹھوکر مارتے وہ دھاڑا تھا۔

آنسو ٹوٹ، ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ جبکہ وہ درد کی انتہا سے سسکتا گھٹنوں کے بل گرا تھا۔

آخر کیا قصور ہے میرا جسے ہر رشتے کے بدلے صرف دھوکا ملتا ہے۔
آخر بتاتے کیوں نہیں۔

وہ کھڑکی سے نظر آتے آسمان کو دیکھتے دھاڑا تھا۔

یوں لگتا تھا جیسے خدا سے مخاطب ہو۔۔ کیوں ہر بار مجھے ازیت دیتا ہے۔
میری بے بسی کا تماشا دیکھتا ہے۔۔ لیکن میں نہیں مانگوں گا تجھ سے، تو نے کبھی
میری نہیں سنی۔ میں نہیں جھکوں گا۔

وہ آسمان کو دیکھتا انگلی اٹھا کر ضدی لہجے میں بولا تھا۔

یوں جیسے کوئی بچہ اپنا پسندیدہ کھولنا ملنے پر ناراض ہو۔

نہیں یاد کروں گا تجھے نہیں کروں گا۔ وہ خود میں سمٹ کر بیٹھتا بڑبڑانے لگا۔
اسکی حالت قابل رحم تھی۔

سالوں پہلے جو خدا پر سے یقین کھوتا بھٹک چکا تھا۔۔ نہیں جانتا تھا وہ اسکی آزمائش تھی جس میں وہ ناکام ہوا تھا۔۔

لیکن خدا نے اسے ایک اور موقع دیا تھا۔۔ اسے واپس اپنی طرف بلانے کا ایک ذریعہ بنایا تھا۔۔

آج پھر سے اسکی آزمائش شروع ہوئی تھی۔۔ مہرماہ شاہ کے روپ میں۔۔ کہتے ہیں خدا نے جب کسی کو راہ راست پر لانا ہونا ہوتا ہے تو وہ انسان کو کسی لا حاصل کے عشق میں گرفتار کر دیتا ہے۔۔

اسکے دل میں عبادت کی طرح اس عشق کو ڈال تو دیتا ہے لیکن اسے عطا نہیں کرتا۔۔

اور بندہ اس عشق کی تڑپ میں اپنے رب کے نزدیک سے نزدیک ترین کھینچا چلا آتا ہے۔۔

امن ملک کو بھی خدا نے زنجیر ڈالی تھی مہرماہ شاہ کے عشق کی زنجیر جسکے حصول کے لئے اسے خدا سے رجوع کرنا تھا۔۔

اور ہر حال میں اسے آگے سجدہ ریز ہونا تھا۔



ولی۔۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا باہر کی طرف بڑھ رہا ہے جب عینا کی آواز پر ٹھہر گیا۔

جی بچے۔۔ مسکراتے اسکی طرف مڑا۔

مجھے بات کرنی ہے آپسے۔۔ وہ ابھی ہو سپٹل سے آئی تھی۔ اسکی آج فرسٹ ٹائم ڈیوٹی تھی۔ اس لیے وہ اب گھر نظر آرہی تھی۔

ہاں بولو۔۔ ولی نے نا سمجھی سے اسکا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔

اپنے کیا سوچا ہے ولی۔ عینا نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہو چھا۔
کس بارے میں۔ وہ الجھا۔

زہرہ کے بارے میں بات کر رہی ہوں میں ولی۔۔ وہ ہنوز سنجیدگی سے بولی۔

وہ بیل میں سیدھا ہوا۔۔ زہرہ کا زکریوں اچانک سے کہاں سے اگیا۔۔
وہ نظریں چراگیا۔۔

وہ آج ہو سپٹل آئی تھی۔۔ اسکا لاسٹ ایئر بھی کمپلیٹ ہو چکا ہے۔۔ ہاوس
جاب شروع ہو چکی ہے اسکی ولی اور۔۔
وہ بات کرتے چپ ہو گئی۔۔

اور۔۔؟ ولی نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔۔

اور یہ کے اسکے ماں باپ رشتہ دیکھ رہے ہیں اسکا۔۔ نا صرف یہ بلکہ اسکے لئے
کچھ پرپوزل بھی آئے ہیں۔۔ ابکی بار وہ نظریں چراتی بولی۔
ولی نے سن کر ہونٹ بھینچے تھے۔۔

اسے اس پاگل لڑکی پر حد درجہ کا غصہ آیا تھا۔۔

وہ عینا کی وجہ سے اس سے زرا غافل کیا ہوا اسکے تو پر ہی نکل آئے۔۔

مٹھیاں مینچتے اسے خود پر قابو پانے کی کوشش کی۔۔

فکر مت کرو بچے میں دیکھ لوں گا۔۔

نرمی سے عین اسکے گال تھکتے وہ اگلے ہی پل وہاں سے نکلا تھا۔
عینا پہلے ہی شیر ی کی وجہ سے اور اب ولی کے لئے بہت پریشان تھی۔
وہ ٹینشن سے پیشانی مسلتی اب شیر ی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔



اسکارخ اب ریسٹورینٹ کی بجائے اسکے ہو سپٹل کی طرف تھا جہاں اسکی
ہاؤس جو بکر رہی تھی۔

فاسٹ ڈرائیونگ کرتے وہ آدھے گھنٹے کا راستہ پندرہ منٹ میں طے کر آیا
تھا۔

تیزی سے آگے بڑھتے ان سے ریسپیشن سے اسکا پوچھا۔
اسکے بتانے پر وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا اوپر کی طرف بڑھا تھا۔

ترڈ فلور پر جاتے ہی وہ اسے سامنے ہی کسی ڈاکٹر سے بات کرتی نظر آئی تھی۔۔

میل ڈاکٹر جسکی نظریں اسکے چہرے پر تھی لیکن وہ اس سے انجان فائنل پر نظریں مرکوز کیے سنجیدگی سے کچھ بولتی جا رہی تھی۔۔ ڈوپٹہ سر سے پھسل چکا تھا۔ چہرے کے اطراف میں دو لٹیں جھوم رہی تھیں۔۔

اسکی تنی ہوئی رگیں کچھ اور تنی تھیں۔۔

وہ تیزی سے آگے بڑھا تھا۔۔ جھٹکے سے اسکا ہاتھ کھینچتے اپنے سامنے کیا تھا۔۔ وہ اچانک افتاد پر گھبرائی۔۔ لیکن اپنے سامنے ولی کو دیکھتے اسکی آنکھیں پھیلیں تھیں۔۔

اسکی غصے سے سرخ آنکھیں دیکھتے زہرہ نے تھوک نکلا۔۔

یہ کیا بد تمیزی ہے مسٹر۔۔ چھوڑیں زہرہ کو۔۔ وہ ڈاکٹر جو ابھی زہرہ کو گھور رہا تھا سنجیدگی سے ولی کو دیکھتے بولا۔۔

اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑا ہے۔ اپنی پر اہلم۔۔ ولی زہرہ سے نظریں ہٹاتا تیکھی نظروں سے اس ڈاکٹر کو دیکھتا بولا۔۔ جو حیران کھڑا رہا تھا۔۔ جبکہ زہرہ نے اس کے جھوٹ پر منہ کھولتے اسے دیکھا۔۔

ولی کچھ بھی کہے بغیر اس کا ہاتھ تھا مے اپنے ساتھ کھینچتا لے جا رہا تھا۔۔ ایک خالی روم دیکھتے اس نے تیزی سے اسے اندر دھکیلتے دروازہ بند کیا تھا۔۔ ولی نے دروازہ بند کرتے اسے دروازے سے پن اپ کیا اور اس کے دائیں بائیں ہاتھ رکھتے اسپر جھک آیا۔

زہرہ کی چیخ نکلتے پچی تھی۔۔

ی۔ یہ۔ ک۔ کیا کر رہیں آپ۔۔ وہ گھبرائے سی بولی۔۔ اس کے یوں جھکنے سے اس کی گرم سانسیں اس کا چہرہ جھلسا رہی تھی۔۔

ولی نے اسکا جبر ادا ہو چا۔ کیا تم بھول گئی ہو کہ یہ ڈوپٹہ سر پر لینے کے لئے ہوتا ہے۔۔ گلے میں ڈالنے کے لئے نہیں۔۔ وہ دروازے پر ہاتھ مارتا دوسرے ہاتھ سے اسکے دوپٹے کا کونا تھا متاڈاھاڑا تھا۔۔

زہرہ ڈر سے اچھلی۔۔ اسنے تیزی سے کانپتے ہاتھوں سے دوپٹا سر پہ پھیلا یا۔۔ کیا تم انجان تھی کہ وہ ڈاکٹر کس طرح سے گھور رہا تھا تمہیں۔۔ مینے تو سنا تھا کہ ایک لڑکی اپنی طرف اٹھنے والی ہر نگاہ جان جاتی ہے۔ پھر تمہاری عقل پر کیوں پتھر پڑے ہیں۔۔ وہ اسکے منہ پر دھاڑا تھا کہ ڈر سے اسکی چیخ نکلی۔۔

وہ آج یوں زندگی میں پہلی بار اس پہ غصہ کر رہا تھا۔ اسنے کبھی اسے غصے میں دیکھا ہی نہیں تھا۔ بہت ہی نرم لہجے میں بات کرتا تھا وہ۔۔ جانے کیوں آج وہ اس قدر غصے میں تھا۔۔

اس سے ڈر کر بے ساختہ ہی اسکی شرٹ مٹھیوں میں دبوچ گئی۔۔

اسکی اس حرکت پر ولی کا دل دھڑکا تھا۔ وہ جو غصے سے پاگل ہوا تھا۔ اسے یوں
ڈر سے تھر تھر کانپتے دیکھ غصہ پل میں جھاگ کی طرح بیٹھا تھا۔
میری طرف دیکھو۔ اسکی تھوڑی دبوچتے وہ مصنوعی غصے سے بولا۔
زہرہ نے لرزتی پلکوں سے اسے دیکھا۔۔۔ اسکی آنکھوں میں نمی دیکھتے ولی
نے خود کو سودفعہ ملامت کیا۔۔

کیا تمہارے لیے کوئی رشتہ آیا ہے۔۔ اسکی آنکھوں میں جھانکتے وہ سنجیدگی
سے بولا۔۔

زہرہ نے تھوک نکلا۔۔

کچھ پوچھا ہے مینے۔۔ وہ سختی سے بولا۔۔

ہ۔ ہاں۔۔ وہ جلدی سے بولتی سر جھکا گئی۔۔

کیوں۔۔ وہ پھر سے ڈھاڑا۔۔ اسکا جو غصہ بیٹھا تھا وہ پھر سے عودایا۔۔

مینے تم سے کہا تھا نا تم میری صرف میری تو پھر کیوں۔ کیوں اور تمہیں اپنا
بنانے کے خواب بھی سجائے۔۔

کس حق سے ہاں۔۔

وہ اسکو بازوؤں سے دبوچتا ڈھاڑا۔۔

زہرہ نے نم ہوتی آنکھوں سے بے بسی سے اسے دیکھا تھا۔۔

بولو جواب دو مجھے آخر ہمت کیسے ہوئی تمہاری یہ جرات کرنے کی۔۔ وہ پھر
سے دھاڑا تو زہرہ کی چیخ نکلی۔۔

س۔۔ سائیں۔۔ وہ بے ساختہ اسے لگتی لرزتی آواز میں بولی تھی۔۔

ولی کا وجود یکدم ٹھہر گیا۔۔ دل ڈھڑک کر پاگل ہوا تھا۔۔

کیسا غصہ، کہاں کا غصہ وہ تو بس اسکے لبوں کی اس حرکت پر ہی آپا کھو بیٹھا
تھا۔۔

اسنے ٹرانس کی سی کیفیت میں اسکا چہرہ اوپر اٹھایا تھا۔۔

زہرہ جو اسکے ڈر سے کانپ رہی تھی اسکی آنکھوں میں یکدم الگ سا خمار دیکھتے
وہ گھبرائی۔۔

سائیں۔۔ بے ساختہ اسے پکار بیٹھی۔۔

وہ بار بار سائیں کہتے اسکے دل کا چین و قرار لوٹ رہی تھی۔۔۔ ولی کا دل کیا اسکے لبوں کی اس جسارت پر اسے اپنے لبوں سے میٹھی سے سزا دے۔۔۔ لیکن فلحال وہ اس پر یہ حق نہیں رکھتا تھا۔۔۔

زہرہ مسلسل اسے خود کو یوں گھورتے پا کر کانپتی تھی۔۔۔

سا۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ پھر سے بولتی ولی نے تیزی سے اسکے لبوں پر اپنا ہاتھ جمایا تھا۔۔۔

یکدم ہی وہ جھکتے اپنے ہاتھوں تلے اسکے پنکھڑیوں جیسے دبے لبوں کی جگہ پر ہونٹ رکھ گیا۔۔۔

زہرہ لزر گئی تھی اسکی جسارت سے۔۔۔

ولی کے ہاتھ اسکے ہونٹوں پر تھے لیکن ولی کے ہونٹ اسکے ہونٹوں کے اوپر رکھے اپنے ہاتھ پر تھے۔۔۔

زہرہ کی آنکھیں پوری طرح پھیل گئی۔۔۔ اسکی بے باکی پر وہ سرخ پڑی تھی۔۔۔ وہ اس سے آزاد ہونے کے لئے کسمسائی۔۔۔

ولی اسکے ہونٹوں سے ہاتھ ہٹاتا سے بازوں کو دبوج گیا۔۔

آئندہ اگر تمہاری دہلیز پہ کوئی تمہارے نام کی امید لے کر آیا تو یاد رکھنا زہرہ
نور انگلی بار میرے ہاتھ بیچ میں نہیں ہونگے اور نا ہی میرے ہونٹوں کی
جسارتیں صرف تمہارے ان نازک لبوں پر ہوں گی بلکہ تمہارے وجود کے
ہر ایک حصے پر اپنی چھاپ چھوڑیں گے۔۔

تیار کر لو خود کو میری شدتوں کے لئے۔ اپنی ایک ایک غلطی کی سزا بھگتنے کے
لئے۔۔ ارہا ہوں بہت تمہیں اپنے ہمیشہ کے لئے اپنے نام کرنے۔۔ تب تک
اپنے اس چھوٹے سے دماغ میں کسی اور کو سوچنے کی کوشش بھی مت کرنا
ورنہ پھر جو میں کروں گا نا وہ تم سے برداشت نہیں ہو پائے گا۔۔

اسکے سر پر انگلی رکھتے اسنے دے دے انداز میں اسے وارن کیا تھا۔۔

وہ اسکی بے باکی میں کہی گئی باتوں پر بری طرح سے سرخ پڑی۔

سمجھ گئی میری بات۔۔ وہ پھر سے غصے سے چیخا تو وہ وہ جلدی سے سر ہلا گئی۔۔

ولی نے اسکے سرخ روئے روئے سے چہرے کو دیکھتے بے ساختہ ہی آنکھیں
زور سے بند کر کے کھولیں تھیں۔۔

جاو۔۔ سنجیدگی سے اسے دیکھتے کہا تو وہ دروازہ کھولتی ایک سیکینڈ میں وہاں
سے بھاگی تھی۔۔

کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔۔ وہ اسکی پشت دیکھتا گہری سوچ میں گم تھا۔۔



آج تین دن بعد وہ یونیورسٹی لوٹا تھا۔ ان تین دنوں میں وہ مسلسل بخار میں
پھنک رہا تھا۔ عینا، عادی، وشہ یہاں تک کہ شاہ والے کاہر فرد اس سے ملنے
آتے رہے تھے۔۔

عینا کے منع کرنے کے باوجود وہ آج یونی اگیا۔۔

آج اسکا کنسلٹ تھا۔ وہ گانے کی حالت میں نہیں تھا لیکن پھر بھی چلا آیا

عادی اور روش کو انتظار کرنے کا کہتے خود جانے کہاں گم ہو گیا۔
مخصوص جگہ پر پہنچتے اسنے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو وہ سامنے ہی اسے
نظر آگئی۔

کیوں بلایا ہے مجھے۔۔ اب کچھ رہ گیا تھا کہ سننے کو۔۔ نینا اسے دیکھتی طنزیہ
لہجے میں بولی۔

مجھے صرف ایک بات جانی ہے۔۔ آخر کیوں تمنے ہمارے تین سال کے
ریلیشن کو یوں پل میں دو کوڑی کا کر دیا۔ وہ خود پہ ضبط پاتا بولا تھا۔

بخار کی وجہ چہرہ حد سے زیادہ سرخ ہو رہا تھا۔

نینا نے گھبرا کر اسکی حالت دیکھی تھی لیکن اسکا سوال سنتے اسکے نظروں میں
وہی منظر پھر سے لہرایا تو وہ ہسی۔

مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو خود سے پوچھو کیوں۔

کیوں آخر تمنے مجھے استعمال کیا۔ کیوں کرتے رہے میرے ساتھ ٹائم پاس
جبکہ محبت تو تم۔۔ وہ غصے سے چیخی یک دم چپ ہوئی۔۔

شیری نے حیرت کی زیادتی سے اسے دیکھا۔۔

کیا کہنا چاہتی ہو تم۔۔ وہ لرزتی آواز میں بولا۔۔ دل انجانے خدشوں کے تحت
دھڑکا تھا۔۔

کیوں بھول گئے تم۔ جس دن تمنے مجھے اپنے سٹوڈیو بلایا تھا۔۔ جب وہاں تم
پلوشہ کو پرپوز کرتے اپنے سب کچے چٹھے کھول رہے تھے۔۔
وہ تنفر سے بولی۔۔

شیری کا وجود زلزلوں کی زد میں آگیا۔۔

وشہ۔۔ اسکے لب ہلے تھے۔۔ وہ اسکے اور وشہ کے رشتے پر شک کر رہی
تھی۔۔ وہ اپنے شک میں یہ بھی بھول گئی کہ وہ اسے اپنی بہن کہتا ہے۔۔
شیری خالی خاموش نظروں سے اسے دیکھتا رہا اسنے کوئی صفائی نہیں دی۔۔
وہ خاموشی سے پیچھے کی طرف قدم لیتا تیزی سے وہاں سے نکلا تھا۔۔

جبکہ نینا اسے یوں جاتے دیکھ اپنے شک پر یقین کی مہر لگا گئی۔ وہ وہیں گرتی
پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

جبکہ پیچھے کھڑی عینا۔ ساکت سی اسے دیکھتی رہ گئی۔
اسنے شیر ی پر شک کیا تھا اپنا حق جتاتے اسکا گریبان پکڑتے پوچھا نہیں تھا۔
وہ کہتی تھی وہ اس سے محبت کرتی لیکن لیکن محبت کی پہلی سیڑھی ہی اعتماد کی
ہے جو اسے شیر ی پر نہیں تھا پھر کیسی محبت تھی اسکی۔
وہ بے یقینی سے اسے دیکھتی سوچ رہی تھی۔
وہ یہس شیر ی کا کنسلٹ دیکھنے آئی تھی۔
اسکی آنکھوں میں اشتعال ابھرا یا۔ دل کیا تھا کہ ابھی جا کر اسکا حشر بگاڑ دے
جسنے اسکے ہستے کھیلے بھائی کو کیا بنا دیا تھا۔
وہ تنفر سے اسے دیکھتی شیر ی کے پیچھے ہی گئی تھی۔



اسے خود میں سانس کی کمی سی محسوس ہو رہی تھی۔۔ وہ تین سال سے انکے
ساتھ آج تک وہ اسکے اور وشہ کے رشتے کو ہی سمجھ نہیں پائی۔۔ وہ اسکی پاک
محبت کو اپنے شک تلے روند چکی تھی۔۔

وہ بے بسی سے آسمان کو دیکھتا رہا۔۔

اسکا دل کر رہا تھا کہ وہ چیخے چلائے اپنی اُدھوری محبت کا سوگ منائے لیکن وہ
بے بسی سے بس آسمان کو دیکھتا رہا۔۔

تبھی اسکے کچھ دوست اسکو لینے آگئے کیونکہ سبھی اب سٹیج پر اسکا انتظار کر
رہے تھے۔۔

اسے لگا شاید ایسے ہی اسکے اندر کی وحشت کم ہو سکے۔۔



کیا ہوا عین اتنا گھبرائی ہوئی کیوں ہے۔۔

عادی حواس باختہ سی عینا کو دیکھتے بولا۔۔

شیری۔۔۔ شیری کہاں ہے۔۔ وہ اسے ادھر ادھر تلاش بولی۔۔

وہ تو سیٹج پر چلا گیا وہ دیکھ۔۔ عادی اسے سامنے سیٹج کی طرف اشارہ کرتا بولا۔۔

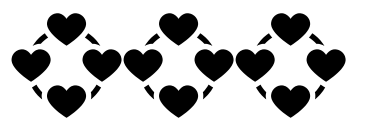
عادی یار وہ ٹھیک نہیں ہے۔۔ وہ کیسے گائے گا۔۔ عینا پریشانی سے بولی۔۔

ہمنے اسے کتنا سمجھایا منع کیا لیکن وہ تو کسی کی سن ہی نہیں رہا۔۔ وشہ نے اسے

دیکھتے اداس لہجے میں کہا تھا۔۔

کچھ نہیں ہو گا۔ فکر مت کرو ٹھیک ہو جائے گا وہ۔۔ عینا ان دونوں کو پریشان

دیکھتی خود کو ریلیکس کرتی بولی تھی۔۔۔



اسکے سٹیج پر آتے ہی سٹوڈنٹس نے شور مچا دیا۔ وہ انکاسٹار تھا انکا فیورٹ سنگر۔ جسکی آواز جادو کرتی تھی لوگوں کے دلوں پر۔۔

شیری۔۔۔ شیری ہر طرف اسکا نام گونجنے لگا۔

لائٹس میں اسکے سرخ چہرے کو کوئی ٹھیک سے دیکھ نہیں پایا۔ وہ اپنے فینس کے پیار پر ہلکا سا مسکرایا۔

دل پر بوجھ بڑھنے لگا تھا۔

ہم۔۔ تو آر یو گائیز ایکسائیٹڈ۔۔ وہ مائیک ہاتھ میں پکڑتے بولا تھا۔

یس۔۔ بہت زیادہ۔۔ مجمعے میں کی آوازیں گونجی تھیں۔

تو کیا سننا ہے اچو۔ وہ انکی ایکسائیٹمینٹ کو دیکھتے اپنے لہجے کو خوشگوار بناتے

بولا۔

عینا، عادی اور شیریں تینوں دور سے اسے دیکھ رہے تھے۔



اپنے فینز کی فرمائش پر اسنے "بلھیا" سونگ گایا تھا۔
اسنے جیسے ہی گانا ختم کیا اسکے فینز نے ون مور کی آواز بلند کی۔

We want one more..

Yes we want ..

ون مور پلیز۔

ایسی کی آوازیں ہجوم میں بلند ہوئی تھیں۔

وہ مسکرایا تھا۔ اسکی مسکراہٹ میں ٹوٹے کالج کی سی چھبن تھی۔ جو فلحال

لائٹس کی روشنی میں کسی کو محسوس نہیں ہوئی۔

اسنے ہاتھ اٹھاتے سبکو خاموش ہونے کا اشارہ دیا۔

اثبات میں سر ہلاتے گانا شروع کیا۔

اسکے اشارے سے مجمعے میں خاموشی چھا گئی۔

عینا، عادی اور وشہ نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ دور سے بھی اسکی حالت کا اندازہ لگا سکتے تھے۔ لیکن بے بس تھے۔

کچھ دیر بعد اسنے گٹار بجاتے گا نا شروع کیا۔

سنا ہے آج کل کہ تم
ناہمکو یاد کرتے ہو

سناٹے کو چیرتی اسکی آواز نے سبکے دلوں پر عجیب سی کیفیت طاری کر دی۔

محبت اب کسی سے تم
ہمارے بعد کرتے ہو

اسکی آواز میں اتنا درد تھا۔ کہ ہر کوئی سانس روکے اسے سن رہا تھا۔
نینا جسے اسکی دوستیں زبردستی لائی تھیں۔ وہ بہتی آنکھوں سے اسے سن
رہی تھی۔۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسکی یہ حالت کیوں ہے۔ وہ کیوں شکوہ کر رہا تھا
بے وفائی تو اسنے کی تھی۔۔

اسکی انگلیاں مہارت سے گٹار پر چلتی سر بکھیر رہی تھیں۔۔۔

جو وعدے وہ محبت کے
ہمارے ساتھ کرتے تھے۔۔

وہ ہم سے نا جدا ہونے کی
ہر پل بات کرتے تھے۔۔

اسکے لب ہلے رہے تھے جبکہ آنکھیں شدت ضبط سے سرخ ہوتی چلی
گئیں۔ جیسے ابھی خون چھلک آئے گا۔
سینے میں جلن سی ہونے لگی تھی۔

مگر جھوٹے تھے

سب وعدے

نا تم ٹھہرے نا تم آئے۔

ایک پل کے لئے آنکھیں مینچتے اسنے چہرہ اوپر کرتے گہری سانس بھری
تھی۔ ایک آنسو ٹوٹ کر اسکی آنکھ سے بہا تھا۔

اسکے ساتھ ہی اسکے لبوں سے نکلے الفاظ نے سکے دل دھڑکا دیئے تھے۔

کہ مرنے پہ میرے نہ

پھر تم ہنسو گے

کہ مرنے پہ میرے نہ

پھر تم ہنسو گے

نینا نے منہ پر ہاتھ رکھتے بامشکل اپنی ہچکیاں دبائیں تھیں۔۔
عینا، وشہ اور عادی نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔

کبھی زندگی کو

گنوا کر تو دیکھو

اسکی آواز کانپنے لگی۔۔ چہرہ زرد پڑنے لگا۔۔ لیکن وہ مسکراہٹ سجائے درد
بکھیر رہا تھا۔۔

سینے میں اٹھتا درد شدت اختیار کر گیا اسکے ہاتھ سے گٹار چھوٹتے زمین پر جا لگا۔

وہ لڑکھڑایا۔ گٹار کے سہارے گھٹنوں کے بل زمین گرا تھا۔

مجموعے میں ایک پل کو سناٹا چھا گیا۔

شیری۔۔ عادی نے خوف سے اسے دیکھا تھا۔

جبکہ وہ سینے پر ہاتھ رکھتے گہرے سانس لینے لگا۔ اسکا چہرہ سفید پڑنے لگا۔۔۔

مجموعے میں تہلکہ مچ گیا تھا۔ وہاں پر جمع اسکے فینز کی چیخیں بلند ہوئی تھیں۔۔

شیری۔۔ وہ تینوں ایک ساتھ چیختے سٹیج پر بھاگے تھے۔۔

اسنے ادھ کھلی آنکھوں سے بے یقین چہرہ لیے نینا کو دیکھا تھا۔ ہونٹ زرا
سے پھیلے اور وہ بے جان ہوتا اپنے پورے قد سمیت گرا تھا۔
وہ جس نے محبت میں خود کو وار پھینکا تھا اس محبت نے اسے کہیں نا نہیں چھوڑا
تھا۔

بامشکل لوگوں کو ہٹاتے وہ تینوں سٹیج پہ اس تک پہنچے تھے۔
شیری۔ عینا تیزی سے اسکی طرف آتی اسکا سر گود میں رکھے چیخی تھی۔
شیری اٹھ۔ عادی نے اسے جھنجھوڑا جبکہ اسکا وجود نیلا پڑنے لگا۔
ای۔ مبولینس۔ کوئی ایسمبولینس بلاو۔
عینا چیخی تھی۔ کسی نے پہلے ہی فون کر دیا تھا۔
کچھ ہی پل میں ایسمبولینس پہنچ چکی تھی۔
تیزی سے اسے سٹرچر پر لٹاتے وہاں سے لے جایا گیا۔



وہ تینوں اسکے بے جان ہوتے وجود کو دیکھتے بامشکل سٹرچر کے ساتھ بھاگ رہے تھے۔

انہیں آئی۔ سی۔ او میں چلو۔ ڈاکٹر اسکی نبض چیک کرتے بولا تھا۔
آپ لوگ یہیں رکے پلیز۔ ان تینوں کو وہیں رکنے کا کہتے ڈاکٹر جا چکا تھا۔
عادی اور وشہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیے۔
جبکہ عینانے خود پر ضبط پاتے ہونٹ بھینچے تھے۔ وہ بڑی تھی اسے ابھی خود
پر ضبط ہی کرنا تھا۔

نرمی سے دونوں کو اپنے حصار میں لیتے اسنے حوصلہ دیا تھا۔

کچھ نہیں ہو گا شیر ی کو۔۔۔ بہت ناٹک باز ہے۔۔۔ ایسے ہی ہمیں ڈرارا ہے
۔۔۔ بس چپ۔۔۔ ٹھیک ہے وہ بالکل۔۔۔

اسے خود پر ضبط پانا حد سے زیادہ مشکل لگا۔ وہ اکیلی یہاں پہ کچھ نہیں
سنجھال سکتی تھی۔۔۔

ان دونوں کو وہیں بیٹھنے کا کہتے اسنے مرتسم کو فون کیا تھا۔
بیل ہوتی رہی لیکن دوسری طرف سے فون نہیں اٹھایا گیا۔
ما تھا مسئلے اسنے ولی کو فون کیا تھا۔

حسنے پہلی ہی بیل پر اٹھالیا۔ اسے سب کچھ بتاتے یہاں آنے کا کہا تھا۔
ولی کے بعد اسنے وجدان بھائی اور شیر ی کے بھائی کو فون کیا تھا۔



کیا ہوا ہے۔۔ کہاں ہے شیر ی۔۔ ٹھیک ہے نا وہ۔۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ
شیر ی کا بڑا بھائی۔۔

آہل شاہ وہاں ان پہنچا تھا۔

تیزی سے انکی طرف آتے اسنے پھولتی سانسوں سے پوچھا تھا۔

عینا نے دھندھلائی نظروں سے اسے دیکھا۔

اندر لے کر گئے ہیں۔۔ ابھی تک کچھ بتایا نہیں۔۔

ای۔ سی۔ او کی طرف اشارہ کرتے اسنے دھیمے لہجے میں کہا تھا۔

انکے ساتھ شیر ی کی ماما بھی تھیں۔۔ وہ بیچ پر ڈھنے کی انداز میں بیٹھیں۔۔

وہ سب فلحال نیناں والے واقع سے انجان تھے۔۔

کچھ ہی دیر میں ولی اور وجدان کے ساتھ ماہم اپیا اور ماما بھی اچکی تھیں۔۔

شیر ی بھی ان لوگوں کے لئے عادی کی طرح تھا۔

وہ دونوں بچپن سے ساتھ تھے اس لیے ان میں کوئی فرق نہیں تھا سب کے لئے۔۔

ڈاکٹر کو باہر نکلتے دیکھ سب تیزی سے انکی طرف بڑھے تھے۔

ڈاکٹر کیا ہوا میرا بھائی ٹھیک تو ہے نا۔ آہل شاہ نے سب سے پہلے پوچھا

تھا۔

ہمیں بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آج تک ہمارے پاس پہلی بار اتنی کم عمر میں ہارٹ اٹیک کا کیس آیا ہے۔۔

ہارٹ اٹیک۔۔ عینا زیر لب بولی۔۔

جی آپکے پیشینٹ کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔۔

میجر نہیں تھا لیکن وہ ابھی خطرے سے باہر نہیں ہیں۔۔

انکے ذہن و دماغ پر کسی ٹینشن نے بری طرح سے افیکٹ کیا ہے۔۔ ایسے لگتا ہے جیسے وہ خود ہی جینا نہیں چاہتے ہوں۔۔۔

ہم لوگ ٹریٹمنٹ کر رہے ہیں۔۔ باقی آپ لوگ دعا کریں۔۔ وہ پیشہ ورانہ

انداز میں کہتے جا چکے تھے۔۔

جبکہ سب اپنی اپنی جگہ جیسے جم گئے تھے۔۔

وہ یقین ہی نہیں کر سکتے تھے کہ شیری ہر وقت ہستے کھلتے رہنے والا انسان،
زندگی سے بھرپور اسے کس چیز کی ٹینشن تھی۔۔

لیکن صرف وہ تینوں جانتے تھے کہ۔ اسے محبت کا روگ کھا گیا۔۔

آخر کار کوچو بیس گھنٹے سے جان لیوا انتظار کے بعد کے انہیں اسکی زندگی کی
نوید سنائی گئی تھی۔۔

وہ خطرے سے باہر تھا۔۔

کچھ ہی دیر میں عادی اور وشہ کو ماما اور ماہم اپیا کے ساتھ زبردستی گھر بھیج دیا
گیا تھا۔۔

شیرے کے بھائی نے انکی ماما کو بھی سمجھا بچا کے گھر بھیج دیا تھا۔۔

ولی نے عینا کو بھی عالم کے ساتھ بھیج دیا تھا۔۔

اب وہاں صرف ولی، وجدان بھائی اور آہل تھے۔۔



پہلے عارض کی وجہ سے پھر شیر ی کی پریشانی اور اب مرتسم۔۔۔ ان سب
نے اسکے اعصاب کو بری طرح سے تھکا دیا تھا۔

اسنے کتنے ہی فون کر ڈالے مرتسم کو پہلے تو اسنے فون ہی نہیں اٹھایا اور اب
اسکا فون اوف تھا۔

درد کی شدت سے سر پھٹا جا رہا تھا۔

خالی پیٹ دوپین کلرز پانی سے نگلتے وہ بیڈ پہ گرتے آنکھیں موند گئی۔
کتنے ہی دن کی بے سکون اور آج کی خواری سے تھک کر وہ کچھ ہی دیر میں
گہری نیند میں چلی گئی۔



اگلی صبح ہوتے ہی سب لوگ اس سے ملنے جا پہنچے تھے۔

وہ سب کی ڈانٹ سنتا، اپنے لیے فکر دیکھتا بس مسکرا کر انہیں دیکھتا رہا۔

عینا نے تو اسے اچھی خاصی سناڈالی تھیں۔۔

اسکا فون رنگ ہوا تو وہ باہر اگی۔۔ ابھی وہ بات کر کے مڑی ہی تھی کہ اسکی نظر سامنے سے آتی نینا پر پڑی۔۔

اسکے ماتھے پر تیزی سے بل پڑے تھے۔۔
نینا اسکے سامنے آکھڑی ہوئی۔۔

عینا نے سینے پر بازو باندھتے اسے دیکھا۔۔
یہاں کیوں آئی ہو۔۔ سپاٹ لہجے میں پوچھا۔
نینا نے گھبرا کر اسے دیکھا۔۔

شیرمی کو دیکھنے۔۔ وہ ہونٹ کاٹتی بولی۔۔

عینا کو حد درجہ سے زیادہ اس پر غصہ آیا تھا۔۔ اسنے اودیکھانا تاؤ رکھ کر ایک
تھپڑ اسے جھڑ دیا۔۔

باقی سب جو ڈاکٹر کے چیک اپ کرنے کی وجہ سے باہر آئے تھے۔۔
سب نے حیرانگی سے عینا کو دیکھا تھا۔۔

عین۔۔۔ ولی تیزی سے اسکی طرف بڑھا۔ کیا کر رہی ہے۔۔۔ ولی سختی سے
بولا تھا۔۔

میں کیا کر رہی ہوں۔۔ اس سے پوچھے یہ یہاں کیا کر رہی ہے۔۔۔ یہ بے شرم
ڈھیٹ لڑکی۔۔ جو تین سال تک شیری کے ساتھ رہی اس سے محبت کے
دعوے کرتی تھی۔

لیکن اسنے پوری یونیورسٹی کے سامنے اسکی محبت کو دو کوڑی کا کر کے رکھ
دیا۔۔

کیوں۔ صرف ایک چھوٹے سے مزاق کی وجہ سے اس پہ شک کر کے۔۔
وہ تنفر سے اسے دیکھتی بی تھی۔

جبکہ نیناسن سی چہرے پر ہاتھ رکھے اسے دیکھنے لگی۔۔

بھائی کچھ دن پہلے شیر ی اسے پر پوز کرنے والا تھا۔ لیکن اسکے آنے سے پہلے وہ کنفیوز ہو رہا تھا تو ہم لوگوں نے مزاق مزاق میں وشہ کو نینا بنا کے اسے آگے کر دیا۔

جبکہ یہ بے وقف لڑکی ان ہی دونوں پر شک کر گئی۔

ہمارے شیر ی کی پاک بے لوث محبت پر شک۔

وہ اسکی طرف دیکھتی غصے سے بولی تھی۔

آئی شیر ی نے آپسے اسکے بارے میں بات کی تھی نا۔ اس سے شادی کی بات۔

وہ اب شیر ی کی ماما کی طرف مڑتی بولی۔

جو اثبات میں سر ہلا گئی تھیں۔

اور یہ لڑکی کہہ رہی ہے کہ وہ اس سے صرف ٹائم پاس کر رہا تھا۔

وہ غصے اور نفرت سے نینا کو دیکھتی بولی جو بے یقین تھی۔

وہ کیسے بھول سکتی تھی کہ وشہ اور شیر ی کا کیا رشتہ ہے۔

وہ لوگ تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر مزاق کرنے کے عادی تھے۔۔

وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی تھی۔۔

اسکے ساتھ باقی سب بھی بے یقین تھے۔۔

دفعہ ہو جاؤ یہاں سے اس سے پہلے کہ میں تمہارا منہ توڑ دوں۔۔

شیری کا بھائی اسے دیکھتا غصے سے بولا تھا۔۔

وہ منہ پر ہاتھ رکھتی وہاں سے بھاگ گئی۔۔

سب نے تاسف سے اسکی پشت دیکھی تھی۔۔



عینا یار اب بس بھی کر دے۔۔ شیری نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا۔۔ جو

سنجیدگی سے اسکے لئے فروٹس کا ٹی اسے نظر انداز کر رہی تھی۔۔

تو نے بس کی تھی جو میں کر دوں۔۔ شرم نہیں آئی تھے اس دھوکے باز لڑکی
کی وجہ سے ہم سب کو اتنا پریشان کرتے ہوئے۔۔ وہ تنک کر بولی۔۔
عادی اور وشہ نے مسکراہٹ دبائی۔ اس وقت وہ چاروں ہی تھے اس روم
میں۔۔

دو دن بعد اسے ڈسچارج مل گیا تھا۔۔ گھر آچکا تھا وہ۔۔
وہ جب سے آیا تھا دیکھ رہا تھا کہ عینا اسے اگنور کر رہی تھی اس سے مزید رہانا
گیا تو بول پڑا۔۔

یار مینے جان بوجھ کر تو نہیں کیا نا۔
نہیں نہیں تو نے جان بوجھ کر ٹینشن نہیں لی تھی وہ سب تو خود بخود
ہو گیا۔۔ وہ آبرو آچکا کر بولی۔۔
اچھا نا اب جانے بھی دے۔۔ وہ مسکین سامنہ بناتے بولا تو عینا کی ہسی چھوٹ
گئی۔۔

آخری بار کر رہی ہوں آئندہ ایسا ناہو میں بتا رہی ہوں۔۔ اس بار وہ سنجیدگی سے بولی تو وہ شرافت سے سر ہلا گیا۔۔

کچھ ہی دیر بعد ارسل شیری سے ملنے آیا تو وہ ساتھ عینا کو بھی لے گیا۔۔



طبیعت تو ٹھیک ہے نا تیری۔۔ ڈرائیو کرتے ارسل نے چہرہ موڑ کر اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔۔

جبکہ عینا شیشے سے باہر دیکھتی جانے کس سوچ میں گم تھی۔۔

عین۔۔ ارسل نے اس کا بازو ہلایا۔۔

عینا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

ہاں۔ کیا ہوا۔۔

وہی تو میں پوچھ رہا ہوں کیا ہوا تجھے۔۔ وہ حیرانگی سے بولا۔۔

کچھ نہیں مجھے کیا ہونا ہے۔۔ وہ نارمل لہجے میں بولی۔۔

ارسل نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

پچھلے کافی دونوں سے وہ بہت چپ اور سنجیدہ سی ہو گئی تھی۔ ارسل جانتا تھا وہ ولی اور مرتسم کے درمیان پھس کے رہ گئی تھی۔

ارسل۔۔ عینا نے اچانک اسے بلایا۔

ہمم۔۔ اسنے ہنکار بھرا۔

شاہ کہاں ہیں۔۔ لب چباتے اس سے پوچھا۔

ارسل نے چونک کر اسے دیکھا۔

کیا مطلب کہاں ہیں۔۔ تجھے نہیں پتا کیا۔۔ وہ حیرت سے بولا۔

وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

ولی نے مجھے ان سے بات کرنے سے بھی منع کیا تھا۔ لیکن میں اب دودن سے

انہیں فون کر رہی ہوں۔ وہ فون ہی نہیں اٹھاتے۔ یا تو انکا نمبر بڑی ہو جاتا ہے

یا پھر بند۔۔

وہ روہانے لہجے میں بولی۔۔

شاید مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔۔ وہ بامشکل آنسو روکتی بولی تھی۔۔

ارسل نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔۔ وہ مرتسم کے ساتھ ہی تو ہوتا

تھا۔۔ (ان دونوں کا بزنس اکھٹا تھا)۔ مرتسم دونوں سے اتنا مصروف تو

نہیں تھا۔۔ اور عینا کا فون اور وہ ناٹھائے ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔۔

تعجب تھا۔۔ وہ بس سوچ ہی سکا۔۔



آیت اغاجان لوگوں کی طرف آئی ہوئی تھی۔ تو وہ اسے وہاں سے پک کرنے

آیا تھا۔ عینا بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔۔

اغاجان نے سب سے معافی مانگی تھی اور دلا اور کو بھی اپنی حویلی سے)

بے دخل کر دیا تھا۔ اس لیے آیت اور ارسل نے بھی انہیں معاف کر دیا

تھا۔ دلاور جیل سے چھوٹنے کے بعد بھی کتنی ہی بار ان سے ملنے کی کوشش کر
(چکا تھا۔ معافی مانگتا تھا لیکن کسی نے بھی اسے معاف نہیں کیا۔)

وہ دونوں جیسے ہی دروازے تک پہنچے اچانک سے گولیاں چلنے کی آواز آئی۔
وہ دونوں چونک گئے۔

ارسل نے عینا کا بازو کھینچتے جلدی سے دیوار سے لگایا تھا۔

لو ہو گی گولا باری شروع۔ وہ گولیاں چلنے کی آواز سنتا بڑبڑایا۔

ایک بار پہلے بھی عینا پر اچانک سے حملہ ہو چکا تھا اس لیے اسے اب بھی یہی
لگا۔

کتنے دشمن پال رکھے ہیں تو نے جو تیرے باہر نکلتے ہی بارود کی برسات کر
دیتے ہیں۔ وہ عینا کو دیکھتا بولا۔

عینا کی اچانک نظر اوپر ٹیس پر اغا جان سمیت سب پر پڑی۔

اسنے تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔۔

ابے ڈفریہ میرے دشمن نہیں تیرے سسرالی ہیں جو تیرے باپ بننے کی خوشی میں گولیاں برسا رہے ہیں۔۔ وہ دانت پیستے بولی تھی۔۔

کیونکہ وہ دیکھ چکی تھی۔ اغا جان آیت پر سے پیسے وارتے اپنے ملازموں کو دے رہے تھے۔ جو گن چلا رہے تھے۔۔ وہ سمجھ گی کہ یقین اسی خوشی میں چلا رہے ہیں۔۔

وہ دیکھ۔۔ عینا نے اسکا رخ گھماتے اوپر کی طرف اشارہ کیا۔۔
آہو۔۔ وہ کھسیانا سا ہوتا سر کھجا گیا۔۔

چل اب یا پھر یہیں کھڑے رہنا ہے۔۔ عینا آبرو آچکا کر بولی تو وہ جلدی سے سر ہلاتا آگے بڑھ گیا۔۔



آیت اور ارسل اسے احمد ولاڈراپ کر گئے تھے۔۔

عالم یہاں پر اب اپنا بزنس سٹارٹ کرنے سوچ رہا تھا۔ اس لیے وہ آج کل
بہت مصروف رہتا تھا۔۔ کام وغیرہ کے سلسلے میں۔۔
فلحال گھر میں بس ولی ہی تھا۔۔

آجاؤ بچے۔۔ مل آئی شیری سے۔۔ ولی اسے دیکھتے بولا۔۔
عینا نے سر ہلا دیا۔۔

عینا۔۔ ولی اسکا داد اس چہرہ دیکھتا بولا۔۔

جی بھائی۔۔ عینا نے اس کے طرز مخاطب پر چونک کر اسے دیکھا۔۔

مجھے ایک کام کے سلسلے میں کراچی جانا ہے کچھ دنوں کے لئے۔۔

تو میں چاہتا ہوں تم بھی میرے ساتھ چلو۔۔ ولی نے سنجیدگی سے کہا تھا۔۔

کراچی۔۔ وہ چونک گئی۔۔

ہاں کراچی۔۔۔ اس طرح تمہارا بھی کچھ دنوں کا گیپ ہو جائے گا۔۔۔ تھوڑا
دماغ بھی ریلیکس ہو گا۔۔۔ باقی آگے تمہاری مرضی۔۔۔ وہ اسے سمجھاتے
بولا۔۔۔

عینا نے کچھ دیر کے لئے سوچا۔۔۔ ولی ٹھیک کہہ رہا تھا۔۔۔ اسے بھی کچھ دنوں
کے لئے ابھی آرام کی ضرورت تھی۔۔۔ ماسنڈر یفریش کرنا ضروری تھا۔۔۔
ٹھیک ہے ولی۔۔۔ میں بھی چلوں گی آپکے ساتھ۔۔۔ لیکن۔۔۔ وہ ہلکا سا
مسکراتے بولی آخر میں ہچکچا گئی۔۔۔
لیکن۔۔۔ ولی نے چونک کر اسے دیکھا۔۔۔
عینا نے حلق تر کیا۔۔۔

ولی وہ شاہ سے پوچھے بغیر۔۔۔ وہ بات اُدھوری چھوڑتے سر جھکا گئی۔۔۔
ولی نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔۔۔ مرتسم سے ابھی صرف تمہارا نکاح ہوا عینا
ہے۔ تم اسکی منکوحہ ہو بیوی نہیں جو ہر چیز میں اسکی اجازت درکار

ہے۔۔ ویسے بھی تم اپنے بھائی کے ساتھ جارہی ہو کسی غیر کے ساتھ
نہیں۔ اس لیے کسی سے بھی پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔

ولی نے سنجیدگی سے کہا تو وہ بھرے دل سے اثبات میں سر ہلا گئی۔۔
جائیکینگ کر لو۔۔ ولی نے اسکا گال تھپتھپاتے کہا۔۔
وہ اوپر کی طرف بڑھ گئی۔۔

کمرے میں آتے وہ بے بسی کے احساس سے رو پڑی۔۔
مرتسم اور ولی کے بیچ وہ بری طرح سے پس رہی تھی۔۔
اور اب تو مرتسم اسکا فون تک نہیں اٹھا رہا تھا۔۔
چہرہ صاف کرتے اسنے پھر سے مرتسم کا نمبر ملایا۔۔ بیل جاتی رہی لیکن اسنے
فون ہی نہیں اٹھایا۔۔
عینانے غصے سے فون بیڈ پہ پھینک دیا۔۔

ایسے تو ایسے ہی سہی۔ مت اٹھائیں فون میں بھی اب آپسے بات نہیں کروں
گی۔۔ اپکو بتائے بغیر ہی چلی جاؤں گی۔۔

بے دردی سے گالوں پر بہتے آنسو صاف کرتے بولی۔۔



کافی دیر ادھر ادھر گھومنے کے بعد اسے ایک کتاب اچھی دکھی۔ اس نے جیسے ہی
کتاب اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

شلف کے دوسری جانب نے اتنی ہی تیزی سے کتاب کھینچ لی گی۔
عالم ہکا بکارہ گیا۔۔

اسے بکس ریڈینگ کا بہت شوق تھا اس لیے وہ لائبریری سے کچھ بکس ایشو
کروانے آیا تھا۔۔

ابھی اسے ایک ہی کتاب پسند آئی کہ وہ بھی کسی اور نے کھینچ لی۔۔

سر جھٹکتے اسے نظریں دوڑاتے دوسرے کتاب اٹھائی۔۔ لیکن اٹھائی نہیں
گئی۔۔ کیونکہ دوسری جانب سے اسے پھر سے کھینچ لیا گیا۔

عالم نے اس خالی جگہ کو گھورتے اچھنبے سے دوسرے جانب جاتے راستے کو
دیکھا۔ اور تیزی سے اس طرف بڑھ گیا۔۔

اسے سامنے ہی کسی لڑکی کی پشت نظر آئی اور اسکے ہاتھ میں وہی دونوں
کتابیں۔۔

ایکسیوزمی۔۔ اسنے اسے پکارا۔۔

نورین نے پیچھے مڑتے دیکھا۔۔ کسی لڑکے کو سامنے کھڑے دیکھ اسنے سوالیہ
نظروں سے اسے دیکھا۔۔

جبکہ عالم جو اسے سنانے والا تھا۔۔

اسکی نیلی آنکھوں پر ہی ساکت ہو گیا۔۔

حجاب کے ہالے میں لپٹا وہ گلابی چہرہ۔۔ اور اس پر تکا ز وہ اوشن بلیو آنکھیں۔۔

وہ اس آنکھوں کے سمندر میں ڈوب جاتا لیکن نورین کی آواز پر ہوش میں
ایا۔۔۔

جی فرمائیے مسٹر۔۔ نورین اسکی نظریں اپنے چہرے پر محسوس کرتے اسے
گھورتے بولی تھی۔۔

وہ۔۔ عالم کو سمجھ نہیں آیا کیا کہے۔۔
یہ کتاب۔۔ اسکے ہاتھ میں کتاب دیکھتے وہ جلدی سے اسکی طرف اشارہ کرتا
بولا۔۔

نورین نے سر جھکاتے اپنے ہاتھ میں پکڑی بکس کو دیکھا۔۔
آپکی ہے۔۔ اسنے سنجیدگی سے پوچھا۔۔

عالم ہڑبڑا گیا۔ وہ کنفیوز ہو رہا تھا جو آج تک نہیں ہوا تھا۔۔

نہیں وہ مینے وہاں سے دیکھی تھی۔۔۔ وہ آہستہ سے بولا۔۔

لیکن مینے پہلے اٹھالی۔۔ صرف دیکھنے سے اپنی تھوڑی ہو جائے گی۔۔ نورین اسے گھورتی بولی۔

نہیں وہ میں اٹھانے والا تھا اپنے اٹھالی۔۔ اور دوسری پر بھی اپنے ہی پہلے ہاتھ ڈال لیا۔۔ اسکے پری چہرے سے بامشکل نظریں ہٹاتے کہا تھا۔۔

نورین نے پہلے بکس کو دیکھا اور پھر اسے۔۔ اسنے ایک بک اسے دے دی۔۔ ایک آپ کے لیں۔ ایک میں لے لیتی ہوں۔۔

میں جب یہ واپس کر جاؤں گی تو آپ یہ لے لیجئے گا۔۔ وہ سنجیدگی سے بولی۔۔

کہاں۔۔ وہ کتاب پکڑتا بے ساختہ بولا۔۔

کیا مطلب کہاں۔۔ میں یہیں پہ واپس کر کے جاؤں گی نا۔۔ وہ حیرانگی سے اسے دیکھتی بولی۔ شاید وہ پہلی بار لائبریری آیا تھا جو اسے لائبریری کا رول نہیں پتا تھا کہ۔ کوی بھی بک اپنے پاس نہیں رکھ سکتے۔۔ ایشو کروائے گئے ٹائم تک اسے واپس دینا ہوتا ہے۔۔

نورین سر جھٹکتی آگے بڑھ گئی۔۔ جبکہ وہ کتاب ہاتھ میں پکڑے وہیں کھڑا اسکی پشت دیکھتا رہ گیا۔۔

یہاں تک کہ وہ بکس ایشو کرواتی باہر چلی گئی۔۔ تو وہ ہوش میں آتے اسکے پیچھے لپکا۔ لیکن وہ جاچکی تھی۔۔ شٹ۔۔ اسنے بے بس ہوتے کتاب کو دیکھا۔۔

ایک منٹ میں کیوں اسکے پیچھے بھاگ رہا ہوں۔۔ وہ خود سے بڑبڑایا۔۔ پھر سر جھٹکتے کچھ اور بکس ایشو کروائیں۔۔ اور گھر واپس آگیا۔۔

ولی اور عینا تو کراچی کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ ولی نے اسے بھی ساتھ چلنے کے لئے کہا تھا۔ لیکن اسے منع کر دیا۔



وہ لوگ رات گئے تک کراچی پہنچے تھے۔ ولی اپنے کسی دوست کے گھر رکنے والا تھا۔

اسکا دوست یہاں نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے وہ عینا کو لے کر فکر مند نہیں تھا۔
چھوٹا سا فلیٹ تھا۔ عینا کو بھی پسند آیا تھا۔

ولی تو آتے ہی سفر سے تھک کر سو گیا۔

دسمبر کی آخری رات تھی۔ لوگ نیو ایر نائٹ کے لئے بے تاب تھے۔

عینا کھڑکی میں کھڑی باہر پھیلی ان روشنیوں کو دیکھ رہی تھی۔ اسکا دل

اداس تھا۔

مر تسم سے بات کیے کتنے دن ہو گئے جانے کہا تھا وہ اسکا فون کیوں نہیں اٹھا
رہا تھا۔۔

اسنے سر جھٹکا۔۔

تبھی آسمان پر ہر طرف روشنی پھیل گئی۔۔

کراچی تو ویسے بھی روشنیوں کا شہر مانا جاتا تھا۔۔ لیکن اس وقت وہاں اتنی
زیادہ روشنی تھی کہ جیسے دن کا سماں ہو۔۔

بارہنج چکے تھے۔ نیو انٹرنیٹ شروع ہو چکی تھی۔۔

وہ خالی نظروں سے باہر پھیلی اس روشنی کو دیکھتی رہی۔۔

اسکے اندر ویرانی اور سناٹا پھیلا تھا۔۔

اسے زرا بھی خوشی نہیں تھی یہاں آنے کی۔۔

حتیٰ کہ اسے بہت شوق تھا کراچی دیکھنے کا۔۔ سپیشلی سمندر کیونکہ اسے عشق

تھا سمندروں سے۔۔

وہ دیوانی تھی ان سمندروں کی ان سے بہتے ہوئے پانی کی۔۔

لیکن آج اسے زرا بھی خوشی نہیں ہو رہی تھی۔

اسکا خود کو ٹٹولا۔ اسکا دل ویران اور اداس تھا۔

آنکھیں موندے اسنے گہری سانس چھوڑی۔

اچانک سے آنکھیں کھولتے اسنے ادھر ادھر دیکھا۔ اسے لگا جیسے کوئی اسے

اپنی نظروں کے حصار میں رکھے ہوئے ہے۔

ایسا تو اسے پچھلے بہت دنوں سے لگ رہا تھا لیکن اسنے وہم سمجھتے سر جھٹکا۔

بے تحاشہ سوچوں اور دکھتے سر سمیت وہ بستر پر لیٹتے آنکھیں موند گئی۔



وہ اسے آج باہر گھمانے لایا تھا۔۔ شوپنگ کے بعد اسے باہر لنچ کروایا اور
اب اسے سمندر پہ لایا تھا۔۔

شام کا وقت تھا اس لیے کافی لوگ تھے۔۔

غازیہ کتنا پیارا ہے نا۔۔ وہ نیلے پانی کو دیکھتی بے ساختہ بولی تھی۔۔
غازی نے اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھا۔۔

ماں بننے کی چمک ہی انوکھی تھی جو اس کے چہرے پر چھلک رہی تھی۔۔ ایک نور
کا ہالہ سا تھا اس کے چہرے کے گرد احاطہ کیے ہوئے ایک الو ہی سی چمک تھی جو
اس کے چہرے پر تھی۔۔

ہم بہت۔۔ وہ جھک کر اس کا ماتھا چومتے بولا۔۔

اتنے سارے لوگوں کے بیچ اس کی جسارت پر وہ جھنپ گئی۔۔

اسے گھورتے پیچھے کیا۔۔

وہ اس کے شرمانے پر قہقہہ لگا گیا۔۔



ولی صبح ہی کسی کام سے جاچکا تھا۔ لیکن عینا کے لئے ایک گاڑی اور ڈرائیور
چھوڑ گیا تھا کہ اگر اسے کہیں جانا ہوا تو۔۔

اسکا دل ہی نہیں تھا کہیں جانے کا۔

لیکن وشہ لوگوں کے لئے شاپنگ کرنے کا سوچتے وہ مال آگئی۔۔

سب کے لئے شوپنگ کرنے کے بعد۔۔۔

اسے سی ویو دیکھنے کا دل کیا تو وہ وہیں آگئی۔۔

زیادہ رش نہیں تھا۔۔ لوگ آہستہ آہستہ واپس جانے لگے تھے۔۔ اسے ویسے

بھی تنہائی چاہیے تھی۔۔

آس پاس کچھ کیلرز ہی تھے۔۔

وہ سمندر کے کنارے پر ٹک گئی۔۔ پانی اسکے پاؤں کو چھو کر واپس چلا جاتا تو وہ

مسکرا دیتی۔۔

نئے سال کا پہلا دن اب تک اسے جتنا برا لگ رہا تھا اب اچھا لگا تھا۔۔

دل اداس تھا۔ اسکے دل میں چھائی اداسی چہرے پر واضح تھی۔۔ بھوری
آنکھیں بھی کچھ نم سی تھیں۔۔

کیا شاہ مجھے بھول گئے ہیں۔۔ یا پھر مجھ سے بیزار ہو چکے ہیں۔۔ دل میں
جانے کتنے ہی دسو سے آرہے تھے۔۔

گہری سانس چھوڑتے اسنے اپنے گرد لیٹی شال کو تھوڑا اور لپیٹا۔۔ جنوری کی
شام سرد ہونے لگی تھی۔۔

ٹھنڈی ہوائ نے اسکے چہرے کو سرخ کر دیا۔۔ چاکلیٹی بال ہوا کے دوش پر
لہراتے اسے جھنجھلا رہے تھے۔۔

اچانک اسے اپنے پیچھے سایہ سا محسوس ہوا۔۔

اسنے نا محسوس انداز میں پیچھے دیکھا تو اچھل کر کھڑی ہوئی۔۔

تم۔۔ اسکی منہ سے چیخ کی مانند نکلا تھا۔

جبکہ ساحر اسکی چیخ پر گھبرا گیا۔۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔ پیچھا کر رہے ہو میرا۔۔ وہ آبرو آچکا کر بولی۔۔

ایک منٹ۔ ساحرا بھی کچھ بولتا وہ چونک گئی۔۔

تم یہاں تو مطلب شاہ بھی۔۔ اسنے بات اُدھوری چھوڑ دی۔۔ مطلب

مر تسم بھی کراچی میں تھا سوچ کہ اسکا دل ڈھڑکا۔۔

کچھ پوچھ رہی ہوں میں تم سے۔۔ سامنے کھڑے ساحر کو دیکھتے وہ سختی سے
بولی۔۔

سرنے بولا تھا کہ آپ جہاں بھی جائیں سائے کی طرح آپکے پیچھے
رہوں۔۔ وہ سنجیدگی سے بولا۔۔

کیا تمہارے سر بھی کراچی میں ہیں۔۔ ڈھڑکتے دل سے پوچھا۔۔
جی۔۔ ساحر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔

کب سے۔۔ وہ بے ساختہ بولی۔

رات سے نکلے تھے تو صبح پہنچے۔۔ وہ نظریں چراتا بوا۔۔

عینا نے ہونٹ بھینچے۔۔ مطلب وہ اس سے بے خبر نہیں تھا۔۔ اگر نہیں تو اسکا فون کیوں نہیں اٹھا رہا تھا۔۔ جان بوجھ کہ۔۔
اگر اتنی ہی فکر تھی تو خود آتے ساحر کو کیوں بھیجا۔۔
بھرے دل سے سوچا تھا۔۔

وہ رخ مورتی دوبارہ سے اپنی سابقہ جگہ بیٹھ گئی۔۔
بے ساختہ آنکھوں سے آنسو بہہ تھے۔۔ جسے اسنے بے دردی سے صاف کیا۔۔

اسکی اس حرکت کو دیکھتے کسی نے ہونٹ بھینچے تھے۔۔

میم۔۔۔ کان میں لگے آلے سے اگلا حکم سنتے اسنے جھجھکتے پکارا تھا۔۔

عینا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔۔

بہت دیر ہو گئی ہے۔ اندھیرا پھیلنے لگا ہے۔۔ ہمیں اب جانا چاہیے۔۔ وہ جھجھکتے

بولا تھا۔۔

تو جاؤ تم روکا کس نے ہے۔۔ عینا نے گھورتے کہا۔۔

میں اپنی نہیں آپکی بات کر رہا تھا۔۔ وہ بے ساختہ بولا۔۔

مجھے نہیں جانا ابھی۔۔ یہ اندھیرا مجھے کھا نہیں جائے گا۔۔ وہ سختی سے بولی۔۔

میم پلیز۔۔ سر غصہ ہوں گے۔۔ وہ منمنایا۔۔ کہاں ان دونوں میاں بیوی

کے بیچ پھس گیا تھا۔۔ اگر وہ شیر تھا تو مقابل بھی شیرنی تھی۔۔

ہاں تو ڈرتی نہیں ہوں میں تمہارے سر سے۔۔ تمہارے سر نہیں لائے مجھے

یہاں۔ اپنی مرضی سے آئی تھی اور اپنی مرضی سے جاؤں گی۔ سمجھے تم۔۔ وہ

غصے سے بولی۔۔

دور کسی نے اس کے تیور دیکھتے ایک ایک نقش کو حفظ کرتے بے ساختہ

مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

میم پلیز دیکھیں موسم بھی سرد ہونے لگا ہے۔۔ وہ بے بسی سے بولا۔۔

ساحر مجھے ایک بات بتاؤ۔۔ عینا تحمل سے اسے دیکھتے بولی۔۔

جیسے میم۔۔۔ وہ ادب سے بولا تھا۔۔

تم شادی کیوں نہیں کرتے ہر وقت میرا دماغ کیوں چاٹتے رہتے ہو۔۔ وہ
دانت پیستے بولی تھی۔۔

ساحر کو بے ساختہ کھانسی کا دورہ پڑا۔۔

عینا نے گھور کر اسے دیکھا تو وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔۔

شادی کے لئے ایک عدد لڑکی بھی چاہیے ہوتی ہے نامیم۔۔ وہ گلا کھنکھارتے
بولا تھا۔۔

عینا سر ہلاتے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

ہاں تو ڈھونڈو لڑکی اور کرو شادی۔۔ وہ جھٹ سے بولی۔۔

لڑکی تو ڈھونڈ لی لیکن شادی تو تب ہوگی ناجب لڑکی مانے گی۔۔ وہ بے چارگی
سے بولا۔۔

ارے بتاؤ مجھے کون ہے لڑکی اور مانتی کیوں نہیں۔۔ وہ حیرانگی سے بولی۔۔

وہ لڑکی تو۔۔۔ وہ گڑ بڑا گیا۔۔

ارے شر ماؤ مت بتاؤ میں خود مناؤں گی لڑکی کو۔۔۔ وہ بڑے دل سے
بولی۔۔

عرشہ نام ہے اسکا۔۔ وہ جلدی سے بولتے ایک قدم پیچھے ہٹا۔۔

اچھا اچھا عرشہ۔۔۔ وہ جوش سے بولتی ایک دم رکی۔۔

عرشی۔۔۔ صدے میں اسکا منہ کھلا۔۔ کب سے۔۔ کب سے چل رہا ہے یہ
سب ہاں۔

وہ اسے گھورتی اسکی طرف بڑھتی بولی۔۔

میری ناک کے نیچے پیار پیار کھلتے رہے اور مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔۔ وہ غصے
سے بولی۔۔

عرشہ ہو سپٹل میں اسکی کولیگ تھی اور عیشاء کی کزن بھی۔ عینا کی اچھی بنتی
تھی اس سے۔۔

م۔ میں بتانے والا تھا اچو۔۔ اس کے تیور دیکھتے پیچھے ہٹا۔۔

نہیں نہیں ابھی کیوں بتاتے، شادی بھی کر لیتے تب بتا دیتے نا۔۔ شادی
کیوں بچے بھی کر لیتے تب بتاتے لیجئے آپ پھوپھو بن گئی ہیں۔۔
وہ اسے گھورتی غصے سے بول رہی تھی۔۔

اس پاس کے لوگ حیرت سے دونوں کے دیکھنے لگے۔۔ جبکہ کچھ عینا کی
باتوں پر ہسنے لگے۔۔

جبکہ وہ ساحر کی شرٹ میں لگے منی کیمرے سے اب دلچسپی سے ان دونوں کو
دیکھ رہا تھا۔۔۔

وہ بیچارہ شر مندہ سارہ گیا۔۔

اور اس عرشی کی بچی کی تو میں خبر لوں گی۔ ایک تو مجھے بتایا نہیں اوپر سے اتنا
ہینڈ سم لڑکا مل رہا ہے تو وہ منع کر رہی ہے۔۔

وہ ساحر کر گھورتی بڑ بڑاتی اب واپسی کے لئے جارہی تھی۔۔
وہ اس کے جانے پر شکر کرتا اپنی خیرت مناتا اس کے پیچھے چل دیا۔۔



زر نور کے ساتھ شرارتیں کرتے اسے وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔ ہلکا اندھیرا
پھیلنے لگا تو وہ اسے لیے واپسی کی راہ چل دیا۔۔
زر نور کے گرد بازو کا حصار باندھے وہ مسکراتے اس کی باتیں سن رہا تھا۔۔ جب
اسے احمر کی کال آئی۔۔
وہ بھی شاید یہیں تھا ان دونوں کو دیکھتے وہ اسے پوری رن مریدی کا خطاب
دیتے اپنے جلے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا۔۔

جبکہ غاز قہقہہ لگا گیا۔۔ اچانک اس نے نظریں گھماتے ادھر ادھر احمر کو تلاش کیا۔۔ تو ایک جگہ اسکی نظر رک گئی۔۔ مسکراتے لب ساکت ہو گئے۔۔ بے ساختہ اسکے قدم رکے تھے۔۔

زر نور نے اسکے اچانک رکنے پر حیرانگی سے اسے دیکھا۔۔

جبکہ غازی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ چہرے پر صدمے کے تاثرات تھے۔۔

اسے ہوش نہیں رہا وہ کہا ہے۔۔ اسکے ساتھ زر نور ہے۔۔ وہ بے حس و حرکت کھڑا اسے دیکھتا رہا۔۔

یہ اسکی آنکھوں کا دھوکا نہیں تھا۔ یہ اسکا وہم بھی نہیں تھا۔۔ ہو ہی نہیں سکتا وہ اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کر سکتا تھا۔۔ کبھی نہیں۔۔ زر نور اسکا بازو ہلاتے اسے کچھ کہہ رہی تھی۔۔

دور سے اسے دیکھتا احمر بھی حیران ہوا تھا۔۔

اچانک پیچھے سے غازی کو دھکا لگا۔۔ وہ اپنے دھیان میں نہیں تھا۔۔
دھکا لگنے سے زمین پہ گرا۔۔

غاز کیا ہوا ہے اچو۔۔ کیا دیکھ رہے ہیں۔۔ زر نور جلدی سے اس کے مقابل
بیٹھتے اسکا بازو ہلاتے بولی تھی۔۔۔

وہ۔ وہاں۔۔ وہ۔۔ غازی اچانک ہوش میں آیا تھا۔۔
ایک جگہ اشارہ کرتے وہ کچھ کہنے کی کوشش میں ہکلا یا۔۔

اچانک زر نور سے اپنا بازو ہٹاتے وہ اٹھ کر اندھا دھند بھاگا تھا۔۔
زر نور ہتھاقا سے دیکھتی رہی۔۔ اسے یوں بھاگتے دیکھ احمر جلدی سے انکی
طرف آیا۔۔

نہیں۔۔ نہیں رکو۔۔ مت لے کے جاو۔۔ رکو۔۔ وہ کسی گاڑی کی طرف
بھاگتا چیخا تھا۔۔

جبکہ وہ گاڑی دھول اڑاتی وہاں سے چلی گئی۔۔

وہ پاگلوں کی طرح اس گاڑی کے پیچھے بھاگنے لگا۔ یہاں تک کہ ٹھوکر کھا کر گرا۔

احمر زرنور کو لیتے جلدی سے غازی کے پیچھے آیا تھا۔
وہ زمیں پر گرے چیخ رہا تھا۔

غازی نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اسے لگ رہا تھا۔ اس کے وجود سے جان نکل رہی ہو۔

اس نے سر اٹھاتے اس گاڑی کو دیکھا لیکن وہ گاڑی وہاں تھی ہی نہیں۔
وہ زمیں پر ہاتھ مارتا چیخا تھا۔

لوگ حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

غاز کیا کر رہا ہے۔ احمر جلدی سے اس کی طرف آیا۔ اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ ایک ہی نقطے کو دیکھتا کچھ بڑبڑا رہا تھا۔
زرنور اس کی حالت پر سہم کر ایک طرف کھڑی تھی۔

غازی ہوش کر۔ احمر نے اسے جھنجھوڑا۔

احمر۔۔ وہ۔۔ وہ زندہ ہے احمر۔ مینے۔ مینے دیکھا اسے وہ۔۔ وہ زندہ ہے۔۔ احمر
کے ہاتھ پکڑتا وہ بے یقین لہجے میں بولا تھا۔۔

بے ساختہ آنکھوں سے دو قطرے گرتے بے مول ہوئے تھے۔۔

احمر اور زر نور نے حیرت کی زیادتی سے اسے روتے دیکھا تھا۔۔

آخر کس کے لئے وہ یوں پاگل ہو رہا تھا۔۔

احمر وہ کوئی لے گیا اسے۔۔ احمر مجھے اسکے پاس جانا ہے۔۔ ہاں اسکے پاس جانا

ہے۔۔ وہ پاگلوں کی طرح بڑبڑاتا اٹھا تھا۔۔

احمر نے بے ساختہ اسکا بازو تھاما۔۔

غاز۔ غاز۔۔ کون۔ کسکی بات کر رہا ہے تو۔۔ کیا ہو کیا گیا ہے تجھے۔۔ پاگلوں

جیسی حرکتیں کیوں کر رہا ہے۔۔

دیکھ بھا بھی بھی ڈر گی نہیں۔۔

احمر سختی سے اسکے بازو تھامتا بولا۔۔

تو غازی نے بے ساختہ زر نور کو دیکھا۔

ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے اسے زر نور کو خود میں بھینچا۔

وہ اسکا حصار پاتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

غازی نے ہونٹ بھینچے تھے۔

احمر کو دیکھے بغیر وہ زر نور کو لیے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

احمر نے پر سوچ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ کچھ تو تھا غازی کے ماضی میں

--

عالم چاچو سے بات کرنے کا سوچتے وہ بھی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔



غاز۔ زر نور نے آہستہ سے اسے پکارا۔

ہم۔ ڈروائیو کرتے غازی نے ہنکار بھرا۔

ا۔ اپکو کیا ہوا تھا۔۔۔ کسے دیکھا تھا آپنے۔۔ وہ دھیمے لہجے میں بولی۔۔ اس کے غصے سے ڈر بھی لگ رہا تھا۔۔

غازی نے گہری سانس بھرتے اسے دیکھا۔۔

گاڑی ایک سائیڈ روکتے اسنے زرنور کے ہاتھ تھامے۔۔

دیکھو زرنور ہر انسان کا ایک پاسٹ ہوتا ہے۔ کسی کا اچھا اور کسی کا برا۔ میرا بھی

ایک ماضی تھا۔ بہت خوبصورت ماضی۔۔ میں تمہیں سب بتاؤں گا۔ لیکن

فلحال نہیں۔ صحیح وقت آنے دو سب پتہ چل جائے گا۔

وہ نرمی سے بولا تو زرنور نے ہاں میں سر ہلا دیا۔



زرنور کو سلا کر وہ خود کھڑکی میں آگیا۔ سگریٹ سلگھاتے اسنے اپنے اندر

اٹھتے اشتعال کو کم کرنا چاہا۔ اسے میجر عالم سے بات کرنی تھی۔ لیکن وہ

فلحال ملک سے باہر تھے۔ انکے آنے کا انتظار کرنا تھا اسے۔۔ لیکن وہ بے خبر
تھا کہ اسے اس انتظار کی بہت بھاری قیمت چکانی پڑے گی۔۔



ولی صبح کا گیا اگلی صبح تک واپس آیا تھا۔ ناشتے کے بعد ولی اسے گھومانے لے
گیا۔۔۔ دوپہر تک وہ لوگ گھر واپس آگئے۔۔
ولی کو کوئی ضروری کام پڑا تو وہ چلا گیا۔ عینا کو پھر سی ویو دیکھنا تھا۔
وہ ڈرائیور کے ساتھ وہاں آگئی۔۔

شام تک وہ وہیں رہی اور پھر واپس کے لئے قدم موڑ لیے۔۔ وہ ابھی اپنی
گاڑی تک نہیں پہنچی تھی جب اسے آپ اپنے پیچھے سایہ سا محسوس ہوا۔
اسے لگا شاید آج بھی ساحر ہو۔۔ پیچھے مڑ کے دیکھا تو کوئی بھی نہیں تھا۔

ایسا اسکے ساتھ پچھلے کی دن سے ہو رہا تھا۔ صرف کراچی میں نہیں اسلامباد میں بھی۔۔

سر جھٹکتے وہ آگے بڑھ گئے۔۔ لیکن اسے مسلسل اپنے پیچھے کسی کی موجودگی محسوس ہو رہی تھی۔۔

خوف سے اسکا دل سکڑ کر پھیلا۔۔۔۔۔ آس پاس لوگ بہت کم اور دور تھے۔۔

اسکے دماغ میں سب سے پہلے مر تسم کا خیال آیا سنے ضرور عین اپر نظر رکھی ہوگی۔ اسنے تیزی سے مر تسم کا نمبر ملایا۔۔۔۔۔ بیل جاتی رہی لیکن فون نہیں اٹھایا گیا۔۔

اسنے دوبارہ کیا۔ تیسری بیل پر فون اٹھالیا گیا۔۔

اس سے پہلے کہ عینا بولتی سامنے سے آنے والی آواز پر وہ وہیں رک گئے۔۔ وہ اس آواز کو اچھے سے پہچانتی تھی۔۔ وہ خالی نظروں سے موبائل کی کالی سکرین کو دیکھتی رہی۔ اسے خود کو بچانے کا ہوش نہیں رہا۔۔

تجھی اچانک پیچھے سے کسی نے اسکے چہرے پر رومال رکھا۔
وہ بیل میں مچلی لیکن اسی تیزی سے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔



اسنے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی لیکن پلکوں پر بوجھ اس قدر تھا کہ وہ کھول
نہیں پائی۔ پلکیں جھپک جھپک کر اسنے آنکھیں کھولیں۔
لڑکی کو ہوش آگیا۔ اسکے کانوں میں کسی مرد کی آواز گونجی تھی۔ اسنے
بھاری ہوتے سر کو جھٹکا۔ ادھر ادھر نظریں گھماتے سمجھنے کی کوشش کی۔
اپنے ہاتھوں کو حرکت دینا چاہی لیکن دے ناسکی۔ اسکے چہرہ جھکاتے اپنے
ہاتھ دیکھے۔ نا صرف اسکے ہاتھ بلکہ اسنے پاؤں بھی بندھے تھے۔ منہ بھی
باندھا گیا تھا۔

وہ مچلی وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ اغوا ہو چکی ہے۔

لیکن کون تھا یہ حرکت کرنے والا۔۔

تبھی اسنے پاس قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی۔۔

تو یہ وہ لڑکی۔۔ کوئی اسکے پاس آکر رکا۔۔ اسنے جھٹکے سے سراٹھایا۔۔

جبکہ سامنے والا اسے دیکھتے مبہوت رہ گیا۔۔

سرخ و سفید رنگت بھوری آنکھیں اس پر خم دار پلکیں۔۔

گلابی ہونٹ اور اسکے عین نیچے چمکتا سیاہ تل۔۔

حسن کی دیوی۔۔ سامنے والا اسے دیکھتے بڑبڑایا تھا۔۔

عینانے حیرانگی سے اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔۔ وہ اسے نہیں جانتی تھی وہ کون ہے۔۔

سامنے والے کی حسین صورت دیکھ کر بھی اسے کراہیت سی محسوس ہوئی

۔۔ اسکی غلیظ نظریں اسے اپنے وجود کے آر پار ہوتی محسوس ہوئیں۔۔

سامنے والے نے اشارہ کیا تو کسی نے اسکے منہ سے کپڑا ہٹا دیا۔۔

اسکے اشارہ کرنے پر اسکے بازو پر بنا وہ نشان صاف ظاہر ہوا تھا۔۔

عینا نے جھٹکے سے سراٹھایا۔۔ یہ نشان یہ تو کنگ کا خاص نشان تھا۔۔
اسکے چہرے پر خوف پھیلا۔۔

اسکا مطلب وہ کنگ کے ہتھے چڑھ چکی تھی۔۔ اسکا چہرہ سفید پڑا۔۔

کیوں لائے ہو مجھے یہاں۔۔ وہ جھپٹتا کر بولی۔۔ اسے ڈر تو بہت لگ رہا تھا
لیکن اپنے چہرے پر عیاں نہیں ہونے دیا۔۔

جبکہ کنگ اسکی بات کے جواب میں بس مسکرا دیا۔۔

تمہیں یقین ہے نا اکبر کہ یہی لڑکی ہے۔۔ کیونکہ یہ تو بہت نازک سی جان
ہے یہ کیا بگاڑے گی ہمارا۔۔

وہ خباثت سے اسکے وجود پر نظرے گاڑھے بولا۔۔

عینا کو اسکی نظریں اپنے وجود کے آر پار ہوتی محسوس ہوئیں۔ اسنے شدت سے مرتسم کے آنے کی دعا کی تھی۔۔

ہاتھ کھول میرے پھر بتاتی ہوں کتنی نازک ہوں۔۔ مستقل اسکی نظریں خود پر پاتے وہ غصے سے ڈھاڑی تھی۔۔۔

کنگ اسکی بات پر قہقہہ لگایا۔۔

اسنے پاس کھڑے آدمی کو اشارہ کیا جسنے اسکے ہاتھ پاؤں کھول دیے۔۔
جیسے ہی اسکے ہاتھ پاؤں کھلے اسنے پلک جھپکنے سے پہلے سامنے کھڑے کنگ کی ٹانگوں کے درمیان رکھ کے اپنا پاؤں دے مارا۔۔

سب اس اچانک حملے پر حیران ہوئے۔ کسی کو بھی اس نازک سی لڑکی سے اتنی جرات کی امید نہیں تھی۔۔

تم صرف اپنے ان پالتو کتوں کے دم پر شیر ہو۔۔ اگر اتنی ہمت ہوتی تو مجھے
میرے محافظوں کے سامنے اٹھا کر دکھاتا۔۔

مجھے کوئی کمزور دبوسی لڑکی مت سمجھنا۔۔ میرے طرف آنکھ اٹھا کر بھی
دیکھا تو تمہاری یہ آنکھیں نوچ ڈالوں گی۔۔

ہمت ہے تو چھو کر بھی دکھا۔۔ وہ نفرت و غصے سے اسے دیکھتے غرائی تھی۔۔

جبکہ کنگ نے درد سے دہرے ہوتے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔۔

جسنے شیر ی بنی کھڑی اس لڑکی کو الٹے ہاتھ کا تھپڑ دے مارا۔۔

اسکا تھپڑ اتنا شدید تھا کہ وہ اوندھے منہ جا گری۔۔

اسکی کراہ نکلی تھی۔۔ ہونٹ کا کونا پھٹ چکا تھا۔ جس میں سے خون رسنے

لگا۔۔

وہ سیدھی ہوئی۔۔ کنگ کو دیکھتے تمسخر سے ہسی۔۔

تمہاری بربادی میرے ہاتھ ہی لکھی ہے یاد رکھنا۔ اپنی بربادی کے دن گننا شروع کر دو کنگ۔۔ بہت جلد تمہاری سلطنت تم سمیت غرق ہونے والی ہے۔۔ وہ نفرت سے اسے دیکھتے بولی تھی۔۔

پہنچا دو اسے بانو بائی کے کوٹھے پر ساری اکڑ نکل جائے گی اسکی وہاں۔۔۔ وہ غصے سے بولتا اپنے آدمی کے سہارے وہاں سے چلا گیا۔۔ عینا نے پاؤں مارا ہی اتنی شدت سے تھا وہ سیدھا ناہو سکا۔۔

وہ اسکے آدمیوں کی گرفت میں پھڑ پھڑائی۔۔ لیکن وہ پھر سے اسکے ہاتھ پاؤں باندھ چکے تھے۔ اسکے منہ میں کپڑا ٹھونستے وہ اسے زبردستی گاڑی کے پاس لے گئے۔۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر اسے پھینکتے وہ لوگ گاڑی سٹارٹ کر چکے تھے۔۔

عینا نے بے بسی سے اپنے باندھے ہاتھوں پاؤں کو دیکھا تھا۔۔ وہ چلا بھی نہیں سکتی تھی۔۔

پتا نہیں ولی کو اسکی خبر ہوئی ہوگی بھی یا نہیں۔۔۔

انجان جگہ پر گاڑی رکتے دیکھ اسکا سانس اٹکا تھا۔ وہ جگہ انجان ہو کے بھی
انجان نہیں تھی۔

وہ اس سچی ہوئی جگہ کو اچھے سے پہنچاتی تھی۔

لیکن فلحال دن ہونے کی وجہ سے اس جگہ کی اصلی پہچان نہیں ہو پارہی
تھی۔ یہ جگہ صرف رات کو آباد ہوتی تھی۔

کیونکہ یہ بازاری جگہ تھی۔ امیر زادوں کی حقیقت ایک کوٹھا۔

دو آدمی اسے کھینچتے زبردستی باہر لے آئے۔ پچھلے دروازے سے اسے اندر
لے جاتے وہ لوگ اسے ایک اندھیرے کمرے میں پھینک گئے۔



امن پچھلے کافی دنوں سے کراچی میں تھا۔۔۔ یہاں اسکے کچھ ضروری کام تھے۔۔ لیکن اب جب وہ ہر کام پورا کر چکا تھا تو اس پریشانی کی یاد اسے سکون نہیں لینے دے رہی تھی۔۔۔

اسے کبیر سے پتہ چلا تھا کہ بانوبائی اپنے کراچی والے کوٹھے پر آئی ہیں ستارا کے رقص کے لئے۔۔

اس لیے وہ سرشام ہی وہاں پہنچ گیا۔۔

وہ پہلے بھی بہت دفع اکیسے صرف ستارا کا رقص دیکھنے شام میں جاتا تھا جبکہ باقی محفل رات کو سکتی تھی۔۔ بانوبائی کے آگے بھاری رقم پھینکتے وہ اسے کچھ بولنے کے قبال ناچھوڑتا۔۔

مجبور ابائی کو شام میں ہی ستارہ کو رقص کے لئے آمادہ کرنا پڑتا۔۔

اب بھی ستارہ امن کا نام سنتے چپ چاپ راضی ہو گئی۔۔ وہ آدمی عجیب تھا۔۔

جو صرف اسکار قص دیکھنے آتا تھا لیکن بیچ میں اسکار قص چھوڑ کر چلا تھا تو
کبھی بس گھٹنوں اسے دیکھتا رہتا تھا۔ لیکن اسے دیکھنے میں آتا کبھی حوس نظر
نہیں آئی۔۔

جانے کیسی مکھنا تیری طاقت تھی اسمیں کہ وہ آکسی طرف کھینچتی چلی جاتی
تھی۔۔

امن اکیلے ہی زمین پر بنے مخملی گدھوں پر بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا۔
جب ستارہ کی آمد سے چونک گیا۔ گلابی رنگ کی بھاری کامدار فراق جو پاؤں
کو بھی ڈھانپنے ہوئے تھی۔ آج چہرہ کسی بھی آرائشی سے پاک تھا۔ کھلے
بالوں پر بھاری ڈوپٹہ لگائے وہ امن کو خود کو دیکھنے پر مجبور کر گئی۔
ستارہ اس شہزادے کو ایک نظر دیکھتے اپنا قص شروع کر چکی تھی۔

نظر جو تیری لاگی میں دیوانی ہو گئی۔۔

دیوانی، ہاں دیوانی می، دیوانی ہوگی۔۔

ایک ہاتھ کو چہرے کے قریب کرتے زرا سا گردن کو خم دیتے اسنے امن کو
سلام پیش کیا۔۔

جبکہ امن یک ٹک اسے دیکھے گیا۔۔

مشہور میرے عشق کی کہانی ہوگی۔۔

پاؤں کو آگے پیچھے کرتے چہرہ پیچھے گراتے اسکی بند آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ
کر بہا تھا۔۔

جو جگ نے نامانی تو مینے بھی ٹھانی

کہاں تھی میں دیکھو کہاں چلی ائی۔۔
وہ گھوم کر اسکے سامنے ائی۔

امن سانس روک گیا۔۔

کہتے ہیں یہ دیوانی مستانہ ہو گئی۔۔
مشہور میرے عشق کی کہانی ہو گئی۔۔
وہ مستقل گھوم رہی تھی۔

جبکہ امن کی نظریں تو اسکے چہرے پر تھیں لیکن دماغ کہیں اور تھا۔
وہ بس خالی نظروں سے اسے رقص کرتے دیکھ رہا تھا۔
جانے اسکے دل میں کیا سو جھی۔۔

وہ یک دم اٹھا اور اسکا ہاتھ پکڑتے اسے کھینچتے وہاں سے لے گیا۔۔

ستارہ بے جان سی اسکے ساتھ کھینچتی چلی گئی۔۔

امن اوپر بنے کمروں میں سے ایک میں اسکو لاتا اسکا ہاتھ چھوڑ گیا۔۔

اسکے یوں چھوڑنے پر وہ جھٹکے سے پیچھے ہوئی۔۔

اسنے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔

میں بقاؤ نہیں ہوں صاحب۔۔

بھگے لہجے میں کہتے اسنے امن کو دیکھا تھا جو اس سے رخ موڑ کر اب سگریٹ
سلکھا چکا تھا۔۔

کیوں کرتی ہو یہ کام۔۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔۔

ستارہ نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

پہلے مجبوری تھی لیکن اب تو کام ہی یہی ہے۔۔ وہ عام سے لہجے میں بولی۔۔

چھٹکارا چاہتی ہو اس کام سے۔۔ وہ ہنوز سپاٹ لہجے میں بولا۔۔
ستارہ نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

چھٹکارا پا کر بھی کیا کروں گی۔۔ ایک رقصہ ہوں میری پہچان یہی ہے دنیا
کے پاک لوگ کوٹھے کی لڑکی کو کیوں نکر عام زندگی جینے دیں گے۔۔ وہ
طنزیہ بولی تھی۔۔

تمہارے تحفظ کی ذمہ داری میری۔۔ جہاں جانا چاہو گی۔۔ تمہاری
مرضی۔۔ وہ سگریٹ پاؤں سے مسلتا اسکی طرف مڑتے بولا تھا۔۔
لیکن بانو بائی کبھی نہیں مانے گیں۔۔ وہ مایوس لہجے میں بولی۔۔
مینے کہا نا وہ ذمہ داری میری۔۔ وہ اسے ٹوک کر بولا۔۔

لیکن آپ مجھے آزادی کیونکر دلوانا چاہتے ہیں۔۔ وہ الجھ کر بولی۔۔
اس سے پہلے کہ اسن کچھ کہتا اسکا فون رنگ ہوا تھا۔۔

اسنے بیزاری سے فون نکالتے دیکھا لیکن سامنے چمکتے نمبر کو دیکھ وہ چونک کر
سیدھا ہوا۔۔

بولو کیا خبر ہے۔۔ وہ فون اٹھاتا بے چینی سے بولا۔۔
لیکن اسے سامنے سے جو سننے کو ملا اسکا چہرہ فق ہوا تھا۔۔
جیسے جیسے وہ سنتا جا رہا تھا اسکی رگیں پھولتی جا رہی تھیں۔۔
ٹھیک ہے تم وہیں رہو میں آ رہا ہوں۔۔
وہ عجلت میں بولا۔۔

ستار نے چونک کر اسکے تاثرات دیکھے۔ ایسا بھی کیا کہا گیا اس سے۔۔
بیسمینٹ کہاں ہے۔۔ وہ حیران کھڑی ستارا کو دیکھتے بولا۔۔
اسنے چونک کر اسے دیکھا۔۔

آئیے میرے ساتھ۔۔ وہ اسے بولتی اپنی تقلید میں لیے باہر نہیں تھی۔۔



وہ بے بسی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔۔۔

بے دردی سے زمیں پر پھینکے جانے سے اسکا ڈوپٹہ وہیں کہیں گر گیا۔۔
کہنیاں بھی چھل گئیں۔۔ اس کے فراق کے بازو کندھے اور کہنیوں سے
پھٹ گئے۔۔

وہ پیچھے بندھے ہاتھوں سے ڈوپٹہ لے بھی نہیں پار ہی تھی۔۔
لبوں پر بس اپنی عزت کی حفاظت کے لئے دعا جاری تھی۔۔
شاید کسی نے اسکی غیر موجودگی کو محسوس ہی نہیں کیا۔۔
ولی نے تو رات کو گھر آنا تھا۔ اور ابھی رات نہیں ہوئی تھی۔۔
اور مرتسم وہ تو۔۔ آگے سوچتے وہ لب بھینچ گئی۔۔
آنسو لمحہ بالمحہ اسکا گال بگھونے لگے تھے۔۔

وہ گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی جب آہٹ پر چونک گئی۔۔
دروازہ کھلا اور کچھ لوگ اندر داخل ہوئے تھے۔۔

اسنے چونک کر سامنے دیکھا۔

ایک بھری عمر کے عورت اندر داخل ہوئے تھی۔۔

چہرے پر میکاپ کی گہری تہہ تھی۔ لباس بھی بے ہودہ سا پہنا ہوا تھا۔ جبکہ منہ میں پان تھی۔۔

اچانک اندھیرے سے روشنی آنے پر وہ آنکھیں میچ گئی۔۔

اسنے آنکھیں کھولیں تو وہ عورت کرسی پر بیٹھ رہی تھی۔۔

جبکہ کچھ ادمی اسکے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔۔

اتنے سارے غیر مردوں کو اپنے سامنے دیکھتے اسکا دل چاہا زمین میں گرٹھ

جائے۔۔۔ وہ بے بسی سے خود میں سمٹ گئی۔۔

ہم تو یہ ہے وہ لڑکی۔۔ منہ میں پان چباتے وہ چمکتی نظروں سے عینا کو دیکھتی بولی تھی۔۔

جی بانو بائی یہی ہے۔۔ جسنے کنگ کو تگڑی کا ناچ نچوایا ہے۔۔

اند آتی ایک اور لڑکی قہقہہ لگاتی بولی تھی۔۔

عینا نے چونک کر اسے دیکھا۔ بانو بائی۔ وہ زیر لب بولی۔

بانو بائی کے اشارے پر اسکے ہاتھ پاؤں اور منہ کھول دیا گیا۔

ہاتھ کھلتے اسنے ڈوپٹے کو ادھر ادھر تلاش لیکن وہ ڈوپٹہ اس لڑکی کے پاؤں تلے پڑا تھا۔ اسنے بے بسی سے ڈوپٹے کو دیکھا۔

اپنے بال آگے پھیلاتے وہ خود میں سمٹ کر بیٹھ گئی۔

بانو بائی کرسی پر بیٹھے ہی زرا سا آگے جھکی اور تھوڑی سے دبوچتے عینا کا چہرہ اوپر اٹھایا۔

یہ لڑکی نہیں سونے کے انڈے دینے والی مرغی ہے مرغی۔ اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھتے وہ قہقہہ لگاتے بولی تھی۔

عینا اسکی گرفت میں پھڑپھڑائی تو اسنے جھٹکے سے اسے چھوڑ دیا۔ وہ دیوار سے جا لگی۔

اسکے پاس کھڑی ایک لڑکی نے جھک کر اسکے کان میں کچھ کہا۔

اے۔۔ تو یہ مرتسم میر کی منظور نظر ہے۔۔۔ بہت سنا تھا شاہ صاحب اور انکی منکوحہ کے بارے میں لیکن یہ نہیں پتہ تھا کہ شاہ صاحب کی طرح انکی منکوحہ بھی ہماری دشمن ہی نکلے گی۔۔ وہ تعجب سے بولی۔۔
(مرتسم سے اسکی پرانی دشمنی تھی۔۔ کیونکہ اسنے زین کی مدد سے پہلے ایک بار اسکے کوٹھے پر ریڈ پڑوائی تھی)۔۔۔

جبکہ اس معصومیت نے تو دل کسی اور کا بھی گائل کیا ہوا ہے۔۔
میں بھی کہوں کنگ کو مجھے لڑکی دینے کا خیال کیسے اگیا۔۔
وہ اس لڑکی کی بات سنتی قہقہہ لگاتی بولی۔۔

حسن کے ساتھ نزاکت بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور اوپر سے یہ معصومیت ہائے رے قیامت ڈھادے۔۔

ایسے ہی تو نہیں وہ شاہوں کا سردار وہ جان چھڑکتا ہے اس پہ۔۔
اسکے پیچھے اور دوسری طرف وہ جو بیسٹ بنا پھرتا ہے اسکے پیچھے اپنی سلطنت چھوڑنے کے لئے بھی تیار ہے۔۔ وہ قہقہہ لگاتی بولی۔۔

عینا نے چونک کر اسے دیکھا کیا وہ مرتسم کو جانتی ہے۔۔

اور بیسٹ یعنی کے امن۔۔ وہ کیوں اسکے پیچھے اپنی سلطنت چھوڑے۔۔ وہ حیرت سے سوچ کر رہ گئی۔۔

اس ظاہری حسن اور جسمانی نزاکت پر مت جانا یقین کرو اسی نزاکت سمیت تمہیں برباد کر کے رکھ دوں گی اور تم دیکھتی رہ جاؤ گی۔۔

وہ نفرت سے اسے دیکھتے ڈھاڑی تھی۔۔

بانو بائی نے غصے سے اسے دیکھتے اسکے بال دبوچے۔۔

اہہ۔۔ عینا کی کراہ نکلی۔۔

تم سے تو بہت پرانے حساب بھی رہتے ہیں۔۔ آخر تیری وجہ سے میں

کروڑوں کا نقصان ہوا ہے۔۔

اب اپنے ان کروڑوں کا نقصان تجھے دندھے پہ بٹھا کے پورا کروں گی۔۔

وہ تمسخر سے عینا کو دیکھتی بولی۔۔

عینا نے سفید چہرے سے اسے دیکھا۔ کہاں وہ ان گھٹیا
لوگوں نے بیچ پھس گئی تھی۔ اللہ میری مدد کر۔ اس نے دل میں پکارا۔

یہیں رہنے دو اسے یہیں بھوکا پیاسا۔ کچھ دن یوں ہی رہے گی تو عقل ٹھکانے
آئے گی۔ وہ اس کے بال جھٹکتی اس کے چہرے کا نقشہ بگاڑنی کی خواہش دل میں
دبائی اپنے آدمیوں کو حکم دیتی اٹھی تھی۔
لیکن وہ جیسے ہی مڑی۔

اپنے سامنے کھڑے امن نہیں بلکہ بیسٹ کو دیکھتے اس نے تھوک نگلا۔
آپ یہاں امن سیٹ۔ کیا ہوا۔ زبردستی اپنے چہرے پر مسکراہٹ
سجاتے وہ عینا کے سامنے آگئی تاکہ امن اسے دیکھنا سکے۔
امن نے ایک قہر بھری نظر اس پر ڈالتے اس کے پیچھے کھڑے آدمیوں پر
ڈالی۔

بانو بائی کو سائیڈ کرتے وہ اندر داخل ہوا۔

نیچے دیوار کے ساتھ بکھری حالت میں بیٹھی عینا کو دیکھتے وہ پل میں چہرہ موڑ گیا۔

اپنے چہرے دفع کر وہاں سے اس سے پہلے کہ میں انکا حشر بگاڑ دوں۔۔ وہ وہاں کھڑے بانو بائی کے آدمیوں کو دیکھتے غرایا تھا۔
وہ آدمی سر جھکائے وہاں سے باہر نکل گئے۔۔ بانو بائی منہ کھولے کھڑی بس امن کو دیکھنے لگی۔۔

عینا نے ایک سہمی نگاہ امن پر ڈالی اور اگلے ہی پل چہرہ موڑ گئی۔۔
امن ادھر ادھر نظریں ڈور اتے اسکا ڈوپٹہ تلاشا۔۔ جھک کر اسکا ڈوپٹہ اٹھایا۔۔

ایک گھنٹہ ٹکاتے اسکے قریب بیٹھتے وہ نظریں جھکائے ہی ڈوپٹہ اس پر پھیلا گیا۔۔

عینا نے سانس روکے اسے دیکھا تھا۔۔

پاؤں کے نیچے آنے کی وجہ سے اسکا ڈوپٹہ بھی جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا۔
امن نے بے بسی سے اسکے پھٹے ڈوپٹے کو دیکھا۔۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنا کورٹ اتارتا اسکے آگے ایک شال آئی تھی۔

امن نے نظریں اٹھاتے دیکھا تو سامنے ہی ستارا کھڑی تھی۔

امن نے تشکرانہ اسے دیکھتے وہ شال اس سے تھام لی۔

عینا کو دیکھے بغیر اسنے وہ شال اسکے گرد اچھے سے لپیٹ دی۔

عینا بس ساکت سی اپنے محافظ کو دیکھتی رہی۔

کیا وہ یہاں اسے بچانے آیا تھا۔ اسکے زہن میں بس یہی بات آئی۔

اسنے خدا سے مدد مانگی تھی۔ تو کیا خدا نے اس کے لئے اسے مددگار بنا کر بھیجا

تھا۔

امن نے کھڑے ہوتے ہاتھ کے اشارے سے اپنے گارڈز کو اندر آنے کے

لئے کہا۔۔

جو آتے ہی بانو سمیت اسکے آدمیوں کو اپنی حراست میں لے چکے تھے۔

امن نے جھک کر عینا کو اٹھانا چاہا لیکن وہ اس کے بڑھے ہاتھوں کو دیکھتے پیچھے ہو گئی۔

اس نے بے بسی سے ستارا کو دیکھا۔

جو گہری سانس بھرتے آگے بڑھتے عینا کو اٹھا گئی۔

چلو۔

عینا کو دیکھے بغیر کہا تھا۔

لے آؤ ان سب کو۔۔۔ وہ سپاٹ لہجے میں بانو بائی کو دیکھتے کہتا عینا اور ستارا کو لیے آگے بڑھ گیا۔

عینا بے جان گڑیا کے جیسے ستارا کے ساتھ کھینچی چلی گئی۔

امن نے گاڑی کا دروازہ کھولتے عینا کو دیکھا۔

وہ تب سے اب اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

بکھرے بال۔۔۔ مٹے مٹے انسو۔ سو جھی انکھیں۔ پھٹا ہوا ہونٹ۔۔۔ اور تھپڑ کا

نشان۔۔۔ اس نے شدت سے آنکھیں مینچیں تھیں۔

آگے بڑھتے اسنے خود عینا کو نرمی سے اندر بٹھایا۔

ستارا کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے وہ خود ڈرائیور بنگ سیٹ پر آیا۔

اسکے تاثرات پتھر یلے ہو چکے تھے۔ انکھوں میں جیسے شرارے پھوٹے تھے۔

عینا نے سیٹ سے سرٹکاتی آنکھیں موند گئی۔

کتنے ہی آنسو پھسل کر اسکے چہرے پر گرے تھے۔

ولی کہاں ہیں آپ۔۔ وہ دل میں اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

مر تسم سے اسکی امید ٹوٹ چکی تھی وہ نہیں آیا اور نا ہی اسے آنا تھا۔

جبکہ ستارا ایک ٹک بس عینا نے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

آخر ایسا کیا تھا اسمیں کہ وہ جرم کی دنیا کا بادشاہ بھی اسکے سامنے نظریں

جھکانے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

وہ بس سوچ کر رہ گئی۔



وہ اپنے کام میں بڑی تھاجب اسکا فون بجا۔ اسنے بے دھیانی میں فون اٹھاتے
کان سے لگایا۔

لیکن آگے سے اسے جو سننے کو ملا وہیل میں چونکا۔

کیا مطلب ہے تمہارا کہاں گی عینا۔ تم ہی لے کر گئے تھے تو پھر وہ کہاں
گی۔ وہ دھاڑا تھا۔

جبکہ دوسری طرف ڈرائیور گھبرا گیا۔

اسکا کہنا تھا کہ تین گھنٹے سے وہ عینا کا انتظار کر رہا ہے۔ شام ہو گی لیکن وہ پتہ
نہیں کہاں چلی گی۔

تم وہیں رکو آ رہا ہوں میں۔ ڈرائیور کو کہتے وہ اندھا دھند بھاگا تھا۔

فاسٹ ڈرائیونگ کرتے وہ سمندر تک پہنچا تھا۔

اسے سامنے ہی ڈرائیور مل گیا۔

وہ تیزی سے اسکی طرف بڑھا۔۔ کہا ہے میری بہن۔۔ وہ دبی دبی آواز میں
غرایا۔۔

پ۔ پتہ نہیں سر۔۔ میں تو یہیں پر انکا انتظار کر رہا تھا۔۔ لیکن وہ اب تک
نہیں آئیں۔۔ مینے اس پاس ہر جگہ ڈھونڈ لیا لیکن وہ کہیں نہیں ہیں۔۔
وہ اسکے ڈر سے تیز تیز بول رہا تھا۔۔

ولی نے تیزی سے قدم آگے کی طرف بڑھائے۔۔

پندرہ منٹ میں ہی اسنے سارا ایریا کنھکھار مارا لیکن اسے عینا نہیں ملی۔۔
لیکن اسکا گراہو افون ضرور مل گیا۔۔

اسنے فون اٹھایا۔۔ لاسٹ ٹائم اس پر مرتسم کی کال دیکھتے اسنے ہونٹ بھینچے۔۔
وہ جانتا تھا کہ مرتسم بھی کراچی میں ہے کہاں وہ یہ بھی اچھے سے جانتا تھا۔۔
اگر میری بہن کو کچھ بھی ہوا تو میں تجھے چھوڑوں گا نہیں مرتسم۔۔ وہ بڑبڑایا
تھا۔۔



تیزی سے گاڑی روکتے وہ اندر کی جانب بڑھا۔۔۔ ریسپشن سے مر تسم شاہ کا
پوچھتے اسنے اوپر کی طرف قدم بڑھائے۔۔
جھٹکے سے دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوا لیکن سامنے اسے جو دیکھنے کو ملا وہ
حیرت کی زیادتی سے لڑکھڑایا۔۔

زینی اور مر تسم ایک دوسرے کے بہت قریب کھڑے تھے۔۔۔ مر تسم
کے ہاتھ اسکے دونوں بازوؤں دبوچے ہوئے تھے۔۔۔

ولی کو دیکھتے مر تسم نے تیزی سے اسے پیچھے کیا تھا۔۔۔
تم یہاں۔۔۔ مر تسم نے چونک کر اسے دیکھتے پوچھا۔۔۔

ولی نے ہونٹ بھینچتے اپنے اندر اٹھتے وبال پر قابو پایا۔

وہ تیزی سے مرتسم کی جانب بڑھاتا اسکا گریبان دبوچ چکا تھا۔ میری بہن
پچھلے تین گھنٹے سے غائب ہے اور تم یہاں اس گھٹیا لڑکی کے ساتھ عشق
معاشوقیاں کرنے میں مصروف ہو۔ ڈوب مرنا چاہیے تمہیں مرتسم۔
کم از کم اسکے باپ سے کیے وعدے کا ہی مان رکھ لیا ہوتا۔
وہ اسکا گریبان جکڑتا غرایا تھا۔

اسے لگا تھا کہ عینا مرتسم کے پاس ہوگی لیکن اب اسے اس بات کی بلکل امید
نہیں تھی۔

مرتسم نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

ولی اسکا گریبان جھکتے پیچھے ہوا۔

خدا کی قسم مرتسم اگر میری بہن کو کچھ بھی ہوا تو میں زندگی بھر تجھے معاف
نہیں کروں گا۔

وہ غصے اور دکھ سے اسے دیکھتا بولا تھا۔

میری بیوی تمہارے پاس، تمہاری زمداری تھی، جواب دہ تمہیں ہونا چاہیے۔ کہاں ہے میری بیوی۔

مر تسم اسے جاتے دیکھ ہوش میں آتا دھاڑا تھا۔
ولی اسکی بات پر مڑا۔

ہن۔ بیوی وہ طنزیہ ہسا۔

افسوس تو اسی بات کا ہے کہ میری بہن کو اپنے بھائی سے زیادہ اپنے شوہر پر یقین تھا جو اسے خطرہ بھانپتے سب سے پہلے تجھے فون کیا تھا۔ لیکن شاید تجھے فرصت نہیں تھی۔

کاش کہ اسنے یہ بھروسہ اپنے بھائی پر کیا ہوتا۔ تو آج اسکا یہ مان نہیں ٹوٹتا۔

وہ افسوس سے بولتا رہا نہیں تھا۔

مر تسم نے صدے سے اسے دیکھا۔

سیکینڈ سے پہلے اسے اپنا فون دیکھا تھا۔ جہاں تین گھنٹے پہلے عینا کی کال شو ہو رہی تھیں اور وہ اٹھائی بھی گئی تھی۔۔ پانچ منٹ تک۔۔

مر تسم نے بے یقینی سے سامنے کھڑی زینی کو دیکھا جو اسکے دیکھنے پر تھوک نکل کر رہ گئی۔

غصے سے پاس پڑے کرسی کو ٹانگ مارتے اسنے ایک ہی جست میں زینی کا گلہ دبوچا۔

اگر میری عین کو ایک خراش بھی آئی تو یاد رکھنا اس بار میں تمہیں بخشوں گا نہیں۔

وہ اسے زمین پر پٹکتا دھاڑا تھا۔

ایک نفرت بھری نگاہ اس پر ڈالتے وہ تیزی سے باہر کی جانب بڑھ گیا۔
زینی بھی اسکے پیچھے بھاگی تھی۔



گاڑی رکنے پر وہ آہستہ سے آنکھیں کھول گئی۔

اسنے نا سمجھی سے اسی جگہ کو دیکھا تھا جہاں اسے سب سے پہلے لے جایا گیا تھا۔

وہ ایک پرانا کھنڈر تھا۔

کھلے میدان جیسا لیکن آس پاس سے بند تھا۔

ستارہ کو اشارہ کرتے امن گاڑی سے اترتے اسکی طرف آیا۔ اسکی طرف کا

دروازہ کھولتے اسنے عینا کو باہر آنے کا کہا۔

وہ نا سمجھی سے اسے دیکھتے باہر اگی۔

چلیں۔ اسنے کہا تو عینا نے فق ہوتے چہرے سے اسے دیکھا۔

کیا وہ اسے کنگ کے حوالے کرنے جا رہا تھا۔

بس تھوڑا یقین کر لیں۔۔ امن اسکے فق ہوتے چہرے کو دیکھتے دھیمے لہجے میں بولا۔۔

مجھے اپنے بھائی کو فون کرنا ہے۔۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔۔

امن نے خاموشی سے فون اسکی طرف بڑھا دیا۔۔

اس سے جگہ کا نام پوچھتے اسنے بس ولی کے لئے ایک میسیج چھوڑ دیا۔۔

فون اسے واپس دیتے وہ اسکی تقلید میں چل دی۔۔

ستارا بھی نا سمجھی سے سب دیکھتی امن کے اشارے پر عینا کا ہاتھ تھامے اندر داخل ہوئی۔۔

لیکن سامنے کا منظر دیکھتے دونوں نے خوف سے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔

لیکن ستارا اسکا ہاتھ دباتی امن کے پیچھے ہی اسے لیے چل دی۔۔

جبکہ وہاں کام کرتے کنگ کے آدمیوں نے چونک کر امن کو دیکھا تھا۔۔

بیسٹ کو دیکھتے انہوں نے تھوک نگلا تھا۔۔

بانو بای اور اسکے آدمیوں کو سامنے کھڑے کرنے کا اشارہ دیتے وہ عینا کی طرف مڑا۔

ان میں سے کس نے ہاتھ اٹھایا تھا آپ یہ۔۔ نظریں جھکائے دھیمے لہجے میں بولا۔

عینا نے ایک سہمی نظر ان سب پر ڈالی وہ وہی آدمی تھے جو اس وقت کنگ کے ساتھ تھے۔

وہ۔ عینا نے سب کے چہرے دیکھتے ایک آدمی کی طرف اشارہ کر دیا جس نے اسے تھپڑ مارا تھا۔

وہ دونوں کو ایک سائیڈ کھڑا کرتا۔ اس آدمی کی طرف بڑھا۔ کورٹ اتارتے ایک طرف پھینکا تھا۔

شرٹ کے اگلے دو بٹن کھولتے اس نے تیزی سے اس آدمی کی طرف قدم بڑھائے۔

جبکہ وہ آدمی اب وہاں سے پیچھے کو قدم لینے لگا۔

امن نے ایک ہی جست میں اسے قابو کرتے اسکے چہرے پر پہ درپے مکے
جھڑے تھے۔ اسکے دونوں بازو کو پیچھے کی طرف موڑتے اسنے جھٹکا دیا۔
چٹاخ کی آواز سے اسنے دونوں بازو توڑے تھے کہ وہ درد کی شدت سے چلا
اٹھا۔

لیکن امن کی اگلی حرکت پر عینا اور ستار اسیمت بانو بایں اور اسکے ساتھ کھڑی
لڑکی کی چیخیں نکلیں تھیں۔

کیونکہ وہ اس آدمی کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو اب اپنے خنجر سے کاٹتا جا
رہا تھا۔

عینا اور ستارا کانپ کر چہرہ موڑ گئیں۔

اسکے بعد امن نے آؤدیکھانا تاؤ وہاں موجود ایک ایک آدمی کو دھوڈالا۔

گاجر مولیٰ کی طرح آدمیوں کا خون بہاتے وہ کہیں سے بھی انسان نہیں لگ رہا
تھا وہ تو کوئی آدم خور درندہ لگ رہا تھا۔

ب۔ بس۔ بس کرو۔ امن پلیر بس کرو۔

ہر طرف خون اور آدمیوں کے خوف ناک غراہٹیں سنتے وہ کانوں پر ہاتھ
رکھتی سختی سے آنکھیں مینچتی چیخی تھی۔

اسکی چیخ پر امن نے بے ساختہ پیچھے مڑتے اسے دیکھا جو دیوار کے ساتھ لگتے
نیچے بیٹھتی ڈر سے کانپتے چیخ رہی تھی۔

جبکہ ستارا بھی ایک طرف منہ پر ہاتھ رکھے سفید چہرے کے ساتھ کھڑی
تھی۔

امن کو بے ساختہ اپنی غلطی کا احساس ہوا اسے عینا کے سامنے اپنا یہ روپ
نہیں دکھانا چاہیے تھا۔

اپنے آدمیوں کو اشارہ کرتے اسنے انہیں سب کو وہاں سے ہٹانے کا کہاں۔

ایک آدمی بھاگ کر پانی کی بوتل لاتے اسکے ہاتھ دھلوانے لگا۔
ہر چیز صاف ہوتے دیکھ امن نے قدم عینا کی جانب بڑھائے۔
ستار اکو اپنے آدمی کے ساتھ جانے کا اشارہ کرتے وہ آہستہ سے عینا کے پاس
بیٹھا۔

عینا سہم کر پیچھے ہٹی۔ لیکن پیچھے دیوار تھی۔
پلیزم۔ میرے۔ پ۔ ا۔ س۔ م۔ مت او۔
وہ اپنے پاؤں سمیٹتی خود میں سمٹ کر بولی۔
امن نے ہونٹ بھینچے تھے۔

ڈونٹ وری میں آپکو ہرٹ نہیں کروں گا۔ وہ نرمی سے بولا۔
عینا نے جھٹکے سے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔
ت۔ تم۔ ان۔ سان۔ ن۔ نہیں تم۔ د۔ درن۔ دے ہو تم نے۔ م۔ مار دیا۔ س۔
سب کو۔

وہ خوف سے کانپتی بولی تو امن نے بے ساختہ اسے دیکھا۔

مینے انہیں مارا کیونکہ انہوں نے آپکو ہرٹ کیا۔۔۔ اور یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔ وہ نرمی سے بولا۔۔۔

عینا نے ساکت ہوتے اس کے چہرے کو دیکھا۔۔۔ جسکی آنکھیں جھکی تھی۔۔۔ وہ ایک فاصلے پر بیٹھا تھا۔۔۔

ک۔ کیا تم م۔ مجھے ہرٹ۔ ن۔ ن۔ نہیں کرو گے۔۔۔
وہ آنکھیں پھیلائے بولی۔۔۔ انداز میں بچوں کی سی معصومیت تھی۔۔۔
امن نے چونک کر اسے دیکھا۔۔۔

کبھی نہیں۔۔۔ وہ بے ساختہ نفی میں سر ہلاتا بولا۔۔۔
جو ہرٹ کرے گا سب کو مار دو گے۔۔۔ وہ گم سم سی اسے دیکھتے بولی۔۔۔
ہمم۔ جو آپکو تکلیف دینے کی کوشش کرے گا مار دوں گا سبکو۔۔۔
آپ حکم کریں کس نے آپکو ہرٹ کیا ہے۔۔۔

وہ اس کے کانپتے ہاتھوں پر نظریں جمائے بولا۔۔۔

عینا نے چونک کر اسے دیکھا۔۔۔

مجھے تو سب ہرٹ کرتے ہیں۔۔ میں تو کسی کو ہرٹ نہیں کرتی۔۔ اسنے بھی
مجھے ہرٹ کیا۔۔ میری انوکو بھی ہرٹ کیا۔۔ اسے چھین لیا۔۔
وہ بچوں کی طرح ہاتھ اٹھا کر بولتی یکدم پھوٹ پھوٹ کر رودی۔۔
اسے یہ سب دیکھتے شدت سے اس دن کی یاد آئی تھی جو اسے کبھی بھولتا نہیں
تھا۔۔ اس دن بھی ایک درندہ ایسے ہی اسکی انوکو مار گیا تھا۔۔

کسنے۔۔ وہ اسکے رونے پر ہڑبڑا گیا۔۔

ع۔ عارض۔ عارض نے وہ۔۔ بہت برا ہے۔۔ اسنے بہت ہرٹ کیا۔۔ بہت
بہت گندا ہے۔۔

تم۔ تم اسے مار دو امن۔۔ مارو گے نابولو۔۔

وہ یک دم اسکے ہاتھ تھامتی بولی تو امن کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔۔ وہ
شاید اپنے حواس میں نہیں تھی۔۔

اسنے بے ساختہ نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔

جیسے آپ کہیں۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں آپکو تکلیف دینے والے ہر انسان کا برا حال کروں گا۔

وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں بولا۔ عینا اسکے ہاتھ چھوڑتی یکدم سیدھی ہوتی
یک ٹک اسے دیکھنے لگی۔۔

امن اسکے دیکھنے پر نرمی سے مسکرایا۔

چلیں۔۔ آپکو گھر چھوڑ دوں۔۔ وہ جھجھکتے ہاتھ آگے بڑھا گیا۔۔

عینا نے اسکے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا اور پھر اسے اسنے ایک پل کے لئے
سوچا اسکا ہاتھ جھٹک دے لیکن جانے کیوں وہ اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ گئی۔

امن کا دل اتنی زور سے دھڑکا تھا کہ اسے ڈر لگا کہیں عینا اسکی دھڑکن سن ہی
نالے۔۔

ایک پل کے لئے آنکھیں میچ کر کھولتے اسنے نرمی سے اسے اٹھایا۔ وہ ابھی
کھڑی ہوئی ہی تھی کہ اسی پل تیزی سے کوئی اندر آیا تھا۔۔۔
عینا۔۔ اپنے نام کی پکار سنتے اسنے جھٹکے سے چہرہ اٹھاتے سامنے دیکھا۔
ولی جواسے ہر جگہ ڈھونڈ ڈھونڈ کے پاگل ہوا تھا جب انجان نمبر سے بھیجے گئے
میسیج پر وہ ریش ڈرائیونگ یہاں پہنچا تھا۔ اسے اپنے زمانے سہی سلامت
دیکھتے وہ بے ساختہ الحمد للہ کہتے گھٹنوں کے بل زمین پر گرا تھا۔ اٹکی سانس
بہال کرتے اسنے سراٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے کتنی ہی بار الحمد للہ کہا تھا۔
عینا اسکے یوں گرنے پر امن سے ہاتھ چھڑواتی تیزی سے اسکی طرف
بھاگی۔۔

ولی۔۔ وہ اسکے قریب بیٹھی نم لہجے میں بولی۔۔

میرا بچہ۔۔ ولی اسکا ماتھا چومتے خود میں بھینچ گیا۔۔ کہاں چلی گی تھی
تو۔۔ جان نکل گی تھی میری عین۔۔ جانتی ہے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا
تجھے۔۔ پاگلوں کی طرح ایک ایک جگہ پر تلاش کیا۔۔
تجھے کچھ ہو جاتا تو شاید آج ولی بھی زندہ نہیں رہ پاتا۔۔
وہ اسکا چہرہ سامنے کرتا بھینگے لہجے میں بولا تھا۔۔

امن مسکراتی نظروں سے بہن بھائی کا پیار دیکھ رہا تھا۔۔
میں ٹھیک ہوں۔۔ آپکے سامنے ہوں۔۔ وہ اسکے چہرے سے آنسو صاف
کرتے کرتے بولی تھی۔۔

اللہ کا شکر ہے۔۔ ولی اسکے ہاتھ پر بوسہ دیتے بولا۔۔
عینا کو نرمی سے اپنے ساتھ کھڑا کرتے اسنے امن کو دیکھا۔۔

یہ۔۔ ولی نے سوالیہ نظروں سے عینا کو دیکھا۔۔

عینا اسے دھیمے لہجے میں سب بتاتی چلی گئی۔۔ سوائے اسکے کہ امن ہی بیسٹ ہے۔۔ بلکہ اسے یہ بتا دیا کہ وہ نورین کا بھائی ہے۔۔

ولی نے حیرت و غصے سے اسے سنا تھا۔۔

اتنا کچھ گزر گیا میری گڑیا پر۔ میں شرمندہ ہوں بچہ میں تمہاری حفاظت نہیں کر پایا۔۔ وہ اسکے سر پہ بوسہ دیتا بولا۔۔

ولی کیسی باتیں کر رہے ہیں۔۔ جو ہو گیا سو ہو گیا اس میں نا آپکی غلطی تھی نا کسی اور کی اس لیے خود کو الزام مت دیں۔۔ وہ خفگی سے اسے دیکھتی بولی تھی۔۔

مجھے سمجھ نہیں آرہا میں تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں۔۔ تمنے میری بہن کی جان بچا کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا۔۔ وہ امن کی طرف مڑتا بولا۔۔

میںے احسان کیا نہیں بلکہ چکایا ہے۔۔ ایک بار اپنی بہن نے میری بہن کو بچایا
تھا بس اسکی کا بدلہ سمجھ لیں۔۔ وہ نرمی سے ولی کو دیکھتا بولا۔۔
جبکہ عینا نے چونک کر اسے دیکھا۔۔ اسنے نورین کا احسان تو نہیں اتارا
تھا۔۔ جبکہ عینا نے جو اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا وہ تو کچھ اور ہی تھا۔ کچھ
جنون سا۔۔ سر جھکتے وہ ولی کے حصار میں باہر کی طرف قدم بڑھاگی۔۔ گاڑی
تک پہنچتے عینا نے ایک بار مڑ کر اسے دیکھا۔۔
وہ آنکھوں میں جزبات کا سمندر سموئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسکے دیکھنے پر
نرمی سے مسکرایا۔۔
وہ گھبرا کر چہرہ موڑگی۔۔

ولی نے اسکے لئے گاڑی کا دروازہ کھولا اس سے پہلے کہ وہ بیٹھتی سامنے آتی
گاڑی کو دیکھ وہ دونوں ہی چونکے تھے۔۔
مرتسم گاڑی روکتے جلدی سے گاڑی سے نکلا تھا۔۔

عینا کو دیکھتے وہ تیزی سے اس کے طرف بڑھا۔

عین آپ ٹھیک ہیں نا۔ کہاں چلی گی تھیں آپ۔ جانتی بھی ہیں کتنا پریشان ہو گیا تھا میں۔ اگر کچھ دیر اور آپ ناملتی تو جانے میں کیا کر بیٹھتا۔

وہ اس کے مقابل آتا اس کے ہاتھ تھامتا پریشانی سے بولا تھا۔ اسکا بکھرا حلیہ اور پھولتی سانس اس بات کی گواہ تھی کہ وہ خوار ہوتا اس تک آیا ہے۔۔۔

عینا نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی اسکی نظر مرتسم کے گاڑی کے فرنٹ مرر پر گئی۔

اپنی جگہ پر زینی کو بیٹھے دیکھ اسنے ہونٹ بھینچے تھے۔

عین کچھ پوچھ رہا ہوں میں آپسے۔ مرتسم اسے چپ دیکھ پھر سے بولا۔

ولی خاموش کھڑا تھا وہ عینا کے رد عمل کے انتظار میں تھا۔

عینا نے کچھ بھی کہے بغیر اسے ہاتھ جھٹکتے اسے پیچھے کیا تھا۔

بد قسمتی سے زندہ ہوں میں۔۔۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

بھائی مجھے گھر جانا ہے۔۔ مر تسم کو نظر انداز کرتے وہ ولی سے بولی جو سر ہلاتے اسے گاڑی میں بٹھاتے ایک نظر مر تسم کو دیکھتے خود بھی گاڑی میں بیٹھ گیا۔۔

مر تسم نے بے یقینی سے اسکی اس حرکت کو دیکھا تھا۔۔ وہ ساکت و جامد کھڑا اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ ولی کی گاڑی دھول اڑاتی وہاں سے چلی گئی۔۔

ولی نے گہری نظروں سے اسکے سنجیدہ اور خاموش چہرے کو دیکھا۔۔
دو دن ہو گئے تھے انہیں واپس آئے لیکن ان دو دنوں میں اسنے عینا چہرے پر مسکراہٹ کا نام و نشان تک نہیں دیکھا۔۔

اب تو وہ بالکل ایسے چپ ہو گئی تھی کہ بات کے جواب میں بھی بس خالی نظروں سے دیکھتی رہتی۔۔۔

ولی اور عالم نے ایک دوسرے کو دیکھا اور بات کرنے کا اشارہ کیا۔

عین۔۔۔ ولی کی بھاری آواز نے وہاں چھائی خاموشی کو توڑا۔

عین نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

اسکی ویران آنکھوں کو دیکھتے ولی چپ ہو گیا۔

ٹھیک سے کھاؤ بچے۔۔ نظریں چراتے اسنے نرمی سے کہا۔

وہ سر ہلاتی پھر سے اپنی پلیٹ پر جھک گئی۔

ولی نے عالم کو دیکھتے بے بسی سے نفی میں سر ہلایا۔



مطلوبہ جگہ پر پہنچتے اسنے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو اسے سامنے ہی وہ بیٹھی نظر

ائی۔۔

وہ اسکی جانب بڑھتا خاموشی سے اسکے سامنے بیٹھ گیا۔

عینا نے چونک کر اسے دیکھا۔ کیوں بلایا ہے مجھے۔۔۔ وہ سنجیدگی سے بولی۔

امن کو آج نا صرف اسکے لہجے میں ایک ویرانی سی محسوس ہوئی بلکہ اسکے آنکھیں بھی خاموش تھیں۔۔

آج ان میں امن کو دیکھتے نفرت نہیں ابھری تھی۔۔ نا ہی غصہ وہ بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔۔

کیا آپکو میں آپکا مجرم لگتا ہوں۔۔ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا بولا۔۔

ہاں۔۔ وہ سنجیدگی سے بولی۔۔

کیوں۔۔ وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔۔

تم اس شخص کے سر پرست ہو امن جس نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا ابھی
بھی تمہیں کیوں کا جواب چاہیے۔۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔۔

میں سر پرست ضرور ہوں لیکن انجان اور بے قصور بھی تو ہوں۔۔ وہ دھیمے
لہجے میں بولا۔۔

اور میں کیوں یقین کر لوں۔۔ کیسے کر لوں امن۔۔ وہ ضبط سے اسے دیکھتے
بولی۔۔ انکھوں کے گوشے سرخ ہونے لگے تھے۔۔

میں سب کچھ جاننا چاہتا ہوں کیا ہوا تھا۔۔
ایک ایک لفظ۔۔ وہ سر جھکائے دھیمے لہجے میں بولا۔۔

کیا کرو گے جان کر۔۔ وہ اسے دیکھتی بولی۔۔

شاید آپ کو انصاف دلا سکوں۔۔ وہ دھیمے لہجے میں بولا۔۔
عینا کچھ پل اسے دیکھتی رہی اور پھر اسے اب بتاتی چلی گئی۔۔

امن ضبط سے اسے سنتا گیا۔۔ ہاتھوں کی مٹھیاں بے ساختہ مینچیں
تھیں۔۔

جانتے ہو امن ہم دونوں کی آہہ و زار پر تو شاید شیطان کو بھی رحم اجاتا۔۔
لیکن وہ درندہ اسے نہیں آیا۔۔

اسنے میری انوکو میری آنکھوں کے سامنے نوچ ڈالا امن۔۔
اگر وہ اسے صرف مار دیتا تو میں برداشت کر لیتی شاید۔ اسکی ن امن اسنے تو
اسکی پاک روح کو کچل ڈالا۔۔ جانتے ہو میں کیسے جی رہی ہوں۔۔
ہر پل لمحہ بالمحہ میرے کانوں میں آ کسی سسکیاں گونجتی ہیں۔۔
اسکی فریاد اسکی چیخیں۔۔

انکھوں کے سامنے اسکا لٹا پٹا وجود ہر پل گھومتا رہتا ہے۔۔ وہ ایک ایک لفظ چبا
چبا کر بولی۔۔

جانتے ہوا من یہ نشان۔۔ یہ آج تک ٹھیک کیوں نہیں ہوا۔۔
وہ اپنا بائیں بازو سے زرا سی شرٹ ہٹاتے بولی۔۔

امن نے ازیت سے اسکے بازو پر وہ نوچ ڈالے جانے والے نشان دیکھے
تھے۔۔

میں اسے بھرنے نہیں دیتی امن۔ ہر پل یہاں اسکا وہ غلیظ لمس سلگھتا رہتا
ہے۔۔ میں یہ بھرنے نہیں دوں گی تب تک۔ جب تک یہ نشان دینے والے
کو اسی ازیت سے ناگزار دوں۔۔
وہ تلخی سے مسکرائی تھی۔۔

اتنی بے رحم کیوں ہیں آپ۔۔۔ اگر آپ اسے بھرنے نہیں دیں گی تو یہ آپکو
تکلیف دیتا رہے گا۔

وہ اس کے خود کو یوں ازیت دینے پر قرب سے بولا تھا۔۔

عینا نے چونک کر اسے دیکھا۔

تمہیں کیوں تکلیف کورہی ہے امن۔۔ وہ اسکی سرخ آنکھوں کو دیکھتے
بے ساختہ بولی تھی۔

تکلیف اگر آپکی ہوگی تو آپکی تکلیف سے مجھے بھی تو تکلیف ہوگی نا۔

وہ ٹیبل پر ہاتھ رکھتے زرا سا اسکی جانب جھکتے بولا تھا۔

عینا نے ساکت نظروں سے اسے دیکھا۔

کیوں۔۔؟ اس کے لب ہلے تھے۔

پتہ نہیں بس آپکی تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے۔۔ آپکے مسکرا نے سے
راحت ملتی ہے۔۔ دل آپکو دیکھنے اور سننے کی تمنا کرتا ہے۔۔ وہ دھیمے مگر
مسکراتے لہجے میں بولا تھا۔۔

عینا کے لب ہلکے سے وا ہوئے وہ ساکت نظروں سے اس دیوانے کو دیکھنے
لگی۔۔

تم نے غلط راہ چن لی امن۔۔ وہ بے ساختہ بولی۔۔

میں نے نہیں چنی یہ راستہ خود بخود میری منزل بنتا گیا۔۔ وہ نفی میں سر ہلاتا بولا
۔۔

عینا نے تیزی سے اس پر سے نظریں ہٹائی تھیں۔۔
تمہیں اس راستے پر کبھی منزل نہیں ملے گی امن۔۔
وہ بے ساختہ بولی تھی۔۔

وہ اسکی آنکھوں میں پنتے جزبات سے نظریں چراگی تھی۔۔

کیوں۔۔ کیوں میں براہوں اسلیے۔۔ وہ خود پر ہی ہستا بولا۔۔

نہیں۔۔ عینانے نفی میں سر ہلایا۔۔

یہ ایسا راستہ ہے امن جو برایا چھا انسان نہیں دیکھتا یہ بس انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتا پھر وہ منزل پر پہنچے نا پہنچے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔

وہ کسی گہری سوچ میں گم بولی تھی۔۔۔۔

جب یہ راستہ اچھائی برائی نہیں دیکھتا تو پھر منزل بھی نہیں دیکھتی ہوگی نا۔۔
تو پھر کیا اس راستے میں میری منزل آپ نہیں ہو سکتیں۔۔ وہ بے ساختہ

بولا۔۔

عینا بے تحاشہ چونکہ وہ کھلم کھلا اظہار کر رہا تھا۔

اسنے لب بھینچے۔۔ نہیں۔۔ سپاٹ سا انداز تھا۔
امن نے گہری سانس بھری۔

میری بے گناہی پر یقین کیسے کریں گی۔ وہ دھیمے لہجے میں بولا۔
تم کیوں چاہتے ہو میں تمہاری بے گناہی پر یقین کروں۔ اگر تم بے گناہ ہو تو
رب انصاف کرنے والا۔
عینا سنجیدگی سے بولی۔

امن نے چونک کر اسے دیکھا۔

آنکھوں کے کنارے بے ساختہ ضبط سے سرخ سے سرخ تر ہوئے تھے۔

میں نہیں مانتا۔۔ وہ ضبط سے بولا۔۔

کیا۔۔ عینا نے الجھ کر پوچھا۔۔

رب یا اسکے انصاف کو۔۔ اس نے کہا تو عینا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔
تم۔۔ وہ کچھ بول ناپائی۔۔

حیران ہوئی نا۔۔ وہ اسکی بے یقین آنکھوں کو دیکھتا ہولے سے ہنسا۔۔
بہت یقین کیا تھا اس پر۔۔ بہت مانگا تھا اس سے۔ اس کے آگے گڑ گڑایا۔۔ منتیں
کی۔۔ رو رو کر فریاد کی لیکن اس نے نہیں سنی۔۔
اب میں نہیں مانگوں گا اس سے نا اس کے آگے جھکوں گا۔۔
وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔۔

عینا اسے دیکھتی گی۔۔

وہ تمہاری آزمائش تھی امن جسمیں تم پورا نہیں اتر پائے۔۔ وہ دھیمے لہجے میں بولی۔۔

اگر تم صبر کر جاتے تو تمہاری آزمائش پوری ہو جاتی۔۔ تم نے مانگا، فریاد کی روئے، گڑ گڑائے لیکن تم نے یہ تو نہیں کہا کہ میں راضی ہوں مولا۔۔ وہ مسکراتے لہجے میں آہستہ سے بولی۔۔

صبر ہی تو کیا تھا۔۔ وہ دکھ سے بولا۔۔

نہیں امن تم نے صبر نہیں کیا۔۔ میں نہی جانتی تم نے کیا مانگا۔ اور اس نے کیا نہیں دیا۔۔

صبر وہ ہوتا اگر تم اسکے آگے سر جھکاتے نا کہ اپنی مانگ نا پوری ہونے پر اسکی خدائی پر سے یقین کھوتے۔۔

وہ ہنوز مسکراتے لہجے میں بولی۔۔ سمجھ گئی تھی کہ وہ بھٹکا ہوا ہے۔۔

پتہ ہے امن صبر وہ ہے جسمیں آنسو ہوتے تو ہیں لیکن صبر کے۔۔ لبوں پر
صرف الحمد للہ ہوتا ہے۔۔ صبر میں سوال نہیں ہوتا۔۔ بس رضا ہوتی ہے۔۔
تم ایک بار پھر سے مانگ کر دیکھو۔۔ وہ اس کے سرخ چہرے کو دیکھتی بولی۔۔

اگر اس بار بھی نادیا تو۔۔ وہ اس کے لفظوں میں کھویا بولا۔۔۔۔

ایسا نہیں ہوتا امن کہ ہم مانگے وہ ہمیں نادے۔۔ دیتا ہے مگر سہی وقت آنے
پر۔۔۔

اگر نہیں دیتا تو وہ اس لیے کہ وہ ہمارے لیے تھا ہی نہیں جسکی ہم نے تمنا کی
تھی۔۔ وہ تو بس ہماری آزمائش تھی۔۔ وہ دھیمے لہجے میں بول رہی تھی۔۔

اس کے لفظ خوبصورت تھے کہ امن بس سانس روکے اسے سنے گیا۔۔

نہیں۔۔۔ وہ بے ساختہ دہی آواز میں چیخا۔۔

میں نہیں مانگوں گا اس سے نہیں جھکوں گا ابکی بار اسکے اگے۔۔۔ وہ بچوں کے
سے انداز میں بولتا اسے دیکھے بغیر اٹھ کر چلا گیا۔۔
عینا کو بے ساختہ اس پر رحم آیا۔۔

وہ اپنوں کا ڈسا تھا۔۔ اسکا بچپن مارا گیا تھا۔۔ ہر ایک سے بس زخم ملے تھے
اس لیے تو وہ بھٹک گیا تھا۔۔۔ اتنا بدگمان تھا۔۔۔
وہ نورین کی باتیں یاد کرتی سوچ کر رہ گئی۔۔۔



اب اگر تم سامنے نا آئے تو میں جارہی ہوں۔۔۔ وہ خفگی سی منہ پھلائے بولی
تھی۔۔

اسکے جانے کی بات سنتے وہ جو اسے تنگ کرنے کی غرض سے چھپا ہوا تھا۔ سکینڈ سے پہلے باہر آیا۔

تم اچھے سے جانتی ہو مجھے کیسے اپنی انگلیوں پہ نچانا ہے۔۔
وہ اس کے سامنے آتا بولا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔۔

جبکہ اس کے کھلکھلانے پر وہ بھی مسکرا دیا۔۔

یہ کیا بچپنا تھا۔۔ ابکی بار وہ آبرو آچکا کر بولی۔۔

میں چیک کر رہا تھا کہ تم مجھے ڈھونڈ پاتی ہو یا نہیں لیکن تم تو مجھے ڈھونڈ ہی نہیں پائی۔۔ وہ افسوس سے بولا تو فریحہ نے اسے گھورا۔۔۔

عارض کب جائے گا تمہارا بچپنا۔ ہمیشہ بس مجھے تنگ ہی کرتے رہا ہو۔۔ وہ
نفی میں سر ہلاتی بولی۔۔

تمہیں نہیں تنگ کروں گا تو کیا پڑوسیوں کی لڑکی کو کروں گا۔
وہ لب دبائے بولا تو فریحہ نے اسے مارنے کو لپکی۔۔

اوکے اوکے سوری۔۔ میری مجال جو میں تمہاری علاؤہ کسی لڑکی کی طرف
دیکھوں بھی تو۔۔ وہ کان پکڑتا بولا تو وہ ہس دی۔۔

اچھا یہ بتاؤ کب کرو گے اپنے بھائی سے بات ہمارے بارے میں۔۔ وہ
سنجیدگی سے بولی۔۔

آج بھائی مجھ سے ملنے آنے والے ہیں۔ آج پکا بات کروں گا۔۔ وہ اسکو پیچھے
سے ہگ کرتا بولا۔۔

پکا کرو گے نا۔۔ پچھلے تین سال سے تم یہی کہتے ہو اب کروں گا۔ اب کروں گا۔ وہ خفگی سے اسے دیکھتی بولی۔۔

آج ہر حال میں کروں گا۔ ائی پرومس۔۔ وہ محبت سے اسے دیکھتے بولا۔۔

ٹھیک ہے جلدی کر لینا۔۔ ماما، بابا اب اور انتظار نہیں کریں گے۔۔ وہ سنجیدگی سے بولی تو عارض نے اسے یقین دلایا کہ وہ آج امن سے لازمی بات کرے گا۔۔

فریحہ کی عارض سے ملاقات تین سال پہلے ہوئی تھی۔۔ فریحہ ایک ڈاکٹر تھی۔۔ عارض کا ایکسیڈینٹ ہوا تھا جب فریحہ نے اسکا علاج کیا تھا۔۔ عارض کو وہ بہت اچھی لگی۔۔ وہ اسے پسند کرنے لگا تھا۔۔ باقی لڑکیوں کی طرح صرف استعمال کے لئے نہیں اسے فریحہ سے انسیت سی ہوئی تھی۔۔

بار بار وہ اسکے ہو سہیٹل جانے لگا ٹھیک ہونے کے بعد بھی۔۔

اس طرح وہ دونوں ریلیشن میں اگئے۔۔

فریحہ نے سال پہلے ہی اسے اپنے ماں باپ سے ملوایا تھا۔۔

لیکن عارض ابھی اسے ٹال رہا تھا۔ کہ امن ابھی اسکی شادی کے لئے نہیں

مانے گا۔۔ لیکن اب اسنے امن سے بات کرنے کی ہر حال میں ٹھان لی

تھی۔۔ وہ واقعی میں اس سے شادی کرنا چاہتا تھا اسکے ساتھ اپنی زندگی گزارنا

چاہتا تھا۔۔

فریحہ کے آنے کی بعد اسنے باقی سب کام تو چھوڑ دیے لیکن نہیں چھوڑا تو

کنگ کے لئے کام کرنا جس سے فریحہ بھی انجان تھی۔۔

عارض اب چاہ کر بھی کنگ کی غلامی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ کیونکہ اسکی غلامی کی

تو مرضی سے جاتی ہے لیکن چھوڑی اسکی مرضی سے جاتی ہے۔۔

لیکن ان سب میں وہ انوشے کے ساتھ کیا گیا ہے گناہ بالکل فراموش کر چکا تھا۔۔

وہ اپنا ماضی ہی بھول چکا تھا کہ ماضی میں اسے کس قدر اذیتیں دی ہیں لوگوں کو۔۔ جس کا حساب ابھی اسے دینا تھا۔۔



اسلام و علیکم بھائی!!! امن کو آتے دیکھ وہ مسکراتے اٹھا تھا۔۔
ہمیشہ کی طرح اس کے گلے لگا لیکن آج امن نے اس کے گرد بازو نہیں باندھے وہ چونکا۔۔

کیا ہوا بھائی سب ٹھیک ہے نا۔۔ وہ پریشانی سے اس کا سپاٹ چہرہ دیکھتا بولا
امن نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔۔

اسے خود سے الگ کرتے وہ سامنے صوفے پر جا بیٹھا۔

ہمم۔۔ بیٹھو۔۔ وہ سنجیدگی سے بولا۔

عارض پریشان سا اسکے سامنے ٹک گیا۔ اسنے آج تک امن کو اتنا سنجیدہ نہیں دیکھا تھا۔

پانچ یا چھ سال کے تھے تم جب مجھے ملے تھے۔ پھٹے کپڑے، بھوک، پیاس سے نڈھال، رات کے اندھیرے سے ڈر کر تم میری ٹانگوں سے یوں چپک گئے تھے کہ میں چاہ کر بھی تمہیں وہاں چھوڑنا سکا۔
وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

عارض نے چونک کر اسے دیکھا کہ اب اس بات کا کیا مطلب ہوا۔ لیکن وہ خاموش رہا۔

تمہیں اپنے ساتھ لے آیا۔۔ حتیٰ کہ میں بھی صرف پندرہ، یا سولہ سال کا تھا
لیکن پھر بھی میں نے تمہیں ایک بڑے بھائی سے بڑھ کر ایک باپ جیسا پیار
دیا۔۔

تحفظ دیا۔۔ اپنے ہاتھ سے ایک ایک نوالہ تمہارے منہ میں ڈالا ہے میں نے۔۔
راتوں کو جب تم ڈر جاتے تھے تو ایک باپ کی طرح اپنی شفقت میں چھپایا
ہے۔ اپنی نیندیں حرام کیں تاکہ تم سکون سے سو سکو۔۔
وہ اس کے بچپن کو سوچتا بول رہا تھا۔۔

تمہارے منہ سے نکلنے والی ہر خواہش کو پورا کیا ہے۔ جس چیز پر تم نے ہاتھ رکھا
تمہارے قدموں میں رکھ دی۔۔
اسکے بدلے میں تم سے فقط ایک چیز مانگی تھی۔۔
اسنے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا۔۔

میری تربیت کا مان۔۔

مینے کہا تھا نا تمہیں عارض کے کبھی بھی کوئی ایسا کام مت کرنا کہ میرا سر جھکے۔۔ اسنے عارض کو دیکھتے کہا تھا۔۔

جبکہ عارض سر جھکائے بیٹھا تھا۔۔

مینے تمہیں کبھی کسی کام کے لئے نہیں روکا عارض۔۔ لیکن تمسے کہا تھا تمہیں سکھایا تھا کہ کبھی بھی عورت ذات کا دل مت دکھانا۔۔

ہر عورت کی عزت کرنا تم پہ فرض ہے۔۔

لیکن تم تمنے تو عورت کو ایک کھلونا سمجھ لیا۔۔ عارض مینے تو تمہیں کبھی یہ نہیں سکھایا۔۔

مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا کہ میرا وہ معصوم سا عارض کب درندہ بن گیا۔۔

وہ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتا دھاڑا تھا۔۔

کیوں کیا تم نے ایسا۔۔ آخر کس چیز کی کمی رہ گئی تھی میری تربیت میں عارض
آخر کس چیز کی۔۔

اس نے عارض کا گریبان دبوچا۔۔

بھ۔۔ بھائی مجھے م۔۔ معاف کر دیں۔۔ وہ نم لہجے میں بولا تھا۔۔

معاف۔۔ امن نے حقارت سے اسے دیکھا۔۔ تمہیں معاف

کر دوں۔۔ معاف کر دیتا عارض اگر تم انسان ہوتے تو جانور ہو جانور کنگ
کے پالتو جانور۔۔

وہ اسے جھٹکتا دھاڑا تھا۔۔

عارض نے بے یقینی سے اسے دیکھا کہ اسپر جان چھڑکنے والے بھائی نے
ایسا کہا تھا۔۔

کچھ بھی تھا اسے امن سے بہت پیار تھا۔۔

آج سے میرا تم سے یا تمہارا مجھ سے کوئی رشتہ نہیں دفع ہو جاؤ میری نظروں
کے سامنے سے۔۔

وہ غرایا تھا۔۔

نہیں بھائی پلینز ایسا مت کہیں۔۔ میں آج بھی آپکا وہی عارض ہوں۔۔ پلینز
مجھ سے غلطی ہوگی بھائی معاف کر دیں۔۔ وہ جلدی سے اسکے پاؤں پکڑتا
گڑ گڑایا تھا۔۔

غلطی ہوگئی۔۔ امن نے تمسخر سے اسے دیکھا۔۔

انوشے اور مہرماہ شاہ یاد ہیں نا تمہیں۔۔ وہ اپنے اندر اٹھتے قہر پر قابو پانے کی
کوشش میں دھاڑا تھا۔۔

یاد ہے کیا کیا تھا تم نے ان کے ساتھ۔۔۔ یاد ہے کچھ۔۔۔ وہ اسے اپنے سامنے کرتا
پھر سے دھاڑا تھا۔۔

عارض کے سر پر جیسے آسمان گرا ہو وہ تو بھول بیٹھا تھا کہ اس نے کیا کیا تھا۔
کس گناہ کا مرتکب ٹھہرا ہے وہ۔۔
تو کیا امن جان چکا تھا۔۔ وہ لڑکھڑایا تھا۔۔

تم نے غلطی نہیں گناہ کیا ہے عارض ایک بار نہیں جانے کتنی بار۔۔ اور اس گناہ
کی معافی نہیں سزا ہے۔۔

اور اب تمہیں ہر حال میں سزا ملے عارض ہر حال میں۔۔
وہ انگلی اٹھا کر اسے دیکھتے بولا تھا۔۔

عارض بس بے یقینی سے اسے دیکھتا رہا۔۔

اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ کبھی اسکے اعمال نامے یوں بھی سامنے آسکتے ہیں۔۔

کیونکہ وہ بھول چکا تھا۔۔

انسان بھول بھی جائے لیکن وہ تو بیٹھا ہے نا اوپر سب دیکھنے سننے اور انصاف کے لئے۔۔

امن اسے دیکھے بغیر وہاں سے آگیا۔۔

تیزی سے گاڑی میں بیٹھتے وہ دھول اڑاتے گاڑی بھگالے گیا۔۔

کتنی ہی دیر وہ سڑکوں پر خوار ہوتا اپنے اندر لگی آگ کو کم کرنے کی کوشش میں تھا۔۔

تھک ہار کر سڑک کے سائیڈ گاڑی روکتے وہ سیٹ سے سرٹکا گیا۔۔

ایک تھکا ہوا آنسو اسکی آنکھ سے پھسل کر داڑھی میں جذب ہوا تھا۔

آج ایک اور رشتے سے دھوکا ملا تھا اسے۔۔۔۔

دل میں درد سا اٹھا تھا۔ اسے شدت سے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتے سٹیرینگ پر
ماری تھیں۔۔۔

آنسو تھے کہ لمحہ بالمحہ بہنے لگے تھے۔۔

کیوں، کیوں ہر بار میرے ساتھ ہی کیوں۔۔ وہ شدت سے بڑبڑایا تھا۔۔



مرتسم۔۔ زینے ڈرتے ڈرتے اسے پکارا۔۔

ہمم۔۔ اسے ہنکار بھرا۔۔

وہ مجھے اپنی دوست سے ملنے جانا تھا۔۔ وہ لبوں کو زبان سے تر کرتی دھیمے

لہجے میں بولی۔۔

مرتسم کے ماتھے پر بل ائے۔۔

کیوں تمہیں منع کیا ہے نا باہر نکلنے سے سمجھ نہیں آتی تمہیں۔۔ زین کے
دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں۔۔ ایک بار بیچ گی اُسکا مطلب یہ نہیں ہر بار بیچ
جاؤ گی۔۔

چپ چاپ گھر میں بیٹھو۔۔ وہ غصے سے اسے دیکھتا بولا۔۔

زینی نے تھوک نگلا۔۔

لیکن میں کب تک یو نہی گھر میں بند رہوں گی۔۔ وہ اکتائے لہجے میں بولی۔۔
بند کہا سے ہو تم۔۔ ایک دن بھی گھر میں نہیں بیٹھی ہو تم۔ کچھی باہر ڈنر
کرنا ہے تو کبھی شوپنگ۔۔

اور تو اور کراچی بھی میں تمہیں ساتھ لے کر گیا تھا۔۔ بھول گی۔۔ وہ غصے
سے ڈھاڑا۔۔

اب سکون سے پڑی رہو یہاں۔۔ خدا کی قسم زینہ اگر مجھے زین کا خیال نہ ہوتا
تو اب تک میں تمہیں خود ان لوگوں کے حوالے کر دیتا جو تمہاری جان کے
پیچھے پڑے ہیں۔۔

وہ غصے اور نفرت سے اسے دیکھتا ڈھاڑا۔۔

زینہ کا چہرہ زلت کے احساس سے سرخ پڑا۔۔

وہ لب بھینچتے وہاں سے چلی گئی۔۔۔

اسکے جاتے ہی مرتسم نے ٹیبل پر پڑے سامان کو تھس تھس کر ڈالا۔۔

بے بسی سے آنکھیں مینچتی اس نے چنیر سے سرٹکایا تھا۔۔ نظروں کے سامنے
کچھ دن پہلے کا منظر گھوم گیا۔۔

: کچھ دن پہلے

ارسل کے جانے کے بعد وہ عینا سے ملنے کا سوچتے ابھی اٹھا ہی تھا کہ اسکے فون رننگ کرنے لگا۔

زین کا نمبر دیکھتے اسنے فون اٹھایا لیکن آگے سے اسے جو سننے کو ملا وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگا تھا۔۔

مطلوبہ جگہ پر پہنچتے وہ تیزی سے گاڑی سے نکلتے اندر کی طرف بھاگا تھا۔
کہاں ہیں دونوں۔۔ اسنے سامنے کھڑے ایک سپاہی سے پوچھتے اسکے اشارے پر اندر کی طرف قدم بڑھائے۔

دائیں۔۔ مرتسم کے آواز پر وہ تیزی سے مڑی۔
کیا ہوا تم ٹھیک ہونا۔ وہ اسکے زخمی چہرے کو دیکھتے تیزی سے اسکے قریب آیا۔

میں ٹھیک ہوں۔۔ وہ سنجیدگی سے بولی۔۔ گلابیٹھا ہوا تھا۔
یہ۔۔ مرتسم نے اسکے بازو پر بندھی پٹی کی طرف اشارہ کیا۔

گولی چھو کر گزری ہے۔۔۔ وہ آہستہ سے بولتے رخ موڑ گئی۔۔

زین کہاں ہے۔۔۔ مر تسم نے بے چینی سے پوچھا۔۔

او میرے ساتھ۔۔ وہ اسے بولتی خود آگے چل دی تو مر تسم بھی اس کے پیچھے ہی ایک کمرے میں داخل ہوا۔۔

سامنے ہی بیڈ پر وہ پیٹوں میں جکڑا پڑا تھا۔۔ منہ پر اوکسیجن ماسک لگا تھا۔۔ اس پاس کافی مشینیں تھیں۔۔

مر تسم آہستہ سے چلتے بیڈ کے قریب ارکا۔۔ اس نے سوالیہ نظروں سے زین کو دیکھا۔۔

سینے اور بازو پر پر گولی لگی ہے۔۔۔ ابھی تک ہوش نہیں آیا۔۔
وہ دھیمے لہجے میں بولی۔۔

مر تسم نے اس کے دھیمے لہجے ہر غور سے اسے دیکھا۔۔

اسکے دائیں گال پر نیل تھا۔۔ گال سو جھا ہوا تھا۔۔ نچلا ہونٹ بھی زخمی تھا۔۔ ناک پر بھی چھوٹی سی بینڈ تاج تھی۔۔ سرخ آنکھیں رونے کی چٹخلی کھا رہی تھیں۔۔

جبکہ بازو پر پٹی بندھی تھی۔۔۔

مر تسم نے آہستہ سے اس کے گرد بازو پھیلاتے اسے اپنے قریب کر لیا۔۔۔ وہ کسی اپنے کا حصار پاتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رودی۔۔

اتنا کہ اسکی ہچکیاں بندھ گئیں۔۔ مر تسم نے ہونٹ بھینچتے اسکا سر تھپکا۔۔ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔۔۔ مر تسم نے اسکا اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا۔۔

فجر مت کرو اتنی جلدی تمہاری جان نہیں چھوڑنے والا۔۔ تم سے شادی کر کے ہی چھوڑے گا۔۔ وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولا تو وہ نم آنکھوں سے ہنس دی۔۔

اب بتاؤ ہوا کیا تھا۔۔۔ وہ سنجیدگی سے بولا۔۔

زین اور دانیل ایک سیکرٹ میشن کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جسمیں وہ
لوگ کسی یونیورسٹی میں ایڈاسٹوڈنٹ بن گئے تھے۔ کیونکہ اس یونیورسٹی
سے کافی عرصے سے کچھ لڑکیاں غائب ہو رہی تھیں۔ جس وجہ سے مجبوراً
وہاں کے اونر کو پولیس سے رابطہ کرنا پڑا۔

وہ لوگ اپنے مشن کے بہت قریب تھے لیکن انکے دشمنوں کو کسی طرح خبر
ہو گئی تھی۔ جسکے نتیجے میں ان پر یہ حملہ کیا گیا۔

زین کو زینب کے بارے میں بھی کافی دھمکیاں مل چکی تھیں۔ اس لیے وہ
اسے اپنے ساتھ ہی لے آیا تھا اسکی حفاظت کے لئے حملے کی زد میں وہ بھی آئی
تھی۔ لیکن عین وقت پر دانیل نے اسے بچاتے خود گولی کھائی تھی۔
وہاں پہ اور بھی بہت سے اوفیسرز تھے جو زخمی تھے۔ ہوسپ نہیں لے
جاسکتے تھے اس لیے اس وقت اس گھر کو ہوسپٹل بنایا ہوا تھا۔

مرتسم خاموشی سے اسے سنتا رہا۔۔۔

اسنے زین کی بند آنکھوں کو دیکھا۔ اٹھ یا جا رہی تھی مجھ میں تجھے کھونے کا حوالہ نہیں۔۔ وہ دل میں اس سے مخاطب تھا۔

وہ زین کے لئے اتنا پریشان تھا کہ اسنے فون کی طرف دھیان ہی نہیں دیا جو سائیلنٹ پر تھا۔۔

وہ خاموشی سے اسکے ہاتھ پکڑے اسے دیکھتی رہی۔۔ اگلا دن بھی گزر گیا لیکن اسے ہوش نہیں آیا تھا۔

زین۔۔ وہ دھیمے لہجے میں بولی اٹھ جاو۔۔ اتنا تنگ مت کرو۔۔ میں جاتی ہوں تم مجھے تنگ کرنے کے لئے ایسے کر رہے ہو۔۔ اس لیے ناکہ میں تم سے شادی کے لئے ہاں کر دوں۔۔

وہ نچلا لب دباتی انسو پینے کی کوشش میں ہلکان ہوئی تھی۔۔

وہ کوئی کمزور لڑکی نہیں تھی۔ اسے کبھی کسی نے روتے نہیں دیکھا تھا۔ پہلے بھی ایک بار وہ گولی کھا چکی تھی لیکن اسے اپنے زخم پر ایک آہ بھی نہیں نکالی تھی۔۔

لیکن سخت سے سخت انسان بھی اگر کمزور پڑتا ہے تو اپنی محبت کے آگے اور بھی کمزور ہو رہی تھی۔۔

تم ایک بار اٹھ جاؤ میں شادی کے لئے تیار ہوں۔۔ بس ایک بار آنکھیں کھول لو۔۔ اٹھ کر ویسی ہی میری ناک میں دم کرو شادی کے لئے۔۔ وہ سر جھکائے دھیمے لہجے میں بولی تھی۔۔

س۔۔۔ سچ۔۔۔ (سچ میں) ٹوٹے الفاظ کی آواز پر اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔۔

وہ ادھ کھلی آنکھوں سے اسے دیکھتا ہلکا سا مسکرایا تھا۔

دائین نے چونک کر اسے دیکھا مطلب وہ ہوش میں آچکا تھا۔

وہ جلدی سے باہر کی طرف بھاگی۔۔

کچھ ہی دیر میں اسکے ساتھ ڈاکٹر اور نرس کا عملہ داخل ہوا تھا۔

ڈاکٹر نے اسے خطرے سے باہر کہا تو سبکی جان میں جان آئی تھی۔

رات تک وہ مکمل ہوش میں تھا۔ لیکن فلحال ناوہ زیادہ بیٹھ سکتا تھا نا اٹھ سکتا

تھا۔ ڈاکٹر نے اسے زیادہ بولنے سے بھی منع کیا تھا۔

مرتسم اسکے پاس بیٹھا تھا۔۔ جب زین نے اوکسیجن ماسکو ہٹاتے اسے پکارا

--

کیا ہوا کچھ چاہیے۔۔ مرتسم اسکے قریب ہوتے بولا۔

زین نے اثبات میں سر ہلاتے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

مر۔ تسم۔ م۔ میرے پاس۔۔۔ زینی کے علاؤہ ک۔ کوئی رشتہ نہیں ہے
میں اسے کھ۔ کھو نہیں سکتا۔۔ وہ میرے دش۔ منوں کے نظر میں اچکی
ہے۔۔ تم۔ پل۔ یزا سے یہاں سے لے جاو۔۔ میں جانتا ہوں۔۔ تم سے بہتر
اسکی حفا۔۔ ظت کوئی نہیں کر سکتا۔۔ بس کچھ دیر کے لئے۔۔ جب تک
کہ میں خود دو۔۔ بارہ کھڑانا ہو جاو اسکی حفا۔۔ ظت کی ذمہ داری لے
لو۔۔

وہ لڑکھڑاتے لہجے میں رک رک کے بولا تھا۔۔
تم کیوں فکر کر رہے ہو۔۔ میں ہوں اسکی حفاظت کے لئے اسے کچھ نہیں
ہوگا۔۔ مر تسم اسکا مسکود و بارہ لگاتا فکر مندی سے بولا۔۔
نہیں۔۔ زین نے نفی میں سر ہلاتے اسے روکا۔۔ اور مسکود و بارہ اتار دیا۔۔
وع۔۔ دہ کرو پہلے۔۔ اسے ایک۔۔ پل کے لئے بھی۔ اپنی ن۔ ظروں سے
دور نہیں کرو گے۔۔ صرف تب تک یہ بوجھ ڈال رہا ہوں۔۔ کہ خود اسکی

دو۔ بارہ اسکی حفا۔۔ ظت کے لائک ناہو جاوے۔۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے
اسے اکیلاں۔ نہیں بچ۔ ہوڑو گے۔۔

وہ ہاتھ پھیلائے بولا۔۔ اسکا سانس اکھڑنے لگا تھا۔۔

مر تسم نے لب بھینچے تھے۔۔۔

سرپلیز آپ انہیں کوئی ٹینشن مت دیں اور زیادہ بات مت کریں۔۔ نرس
اکسا ماسک دوبارہ لگاتے بولی۔۔

ٹھیک ہے میں وعدہ کرتا ہوں میں اسے اکیلا نہیں چھوڑوں گا ہر جگہ اسکے
ساتھ سایہ بن کر رہوں گا۔۔ تم فکر مت کرو بس اپنا دھیان رکھو۔۔ وہ اسکی
بگڑتی حالت کے سبب جلدی سے بولا۔۔

زین نے سکون سے آنکھیں موندیں۔۔ اگر مرتسم نے وعدہ کیا تھا تو وہ ہر حال میں نبھاتا۔۔ وہ جانتا تھا کہ خود غرض ہو رہا ہے لیکن اپنی بہن کے لئے وہ خود غرض بھی سہی۔۔۔

مرتسم نے اس دن سے عینا کا فون نہیں اٹھایا اسے لگ رہا تھا کہ وہ زینی کے قریب رہ کے عین اسکی امانت میں خیانت کر رہا ہے۔ لیکن زین کے وعدے کے آگے مجبور تھا۔۔

اسے عینا کے کراچی جانے کا پتہ لگا تو وہ کتنی ہی دیر بے یقین رہا کہ عینا اسے بتائے بغیر کیسے جاسکتی ہے۔۔

لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ اس سے ناراض ہے۔۔ اس لیے وہ اس کے پیچھے کراچی پہنچے گیا لیکن اسے زینی کو بھی ساتھ لے جانا پڑا اور نا وہ گھر میں ٹک کہ نہیں بیٹھتی تھی۔۔

کراچی میں اسنے بہت جلد ہی وکی اور اسکی لوکیشن ڈھونڈ لی تھی۔۔ اسکیے
اسنے ساحر کو بھیجا تھا لیکن ایک منی کیمرہ اسکے شرٹ میں لگا کے جس سے وہ
اسے دیکھ سکے۔۔

اگلے دن وہ ساحر کو نا بھیج سکا کیونکہ زینی اسے بنابتائے ہی گھر سے نکل چکی
تھی جسے ڈھونڈنے کے چکر میں وہ خوار ہو گیا تھا اور جب ولی وہاں پہنچا تو وہ
زینی کو اسی بات کے لئے ڈانٹ رہا تھا اسے غصے میں دھیان نہیں رہا کہ وہ
اسکے اتنے قریب کھڑا تھا۔۔

ولی نے جو بتایا تھا وہ اسکے ہوش اڑانے کے لئے کافی تھا۔۔ عینا نے جب اسے
فون کیا تھا وہ واشروم میں تھا جسکا فائیدہ اٹھاتے زینی نے فون اٹھایا تھا وہ نہیں
جانتا تھا کہ زینی اس سے کیا کہا لیکن وہ اسکے بریسلٹ میں لگے ٹریسر سے اسکی
لوکیشن ڈھونڈ چکا تھا۔۔ لیکن اسے جو عینا کا ریکشن دیکھنے کو ملا تھا اسکی حالت
یوں تھی کہ جیسے اسکے دل نے اسے ہی جھٹک دیا ہو۔۔ وہ بن پانی کی مچھلی کی
طرح تڑپ رہا تھا عینا کو دیکھنے کے لئے۔۔

ڈور نوک ہونے کے آواز پر وہ چونک کر ہوش میں آیا۔۔۔ بیتے دنوں کی
یادوں سے نکلتے اسے بند ڈور کو دیکھا

کم ان۔۔۔ گہری سان ابھرتے اسے خود کو ریلیکس کیا۔۔
اسکی سیکریٹری تھی۔۔۔ سر وہ آپکی میٹینگ تھی کلائینٹس اچکے ہیں۔۔۔ وہ
ڈرتے ڈرتے بولی کہ آج کل انکے بوس کا موڈ بہت خراب رہنے لگا تھا۔۔
ہم ٹھیک ہے چلو۔۔۔ وہ فون اٹھاتا باہر کی طرف بڑھا تو اسکی سیکریٹری بھی
اسکے پیچھے بھاگی۔۔



سرا نکا کیا کرنا ہے۔۔۔۔

ایک آدمی نمالڑ کی اسکے سامنے سر جھکائے کھڑی تھی۔ اندر سے آتی چیخوں پر وہ چونک کر بولی تھی۔۔

امن نے بیزاری سے اسے دیکھا۔۔

پولیس کے حوالے کر دواوران سب لڑکیوں کو بھی پولیس کے حوالے کر دینا جسے اسنے زبردستی قید کیا تھا۔۔

وہ بانوبائی کی تیز ہوتی چیخوں پر بیزاری سے بولا۔۔
تو وہ لڑکی اثبات میں سر ہلاتے وہاں سے چلی گئی۔۔

امن نے بانوبائی اسکی کچھ چیلیوں کو ایک کمرے میں بند کرتے ان پر کیڑے مکوڑے چھوڑ دیے تھے۔۔

دودن سے وہ وہیں قید تھیں۔۔۔

کنگ اسکے ڈر سے راتوں رات ہی ملک سے باہر جا چکا تھا۔ امن چاہتا تو اسکے پیچھے جاسکتا تھا لیکن ابھی وہ اسے بھاگنے دینا چاہتا تھا۔۔



میجر عالم آج پورے ہفتے بعد واپس لوٹے تھے۔۔ غازی ان سے ملنے جانے والے تھا کہ اسے بہت کچھ جانتا تھا لیکن اچانک زر نور کی بگڑتی طبیعت کے باعث وہ سب کچھ بھلائے بس اسمیں مصروف ہو گیا۔۔

کل سے وہ گھن چکر بنا ہوا تھا۔۔ زر نور کو کل سے ہی وومیٹ ہو رہی تھی۔۔ اسکی گلابی رنگت نچڑ کر پہلی پڑ گئی تھی۔۔

ڈاکٹر نے کم عمری میں پرگینسی اور کمزوری کے باعث کہا تھا۔ جسکے بعد اب وہ اسکا اور بھی زیادہ دھیان رکھ رہا تھا۔۔

آج اسکی وومیٹ تو رک چکی تھی لیکن کمزوری کے باعث اسے چکر آرہے تھے۔۔

کیا ہوا کہاں جانا ہے۔۔ وہ اسے بیڈ سے اٹھتے دیکھ جلدی سے بولا۔۔

غاز و اثر و م جانا ہے۔۔ وہ اسے گھورتے بولی۔۔

او میں چلتا ہوں۔۔ وہ اسکے طرف جھک کر اسے اٹھانے کی غرض سے بولا
لیکن وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔۔

غاز میں واشروم تک جاسکتی ہوں۔۔ وہ بے بسی سے بولی۔۔ اس بندے کا بس
چلے تو اسے سارا دن گود میں اٹھائے گھومتا رہے۔۔
ہاں تو میں بھی کے جاسکتا ہوں نا۔۔ وہ اسے ڈبل گھورتا اپنی بانہوں میں اٹھا
چکا تھا۔۔

جاو۔۔ یہیں کھڑا ہوں۔۔ اسے واشروم کے سامنے اتارتے بولا تو وہ فٹ سے
اندر غائب ہوئی۔۔

غازی اسکی پھرتی پر ہنس دیا۔۔

کچھ دیر بعد وہ باہر آئی تو وہ اسے پھر سے بانہوں میں اٹھائے بیڈ تک لایا۔۔

اب تو وہ میٹ نہیں ہو رہی نا۔۔ وہ نرمی سے اسے بیڈ پہ لٹاتے بولا۔۔

نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں اب۔۔ وہ مسکراتے بولی تو غازی نے جھک کر اسکا

ماتھا چوما۔۔

تم ریٹ کرو میں تمہارے لیے اچھا سا ڈنر تیار کرتا ہوں۔۔
وہ اس پر بلینکیٹ ٹھیک کرتا بولا تو وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلا گئی۔۔



غازی نے اسے ڈنر روم میں کروایا تھا۔۔ اب وہ بیٹھی بور ہو رہی تھی جبکہ
غازی لیپ ٹوپ پر اپنا کچھ کام کر رہا تھا۔۔
غاز۔۔ اسے جھنجھلائے لہجے میں اسے پکارا۔۔
جی غازی کی جان۔۔ وہ اسکی پکار پر محبت سے بولا۔۔
بات سنیں۔۔ وہ آنکھیں پٹیٹاتے بولی۔۔

سن رہا ہوں غازی کی جان۔۔ وہ لیپ ٹوپ پہ نگاہیں ٹکائے بولا۔۔
ادھر دیکھیں نا۔۔ وہ اسکے نادیکھنے پر اسے گھور کر بولی۔۔

بس دومنٹ روز۔۔ وہ عجلت میں بولا۔۔

نہیں ابھی دیکھیں۔۔ بلکہ ادھر آئیں۔۔ وہ اسکے دومنٹ بولنے پر روعب سے بولی۔۔

غازی نے بے بسی سے اسے دیکھا اور پھر اسکی آنکھوں میں بھرتی نمی دیکھ وہ فٹ سے اٹھا تھا۔۔

بس اتنی سے بات پر بھی رونا شروع۔۔ وہ خفگی سے اسے گھورتا بولا۔۔
ہاں تو آپ میری بات کیوں نہیں سن رہے تھے۔۔ زرنور اسکے بازو پر چٹکی کاٹتی بولی۔۔

جنگی بلی۔۔ غازی نے اسے گھورا۔۔

آپ ہونگے بلے۔۔ وہ بھی جواب اسے گھورتے بولی۔۔

کچھ دیر دونوں ایک دوسرے کو گھورتے رہے پھر یک دم کھلکھلا کر ہنس دیئے۔۔

کیوں بلارہی تھی۔۔ غازی اسے اپنے حصار میں لیتا پیچھے ٹیک لگائے بولا۔۔
غاز میں بور ہو رہی ہوں۔۔ وہ ادا سی سے اسے دیکھتی بولی۔۔

بور کیوں ہو رہا ہے میرا بچہ۔۔ میں ہونا اپنے بچے کا دل لگانے کے لئیے۔۔ وہ
اسکے لبوں پر بوسہ دیتا بولا تو زرنور کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔ وہ اسکی
توجہ ہی تو چاہتی تھی اسلیے سرشاری سے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔۔

کوئی مووی دیکھیں غاز۔۔ اچانک سر اٹھائے بولی تو غازی اثبات میں سر
ہلاتے لیپٹاپ اٹھالایا۔۔

اسے واپس اپنے حصار میں لیتے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے وہ مووی دیکھنے
لگا۔۔

لیکن وہ بالکل بچوں والی تھی۔۔ اسنے بور ہوتے مووی چینج کر دی۔۔

غاز اتنی اچھی تو تھی۔۔ زر نور اسے گھورتے بولی لیکن وہ اب اپنی مرضی کی
مووی لگا چکا تھا۔۔

وہ کیا بچوں والی تھی اب ہمارا خود کا بچہ آنے والے ہے۔ ابھی بھی بچوں والی
دیکھیں۔۔ تم بس میری مرضی کی دیکھو۔۔

وہ واپس اسکا سراپے سینے پر رکھتے شوخ لہجے میں بولا زر نور بس اسے گھور کر
رہ گئی۔۔

تھوڑی سی مووی گزرتے ہی زر نور کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں سامنے چلتے
رومینٹک سین کو دیکھتے۔۔ اسنے جھٹ سے سکریں اوف کر دی۔۔

ارے یہ کیا کیا۔۔ غازی شرارت سے لب دبائے بولا۔۔

آپکو ایسی ہی موویز کیوں پسند ہیں مجھے نہیں دیکھنی۔۔ وہ اس سے نظریں
چرائے بولی۔۔

کیوں کیوں نہیں دیکھنی اتنی اچھی تو ہے۔۔ وہ اسکا چہرہ سامنے کرتا بولا۔۔

ہاں آپکو تو ایسی اچھی ہی لگے گی۔۔۔ وہ دانت پیس کر بولی۔۔
غازی کا قہقہہ گونجا۔۔

ویسے مجھے صرف دیکھنا ہی نہیں کرنا بھی پسند ہے۔۔ وہ اسے دیکھتے شوخ لہجے
میں بولا۔۔

کیا۔۔ وہ بے ساختہ سر اٹھائے اسے دیکھتی بولی۔۔
رو مینس۔۔ اس کے چہرے پر جھکتے اس کے کان میں سر سر گوش کی۔۔
زر نور کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی وہ اس کے لبوں کو قید کر گیا۔۔
وہ بس پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔۔ لیکن وہ اپنی مرضی سے ہی پیچھے ہٹا تھا۔۔
وہ گہری سانس لیتے اس کے سینے پر سر رکھ گئی۔۔

جبکہ غازی کا موڈ اب بدل چکا تھا۔۔ وہ اس کے بالوں میں منہ چھپائے اس کی
خوشبو میں گہری سانسیں بھرنے لگا۔۔

غاز۔۔۔۔ وہ اس کی سلگھتی سانسوں سے کسمسائی۔۔

لیکن غازی اسے بیڈ پر لٹاتا اسے اپنے حصار میں لے چکا تھا۔۔

جا بجا سکی گردن پر بوسہ دیتے وہ بہت نرمی سے اسے چھو رہا تھا۔

اسکے پریگنٹ ہونے کے بعد سے وہ اسے اتنی ہی نرمی سے چھوتا تھا کہیں زرا سی شدت پر وہ کانچ کی گڑیا ٹوٹنا جائے۔

اسکے ک۔ کندھے سے شرٹ ہٹاتے اسنے اپنے لب رکھے تھے۔ جبکہ اسکے ہاتھ زرنور کے کندن بدن کے رعنائیوں میں بہکنے لگے۔

اسکی آنکھوں میں تیزی سے خمار کی سرخی پھیلی تھی۔

اسکی انگلیاں اپنے ہاتھوں کی انگلیوں میں پھنساتے وہ بیڈ سے لگاتے اس پر حاوی ہوا تھا۔

غاز۔ اسکی مونچھوں کی چھبن اور سلگھتے لمس پر وہ بے تحاشہ کسمسائی۔

شش غاز کی جان۔ وہ بہکتی سانسوں سے اسکے وجود کی گہرائیوں میں گم ہوتا چلا گیا۔

زولفقار علی شاہ کی حویلی میں ہما وقت ایک خاموشی کا راج رہتا تھا
اب۔۔ ایک ایسی خاموشی جو اندر ہی اندر اس گھر کے مکینو کو نگل رہی تھی۔۔
یوں لگتا تھا جیسے کوئی ڈائین اس گھر سے گزر گی ہو اور اپنا سایہ یہاں چھوڑ گی
ہو جو موت کا سناٹا تھا۔۔

اس گھر میں رونق تو صرف اس ایک کے ہونے سے ہوتی تھی جو سالوں پہلے
ہی اغاجان کی بے جاضد کی بھینٹ چڑھ چکی تھی۔۔

عائشہ۔۔ حسن بابا نے کمرے میں آتے انہیں تلاش۔۔ گہری سانس بھرتے
وہ مہرماہ کے کمرے کی طرف چل دیئے۔۔

ہمیشہ کی طرح وہ انہیں مہرماہ کی چیزوں کے پاس پاگلوں کی طرح باتیں کرتی
نظر آئیں۔۔

عائشہ کتنی بار کہا ہے تمہیں اب وہ کبھی واپس نہیں آئے گی تو پھر کیوں روز
روز یہ چیزیں دیکھتے اپنا دل جلاتی ہو۔۔

وہ انکے قریب آتے سختی سے بولے تھے۔۔

عائشہ بیگم نے سراٹھاتے انکی طرف دیکھا۔۔

دونوں کا وجود اپنی عمر سے پہلے ہی بوڑھا لگنے لگا تھا۔۔

مجھے یقین نہیں آتا آج بھی مجھے لگتا ہے میری مہر زندہ ہے۔۔

آپ جھوٹ بولتے ہیں میں جانتی ہوں اپنے اسے کہیں چھپا دیا ہے۔۔

وہ روتے ہوئے خفگی سے انہیں دیکھتے بولی تھیں۔۔

حسن بابا چپ سے رہ گئے جبکہ وہ اب بھی بڑبڑا رہی تھیں۔۔

وہ انہیں یونہی چھوڑتے باہر کی طرف بڑھ گئے۔۔

اغا جان کے کمرے کی طرف جاتے حال میں لگی مہر کی تصویر کو دیکھتے وہ رک گئے۔۔

تمہارے بابا بوڑھے ہو گئے ہیں مہر اب تو لوٹ او۔۔ وہ دل میں اس سے

مخاطب ہوئے تھے۔۔

سر جھٹکتے وہ اغا جان کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔۔

دروازہ نوک کرتے وہ اندر داخل ہوئے۔۔

زولفقار علی شاہ جو جاہ جلال کا دوسرا نام تھے اب تو وہ کہیں سے بھی نہیں
رہے تھے۔۔

نڈھال سا وجود بستر سے لگا تھا۔۔

وہ روعب، مرتبہ جاہ جلال وہ سب تو کہیں بہت پیچھے رہ گیا تھا۔۔ شرمندگی
کے ناگ انہیں یونہی روز ڈستے تھے۔۔

آپ نے دوالی اغاجان۔۔ وہ انکے پاس بیٹھتے نرمی سے بولے۔۔

اغاجان نے آنکھیں کھولتے انہیں دیکھا۔۔

اتنا حوصلہ کہاں سے لاتے ہو۔۔ تمہاری اولاد کو برباد کرنے والا میں

ہوں۔ پھر بھی مجھ سے اتنی نرمی کیو برتتے ہو۔۔ وہ دھیمے لہجے میں بولے۔۔

حسن صاحب زرا سا مسکرائے۔۔

میری مہر کے ساتھ جو ہوا وہ اس کے نصیب میں لکھا تھا باباجان۔۔

آپ سے سختی کر کے میں روز محشر اپنے خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔۔

وہ نرمی سے بولے۔۔۔

اور اسے کیا منہ دکھاؤں گے جس سے وعدہ کیا تھا کہ اسکی امانت کی حفاظت
خود سے بڑھ کے کرو گے۔۔

خدا تو معاف کر دے گا کیا وہ معاف کرے گی۔۔

وہ گہرے رنج سے بولے تو حسن بابا لب بھینچ گئے۔۔

اسی سے تو شر مندہ ہوں میں۔۔ اسکی امانت کی حفاظت نہیں کر پایا۔۔

تڑپ تڑپ کر جو اس سے مانگا تھا میں اسے آپکی نفرت سے نہیں بچا پایا۔۔

وہ ہنوز نرمی سے بولے۔۔

اغا جان دکھ، رنج تکلیف سے ایک بار پھر رو پڑے۔۔ رونے کے علاؤہ وہ کر
ہی کیا سکتے تھے۔۔

حسن صاحب انہیں چپ کر واتے زبردستی میڈیسن دیتے سلا آئے تھے۔۔

اسلام و علیکم بابا!! کمرے سے نکلتی رمل نے انہیں دیکھتے سلام کیا۔۔

وہ چونک کر اسکی طرف مڑے۔۔

وسلام بچے آپ کب ای۔۔ وہ نرمی سے مسکرا کر بولے۔۔

رمل کی سال پہلے ہی شادی ہو گئی تھی۔۔

آج دوپہر میں ہی آئی تھی۔۔ اپ گھر پہ نہیں تھے تب۔۔

وہ مسکرا کر بولی تو وہ سر ہلا گئے۔۔

کچھ دیر تک اس سے باتیں کرتے رہے اور پھر مہر کے کمرے میں آ گئے۔۔

عائشہ ماما مہر کی تصویر سینے سے لگائے سو گئی تھیں۔۔ وہ ان پر کنبل ٹھیک

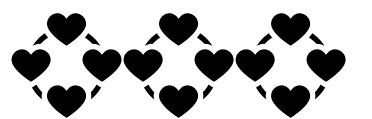
کرتے لائٹس آف کرتے باہر آ گئے۔۔

انہیں مرتسم سے بات کرنی تھی۔۔ عالم نے انہیں جو کچھ بتایا تھا وہ مہر کے

لئے بہت پریشان تھے۔۔

کیا ایک بار پھر سے وہ اپنی مہر کے لئے غلط فیصلہ کر چکے تھے۔۔ یہی سوچ

انہیں مارے جارہی تھی۔۔۔



غازی آج میجر عالم سے ملنے آیا تھا۔۔۔ زر نور کے پاس وہ احمر کی ماما اور نوشین کو چھوڑ آیا تھا۔۔۔

او غازی میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔۔۔ میجر اسے آتے دیکھ مسکراتے اٹھے تھے۔۔۔

غازی ان سے ملتے خاموشی سے ان کے سامنے بیٹھ گیا۔۔۔

کیا بات ہے غازی کچھ پریشان ہو۔۔۔ وہ اسکا سنجیدہ چہرہ دیکھتے بولے۔۔۔

مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے امید ہے کہ اس بار آپ مجھ سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔۔۔

وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ چونکے۔۔۔

کیا پوچھنا ہے۔۔۔ وہ سیدھے ہوئے۔۔۔

اس رات جب اپنے مجھے گاڑی سے نکالا تھا تو اپنے کہا تھا کہ آپ صرف مجھے بچا پائے تھے۔۔۔

گاڑی میں موجود باقی تینوں لوگ آگ کی لپیٹ میں اچکے تھے۔۔۔

ضبط سے کہتے اسکی آنکھیں سرخ ہوئی تھیں۔۔

میجر عالم کے چہرے کا رنگ اڑا۔

ہ۔ ہاں ایسا ہی تھا۔ وہ بولے تو انکی زبان لڑکھڑاگی۔

جب میں نے آپسے پوچھا تھا کہ کیا وہ بچی جو میری گود میں تھی وہ بھی نہیں تھی تو اپنے کہا تھا نہیں۔۔

وہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔

میجر عالم اس بار کچھ نہیں بولے۔

آپکی خاموشی بتا رہی ہے کہ اپنے جھوٹ بولا تھا۔ وہ سرد لہجے میں بولا۔

مجھے سچ جاننا ہے صرف سچ۔

وہ اپنے لہجے پر قابو پانے کی کوشش میں پھر بھی غرایا تھا۔

میجر عالم شکستہ سے سر جھکا گئے۔

حدید نے جب مجھے فون کیا تب تک دیر ہو چکی تھی۔۔ جب میں وہاں پہنچا
گاڑی آگ کی لپیٹ میں اچکی تھی لیکن اس گاڑی میں کوئی بھی نہیں تھا۔
میں پاگلوں کی طرح ادھر ادھر تم لوگوں کو تلاش کرنے لگا۔
تبھی مجھے ایک گاڑی دکھائی دی۔۔ جسمیں دو آدمی تمہارے زخمی باپ کو
ڈال رہے تھے۔۔

میں انہیں جانتا تھا وہ لوگ کون ہیں۔۔ میں سمجھ گیا کہ گاڑی کو آگ لگانے
سے پہلے ہی وہ لوگ سب کو نکال چکے ہیں۔۔
لیکن میں نے اس گاڑی میں تمہاری ماں کو، باپ کو اور اس بچی کو دیکھا لیکن تم
نہیں تھے۔۔

وہ گاڑی دیکھتے ہی دیکھتے میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔۔ انہیں لگا کہ وہ
لوگ سب کو بچا کر لے گئے ہیں۔۔ کیونکہ وہ لوگ تمہارے وجود سے ناواقف
تھے میں جانتا تھا کہ وہ لوگ نہیں جانتے حدید کا ایک بیٹا ہے۔۔
تبھی میری نظر سڑک کے کنارے تم پر پڑی۔۔

میں بھاگ کر تم تک گیا تم زخمی تھے لیکن تمہاری سانسیں چل رہی تھیں۔۔
تمہیں جلدی سے اٹھاتے اپنے ساتھ لے آیا۔۔

مجھے بعد میں خبر ملی کہ تمہارے ماں باپ اگ میں بری طرح سے زخمی ہو
چکے تھے اس لیے وہ بچ ناپائے۔۔ اس بچی کا مجھے دھیان نہیں رہا۔۔ مجھے لگا
شاید وہ بھی مر چکی ہوگی۔۔

وہ دھیمے لہجے میں اسے سب کچھ بتاتے گئے۔۔

لیکن وہ زندہ ہے مینے دیکھا اسے وہ وہ زندہ ہے وہ بڑی ہے ہوگی۔۔ بہت بڑی

--

ہوٹرانس کی سی کیفیت میں بڑ بڑایا۔۔

تمہیں کیسے پتہ وہ وہی ہے وہ ایک چھوٹی سی بچی تھی جب تم نے سے آخری بار
دیکھا تھا اور آج دیکھ تقریباً بیس سال ہونے والے ہیں تم کیسے کہہ سکتے
ہو۔۔ وہ وہی ہے۔۔ وہ الجھے لہجے میں بولے۔۔

کیونکہ وہ بالکل ماما جیسی ہے۔۔ بچپن میں وہ سیم ٹو سیم انکی کاپی تھی اور اب
بھی زرا ساز زرا سا فرق نہیں تھا مجھے لگا جیسے ماما میری سامنے آکھڑی ہوئی
ہوں۔۔۔

اسکے لہجے میں انجانی خوشی کی سی رمت تھی۔۔

پھر بھی کوئی ہم شکل۔۔ وہ پھر بھی نامانے لیکن وہ انکی بات کاٹ گیا۔۔
نہیں وہ وہی تھی مجھے پتا ہے وہ وہی تھی۔۔

پھر شاید وہ لوگ اسے لے گئے ہونگے۔ میجر عالم دھیمے لہجے میں
بڑبڑائے۔۔

کون تھے وہ لوگ۔۔ وہ بولا تو اسکے لہجے میں ایک تڑپ سی تھی۔۔
میجر عالم نے سراٹھاتے اسے دیکھا۔۔

تمہارے مامو۔۔ انہوں بمب پھوڑا تھا اس پر

ماموں۔۔ وہ بے یقینی سے بڑ بڑایا۔۔

ہاں تمہاری ماں کے بھائی۔۔ وہ اثبات میں سر ہلاتے بولے۔۔
لیکن میرے کوئی ماموں نہیں تھے۔۔ ماما نے کبھی نہیں بتایا۔۔
وہ بے یقینی سے بڑ بڑایا۔۔

تمہارے نانا تمہاری ماں سے ناراض تھے کیونکہ تمہارے ماں باپ کی شادی
انکی مرضی کے خلاف ہوئی تھی۔۔

وہ ایک کے بعد ایک دھماکے کر رہے تھے اس پے۔۔
اس لیے تمہارے ننھیال سے تمہاری ماں کا تعلق ختم ہو چکا تھا۔۔
وہ سنجیدگی سے بولے۔۔

غازی نے گہری سانس بھری کہاں ہیں میرا ننھیال۔۔ وہ انکی آنکھوں میں
دیکھتا پوچھ بیٹھا۔۔

میسر عالم نے چونک کر اسے دیکھا۔۔



آرام سے۔۔ مرتسم اسکے پیچھے تکیہ ٹھیک کرتا احتیاط سے اسے بٹھاتا بولا۔۔
زین اسکی فکر پر مسکرا دیا۔۔

میں ٹھیک ہوں۔۔ اسکا ہاتھ تھپتھپاتے وہ مسکرا کر بولا۔۔
زینب کیسی ہے۔۔ زیادہ تنگ تو نہیں کرتی نا تمہیں۔۔ وہ اب فکر مندی سے
اس سے استفسار کرنے لگا۔۔

مرتسم نے لب بھینچے۔۔۔

وہ ٹھیک ہے تم پریشان مت ہو۔۔ بس اپنا خیال رکھو۔۔ جلد از جلد ٹھیک ہو
جاو۔۔

مرتسم اسکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتا بولا تو وہ سر ہلا گیا۔۔

وہ اب پہلے سے کافی بہتر تھا۔۔ لیکن صرف بیٹھنے کی حد تک۔۔۔ وہ بھی
سہارے سے۔۔ یہ بھی دانیں کی غنیمت تھا جو اسکا بہت زیادہ خیال رکھ رہی
تھی۔۔

مر تسم کچھ دیر اسکے پاس بیٹھا رہا پھر واپس آگیا۔۔



عالم عینا کو ہو سپٹل سے پک کرنے آیا تھا۔۔

جب اچانک عینا نے اسے گاڑی کسی اور طرف موڑنے کا کہا۔۔

لیکن جانا کہاں ہے۔۔

مجھے اپنی ایک دوست کی طرف جانا ہے۔۔ وہ سنجیدگی سے بولی۔۔ یہ سنجیدگی

اب اسکی ذات کا حصہ بنتی جا رہی تھی۔۔

عالم خاموشی سے گاڑی اسکے بتائے گئے راستے پر ڈال گیا۔۔

یہاں۔۔ عالم نے ایک گھر کے سامنے گاڑی روکتے عینا کو دیکھا۔
ہاں۔۔ یہی۔۔

دس منٹ رکو میں آرہی ہوں۔۔ وہ کہتی باہر نکل گی۔۔
عالم نے خاموشی سے اسے جاتے دیکھا اور ایک نظر گھر کو دیکھتے فون میں لگ
گیا۔۔

اسلام و علیکم!! نورین اسے دیکھتی مسکرا کر بولی۔۔
اپنے مجھے بلایا تھا۔۔ عینا اسکے سلام کا جواب دیتی سنجیدگی سے بولی۔۔
نورین کی مسکراہٹ سمٹی۔۔ تم بیٹھو تو بیٹھ کہ بات کرتے ہیں۔۔
وہ اسکے قریب آتے بولی۔۔

نہیں۔۔ بیٹھنے کا وقت نہیں ہے۔۔ اپکو جو کہنا ہے یہیں کہیں۔۔ وہ ہنوز
سنجیدگی سے بولی۔۔

نورین۔۔۔ نے اسکی سنجیدگی کو محسوس کیا۔۔

اور ایک پیکٹ اسکے حوالے کر دیا۔

عینا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

تمہاری امانت تھی میرے پاس۔ وہ اسکے ہاتھ میں پیکٹ دیتی بولی۔

عینا نے پیکٹ کھولا تو اسمیں سے اسے وہی بریسلٹ ملا جو اس سے کھو گیا

تھا۔ یہ اسے انوشے نے دیا تھا۔

یہ۔ اسنے نا سمجھی سے نورین کو دیکھا۔

وہ نظریں چرا گئی۔۔۔ اج میں نے وہ کمر خالی کر دیا تھا تو بیڈ شیٹ کے نیچے مجھے ملا

شاید بیڈ پہ گر کے اندر چلا گیا تھا۔

وہ نظریں چرا تے بولی۔۔ یہ بریسلٹ اسے امن نے دیا تھا عینا کو واپس کرنے

کے لئے۔

عینا کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

بہت شکریہ۔۔۔ اپ نہیں جانتی یہ میرے لیے کیا اہمیت رکھتا ہے۔۔۔ وہ مسکرا کر بولی۔۔۔

نورین بھی ہلکا سا مسکرا دی۔۔۔

میں چلتی ہوں۔۔۔ میرا بھائی باہر انتظار کر رہا ہے۔۔۔ وہ بولی تو نورین خاموش رہی۔۔۔

ٹھیک ہے باہر تک تو تمہیں چھوڑ ہی سکتی ہوں۔۔۔ وہ مسکرا کر بولی۔۔۔ ایک بار پھر سے تھینکیو سوچ۔۔۔ گاڑی کے نزدیک رکتے عینا اس سے ملتی بولی۔۔۔

نورین بس مسکرا دی۔۔۔

عالم جو اسکے انتظار میں گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اسے چونک کر اسے دیکھا۔۔۔ چونک تو نورین بھی گی تھی اسے دیکھ کر۔۔۔ آپ۔۔۔ دونوں کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔۔۔

عینا نے چونک کر دونوں کو دیکھا۔۔۔

آپ دونوں جانتے ہیں ایک دوسرے کو۔۔ وہ آبرو آچکا کر بولی۔۔
نہیں تو۔۔ نورین جلدی سے بولی۔۔

لائبریری میں سرسری سی ملاقات ہوئی تھی بس۔۔ وہ عالم پر سے نظریں
ہٹاتی بولی۔۔

عالم بس خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔۔

اچھا ٹھیک ہے آپ۔۔ اللہ حافظ۔۔ عینا نے نورین کو کہا تو وہ بھی خدا حافظ
بول کے اندر چلی گئی۔۔

عالم کی بے چین نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔۔
چلی گئیں وہ۔۔ عینا اس کے کندھے پر ہاتھ مارتی بولی۔۔

تو وہ چونکا۔۔ ہاں تو میں کونسا نہیں دیکھ رہا تھا۔۔ وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا
بولا۔۔

عینا نے اچھا والے انداز میں اسے دیکھا۔۔

ویسے کب بنی تیری وہ فرینڈ۔۔ ڈرائیو کرتے عالم نے اچانک اس سے پوچھا تو
عینا نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔۔

عالم وہ شادی شدہ ہیں۔۔ اور تم سے بڑی ہیں۔۔ وہ اچانک بولی تو عالم کا بریک
پہ پاؤں پڑا۔۔

عینا نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔۔

کیا کہا تو نے شادی شدہ۔۔ وہ بے یقینی سے بڑبڑایا۔۔

عینا نے گہری سانس بھری وہ اسکی آنکھوں میں نورین کے لئے پسندیدگی
دیکھ چکی تھی۔۔

طلاق یافتہ۔۔ وہ دھیمے سے بڑبڑایا۔۔

عالم نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تو وہ اسے سب بتاتی چلی کیسے وہ اس سے ملی

یہاں تک کہ امن اور عارض کے بارے میں بھی۔۔

وہ بے یقینی سے سنتا رہا۔۔

اتناسب ہو گیا اور تو نے بتایا تک نہیں۔۔ وہ بے یقینی سے بڑ بڑایا۔۔

عینا نے کندھے اچکائے۔۔ جو کچھ بھی ہو رہا تھا میری لائف میں تھا میں کسی کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی وہ سنجیدگی سے بولی۔۔
عالم نے تعجب سے اسے دیکھا لیکن خاموش رہا۔۔
گھر تک پہنچنے تک گاڑی میں نامعلوم سی خاموشی چھائی رہی۔۔
وہ اسے گھر ڈراپ کرتے واپس چلا گیا کہاں عینا نہیں جانتی تھی۔۔



میں آپکو کبھی معاف نہیں کروں گی بابا کبھی نہیں۔۔
زینی اپنے بابا کو دیکھتی بولی۔۔

وہ آج اتنے سالوں بعد اس سے ملنے آئے تھے۔۔ لیکن وہ بے حس بنی
رہی۔۔

کتنے دن بعد جاچکے وہ ان سے ملی تھی۔۔ لیکن انہیں معاف کرنے کے لئے
راضی نہیں تھی۔۔

تراب صاحب نے بے بسی سے اسے دیکھا لیکن وہ جاچکی تھی۔۔



عینا نے تھوک نگلتے ولی کو دیکھا لیکن اس کے تاثرات سپاٹ تھے۔۔

ٹھیک ہے۔۔ کہتے اسے فون رکھ دیا۔۔

ولی نے ایک نظر ہونٹ چباتی عینا کو دیکھا۔۔

جاؤ بچے تیار ہو جاؤ۔۔۔ شاہ ولا جانا ہے۔۔ وہ نرمی سے بولا۔۔

عینا کا چہرہ کھل اٹھا۔ لیکن بظاہر وہ سپاٹ انداز میں ولی کو دیکھتی سر ہلا گئی۔۔

بی جان نے ولی کو فون کیا تھا کہ وہ عینا سے ملنا چاہتی ہیں جو کچھ بھی ہو رہا ہے

اس میں ان سب کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔۔

خلاف توقع وہ مان گیا۔۔

عینا بے شک مرتسم سے ناراض تھی لیکن شاہ ولا میں سب کو مس کر رہی
تھی۔ سپیشلی ہانی کو۔۔

سب سے ملنے کی خوشی اسکے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔۔
عالم گھر سے باہر تھا اس لیے وہ اور ولی ہی شاہ ولا کے لئے نکلے تھے۔۔



!! اسلام و علیکم

ولی نے اونچی آواز میں سلام کیا تھا۔ اسکے پیچھے ہی عینا تھی۔۔ سب جو انکے
انتظار میں تھے مسکرا دیے۔۔

عینا سب سے پہلے بی جان سے ملی انکے آگے سر جھکاتے اسنے سلام کیا۔۔

میرا بچہ۔۔ کتنی کمزور ہو گئی ہے۔۔ بی جان اسکا ماتھا چومتے بولیں تو وہ مسکرا
دی۔۔

ولی بھی سب سے ملنے لگا۔۔

ماں صدقے جائے۔۔ تمہیں دیکھنے کے لئے تو آنکھیں ترس گئی
تھیں۔۔ ایک ماہ سے تم نے اپنی شکل نہیں دکھائی۔۔ روحا ماما خفگی سے اسکا
ماتھا چومتے بولیں۔۔ وہ اب بالکل ٹھیک ہو چکی تھیں۔
وہ سب کے جواب میں بس مسکرا رہی تھی۔۔

ہانی میرا بچہ وہ ماہم سے ملتی اسکے گود میں ہانم کو دیکھتی کھلکھلا اٹھی۔۔
ناصر ف وہ بلکہ اسکی گود میں آتے ہی ہانم بھی۔۔

ہم سب سے زیادہ تو یہ تمہیں مس کر رہی تھی۔۔ تمہیں پتہ ہے کرو لنگ
کرتے تمہارے کمرے تک پہنچ جاتی ہے لیکن جب وہاں تم نہیں ملتی تو پھر
رونے لگتی ہے۔۔ ماہم اسے دیکھتی بولی۔۔۔

عینا نے اسے چٹا چٹ چوم ڈالا۔۔

اسے ہانم بہت پیاری تھی۔۔ جب سے وہ پیدا ہوئی تھی عینا کے پاس زیادہ
رہی تھی۔۔

یہاں تک کہ اسے سب سے پہلے اٹھایا بھی عینا نے تھا۔۔ وہ اس سے بہت
اٹیچ ہو چکی تھی۔۔

میرا بچہ۔۔۔ وہ اسکے کانوں میں سرگوشی کرتی تو وہ کھلکھلا کر اسکی گردن میں
منہ چھپا جاتی۔۔

سب اسکی شرارت پر ہنس دیئے۔۔

یہ تو ہمیں بھول ہی گئی ہے ماما وشہ اور عادی خفگی سے اسے دیکھتے دور جا بیٹھے
عینا دونوں کی خفگی پر مسکرا دی۔۔

اچھا اب یاد آئے تو ملنے آئی ہوں نا۔۔ اب بھی نہیں ملو گے تو واپس چلی جاؤں

گی۔۔ وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولی تو وہ جھٹ سے اٹھتے اسکے گلے لگے

تھے۔۔

وہ دونوں اس سے بہت زیادہ اُٹیچ ہو چکے تھے۔۔ بے شک وہ ان سے بڑی
تھی لیکن اس نے ان دونوں کو اتنا پیار دیا تھا کہ وہ کبھی اسے خود سے بڑی سمجھ
ہی نہیں پائے۔۔

اب تو مان جاو۔۔ وہ دونوں کے پھولے منہ دیکھتے انہیں گد گداتے بولی تو
دونوں کا دیے۔۔

عینا پچھلے دنوں کی ہر تلخ یاد مٹائے مسکرا کر اب سے باتیں کرتی پہلے والی عینا
لگ رہی تھی۔۔



ابھی ڈنر میں وقت تھا اس لیے سب لوگ لان میں بیٹھے فلحال چائے اور کافی
سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔۔

جبکہ عینا حاشر اور ہانیہ کے ساتھ تھی۔۔



مر تسم نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر گہری سانس بھرتے اسے اپنے پیچھے
چلنے کا اشارہ کیا۔۔

لیکن جیسے ہی وہ لان سے گزرتے اندر جانے لگا اسکے قدم ساکت ہوئے
تھے۔۔

ہلکے پرپل کلر کی فراق پہنے جو اسکے پاؤں کو چھو رہی تھی۔۔
چاکلیٹی بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنائے ڈوپٹہ سر پہ ٹکایا ہوا تھا۔۔
بھوری آنکھوں میں شرارت لیے وہ گلابی لب دبائے اپنی مسکراہٹ روک
رہی تھی۔۔

اسے اتنے دن بعد اپنے سامنے دیکھتے اسکی پیاسی آنکھیں اسکے دیدار سے
ساکت ہوئی تھیں۔۔۔

خود پر مستقل گہری نظروں کی تپش سے اسنے چہرہ موڑتے ادھر ادھر دیکھا تو
اسکی نظر سامنے ساکت کھڑے مر تسم سے ٹکرائی۔۔
وہ جہاں تھی وہیں رہ گئی۔۔

دل اسکے دل اسکے دیدار پر ڈھڑک کے پاگل ہوا تھا۔

وہ اس وقت سیاہ شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا۔۔

کشادہ پیشانی پر بال بکھرے ہوئے تھے۔۔ سرمئی آنکھوں میں پھیلی سرخی
رت جگے کی چغلی کھا رہی تھی۔۔

عنابی لب سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔۔

وہ آس پاس سے بے نیاز ایک دوسرے کو دیوانوں کی طرح دیکھنے لگے۔۔

چاچو۔۔ تبھی حاشر بھاگتا اسکی ٹانگوں سے جا لپٹا۔

وہ دونوں چونک گئے۔۔

عینا نے سرعت سے اس پر سے نظریں ہٹائیں تھیں۔۔

مر تسم نے جھک کر اپنی ٹانگوں سے چپکے حاشر کو اٹھالیا۔

عینا جو سر جھٹک کر مڑنے والی تھی اسکے جھکنے سے اسکی نظر پیچھے کھڑے وجود

پر گئی اور وہ ایک بار پھر سے ساکت ہوئی تھی۔۔

ناصر ف عینا بلکہ وہاں موجود ہر شخص حیرانگی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

زینی۔۔ ماہم اپیا کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔

لیکن عینا کی نظریں اس پر نہیں اسکے وجود سے لیٹی مر تسم کی اجرک پر
تھیں۔۔

اسکی چمکتی آنکھیں یکدم سرخ ہوئی تھیں۔۔ جلن کا احساس اسے اپنے وجود
میں دوڑتا محسوس ہوا تھا۔۔

وہ تیزی سے آگے بڑھی۔۔

آپکی شال اسکے پاس کیا کر رہی ہے۔۔ وہ سب کچھ فراموش کرتی اسکے سر پر
پہنچی تھی۔۔

مر تسم کے سامنے رکتے اسکی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تھا۔۔

مر تسم کو شدت سے انہونی کا احساس ہوا۔۔

وش جاؤ بچوں کو اندر لے جاؤ۔۔ ماما نے کہا تو وہ خاموشی سے حاشر اور ہانیہ کو
لیتی اندر چلی گئی۔۔

اندر جاؤ تم۔۔ مر تسم ایک نظر عینا کو دیکھتے مڑا اپنے پیچھے کھڑی زینہ کو کہا تھا۔۔

یہ اندر کیوں جائے گی شاہ۔۔ مینے کچھ پوچھا ہے آپسے۔۔ اپنی اجرک کیا کر رہی ہے اسکے پاس۔۔
وہ بولی نہیں چیخی تھی۔۔

مر تسم نے اسکے چہرے اور آنکھیں میں بہتے خوف کو شدت سے محسوس کیا تھا۔۔

عین میں بتاتا ہوں آپکو۔۔ اپ چلیے۔۔ وہ اسے اپنے حصار میں لیتا نرمی سے بولا۔۔

لیکن عینا نے اتنی ہی تیزی سے اسے بازو جھٹکے تھے۔۔

مجھے کچھ نہیں سننا صرف یہ بتائیں کہ اسکے وجود پر آپکی اجرک کیا کر رہی ہے جبکہ اس پہ صرف میرا حق ہے۔۔

وہ ڈھاڑی تھی۔۔ انسو ٹوٹ کر اسکے رخسار پر بہے تھے۔۔

ولی سمیت سب خاموش کھڑے تھے۔۔ ولی چاہتا تھا آج عینا خود ہی آریا پار
کر دے۔۔

وہ مرتسم کو چھوڑتی زینی کی طرف مڑی جو سب کی نظریں خود پر پاتے گھبرا
گئی۔۔

اتارویہ شال۔۔ وہ تیزی سے اسکے مقابل آتے بولی تھی۔۔

زینی نے فق ہوتے چہرے سے اسے دیکھا۔۔

مینے کہا اتارو۔۔ وہ ہاتھ اسکی طرف بڑھاتی پھر سے چیخی تھی۔۔

زینی نفی میں سر ہلاتی شال پر اپنی گرفت مضبوط کر گئی۔۔

عینا نے حیرت سے اسکی ڈھٹائی کو دیکھا تھا۔۔

عین مینے کہانا بیٹھ کر بات کرتے ہیں چھوڑیں اسے۔۔

مر تسم اسکا بازو تھامتے کچھ سختی سے بولا تھا۔۔

لیکن عینا پر واہ کیے بغیر اسکا ہاتھ جھٹک گی۔۔

کیوں شاہ کیوں چھوڑ دوں۔۔ یہ اجرک یہ صرف اجرک نہیں ہے یہ میرا حق ہے۔۔ وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی شدت سے بولی تھی۔۔ انسو تھے کہ بغاوت کرتے اسکا چہرہ بگھور ہے تھے۔۔

ماما اپنے ہی کہا تھا نا کہ شوہر کی اجرک پر صرف بیوی کا حق ہوتا ہے۔۔
وہ ماما کی طرف دیکھتی بولی تھی لیکن اپنی جگہ سے ہلی نہیں۔۔
ماما نے سر ہلا دیا۔۔

سن لیا اپنے شاہ۔۔ وہ مر تسم کہ طرف مڑی جوب بھینچ گیا۔۔
اور تم اتار واسے۔۔ وہ نفرت سے زینی کو دیکھتی اسکی طرف لپکی تھی۔۔
عین۔۔ زینی یہ شال نہیں اتارے گی۔۔ اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ بڑھا کر وہ
شال اتار لیتی مر تسم سرعت سے اسکے سامنے آتے سختی سے بولا تھا۔۔

عینا نے حیرت کی زیادتی سے اسے دیکھا۔

اس پر پر صرف آپکی بیوی یعنی کہ میرا حق ہے وہ شیرنی بنی غرائی تھی۔
اور تم ابھی تک ایسے ہی کھڑی ہو۔۔ وہ نفرت و غصے سے زینی کو گھورتی اس
کے وجود کے گرد لپٹی اجرک پر جھپٹی تھی۔
اس سے پہلے کہ وہ اجرک نوچ کر اتار لیتی اپنے نام کی دھاڑ اور بازو پر سخت
گرفت پر وہ ساکت ہوئی تھی۔

عینا۔۔ مرتسم کی دھاڑ پر سب کے دل لرزے تھے۔
وہ سختی سے اسکا بازو پکڑ چکا تھا۔

مینے کہا تھا نہیں اتارے گی یہ شال۔۔ مینے اوڑھائی ہے اسے۔۔ اسکی آواز
اس قدر تیز اور اونچی تھی کہ وہ کانپ کر رہ گئی۔

عینا کے بازو کو اپنی سخت گرفت میں لیتے اسے تیش بھری نظروں سے اسے
دیکھا تھا جس نے آج تک اسے سخت نظر تک سے نہیں دیکھا تھا۔

اندر جاؤ تم۔۔ اس نے سختی سے اسے دیکھتے کہا۔۔
وہ اس کے کہنے پر اندر کی طرف بڑھی لیکن وہ رک گئی۔۔
ماہم اپنا اس کے سامنے آئی تھیں۔۔

کیوں مرتسم کس حق سے تم نے اوڑھائی ہے اپنی اجرک اس پر وہ تیکھی
نظروں سے اسے دیکھتے بولیں تھی۔۔
اس سے پہلے کہ مرتسم کوئی جواب دیتا۔۔
عینا نے تیزی سے اپنا بازو اس کے ہاتھ سے نکالتے اسے دھکا دیا تھا۔۔
وہ زرا سا لڑکھڑایا۔۔

کیوں اوڑھائی ہے اپنے اسے اپنی اجرک۔۔ مجھ سے دل بھر گیا ہے یا بچپن
کی محبت اڑ آئی ہے۔۔ اسکا تنفس پھولنے لگا تھا۔۔

وہ آنکھوں میں بغاوت لیے ڈھاڑی تھی۔۔۔

ولی خاموش کھڑا تھا لیکن اب اسے معاملہ کچھ زیادہ ہی سنگین ہوتا محسوس
ہوا۔۔

مر تسم کو بھی اپنے سخت لہجے کا احساس ہوا تھا۔۔ وہ کچھ بولتا کہ عینا پھر سے
چیخی تھی۔

میں اب تک چپ تھی کیونکہ مجھے آپ پہ بھروسہ تھا شاہ۔۔ لیکن۔۔۔ وہ پھر
سے چیخی لیکن اسکا وجود لرز اٹھا۔۔ کیونکہ اسکا سانس تیزی سے پھولا تھا کہ
اپنی بات بھی نہیں مکمل کر پوی۔۔

مر تسم کو شدت سے اسکی حالت کا اندازہ ہوا تھا۔۔

عین میری بات سننے میں آپکو سب کلیر کرتا ہوں۔۔ ایک بار میری بات سن
تولیں پلیز۔۔ وہ تیزی سے اسکے ہاتھ تھامتا التجائیہ بولا تھا۔۔

عین نے اتنی ہی تیزی سے اپنے ہاتھ چھڑوائے تھے۔۔

نہیں۔۔ تیزی سے نفی میں سر ہلاتے کچھ کہنے کی کوشش میں اسکے ہونٹ
یک دم نیلے پڑے تھے۔۔ اسنے کھینچ کر سانس لینے کی کوشش کی لیکن وہ
سانس نہیں لے پائی۔۔

اسکا تنفس بری طرح سے بگڑا تھا۔۔

عین۔۔ ولی تیزی سے اس تک پہنچتے اسکے لڑکھڑاتے وجود کو اپنے حصار میں
لے گیا۔۔

ریلیکس میرا بچہ سانس لو۔۔ وہ اسکا سر سہلاتا نرمی سے بولا تھا۔۔

مر تسم آگے بڑھا لیکن ولی ہاتھ اٹھتے اسے روک چکا تھا۔۔

ولی پلیز مجھے انہیں دیکھنے دو۔۔ وہ تڑپ کر اس سے فریاد کرنے لگا۔۔

میری بہن سے دور رہو تم مرتسم۔۔۔ کوئی رشتہ نہیں ہے تمہارا میری بہن
سے۔۔۔ یہ جو کاغزی سے اسے بھی بہت جلد ختم کر دوں گا میں یاد رکھنا۔۔
ایندہ کے بعد میری بہن کے اس پاس بھی مت نظر آنا تم۔۔
وہ انگلی اٹھا کر اسے دیکھتا بولا تھا۔۔۔

جبکہ مرتسم کی بے چین نظریں عینا کو دیکھنے کے لئے تڑپ رہی تھی۔۔ جسکا
وجود کانپ رہا تھا اسنے جیسے ولی کی بات سنی ہی نہیں۔۔۔
باقی سب بھی حیران پریشان سے کھڑے تھے۔۔

عالم بابا اور بڑے پاپا کوئی بھی یہاں نہیں تھا وگرنہ وہ شاید معاملہ سنبھال
لیتے۔۔

ولی انہیں سانس نہیں آرہا پلینز مجھے ان سے بات کرنے وہ ریلیکس ہو جائیں
تمہیں جو کہنا ہوا کہہ لینا صرف ایک بار پلینز۔۔
وہ بن پانی کے مچھلی کی طرح تڑپا تھا۔۔

اب میری بہن کی شکل بھی نادیکھنے دوں میں تمہیں۔۔ وہ عینا کو تھا متا سختی
سے اس سے بولا تھا۔۔

اسکے مستقل کانپتے وجود کو دیکھتے اسے وہاں سے لے جانا ہی بہتر لگا تھا۔۔
لیکن اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا مر تسم اسکے سامنے دیوار بن کے کھڑا ہوا
تھا۔۔

ولی نے حیرت و غصے سے اسے دیکھا۔۔

لیکن اگلے ہی پل مر تسم کی حرکت پر سب دھک سے رہ گئے۔۔
کیونکہ وہ پلک جھپکنے تک عینا کو ولی کے حصار سے کھینچ کر اپنی بانہوں میں قید
کر چکا تھا۔۔

عین میری ہیں۔۔ صرف میری کوئی بھی مجھے نہیں روک سکتا ان تک پہنچنے
سے کوئی بھی نہیں، تم بھی نہیں۔۔

وہ شدت سے اسے اپنے سینے میں بھینچتا دھاڑا تھا۔۔

اسکی دھاڑ پر نیم بے ہوش عینا کا وجود شدت سے لرزاتا تھا۔ لیکن اسکی گرفت سخت سے سخت تر ہو گئی۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بہن کو پھر سے ہاتھ لگانے کی ولی شیر کی سی دھاڑ لے کر آگے بڑھا تھا لیکن اسکے سامنے ماہم آکھڑی ہوئی۔

عین صرف میری ہیں انہیں چھونے کا حق بھی صرف میرا ہے۔ میں نہیں دوں گا انہیں کسی کو بھی تمہیں بھی نہیں۔ ہر گز نہیں۔۔۔ وہ سختی سے اسے خود میں بھینچتا کسی چھوٹے بچے کی طرح بڑبڑایا تھا۔

سب اسکی دیوانگی پر ساکت ہوئے تھے۔

یہ میرا اور عین کا معاملہ ہے میں خود دیکھ لوں گا۔ تمہیں کوئی حق نہیں میاں بیوی کے بیچ بولنے کا۔ دور مجھے نہیں دور تمہیں رہنا ہے میری بیوی

سے۔۔ وہ سختی سے ولی سے بولتا اسکے نیم بے ہوش وجود کو بانہوں میں
اٹھائے باہر کی طرف قدم بڑھا گیا۔۔

مر تسم۔۔ ولی چیخا تھا لیکن وہ اسکے پیچھے جاتا کہ ماہم اپیا اسکے آگے ہاتھ جوڑ
گئیں۔۔

وہ تڑپ کر پیچھے ہٹا تھا۔۔

اپیا کیا کر رہی ہیں۔۔ وہ انکے ہاتھ نیچے کرتا تڑپ کر بولا۔۔

پلیز ولی بس کچھ دیر دونوں کو اکیلا چھوڑ دو کیا پتہ سب ٹھیک ہو جاوے۔ یہ تو تم
بھی جانتے ہو کہ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔۔ پلیز
بس کچھ دیر۔۔ وہ روتی اس سے فریاد کرنے لگیں۔۔

ولی شکستہ حال سا سر جھکا گیا۔۔



مرتسم اسے اپنے فارم ہاؤس لایا تھا۔ لیکن راستے میں ہی وہ اسکا ہو سٹل سے چیکاپ کروا کر لایا تھا۔۔۔

ڈاکٹر نے سٹریس اور ٹینشن کی وجہ سے سانس اکھڑنے کی وجہ بتائی تھی۔ ایک انجیکشن بھی اسے دیا تھا۔ ساتھ انہیلریوز کرنے کی ہدایت بھی۔۔۔

مرتسم نے نرمی سے اسے بیڈ پہ لٹایا۔۔۔

اس پر بلینکیٹ ٹھیک کرتے وہ اسکے پاس ہی نیم دراز ہوا تھا۔

مرتسم کی نظریں اسکے مرجھائے ہوئے چہرے پر تھیں۔۔۔

اسنے ایک تھکی سی سانس خارج کرتے جھک کر اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔

بس تھوڑا سا بھروسہ کر لیں عین میں آپکو سب بتا دوں گا۔۔۔ وہ اسکے

چہرے کو دیکھتا ہولے سے بڑبڑایا تھا۔

اسکے قریب لیٹتے وہ اسکے پہلو میں منہ چھپاتے آنکھیں موند گیا۔

وہ دوائیوں کے زیر اثر گہری نیند میں تھی۔۔ مرتسم اتنے دن کی بے خوابی اور تکھن کے باعث اسکے پہلوں میں سکون محسوس کرتا نیند کی وادیوں میں گم ہوتا چلا گیا۔۔



شدید پیاس کی شدت سے اسکی آنکھ کھلی تھی۔۔ کسمسا کر اسنے نیند سے بھری آنکھیں کھولیں۔۔

پیاس کی شدت سے گلا خشک ہو رہا تھا۔ اسے حلق میں کانٹے سے چبھتے محسوس ہوئے۔۔

اسنے اٹھنا چاہا لیکن خود پر وزن محسوس کرتے اسنے سر جھکاتے دیکھا۔۔ مرتسم اوندھے منہ اسکے پہلو پر سر رکھے لیٹا تھا۔۔

عینا کی نیند جھٹ سے غائب ہوئی تھی۔۔

سوکھتا حلق تر کرتے اسنے سمجھنے کی کوشش کی کہ وہ ہے کہاں۔۔

غور کرنے پر اسے معلوم ہوا کہ یہ فارم ہاؤس کا روم تھا۔۔۔ وہ چونکی شام میں
ہوئی تلخ کلامی اسکی آنکھوں میں گھوم گئی۔۔

اسنے مرتسم نے کندھے کا کندھا ہلایا۔۔

شاہ۔۔ وہ کسمسایا۔۔ زرا سا سراٹھتے مندی مندی آنکھیں کھولتے اسے دیکھا

لیکن اسکی اگلی حرکت پر عینا کا دل کانوں میں دھڑکا تھا۔۔

کیونکہ وہ بجائے اٹھنے کے اوپر کو کھسکتے اسکی گردن میں منہ چھپا گیا۔۔

وہ دھک سے رہ گئی لیکن مرتسم اسے کمر سے تھامتے کسی تکیے کی طرح خود
میں بھینچ کر آنکھ موند گیا۔۔

وہ کچھ دیر سانس روکے پڑی رہی۔۔

لیکن کب تک۔۔ ایک تو مرتسم کی سانسوں کی تپش سے اسے اپنا چہرہ اور
گردن سلگھتی محسوس ہوئی اور اوپر سے پیاس اس قدر تھی کہ اسکے حلق میں
جیسے مریچی لگی ہوں۔۔

شاہ۔۔ اسنے تھوڑی سختی سے اسکا کندھا ہلایا۔۔

شاہ اٹھیں۔۔ اسکے آواز نم ہوئی تھی۔۔

اسکا بھیگا لہجہ محسوس کرتے مرتسم سیکینڈ سے پہلے اٹھا تھا۔۔

شاہ کی جان کیا ہوا۔۔ وہ نیند کی خمار سے بھری آنکھیں لیے تیزی سے سیدھا ہوا تھا۔۔

پ۔ پانی۔۔ وہ اسکے اٹھنے پر خود بھی اٹھ گئی۔۔

مرتسم نے سرعت سے بستر سے اترتے ٹیبل پر پڑے جھک سے پانی کا گلاس بھرتے اسے دیا تھا۔۔

وہ ایک ہی سانس میں ختم کر گئی۔۔

اور۔۔ مرتسم نے نرمی سے پوچھا تو سر وہ سر ہلا گئی۔۔

بس۔۔ دوسرا گلاس ختم کرتے اسنے خالی گلاس ٹیبل پر رکھتے مرتسم سے کہا۔۔

پیاں ختم ہوئی تو اسے خود کا ہوش آیا۔۔
میں یہاں کیسے آئی۔۔ سنجیدگی سے اسے دیکھتے پوچھا۔۔
میں لایا تھا اپکو۔۔۔ وہ نرمی سے بولا۔۔
عینا نے ایک نظر اسے دیکھا اور چہرہ موڑ گی۔۔

مجھے واپس جانا ہے۔۔ وہ ڈوپٹہ خود پر پھیلاتی اٹھی تھی۔۔

مر تسم نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔۔
عین رات بہت ہو گئی ہے صبح لے چلوں گا اپکو۔۔
وہ نرمی سے بولا۔۔

مجھے ابھی، اسی وقت واپس جانا ہے۔۔
وہ سختی سے بولی تھی۔۔

کیوں، کیوں جانا ہے۔۔ آپ کسی غیر کے ساتھ تو نہیں ہیں۔۔ اپنے شوہر کے ساتھ ہیں۔۔ مر تسم اسکے سامنے رکتے سختی سے بولا۔۔

ہنہ شوہر وہی شوہر جو دن میں کسی اور کے ساتھ پایا جاتا ہے اور رات میں اسے بیوی یاد آ جاتی ہے۔۔ وہ طنزیہ بولی تھی۔۔

عین۔۔ مر تسم نے سختی سے اسے ٹوکا تھا۔۔

کیا عین ہاں کیا عین۔۔ بہت بیوقوف بنا چکے آپ مجھے شاہ لیکن اور نہیں۔۔ وہ غصے سے بولی تھی۔۔

آپ کو مجھ پہ بھروسہ نہیں وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا بولا۔۔

بھروسہ شاہ۔ آپ بھروسے کی بات کر رہے ہیں مینے آپ پر اندھا اعتماد کیا تھا شاہ۔۔ لیکن تھا اب اور نہیں کروں گی۔۔

بہت برداشت کیا ہے مینے اب بس۔۔

وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی بولی تھی۔۔

مرتسم اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔

بات صرف ایک شال کی نہیں تھی۔۔ بات اگر صرف ایک شال کی ہوتی تو وہ برداشت کر جاتی لیکن بات اسکے مان کی تھی۔۔ وہ مان جسے مرتسم توڑ چکا تھا۔۔ محبت اپنی جگہ لیکن اسے اپنی عزت نفس بھی اتنی ہی پیاری تھی۔۔ اتنی گی گزری تو نہیں تھی کہ اسکا شوہر اسی کے سامنے کسی اور عورت کے ساتھ گھومے پھرے اسکا مان، بھرم، بھروسہ توڑ ڈالے اور پھر بھی چپ رہے۔۔

بات جب عورت کی عزت نفس پر آتی ہے نا تو وہ محبت کو بھی دو ٹکے کا کر دیتی ہے۔۔ جواب عینا کر رہی تھی۔۔

اب کیا۔۔ کیا کریں گی آپ۔۔ کہنا کیا چاہتی ہیں۔۔ مرتسم اسکی آنکھوں میں
پینتی بغاوت دیکھ ضبط سے بولا تھا۔۔

اس آدھے ادھورے کاغذی رشتے کو ختم۔۔ طلاق لوں گی میں آپسے
اور۔۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی مرتسم کا ہاتھ اٹھا تھا۔۔
عینا۔۔ وہ شیر کی سی دھاڑ لیے ہاتھ تو اٹھا چکا تھا لیکن ہوا میں ہی اپنا ہاتھ روک
چکا تھا۔۔

عینا تیزی سے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ گئی۔۔ اس نے سہم کر کچھ بے یقینی سے
مرتسم کو دیکھا تھا۔۔
ش۔ شاہ۔۔ بے یقینی سے لب ہلے تھے۔۔

مر تسم نے آنکھیں میچتے اپنے اندر اٹھتے اشتعال پر قابو پانے کی کوشش کی تھی۔۔ ہاتھ جواٹھایا تھا مکا بناتے سامنے دیوار پر دے مارا۔۔
اہہ۔۔ عینا کی چیخ بے ساختہ تھی۔۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹی تھی۔۔
کیا کہا اپنے پھر سے بولیں۔۔ شدت سے ضبط کے باوجود وہ دھاڑا تھا۔۔
عینا نے پہلی بار اسے یوں خود پہ چلاتے دیکھا تھا۔۔ وہ اس کے خوف سے کانپ رہی تھی۔۔

طلاق چاہیے آپکو مجھ سے۔۔ مر تسم نے اسکا بازو دوپتے اپنے مقابل کیا۔۔
طلاق چاہیے اس لفظ کا مطلب بھی جانتی ہیں آپ۔۔ وہ پھر سے دھاڑا تھا۔۔
عینا اس کے دھاڑنے سے اچھلی۔۔

ہاں۔ ط۔ لاق۔ چاہیے۔ اس کے ڈر سے کانپنے کے باوجود وہ غصے سے بولی تھی۔۔ لیکن اسکا لہجہ لڑکھڑا گیا۔۔

اسکے نظروں کے سامنے سے ابھی تک وہ منظر نہیں جا رہا تھا جب وہ بڑے
حق سے مرتسم کی شال میں اسکے سامنے کھڑی تھی۔۔

ا۔ ب۔ مج۔ مھے اچکے۔ س۔ ساتھ۔ رہنا ہی۔ ن۔ نہیں۔۔ ہے۔۔
ط۔ طلاق۔ دیں۔۔

وہ ہچکیوں سے روتی بولی تھی۔۔ مرتسم کا یہ رویہ اسکی برداشت سے باہر
تھا۔۔

اسکی ایک ہی رٹ سنتے مرتسم نے اپنے اندر اٹھتے اشتعال کو دبانے کی کوشش
کی شدت سے مانتھا مسئلے اسنے ایک نظر خوف سے کانپتی عینا کو دیکھا۔۔

ہم طلاق۔۔ نچلا لب دانتوں تلے دباتے وہ بولا تھا۔۔

آپ جانتی ہیں طلاق وہاں ہوتی ہے جہاں شادی مکمل ہو۔۔ جبکہ ہمارا تو ملاپ
ہی ابھی ادھورا ہے۔۔

وہ اسکی طرف بڑھتا شدید تیش سے بولا تھا۔۔
عینانے بے یقینی سے اسکی طرف دیکھا۔۔ اسکے بڑھتے قدموں سے وہ پیچھے
ہوتی بیڈ سے ٹکراتے
کمر کے بل گری تھی۔۔۔
اس سے پہلے کہ وہ اٹھتی مرتسم تیزی سے اس پر حاوی ہوا تھا۔۔

ابھی اس وقت ہم دونوں تنہا ہیں یہاں۔۔ رات بھی، موقع بھی ہے تو کیوں
نا آج ادھورا ملاپ پورا کر لیا جائے۔۔ جب رشتہ مکمل ہوگا تبھی ہوگی نا
طلاق۔۔

ایک ہاتھ سے اسکی تھوڑی دبوچے جبکہ دوسرے ہاتھ سے کمر جکڑتے مرتسم
اسکی بے یقین آنکھوں میں دیکھتا اطمینان سے بولا تھا۔

وہ بظاہر تو اطمینان سے بولا لیکن وہی جانتا تھا اسنے اپنے اندر اٹھتے طوفان کو کس
طرح سے دبایا ہوا تھا۔

اسکی بے رحم پکڑ پر عینا سکی تھی۔۔ وہ یقین ہی نہیں کر سکتی تھی کہ یہ اسکے
شاہ ہیں۔۔

طلاق چاہیے۔۔ اسکے چہرے پر جھکتے مرتسم نے پھر سے پوچھا۔۔

شاید وہ اس بار انکار کر دے۔۔

عینا کی آنکھوں میں غصہ اٹھ ایا۔۔ ازلی ضد عود آئی تھی۔۔ شدید مزاحمت
کرتی وہ پھر سے چیخی تھی۔۔

ہاں مجھے ط۔۔

اسکے باقی کے لفظ مر تسم اپنے ہونٹوں سے چن گیا۔۔

وہ اس قدر شدت سے اسکے ہونٹوں پر جھکا تھا کہ عینا کا چہرہ سفید پڑ گیا۔۔

جبکہ اسکی بے رحم پکڑ اپنے پہلو پر محسوس کرتے وہ تڑپی تھی۔۔

عینا نے شدید مزاحمت کرتے اپنے نازک ہاتھوں سے اسکے سینے پر مکے

برسائے تھے۔۔

آنکھیں جو پہلے ہی نم تھیں۔۔ انسوؤں سے تر ہو گئیں۔۔

جبکہ مر تسم قطرہ قطرہ اسکی سانسیں پیتا اسکی مزاحمت پر اسکے دونوں بازو اپنے

ہاتھ میں قید کرتے بیڈ سے پن کر گیا۔۔

جبکہ دوسرے ہاتھ سے کمر کو جھٹکا دیا تھا۔۔

وہ بچل رہی تھی اسکی گرفت میں اسے اپنی سانس بند ہوتی محسوس ہوئی۔۔۔ چہرہ آنسوؤں سے تر ہوا تھا۔۔

وہ جتنی شدت دکھا رہا تھا آج تک عینا نے اسکا یہ روپ نہیں دیکھا تھا وہ تو ہمیشہ اسے بہت نرمی سے چھوتا تھا یہاں تک کہ کبھی اس سے سخت لہجے میں بات تک نہیں کرتا تھا۔۔

اسکی مزاحمت دم توڑنے لگی۔۔ اسکا وجود ساکت ہو گیا۔۔

اسکی سانسوں پر حکومت کرتے مرتسم اسکے وجود کے جھٹکے سے سمجھ گیا تھا۔۔ اس لیے اب نرمی سے اسمیں اپنی سانسیں انڈیلنے لگا۔۔

وہ تڑپ کر اسکی سانسیں انہیل کرتی اسے مزید بے چین کر گئی۔۔

کچھ دیر بعد مرتسم نے اسکے لبوں کو آزاد کیا تو وہ نڈھال سی گہری سانسیں بھرنے لگی۔۔۔۔

دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے۔۔ لیکن آپ مرتسم شاہ کی تھی، ہیں اور رہیں گی۔۔

خدا کے سوا دنیا کی کوئی طاقت آپکو مجھ سے جدا نہیں کر سکتی آپ خود بھی نہیں۔۔

وہ اسکے بال اپنے ہاتھوں کی نرم گرفت میں لیتا پردھاڑا تھا۔۔

مجھ سے علیحدگی کی صورت صرف موت ہے۔۔ صرف موت۔۔۔ وہ جنونی انداز میں غرایا تھا۔۔

عینا سانس روکے سہمی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔۔ اسنے آج مر تسم شاہ کو دیکھا تھا۔۔ وگرنہ آج تک تو وہ صرف شاہ کے ساتھ رہتی آئی تھی۔۔ اسکے شاہ کے ساتھ۔۔

م۔ مجھے ن۔ نہیں رہنا۔۔ ا۔ اچکے۔ س۔ ا۔ تھ۔۔

I hate you..

وہ خوف سے لرزتی کانپتی اسکی گرفت میں مچلتی چیخی تھی۔۔

مر تسم نے جھک کر اسکا جبر ا اپنی اپنی گرفت میں لیا۔۔

نفرت یا محبت کسی بھی صورت رہنا آپکو میرے ہی ساتھ ہے۔۔
وہ اپنی گرفت مضبوط کرتا غرایا تھا۔۔

ویسے بھی آج رات کے بعد سے آپ کبھی مجھ سے علیحدگی کے بارے
سوچے گی بھی نہیں۔۔۔۔

جب آپکو اپنے انگ انگ سے میری خوشبو محسوس ہوگی آپکے وجود پر میری
چھاپ ہوگی تو آپکا دماغ ٹھکانے پر آئے گا۔۔
وہ اسے دیکھتا ہلکا سا مسکراتے بولا تھا۔۔

عینا کا چہرہ فق ہوا۔۔ اسنے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔۔

لیکن مر تسم اسکی گردن پر جھک چکا تھا۔۔
وہ شدت سے مچلی لیکن اسکی گرفت آہنی تھی۔۔

مر تسم اسکا ڈوپٹہ اتار کر پھینکتے جا بسکی گردن پر لب رکھتا جنونی سا ہوا
تھا۔۔

غصہ اس قدر حاوی ہوا تھا کہ وہ اسکی شہ رگ کو اپنے لبوں سے چھوتا اپنے
دانت گاڑھے گیا۔۔

عینا سکی تھی۔۔ وہ اسکی گرفت میں تڑپ کر رہ گئی۔۔

مر تسم گردن سے ہوتا اسکے چہرے کے ایک ایک نقش کو شدت سے اپنے
لبوں سے چھونے لگا۔۔

عینا اب بھی مچل رہی تھی۔ آنسو بھل بھل کر گرتے اسکا چہرہ بگھورے تھے
۔۔۔

اسکے نچلے ہونٹ عین نیچے بنے تل کو اسنے شدت سے اپنے لبوں کی گرفت
میں لیا تھا۔۔

آپ صرف مرتسم شاہ کی ہیں۔۔ اور یہ مرتسم میر شاہ مرتے دم تک آپکو اپنے نام سے آزاد نہیں کرے گا۔۔

وہ اسکے کان کے قریب سرگوشی کرتا اسکے کان کی لوکولبوں میں دبا گیا۔۔
ش۔۔ شاہ۔۔ وہ ہچکیوں سے روتی اسے پکار بیٹھی۔۔

مرتسم جواب دیے بغیر اسکے کندھے سے شرٹ ہٹاتے اپنے لب رکھ گیا۔۔ وہ جیسے اپنے ہوش میں نہیں تھا۔۔

وہ کبھی اسکی گردن، شہ رگ، بیوٹی بون تو کبھی کندھے پر اپنی شدتیں لٹاتا جنونی ہو رہا تھا۔۔

آج اپنے اور اسکے بیچ ہر دوری کو مٹا دینا چاہتا تھا۔۔ غصہ اس قدر شدید تھا کہ اسکا بس نہیں چل رہا تھا وہ اسکے نازک وجود کو اپنی شدتوں سے سکھنے پر مجبور کر دے۔۔

ا۔ اپ۔ ز۔ بر۔۔۔ (ہچکی)۔۔۔ د۔ ست۔ ی۔ کر۔ رہے۔ ہی۔ یں۔۔۔ (ہچکی)
(

(آپ زبردستی کر رہے ہیں۔۔)

اس سے پہلے کہ وہ اس کے وجود کی گہرائیوں میں گم ہوتا اس کے ہچکیوں میں بولے
گئے الفاظ پر اس کی بیوٹی بون پر سرکتے لب ساکت ہوئے تھے۔۔

مر تسم نے بے یقینی سے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔

جو پھوٹ پھوٹ کر ہچکیوں سے روتی کانپتے وجود کے ساتھ اس کی بانہوں میں
پڑی تھی۔۔

اس کی گردن پر اپنی شدتوں کے نشان دیکھتے وہ جیسے ہوش میں آیا۔

وہ تڑپ کر سیدھا ہوا تھا۔

عین۔۔ اسنے پل میں اسے اٹھاتے اپنے سینے میں بھینچا۔

وہ رور و کر نڈھال ہو چکی تھی۔۔ اس کے سینے پر سر رکھے وہ کپکپاتے وجود کے ساتھ بامشکل اپنے حواس قائم رکھے ہوئے تھی۔۔۔

مر تسم شدت سے اسے خود میں بھینچ گیا۔۔

آئی۔ ایم سوری۔۔ ریلی سوری میری جان۔۔۔ وہ دیوانوں کی طرح بار بار
اسکے سر پر بوسہ دیتا۔۔ بار بار وہی الفاظ دہرا رہا تھا۔۔
لاکھ روکنے کے باوجود اسکی سرمئی آنکھیں خم ہوئی تھی۔۔
آنسو بغاوت کے ٹوٹ کر عینا کے بالوں میں جذب ہوئے تھے۔۔

جبکہ عینا اسکی نرمی پاتے ہی بکھری تھی۔۔

ا۔ا۔پ۔بہ۔ت۔برے

ہیں۔۔۔ ائی۔۔۔ ہی۔۔۔ ہیٹ۔۔۔ یو۔۔۔ ا۔۔۔ اچکے۔۔۔ س۔۔۔ اتھ۔۔۔ ن۔۔۔ نہیں رہنا۔۔۔
(آپ بہت برے ہیں۔ ائی ہیٹ یو۔۔۔ اچکے ساتھ نہیں رہنا)

وہ بامشکل اپنی بات مکمل کر پائے تھی۔

اسکا سانس اکھڑنے لگا تھا۔

مر تسم نے اسکی اکھڑتی سانسوں کو محسوس کرتے تیزی سے اسے سیدھا کیا تھا۔

وہیل میں اسے خود سے دور کرتے سامنے رکھے انہیلر کی طرف لپکا تھا جو وہ ہو سپیٹل سے آتے وقت لایا تھا۔

عین انہیل کریں۔۔ اگلے ہی وہ دوبارہ اس تک پہنچا تھا۔
انہیلر اسکے منہ کے قریب کرتے وہ اس پر جھکا تھا۔

لیکن وہ سانسوں کے لئے تڑپتی اسکے ہاتھ جھٹکتی نفی میں سر ہلا گئی۔
عین کیا کر رہی ہیں۔۔ پلیز انہیل کریں اسے۔۔ اسکے ہاتھوں کو قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسکی آواز لرزتی تھی۔

ڈیمپٹ۔۔ جان لینی ہے کیا میری۔۔ وہ دھاڑا تھا۔۔

اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں قابو کرتا دوسرے سے زبردستی اسکی تھوڑی
جلڑتے اسکا کا منہ کھولتا انہیلر دبا چکا تھا۔۔

عینا نے تیزی سے سانس کھینچی تھی۔۔

لیکن وہ انہیلر کام نہیں کر رہا تھا۔۔

عینا کا چہرہ سفید پڑا۔۔

عین۔۔ اسکی آواز میں خوف تھا۔۔ اسکے نیلے پڑتے ہونٹ مرتسم کی جان
نکال گئے۔۔

مرتسم اسے اپنی بانہوں میں بھینچتا اپنی گود میں بٹھا گیا۔۔

اسنے انہیلر کو الٹا، پلٹا، ہلایا لیکن وہ کام ہی نہیں کیا۔۔

اسنے اپنی بانہوں میں سانسوں کے لئے تڑپتی اپنی زندگی کو دیکھا اور اگلے ہی
پل اس پر جھکتے اسکے ادھ کھلے ہونٹوں سے ہونٹ جوڑتے اپنی سانس اسے دینا
لگا۔

عینا نے تیزی سے اسکی سانس اپنے اندر کھینچی تھی۔۔
تھوڑی دیر بعد پیچھے ہوتے وہ ہوا میں گہری سانس بھرتے پھر سے اسکے
ہونٹوں پر جھکا تھا۔۔

وہ اسے مصنوعی سانس دیتا رہا۔۔

کچھ دیر تک جب اسکا وجود تھوڑا ڈھیلا پڑا تو وہ پیچھے ہوا۔۔
عینا مدھم سی سانس لیتی اسکے سینے پر سر رکھے اسکی شرٹ کر مٹھیوں میں جکڑ
گئی۔۔

مر تسم نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔۔ اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔ اسکا وجود
ہلکا سا کپکار ہا تھا۔۔

اپنی زندگی کو یوں اچانک اپنے سامنے موت کے منہ میں جاتے دیکھ سکی
معنوں میں اسکی جان نکلی تھی۔۔

اسنے نرمی سے عینا کے گرد حصار باندھا۔۔ مرتسم نے اسکا چہرہ اپنے سامنے
کرتے نرمی سے اسکی تھوڑی کواٹھاتے اسکا چہرہ اوپر کیا تھا۔۔
ایک بار پھر جھکتے وہ اسکے وجود میں اپنی سانسیں انڈیلنے لگا۔۔
عینا نے چونک کر اسکو دیکھا تھا۔۔

مرتسم کی خم آنکھیں اور کپکپاتا وجود اسے ساکت کر گیا۔۔
کیا وہ اسے کھودینے کے ڈر سے رو رہا تھا۔۔
وہ دیوانہ وار اسکے چہرے کو دیکھنے لگی۔۔

اسکے لبوں سے لب ٹکائے اسکے وجود میں اپنی سانسیں منتقل کرتے مرتسم
نے جھکی ہوئی آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔۔

دونوں کی نظریں ملیں۔۔ کتنی ہی دیر وہ اسی حالت میں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔۔

یہاں تک کہ وہ اسکے لبوں سے جڑے اپنے لب تک ہٹانا بھول گیا۔۔
عینا نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے اسکی گردن میں اپنے بازوؤں کا ہار ڈالتے
تیزی سے سانس کھینچی تھی۔۔

ایک بار نہیں بار بار وہ جیسے مرتسم کی ہر سانس کھینچ لینا چاہتی ہو۔۔
لیکن اسنے ایک پل کے لئے اسکی سرمی آنکھوں سے نظریں نہیں ہٹائیں۔۔
اسکے لبوں سے لب جوڑے وہ اسکی بھوری آنکھوں کو دیکھتے آنکھیں موند
گیا۔۔ دو آنسو ٹوٹ کر اسکے رخسار پر پھیلے تھے۔۔

عینا اسکی بند آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو دیکھتے ہلکا سا پیچھے ہوتے اپنے لب ہٹا
گی۔۔

وہ کسمکائی لیکن مرتسم نے اسے اپنے حصار سے آزاد نہیں کیا۔۔

وہ بند آنکھوں سمیت اسکے ماتھے سے ماتھاڑکا گیا۔

لیکن عینا پل جھکے بغیر اسے دیکھتی رہی اسکے ایک ایک نقش کو جیسے وہ حفظ کر رہی ہو۔

آہستہ سے اپنا ہاتھ اٹھاتے اسنے مرتسم کے دائیں گال پر رکھا۔

ش۔ شاہ۔۔ لرزتی آواز میں پکارا تھا۔

حکم شاہ کی جان۔۔ بند آنکھوں سمیت کہا گیا۔

م۔ مجھ۔۔ پ۔ پیار کریں۔۔ وہ اٹک اٹک کر بولی۔

مرتسم نے چونک کر آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔

اسکا سرخ چہرہ، کپکپاتے ہوتے، سو جھمی ہوئی سرخ آنکھیں۔۔ گردن پر اسکی

شدتوں کے نشان واضح تھے۔۔ وہ اپنے بے حسی پر لب بھینچ گیا۔

اسنے سرمی آنکھیں اٹھاتے بھوری آنکھوں میں جھانکا۔

عینا نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے پلکیں جھپکائیں۔۔ جیسے اپنے کہے کا یقین دلایا

ہو۔۔

مر تسم نے نفی میں سر ہلایا۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے پیچھے کرتا عینا سختی سے اس کے کندھوں کو جکڑ گئی۔

اسکی آنکھیں میں دیکھتے وہ آہستہ سے اس کے چہرے پر جھکی تھی۔

اسکی کشادہ پیشانی کو اپنے کپکپاتے لبوں سے چھوتے اسکی خشک آنکھیں تیزی سے نم ہوئی تھی۔

اس کے ماتھے سے ہوتے عینا نے نرمی سے اسکی سرخ ہوتی آنکھوں پر لب رکھے۔

مر تسم سکون سے آنکھیں موندے اسکی کمر کر گرد گرفت مضبوط کر گیا۔

آنکھوں سے ہوتے وہ اس کے رخسار کو لبوں سے چھونے لگی۔

اسکی بیرڈ پر لب رکھتے وہ اپنے لبوں پر ہوتی چھین پر ہلکا سا مسکرائی۔

عین۔۔ مر تسم نے بے چین ہوتے اسے پکارا تھا۔ لیکن وہ "شش" کہہ کر

اسے ڈپٹ گئی۔

سرخ چہرے سے عینا نے سوکھے لب تر کرتے اسکے لبوں کو دیکھا بہت ہمت
کے باوجود وہ اسکے لبوں کو ناچھو سکی۔۔

وہ اپنا ہاتھ اسکی بیئر ڈپر رکھتی اسکے لبوں کو اپنی مخملی انگلیوں سے چھونے
لگی۔۔

مر تسم کے لبوں پر تبسم پھیلا تھا۔۔

عینا تیزی سے ہاتھ ہٹا گی۔۔ اس سے پہلے کہ مر تسم آنکھیں کھولتا وہ اسکے
کان کے قریب جھکی۔۔

ا۔ اپنے مجھ پہ ش۔ شاوٹ کیا۔۔

کہتے وہ اسکی گردن پر جھکتے اپنے دانت گاڑھے گی۔۔

اسکی گردن پر جگہ جگہ وہ اپنے دانتوں کے نشان بناتی گی۔۔

لیکن مر تسم بند آنکھوں سے ہونٹوں پر تبسم پھیلائے اسکی کمر سہلاتا رہا۔۔

عینا نے اسکی ساری گردن پر نشان بناتے اپنے دیئے گئے نشانوں پر انگلی پھیری۔۔ لیکن کسی کسی جگہ سے رستے خون سے وہ گھبرا کر حلق تر کر گئی۔۔
اسنے ایک نظر مر تسم کی بند آنکھوں کو دیکھا۔۔

وہ پھر سے جھکتے اپنے دیئے گئے نشانوں پر لب رکھے تھے۔۔
مر تسم کا تبسم گہرا ہوتا چلا گیا۔۔

وہ آہستہ سے پیچھے گرا تھا۔۔ اسکی گود میں بیٹھی عینا جھٹکے سے اسکے اوپر گری تھی۔۔

وہ چونک کر اسکے کندھوں کو تھام گئی۔۔ لیکن مر تسم ہنوز آنکھیں بند کیے ہوئے تھا۔۔

وہ اسکی بند آنکھوں کو دیکھتے اپنی انگلیاں اسکی بیئرڈ پر چلانے لگی۔۔
عین۔۔ وہ پھر سے بے چین ہوا اٹھا تھا۔۔

اسنے عینا کا ہاتھ تھامتے اپنے سینے پر دل کے مقام کر رکھا تھا۔۔
عینا اسکا اشارہ سمجھتی اسکے لبوں پر پھیلے تبسم کو دیکھتی زرا نیچے کو جھکی۔۔

اسکی شرٹ کے اوپری دو بٹن کھلے تھے۔۔ جس سے اسکا سفید مردانہ سینہ جھلک رہا تھا۔۔ وہ ہولے سے لب تر کرتی آنکھیں مینچتی شرٹ سے نظر آتے اسکے سینے پر لب رکھ گئی۔۔

مر تسم نے گہری سانس بھری تھی۔۔ جتنا اسکے اندر اشتعال اٹھا تھا وہ جیسے جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔۔ غصہ تو اسکی حالت دیکھتے ہی اڑ چکا تھا۔۔ اسکی باتوں سے جو تیش آیا تھا وہ اسکے لبوں کی نرم ہٹوں نے زائل کر دیا۔۔ عینا سیدھے ہوتے اسکے چہرے کو دیکھنے لگی۔۔

مر تسم نے آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔

اسکی آنکھیں خمار کے نشے سے مدہوش ہو رہی تھیں۔۔

اب۔۔ اب۔۔ کریں۔۔ پیار۔۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر دھیمے لہجے میں بولی۔۔

مر تسم اسکی بھوری آنکھوں میں دیکھتا اپنی ہلکی بڑھی داڑھی سے کھیلتے اسکے ہاتھ کو تھام کر لبوں سے لگا گیا۔۔

کیسے۔۔ اسکی آنکھوں میں دیکھتی سرگوشی کی۔۔

ایسے۔۔ اسکا ہاتھ پکڑتے اپنی گردن پر دیے اسکے نشانوں پر رکھا۔۔

عینا نے سرخ پڑتے چہرے سے نفی میں سر ہلایا۔۔

نچلا لب دانتوں تلے کھلتے اسنے مر تسم کے ہاتھ میں دبے اپنے ہاتھ کو اوپر کرتے اسکے لبوں پر لب دیا۔۔

اسکا اشارہ سمجھتے مر تسم کی ہلکا سا مسکرایا۔۔

یعنی وہ چاہتی تھی وہ اسے اپنے لبوں کی نرمی سے چھوئے۔۔

مر تسم اسکی آنکھوں میں دیکھتے اسکی کمر پر ہاتھ رکھتے پلٹا۔۔ اب وہ مر تسم کے بھاری وجود تلے دبی ہوئی تھی۔۔

مر تسم اسکی بھوری آنکھوں کو چومتے اسکی رخساروں کو چھونے لگا۔۔

اسکے عمل میں نرمی تھی۔۔ اتنی ہی نرمی جتنی نرمی سے وہ اسے چھوتا تھا۔۔

عینا کے لبوں پر مسکراہٹ چل گئی۔۔ وہ آنکھیں موندے اسکے لمس کو

محسوس کرنے لگی۔۔

جبکہ مر تسم اسکے ایک ایک نقش کو اپنے لبوں سے چھوتا بے چین ہو رہا تھا۔۔

اسکی تھوڑی پر لب رکھتے مر تسم نے نرمی سے اسکے ہونٹ تلے بنے تل کو
چھویا۔ ایک بار، دو بار اور پھر بار بار عینا اسکے عمل پر بے چین ہوا اٹھی۔
اسکی سلگھتی سانسیں اسے اپنے ہونٹوں پر محسوس ہر رہی تھیں۔

اسنے کسمسا کر مر تسم کے کندھوں پر ہاتھوں کا دباؤ بڑھایا۔
مر تسم اسکے تل کو چھوتے اسکے کپکپاتے لبوں کو دیکھ ایک نظر اسکی لرزتی
پلکوں پر ڈال اسکے لبوں پر جھک گیا۔

نرمی سے اسکے لبوں کو چھوتے وہ آہستہ آہستہ شدت اختیار کرنے لگا وہی
شدت جو وہ اسکے لبوں پر دکھایا کرتا تھا۔

لیکن عینا نے اسے روکنے کی کوشش کی نہیں کی۔ وہ کانپتے وجود سے اسکی
گردن میں بانہوں کا ہار ڈال گی۔

مر تسم سرشار ہوتا اسکے لبوں کو اپنے لمس سے بگھونے لگا۔ ایک ہاتھ اسکی
کمر کو سہلا رہا تھا جبکہ دوسرا ہاتھ بالوں کی جڑوں میں تھا۔

کچھ دیر بعد وہ پیچھے ہوا تو اس کے بھگے لب دیکھتے مسکرایا۔

مر تسم اس کے رخسار کو چومتے اس کے کان کے قریب جھکا۔

عین۔۔ وہ سرگوشی کرتے اس کے کان کی لو کو ہونٹوں میں دبا گیا۔

عینا نے جواب نہیں دیا۔۔ وہ کانپتے وجود سے اس کے حصار میں پڑی رہی۔

مر تسم اس کی بند آنکھوں کو دیکھتا اس کی گردن پر جھکا لیکن اس بار اس نے بہت

نرمی سے اس کے گردن پر جا بجا اپنی محبت کے پھول کھلائے تھے۔

جبکہ اس کے ہاتھ باریک بینی سے اس کے وجود کی گہرائیوں میں اترنے لگے۔

اس کی شہ رگ لب رکھتے اس کے وجود کو گہرائیوں کو دیکھتے مر تسم نے ہولے

سے حلق تر کیا۔

عین میں بہک رہا ہوں یا۔۔ وہ بے بسی سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے

اس کے کان کی لو کو اپنے لبوں سے سہلانے لگا۔

وہ اس کے لمس پر اس کی بانہوں مدہوش پڑی تھی۔ عینا نے آہستہ سے آنکھیں

کھولیں۔

دونوں کی آنکھوں میں خمار کی سرخی تھی۔۔

بہک جائیں۔۔ اسنے سرگوشی کی تھی۔۔

مرتسم اسکی نادانی پر مسکرایا۔

میں بہک گیا تو پھر یہ دو جسم ایک جاں ہو جائیں گے۔۔ وہ سرگوشی کرتا اسکی گردن پر اپنے لب رگڑ گیا۔۔

ہونے دیں۔۔ وہ سوکھتے لب تر کرتے سرگوشی کر گئی۔۔

میں آپکے جسم سے روح میں اتر جاؤں گا۔۔ وہ اسکی نادانی سمجھتا مسکرا کر سرگوشی کر رہا تھا۔۔

اتر جائیں۔۔ وہ بھی سرگوشی میں بولی تھی۔۔

دونوں کی آواز بھاری اور بہکی ہوئی تھی۔۔۔

مرتسم نے اسکی گردن سے چہرہ نکالتے اسے دیکھا وہ نیم وا آنکھوں سے اسے
ہی دیکھ رہی تھی۔۔

ہم بہک رہے ہیں میری جان۔۔ اسکے لبوں پر لب رگڑتے کہا۔۔
بہک جانے دیں شاہ۔۔ وہ اسکے گردن کے گرد اپنے بازوؤں کو جھٹکادیتی اسکا
چہرہ اپنے قریب کر گئی۔۔
ابکی بار مرتسم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔

میں چاہتی ہوں۔۔ وہ بھوری آنکھیں سرمئی آنکھوں میں گاڑی سرگوشی میں
بولی تھی۔۔۔

مر تسم نے اسکی آنکھوں میں جھانکا وہ واقعی ایسا چاہتی تھی وہ بھی تو یہی چاہتا تھا۔۔۔۔ وہ خود بھی تو بہکا ہوا تھا۔۔

وہ اسکا مان رکھتا اسکے چہرے پر جھکا۔۔

دل کہہ رہا تھا کہ آج ہر چیز بھلاتے ساری دنیا سے بیگانہ ہوتے اسکی روح میں اتر جائے جسکی اجازت وہ اسے دے گی تھی۔۔

مر تسم نے بے چین ہوتے اسکے لب اپنے لبوں کی گرفت میں لیے تھے۔۔
شدت سے اسکے لبوں کا جام پیتے اسنے ہاتھوں کو بے باکی سے اسکے وجود پر
سہلایا تھا۔۔

عینا اسکی ہاتھوں کی بے باکیوں سے سمٹ گئی۔۔

مر تسم نے اسکی شرٹ کندھوں سے کھسکاتے دیوانہ وار اپنے لب رکھے
تھے۔۔

عینا کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی اسکے ہاتھ ہٹاتی تیزی سے رخ موڑ گئی۔۔
مر تسم اسکے یوں کسمسانے پر مسکرایا۔۔

زرا سا اوپر ہوتے اسنے اپنے شرٹ اتارتے دور پھینکی تھی۔۔

عینا جو تکیے میں منہ دیے اپنی سانسیں درست کر رہی تھی اسکی سلگھتی

سانسیں اپنی پچھلی گردن پر محسوس کرتے وہ کانپ کر رہ گئی۔۔

مر تسم اسکی گردن سے بال ہٹاتا جا بجا اپنے لب رکھ گیا۔۔ اسکے ہاتھ عینا کی

زپ سے الجھے تھے۔۔ ایک ہی جھٹکے میں وہ زپ کھولتے اسکی کمر کو نمایا کر

گیا۔۔۔

وہ سختی سی تکیے کو دبوچ گئی۔۔

مر تسم مدہوش سا اسکی پچھلی گردن کی گہرائیوں میں الجھا تھا۔۔

اسکی بل کھاتی کمر پر چمکتے سیاہ تل کو دیکھتے اسے شدید رقابت کا احساس ہوا

تھا۔۔ وہ پل میں اس تل پر جھکا اسے اپنے لبوں کی گرفت میں لے گیا۔۔

عینا سسک کر رہ گئی۔۔ شاہ۔۔ اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔

زپ کھلنے سے اسکی فراق شانوں سے ڈھ گئی تھی۔۔

مر تسم اسکی کندن بدن کی گہرائیوں پر لب رکھتا پاگل سا ہوا تھا۔۔

وہ اسکی شدتوں کو برداشت نہ کرتے جھٹکے سے پلٹ آئی۔۔

لیکن اپنے سامنے اسکے مردانہ سینے کو دیکھتے وہ تیزی سے آنکھیں میچ گئی۔۔

اسکے پلٹنے سے فراق ڈھیلی ہونے کی وجہ سے اسکے سینے سے پھسلی تھی۔۔

مر تسم گہری نظروں سے اسکے وجود کو دیکھتا اس پر جھکا لیکن عینا اتنی ہی تیزی سی گھبرا کر اٹھی تھی۔۔

شانوں پر ہاتھ رکھتے اسنے فراق کو ٹھیک کیا۔۔

لیکن اپنی گردن پر سلگھتا لمس محسوس کرتے اسکے ہاتھ ڈھیلے پڑتے نیچے گرے تھے۔۔

مر تسم اسکی ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیتا ایک جھٹکے سے اسے بیڈ پر گراتے اس پر حاوی ہوا تھا۔۔

دونوں کی تیز سانسیں اس کمری کی درودیوار میں گونج رہی تھیں۔۔
اجازت ہے۔۔ مدہوش سی سرگوشی تھی۔۔

وہ لرزتی پلکوں سے آہستہ سے آنکھیں موند گئی۔۔

مر تسم اسکی انگلیوں کو اپنی انگلیوں میں الجھاتا اسکے پاؤں کو اپنے پاؤں کی
انگوٹھے سے سہلاتے اسے سمٹنے پر مجبور کر گیا۔

شاہ۔۔ وہ سسکی تھی۔۔

مر تسم ہاتھ بڑھا کر مدھم جلتی لائیٹس کو بند کرتے مکمل اس پر حاوی ہوتا
اسکے وجود کو مکمل اپنی گرفت میں لے گیا کہ وہ پھر پھڑا بھی ناسکی۔
کمرے میں معنی خیز خاموشی چھائی تھی۔۔ انکی سانسوں کے علاوہ کوئی آواز نا
تھی۔۔

دور کھڑی محبت انکے ملن پر مسکرائی تھی۔۔

جبکہ اسکے برابر کھڑی قسمت افسوس سے انہیں دیکھ کر رہ گئی۔۔
چمکتا چاند شرماتا بادلوں کی اوٹ میں ہوا تھا۔۔ جبکہ شریر ستارے جگمگانے
لگے۔۔

وہ دونوں ہی انجان تھے اپنی قسمت کے فیصلے پر۔۔

وہ بھی جو کہتا تھا وہ اس سے ایک پل کی بھی دوری برداشت نہیں کر سکتا نہیں
جانتا تھا کہ اسے ایک عرصہ ہجر کا عذاب سہنا ہے۔۔

اور وہ بھی جو کہتی تھی کہ پوری دنیا میں وہ واحد شخص ہے جو اسے تکلیف نہیں
دے سکتا نہیں جانتی تھی کہ وہی شخص اسے بے موت مارے گا۔۔ اس حد
تک ازیت دے گا کہ وہ موت مانگنے پر مجبور ہو جائے گی۔۔

اسلام و علیکم!! حسن صاحب نے ڈرائیونگ روم میں داخل ہوتے کہا۔۔
لیکن سامنے کھڑے وجود کو دیکھتے وہ ٹھٹھکے تھے۔۔ اس کے نقوش انہیں بہت
جانے پہچانے سے لگے۔۔

ک۔ کون ہو بیٹا۔۔ وہ اس کے قریب آتے لڑکھڑاتی آواز میں بولے۔۔
غازی اور میجر عالم جو ان کے آتے ہی کھڑے ہو چکے تھے۔۔

وہ انکی بات سنتے حیران ہوئے تھے۔۔۔

غازیان شاہ حدید شاہ اور ہر لین شاہ کا بیٹا۔۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔۔

حسن جنہیں اسکے نقوش سے پہلے ہی شک تھا وہ لڑکھڑائے تھے۔۔

ا۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔۔ ہ۔ ہر لین کا ب۔ بیٹا۔۔ وہ بے یقینی سے

بولے۔۔۔

جی وہی بیٹا جو اس رات ہوئے ایکسیڈینٹ میں کھو گیا تھا۔۔ میجر عالم سنجیدگی

سے بولے۔۔

پھر وہ انہیں اس رات جو کچھ ہوا بتاتے چلے گئے۔۔

تم۔ ہماری ہر لین کے بیٹے۔۔ وہ ساری بات سنتے یک دم اٹھتے اسکی طرف

بڑھے تھے۔۔

غ۔ غازی وہی جسے وہ مرتے دم تک پکارتی رہی۔۔ حسن صاحب رندھے

لہجے میں بولے تھے۔۔

جبکہ انکی آخری بات سنتے غازی نے چونک کر انہیں دیکھا۔۔

وہ جلدی سے گے بڑھتے غازی کو گلے لگائے۔۔

کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا تمہیں۔۔ ہمیں تو لگا تھا ہم کھو چکے ہیں تمہیں۔۔
لیکن یہ ہر لین کی ممتا تھی جس نے نہیں مانا کہ تم مر چکے ہو۔۔
وہ روتے ہوئے اسے گلے لگائے۔۔

غازی دم سادھے کھڑا رہا۔۔ وہ تو سالوں رشتوں کے لئے ترسا تھا۔۔ اج
جب اسے کھوئے ہوئے رشتے مل رہے تھے تو دل کی حالت عجیب ہوئی
تھی۔۔

آؤ۔۔ آؤ میرے ساتھ۔۔ حسن بابا جلدی سے اسے لیتے اندورنی حصے کی
جانب بڑھے تھے۔۔

عائشہ، عائشہ دیکھو کون آیا ہے۔۔

بابا جان۔۔، بھائی صاحب۔ بھابھی، رمل دیکھو کون آیا ہے۔۔

وہ خوشی سے کانپتی آواز میں سبکو بلارہے تھے۔۔

انکی اونچی آواز سننے سبھی اپنے کمروں سے نکل آئے۔۔

کیا ہوا حسن۔۔ کون آیا ہے۔۔ حسان صاحب نے انہیں دیکھتے پوچھا۔۔ انکی
نظر ابھی غازی پر نہیں پڑی تھی۔۔
اغا جان بھی انکی آواز سنتے اپنی لاٹھی کے سہارے باہر آئے تھے۔۔
سب نے حیرانگی سے حسن صاحب کے ساتھ اس جواں مرد کو دیکھا تھا جو سر
جھکائے کھڑا تھا۔۔

بھائی صاحب یہ۔۔ ہماری ہر لین کا بیٹا۔۔
غازیان۔۔ وہی جوا یکسیڈینٹ میں کھو گیا تھا۔۔
حسن بابا خوشی سے بھرپور رندھے لہجے میں بولے تھے۔۔
غازیان۔۔ عائشہ بیگم نے زیر لب دہرایا تھا۔۔
م۔ میری ہر لین کا بیٹا۔۔ وہ خوشی اور بے یقینی سے بڑبڑاتے اسکے قریب
آئیں۔۔

ممتا سے بھرپور رندھے لہجہ غازی کو ضبط سے سرخ ہوتا چہرہ اٹھانے پر مجبور کر گیا۔۔

اور اسکے چہرہ اٹھاتے اسکے نقوش دیکھتے اغا جان لڑکھڑائے تھے۔۔ جنہیں حسان صاحب نے سہارا دیتے بٹھایا تھا۔۔

ہ۔ ہر لین کا ب۔ بیٹا۔۔ عائشہ بیگم کانپتی آواز سے بولتی اب اسکے چہرے کو ہاتھ سے چھونے لگیں۔۔

غازی نے حیرت سے انکے کانپتے ہاتھ کو اپنے چہرے پر دیکھا تھا۔۔
بچپن کے کچھ دھندلے نقوش آنکھوں کے سامنے لہرائے تھے۔۔ لیکن بہت دھندلے۔۔

وہ جھٹکے سے غازی کو خود میں بھیج گئیں۔۔

میری ہر لین کا بیٹا۔۔ میرا غاز۔۔ وہ اسکے چہرے کو دیوانوں کی طرح چومتی جا رہی تھی۔۔

غاز شذرہ سا اس بھگے لیکن ممتا سے بھرپور لمس کو محسوس کرتا رہا۔
میجر عالم چپ چاپ ایک سائیڈ کھڑے تھے۔

حسان صاحب بھی اسے گلے لگاتے پھوٹ پھوٹ کر رو دیے۔
عالیہ بیگم نے بھی آنکھوں میں نمی لیے اسے گلے لگاتے اسکا ماتھا چوما تھا۔
رمل تو حیران پریشان سی ایک جانب کھڑی تھی۔

غازان سب میں چپ چاپ کھڑا رہا۔
اسکی نظریں اپنے سامنے بیٹھے زولفقار شاہ پر تھیں۔ جنکے نقوش اس سے
ملنے لگے۔

نہیں بلکہ ہر لین شاہ نے انکے نقش چرائے تھے اور غازی نے ان سے۔
اغا جان آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے اسکے پاس گئے اور کچھ دیر تک اسے دیکھتے
رہے۔ کتنی ہی دیر وہ بس کھڑے اسے دیکھتے رہے۔
پھر یک دم ہی اسے گلے لگاتے بچوں کی طرح رو دیے۔ کہ غازی بھی گھبرا
گیا۔

حسان صاحب نے انہیں بامشکل سنبھالتے واپس بٹھایا تھا۔

لیکن غازیان زندہ کیسے۔۔ اسے تو ہمنے کتنا ڈھونڈا تھا۔

حسان صاحب نے الجھے لہجے میں پوچھا۔

غازی اور میجر عالم آب ایک صوفے پر بیٹھے تھے جبکہ باقی سب ان کے سامنے۔۔

میجر عالم نے اس رات کی کہانی سب کے گوش گزار کر دی۔۔
وہ لوگ شذرہ رہ گئے تھے۔

سب لوگ تو قدرت کے اس معجزے پر حیران پریشان بیٹھے تھے۔

بس ایک عائشہ ہی تھی جو بس دیوانوں کی طرح اسے دیکھے جا رہی تھیں۔

وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھیں۔ انہوں نے اس کا ہاتھ بہت سختی سے پکڑ رکھا تھا
جیسے وہ کہیں بھاگ جائے گا۔

عائشہ چلواٹھو کچھ دیر آرام کر لو۔

حسن صاحب نے انہیں کہا جو بس یک ٹک غاز کو ہی گھورے جارہی تھیں۔۔
انکی بات سنتے وہ غازی کے بازو سے لپٹ گئی۔۔
نہیں۔۔ م۔ میں نہیں جاؤں گی۔۔ وہ نفی میں سر ہلاتی بولیں۔۔
عائشہ تمہاری طبعیت نہیں ٹھیک نا۔۔
چلو او۔۔ حسن صاحب نے پریشانی سے انہیں دیکھا تھا۔۔
مینے کہانا میں غاز کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔۔
اس دن بھی میں اسے چھوڑ کر آگئی تھی۔۔ دیکھیں تب سے اب ملا ہے
مجھے۔۔

کتنا بڑا ہو گیا ہے۔۔ بالکل چھوٹا سا ہوتا تھا۔۔
وہ اسکے چہرے پر ہاتھ رکھتی روتے ہوئے بولی تھیں۔۔
غازی کو ان سے ممتا ہی خوشبو آئی تھی۔۔
عائشہ۔۔ حسن صاحب سخت لہجے میں کچھ کہتے کہ غازی نے ہاتھ اٹھاتے
انہیں خاموش کر وادیا۔۔ وہ تب سے ایک لفظ نہیں بولا تھا۔۔

اسنے ہاتھ بڑھتے عائشہ بیگم کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

میں یہیں ہوں۔۔ کہیں نہیں جارہا۔۔ وہ نرمی سے بولا تھا۔

ماں۔۔ ماں۔۔ بولونا مجھے جیسے بچپن میں بولتے تھے۔۔ وہ بے چینی سے سر اٹھاتے بولی تو غازی کی یادداشت میں کوئی بھولا بھٹکا لفظ بٹھکا تھا۔

ماں۔۔ اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

تو عائشہ بیگم پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

میں یہیں ہوں ماں آپکے پاس۔۔ اسنے بمشکل اپنے رندھے لہجے ہر قابو پایا تھا

۔۔ ورنہ ماں کہتے کتنے ہی زخم تازہ ہوئے تھے کہ دل تڑپا تھا۔

غازی نرمی انہیں اپنے حصار میں لے کر چپ کر و اتارہا۔

جانے کیوں وہ چاہ کہ بھی انکے ساتھ سختی نہیں کر پایا۔

کہیں دور زہن کے پلندوں میں انکا دھندھلا سا عکس محفوظ تھا۔

حسان صاحب آغا جان کی بگڑتی طبیعت کے باعث انہیں کمرے میں چھوڑ آئے تھے۔

باقی سب اب خاموش بیٹھے تھے۔

عائشہ بیگم جواب پر سکون سی غازی کے حصار میں تھیں۔

اچانک سے ہڑبڑا کر اٹھیں۔ سب نے چونک کر انہیں دیکھا۔

حسن سب یہاں ہیں۔ وہ مہر کمرے میں سو رہی ہے ڈر جائے گی۔

آپ جائیں اسکے پاس۔ بلکہ رکیں میں ہی جاتی ہوں۔ اٹھ گی تو مجھے پاس نا

دیکھ پھر سے رونے لگے گی۔

وہ ماتھے پہ ہاتھ رکھتی بڑبڑانے لگیں۔ انکے انداز سے کسی پاگل کا گمان ہوتا

تھا۔

حسن صاحب نے کراہ کر آنکھیں مینچیں تھیں۔

وہ اکثر اب مہر کے بچپن میں جینے لگی تھیں۔۔ انہیں کوئی بات یاد آتی تو یو نہی
لگتا کہ یہی وقت چل رہا ہے۔۔

نہیں پہلے اسکے لئیے بوتل بنا لیتی ہوں۔۔ صبح سے بھوک کی بھی ہے۔۔
وہ بڑا بڑا کراٹھیں۔۔

غازی جو ششدرہ سا انکی حالت دیکھ رہا تھا۔۔ اسنے بے یقینی سے حسن
صاحب کو دیکھا جو بے بسی سے عائشہ جو دیکھ رہے تھے۔۔

تم یہیں بیٹھو۔ میں آتی ہوں۔۔ ہاں جانا مت۔ وہ سختی سے اسے تاکید کرتی
بولیں۔۔

آئیں چھوٹی ماما میں لے چلتی ہوں اپکو۔۔ حسن بابا کے اشارے پر رمل جلدی
سے انکے ساتھ اٹھی تھی۔۔

غازی انکی حالت اور مہر کے زکر پر ساکت ہوا تھا۔

کیا ہوا ہے انہیں۔۔ اسنے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

ایک حادثے کی وجہ سے وہ یہ ننٹیلی ٹھیک نہیں ہے کبھی کبھار ایسے ہو جاتی ہے۔۔

حسن بابا گہری سانس بھرتے دھیمے لہجے میں بولے تھے۔

غازی بے یقین سا انکی پشت کو دیکھتا رہ گیا۔

پھر اسنے حسن صاحب کی طرف دیکھا جو کچھ کہنے کی کوشش میں ہچکچا رہے تھے۔

میں یہاں اپنی امانت لینے آیا ہوں۔۔ ایک نظر میجر عالم کو دیکھتے اسنے سنجیدگی سے کہا۔

حسن صاحب اور حسان صاحب نے چونک کر پہلے اسے دیکھا اور پھر ایک دوسرے کو۔۔ وہ صرف دیکھ کر رہ گئے تھے۔

جبکہ غازی کو آگے ان سے جو سننے کو ملا تھا وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتا رہ گیا۔
اور پھر جیسے جیسے حسن صاحب بولتے جا رہے تھے۔
غازی کی آنکھیں شدت ضبط سے سرخ پڑتی جا رہی تھیں۔



وہ نم بھگے رخسار اور کانپتے سے اسکے حصار میں پڑی تھی۔
اسکی شدتوں سے ابھی تک اسکا وجود کپکپا رہا تھا۔
پوری رات مرتسم نے اسے اپنی محبت کی بارش میں پور پور بھگوایا تھا۔
اور اسے بہت اچھے سے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کس حد تک اسکے کے
لئے پاگل ہے۔

فجر کے قریب بامشکل اسے مرتسم سے اپنی نازک جان چھڑوائی تھی۔

عین۔۔ مرتسم نے اسکا سر چومتے خمار آلودہ لہجے میں پکارا۔
وہ دائیں سائیڈ کروٹ لیے لیٹا تھا۔ جبکہ عینا کو اپنے حصار میں لے رکھا
تھا۔

جو اسکی شرٹ میں اسکی قربت کے رنگوں میں نہائی پڑی تھی۔
عینا نے اسکی سرگوشی پر زور سے آنکھیں مینچیں تھیں۔
عین۔۔ مرتسم اسے کان کی لو کو ہونٹوں میں دباتے پھر سے پکارا۔
وہ اپنی گردن پر اسکی سلگھتی سانسیں محسوس کرتے کسمسائی۔
کروٹ لیتے اسنے مرتسم کو دیکھا۔
شکوہ کنناہ نظروں سے۔

مرتسم نے اسے یوں دیکھنے پر لب دباتے بامشکل اپنی اڈتی ہسی روکی تھی۔
کیا ہوا جانم۔ اسکے گلابی رخسار کو ہاتھ سے سہلاتے اسنے محبت سے پوچھا۔
عینا نے غصے سے اسے دیکھتے اسکا ہاتھ پیچھے کیا۔
جانم۔۔ محبت سے بھرپور سرگوشی کی گئی۔

بہت، بہت برے ہیں شاہ۔۔ وہ اسکے حصار میں جھپٹاتی چیخی تھی۔۔
مر تسم کا زندگی سے بھرپور قہقہہ گونجتا تھا۔۔
اسنے سیدھے ہوتے عینا کو اپنے سینے پر گرایا۔۔
جو بھیگی آنکھوں میں شکوہ لیے اسے دیکھ رہی تھی۔۔
کیوں جانم ایسا بھی کیا کر دیا مینے۔۔ وہ بامشکل اپنی ہسی روکتے اسکے سرخ
دیکھتے کو دیکھتے پوچھنے لگا۔۔
عینا نے غصے سے اسے دیکھا۔۔
ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں جانم۔۔ اپ خود ہی بہکی تھیں۔۔ ساتھ مجھے بھی
بہکایا۔۔
وہ لب اسکے لبوں سے رب کرتا سرگوشی میں بولا۔۔
وہ جتنا اسے چھو رہا تھا تشنگی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔۔ لب تھے کہ سیراب
نہیں ہو رہے تھے۔۔

عینا گھبرا کر چہرہ اسکے سینے میں چھپا گئی۔

آپ بہت بد تمیز اور بے شرم ہیں شاہ۔ اسکے سینے پر مکا مارتے کہا۔

جبکہ مر تسم کا پھر سے قہقہہ چھوٹا تھا۔

وہ جانتا تھا وہ اسکی شدتوں سے سہم گئی تھی۔ پر وہ کیا کرتا۔ جس طرح وہ ٹوٹ کر اسکی بانہوں میں بکھری تھی وہ چاہ کر بھی خود کو شدت اختیار کرنے سے روک نہیں پایا۔

لیکن پھر بھی اسنے اسے کسی کانچ کی گڑیا کی طرح خود میں سمیٹا تھا۔

آئی۔ ہیٹ۔ یو۔ اسکے بار بار قہقہہ لگانے پر وہ رندھے لہجے میں بولتی اسکی گردن پر دانت گاڑھے گئی۔ اسکا وجود ابھی تک اسکی شدتوں سے کانپ رہا تھا۔

مر تسم کچھ نہیں بولا تو عینا نے سراٹھاتے اسے دیکھا جو آنکھوں میں خمار لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ سٹیٹائی۔۔۔

مر تسم اسکے دیکھنے پر کروٹ لیتا اسے اپنے وجود تلے چھپا چکا تھا۔

شاہ۔۔ عینا نے گھبرا کر اسے پکارا۔

کیا ہوا۔۔ وہ نچلا لب دبائے گہری نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔

عینا اسے یوں دیکھنے پر سرخ پڑی تھی۔۔۔

وہ مر تسم کی شرٹ میں تھی جو اسکے گھٹنوں تک آرہی تھی۔۔

مر تسم نے مبہوت ہوتے اسکے چہرے پر پھیلے قوسے قزاح کے رنگوں کو

دیکھا۔۔۔ وہ اسکے چہرے پر جھک آیا۔

عینا سختی سے آنکھیں میچ گئی۔۔۔

لیکن کچھ دیر تک جب اسے کوئی جسارت ناکی تو وہ آہستہ سے آنکھیں کھولتے

اسے دیکھنے لگی۔۔

مر تسم اسکے چہرے کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

ش۔ شاہ۔۔ پ۔ پیچھے ہوں۔۔ وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولی۔۔
اسکے کسمسانے پر مر تسم کی شرٹ جو اسے بہت کھلی تھی کندھوں سے
سر کی۔۔

مر تسم نے نظریں اسکے چہرے سے ہوتے نیچے گئیں۔۔
اسکے وجود کے نشیب و فراز میں کھوتے وہ پھر سے

مدہوش ہوا تھا۔۔

خمار کی سرخی تیزی سے اسکی آنکھوں میں پھیلی تھی۔۔

ش۔ شاہ اپ۔۔ اسکے باقی کے الفاظ اپنے پاؤں سے چھیڑ چھاڑ کرتے مر تسم
کے پاؤں کے انگھوٹے نے چھین لیے۔۔

وہ شرارت سے اپنے پاؤں کے انگھوٹے سے اسکے پاؤں پر چلاتا اسے پھر سے
سہا گیا۔۔

اسکے پھڑ پھڑاتے لبوں کو دیکھ وہ بے اختیار ہوتے پھر سے جھکا تھا۔
شدت سے اسے لبوں کا جام پیتے اسکے ہاتھ عینا کے وجود پر اپنی شرٹ سے
الچھے تھے۔۔

م۔ میر۔۔ سانسوں کو رہائی ملنے پر وہ پھولتی سانسوں سے اسے پکار بیٹھی۔۔
لیکن مرتسم نے اسکے پکار نظر انداز کیے اسکی گردن میں منہ دیتے گہری
سانس بھری تھی۔۔

جیسے اسکی خوشبو کو انہیل کیا ہو۔۔ اسنے نرمی سے اپنے لبوں سے اسکی شہ
رگ کو سہلایا۔۔

گردن پر مسلسل مونچھوں کی چھبن سے وہ بے تحاشہ کسمسای تھی۔۔
اسنے مرتسم کے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے پیچھے کرنا چاہا لیکن الٹا وہ ہاتھ اسکے سر
کے اوپر چلے گئے۔۔

مر تسم پھر سے اسکے وجود کی گہرائیوں میں گم ہوتا اسکے لبوں پر شدت سے جھکا تھا۔

عینا پھڑ پھڑائی۔ وہ تو ابھی اسکی رات کی شدتوں سے ناسنبھلی تھی۔
لیکن مر تسم نے اسکی شرٹ کے بٹن کھولتے جھک کر اسکے پہلو پر لب رکھے تو
سکی تھی۔

مر تسم اسکی سائیڈ کمر پر بنے تل کو دیکھتے پھر سے جھپٹایا تھا جانے کیوں اسے
یہ تل اپنا رقیب لگا تھا۔

وہ شدت سے اس تل کو ہونٹوں سے چومتے اسے اپنے ہونٹوں کی شدت
بھری گرفت میں لے گیا۔

جبکہ عینا کو لگا اب وہ اسکی سانس لے کر رہے تھا۔

لیکن تبھی لبوں پر نرم گرم محسوس کرتے اسکی شدید مزاحمت رکی تھی۔
کیونکہ وہ اسے چھو ہی اس طریقے سے رہا تھا۔

نرمی سے اسکے نچلے لب کو اپنے لمس سے بگھوتا وہ اسے حوش و حواس کی دنیا سے بے گانہ کرنے لگا۔

جبکہ ہاتھ اسکے وجود کی رعنائیوں میں الجھے تھے۔

وہ تمام تر شدتوں سمیت پھر سے اس پر جھک آیا۔

عینا اسکے وجود میں سمٹ گئی محسنے نرمی سے اسے خود میں گم کیا تھا۔



وہ جو اسے فائل دینے آیا تھا دروازے میں ہی ساکت ہو گیا۔

جبکہ وہ ہچکیوں سے روتی اپنے رب کے حضور ہاتھ پھیلائے دعا مانگ رہی تھی۔

امن نے لب بھینچے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ مڑتا ستارا ہاتھ پھیرتی اسے دیکھ چکی تھی۔

آپ یہاں۔۔ بھیگا چہرہ صاف کرتے اسنے چونک کر اسے دیکھا۔ اتنی صبح
اسے یہاں دیکھ وہ حیران ہوئی۔۔

کیونکہ فجر کا وقت تھا۔ اسے اس وقت اسکے یہاں آنے کی توقع نہیں تھی۔
یہ تمہارے ڈاکو منٹس دینے تھے۔ امن نے اسکے آگے فائل رکھتے
کہا۔ ستار نے چونک کر اسے دیکھا۔

اور یہ تمہارا پاسپورٹ۔۔ ستار نے خاموشی سے تھام لیا۔
اسنے کھول کر دیکھا۔

جہاں غزل کے نام کے ساتھ اسکی تصویر چمک رہی تھی۔۔ سب سے پہلے
اسنے اپنا نام ہی تبدیل کیا تھا۔

وہ پر سکون سی مسکرائی۔۔

شام کی فلائٹ ہے تمہاری۔۔ تیاری کر لوں اپنی۔۔ وہ سنجیدگی سے بولتے
واپس مڑ گیا۔۔

امن۔۔۔ وہ بے ساختہ اسے پکار بیٹھی۔۔

وہ رکا لیکن مڑا نہیں۔۔

آپ نے مجھے رہائی کیوں دلوائی۔۔ وہ اسکی پشت کو دیکھتی دھیمے لہجے میں
بولی۔۔

صرف تمہیں ہی نہیں وہاں موجود ہر لڑکی کو رہائی مل چکی ہے۔۔
وہ اسکی طرف مڑتے بولا۔۔

وہ تو اب ملی ہے لیکن آپ نے مجھے پہلے ہی اس جہنم سے نکالنے کا فیصلہ کیا
تھا۔۔ وہ سوالیہ انداز میں بولی۔۔

امن نے گہری سانس بھری۔۔

میں خود بھی نہیں جانتا وہ کدھے اچکاتا بولا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔

جبکہ امن وہاں سے جا چکا تھا۔۔

وہ اسی دن سے ایک فلیٹ میں رہ رہی تھی جہاں امن نے اسے چھوڑا تھا۔۔

امن کے پوچھنے پر اسنے اس ملک سے باہر جانے کا کہا تھا۔۔

جب امن نے اسے پیرس بھیجنے کا کہا تو وہ آسانی سے مان گئی۔۔

وہ خوش تھی کہ ہمیشہ کے لئے اس جہنم سے نکل اب وہ عام لڑکیوں کی طرح
جی سکے گی۔۔ لیکن کہیں نا کہیں دل اداس تھا جانے کیوں وہ اس شہزادے کو
چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی۔۔

سر جھٹکتے اسنے اپنا ضروری سامان بیگ میں رکھا۔۔

آخر ایک نا ایک دن تو اسے جانا ہی تھا۔۔



عین۔۔ مرتسم نے اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے نرمی سے پکارا۔۔

لیکن وہ گہری نیند میں تھی ٹس سے مس ناہی۔۔

مرتسم نے سر جھکاتے اپنے سینے پر پڑی اپنی چھوٹی سی زندگی کو دیکھا اور
مسکرایا۔

وہ اسکی شدتوں سے نڈھال پڑی تھی۔۔ جتنا سکون وہ اسے دے چکی تھی
مر تسم کو ابھی تک رگوں میں ایک سرور سادوڑتا محسوس ہو رہا
تھا۔۔۔ لیکن دل تھا کہ آکسی قربت سے بھر نہیں رہا تھا۔
عین۔۔ جانم اٹھیں۔۔ نماز کا وقت نکل رہا ہے۔۔ مر تسم نے اسکے گال کو
اپنے انگوٹھے سے سہلاتے کہا۔۔ لیکن وہ کسمسا کر اسکا ہاتھ ہٹا گی۔
شاہ۔۔ سونے دیں نا۔۔ وہ نیند میں بڑبڑائی۔
نماز پڑھ کے سو جائیے گا جانم۔۔ ابھی اٹھیں شاباش۔۔ مر تسم نے زبردستی
اسے اپنے ساتھ اٹھا کہ بٹھایا۔۔
عینا نے مندی مندی آنکھیں کھولتے اسے دیکھا کم گھوراز یادہ۔
کیا ہے شاہ سونے دیں نا۔۔ پوری رات بھی آپ نے سونے نہیں دیا۔ وہ
ہونٹ نکالتے منہ بسورے بولی۔۔ اسے گھورتے دوبارہ اسکے سینے پر سر رکھ
گی۔۔

مر تسم نے نچلا لب دباتے مسکراہٹ روکی تھی۔۔

کیوں جانم سونے کیوں نہیں دیا۔۔ وہ مصنوعی سنجیدگی سے اسے دیکھتا
بولا۔۔ انکھوں میں واضح شرارت تھی۔۔
عینانے اسکی بات سنتے سٹپٹا کر آنکھیں کھولیں تھیں۔۔
آپ بہت بے شرم ہیں۔۔ نظریں چراتے وہ دانت پیستے بولی۔۔
مر تسم کا قہقہہ گونجا تھا۔۔

شاہ۔۔ وہ روہانسی ہو گئی۔۔
تھوڑی دیر پہلے ہی بامشکل اسکی شدتوں سے زبردستی رہائی پائی تھی۔۔ تھکن
سے چور وہ اسکی بانہوں میں نیند سے بے حال بے خبر سو گئی تھی۔۔
ریلیکس جانم نماز لیٹ ہو رہی ہے۔ نماز پڑھ کے پھر سو جائیے گا۔۔
وہ اسکا سر چومتے نرمی سے بولا۔۔ عینانے مسکراتے سر ہلا دیا۔۔
مر تسم اسے اپنے حصار سے آزاد کرتا پیچھے ہوا۔۔

عینا نے اسکے حصار سے آزاد کرنے پر اپنے بکھرے بال باندھنے کے لئے
جیسے ہی ہاتھ اٹھایا۔۔ اسکی شرٹ میں چھپے اپنے بازو کو دیکھتے جھنپ کر سر
جھکائی۔۔

مر تسم نے بغور اسکی حرکت کو دیکھا۔۔
میں آتا ہوں۔ تب تک آپ فریش ہو لیں۔۔ اسکا ماتھا چومتے نرمی سے بولتے
وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔۔
اسکی الجھن سمجھ گیا تھا۔ اس لیے اسے تنگ کیے بنا شرافت سے باہر چلا
گیا۔۔

عینا نے مسکراتی نظروں سے اسکی پشت دیکھی۔۔
اسنے بہت سوچ سمجھ کر اپنے رشتے میں یہ قدم اٹھایا تھا۔۔
اصل میں وہ ڈر گی تھی مر تسم کو کھونے سے۔۔ اس لیے اس وقت اسے یہ
قدم ٹھیک لگا۔۔

انکار شتہ مکمل ہو جائے گا تو کوئی بھی انہیں الگ نہیں کر پائے گا۔ انکے
رشتے کی ہر دوری، خلش اور غلط فہمی دور ہوگی تھی اس لیے وہ اب پر سکون
تھی۔

مر تسم نے اسے زین کے بارے میں سب بتا دیا تھا۔ عینا نے شرمندہ
ہوتے اس سے سوری کیا تھا۔۔۔

لیکن مر تسم نے نفی میں سر ہلاتے اس سے معافی مانگی تھی۔۔
وہ اب اپنے رشتے میں کوئی بھی غلط فہمی نہیں چاہتا تھا۔
وہ سرشار سی خود کو اسکے سپرد کر گئی تھی۔۔

عینا نے اسکی امامت میں نماز ادا کی تھی۔۔

اسکے ضد کرنے پر وہ اسے احمد ولا چھوڑنے جا رہا تھا۔ کیونکہ عینا چاہتی تھی
وہ ولی سے ہر غلط فہمی کلیئر کر لے۔۔

وہ ولی کی مرضی سے ہی اب واپس شاہ ولا جانا چاہتی تھی۔۔ وہ بھی پوری
طرح سے رخصت ہو کر۔۔

جانے کیوں اسکے دل میں ایک ڈر سا بیٹھ گیا تھا۔۔ مرتسم کھونے کا اس لیے
اس نے رخصتی کے لیے رضامندی دے دی تھی۔۔
وہ دونوں احمد ولا کے لیے نکلے تھے۔۔

مرتسم نے زرا سا چہرہ ٹیڑھا کرتے اسے دیکھا گہری مسکراہٹ نے اسکے لبوں
کو چھوا تھا۔۔

وہ اسکے کندھے پر سر ٹکائے سو رہی تھی۔۔

فارم ہاؤس گھر سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی دوری پر تھا اس لیے وہ راستے میں ہی
سو گئی۔۔

مرتسم نے آہستہ سے اسے اپنے حصار میں لیا۔ دوسرے ہاتھ سے گاڑی
ڈرائیو کرتے اس نے گاڑی کی سپیڈ سلو کر دی۔

ویسے بھی ابھی بہت صبح کا وقت تھا تو اتنی زیادہ ٹریفک نہیں تھی۔۔

وہ بس زیادہ سے زیادہ وقت اس کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔

ابھی تو یہ لمحات نصیب ہوئے تھے۔۔ اسے یہ وقت بھی بہت کم لگ رہا تھا۔

رات کا نشہ ابھی تک سرور بن کر چھایا ہوا تھا۔

اس کا اثر مایا گلابی چہرہ اسے سکون دے رہا تھا۔ رات کا ایک ایک لمحہ آنکھوں
کے سامنے گھوم رہا تھا۔

جب وہ اسکی بانہوں میں ٹوٹ کر بکھری تھی۔ اس کے برہنہ سینے کو دیکھتے حیا
سے رخ موڑنا۔

اسکی شدتوں سے ڈر کہ اسی کے سینے میں پناہ لینا۔

اور پھر اسکی نظروں سے جھنپ جانا۔ وہ لمحات بھول جانے والے تو نہیں

تھے۔

اسنے شدت سے عینا کو خود میں بھینچا۔۔

مسکراہٹ تھی کہ لبوں سے جدا ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔۔
وہ زرا سا کسمسائی۔۔ لیکن رات کی جاگی وہ اب اپنی نیند پوری کر رہی تھی۔۔



گھر کے سامنے گاڑی روکتے مرتسم نے اسے دیکھا۔۔
عین۔۔ اسنے نرمی سے اسے پکارا۔۔ جانم اٹھیں گھر آ گیا ہے۔۔

مرتسم نے اسکے چہرے سے بال ہٹاتے اسکا چہرہ تھپتھپایا۔۔
عینا نے ماتھے پر بل لیے آنکھیں کھولیں۔۔

جانم گھر آ گیا ہے۔۔ اندر جا کر نیند پوری کریں۔۔

وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔۔

عینا نے اپنی سچویشن دیکھی تو ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔۔

نظریں چراتے اسے اپنا ڈوپٹہ سہی کیا۔۔

مر تسم نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔۔

وہ کل والی فراق میں ہی تھی۔۔ وہاں اسکا کوئی ڈریس نہیں تھا سو مجبوراً اسے فریش ہو کے یہی پہننا پڑا۔۔

اسکی گلابی رنگت کو دیکھتے وہ مشکل ہی اس پر سے نظریں ہٹا پایا تھا۔۔

شاہ یہاں۔۔ شاہ ولا کو دیکھتے اسے حیرت سے مر تسم کو دیکھا۔۔

بی جان آپسے ملنا چاہتی ہیں۔۔ کل سب بہت پریشان تھے۔۔

آپ ایک بار ان سے مل لیں تو سبکو تسلی ہو جائے گی۔۔

وہ نرمی سے بولا۔۔

پھر آپ کو احمد ولا چھوڑ آؤں گا۔۔

اسکے چہرے پر جھولتی لٹ کو پیچھے کرتے مر تسم نے نرمی سے کہا تو وہ سر ہلا

گئی۔۔

مر تسم اسکی خاموشی پر زیر لب مسکرایا۔

وہ صبح سے ہی اس سے نظریں چرا رہی تھی۔

اسکی سائیڈ کادر وازہ کھولتے مر تسم نے اسے باہر آنے کا اشارہ کیا۔

گارد کو گاڑی پارک کرنے کا کہتے عینا کا ہاتھ تھامتے اندر کی جانب بڑھ گیا۔
عینا جانے کیوں جھجک سی گئی۔

بی جان، ماما، اپیا اور وشہ ہال میں ہی بیٹھے تھے۔

جب وہ لوگ اندر آئے۔

وہ سر جھکائے لب کاٹتی مر تسم کے پیچھے چلتی آرہی تھی۔

شکر ہے تمہیں بھی کوئی ہمارا خیال آیا۔

ورنہ ہم سب کو پریشان کر دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی تمنے۔

ماما سے دیکھتے ہی خفگی سے بولتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

انکے ساتھ ہی اپیا اور وشہ بھی اٹھی تھیں۔۔

کیسی طبعیت ہے بچی کی۔۔ کل جس حال میں تم لے کر گئے تھے تب سے
دھڑکا لگا ہوا ہے۔۔ وہ پریشانی سے بولی تھیں۔۔

ریلیکس ماما سب ٹھیک ہے۔۔

مر تسم انکے قریب آتا نرمی سے بولا۔۔

اسنے اپنے پیچھے کھڑی عینا کو دیکھتے بامشکل ہی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

وہ ایسے ڈر رہی تھی جیسے اسنے کوئی چوری کر لی ہو۔۔

عین۔۔۔ مر تسم نے اسے بازو سے پکڑتے اپنے حصار میں لیا۔۔

اسلام و علیکم!! ماما۔ عینا کو کچھ اور سمجھ نہیں آیا تو جلدی سے سلام کر دیا۔۔

ماما کے ساتھ اپیا اور بی جان نے بھی چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔

کل والی اور آج والی عینا میں واضح فرق تھا۔۔

کل مر تسم اسے جب لے کر گیا تھا تو وہ اس سے روٹھی ہوئی، خفا سی زرد

رنگت میں تھی۔۔

لیکن ابھی مرتسم کے حصار میں کھڑی وہ الگ تھی۔۔
اسکے چہرے پر گلال سا بکھرا ہوا تھا۔۔ جھنپا جھنپا سا وجود۔۔ اور اسکے وجود
سے پھوٹتی دوسرے وجود کی مہک سارے راز افشاں کر رہی تھی۔۔
بس ایک وشہ ہی تھی جو ہونک بنی اسے دیکھ رہی تھی۔۔
ماہم اپیانے بے ساختہ ہی اسے دیکھتے ماشاء اللہ کہا تھا۔۔

مرتسم کی قربت کا خوب روپ چڑھا تھا اس پہ۔۔ وہ تینوں کی نظریں خود پہ
پاکر اور گھبرا گئی۔۔

روہان سے ہوتے اسنے مرتسم کو دیکھا۔۔
جو اسکی پتلی ہوتی حالت دیکھتے اپنا قہقہہ ضبط کر رہا تھا۔۔
وسلام بچے۔۔ ماما اسکے گھبرائے چہرے کو دیکھتے نرمی سے بولتی اسکے قریب
ائیں۔۔

ماشاء اللہ۔۔ بے ساختہ ہی بولتی انہوں نے اسکا ماتھا چوما تھا۔۔
عینا تو عینا مرتسم نے بھی چونک کر انہیں دیکھا تھا۔۔
کیسی طبعیت ہے اب۔۔

وہ اسے اپنے ساتھ لیتے بی جان کی طرف بڑھیں۔۔
میں ٹھیک ہوں ماما۔۔ وہ دھیمے لہجے میں بولی۔۔

!! اسلام و علیکم بی جان

انکے پاس بیٹھتے اسنے مسکرا کر انہیں سلام کیا۔۔

وا علیکم سلام !! میری جان۔۔ بی جان نے اسکا سر چوما۔۔

اللہ کالا کہ شکر ہے سب ٹھیک ہو گیا۔۔ ورنہ جیسے کل تمہیں یہ لے کر گیا تھا
ہم سبکی تو جان ہی نکال دی۔۔

وہ مسکراتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے نرمی سے بولی تھیں۔۔
اور تم مجھے کیا دیکھ رہے ہو ادھر او۔۔

دور کھڑے مرتسم کو دیکھتے انہوں نے اسے گھورا تو وہ جلدی سے انکے پاس آیا۔

والٹ دواپنا۔ انہوں نے کہا تو مرتسم نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا لیکن خاموشی سے اپنا والٹ انکے ہاتھ پہ رکھ دیا۔

بی جان نے کارڈز کے علاوہ اسمیں سے سارے پیسے نکالتے عینا کے سر پر سے وارتے ملازمہ کو دیئے۔

خدا تمہیں یو نہی خوش رکھے۔ ماشاء اللہ ٹوٹ کر روپ چڑھا ہے۔ وہ اس کے صدقے واری ہوتی بولیں۔

عینا تو سرتاپاؤں سرخ ہوتی سر جھکا گئی۔
مرتسم بھی جھنپا تھا۔

کن اکھیوں سے اسنے سر جھکائے انگلیوں سے کھیلتی عینا کو دیکھا۔

ماما اور ماماہم اپیانے حیرانگی سے اسکا جھنپا ہوا روپ دیکھا۔۔ وہ زیر لب مسکرا دیں۔۔

میں فریش ہو کے آتا ہوں۔۔ مر تسم آہستہ سے بولتے وہاں سے کھسکا تھا۔۔
جانے کیسے بی جان اور ماما جان کی تھیں گزری رات کے گہرے راز۔۔
اللہ ہی جانے کیسے یہ بزرگ سارے راز جان لیتے ہیں۔۔ وہ سر کھجاتے سوچ کر رہ گیا۔۔

کسی اسے عینا کی حالت پر بھی ارہی تھی۔۔
جو کسی مجرم کی طرح سر جھکائے بیٹھی تھی۔۔
گہری مسکراہٹ سے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔



مجھے کوئی بتائے گا یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔

اور بی جان آپ اسکی نظر کیوں اتار رہی ہیں۔۔ یہ کونسا پہلی بار آئی ہے۔۔
وشہ ہونق بنی بولتے اسکے ساتھ آ کے بیٹھی تھی۔۔

عینا نے گھور کر اسے دیکھا۔۔ بی جان اور ماہم ہنس پڑیں۔۔
جبکہ ماما نے اسکے سر پر چھپت لگائی۔۔

چپ کر و کچھ نہیں ہوا۔۔ اسکی نظر نہیں اتار سکتے کیا۔۔
اتنی پیاری ہے میری بیٹی کسی کو نظر لگ گئی تو۔ ماما سے جھڑکنے والے انداز
میں بولیں۔۔

اصل میں وہ عینا کی جھجک مٹانا چاہتی تھیں۔۔
ہاں یہ تو ہے۔۔ پیاری تو بہت ہے۔۔ اچھا ہے ماما اتار لیں نظریں اسکی۔۔
اور آج تو دیکھیں کچھ زیادہ ہی پیاری لگ رہی ہے۔۔
پنک پنک سی۔۔ وہ اسکے گلے میں با نہیں ڈالتی لاڈ سے بولی تو وہ تینوں اسکی
معصومیت پر قہقہہ لگا گئیں۔۔

جبکہ عینا نے دانت کھچاتے اسکے کمر پہ مکا جھڑا تھا۔

اہہ۔۔ کیا ہے جنگلی بلی۔۔ وشہ نے بلبلا کر اسے دیکھا۔

اسکے جنگلی بلی کہنے پر عینا کی آنکھوں میں سامنے گے ساختہ ہی وہ منظر لہرایا تھا۔

جب وہ اسکے شدتوں سے سسک کر اسکی پشت ہر اپنے ناخن گاڑھ گی تھی۔

اور مرتسم نے شرارت سے آہٹک بھرتے اسے جنگلی بلی کہا تھا۔

اوہیلو میڈم کہاں کھو گئی۔۔ وشہ اسکے سامنے ہاتھ لہراتے بولی۔

ہاں کہیں نہیں۔۔ وہ چونک کر حال میں لوٹی تھی۔

ویسے تو میں اس سے ناراض ہو ماما مہینے سے اوپر ہونے والا ہے یہ اب ہم سے

ملتی ہی نہیں ہے۔

وہاں جا کے ہمیں بھول گئی ہے۔

وہ خفگی سے اسے دیکھتی بولی۔ جبکہ بائیں ابھی اسکے گرد باندھی ہوئی

تھیں۔

عینا اسکی خفگی پر مسکرا دی۔۔

وش اپنی یہ ناراضگیاں بعد میں دکھانا۔ ابھی ہٹو۔

جاو بچے فریش ہو جاو تھک گی ہو گی۔۔ میں ناشتہ لگواتی ہوں۔۔

ماہم اپیانے مسکرا کر محبت سے کہا تو وہ جان بخشی ہونے پر جلدی سے جانے کے لئے اٹھی۔۔

ماہم نے تو ویسے ہی بولا تھا۔۔ نا تو اسنے خود غور کیا اپنے جملے پر نا عینا نے لیکن وش نے ضرور کیا تھا۔۔

یہ کیا ہل چلا کر آئی ہے جو تھک گی ہو گی۔۔ وہ خفگی سے بڑ بڑاپی تھی۔۔

لیکن ماما کی تیوری چڑھی دیکھ وہاں سے بھاگی تھی۔۔

لیکن اسکی بات سنتے عینا کی جو سپیڈ وہاں سے لگی تھی۔۔ وہ تینوں کو قہقہہ لگانے مجبور کر گی۔۔



اسنے کمرے میں آتے دم لیا تھا۔

دروازہ لوک کرتے وہ پلٹی تو اپنے کمرے کو دیکھتی مسکرا دی۔

کتنے مس کیا تھا اسنے اپنے روم کو۔

وہ مسکرا کر آگے بڑھی لیکن یک دم ٹھٹھک کر رکی۔

اسنے آنکھیں چھوٹی کرتے واشر روم کے دروازے کو دیکھا۔

اسکے ہاتھ میں کوئی تھا۔ اسنے حیرانگی سے سوچا۔

تبھی وہ بھگے وجود سے چلتا باہر آیا تو عینا کی چھوٹی آنکھیں معمول سے زیادہ

بڑی ہونے کھلی تھیں۔

شاہ۔ اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

مر تسم جسکے روم کا گیزر نہیں چل رہا تھا اس لیے وہ عینا کے روم میں

اگیا۔ وہ گلے میں ٹاول ڈالے بھگے بالوں میں ہاتھ چلاتے باہر نکلا۔

خود کو دیکھتی عینا کو دیکھ وہ زیر لب مسکرایا تھا۔

عینا نے منہ کھولتے اسکے شرٹ لیس سینے کو دیکھا۔

وہ گھبرا کر تیزی سے رخ پلٹ گئی۔

ا۔ اپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔ وہ رخ موڑے ہی بولی تھی۔

مر تسم نے بیڈ پر ٹاول پھینکتے مسکرا کر اسکی پشت دیکھی۔

اسنے اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیا۔

شاہ۔۔ وہ جھنپ گئی۔

وہ کیا ہے نا جانم دل کر رہا تھا آپ کے ساتھ شاور لوں۔ لیکن اپنے دیر کردی

آنے میں۔۔ وہ اسکے کندھے پر تھوڑی ٹکاتے بولا۔

جبکہ عینا کو کہیں چھپنے کی جگہ نامی۔۔ وہ کانوں کی لوتک سرخ پڑی تھی۔

مر تسم نے اسکے کمر پر دباؤ دیتے اسکا رخ اپنی طرف موڑا۔

عینا نے بامشکل اسکے برہنہ سینے پر ہاتھ رکھتے زرا سا فاصلہ بنایا تھا۔

شاور لے لیا ہے آپنے اب جائیں۔۔ وہ نظریں چراتے بولی تھی۔

اسکے شرٹ لیس سینے کو دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی۔۔
اچھا دھر تو دیکھیں۔۔

مرتسم نے نچلے دباتے اسکا چہرہ اوپر کیا۔۔

عین۔۔ میری طرف دیکھیں۔۔ وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔۔

اسکے سرخ چہرے سے بامشکل لرزتی پلکیں اٹھائیں تھیں۔۔

بھوری آنکھیں سرمئی آنکھوں سے ٹکرائیں جن میں محبت اور جزبات کا
سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔۔

اب جائیں۔۔ وہ تیزی سے نظریں چراتے بولی تھی۔۔

پیچھے ہونے کی کوشش کی لیکن الٹا مرتسم نے اسکی کمر پر دباؤ دیتے رہا سہا
فاصلہ بھی ختم کر دیا۔۔

ش۔ شاہ۔۔ ک۔ کیا کر رہے ہیں۔۔ وہ اپنے چہرے پر پڑتی اسکی سلگھتی
سانسوں سے کپکپائی تھی۔۔

ایسے ہی۔۔ وہ اسکے چہرے پر جھکتے گھمبیر لہجے میں بولا۔۔

ت۔ تو۔ ک۔ کیسے۔۔ وہ بامشکل بول پائی تھی۔۔۔

اسکی سانسوں سے اسے اپنا چہرہ سلگھتا محسوس ہوا۔

مرتسم نے ایک نظر اسکے کپکپاتے ہونٹوں کو دیکھا اور اگلے ہی پل وہ ان پر قابض ہوا تھا۔

عینا اسکے اچانک حملے پر پھڑپھڑائی۔

لیکن مرتسم نے اسکی کمر پر دباؤ دیتے اسے خود میں بھینچا۔

نرمی سے اسکے لبوں کا جام پیتے وہ پھر سے مدہوش ہوا تھا۔

دل تھا کہ اسکی قربت سے سیراب نہیں ہو رہا تھا۔

اسکی شدت پر عینا کو اپنا سانس رکتا محسوس ہوا تو وہ جھٹپٹائی۔

مرتسم اسکے جھٹپٹانے پر پیچھے ہوا۔ وہ گہری سانس بھرتی اپنی اکھڑی سانسیں درست کرنے لگیں۔

ش۔ شاہ پلینز۔ اسے اپنی گردن پر جھکتے دیکھ وہ تیزی سے اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ گئی۔

کہاں ابھی وہ اسکی رات کوشد توں سے چور تھی۔۔ نازک سادل ابھی تک سہا
ہوا تھا۔۔ لیکن وہ تھا کہ باز ہی نہیں آ رہا تھا۔۔

نفی میں سر ہلاتے وہ روہانسی ہوئی۔۔

مر تسم نے اپنے ہونٹوں پر رکھے اسکے ہاتھ پر بوسہ دیا۔۔
وہ بوکھلا کر ہاتھ ہٹا گئی۔۔

کچھ نہیں کر رہا میری جان۔۔ اسکا ماتھا چومتے وہ نرمی سے بولا۔۔۔۔
آپکے لئے کچھ لایا تھا۔۔

مر تسم اسے چھوڑتے پیچھے ہوا اور اسکے ڈریسنگ پر رکھے ہوئے بوکس کی
طرف بڑھا۔۔

عینا نے اسکی بات پر چونک کر اسے دیکھا لیکن وہ جیسے ہی مڑا اسکی پشت دیکھتے
وہ دھک سے رہ گئی۔۔

ش۔ شاہ۔۔ وہ بوکھلا کر تیزی سے اسکے قریب ہوئی۔۔

ی۔ یہ کیا ہوا اچو۔۔ یہ نشان۔۔ ساری شرم و حیا ایک سائیڈ رکھتے وہ اسکی پیٹ پر بنے نشانوں کو دیکھتی بوکھلائی تھی۔۔

مر تسم نے چونک کر اسے دیکھا لیکن اسکا اشارہ دیکھتے اسنے لب دباتے اپنی مسکراہٹ روکی تھی۔۔

شاہ بتائیں نا کیا ہوا ہے۔۔ عینا اسکے چپ رہنے پر پریشانی سے اسے دیکھتے بولی

مر تسم نے اسکے ہاتھ تھامتے اسکا رخ آئینے کی طرف موڑتے پیچھے سے اسکے گرد حصار باندھا تھا۔۔

جانم رات میں ایک ظالم پری نے اپنے ناخنوں سے تشدد کیا ہے۔۔
وہ اسکے کندھے پر تھوڑی ٹکائے معصومیت سے بولا۔۔ انکھوں میں واضح شرارت تھی۔۔

عینا نے پہلے تو حیرانگی سے اسے دیکھا۔۔ اسکی بات سمجھنے کی کوشش کی لیکن پھر سمجھ آنے پر وہ شرم سے سرخ پڑی تھی۔۔۔۔

کیونکہ وہ بھولی نہیں تھی۔۔ اسکی شدت پر وہ گھبرا کر اسکی پیٹھ پر اپنے ناخن
گاڑھ دیتی یا پھر غصے میں دانتوں سے کاٹ دیتی۔۔
اسنے سر جھکاتے نظریں چرائے تھیں۔۔
مرتسم کا جاندار قہقہہ گونجا تھا۔۔
شاہ۔۔ عینا اسکے قہقہہ لگانے پر اسکے بازو پر مکا جھڑ گئی۔۔

اسکے ان معصوم سے بدلوں پر اسے ابھی تک اپنی گردن اور پیٹ پر میٹھی سی
چبھن محسوس ہو رہی تھی۔۔ ایک سرور سا چھایا ہوا اتھارگ و جان پہ۔۔
ا۔ اپ کچھ لائے تھے میرے لیے۔۔ وہ جلدی سے بات بدلتی بولی۔۔
مرتسم نے اثبات میں سر ہلاتے اسے چھوڑتے سامنے پڑے چھوٹے سے
بوکس کو اٹھایا۔۔

اسنے بوکس کھولا تو اسمیں سے کانچ کی رنگ برنگی چوڑیاں کھنکیں تھیں۔۔
عینا کا چہرہ کھل اٹھا۔۔

یہ بہت پیاری ہیں شاہ۔۔ وہ بے ساختہ چوڑیوں کو ہاتھ سے چھوتی بولی تھی۔۔

اسکے چھونے پر چوڑیاں کھٹکھٹکیں تھیں۔
چوڑیوں کے کھٹکھٹنے پر وہ کھلکھلا پڑی۔۔

مر تسم نے مبہوت ہو کر اسے دیکھتے بے ساختہ ہی ماشاء اللہ کہا تھا۔
مجھے آپکی سونی کلائیاں نہیں پسند عینا۔۔ اس لیے آئیندہ کبھی انہیں خالی مت رکھئے گا۔۔

وہ نرمی سے اسکی نازک کلائیوں پر لب رکھتا بولا۔۔

عینا نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔۔

جانے اسے کس نیکی کے بدلے یہ شخص ملا تھا۔۔ وہ بس سوچ کر رہ گئی۔۔

میں نیچے جا رہا ہوں۔۔ اپ فریش ہو کے آجائیں۔۔ پھر ساتھ میں ناشتہ

کرتے ہیں۔۔ وہ شرٹ پہنتا بولا تھا۔۔

ناشتے کے بعد میں آپکو احمد ولا چھوڑ آؤں گا۔۔

اسکے ماتھے پر لب رکھتے وہ باہر کی جانب بڑھ گیا۔

عینا اسکی پشت دیکھتی مسکرا کر ایک نظر ان چوڑیوں کو دیکھتی فریش ہونے چلی گئی۔۔



ناشتے کے بعد مرتسم اسے احمد ولا چھوڑنے چلا گیا۔
گھر کے سامنے گاڑی روکتے اسنے لب چباتی عینا کو دیکھا۔

انہوں۔۔ وہ بے ساختہ ہی اسکے لب آزاد کرتے اسے ٹوک گیا۔
پریشان مت ہوں۔۔ میں ولی سے بات کر لوں گا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے
آپکو اپنے پاس لے آؤں گا۔ منکوحہ نہیں بیوی بنا کے۔۔ وہ نرمی سے بولا۔
عینا نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے سر ہلایا تھا۔

میری جان کیوں پریشان ہو رہی ہیں۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔ بس اب ولی سے
بات کرنی ہے۔۔ مر تسم اسکی آنکھوں میں ابھرتی نمی کو دیکھ بے ساختہ ہی
اسے خود میں بھینچ گیا۔۔

شاہ مجھے ایک ڈر سالگ رہا تھا۔۔ پتا نہیں کیوں عجیب عجیب سے خیالات
آ رہے ہیں۔۔ وکہ اسکے سینے میں منہ دیے رندھے لہجے میں بولی۔۔
مر تسم نے اسکے سر پر بوسہ دیا۔۔

کچھ نہیں ہو گا شاہ کی جان۔۔ شاہ پر بھروسہ رکھیں۔۔۔۔ بس کچھ دیر کی
بات ہے۔۔

مر تسم نے اسکا چہرہ سامنے کیا۔۔

اور رہی بات خیالات کی تو آپ بس مجھے سوچیں۔۔ ہماری آنے والے زندگی
کو۔۔ کسی اور خیال کو اپنے زہن میں آنے ہی نادیں۔۔

وہ نرمی سے اسکے گال سہلاتے بولا تھا۔

اگر پھر بھی کوئی خیال آئے تو گزری رات کے لمحات یاد کر لیجیے گا۔ یقین
جانے پھر کوئی خیال نہیں رہے گا اپکو۔ وہ اسکے ماتھے سے ماتھاٹکاٹے گھمبیر
لہجے میں بولا۔۔۔

عینا اسے گھور بھی ناسکی۔

آپ اتنے بے شرم کب سے ہو گئے ہیں۔ وہ اسے گھور کر پیچھے ہوئی
تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ گاڑی کا دروازہ کھولتی مرتسم نے اسکا ہاتھ پکڑتے روکا۔
کیا ہوا۔ وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

اللہ حافظ تو بول دیں۔۔ وہ اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتا اسے نظروں
میں بھرتا بولا تھا۔

عینا مسکرائی۔ اوکے اللہ حافظ۔ وہ مسکرا کر بولی۔

مر تسم اسکی معصومیت پر نفی میں سر ہلا گیا۔

ایسے تھوڑی اللہ حافظ بولتے ہیں۔

پھر۔۔ وہ ابھی۔۔

ایسے بولتے ہیں۔۔ مر تسم اسے سمجھنے کا موقع دیے بغیر اس کے لبوں پر جھکا تھا۔

وہ اس کے اچانک جھکنے پر ساکت ہوئی تھی۔

مر تسم اس کے نچلے لب پر دانتوں کا داؤڈالتے پیچھے ہوا۔

یہ بھی کوئی ملن تھا۔۔ وصل کے لمحات اور اتنے تھوڑے۔۔

وہ اس کے بھگے لبوں کو اپنے انگوٹھے سے سہلاتا۔ گھمبیر لہجے میں بولا۔

جبکہ عینا اس کے اپنے لبوں پر تشدد سے ہی ہل کر رہ گئی۔

وہ ابھی گزری رات کو ابھی تھوڑا بول رہا تھا۔۔ جبکہ وہ تو گزر جانے پر ہی

شکر کر رہی تھی۔۔۔

مجھے لگتا تھا آپ شریف ہیں۔۔ لیکن اب تو آپ مجھے پیدائشی بے شرم لگتے ہیں شاہ۔۔

وہ اچانک اسکے گردن پر دانت گاڑھتی بولی تھی۔۔

اگلے ہی پل مرتسم ابھی سمجھ بھی ناسکا لیکن وہ گاڑی سے باہر نکلتے اندر کی جانب بھاگی تھی۔۔

مرتسم اسکے یوں بھاگنے پر ہلکا سا ہستا تھا۔۔

اسنے انگلیوں کے پور کو گردن پر بنے دانتوں کے نشان پر سہلایا۔۔ ایک میٹھا سادرداٹھتا محسوس ہوا تھا۔۔

شرٹ کا کالر ٹھیک کرتے اسنے گاڑی سٹارٹ کہ تھی۔۔ گہری مسکراہٹ اسکے لبوں پر احاطہ کیے ہوئے تھی۔۔

یہ کیا بات ہوئی فری۔۔ تم ایسے کیسے جاسکتی ہو۔۔ وہ خفگی سے اسے دیکھتا
بولا۔۔

فریحہ نے بے چاری نظروں سے اسے دیکھا۔۔

عارض میری ساری فرینڈز جارہی ہیں۔۔ اور اس میں برائی ہی کیا ہے۔۔
برائی اس میں نہیں رات میں ہے۔۔ تم لوگوں دن میں کوئی پلان بنا لو۔
تمہیں پتا ہے نا کراچی کے حالات کتنے خراب ہیں۔۔ وہ ابکی بار سنجیدگی سے
بولا۔۔

فریحہ کی فرینڈ کی برتھڈے تھی جو اسنے اپنے فارم ہاؤس رکھی تھی جو کافی
دور تھا۔۔

لیکن عارض کو اسکے رات میں اکیلے جانے پر اعتراض تھا۔۔
عارض پلینز نا۔۔ مسینے بابا سے بھی اجازت لے لی ہے اور ویسے بھی میں اکیلی
تھوڑی جاؤں گی۔۔

وہ معصومیت سے اسے دیکھتے بولی۔۔

اچھا ٹھیک ہے تم مجھے واپسی پر خود پک اپ کر لینا۔ فریحہ اسے کچھ رضامند دیکھتی بولی۔

ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔ لیکن میرے آنے سے پہلے وہاں سے نکلنا مت۔ وہ سختی سے بولا تو وہ شرافت سے ہاں میں سر ہلا گئی۔

ٹھیک ہے اب کچھ کھلاؤ گے ابھی تو نہیں جا رہی نا میں۔ وہ شرارت سے بولی تو وہ ہنس دیا۔

اچھا چلو۔ وہ دونوں ریسٹورینٹ کی طرف بڑھ گئے۔



عالم آج پھر لائبریری آیا تھا۔ اسی امید سے کہ شاید وہ اسے آج یہاں مل جائے۔

آدھے گھنٹے سے وہاں کھڑے انتظار کر رہا تھا۔

جب وہ اسے دکھائی دی۔۔۔ وہ لائبریری کے ایک کونے میں بیٹھی انہماک سے کسی کتاب کر جھکی ہوئی تھی۔۔

عالم اسکے قریب جاتا نا محسوس انداز میں اسکے قریب بیٹھا تھا۔۔
نورین نے چونک کر اسے دیکھا۔۔۔

اپ۔۔ اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔
عالم بھی چونکنے کہ اداکاری کرتا حیران ہوا تھا۔۔
ارے آپ یہاں۔۔۔ وہ مسکراتا بولا تھا۔۔

میں تو روز یہاں آتی ہوں۔۔ وہ سنجیدگی سے بولی۔۔

آپکو بکس پڑھنے کا شوق ہے۔۔ عالم بات بڑھانے کو بولا۔۔

جی۔۔ وہ مختصر سا جواب دیے پھر سے بک پر جھک چکی تھی۔۔

مجھے بھی بہت شوق ہے بکس کا۔۔ وہ اس سے ایسے بات کر رہا تھا جیسے دونوں

بہت پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔۔

اچھی بات ہے۔۔ وہ سادگی سے بولی۔۔

ویسے کیا سٹوری ہے اس بک کی۔۔ وہ اب کتاب کی طرف دیکھتا بولا۔۔ اسے
بس بات کرنے کا بہانہ چاہیے تھا۔۔

نورین نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر بک کے متعلق بتانے لگی۔۔
وہ کافی انہماک سے اسے سٹوری بتا رہی تھی۔۔

جبکہ عالم کی نظریں کبھی اس کے چہرے کا طواف کرتی تو کبھی ہاتھوں پر ہوتی
جنہیں ہلا ہلا کر وہ اسے سمجھا رہی تھی۔۔ وہ مسکرا دیا۔۔

نورین نے چونک کر اسکی مسکراہٹ دیکھی۔۔

میرے خیال میں مجھے اب چلنا چاہیے۔۔ وہ بات وہیں چھوڑتی سنجیدگی سے
بولتی جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اتنی جلدی۔۔ عالم اسکے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔۔

نورین نے اسے گھورا۔۔

نہیں میرا مطلب سٹوری آدھی رہ گئی نا۔۔ وہ گڑ بڑاتا بولا۔۔

پھر کبھی۔۔ وہ سنجیدگی سے بولتی آگے بڑھ گی۔۔

پھر کبھی مطلب دوبارہ ملنے کی امید دے رہی ہیں۔۔ وہ چمکتی آنکھوں سے

بولا۔۔ جبکہ نورین سر جھٹکتی آگے بڑھ گی۔۔

عالم نے مسکراتی نظروں سے اسکی پشت دیکھی۔۔

جانے کیوں سب کچھ جاننے کے بعد بھی وہ اسے اپنے زہن سے نکال نہیں

پارہا تھا۔

امن اور عارض کا معاملہ الگ تھا۔۔

لیکن ان سب میں نورین ناتوا کوئی قصور نہیں تھا۔۔

بلکہ وہ بھی کنگ کے ہاتھوں برباد ہوئی تھی۔۔

وہ اسکے جانے کے بعد خود بھی آگے بڑھ گیا۔۔



ماما آپکو لگتا ہے انکے رشتے میں یہ قدم ٹھیک ہے۔۔

ماہم اپیانے سنجیدگی سے ماما کو دیکھتے پوچھا۔۔

شائید۔۔ جس نازک وقت سے انکارشتہ گزر رہا ہے۔۔ مجھے لگتا ہے یہ قدم
ٹھیک ہے۔۔ ماما کسی گہری سوچ میں گم بولی تھیں۔۔

مر تسم نے سبکو زینی کے بارے میں بتایا تھا کہ زینی کے ساتھ کچھ لڑکوں نے
بد تمیزی کی تھی لیکن قسمت سے مر تسم نے زینی کو دیکھ لیا تھا۔۔

اسنے اسے بچا لیا لیکن اسکے کپڑے پھٹنے کی وجہ سے مر تسم کو مجبور اپنی شالا
سے دینی پڑی۔۔

اسنے عینا کو بھی یہی بتایا تھا۔۔ اور یہی حقیقت تھی۔۔
اس لیے اب سب بے فکر ہو گئے تھے۔۔



سچ میں ولی اپ سچ بول رہے ہیں۔۔ وہ خوشی سے چیخی تھی۔۔
ولی نے ہاں میں سر ہلا دیا۔۔

واو۔۔ ولی مطلب آپکی شادی ہوگی۔۔ زہرہ میری بھابھی بنے گی۔۔
میرے بھائی کی شادی وہ اسکا بازو تھا متی خوشی سے اچھلتی بولی تھی۔۔
ولی اسکی بے قراری پر ہنس دیا۔۔

کل جب وہ گھر آیا تھا تو عینا کے پرسکون مسکراتے چہرے کو دیکھ وہ اندر تک
سرشار ہوا تھا۔۔

عینا نے اسے زین کے متعلق سب بتا دیا تھا۔۔

وہ بظاہر تو بہت خوش تھا لیکن اسنے ظاہر ناہونے دیا۔۔ کیونکہ زین کے بارے
میں جاننے کا اسکا بھی حق تھا آخر کو وہ بھی دوست تھا اسکا۔ اس لیے اب وہ
ابھی بھی مرتسم سے بات کرنے کو راضی نا تھا۔۔

اسنے عینا کو صاف صاف کہ دیا تھا کہ وہ بھی اسکا سالہ ہے تگڑی کاناچ نچوائے
گا اسے۔۔

عینا اسکی بات ہر ہنس دی۔۔

اور اب ولی نے اسے زہرہ کے گھر رشتہ لے جانے کا کہا تھا۔

کیونکہ اسکے سمجھانے کے باوجود زہرہ میڈم کا ایک اور رشتہ آچکا تھا۔

اس لیے وہ اب اسکی عقل ٹھکانے لگانے کی ٹھان چکا تھا۔

ولی کے گھر والے تو تھے ہی نہیں۔۔ وہ اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹھا تھا۔ لیکن

اسکے ماں باپ ایک ایکسیڈینٹ میں وفات پا چکے تھے۔

ماں باپ کے بعد اسکے خاندان والوں نے اسکی ساری پر اپرٹی ضبط کر کے اسے

در بدر کر دیا۔

ایسے وقت میں مرتسم اور ارسل نے اسکا ساتھ دیا تھا۔ اسکی فیس اور رہائش

میں ہیلپ کی تھی اور آج وہ خود ایک بہت بڑا شیف تھا۔ جسکا نام ہر ایک

جانتا تھا۔

اسکے بہت جگہ پہ ریسٹورینٹ تھے۔

اسنے شاہ ولا میں بھی سب سے بات کر لی تھی۔

کل ماما لوگ اسکا رشتہ زاہرہ کے لئے لے جانے والے تھے۔۔ اسے بہت
شدت سے انتظار تھا کل کا۔۔ زہرہ کے ریتنگشن کا۔۔

تمہارے کسے بل تو میں بہت اچھے سے نکالوں گا۔۔ وہ اسے سوچتا زیر لب
مسکرا دیا۔۔



آرہی ہوں صبر کرو۔۔ وہ دروازے پر ہوتی مسلسل دستک کر جھنجھلا گئیں۔۔
ارے کون ہے جسے صبر نہیں۔۔ سامنے شاہ ولا کے افراد کو دیکھتے انکی بولتی بند
ہو گئی۔۔

آپ لوگ۔۔ وہ حیران پریشان سی انہیں دیکھنے لگیں۔۔

اسلام و علیکم!! بی جان نے ہی پہلی کی تھی۔۔

و۔ و علیکم و سلام!! آئیے نا۔۔ وہ ہڑبڑاتی جلدی سے سائیڈ ہو گئیں۔۔

چھوٹے سے گھر کے سامنے بڑی گاڑیاں رکتے دیکھ محلے والے آنکھیں پاڑے
باہر کھڑے دیکھ رہے تھے۔۔

کون آیا ہے۔۔ زہرہ کے بابا باہر آتے بولے۔۔ لیکن زہرہ کی ماں کی طرح
انکی بولتی بھی اچانک بند ہوئی تھی۔۔

مہمان آئے ہیں زاکر۔۔ کیا بن بلائے مہمان نہیں چاہیے۔۔ عالم بابا
مسکراتے بولے تھے۔۔

سو بسملا سائیں۔۔ وہ خود پر قابو پاتے بمشکل بولے تھے۔۔

ورنہ دل انجانے خدشوں سے دھڑکا تھا انہیں یہاں دیکھ۔۔

اسلام و علیکم!! سب سے آخر میں اندر آتی عینا نے سلام کیا تو طاہرہ زہرہ کی
ماں نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

واسلام ارے عینا بیٹی بھی آئی ہے۔۔ وہ مسکرا کر اسے دیکھتی بولیں۔۔

کیسی ہیں انٹی۔۔ وہ ان سے پیار لیتی نرم مسکراہٹ سے بولی۔۔

اللہ کا کرم ہے بیٹی او بیٹھو۔۔ وہ تو پریشان ہی ہو گئیں تھی اچانک سے۔۔
ان سب کی کیا ضرورت تھی۔۔ ملازموں کو ڈھیر سارے تحفے مٹھائیاں
وغیرہ لے کر آتے دیکھ وہ بے ساختہ بولی تھیں۔۔

ضرورت تھی تو لے کر آئے ہیں۔۔

بی جان جھڑک کر بولیں تو وہ چپ ہو گئیں۔۔

زا کر آج میں تمہارے پاس سے کچھ مانگنے آئیں ہوں۔۔

تھوڑی دیر گپ شپ کے بعد بی جان اصل موضوع کی طرف آتی بولیں
تھیں۔۔

مجھ غریب سے کیا چاہیئے آپ کو بی جان۔۔ وہ ہچکچاتے بولے تھے۔۔

ارے تم غریب نے ہی تو قارون کا خزانہ چھپا رکھا ہے اپنے پاس۔۔ حسنے

ہمارے بیٹے کا چین و قرار لوٹ لیا ہے۔۔

عالم بابا ہنس کر بولے تو وہ چونک گئے۔۔

میں سمجھا نہیں سائیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔۔ زا کرنے سنجیدگی سے کہا۔۔

زا کر بھائی اصل میں ہم آپسے زہرہ کے سلسلے میں آئے ہیں۔۔
مامانے ہی بات شروع کی۔۔

جی کیا مطلب۔۔ ابکی بار زہرہ کی مامانے پوچھا تھا۔۔

مطلب سیدھا ہے۔۔ ہم اپنے ولی کے لئے تمہاری بیٹی زہرہ کا ہاتھ مانگنے آئے
ہیں۔۔

بی جان نے سنجیدگی سے کہا تو وہ دونوں چونک کر ایک دوسرے کو دیکھنے
لگے۔۔

باقی سب خاموشی سے انہیں دیکھنے لگے۔۔

دیکھو بھی زاکر ولی تم لوگوں کے سامنے ہی ہے۔۔ ماشاء اللہ سے خوبصورت
گبرو جوان ہے۔۔ اپنا کماتا ہے۔۔ عزت ہے شہرت ہے اپنا گھر مال ہے۔۔
عالم بابا نے ساری بات کھول کر انکے سامنے رکھ دی۔۔
لیکن ولی سائیں۔۔ زاکر ہچکچا گیا۔۔

کیا بات ہے زا کر بھائی کوئی بات ہے کیا۔۔ ولی آپکو پسند نہیں۔۔ ماما نے
چونک کر پوچھا تھا۔۔

نہیں بڑی بی بی ایسی بات نہیں اصل میں ہماری زہرہ کو تو اپنے دیکھا ہے
نا۔۔ ہمارے لیے تو وہ سب سے بڑھ کر ہے۔۔ لیکن آپ جانتے ہیں سارے
خاندان والے اسے سانولی ہونے اور تو اور ہماری غربت کی وجہ سے ٹھکرا چکے
ہیں۔۔

کم جانتے ہیں کہاں ولی سائیں اور کہاں ہم۔۔

وہ سنجیدگی سے بول رہے تھے جب عالم بابا انہیں ٹوک گئے۔۔

زا کر کھل کر کہوں کیا کہنا چاہتے ہو۔۔

میں بس اتنا چاہتا ہوں سائیں کہ میری بچی کی زندگی بعانوں اور کم مائیگی کی

نظر نا ہو۔۔ وہ سنجیدگی سے بولے تو بس نے شکر کا سانس لیا۔۔

اسکی تم فکر مت کرو زاکر کیونکہ وہی نے ہی اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔۔ وہ خود زہرہ کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہے اپنی ہمسفر بنا کر۔۔ بابا مسکراتے لہجے میں بولے۔۔

کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔۔ زاکر نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔۔ ایک منٹ انکل ابھی کوئی کچھ کہتا کہ عینا چانک سے بولی تھی۔۔ اسنے سبکو خاموش رہنے کا اشارہ کرتے کسی کو فون ملاتے سپیکر پر ڈالا تھا۔۔ ہیلو۔۔ اسکے ہیلو کہتے ہی آگے والا بنار کے شروع ہو چکا تھا۔۔ ہیلو عینا کیا کوا۔۔ ہاں کر دی نا انکل نے۔۔ دیکھ جواب ہاں میں ہی لانا۔۔ میں زہرہ کو کسی طور پر نہیں کھو سکتا اور ہاں۔۔ نکاح کی ڈیٹ پکی کر کے آنا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔۔

اگر کوئی مسئلہ ہوا تو مجھے بتا دینا میں خود آ جاؤں گا۔۔ وہ بنار کے بول رہا تھا۔۔

ہیلو عین سن رہی ہو۔۔ وہ اچانک بولا۔۔

جی جی بھائی سب ٹھیک ہے میں بعد میں بات کرتی ہوں آپسے۔۔ وہ جلدی سے کہتی فون کر کر گئی۔

سب نے ہی اس کے بے چین لہجے کو محسوس کیا تھا۔۔

زہرہ کے والدین بھی اب مطمئن تھے انہیں کیا اعتراض تھا۔۔

لیکن میں ایک بار زہرہ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔۔ زاکر بولے تو عالم بابا نے سر ہلا دیا۔۔

انکل اصل میں مجھے کچھ کہنا تھا آپسے۔۔ عینا ہچکچاتے بولی۔۔

جی جی بولو نیچے۔۔ وہ نرمی سے بولے۔۔

اکیلی بھائی چاہتے ہیں کہ زہرہ کو نابتایا جائے کہ اس کے لئے ولی کا رشتہ آیا

ہے۔۔ امی مین آپ اسے یہ کہہ کے پوچھ لیں کہ رشتہ آیا ہے آپ کے کسی

دوست یا رشتہ دار کا۔۔

پلیز۔۔ وہ معصومیت سے بولی۔

زاکر صاحب کچھ دیر سوچتے رہے پھر سر ہلا دیا۔۔

تھینکیو انکل۔۔ وہ خوشی سے بولی۔۔

خیال رکھنا زاکر ہمیں جواب ہاں میں چاہیے۔۔

عالم بابا نے کہا تو وہ مسکرا کر انشاء اللہ کہ گئے۔۔

اب اجازت دو اگلی بار نکاح کی تاریخ کے لئے آئیں گے۔۔ بی جان بولیں تو
سب اٹھ کھڑے ہوئے۔۔

ارے ایسے کیسے آپ لوگ کھانا تو کھا کر جائیں۔۔ زہرہ کی ماما جلدی سے
بولیں۔۔

نہیں بہن اب کھانا تو ہم اگلی بار ہی کھائیں گے۔۔ ماما نے کہا تو وہ بس مسکرا
دیں۔۔

وہ سب ایک امید لے کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔۔



عینا واپسی پر قبرستان گی تھی۔۔

آج وہ انوشے کے قبر پر روی نہیں تھی۔ کہ ایک مسکراہٹ سے اس سے باتیں کرتی رہی۔۔

کیونکہ کورٹ نے انکا کیس ایکسیپٹ کر لیا تھا۔۔ انج سے پورے ایک ماہ بعد کی پہلی ہیرینگ تھی کورٹ کی۔۔

ابھی اسنے واپسی کے لئے قدم بڑھائے ہی تھے کہ اسے دور کہیں دبی دبی سسکیوں کی آواز سنائی دی۔۔

وہ ٹھٹھک کر روکی۔۔ یہ آواز۔۔ وہ اس آواز کو پہنچانتی تھی۔۔

اسنے چار و طرف نظریں گھمائیں۔۔ قبرستان کے آخری کونے پر اسے ایک ہیولہ ساد کھا۔۔

وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں اس آواز کی طرف بڑھتی گی۔۔

جیسے جیسے وہ قریب ہوتی جارہی تھی۔۔ سسکیوں کی آواز اونچی ہوتی جارہی تھی۔۔

بلا آخر اسکے قریب پہنچ کر وہ جان گی تھی کہ یہ اسکا وہم نہیں یہ سچ تھا۔
وہ کسی قبر پر سر رکھے رو رہا تھا۔

عینا کی نظر اس قبر کے قصبے پر گی۔۔ جہاں ملک ابراہیم پاشا لکھا ہوا تھا۔
اسنے گہری سانس بھری۔

امن۔۔ اہستہ سے اسے پکارتے وہ اسکے قریب بیٹھی۔۔
امن کا ہلتا وجود ساکت ہوا۔۔ اسنے ایک جھکٹے سے سراٹھاتے اسے دیکھا۔۔
جبکہ اسے دیکھ بے ساختہ ہی اسکا دل پسچا تھا۔۔

آنسوؤں سے تر چہرہ، سرخ آنکھیں چہرے پر بچوں کی سی بے بسی تھی۔۔
امن نے اسے دیکھتے سرعت سے چہرہ صاف کیا تھا۔۔

کچھ دیر تک دونوں میں خاموشی چھائی رہی جسے امن کی بھاری آواز نے توڑا
تھا۔۔

میرے بابا بہت پیار کرتے تھے مجھ سے اتنا کہ شاید کسی باپ نے اپنے بیٹے
سے کیا ہو گا۔۔

وہ ایک سیکینڈ بھی مجھے اپنی نظروں سے دور نہیں کرتے تھے۔۔
اس دن پہلی بار میں ضد کر کے گھر رک گیا اور اسی دن وہ ہمیشہ کے لئے
میری نظروں سے دور ہو گئے۔۔

وہ بھاری آواز میں بولتا عینا کا دل دھڑکا گیا۔۔

اسکے لہجے میں اتنا درد تھا کہ وہ بے چین ہوا اٹھی۔۔

ہر انسان اللہ کی امانت ہے امن۔۔ ایک نا ایک دن تو ہر کسی کو جانا
ہے۔۔ جب اسکی موت لکھی ہوگی۔۔ وہ دھیمے لہجے میں بولنے لگی۔۔
پہلے پہل میں بھی اللہ سے شکوہ کرتی تھی لیکن آہستہ آہستہ سمجھ آ گیا موت تو
برحق ہے ہم سوائے صبر اور کچھ نہیں کر سکتے۔۔ وہ اسے دیکھتی بولی تھی۔۔

لیکن میرے پاس انکے علاؤہ اور کوئی تھا بھی نہیں۔۔ مجھ سے کیوں چھیٹن لیا
انہیں۔۔ انکے بعد آج تک میں سکون کی تلاش میں پھرتا ہوں کبھی ملا ہی
نہیں۔۔ وہ بچوں جیسے بولا۔۔

عینا کو بے ساختہ اس پر رحم آیا۔۔

اللہ نے ہر کسی کے لئے بہتر سوچا ہوتا ہے امن۔۔ اور تمہارے پاس اللہ تو تھا
نا۔۔ اور رہی بات سکون کی تو وہ تو اس دنیا میں خدا کے علاؤہ کسی پاس
نہیں۔۔ تم اس سے مانگو وہ دے گا تمہیں۔۔ وہ ہولے سے مسکراتی بولی
تھی۔۔

نہیں وہ نہیں دیتا یہ نے بہت مانگا اس سے وہ نہیں دیتا اب نہیں مانگوں گا کبھی
نہیں۔۔ وہ ضدی لہجے میں بولا۔۔

ایک آخری بار مانگ کر دیکھو کیا پتلا مل جائے۔۔ وہ جو تمہارے لیے ہو

تمہارے حق میں بہتر ہو۔۔ وہ آہستہ سے بولتی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

اور ہاں اگر کوئی انسان دل دکھائے تو اسکی شکایت رب سے کرنی چاہیے وہی
اسکا بدلہ لے گا نہ کہ رب سے۔۔۔

کیونکہ ہم نے امید انسان سے لگائی ہوتی ہے جبکہ دل ٹوٹنے پر شکوہ اللہ سے
کرتے ہیں۔۔ وہ کہتی وہاں سے جا چکی تھی۔۔

وہ جانے اسے کیا سمجھانا چاہتی تھی۔۔

لیکن امن سمجھ گیا تھا۔۔ کیونکہ اس دنیا نے اسکا دل توڑا تھا جسکے بدلے وہ خدا
پر سے یقین کھو چکا تھا۔۔

اسکی نظروں سے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔۔

کیا وہ سچ کہتی ہیں۔ اسنے سراٹھاتے آسمان کی طرف دیکھتے دل میں کہا تھا۔۔



آوہو ولی تھوڑا سا تو انتظار کریں وہ لوگ کل تک جواب دے دیں گے۔۔ عینا نے خفگی سے اسے دیکھتے کہا۔۔

وہ تینوں اس وقت ٹی وی لاؤنچ میں بیٹھے مووی دیکھ رہے تھے۔
ولی صاحب کا کہنا تھا کہ ابھی فون کر کے زہرہ کے والدین سے پتہ کرو آخر زہرہ میڈم نے کیا کہا ہے۔۔

عالم اور عینا دونوں اسکی بے تابی پر ہنس دیے۔

اب کل تک کا انتظار کروں۔۔ لیکن جیسے ہی انکی طرف سے جواب آئے فوراً سے نکاح کی تاریخ پکی کروانا تیرا کام ہے۔۔ وہ عینا کو دیکھتے بولا تو اسنے اسے گھورا۔۔

سر جھٹک کر وہ مووی کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔

جب اسکا فون بیپ ہوا۔۔

اسنے بے دھیانی میں فون اٹھاتے میسج اوپن کیا۔۔

کل رات کا بوسہ مٹ گیا ہوگا"

"کہو تو نئے نشان چھوڑ دوں

اسکی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں۔۔

وہ تھک کر میرے سینے سے آگے "

"ہائے میں اس تھکن کے ہزار بار صدقے۔۔

ایک کے ایک بعد ایک میسج آتے جا رہے تھے۔۔

پہلے پہل تو میں اپنی مرضی سے چوموں گا"
" اس کے بعد جہاں سے وہ جس طرح چاہے

پڑھتے ہی اسے بے ساختہ ہی کھانسی کا دورا پڑا۔۔۔
چہرہ بے ساختہ ہی سرخ پڑا تھا۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔ عالم اور ولی دونوں اسکی طرف متوجہ ہوئے۔۔۔
ک۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ وہ پانی کا گلاس لبوں سے لگا گئی۔۔۔

و۔۔۔ ولی مجھ نیند آرہی ہے میں چلتی ہوں۔۔۔ گڈنائیٹ۔۔۔ وہ جلدی سے بولتی
وہاں سے بھاگ گئی۔۔۔

عالم اور ولی اسے دیکھ کر بس کندھے اچکا کر رہ گئے۔۔۔



انتہا کے بے شرم ہو گئے ہیں آپ شاہ۔۔ کمرے میں آتے اسنے فون بیڈ پہ
پھینک دیا۔۔

وہ کل سے ہی اس سے نظریں چراتی پھر رہی تھی۔۔ یہاں تک کہ اسکا فون
بھی نہیں اٹھا رہی تھی جان بوجھ کہ۔۔ کیونکہ مر تسم کل سے اسے بہت تنگ
کر رہا تھا۔۔

ہاہ۔۔ گہری سانس بھرتے اسنے دروازہ لوک کیا ڈوپٹہ صوفے پر پھینکتے وہ
سکون سے بیڈ پہ گری۔۔۔

کچھ ہی دیر میں وہ گہری نیند میں تھی۔۔

رات کا جانے کونسا پہر تھا جب اسے اپنی سانس گھٹتی سی محسوس ہوئی۔۔
یوں جیسے اسکی سانسوں پر کسی اور کی حکومت ہو۔۔

وہ کسمسائی اور مچلی نیند سے بھری آنکھیں کھولتے اسنے خود پر کسی کو جھکے
دیکھا۔۔

جبکہ مرتسم آنکھیں موندیں سکون سے اسکی سانسیں چن رہا تھا۔
عینانے کسمسا کر اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے پیچھے کرنے کی کوشش کی۔
اسکی شدت پر بے ساختہ ہی اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

مرتسم اسکی مزاحمت کم پڑ دیکھ آہستہ سے پیچھے ہوا۔

وہ گہری سانسیں بھرتی نڈھال ہو گئی۔

سانسیں بحال ہونے پر اسنے نم آنکھوں سے خود پر جھکے مرتسم کو دیکھا۔
وہ خفگی سے آنکھیں پھیر گئی۔

جانم۔۔ مرتسم نے مسکراہٹ دباتے اسے دیکھا۔

عینانے کو جواب نہیں دیا۔ پیچھے ہوں۔۔ وہ خفگی سے بولی۔

مگر مرتسم پیچھے ہونے کی بجائے پوری طرح سے اس پر چھا گیا۔

ش۔ شاہ۔۔ وہ گھبرا گئی۔

فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھیں آپ میرا۔۔ اسکی تھوڑی اٹھاتے اسکے

چہرے پر جھک کر پوچھا۔

آپ مجھے تنگ کرتے ہیں شاہ۔۔ وہ معصومیت سے آنکھیں پھیلائے بولی۔
اہہ میرا بچہ تنگ ہوتا ہے مجھ سے۔۔ وہ اسکی توڑی چومتا شرارت سے بولا۔
بہت برے ہیں۔۔ وہ اسکے کندھے پر مکارتی خفگی سے بولی۔
مر تسم ہس دیا۔۔

وہ اس سے دور ہوتا اسکے برابر ابیڈ پر گرا۔

یہاں کیوں آئے ہیں آپ۔۔

وہ اسکے پیچھے ہونے پر اٹھ کر بیٹھتی بولی تھی۔

آپ کو دیکھنے۔۔ وہ سکون سے بولا۔

شاہ کل ہی تو ملے تھے ہم۔۔ آپ سے ایک دن کا بھی انتظار نہیں ہوا۔

وہ ہس کر بولی۔

مر تسم نے اسے دیکھا یک دم اسکی کلائی کھینچتے اسے خود پر گرایا۔

وہ اہہ کرتی اس پر گری۔

سچ میں نہیں ہوا انتظار جانم اور پھر پرسوں رات جو کچھ ہوا اسکے بعد تو بالکل بھی نہیں۔۔

دل مچل اٹھا تھا آپکو دیکھنے کے لئے۔۔
وہ اسکے گلابی ہوتے چہرے سے بال ہٹاتا گھمبیرتا سے بولا۔۔

اسکے ارادوں اور آنکھوں میں چمکتی طلب سے وہ کانپ اٹھی۔۔
وہ دیکھ لیا نا اپنے۔۔ اب جائیں۔۔ نا چاہتے ہوئے بھی اسکا لہجہ لڑکھڑا
گیا۔۔

اسنے پیچھے ہونے کی کوشش کی لیکن مرتسم کی گرفت اسکی کمر پر سخت ہو
گئی۔۔

مجھے اپنے جسم کے انگ انگ سے محبت کرنے دو "

" مجھے قریب تر کرو مجھے بس بہکنے دو

اسکے کان کی قریب جھکتے بھاری لہجے میں سرگوشی کرتے کان کی لو کو دانتوں
میں دبا گیا۔۔
سی۔۔ وہ سسکی تھی۔۔

اب اور انتظار نہیں جانم ولی سے بات کریں مجھے جلد از جلد رخصتی
چاہیئے۔۔ میں ایک پل کی دوری آپ سے برداشت نہیں کر سکتا۔۔
وہ اسکی گردن پر لب رگڑتے مخمور لہجے میں بولا۔۔
ش۔ شاہ پلیر۔۔ وہ بھاری ہوتی سانسوں سے بمشکل بولی تھی۔۔
مر تسم نے کروٹ بدلی۔۔ اور مکمل اسپر چھا گیا۔۔
اب نہیں جانم۔۔ یہ اجازت اپنے خود دی ہے۔۔ اپنا نشہ خود لگایا ہے۔۔ اب
کوئی راہ فرار نہیں۔۔

وہ اسکے کندھے سے شرٹ کھسکاتا اپنے لب رکھتا بولا تھا۔۔

عینا نے مزاحمت کی۔۔

لیکن مرتسم نے زراسا اوپر ہوتے اپنی شرٹ اتارتے بیڈ سے نیچے پھینکی تھی اور پوری شدت سے اسکی ہونٹوں پر جھک گیا۔۔ جبکہ ہاتھ اسکی کمر کو سہلا رہے تھے۔۔

عینا نے غصے سے اسکی نچلے ہونٹ پر کاٹ دیا۔۔ مرتسم نے متبسم ہوتے اسکے چہرے پر اپنی بیئر ڈسہلائی تھی۔۔ وہ سسکا اٹھی۔۔

اسنے کسمسا کر مرتسم کے سینے پر مکے برسائے تھے۔۔ جس سے اسکے ہاتھ میں پہنی چوڑیاں چھنک اٹھیں۔۔ اس خاموشی میں ان چوڑیوں نے الگ ہی دھن بکھیری تھی۔۔ مرتسم اسکی خوشبوؤں میں گہری سانس بھرتا اس پر چھایا تھا۔۔ لیکن اس بار اسکے چھونے کا طریقہ الگ تھا۔۔

وہ بہت نرمی سے اسے چھو رہا تھا۔ اس کے یوں چھونے پر عینا کی مزاحمت رک گئی۔

وہ حلق تر کرتی اسکی گردن میں بازو حائل کر گئی۔

مر تسم گہری مسکراہٹ سے اسکی کمر کے گرد گرفت مضبوط کرتا کسی گھٹا کی طرح اس پر جھکتا چلا گیا۔



اسی اندھیری رات میں جہاں کوئی پر سکون سو رہا تھا۔ وہیں عارض آج اپنے کیے کا انجام بھگتنے والا تھا۔

جو آج تک وہ دوسروں کی عزت کے ساتھ کرتا آیا تھا۔ آج اسکی خود کی جان لبوں پر آئی ہوئی تھی۔

غازی اور میجر عالم کو رات ان لوگوں نے اسرار کر کے اپنے پاس ہی روک لیا تھا۔

ابھی تو فلحال شام تھی۔۔ صبح وہ لوگ حسن بابا کے ساتھ اسلا مباد جانے والے تھے۔

وہ حسن صاحب کے ضد کرنے پر رکا تھا۔

اسے زرنور کی بہت فکر ہو رہی تھی جسکے پاس وہ نوشین اور احمر کی ماما کو چھوڑ آیا تھا۔ کیونکہ زرنور وہاں سے جانے کے لئے راضی نہیں تھی۔۔
ویسے تو اسکے گھر کی سیکیورٹی بہت مضبوط تھی لیکن پھر بھی انجانے سے خدشات تھے۔

وہ جانتا تھا کہ ابھی تک وہ کبھی بھی رات اسکے بغیر نہیں رہی اور اب تو اسکی حالت بھی اتنی نازک تھی تو غازی دن میں بھی زیادہ سے زیادہ کام گھر سے ہی کرتا تھا۔ اس لیے وہ زیادہ فکر مند تھا اس کے لئے۔۔ ابھی تو اتنی رات نہیں ہوئی تھی۔

وہ کھڑکی میں کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا۔۔ جب اسکا فون بجنے لگا۔۔

ہاں احمر بولو۔۔ فون اٹھاتے وہ بولا تھا۔۔

غازی کنگ کا ابھی تک کوئی آتا پتا نہیں۔۔ اس کے خاص سے خاص آدمی بھی لا پتہ ہیں۔۔

پتہ چلا ہے کہ اس کے چھوٹے بھائی نے سب کو قید کر رکھا ہے۔۔ اور کنگ بھی اسی سے ڈر کر بھاگا ہے۔۔

احمر سنجیدگی سے بولا۔۔

آخر ایسا کیا کیا ہے اس نے کہ وہ اپنے ہی بنائے گئے بیسٹ سے ڈر کر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔۔ غازی پر سوچ لہجے میں بولا تھا۔۔

وہی تو میں سوچ رہا تھا پر تم فکر مت کرو میں جلدی پتہ لگوا لوں گا۔۔ احمر مضبوط لہجے میں بولا

ہم ٹھیک ہے۔۔ دھیان رکھنا۔۔ میری امانت تمہارے زمرے ہے۔۔ وہ زر نور کا حوالہ دیتے بولا۔۔

احمر نے اسے بے فکر رہنے کا کہتے یقین دلایا تھا کہ وہ ہر حال میں زر نور کی حفاظت کرے گا۔

غازی اللہ حافظ کہتے فون رکھ چکا تھا۔۔۔ اسے انتظار تھا تو بس صبح کا۔۔



اس دن امن کے جانے کے بعد سے ہی اسے کنگ سے ہر رابطہ ختم کر دیا۔
کنگ کے آدمی کتوں کی طرح اس کے پیچھے پڑے تھے۔
یہاں تک کہ وہ فریحہ تک بھی پہنچ گئے تھے۔
عارضہ جانتا تھا کنگ کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔
اس لیے وہ فریحہ کے لئے بہت پریشان تھا کہ کہیں کنگ کے آدمی اسے کوئی نقصان نہ پہنچ دیں۔ اس نے بار بار فریحہ کو کہا تھا کہ جب تک وہ نا آئے وہ باہر نہیں آئے گی۔

لیکن اسے جاتے ہوئے دیر ہو گئی تھی گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے۔۔
وہ جب تک وہاں پہنچا فریجہ کی دوستوں سے اسے بتایا کہ اسنے کافی دیر اسکا
انتظار کیا۔۔ لیکن جب وہ نہیں آیا تو وہ خود ہی چلی گئی۔۔
عارض نے کتنے ہی فون کر ڈالے لیکن اسکا فون لگ رہی نہیں رہا تھا۔۔
وہ مارا مارا سڑکوں پر اسے ڈھونڈ رہا تھا۔۔ اسنے فریجہ کے گھر کے راستے پر
گاڑی موڑ لی۔۔

فری یار کہاں چلی گئی ہو۔۔ تھوڑا سا اور انتظار کیا ہوتا۔۔
وہ رونے والا ہو گیا تھا۔۔ ابھی وہ آدھے راستے پر تھا جب اسے فریجہ کی کال
آئی۔۔

فری کہاں ہو تم۔۔ کب سے فون کر رہا ہوں اٹھا کیوں نہیں رہی۔۔ مینے منع
کیا تھا نا کہ اکیلے نہیں جاؤ گی۔۔

فون اٹھاتے ہی وہ دھاڑا تھا۔

ع۔ عارض۔۔ فری کی کانپتی آواز پر اسنے جھٹکے سے گاڑی روکی۔۔
فری کیا ہوا۔۔ کیوں رو رہی ہو۔ تم ٹھیک ہونا۔۔ وہ بے چینی سے بولا۔۔

ع۔ عارض کچھ لوگ میرے پیچھے پڑ گئے۔۔
م۔ مجھے نہیں پتا کون ہیں۔۔ پ۔ پلیز تم اجاؤ۔۔ م۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا
ہے۔۔

وہ روتے ہوئے بولی تھی۔۔

ہاں ہاں میں ابھی آتا ہوں۔۔ کہاں ہو تم بتاؤ مجھے۔۔ تم ہو کہاں۔۔ وہ گاڑی
سٹارٹ کرتا بولا تھا۔۔

راستے میں میری گاڑی خراب ہو گئی تھی۔۔ میں ہیلپ کے لئے باہر نکلی تو وہ
لوگ پتا نہیں کہاں سے اگئے۔۔ میں گ۔ گاڑی میں ہوں۔۔ ل۔ لیکن وہ
لوگ میرے اس۔ پاس ہیں۔۔
وہ ہچکیوں سے بولی تھی۔۔

فری ڈرومت میں ابھی آرہا ہوں۔۔ تم اچھے سے گاڑی لوک کر لو۔۔ گاڑی
سے باہر مت انا۔۔ اپنی لوکیشن سینڈ کرو مجھے۔
وہ اسے ہدایت دیتا اسکی بھیجی لوکیشن پر گاڑی ڈال گیا جو یہاں سے دور
سے۔۔

فری فون مت کاٹنا تم مجھ سے بات کرو کچھ نہیں ہوگا۔۔ وہ ریش ڈرائیونگ
کر رہا تھا۔۔

ع۔ عارض وہ لوگ گ۔ گاڑہ کاشیشہ توڑ رہے ہیں۔۔

وہ۔۔ اس کے ساتھ ہی اسے فریحہ کی چیخ سنائی دی تھی۔۔

فری۔۔ وہ چیخا تھا۔۔

فری بولو بات کرو مجھ سے کیا ہوا۔۔ وہ چیخ رہا تھا۔۔

لیکن دوسری جانب اسے فریحہ کی چیخیں اور فریاد سنائی دی۔۔

بلکل ویسی ہی چیخیں جو کبھی ان دونوں کی سن کے اسے سکون ملا تھا۔۔ وہی

آہو فریاد جو انوشے اور مہرنے اس سے کی تھی لیکن اسے رحم نہیں آیا۔۔

اس کے کانوں میں انوشے کی مہر کی چیخیں آہو فریاد گونج رہی تھی۔۔

فری کیا ہو رہا ہے۔۔ وہ تڑپ رہا تھا۔۔

تبھی اسے فریحہ کی دل خراش چیخیں سنی تھیں ورا اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔۔

فری۔۔ فری۔۔ وہ بار اسے فون ملاتا چیخ رہا تھا۔۔ وہ بن پانی کے مچھلی کی طرح
تڑپ رہا تھا۔۔

آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔

یا اللہ اسکی حفاظت کرنا۔۔ بے اختیار اسکے لبوں سے نکلا تھا۔۔
اسکے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے لیکن پھر بھی وہ ریش ڈرائیو نگ کر رہا تھا۔۔



فریحہ نے کافی دیر عارض کا انتظار کیا لیکن جب وہ نہیں آیا تو وہ خود ہی اپنی
گاڑی لے کر اگئی۔۔

راستے میں ہی اسکی گاڑی خراب ہو گئی۔۔ رات ہو گئی تھی اس لیے دور دور
تک اسے کوئی لفٹ نہیں ملی۔۔

اس سے پہلے کہ وہ گاڑی میں دوبارہ بیٹھی کچھ آوارہ لڑکے اس کے قریب اپنی
گاڑی روک چکے تھے۔

وہ اسے لفٹ اوپر کر رہے تھے۔ لیکن فریجہ انکار کرتی اپنی گاڑی میں بیٹھتی کہ
ایک لڑکے نے آگے بڑھتے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔
کہاں چلی جان من آؤ تو سہی۔۔ بہت اچھی خاطر تو واضح کریں گے۔۔ وہ معنی
خیزی سے ہنستے بولا تھا۔
چھوڑو۔۔ فریجہ اسے دھکادیتی گاڑی میں جا بیٹھی۔

گاڑی لوک کرتے اسے کتنی کوشش کی گاڑی سٹارٹ کرنے کی لیکن ناہو
سکی۔۔

اس نے عارض کو فون کیا کتنی ہی دیر بعد مشکل اسکا فون ملا تھا۔

لیکن ابھی وہ عارض سے بات کر رہی تھی کہ وہ لڑکے اسکے گاڑی کا شیشہ توڑتے اسے باہر کھینچ چکے تھے۔۔

چھوڑو مجھے۔۔ وہ خود کو چھڑوانے کی کوشش کرتی چیخی تھی۔۔

چھوڑنے کے لئے تھوڑی پکڑا ہے بے بی۔۔

ایک لڑکا بے باکی سے اسکے بازو پر ہاتھ چلاتا آنکھ و نک کرتا بولا تھا۔۔

پلیز مجھے جانے دو۔۔ وہ منت کرنے لگی۔۔ پھڑ پھڑائی لیکن انکے چنگل سے آزاد نا ہو سکی۔۔

جانے دیں گے بے بی بس ہماری طلب بھجا دو۔۔ دوسرا لڑکا اسکی کمر کو جکڑتا بولا تھا۔۔

خدا کے لئے مت کرو مجھے جانے دو۔۔ پلیز تمہارے گھر بھی ماں بہن ہوگی
جانے دو۔۔ وہ تڑپ تڑپ کر روتی فریاد کر رہی تھی۔۔
خود کو چھڑوانے کی کوشش میں اسکی کمیض سینے سے پھٹ چکی تھی۔۔
وہ چاروں لڑکے وحشیوں کی طرح اس پر جھپٹے تھے۔۔

نہیں۔ پلیز جانے دو۔۔ اسکی چچنیں اس ویرانے میں گونج رہی تھی۔۔
ایسی دلخراش چچنیں جسے سن کے روم روم کانپ جائے۔۔
لیکن وہ حیوانوں کی طرح اسے نوچتے جارہے تھے۔۔



اسے ایک گھنٹہ لگا تھا وہاں تک پہنچنے میں۔۔
فری۔۔ فریحہ کی گاڑی دیکھتے وہ اندھا دھند اس طرف بھاگا تھا۔۔

فری۔۔ کہاں ہو تم۔۔ وہ اسکی خالی گاڑی کو دیکھا چیخا تھا۔۔
اس ویرانے میں اسکی چیخ سکوت کو توڑتی چلی گئی۔۔

وہ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر اسے ڈھونڈنے لگا۔۔
آسمان جو پہلے ہی الوداع تھا وہ زار و قطار برسنے لگا۔۔
وہ بارش کی پرواہ کیے بغیر فری فری کی آوازیں لگاتا وہ ڈھونڈ رہا تھا۔۔
تبھی کچھ دور اسے روشنی سی دکھائی دی۔۔ فری۔۔ وہ چیختا اس طرف بڑھا
تھا۔۔

اسکی چیخ سنتے وہ آوارہ لڑکے فریحہ کے برہنہ وجود کو پھینکتے گاڑی بھگالے
گئے۔۔

فری۔۔ وہ کانپتے وجود سے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔
اپنی جیکٹ اتارتے اسکے اسکے نیم برہنہ وجود پر اوڑھائی تھی۔۔

فری میری جان اٹھو۔۔ فری۔۔ وہ اکسا چہرہ تھپتھپاتا رندھے لہجے میں بولا
تھا۔۔

بارش ان دونوں کو بھگوتی جا رہی تھی۔۔

فری۔۔ وہ بے بسی سے چیخ پڑا۔۔ امن جسے عارض نے ہی فون کیا تھا۔۔
وہ اپنے گارڈز سمیت وہاں پہنچا۔۔

عارض کو یوں چیختے دیکھتے اسے کسی انہونی کا احساس ہوا تھا۔۔

اپنے گارڈز کو وہیں رکنے کا اشارہ کرتے وہ تیزی سے عارض کی طرف بڑھا تھا
۔۔

وہ فریچہ کو خود میں بھینچے چیخ کر رورورہا تھا۔۔

عارض۔۔ عارض۔۔ امن نے اسکا کندھا ہلایا۔۔

ب۔۔ بھائی۔۔ امن کو سامنے دیکھ بھی وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا۔۔

اٹھو چلو اسے ہو اسپتال لے کے جانا ہے۔۔ امن نظریں چراتا بولا تھا۔۔

عارض تیزی سے فریجہ کو اٹھاتا امن کے پیچھے بھاگا تھا۔

ہو سپٹل پہنچتے تیزی سے اسے سٹرچر پر لٹاتے وہ لوگ اندر لائے تھے۔

امن ناجانے اسے کونسے ہو سپٹل لایا تھا جہاں خلاف توقع بغیر پولیس کیس بنا

ناصر فاسے ایڈمیٹ کر لیا گیا بلکہ اسکا ٹریٹمنٹ بھی شروع ہو چکا تھا۔

امن اور عارض باہر بیٹھے تھے۔ امن عارض کو دیکھ رہا تھا۔

جب ڈاکٹر باہر آئی۔

ڈاکٹر۔۔ وہ تیزی سے انکی جانب بڑھا۔

آپ پیشینٹ کے کیا لگتے ہیں۔۔ ڈاکٹر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

منگیترا۔۔ عارض کو کچھ سمجھ نا آیا تو یہی بول دیا۔

مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آپکی منگیترا کا گینگ ریپ ہوا ہے۔

الفاظ نہیں پگھلا ہوا سیسہ تھا جو اسکے کانوں میں انڈیلا گیا۔

انکی حالت بہت نازک ہے ہمیں نہیں لگتا وہ بچ پائیں گی۔۔۔ باقی خدا پہ
بھروسہ رکھیں۔۔۔ وہ بہتر کرنے والا ہے۔۔۔
وہ وہ افسوس سے اسے کہتی جا چکی تھیں۔۔۔

عارض گھٹنوں کے بل وہاں گرا تھا۔۔۔ امن بس خاموشی سے اسے گھور رہا
تھا۔۔۔

اسنے نا آگے بڑھ کے اسے حوصلہ دینا اٹھایا۔۔۔

جبکہ عارض ساکت سا ایک نکتے کو گھور رہا تھا۔۔۔ م۔۔۔ میرے کیے کی س۔۔۔ سزا
اسے کیوں ملی۔۔۔ وہ بڑ بڑایا تھا۔۔۔

کیونکہ وہ تم سے منسلک تھی۔۔۔ اور تمہیں بہت پیاری تھی۔۔۔

امن دھیمے لہجے میں کہا تھا۔

میرا کیا گناہ اسے کیوں کھا گیا۔۔ س۔ سزا مجھے ملنی چاہیے تھی۔۔ وہ۔ وہ
کیوں۔۔ وہی کیوں۔۔ وہ چیخ پڑا۔

سزا تمہیں ہی ملی ہے عارض۔۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ سچ کہتی ہیں خدا بہتر
انصاف کرنے والا۔

لیکن افسوس کہ تمہارے گناہ کی بھینٹ ہو معصوم وجود چڑھ گیا۔
امن عینا کی کہی گئی بات یاد کرتا بولا تھا۔

عارض نے فریحہ کے ماں باپ کو فون کر دیا تھا۔

امن انہیں آتے دیکھ خاموشی سے وہاں سے چلا گیا۔

جبکہ عارض اسکی باتوں کے زیر اثر یک ٹک آسمان کو دیکھ رہا تھا۔

وہ اسے کہنا چاہتا تھا بھائی مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جائیں لیکن وہ کہہ ناسکا۔
اسکا دل و دماغ سن ہو رہا تھا۔

اسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ خدا سے اسکی خدائی سے۔ اسکے انصاف
سے۔

اسنے تو سنا تھا کہ خدا رحیم ہے رحیم و کریم ہے۔
لیکن یہاں سے آج پتا چلا تھا کہ اگر اسکے رحم سے کوئی نہیں بچتا تو اسکے
غضب سے بھی کوئی نہیں بچ سکتا۔



ال۔ ال۔ ال۔ (اللہ) وہ اس وقت ہو اسپتال کے گرائونڈ میں سر جھکائے بیٹھا
تھا۔

جب اسکے ہونٹوں سے ٹوٹ کر اہرہ نکلی تھی۔۔

ا۔ اللہ۔۔ اسکے لب ہلے تھے۔۔

م۔ میں معافی ک۔ کے ل۔ لائق ن۔ نہیں۔۔ ل۔ لیکن اسکی س۔ سزا اس
م۔ معصوم سے کیوں لی۔۔

ا۔ اس۔ میں ا۔ اسکا توک۔ کوئی قصور ن۔ نہیں تھا۔۔

رب کسی بے گناہ کو سزا نہیں دیتا۔۔ اسنے جھٹکے سے سراٹھایا۔۔ سامنے اسکا
اپنا عکس کھڑا تھا۔۔

وہ یک ٹک خود کو دیکھے گیا۔۔

یاد کرو عارض فریحہ تم جتنی نہیں تو تم سے کم بھی قصور وار نہیں ہے۔۔
اسکا عکس طنزیہ بولا تھا۔۔

وہ جانتی تھی تمہارے ماضی سے وہ جانتی تھی کہ تمنے ریپ کیا ہے۔۔

وہ جانتی تھی تمہاری اصلیت سے وہ جانتی تھی تم زانی ہو تم قاتل ہو۔۔ اسکا
دوسرا عکس اسکے سامنے کھڑا چلایا تھا۔

پھر بھی وہ بجائے تمہیں سزا دلوانے کے تمہارے ساتھ کھڑی رہی کیوں
عارض۔۔ یاد ہے نا وہ دن۔۔

پہلا عکس اسے کچھ جتنا بولا تھا۔۔

عارض کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر چلنے لگا۔



یہ ان دونوں کی بات تھی جب فریحہ اپنی دوستوں کے ساتھ مری ٹرپ گئی
تھی۔۔

جب عارض بھی اپنے دوستوں کے ساتھ اسکے پیچھے ہی چلا آیا تھا۔۔ اسے
تنگ کرنے کے لئے۔

جس پہ وہ اس سے بہت ناراض ہوئی تھی۔۔

لیکن عارض نے اسے منالیا تھا۔۔

انکامری میں آخری دن تھا جب وہ لوگ ایک ریسٹورینٹ میں لہجہ کر رہے تھے۔۔

عارض کو دیکھتے جب وہاں بیٹھی ایک لڑکی اچانک عارض کو دیکھتی اس پر جھپٹ پڑی۔۔

تھپڑ، گالیاں، بدعائیں وہ چیخ چیخ کر سب کو اپنی طرف متوجہ کر گئی۔۔
عارض اور فریجہ تو بوکھلا ہی گئے تھے۔۔ بمشکل اس لڑکی سے عارض کو چھڑوایا تھا۔۔

وہ منزہ تھی اسکی بہن کنزہ کے ساتھ امن کافی عرصے تک ریلیشن میں رہا)
لیکن وہ شادی سے پہلے اس سے فریجہ نہیں ہونا چاہتی تھی۔۔ عارض اس سے تنگ آچکا تھا وہ کسی بھی طرح اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔۔ اس لیے اسنے

اپنا نقاب اتارتے اصلی روپ اپنایا تھا۔ اور اسکے ساتھ زیادتی کر کے اسے مار
(دیا تھا۔)

کیا کر رہی ہو پاگل لڑکی۔۔ فریحہ اسے دھکادیتی چیخی تھی۔۔
میں تو پاگل ہوں لیکن یہ جسکے ساتھ تم کھڑی ہو جانتی کو یہ کیا ہے۔۔
جانور ہے جانور، حیوان، وحشی درندہ، زانی، قاتل ہے۔۔
وہ عارض کی طرف دیکھتی چیخی تھی۔۔

بکو اس بند کرو۔۔ فریحہ نے اسے تھپڑ جھڑ دیا۔۔
عارض کے چہرے پہ ایک رنگ آ رہا تھا تو ایک جا رہا تھا۔۔

تمہیں میری بات پر یقین نہیں ہے۔۔ تو پوچھو اس جانور سے۔۔

اس نے میری بہن کو نوچ کھایا۔۔ یہ تمہارے ساتھ بھی ایک دن یہی کرے گا۔۔

وہ تنفر سے اسے دیکھتی چیخی تھی۔۔

آس پاس کے لوگ تماشائی بنے انہیں دیکھ رہے تھے۔۔

فریحہ نے عارض کو دیکھا جسکے چہرے پر صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ لڑکی سچ بول رہی ہے۔۔

میری بہن نے اس سے پیار کیا تھا لیکن اس درندے کو اسکے جسم کی حوس تھی۔۔

وہ پھر سے چیخی تھی۔۔

فریحہ نے عارض پر سے نظریں ہٹاتے اس لڑکی کو دیکھا۔۔

پیار تمہاری بہن نے بھی کیا تھا۔۔۔ توجو بھی ہوا ہو گا تمہاری بہن کی بھی رضا
مندى ہو گى۔۔۔ تو اب اس پر كىوں الزام لگا رہى ہوں۔۔۔
فریخہ نفرت سے چىچى تھى۔۔۔
عارض بس خاموش كھڑا تھا۔۔۔

مىرى بہن نے اگر پىار كىا تھا تو اس مىں اسكى غلطى نہىں تھى لىكن اس
درندے سے كىا تھا اس مىں اسكى غلطى تھى۔۔۔

كىسى لڑكى ہو تم۔۔۔ بجائے اسكے كہ اس درندے كو پولىس كے حوالے كر و تم
اسى كا سا تھ دے رہى ہو۔۔۔

وہ لڑكى حىرات و غصے سے فریخہ كو دىكھتى بولى تھى۔۔۔

خبردار اگر دوبارہ عارض کو درندہ کہا تو۔۔ غلطی تمہاری بہن کی بھی
ہوگی۔۔ جب لڑکیاں خود ہی مردوں کو دعوت دیں گی تو ماں باپ سے
چھپ کر عشق لڑائیں گی تو نتیجہ یہی ہو گا نا۔۔
وہ طنزیہ بولی تھی۔۔

وہ لڑکی اسکی بات سننے قرب سے مسکرائی۔۔

تو ٹھیک ہے پھر خدا کرے تمہارے ساتھ اس سے بھی بڑھ کر ہو۔۔ جسمیں
قصور وار بھی تمہیں ہی ٹھہرایا جائے۔۔
وہ لڑکی مسکرا کر کہتی وہاں سے چلی گئی۔۔

عارض شل سا کھڑا رہ گیا۔۔ جبکہ فریحہ سر جھٹک گئی۔۔

عارض نے فریحہ کو بتایا تھا کہ اسکے بہت سی لڑکیوں سے ریلیشن رہ چکے ہیں جن سے وہ فیزیکل بھی ہو چکا تھا۔

یہاں تک کہ یہ بھی بتا چکا تھا کہ وہ ڈرگزر کی سمگلنگ میں بھی شامل تھا۔ فریحہ جانتی تھی کہ وہ جکتنا برا ہے۔ لیکن اسکے باوجود اسنے اسی کا ساتھ دیا تھا۔

فریحہ نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ وہ اسکا ماضی تھا اب ایسا کچھ ناہو۔ وہ دو ٹوک بولی تھی۔



آزان کی آواز پر وہ چونک کر حال میں لوٹا۔

فریحہ نے اس لڑکی کی بہن کو ہی بد کردار کہہ کے بات ختم کر دی اور آج اسے اسی کی بدعालگی تھی۔

کیونکہ فریحہ نے اسکے ساتھ انصاف کرنے کی بجائے مجرم کا ساتھ دیا تھا۔

اللہ م۔ عاف۔۔ کردے۔۔ م۔ میں جان گیا ہوں۔۔ ت۔ تیری چدائی

سے۔ ب۔ بڑھ کر کوئی نہیں۔۔

م۔ مجھے م۔ معاف۔ کردے۔۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر روتا خدا سے مخاطب تھا۔۔



اگلی صبح بہت سارے راز اپنے لئے لائی تھی۔۔ کسی کے لئے خوشگوار تو کسی کے لئے خوفناک۔۔

زہرہ کے والدین نے زہرہ کی رضامندی سے ہاں کر دی۔۔

ولی نے اتنی جلدی مچائی کہ اسی ہفتے نکاح رکھ دیا گیا۔۔
رخصتی ابھی سال ٹھہر کے تھی۔۔

عینا نے ہی ولی کا پیغام سب تک پہنچایا تھا کہ وہ کس قدر بے تاب ہوا بیٹھا ہے
اپنی شادی کے لئے۔۔

اسی ہفتے نکاح تھا تو اس لیے وہ لوگ زہرہ کے گھر سے سیدھا شوپنگ کے لئے
نکلے تھے۔۔

عینا کو وہ لوگ زبردستی لے آئے تھے۔۔

صبح وہ اٹھی تو خود کو اکیلا پایا رات وہ کب اسکے پہلو سے اٹھ کے گیا وہ بے خبر
تھی۔۔

یہ دیکھ عینا یہ بہت اچھا لگے گا تم پہ۔۔

وہ زہرہ کے لئے ڈریس پسند کر رہی تھی جب وشہ نے اس کے سامنے ایک
ڈریس رکھا۔

ٹی پنک کلر کا گاؤن سٹائل جس کے دامن اور بازوؤں پر کام ہوا تھا۔
اس کے ساتھ اوف وائٹ ٹراؤزر اور اوف وائٹ ہی ڈوپٹہ تھا۔
عینا کو کافی پسند آیا۔

نکاح کی مناسبت سے کافی اچھا تھا۔
وہ لوگ کافی دیر شاپنگ کرنے کے بعد گھر کو لوٹے تھے۔
عینا کی سیکینڈ ہانڈ ڈیوٹی تھی اس لیے وہ ہو سپیٹل چلی گئی۔



غازی سب کے ساتھ اسلام آباد کے لئے نکلنے والا تھا جب اسے نوشین کا فون
ایا۔

جسنے اچانک زر نور کی طبیعت خرابی کا بتایا تھا۔

وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے میجر عالم کے ساتھ واپس کراچی چلا گیا۔
کہ جب تک زر نور کی حالت ٹھیک نہیں ہو جاتی تب تک کے لئے کچھ نہیں
کر سکتے۔

وہ لوگ شام تک کراچی پہنچے تھے۔ زر نور ہو اسپتال میں ایڈمیٹ تھی۔
ویکنسیس کی وجہ سے اسکی طبیعت اب اکثر ایسے ہی بگڑ جاتی تھی۔
اوپر سے کم عمر کی پریگنسی اس لیے وہ زیادہ پریشان ہو جاتی تھی۔
غازی اسکا ہاتھ تھامے خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔
وہ دوائیوں کے زیر اثر گہری نیند میں تھی۔

اسکے وجود میں ہونے والی تبدیلیاں رونما ہونے لگی تھیں۔
جبکہ چہرہ جو کھلا رہتا تھا مر جھایا ہوا تھا۔
اسے خود پہ بہت غصہ آیا جب وہ جانتا تھا وہ اتنی نازک حالت سے گزر رہی
ہے پھر بھی کیوں اسے اکیلا چھوڑ آیا تھا۔

اسنے آہستہ سے کسمساتے آنکھیں کھولیں۔۔

بھاری پلکوں کے بوجھ تلے دبی آنکھیں کھولتے اسنے سامنے بیٹھے غازی کو دیکھا۔۔

اسکی نیم وا آنکھیں پوری کھل گئیں۔۔

غاز۔۔ اسکے لب ہلے۔۔

غازی جو خاموشی اسے دیکھ رہا تھا۔۔ چونک کر اسکے چہرے کو دیکھا۔۔

غاز کی جان۔۔ اسکی کھلی آنکھیں اور لبوں کی حرکت دیکھ وہ تیزی سے اسکے قریب ہوا۔۔

زر جان اب کیسا فیل ہو رہا ہے۔۔ کہیں پین تو نہیں ہو رہا نا۔۔

ڈاکٹر کو بلاؤں۔۔

وہ اسکے قریب جھکا محبت سے پوچھ رہا تھا۔۔

زر نور نے نفی میں سر ہلایا۔

آپ کہاں چلے گئے تھے غاز۔۔ وہ رندھے لہجے میں بولی۔۔

میری جان میں کہاں جاؤں گا۔۔ ایک کام میں پھس گیا تھا۔۔

میری زر تو بہت بہادر ہے۔۔ پھر ایک رات میں اتنی کمزور کیسے۔۔

وہ اسکی آنکھوں پر لب رکھتا اسے پچکارتے بولا۔۔

زر نور نے پھر سے نفی میں سر ہلایا۔۔ سوٹوٹ کر اسکی گالوں پر بہے تھے۔۔

غاز آپ مجھ سے دور مت جایا کریں۔۔ مجھے بہت ڈر لگتا۔۔

وہ روتے ہوئے بولی۔۔

غازی نے اسے زرا سا اٹھاتے خود میں بھینچا۔۔

میری جان، میرا بچہ میں کہاں جاؤں گا اپنے چھوٹے سے بچے کو چھوڑ کہ۔۔

بس ایک چھوٹا سا کام تھا۔۔

اپنے اور زر جان کے لئے خوشیوں کی برسات لینے گیا تھا۔ وہ اس کے سر پہ
بوسہ دیتا مبہم سا بولا۔

زر نور نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

ہم۔۔ غازی نے اثبات میں سر ہلایا۔ بہت جلد بہت ساری خوشیاں اب
ہماری منتظر ہوں گی زر۔۔ میرا انتظار، میری تلاش مکمل ہوئی۔۔ وہ اس کے
ہاتھ چومتا بولا۔

زر نور نے اسے آج سے پہلے اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا تھا۔
وہ اسے خوش دیکھ مسکرا دی۔

رات تک ڈاکٹر نے اسے ڈسچارج دے دیا تو وہ اسے لیے گھرا گیا۔
حسن صاحب نے اسے بہت کالز کیں لیکن فلحال وہ زر نور پر توجہ دینا چاہتا تھا
اس لیے فون ہی بند کر دیا۔



آپ لوگوں کو اتنی بھی کیا جلدی ہے میں کونسا کہیں بھاگی جا رہی ہوں۔۔
زہرہ نے جھنجھلا کر اپنی ماں کو دیکھا۔
بولنے سے پہلے سوچ لیا کرو زہرہ۔۔ اور کوئی جلدی نہیں ہے عمر ہو گی ہے
تمہاری۔۔ کیا ساری زندگی گھر پہ بٹھا کہ رکھنا ہے۔۔
ویسے بھی ابھی صرف نکاح ہی کر رہے ہیں رخصتی نہیں جو تم ایسے کہہ رہی
ہو۔۔

وہ بھی اگے سے تپ کہ بولیں۔۔ زہرہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔۔
اسکی ماں نے جب اس سے رشتے کا پوچھا تھا تو وہ حیران ہوئی۔۔
لیکن جب اسکے ماں باپ کو رشتہ اتنا پسند تھا۔ تو اتنے بغیر سوچے سمجھے ہاں
کر دی۔۔

جب لڑکے کی تصویر دکھائی گئی تو حسب توقع اسنے انکار کر دیا۔

دل تھا جو ڈھڑک ڈھڑک کے پاگل ہوا تھا۔

کیونکہ وہ تو ولی احمد کے نام پہ دھڑکتا تھا اب کیسے کسی اور کا نام برداشت کرتا۔

لیکن وہ چھپ کر روتی اپنے دل کو ڈیپٹ گئی۔

ہن۔۔ اے بڑے جنونی کہیں کے۔۔ اگر اتنی ہی محبت تھی تو اب تک رشتہ بھجوانا دیتے۔

آنسو صاف کرتے اسنے تپ کر سوچا تھا۔

آنے والے کل سے انجان وہ بے دلی سے اپنے نکاح کا سامان دیکھتی رہی۔



زین اب بالکل ٹھیک تھا۔۔ وہ لوگ اب اپنے ایک کیس کے لئے بلوچستان جا رہے تھے۔۔

جس سے سوائے مرتسم کے باقی سب انجان تھے۔۔

تراب صاحب زینی کے ساتھ ہی رہتے تھے وہ زیادہ تو نہیں لیکن تھوڑا بہت ان سے بات کر لیتی تھی۔۔

تراب صاحب نے جب اس سے شادی کا پوچھا تو اس نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ مرتسم کے علاوہ وہ کسی سے شادی نہیں کرے گی۔۔

وہ پریشان ہو گئے کیونکہ وہ مرتسم کے نکاح سے واقف تھے۔۔

انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر وہ کیا کریں۔۔

زینی نے انہیں کہا تھا کہ اگر وہ کسی طرح مرتسم کو اس کر دیں تو وہ انہیں معاف کر دے گی۔۔

اسکے بابا تو ہتھاقا اپنی بیٹی کے پاگل پن کو دیکھ کر رہ گئے۔۔

وہ جانتے تھے کہ مرتسم زینی کا کبھی نہیں ہو سکتا۔۔

اس بات سے انجان کے قسمت انہیں بہت جلد موقع دینے والی ہے۔۔



عینا جب ہو سپٹل آئی تو عیشاء نے اسے کل رات ای ایک گینگ ریپ وکرم لڑکی کے بارے میں بتایا۔۔

وہ سن سی عیشاء کو دیکھتی رہی۔۔ جانے کیوں اس ملک میں لڑکیاں محفوظ نہیں کیا کچھ نہیں تھا جو یاد آیا۔۔

عینا عیشاء کے ساتھ اس لڑکی کو دیکھنے آئی تھی۔۔

وہ جیسے ہی وارڈ میں داخل ہوئی۔۔ اسکی نظر سامنے کھڑے انسان پر پڑی تو اسکے سر پر جیسے آسمان ٹوٹ پڑا تھا۔۔

وہ لڑکھڑائی۔۔

چہرے پر قرب پھیلا تھا۔

جبکہ اسکے زمانے کھڑے انسان کی حالت بھیا سے دیکھ کچھ کم نہیں تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

ایک کی آنکھوں میں، غصہ، نفرت، وحشت، اور خوف تھا اور دوسرے کی آنکھوں میں شرمندگی، اور بے بسی۔

جانے اب زندگی کونسے موڑ پر لانے والی تھی۔

عارض نے شکست دہ قدم اسکی جانب بڑھائے تھے۔

عینا آج اس سے ڈر کر پیچھے نہیں ہوئی تھی۔

بلکہ آنکھوں میں تنفر سمیٹے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

عارض قدم قدم چلتا اسکے مقابل آرکا۔

وہ اسکی نفرت و حقارت بھری آنکھوں میں دیکھتا سر جھکا گیا۔

کی آنسو ٹوٹ کر اسکے گال پر پھسلے تھے۔۔۔

یہ یہاں کیا کر رہا ہے عیشاء۔۔

کیا تم نے بتایا نہیں اسے کہ یہ ہو سپٹل ان جیسوں کے لئے نہیں بلکہ انکی حوس
کا شکار ہونے والوں کے لئے ہے۔۔

وہ تنفر سے بولی تھی۔۔

عیشاء نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔

عارض نے جھکا ہوا سراٹھایا۔۔ قرب زدہ مسکراہٹ اسکے لبوں کو چھو گئی۔۔
وہ زرا سا پیچھے ہٹا۔۔ وہ اپنے پورے قد سے عینا کے آگے گرتے ہاتھ جوڑ
گیا۔۔

عینا اس اچانک افتاد پر ساکت ہوئی تھی۔۔

جبکہ کچھ نر سسز اور ڈاکٹر جو وہاں موجود تھے حیرانگی سے دیکھ رہے تھے۔۔

تمہارے ساتھ جو کیا اسکی سزا مل گی مجھے۔۔

وہ جسے میں نظر بھر کے دیکھتا تک نا تھا کہ کہیں وہ ناپاک نا ہو جائے آج
میرے جیسے ہی بھیڑیوں نے اس کے ساتھ وہی کیا جو میں کبھی کیا کرتا تھا۔
وہ ہاتھ جوڑے سر جھکائے روتے ہوئے بولا تھا۔

عینا ساکت رہ گئی اُس کے الفاظ سے۔

میں تو اپنے گناہ پر شر مندہ نا تھا۔ لیکن وہ خدا ہے نا۔ اس نے آج یہ دکھا دیا کہ
وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔
وہ اچانک سر اٹھائے ہلکی مسکراہٹ سے بولا۔

میں معافی کے لائق نہیں لیکن پھر بھی کہہ رہا ہوں ہو سکے تو معاف کر
دینا۔

آج میری زندگی اسی مقام پر کھڑی ہے جہاں کبھی وہ تھی۔

وہ عینا کو انوشے کا حوالہ دیتے سر جھکا گیا۔۔

عینا جو اسکے الفاظ سمجھنے کی کوشش میں تھی اسنے انوشے کے حوالہ دینے پر قہر برساتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔۔

تم جیسا زانی اپنے منہ سے خدا اسکی خدائی یا معافی کے الفاظ لانے کے لائق نہیں ہے۔۔

وہ غرائی تھی۔۔

زخم تھے کہ پھر سے تازہ ہونے لگے تھے۔۔

یہ تمہاری بھول ہے کہ تم کہو گے اور میں تمہیں معاف کر دوں گی۔۔

میں نے قسم کھائی ہے انو کی تم سمیت تمہارے جیسے ہر زانی کو موت کی بھیک مانگنے پر مجبور کر دوں گی۔۔ تو اب تیار رہنا۔۔ سزا تو تمہاری اب شروع ہو گی۔۔

وہ نفرت و غصے سے اسے دیکھتی ڈھاڑی تھی۔۔

اسکے بعد وہ رکی نہیں ایک پل میں وہاں سے بھاگی تھی۔۔

عارض وہیں سر جھکائے ہاتھ جوڑے بیٹھا پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔۔

اسکی حالت ایسی تھی کہ کسی کو بھی ترس آجائے۔۔

ہم گناہ کرتے وقت سوچتے نہیں ہیں بس اس گناہ کی لذت میں ڈوب جاتے
ہیں اور جب وہی لذت مشک بن کر ہمارے پاس پھڑکتی ہے تو ہماری روح کو
کچو لگا دیتی ہے۔۔

اسے ایک پل کے لئے بھی سکون اور چین نہیں لینے دیتی ہے۔۔

روح بے چین ہو تو سویا ہوا ضمیر بھی جاگ جاتا ہے۔۔

اور پھر وہی ضمیر دن رات اسے وہ کوڑے مارتا ہے جو اسنے کچھ پل گناہ کی

لذت میں ڈوب کے کمائے ہوتے ہیں۔۔



وہ ریش ڈرائیونگ کرتی دوبار ایکسیڈنٹ سے بچی تھی لیکن اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔۔

آج سالوں کے لگے ہوئے زخم پھر سے اڈھیڑے گئے تھے۔۔
آنسو تھے کہ زار و قطار بہتے جا رہے تھے۔۔ انکھیں بار بار دھندلا رہی تھیں۔۔

لیکن وہ ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑتی گاڑی کی سپیڈ تیز سے تیز تر کرتی جا رہی تھی۔۔

تھک ہار کر گاڑی ایک سائیڈ روکتے وہ سٹیرنگ پر سر رکھتے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔۔

سسکیاں، چیخیں ایک بار پھر سے گونجیں تھیں۔۔ ہر زخم پھر سے تازہ ہوا تھا۔۔ ہر یاد ہری ہوئی تھی۔۔

کتنی ہی دیر وہ اپنا دل ہلکا کرتی رہی۔۔

بمشکل خود پر قابو پاتے وہ گاڑی احمد ولا کی طرف موڑ گئی۔۔



وہ گھر میں داخل ہوئی تو سامنے ولی اور عالم کو ناپا کر سکون کا سانس بھرا وہ اس وقت کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

عین۔۔ وہ ابھی کمرے کی طرف بڑھتی کہ ولی کی پکار پر بے ساختہ رکی تھی۔۔

آنکھیں میچتے اسے گہری سانسیں چھوڑی۔۔

جی۔۔ بمشکل چہرے پر مسکراہٹ سجائے اسے مڑ کر ولی کو دیکھا۔۔

جو سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

ولی جو اسے گھر لیٹانے پر کچھ سخت سنانے والا تھا۔ اس کے لہجے کا بھاری پن

اور آنکھوں میں چھائی لالی دیکھ لب بھینچ گیا۔۔

وہ بے ساختہ آگے بڑھتے اسے خود سے لگا گیا۔۔

کیا کوئی بات ہوئی ہے۔۔ اس کے سر پہ بوسہ دیتے فکر مندی سے پوچھا۔۔
آنسو جو ر کے ہوئے تھے کسی اپنے کا حصار پاتے پھر سے باغی ہونے لگے۔۔
رفتہ رفتہ اس کے آنسو ولی کی شرٹ بھگونے لگے۔۔

عین۔۔ میرا بچہ کیا ہوا ہے۔۔ کسی نے کچھ کہا ہے۔۔ ولی اس کا چہرہ سامنے
کرتے پریشانی سے بولا۔۔

عینا آنکھیں رگڑتی نفی میں سر ہلا گئی۔۔

پھر کیا ہوا ہے۔۔ کیوں رو رہی ہے میری گڑیا کو۔۔ اس کے آنسو صاف کرتے
پیار سے پوچھا۔۔

کچھ نہیں ولی۔۔ بس سب کی یاد آرہی تھی۔۔

وہ بھاری آواز میں بولی۔۔

کسی یاد آرہی تھی۔۔ ولی نے حیرانی سے پوچھا۔۔

شاہ ولا کی۔۔ وہ نظریں چرائے بولی تھی۔۔

تو اسمیں کونسی بڑی بات ہے ہم ابھی چلتے ہیں۔۔

وہ لوگ کونسا دور ہیں میں ابھی تمہیں ملوانے لے چلتا ہوں۔۔

ولی نے اسے گھورتے کہا تو وہ مسکرا دی۔۔

سچی ولی۔۔ وہ ریلیکس ہوئی تھی۔۔ اسے واقعی میں باقی سب کی بھی یاد آرہی تھی۔۔

مچی گڑیا۔۔ آجا و جلدی سے میں باہر ویٹ کر رہا ہوں تمہارا۔۔

وہ اسکی ناک دباتا بولا تو عینا اسکے پیچھے ہی لپکی تھی۔۔



وہ میٹینگ روم میں تھا جب اسکا فون زور و شور سے بجنے لگا۔

ویسے تو وہ میٹینگ میں ہوتا تو فون زیادہ تر اوف ہی کرتا تھا لیکن جب رات کے وقت میٹینگ ہوتی تو وہ اون ہی رکھتا تھا۔

اسنے سکرین سے نظریں ہٹاتے موبائل کو دیکھا جہاں عادی کالنگ لکھا آ رہا تھا۔

وہ پریشان ہوا کیونکہ اسنے ماہم کو بتایا تھا کہ اسکی میٹینگ ہے اس لیے دیر سے آئے گا۔

ایکسیوز کرتا وہ موبائل کان سے لگائے سائیڈ ہو گیا۔

اسلام و علیکم عادی۔۔ خیریت۔۔ وہ عجلت میں بولا۔

لیکن آگے سے اسے جو سننے کو ملا اسکے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

او کے میں آرہا ہوں۔۔

گہری مسکراہٹ سے کہتا وہ فون رکھ چکا تھا۔۔

دس منٹ میں میٹینگ ختم کرتے وہ باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔

کہ جلد از جلد اسے شاہ ولا پہنچنا تھا۔۔

سگنل پر گاڑی رکتے ہی اسکے شیشے پر ایک پھول بیچنے والی آئی۔۔

صاحب گجرے لے لو۔۔ وہ پر شوق نظروں سے مرتسم کو دیکھتی بولی۔۔

اس سے پہلے کہ مرتسم منع کر دیتا جب اسکی نظر گجروں پر پڑی تو بے ساختہ

ہی لبوں پر مسکراہٹ چل گئی۔۔

بڑی شدت سے اسکی نازک کلائیوں میں یہ پھول سجے دیکھنے کی خواہش ہوئی
تھی۔۔

اسنے اس پھول والی کو اشارہ کیا۔۔

گجرے اس سے لیتے اسنے پانچ ہزار کانوٹ اسے دیا۔۔

جو وہ اشتیاق سے تھامتی اسے دعائیں دیتی وہاں سے چلی گئی۔۔



میرے بے بی نے مجھے مس کیا۔۔

وہ ہانم کے کان میں سرگوشی کرتی اپنے چہرے پر لگتے اسکے چھوٹے چھوٹے
ہاتھ چوم گئی۔۔

عینا اور ولی کافی دیر سے شاہ ولا آئے ہوئے تھے۔۔ سب اسے دیکھ کر بہت
حیران ہوئے اور خوش بھی۔۔

وہ عارض کو بھلائے سب کے ساتھ مگن ہو گئی۔۔

!! اسلام و علیکم

ابھی وہ ہانم کے ساتھ کھیل رہی تھی جب بھاری آواز پر کیے گئے سلام پر
چونک کر اسنے پیچھے مڑتے دیکھا۔

وہ لب دبائے اسکے دیکھنے سے پہلے ہی پیچھے کو قدم لیتی کچن میں گم ہو گئی۔

وعلیکم السلام !!! اتنی جلدی آگئے بچے۔۔ تم تو کہہ رہے تھے کہ کافی لمبی
میٹینگ ہے۔۔

ماما نے حیرانگی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

مرتسم نے بے ساختہ ہی بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

وہ ماما میٹینگ جلدی ختم ہو گئی تھی۔

ولی جو عادی اور وشہ کو گھور رہا تھا جو اسے بار بار زہرہ کے نام پہ چڑھا رہا ہے

تھے۔۔ وہ جان بوجھ کر چہرے پر سنجیدگی طاری کر گیا۔

تقریباً دو ماہ سے ان دونوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی تھی۔

مر تسم نے ولی کو دیکھا اور پھر پورے ہال میں نظروں دوڑائیں لیکن اسے
مایوس ہونا پڑا۔

اچھا جاؤ فریش ہو جاو پھر کھانا کھاتے ہیں۔

ماہم ایپا نے اسے کہا تو وہ سر ہلاتا اوپر کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ نظریں بے
چینی سے کسی کو تلاش رہی تھیں۔

کیا ہوا کس کو ڈھونڈ رہے ہیں بھائی۔ وشہ نے آنکھیں پٹپٹاتے اسے
پوچھا۔

کسی کو نہیں۔ وہ کہتے اوپر کی جانب بڑھ گیا۔

عینا بچے وہاں کیا کر رہی ہو۔ ماہم ایپا اسے کچن میں دیکھ بولی۔
کچھ نہیں ایپا پانی پینے گی تھی۔ وہ سب کے ساتھ آکر بیٹھ گی۔
جب وہ فریش ہو کر نیچے آیا۔ عینا کی اسکی طرف پشت تھی۔

وہ سیدھا اسکے سامنے آ بیٹھا تو نظریں اپنے سامنے بیٹھی اس پر یوش پر گئی۔
مر تسم کے لبوں پر جان لیوا مسکراہٹ دوڑ گئی۔

عینانے اسے دیکھ کر بھی ان دیکھا کیا۔

جبکہ مر تسم کسی کی بھی پرواہ کیے بغیر بڑی فرصت سے اسے نہارنے میں
مصروف تھا۔

اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اٹھ کر اسے خود میں بھیج لے۔

لیکن سب کی موجودگی کانوٹس لیتے وہ نچلے لب دانتوں میں دبا گیا۔

اسکی گہری نظریں خود پر محسوس کرتی وہ بے چین ہوئی تھی۔

جب وہ باز نا آیا تو عینانے اسے دیکھا۔ وہ بے باکی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

مر تسم جو آنکھوں میں چمک لیے اسے دیکھ رہا تھا اسکی سو جھی آنکھیں دیکھتے
اسکے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

لیکن وہ سب کے بیچ اس سے پوچھ نہیں سکتا تھا۔

عینا نے اسے گھورا۔

جبکہ مر تسم اسکی دیکھنے پر دائیں آنکھ دبا گیا۔

وہ سٹیٹا کر چہرہ موڑ گئی۔

اسکا چہرہ دیکھتے مر تسم نے بمشکل اپنے اٹڈنے والے قمقے کو روکا تھا۔

جبکہ اسکے چہرے پر سوچ کی گہری پر چھائی تھی۔



کھانے کے بعد چائے کا دور چلا۔ چائے کے ساتھ سب دو تین بعد ہونے

والے ولی کے نکاح کو ڈسکس کر رہے تھے۔

عینا کا فون بجا تو وہ سب سے ایکسیوز کرتی وہ لان میں آگئی۔

جبکہ اسے دیکھ سہی آنکھیں چمکیں تھیں۔۔ وہ نامحسوس انداز میں
وہاں سے اٹھا تھا۔۔



وہ نیم اندھیرے میں کھڑی باسط سے بات کر رہی تھی۔۔
مجھے نہیں لگتا کہ اسکی یہ نٹیلی ہیلتھ اتنی سٹیبیل ہے کہ سرجری برداشت کر
سکے۔ باقی میں گھر جا کر تمہیں ساری دیٹیلز بھیج دوں گی۔۔ تم دیکھ لینا اور۔۔

وہ ابھی بات کر رہی تھی جب مرتسم نے پیچھے سے اسے اپنے حصار میں لیا۔۔
آہہ۔۔ عیناڈر کے اچھلی لیکن مرتسم کے مضبوط حصار سے نکل نہیں پائی۔۔
شش۔ میں ہوں جانم۔۔ مرتسم نے اسکے سر پہ لب رکھتے کہا۔۔
عینا نے سینے پر ہاتھ رکھتے گہری سانس بھری تھی۔۔

کیا ہوا عینا۔۔ تم ٹھیک ہو۔۔ سپیکر سے باسط کی پریشان آواز گونجی تھی۔۔

ک۔ کچھ نہیں میں ٹھیک ہوں۔۔ بعد میں بات کرتے ہیں۔۔ وہ ہڑبڑا کر بولتی فون کٹ کر گئی۔۔

مر تسم نے اسکارخ اپنی طرف موڑا۔۔

اپنے مجھے ڈرا دیا شاہ۔۔ وہ اسکے سینے پر مکامارتی خفگی سے بولی۔۔

مر تسم کا قہقہہ گونجا تھا۔۔ وہ واقعی میں ڈر گئی تھی۔۔ کیونکہ اسکے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔۔

شاہ۔۔ اسنے خفگی سے اسے دیکھا۔۔

مر تسم نے نفی میں سر ہلاتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔۔

جبکہ عینا کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔

کتنی ہی دیر تک وہ اسکے ماتھے پر لب ٹکائے کھڑا رہا۔ آنکھیں موندیں وہ اسے اپنے قریب کر گیا۔۔

شاہ۔۔ عینا نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔

مر تسم خاموشی سے اسے سینے سے لگا گیا۔۔ عینا نے پریشانی سے اسے دیکھا تھا۔۔

جبکہ وہ لمحہ بالمحہ اسے خود میں بھینچ رہا تھا۔۔

شاہ کیا ہوا۔۔ عینا اسکی سخت گرفت پر محلی تھی۔۔
اسنے اسکے سینے سے سراٹھانے کی کوشش کی لیکن مر تسم نے اسکی کوشش
ناکام بنادی۔۔

عین کچھ دیر سکون چاہتا ہوں۔۔

شاہ آپ مجھے ڈرا رہے ہیں۔۔ وہ روہان سے لہجے میں بولی۔۔

مرتسم نے گہری سانس بھرتے اپنی گرفت ڈھیلی کی تھی۔۔
اسکا چہرہ سامنے کرتے اسنے جھک کر اسکی سوجی آنکھوں پر لب رکھے تھے۔۔

ان نگینوں پر اتنا ظلم مت ڈھایا کریں جانم۔۔ اسکی آنکھوں پر لب رکھتے کہا تو
عینا بے ساختہ نظریں چراگی لیکن اسنے کہا کچھ نہیں۔۔
آپکو کیا ہوا ہے شاہ۔۔ وہ فکر مندی سے اسکی بیسیر ڈپر ہاتھ رکھتی بولی۔۔
کچھ نہیں جانم مجھے کیا ہونا ہے۔۔ وہ اسکا ہاتھ چومتا بولا۔۔

لیکن آپکا یہ انداز مجھے ڈرا رہا ہے شاہ۔۔ وہ اسکے چہرے پر بے چینی دیکھتی
بولی۔۔

ڈر ہی تو رہا ہوں میں۔۔ اسکے چہرے پر نظریں جمائے سوچا تھا۔۔
عینا۔۔ مرتسم نے سنجیدگی سے اسے پکارا۔۔

عینا نے چونک کر اسے دیکھا وہ اسے ہمیشہ عین ہی پکارتا تھا۔۔

مجھ سے ایک وعدہ کریں۔۔ وہ اس کے آگے ہاتھ پھیلاتا بولا۔۔

کیسا وعدہ شاہ۔۔ عینا نے حیرانی سے اسے دیکھا۔۔

آپ مجھے چھوڑنے کا یا مجھ سے الگ ہونے کا سوچیں گی بھی نہیں کبھی
۔۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔۔ کچھ بھی۔۔

وہ سنجیدگی اور جنون سے اسے دیکھتا بولا تھا۔۔

عینا اس کے انداز پر پریشان ہوئی تھی۔۔

شاہ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔۔ میں کیوں ایسا سوچوں گی۔۔ کیا ہوا ہے
اپکو۔۔ کچھ ہوا ہے یا ہونے والے ہے جو آپ ایسے کہہ رہے ہیں۔۔

وہ روہانسی ہوتی اس سے پوچھنے لگی۔۔

کچھ نہیں ہوا ہے عین۔۔ مینے آپ سے جو وعدہ مانگا ہے وہ دیں۔۔ وہ ہنوز
سنجیدگی سے بولا۔۔

عینا نے اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔۔

وعدہ شاہ۔۔ میں مر کر بھی ایسا نہیں سوچ سکتی اور ناسوچوں گی چاہے کچھ بھی ہو جائے۔۔ وہ مسکرا کر بولی۔۔

مرتسم نے اپنے ہاتھ پر رکھے اسکے ہاتھ کو مضبوطی سے تھاما تھا۔۔
اسے کل آنے والی حسن صاحب کے فون اور قاسم بابا کے عجیب سے انداز
نے پریشان کر دیا تھا۔۔
وہ گہری سانس بھرتے اسے خود میں بھینچ گیا۔۔

عینا خاموشی سے اسکے سینے پر سر رکھے ہوئے تھے۔۔
شاہ۔۔ سب نے ہماری غیر موجودگی بھانپ کی ہوگی۔۔
وہ اچانک سر اٹھائے بولی۔۔

مرتسم نے اثبات میں سر ہلاتا اسکے سر پہ بوسہ دیا۔۔

آپ جائیں میں آتا ہوں۔۔ وہ اسکا گال تھکتے بولا۔۔

شاہ آپ ٹھیک ہیں نا۔۔ وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھی۔۔

مر تسم کے لبوں پر مسکراہٹ مچل گئی۔۔

میں ٹھیک ہوں شاہ کی جان۔۔ آپکے ہوتے ہوئے بھلا میں پریشان رہ سکتا ہوں۔۔

اگر پریشان تھا بھی تو آپ کی موجودگی نے ساری پریشانی دور کر دی۔۔

وہ اسکے ماتھے پر لب رکھتا بولا تو عینا سر ہلاتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔۔

مر تسم کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔۔

واقعی میں کل سے اسکا دل و دماغ جس بے چینی میں گرا تھا اسے وہ کم ہوتی محسوس ہوئی تھی۔۔

وہ آس پاس ہوتی تھی تو وہ ہمیشہ ہی پر سکون ہو جایا کرتا تھا جیسے اب ہو گیا

تھا۔۔

لیکن ایک ڈر سا تھا جو اندر ہی اندر دل کو ڈرا رہا تھا۔

قاسم بابا کا رویہ عجیب سا ہو گیا تھا اسکے ساتھ۔

جہاں کہیں بھی عینا کی بات ہوتی وہ یا تو سنجیدگی سے بات ہی ٹال دیتے یا پھر بھڑک جاتے تھے۔

عینا کے مقابلے میں وہ زینی کو زیادہ ترجیح دینے لگے تھے اور یہی بات اسے پریشان کر رہی تھی۔

اور پھر جو خبر حسن بابا نے اسے دی تھی وہ اسکے مضبوط اعصاب ہلا گئی تھی۔
کنپٹی مسئلے اسے گہری سانس بھری تھی۔

اسنے عینا سے وعدہ تو لے یا تھا لیکن وہ دونوں ہی انجان تھے کہ مر تسم خود
اسے یہ وعدہ توڑنے پر مجبور کرنے والا تھا۔



کہاں رہ گئی تھی۔۔ مجھے تو لگا تھا کہ شاید تو فون کرنے والے سے ڈائریکٹ
ملنے ہی چلی گئی۔۔

اسے آتے دیکھ وشہ نے طنز کیا۔۔

وہ وشہ کو گھورتی ماما کے ساتھ بیٹھ گئی۔۔

یہ سب کس کے لئے ماما۔۔

وہ ٹیبل پر پھیلے زیور اور کپڑوں کو دیکھتی۔۔

زہرہ کے لئے ہیں۔۔ دیکھ لو اگر تمہیں ان میں سے کچھ پسند ہو تو۔۔

ماما نے کہا تو وہ مسکرا دی۔۔

نہیں ماما مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔۔

لینا تو تمہیں پڑے گانچے چاہیئے ہو یا نہیں۔۔ رو حاما ایک باکس اسکے

سامنے رکھتے بولیں۔۔

سب نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

کھولو۔ بی جان نے اسے کہا تو وہ نا سمجھی سے انہیں دیکھتی اس بوکس پر لگے
رہین کو کھینچ گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ بوکس کھلتا چلا گیا۔

ماما نے ہاتھ بڑھا کر اسمیں پڑا وہ کپڑا اٹھالیا۔ انہوں نے اسے ٹیبل پر پھیلا
دیا۔

واو۔ وشہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

ماشاء اللہ۔ عینا نے اس ڈریس کو دیکھتے کہا تھا۔

مٹھیالہ رنگ کا وہ فراق جسٹین ہیزل گرین لائٹ بلکل لائٹس ساشیڈ آرہا
تھا۔

فراق کے گلے اور چسٹ پر بھاری چھوٹے چھوٹے سٹونز اور دھاگے کا کام ہوا
تھا۔

جالی دار بازو جس پر بھاری کڑاہی اور چھوٹے سٹونز سے بھرے ہوئے
تھے۔۔

باقی فراق پر کلیوں کی طرح لہمی لائنز میں کام ہوا تھا۔
جو اسے سمپل اور ڈیسنٹ بنا رہی تھی۔۔

گھیرے دار فراق تھی جسکے دامن پر گلے کے جیسا کام تھا۔
فراق پر ڈبل کپڑا لگا تھا۔ آگے سے گاؤن سٹائل میں کھلا تھا جبکہ اس کپڑے
کے نیچے ایک اور کپڑا لگا تھا جو فراق کو گھیرے دار بنا رہا تھا۔
سمپل ساڈو پیٹ جسکے باڈر پر کام ہوا تھا باقی سارے ڈوپٹے پر چھوٹے چھوٹے
نگ لگے تھے۔۔

وہ ڈریس خوبصورتی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔
پرانے زمانے میں جیسے شہزادیوں کے ہوتے تھے بالکل ویسا تھا۔

ہر کوئی منہ کھولے مبہوت سا اس ڈریس کو دیکھ رہا تھا۔

کیسا لگا۔ روحا ماما نے مسکرا کر سب کے تاثرات دیکھتے پوچھا تھا۔

بہت خوبصورت ہے ماما۔ عینا بے ساختہ بولی تھی۔

اس سے پہلے کہ کوئی اور کچھ کہتا قاسم بابا زینی کے ساتھ اندر آئے تھے۔

اسلام و علیکم!! سنجیدگی سے عینا کو دیکھتے انہوں نے سب کو سلام کیا تھا۔

عینا ان کے ساتھ زینی کو دیکھتی لب بھینچ گئی۔

جبکہ ولی کے چہرے پر بے ساختہ غصہ اٹھ آیا تھا۔

لیکن وہ ضبط کر گیا۔

وسلام!! کہاں سے آرہے ہو۔

بی جان نے زینی کو دیکھتے ان سے سنجیدگی سے کہا۔

تراب سے ملنے گیا تھا ماں۔ زین نہیں ہے یہاں پر تراب کسی کام سے شہر سے
باہر گیا ہے۔۔

بچی کو اکیلے گھر پر چھوڑنا مناسب نا لگا اس لیے ساتھ لے آیا۔۔

وہ دھیمے لہجے میں بولے۔۔ کچھ بھی ہو آج تک بی جان کے سامنے وہ سخت
آواز میں بات نہیں کرتے تھے۔۔

اچھا کیا تم نے۔۔ اوزینی بچے بیٹھو۔۔

بی جان نے نرمی سے کہا تو وہ ناک چڑھا کر عینا کو دیکھتی اسکے سامنے بیٹھ
گئی۔۔

مرتسم بھی اسی وقت اندر آیا تھا۔۔ وہ باہر ہی ان سے مل چکا تھا۔۔
کن اکھیوں سے اسنے عینا اور ولی کو دیکھا تھا۔۔

عینا تو لا پر واہی سے سر جھٹک کر ڈریس کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔
لیکن ولی کے تاثرات اسے کچھ ٹھیک نہیں لگے۔۔

کیا ہو رہا ہے مامی۔۔

وہ روحا ماما کو دیکھتی پوچھنے لگی۔۔

ولی کا نکاح ہے نا تو بس ڈریس دیکھ رہے تھے۔۔

تم بھی دیکھ لو۔ اگر کچھ چاہیے تو۔۔ وہ مسکرا کر نارمل اندامیں بولیں۔۔

زینی جو سر جھٹک کر منع کرنے والی تھی جب اسکی نظر عینا کے ہاتھ میں

تھامے ڈریس پر پڑی۔۔

اسکی آنکھوں میں چمک ائی۔ بلاشبہ وہ ڈریس بہت خوبصورت تھا۔۔

اور عینا کے ہاتھ میں تھا تو وہ کیسے دیکھ سکتی تھی۔۔

واؤ ماما۔۔ کتنا خوبصورت ہے یہ ڈریس۔۔ وہ ہاتھ بڑھا کر وہ ڈریس اپنے آگے

کرتی بولی۔۔

ہاں خوبصورت تو بہت ہے۔۔ ماہم اپیانے تعریف کی تھی۔۔

بس پھر مجھے یہی چاہیے۔۔ زینی پر جوش سی بولی۔۔

لے لو بیٹا جو چاہیے۔۔ قاسم بابا مسکرا کر اسے دیکھتے بولے تھے۔۔

زینی بیٹا اس ڈریس کے علاوہ جو مرضی دیکھ لو۔۔ بی جان نے اسے ٹوکا۔۔

کیوں بی جان۔۔ یہ کیوں نہیں۔۔ مجھے یہی چاہیے۔۔

وہ منہ بنا کر بولی۔۔

یہ عینا کے لئے ہے زینب تم کچھ اور دیکھ لو۔۔ روحا ماما نے سنجیدگی سے اس سے کہا۔۔

معاملہ سیریس ہو رہا تھا۔۔

عینا کے لئے ہے تو کیا ہو گیا اسکے نام تو نہیں لگ گیا نا۔۔ جب بچی کو پسند ہے تو

دے دو اسے۔۔ قاسم کی روعب دار آواز گونجی تھی۔۔

مر تسم نے لب بھینچے تھے۔۔

سب نے حیرانگی سے انکے لہجے پر غور کیا تھا۔

جبکہ عینا نے چونک کر انہیں دیکھا۔

وہ تو ہمیشہ اتنی نرمی سے بات کرتے تھے آج ایسا کیا ہو گیا کہ وہ اتنی سختی سے بول رہے تھے۔

وہ جب سے آئے تھے اسے کڑی نظروں سے گھور رہے تھے۔
وہ سر جھکا گئی۔

یہی سمجھو قاسم کہ عینا کے نام کا ہے۔ بی جان نے انہیں گھورتے کہا تھا۔
یہ ملیجہ کی امانت تھی اسکی بہو کے لئے۔

ملیجہ کے ولیمے کا جوڑا تھا جو اسنے کاٹ کاٹ کر دوبارہ سے اسے نئی شکل دی
تھی۔

اس جوڑے پر لگا ایک ایک موتی اور ایک ایک دھاگا اسنے اپنے ہاتھوں سے
لگایا تھا۔

اسکی بہت خواہش تھی کہ وہ یہ جوڑا خود اپنی بہو کو اپنے ہاتھ سے
دے۔۔ اسے اس جوڑے میں سجاد یکھے۔۔

بی جان ماضی میں کھوئی بولی تھیں۔۔

لیکن بہت جلدی ہی وہ اپنی اُدھوری خواہشات سمیت منوں مٹی تلے جا
سوئی۔۔

وہ افسردہ ہوتے بولی تھی۔۔

مر تسم اور ماہم نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔۔

ملیجہ کی بہو اب عینا ہے اور یہ اسکی امانت اسے ہی ملے گی۔۔

بی جان نے روعب دار لہجے میں کہا تھا۔۔

لیکن ماں ملیجہ نہیں رہی اب۔۔ اور زینی کو جب پسند ہے تو کیوں بچی کا دل توڑ

رہی ہیں۔۔ وہ تو اپنی ہے۔۔ اتنا قیمتی جوڑا وہی ڈیزرو کرتی ہے۔۔

قاسم بابا انکے چپ ہونے پر دھیمے لہجے میں بولے۔۔

عینا لب کترتی سر جھکائے بیٹھی تھی۔۔

قاسم بابا کے لہجے میں اپنے لیے کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا اسے۔۔
محسوس تو ولی نے بھی شدت سے کیا تھا۔۔ وہ مٹھیاں مینچے بہت ضبط سے بیٹھا
تھا۔۔

دل توڑنے والی کوئی بات ہی نہیں ہے قاسم بھائی یہ عینا کی امانت تھی اور
اسے مل گئی۔۔ زینی کچھ اور بھی تو دیکھ سکتی ہے۔۔
روحامانے انہیں کہا تھا۔۔

لیکن مجھے چاہیے تو یہی ورنہ میں آئندہ آپکے گھر کے کسی بھی فنکشن میں
نہیں آؤں گی۔۔ زینی دو ٹوک بولی تھی۔۔
سب نے اسے گھورا تھا۔۔ سوائے قاسم بابا کے۔۔

تمہاری مرضی۔۔ لیکن یہ جوڑا میرے نام کا ہے جو عینا کی امانت ہے اور وہی
پہنیں گی۔۔ اس لیے یہ بے جا ضد چھوڑ دو۔۔
مر تسم نے سنجیدگی اور سختی سے کہا تھا۔۔

اصل ضد تو اسے عینا کے نام سے ہی۔۔ جو چیز عینا کی ہو اسے وہی تو پسند آتی ہے۔۔

سنجھال کر رکھئے گا قاسم انکل یہ ناہو کل کلاں کو یہ عینا کے سر کے سائیں کو ہی مانگ لے۔۔

ولی انکے سامنے کھڑے ہوتے سنجیدگی سے بولا۔۔

رکھ لیجئے گا یہ جوڑابی جان۔۔ میری بہن کو ضرورت نہیں۔۔ اسے مہنگے اور قیمتی جوڑوں کی کوئی کمی نہیں۔۔

وہ عینا کا ہاتھ تھامتے اسے کھرا کرتا کڑی نظروں سے قاسم بابا کو دیکھتے بولا تھا۔۔

آئندہ میری بیوی سے اس لہجے میں بات مت کیجئے گا بابا۔۔

وہ مرتسم شاہ کی بیوی ہیں۔۔ کوئی سڑک چھاپ لڑکی نہیں جن سے کوئی بھی
کیسے بھی لہجے میں بات کر سکتا ہے۔۔

اور رہی بات اس جوڑے کی تو اس جیسے اور بہت سے قیمتی سے قیمتی تر میری
بیوی کے سر پر سے قربان۔۔

لیکن یہ جوڑا یہ خاص ہے کیونکہ یہ میری ماں کی امانت ہے۔۔
مرتسم عینا کے جھکے سر پر نظریں ٹکائے سنجیدگی سے قاسم بابا سے بولا۔
اپنی بیوی کے لئے باپ سے بات کرنے کی تمیز بھی بھول گئے ہو۔۔
وہ غصے سے بولے تھے۔۔

مینے آپسے کوئی بد تمیزی نہیں کی بابا۔۔
مینے صرف آپکو ایک بات سمجھائی ہے۔۔ وہ بھی تمیز کے دائرے میں۔۔
وہ سنجیدگی سے بولا۔۔

یہ تمیز ہے تمہاری کہ بیوی کے لئے باپ کے مقابل کھڑے ہو گئے ہو۔۔

وہ غصے سے دھاڑے تھے۔۔ بات اتنی بڑی تھی نہیں جتنی وہ بڑھا رہے
تھے۔۔

مجھے تو تمہاری اس لڑکی سے نکاح کرنے والی غلطی شدت سے محسوس ہو رہی
ہے۔۔

جب سے یہ لڑکی تمہاری زندگی میں ایک ہے آئے روز کوئی نا کوئی مصیبت
آتی ہی رہتی ہے۔۔

کوئی ایک دن بھی سکون کا نہیں گزرا اس گھر میں۔۔
اور آج جو تم اپنے باپ کے مقابل کھڑے ہو اس کے لئے کیا تم بھول گئے ہو
اسکا ماضی۔۔ وہ غصے سے دھاڑے تھے۔۔

قاسم تم حد کر رہے ہو۔۔ بی جان غصے سے بولی تھیں۔۔
بابا! پکو کوئی حق نہیں کسی کو ماضی کی بنا کر ہرٹ کرنے کا۔۔
مر تسم ضبط سے بولا تھا۔۔

وہ بامشکل خود کو دھاڑنے سے روک پایا تھا۔

میری بہن کا ماضی جو بھی تھا انکل آپکو اسکے حال پر فوکس کرنا چاہیے۔

ماضی ہر انسان کا ہوتا ہے یقین کا آپکا بھی ہوگا۔

بہتر ہے آئندہ میری بہن کو ماضی کا طعنہ مت دیجیئے گا وگرنہ میں کسی کا لحاظ نہیں کروں گا۔

ولی بنا کسی لحاظ کے دھاڑا تھا۔

پل کی دیر کیے بنا وہ عینا کو وہاں سے کھینچ لے گیا۔

جبکہ عینا بے جان گڑیا کی طرح اسکے ساتھ کھچتی چلی گئی۔

ولی نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے چہرہ موڑتے عینا کے بے تاثر چہرے کو دیکھا۔

وہ سپاٹ نظروں سے سامنے شیشے کو دیکھ رہی تھی۔

عینا۔۔ اسنے کچھ کہنا چاہا۔

ولی میں گھر جانا چاہتی ہوں۔۔ وہ سنجیدگی سے بولی۔

ولی سر ہلاتے گاڑی سٹارٹ کر گیا۔۔



گاڑی رکتے وہ بنار کے اندر کی طرف دوڑی تھی۔۔ عالم جوان دونوں کا ہی انتظار کر رہا تھا۔۔

اسنے چونک کر عینا کو دیکھا تھا۔۔

کیا ہوا مہرا سے یوں اوپر کی طرف بھاگتے دیکھ وہ اسکے پیچھے لپکا تھا۔۔
آپ جو کچھ میری ساتھ ہو رہا ہے نا عالم ان سب کے ذمہ دار تم اور بابا ہو۔۔
کاش تم لوگوں نے مجھے بے سہارا نا چھوڑا ہوتا تو خدا کی قسم آج کوئی بھی مجھے
لاوارث سمجھتے میرا ماضی یوں میرے منہ پر نا مارتا۔۔

وہ غرا کر کہتی کمرے میں بند ہوئی تھی۔۔

عالم۔۔۔ ہتھاقا سے دیکھتا رہ گیا۔۔

ولی کیا ہوا ہے۔۔ عالم نے سرخ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔۔
ولی نے ہر چیز اسکے گوش گزار کر دی۔۔

انکی ہمت کیسے ہوئی میری بہن کو یوں کہنے کی۔۔
وہ لاوارث تو نہیں ہے۔۔ عالم غصے سے بولا تھا۔۔
ولی خاموش رہا۔۔ اسنے سلگھتی نظروں سے دروازے پر سے اندر آتے وجود
پر تھیں۔۔۔

کیا لینے آئے پواب یہاں کیا کوئی کثر رہ گئی تھی تمہارے بابا سے جو تم پوری
کرنے آئے ہو۔۔ عالم اسے آتے دیکھ دھاڑا تھا۔۔
مر تسم نے ان دونوں کو دیکھا۔۔ مجھے عینا سے بات کرنی ہے۔۔
وہ ان دونوں کے مقابل رکتا بولا تھا۔۔

عالم نے سرخ آنکھوں سے اسے گھورا تھا۔

عالم۔۔ ولی نے اسے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے نیچے چلنے کا اشارہ کیا۔

وہ جانتا تھا کہ اس وقت عینا کو مر تسم ہی سنبھال سکتا ہے۔

وہ دونوں لاؤنچ میں آگئے۔

اسکے کمرے کے سامنے رکتے مر تسم گہری سانس بھری۔

عین۔۔ اسنے نوک کیا۔

عینا دروازہ کھولیں مجھے بات کرنی ہے آپ سے۔

وہ دروازہ لوک ہونے پر لب بھینچ گیا۔

عین۔۔ اوپن داڈور۔۔ مجھے بات کرنی ہے۔

وہ دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا بولا۔ لیکن آگے سے خاموشی چھائی

تھی۔

ولی اور عالم نے بھی پریشانی سے اسے دیکھا تھا ولی نے بوا کو اشارہ کیا وہ دوسری

کیز لے آئیں۔

یہ لو اس سے کھولو۔۔ ولی اسے کیز دیتا بولا۔۔

مر تسم نے تیزی سے اسکے ہاتھ سے چابیاں لی تھیں۔۔ اسنے لوک کھولا لیکن
دروازہ نہیں کھلا۔۔

کیونکہ وہ اندر سے کنڈی لگا چکی تھی۔۔

شٹ۔۔ اسنے دیوار پر مکامارا۔۔ عین میں کچھ کہہ رہا ہوں آپسے دروازہ
کھولیں۔۔۔

وہ دھاڑا تھا۔۔

عین دروازہ کھولو۔۔ یہ کیا بچپنا ہے۔ بات کرنی ہے ہمیں۔۔

ولی نے آگے بڑھتے دروازہ بجایا تھا۔۔

مہر پلینز ایک بار بات سن تولے۔۔ عالم نے بھی التجا کی تھی۔۔

وہ سپاٹ چہرے سے باہر سے آتی آوازیں سنتی رہی۔۔۔

میں اس وقت اکیلے رہنا چاہتی ہوں۔۔ چلیں جائیں یہاں سے مجھے کسی سے
کوئی بات نہیں کرنی۔۔

اسکی سپاٹ آواز دروازے کے اس پار سے گونجی تھی۔۔

عین پلیر ایک بار میری بات تو سنیں۔۔ بابا کا وہ مطلب ہر گز نہیں تھا۔۔ میں
آپکو سمجھاتا ہوں نا۔۔ پلیر دروازہ کھولیں۔۔

مر تسم التجائیہ لہجے میں بولا تھا۔۔

مجھے آپسے کوئی وضاحت نہیں چاہیے جائیں یہاں سے میں اکیلی رہنا چاہتی
ہوں۔۔ وہ بمشکل اپنے لہجے کو نرم ہونے سے روکتی بولی تھی۔۔

عینا ضد مت کرو میں کہہ رہا ہوں دروازہ کھولو۔۔ ولی غصے سے دھاڑا تھا۔۔
لیکن آگے سے خاموشی چھا گئی۔۔

وہ تینوں ایک دوسرے کا منہ تیکنے لگے۔۔

عین ٹھیک ہے بات نہیں کرنی مت کریں لیکن یہ دروازہ تو کھول دیں
پلیز۔۔ مرتسم بے بسی سے بولا تھا۔۔

شاہ پلیز چلیں جائیں یہاں سے آپکو میری قسم۔۔ میں اس وقت کسی سے بھی
بات نہیں کرنا چاہتی۔۔

پلیز ولی کچھ دیر کے لئے اکیلا چھوڑ دیں آپ لوگ مجھے۔۔
وہ آنکھوں میں نمی سمیٹے بولی تھی۔۔

مرتسم نے اسکی بات سنتے لب بھینچے تھے۔۔

وہ کتنی ہی دیر کھڑا دروازے کو گھورتا رہا۔۔

لیکن نا اسے آنا تھا نا وہ آئی۔۔

وہ دروازے سے ٹیک لگائے کھڑکی سے نظر آتے آسمان کو گھورتا رہی تھی۔۔

کافی دیر تک وہ لوگ انتظار کرتے رہے لیکن ناتوا سکی کوئی آواز آئی نا ہی وہ خود

باہر آئی۔۔

تھک ہار کر مرتسم اسکی قسم کے باعث واپس چلا گیا۔
عالم اور ولی لاؤنچ میں بیٹھے اندر ہی اندر خود سے لڑ رہے تھے۔



وہ گھر آیا تو پورا لاؤنچ ویسے ہی کپڑوں سے بکھرا پڑا تھا۔ جبکہ سب پریشان
سے بیٹھے تھے۔

وجدان بھائی اور عالم بابا بے چینی سے ادھر ادھر چکر لگا رہے تھے۔
جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا وہ تیزی سے اسکی طرف لپکے تھے۔

مرتسم بات ہوئی عینا سے۔ وہ ٹھیک ہے نا۔
تمہیں اسے سمجھایا نا بھائی صاحب نے غصے میں بول دیا تھا۔
عالم بابا اسکے سامنے آتے بولے تھے۔

مرتسم نے زخمی نظروں سے سب کو دیکھا تھا۔

بات سننا تو دور وہ کسی کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتیں وہ ضبط کے باوجود
ڈھاڑا تھا۔

کسی کی جانب دیکھے بغیر وہ اوپر کی طرف بڑھ گیا۔
کمرے میں آتے اسکے ایک ایک چیز توڑ پھینکی۔۔ بیڈ شیٹ کو نوچ کر پھینکا تھا
پورے کمرے کا حشر نشر کرتے اسکی نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑے گجروں پر گئی
تھی۔۔

اسنے ہونٹ بھینچتے ان گجروں کو گھورا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر انہیں اٹھاتے
اسنے اپنے سامنے کیا۔۔ کچھ وہ ہاتھ میں تھا مے ان گجروں کو دیکھتا رہا۔
اچانک اسنے انہیں تیزی سے زمین پر پھینکا تھا۔ گجروں میں لگے پھول زمین
پر بکھر گئے وہ ہر چیز تھس تھس کرتا جا رہا تھا۔

اللہ۔ تھک کر وہ بیڈ کے ساتھ نیچے بیٹھ گیا۔ منہ سے بے ساختہ اللہ کی ایک
نکلی تھی۔۔

اللہ جی ماں کے بعد سالوں بعد مجھے کوئی خوشی ملی ہے۔۔ سالوں بعد لگا ہے
جیسے میں جینے لگا ہوں۔۔ مینے مے م تجھ سے کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا۔۔ آج
بھی نہیں کر رہا تھا بس اتنا مانگ انہیں کوئی تکلیف مت دے۔۔ انکی تکلیف
مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔۔ انہیں مجھ سے دور نا کرنا۔۔

اللہ سالوں بعد روح پر سکون ہوئی ہے۔۔ پلیر اللہ جی میرے اس سکون کو
بے سکونی میں نا بدل۔۔

رحم کر ہم پر۔۔ ہمیں اس آزمائش سے نکال دے۔۔ وہ آسمان پر نظریں
ٹکائے رب سے مخاطب تھا۔۔

دل سک رہا تھا۔۔ اسے سب کچھ بکھرتا نظر آ رہا تھا۔۔
تبھی کوئی اسکے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا تھا۔۔
مر تسم نے چہرہ نہیں اٹھایا وہ جانتا تھا کون ہوگا۔۔
روحاما مابیڈ پر اسکے نزدیک بیٹھیں تھیں۔۔

انہوں نے نرمی سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔۔ مر تسم تیزی سے انکی گود میں
چہرہ چھپا گیا۔۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکے آنسو اسکی ماں دیکھے۔۔

روحاما کچھ بھی کہے بغیر اسکا سر سہلاتی رہیں جبکہ وہ انکی گود میں سر چھپائے
دل ہی دل میں سسکتا اپنے رب کو پکارتا اس سے اسکے دور ناجانے کی التجا کر
رہا تھا۔۔



وہیں جہاں وہ اسکے رہا تھا دوسری طرف ایک اور وجود تھا جو اسکے کے لئے
تڑپ رہا تھا۔۔

وہ سڑک کے کنارے گاڑی روکے اسکے بونٹ پر بیٹھا تھا۔۔
آج ناجانے کتنے دن ہو گئے تھے سے دیکھے ہوئے۔۔ اسکے دل کی بے چینی
تھی جو بڑھتی ہی جا رہی تھی۔۔

وہ پیل پیل تڑپ رہا تھا۔۔ وہ بے چینی سڑک پر چکر کاٹنے لگا۔۔

گھپ اندھیرا تھا۔۔ تہجد کا وقت تھا جب وہ تھک کر تڑپتے گھٹنوں کے بل
سرک پر گرا تھا۔۔

اللہ اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔

یا اللہ۔۔ اسنے پھر سے پکارا تھا۔۔

اللہ۔۔ سراٹھاتے آسمان کی طرف دیکھتے اسنے چیخ کر پکارا تھا۔

اس ویرانے میں اسکی آواز گونجی تھی۔۔

میں ہار گیا ہوں۔۔ میں مان گیا ہوں۔۔ تجھ سے تیری خدائی سے۔۔

میں ہار گیا۔۔ وہ آسمان کی طرف دیکھتا اونچی آواز میں چلا رہا تھا۔۔

تو ہے۔۔ ہر جگہ ہر پل ہے۔۔ میں جانتا ہوں ہمیشہ سے جانتا تھا اور مانتا

بھی۔۔ لیکن تو نے میری دعا نہیں سنی۔۔ میری فریاد نہیں سنی۔۔

آخر کسکے سہارے چھوڑ دیا تو نے مجھے میرے اس وحشی بھائی کے سہارے۔۔

اس لیے بدگمان ہو گیا تھا تجھ سے۔۔ وہ نم آواز میں بولا تھا۔۔

لیکن میں اعتراف کرتا ہوں۔۔ تیرا اور تیری خدائی کا۔۔

وہ چلایا تھا۔

دیکھ آج۔۔۔ آج پھر سے تیری آگے جھک آیا ہوں۔۔۔ تیرے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا ہوں۔۔۔ تجھ سے بھیک مانگ رہا ہوں۔۔۔

تو مجھے بھیک میں ہی انہیں دے دے۔۔۔ وہ ہاتھ پھیلائے رو رہا تھا۔۔۔ آج وہ بیس سال بعد اپنے رب کے آگے جھکا تھا۔ اس کے سامنے گڑ گڑا رہا تھا۔

تو نے مجھ سے ماں چھین لی۔۔۔ مجھے باپ کے سائے سے محروم کر دیا میں چپ رہا۔۔۔ تب بھی تیرے پر سے یقین نہیں کھویا مینے۔۔۔

تیری رضا سمجھ کے چل ہو گیا۔۔۔ وہ آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بولا تھا۔۔۔ لیکن جب وہ وحشیوں کی طرح مجھے مارتے تھے نوچتے تھے۔۔۔ تب بھی تو نے میری نہیں سنی پھر کیوں کر کرتا میں تیرے پہ یقین۔۔۔ وہ ہچکیوں سے روتا رہا۔۔۔

لیکن وہ ہیں نا وہ کہتی ہیں۔۔ تو نے ہر کسی کے لئے بہتر سوچا ہوتا ہے۔۔ شاید
تو نے میرے لئے بھی کچھ سوچا ہو گا لیکن میرے بے یقینی دیکھتے تو نے مجھے
میرے حال پر چھوڑ دیا۔۔

لیکن وہ کہتی ہیں ابھی بھی میں تجھ سے مانگوں گا تو تو مجھے دے گا۔۔ تو تو انہیں
مجھے دے دینا۔۔ وہ بچوں کی طرح ہاتھ پھیلا سکتا تھا۔۔

اپنے میرا سکون انکے ساتھ انکے پاس رکھ دیا ہے۔۔۔ انکی محبت میری دل
میں اپنے ڈالی ہے۔۔۔ انکی چاہت اپنے ڈالی ہے۔۔

اب۔۔ اب میں انکے بغیر کیسے رہوں۔۔ مجھ سے رہا ہی نہیں جا رہا۔۔ اللہ جی
پلیز انہیں مجھے دے دیں۔۔ میں ہر چیز سے توبہ کر لوں گا۔۔

ہر گناہ چھوڑ دوں گا۔۔ میں ساری زندگی تیرا شکر کروں گا۔۔ تو بس مجھے ان سے
نوازدے۔۔

وہ تیس سالہ جواں مرد سڑک پر گرا کسی فقیر کی طرح ہاتھ پھیلا اسے مانگ
رہا تھا جو اسکا نصیب تھا ہی نہیں۔۔

منظر بلکل ویسا تھا کہ جب کسی شاعر نے کہا تھا۔

دونوں ہی پڑے تھے مسجد میں سر بسجود"
"ایک کو عطا تھی تم ایک کی دعا تھی تم



مسلسل آتی آواز نے اسنے کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔۔۔ ہاتھ بڑھاتے انسے
فون کو تلاش کیا جو مسلسل بج رہا تھا۔
جمائی روکتے وہ بمشکل آنکھیں کھولتے سیدھا ہوا۔
صبح کے پانچ ہو رہے تھے۔

اسنے ادھر ادھر دیکھا۔۔ وہ اور عالم انتظار کرتے وہیں سو گئے تھے۔

عالم اسکے سامنے صوفے پر اٹھاتر چھالیٹا تھا۔۔

اسنے فون دیکھا اسکے کسی دوست کا فون تھا۔۔۔

کال بیک کرتے اسنے فون کان سے لگایا۔۔

ہیلو۔۔ اےجے ہیلو کہتے ہی آگے سے کچھ کہا گیا تو وہ ٹیک ہے کہتے فون کاٹ گیا۔۔

اسکے دوست کی مدد ہو سپٹلائز تھی تو اسے پیسوں کی ضرورت تھی جو اسنے ولی سے مانگے تھے۔۔

اسنے ایک نظر عینا کے بند کمرے پر ڈالی۔۔ گہری سانس بھرتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔



بہت شکریہ یار۔۔ اگر تم مددنا کرتے تو آج ماما کا آپریشن ہونا ناممکن تھا۔۔ اسکا دوست مشکور لہجے میں بولا تھا۔۔

کوئی بات ایسے وقت میں دوست ہی تو دوستوں کے کام آتے ہیں۔۔۔ ولی
اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتا بولا۔۔

آپریشن ہو گیا تھا تو اسکے دوست کی مدد اب خطرے سے باہر تھیں اس لیے وہ
اسے خدا حافظ کہتا چلا گیا۔۔

ابھی وہ سیکینڈ فلور کی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔۔ جب سامنے کا منظر دیکھتے اسے
اپنے وجود میں چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئیں۔۔۔ غصے کالا واجورات سے
بھڑکا ہوا تھا پھٹنے کے قریب ہو گیا۔۔
وہ تیزی سے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

جبکہ زہرہ میڈم اپنی طرف بڑھتے شعلے سے انجان تھی۔۔
اسکی نائٹ شفٹ تھی رات سے وہ کافی تھک گئی تھی۔۔ ابھی وہ فری ہوئی
تھی۔ گھر جانے کا سوچتی۔۔ لیکن اسکا ایک کولیگ اس سے کسی کیس کے
متعلق ڈسکس کرنے لگا۔۔

وہ شکر کرتی اب واپسی کے لئے جانے ہی ولای تھی۔۔

لیکن براہو اجو وہ اچانک سے سامنے سے کافی لیکر آتے لڑکے سے ٹکڑائی۔۔
اس سے پہلے کہ کافی اسکے اوپر گرتی اسکے ساتھ کھڑے ڈاکٹر نے اسے اپنی
جانب کھینچ لیا۔۔

اس اچانک افتاد پر اسکی چیخ بے ساختہ تھی۔۔
لیکن وہ بیچ گی تھی۔۔

ان سب میں محسوس نا کر سکی وہ ہاتھ ابھی تک اسے کندھے پر تھا۔۔ جبکہ وہ
ڈاکٹر اب اس کافی ولالے لڑکے پر بھڑک رہا تھا۔۔
لیکن کسی کی آگ اگلتی نظروں نے ضرور اس ہاتھ کو اسے کندھے پر دیکھا
تھا۔۔

میں ٹھیک ہوں۔۔ زہرہ نے آہستہ سے کہتے بات ختم کی تھی۔۔ اس سے پہلے
کے اپنے کندھے سے اسکا پیچھے کرتی اسے اپنے بازو پر کسی کی سخت ترین
گرفت محسوس ہوئی تھی۔۔
اسنے چونک کر سامنے دیکھا۔۔

ولی نے جھٹکے سے اسکے کندھے سے اس ڈاکٹر کا ہاتھ جھٹکا تھا۔

یہ کیا بد تمیزی ہے۔۔

وہ ڈاکٹر چلایا۔ لیکن اپنے سامنے اس دن والے لڑکے کو دیکھ وہ چپ ہو گیا۔

ولی اسکا ہاتھ توڑنے کی خواہش دباتا زہرہ کی طرف مڑا تھا۔

جو غصے سے اس بھڑکتے شعلے کو دیکھ رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی ولی جھٹکے سے اسے کھینچتے وہاں سے لے گیا۔

اسکے کعبین میں لاتے ولی نے اسکا ہاتھ چھوڑتے پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ بند کیا تھا۔

دماغ ٹھیک ہے ایکا۔ کیا کر رہے ہیں۔۔ وہ چلائی تھی۔

میرا دماغ ٹھیک ہے یا نہیں تمہارا دل و دماغ کہا تھا۔ ہاں۔۔ وہ دھاڑا تھا۔

زہرہ سہم کر پیچھے ہٹی۔

آپ مجھ پر یوں چلا نہیں سکتے۔۔ وہ اپنے ڈر پر قابو پاتی بمشکل بولی تھی۔

میں کیا کیا کر سکتا ہوں زہرہ میڈم تمہیں بہت جلد اس بات کا اندازہ ہو جائے گا۔۔

پہلے مجھے یہ بتاؤ کیا اس دماغ میں کوئی بات نہیں گھستی۔۔ وہ اس کے قریب ہوتا اس کے سر پر انگلی رکھتا ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔۔

ک۔ کیا مطلب۔۔ اس نے انداز نے زہرہ کو حلق تر کرنے پر مجبور کر دیا۔
مینے تمہیں سمجھایا تھا نا کہ اس ڈاکٹر سے دور رہنا۔۔ مجھ نہیں آتی تمہیں میری بات۔۔ وہ دھاڑا تھا۔۔

زہرہ اپنے اتنے قریب سے اسکی دھاڑ سنتے بے ساختہ پیچھے ہٹی تھی۔۔
آپ ہوتے کون ہیں مجھ پر حکومت کرنے والے مجھے یہ بتانے والے کہ میں کس کے بھی قریب رہوں۔۔

وہ اسے سب بتانے والی تھی لیکن پھر دو دن بعد ہونے والا اپنا نکاح یاد آیا تو وہ بھڑک اٹھی تھی۔۔

میں کون ہوتا ہوں یہ تو میں تمہیں بہت جلد اور بہت اچھے سے بتا دوں
گا۔۔ وہ دانے پیستے بولا تھا۔۔

مجھے آپسے کچھ سمجھنے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ میں آپکو آخری بار سمجھا
رہی ہوں۔۔ دور رہیں مجھ سے میرا آپسے کوئی واسطہ نہیں۔۔ اسلیے آئندہ
میرے واسطے میں مت آئیے گا۔۔ وہ انگلی اٹھا کر بولتی ولی کو اپنی طرف دیکھنے
پر مجبور کر گئی۔۔

ولی قدم قدم چلتا اسکے قریب آیا اسکی انگلی کو بند کرتے اسنے اسکا بازو پکڑتے
اسکے پشت سے لگا دیا۔۔ وہ سسکی اٹھی تھی اسکی بے رحمی پر۔۔۔
یہ جو قینچی کے جیسے زبان چلتی ہے نا تمہاری یہی زبان اس نٹھورام کے آگے
بھی چلایا کرو۔۔ اور بالکل یہی نصیحت اسے کیا کرو۔۔

وہ اسکے بازو پر گرفت بڑھاتا اسکے کندھے کو دوسرے ہاتھ سے دبوچے بولا
تھا۔۔

اسکا بس نہیں چل رہا تھا کسی طرح وہ اس نتھورام (ڈاکٹر) کا لمس اسکے کندھے سے مٹا سکے۔۔

یہ کیا بے ہودگی ہے۔۔ پیچھے ہٹیں۔۔ وہ آکسی بے رحم گرفت میں مچلی تھی۔۔

بے ہودگی تو ابھی مینے دکھائی شروع بھی نہیں کی۔۔ تو تم ایسے تڑپ رہی ہو۔۔ جب دکھاؤں گا تب کیا کرو گی جان من۔۔
وہ جان بوجھ کر آنکھ و نک کرتا بولا تھا۔۔ جبکہ اسکے بازو اور کندھے پر گرفت بڑھائے تھی۔۔

کہ زہرہ تکلیف کی شدت سے سک اٹھی تھی۔۔

جانور ہیں آپ جانور۔۔ میں اچھے سے جانتی ہوں بار بار میرے قریب آکر کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ میں سانولی ہوں مجھے کوئی اور تو منہ لگاتا نہیں میں مجبور ہوں۔۔ کچھ کر نہیں سکتی تو آپ مجھ سے اپنی حوس پوری کر لیں گے۔۔

وہ غصے و بے بسی سے ڈھاڑی تھی۔۔

اسکے الفاظ نہیں تیر سے جو ولی کے سینے میں بری طرح سے پیوست ہوتے
اسکی محبت کی سیڑھی کو لڑکھڑا گئے تھے۔۔

اسکی گرفت ڈھیلی پڑی تھی وہ بے ساختہ اسے دور دھکیلا پیچھے ہوا تھا۔
بے یقین نظروں سے اسے دیکھتا پیچھے کو قدم لینے لگا۔

اسکی بے یقین نظریں دیکھ زہرہ کو شدت سے اپنے کہے گئے الفاظ کا اندازہ ہوا
تھا۔۔

وہ اس پہ غصہ تھی وہ اس سے کہنا چاہتی تھی کہ وہ ڈر رہی ہے کہ دو قدم بعد
کسی اور کے نام ہو جائے گی۔۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ اب کیوں چپ ہو لیکن وہ
غصے میں اسے وہ بول گی تھی جو وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

لیکن اب کیا ہو سکتا تھا کہتے ہیں ناکمان سے نکلا ہوا تیر اور زبان سے نکلے
ہوئے الفاظ واپس نہیں آ سکتے۔۔

م۔ میں تمہیں ح۔ حوس پرست جانور لگتا ہوں۔۔ ح

حیوان لگتا ہوں جو تمہیں نوچنا چاہتا ہے۔۔ وہ بے یقینی سے بولا تھا۔۔ بے یقینی اس قدر تھی کہ اسکی لہجہ لڑکھڑا گیا۔۔

زہرہ نے شدت سے نفی میں میں سر ہلاتے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن وہ تیزی سے وہاں سے نکلا تھا۔۔

جبکہ وہ اپنے لفظوں پر سوائے پچھتاوے کے اور کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔۔



وہ ایسے کیسے کہہ سکتی تھی۔۔ وہ اسکی پاکیزہ محبت کو حوس کا نام کیسے دے سکتی تھی۔۔

ٹھیک ہے وہ غصے میں اسکے قریب چلا جاتا تھا۔۔ لیکن وہ تو مر کر بھی ایسا نہیں سوچ سکتا تھا۔۔

آج بھی اسے چھونے کا اسکا کوئی مقصد نہیں تھا وہ تو بس کسی طرح اس مرد کا لمس زائل کرنا چاہتا تھا جو اسکا دماغ گرم کر رہا تھا۔

وہ گاڑی ڈرائیو کرتے مسلسل یہی سوچ رہا تھا۔

ایک آنسو ٹوٹ کر پھسلا تھا جسے اسنے سختی سے رگڑ ڈالا۔

ایک بات تم میری دسترس میں آ جاؤ زہرہ پھر میں تمہیں بہت اچھے سے حوس کا مطلب سمجھاؤں گا گاڑی کی سپیڈ بڑھاتے لب بھینچتے سوچا تھا۔



اسنے کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔۔ کمر اور گردن میں شدید درد ہو رہا تھا۔

وہ زرا سا ہلی تو کراہ نکلی تھی۔۔

وہ دروازے سے ٹیک لگائے جانے کب سو گئی تھی۔۔

گھڑی پہ وقت دیکھا تو سات ہو رہے تھے۔۔

وہ فریش ہو کر نیچے آگئی۔۔

وہ لاؤنچ میں آئی تو اسکی نظر صوفے پر آڑھے ترچھے لیٹے عالم پر گئی۔۔

اسے افسوس ہوا تھا کل وہ غصے میں اسے کچھ زیادہ ہی سنا گئی تھی۔۔

اسنے اچھنبے سے اسے دیکھا وہ اتنی دیر تک نہیں سوتا تھا۔۔

نظریں دوڑائیں لیکن ولی کہیں نظر نہیں آیا۔۔

گہری سانس لیتے وہ اسکی طرف مڑی۔۔ عالم۔۔ عینانے اسکے قریب رکتے

اسے پکارا۔۔

لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔۔

عالی۔۔ اسنے پھر سے پکارا۔۔ لیکن وہ کسمکسا یا تک نہیں۔۔

عینانے حیرانگی سے اسے دیکھا اسکی نیند بہت کچی تھی۔۔

عالی اٹھ صبح ہو گئی۔۔ عین نے اسکے بازو کو ہلایا لیکن وہ کرنٹ کھا کر پیچھے

ہٹی۔۔

اسے یوں لگا جیسے انگاروں کو چھو لیا ہو۔

عالی۔۔ عینا نے اسکے ماتھے پر ہاتھ رکھا وہ تپ رہا تھا۔۔

شٹ۔۔ جانے کب وہ یوں بخار میں پھنک رہا تھا۔۔

اسنے لب بھینچتے سوچا تھا۔۔

عالم۔۔ عالم۔۔ عینا نے اسکے گال تھپتھپاتے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ غنودگی میں تھا۔۔

وہ حواس باختہ ہو گئی۔۔

بوا۔۔ بوا۔۔ کوئی ہے۔۔ اسنے اونچی آواز میں پکارا۔۔

اندر آتے ولی نے حیرت سے اسے چلاتے سنا تھا۔۔

وہ تیزی سے اندر کی طرف بڑھا۔۔

عینا کیا ہوا بچے؟؟ اسکی طرف بڑھتے پوچھا۔۔

ولی۔۔ دیکھیں عالم کو کیا ہو گیا اٹھ ہی نہیں چرہا۔۔ وہ ولی کی آواز پر تیزی سے
اسکی طرف مڑی تھی۔۔

اچھا چھاریلیکس میں دیکھتا ہوں۔۔ ولی اسکی پریشان چہرے کو دیکھ اسے
ریلیکس رہنے کا کہتے عالم کی طرف بڑھا۔۔

عالم اٹھو۔۔ ولی نے اسکا کندھا ہلایا۔۔

اسے تپش سی محسوس ہوئی۔۔ اسکے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ٹیمپر چرچیک کیا۔۔
اسے تو بہت تیز بخار ہے۔۔ عالم کے نیم بے ہوش وجود کو دیکھتے عینا سے
کہا۔۔

پانی لاؤ۔۔ عینا سے کہتے اسنے عالم کو پھر سے بیدار کرنے کی کوشش کی لیکن
وہ زرا سا کسمسا بھی نہیں رہا تھا۔۔

عینا سے پانی لیتے اسکے چہرے پر پانی کی چھینٹے مارے لیکن وہ بے سود پڑا
رہا۔۔

ولی اسے ہو سپٹل لے کے چلتے ہیں۔۔ عینا نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے کہا تھا۔۔

ہمم۔ ولی نے سر ہلاتے گاڑ کی مدد سے اسے گاڑی میں لٹایا اور وہ دونوں ہو سپٹل کی طرف چل دیے۔۔



اسے ایمر جنسی میں لے جایا گیا تھا۔۔

ڈاکٹر میرا بھائی کیسا ہے۔۔ ڈاکٹر کے باہر آتے عینا تیزی سے اسکی طرف بڑھی تھی۔۔

ڈاکٹر عینا آپکے بھائی کو بہت تیز بخار ہے۔۔ انہوں نے کسی چیز کو اپنے سر پر شدت سے سوار کیا ہے۔۔ ٹینشن اور سٹریس سے انکا بخار زور پکڑتا چلا گیا۔۔

عینا جس ہو اسپتال میں جا ب کرتی تھی ولی اسے وہیں لایا تھا اس لیے ڈاکٹر
اسے جانتی تھی۔۔

ہم انجیکشن بھی نہیں دے سکتے جب تک بخار کا زور ٹوٹ نہیں جاتا۔
فلحال انہیں بس ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھیں بخار کچھ کم ہو گا تو ہم انجیکشن اور
میڈیسن دیں گے۔۔

ڈاکٹر نے پیشہ ورانہ انداز میں کہا تھا۔۔

تھینکیو ڈاکٹر۔۔ ولی نے عینا کے کندھے پر ہاتھ کہا۔۔

ڈاکٹر وہاں سے چلی گئی تو ولی نے اسے دیکھا۔۔ جسا چہرہ آنسو روکنے کی شدت
سے سرخ ہو رہا تھا۔۔

کچھ نہیں ہو گا اسے بخار ہی تو ہے۔۔ ٹھیک ہو جائے گا۔۔ پریشان مت ہو۔۔
ولی اسکے گرد بازو پھیلاتا پیار سے بولا۔۔

ولی مجھے اسے ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا۔۔ رات مینے غصے میں اسے بہت بڑی بات کہہ دی۔۔ یہ سب میری وجہ سے ہو رہا ہے۔۔
وہ بہتے آنسوؤں سے بولی تھی۔۔

نہیں میرا بچہ کچھ بھی تمہاری وجہ سے نہیں ہو رہا۔۔ عالم ٹھیک ہو جائے گا تو کل رات کے لئے اسے سوری بول دینا۔۔
آؤ شاباش اسکے پاس چلتے ہیں۔۔

ولی اسے سمجھاتے ایمر جنسی وارڈ کی طرف اسے لے گیا۔۔
کچھ دیر تک اسکا بخار کم ہوا تو ڈاکٹر نے اسے ڈرپ اور انجیکشن دیے تب جا کے اسے ہوش آیا تھا۔۔

تم نے ہمیں ڈرا ہی دیا۔۔ ولی اسکے پاس بیٹھتے اسے گھورتے بولا۔۔ تھوڑی دیر پہلے ہی اسے ہوش آیا تھا۔۔

عالم بس ہلکا سا مسکرا دیا۔

مہر کہاں ہے۔۔؟ اسنے اسکی غیر موجودگی محسوس کرتے پوچھا۔

باہر ہے۔۔۔ میں بھیجتا ہوں اسے۔۔ ولی اسے کہتے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ سر جھکائے ولی کے ساتھ اندر آئی تھی۔

ولی نے اسے آنکھوں سے کچھ اشارہ کیا وہ سمجھتے سر ہلا گیا۔

ایم سوری۔۔ وہ جھکے سر سے بولی تھی۔

مجھے ایسا نہیں بولنا چاہیئے تھا۔۔ میں بس غصے میں تجھے ایسا بول گی تھی۔

آئی سویر مینے دل سے نہیں کہا تھا۔۔ وہ معصومیت سے اسے دیکھتی بولی تھی۔

عالم نے مسکراتے اسے دیکھا۔

ادھر آؤ۔۔ وہ نرمی سے بولا۔

مہر اسکے قریب چلی آئی۔

عالم نے زرا سا اوپر ہوتے اسکے سر پر چت کیا۔

تجھے لگتا ہے میں تیری باتیں سرس لیتا ہوں۔۔ مجھے پتہ ہے تو صرف ایویں
ہی بولتی ہے۔۔ کیونکہ دماغ تو تیرے پاس ہے نہیں جو سوچ کے بولے۔۔
عالم خفگی سے اسے دیکھتا بولا تو مہر نے اسے گھورا جبکہ ولی کا قہقہہ گونجا تھا۔۔
آپ دونوں کے پاس تو جیسے بہت ہے نادماغ۔۔ وہ خفا خفا سی بولی تھی۔۔
ہاں وہ تو ہے۔۔ دونوں نے فخر سے کالر جھاڑے۔۔
عینا پاؤں پٹکتی وہاں سے چلی گئی۔۔
پیچھے دونوں آسودگی سے مسکرا دیئے۔۔



کہاں۔۔ ولی کو باہر جاتے دیکھ وہ جلدی سے اس کے سامنے آئی۔
کہاں مطلب۔۔ ریسٹورینٹ۔۔ ولی نے حیرانگی سے اسے دیکھتے کہا۔۔
دوپہر تک وہ لوگ عالم کو گھر لے آئے تھے۔۔

ولی دونوں کو ڈراپ کرتے واپس جانے لگا تو وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھی۔۔
جی نہیں۔ کہیں نہیں جارہے آپ۔۔ بھول گئے کل نکاح ہے آپکا وہ بھی یہیں
ہونا ہے۔۔

کوئی تیاری شیری کرنی ہے یا نہیں۔۔
وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے اسے گھورتے بولی۔۔
ولی نے اسکی بات سنتے ہونٹ بھینچے تھے۔۔
صبح کی تلخ کلامی یاد کرتے اسکا دل ہر چیز سے اچاٹ ہوا تھا۔۔
اب کہاں کھو گئے۔۔

عینا کسے سامنے چٹکی بجاتے بولی۔۔
ہاں کہیں نہیں۔۔ بتاؤ کیا تیاری کرنی ہے۔۔ وہ بالوں میں ہاتھ پھرتے گہری
سانس بھرتے بولا تھا۔۔

آجائیں ادھر بہت کام ہیں۔۔ وہ اسکا بازو پکڑتی بولی۔۔
اور تم بیٹھ کے بھی کام کر سکتے ہو۔۔

یہ نمبر لکھ دیے ہیں مینے۔۔ ڈیکوریشن والوں اور پھول والوں کا ان پہ کال کر کے بلاؤا نہیں۔۔

وہ عالم کو آڈر دیتی بولی جو منہ بناتے فون اٹھا گیا۔۔
وہ رات والی بات بھلائے نارمل بیہو کر رہی تھی اس لیے وہ دونوں بھی نارمل رہے۔۔



اسلام و علیکم!! بی جان کی آواز پر وہ دونوں حیرت سے مڑے۔۔
جبکہ عینا انہیں آتے دیکھ مسکراتی انکی طرف بڑھ گئی۔۔
ولی چہرے پر سختی لیے سب کو دیکھ رہا تھا جبکہ عینا اب مسکرا کر سب سے مل رہی تھی۔۔

انہیں مینے بلایا ہے۔۔ سب کو بٹھاتی وہ ولی اور عالم کے پاس آتے دھیمے لہجے
میں بولی تھی۔۔

کیوں۔۔؟ عالم نے سختی سے استفسار کیا تھا۔۔
کیوں مطلب۔۔ کل ولی کا نکاح ہے تو لگنا بھی چاہیے بھی۔۔ چھوٹی سی ڈھولکی
ہے۔۔ وہ کندھے اچکاتی انکی طرف بڑھ گئی۔۔

ولی اور عالم مارے بندھ کے سب کو سلام کرتے انکے پاس ہی بیٹھ گئے۔۔
عینا بچے رات کو جو بھی ہوا۔۔ ماما بھی ابھی کچھ بولتی عینا انکی بات کاٹ گئی۔۔
ماما رات گئی بات گئی۔۔ چھوڑ دیں۔۔ وہ مسکرا کر بولی تھی۔۔

اچھا تو پھر لواپنی امانت۔۔ روحا ماما اسکی طرف ایک پیکیٹ بڑھاتے بولیں۔۔
عینا سمجھ چکی تھی کہ وہ کل رات والی امانت تھی جسکے بدلے میں اسکی ذات کو
تماشہ بنایا گیا تھا۔۔

اسکے چہرے پر سایہ سالہرا یا۔۔

میں جانتی ہوں بچے کل جو بھی ہوا اسکے بعد شاید تم یہ ڈریس نالو۔۔ لیکن
کچھ بھی سوچنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ یہ تمہارا حق اور امانت ہے۔۔
ملیجہ کی محبت سوچ لینا۔۔ اسنے بہت محبت اور چاؤ سے یہ جوڑا بنایا تھا۔۔
روحاما اسکے چہرے کے تاثرات پڑھتے بولیں تھیں۔۔
وہ گہری سانس بھرتے شکر یہ کہتے وہ ڈریس تھام گئی۔۔
وشہ اور عادی بھی کالج سے اچکے تھے۔۔
عینا نے ہو سہیٹل سے دو دن کی چھٹی لی تھی۔۔
شاہ ولا کی سبھی عورتیں اور آیت رات وہیں تھیں۔۔
چھوٹی موٹی مستی کرتے رات گئے تک ڈھولکی کا فنکشن جاری رہا۔۔
مر تسم نے عینا کو بہت کالز کیں لیکن اسنے فون ہی سوٹیچ او ف کر دیا۔۔
لیکن مر تسم تھا کہاں کوئی نہیں جانتا تھا۔۔ کیونکہ وہ صبح سے ہی گھر سے
غائب تھا۔۔



عین۔۔ عین۔۔ ایت نے اسکا بازو ہلایا۔۔

ہاں۔۔ کیا ہوا۔۔ وہ آنکھیں مسلتی اٹھ بیٹھی۔۔

کیا ہوا ٹھیک ہے نا۔۔ وہ فکر مندی سے اسے دیکھتی بولی۔۔

ارسل آیت کو لے کر دو ماہ سے اپنے ماں باپ کے پاس اور اوف کنڑی تھا۔۔

وہ لوگ کچھ دن پہلے ہی واپس آئے تھے۔ اسکا تیسرا مہینہ چل رہا تھا۔۔ ایسے

میں ارسل نے اسکا بہت خیال رکھا تھا۔۔

آنیس کریم کھانے کا دل کر رہا ہے۔۔ وہ منہ لٹکاتی بولی۔۔

عینا نے اسے گھورا۔۔ آدھی رات کو تجھے آنسکریم کھانی ہے۔۔

وہ بال باندھی اٹھی تھی کہ اس کے لئے فریج سے آنیس کریم لاسکے۔۔

ابھی وہ اٹھی ہی تھی کہ اسکی کھڑکی سے کسی نے روم میں چھلانگ لگائی۔۔

آہہ۔۔ اسکی کی چیخ بے ساختہ تھی۔۔

کیا کر رہی ہے مروائے گی۔۔ ارسل جلدی سے اسکے چہرے پر ہاتھ رکھتا
اسکی چیخ کا گلا گھونٹ گیا۔۔

جبکہ آیت نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا تھا۔۔

عینا نے اسکے پیٹ میں کہنی ماری۔۔

تو ایسے چوروں کی طرح آئے گا تو پٹے گا ہی نا۔۔

وہ سانس بحال کرتی بولی تھی۔۔

لیکن تو یہاں کر کیا رہا ہے۔۔ ایک رات بھی بیوی کے بغیر رہا نہیں جاتا

تیرے سے۔۔

وہ اسے گھورتی بولی۔۔

ارے میں تو تم دونوں کے لئے کچھ لایا تھا۔۔ وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے شاپر

دکھاتا بولا۔۔

کیا۔۔؟ عین نے ابرو اچکاتے پوچھا۔۔

وہی جسے دیکھ تم دونوں کے منہ میں پانی جائے گا۔۔

وہ گول گپے نکالتے بولا۔۔

عینا اور آیت دونوں کی آنکھیں چمکیں تھیں۔۔

گول گپے۔۔ وہ دونوں ایک ساتھ چیخیں۔۔

آہستہ لڑکیو۔۔ کیوں کان کے پردے پھاڑنے ہے۔۔ وہ کانوں میں انگلیاں
ٹھونسے بولا۔۔

لیکن وہ دونوں اسے اگنور کرتی گول گپوں پر ٹوٹ پڑیں۔۔

ویسے تجھے کیسے خیال آگیا اس وقت۔۔ عینا کھٹا میٹھا پانی پیتے ارسل سے
بولی۔۔

بس مجھے پتا تھا میری بیوی کو رات کو ضرور کچھ نا کچھ چٹ پٹا کھانے کا دل
کرتا۔۔

وہ فخر سے کالر جھاڑتا بولا۔۔

مجھے پہلے ہی پتا تھا یہ مہربانی صرف تیری بیوی کی وجہ سے ہے۔۔ عینا اسے
تکیہ مارتے بولی تھی۔۔

اب دفع ہو یہاں سے۔۔۔ وہ اسے دوسرا تکیہ بھی مارتے بولی۔۔
آیت دیکھ رہی ہو۔۔ تمہارے سامنے تمہارے بتید یو پر ظلم ہو رہا ہے۔۔
وہ مصنوعی آنسو صاف کرتا بولا۔۔

تو آپ ہو جائیں نا۔۔ وہ کھاتے مصروف انداز میں بولی۔۔
کیا۔۔ ارسل نے حیرانی سے اسے دیکھا۔۔
دفع۔۔ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔
اور ادھر عینا کا قہقہہ چھوٹا تھا۔۔

ارسل نے صدمے سے اسے دیکھا۔

آیت نے لب دبائے تھے۔۔ میرے کہنے کا مطلب تھا کہ آپ چلیں جائیں
نا۔۔ گول گپے تو کھالیے ہم نے۔۔
وہ معصومیت سے آنکھیں پٹیٹاتی بولی۔۔

میں صدقے جاؤں اس معصومیت کے ہاں بس اپنا کام نکلوالیہ اور بس ٹاٹا
بائے بائے۔۔

وہ اسے گھورتے اٹھاتھا۔۔

ارسل شرافت سے یہاں سے جا۔۔ عینا اسے انگلی دکھاتے بولی تھی۔۔
جبکہ ارسل نے کھینچ کر اسے بلیںکیٹ میں لپیٹ دیا۔۔
عینا اسمیں الجھ گئی۔۔

جبکہ وہ موقع پاتے حیران بیٹھی آیت کے ہونٹوں کو زور سے چومتا اسے آنکھ
مارتا جسے آیا تھا وہیں سے واپس چلا گیا۔۔
ارسل میں تجھے۔۔ عینا بلیںکیٹ کو بمشکل الگ کرتے دانت پیستی بولی تھی۔۔
لیکن وہ تو وہاں تھا ہی نہیں۔۔

کہاں گیا۔۔ اسنے صدے سے آیت سے پوچھا کیونکہ ابھی تو وہیں تھا۔۔
چلے گئے۔۔ وہ مسکراہٹ دباتے بولی۔۔

عینا نے کھڑکی کو دیکھا اور پھر آیت کو اور دونوں کھلکھلا کر ہس دیں۔۔



نی صبح بہت سی امیدیں، بہت سے پیغام اور بہت سے راز لائی تھی۔۔

پورے فارم ہاؤس میں اس وقت شور مچا ہوا تھا۔۔

پورے گھر کو دلہن کی طرف سجایا گیا تھا۔۔ کیونکہ نکاح یہیں ہونے والا

تھا۔۔ جس کا خاص انتظام لان میں کیا گیا تھا۔۔

یہ ولی کا فارم ہاؤس تھا۔۔ زہرہ کے لئے سرپرائز تھا اس لیے احمد ولا کی بجائے
یہاں نکاح رکھا گیا تھا۔۔

جمعے کے بعد نکاح تھا۔۔

خواتین اس وقت اپنی تیاری میں مصروف تھیں جبکہ مرد حضرات جمعے کی

نماز کے لئے گئے تھے۔۔ سوائے قاسم بابا کے۔۔

ولی جلدی کریں دلہن والے آتے ہونگے۔۔

وہ کان میں جھمکا پہنتی مصروف انداز میں نیچے اترتی بولی تھی۔۔

ٹی پنک کلر کا وہی گاؤں جو اسے وشہ کے ساتھ لیا تھا۔۔

اس پر بہت بچ رہا تھا۔۔

وہ اسکے گھٹنوں تک تھا۔۔ ہلکا ہلکا سا کام ہوا تھا اس پر۔۔

جبکہ ٹراؤزر نہیں بلکہ پلاز و بلکل سمپل تھا جس پر کہیں کہیں کوئی ایک دانے جتنا موتی لگا تھا۔۔

جبکہ ڈوپٹے پر جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی ستاری سے کام ہوا تھا۔۔ اور سائیدوں پر گوٹے کا کام ہوا تھا۔۔

لائٹس سے میک اپ میں بالوں کو نیچے سے کرل کرتے کھولا چھوڑا ہوا تھا۔۔ وہ اتنے میں ہی نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔۔

پہلے تم ادھر آؤ۔۔ ولی اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کرتے بولا۔۔

عینانا سمجھی سے اسے دیکھتی اسکے قریب آگئی۔۔

ولی نے اسکے سر پر سے پیسے وارتے ملازمہ کو دیے۔۔

عینا نے اسے گھورا۔

جبکہ ولی کندھے اچکا گیا۔

تبھی لڑکی والے آگئے کا شور اٹھا تھا۔

ماما لوگوں نے سب نے انکا استقبال کیا تھا۔ زہرہ والوں کی طرف کچھ لوگ ہی تھے جو انکے رشتے دار تھے۔

جبکہ زہرہ کو سیدھا پار لڑ سے یہاں لایا جا رہا تھا۔

ہر چیز پوری تھی انتظار تھا تو بس دلہن کی۔

جبکہ ولی کو کسی اور کا بھی شدت سے انتظار تھا۔

وائٹ کرتے پر بلیک واسکٹ پہنے، بالوں کو جیل سے پیچھے کی طرف سیٹ کیا گیا تھا۔

کچھ کسے چہرے پر چھائی سنجیدگی سے وہ سب کو اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کر رہا تھا۔

اسکی تیکھے نقوش سے وہ ہر کسی کو اپنی طرف اٹریکٹ کر جاتا تھا۔

جب وہ اپنی کالی آنکھیں سکیرتے تھا تو یوں جیسے پوری دنیا ان میں سمیٹ لیتا

ہو۔۔



زہرہ کو گاڑی سے اسکی کچھ کنز نزنے اتارا تھا۔

وائیٹ کلر کا لہنگا پہنے وہ انکے ہمراہ سہج سہج کر قدم رکھ رہی تھی۔ اسکے سر پر

چادر سے گھونگھٹ کیا گیا تھا۔ اس لیے اسے کچھ خاص نظر نہیں آ رہا تھا۔

ویسے بھی وہ بے دلی سے یہ سب جیسے برداشت کر رہی تھی۔

رات سے رو رو کر اسکی آنکھیں بھی سو جھ گئی تھیں۔

اسکی کنز نزنے اسے لا کر لان میں اسکی جگہ پر بٹھا دیا۔ جو دلہن کے لئے

بنائے گئے تھی۔

اس طرف صرف دلہن والے تھے جبکہ دوسری طرف دلہے والے درمیان
میں پھولوں کی دیوار بنا گئی تھی۔۔

اسکی ماما نے اسکے سر پر سے چادر ہٹا دی۔۔ اب اسکے چہرے پر لال ڈو پٹے کا
گھونگھٹ تھا۔۔

دلہن کے آتے ہی خاموشی چھا گئی تھی۔۔ دلہے والے سب ایک طرف تھے
اس لیے وہ شاہ ولا کے کسی فرد کو بھی نہیں دیکھ پائی۔۔

لڑکے کو بلائیں۔۔ نکاح شروع کرتے ہیں۔۔ زہرہ کے ماموں نے عالم بابا
اسے کہا تو وہ سر ہلاتے ولی کو لینے چل دیے۔۔

ولی کسکا انتظار کر رہے ہیں۔۔ عینا سے ادھر سے ادھر چکر کاٹتے دیکھ حیرانی
سے بولی۔۔

ولی کچھ بولتا کہ اسکی نظر سامنے آتے مر تسم پر پڑی۔۔ اسنے شکر کا سانس
لیا۔۔

جبکہ مر تسم گلے میں ڈالی شال کو صحیح کرتے اسکے طرف بڑھا تھا۔۔

جبکہ عینا نے ہونٹ کاٹتے اسے دیکھا تھا۔ جو وائیٹ کرتا شلوار پہنے گلے میں
بھوری چادر ڈالے سیدھا اسکے دل میں اتر ا تھا۔

میرے خیال میں کسی کو اب بھی آنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔ ولی نے
اسے گھورتے تنز کیا تھا۔

مر تسم مسکرایا تھا۔۔ وہ اسکے مقابل آتے رکا۔۔ کچھ پل دونوں ایک
دوسرے کو دیکھتے رہے۔۔

پھر مر تسم نے آگے بڑھتے اسے گلے لگایا تھا۔

میں کیسے نا آتا میرے یار کا نکاح تھا۔ اس سے الگ ہوتے مر تسم مسکراتے
لہجے میں بولا۔۔

ولی بھی سر اے گلے شکوے مٹاتے مسکرا دیا۔

اگر آج تو نا آتا نا سا لے تو میں تیری ہڈی پسلی ایک کر کے تیری ساری ہیکڑی
نکال دیتا۔

ولی زور سے اسے گلے لگاتا بولا تھا۔

عیناللب کا ٹٹی بھرائی نظروں سے اسے دیکھتی رہی جو اسے اگنور کر رہا تھا۔
چل اب۔۔ وہ اسے خود سے الگ کرتے بولا۔۔

ہاں چل عین۔۔ ولی عینا سے بولتا مر تسم کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔
عینا کی نم آنکھوں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔۔ وہ اسے ایسے اگنور کر گیا
جیسے اسکا وجود وہاں ہو ہی نا۔۔

بھری آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر پھسلا تھا۔۔ وہ سختی سے گال رگڑتی ولی کے
پیچھے بڑھ گئی۔۔

وہ آیت کے ساتھ آکر کھڑی ہوئی تھی۔۔
ولی کے ساتھ بیٹھے مر تسم نے کن اکھیوں سے اسکی سرخ پڑتی آنکھیں
دیکھیں تھیں۔۔ وہ ہونٹ بھینچ گیا۔۔

بسملا کریں مولوی صاحب!! عالم بابا نے کہا تو انکی آواز پر زہرہ نے چونک کر
سراٹھایا تھا۔۔

لیکن پھولوں کی دیوار ہونے کی وجہ سے وہ اس پار دیکھ ناپائی۔۔

تب تک مولوی صاحب بھی ایات شروع کر چکے تھے۔۔

زہرہ نور شاہ ولد زاکر شاہ آپکا نکاح ولی احمد ولد زمان احمد سے سکارانج الوقت

پچاس لاکھ حق مہر کے عوض طے پایا ہے کیا آپکو قبول ہے۔۔

مولوی صاحب نے کہا تو زہرہ نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا اسے لگا جیسے اسکی
سماعتوں نے کچھ غلط سنا ہو۔۔

لیکن اسکی ماں نے جب اسے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اسکی سمجھ میں آیا کہ یہ
سب پلان تھا۔۔

ایک آنکھوں ٹوٹ کر آ کسی آنکھ سے پھسلا تھا۔۔

قبول ہے۔۔ اپنے ماں باپ کا چہرہ دیکھتے بھرائی آواز میں کہا تھا۔۔ ورنہ دل تو
کر رہا تھا کہ ابھی اٹھ کہ اسکا گریبان پکڑ لے۔۔

تینوں بار قبول ہے کہنے پر ولی سے پوچھا گیا۔۔ جسنے سنجیدگی سے جواب دیا
تھا۔۔

ساتن کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھے۔ ایجاب و قبول اور دعا کے بعد ہر طرف مبارک بعد کا شور اٹھا تھا۔

مر تسم نے، ارسل وجدان بھائی سب نے اسے گلے لگاتے مبارک باد دی تھی۔

زہرہ نے لب بھینچتے بہت مشکل سے خود کو رونے سے باز رکھا تھا ورنہ دل کر رہا تھا دھاڑے مار مار کر روئے اتنے بڑے دھوکے پر۔

جاؤ بچے اسے اندر لے جاو۔ اسکا حالت دیکھتے اسکی ماں نے اسکی کزن سے کہا تو وہ سر ہلاتی اسے لیے اندر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

وہ اسے چھوڑتی باہر چلی گئی جہاں اب ڈھول دھماکے شروع ہو چکے تھے۔

جبکہ اسکے جاتے ہی زہرہ کا ضبط ٹوٹ گیا گھونگھٹا لٹے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

غصے میں کمرے کی ہر چیز تھس تھس کر ڈالی تھی۔



سب باری بارہا سے مبارک باد دے رہے تھے۔
وہ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ سجائے سب سے ملتا رہا۔
کچھ وقت تک جب سب کھانے کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ ارسل کو اشارہ
کرتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔
آخر کو اپنی سر پھری دلہن کو سبق جو سکھانا تھا۔



وہ اطمینان سے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا تھا۔
زہرہ جو کمرے کے بعد اب اپنی حالت بگاڑنے والی تھی۔
دروازہ لوک ہونے پر ان سے چونک کر دیکھا تھا۔
لیکن سامنے ولی کو دیکھتے ان سے تھوک نکلا تھا۔

جبکہ ولی جیسے ہی لاک کرتے مڑا اسکی نظر جیسے تھم سی گئی ہو۔۔

اوف وائیٹ برائیڈل لہنگا جس پر گولڈن کام ہوا تھا۔۔ برائیڈل میک اپ نے اسکے سانولے نقوش کو اس قدر حسین بنادیا تھا کہ وہ پلک تک نا جھپک سکا۔۔
ڈوپٹہ زہمن پر سلامی دے رہا تھا۔۔

بالوں کا جوڑا جواب ڈھیلا ہو رہا تھا اس میں سے کچھ آوارہ لٹیں اطراف میں جھول رہی تھی۔۔

جبکہ ماتھے پر لگا ٹیکا چمک رہا تھا۔۔

تیکھی ناک میں بڑی سی نتھ تھی جسکا موتی لٹکتا اسے ہونٹوں کو چھو رہا تھا جو سرخ لپسٹک سے مزین تھے۔

انسے گہری سانس چھوڑتے اسکے دو آتشہ حسن سے نظریں چرائے تھیں۔۔
وہ بلاشبہ آج غضب ڈھا رہی تھی۔۔ لیکن ولی کو پہلے اسے سبق سکھانا تھا۔۔
انسے ولی کو حوس پرست کہتے اسکی پاکیزہ محبت کو گالی دی تھی جسکا انجام ابھی اسے بھگتنا تھا۔۔

ا۔ اپ یہاں ک۔ کیا کر رہے ہیں۔۔ وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولی تھی۔۔
اسکی گہری نظریں اپنے وجود پر دیکھتے چہرہ خود بہ خود شرم سے گلابی ہوا تھا۔
ڈوپٹے کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو وہ بیڈ کے نیچے پڑا تھا۔۔
وہ لب دبا کر رہ گئی۔۔

ولی کچھ بھی کہے بغیر اسکی طرف بڑھا۔
زہرہ اسے اپنے طرف آتے دیکھتے پیچھے کو ہونے لگی۔۔

د۔ دیکھیں۔ وہیں۔ ر۔ ر۔ ک۔ ج۔ وہ انگلی اٹھا کر اسے بولتی ابھی اپنی بات
مکمل کرتی کرتی کے ولی نے جھٹکے سے اسے اپنی جانب کھینچا تھا۔ وہ کٹی ڈالی
کی طرح اسکے سینے سے الگی۔۔

دیکھنے ہی تو آیا ہوں۔۔ اور بہت اچھے سے دیکھوں گا۔ وہ گھمبیر لہجے میں بولا
تھا۔۔

زہرہ اسکی جسارت پر سرخ پڑی تھی۔۔

چھوڑیں مجھے۔۔ اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی۔

اسکے ہلنے پر ہاتھوں میں پہنی چوڑیاں چھنکی تھیں اور نتھ کا موتی اسکے لبوں پر
بو سے دینے لگا۔۔

ولی نے مبہوت ہوتے اسے دیکھا تھا۔۔

لیکن اسکی مسلسل مزاحمت پر وہ ہوش میں لوٹا تھا۔۔

اسنے گھور کر اسے دیکھا۔۔

ایسے کیسے ابھی تو میں نے تمہیں تمہارے الفاظ پر عمل کر کے بھی نہیں دکھایا

۔۔ اسکی مزاحمت دیکھ ایک بار پھر سے وہی الفاظ یاد آئے تو وہ تیش سے بولا

تھا۔۔

ہم تو کیا کہہ رہی تھی حوس پرست ہوں میں۔۔ تم سے بس اپنی حوس پوری

کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

وہ اسکی تھوڑی دبوچتا غرایا تھا۔ اسکے ایسے کرنے پر زہرہ کے لب اسکے لبوں کے بہت پاس ہو گئے تھے۔

جبکہ زہرہ اسکی گرفت پر کسمسای تھی۔ اسے اپنے کہے گئے لفظوں کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ اسنے کچھ کہنا چاہا لیکن اسکے ہونٹ لرز گئے۔ جواب دو مجھے۔ ولی نے اسکی کمر پر گرفت مضبوط کرتے کھینچ کر اسکا چہرہ اپنے پاس کر لیا۔

ن۔ نہیں۔۔ وہ لرزتی آواز میں بولتی شدت سے نفی میں سر ہلا گئی۔ انسو ٹوٹ کر اسکی آنکھوں سے پھسلے تھے۔

م۔ میں ایساں۔۔ وہ ابھی کچھ کہتی لیکن ولی تیزی سے اسکی بات کاٹ گیا۔ کوئی بات نہیں بے بی آج تمہیں بہت اچھے سے بتاؤں گا حوس پوری کرنا کسے کہتے ہیں۔ افڑ آل آج میں وہی تو کرنے آیا ہوں۔ اپنی حوس پوری۔۔ وہ ایک ایک لفظ پر دباؤ دیتا بولا تھا۔

جبکہ وہ بے بسی اور شرمندگی کے احساس سے بری طرح سے رو پڑی۔

ولی نے اسکے رونے پر لب بھینچے تھے وہ ابھی بھی اس سے اپنا ڈر شئیر نہیں کر رہی تھی۔۔

وہ چاہتا تھا کہ وہ اس سے اپنی فیلینگس شیئر کرے اسے بتائے کہ وہ ڈر گی تھی کسی اور کی ہونے سے۔۔ ولی نے اسکی نتھ سے لٹکتے موتی کو غصے سے گھورا تھا جو مستقل اسکے لبوں کو چھو رہا تھا۔۔ اسنے ہاتھ بڑھا کر اسکے نتھ اتار دی۔۔ زہرہ اسکی حرکت پر کانپ گئی۔۔

تم تو ابھی سے رونے لگی ابھی تو ابھی تو مینے حوس دکھانی شروع بھی نہیں کی۔۔ بے باکی سے اسکی کمر میں انگلیاں چلاتے وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔۔ س۔۔ س۔۔ اس سے پہلے کہ وہ سائیں کہہ کے اسے بے بس کر دیتی وہ جھکا تھا اور پوری شدت سے اسکی سانسیں خود میں انڈیلنے لگا۔۔

اسکے پہلے لمس پر وہ ساکت ہوئی تھی۔۔ وہ مزاحمت ناکر سکی۔۔

زہرہ اسکے اتنی شدت سے اپنے لبوں پر جھکنے سے لڑکھڑائی تو ولی اسے دیوار سے لگا گیا۔۔

ولی مدہوش سا اسکے لبوں کا جام پی رہا تھا۔۔

لمحہ بالمحہ بڑھتی شدت سے اسکی سسکیاں نکلی تھیں جو ولی کے ہونٹوں میں ہی دب رہی تھیں۔۔

جبکہ زہرہ نے اسکی اتنی شدت پر مزاحمت کی تھی۔۔

ولی نے اسکے الفاظ یاد کرتے بے رحمی سے اسکے نچلے لب پر دانت گاڑتے تھے۔۔

وہ پیچھے ہوا تو دونوں کی سانس بری طرح سے پھول رہی تھی۔۔۔ وہ لرزتی کاپیتی اسکے سینے پر سر رکھے رونے لگی۔۔

جبکہ ولی اب اسکی گردن پر جا بجا اپنی شدت بکھیرتا اسے سسکنے پر مجبور کرنے لگا۔۔

زہرہ نے شدید مزاحمت کی لیکن ولی اسکی کمر کے گرد گرفت بڑھاتے اسے خود میں بھینچ گیا۔۔

زہرہ اب اونچی آواز میں رونے لگی۔۔

سائیں۔۔ ولی نے اسکی گردن پر دانت گاڑھے تو سسک کر اسے پکار بیٹھی۔۔
ولی اسکی گردن سے چہرہ نکالے اسے دیکھنے لگا۔۔ جو سرخ بھیگا چہرے سے
اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

پتہ چلا ہوس کسے کہتے ہیں۔۔ وہ اسکی تھوڑی دبوچتا بولا تھا۔۔
جبکہ زہرہ کچھ کہنے کی کوشش کرتی یکدم اسکے پاؤں پر پاؤں رکھتی اسکے لبوں
سے لب جوڑ گئی۔۔

ولی اسکی پیش قدمی پر ساکت ہوا تھا۔۔

زہرہ کو اپنی بے باکی کا احساس ہوا تو وہ فوراً اسے پہلے چہرہ پیچھے کر گئی۔۔

س۔ سائیں۔۔ مینے جو بھی ب۔ بولا غ۔ غصے میں بولا تھا۔۔

م۔ میں ڈر گئی تھی۔۔ م۔ مجھے لگا میں ا۔ اپکوہ۔ ہمیشہ کے لئے کھودوں گی۔۔

غ۔ غلطی آپکی بھی ت۔ تھی۔۔ اپنے مجھے کیوں۔ د۔ دھوکے میں

رکھا۔۔ اتنی ازیت دی۔۔

وہ اسکے سینے پر سر رکھے ہچکیوں سے روتی بمشکل بولی تھی۔۔

ولی کے لبوں پر ہلکا سا تبسم پھیلا تھا۔ لیکن زہرہ کے دیکھنے سے پہلے وہ چہرے پر سنجیدگی طاری کر چکا تھا۔

اسنے نرمی سے اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا۔

ڈر کیوں گی تھی۔ جبکہ تم خود ہی تو مجھ سے دور جانا چاہتی تھی۔ ازیت کس بات کی تمہیں تو خوشی ہونی چاہیے تھی تمہاری ہمیشہ کے لئے مجھ سے جان چھوٹ جاتی۔

تمہیں تو اپنی فی زندگی کے لئے خوش ہونا چاہیے تھا۔

وہ نرمی سے اسکے آنسو صاف کرتا سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

زہرہ نے بھیگی شکوہ کرتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

بولو جواب دو مجھے۔ کیوں ڈر گی تھی۔

وہ اسکی کالی آنکھوں میں اپنی گہری کالی آنکھیں گاڑتا بولا تھا۔

زہرہ نے ایرٹھیاں اٹھاتے اسکے گلے میں بائیں ڈالیں تھیں۔ وہ اپنا چہرہ

اسکی گردن میں چھپایا گی۔

ولی سانس تک روک گیا۔

ک۔ کیونکہ میں ا۔ آپکے سوا کسی کی نہیں ہونا چ۔ چاہتی تھی۔

م۔ میں ا۔ آپکو ک۔ کھونا نہیں چاہتی تھی۔

م۔ مجھے ن۔ نہیں پتا ک۔ کیوں۔ ل۔ لیکن میں ا۔ آپکے بغیر مر جاتی
سائیں۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی بولی تھی۔

ولی ٹرانس کی سی کیفیت میں اسے سنتا اسکے گرد گرفت مضبوط کر گیا۔

اور۔ اسکا سر سہلاتے گھمبیر لہجے میں کہا۔

م۔ میں نے آپکو کبھی غ۔ غلط نہیں سمجھا۔ میں۔ ج۔ جانتی ہوں اپنے ک۔ کبھی

مجھے گ۔ گندی نظر سے نہیں دیکھا۔ م۔ میں بس غصے میں بول گئی تھی۔

ایم سوری۔ پ۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔ میں ا۔ ایسا نہیں کہنا چاہتی

تھی۔ لیکن ا۔ اپنے مجبور کیا تھا۔

وہ اسکی نرمی پاتے پگھلی تھی۔

وہ اسے اپنے حصار میں لیے کھڑا اپنی رگوں میں اترتے سکون کو محسوس کر رہا تھا۔۔

ا۔ اپنے بھی تو مجھے ن۔ نہیں بتایا تھا نا کہ میرا نکاح ا۔ آپسے ہو رہا ہے۔۔
اسکی گردن سے چہرہ نکالتے اسکے خفگی سے اسے دیکھتے کہا تھا۔۔
چہرہ ہنوز بھیگ رہا تھا آنسوؤں سے۔۔ ولی مسکرایا تھا اسکی خفگی پر۔۔
اگر بتا دیتا تو پھر اعتراف محبت کیسے سنتا میں تم سے۔۔ ولی اسکی بھیگی آنکھوں
پر لب رکھتا گھمبیرتا سے بولا تھا۔۔

چاہتی ہو مجھے۔۔ اسکے ماتھے پر لب رکھتے پوچھا۔۔
زہرہ نے گھبرا کر اسے دیکھا تھا۔۔ وہ کب سے بے باکی سے اسکے سینے سے لگی
کھڑی تھی۔۔

بولو۔۔ چاہتی ہو مجھے۔۔ محبت کرتی ہونا مجھ سے۔۔ ولی اسکے تھوڑی اٹھائے
گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔۔

ہاں۔۔ چاہتی ہوں آپکو۔ بہت سے بھی بہت اتنی کے میری چاہت کے اب
کوئی حد نہیں رہی سائیں۔۔

بہت، بہت محبت کرتی ہوں آپسے۔۔

سرخ پڑتے اسکی آنکھوں میں دیکھتے زہرہ نے اعتراف کیا تھا۔۔

کب سے۔۔ وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں بولا تھا۔۔

تب سے جب سے پہلی بار آپکو دیکھا تھا۔ آپکی آنکھوں میں اپنے لیے عزت
دیکھی تھی۔۔

تب سے جب آپ نے پہلی بار اظہار کیا تھا۔۔

تب سے جب سے اپنے مجھ پر حق ناہوتے ہوئے بھی حق جتنا شروع کیا
تھا۔۔

وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی رندھے لہجے میں بولی تھی۔۔

آج وہ ہر اعتراف کر دینا چاہتی تھی۔۔ جو بوجھ سالوں سے اپنے دل پر لیے
گھوم رہی تھی وہ بوجھ اسکے سینے پر سر رکھے ہلکا کرنا چاہتی تھی۔۔
ولی نے اسکا اعتراف محبت سنتے بے اختیار جھکتے اسکا ایک ایک نقش چوما
تھا۔۔ محبت سے عقیدت سے۔۔

زہرہ کے چہرے پر اسکی قربت کے کی رنگ کھلے تھے۔
ا۔ اپ کرتے ہیں نا مجھ سے م۔ محبت۔۔؟ وہ آنکھوں میں انجانا سا خوف لیے
اسے دیکھ رہی تھی۔۔
کہیں وہ اس سے بدگمان تو نہیں ہو گیا تھا۔۔

ولی نے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

جبکہ زہرہ کا چہرہ پھیکا پڑا۔۔

محبت نہیں عشق کرتا ہوں تم سے سائیں کی جان۔۔ میری محبت، عشق،
جنون، دیوانگی سب کی حدیں بس تم سے شروع ہوتے تم پر ہی جا کے رکتی
ہیں۔۔

وہ اسکے سر سے سر ٹکائے محبت سے بولا تھا۔۔
زہرہ نم آنکھوں سے مسکراتی اسکے سینے پر سر رکھے آنکھیں موند گئی۔۔



وہ جب سے آیا تھا اسکو اگنور کر رہا تھا یوں جیسے عینا یہاں ہے ہی نہیں۔۔
تھوڑی دیر پہلے جو چہرہ کھلا ہوا تھا اب وہ پھیکا پڑ چکا تھا۔۔ چہرے کی مسکراہٹ
مانند پڑ چکی تھی جبکہ بھوری آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی تیر رہی تھی۔۔
مرتسم نے آج تک اسے کبھی ایسے اگنور نہیں کیا تھا۔ ناہی اس سے ناراض
ہوا تھا۔۔

بلکہ اسے تو کبھی اگنور کیا ہی نہیں تھا۔۔ لیکن آج۔۔ آج وہ اس سے ایسے
لا تعلق پھر رہا تھا جیسے جانتا ہی نا ہو۔۔

وہ دل برداشتہ ہوتے اندر کی طرف بڑھ گئی تھی لیکن وہاں کی تنہائی سے گھبرا
کر باہر آ گئی۔۔

وہ بھوری آنکھوں میں نمی لیے تیزی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی جب اچانک
سے اسکا پیر پھسلا اس سے پہلے کہ وہ منہ کے بل سیڑھیوں سے گرتی دو
مضبوط بازو اسے اپنے حصار میں لے گئے۔۔
عینا کی ہلکی چیخ نکلی تھی۔۔

مرتسم جو اسی کا پیچھا کرتا اندر آیا تھا۔ اسے گرتے دیکھ مرتسم نے تیزی سے
اس تک پہنچتے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹا تھا۔۔
عینا نے خوف سے کانپتے آنکھیں کھولیں تھی۔۔
لیکن سامنے مرتسم کو دیکھ وہ تیزی سے پیچھے ہوئی تھی۔۔

دھیان کہاں تھا اِپکا۔۔ سہی سے نہیں چل سکتیں ہر وقت ادھر ادھر گر کے
چوٹ لگوانا ضروری ہوتا ہے۔۔

وہ سختی سے بول رہا تھا۔۔

اسکی بھوری آنکھیں جو پہلے ہی ہلکی نم تھیں اسکی ڈانٹ سے آنسو و س تر ہو
گئیں۔۔ بھوری آنکھوں سے بھل بھل کر پھسلتے آنسو مرتسم کی زبان کو
بریک لگا گئے۔۔

اسنے بے بسی سے آنکھیں مینچتے گہری سانس چھوڑی تھی۔۔

جبکہ عینا بے دردی سے گلابی گال رگڑتی اس سے پہلے کہ وہاں سے بھاگ
جاتی۔۔

اتنی ہی تیزی سے مرتسم نے اسکا ہاتھ پکڑتے اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔۔

وہ ایک جھٹکے سے اسکی بانہوں میں آسمائی۔۔

لیکن جتنی شدت سے مرتسم نے اسکو اپنے مضبوط حصار میں لیا تھا اتنی ہی

شدت سے عینا نے مزاحمت کی تھی۔۔

وہ بری طرح سے اسکے حصار میں مزاحمت کرتے اسے پیچھے کرنے کی
کوشش کر رہی تھی۔۔

مر تسم نے سنجیدگی سے اسکی مزاحمت کو دیکھا تھا۔۔

جبکہ اسکا مضبوط حصار توڑنا اس نازک جان کے بس میں کہاں تھا۔۔ اس لیے
جب اسکا حصار نا توڑ پائی تو زرا سا اونچا ہوتے غصے سے اسکے کندھے پر دانت
گاڑھے دیے۔۔

مر تسم لب بھینچ گیا۔۔

جبکہ عینا پوری شدت سے اسکے کندھے پر دانت گاڑھے ہوئے تھی جب
تک اسکے سفید کرتے پر سرخ دھبے نابن گئے۔۔

وہ اسکا سفید کرتا سرخ ہوتے دیکھ گھبرا کر پیچھے ہٹی تھی۔۔

مر تسم اسکے دیے میٹھے سے درد کو انجوائے کر رہا تھا۔۔

بس۔۔ اسے سکون سے کھڑے دیکھ مر تسم نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔

جبکہ عینا خفگی سے چہرہ موڑ گئی۔۔ بھوری آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گلابی عارض پر بکھرے تھے۔۔

جبکہ وہ اپنے بے لگام ہوتے آنسو سے زچ ہوتی سختی سے گال رگڑ گئی۔۔
مرتسم نے اسکی اس بے حسی پر تیزی سے اسکے ہاتھ تھامے تھے۔۔
اسکے ہاتھ ہٹاتے نظر اسکے گال پر گئی جسے وہ رگڑ پر سرخ کر چکی تھی۔۔
مرتسم نے اسکے ہاتھوں کو گھورا تھا۔۔ نرمی سے اسکے گال کو اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے سہلایا۔۔

وہ عارض پر ہوتی جلن سے نچلا لب سختی سے دانتوں تلے دبا گئی۔۔
مرتسم نے جھک کر اسکے دائیں گال پر نرمی سے لب رکھے۔۔ پھر وہی عمل اسکے بائیں گال پر کیا۔۔

جبکہ عینا نے دانتوں کا دباؤ بڑھا دیا۔۔ اتنا کہ اپنا ہونٹ خود ہی زخمی کر بیٹھی۔۔

مر تسم نے سیدھے ہوتے اسکے لبوں پر ہوتے ظلم کو دیکھتے اس بار سخت
نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

تیزی سے ہاتھ اٹھاتے اسکے لب آزاد کرواے تھے۔ جو وہ پوری طرح
زخمی کر چکی تھی۔

مر تسم ابھی کچھ کہتا کہ اسکی نظر اپنے سینے پر رکھے اسکے ہاتھوں سے ہوتے
بازوں پر گئی۔

جہاں پر گہری خراشیں لگی تھیں۔ اسے سمجھنے میں پل نہیں لگا کہ وہ اسنے
جان بوجھ کر خود کو تکلیف دی ہے۔ اسکا غصہ ساتویں آسمان پر پہنچا تھا۔

جبکہ عینا نے اسکی نظریں اپنے بازوں پر محسوس کرتے حلق تر کیا تھا۔

مر تسم نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔ عینا اسکی آنکھوں میں غصے کی
لالی دیکھتی اسکے کرتے کو مٹھیوں میں دبوچ گئی۔

مر تسم نے جھٹکے سے اسکے چاکلیٹی بال اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے اسکا چہرہ
اوپر اٹھایا تھا۔ گرفت اتنی نرم نہیں تھی کہ اسے محسوس نا ہو جبکہ اتنی سخت
بھی نا تھی کہ اسے تکلیف ہو۔

آئندہ اگر اپنے خود زرا سی بھی تکلیف دینے کا سوچا بھی عین تو یقین مانے میں
اپکے اس نازک وجود پر اتنی شدتیں لوٹاؤں گا کہ ہر کروٹ پر آپکی آہہ نکلے
گی۔

عینا جو اسکی بے رحم پکڑ پر جو عینا کو بے رحم لگی تھی پر کراہ کر رہ گئی تھی اسکے
بے باکی سے بولے گئے لفظوں پر سرخ پڑتے سختی سے آنکھیں میچ گئی۔
جبکہ لمحہ با اسکی سخت ہوتی گرفت سے اسکی سسکی نکلی تھی۔

مر تسم اپنے غصے پر لعنت بھیجتا اسکی سسکی پر اسکے بال چھوڑ گیا۔ لیکن اپنے
حصار سے آزاد نہیں کیا۔

آنکھیں کھولیں۔۔ سختی سے کہا۔۔

لیکن وہ اور سختی سے آنکھیں بند کر گئی۔۔ نا صرف آنکھیں بند کر گئی بلکہ نچلے لب کو پھر سے دانتوں تلے دبا گئی جو پہلے ہی زخمی تھا۔ اسنے یہ صرف خود کو رونے سے روکنے کے لئے کیا تھا۔۔

لیکن مرتسم نے غصے و تیش سے اسے دیکھا تھا جو ہمیشہ اسکی بات کی نفی کرتی اپنی ضد منواتی تھی۔۔

میری نرمی کا ناجائز فائدہ مت اٹھائیں عین و رنا۔۔

وہ اسکے لبوں کو آزاد کروانا غصے سے بول رہا تھا جب عینا نے غصے میں اسکی بات کاٹی تھی۔۔

ورنا ورنہ کیا کریں گے اپ۔۔ وہ غصے سے بولی تھی۔۔

وہ جو اسکی غصے سے سہم گئی تھی لیکن پھر وہی ازلی غصہ عود آیا جو ہمیشہ مرتسم کے زمانے ہی آتا تھا۔ وہ جانتی تھی وہ اس پر ایک حد تک ہی غصہ کر سکتا تھا جو وہ کر چکا تھا۔ لیکن اسکے سامنے ہمیشہ ہار جاتا تھا۔

وہ اسکی کمزوریوں سے اچھے سے واقف تھی۔

اسکی گرفت نرم ہوتے وہ جھپٹ کر اسکے حصار سے نکلی تھی۔

بتائیں ورنہ کیا کریں گے آپ۔ مار پیٹ کریں گے، باقی مروں کی طرح زور زبردستی کریں گے بولیں کیا کریں گے آپ۔

نازک ہاتھوں سے اسے دھکا دیتے چلائی تھی۔

جبکہ مرتسم اسے دھکے سے زرا سا بھی نہیں ہلا۔

بتائیں نہ کیا کریں گے۔ آپ کو بس حکم چلانا آتا ہے منمائی کرنی ہے۔

جسے دیکھو وہ عینا کی غلطی نکلا کر چلا جاتا ہے۔ کسی کو عینا کے جزبات اسکی

فیلینگز سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ہر کوئی اپنا غصہ اتار کے سارا الزام عینا کے سر پہ ڈال کے چلا جاتا ہے۔

وہ بھیگی آواز میں چلائی تھی۔۔

مر تسم نے پریشانی سے اسکا رنگشن دیکھا تھا۔۔ وہ اچانک سے ایسے کیوں کہہ رہی تھی۔۔

عین کیا ہوا ہے آپ کو اپ۔۔ وہ اسے تھامنے کی کوشش کرتا بولا تھا۔۔
لیکن اسکے قدم آگے بڑھاتے ہی عینا نے سامنے پڑا واس تیزی سے اسکے
قدموں میں پھینکا تھا۔۔

مر گی عین۔۔ کسی کا کوئی واسطہ نہیں عین سے۔۔ جائیں آپ بھی چلیں
جائیں یہاں سے۔۔

عین تو بس بے جان گڑیا ہے جسے جو جب، جیسے۔ مرضی کچھ بھی کہہ لے
اسے کونسا ہرٹ ہوتا ہے۔۔ اسے جیسے مرضی اگنور کر لے۔۔ اسمیں کونسا
دل ہے۔۔ ہے نا اسکی تو کوئی فیلینگز ہی نہیں ہیں۔۔

وہ حال میں پڑی ہر چیز تھس تھس کرتی چلائی رہی تھی۔۔

یہاں تک کے اسکا گلا بھی بیٹھ چکا تھا سانس بھی بری طرح سے پھولا تھا۔۔

مر تسم اسکی بگڑتی حالت کے سبب تیزی سے اسکی طرف بڑھا تھا۔

عین۔۔ عین میری بات سنیں۔۔ کیا ہوا ہے کسی نے کچھ کہا ہے اپکو۔۔ بتائیں

مجھے کس نے کہا ہے۔۔ میں ہوں نا۔۔ شاہ۔ ہیں شاہ سبکو سزا دیں گے۔۔

پلیز ایسے خود کو تکلیف مت دیں۔۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے اسکے جانب بڑھتا بے بسی سے بول رہا تھا۔

جبکہ عین نے سرخ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

وہ ہاتھ میں پکڑا کشن نیچے پھینکتی خود بھی نیچے گرتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔

مر تسم تیزی سے اس تک پہنچتا اسے خود میں بھینچ گیا۔

عین میری جان۔۔ مجھے بتائیں کیا ہوا۔

میری وجہ سے ہرٹ ہوئی ہیں تو ایم سوری۔۔ ریلی ریلی سوری میری جان

مجھے معاف کریں۔۔ لیکن پلیز ایسے مت کریں۔۔ وہ جا بجا اسکے سر پر لب

رکھتا بے بسی سے بولا تھا۔۔۔

ک۔ کسی کی کوئی غلطی نہیں ہے۔۔ س۔ سارا قصور عین کا ہے۔۔ ساری غلطی عین کی ہے۔۔ انو مر گئی۔۔ مہر کا قصور تھا، مہر زندہ رہی وہ بھی مہر کا قصور تھا، مہر کو جیتے جی مار کر عینا بنادیا وہ عینا کا قصور تھا۔۔ آپکی زندگی میں آنا بھی میرا قصور تھا، زین کے حق پر ڈاکا ڈالنا وہ بھی میرا قصور تھا، اپنی لائف میں جو پرابلمز ہوئی وہ بھی عینا کا قصور تھا، ی۔ یہ عینا مر کیوں نہیں جاتی۔۔ وہ قاسم بابا کے الفاظ یاد کرتے دھیمے لہجے میں بول رہی تھی۔۔ بتائیں شاہ کیوں نہیں مرتی، آخر کیوں نہیں مر جاتی یہ عینا کیوں زندہ ہے۔۔ ک۔ کیا اتنی بری ہے کہ موت بھی اسے نہیں اپناتی۔۔ وہ ہزیانی ہوتی چلائی تھی۔۔

مر تسم نے شدت سے نفی میں سر ہلایا۔۔ کچھ تو ہوا تھا اسے جو وہ نہیں بتایا رہی تھی جو اسے اندر ہی اندر مار رہا تھا۔۔

عین ادھر دیکھیں آپکا کوئی قصور نہیں کسی چیز میں کوئی قصور نہیں،، اپ تو میری جان ہیں آپکی وجہ سے کیوں مجھے کوئی پریشانی ہوگی۔۔ آپ مر تسم میر

شاہ کی زندگی ہیں آپ مر گی تو میں کیسے جیوں گا۔۔ وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں
تھامتا محبت سے بولا تھا۔۔

نہیں وہ تیزی سے نفی میں سر ہلا گی۔۔ م۔ میں کسی کی جان نہیں ہوں،
منسوس ہوں میں منسوس جو پہلے اپنی دوست کو کھا گی، ایک بنا بنیا گھرا جاڑ دیا
م۔ میں آپکو آپکو مار دوں گی، آپ، آپ جائیں یہاں سے جائیں۔۔۔
وہ پھر سے چیخی تھی گلے میں خراشیں پڑ چکی تھی اسکا سانس اکھڑ رہا تھا لیکن
آج وہ مضبوط بنی کھڑی تھی وہ اپنے استھما پر بھاری پڑ رہی تھی۔۔

ا۔ آپکو میری قسم ہے ج۔ جائیں۔۔ وہ بے بسی سے چلائی۔۔
بس۔۔ چپ بلکل چپ ایک اور لفظ نہیں اب۔۔ آپ ہر بار مجھے اپنی قسم
سے یوں بے بس نہیں کر سکتی ہیں ہر گز نہیں۔۔۔ اسے دونوں بازوؤں سے
تھامتا وہ اپنی پوری قوت سے چلایا تھا۔۔

آپ جانتی بھی ہیں میں آپکو اس حالت میں کیسے دیکھ رہا ہوں۔۔ اپکا بار بار خود
کو تکلیف دینا مر تسم میر شاہ کی روح تک کو محسوس ہوتا ہے۔۔ ابھی یہاں آپکا

بولا گیا ایک ایک لفظ میری دل پر خنجر کی مانند چھبا ہے۔۔ وہ جنونی انداز میں
چلایا تھا۔۔

وہ سہم کر اسے دیکھنے لگی۔۔

مہرماہ حسن شاہ آخر کیوں نہیں سمجھتی ہیں آپ مرتسم میر شاہ آپ سے
ہے۔۔

سالوں پہلے آپ کو اس حالت میں کیسے دیکھا تھا یا تو میں جانتا ہوں یا میرا خدا
لیکن ان سب میں آپ کا کوئی قصور نہیں تھا، نا ہے۔۔

کیوں خود کو ازیت دیتی ہیں۔۔ وہ آخر میں بے بسی سے چلا پڑا۔۔

جبکہ وہ خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔۔

تو پھر انہوں نے ایسا کیوں کہا شاہ۔۔ وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں بولی۔۔

کسنے۔۔ مرتسم نے تیزی سے پوچھا تھا وہ جانتا تھا کہ اسے ضرور کسی نے کچھ نا

کچھ تو کہا تھا کچھ تو ہوا تھا اسے۔۔

جبکہ وہ اب چونک کر اسکا چہرہ دیکھنے لگی جبکہ آنکھوں کے سامنے کچھ دیر پہلے
کا منظر لہرا گیا۔۔

وہ ماما کے کہنے پر اندر رکھے گفٹس لینے جا رہی تھی لاؤنچ کے دروازے پر وہ
کسی سے ٹکرائی تھی۔۔

سوری، سوری ایم سو سوری میں۔۔ وہ نیچے گرے سامان کو دیکھتی تیزی سے
بولی ابھی اسنے سر اٹھایا ہی تھا کہ سامنے قاسم بابا کو دیکھتے وہ اچانک چپ ہو
گئی۔۔

سلام بابا!! وہ ہچکچاتے بولی تھی۔۔ وہ انجان تھی کہ قاسم بابا کب آئے۔۔
جبکہ قاسم بابا اسے گھور رہے تھے۔۔

سوری بابا غلطی سے ٹکرا گئی میں جلدی سے میں تھی وہ نیچے گرے سامان کو
دیکھتی دھیمے لہجے میں بولی۔۔

غلطی کرنا تو تمہارا کام ہے۔۔ جسکی قیمت ہر بار میرے بیٹے کو چکانی پڑتی ہے۔۔ وہ غصے سے اسے دیکھتے بولے تھے۔۔

عینا نے حیرانگی سے انہیں دیکھا۔۔

بابا آپ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں۔۔ مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوئی ہے۔۔ وہ روہان سے لہجے میں بولی تھی۔۔

تم نے سب سے بڑی غلطی تو میرے بیٹے کی زندگی میں آکے کی ہے۔۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی غلطی ہوگی تمہاری۔۔ وہ غصیلے لہجے میں بولے تھے۔۔

عینا نے بھرائی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔۔

لیکن کیوں بابا میں نے کیوں غلطی کر دی۔۔ آپ لوگ ہی تھے مجھے اپنی بیٹی کہنے
والے تو پھر اس ناراضگی اور غصے کی وجہ۔۔ وہ روہان سے لہجے میں بولے
تھے۔۔

وہ ہماری غلطی تھی تو جو تمہارا ماضی جان کر کر اور جانے بغیر بھی تمہیں اس
قدر پیار دیتے رہے۔۔ وہ حقارت سے اسے دیکھتے بولے تھے۔۔

عینا نے ساکت ہوتے انکے لہجے کو محسوس کیا تھا۔۔

میرا ماضی آپ سب لوگ اس وقت بھی جانتے تھے بابا لیکن اب کیوں
میرے ماضی کو نیچ میں لایا جا رہا ہے۔۔ وہ آنکھیں رگڑتے دھیمے لہجے میں بولی
تھی۔۔

کیا تم اپنے ماضی سے آگاہ ہو مہر ماہ شاہ۔۔ کیا تم جانتی بھی ہو کون ہو تم۔۔ تم
تو۔۔

وہ نفرت و غصے سے بولتے اچانک چپ ہو گئے۔۔

عینانے انکے لفظوں سے زیادہ انکے لہجے پر غور کیا تھا۔۔

وہ تو اپنا وہی دو سال پہلے کا ماضی ہی سمجھ رہی تھی کیا کوئی اور ماضی بھی تھا اسکا۔۔ وہ بس سوچ پر رہ گئی۔۔

بابا جو کچھ بھی ہوا اس میں میرا کیا قصور تھا۔۔ وہ آنسو روکنے کی کوشش کی ہلکان ہوتی بولی تھی۔۔

تمہارا قصور نہیں تھا تو میری بیٹے کا کیا قصور تھا جو اسکی قسمت تم سے جڑ گئی۔۔ لیکن میں ایسا ہونے نہیں دوں گا اپنے بیٹے کی قسمت میں اب تمہیں رہنے نہیں دوں گا یاد رکھنا میری بات۔۔ وہ غصے سے غراتے وہاں سے چلے گئے۔۔

جبکہ عینا ساکت سی انکی آنکھوں میں پینتی نفرت کو دیکھتی رہ گئی۔



میں کچھ پوچھ رہا ہوں آپ سے۔۔ مر تسم نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔۔
عینا نے ساکت پلکیں جھپکتے اسے دیکھا تھا۔ اس کے جھنجھوڑنے پر وہ حال میں
لوٹی تھی۔۔ نفی میں سر ہلاتی وہ لڑکھڑاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔
کچھ نہیں۔۔ رندھے لہجے میں بولتے وہ گال رگڑتی تیزی سے وہاں سے بھاگی
تھی۔۔

عینا۔۔ مر تسم اس کے پیچھے لپکا وہ سیکینڈ سے پہلے اس کے سامنے غائب ہوئی
تھی وہ ابھی اسے ڈھونڈھتا لیکن سامنے کسی نے اسے روک لیا۔۔
وہ بامشکل ان سے ایکسکیوز کرتا عینا کے پیچھے آیا لیکن وہ اسے کہیں نہیں دکھی۔۔
شٹ۔۔ اسنے غصے سے سامنے پڑے ٹیبل کو ٹھوکر ماری۔



اگر تو یو نہی مجھ سے لپٹے رہنے کا ارادہ ہے تو بتادو بیڈ پہ چلتے ہیں۔۔

ولی شرارت سے اسکے کان میں سرگوشی کرتا بولا۔۔

زہرہ کرنٹ کھا کر ہٹی تھی۔۔ اپنی حالت دیکھتے وہ جھنپ گئی۔۔

اسنے تیزی سے رخ موڑا تھا۔۔

ولی اسکے شرمانے پر لب دبا گیا۔۔

کدھر۔۔ اسے ڈوپٹہ اوڑھتے دیکھ وہ اسکا بازو پکڑ گیا۔۔

م۔ میں نہیں آپ جائیں یہاں سے۔۔ وہ سرخ چہرے سے بولی تھی۔۔

اتنی جلدی۔۔ وہ اسے اپنی طرف کھینچتے بولا۔۔

زہرہ کٹی ڈالی کی طرح اسکے سینے سے لگی۔۔

ابھی تو تمہیں محسوس بھی نہیں کیا۔۔

جو اقرار محبت تم نے کیا ہے اسکا اظہار محبت بھی مینے نہیں کیا۔۔

اسکی کمر میں بازو ڈالتے دھیمے لہجے میں کہا۔۔

س۔ سائیں پلیز۔۔ وہ جھنپ کر اسکا بازو ہٹانے کی کوشش میں بولی۔۔
اچھا ٹھیک ہے کچھ نہیں کر رہا لیکن پھر تمہیں کرنا ہوگا۔ اس کے بعد چلا جاؤں
گا پکا۔۔

وہ آنکھوں میں چمک لیے بولا۔۔

کیا۔۔؟ زہرہ لرزتی پلکوں سے بامشکل بولی۔۔

وہی جو مجھے خاموش کروانے کے لئے کیا تھا۔۔ وہ اس کے لبوں پر انگوٹھا پھیرتا
مخمور لہجے میں بولا۔۔

زہرہ سرتاپاؤں سرخ پڑ گئی۔۔ اس کے ہونٹ لرز گئے۔۔

ش۔ شرم توں۔ نہیں آتی اپکو۔۔ وہ اسکا ہاتھ ہٹھاتے کانپتے لہجے میں بولی۔

لو بھلا بیوی سے کیا شرم۔۔ وہ دائیں آنکھ ونگ کرتا بولا۔۔

اب کرو کس شاباش۔۔ وہ اسے پچکارتے بولا۔۔

زہرہ نے سٹیٹاتے اسے دیکھا۔۔

سائیں آپ بہت بے شرم ہیں۔۔ وہ نظریں چرا تے بولی تھی۔۔ جبکہ لبوں پر
شرمگیں مسکراہٹ تھی۔۔

ٹھیک ہے مت کرو میں کر لیتا ہوں۔۔ وہ کہتے اسے سمجھنے کا موقع دیے بغیر
اسکے لبوں پر جھک گیا۔۔

قطرہ قطرہ اسکے سانس پیتے وہ زہرہ کو کپکپانے پر مجبور کر گیا۔۔
اپنے لبوں پر بھڑتی اسکی شدت پر زہرہ نے تڑپ کر اسکی قمیض مٹھیوں میں
دبوچی تھی۔۔۔

اپنی طلب پوری کرتے وہ نرمی سے پیچھے ہوا۔۔
زہرہ نڈھال سی اسکے سینے پر سر رکھے اپنی سانس بحال کرنے لگی۔۔
وہ ابھی کچھ اور کہتا کہ دروازے پر ہوتی دستک سے وہ کسمپاتی اسکی گرفت
سے نکل آئی۔۔

باہر کوئی ملازمہ تھی جو ولی کو ارسل کا پیغام دیتی چلی گئی۔۔
ولی نے ایک نظر انگلیاں چٹختی زہرہ کو دیکھا۔۔

گہری سانس لیتے وہ اسکی طرف بڑھا۔

نکاح مبارک میری جان۔۔ وہ اسکے ماتھے پر لب رکھتا گھمبیر لہجے میں بولا۔
زہرہ نور آج سے میری امانت ہے اور اس امانت کی حفاظت کرنا تم پہ فرض
ہے مجھے اپنی امانت پر زرا سی بھی خراش برداشت نہیں یاد رکھنا۔ وہ سنجیدگی
سے اسکے ہاتھ تھامتا بولا۔

زہرہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔



عینا کہاں ہے ماما۔ وہ زہرہ کو وہیں چھوڑتے لان میں واپس آگیا تھا۔ کافی
دیر تک اسے عینا نظر نہیں آئی تو وہ روحا ماما سے پوچھنے لگا۔
پتا نہیں بچے مجھے بھی کافی دیر سے نہیں دکھی۔

وہ بھی فکر مندی سے بولیں۔۔

اچھا آپ رکیں میں دیکھتا ہوں۔۔

وہ انہیں تسلی دیتا بھی اسے ڈھونڈنے جاتا کہ وہ اسے دور سے بھیکے چہرے
کے ساتھ دکھائی تھی۔۔

کہاں چلی گی تھی۔۔ ولی اسکے پاس آتا تشویش سے اسکے بھیکے چہرے کو دیکھتا
بولا۔۔

تھک گی تھی اس لیے بس فیس واش کرنے گی تھی۔ میک اپ سے ایسے
ہیوی ہیوی فیل ہو رہا تھا۔۔

ویسے بھی سب مہمان تو چلے ہی گئے ہیں۔۔ اس لیے سوچا تھوڑا ریلیکس ہو
جاؤں۔۔ وہ کندھے اچکاتی نارمل لہجے میں بولی۔۔

ہاں رات بھی گہری ہو رہی ہے۔۔

تم جاؤ شاباش آرام کرو۔۔ وہ اسکے ستے چہرے کو دیکھ بولا۔۔ جو اسے کچھ اترا
ساگالیکن فلحال اسنے پوچھنا مناسب نا سمجھا۔۔

عالم کہاں ہے ولی۔۔ اچانک مڑ کر اس سے پوچھنے لگی۔۔
پتا نہیں نکاح سے پہلے ہی سے کسی کی کال آگئی تو وہ چلا گیا۔۔ ابھی تک تو نہیں
آیا مینے فون بھی کیا تھا لیکن اسنے اٹھایا ہی نہیں۔۔
وہ متفکر لہجے میں بولا۔۔

پریشان مت ہو شاید کسی کام سے گیا ہو۔۔ ولی اسکا چہرہ تھپتھپاتا بولا۔۔
عینا سر ہلاتے اندر کی طرف بڑھ گئی۔۔

وہ سب سے سامنے نارمل بیہو کر رہی تھی۔۔

قاسم بابابی جان کو لینے آئے تھے لے کر چلے گئے۔۔

باقی سب آج رات یہیں رکنے والے تھے۔۔

رات گئے تک سب تھکے ہارے اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔۔



صبح کی کرنے پر طرف پھیلیں لوگوں کی نیند میں مغل ہو رہی تھیں۔۔ جہاں
لوگ ابھی تک نیند کے مزے لوٹ رہے تھے وہیں وہ بکھری حالت میں سر
جھکائے اس ایک قبر کے سرہانے بیٹھا تھا۔

آج فریحہ کو مرے تین دن ہو گئے تھے۔۔ وہ تین دن سے یو نہی اسکی قبر پر
بیٹھا تھا۔

رات کو عشاء کے وقت امن کے گارڈز زبردستی اسے گھر چھوڑ آتے لیکن
صبح فجر ہوتے ہی وہ وہاں آن پہنچتا۔

ان تین دنوں سے اسے اپنا کوئی حوش نہیں تھا۔ وہ بس ساکت نظروں
سے اسکی قبر پر بیٹھا رہتا تھا۔

پہلے دن تو جب اسے دفنایا جا رہا تھا تو وہ پھر پڑا تھا۔ اسکی قبر کی مٹی کھودتے
وہ کوئی پاگل ہی لگ رہا تھا۔

اسے آج خدا کے انتقام کا پتہ چلا تھا۔۔ انج وہ یو نہی تڑپ رہا تھا جیسے اس وقت
انوشے کے لئے اسکے اپنے تڑپے تھے۔

وہ قبر پر تازہ گلاب رکھتے آنکھیں رگڑتے اٹھ کھڑا ہو چہرے پر ایک عزم
تھا۔



وہ جو آنکھیں موندیں رانگ چیر پر جھول رہا تھا۔
آنکھوں پر پڑتی اچانک روشنی سے اسے چونک کر آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔
نورین نے کھڑکی سے پردے ہٹاتے اسے دیکھا۔
نبلی آنکھوں کے نیچے گہرے ہلکے لیے وہ بے تاثر نظروں سے اسے دیکھتا
رہا۔

کیا حشر کر لیا ہے تم نے۔۔ بس ایک لڑکی کے پیچھے۔۔ وہ ایک لڑکی ہی تو ہے
امن آخر ایسا بھی کیا ہے اسمیں کہ اسکے پیچھے تم نے اپنی ساری سلطنت لوٹا
دی ہے۔۔ کہاں تم اٹلی کے بے تاج بادشاہ تھے اور کہاں آج بس فقیر بن
کے رہ گئے ہو۔

تم نے آج تک میرے کہنے پر بھی نہیں چھوڑا تھا اپنا کام تو پھر آج کیوں بس
ایک اس لڑکی کے لئے۔۔

نورین اسکی بکھری حالت دیکھ ناپائی تو بول پڑی۔۔

امن نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔

وہ بس ایک لڑکی ہوتی تو میں صبر کر جاتا نا آپی۔۔

وہ بس ایک لڑکی نہیں ہیں نا۔۔ وہ تو زندگی بن گئی ہیں۔۔ میرے سانس لینے
کی وجہ۔۔

وہ یہاں۔۔ امن سینے پر انگلی رکھتا شدت سے چلایا۔۔

یہاں بس گئی ہیں۔۔ میں کیا کروں کیسے نکالوں انہیں یہاں سے۔۔

میرا دل میرے بس میں نہیں۔۔ میں انہیں دیکھتا ہوں تو خود میں نہیں

رہتا۔۔ وہ مجھے ہیپناٹائز کر دیتی ہیں۔۔

میرا وجود انکے سامنے ساکت رہ جاتا ہے۔۔ پھر آپ کیسے کہہ سکتی ہیں وہ بس

ایک لڑکی ہیں۔۔ بس ایک لڑکی وہ شدت و جنون سے بولا تھا۔۔

نورین اسکے جنون پر دنگ رہ گئی۔۔

وہ شدت پسند تو تھا لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ عینا کے معاملے میں وہ بے بس بھی تھا۔۔

وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔۔



غاز۔۔ میں موٹی ہو گئی ہوں نا۔۔ وہ اپنے بھرے بھرے وجود کو دیکھتے روہانے ہوتے بولی تھی۔۔

غازی نے لیپٹاپ سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا۔۔
اسکے وجود کو دیکھتے وہ مسکرا دیا۔۔

نہیں تو بلکہ میری زر تو اب اور بھی کیوٹ ہو گئی ہے۔۔ کس نے کہا موٹی ہو گئی ہے۔۔ وہ محبت سے اسے دیکھتا بولا تھا۔۔

سچ میں میں آپکو موٹی نہیں کیوٹ لگتی ہوں۔۔ وہ فوراً سے چمکتی آنکھوں سے بولی۔۔

غازی نے مسکراتے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔

وہ خوشی سے اچھلتی کہ غازی نے ایک ہی جست میں اسے پکڑا تھا۔۔

زر کیا کر رہی ہو۔۔ ابھی گر جاتی یا کچھ ہو جاتا تو۔۔ کم از کم اپنی حالت ہی دیکھ

لو۔۔ وہ اسے ڈپٹنے والے انداز میں کہتا بیڈ پہ بٹھا گیا۔۔

زر نور نے خفگی سے اسے دیکھا۔۔

آپکو پتہ ہے میرے اور نوشی کے درمیان شرط لگی تھی کہ اگر میں آپکو موٹی نا

لگی تو وہ آج مجھے کڑی بنا کے کھلائے گی۔۔

وہ خوشی سے بولی۔۔

غازی نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔۔

اور تم مجھے موٹی کیوں لگو گی۔۔ اتنی نازک سی تو ہو تم۔۔ یہ تو بس پر یگنسی کی
وجہ سے گولو پولو ہو گی ہو۔۔ ورنہ تو چڑیا بھی تمہیں اڑالے جائے۔۔ وہ اسکی
ناک دباتا بولا۔۔

زر نور نے خفگی سے اسے دیکھا۔۔ آپکو لے جائے چڑیا۔۔ وہ اسکا ہاتھ پیچھے
کرتی منہ بناتی بولی۔۔

غازی کا قہقہہ گونجا تھا۔۔

اب میں آپکو گولو پولو لگتی ہوں آپ ہوتے پر یگنٹ تو میں بھی آپکو دیکھتی
کیسے لگتے۔ آئے بڑے۔۔ وہ منہ بنا کر بولی تھی۔۔

غازی نے منہ کھولتے اسے دیکھا تھا کہ وہ کیا بول رہی ہے۔۔

جبکہ زر نور کو اپنے لفظوں کا اندازہ ہوا تو وہ کھلکھلا کر ہس دی۔۔

غازی نے اسے گھورا۔۔

ہاہاہاہاہا غزا گر آپ پر گنٹ ہوتے تو آپکا بھی پیٹ اتنا بڑا۔۔ وہ قمقہ لگاتی بولی تھی۔۔

غازی امیجین کرتے اچھل پڑا۔۔ استغفر اللہ۔۔ وہ بڑبڑایا تھا۔۔

بلکہ زرنور اسکی بڑبڑاہٹ سنتے اور زور سے کھلکھلا پڑی۔۔

تم رکومیں بتاتا ہوں تمہیں گول گپا کہیں کی۔۔

اسے کمرے سے جاتے دیکھ وہ اس کے پیچھے بھاگا لیکن افسوس وہ نوشین کے پاس

کچن میں جا چکی تھی۔۔

وہ دانت پیس کے رہ گیا۔۔



آیت۔۔ آیت کہاں ہو یا۔۔ وہ اسے صبح ہی فارم ہاؤس سے واپس لے آیا تھا
اسے گھر چھوڑتے خود کسی ضروری کام سے چلا گیا۔۔

اب جب وہ گھر واپس آیا تو اسے آیت کہیں نظر نہیں آئی۔۔
جان ارسل کدھر ہو۔۔ وہ اسے آواز دیتا کچن میں دیکھنے لگا۔
اچانک اسے صوفے کے پیچھے سے عجیب سے آواز سنائی دی۔۔
ارسل نے حیرانگی سے وہ آواز سنی۔۔

وہ لاؤنچ کے صوفے کے پیچھے گیا تو وہ وہاں بیٹھی زور و شور سے کسی چیز سے
انصاف کر رہی تھی۔۔

آیت اسے صدمے سے اسے پکارا تھا۔۔

جبکہ چارٹ کھاتی آیت نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

ارسل کو دیکھتے اسے منہ میں بھرانوالہ نگلتے تیزی سے پلیٹ میں بچی باقی کی
چارٹ کھائی تھی۔۔

وہ ندیدوں کی طرح ایک نظر ارسل کو دیکھتی اور تیزی سے کھانے لگی۔۔

آیت کیا کر رہی ہو۔۔ وہ یک دم ہوش میں آتا چیخا تھا۔۔

لیکن تب تک وہ پلیٹ پوری خالی کر چکی تھی۔۔

وہ میں چارٹ کھا رہی تھی۔۔ منہ میں بھرا چارٹ نگلتے وہ معصومیت سے بولی۔۔

ارسل نے اسے گھورا تھا۔۔ ڈاکٹر نے منع کیا ہے نا تمہیں ایسی چیزیں کھانے سے۔۔

اس دن بھی یہ کھٹی چارٹ کھائی تھی اور پھر گلا خراب ہو گیا تھا نا۔۔ وہ احتیاط سے اسے اٹھاتا چبا چبا کر بول رہا تھا۔۔

جبکہ آیت سکون سے صوفے پہ بیٹھی اسکی ڈانٹ سن رہی تھی۔۔۔ کیوں کرتی ہو ایسی حرکتیں۔ تم دن بہ دن شرارتی ہوتی جا رہی ہو۔۔ وہ اسے ڈانٹ رہا تھا جبکہ آیت کی نظریں ٹیبل پر پڑی کولڈ ڈرنک پر تھیں۔۔۔ ارسل۔۔ وہ چپ ہوا تو آیت نے معصومیت سے اسے پکارا۔۔

ارسل نے آئی بروا چکایا۔۔

وہ کولڈ ڈرنک تو پکڑا دیں۔۔ وہ سامنے پڑی کوک کی بوٹل کو اشارہ کرتی بولی۔۔

ارسل کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے۔۔ جب وہ پریگنٹ ہوئی تھی ارسل کو بہت پریشان کرتی تھی۔۔

ایسی چیزوں سے اکثر اسکا گلا خراب ہو جاتا تھا۔۔ اب سردیاں ختم ہو رہی تھیں لیکن پھر بھی وہ ابھی ایسی چیزوں سے احتیاط کرتا لیکن اسکی غیر موجودگی میں آیت کو موقع مل جاتا۔۔

وہ ابھی کچھ کہتا جب اسکا موبائل رینگ ہوا۔۔

ولی کالنگ دیکھتے اسنے فون اٹھایا۔۔

ہاں ولی بول۔۔ کان سے فون لگاتے اسنے آیت کو کولڈ ڈرنک پکڑا دی۔۔

اوکے میں آرہا ہوں۔۔ سامنے سے کچھ کہا گیا جس سے اسکے چہرے پر واضح پریشانی دکھائی دی تھی۔۔

آیت جو مزے سے کوک پی رہی تھی۔۔ اسے پریشان دیکھتے سیدھی ہوئی۔۔
کیا ہوا ارسل۔۔ اسے واپس جاتے دیکھ وہ پوچھے بغیر نارہ سکی۔۔
کچھ نہیں جان ارسل ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔۔ مجھے ابھی جانا ہو گا۔۔
تم اپنا خیال رکھنا اور اب کوئی ایسی ویسی چیز مت کھانا۔۔ وہ اس کے ماتھے پر بوسہ
دیتا بولا۔۔

رات تک شائید لیٹ ہو جاؤں۔۔ نادیہ (کثیر ٹیکر) کو یہاں آنے کا بول دوں
گا۔۔

وہ عجلت میں بولتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔
آیت پریشانی سے اس کی پشت دیکھتی رہ گئی۔۔ آخر ایسا کیا کام آ گیا۔۔ وہ سوچ
کے رہ گئی۔۔



ولی، عالم، ارسل اور مرتسم چار وہی خاموشی سے انکے سامنے بیٹھے تھے انہیں
جو سننے کو مل تھا وہ چار وایک دور سے کامنہ دیکھتے رہ گئے۔۔

وہ لوگ اس وقت ولی کے ریسٹورینٹ میں بیٹھے تھے۔۔

لیکن عینا آپ سے ملنے کے لئے قطعی طور پر راضی نہیں ہوں گی۔۔ وہ بہت
ناراض ہیں آپسے۔۔ مرتسم دھیمے لہجے میں بولا تھا۔۔

تمہیں اسے راضی کرنا پڑے گا۔۔ میں جانتا ہوں تم اسے منالو گے۔ مقابل
سے اطمینان بھرے لہجے میں جواب آیا تھا۔۔

میں چاہتا ہوں کہ اسے ساری سچائی خود بتا دوں۔۔ اس بار میں اسے خود سے
اور بدگمان نہیں کرنا چاہتا۔۔ وہ دھیمے لہجے میں بولے۔۔

لیکن ان چاروں کی نظریں اپنے سامنے کھڑے وجود پر ٹکی تھیں جو ساکت
نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔۔

عین۔۔ سب سے پہلے مر تسم کو ہوش آیا تھا۔۔ عینا کی ساکت پلکوں میں
کوئی جنبش ناہو۔۔

بابا۔۔ اسکے لب ہولے سے پھڑ پھڑائے تھے۔۔

حسن بابا نے آج دو سال بعد اپنی جان سے پیاری بیٹی کا چہرہ دیکھا تھا۔۔
وہ بے تابی سے آگے بڑھے تاکہ اسے اپنی آغوش میں بھر سکیں۔۔ لیکن وہ
لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی تھی۔۔ دل میں ایک قیامت برپا تھی۔۔
مہر میری بچی۔ حسن بابا نے تو جیسے اسے پیچھے ہٹتے دیکھا ہی نہیں وہ بے تابی
سے آگے بڑھتے اسے گلے لگائے گئے۔۔

اسے خود سے لگائے وہ رو پڑے۔۔ جبکہ عینا ساکت کھڑی رہی۔۔
اسنے انکے گرد بازو نہیں باندھے۔۔

حسن بابا اب اسکا چہرہ سامنے کرتے کبھی اسکا سر چومتے کبھی ماتھے پر بوسہ
دیتے تو کبھی ہاتھ چومتے۔۔

عینا پلکیں جھپک جھپک کرا نہیں دیکھتی رہی۔۔ جیسے یقین کرنے چاہے رہی
ہو کہ وہ جو دیکھ رہی ہے وہ سچ ہے۔۔

اسکی انکھ سے ایک آنسو بھی نا بہا تھا۔۔

وہ بے تاثر نظروں سے انہیں دیکھتی رہی۔۔

کیوں آئے ہیں آپ یہاں۔۔ وہ یک دم پیچھے ہٹی چیخی تھی۔۔

وہ چارو جانتے تھے کچھ ایسا ہی ریٹنگشن دے گی وہ اس لیے خاموشی سے
کھڑے رہے۔۔

جبکہ حسن بابا نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

مہر میں ہوں تمہارے بابا۔۔ میں تم سے ملنے آیا ہوں۔۔ تمہیں دیکھنے آیا

ہوں۔۔ دو سال بہت تھے تم سے دور رہنے کے لیے۔۔

وہ تڑپ کر بولے تھے۔۔

مہر عجیب سی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔۔

اچھا تو آپکو یاد ہے کہ آپکی کوئی بیٹی بھی تھی۔۔ تب کیوں یاد نہیں آیا جب مجھے انجان لوگوں بیچ چھوڑ گئے تھے۔۔ وہ انہیں عام سے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔۔

مر تسم کو شدت سے کسی انہونی کا احساس ہوا تھا۔۔

میں خوش ہوں یہاں بہت خوش۔۔ آپکو نہیں آنا چاہیے تھا۔۔ واپس چلیں جائیں اپنی زندگی میں اور مجھے میرے زندگی میں خوش رہنے دیں۔۔ میرا اب آپ لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں۔۔

وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔۔ جب وہی جانتی تھی کہ دل کیسے تڑپ رہا تھا۔۔ مہر میرا بچہ مجھے معاف کر دو۔۔ اگر اس وقت تمہارا سہارا بن کے کھڑا رہتا تو شاید کبھی تمہیں واپس زندگی کی طرف لا پاتا۔ میں تمہارے ساتھ تمہاری ماں کو بھی کھودیتا۔۔

میں مجبور تھا بچے مجھے معاف کر دو۔۔ وہ تڑپ کر فریاد کرنے لگے۔۔ مہر کی آنکھیں جلنے لگیں ماں کے زکر پر۔۔

وہ پوچھنا چاہتی تھی آئیں ہیں تو میری ماں کو کیوں نہیں لائے۔۔ کہاں ہے
وہ۔۔ کسی کہیں۔۔ کیا مجھے یاد کرتی ہیں۔۔ لیکن وہ ہونٹ بھینچے انہیں دیکھتی
رہی۔۔

مہر تمہارا باپ بوڑھا ہو گیا ہے۔۔ وہ اب تمہارے پیچھے نہیں بھاگ سکتا۔۔
تمہاری ماں تمہارے غم میں نیم پاگل ہو گئی ہے۔۔
ان بوڑھوں پر رحم کرو۔۔ یہ بے اعتنائی برداشت نہیں کر سکتا میں۔۔ وہ
اسکے سامنے ہاتھ جوڑتے روتے ہوئے بولے تھے۔۔

وہ چارو بے چین ہوا اٹھے انہیں یوں دیکھ کر۔۔
عینا کرنٹ کھا کر انکی طرف بڑھی تھی۔۔

ی۔۔ یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔۔ وہ تیزی سے انکے جڑے ہاتھ تھامتتی بولی
تھی۔۔۔

مہر کی جان بھی آپ پر قربان بابا۔۔ یہ گناہ مت کریں۔۔ وہ انکے جڑے
ہاتھوں پر عقیدت سے بوسہ دیتی بولی تھی۔۔

کچھ بھی ہو وہ ایک بیٹی تھی۔۔ جو اپنے بابا سے ناراض سہی لیکن انہیں یوں نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔

مجھے معاف کر دو مہر۔۔ اپنے اس ظالم باپ کو معاف کر دو میری بچی۔۔ وہ اسے سینے سے لگاتے رو پڑے۔۔

مہر کا ضبط بھی ٹوٹ پڑا۔۔

وہ انکے سینے سے لگتی بلک بلک کر رودی۔۔

اپنے اچھا نہیں کیا بابا۔۔ وہ بس یہی بولی تھی۔۔ مر تسم اسے روتے دیکھ چہرہ موڑ گیا۔۔

وہ زندگی میں ہمیشہ اس موڑ پر آکر بے بس ہو جاتا تھا جب وہ روتی تھی اور اسے روتے دیکھنا اسکے بس سے باہر تھا۔۔

ارسل نے اسکے کندھے پر ہاتھ اسے تسلی دی تھی۔۔

ولی اور عالم خاموشی سے انہیں دیکھتے رہے۔۔

کچھ دیر بعد وہ ان سے الگ ہوئی۔۔

ماں۔۔۔ ماں کہاں ہیں کیسی ہیں وہ، مجھے یاد تو کرتی ہیں ہیں۔۔۔ میں یاد ہوں نا
انہیں۔۔۔ وہ بے تابی سے انکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتی پوچھ رہی تھی۔۔
حسن بابا چونک کر اسے دیکھنے لگے۔۔

ماں۔۔۔ وہ زیر لب بڑبڑائے۔۔

ہاں ماں۔۔۔ میری ماں۔۔۔ عینا کسی بچے کی طرح تیزی سے اثبات میں سر ہلاتی
بولی تھی۔۔

حسن بابا سمیت وہ چار و بھی فق ہوتے چہرے سے اسے دیکھنے لگے۔۔

بابا بولتے نا کہاں ہیں ماں، کیسی ہیں وہ۔۔

عینا نے انکا بازو ہلایا۔۔

عین۔۔۔ اٹھیں انکل کو گھر لے چلیں دیکھیں انکی طبیعت ٹھیک نہیں لگ
رہی۔۔

مر تسم جلدی سے اسکے پاس بیٹھتا بولا۔۔

عینا نے انکے چہرے کو دیکھا وہ اسے واقعی ٹھیک نہیں لگے۔۔

کتنے بڑھے ہو گئے تھے اسکے بابا ان دو سالوں میں۔۔ وہ انہیں دیکھ کر رہ گئی۔۔

سر ہلاتے اسنے حسن صاحب کو اٹھایا۔۔

مر تسم نے ولی کو اشارہ کیا وہ سر ہلاتا انکے ساتھ چل دیا۔۔



صبح سے شام ہو گئی وہ ایک پل کے لئے حسن صاحب کے پاس سے نہیں اٹھی تھی۔۔

ماں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بس اتنا کہہ کر عائشہ ٹھیک ہے تمہیں بہت یاد کرتی ہے۔۔ وہ تو مانتی ہی نہیں کہ اسکی مہر مر چکی ہے۔۔

عینا تو اپنے ہی مرنے کا سنتے کچھ بول ناپائی۔۔
وہ کچھ دیر بعد خاموشی سے انکے پاس سے اٹھ کر آگئی۔۔



دائین۔۔ زین نے نیچے جاتی دائین کو آواز دی تو وہ رک گئی۔۔
آج انہیں واپس آئے تیسرا دن تھا لیکن ابھی وہ لوگ کراچی میں تھے۔۔
اپنے کیس میں کامیابی کے جھنڈے گاڑتے وہ لوگ واپس پنجاب لوٹے
تھے۔۔

ہاں کیا ہوا۔۔ اسنے سوالیہ نظروں سے زین کو دیکھا۔۔
وہ قدم قدم چلتا اسکے قریب آرکا۔۔
تمہیں یاد ہے نا تم نے کہا تھا اس کیس کے بعد تم ہمارے بارے میں سوچو
گی۔۔

سوچ لیا نا تم نے اب بتاؤ کیا چاہتی ہو۔۔ وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

دائین نے چونک کر اسے دیکھا۔۔ اور گہری سانس بھرتے رخ موڑ گئی۔۔

زین مجھے تم پہ یا تمہاری محبت پہ کوئی شک نہیں ہے۔۔

انفیکٹ میں خود بھی تمہیں چاہتی ہوں یہ بات تم جانتے ہو لیکن۔۔

وہ کہتے کہتے رخ گئی۔۔

لیکن زین نے بے چینی سے اسے دیکھا۔۔

لیکن زین میں مجھے بہت ڈر لگتا ہے شادی سے۔۔ جیسا رشتہ میرے ماں باپ

کا تھا میں ایسے رشتے سے ڈرتی ہوں۔۔

ان دونوں کی لڑائی جھگڑے میں ساری زندگی پستی میں رہی ہوں۔۔

ان دونوں کی ناکام شادی میرا بچپن کھا گئی۔۔

اب مجھے ڈر لگتا ہے کہیں کل کو تم بدل گئے یا پھر ہمارا رشتہ بھی ناکام رہا تو۔۔

وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔۔ انکھوں میں نمی تھی۔۔

زین نے گہری سانس چھوڑی۔۔

ادھر دیکھو میری طرف۔۔ زین نے اسکا رخ اپنی طرف کیا۔۔
میں جانتا ہوں تم انسکیور ہو۔۔ لیکن دانیل ہر رشتہ ایک جیسا نہیں
ہوتا۔۔ اور میں کیوں بدلوں گا۔۔

کچھ بھی ہو جائے لیکن یہ بات یاد رکھنا تمہارے لیے میری محبت یا میں کبھی
نہیں بدلوں گا چاہے تم مجھے ملی یا نہیں۔۔

اور رہی بات شادی کو کامیاب بنانے کی تو یہ ہم دونوں پر ڈیپینڈ کرتا ہے۔۔
وہ اسے کندھوں سے تھامتی سنجیدگی سے اسے دیکھتا بولا تھا۔۔

دانیل نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔

اس رشتے کے لئے کچھ تمہیں بدلنا پڑے ایک ذمہ داری اٹھانی ہوگی اور کچھ
مجھے بدلنا پڑے گا۔۔

دونوں کو ہی اپنی زندگی میں ایک دوسرے کے لئے سپیس بنانی پڑے گی۔۔
اور میں وعدہ کرتا ہوں میں کبھی تمہیں تمہارا کریئر چھوڑنے یا پھر بدلنے کے
لئے نہیں کہوں گا۔۔

تم جیسی ہو مجھے ویسی ہی پسند ہو یا۔۔

وہ کچھ بے بسی اور محبت سے بولا تھا۔۔

اور اگر بدلنے کے لئے کہانا تو پھر میں تمہاری یہ شکل بدل دوں گی۔۔

وہ بظاہر سنجیدگی مگر آنکھوں میں چمک لیے بولی تھی۔۔

زین نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

مطلب تم۔۔ تم مجھے شادی کے لئے ہاں کہہ رہی ہو۔

وہ بے یقینی سے بولا تھا۔۔

دائین نے مسکراتے اثبات میں سر ہلایا۔۔

مجھے یقین نہیں ہو رہا۔۔ وہ بڑبڑایا تھا۔۔

دائین نے اس کے بازو پر چٹکی کاٹی۔۔

وہ اچھل پڑا۔۔

اب آیا یقین۔۔ وہ آبرو آچکا کر بولی۔۔

دائین۔۔دائین۔۔Omg

I love u

I really really love you

وہ خوشی و مسرت سے سے گھومتا بولا تھا۔۔

دائین نے اسکے پاؤں پر پاؤں مارا۔۔

زیادہ فری مت ہو۔۔ وہ اسے گھورتے بولی تھی۔۔

فری ہونے کا لائیننس تم خود ہی دے رہی ہو تو پھر کیوں ناہوں۔۔

وہ اسے آنکھ مارتا بولا تو اسے گھورتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔۔

پیچھے وہ اسکے مان جانے پر شکر کرتا اسکے پیچھے ہی آیا تھا۔۔



وہ رات کے وقت ٹیرس پر کھڑی آسمان کو دیکھ رہی تھی جب عالم اس کے پیچھے
ایا۔۔

یہاں کیوں اگی۔۔۔۔۔ عالم اس اکیلے یہاں اکیلے دیکھ پوچھنے لگا۔۔
کچھ نہیں بس ایسے ہی۔۔ وہ کندھے اچکاگی۔۔

کیا ہو جاتا عالم اگر انوشے آج ہمارے ساتھ ہوتی۔۔
کیا ہو جاتا اگر وہ نامرتی۔۔ وہ آسمان پر چمکتے ستاروں کو دیکھتے پوچھنے لگی۔۔

عالم نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔۔
آج اگر انوشے ہوتی تو ایسا کچھ ہوتا ہی نہیں۔۔ وہ مبہم سا بولا تھا۔۔

ہم۔۔۔۔۔ آج اگر انوشے ہوتی تو ہم یہاں ایسے ناہوتے۔۔

ناوہ مرتی، نا۔ ہم بکھرتے، نا کوئی الگ ہوتا نا کوئی مجھے جیتے جی مارتا۔
وہ گہری سوچ میں گم بولی تھی۔

عالم نے آسمان نے نظریں ہٹاتے چونک کر اسے دیکھا۔

تو نے ابھی تک ہمیں معاف نہیں کیا نا۔ وہ اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار
دیکھتے دھیمے لہجے میں بولا۔

نہیں عالم میں تو کب کا معاف کر دیا سب کو۔ ان فیکٹ میں تو کسی سے ناراض
تھی ہی نہیں۔

جن سے محبت کرتے ہیں نا ان سے اتنی لمبی ناراضگی نہیں رکھی جاتی۔ وہ
کندھے اچکا کر بولی۔

مجھے تو تم سب سے محبت تھی۔۔ لیکن شاید تم لوگ کی محبت کم پڑ گئی۔۔
مجھے کسی سے کوئی گلہ نہیں تمہاری بھی اپنی زندگی تھی تم کیوں میرے لیے
اپنا اتنا وقت ضائع کرتے۔۔

میں شاید ٹھیک ہوتی نا ہوتی شاید ساری زندگی کے لئے پاگل ہی رہ جاتی۔۔
شکوہ تو مجھے بابا سے بھی نہیں ہے۔۔

شاید انکے لئے انکی پاگل بیٹی کا بوجھ بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔۔
وہ سادہ سے لہجے میں بولی تھی۔۔

لہجے میں کوئی شکوہ نا کوئی طنز تھا بس معصومیت تھی۔۔

عالم کو چپ لگ گئی۔۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔

جبکہ عینا اسے ایک نظر دیکھ کے وہاں سے جا چکی تھی۔۔

جبکہ پیچھے کھڑا عالم یہ سوچ کر رہ گیا کہ۔

زندگی کبھی کبھار ہمیں اس موڑ پر لا کھڑا کرتی ہے جہاں ہماری منزل نہیں ہوتی۔۔

بلکہ اپنی طے کی گئی منزل کو چھوڑ کر اس راستے پر جانا پڑتا ہے جو ہماری لیے
انجان ہو۔۔ لیکن پھر بھی ہمیں وہی چننا پڑتا ہے کیونکہ ہمارے پاس کوئی
دوسرا آپشن نہیں بچتا۔۔

اس وقت مہرماہ شاہ کو دوبارہ زندگی کی طرف لانے کے لئے عالم اور حسن بابا
کو بھی وہی بے منزل ایک انجان راستہ چننا پڑا تھا۔۔ اپنی منزل پیچھے چھوڑ کہ
وہ لوگ ایک نئی منزل کی تلاش میں نکلے تھے۔۔

مہرماہ کو اسکے پیروں پر کھڑا کرنے کے لئے اسکے سہاروں کا دور ہونا اسے
اکیلا کر نا ضروری تھا بہت ضروری۔۔

جوانہوں نے کیا تھا لیکن شاید وہ لوگ کچھ زیادہ ہی دور چلے گئے تھے کہ
واپسی کا راستہ انکے لئے مشکل ہو گیا تھا۔

جسکی سزا وہ اب بھگت رہے تھے۔ مہرماہ شاہ کو خود سے بدگمان کر کے۔
وہ اب اسکی ناراضگی اور بے رخی بھی برداشت نہیں کر پارہے تھے۔
وہ کہتی تھی کہ وہ ان سے ناراض نہیں وہ ناراض ہو بھی نہیں سکتی تھی۔ لیکن
اسے ہرٹ ہوا تھا بہت زیادہ تکلیف ہوئی تھی اسے جو وہ چاہتے ہوئے بھی
بھول نہیں پارہی تھی۔

میاؤں کی آواز چونک کر وہ اپنی سوچوں سے باہر آیا۔
اپنے سامنے بیٹھی سفید رنگ کی بلی کو دیکھتے وہ مسکرایا۔
بلی شاید غلطی سے انکے ٹیرس پر آگئی تھی جواب اسے دیکھ ڈر کے بھاگ
گئی۔

گہری سانس بھرتے وہ نیچے کی طرف بڑھ گیا۔



ولی اور مرتسم کے کسی دوست کی اپنی ور سری پارٹی تھی۔۔
جسمیں ولی اسے بھی اپنے ساتھ زبردستی لے آیا۔۔
وہ حسن بابا سے اجازت لیتی اسکے ساتھ آگئی۔۔

لیکن وہاں مرتسم کو دیکھتے اسکی بھوری آنکھیں چمک دو گئی ہو گئی تھی۔۔
لیکن مرتسم فلحال اس سے بہت دور تھا اسنے ابھی تک عینا کو نہیں دیکھا تھا نا
ہی اسے عینا کے آنے کا پتا تھا۔۔

ولی اسے سب سے انٹرڈیوس کروا رہا تھا۔۔

وہاں عینا کو اسکے ہو سپٹل کی کو لیگز بھی مل گئی تو وہ ولی سے ایکسیوز کرتی انکے
پاس آگئی۔۔

کچھ ہی دیر میں کیک کاٹا گیا۔

کیک کٹنگ کے دوران مرتسم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

لیکن وہ اس کے پاس ناجاسکا کہ اسے اسکے بزنس پاٹرن گھیرے کھڑے تھے۔
کیک کے بعد کھانے کا دور چلا۔

لوگ کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے عینا کا زرا دل نہیں کر رہا تھا کھانے کا۔
وہ بس ولی کے ساتھ بیٹھی بریانی کی پلیٹ میں چمچ چلا رہی تھی۔
اسکی نظریں مرتسم پر تھیں۔ جسکے اس پاس بہت ساری لڑکیاں تھیں۔
وہ گرے تھری پیس میں لڑکیوں کی آنکھوں کا منظر بنا ہوا تھا۔

وہ اسکے بزنس پاٹرنز کی ریلیٹیوز ہیں۔

ولی عینا کی جیلیسی محسوس کر چکا تھا اس لیے چمکتی آنکھوں سے بولا۔
عینا نے چونک کر اسے دیکھا۔

وہ ریڈ ڈریس میں لڑکی دیکھ رہی ہو۔۔

ولی نے مرتسم کے دائیں طرف کھڑی ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔۔
عینا نے اسکے اشارہ کرنے پر چونک کر اس لڑکی کو دیکھا جس نے سیلو لیس ریڈ
گاؤن پہن رکھا تھا۔۔

ڈارک میک اپ میں وہ عینا کو زہر سے بھی بری لگی۔۔ جو مسلسل مرتسم کو
گھورے جا رہی تھی۔۔

وہ اسکے بزنس پاٹرن کی بیٹی ہے۔۔ سلینہ کافی بار اسکے آفس بھی آچکی ہے۔۔
انفیکٹ کبھی کبھار تو لچ بھی مرتسم کے ساتھ کر چکی ہے۔۔
ولی مسکراہٹ دباتا بولا تھا۔۔

اور وہ بلو ڈریس میں جو وہ اسکے پاٹرن کی منگیتر ہے وہ بھی کافی بار آفس آچکی
ہے۔۔

اور وہ جو اسکے ساتھ کھڑی ہے وہ اسکی دوست ہے اسنے تو ڈائریکٹ مرتسم کا
نمبر ہی مانگ لیا تھا۔۔

عینا نے جلتی آنکھوں سے ان چپکو کو دیکھا۔
کیا شاہ سب سے ایسے ہی ہس ہس کے بات کرتے ہیں۔
تیکھے لہجے میں پوچھا۔

ولی مر تسم کی شامت کا سوچتے دل ہی دل میں ہس پڑا۔ وہ یہ موقع بھلا
کہاں سے جانے دے سکتا تھا۔

ہاں اور نہیں تو کیا دیکھو تبھی تو سب اس سے اتنی فری ہیں۔
ہم۔۔ وہ ضبط سے سر ہلا گئی۔

جبکہ دل میں ان چھپکیوں کو سبق سکھانے کی ٹھان چکی تھی۔



مر تسم عینا کے پاس جانا چاہتا تھا۔ اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ لوگ اسے بری طرح سے الجھائے کھڑی تھیں۔ اس کے ساتھ اس کے پاٹر بھی تھے اس لیے وہ خاموشی رہا۔

تم بیٹھو میں آتا ہوں۔۔ ولی کو کسی نے بلایا تو وہ عینا کو کہتا وہاں سے چلا گیا۔۔ ولی کے جاتے ہی وہ چہرے پر شدید برہمی لیے اٹھی تھی۔۔

شاہ۔۔ ان کے قریب جاتے اونچی آواز میں پکارا تھا۔۔

مر تسم سمیت اس کے پاس کھڑے لوگوں نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ جبکہ لڑکیوں نے حیرت سے مڑتے اس لڑکی کو دیکھا جو اسے دھڑلے سے شاہ کہ کے پکار رہی تھی۔۔ جبکہ انہیں تو اسے مسٹر شاہ کہنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔۔

مر تسم نے چونک کر مڑتے اسے دیکھا تھا۔۔

زنک کلر کالونگ پارٹی ویئر گاؤن جو بالکل سمپل تھا بس دامن کا بارڈر
گولڈن کلر کا تھا۔

زنک ہی ڈوپٹہ تھا جو اس نے سر پر ٹکایا ہوا تھا۔
چاکلیٹی بالوں کی فرنیچ چٹیا بنائی ہوئی تھی جبکہ چہرے کے اطراف میں
دو لٹیں جھول رہی تھیں۔ گھنی پلکیں جنہیں مسکارے سے اور تیکھا کیا ہوا
تھا۔

چھوٹی سے ناک جسمیں پہنی چھوٹی سی نتھ کچھ روٹھی روٹھی سی تھی۔
گلابی ہونٹ جن پہ لائٹ سی لپسٹک تھی۔ سحر زدہ بھوری آنکھوں میں
خفگی تھی وہ نروٹھے پن سے مرتسم کو دیکھ رہی تھی۔
گلابی رخسار بھی پھولے ہوئے تھے۔ مرتسم مبہوت سا اسے دیکھ کر رہ گیا
۔۔

لڑکیوں نے چونک کر اس گڑیاسی لڑکی کو دیکھا تھا۔

ایکسیوزمی۔۔ اسنے اسی ریڈ ڈریس والی لڑکی کو بازو سے پکڑتے پیچھے کیا اور
خود مرتسم کے دائیں جانب جا کھڑی ہوئی۔۔
وہ لڑکی ہتھاقاسی اسے دیکھتی رہ گئی۔۔
بیس جانم۔۔ مرتسم اسے دیکھتے مسکرایا تھا۔
اسکے سامنے آنے پر وہ نرمی سے بولا۔
عینا کو اس سے سب کے سامنے اس جواب کی توقع نہیں تھی وہ سٹیٹا گئی۔
آئی تو وہ مرتسم سے لڑنے تھی لیکن کنفیوز ہو گئی۔

Mr.meer who is this cutie pie..?

اسکے ساتھ کھڑے اسکے پاٹرن نے اشتیاق سے عینا کو دیکھتے پوچھا تھا۔
مرتسم نے نرمی سے عینا کی کمر میں بازو ڈالتے اسے اپنی طرف کھینچا۔

عینا کو اس سے سب کے سامنے اس بے باکی کی امید تو ہر گز نہیں تھی وہ گھبرا
گی۔۔

بمشکل ایک ہاتھ مرتسم کے سینے پر رکھتے اسے خود کو اسکے سینے کا حصہ بننے
سے روکا تھا۔۔

جبکہ دوسرا ہاتھ اپنی کمر پر رکھے اسکے ہاتھ پر رکھا۔۔
وہ جھنپ گی تھی۔۔

She is my wife

وہ محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے بولا۔۔

روٹھی روٹھی سی وہ اسے اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی۔۔

لڑکیوں کے تو منہ کھل ہی کھل گئے۔۔

جبکہ اب کی بار عینا ان لڑکیوں کے اترے چہرے دیکھ مسکائی تھی۔۔

Are you married ?

اسکے پاٹرنے چونک کر پوچھا تھا۔

Umm , No Actually I am nikkahfied.

وہ نرمی سے مسکراتے بولا تھا۔

Oh , congratulations..

اسکے پاٹرنے مسکراتے اسے مبارک باد دینے لگے وہ سر کو خم دیتا انکی مبارک باد وصولنے لگا۔

جبکہ لڑکیاں بھی مایوس چہرے سے اسے کانگریٹس کرنے لگیں۔

عینا ان سب میں بس مسکرا کر لڑکیوں کے اترے چہرے دیکھتی رہی۔ اسکا

بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ انکے چہرے دیکھتے قہقہہ لگا کر ہسے۔

مسٹر میر کیا آپکی پسند کی شادی ہے۔۔
سلینہ نامی لڑکی عینا کو گھورتے بولی تھی۔۔
عینا نے مر تسم کو دیکھا۔۔ جس نے مسکرا کر اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔۔
الحمد للہ۔۔

وہ مسکرا کر بولا تھا۔۔

جبکہ عینا اس طرح پبلک میں اسکی جسارت پر سرخ پڑ گئی۔۔
اسکے حصار سے آزاد ہونے کے لئے کسمپاسی لیکن مر تسم نے اسکی کمر پر دباؤ
دیتے اسنے روکا تھا۔۔

عینا نے روہان سے ہوتے اسکی طرف دیکھا۔۔

لیکن وہ سامنے اپنے پاؤں کی طرف متوجہ تھا جو اسے کچھ کہہ رہا تھا۔۔
وہ ضبط سے کھڑی رہی جب کچھ دیر تک وہ سب چلے گئے تو عینا نے اسکے ہاتھ
پر اپنے ناخن گاڑھے مر تسم مسکراتی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا۔۔

شرم کریں شاہ ہم پبلک میں ہیں۔۔ وہ اسکے ڈھیٹ پن سے جھپٹائی تھی۔۔

مر تسم اسے روہانے ہوتے دیکھ اسکی کمر سے ہاتھ ہٹا گیا۔۔
عینا تیزی سے اس سے دور ہوئی تھی۔۔

آپ نابطل بات مت کیجئے گا مجھ سے۔۔ وہ اپنی جھنپ مٹانے کو غصے سے
بولی۔۔

مر تسم نے آنکھوں میں محبت سموئے اسکے جھنپے ہوئے روپ کو دیکھا تھا۔۔
وہ اسکی قربت میں کھل کر گلاب ہوئی تھی۔۔ دن بہ دن وہ خوبصورت ہوتی
جارہی تھی یا پھر شائیدا سے ہی لگتی تھی۔۔

اب ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔۔ وہ اسکی بے باک نظروں سے جھنجھلا گئی۔۔
کیا ہوا ہے جانم اتنا غصہ کیوں کر رہی ہیں۔۔
مر تسم ہاتھ سے اسکے گلابی رخسار سہلاتا بولا تھا۔۔
عینا نے جھنپ کر اسکا ہاتھ پیچھے کیا۔۔

میں ناراض ہوں آپسے۔۔ وہ نروٹھے پن سے بولتی مرتسم کو اتنی پیاری لگی
اسکا دل مچل گیا اسے خود میں بھنچے کے لئے لیکن وہ جانتا تھا اسکی اس جسارت
پر تو وہ بے ہوش ہی ہو جائے گی۔۔

کیوں ناراض ہیں میری جان۔۔ مرتسم ہنوز نرمی سے بولا تھا۔۔
عینا نے بھنوائیں سکیرٹے اسے دیکھا۔۔

آپکو تو پتہ ہی نہیں جیسے آپ مجھے کب سے اگنور کر رہے ہیں۔۔
وہ خفگی سے بولی تھی۔۔

مرتسم نے لب دباتے اسے دیکھا تھا۔۔

جانم میں اگنور نہیں کر رہا تھا بس آپکو دیکھ نہیں رہا تھا کیونکہ پبلک میں آپ
میری توجہ برداشت نہیں کر پاتیں۔۔ وہ اسکی طرف جھکتے گھمبیر لہجے میں بولا
تھا۔۔

عینا اسکے جھکنے پر سٹپٹا کر پیچھے ہوئی لیکن اسکی زو معنی بات اسکے سر پر سے
گزری تھی۔۔

جو بھی ہو میں ناراض ہوں آپسے۔ آپ بابا کو چھوڑ کر گئے تھے واپس آنے کا
بول کے پھر آئے ہی نہیں۔۔ وہ ہنوز خفگی سے بولی تھی۔۔
لیکن مینے بھی آپکو کوئی نہیں یاد کیا۔۔ وہ اسے جتا کر بولی تھی۔۔
مر تسم بس مسکراتے اسے سن رہا تھا۔۔

اور کچھ۔۔ محبت سے بولا۔۔

اپ کر لیں مجھے اگنور میں بابا کے ساتھ چلی جاؤں گی اب۔۔ آپ رہیے گا ان
پر کٹی کبوتروں کے ساتھ۔۔ وہ اسکی مسکراتی نظروں سے جھنجھلا کر بولتی
تیزی سے وہاں سے گئی تھی۔۔

مر تسم نے چونک کر اسے بابا کے ساتھ جانے والی بات سنی تھی۔۔

گہری سانس چھوڑتے وہ سیٹج کی طرف متوجہ ہوا جہاں اب کیپلز ڈانس کر رہے تھے۔۔

ڈانس کے بعد وہ سب دوست گرپ کی شکل میں بیٹھے تھے۔۔ عینا اور ولی بھی انکے ساتھ ہی تھے۔۔

جب مرتسم کا دوست جسکی اپنی ور سری تھی اسنے مرتسم سے کہا۔۔

یار آج کچھ سنا ہی دے۔۔ یاد ہے کالج کے زمانے میں تو تیری آواز جادو کرتی تھی۔۔

کتنا وقت ہو گیا کچھ سنے ہوئے۔۔

اسکے سبھی دوست اسرار کرنے لگے جبکہ مرتسم نے انہیں گھورا۔۔

بھابھی آپ کہیں ناشائید آپکی ہی مان جائے۔۔ اسکے ایک دوست نے عینا سے کہا تو۔۔

عینا کو سمجھنا آیا کیا کہے۔۔ وہ بس کنفیوز سی مر تسم کو دیکھنے لگی۔۔
او کے۔۔ عینا کو دیکھتے مر تسم نے کہا تو اس کے دوست ہو ٹینگ کرنے لگے۔۔
واہ واہ بھابھی کی بس ایک نظر کا ہی کمال ہو گیا۔۔
وہاں کھڑے سب لوگ معنی خیزی سے مر تسم کو دیکھتے قہقہہ لگا گئے۔۔
جنمیں سب سے اونچی آواز ولی کی تھی۔۔ عینا جھنپ کر ولی کی اوٹ میں ہو
گی۔۔

تم روٹھے روٹھے لگتے ہو کوئی ترکیب بتاؤ منانے کی
تم روٹھے روٹھے لگتے ہو کوئی ترکیب بتاؤ منانے کی
ہم زندگی گروی رکھ دیں گے تم اپنے بتاؤ مسکرانے کی۔۔

مر تسم نے عینا کو دیکھتے گھمبیر آواز میں شعر پڑھا تھا۔۔
عینا تو اسکی سرمئی آنکھوں کے سحر میں ہی کھو گئی تھی۔۔

بس کر بھائی کچھ پبلک گا ہی خیال کر لے۔۔

اسکے دوست نے مر تسم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کچھ شرم دلانے والے

انداز میں کہا تو مر تسم نے ابرو اچکاتے اسے دیکھا تھا۔۔

جبکہ باقی نفی میں سر ہلا گئے۔۔

کچھ دیر تک محفل جمی رہی تقریباً گیارہ بجے تک وہ لوگ وہاں سے اٹھے تھے

مر تسم مجھے ریسٹورینٹ جانا تھا ایک کام تھا تو عینا کو ڈراپ کر دے گا۔۔

ولی نے عجلت میں اس سے کہا تو وہ پہلے ہی موقع کی تلاش میں تھا جھٹ سے

حامی بھر لی۔۔

جبکہ عینا ابھی سب کو بائے کہہ رہی تھی۔۔



مسٹر میر۔۔۔ وہ ابھی پارکنگ میں کسی سے فون پہ بات کر رہا تھا جب سلینہ نے اسے پکارا۔۔

مر تسم نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔۔

کیا آپ مجھے ڈراپ کر دیں گے۔۔

ایک کی ڈیڈ تو اپنے دوست کے ساتھ چلے گئے ہیں اور مہر گاڑی میں کچھ پر اہلم ہو گئی ہے۔۔

وہ آنکھوں اسکا چہرہ بھرتی معصومیت سے بولی تھی۔۔

پارکنگ میں آتی عینا نے تیکھے چٹوٹوں سے اسے گھورا تھا۔۔

وہ ایک ہی جست میں ان تک پہنچی تھی۔۔

شاہ آپ مجھے بنا بتائے ہی چلے آئے۔۔ میں کب سے آپکو وہاں ڈھونڈ رہی

ہوں۔۔

وہ تیزی سے اس کے مقابل آتی اسکے گلے میں بانہیں ڈالتی لاڈ سے بولی تھی۔۔

سلینہ تو سلینہ مر تسم بھی اچانک ساکت ہوا تھا۔

اسکے وہم و گمان میں بھی عینا سے اس بے باکی کی امید نہیں تھی۔

ارے سلینہ تم بھی یہاں ہو۔ تمہارے ڈیڈ تمہیں اندر ڈھونڈ رہے تھے۔

وہ مصنوعی حیرانگی سے اسے دیکھتی بولی تو وہ دانت پیستی وہاں سے چلی گئی۔

عینا نے اسکی پشت کو گھورا تھا۔ وہ ابھی اسے گھورنے میں مصروف تھی جب

کمر پر لیٹتے ہاتھ نے اسے ہوش میں لا پٹکا۔

وہ تیزی سے پیچھے ہوتی لیکن مر تسم نے اسکی کمر میں بازو ڈالتے اسے خود سے

لپٹا یا تھا۔

کہاں میری جان۔ ابھی تو مجھے ڈھونڈ رہی تھیں۔ اب کیوں دور جا رہی

ہیں۔

وہ اسکی لٹ کو کان کی پیچھے اڑتے گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔

اسکی جیلیسی سے وہ کافی محظوظ ہوا تھا۔

اپ۔ آپکو کیا ہے۔۔ آپ تو لگے ہوئے باتوں میں اس سلیپ کے ساتھ۔۔ وہ
نروٹھے پن سے بولی تھی جبکہ اپنی جلد بازی پر اسے افسوس ہوا تھا۔
آپ۔ جلیس ہو رہی ہیں۔۔ وہ اس کے تاثرات سے محفوظ ہوا تھا۔
ہنہ۔ میں کیوں جلیس ہونے لگی اس پر کٹی کوتری سے۔۔ وہ ناک چڑھا کر
بولی تھی۔۔ جبکہ لہجے میں جلیسی کا عنصر نمایا تھا۔
بلکل ٹھیک کہا اپنے۔ آپ کیوں ہوں گی جلیس کیونکہ میری نظریں اور توجہ
تو ہر حال میں آپ پر ہی رہتی ہیں چاہے کچھ بھی ہو جائے پھر کیوں آپ اپنا
خون جلائیں۔۔
وہ مسکرا ہٹ دباتے بولا تھا۔
عینا نے خفگی سے اسے دیکھا۔
چھوڑیں مجھے ولی انتظار کر رہے ہوں گے۔۔ جانا ہے مجھے۔۔ وہ ہنوز خفگی سے
بولی۔۔
مر تسم نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

ولی کا چکا ہے آپکو میرے ساتھ جانا ہے۔۔ اسے کسی کام سے جانا تھا اس لیے
اسنے مجھے ڈراپ کرنے کا کہہ دیا۔۔

وہ مسکراتے لہجے میں بولا۔۔

عینا نے روہان سے ہوتے اسے دیکھا۔۔

بیٹھیں گاڑی میں۔۔ مر تسم نرمی سے اسے چھوڑتے پیچھے ہوا تھا۔۔

عینا اسکے چھوڑنے پر تیزی سے گاڑی میں بیٹھی تھی۔۔

وہ اسکی پھرتی پر ہنس دیا۔۔



عین نہیں کریں۔۔ یہ تیسری بار تھا جب مر تسم بول پڑا۔۔

وہ اسکے بازو پر سر ٹکائے بیٹھی تھی ایک ہاتھ اسکے بازو کے گرد باندھ رکھا تھا

جبکہ دوسرے ہاتھ میں وہ اسکے گلے میں ابھرتی ہڈی کو بار بار چھیڑتی۔۔

تو کبھی اسکے سینے پر اپنی نازک انگلیوں سے کچھ لکھنے لگتی۔۔
جبکہ جان بوجھ کر اسے مختلف ناموں سے پکار بھی رہی تھی۔۔

عینا کو کیا پرواہ تھی اس نے جان بوجھ کر مرتسم کی بئیر ڈپر ہاتھ رکھتے انگلیوں
سے سہلایا۔۔

شاہ جی۔۔

وہ اسے تنگ کرتے محفوظ ہو رہی تھی۔۔ نہیں جانتی تھی شیر کی کچھار میں
ہاتھ ڈال رہی ہے۔۔

عین میری جان خود ہی مشکل میں پڑے گی یا نہیں کریں۔۔
مرتسم نے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے گھمبیر لہجے میں کہا۔۔
جبکہ عینا اسکا ہاتھ ہٹاتی کبھی اسکے رخساروں پر چلاتی تو کبھی بیر ڈپر۔۔
میر۔۔ جان بوجھ کر شرارت سے مر کو لمبا کھینچا۔۔

مر تسم کچھ کہنے لگا جبکہ اسنے جان بوجھ کر اسکے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی اور
یہاں مر تسم کی بس ہوئی تھی۔۔

ایک جھٹکے سے گاڑی روکتے عینا کو سمجھنے کا موقع دیے بغیر وہ اسکے گلابی لبوں
کو اپنی دسترس میں لے چکا تھا جسے وہ اسے بار بار پکارتی اسکا ضبط آزار ہی
تھی۔۔

عینا کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں بیچ سڑک کے اسکی اس جسارت پر۔۔
وہ تو اسے تنگ اسی لیے کر رہی تھی کیونکہ اسکے مطابق وہ یہاں تو کوئی ایسی
ویسی جسارت نہیں کر سکتا تھا۔۔

جبکہ مر تسم اب گھونٹ گھونٹ اسکے لبوں کا جام پی رہا تھا۔۔
عینا نے اسکے سینے پر مکے برسائے۔۔

مر تسم نے اسکے ہاتھ پکڑتے بازو اسکی پشت سے لگا دیے جبکہ لبوں پر شدت
بڑھائے تھی۔۔

اپنی طلب کرتے وہ نرمی سے پیچھے ہوا تو وہ اسکی سینے پر گرتی نڈھال سی
گہرے سانس بھرنے لگی۔۔

مر تسم نے گہری مسکراہٹ سے گاڑی سٹارٹ کی تھی۔
جبکہ عینا خفگی سے اسے دیکھتی پیچھے ہوتے رخ موڑ گئی۔۔
مر تسم نے محظوظ ہوتے اسکے سرخ چہرے کو دیکھا تھا۔۔

اسکی آنکھوں میں خمار کی لالی تیزی سے پھیلی تھی جبکہ عینا اسکے تیور دیکھتی
تھوک نگل گئی۔۔

ش۔ شاہ یہ تو گھر کا راستہ نہیں۔۔ وہ گاڑی رائیٹ کی بجائے لیفٹ مڑتے دیکھ
گھبرا کر بولی تھی۔۔

جانتا ہوں جانم ہم آپکے فلیٹ جا رہے ہیں۔۔ وہ گھمبیر لہجے میں بولتے عینا کو
چونکا گیا۔۔

ک۔ کیوں؟ اسنے سوکھتا حلق تر کرتے پوچھا تھا۔۔

تاکہ وہاں ہمیں کوئی ڈسٹرب نہ کر سکے۔۔ گہری نظروں سے اسکے نازک
سر اُپے کو دیکھتے کہا تھا۔۔

عینا اسکی نظروں سے کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی۔۔

گ۔ گھر جانا بچ۔ چاہیے شاہ۔ ولی کیا سوچیں گے۔۔ انسے روہانسے ہوتے
پلکوں کی اوٹ سے اسے دیکھتے کہا تھا۔۔

یہی سوچے گا اپنے شوہر کے ساتھ وقت گزار رہی ہیں آپ اور کیا۔۔
وہ آنکھ و نک کرتے بولا تھا۔

عینا مخصوص جگہ گاڑی رکھ دیکھ بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔
شاہ کیا کر رہیں میں خود چل لوں گی۔۔

مر تسم نے اسے بازوؤں میں اٹھایا تو وہ احتجاجاً بول پڑی جبکہ وہ کان لپیٹے اسے
لیے اندر کی طرف بڑھ گیا۔۔

لاک کھولتے وہ اسے لیے اندر داخل ہوا۔۔

پاؤں کی ٹھوک سے دروازہ بند کرتے اسنے نرمی سے عینا کو نیچے اتارا۔۔

وہ تیزی سے اس سے دور کھڑی تھی۔۔

مر تسم کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔

آپ تو ایسے ڈر رہی ہیں جیسے میں آپ کو لگا جاؤں گا۔۔

وہ آنکھ و نک کرتے بولا تھا۔۔

مجھے بھوک لگی ہے شاہ۔۔ کھانے سے اسے اور کچھ ناسو جھاتا تو وہ جھٹ سے

بول پڑی۔

جبکہ مر تسم نے اسکی بے تکی بات پر اسے گھورا۔۔

سچ میں بہت بھوک لگی ہے۔۔ اسکے گھورنے پر وہ معصومیت سے اثبات میں

سر ہلاتی بولی تو مر تسم گہری لیتے کچن کی طرف بڑھ گیا۔۔

کیا کھانا ہے۔۔ اپنے پیچھے آتی عینا کو چیر پر بیٹھے کا اشارہ کرتے کہا۔۔

نوڈلز۔۔ اسنے جھٹ سے کہا اب واقعی اسکی بھوک جاگ پڑی تھی۔۔

مر تسم سر ہلاتے اسکے لئیے نوڈلز بنانے لگا۔۔

کھائیں۔۔ نوڈلز کا باؤل اسکے سامنے رکھتے کہا تو وہ تیزی سے چبچ اٹھاتی کھانا شروع ہوئی تھی۔۔

آرام سے کھائیں۔۔ اسے اتنی تیزی سے کھاتے دیکھ مر تسم نے ٹوکا۔۔
عینا نے کھاتے ہوئے ایک چبچاسکی طرف بڑھایا مر تسم نے نفی میں سر ہلا دیا وہ بس مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔
وہ کندھے اچکاتی رغبت سے کھانے لگی۔۔

اسنے آخری نوالہ ابھی منہ میں ڈالا ہی تھا کہ اسکے ساتھ بیٹھے مر تسم نے تیزی سے جھک کر اسکے ہونٹ قید کیے تھے۔۔
عینا ہتھاقاسی اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔

وہ تب تک اسکے ہونٹوں پر جھکار ہا جب تک وہ سارے نوڈلز مر تسم کے حلق سے نیچے نا اترے۔۔

پوری طرح سے نوالہ ختم کرتے وہ پیچھے ہوا تو عینا نے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھا تھا۔۔

مر تسم کو اپنے ہونٹوں پر جلن سی محسوس ہوئی۔۔ اسنے عینا کے ہونٹوں پر لگا
وہ نوڈلز کا پانی دیکھا تو مسکرا دیا۔۔

ا۔ اپ۔ آپ بہت بے شرم ہو گئے ہیں شاہ۔۔ وہ شرم سے بس یہی بول
سکی۔۔

ابھی تو مینے بے شرمی دکھائی ہی نہیں۔۔

وہ یکدم اسے بانہوں میں اٹھائے بولا۔۔ عینا تو آج اسکے تیور دیکھ کر کی بوکھلا
گئی۔۔

ش۔ شاہ۔ آپ تھکے نہیں۔۔ میں تو بہت تھک گئی ہوں اب سوتے ہیں نا۔۔
وہ مصنوعی جمائی لیتے بولی۔۔

تھک تو گیا ہوں جانم بہت زیادہ تبھی تو آپکے پاس ہوں تاکہ آپ اپنے وجود
کی نرماہٹوں سے میری تھکن سمیٹ سکیں۔۔

اسنے نرمی سے بیڈ پہ اتارے وہ خمار آلودہ لہجے میں بولا تھا۔۔
وہ گھبرا کر پیچھے ہوئی تھی لیکن مر تسم اس پر حاوی ہو چکا تھا۔۔

عینا نے بھری آنکھوں میں شرم و حیا لیے اسے دیکھا تھا اسکی سرمی آنکھیں
میں اسکی قربت کی طلب بہت شدت سے جاگ رہی تھی۔۔

وہ گھبرا کر پلکیں جھکاتی اسکی گردن میں بازو ڈال گئی۔۔

مر تسم سر شار سا اسکی گردن پہ جھکتا اپنی محبت کے پھول کھلانے لگا۔
اسکے لمس میں شدت تو تھی لیکن شدت کے ساتھ ایک بے چینی بھی
تھی۔۔

وہ اسکے پور پور کے اپنے لبوں سے چھوتا اسے مہکانے لگا۔

عینا اسکی مونچھوں کی چھبن سے کسمسائی تھی۔۔

وہ اسکی شدت کی تاب نالائے ہوئے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔۔

مر تسم نے شرٹ اتار کر پھینکتے اسکا گاؤن گندھوں سے کھسکا یا تھا۔۔

ش۔ شاہ۔۔ وہ اسکے برہنہ سینے پر ہاتھ رکھتی گھبرا کر اسے پکار گئی۔۔

ششش۔۔ مر تسم اسکے ماتھے پر بوسہ دیتا اسکے لبوں پر جھکتے اسکے الفاظ خود میں

اتار گیا۔۔

وہ شدت سے اسکی خوشبو خود میں اترتا مدہوش ہوا تھا۔

وہ اس پر جھکا اور جھکتا چلا گیا۔

دونوں ہی آج ایک دوسرے میں قربت اور لمس سے بے چین ہو رہے تھے۔

جانے کیوں شاید انکے دل اور روح انکی اس آخری قربت کے ملاپ کا راز جان چکے تھے۔

پھر تو انہیں ایک ہجر کا ٹٹا تھا۔

مر تسم نے شدت سے اسے خود میں بھینچا تھا۔ دل تھا کہ اسکی قربت سے بھر نہیں رہا تھا۔

دونوں کی بہکی سانسوں کمرے میں گونج رہی تھی۔

چاند بھی انکو دیکھ آج ادا اس سالگ رہا تھا۔ اسکی روشنی مدہم سی تھی آج۔

دور کھڑی قسمت نے دکھ سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔

شاہ۔۔ عینا نے اسکا کندھا ہلایا۔۔

وہ شرٹ لیس اونڈھے منہ لیٹا ہوا تھا۔۔

ساری رات مرتسم نے ایک پل کے لئے بھی اسے نہیں چھوڑا تھا۔۔

وہ اسکی شدتیں سہتے نڈھال ہو گئی تھی۔۔

لیکن وہ تھا کہ سیراب ہی نہیں ہو رہا تھا۔۔

فجر کے وقت وہ بمشکل اسکی شدتوں سے جان چھڑوا پائی تھی۔۔

صبح کے پانچ ہو رہے تھے وہ شاور لے کر آئی تو وہ ابھی تک سو رہا تھا۔۔

شاہ اٹھیں نا۔۔ عینا نے پھر سے اسکا کندھا ہلایا۔۔

لیکن وہ تو سکون سے گہری نیند میں تھا۔۔

عینا کو شرارت سو جھی وہ تھوڑا سا اس پر جھکی اسکا ارداہ اپنے گیلی بال اسکے

چہرے پر مس کر کے اسے اٹھانے کا تھا۔۔

لیکن وہ ابھی جھکی ہی تھی کہ مرتسم نے تیزی سے سیدھے ہوتے اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔

آہہ۔۔ عینا کی اچانک چیخ نکلی تھی۔

جبکہ مرتسم اسکے پہلو میں منہ چھپاتا دوبارہ سے آنکھیں موند گیا۔

عینا اپنی رکی ہوئی سانس بحال کرنے لگی۔

میر۔۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

اٹھیں نا مجھے گھر چھوڑ کے آئیں۔۔ ولی گھراچکے ہونگے۔

وہ اسکے برہنہ کندھے پر ہاتھ رکھتے بولی۔

مرتسم نے نیند سے بھری خمار آلودہ آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔

زراسا اوپر ہوتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔

چھوڑ آؤں گا میری جان لیکن ابھی سونے دیں۔۔ ساری رات بھی آپ نے

مجھے سونے نہیں دیا۔

وہ اسکے نم بالوں میں چہرہ چھپا گیا۔

ہیں۔ مینے نہیں سونے دیا۔ وہ صدمے سے بولی۔۔

عینا نے اسکے کندھے پر ہاتھ مارا۔

کسنے نہیں سونے دیا۔ پوری رات آپنے ایک پل کے لئے بھی مجھے سانس

نہیں لینے دی۔ اور اب کہہ رہے ہیں مینے نہیں سونے دیا۔

وہ غصے میں سوچے سمجھے بغیر بولی تھی۔

مر تسم نے سر اٹھاتے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔

جبکہ عینا کو اپنے لفظوں کا احساس ہوا تو سرخ پڑی لب دبا گئی۔

مر تسم نے مبہوت ہوتے اسکے کھلے ہوئے گلاب چہرے کو دیکھا تھا۔

تھکن سے چور بدن بھی ہے نیند بھی ہے مگر

وہ کیا کرے جسے تیری طلب ناسونے دیں

اسنے خمار آلودہ لہجے میں شعر پڑھا تھا۔

اسکی قربت کا رنگ ہمیشہ ٹوٹ کر چڑھتا تھا اس پر۔۔

اور آج۔۔ آج تو وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا۔۔

میرے لمس کا احساس رچا ہے تجھ میں

اب تو تجھ سے آتی ہے میری خوشبو

وہ اسکے خم بالوں میں گہری سانس بھرتا گھمبیر لہجے میں بولا۔۔

عینانے پٹ سے آنکھیں کھولیں تھیں۔۔ لیکن وہ آنکھیں موندیں اسکی

خوشبو میں گہری سانسیں بھر رہا تھا۔۔

اسکی پلکیں لرز گئیں۔۔

کپکپاتے ہاتھ اسکے برہنہ سینے پر رکھتے اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی لیکن

اپنے نازک ہاتھوں پر کچھ کھردا سا چھبا تھا۔

زرا سی پلکیں اٹھاتے اسے دیکھا تو دل دھک سے رہ گیا۔۔

اسکے مردانہ سینے پر ناخنوں کے کی نشان تھے جبکہ کندھے پر دانتوں کے
نشان جو اسے غصے میں بنائے تھے۔۔

وہ ہولے سے لب تر کر گئی۔۔

اسکے سینے سے نظریں ہٹاتے اسکے چہرے کو دیکھا وہ مسکراتی نظروں سے
اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

کی زخم میرے دل پر دینے والی

میں اک زخم تیرے ہونٹوں پر بھی لگاؤں گا۔۔

مر تسم اسکے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دباتا اسے آنکھ و نک کرتا بولا۔۔

ش۔ شاہ۔ پ۔ پلیر۔ وہ کپکپاتے لبوں سے بمشکل بولی تھی۔۔

مر تسم پیچھے ہوتے گہری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔۔

وہ اسکے پیچھے ہونے پر تیزی سے اٹھی لیکن مرتسم نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔
عینا نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔

میں کچھ دیر دیکھ لوں آپکو۔۔ وہ اسکے چہرے کو آنکھوں میں بھرتا عجیب سے
لہجے میں بولا۔

عینا نے چونک کر اسے دیکھا۔

وہ کچھ نابولی تو مرتسم نے آہستہ سے اسے اپنے طرف کھینچ لیا۔
اسکا سر اپنے کندھے سے لگاتے وہ لب اسکے ماتھے پر ٹکائے اسے دیکھنے لگا۔
عینا آنکھیں موندیں سکون سے بیٹھی رہی۔



کتنی دیر گزر گئی وہ نہیں جانتا تھا۔۔ وہ بس اسے چہرے کو دیکھے گیا۔

پتہ نہیں کیوں اسکا دل نہیں دل کر رہا تھا کہ ایک پل کے لئے بھی اسے اپنی
نظروں سے دور کرے۔۔

دل میں طوفان سا اٹھا تھا کہ کہیں اسے خود سے دور کیا تو کچھ ہو جائے گا
اسے۔۔

ہوش میں تو وہ تب آیا جب اسے کندھے سے لگی عینا نیند میں جھول کر اسکی
گود میں آگری۔۔

وہ چونک کر سیدھا ہوا۔۔

جبکہ وہ جو بیٹھے بیٹھے سو گئی تھی۔
کسمسا کرا اٹھی۔۔

دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر سامنے لگی گھڑی کو۔۔
عینا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔۔
آٹھ بج گئے۔۔

تین گھنٹے گزر گئے۔۔

کیا وہ تین گھنٹوں سے اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔

عینا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

جبکہ مرتسم بالوں میں ہاتھ چلاتا نظریں چرا گیا۔

میں فریش ہو کے آتا ہوں آپ تیار ہو جائیں پھر گھر چلتے ہیں۔

اسکی حیرانی سے کھلی آنکھوں کو چومتے وہ فریش ہونے چلا گیا۔

جب تک وہ فریش ہو کے آیا عینا بالوں کی چوٹیا کر رہی تھی جو زیادہ لمبے

ہونے کی وجہ سے اس سے ہو نہیں رہی تھی۔

اسنے جھنجھلا کر بال چھوڑ دیے۔

انہیں تو جاتے ہی کٹواتی ہوں میں وہ بڑ بڑای تھی۔

جبکہ اسکے بڑ بڑا ہٹ سنتے اسکے پیچھے کھڑے مرتسم نے اسے گھورا۔

خبردار اگر اپنے اپنے بالوں کو کٹوانے کا سوچا بھی تو۔

وہ اسکے ہاتھ سے برش لیتا اسے گھور کر بولا۔

لیکن میں تنگ ہوتی ہوں شاہ۔۔ مجھ سے نہیں بنائے جاتے اتنے لمبے بال
بازو تھک جاتے ہیں میرے۔۔

وہ منہ پھلائے بولی۔۔

تو میں ہوں نا میں بنا دیا کروں گا۔۔ لیکن آپ انہیں کٹوانے کا سوچیے گا بھی
مت۔۔ وہ اسکے بالوں میں چوٹی کے بل ڈالتا محبت سے بولا تھا۔۔

آپ روز تو نہیں ہوتے نا میرے ساتھ۔۔ وہ خفگی سے بولی۔۔

تو پھر جانم سوچیے نارخصتی کا بس کچھ ہی تو وقت ہے۔۔

میں اب حسن بابا سے بات کر لوں گا۔۔ ڈونٹ وری۔۔

اسکی چوٹی مکمل کرتے مصروف انداز میں کہا۔۔

عینا بس منہ بنا کر رہ گئی۔۔

رخصتی کی ضرورت رہ گئی ہے۔۔ وہ بڑبڑائی تھی۔۔

مر تسم اسکی بڑبڑاہٹ ان سنی کر گیا۔۔



مرتسم سیدھا سے ہو سپٹل ڈراپ کرنے آیا تھا۔

ہو سپٹل کے سامنے گاڑی روکتے مرتسم نے اسے دیکھا جو گاڑی رکتے باہر نکلنے والی تھی۔

مرتسم نے اسکا بازو پکڑتے اسے روکا۔

عینا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

البتہ اسکے چہرے پر اداسی تھی۔

مرتسم نے ایک آخری بار نظر بھر کے اسکے چہرے کو دیکھا جھک کر اسکے سر

پر بوسہ دیا۔

اپنا خیال رکھئے گا۔ میں شام میں آواں گا بابا سے ملنے۔

مرتسم نے کہا تو عینا سر ہلاتی گاڑی سے نکل گئی۔

دونوں کے دل عجیب انداز میں دھڑکے تھے۔۔ انجانے خدشات نے سر اٹھایا تھا۔۔

لیکن وہ سر جھٹکتی ایک نظر مر تسم کو دیکھتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔۔
مر تسم کی بے چین نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔۔
گہری سانس بھرتے اسنے دل میں ابھرتی بے چینی کو کم کرنے کی کوشش کی
جو بڑھتی ہی جا رہی تھی۔۔
وہ سر جھٹکتے گاڑی آگے بڑھا گیا۔۔



بہت مبارک ہو۔۔ ہم اپنی منزل کی پہلی سیڑھی پر ہی کامیاب ٹھہرے۔۔
باسط نے خوشی سے چور لہجے میں کہا تھا۔۔
آج انکی پوری ٹیم ہی بہت خوش تھی۔۔
پولیس کو عارض کا پتہ چل چکا تھا۔۔ وہ اب پولیس کی حراست میں تھا۔۔

کل انکی کورٹ میں پہلی سنوائی تھی۔۔

جسکا سب کو بے صبری سے انتظار تھا۔۔

وہ شام کے چار بجے ہو سپٹل سے نکلی تھی گھر جانے کے لئے۔۔ اسکا ڈیوٹی ٹائم مکمل ہو گیا تھا۔۔

پہلے تو وہ یہ کیس خود لڑنے والی تھی ایذا لائیر۔۔ جو اسکا مقصد تھا۔۔

لیکن پھر بعد میں انکے دوسرے لائیر نے انہیں یہ بتایا تھا کہ انہیں عینا کی گواہی کی ضرورت تھی وہ وکیل ہو کر اسی کیس کی گواہی نہیں دے سکتی تھی اس لیے اب انکا یہ کیس مرتسم کا ایک دوست دیکھ رہا تھا۔ جو شہر کا جانا مانا لائیر تھا۔۔

اسکی خوشی کا آج کوئی ٹھکانہ نہ تھا ایک تو عارض کی گرفتاری دوسرا کل کی پہلی تاریخ کورٹ میں اسکے انتقام کا پہلا قدم تھا۔۔

وہ کچھ گنگناتی مسرور سے گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی جب پیچھے سے آتی ایک گاڑی نے اچانک اسکے سامنے آتے اسکا راستہ روکا تھا۔۔

عینا نے بامشکل بریک لگاتے ایکسیڈینٹ ہونے سے بچایا تھا۔

حواس درست کرتے وہ تیزی سے گاڑی سے نکلی لیکن سامنے کی گاڑی سے امن کو نکلتے دیکھ اسکے قدموں کو وہیں بریک لگی۔

امن قدم قدم چلتا اسکے مقابل آرکا۔ عینا نے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھا تھا۔

بلو شرٹ کے ساتھ بلو کی جینز۔ شرٹ کے اوپر جیکٹ پہن رکھی تھی۔
بکھرے بال۔۔ حد سے زیادہ سرخ ہوتی آنکھیں۔۔ اور آنکھوں کے نیچے
گہرے ہلکے۔۔

ستا ہوا سرخ چہرہ اور بھینچے ہوئے سیاہ لب۔۔
یہ وہ امن تو نہیں تھا جسے وہ پہلے کچھ ماہ سے دیکھتی تھی۔
یہ تو کوئی اجرٹا ہوا شخص تھا۔

امن۔۔ اسکے لب بے آواز ہلے تھے۔

اسکی ہمت نہیں ہو پائی کے اس سے پوچھ سکے کہ آخر اسے ہوا کیا ہے۔

جبکہ امن یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

تڑپتے دل اور جلتی آنکھوں کو کچھ راحت ملی تھی۔

راستہ کیوں روکا ہے۔ جب امن نے کچھ دیر تک اس پر سے نظریں نہیں ہٹائیں تو وہ سخت لہجے میں بولی۔

البتہ دل اسکی حالت پر عجیب سا ہورہا تھا۔

امن کچھ بھی کہے بغیر دو قدم اسکے نزدیک ہوا تو وہ ڈر پر دو قدم پیچھے ہوئی۔ جبکہ امن کے قدم رکے نہیں۔

عینا پیچھے ہوتی گاڑی کی ونڈو سے جا لگی۔

اسے کبھی امن سے ڈر نہیں لگا تھا۔

اسکی آنکھوں میں ہمیشہ اپنے لیے عزت دیکھی تھی اسنے لیکن آج آج کچھ

عجیب سا تاثر تھا اسکی آنکھوں میں جو اسے ڈرنے پر مجبور کر گیا۔

امن ک۔ کیا کر۔ رہے ہو۔ ناچاہتے ہوئے بھی اسکا لہجہ لڑکھڑا گیا۔

وہ بالکل گاڑی کے ونڈو شیشے سے چپکی ہوئی تھی۔

امن اس سے ایک قدم دور رکھا تو عینا کی اٹکی سانس بحال ہوئی۔۔
آپکو دیکھ رہا ہو۔۔ کتنی ظالم ہیں ناپ۔۔
وہ بولا تو آواز میں ساری دنیا کا قرب سمٹا تھا۔۔

مینے جس جس شخص سے محبت کی وہ مجھے چھوڑ گیا۔۔ اس لیے مینے مان لیا کہ
یہ دنیا محبت کے لائق نہیں ہر کوئی دل توڑ کے چلا جاتا ہے۔۔
وہ اسکے چہرے پر نظریں ٹکائے بھاری آواز میں بولا تھا۔۔

میں رب سے ناراض ہو گیا کہ اسنے مجھ سے سب چھین لیا۔۔ لیکن سالوں
بعد جب آپکو دیکھا تو پہلی بار یہ سینے میں دل کے نام پہ پڑا پتھر دھڑکا تھا۔۔
کسی کا درد محسوس ہوا تھا۔۔ بہت سالوں بعد کوئی احساس محسوس ہوا ہے۔۔
وہ سینے پر ہاتھ رکھے دھیمے لہجے میں بولا۔۔

محبت محسوس ہوئی ہے۔۔ لیکن مجھے لگتا ہے کہ اب مجھے آپسے محبت نہیں رہی۔۔

عینا جو سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی چونک کر اسے دیکھا۔ آنکھوں سے گرم سیال بہتا جا رہا تھا۔۔

مجھے تو آپسے عشق ہو گیا ہے۔۔ وہ یک دم بھیگی آواز میں چلایا۔۔
ویران سڑک پر اسکی بھاری آواز گونجی تھی۔۔
جبکہ عینا کا دل رک کر دھڑکا تھا۔۔

عشق کرتا ہوں آپسے۔۔ بہت زیادہ حد سے زیادہ اور آپکا یہ عشق مجھے پل پل مار رہا ہے۔۔

یہ دل آپکی جدائی میں تڑپ رہا ہے۔۔ وہ گاڑی پر مکا مارتا چلایا تھا۔۔
عینا اسکے چلانے پر یک دم اچھلی تھی۔۔
امن خاموش ہوتے اسے دیکھنے لگا۔۔

ا۔ ایسے مت کہو امن۔۔ وہ بھیگی آواز میں بولی۔۔

ت۔ تم مجھ سے محبت ن۔ ناع۔ عشوق کر سکتے ہو۔۔

وہ بہتے آنسوؤں سے بولی تھی۔۔

کیوں۔۔ امن ٹرانس کی سی کیفیت میں بولا۔۔

ک۔ کیونکہ میں کہہ رہی ہوں۔

م۔ میں ت۔ تمہارے کیے ک۔ کچھ فیل ن۔ نہیں کرتی امن۔۔

تم م۔ مجھ سے م۔ محبت کرنے کا س۔ سوچ بھی کیسے سکتے ہو۔۔

م۔ میرے مجرم کو پناہ دینے والے تم ہی تھے نا۔۔ ت۔ تو پھر ک۔ کیسے

سوچ سکتے ہو۔۔

وہ اس بھی اونچی آواز میں چلائی تھی۔

محبت کرنا گناہ تو نہیں۔۔ اور مینے جان بوجھ کر نہیں کی خود بخود ہوتی چلی گئی

ہے۔۔

اپ۔ اپ سمجھتی کیوں نہیں ہے۔۔

میرا کوئی قصور نہیں تھا ان سب میں جو بھی عارض نے کیا میں انجان تھا۔۔

لیکن پھر بھی آپ کہتی ہیں تو میں اسکی سزا بھی بھگت لوں گا۔۔

پ۔ پھر کیا آپ میری ہو جائیں گی۔۔ وہ بچوں کی طرح روتا بولا تھا۔۔

عینا اسکے یوں رونے پر ساکت ہوتی تھی۔۔

اسنے مرتسم کے بعد آج پہلی بار کسی مرد کو محبت کے لئے روتے دیکھا تھا۔۔

وہ ساکت نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔۔

بولیں نا پھر کیا آپ ہمیشہ کے لئے میری ہو جائیں گی۔۔ میری تنہائیوں کی

ساتھی بنیں گی۔۔

وہ بے چینی سے بولا تھا۔۔

عینا نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا۔۔

امن نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔

کیوں۔۔ اسکے لب ہلے۔۔

کیوں آخر کیوں۔۔ اس لیے کہ میں برا ہوں۔۔ تو پھر یہ کیوں نہیں سمجھتی
مجھے برا بھی تو اس دنیا نے بنایا ہے۔۔ میں آپکے لئیے اچھا بھی بن جاؤں گا نا۔
وہ یک دم اسکے بازوؤں کو اپنی گرفت میں لیتا دھاڑا تھا۔

اس اچانک افتاد پر وہ سہم گئی۔

ا۔ امن۔۔ اسکے لب ہلے۔۔ عینا نے اس کے ہاتھ اپنے بازوؤں سے ہٹانے کی
کوشش کی لیکن ناکام رہی۔

جواب دیں مجھے۔۔ وہ پھر سے دھاڑا تھا۔

کیونکہ میں کسی کے نکاح میں ہوں۔۔ وہ اسے پوری قوت سے پیچھے کودھکا
دیتی چلائی تھی۔

سن لو میں نکاح میں ہوں کسی کے اور ہمیشہ رہوں گی۔

نہیں کرتی میں تم سے محبت ناکروں گی۔

اس لیے نہیں کہ تم برے ہو مجھے تم سے نہیں تمہاری برائی سے نفرت
تھی۔

اس لیے کہ میں تم سے محبت نہیں کر سکتی امن۔۔
وہ چیخی تھی۔۔

جبکہ اسکے دھکے پر امن لڑ کھڑا کو پیچھے کو گرا تھا شاید وہ اپنے ہوش میں نہیں
تھا۔۔

اسکے نکاح کی خبر امن پر بجلی کی طرح گری تھی۔۔
ا۔ اور میں۔۔ اسکے چپ ہونے پر وہ بے بسی سے بولا۔۔
عینا نے ساکت ہوتے اسے دیکھا۔

م۔ میرا ک۔ کیا قصور۔۔ ہ۔ ہر بار م۔ مجھے ہی ک۔ کیوں ب۔ برداشت کرنا
پڑے۔۔

وہ ہچکیوں سے روتا بولا تھا۔۔

عینا لڑ کھڑا کر پیچھے ہوئی تھی۔۔ اسکے دل پر بوجھ بڑھنے لگا۔۔ اسے سمجھ نہیں
آ رہا تھا وہ کیا کرے۔۔

ی۔ یہ م۔ محبت ص۔ صرف تماشہ ہے۔۔ ی۔ یہ دوسروں کی ب۔ بے بسی
کافائدہ اٹھاتی ہے۔۔
وہ بھیگی آواز میں چلایا۔۔

اسکی آواز مدھم پڑنے لگی اسکے ناک سے خون بہنے لگا تھا۔۔
عینا نے اسکا سفید پڑتا چہرہ دیکھ خوف سے اسے دیکھا تھا۔۔
وہ ابھی کچھ کہتی کہ امن کے دو گارڈز اچانک سے وہاں آئے تھے۔۔
سر۔ سر وہ اسے اٹھانے لگے لیکن وہ انکے ہاتھ جھٹکتا عینا کو دیکھ رہا تھا۔۔
ا۔ اسے ل۔ لے کر جاو۔ ا۔ اس کی طبیعت نہیں ٹھیک۔ جاو۔۔
وہ اسکے گارڈز پر چلائی تھی۔۔

وہ زبردستی اسے اٹھاتے گاڑی کی طرف جانے لگے لیکن وہ مسلسل خود کو
اسنے آزاد کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

بج۔ چھوڑ مجھے۔۔ میں آپکو ک۔ کبھی معاف۔ن۔ نہیں کروں گا۔۔
وہ بڑ بڑا رہا تھا۔۔

عینا خوف سے اسکے خون سے تر ہوتے چہرہ کو دیکھ رہی تھی۔۔
۔ میں آپکے خدا سے ا۔ اپنی شکایت کروں گا۔۔

اسکے گارڈز اسے گاڑی میں بٹھانے لگا جب وہ چہرہ موڑتے اونچی آواز میں چلایا
تھا۔۔

عینا کے قدم زنجیر ہو گئے۔۔ وہ سہم کر اسے دیکھنے لگی۔۔
جبکہ وہ لوگ من کو لے گئے۔۔

میں آپکے خدا سے اپنی شکایت کروں گا۔۔ امن کی آواز اسکے آس پاس گونج
رہی تھی۔۔

اسنے نفی میں سر ہلایا۔۔ چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا۔۔
نہیں نہیں کی گردان کرتے گاڑی کے ساتھ نیچے بیٹھتی چلی گی۔۔

اسے خوف سا محسوس ہو رہا تھا۔۔ اسے ڈر لگ رہا تھا۔۔ دل توڑنے کا ڈر۔۔
کہتے ہیں دلوں میں خدار ہوتا ہے۔۔ اور اسنے دل توڑ دیا تھا۔۔
خدا کا گھر۔۔

اگر اسنے سچ میں خدا سے اسکی شکایت کر دی تو۔۔
لیکن مینے جان بوجھ کے تو نہیں کیا نا۔۔
وہ روتے ہوئے خود سے بولی تھی۔۔

وہ اسکے پیچھے جانا چاہتی تھی اسے کہنا چاہتی تھی کہ اسکی شکایت نا کرے۔۔
وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ کیا ہوا ہے اسے۔۔
لیکن اسکے قدموں کو جیسے کوئی باندھ رہا تھا۔۔
وہ ہل نہیں پائی۔۔

بمشکل خود کو سنبھالتے وہ ابھی اٹھی ہی تھی کہ اچانک سے اپنے پیچھے کوئی شور
سنائی دیا۔۔

عینا نے سرعت سے آنکھیں رگڑتی تھیں۔۔ اس نے تیزی سے پیچھے مڑ کے دیکھا۔۔

کوئی اڈھیر عمر کا آدمی تھا اور اسکے پاس کچھ اور آدمی کھڑے تھے جو شکل سے ہی غنڈے نما لگ رہے تھے۔۔ وہ لوگ اسے کچھ کہہ رہا تھا۔ لیکن وہ مسلسل نفی کر رہے تھے۔

تو ان آدمیوں نے انہیں مارنا شروع کر دیا۔

وہ کچھ سوچ کر انکی طرف بڑھی۔

اوائے کیا کر رہے ہو تم لوگ۔۔

عینا انکے قریب جاتے بولی تھی۔

تراب صاحب (زین کے بابا) نے چونک کر اسے دیکھا۔ انہوں نے عینا کو

دیکھا ہوا تھا وہ اسے پہچان گئے تھے لیکن عینا انہیں نہیں جانتی تھی۔

کیوں مار رہے ہو تم لوگ انہیں۔

وہ ان غنڈے نما آدمیوں کو گھورتے بولی۔

اسے ڈر بھی لگ رہا تھا۔ لیکن وہ اس آدمی کو اس مصیبت میں نہیں چھوڑ
سکتی تھی۔

اپنے کام سے کام رکھو لڑکی۔

ان میں سے ایک آدمی غرا کر کہتا تراب صاحب کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

مارو اسے۔۔ اسنے باقی آدمیوں کو کہا۔

عینا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

پاگل ہو گئے ہو کیوں مار رہے ہو۔

وہ تیزی سے انکی طرف بڑھی لیکن ایک آدمی نے اسکا بازو پکڑتے اسے

روکا۔

وہ لوگ تراب صاحب کے سرپے پاؤں کی ضربیں لگاتے تو کبھی پیٹ پر وہ

انہیں مار مار کر ادھ موا کر چکے تھے۔

عینا ان سے خود کو چھڑوانے کی سر توڑ کوشش کر رہی تھی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا تو اس نے اس آدمی کے پاؤں پر زور سے پاؤں مار دیا۔

اس آدمی نے غصے سے مڑتے اسے دیکھا۔

اس سے پہلے وہ اسے رکھ کے تھپڑ مار دیتا۔

دور سے ایک گولی چلی تھی جو سیدھا اس آدمی کے اٹھتے ہوئے ہاتھ میں لگی۔

وہ آدمی چونک کر پیچھے دیکھنے لگے۔

عینا نے پیچھے مڑتے دیکھا۔

دو سے تین گاڑیاں سے گارڈز کی۔

اس نے ایک لڑکے کو اپنی طرف بھاگتے دیکھا وہ لڑکا وہ امن کے ساتھ ہوتا تھا

ہمیشہ اس نے ہر جگہ اسے دیکھا تھا۔

وہ آدمی ان گارڈز کو اپنی طرف آتے دیکھ انہیں چھوڑتے بھاگے تھے۔

لیکن جاتے جاتے وہ جس نے عینا کا بازو پکڑا تھا وہ گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے عینا پر گولی چلانے لگا تھا لیکن تراب صاحب نے عین وقت پر اسے کھینچا اور وہ گولی سیدھا انکے سینے پر لگی تھی۔۔

عینا اس سچویشن پر ہتھاقارہ گی وہ اسے کیوں مارنے والے تھے۔۔
میم آپ ٹھیک ہیں۔۔ وہ لڑکا تیزی سے عینا کے قریب آتا بولا تھا۔
عینا نے سر ہلاتے تراب صاحب کو دیکھا۔۔

انکل۔۔ انکل آپ ٹھیک ہیں۔۔ وہ تیزی سے اسے قریب ہوئے جو خون سے تر سڑک پر بے جان پڑے تھے۔۔

ہ۔ ہو اسپتال لے کر جانا ہے انہیں۔۔ ا۔ نہیں اٹھاؤ۔۔ وہ ہڑبڑاہٹ میں بولی تھی۔۔



ہو سپٹل پہنچتے اسے سب سے پہلے مر تسم اور ولی کو کال کی تھی۔۔

امن کے گارڈز اسے بحفاظت پہنچاتے وہاں سے جا چکے تھے۔۔

ش۔ شاہ۔۔ وہ مر تسم کو آتے دیکھ تیزی سے اسکی طرف بھاگی تھی۔۔

شاہ کہتی وہ اسکے سینے سے لگتے پھوٹ پھوٹ کے رودی۔۔

عین میری جان کیا ہوا ہے۔۔ آپ ٹھیک ہیں۔۔ وہ اسکے کپڑوں اور ہاتھوں

لگا خون دور سے ہی دیکھ چکا تھا۔۔

عین آپ ٹھیک ہیں نا۔۔ وہ زبردستی اسے اپنے سامنے کرتا چیخا تھا۔۔

ہ۔ ہاں۔۔ وہ بمشکل بولی تھی۔۔

یہ خون۔۔ مر تسم نے اسکے ہاتھوں پر لگے خون کو دیکھتے اسے سرتاپاؤں دیکھا

وہ ٹھیک تھی بس ہلکی پھلکی خراشیں آئیں تھی اسے جو اس آدمی سے آزاد

ہونے کی کوشش میں لگی تھیں۔۔

ادھر بیٹھیں کیا ہوا ہے بتائیں مجھے۔۔ مر تسم اسے بیچ پہ بٹھاتے بولا تھا۔۔

عینا سے تراب صاحب کے پاس جانے سے لے کر سب کچھ بتاتی گئی۔ البتہ
گارڈز کا اس نے اتنا کہا تھا کہ کوئی وہاں سے گزر رہے تھے۔

بس۔۔ بس میری جان کچھ نہیں ہوگا۔

مر تسم اسکا سر سہلاتے بولا۔

اگر وہ آدمی سامنے نا آتا تو شاید اسکی عین۔

سوچتے اسکا دل سکڑ کے پھیلا تھا۔

اسنے شدت سے عینا کو خود میں بھینچا۔

شش۔ بس میری جان رونا بند کریں۔۔ کچھ نہیں ہوگا۔

مر تسم اسے بچوں کی طرح بہلاتا بولا تھا۔

تبھی انکے پاس نرس آئی۔

یہ پیشینٹ کا سامان۔۔ وہ انکے پاس کچھ سامان رکھتی بولی۔

مر تسم نے اس سامان سے والٹ اٹھاتے آئی ڈی کارڈ نکالا جہاں پہ تراب شاہ

کی تصویر اور نام تھا۔

اسنے چونک کر عینا کو دیکھا۔

عین کیا آپ اس آدمی کو جانتی تھی۔ اسنے ہچکیاں لیتی عینا سے پوچھا۔
نہیں شاہ میں نہیں جانتی تھی وہ کون تھے اور نا ہی ان غنڈوں کو۔ وہ بھگے
لہجے میں بولے تھے۔

جیسا اسے عینا نے بتایا وہ لوگ تراب صاحب کو پہلے ہی مار رہے تھے مطلب
وہ عینا کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تھے لیکن عینا نے انہیں دیکھ لیا ہوگا
شاید اس لیے وہ اسے مارنا چاہتے ہوں۔
وہ تانے بانے بنتا سوچ رہا تھا۔

ش۔ شاہ کیا آپ انہیں جانتے ہیں۔ عینا نے اسکا بازو ہلایا۔
زین کے بابا ہیں۔ وہ متفکر لہجے میں بولا۔

عینا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

فکر مت کریں کچھ نہیں ہوگا۔ اور آپکی وجہ سے کچھ نہیں ہوا ہم پریشان مت
ہوں۔

تب تک ولی بھی پہنچ چکا تھا۔ مر تسم نے زین سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن اسکا فون بند جا رہا تھا۔

اسنے وجدان اور قاسم بابا کو مختصر سا بتاتے زینی کو بھی ساتھ لانے کا کہا تھا۔



ایک گھنٹے سے وہ لوگ آپریشن تھیٹر کے سامنے بی چینی سے چکر لگا رہے تھے۔

مر تسم نے فلحال انہیں صرف ایکسیڈینٹ کا بتایا تھا۔

ایک گھنٹے بعد ڈاکٹر باہر آیا تو سب تیزی سے انکے طرف لپکے۔

ڈاکٹر میرے بابا ٹھیک ہیں نا۔ کیا ہوا ہے انہیں۔

زینی نے پوچھا تھا۔

دیکھتے آپکے پیشینٹ کو ایک تو برے طریقے سے مارا گیا ہے۔۔ انکے سر پر
گہری ضربیں لگی ہیں۔۔ اور دوسرا گولی سیدھا انکے دل کے قریب لگی
ہے۔۔ گولی تو ہمنے نکال دی ہے لیکن فلحال ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔ ہم لوگ
تو بس کوشش کر سکتے تھے آگے اللہ کی مرضی۔۔ آپ لوگ دعا کریں۔۔
ایکسیوزمی!! ڈاکٹر پر و فیشنل انداز میں کہتے جا چکے تھے۔۔
زینی لڑکھڑائی تھی جسے ماہم اپیانے بمشکل سنبھالا تھا۔۔
عینا ایک کونے میں کھڑی سہمی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔
تم نے تو کہا تھا ایکسیڈینٹ ہوا ہے۔۔
قاسم بابا پوچھ تو مرتسم سے رہے تھے لیکن انکی چبھتی نظریں عینا پر تھیں۔۔
مرتسم نے ایک نظر عینا کو دیکھا اور پھر قاسم بابا کو وہ زرا سا آگے ہوتے انکے
سامنے کھڑا ہوا۔۔
تاکہ وہ عینا کو نادیکھ سکیں۔۔
مختصر سا انہیں سب کچھ بتاتا چلا گیا۔۔

پہلے کیا کم عذاب تھی یہ جو اسکی وجہ سے ایک اور مصیبت کھڑی ہو گئی۔۔
قاسم بابا نے غصے سے عینا کو دیکھا تھا۔۔

بابا کیسے بات کر رہے ہیں آپ۔۔ عینا کی وجہ سے کچھ نہیں ہوا ہے۔۔
انفیکٹ عینا نے تو انکی جان بچائی ہے۔۔ مر تسم نے حیرت سے انکے لفظ سنے
تھے۔۔

اور کتنا بچاؤ گے اپنی بیوی کو مر تسم خدا کے لئے اب تو بس کر دو۔۔
اسکی وجہ سے میرا باپ ہو سہیٹل میں پڑا ہے زندگی اور موت کے منہ ہے
تمہیں ابھی اپنی بیوی کی پڑی ہے۔۔
زینی غصے سے ڈھاڑی تھی۔۔

مر تسم نے ولی کو اشارہ کیا جو سمجھ کر سر ہلاتے سہمی ہوئی کھڑی عینا کو وہاں
سے لے گیا۔۔

عینا بے جان سی اسکے ساتھ کھینچتی چلی جا رہی تھی۔



رات کے نوبے ڈاکٹر نے تراب صاحب کے ہوش میں آنے کی خبر سنائی تھی۔۔

انکے دماغ کی چوٹیں بہت گہری تھیں اس لیے ابھی انکے ٹیسٹ وغیرہ کے بعد ہی وہ لوگ کچھ کہہ سکتے تھے۔۔

عینا ان سے ملنے جانا چاہتی تھی لیکن ولی اور مرتسم نے اسے سختی سے منع کر دیا تھا۔

تراب صاحب اب خطرے سے باہر تھے ٹھیک تھے لیکن فلحال وہ اتنی بات چیت نہیں کر رہے تھے۔۔



اگلے دن انکے کورٹ کی پہلی تاریخ تھی لیکن عینا نہیں جانتی تھی کہ یہی آخری ہوگی۔۔

اسکے ساتھ مرتسم، ولی، عالم، حسن بابا، عالم بابا، دانیل (جو کہ رات ہی واپس آئی تھی فلحال وہ اکیلی ای تھی زین نہیں) ارسل، وجدان بھائی، عیشاء سب آئے تھے۔۔

اور انوشے کے ماں باپ بھی وہ رات کو ہی آئے تھے۔۔

باقی باسط لوگ اور انکی پوری ٹیم تھی۔۔

نچ صاحب اچکے تھے۔۔

عینا کا دل زور سے ڈھڑک رہا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ خوش ہو یا

روئے۔۔

تبھی عارض کو لایا گیا۔۔

اسے اپنے سامنے دیکھتے کیا کچھ نہیں یاد آیا تھا اسے۔۔ آنکھیں جلنے لگیں

تھیں لیکن وہ ضبط کیے بیٹھی رہی۔۔

مر تسم نے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے اسے تسلی دی تھی۔۔

دونوں طرف سے کاروائی شروع ہو چکی تھی۔

عارض کا وکیل کورٹ کی طرف سے تھا۔۔

جب انکا وکیل عارض سے سوالات کی اجازت لیتا اسکے پاس آیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتا عارض بول پڑا۔۔

اس سے پہلے کہ آپ لوگ مجھ سے کوئی سوال کریں میں کچھ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں۔۔

وہ جھکاسراٹھاتے جج صاحب کو دیکھتے بولا۔۔

اجازت ہے۔۔ انہوں نے اسے بولنے کی اجازت دی۔۔

میں آج آپ لوگوں کو اپنی کہانی سنانا چاہتا ہوں۔

میں عارض ایک یتیم بچہ جسکے ماں باپ کے مرنے کے بعد اسکے رشتہ داروں

نے اسے ایک کوڑے کے ڈھیر میں پھینک دیا۔۔

لیکن وہاں ایک لڑکے کی نظر مجھ پر پڑ گئی تو وہ مجھے اپنے ساتھ لے گیا۔

اسنے میری پرورش کی۔ مجھے ہر چیز دی۔ ہر خواہش پوری کی۔۔ مجھے اچھائی
برائی میں فرق سکھایا۔۔

جانتے ہیں کون تھا وہ آدمی۔۔ وہ نظریں جھکائے بول رہا تھا جب اچانک اسنے
سر اٹھاتے سب کو دیکھا۔۔

سب دم سادھے اسے سن رہے تھے۔۔
اسکی نظر سیدھا عینا پر گئی۔۔ وہ تلخی سے مسکرا دیا۔۔
جبکہ عینا نے نفرت سے اسے دیکھا۔۔

وہی جسے آپ لوگ ایک بیسٹ کے نام سے جانتے ہیں۔۔ وہ بیسٹ جو خود ہر
براکام کرتا تھا لیکن مجھے اس سے دور رکھتا تھا۔۔ وہ بغور عینا کو دیکھ بولا تھا۔۔
لیکن میں تھا نا مجھے عزت اس نا آئی اور مینے برائی کا راستہ چن لیا۔۔
بھائی (امن) مجھ پر پورا بھروسہ کرتے تھے اس لیے مجھ پر نظر رکھنا چھوڑ
دی۔۔

اور میں کنگ کے ہتھے چڑھ گیا۔۔

ڈر گز، زنا، ریپ یہ سب عام ہو گیا میرے لیے۔۔

وہ خود پر ہسا۔۔

میں کینیڈا بظاہر تو سٹڈی کر رہا تھا تب میری نظر دو بہنوں پر پڑی۔۔ وہ
پاکستان سے وہاں پڑھنے گئی تھی۔۔ تھیں تو وہ دونوں دوستیں لیکن بہنوں
سے بڑھ کے۔۔

جج صاحب نے بغور اس لڑکے کو دیکھا جسکے چہرے پر گہرا ملال تھا۔۔
بہت خوبصورت تھی دونوں اتنی کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جائے اور میں تھا سدا کا
حسن پرست۔۔

لیکن وہ دونوں مجھ سے بہت دور بھاگتی تھی تھیں۔ ان میں سے ایک تو بہت
ڈرپوک سی تھی۔۔ اور میں نے سوچ لیا میں پہلا نشانہ اسی کو بناؤں گا۔۔
جب جب مجھے موقع ملا اسے ڈراتا تھا لیکن ہر بار اسکی وہ دوسری دوست جو
بہت بہادر تھی وہ اسے بچا لیتی تھی۔۔

وہ مہر کو دیکھنے لگا۔ ایک دن جب مینے اسے حراس کرنے کی کوشش کی تو اسکی دوست نے مجھے اپنی پوری بلڈنگ والوں سے پٹوایا۔

میں بدلے کی آگ میں جلنے لگا۔ مجھے بس اب بدلہ چاہیے تھا۔ پھر وہ دونوں پاکستان واپس چلی گئیں۔

لیکن وہ نہیں جانتی تھی میں بھی انکے ساتھ ہی واپس آیا تھا۔ میں نے ہر پل انکا پیچھا کیا۔ مجھے بس موقع چاہیے تھا۔

اور اس سے اگلے دن مجھے موقع مل گیا۔

وہ دونوں اکیلی تھی اور یہ پاکستان تھا۔ جہاں کچھ بھی ہو جائے نالوگوں کو پرواہ ہوتی ہے نا پو لیس پہنچتی ہے۔

وہ حج صاحب کو دیکھتے بولا تو پو لیس والے شرمندہ سے رہ گئے۔

عینا کی آنکھوں کے سامنے وہ دن گھومنے لگا آنسو پلکوں کی بارٹوٹ کر بہے تھے۔

خیر مینے موقع پاتے ہی دونوں کو جالیا۔

میں مرد تھا اور وہ نازک سی لڑکیاں میں ان پر بھاری تھا۔
وہ دونوں سر توڑ کوشش کر رہی تھیں لیکن کامیاب نہ ہو سکیں
مینے۔۔ وہ رکا۔۔

مینے انوشے کے ساتھ زبردستی کی۔۔

کیونکہ مہر بہت خوبصورت تھی تو میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ اپنا
مقصد حاصل کرنے کے بعد میں اسے بانو بائی کے کوٹھے پر بیچ دیتا۔۔

وہ رک رک کے بول رہا تھا جیسے یہ سب بولنا بہت مشکل ہو۔۔

عینانے بامشکل خود کو اسکا منہ نوچنے سے روکا تھا۔۔

جبکہ مرتسم، ولی اور عالم نے بہت ضبط سے اسے دیکھا تھا بس نہیں چل رہا تھا
کہ ابھی اسکا حشر بگاڑ دیں۔۔

ل۔ لیکن اس وقت مہر کو کسی نے بچا لیا۔

انوشے مر گئی مجھے کوئی افسوس نہیں تھا میں بس کسی طرح مہر کو حاصل کرنا
چاہتا تھا اور مینے کوشش بھی کی لیکن وہ چلتی گاڑی سے کود گئی۔۔

اسکے بعد سبکو لگا کہ مہر مرچکی ہے۔۔

مجھے بھی یہی لگا یہ چیپٹر بند ہو چکا ہے۔

میں اپنی روزمرہ کی روٹین پر آگیا۔۔

لیکن ایک دن مینے پھر سے ایک لڑکی سے زبردستی کی کوشش کی تب اسے

مہر نے بچایا میں اسے دیکھ کر چونک گیا۔۔

اور ڈر سے پاکستان سے ہی باہر چلا گیا۔۔

کیونکہ مجھے پتا چلا تھا کہ پولیس مجھے ڈھونڈ رہی ہے۔۔

اسکی آواز رندھ گی۔۔

پھر کچھ ٹائم بعد مجھے فریج ملی وہ میری بہت اچھی دوست بن گئی۔۔ مینے کبھی

اسے حوس کی نظروں سے نہیں دیکھا وہ سب سے الگ تھی۔۔

تین سال میں اسکے ساتھ رہا وہ تین سال میری زندگی کے سب سے

خوبصورت سال تھے۔

مجھے اس سے محبت ہو گئی تھی۔۔

مینے اسے سب بتا دیا۔۔ سوائے اسکے کہ میں ایک ریپیٹ بھی ہوں۔۔

اس سے وعدہ کیا کہ میں ہر برا کام چھوڑ دوں گا۔۔

اسی میں ایک دن بھائی کو سب پتا چل گیا۔۔

انہوں نے مجھ سے ہر رشتہ ختم کر دیا وہ بہت ہرٹ ہوئے تھے مجھ سے۔۔

مینے کنگ کے لئے کام کرنا بند کر دیا تو لوگ مجھے ڈرانے دھمکانے لگے۔۔

میں بہت ڈر گیا تھا اپنے لیے نہیں فریج کے لئے۔۔

میں سایے کی طرح اسکی حفاظت کرتا تھا لیکن ایک دن مجھ سے بھول ہو

گی۔۔ اور اسکے ساتھ وہی ہوا جو میں دوسری لڑکیوں کے ساتھ کرتا تھا۔۔

کی آنسو ٹوٹ کر اسکی آنکھوں سے نکلے تھے۔۔

عینانے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔

احساس تو مجھے بہت پہلے ہو چکا تھا لیکن محسوس مینے تب کیا تھا کہ درد ہوتا کیا

ہے۔۔

مہر اور انوشے کی تکلیف ہر اس لڑکی اور اسکے گھر والوں کی تکلیف محسوس کی
تھی مینے۔۔

اس لیے کل مینے خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔۔
اسنے آنکھیں صاف کرتے ایک نظر بھری عدالت کو دیکھا۔۔

میں عارض بنت بے نام یہ قبول کرتا ہوں میں ایک ریپیسٹ ہوں۔۔ مینے
انوشے ابراہیم کاریپ کیا تھا اور مہر ماہ شاہ کو مارنے کی کوشش کی۔۔
ناصر ف یہ بلکہ اور بھی کی لڑکیوں کاریپ کیا ہے مینے۔۔

میری جج صاحب سے درخواست ہے کہ مجھے موت کی سزا سنائی جائے۔۔
وہ انکی طرف دیکھتا مضبوط لہجے میں بولا تھا۔۔

عینا ساکت نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔۔

کورٹ میں بیٹھا ہر انسان ساکت تھا۔۔ پل میں گیم الٹ گی وہ سب کچھ اپنے
منہ سے قبول کر رہا تھا۔۔

کچھ دیر تک موت سا سناٹا چھایا رہا۔

پھر وہاں جج صاحب کی بھاری آواز گونجی تھی۔

جسمیں وہ عارض کو دودن کے بعد پھانسی کی سزا سنانے اور کنگ کو ڈھونڈنے کا حکم جاری کر چکے تھے۔

اسکے بعد انہوں نے قلم توڑ دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ انکے پیچھے سب کھڑے ہوئے تھے۔

جبکہ عینا بے جان چیز کی طرح بس عارض کو دیکھے جا رہی تھی۔
ایک پل کے لئے پلک نہیں جھپکی اسنے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا
جرے۔

دل کر رہا تھا دھاڑے مار مار کر روئے۔ اور خوشی سے چیخے چلائے۔
مر تسم نے زبردستی اٹھایا اور اپنے ساتھ لیے باہر کی طرف بڑھ گیا۔
سب کی آنکھیں نم تھیں۔ انج سب خوش تھے بہت سارے لوگوں کو
انصاف مل گیا تھا۔

عارض جسے پولیس لے جا رہی تھی اسے سامنے کھڑی عینا کو پولیس سے دو
منٹ کی مہلت مانگی۔۔

وہ لوگ اسے عینا کے پاس لے آئے۔۔

وہ اس کے مقابل آ کے رکا۔۔

عینا جو ساکت سی انوشے کہ ماما کو دیکھ رہی تھی۔۔ اسے چونک کر عارض کو
دیکھا۔۔

عارض اس کے سامنے آیا اسے ہتھکڑی لگے ہاتھ اسے سامنے جوڑ دیے۔۔

عینا نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا۔۔

عارض گھٹنوں کے بل اسے سامنے گرا۔۔

م۔ معاف کر دو م۔ مہر۔۔ میرا گ۔ گناہ بہت بڑا تھا اور اسکی سزا۔۔ اس سے
بھی بڑی۔۔

ہ۔ ہو سکے تو م۔ مجھے معاف کر دینا۔۔

وہ تڑپ تڑپ کر رہتا اپنے گناہ کا اعتراف کرنا اس سے معافی کا طلب گار تھا۔

لیکن ان وہ بے رحم بنی کھڑی تھی۔

عینا نے نفرت سے اسے گھورا۔

میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی عارض کبھی نہیں۔

وہ بھیگی آواز میں چلائی تھی۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے اسے لے جائیں میری نظروں کے سامنے سے وہ پولیس

آفیسر پر چلائی تھی۔

وہ لوگ عارض کو وہاں سے لے گئے۔

عالم نے بامشکل کھڑی مہر کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن وہ ریت کی طرح

پھسلتی نیچے گری تھی۔

اور پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

آج ہر کوئی رورہا تھا۔

م۔ مہمے انوکو انصاف دلا دیا عالم۔۔ م۔ مینے اسکی موت رائیگاں نہیں جانے دی۔۔

وہ آڈے دیکھتی بیٹھے گلے سے بولی تھی۔

علامہ نے اثبات میں سر ہلاتے اسے کھڑا کیا تھا۔

انوشے کی ماما اور بابا سے گلے لگا گئے۔۔ انہوں نے ایک بیٹی کو کھویا تھا۔۔ اب آنکے پاس صرف مہر تھی جو انوشے کی آخری امانت تھی۔۔

وہ سب لوگ انوشے کی قبر پر گئے تھے۔۔ فاتحہ پڑھتے تازہ پھول اسکی قبر پر

سجائے تھے۔۔ اسکی موت اور اسکے ساتھ ہوئے ظلم کا بدلہ لینے کی روادار

سنائی تھی اسے جسکا وعدہ عینانے اس سے کیا تھا۔

مر تسم اور ولی نے مسکراتی نظروں سے ایک دوسرے کا دیکھا اور پھر آسمان کو۔۔

پس ثابت ہوا وہ رب رحم کرنے والا رحیم و کریم اور انصاف کرنے والا

ہے۔۔

آج آنکی زندگی کا ایک باب بند ہوا تھا تو دوسرا باب کھلا بھی تھا۔
جس سے فلحال وہ سب انجان تھے۔

اگلے دو دن سب کے سکون کے گزرے تھے۔

ترا ب صاحب اب بہتر ہو چکے تھے تو وہ انہیں گھر لے آئے۔

وہ اپنے گھر جانا چاہتے تھے لیکن سب کے اسرار پر کہ زینی اکیلی انکے دیکھ
بھال کیسے کرے گی انہیں شاہ ولا آنا پڑا۔

عینا سے رہا نہیں گیا تو وہ دو دن بعد ان سے ملنے آئی تھی۔ وہ بس اپنی تسلی کرنا
چاہتی تھی کہ وہ ٹھیک ہیں نا۔

لیکن نہیں جانتی تھی کہ یہ اسکی زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہوگی۔



اسلام و علیکم !! اسنے بلند آواز میں سلام کیا تھا۔

سب اس وقت لاؤنچ میں بیٹھے تھے۔ تراب صاحب بھی فلحال صوفے سے ٹیک لگائے وہیں بیٹھے تھے۔

والسلام !! اونچے۔۔ بی جان اسے اپنے پاس بلایا۔
بی جان کے پاس بیٹھے اسنے تراب صاحب کو دیکھا۔
پھر ایک نظر لاؤنچ پر ڈالی وہاں سب تھے۔
مرتسم سمیت۔۔

انکل کیسی طبعیت ہے اب اپنی۔۔ اسنے تراب صاحب کو دیکھتے پوچھا۔
میں ٹھیک ہوں بیٹا۔۔ تم کیسی ہو مجھے بہت فکر ہو رہی تھی تمہاری۔۔ میں
مرتسم سے پوچھنے والا تھا تم ٹھیک ہونا۔
تراب صاحب اسکے جواب میں بے توانکے لہجے میں گھلتی فکر اسے عجیب
لگی۔۔

میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔۔ وہ مسکرا کر بولی۔۔

شکر ہے اللہ ہے۔۔ میں تو ڈر گیا تھا۔۔ ویسے کون لوگ تھے وہ بیٹا۔۔ کیوں مارنا چاہتے تھے آپکو۔۔

ایک نظر زینی کو دیکھ انہوں نے پھر سے عینا کو کہا۔۔

عینا سمیت سب نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا تھا۔۔

انکل مجھے کیا پتا کون تھے وہ لوگ تو آپسے ہی بات کر رہے تھے پھر آپکو مارنا شروع کر دیا میں تو بس آپکی ہیلپ کرنے کے لئے آئی تھی۔۔

وہ حیرانگی سے بولی۔۔

کیا ہو گیا ہے بیٹا۔۔ جھوٹ کیوں بول رہی ہو۔۔

مر تسم نے چونک کر انہیں دیکھا۔۔

وہ لوگ تم سے بد تمیزی کر رہے تھے شاید تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔۔

میں تو تمہاری شور کی آواز سن کے تمہیں بچانے آیا تھا۔۔

وہ حیران ہونے کی بھرپور ایکٹینگ کرتے بولے۔۔

عینا کی آنکھوں میں بے یقینی اٹھائی۔۔

انکل آپ کیوں جھوٹ بول رہے ہیں۔۔ وہ بے یقینی سے بولی۔

شٹ اپ عینا۔۔ ایک تو میرے بابا نے تمہاری جان بچائی اوپر سے تم انہیں
ہی جھوٹا کہہ رہی ہو۔۔ تمہیں تو ان کا شکر کرنا چاہیے انکی وجہ سے تم محفوظ ہو
۔۔ اور میرے بابا موت کے منہ تک پہنچ گئے اسکے باوجود تم انہیں پرالزام لگا
رہی ہو۔۔

زینب اسے گھورتے غصے سے بولی۔۔

آپ۔۔ عینا کچھ بول ناپائی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ جھوٹ کیوں بول
رہے ہیں۔۔

مر تسم کچھ کہنے لگا لیکن ماہم اپیانے زبردستی اسے روکا تھا۔۔

پلیز۔۔ آنکھوں سے التجا کی تھی۔۔

بس۔۔ بس کرو۔۔ احسان فراموش لڑکی۔۔

تم اس سے کس چیز کی توقع کر رہی زینی بیٹا اس لڑکی پر مر تسم نے اتنے
احسان کیے ہیں جنہیں وہ بھولے بیٹھی ہے تو تراب کو کس حصے میں لے گی
یہ۔۔

قاسم بابا غصے سے بولے تھے۔

عینا نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

ٹھیک ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں۔۔ ایم سوری انکل میری وجہ آپکو
اتنا کچھ سہنا پڑا۔۔ بہت بہت شکریہ اپنے میری جان بچائی میں آپکا یہ احسان
کبھی نہیں بھولوں گی۔۔ عینا نہیں چاہتی تھی معاملہ بڑھے اس لیے وہ سپاٹ
لہجے میں بولی۔۔

اب آپ اس احسان کے بدلے مجھ سے کیا چاہتے ہیں بتادیں تاکہ میں آپ کا احسان اتار سکوں۔۔

وہ سپاٹ نظروں سے انہیں دیکھتی بولی۔۔

میں جو مانگوں گا اس احسان کے بدلے بہت قیمتی ہے دیکھ لو دے سکو گی۔۔
ترا ب صاحب نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے پوچھا۔۔

آپ مانگ لیجئے جو مانگنا ہے۔۔ اس کے بدلے اگر مجھے اپنی جان بھی دینی پڑی تو میں آپ کو دے دوں گا۔۔ بولئے کیا چاہئے آپ کو۔۔

عینا سے پہلے مر تسم نے کہا تھا۔۔

ٹھیک ہے پھر مکر نامت اپنی بات سے مر تسم۔۔ وہ مر تسم کو دیکھتے بولے۔۔

میں نے کہا نا آپ مانگ لیجئے کیا چاہئے۔۔ وہ مضبوط لہجے میں بولا۔۔

مجھے عینا کی جان بچانے کے احسان کے بدلے میں تم چاہئے ہو مر تسم۔ وہ

اطمینان سے بولے۔۔

انکی بات پر سب نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔۔

جبکہ عینا نے سرعت سے مرتسم کو دیکھا۔

کیا مطلب ہے کیا کہنا چاہتے ہیں آپ بھائی صاحب۔
روحامانے الجھ کر پوچھا۔

میں اپنی بیٹی کے لئے مرتسم کو چاہتا ہوں بھابھی۔ میں چاہتا ہوں کہ مرتسم
زین کو اپنے نکاح میں لے لے۔

انکی بات سنتے سب چونک کر کھڑے ہوئے تھے۔
عینا نے بے ساختہ صوفے کو تھاما۔

یہ کیا کہ رہے ہیں آپ۔ مرتسم بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

ایسا بھی کیا کہہ دیا۔ بلکہ میں تو خود یہی سوچ رہا تھا۔

تراب مجھے تمہاری بات پر کوئی اعتراض نہیں۔ قاسم بابا خوشی سے چور لہجے
میں بولے تھے۔

ایس انہیں ہو سکتا بابا۔۔ میری شادی ہو چکی ہے کیوں بھول رہے ہیں
اپ۔۔

مہرماہ شاہ آپکے سامنے کھڑی ہے جو میرے نکاح میں ہے۔۔
وہی پہلی ہیں اور وہی آخری رہیں گی۔۔

مر تسم غصے کی شدت سے چلایا تھا۔۔

آج پہلی بار اسنے اپنے بڑوں سے اونچی آواز میں بات کی تھی۔۔

آپ لوگ ایسا کچھ سوچنے کی غلطی بھی مت کیجئے گا۔۔

مہرماہ مر تسم شاہ رہے یا نارہے مر تسم میر شاہ پر ہمیشہ صرف انہی کا حق رہے
گا۔۔

وہ سپاٹ لہجے میں بولتا ساکت کھڑی عینا کا بازو تھامتے اسے وہاں سے لے
گیا۔۔

وہ اسے باہر لان میں لے آیا۔۔

عین اپ۔۔ وہ ابھی کچھ کہتا عینا نے ہاتھ اٹھاتے اسے روک دیا۔۔

مجھے گھر جانا ہے شاہ۔۔ بابا میرا ویٹ کر رہے ہوں گے۔۔

وہ سوکھتے لبوں پر زبان پھیرتی با مشکل سفید پڑتے چہرے سے بولی تھی۔۔
مر تسم نے خاموشی سے اسے دیکھا۔۔

وہ ابھی ایک قدم چلی ہی تھی کہ لڑکھڑائی اس سے پہلے کہ وہ منہ کے بل
گرتی مر تسم نے سرعت سے اسکا بازو تھاما تھا۔۔

عینا نے سرخ پڑتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔

مر تسم نے اسکی بیچھکتی آنکھوں کو دیکھا اور جھک کر اسکی بھوری شکوہ کرتی
آنکھوں پر بوسہ دیا۔۔

مر تسم میر شاہ مر کر بھی آپسے بے وفائی کا نہیں سوچ سکتا میری جان۔۔
کوئی کچھ بھی کہے مر تسم شاہ صرف آپکا ہے اور مرتے دم تک آپکا ہی رہے
گا۔۔

وہ اسکا ماتھا چومتے بولا۔۔

و۔ وعدہ۔۔ عینا نے لڑکھڑاتے لہجے میں کہتے ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔۔

وعدہ میری جان۔۔ مر تسم اسکے نازک ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتا بولا تھا۔۔
مینے بہت کچھ جھیلا ہے شاہ۔۔ میں آگے بھی برداشت کر سکتی ہوں لیکن میں
شرکت داری یا بے وفائی کسی صورت برداشت نہیں کروں گی۔ شاہ کبھی
نہیں۔۔

وہ سختی سے اسکا ہاتھ تھامتی مضبوط لہجے میں بولی تھی۔۔
مر تسم شاہ آپسے کبھی بے وفائی نہیں کرے گا میری جان۔۔
وہ اپنے ہاتھ میں تھامے اسکے ہاتھ پر لب رکھتا محبت سے بولا۔۔
مجھے گھر جانا ہے۔۔ وہ اس سے دور ہوتی سنجیدگی سے بولی۔۔
میں چھوڑ دیتا ہوں۔۔ مر تسم اسکے زرد چہرے کو دیکھتے فکر مندی سے
بولا۔۔

نہیں میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں گی۔۔ وہ بامشکل آنسو ضبط کرتے
بولی۔

مر تسم نے زیادہ اصرار نہیں کیا وہ جانتا تھا وہ ضبط کر رہی ہے فلحال وہ بابا سے بات کرنا چاہتا تھا۔

اپنا خیال رکھئے گا۔ اور رونا بالکل بھی نہیں ہے۔ آپ کو پتا ہے نا آپ کی آنکھ سے نکلا ہر آنسو مجھے تکلیف دیتا ہے۔

وہ اسکی بھوری آنکھوں کو نرمی سے چومتا اسکے سر پہ بوسہ دیتا بولا تھا۔
عینا اثبات میں سر ہلاتی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔



آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں بابا۔ عینا اس گھر کی بہو ہے مر تسم کی بیوی پھر کیوں دوسری شادی کرے گا۔

وہ اندر آیا تو ماہم اپیا اور وجدان بھائی کی آواز اسکے کانوں میں گونجی تھی۔
کیا تم لوگ جانتے ہو اس لڑکی کے بارے میں ہے کون وہ۔

ایک بد کردار ماں کی ناجائز اولاد۔ قاسم بابا غصے سے دھاڑے تھے۔

قاسم۔۔ بی جان کا ہاتھ اٹھا تھا۔ اور انکے گال پر چھاپ چھوڑ گیا۔۔۔
سب حیران پریشان سے کھڑے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔
کوئی خوف خدا ہے تم میں اس معصوم بچی کے بارے میں کیا کہہ رہے ہو تم۔
اور تو اور اسکی ماں کو بھی۔ بی جان بے یقینی سے بولی تھیں۔۔
جبکہ مرتسم کو اب سمجھ آیا تھا عینا سے انکے رویے کی وجہ۔۔
آپ بے شک مجھے سو بار مار لیں ماں۔

لیکن جو سچ ہے وہ سچ ہی رہے گا۔ اگر آپ کو میری بات پر نہیں یقین تو پوچھئیے
مرتسم سے میں جھوٹ بول رہا ہوں۔۔
وہ مرتسم کو دیکھتے طنزیہ بولے تھے۔۔

حسنے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

ان سب سے اگر کوئی خوش تھا تو زینی تراب صاحب بے بسی سے اسے دیکھ
رہے تھے۔۔

اسنے انہیں معاف کرنے کی یہی شرط رکھی تھی کہ کسی طرح اسے مرتسم کی زندگی میں شامل کر دیں تو وہ انہیں معاف کر دے گی۔

میری بیوی کے بارے میں ایسا کچھ بھی مت بولیں بابا۔ مرتسم ضبط سے بولا تھا۔

یہی دن دیکھنا رہ گیا تھا جب تم اس کل کی ایک لڑکی کے لئیے ہم سے زبان درازی کرو گے۔

لیکن یاد رکھنا میں اس ناجائز لڑکی کو اپنے گھر کی بہو کبھی نہیں بننے دوں گا۔ تمہیں اسے چھوڑنا پڑے گا۔

وہ غصے سے دھاڑے تھے۔

ایسا کبھی نہیں ہو گا بابا۔ مرتسم کی آواز بلند ہوئی تھی۔

تم۔ تم اب۔۔ کچھ کہنے کی کوشش میں انکا لہجہ لڑکھڑا گیا وہ سینے پر ہاتھ رکھتے پیچھے کو گرے تھے۔

بابا، بابا وہ سب انکی طرف بھاگے تھے۔۔



بابا کیسے ہیں۔۔ ڈاکٹر کے چیکاپ کر کے باہر آنے پر مرتسم تیزی سے انکی جانب آیا تھا۔۔

مرتسم تمہارے بابا فلحال ٹھیک ہیں لیکن انہیں سٹریس اور پریشانی سے دور رکھو۔۔ اس عمر میں اتنی ٹینشن انکے لئے ٹھیک نہیں۔۔

کوشش کرو انہیں خوش رکھو ورنہ ہارٹ اٹیک کا بھی خطرہ ہو سکتا ہے۔۔

ڈاکٹر نے مرتسم کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔

وہ انکا فیملی ڈاکٹر تھا۔۔

مرتسم نے ہنکار بھرتے سر ہلا دیا۔۔

کچھ ہی دیر میں وہ سب انکے کمرے میں انکے قریب بیٹھے تھے۔۔

جبکہ وشہ اور عادی جو تھوڑی دیر پہلے ہی یونیورسٹی سے آئے تھے۔ گھر میں
ہوئے واقعے سے انجان دونوں انکے سینے سے لگے بیٹھے تھے۔۔
وہ دونوں گھر میں سب سے چھوٹے تھے۔۔ بہت جلدی ہر بات پر ڈر جایا
کرتے تھے۔۔

بچو میں ٹھیک ہوں۔ بس زرا سابی۔ پی ہی ہائی ہوا تھا۔
جاؤ اب شاباش تم۔ لوگ بھی آرام کرو۔۔
وہ انہیں خود سے الگ کرتے انکا سر تھکتے بولے تو وہ دونوں سر ہلاتے وہاں
سے اٹھ گئے۔۔

مجھے مرتسم سے بات کرنی ہے اکیلے میں۔۔
انکے جانے بعد قاسم بابا نے سبکو دیکھتے کہا تو وہ لوگ خاموشی سے اٹھ کر باہر
چلے گئے۔۔

مرتسم جو دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا چونک کر سیدھا ہوا۔۔
یہاں آو۔۔ انہوں نے نرمی سے اسے کہا۔۔

وہ آہستہ سے چلتا انکے قریب بیٹھ گیا۔

ایم سوری بابا میں آپسے بد تمیزی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ شرمندہ ہوتے بولا۔

مر تسم کیا مینے کبھی تم میں اور باقی بچوں میں کوئی فرق کیا ہے۔ وہ سنجیدگی سے بولے۔

مر تسم نے چونک کر انہیں دیکھا۔

کیسی باتیں کر رہے ہیں بابا۔ اپنے تو ہمیشہ مجھے سب سے زیادہ پیار دیا ہے۔ وہ انکا ہاتھ تھامتا بولا تھا۔

اس پیار کے بدلے ہی صحیح میری ایک بات مان لو۔ وہ جا بختی نظروں سے اسکے چہرے کو دیکھ بولے۔

کونسی بات بابا۔ مر تسم نے انجانے خدشات کے تحت انہیں دیکھا۔

زینب سے شادی کر لو۔ انہوں نے اسکے سر پہ بمب پھوڑا تھا۔

انکا ہاتھ مر تسم کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

بابا پ۔۔ وہ ابھی کچھ کہتا وہ پھر سے بول پڑے۔۔

اگر تم مجھے اپنا بابا مانتے ہو تو میری بات ضرور مانو گے۔۔

وگرنہ میں سمجھ جاؤں گا تم نے کبھی مجھے بابا مانا ہی نہیں۔۔

بے شک اس پیار کے بدلے میں جو مینے ساری زندگی تمہیں دیا ہے میری بات مان لو۔

وہ کہتے جا رہے تھے اور مرتسم ساکت سا انہیں سنتا جا رہا تھا۔۔



کچھ دیر بعد وہ سرخ چہرے اور لال انگارہ ہوتی آنکھوں سمیت باہر آیا۔۔

مرتسم۔۔ ماہم اپیانی اسکی حالت دیکھتے دہل کر اسے پکارا تھا۔۔

جو وہ نظر انداز کرتا ایک جھٹکے میں وہاں سے چلا گیا۔۔

سب نے نا سمجھی سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔۔

لیکن انکی یہ نا سمجھی زیادہ دیر تک نہیں رہی جب قاسم بابا انکے سر پر شاہ حویلی
کی چھت گرائی تھی۔۔



مہرنچے کیا ہوا ہے۔ جب سے شاہ ولا سے آئی ہو چپ چپ ہو۔۔
رات کے کھانے کے وقت حسن بابا نے اسے خاموش دیکھتے پوچھا۔
نہیں تو بابا بس تھک ہوں تھوڑا سا۔ اس لیے آپ کو لگا۔
ریسٹ کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔۔
وہ زبردستی مسکرا کر بولی۔۔

ولی اور عالم نے ایک دوسرے کو دیکھا اور دونوں ہی انجان تھے اس لیے
کندھے اچکا گئے۔۔

وہ کھانے کے بعد کمرے میں آ گئی۔۔

اسے کچھ دیر پہلے عارض کی پھانسی کی خبر ملی تھی۔ جس سے اسکا دل کچھ اور عجیب ہو گیا تھا۔

وہ خاموشی سے لیٹ گئی۔ قاسم بابا کی باتیں ذہن میں پل پل گونج رہی تھی جو اسے پاگل کر رہی تھیں۔۔
نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔



جانے کتنی ہی دیر وہ سڑکوں پر خوار ہوتا رہا۔
اس وقت اسکا سر شدید درد سے پھٹ رہا تھا۔ رگیں پھولی ہوئی تھیں۔
اسے سکون کی اشد ضرورت تھی جو اسے فلحال ایک ہی انسان کے پاس مل سکتا تھا۔

تھک کر آخر اس نے گاڑی اس راستے پر موڑ دی جہاں اسکا سکون تھا۔



وہ کب سوئی نہیں جانتی تھی تھی کب اسکی آنکھ لگ گئی۔۔ رات کا جانے کونسا
پہر تھا جب اسے نیند میں کروٹ لی تو اسکا ہاتھ کسی چیز سے ٹکرایا جسے تکیہ
سمجھتے اسے بانہوں میں بھرنا چاہا۔ لیکن بھرنا پائی۔۔
کیونکہ نہیں جانتی تھی جسے وہ تکیہ سمجھ کر خود میں بھینچنے کی کوشش کر رہی
تھی وہ ایک جیتا جاگتا وجود تھا۔۔
عینا نے کسمسا کر آنکھیں کھولتے دیکھنا چاہا۔۔ نیند سے بھری آنکھیں کھولتے
اسے تکیے کی تلاشنا چاہا۔ لیکن اسکے سامنے تکیے کی جگہ کچھ اور تھا۔۔
عینا کی نیند بھک سے اڑی۔۔ اسے آنکھیں مسلتے دیکھا۔۔ اسکا سر کسی کے
سینے پر تھا۔۔

اسنے سرعت سے چہرہ گھوما کر دیکھا۔ مرتسم کسی تکیے کی طرح اسے خود میں
بھینچے سو رہا تھا۔

عینانے اسے گھورا اسے اگر سونا ہی تھا تو شرٹ اتارنے کی کیا ضرورت
تھی۔ اسنے برہنہ سینے کو دیکھتے سوچا۔

پہلے تو دل چاہا کہ اسے اٹھا کے پوچھے لیکن پھر اسکے چہرے پر پھیلے سکون کو
دیکھتے اپنا ارادہ ترک کر گئی۔

نہند تو اسے بھی ارہی تھی اس لیے دوبارہ اسکے سینے پر سر رکھتے آنکھیں موند
گئی۔

جبکہ ہاتھ اسکی گردن میں ڈالا تھا۔ کسی بچے کی طرح وہ اس سے لپٹ کر سو
گئی۔

اسکے آنکھیں موندتے مرتسم نے مسکراتے زرا سی آنکھیں کھول کر
اسے دیکھا۔

اسکے گرد حصار تنگ کرتے وہ پھر سے آنکھیں بند کر گیا۔

دونوں جانتے دونوں کا سکون ایک دوسرے میں ہے۔۔
اب وہ ایک رات تو کیا سارا دن بھی ایسے ہی پڑے رہتے تو نیند انکی آنکھوں
میں بھری ہی رہتی۔۔



آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں بابا۔۔

ماہم نے آج شاید پہلی بار انسے اونچی آواز میں بات کی تھی۔۔
مر تسم ساری رات گھر نہیں آیا تھا۔۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں گیا۔ یہاں تک کہ ارسل بھی نہیں جانتا تھا۔۔
اور جو خبر انہیں قاسم بابا نے دی تھی ماہم چپ نارہ سکی۔۔
آپ عینا اور مر تسم دونوں کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں بابا۔ وجدان بھی
چپ نارہ ہے۔۔

عالم بابا کو تو جب سے یہ خبر ملی تھی وہ کمرے میں بند تھے۔۔

مینے کچھ نہیں کیا۔ یہ میرا نہیں مر تسم کا فیصلہ ہے مینے اس سے زبردستی
نہیں کروایا۔

مجبور تو کیا ہو گا نا آپنے۔۔

ماہین بھا بھی نے تاسف سے انہیں دیکھتے کہا۔۔ وہ خاموش ہو گئے۔۔

تراب صاحب بے بسی کی صورت بنے بیٹھے تھے۔۔

انہیں یہ فیصلہ کسی صورت صحیح نہیں لگ رہا تھا لیکن بیٹی کی محبت کے آگے
مجبور تھے۔۔



مطلوبہ جگہ پر پہنچتے اسنے گہری سانس بھری۔۔

گاڑی سے نکلتے وہ اندر داخل ہوئی۔۔

سامنے ہی اسے وہ بیٹھے نظر آئے۔۔

وہ سپاٹ نظروں سے انہیں۔ دیکھتی انکی طرف بڑھ گئی۔
صبح وہ اٹھی تو مرتسم نہیں تھا وہاں وہ کب اسکے پہلو سے اٹھ کر گیا وہ نہیں
جانتی تھی۔ وہ ہو سپٹل جارہی تھی جب قاسم بابا نے اسے اسکے فلیٹ بلایا
تھا۔

آپ نے بلایا تھا۔ سپاٹ لہجے میں پوچھا۔
قاسم بابا نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔
یہ لو۔ سائنین کر دو اس پر۔ وہ ایک سپر اسکے سامنے پھینکتے بولے۔
عینانے چونک کر انہیں دیکھا۔
کس چیز کے سپر زہیں۔۔ الجھ کر پوچھا۔
کھول کر دیکھ لو۔ اور سائنین کر وان پر۔
وہ اسے گھورتے بولے۔

عینا نے نا سمجھی سے اسے دیکھتے وہ پیپر کھولے تو وہ بے ساختہ لڑکھڑائی اسے
بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

پیپر زاسکے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا۔

ط۔ طلاق کے پ۔ پی۔ پیپر ز وہ بمشکل بول پائی تھی۔
اسکے حواس معطل ہونے لگے۔

ہاں طلاق کے پیپر۔

اور یہ مرتسم کی دوسری شادی کا اجازت نامہ اب تم خود ہی فیصلہ کر لو تمہیں
کس پر سائن کرنے ہیں۔۔ وہ طنزیہ نظروں سے اسے دیکھتے بولے۔
عینا لڑکھڑا کر گھٹنوں کے بل گری تھی۔

ا۔ اتنی۔ ن۔ نفرت۔۔ وہ بے یقینی سے بڑبڑائی۔

اسکے دل میں درد کی ایک لہر اٹھی تھی۔

کیوں وہ لوگ اسکے نصیب سے کھیل رہے تھے۔ مرتسم کے نصیب میں وہی
تھی پھر کیوں بار بار اسے اسکی زندگی سے نکالنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

آہہ اللہ۔۔ اور وہ درد کی شدت سے اندر ہی اندر تڑپ اٹھی۔

کیوں اللہ میرے ساتھ ہی کیوں۔

میں ک۔۔ کیسے اس شخص کو بانٹ دوں جو ابھی پوری طرح میرا بھی نہیں ہوا۔۔

میں کیسے اتنا حوصلہ لاؤں اللہ کیسے۔

وہ اپنے دل میں اپنے رب سے مخاطب تھی۔۔

آنسو لمحہ بالمحہ اسکی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔۔ اسکا ضبط ٹوٹا گیا اور وہ انکے قدموں بیٹھی اتنی شدت سے روتی کہ اسکی ہچکیاں بندھ گئیں۔

اور جس شخص کے لئے وہ رورہی تھی اگر اس وجود موعلم ہو جاتا تو وہ قیامت کھڑی کر دیتا اسکی اس حالت پر وہ جانتی تھی۔۔

لیکن وہ کہاں تھا۔ کیا وہ بھی اس فیصلے پر راضی تھا۔ یہ سوچتے اسکی سانس بند ہونے کے قریب تھی کیا وہ اسے کھودے گی۔۔

اسنے سہم کر قاسم بابا کو دیکھا جو اسے روتا دیکھ عجیب نظروں سے اسے دیکھ
رہے تھے۔



قاسم بابا اسے وہیں چھوڑ کر جا چکے تھے۔

وہ جانے کب تک یو نہی بیٹھی اپنا غم غطاں کرتی رہی جب اسکا فون زور و شور
سے بجنے لگا۔

اسنے بامشکل درد سے بند ہوتی آنکھوں کر کھولے فون دیکھا جہاں ولی کالنگ
شوہر ہوا تھا۔

لیکن اس وقت وہ کسی سے بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی اس سے
اسنے فون نہیں اٹھایا۔

بامشکل اٹھتے وہ منہ دھو کر آئی۔

ابھی وہ باہر آئی ہی تھی کہ اسکا فون پھر سے بجنے لگا۔

گہری سانس بھرتے اسنے فون دیکھا جہاں ان نون نمبر سے کوئی کال آرہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ کال اٹھاتی اسے اسی نمبر سے کوئی ویڈیو موصول ہوئی۔
وہ چونک گئی۔

تجسس کے مارے اسنے وڈیو ڈاؤن لوڈینگ پہ لگا دی۔

کچھ دیر ویڈیو ڈاؤنلوڈ ہوئی۔

ویڈیو کافی پرانی لگ رہی تھی اور کسی سی سی ٹی وی فوٹیج کی تھی۔

عینانے چونک کر اس ویڈیو پر لکھی تاریخ اور سال دیکھا۔

دو سال پہلے کی ویڈیو تھی۔ اسکے اور مرتسم کے نکاح سے ٹھیک ایک دن

پہلے کی تھی۔

عینانے الجھ کر اسے دیکھا اور وہ ویڈیو چلائی۔

وہ اسی منظر کی ویڈیو تھی جب حسن بابا مرتسم سے وعدہ لے رہے تھے۔

لیکن وہ ویڈیو ایڈیٹ تھی جس سے وہ انجان تھی۔۔

اس ویڈیو میں کچھ الفاظ کی ہیرا پھیری تھی اور ایسے لگ رہا تھا جیسے حسن بابا مرتسم کو مہر سے نکاح کرنے کے لئے منارہے ہوں اسے اپنے وعدے سے باندھ رہے ہوں۔۔

اور پھر عالم نے ولی سے وعدہ لیا تھا کہ وہ اسکی زمہداری سنبھالے گا۔۔
آدھے سے زیادہ ویڈیو ایڈیٹ تھی۔۔

جیسے جیسے وہ چلتی جا رہی تھی عینا بے جان سی ہوتی جا رہی تھی۔۔
مطلب م۔ میں صرف انکے لئے ایک وعدے کی لاج تھی۔۔
وہ۔ وہ دونوں تو بس اپنا وعدہ نبھا رہے تھے۔۔

وہ بے یقینی سے بڑبڑائی تھی۔۔

وہ صرف ایک زمہداری تھی زبردستی کی زمہداری۔۔
وہ سانس نہیں لے پائی۔۔

ویڈیو کب کی بند ہو چکی تھی۔۔

اسکی بیگھتی آنکھیں اب ساکت ہو چکی تھیں۔۔

اور وہ رشتہ کیا وہ ایک وعدے کی بنا پر بنایا گیا رشتہ تھا۔ وہ بے یقینی سے سوچ کر رہ گئی تھی۔۔

وہ بے آواز روتے ہوئے چلتی جا رہی تھی اسے کوئی حوش نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے۔۔

اسکے ذہن میں بار بار بس وہی آواز گونج رہی تھی۔۔

اسکی سوچوں میں وہی تھا۔ کیا وہ بھی باقی مردوں کی طرح نکلا۔ کیا اسکا دل بھر گیا تھا اس سے۔ اسکی محبت ختم ہو گئی تھی۔

یا محبت کبھی تھی ہی نہیں۔۔ کیا وہ صرف ایک وعدے میں بندھا ہونے کی

وجہ سے یہ رشتہ نبھا رہا تھا۔ اگر ہاں تو پھر کیوں آیا اسکے اتنے قریب کیوں

اسے اپنی عادت لگائی۔۔

اگر نہیں تو پھر وہ کیسے مان گیا جبکہ وہ بہت اچھے سے یہ بات جانتا تھا کہ وہ کبھی شراکت داری برداشت نہیں کرے گی۔

اور وہ۔۔ وہ جنہیں باپ کا درجہ دیا تھا۔ وہی اسکے نصیب سے کھیلنے جا رہے تھے۔

کیوں کیونکہ دوسری انکا خون تھی جبکہ وہ پرانی تھی۔
ان سوچوں کے بیچ اسے اپنا کوئی حوش نہیں تھا کہ وہ بیچ سڑک کے چل رہی ہے۔

اچانک اسکا پاؤں کسی پتھر سے ٹکرایا اور وہ لڑکھڑا کر منہ کے بل گری۔
اسے کوئی فرق نہیں پڑا اسکے گٹھنے، بازو، ہتھیلیاں چھل گئیں تھیں۔
لیکن آج اسے یہ زخم محسوس نہیں ہوئے اسے زرا سی بھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

آس پاس کے لوگ اسکے قریب جمع ہوئے کوئی پریشان کھڑا اسکے زخموں کو دیکھ رہا تھا تو کوئی اسے کچھ کہہ رہا تھا۔۔۔ وہ غائب دماغی سے انہیں دیکھتی رہی اسے انکے بس ہلتے لب نظر آرہے تھے لیکن انکی آوازیں نہیں۔۔۔

سب کو یہ زخم تو نظر آرہے تھے۔ جو زخم اسکے دل پہ لگا تھا وہ کیوں کسی کو نظر نہیں آرہا تھا۔۔۔ وہ سوچ کر رہ گئی۔۔۔

اچانک اسکی آنکھوں میں منظر دھندلا گئے۔ اسے سامنے کھڑے لوگ دھند میں چھٹ گئے۔۔۔ ذہن پر اس قدر تکلیفوں کا بوجھ لئے وہ حوش و حواس سے بیگانہ ہوتی چلی گئی۔ لیکن حواس گم ہونے سے پہلے اسنے کسی کو خود پہ جھکتے دیکھا۔

اسکا چہرہ دھندلا تھا ہاں لیکن آنکھیں۔ اسکی آنکھیں صاف تھیں۔ شفاف گہرے نیلے سمندر جیسی تھیں جن میں اسکے لیے تکلیف اور پریشانی تھی۔ وہ تلخی سے مسکرائی ایک آنسو ٹوٹ کر اسکی آنکھ سے نکلا اور اسکا وجود ساکت ہو گیا۔

عینا۔ عینا۔ امن نے اسکا چہرہ تھپتھپایا لیکن وہ زرا بھی نہیں ہلی۔۔
وہ یہاں سے گزر رہا تھا جب اسے اسکے ہونے کا شک ہوا۔ ایک جھٹکے سے
گاڑی روکتے وہ اسکے قریب پہنچا تھا لیکن اس سے پہلے ہی وہ حوش و حواس
سے گم ہو گئی۔۔

امن نے ایک نظر پاس کھڑے لوگوں پر ڈالی اسے سمجھ نہیں آیا وہ اسے
یہاں سے کیسے لے جائے۔۔

کیا آپ پلیز میری مدد کر دیں گی۔۔

پاس کھڑی عورتوں سے کہتے وہ بے بسی کی تصویر بنا تھا۔۔

وہ عورتیں آگے بڑھ کے عینا کو اٹھانے لگیں۔۔

امن اسے سہارا دینا چاہتا تھا لیکن اسکے ہاتھ کانپ گئے۔۔

وہ عورتیں بامشکل ہی سہی لیکن بے ہوش عینا کو اسکے گاڑی میں ڈال کے چلی
گئیں۔۔



وہ تھکے قدموں میں گھر میں داخل ہوا۔

شاہ ولا میں اس وقت گھر میں صرف عورتیں ہی تھیں۔

اسنے ابھی لاؤنچ میں قدم رکھا ہی تھا کہ ایک زوردار تماچے نے اسکا استقبال کیا۔

وہ زراسالڑکھڑایا تھا۔

سیدھے ہوتے اسنے سامنے والے کودیکھنے کی کوشش کی جب ایک اور تماچہ اسکے دوسرے گال کی زینت بنا تھا۔

مرتسم ساکت سا آج پہلی بار انہیں خود پہ ہاتھ اٹھاتے دیکھتا رہا۔

ماہم۔۔ روحا مانے دہل کر اسے دیکھا۔

کون ہو تم۔۔ ماہم اپیادھاڑی تھی۔

تم میرے میر نہیں۔۔ وہ تو ایسا نہیں تھا اسے اپنی عین سے بہت پیار تھا۔ تم کون ہو۔۔

یہ تم کیسے ہو سکتے ہو جو اپنی عین کا حق کسی اور کو دے رہے ہو اسکی جگہ کیسے دوسرے عورت کو دے سکتے ہو۔۔

ماہم اپنا غصے کی شدت سے چلا اٹھیں۔۔

اہانہ ماں، بڑی ماما اور بی جان بی بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئے۔۔

تم میں زرا برابر بھی رحم یا شرم نہیں ہے کیسے سامنا کرو گے تم اسکا کس منہ سے کہو گے کہ تم بٹنے جا رہے ہو۔۔

میر مینے تمہاری تربیت یوں تو نہیں کی تھی۔۔ مینے تمہیں کبھی عورت کے ساتھ بے وفائی کرنا نہیں سکھایا۔۔

وہ شدت سے رو دیں۔۔

مر تسم لب بھینچے انہیں کھڑا دیکھتا رہا۔۔

بولو آخر بولتے کیوں نہیں اب کیوں چپ ہو۔۔

اسے مسلسل چپ دیکھ وہ اسکا گریبان جکڑتی چلائی تھیں۔۔

بس کرو ماہم۔۔ رضوانہ ماما نے زبردستی اسے مرتسم سے دور کیا۔۔

میں آج بھی اپنی عین سے اتنا ہی وفادار ہوں اپنا۔۔ شرمندہ ہو خود سے اپنے وجود سے۔ کہ آخر کیوں ہوں ابھی تک۔۔ شکوہ ہے خدا سے کہ ماں، بابا کے ساتھ مجھے کیوں نہیں بلایا۔۔

اگر آج وہ ہوتے تو آج قاسم شاہ مجھے میرے باپ کے سوتیلے بھائی ہونے کا طعنہ نہیں دیتے اور نا ہی ساری زندگی آپکی اور میری زرداری اٹھانے کے بدلے میں مجھ سے یہ مانگتے۔۔

اسکا لہجہ ایسا تھا کہ سب نے تڑپ کر بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔۔

جبکہ وہ کسی کو بھی دیکھے بغیر جیسے آیا تھا وہیں سے واپس چلا گیا۔۔

ب۔ب۔ بابا ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں وہ ایسے ک۔ کیسے کر سکتے ہیں۔۔

ماہم اپنا بے یقینی سے بولیں۔۔

قاسم اتنا کیسے گر سکتا تھا۔۔ آج تک کبھی کسی نے اپنے پرائے میں فرق نہیں کیا تو وہ، وہ کیسے کر سکتا ہے۔۔

بی جان۔ صدے کی سی کیفیت میں بولی تھیں۔۔

ہر کوئی اپنی جگہ بے یقین تھا۔۔

جبکہ ماہم اپنا پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔۔



غاز جلدی آجائیے گا۔۔ وہ رندھے لہجے میں اسے دیکھتی بولی۔۔

میری جان مینے کہا نا جتنا جلدی ہو سکے گا میں آ جاؤں گا۔۔ ایسے روگی تو کیسے

جاؤں گا میں۔۔ وہ اسکی آنکھیں چومتا محبت سے بولا۔۔

چلو شاہ اش اب مسکراؤ اور اچھے سے مجھے خدا حافظ کہو۔۔

وہ مسکراتے لہجے میں بولا تو وہ بھی مسکرا دی۔۔

دعا کرنا میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر لوٹوں۔۔ اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے
کہا۔۔

انشاللہ۔۔ زر نور نے اسے دیکھتے کہا تھا۔۔

آج وہ ملتان جا رہا تھا۔۔

رات گئے تک وہ ملتان پہنچا تھا لیکن وہاں جا کے اسے اور اور جھٹکا ملا تھا۔۔



حوش کی دنیا میں لوٹتے اس نے بامشکل اپنی بھاری ہوتی آنکھیں کھولیں۔۔

سر شدید بھاری ہو رہا تھا۔۔

زرا سی آنکھیں کھولتے اس نے سمجھنے کی کوشش کی کہ وہ کہا ہے۔۔

لیکن جگہ انجانی تھی۔۔

پھٹتے سر وہ بمشکل اٹھ کر بیٹھی اسے ہوش میں آتا دیکھ صوفے پر بیٹھا من

سگریٹ پھینکتے تیزی سے سیدھا ہوا تھا۔۔

آرام سے۔۔ اس کے ہاتھ میں لگی ڈرپ کو کھینچتے دیکھ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔۔

عینا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔ اور پھر اسے کچھ دیر پہلے کا منظر یاد آیا بے ہوش ہونے سے پہلے اسے دھندھلی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔۔
آپ ٹھیک ہیں۔۔ وہ اس سے دو قدم دور رکتا بے چینی سے بولا۔۔
عینا نے ویران نظروں سے اسے دیکھا۔۔ وہ چپ رہی جب تھوڑی دیر بعد اس کی آواز گونجی۔

تم ٹھیک کہتے تھے امن یہ محبت کچھ نہیں ہوتی بس ایک دغا ہے ایک دھوکا ہے ایک فریب ہے۔۔ اس کے جواب میں وہ عجیب لہجے میں بولی تھی۔۔
امن نے چونک کر اسے دیکھا۔

آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ ریسٹ کریں۔۔

وہ اس کے قریب رکتا اس کے ہاتھ سے برنولہ نکالتا بولا کیونکہ اس کی ڈرپ ختم ہو گئی تھی۔۔

میں ٹھیک ہوں امن بس تھک گی ہو۔ تم ٹھیک کہتے تھے کہ دنیا بہت بری ہے یہ بہت تکلیف دیتی ہے سب سے زیادہ تکلیف اپنوں کی ہوتی ہے۔ وہ اسکی سنے بغیر اپنی ہی بولتی جا رہی تھی۔

عینا کیا ہوا ہے اپکو۔ کسی نے کچھ کہا ہے مجھے بتائیں۔ وہ بیڈ پہ اسکے قریب بیٹھتا بولا تھا۔

عینا نے ضبط سے سرخ پڑتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

میں ٹھیک نہیں ہوا امن۔ سب مجھے ہرٹ کرتے ہیں۔ بہت کچھ کہتے ہیں تم کس کس کو روکو گے۔

وہ رندھے لہجے میں بولی تھی۔

آپ بتائیں تو سہی میں ہر ایک کو دیکھ لوں گا۔ آپ بتائیں کس نے آپکو ہرٹ کیا ہے۔

وہ اسکی تکلیف پر بے چین ہوا اٹھا۔

عینا نے کچھ دیر اسکی بے چین چہرے کو دیکھا اور پھر اسکے کندھے پر سر رکھتے
شدت سے رودی۔۔

سب برے ہیں امن سب ہرٹ کرتے ہیں۔۔ مینے ان پر بھروسہ کیا
انہوں نے بھی مجھے ہرٹ کیا امن میرا کیا قصور ہے کیوں ہر بار مجھے ہی یہ
درد سہنا پڑتا ہے۔۔

وہ ہچکیوں سے روتی بولی تھی۔۔

جبکہ امن سانس روکے اسے اپنے کندھے سے لگے دیکھ رہا تھا۔۔
اسکا چہرہ عینا کو اپنے اتنے قریب دیکھتے سرخ پڑا تھا۔ جبکہ اسکے ہاتھ کانپ
گئے۔۔

م۔ مجھے یہاں نہیں رہنا امن۔ تم مجھے چھپا دو کہیں جہاں کوئی ناہو۔ امن یہ
لوگ ب۔ بہت برے ہیں بہت تکلیف دیتے ہیں۔۔

وہ بچوں کی طرح اسکے کندھے سے لگی روتے ہوئے بولی تھی۔۔

چھپادوں گا۔۔ سب سے چھپادوں گا۔۔ کوئی کچھ نہیں کہے گا اب اپکو۔۔ اسنے
کانپتے ہاتھ اسکے سر پر رکھے تھے۔۔

جانے کتنی ہی دیر وہ روتی رہی اتنی شدت سے کہ وہ اسکا وجود کانپ رہا تھا جبکہ
ہچکیوں سے اسکا برا حال تھا۔۔

رور و کر جب دل ہلکا ہوا تو اپنے بالوں میں چلتی انگلیوں سے وہ جھٹکے سے پیچھے
ہوئی تھی۔۔

جبکہ امن جو آنکھیں موندیں اسکے بال سہلا رہا تھا چونک گیا۔۔
ا۔ ایم سوری وہ میں۔۔ عینا اس سے دور ہوتی اپنا چہرہ صاف کرتی شرمندگی
سے بولی تھی۔۔

امن نے نرم گرم نظروں سے اسے دیکھا۔۔

م۔ مجھے جانا ہے۔۔ وہ اسکی مستقل نظروں سے خائف ہوتی اٹھی تھی۔۔

ابھی وہ بیڈ سے اٹھی ہی تھی کہ امن نے ہاتھ بڑھا کر اسکا بازو تھام لیا۔۔

عینا نے کرنٹ کھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ بیڈ سے اٹھتا اسکے مقابل آتے رکا۔
مجھے صرف یہ بتائیں کس نے آپ کو اتنی تکلیف دی ہے۔ میں اس انسان کو زندہ
زمین میں گاڑ دوں گا۔

لیکن پلیز آپ اس طرح سے روئیں مت میں آپ کو یوں نہیں دیکھنا چاہتا۔
وہ اسکی بھگی پلکیں دیکھتا نرمی سے بولا تھا۔

عینا نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

اگر تکلیف دینے والا میری روح کا ساتھ نہ ہوتا نا امن تو میں تمہیں اجازت
دیتی کہ تم اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دو لیکن میں اپنے دل کو کیسے سمجھاؤں جو
صرف اسکے نام کی مالا جپتا ہے جسکے بغیر میں اُدھوری ہوں۔

وہ اپنا ہاتھ چھڑواتی بے بسی سے بولی تھی۔

امن نے جانے کس ضبط سے کسی اور کے لئے اسکی یہ محبت دیکھی تھی۔
وہ چہرہ موڑ گیا۔

میرا ڈرائیور چھوڑ دے گا اپکو۔۔ رخ موڑے ہی جواب دیا۔۔
تھینکیو میرا خیال رکھنے کے لئے۔۔

وہ آنکھیں رگڑتی اسکی پشت دیکھتی بولی تھی۔
امن چپ رہا وہ کچھ دیر اسکی پشت دیکھتی رہے کہ وہ کچھ کہے لیکن جب وہ کچھ
بھی نابولا تو وہ باہر چلی آئی۔۔

یہ گھر وہ گھر تو نہیں تھا جہاں نوشین رہتی تھی وہ سوچتی گاڑی میں بیٹھ گئی۔۔



کہاں چلی گئی تھی تم۔۔ کب سے پاگلوں کی طرح تمہیں کالز کر رہے ہیں
تمہیں ڈھونڈ رہے ہیں۔۔

وہ گھر میں داخل ہوئی تو عالم اور ولی تیزی سے اسکے قریب پہنچتے فکر مندی اور
پریشانی سے بولے تھے۔۔

اسکا پہلے ہی سر چکر رہا تھا وہ بمشکل کھڑی تھی۔۔

عین یہ کیا ہوا۔۔۔ ولی اسکے ہاتھوں پر لگی خراشیں دیکھتے تیزی سے اسے تھامتے
بولا۔۔۔

جبکہ حسن بآبادور بیٹھے بس اسکا چہرہ دیکھ رہے تھے۔۔۔

کچھ نہیں ہوا۔۔۔ بس چھوٹا سا ایکسیڈینٹ ہوا تھا۔ ہلکی سی خراشیں ہیں کچھ دیر
تک میں ریسٹ کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔۔۔

وہ دونوں کے فکر مند چہرے دیکھتے شرمندگی سے بولی تھی۔۔۔

ایسے کیسے ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔ ابھی ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔۔۔
عالم نے اسے گھورتے کہا۔۔۔

میں ابھی ہو سہیٹل سے کی آرہی ہوں ڈاکٹر سے چیک اپ کروا کے۔۔۔ اور
میڈیسن بھی لی ہے۔۔۔

بس اب کچھ دیر ریسٹ کرنا چاہتی ہوں۔۔۔

وہ بول توان دونوں سے رہی تھی لیکن دیکھ بابا کورہی تھی۔۔۔

وہ جان گی تھی کہ وہ شاہ والا میں ہونے والے دھماکے سے انجام نہیں ہیں۔۔۔

ٹھیک ہے جاؤ شاہباش ریٹ کرو۔۔

ولی اسکا سر تھکتے بولا تو وہ سر ہلاتی ایک نظر بابا کو دیکھتی اپنے کمرے میں چلی
گئی۔۔



شاہ ایسا نہیں کر سکتے ضرور وہ بابا کے فیصلے سے انجان ہوں گے۔۔

وہ چاند کو دیکھتے سوچ رہی تھی۔۔

اگر ایسی بات تھی تو وہ کہاں ہیں صبح سے۔۔ کیا وہ سچ میں انجان ہیں۔۔

سوچوں کے تانے بانے بنتے وہ آنکھیں موند گئی۔۔

جبکہ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔۔



شاہ ایسا نہیں کر سکتے ضرور وہ بابا کے فیصلے سے انجان ہوں گے۔۔

وہ چاند کو دیکھتے سوچ رہی تھی۔۔

اگر ایسی بات تھی تو وہ کہاں ہیں صبح سے۔۔ کیا وہ سچ میں انجان ہیں۔۔
سوچوں کے تانے بانے بنتے وہ آنکھیں موند گئی۔۔
جبکہ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔۔



اگلی صبح کا سورج نکلا اور غرب بھی ہو گیا لیکن سارا دن اپنے کمرے سے نہیں
نکلی سوائے ناشتے کے۔۔

لنچ کرنے سے اسے منع کر دیا تھا۔۔

اس لیے اب ولی اور عالم اسے زبردستی باہر لائے تھے۔۔

پہلے اسے شاپنگ کروائی تاکہ اسکا دل بہل جائے وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ
کوئی نا کوئی بات ضرور ہے جس سے وہ دونوں ابھی تک انجان ہیں۔۔

شاپنگ کے بعد وہ لوگ اب ڈنر کر رہے تھے۔۔

ٹھیک سے کھاؤ بچے۔۔ ولی اسے یونہی چمچ ہلاتے دیکھ بولا۔۔

وہ ابھی بھی گم، خاموش سی تھی۔۔

وہ تینوں ڈنر کر رہے تھے جب ولی کا فون رنگ ہونے لگا۔

ٹھیک ہے میں آرہا ہوں۔۔ وہ کھانا چھوڑ کے اٹھ کھڑا ہوا۔

اچھے سے یہ سارا کھانا ختم کرنا ہے اوکے۔۔ مجھے جانا پڑے گا ریسٹورینٹ میں ضرورت ہے۔۔

عالم دھیان رکھنا۔۔ وہ پہلے عینا کو کہتے پھر عالم کی طرف مڑا جو اثبات میں سر ہلا گیا۔

وہ بیزار سی باہر کی رونق دیکھنے لگی۔۔

ساتھ چھوٹا سانوالہ بھی لے رہی تھی جسے وہ کافی دیر تک چباتی رہتی۔۔

اسنے ادھر ادھر دیکھتے ابھی پانی کا گلاس اٹھایا ہی تھا کہ اسکی نظریں اور ہاتھ ساکت ہوئے تھے۔۔

مرتسم جو قاسم بابا کے کہنے پر یہاں مال میں آیا تھا۔ وہ اسے زینی کو نکاح کی شاپنگ کروا کے گھر چھوڑنے کا کہتے چلے گئے۔

وہ بس لب بھینچ کر رہ گیا۔

میرے پاس فلحال ان چونچلوں کا وقت نہیں ہے۔۔ او تمہیں گھر چھوڑ دوں۔۔

مر تسم نے سر دلہے میں اس سے کہا تھا۔

وہ آگے بڑھتا لیکن خود پر مستقل کسی کی نظروں کا پہرہ محسوس کرتے اسنے

ادھر ادھر دیکھا۔ سامنے ہی وہ ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

زینی نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

دونوں کی نظریں ملیں کیا کچھ نہیں تھا اسکی آنکھوں میں۔

بے یقینی، ڈر، غصہ، جلن، خوف اور سب سے بڑھ کر ٹوٹے مان کی کرچیاں۔

عینا بے یقینی سے اسے دیکھتی اٹھی تھی۔

گلاس پر اسکی گرفت سخت سے سخت ہوئی تھی۔ اتنی سخت کہ چھن کی آواز

سے گلاس ٹوٹ گیا۔ کانچ اسکے ہاتھ میں پیوست ہوا۔

مہر۔۔ عالم تڑپ کر سیدھا ہوا تھا۔

کانچ بری طرح سے اسکے ہاتھ میں چھبایا تھا کہ خون سے اسکا ہاتھ تیزی سے
رنگا تھا۔

لیکن اسکے منہ سے آہ بھی نہیں نکلی۔ جب روح زخمی ہو تو جسم پر لگے زخموں
کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

مر تسم تیزی سے اسکی طرف بڑھا تھا۔

عینانے مر تسم سے نظریں ہٹاتے ایک نظر گلاس کے ٹکڑوں کو دیکھا پھر
اسے جیسے کہنا چاہتی ہو ایسے توڑا ہے مجھے۔۔۔

مہر کیا کر رہی ہے خون بہہ رہا ہے۔۔۔ عالم اسکے ہاتھ میں لگے کانچ کو دیکھتے چیخا
تھا۔

اس سے پہلے کہ مر تسم اس تک پہنچتا وہ عالم سے ہاتھ چھڑواتی اسے دیکھتی
پیچھے قدم لیتی یکدم مڑی اور بھاگتی چلی گئی۔

مر تسم نے بے یقینی سے اسکے ہاتھ کو اور پھر اسے دیکھا تھا۔ وہ تڑپ کر اسکے
پیچھے بھاگا تھا۔

عین۔۔۔ وہ بڑ بڑایا۔۔

رکے۔ میری بات سنے۔ وہ اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

اس تک پہنچتے وہ اسے پکڑ لیتا لیکن اس سے پہلے ہی وہ پیچھے آتے عالم کی اوٹ میں ہو گئی۔

عین میری جان پلیز میری بات سنے میں آپ کو سب کچھ بتاتا ہوں۔۔

مر تسم اس کے ہاتھ کو بے بسی سے دیکھتے بولا تھا۔

ان سے بولو کہ یہ چلیں جائیں یہاں سے ورنہ میری میری موت کے ذمہ دار یہ ہونگے۔

وہ سرد لہجے میں عالم سے کہتی رخ موڑ گئی۔ جو معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ الفاظ نہیں تھے۔ خنجر تھا جو اس کے سینے میں لگا تھا۔ کیا وہ اس سے اتنی نفرت کرنے لگی تھی کہ وہ اسے اسکی موت کا ذمہ دار کہہ رہی تھی۔

مر تسم نے خوف سے اسے دیکھا تھا۔ جو عالم کے ساتھ چلی گی تھی۔ ایک
آنسو ٹوٹ کر اسکی داڑھی میں جذب ہوا تھا۔

تیزی سے آنکھیں رگڑتے اسنے بامشکل قدم واپس لیے تھے۔
اسکا وہ خون بھرا ہاتھ بار بار اسکی آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا لیکن اسکے الفاظ
اسکے قدم روک رہے تھے۔

وہ جانتا تھا وہ ضدی ہے بہت ضدی ہے اگر وہ مر تسم کو اپنے پاس نہیں دیکھنا
چاہتی تو وہ اس کے لئے کچھ بھی کرے گی لیکن اسے اپنے قریب بھی نہیں
پھٹکنے دی گی چاہے خود ہی کیوں نا تکلیف دے دے۔
وہ گاڑی ڈرائیو کرتا بار بار دھندلی آنکھیں رگڑ رہا تھا۔

وہ اپنے فرض اور محبت کے بیچ میں پس کے رہ چکا تھا۔ ان دونوں کے بیچ میں
ابھی گتھی کو سلجھانے کے چکر میں وہ اندر ہی اندر مر رہا تھا۔



ارسل نے اسے ہر جگہ ڈھونڈا لیکن وہ اسے کہیں نہیں ناملا تو وہاں اب تھک
ہار فارم ہاؤس آیا تھا۔

وہاں مرتسم کی گاڑی کھڑی دیکھ اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔
وہ اندر داخل ہوا تو گہری خاموشی نے اس کا استقبال کیا۔

اس نے اوپر کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔

کمرے کا دروازہ کھولتے اندھیرے نے اس کا استقبال کیا۔

اس نے ہاتھ مارتے لائٹس جلایں تھیں۔

سامنے ہی اس کی نظر بیڈ پر بے سود لیٹے مرتسم پر گئی۔

میر۔۔ وہ اسے پکارتا اسکی طرف بڑھا۔

لیکن مرتسم اسکی آواز پر کسمسای بھی نہیں۔۔

مرتسم۔۔ ارسل نے اسکا کندھا ہلایا جو آگ کی طرح تپش چھوڑ رہا تھا۔

ارسل نے چونک کر اسے دیکھا۔۔ اسکے ماتھے پر ہاتھ رکھتے اسنے ٹیمپرچر

چیک کیا وہ جانے کب سے بخار میں گھلتا بے ہوش پڑا تھا۔

مرتسم۔۔ ارسل نے بامشکل اسے سیدھا کرتے اسکا چہرہ تھپتھپایا۔

نیم بے ہوش مرتسم نے زرا سی آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔

اسکے ہاتھ چہرے سے جھٹکتے وہ کروٹ بدل گیا۔

ارسل اسکے رینگشٹن پر حیران ہوتا پیچھے ہوا تھا۔

گہری سانس بھرتے ماہم اپیا کو اسکے ملنے کی خبر دینے کے بعد انسے ڈرائیور کو

کسی ڈاکٹر کو لانے کا کہتے مرتسم کو دیکھا جو پھر سے غنودگی میں جا رہا تھا۔

کچھ سوچ کر وہ کچن میں گیا ٹھنڈے پانی کا باؤل بھرتے اسنے اپنے رومال کی دو

پٹیاں بناتے پانی میں بگھودیا۔

پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ کھولتے اسنے ٹیبل پر سامان رکھا اور مرتسم کی جانب دیکھا۔

بیڈ کی طرف جاتے اسنے سیدھا کر کے اسے لٹایا اور پھر اسکے ماتھے پر ٹھنڈی پٹیاں رکھنے لگا۔

اسیم بے ہوش مرتسم ٹھنڈے پانی پر کسمسایا تھا۔ لیکن اسمیں اٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر آیا تو اسنے اسکو میڈیسن دیتے انجیکشن بھی لگایا تھا۔ مسلسل کسی چیز کو دماغ پر حاوی کرنے کی وجہ سے بخار اسکے دماغ کو چڑھ رہا تھا لیکن وقت رہتے ارسل پہنچ گیا تھا ورنہ شاید اتنے تیز بخار کی وجہ سے اسکی برین کی کوئی نس ڈیمج ہو جاتی۔

ارسل نے ماہم اپیا سے بات کی تو انہوں نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ وہ کتنی ہی دیر اپنی جگہ سے ہل نہیں پایا۔

قاسم بابا اتنا بھی گر سکتے ہیں وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

مر تسم کا یہ حال ہے تو عینا کا کیا حال ہو گا۔

وہ سوچ کر رہ گیا۔



ڈاکٹر اسکے ہاتھ سے کانچ نکالتے بینڈ تاج کر رہا تھا لیکن اسکے منہ سے ذرا سی کراہ نہیں نکلی۔

وہ لب بھینچے سپاٹ نظروں سے زمین کو گھور رہی تھی۔
ولی اور عالم پریشان نظروں سے اسکے ہاتھ سے مسلسل بہتے خون کو دیکھ رہے تھے۔

عالم نے وہاں سے نکلنے سے پہلے ہی ولی کو فون کر دیا تھا وہ فوراً کی پہنچ گیا۔
وہ دونوں ہی کچھ حد تک معاملے کی ہے میں پہنچ چکے تھے اور باقی بچا کچھا شک حسن بابا سے بات کرنے کے بعد یقین میں بدل گیا۔

اسکے ہاتھ میں کافی گہرے زخم لگے تھے بمشکل ہی خون رکا تھا۔

لیکن وہ تھی کہ اسے زرا سی آہہ بھی نہیں کی۔ یہاں تک کہ جب ڈاکٹر نے
کانچ نکالاتا بھی نہیں۔۔ اسکی آنکھ سے ایک قطرہ بھی آنسو کا نہیں نکلا۔۔



ڈاکٹر نے اسے پین ریلیف کا انجیکشن دیا تھا۔
جسکے بعد وہ آہستہ آہستہ غنودگی میں چلی گئی۔
اسکے مکمل سونے کا یقین کرتے ولی آہستہ سے اسکے سرہانے سے اٹھتا باہر کی
طرف بڑھاتا تھا۔

اسکا چہرہ اس وقت سرخ ہو رہا تھا۔
رات کے بارہ بج رہے تھے لیکن اس وقت اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔
مخصوص جگہ پر گاڑی روکتے وہ تیزی سے بار نکلاتا تھا۔

وہ جیسے جیسے اندر کی طرف بڑھ رہا تھا اسکا چہرہ سپاٹ اور تاثرات سرد ہوتے جا رہے تھے۔

ایک جھٹکے سے دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوا۔

ارسل جو صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھے بیٹھے ہی سو گیا تھا آہٹ پر چونک کر سیدھا ہوا۔

جبکہ ولی جو غصے میں یہاں آیا تھا سامنے کا منظر دیکھتے اس کے چہرے پر بے یقینی پھیلی تھی۔

مرتسم بے سود پڑا تھا جبکہ اس کے دونوں ہاتھوں پر ڈرپس لگی تھیں۔
سر پر پانی کی پٹی رکھی ہوئی جواب سوکھ گئی تھی۔

اس نے چہرہ موڑتے ارسل کو دیکھا جس نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
تجھے کیا لگا صرف عینا کی تکلیف میں ہے جیسے مرتسم تو بہت خوش ہے۔
ارسل سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتا بولا تھا۔

اسنے سب سے پہلے ارسل سے فون کر کے مرتسم کا پوچھا تھا کہ وہ کہاں ہے
ارسل نے اسے بتانے کے بعد عینا کا پوچھا تو ولی نے اسے سب کچھ بتا دیا۔

کیا ہوا ہے اسے۔۔ ولی کی اپنی آواز بھاری تھی۔۔

میں جب یہاں آیا تھا تب سے یو نہی پڑا ہے۔۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ تیز بخار
ہے جو دماغ کو بھی چڑھ رہا تھا لیکن سہی وقت پر علاج کی وجہ سے فلحال وہ
خطرے سے باہر ہے ورنہ کوئی دماغ کی کسی نا پر نقصان ہونے کا بھی خطرہ
تھا۔۔

ارسل نے اس سے کچھ نہیں چھپایا۔۔

کیوں۔۔ ولی بے یقینی سے بولا۔۔ کیوں پڑا ہے یہ ایسے۔۔ کیوں اسکے دل و
دماغ پر اتنا اثر پڑا ہے۔۔

ولی غصے سے اسے دیکھتے پھنکارا تھا۔۔

اپنی عین کو کھونے کے ڈر سے۔۔ تجھے لگتا ہے وہ یہ سب اپنی خوشی سے کر رہا ہے۔۔

تو کیا نہیں جانتا اپنے یار کو وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو بھی آخری حدوں کو بھی پار کر جاتا ہے۔۔ تجھے لگتا ہے کہ یہ۔

یہ انسان جسادل و دماغ اپنی محبت کو کھونے کے ڈر سے کام کرنا ہی بند کر رہا ہے یہ اسکے ساتھ بے وفائی کر سکتا ہے۔

ارسل اسکے بے سود وجود کی طرف اشارہ کرتے ولی سے بولا تھا۔۔

ی۔ یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔۔ کیوں ان دونوں کو چین سے نہیں رہنے دیے رہے ہیں۔۔ کیوں نہیں جینے دے رہے انہیں سکون سے۔۔

ولی نے بے بسی سے اپنے بال نوچے تھے۔۔ آخر بابا کیوں یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔۔ وہ بے بسی سے بولا۔۔

کیونکہ وہ مہرماہ کے ماضی سے آگاہ ہو چکے ہیں۔۔

مہرماہ کی ماں کا ماضی جان چکے ہیں۔۔ ارسل بھاری سنجیدہ آواز میں بولا تھا۔
ولی نے چونک کر اسے دیکھا۔

ا۔ اب کیا ہو گا۔۔ انجانے خدشے کے تحت اسکی آواز لڑکھڑا گئی۔
ارسل خاموشی سے اسے دیکھتا رہ گیا

اسنے نیند میں کروٹ لی تو درد سے اسکی کراہ نکلی تھی۔۔

بامشکل بھاری ہوتی آنکھیں کھولتے اسنے حوش کی دنیا میں قدم رکھا۔
مکمل ہوش میں آتے اسنے چونک کر اپنے ہاتھ میں لگی ڈرپس کو دیکھا۔
اسنے کھینچ کر وہ ڈرپس اپنے ہاتھوں سے نکال دیں۔۔

درد سے ٹوٹتے جسم کے باوجود وہ اٹھ کر بیٹھا تو سامنے۔ ہی ولی اور ارسل
صوفے پر بیٹھے بیٹھے سوئے ہوئے تھے۔۔

اسنے چونک کر انہیں دیکھا۔

وہ جب رات یہاں آیا تھا پھر کیا ہوا اسے کچھ یاد نہیں۔۔

انہیں یونہی سوتا چھوڑ وہ فریش ہونے چلا گیا۔۔

گرمی ہونے کے باوجود اسے گرم پانی سے شاور لیا تو جسم کا درد کم ہوا۔۔

بیڈ پر تولیہ پھینکتے اسے سائیڈ ڈرائپر پڑی میڈیسنز دیکھیں تو ہاتھ بڑھاتے
انہیں اٹھالیا۔۔

میڈیسنز نکالتے اسے خالی پیٹ انہیں پانی سے حلق میں اتارتے ایک نظر ان
دونوں کو دیکھا اور کندھے اچکاتا باہر نکل آیا۔۔

انکے اٹھنے سے پہلے وہ یہاں سے جانا چاہتا تھا اسے بابا سے بات کرنی تھی وہ
عینا کے علاوہ کسی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا شادی تو دور کی بات
تھی۔

گاڑی ڈرائیو کرتے اسے اپنا موبائل چیک کیا یہاں گھر والوں کی بے شمار مسڈ
کالز تھیں۔۔

تبھی اسکے نمبر پر قاسم بابا کی کال آنے لگی۔۔

کچھ سوچ کر اسنے کال اٹھالی۔۔

وہ ابھی کچھ بولتا کہ انہوں نے اسے گھر آنے کا حکم دیتے کال کاٹ دی۔۔
وہ بس ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔۔



کہاں جا رہی ہو مہر۔۔ اسے تیزی سے سیڑھیاں اترتے دیکھ حسن بابا نے
پریشانی سے اسے دیکھا۔۔

میں آپ ہی کے پاس آرہی تھی بابا۔

مجھے آپسے کچھ پوچھنا ہے لیکن یہاں نہیں آپ چلیے میرے ساتھ۔۔

وہ نرمی سے انہیں کہتی انکا ہاتھ پکڑ کر باہر کی طرف بڑھ گئی۔۔

ولی اور عالم کو میسج چھوڑتے اسنے بابا کو گاڑی میں بٹھاتے گاڑی شاہ ولا کی

طرف موڑ دی۔۔



مر تسم نے گھر کے سامنے گاڑی روکی تو اسنے کچھ انہونی کا احساس ہوا۔

تیزی سے باہر نکلتے اسنے اندر کی طرف قدم بڑھائے۔

گھر میں ہوتی ہلچل سے وہ حیران ہوا۔

یہ سب کیا ہو رہا ہے بابا۔ وہ لان میں ہوتی ڈیکوریشن دیکھ سامنے کھڑے قاسم بابا کو دیکھ بولا۔

آؤ مر تسم میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ یہ دیکھو تمہارے اور زینیب کی نکاح کی تیاری میں خود کروا رہا ہوں۔ وہ مر تسم کا چہرہ دیکھے بغیر بولے۔ بابا مجھے بات کرنی ہے آپسے۔ وہ بولا تو اسکی آواز بھاری تھی۔

انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

کیا ہوا تمہیں ٹھیک ہو تم۔ وہ پریشانی سے اسے دیکھتے بولے۔

میں ٹھیک ہوں بابا آپ میرے ساتھ آئیں مجھے آپسے بات کرنی ہے۔
وہ انکا ہاتھ تھامتا سرار کرتے بولا۔۔

ابھی نہیں بعد میں بات ہوگی فلحال تم جاؤ تیار ہو جاو۔۔
وقت بہت کم ہیں ظہر کے بعد نکاح ہے۔۔
وہ عجلت میں بولتے آگے بڑھ گئے۔۔ مر تسم بس انکی پشت دیکھتا رہ گیا۔۔
اسنے تھکے قدم اندر کی طرف بڑھائے۔۔ سب ہی چہرے لٹکائے بیٹھے
تھے۔۔

کوئی کچھ بھی نہیں کہہ سکتا تھا جب مر تسم راضی تھا تو وہ لوگ کیا کہہ سکتے
تھے۔۔

وہ بامشکل بھاری قدم اٹھاتا صوفے پر بیٹھی ماہم کے قریب آیا۔۔
ایسا۔۔ اسنے دھیمے لہجے میں پکارا سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔۔
اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا قاسم بابا وہاں آئے تھے۔

مجھے سمجھ نہیں آتا کہ میرے پیار میں کہاں کمی رہ گئی تھی جو تمہیں اپنے
سو تیلے ہونے کا خیال آ گیا۔ کب یہ نے تم لوگوں میں کسی میں فرق کیا جو
تمہیں یہ احساس ہوا۔

وہ تب سے اب گھر آئے تھے اس لیے بی جان انہیں دیکھتے ہی بول پڑیں۔
میں تو شرمندہ ہوں اپنی بہن سے روز محشر کیا منہ دکھاؤں گی اسے کہ میں
اسکے بیٹے کو ایک ماں کا پیار بھی نادے سکی۔
بی جان آخر رو پڑیں۔

ماں۔۔ وہ تڑپ کر انکی طرف بڑھے تھے۔
کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ آپکے پیار میں کوئی کمی نہیں تھی نا ہے۔
مجھے گنہگار مت کریں۔۔ وہ انکے ہاتھ چومتے شرمندگی سے بولے تھے۔
اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتے آہٹ پر سب نے چونک کر دیکھا تھا۔
جہاں عینا، حسن بابا، ولی اور عالم کھڑے تھے۔
مر تسم تیزی سے سیدھا ہوا تھا۔

عین۔۔ وہ بڑبڑاتا اسکی طرف بڑھتا کہ عینا نے دور سے ہاتھ اٹھاتے اسے
روک دیا۔۔

اسکا چہرہ سپاٹ تھا۔۔

وہ قدم قدم چلتی قاسم بابا کے مقابل آتی رکی۔۔

اسنے ہاتھ میں پکڑے پیپر زانکے سامنے کر دیے۔۔

اپنے کہا تھا نایا تو میں طلاق کے پیپر زپر سائن کر دوں یا پھر دوسری شادی
کے اجازت نامے پر۔۔

تو سنیں میں آج، ابھی، اسی وقت مرتسم میر شاہ سے دستبردار ہوتی ہوں۔۔

میں طلاق کے پیپر زپر سائن کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن اس سے پہلے

میں آپسے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔۔

وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔۔

مرتسم سمیت سب نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔۔



مانتی ہوں کہ میرا ماضی برا تھا لیکن جو تھا سب کے سامنے تھا۔ میں سمجھتی تھی آپکے بیٹے نے خود مجھے میری برائیوں سمیت اپنایا ہے۔۔ لیکن میں ناواقف تھی کہ وہ تو میرے باپ کے وعدے میں بندھے تھے۔۔

وہ مر تسم کو دیکھتی استہزائیہ لہجے میں بولی جو ساکت سا بس اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

لیکن آج میں سب کے سامنے مر تسم شاہ کو اپنے بابا کے وعدے سے آزاد کرتی ہوں۔۔

مجھے لگتا تھا شاید انہوں نے اپنی مرضی سے مجھے اپنایا ہے۔ لیکن میں تو بس ایک زبردستی کی ذمہ داری تھی جو ان پر تسلط کی گئی تھی۔۔ یہ تو آج تک اپنا وعدہ نبھاتے آئے تھے۔ لیکن شاہ وعدہ ہی سہی آپ اس وعدے کی ہی لاج رکھ لیتے جو میرے باپ سے کیا تھا۔۔

ولی اور عالم نے کچھ کہنا چاہا لیکن حسن بابا نے انہیں روک دیا۔
اسکے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی سی چھبھن تھی۔

سب نے تاسف سے اسے دیکھا تھا وہ غلط فہمی کا شکار تھی۔

شور سنتے اوپر تیار ہوتی زینی بھی نیچے آگئی۔

عینا نے چونک کر سیڑھیوں پر کھڑی دلہن بنی زہنی کو دیکھا تھا۔

اسکی نظروں کے تعاقب نے سوائے مرتسم نے سب نے دیکھا۔

یہ نے آپسے کہا تھا نا میں کچھ بھی برداشت کر لوں گی سوائے شراکت داری
کے۔

وہ تنفر سے زینی کو دیکھتی مرتسم سے بولی تھی۔

جو میرا ہے وہ پوری طرح میرا ہی چاہیئے ورنہ میں یا تو اسے توڑ دیتی ہوں یا

چھوڑ دیتی ہوں۔

وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

لیکن افسوس آپکو توڑ نہیں سکتی لیکن چھوڑ ضرور سکتی ہوں۔

ناچاہتے ہوئے بھی اسکا لہجہ بھیک گیا۔
مر تسم نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

آپکی خواہش کو پورا کرنے آئی ہوں۔ لیکن مجھے میرے سوال کا جواب دے
دیں۔

جب دو سال تک تک آپکو مجھ سے کوئی مسئلہ نہیں تو اب ایسا کیا ہو گیا کہ آپکو
مجھ سے نفرت ہو گئی۔

وہ قاسم بابا کے مقابل آتی سنجیدگی سے بولی۔

مجھ سے پوچھو نا میں بتاتی ہوں۔

اس سے پہلے وہ کچھ بولتے کب سے خاموش کھڑی زینی آخر کو بول پڑی۔

عینا نے ضبط سے اسے دیکھا تھا۔

تم اپنی زبان بند رکھو۔ تم سے بات نہیں کی ہے مینے بہتر ہے خاموش

رہو۔

وہ انگلی اٹھا کے اسے وارن کرنے کے انداز میں بولی۔۔
مر تسم نے بے ساختہ آنکھوں میں خوف لیے اسے دیکھا تھا۔۔

تم جیسوں سے بات کرنے کا کوئی شوق بھی نہیں ہے مجھے۔ اتنا گرا ہوا
سٹینڈرڈ نہیں ہے میرا کہ تم جیسی ایک گری ہوئی ماں کی ناجائز اولاد سے بات
کروں۔۔

وہ نفرت سے اسے دیکھتی بولی۔۔

زینیب۔۔ عینا کے نازک ہاتھ کا تماچہ اسکے گال پر اپنی چھاپ چھوڑ گیا۔۔
عالم، حسن، بابا اور ولی نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا تو کیا سچ بتانے کا وقت
آگیا تھا۔۔

ولی کا بس نہیں چل رہا تھا وہ عینا کو ابھی یہاں سے لے جائے۔۔
مجھے برا نہیں لگا۔ آخر کو سچ کڑوا ہی ہوتا ہے۔۔ وہ تھپڑ کھانے کے بعد بھی
ڈھیٹ بنی بولی تھی۔۔

عینا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

مجھے ایسے مت دیکھو پوچھے اپنے شوہر، باپ اور بھائی سے۔ اوپس سوری نقلی
باپ اور نقلی بھائی سے۔

وہ مزے سے بولی تھی۔

ی۔ یہ کیا کہہ رہی ہے بابا۔ وہ حسن بابا کو دیکھتے بولی۔ ناچاہتے ہوئے بھی
اسکا لہجہ لڑکھڑا گیا۔

حسن بابا نے نفی میں سر ہلایا۔

ارے وہ تو کچھ بتانے کی حالت میں ہی نہیں ہیں۔ میں بتا دیتی ہوں۔

یہ تمہارے باپ نہیں ہیں۔ بلکہ تم تو ایک گھر سے بھاگی ہوئی ماں کی ایک
ناجائز بیٹی ہو۔

وہ اسکے قریب جھکتے لفظ چبا چبا کر بولی تھی۔

عینا بس حسن بابا کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جنکے چہرے پر صاف لکھا تھا کہ
زینی سچ بول رہی ہے۔

وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی۔۔

عین مر تسم تڑپ کر اسکی جانب بڑھا۔۔ لیکن اسنے مر تسم کے ہاتھ جھٹک دیے۔۔

زینی نے جو کہا وہ بالکل ٹھیک کہا ہے۔۔ میری تم سے اچانک نفرت کی بھی یہی وجہ ہے۔۔

میں نہیں چاہتا کہ ہماری نسل ایک ناجائز لڑکی سے آگے بڑھے۔۔
قاسم بابا سر جھٹکتے بولے تھے۔۔

بس۔۔ ابھی حسن بابا بولتے کہ ایک دھاڑ پر سب نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا تھا۔۔

جہاں ایک کوئی لڑکا کھڑا تھا اسکے ساتھ ایک عورت بھی تھی۔۔
اس لڑکے کے نقوش عینا سے ملتے تھے نہیں بلکہ وہ تو بالکل عینا جیسے تھے۔۔
عینا نے زرا اسی نظریں اٹھاتے سامنے دیکھا تو وہ سانس بھی روک گئی۔۔
وہ سمجھنا سکی کہ وہ اسکا ہم شکل تھا یا جڑواں۔۔

اب کسی نے ایک اور لفظ بھی بولا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔
غازی دھاڑا تھا۔

اسنے صبح ہی حسن بابا سے یہاں کا پتہ لیا تھا اور عائشہ ماما کو لیتے سیدھا یہیں آیا
(تھا۔)

حسن بابا بے ساختہ آنکھیں میٹھتے پیچھے پڑے صوفے پر گر گئے۔
امتحان کا وقت تھا جو کہ بہت کٹھن تھا۔

عائشہ ماما تیزی سے عینا کی طرف لپکیں۔

مہر۔۔ م۔ میری مہر میرا بچہ۔۔ وہ دیوانہ وار عینا کا منہ چومتی بول رہی تھی۔
جبکہ عینا کی نظریں اپنے سامنے کھڑے نوجوان پر تھیں۔

دونوں ساکت نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

مہر۔۔ غازی کے لب ہلے تھے۔

اسنے بھاری ہوتے قدم عینا کی طرف بڑھائے تھے۔

م۔ مہر۔۔ وہ کانپتے لبوں سے بولا۔

کانپتے ہاتھوں سے اسے عینا کے چہرے کو چھوا۔۔

م۔ میری م۔ مہر۔۔ وہ ٹوٹے لفظوں سے بولا۔۔

پھر وہ یک دم جھکا اور اسے اپنے حصار میں لے گیا۔۔

بار بار کبھی اسکا سر چومتا کبھی، ماتھا، کبھی آنکھیں تو کبھی ہاتھ۔۔۔

اسکے لبوں پر بس یہی لفظ تھا میری مہر۔۔، کتنی بڑی ہو گئی ہے میری مہر۔۔

ت۔ تمہیں یاد ہے نام۔ میں کون ہوں۔۔ وہ اسکا چہرہ اپنے سامنے کرتا بولا۔۔

باقی سب دم سادھے انہیں دیکھ رہے تھے۔۔

آن۔۔ عینا کے لبوں سے بے ساختہ پھسلا تھا۔

وہ خوابوں میں بھی یہی نام پکارتی تھی۔۔

ہ۔ ہاں ان۔۔ ت۔ تمہارا آن۔۔ غازی اسکا سر چومتے بولا۔۔

اسکے چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا تھا۔۔

عینا نے ساکت پلکیں جھپکائیں اور حسن بابا کی طرف دیکھا جو دم سادھے
اسے دیکھا رہے تھے۔۔

م۔ مجھے س۔ سچ س۔ سننا ہے۔۔ وہ بامشکل حسن بابا کے سامنے آتے بولی
تھی۔۔

غازی نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔ کس سچ کی بات کر رہی تھی وہ۔۔
ب۔ بولیں۔ م۔ میں ک۔ کون ہوں۔ ک۔ کسی بیٹی ہوں۔ ی۔ یہ مرد یہ
کون ہے میرا۔۔

وہ انکے پاس آتی بولی۔

تم ہماری بیٹی نہیں بھانجی ہو مہر۔۔ عائشہ ماما بھگے لہجے میں بولی تھیں۔۔
عینا نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔۔

ہاں یہ سچ ہے۔ تم ہماری بیٹی نہیں۔۔ وہ رندھے لہجے میں بولی تھیں۔۔
اس سے پہلے کہ وہ ماضی کی گہری یادوں میں کھوتیں۔

تبھی سب کچھ گرنے کی آواز پر چونک گئے۔۔

عین۔۔ سب سے پہلے مرتسم اس تک پہنچا تھا۔۔

مہر۔ عینا۔۔ سب تیزی سے اسکی جانب بڑھے۔۔

وہ سفید چہرے سے گھنٹوں کے بل نیچے گری تھی۔۔

اسکے ناک سے خون کی لکیر بہتی جا رہی تھی۔۔

غازیان ساکت سا اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔

ا۔ اتنا ب۔ بڑا د۔ دھوکا۔۔ وہ مرتسم کے بازوؤں میں مچلتی حسن بابا کو دیکھتی

بامشکل بولی تھی۔

م۔ میں ا۔ اپکو ک۔ کبھی م۔ معاف ن۔ نہیں ک۔ کروں گی۔۔

وہ ٹوٹے لفظوں سے بولی تھی۔۔

عین میری جان۔۔ مرتسم اسکے ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کو تھامتے اسے پکارا

تھا۔۔

ش۔ شاہ۔ ا۔ پ۔ م۔ مجھ۔ ج۔ جیسی۔ ن۔ نا۔ جائزل۔ لڑکی۔ کو۔ ڈیز۔ رو۔ نہیں
کرتے اچھا ہے۔ ا۔ پ۔ ز۔ زینی۔ کو۔ اپنا لیں۔۔ وہ گہری سانسیں بھرتے
لڑکھڑاتے لہجے میں بولی تھی۔۔

ل۔ لیکن۔ ا۔ ایک۔ ا۔ آخری خواہش ہے۔۔ ا۔ ایک بار اچکے۔ س۔ سینے سے
ل۔ گ۔ جاؤں ایک۔ ا۔ آخری بار۔۔ گہری سانسیں بھرتے کہا تھا۔
مر تسم کی آنکھوں میں درد اور ازیت کا ایک طوفان سا اٹھا تھا۔
اسنے کھینچ کر عینا کو خود میں بھینچ لیا۔۔

اتنی شدت سے کہ عینا کو اپنی پسلیاں ٹوٹی محسوس ہوئی تھیں۔۔
کچھ دیر بعد مر تسم نے اسے خود سے الگ کرنا چاہا تو وہ اور سختی سے اس سے
لیپٹ گئی۔۔

مر تسم نے کچھ بھی کہے بغیر اسے خود میں چھپا لیا۔۔
سب نم آنکھوں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

می۔ری دعا۔تھ۔ی۔ا۔پ۔کے۔س۔س۔پنے۔س۔ے۔لگ۔

کے۔ا۔خ۔ر۔ی۔س۔سا۔نس لوں۔۔

(میری دعا تھی کہ آپکے سینے سے لگ کے آخری سانس لوں) اسکی بکھری

سرگوشی پر وہ ساکت ہوا۔

عین۔۔اسکے سرعت سے سے خود سے الگ کیا لیکن وہ اسکے بازوؤں میں

جھول گئی۔۔

عین۔۔وہ چیخا تھا۔۔

تو کیا اسکی دعا قبول ہو چکی تھی کیا موت نے اسے آن گھیرا تھا۔

: ماضی

ذولفقار علی شاہ جو اپنے گاؤں کے سردار تھے اللہ نے انہیں دو بیٹے اور ایک بیٹی دی تھی۔۔

سب سے بڑے حسان شاہ ان سے چھوٹے حسن شاہ اور سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی ہر لین شاہ۔۔

انہیں اپنی بیٹی سے بہت پیار تھا۔۔

صرف انہیں ہی نہیں ان کے بھائی بھی ان پر جان چھڑکتے تھے۔۔

وہ خاندان بھر کی لاڈلی تھی۔۔ ذولفقار شاہ ان کی ہر بات مانتے تھے۔۔

لیکن جب انٹر میڈیٹ کے بعد انہوں نے باہر جا کر پڑھنے کی ضد کی تو وہ اس کی یہ بات نامان سکے۔۔

وہ اسے اپنے سے دور نہیں بھیجنا چاہتے تھے۔۔

سب نے انہیں بہت سمجھایا لیکن وہ نہیں مانی۔

عائشہ جو ان کی بیسٹ گرینڈ بھی تھی اور بھابھی بھی تھی۔

انہوں نے بھی بہت کہا لیکن وہ نامانی۔۔

آخر کو انکی ضد کے آگے سب کو ہارنا پڑا۔ اور وہ ایسے پیرس پڑھنے چلی
آئیں۔

وہاں انہیں حدید شاہ ملے جو خود وہاں سٹڈیز کے لئے آئے تھے۔
وہ دونوں ایک دوسرے سے پیار کرنے لگے تھے۔
لیکن ہر لین انجان تھی کہ انکا رشتہ بچپن سے ہی انکے دور کے کزن کے
ساتھ طے ہوا تھا۔

وہ جب چھٹیوں پر پاک واپس آئیں تب آغا جان نے انکے سر پر یہ بمب پھوڑا
تھا۔

انہوں نے عائشہ کو سب سچ بتا دیا۔

وہ بہت روئیں کہ وہ حدید کے علاوہ کسی کے بارے میں سوچ بھی نہیں
سکتی۔

عائشہ نے حسن شاہ سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن انکی ہمت ناہوئی۔

ہر لین کچھ دنوں بعد واپس چلی اور وہاں انہوں نے حدید کو سب کچھ سچ بتا دیا

--

حدید نے انہیں نکاح کی ترکیب دی۔۔

اور کہا کہ جب وہ نکاح کر لیں گے تب تو انکے والد کچھ نہیں کر سکتے۔۔

ایسے انہوں نے گھر والوں سے چھپ کے نکاح کر لیا۔۔

حدید کے پیرنٹس اس نکاح میں شامل تھے۔۔

ایسے وہ گھر والوں کو بنا بتائے حدید کے ساتھ رہنے لگی۔۔

انکی شادی کے چھ ماہ بعد جب انہیں پرگیننسی کی خبر ملی تو وہ خوش ہونے کے

ساتھ بہت پریشان بھی تھیں۔۔

انہوں نے عائشہ کو سب سچ بتا دیا جو خود بے یقین رہ گئیں۔۔

عائشہ نے جب سب کو سچ بتانے کا کہا تو انہوں نے اسے اپنی قسم دیتے روک

دیا۔۔

اس طرح وہ پورے دو سال واپس گھر نہیں آئیں۔۔ پڑھائی کا بہانہ کرتی رہیں۔۔

انہوں نے اپنی حالت کے سبب ویڈیو کال پہ بات کرنا بھی چھوڑ دیا۔۔

انکی پہلی اولاد بیٹا ہوا تھا۔۔ جسکا نام انہوں نے غازیان رکھا تھا۔۔

یہ سب بے یقین ساتھ تھا کہ وہ گھر والوں سے چھپ کے شادی کر چکی ہیں

یہاں تک کہ انکا ایک بیٹھا بھی جواب چھ ماہ کا ہو چکا تھا۔۔

تب دو سال بعد جب اغا جان نے انہیں خود وہاں آنے کے لئے کہا تو انہیں پاکستان آنا پڑا۔۔

انکے ساتھ حدید اور انکے پیرینٹس بھی آئے تھے۔

انہیں پک کرنے وہاں حدید کے دوست میجر عالم آئے تھے۔۔

ہر لین اپنے دو سال کے بیٹے کو اسکے باپ کے پاس چھوڑ کے ذولفقار شاہ کی

حویلی آگئیں جہاں سب نے انکا بھرپور استقبال کیا۔۔

پر یگنسی کے بعد وہ کچھ موٹی ہو گئی تھیں جسے انہوں نے ویٹ بڑھ گیا ہے
کہہ کے ٹال دیا۔

عائشہ انسے ناراض تھی لیکن پھر بھی وہ انکی فکر کرتی تھی وہ چاہتی تھی کہ وہ
سب کو سچ بتادیں۔

لیکن ہر لین جانتی تھی اغا جان کو جتنا انسے پیار ہے اسکے باوجود وہ اپنی غیرت
کو کبھی نہیں مارے گے۔

وہ اسے یا حدید کو مار دیں گے لیکن انکارشتہ کبھی قبول نہیں کریں گے۔

ایسے وہ کبھی عائشہ کے ساتھ تو کبھی خود کوئی نا کوئی بہانہ بنا کر گھر سے چلی
جاتیں اور غازیان اور حدید سے مل اتیں۔

انہیں پاکستان آئے دو ہفتے ہو گئے تھے۔

غازیان اسنے دوری کی وجہ سے اب بیمار رہنے لگا تھا۔

ایسے میں ایک دن کھانا کھاتے انکے طبعیت خراب ہو گئی۔

انکے بہت منع کرنے کے باوجود اغا جان نے ڈاکٹر کو بلا لیا۔

لیکن جب ڈاکٹر نے انکے پریگنٹ ہونے کی خبر دی تو سب صدمے کی کیفیت میں تھے۔۔

ہوش میں آتے ہر لین نے نا سمجھی سے سب کے چہرے کے آڑے رنگوں کو دیکھا تھا۔۔

عائشہ چاہتی تھیں وہ سب سچ بتا دیے لیکن ہر لین کی قسم کے آگے مجبور تھیں۔

کیا ہوا بابا۔۔ وہ اٹھ کر بیٹھتی انکا سپاٹ چہرہ دیکھتی بولیں۔۔

لیکن سامنے سے انکے جواب کی جگہ انکے تھپڑ پر ہر لین شاہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔۔

بابا۔ وہ بے یقینی سے بولی۔

مت کہو مجھے باپ۔۔ مار دیا تم نے اپنے باپ کو جیتے جی۔۔

بتاؤ مجھے کہاں منہ کالا کر کے آئی ہو۔۔

کسکا ناجائز گند لائی ہوا اپنے ساتھ۔۔ وہ پے درپے اسے تھپڑ مارتے بولے
تھے۔۔

حسن اور حسان شاہ نے بامشکل انہیں سنبھالا تھا۔۔
جبکہ ہر لین عائنہ کے گلے لگتی پھوٹ پھوٹ کر رودی۔۔
وہ سب کی لاڈلی تھی کسی نے کبھی انہیں آج تک تنکا تک ناچھنے دیا تھا۔۔
اور انکے اپنے ہی باپ نے ان پر ہاتھ اٹھایا تھا۔۔
پوچھو اس سے کسا گند ہے یہ۔۔ کسکے ساتھ منہ کالا کر کے آئی ہے۔۔
میں اسے جان سے مار ڈالوں گا۔ اسنے ہماری عزت کو دو ٹکے کا کر دیا۔۔
وہ دھاڑ رہے تھے۔۔

غصہ تو دونوں بھائیوں کو بھی تھا۔۔ لیکن وہ اسے مار نہیں رہے تھے۔۔
وہ دو دن بھوکی، پیاسی کمرے میں بند رہی لیکن انہوں نے منہ نہیں کھولا
کیونکہ وہ جانتی تھی انا جان انکے بیٹے اور شوہر کو جان سے مار ڈالیں گے۔

آہستہ آہستہ یہ خبر پورے گاؤں میں پھیلنے لگی کہ ذوالفقار شاہ کی بیٹی بن بیامی
ماں بننے والی ہے۔۔

انسے گاؤں کی سرداری چھین لی گئی۔۔

اور گاؤں سے درد بدر کر دیا۔۔

انہیں رات و رات اپنا ہی گاؤں چھوڑ کر شہر آنا پڑا۔۔

کل اسے لے جانا اور یہ عذاب ختم کروا کے آنا۔۔

اغا جان نے عائشہ کو دیکھتے کہا۔۔

ہر لین نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔۔ انکا حدید سے رابطہ نہیں ہو پارہا تھا۔۔

نہیں بابا جان میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔۔

ی۔یہ۔ میرا بچہ ہے میں اسے کیسے ختم کر سکتی ہوں۔۔

وہ تڑپ کر بولی تھیں۔۔

بکواس بند کرو۔ میرا بس چلے تو تمہیں جان سے مار ڈالوں یہی سب کرنے
بھیجا تھا تمہیں باہر۔۔

انجام دیکھ لیا ہے مینے تم نے تو ہمیں کہیں منہ دکھانے کے لائق نہیں
چھوڑا۔۔

وہ غرائے تھے۔۔

بھائی تو اسکی حالت دیکھتے چپ تھے۔۔

لے جاؤ اسے میرے نظروں کے سامنے سے اس سے پہلے کہ میں اسے جان
سے مار ڈالوں۔۔ وہ غیظ و غضب سے بولے۔۔

عائشہ اور عالیہ اسے وہاں سے لے گئیں۔

اسنے بہت منتیں کی لیکن اغا جان کسی طور راضی نہیں ہوئے۔ وہ ہر حال میں
انکا بورشن کروانا چاہتے تھے۔۔

انہوں نے حدید سے رابطہ کرنے کی کوشش کی بامشکل رات تک وہ ان سے رابطہ کر پائیں اور انہیں سب کچھ بتا دیا۔

اس طرح وہ صرف عائشہ کو بتاتی اسی رات حدید کے ساتھ چلی گئیں۔

آغا جان کے لئے تو وہ ویسے بھی مر گئی تھی۔ اس لیے انہوں نے کہہ دیا کہ یہی سمجھ لو وہ مر گئی ہے اسے ڈھونڈنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حسان شاہ تو ان کے فیصلے پر راضی تھے لیکن حسن شاہ انہیں انہیں وہ بہت پیاری تھی۔

انہوں نے عائشہ کو کریدا لیکن انہوں نے سچ نہیں بتایا۔

عائشہ ہر لین سے رابطے میں تھی۔ لیکن اس بات سے کوئی بھی واقف نہیں تھا۔

انہیں جب پتہ چلا کہ ہر لین کے ہاں دوسری اولاد بیٹی ہوئی ہے تو وہ بہت خوش ہوئیں۔

انکی اپنی تو کوئی اولاد تھی ہی نہیں وہ بس غازیان اور مہر کی تصویریں دیکھ دیکھ کر دل بھر لیتی تھیں۔

پانچ سال بعد ہر لین واپس پاکستان آئیں۔۔

حدید کے والدین اس عرصے میں انتقال کر چکے تھے۔۔

حدید نے ہر قدم پر انکا ساتھ دیا تھا۔۔

غازیان اس وقت سات سال کا تھا جبکہ مہر چار سال کی تھی۔

غازیان کو اپنی بہن سے بہت پیار تھا۔۔ وہ اس سے تین سال چھوٹی تھی لیکن

پھر بھی غازیان بہت بڑا بننے کی کوشش کرتا تھا۔۔

پہلے پہل تو وہ اسکے رونے سے جھنجھلا جاتا۔۔

تو کہہ دیتا کیا اسے کہیں کوئی تکلیف ہو رہی ہے۔ یہ بولتی کیوں نہیں ہے۔۔

پھر خود ہی اپنی ماں سے اسے لیتا چپ کروانے لگتا۔۔

اور مہر اسکے گود میں آتے فوراً چپ ہو جاتی تھی۔۔

وہ اسے مہر و کہتا تھا۔۔ جبکہ مہر نے جب سے بولنا شروع کیا تھا وہ اسے ان کہتی تھی۔

غازی اسکے لئے بھائی کم باپ زیادہ ثابت ہوا تھا۔
ابھی وہ اتنا صاف نہیں بولتی تھی۔ چار سال کی ہونے کے باوجود وہ تو تلی زبان میں بولتی تھی۔۔

جب وہ پاکستان واپس آئیں تو انہوں نے عائشہ کو اپنے آنے کا بتا دیا وہ چھپ چھپ کر اسے ملنے جاتی تھیں۔

غاز اور مہر ان سے مانوس ہو گئے تھے۔۔

وہ باقی سب سے ملنا چاہتی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ اغا جان کو سب سچ بتا دیں۔۔

اپنی باپ اور بھائیوں سے سے ملنا چاہتی تھیں۔ ایک ماہ گزر گیا انہیں وہاں آئے ہوئے۔۔

مہرماہ اور غازیان سے عائشہ اتنا گھل مل گئی تھی جیسے وہ انکے اپنے بچے ہوں۔۔
ایک دن آخر انہوں نے فیصلہ کر ہی لیا آغا جان سے ملنے کا۔۔
اس رات جب وہ ان سے ملنے جا رہے تھے تو انکی گاڑی کے بریک فیل ہو گئے
تھے۔۔

وہ جانتے تھے کہ انکے کسی دشمن کا ہی کام ہے۔۔

حدید نے پہلی فرصت میں میجر عالم کو کال کر کے بتایا تھا۔۔

ادھر ہر لین شاہ نے عائشہ کو بتا دیا تھا۔۔

اسی وقت عائشہ نے حسن صاحب کو بتا دیا تھا کہ ہر لین آج اپنی بیٹی کے

ساتھ یہاں ملنے آنے والی تھی لیکن انکی گاڑی کے بریک فیل ہیں۔۔

حسن اور حسان صاحب آغا جان کو بنا بتائے ہی انہیں ڈھونڈھنے نکلے تھے۔۔

لیکن وہ لوگ جب تک پہنچے تھے تک انکی گاڑی کسی ٹرک ٹکرا چکی تھی۔۔

انکی گاڑی میں آگ لگ چکی تھی۔۔

مہرماہ اور غازیان کے پاس تھی۔ اسنے بامشکل اسے اپنے بازوؤں میں اٹھایا۔۔

ہر لین اور حدید پتہ نہیں گاڑی سے کہاں گرے تھے۔

اسنے گاڑی سے نکلنے کی کوشش اور وہ کامیاب بھی ہوا۔

لیکن جیسے ہی اسنے گاڑی سے باہر قدم رکھا اسکا سر چکرایا اور مہرا سکے بازوؤں سے پھسل کر دور جا گری۔

وہ رو رہی تھی اسے پکار رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ غازی گرتا ایک زوردار دھماکہ ہوا اور وہ جانے کہاں جا گرا۔

حسن شاہ اور حسان شاہ جب تک پہنچے ہر لین اور حدید اپنی آخری سانسیں لے رہے تھے۔

وہ غازی کے وجود سے انجان تھے۔ انہیں مہر سڑک پر پڑی ملی تھی وہ اسے اپنے ساتھ لے آئے۔

حدید موقع پر ہی دم توڑ چکے تھے لیکن ہر لین کو ایک بار ہوش آیا تو انکے منہ پر بس غازیان اور مہر ماہ کا نام تھا۔

وہ تو صرف مہر کے وجود سے آگاہ تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ انکا ایک بیٹا بھی ہے۔۔

غازیان کو میجر عالم لے گئے۔۔

لیکن ہر لین بس غازیان میری غازی کہتے کہتے ہی دم توڑ گئیں۔

وہ آخری دم تک کہتی رہیں میرا غازی زندہ ہے اسے ڈھونڈو۔

مہر کو تو وہ حسن شاہ کے بازوؤں میں دیکھ چکی تھیں۔۔

وہ ماں اپنے بچے کے لئے تڑپتی وہیں دم توڑ چکی تھی۔

جب ہر لین شاہ کے مردہ وجود کو گھر لایا گیا تو اغا جان اسکے میت پر بہت

روئے تھے۔ جو بھی تھا وہ انکی لاڈل تھی۔ بہت چاہا تھا انہوں سے اسے۔۔

مہر ماہ چھوٹی تھی اسکے سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے وہ اپنا چار سالہ بچپن بھول گئی تھی۔۔

عائشہ تو ہر لین کی موت کے صدمے سے ہی نکل نہیں پار ہی تھیں۔۔ لیکن

پھر بھی مہر کو انہوں نے خود سے جدا نہیں کیا۔۔

لیکن آغا جان نے اسے ناجائز کہہ کر اس گھر میں رکھنے سے انکار کر دیا۔
حسن شاہ اور حسان نے انہیں انکے تڑلے منتیں کر کے مہر کو اپنے پاس رکھا
تھا۔

عائشہ چاہتی تھی وہ بتادیں کہ مہر ناجائز نہیں ہے۔ ایک دو بار انہوں نے
بتانے کی کوشش کی لیکن آغا جان بھڑک جاتے تھے اس لیے انہوں نے
چپ سادھ لی۔

انہیں لگا تھا کہ شاید غازیان اس گاڑی میں لگی آگ کی لپیٹ میں آچکا ہے۔
ایسے مہر جائز ہوتے ہوئے بھی ناجائز کا دھبہ اپنے سر پر لگواتے بڑی ہوئی
تھی۔

لیکن پھر بیس سال بعد جب غازیان نے انہیں اکر سب بتا تو آغا جان بہت
زیادہ روئے تھے۔ اتنا کہ وہ اپنی زندگی میں کبھی نہیں روئے۔

ایک بار انہوں نے اپنی بیٹی کی سنی تو ہوتی۔

لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔

وہ تو اپنے دل میں ہزاروں خواہشات اور ارمان لیے منوں مٹی تلے سوچکی
تھیں۔۔



: حال

ہو سپٹل کے اس سرد روم کے سامنے کھڑے وہ لوگ اندر لیٹے وجود کی
زندگی کے لئے دعا گو تھے۔۔

مر تسم اپنی شرٹ پر لگے اسکے خون کو دیکھتا جانے کس سوچ میں گم تھا۔
تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر کے بولے گئے الفاظ (آپ کی پشنت کا نروس بریک ڈاؤن
ہوا ہے۔۔ انکی حالت بہت کریٹیکل ہے۔ ہمیں نہیں لگتا وہ بچ پائیں

گی۔ لیکن ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کریں گے۔) کسی زہر کی مانند
اسکے کانوں میں گھل رہے تھے۔

آخر آدھے گھنٹے کے کٹھن انتظار کے بعد ڈاکٹر زباہر آئے۔

سب سے پہلے غازی انکی طرف لپکا تھا۔

میری بہن کیسی ہے۔۔ اسکا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا۔ انکی حالت بہت کریٹیکل ہے اور یہ دوسری بار انکا
نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔

ہم نے تو اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے باقی اللہ کی مرضی۔

آپ دعا کریں اگرچہ بیس گھنٹوں کے اندر اندر انہیں ہوش جاتا ہے تو ٹھیک
ہے نہیں تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

ایکسیوزمی۔ ڈاکٹر نے پروفیشنل اندر میں کہا تھا۔

لیکن ان سب کے لئے کانوں میں سیسہ گھولنے کے برابر تھا۔

عائشہ نے بے ساختہ منہ پر ہاتھ رکھتے اپنی ہچکیاں دبائی تھیں۔

وہ بے جان قدموں سے اس شیشے کے پاس جا کھڑا ہوا جس کے پار اسکی ماجائی اپنی زندگی اور موت کے بیچ لڑ رہی تھی۔۔

اسکے بے جان وجود کو دیکھتے غازیان شاہ کو آج زندگی میں پہلی بار خدا سے شکوہ ہوا تھا۔۔

مر تسم بے جان ہوتے قدم اٹھاتا باہر کی جانب چل دیا۔۔
عالم نے بامشکل حسن بابا کو سنبھالا تھا جنکی اپنی طبعیت بگڑتی جا رہی تھی۔۔
ان سب کو احساس ہو رہا تھا کہ وہ اندر لیٹا وجود انکی زندگیوں میں کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ صرف اس ایک کے بکھرنے سے کتنے ہی لوگ بکھر چکے تھے۔۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیسے یہاں تک آیا بس وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں چلتا جا رہا تھا۔ اسے لوگوں کے دھکے لگ رہے تھے لیکن اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔۔

وہ ضبط کر رہا تھا لیکن نہیں ہوا۔

اسنے سرخ ہوتی آنکھیں اٹھاتے آسمان کی طرف دیکھا۔

کیوں اللہ۔ اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

ایسا کیا گناہ کر دیا مینے۔ کیوں ہر بار میں ہی کیوں۔

نہیں اس بار میں نہیں۔

وہ نفی میں سر ہلاتا بڑبڑایا۔

ولی اور ارسل جو اسکی حالت کے پیش نظر اسکے پیچھے آئے تھے اسے پاگلوں

کی طرح خود سے باتیں کرتے دیکھ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

مرتسم۔ ارسل نے اسکا بازو دبوچتے اسے لوگوں کی بھیڑ سے نکالا تھا۔

ہو سپٹل کے پچھلے حصے میں لاتے ارسل نے اسے چھوڑا تھا۔

جبکہ وہ ہنوز بڑبڑا رہا تھا۔

اس بار نہیں۔

کیا نہیں مرتسم کیا بول رہا ہے ہوش کر۔ ولی نے اسے جھنجھوڑا۔

مرتسم نے نفی میں سر ہلایا۔

م۔ میں ہوش نہیں کروں گا۔ ت۔ تو اللہ کو بول ا۔ اس بار وہ مجھ سے انہیں
نہیں چھین سکتے۔ م۔ میں ا۔ اس بار صبر نہیں کروں گا۔ ہر بار وہ مجھ سے ہر
رشتہ چھین لیتے ہیں۔ م۔ میں ی۔ یہ نہیں دوں گا۔
وہ بچوں کی طرح ضدی انداز میں بولا۔

آنسو بے ساختہ پلکوں کے بار توڑتے اسکے چہرے ہر پھسلے تھے۔
ولی اور ارسل کو بے ساختہ اس پہ ترس آیا۔

مرتسم کچھ نہیں ہو گا عین کو۔ ہم دعا کرتے ہیں نا اللہ سے۔ کچھ نہیں
ہو گا۔ ولی اسے خود سے لگاتا بولا۔

ن۔ نہیں۔ دعا نہیں م۔ یں اللہ سے م۔ مانگ رہا ہوں انکی زندگی۔
ا۔ اپ چاہیں تو بے شک م۔ مجھ مار دیں۔ لیکن انہیں نہیں پلیر اللہ جی۔
م۔ میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ انہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا۔

پ۔ پکا وعدہ لیکن اپ۔ پ۔ پلیرا نہیں ٹھیک کر دیں۔۔ وہ ہچکیوں سے روتا
فریاد کر رہا تھا۔

ارسل اور ولی اسکی دیوانگی پر ساکت ہوئے تھے۔۔
زندگی میں پہلی بار دونوں نے اسے یوں تڑپتے، بلکتے دیکھا تھا۔
چاہئے جیسا بھی وقت کیوں نا ہو وہ کبھی ایسے نہیں بکھرا تھا جیسے آج بکھر رہا
تھا۔

چوبیس گھنٹے گزر گئے۔۔ لیکن اسے ہوش نا آیا۔
سب چہروں پر خوف لیے زیر لب دعا گو تھے۔
جب ایک نرس ہڑبڑاہٹ میں بھاگتی باہر آئی تھی۔
کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو اسکے ساتھ کچھ ڈاکٹرز بھی تھے۔
غازی چونک کر انہیں دیکھنے لگا لیکن وہ اندر جا چکے تھے۔
تیزی سے دروازے کے پاس جاتے اسنے اس چھوٹے سے شیشے سے بنے
ڈبے میں سے دیکھا۔

مہر کو ہوش نہیں آ رہا تھا لیکن وہ تڑپ رہی تھی۔۔ بن پانی کی مچھلی کی طرح

--

اسکا وجود جھٹکے کھا رہا تھا۔۔

وہ خود تڑپ کر رہ گیا۔۔ چہرے پر تکلیف کے آثار پھیلے تھے۔۔

ڈاکٹر اب اسکے وجود کو مشینری سے جھٹکے دے رہے تھے۔ وہ ہر جھٹکے پر اچھل کر اوپر کو آتی اور پھر بے جان ہوتی گر جاتی۔۔

وہ اس سے زیادہ دیکھنا پایا تو تیزی سے رخ موڑ گیا۔۔

اسکے پیچھے ہی سب فق چہرے ہوتے چہرے سے اندر کے معاملات سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر زباہر آئے تھے۔۔

کسی میں بھی ہمت نہیں تھی آگے بڑھ کے ان سے کچھ پوچھ سکے۔۔

بس سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھنے لگے۔۔

ڈاکٹر نے ایک بار سب کے رنگ اڑے چہرے دیکھے اور گہری سانس
بھری۔۔

ایم سوری۔۔ اللہ کی جو مرضی۔۔

سنجیدگی سے کہتے انہوں نے سب کے تارخ پڑتے چہرے کے دیکھے تھے۔۔
انہیں لگا جیسے کسی نے موت کا صور پھینکا ہو۔ کوئی سیسہ پگھلا کر انکے کانوں
میں انڈیلا گیا ہو۔

غازی نے بے ساختہ دیوار کا سہارا لیا تھا۔۔

حسن بابا۔ ساکت ہوتے اس ڈاکٹر کو دیکھنے لگے کہ اسنے بولا کیا ہے۔۔

عائشہ ماما جو پرئیر روم سے آرہی تھیں وہ یہ سنتے ہی ہوش و حواس سے بیگانہ ہو
گئی۔

مرتسم جسے ولی اور عالم زبردستی لائے تھے وہ ڈاکٹر کی بات سنتا لڑکھڑایا
تھا۔۔

ولی کی گرفت اس پر ڈھیلی پڑی تھی وہ بے جان ہوتا فرش پر گرا تھا۔۔

ولی نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا تھا۔

ماما اور اپیا بلند آواز میں رورہی تھی۔ ہو سپٹل کے اس وارڈ میں قہرام مچ گیا تھا۔

کچھ دیر پہلے وہاں جو موت کا سناٹا چھایا تھا اب وہاں قیامت کا سا شور تھا۔ جبکہ وہ ان سب سے بے گانہ گہری نیند سوئی تھی شاید ہمیشہ کے لئے۔



: چھ ماہ بعد

چودھویں کی رات تھی۔ آسمان پر آدھا چاند جگمگا رہا تھا۔ اسکی روشنی اتنی تھی کہ ہر جگہ روشنی ہی روشنی ہی تھی۔ یوں جیسے دن کا سماں ہو۔ وہ چاند کو بیزاری سے دیکھتا بے چینی سے کسی کی تلاش میں تھا۔ جب اچانک وہ اسکی کھلکھلاہٹ پر چونک گیا۔

چہرہ موڑتے اسنے اسے دیکھا۔

جو سفید فراق میں سر پر پھولوں کا تاج پہنے چاند کی چاندنی تلے جگمگاتے جنگنوں کو دیکھتے کھلکھلا رہی تھی۔

عین۔۔ وہ زیر لب مسکرایا۔

اسکی طرف قدم بڑھاتے اسکی مسکراہٹ گہری ہو رہی تھی۔

وہ جو جنگنوں کے ساتھ اٹھکیلیاں کرنے میں مصروف تھی اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ بے ساختہ نفی میں سر ہلا گئی۔ چہرے کی مسکراہٹ پھیلی پڑی تھی وہ لب دباتی پیچھے کی طرف قدم لینے لگی۔

وہ جیسے جیسے اسکی طرف قدم بڑھا رہا تھا وہ اس سے اتنی ہی دور ہوتی جا رہی تھی۔

عین۔۔ وہ پریشان ہو گیا۔

عین رکیں۔ وہاں مت جائیں۔ پیچھے گہرائی ہے۔

واپس آئیں میرے پاس۔۔ وہ اسکی طرف ہاتھ بڑھاتا بولا۔

جبکہ وہ آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ بڑھانے پر وہ
معصومیت سے اسے دیکھتی اپنا ہاتھ آگے بڑھا گی۔
جبکہ قدم ابھی بھی پیچھے کی طرف لے رہی تھی۔
رکیں۔ اور پیچھے مت جائیں۔ پیچھے۔ وہ ابھی بول رہا تھا جب وہ پیچھے کو قدم
لیتی لڑکھڑا کر گہرائی میں جا گری۔۔۔
شاہ۔ اس کی چیخ بے ساختہ تھی۔۔

تجد کی نماز ادا کرتی روحا ماما نے چونک کر اسے دیکھا۔
عین۔ رکیں۔ وہاں مت جائیں۔ واپس آئیں۔ میرے پاس۔ نہیں
رکیں۔۔ وہ سر ادھر سے ادھر پٹکتا بڑبڑا رہا تھا۔
عین۔۔ جب ایک چیخ کے ساتھ وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔
پینے سے شرابور ہوتے وہ گہری سانسیں بھرنے لگا۔

مر تسم۔۔ روحا ماما جلدی سے اسکی طرف بڑھیں۔۔

کیا ہوا بچے۔ پھر سے کوئی برا خواب دیکھا۔۔ وہ اسکے بال سہلاتی فکر مندی سے اسے دیکھتی بولیں۔۔

میر بچے پانی پیو۔۔ وہ زبردستی اسکے منہ سے گلاس لگا گئیں۔۔
اسنے دوہی گھونٹ لیتے واپس رکھ دیا۔۔

مر تسم۔۔ انہوں نے اسے پکارا جبکہ وہ پچھلے چھ ماہ کی طرح آج بھی انہیں جواب دیے بغیر خاموش سے انکے قریب سے اٹھتا و اشروم کی طرف بڑھ گیا۔۔

کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو سفید شلوار قمیض میں تھا۔۔

چہرہ ابھی بھی گیلا تھا۔۔ وہ شائید وضو کر کے آیا تھا۔۔

روحا ماما جانتی تھی وہ متحد کے لئے جا رہا ہے۔۔ وہ بس اسے دیکھتی رہیں۔

جوانکی طرف دیکھے بغیر باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔

اسکے جانے کے بعد گہری سانس لیتے وہ اٹھ کر اپنی اُدھوری دعا مانگنے لگی۔۔

شاہ ولا کے ڈائینگ ٹیبل پر جہاں پر ہما وقت ایک چہل پہل رہتی تھی آج وہاں ہر کوئی سنجیدگی سے بیٹھا تھا۔

وشہ اور عادی جو ہمیشہ لڑتے رہتے تھے جنہیں کبھی چپ نہیں آتی تھی وہ بھی خاموشی سے بیٹھے تھے۔

ہمیشہ کی طرح سربراہی کر سی پر بی جان بیٹھیں تھیں۔
انکے ایک سائیڈ پہ قاسم بابا اور انکی شرک حیات تھی
اور دوسری سائیڈ پہ عالم بابا اور انکی شریک حیات تھیں۔
انکے ساتھ وجدان بھائی اور ماہم اپیا تھیں۔

جبکہ انکے سامنے بھابھی اور روحا ماما تھیں جو صبح ہی واپس آئی تھیں۔ انکے ساتھ عادی اور اسکے سامنے وشہ بیٹھی تھی۔

اب وہاں صرف دو کرسیاں خالی تھیں۔ جو پچھلے چھ ماہ سے خالی ہی تھیں۔ مرتسم اور عینا کی۔

اگر ان چھ ماہ میں عینا نہیں تھی تو مرتسم نے بھی شاہ و لا قدم نہیں رکھا تھا۔ اس دن کے بعد سے وہ فارم ہاؤس میں تھا جہاں ان دونوں نے اپنے رشتے کی شروعات کی تھی۔

جہاں آخری بار دونوں نے ایک دوسرے کے لمس کو محسوس کیا تھا۔ پچھلے چھ ماہ سے کسی نے اسکی شکل تو دور آواز تک نہیں سنی تھی۔

وہ سب سے روٹھ گیا تھا۔ سوائے ماہم، بی جان اور روحاما کے ان سے وہ کبھی کبھار بس فون پہ بات کر لیتا تھا۔

لیکن روحاما کبھی کبھار اسکے پاس چلی جاتیں تو وہ آفس جاتے ہی ڈرائیور کو بھیج دیتا کہ انہیں واپس چھوڑائے۔

وہ انکا وہ مرتسم رہا ہی نہیں تھا۔ جسکے چہرے پر ہر وقت ایک نرم مسکراہٹ رہتی تھی لیکن اب اسکے چہرے پر ہمہ وقت ایک سرد پن چھایا رہتا تھا۔

آنکھوں میں وحشت ناچتی تھی۔۔

پچھلے چھ ماہ سے کسی نے اسے مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔

وہ چلتی پھرتی لاش کے جیسے بن گیا تھا۔۔



نشاء۔۔ اسکی سیکیٹری باہر کھڑی اپنی سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھی جب اسکی دھاڑ سے اچھلی۔۔

ج۔جی۔جی سر۔ تیزی سے اندر داخل ہوتے اسنے گھبرا کر اسے دیکھا۔
کیا ہے یہ سب۔۔ مرتسم نے اسکے سامنے فائل پھینکتے غصے سے اسے دیکھا۔
نشاء دو قدم ڈر کے پیچھے ہوئی۔۔

اس میٹینگ کی اپڈیٹ کسنے دینی تھی مجھے۔ کس لیے رکھا ہے
تمہیں۔ تمہاری وجہ سے اتنا بڑا الوس ہوتے ہوتے رہ گیا ہے۔۔

اگر کام نہیں کرنا تو گھر بیٹھو مجھے اپنے آفس میں فضول لوگ نہیں چاہیے۔۔
وہ دھاڑا تھا۔۔

س۔ سر لیکن ی۔ یہ ف۔ فائل تو عینا میڈم لے کر گ۔ گئی تھیں۔ ا۔ انہوں
نے کہا تھا۔ وہ آپکو۔۔

Enough.

عینا کا نام سنتے اسکے چہرے کی سختی پل میں غائب ہوئی تھی۔۔
وہ رخ موڑ گیا۔۔

نشاء کو جانے کا اشارہ کرتے وہ کھڑکی میں آکھڑا ہوا۔۔

اسنے بامشکل اپنی سرخ ہوتی آنکھوں کو بہنے سے روکا تھا۔۔

نچلا لب دانتوں تلے دباتے اسنے خود پر ضبط کرنے کی کوشش کی تھی۔۔

عین۔۔ زیر لب اسکا نام لیتے اسنے آنکھیں موند لیں۔۔

آہستہ آہستہ اسکے لب مسکراہٹ میں ڈھلنے لگے۔۔

وہ تنہائی میں یہی تو کرتا تھا۔

آنکھیں موندتیں اسے یاد۔۔ اسکا چہرہ سامنے آتے ہی اسکے لب مسکرا

پڑتے۔۔



بس بس میرا بچہ بس۔۔ ماما بھی اجائیں گیں بس۔۔

وہ مسلسل اسے بہلا رہا تھا۔ لیکن اسنے بھی قسم کھائی تھی جب تک ماں نہیں

آئے گی وہ بھی چپ نہیں ہوگی۔

اس لیے گلا پھاڑ کے رو رہی تھی۔

زریار کہاں رہے گی جلدی او۔ اسنے اپنا گلا پھاڑ لینا ہے۔۔

وہ اونچی آواز میں بولا۔۔

کیا ہو گیا اسے بھائی کیوں رورہی ہے یہ۔۔ زر نور سے پہلے ہی وہ بھاگتی آئی تھی۔۔

ادھر مجھے دیں۔۔ احتیاط سے اسکے ہاتھ سے تین ماہ کی ایزل کو پکڑتے اسنے اپنی گود میں لیا اور ادھر غازی کا منہ کھل گیا۔۔
کیونکہ وہ اسکی گود میں آتے ہی چپ کر گئی تھی۔
یہ چیٹینگ ہے۔ میری گود میں اسکو کونسے کانٹے چھبتے ہیں ہمیشہ۔۔ وہ منہ بناتا بولا۔

مہرنے مسکراہٹ دباتے اسے دیکھا۔ یہ تو آپ ہی جانیں۔ وہ مسکائی تھی۔۔
غازی اسے مسکراتا دیکھ پر سکون ہو گیا۔۔

نہیں آج تو تم مجھے یہ بتا ہی دو کہ آخر ایسا کیا ہے تمہاری گود میں جو یہ تمہارے پاس آتے ہی کھلکھلا نا شروع کر دیتی ہے۔۔
غازی اسکی کھلکھلاہٹ پر نثار ہوتا اسکے چھوٹے سے ہونٹ چومتا بولا۔۔

یہ تو ایزل اور پھوپھو کا سیکرٹ ہے۔ جو ہم کسی کو نہیں بتائیں گے۔۔

ہے نائزل۔۔ وہ اسکے گال چومتے بولی تو ایزل نے بھرپور خوش ہوتے ہاتھ پاؤں مارے تھے۔۔

آخر کو اسکو اسکی پھوپھو کی توجہ مل رہی تھی جس کے لئے وہ ایسے گلا پھاڑ کے رورہی تھی۔

لیکن غازی کو لگا رہا تھا کہ وہ زرنور کے لئے رورہی ہے۔ جو اسکا فیڈر بنانے لگی تھی۔۔

یہ لو بھی یہ بوٹل اب اسکو تم ہی پلاؤ اب تو یہ ہم دونوں میں سے کسی کو دیکھے گی بھی نہیں اسکو پھوپھو جو اگی ہیں۔۔

زرنور خفگی سے ایزل کو دیکھتی بولی تو مہر مسکراتی نفی میں سر ہلاتی اسکے ہاتھ سے بوتل لے گئی۔۔

چلو اب پھوپھو آپکو یہی سادو دھ دیں گی۔ پھر ہم مزے سے سوئیں گے اوکے۔۔

وہ سرگوشی میں اس سے باتیں کرتی اپنے کمرے میں لے گئی۔

جبکہ اسکے چہرے پر مسکراہٹ دیکھتے غازی آسودگی سے مسکرا دیا۔

ایزل کے ساتھ ہی سہی خوش تورہتی ہی ناغاز۔۔ زر نور اسکے کندھے پر سر رکھتے آسودگی سے مسکراتے بولی۔

ہم۔ غازی نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے بس ہنکار بھرا۔

تین ماہ پہلے ہی آٹھویں منٹھ میں ہی ایزل کی آمد نے ان سب کے بیچ خوشیاں بھر دیں تھیں۔

غازی نے جب اسے پہلی بار دیکھا وہ رو دیا تھا۔

وہ ہو بہو اسکے جیسی تھی۔ اسکا ایک ایک نقش غازی کے جیسا تھا۔

سوائے اسکی آنکھوں کے جو زر نور جیسی تھیں ہیزل گرین۔ جس سے وہ کانچ کی گڑیا لگتی تھی۔

کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ مہر پر گئی ہے یا غازی پر۔

کیونکہ انکے نقوش بھی دونوں کے ایک جیسے تھے۔

آخر میں وہ یہ کہہ ختم بات کر دیتے کہ وہ اپنی دادی جیسی ہے۔۔



ایزل کو کاٹ میں ڈالتے اسنے جھک کر اسکی ننھی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔
بیڈ پر آتے اپنا لیپ ٹاپ اٹھاتے ایک پشینٹ کی فائل ریڈ کرنے لگی۔
فائل ریڈ کرتے اسنے کسی کو کچھ میل کرتے لیپ ٹاپ بند کر دیا۔۔
مغرب ہو رہی تھی۔ آذان کا جواب دیتے وہ وضو کرنے کے لئے اٹھ گئی۔۔
نماز ادا کرتے اسنے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔۔
پچھلے چھ ماہ کی طرح آج بھی باقی سب کے لئے دعا کرتے اسنے ہاتھ گرا دیے۔

آج بھی اسنے اپنے لئے کچھ نہیں مانگا۔ اب بچا ہی کیا تو جو وہ مانگتی۔۔
ابھی وہ جائے نماز رکھ رہی تھی جب فون پر مسلسل نوٹیفیکیشن کی بیل سے
چونک گئی۔۔

اسنے فون اٹھاتے دیکھا جہاں ہو اسپتال کے گروپ میں کچھ بھیجا گیا تھا۔

اسنے تجسس کے مارے فوراً ہی گروپ اوپن کر لیا۔

اسکی کسی کو لیگ نے اپنے کرش کی کسی پریس کانفرس کی ویڈیو سینڈ کی تھی۔

لیکن سامنے فون پر چمکتی ویڈیو نے اسے ساکت کر دیا۔

آج پورے چھ ماہ بعد وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

چاہنے کے باوجود وہ نظریں نہیں ہٹا پای۔

وہ پہلے سے زیادہ پرکشش ہو گیا تھا یا شاید اسے لگ رہا تھا۔

وائیٹ اور بلو تھری پیس میں چہرے پر سرد تاثرات سجائے سپاٹ انداز میں

میڈیا کو جواب دے رہا تھا۔

وہ بے تابی سے اسکا ایک ایک نقش دیکھنے لگی۔ اسکی آنکھیں اس کے نقش نقش

کو چومنے لگیں۔

وہ ویسا نہیں لگ رہا تھا جیسا وہ اسے چھوڑ کر آئی تھی۔

یہ تو کوئی اور ہی تھا۔ سرد و سپاٹ چہرہ اسکا تو نہیں ہو سکتا تھا۔

اسکے چہرے پر تو ہما وقت ایک نرم مسکراہٹ رہتی تھی۔

چاہیے وہ کتنا ہی سنجیدہ کیوں نا ہو آنکھوں میں نرمی ہی رہتی تھی۔ لیکن جو سامنے تھا وہ کون تھا۔

سرمی آنکھوں جنکے گرد ہلکے وہ یہاں سے بھی دیکھ سکتی تھی۔
نرم تاثرات والا چہرہ سپاٹ تھا۔

بال جو سلیقے سے سیٹ رہتے تھے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ جو اسے اور جازب بنا رہے تھے۔

کشادہ پیشانی پر دو بل تھے۔

جو اسے آج تک اسکے ماتھے پر نہیں دیکھے تھے۔

عنابی ہونٹ سیاہ مائل ہو رہے تھے۔ شاید وہ سگریٹ بہت زیادہ پیتا تھا۔

اسکی ہلکی بیسیر ڈاب کافی بکھری ہوئی سی تھی۔

وہ خود سے اتنا لا پرواہ کیوں ہو گیا تھا۔ شاید وہ خود پر دھیان نہیں دیتا تھا

اب۔

وہ یک ٹک اسے دیکھتی سوچے جا رہی تھی۔

جبکہ اسکے فون کی سکرین اسکے آنسوؤں سے پوری طرح بھیک چکی تھی۔

وہ اسے دیکھنے میں مگن تھی جب کسی رپوٹر نے اس سے کچھ پوچھا اس نے تحمل

سے اسکی بات سنی اور پھر سرمی آنکھیں اٹھاتے سامنے دیکھا۔

مہر کے ہاتھ کپکپا گئے اسکی آنکھوں کی سرخ اور وحشت دیکھتے۔

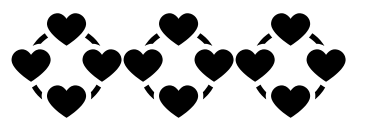
اسے لگا جیسے ان سرمی آنکھوں نے اسے دیکھا ہو۔

اسنے گھبرا کر موبائل پھینک دیا۔

اور ہاتھوں میں چہرہ چھپاتی پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

وہ چاہے جو بھی کہ لے لیکن وہ اسکے معاملے میں بے بس تھی اور شاید ہمیشہ

رہنے والی تھی۔



کافی کے گھونٹ بھرتے ساتھ وہ ایک نظر سامنے پڑے لیپ ٹاپ پر مار لیتا
جہاں ابھی اسنے میل بھیجی تھی اسکے جواب کے انتظار میں تھا وہ۔۔۔
لیکن چہرے پر سوچ کی گہری پر چھائی تھی۔۔

آنکھیں موند کر پیچھے چسیر پر سر ٹکاتے وہ دور کہیں ماضی میں کھو گیا۔۔



: چھ ماہ پہلے

۱۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ن۔ نہیں۔ وہ شدت سے نفی میں سر ہلاتا لڑکھڑاتا اٹھا
تھا۔

وہ دو قدم چلا ہی تھا کہ پھر سے لڑکھڑا کر منہ کے بل گرا۔۔

لیکن وہ پھراٹھا۔ بمشکل آئی۔ سی۔ او کے کمرے تک پہنچتے وہ اسکے قریب آیا

وہ سفید چہرے کے ساتھ پر سکون نیند سو رہی تھی۔۔

عین۔ وہ زیر لب بڑبڑاتے اسکے قریب پہنچا۔۔

جانم۔ اسکے ٹھنڈے پڑتے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتا وہ اسکے قریب جھکا۔۔

جانم تنگ کر رہی ہیں نا مجھے۔ وہ اسکے ماتھے پر بوسہ دیتا سرگوشی میں بول رہا تھا۔۔

آنسو ٹوٹ کر عینا کے چہرے پر گر رہے تھے۔۔

سوری جانم۔ میں نے آپکو بہت ہ۔ ہرٹ کیا ہے نا۔ اس لیے ا۔ اب آپ مجھے تنگ کر رہی ہیں نا۔

جانم۔ ایم سوری۔ ا۔ اب مجھے کوئی بھی سزا دیں لیں۔ لیکن ا۔ ایسے تنگ مت کریں۔

بچ۔ چلیں اٹھیں شاباش۔ وہ اسکے چہرے کے نقش نقش کولبوں سے چھوتا سرگوشیاں کر رہا تھا۔

غازی جو خود ساکت کھڑا تھا وہ اندر کی طرف بھاگا۔۔

عین اٹھیں نا وہ اسکے وجود کو جھنجھوڑ گیا۔۔ لیکن وہ بے سود پڑی تھی۔۔

ڈاکٹر زافسوس سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔

عین۔۔ وہ پھر سے اسکے چہرے پر جھکا جب کسی نے پکڑ کر اسے پیچھے کھینچا۔۔

غازی نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتے پیچھے گرایا تھا۔۔

وہ اوندھے منہ زمین پر گرا تھا۔۔

خبردار۔ خبردار جو تم نے ہاتھ بھی لگایا میری بہن کو۔۔ وہ دھاڑا تھا۔۔

حسن بابا عالم کے ہاتھ جھٹکتے اسکے بے جان وجود کے پاس آئے تھے۔۔

مرتسم کو جیسے فرق نہیں پڑا وہ پلٹ کر پھر سے عینا کو دیکھنے لگا۔۔

وہ اٹھا لیکن غازی کے بھاری مکے نے اسے پھر سے گرنے پر مجبور کر دیا۔

آج تمہاری وجہ سے صرف اور صرف تمہاری وجہ سے میری بہن اس حالت میں ہے۔۔

جب نبھا نہیں سکتے تو پھر محبت کی ہی کیوں۔۔

گھر کی عورتیں سہم کر ایک سائیڈ کھڑیں انہیں دیکھ رہی تھیں۔

وہ پے درپہ اسے مکے مارتے دھاڑ رہا تھا۔

اسکی آواز بھگیکتی جارہی تھی۔

وجدان بھائی اور ولی نے بمشکل ان دونوں کو الگ کیا تھا۔

جبکہ غازی آپے سے باہر ہو رہا تھا۔

تمہاری وجہ سے میری بہن مر گئی۔ سالوں بعد وہ مجھے ملی بھی تو صرف

تمہاری وجہ سے وہ پھر سے بچھڑ گئی مجھ سے۔

وہ وجدان بھائی کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتا چیخ رہا تھا۔

ڈاکٹر زجو غازی اور مرتسم کو وہاں سے لے جانے کا کہتے عینا کی ڈیڈ بودی کو

وہاں سے باہر لے جانے لگے تھے۔

جب نرس کے چیخنے کی آواز پر سب ساکت ہوئے۔

ڈاکٹر شتی۔ از۔ الائیو۔

عینا کے وجود نے جھٹکا کھایا تھا۔

عین۔ مرتسم اتنی مار کھانے کے باوجود اسکی طرف لپکا تھا۔
پلیز آپ سب باہر جائیں۔ پلیز لے کے جائیں انہیں۔۔
نرس نے وجدان کو کہا تھا۔

جو بمشکل غازیان اور مرتسم کو گھسیٹ کر وہاں سے باہر لے گئے تھے۔۔
اسکا وجود جھکٹے کھارہا تھا۔ پھر یکدم ساکت ہو گیا۔
تیز تیز سانس لیتے اسکی سانسیں نارمل ہوتی چلی گئیں۔۔
کچھ دیر بعد ڈاکٹر باہر آئے۔۔

مبارک ہو آپ لوگوں کی دعائیں رنگ لے آئیں وہ زندہ ہیں۔۔
ڈاکٹر نے حیران کن لہجے میں کہا تھا۔
الحمد للہ۔۔ سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا تھا۔۔
لیکن پھر اپنے پہلے کیوں ایسا کہا تھا۔۔

کیا آپ کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ پیشنٹ زندہ ہے یا مردہ۔

وجدان بھائی غصے سے بولے تھے۔۔

دیکھئے اس میں ہماری کوئی غلطی نہیں ہے اکثر پیشنٹس کی باڈی بالکل فریض ہو جاتی ہے۔

انکی سانس رک جاتی ہے۔ وہ موت کے بالکل قریب جا کر واپس آتے ہیں۔ اکثر پیشنٹس کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ جب وہ خود کو مردہ سمجھتے ہیں تو انکی باڈی ویسے ہی ریٹکٹ کرتی ہے لیکن اصل میں وہ زندہ ہوتے ہیں۔

آئی تھنک انہوں نے جب انکے وجود کو جھنجھوڑا تو انکی سانسیں پھر سے چلنے لگی تھیں۔

وہ پیشہ ورانہ انداز میں کہتے مرتسم کی طرف اشارہ کر گئے۔۔

جو گھٹنوں کے بل سر جھکائے بیٹھا تھا۔۔

میری بیٹی زندہ ہے۔ میری مہر زندہ ہے۔۔ یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ حسن

بابا پھوٹ پھوٹ کر روتے سجدے میں گرے تھے۔۔

غازی سپاٹ نظروں سے انہیں گھورتا رہا۔

ویسے تو خطرے سے باہر ہیں۔ لیکن کب تک یہ میں نہیں کہہ سکتا۔
اس بار تو کسی معجزے نے ہی انہیں بچایا ہے۔

اگر دوبارہ انہیں کسی بھی قسم کی ٹینشن یا سٹریس ہو تو دوبارہ بھی ایسا ہو سکتا ہے۔

لیکن ہر بار معجزے نہیں ہوتے۔ انہوں نے سختی سے کہا تھا۔۔۔۔۔
کیا میں مل سکتا ہوں۔ غازی نے بے چینی سے پوچھا۔

فلحال تو وہ بے ہوش ہیں۔ ہم انہیں جنرل وارڈ میں شفٹ کر دیں گے تب آپ مل سکتے ہیں۔

ایکسیوزمی۔۔ ڈاکٹر کہتا جا چکا تھا۔

عائشہ ماما جو بے ہوش تھیں۔ ماہم بمشکل انہیں ہوش میں لائی تھی۔ اور مہر کے زندہ ہونے کی خوشخبری دی تھی۔

وہ پاگلوں کی طرح وہاں سے بھاگی تھیں۔

م۔ میری بیٹی۔ کہاں ہے میری بیٹی۔ حسن میری مہر زندہ ہے۔ اپنے سنانا۔

آپ چلیے مجھے اسکے پاس لے چلیے۔۔

وہ خوشی سے حسن صاحب کا بازو جھنجھوڑتے کہہ رہی تھیں۔

کونسی بیٹی۔۔ غازی کی سپاٹ آواز پر سب نے چونک کر اسے دیکھا۔
کس بیٹی کی بات کر رہی ہیں آپ۔

وہ بیٹی جسے ساری زندگی آپ جائز ہوتے ہوئے بھی جائز کا حق نہیں دلا
سکیں۔

وہ طنزیہ نظروں سے انہیں دیکھتا بولا تھا۔

عائشہ نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا۔

آپ میری بیٹی۔ میری بیٹی تو کرتی رہیں لیکن کبھی اس بیٹی کے حق میں بولنا
سکیں۔ آپ تو شاہد تھیں مہر کے جائز ہونے کی۔

آپ جانتی تھیں میرے باپ نے نکاح کیا تھا میری ماں سے۔ اسکے باجود

کیوں چپ رہی آپ۔۔ کیوں آخر کیوں۔۔ وہ چیخا تھا۔

اس سے اچھا ہوتا وہ وہیں مر جاتی۔

جائز ہوتے ہوئے بھی ناجائز کہلانا اس کا مطلب سمجھتی ہیں۔ اپ۔ وہ تکلیف وہ درد سمجھتی ہیں اپ۔۔ وہ دکھ اور تکلیف سے انہیں دیکھتا بول رہا تھا۔۔
ماہم اپنا اور ماما نے تاسف سے انہیں دیکھا تھا۔

اور آپ۔۔ باپ کہتے ہیں نا آپ خود کو مہر کا۔

بھائی تھے نا آپ ہر لین شاہ کے۔ کم از کم ایک بار تو ان سے جاننے کی کوشش کی ہوتی۔ کم از کم ایک بار تو پوچھا ہوتا ان سے۔ انکی خوشی جانی ہوتی۔

کیوں آخر ایک عورت کو ہی رسم و رواج کی زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے۔

کیا ان کا کوئی حق نہیں تھا اپنی مرضی سے اپنا ہم سفر منتخب کرنے کا۔

وہ حسن بابا پر چیخا نہیں تھا۔ ماں کو یاد کرتے اس کا لہجہ رندھ گیا تھا۔ آواز دھیمی ہوتی چلی گی تھی۔۔

آپ بھی تو آخر بیٹی کے باپ ہیں۔ آپکو زرا برابر ابھی رحم نہیں آیا میری بہن
ہر سوتن کا سایہ لاتے ہوئے۔

ایک بار سوچا ہوتا کہ وہ آپکو باپ کہتی ہے اپنا۔ ایک بار اسے اپنی بیٹی مانا تو ہوتا
--

وہ قاسم بابا کو دیکھتا دھاڑا تھا۔ جو شرمندگی سے سر جھکا گئے۔
ولی اور عالم نم آنکھوں سے مہرماہ شاہ کے محافظ کو دیکھ رہے تھے جو آج تک وہ
خود نابن پائے تھے۔

اور تم۔ اسنے نیچے گرے مرتسم کو دیکھا۔
تم نے محبت کی تھانا اس سے۔ نکاح میں لیا تھانا اس سے۔
پھر کیوں آخر اسکے ہوتے ہوئے بھی دوسری شادی رچانے چلے تھے۔
اگر کرنی ہی تھی تو میری بہن کو کیوں اپنایا۔
کیوں اسے پیار محبت کا جھانسا دیا۔

(وہ حسن بابا سے سب جان چکا تھا اس بارے میں)

کیا نہیں جانتے کہ عورت شراکت داری برداشت نہیں کرتی۔ عورت وہ بھی وہ جو تم پہ جان چھڑکتی ہو۔۔

آخر کس چیز کی کمی رہ گئی تھی میری بہن کے پیار میں۔۔

وہ مرتسم کا گریبان پکڑتا غرایا تھا۔

خدا کی قسم اگر میری بہن کا دل تمہارے لیے نادھڑکتا ہوتا تو میں تمہیں زندہ گاڑھ دیتا۔۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ اپنی شکل گم کر لو اس سے پہلے کہ میں تمہارے چہرے کا نقشہ بگاڑ دوں۔

وہ اسے دھکا دیتا بولا تھا۔۔

مرتسم اسے نہیں سن رہا تھا اسکی ساکت نظریں دروازے پر تھیں۔

جسکے پاراسکی زندگی سانسیں لے رہی تھی۔

آپ سب لوگ بھی خدا کے لئے چلے جائیں۔ جائیں یہاں سے۔
بہت برباد کر دیا اپنے میری بہن کو۔۔ اب اور نہیں۔

م۔ میری عین ہیں وہ۔ م۔ میں انہیں بچ۔ چھوڑ کر نہی۔ جاؤں گا۔
ولی اور ارسل اسے زبردستی اٹھانے لگے تھے وہ جانتے تھے کہ غازی کا غصہ
جائز ہے۔

لیکن مرتسم انکے ہاتھ جھٹکتا چلا یا تھا۔

غازی نے تیش سے اسے دیکھا۔

میری بات کان کھول کر سن لیں آپ سب۔

وہ مہرماہ حسین شاہ تھی آپکی بیٹی جسے اپنے جیتے جی مار دیا۔

وہ عین تھی تمہاری عینا۔ جو آج یہاں۔۔ یہاں مر گئی۔

اب اگر کوئی زندہ ہے تو وہ نا آ پکی بیٹی ہے نا تمہاری بیوی ہے۔

وہ حسن بابا اور مرتسم کو دیکھتا غصے سے چلایا۔

جو زندہ ہے وہ نعمت علی شاہ کی پوتی، ہر لین شاہ کی بیٹی اور غازیان شاہ کی بہن

ہے۔ مہرماہ حدید شاہ ہے وہ۔

وہ تیش سے دھاڑا تھا۔

آپ سب میں سے کسی کا بھی کوئی حق نہیں ہے اس پر۔

چلیں جائیں یہاں سے۔

وہ غصے میں تھا۔ شدید غصے میں۔ سب نے ساکت ہوتے اسے دیکھا تھا۔

اسکا غصہ سمجھتے وہ وہاں سے چل دیئے۔

چلیں بابا میں آپکو پھر لے آؤں گا۔ وہ ابھی بہت غصے میں ہے وہ نہیں ملنے

دے گا آپکو مہر سے۔

عالم زبردستی حسن شاہ اور عائشہ بیگم کو وہاں سے لے جانے میں کامیاب ہوا

تھا۔

ماہم اپیانے بے بسی سے مرتسم کو دیکھا۔
ارسل اور ولی انہیں تسلی دیتے۔ مرتسم کی طرف بڑھے تھے۔

چل میر۔ ارسل نے اسکا بازو پکڑا۔
کہاں۔ نہیں میں نہیں جاؤں گا۔ مجھے عین کے پاس رہنا ہے۔۔
وہ اس سے اپنا بازو چھڑواتا اسے گھورتا بولا تھا۔

غازی نے آگے بڑھتے اسکا گریبان پکڑا۔
میں بھی دیکھتا ہوں کیسے جاتے ہو تم میری بہن کے پاس۔
وہ اسے گریبان سے گھسیٹ رہا تھا۔

مرتسم کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ غازی نے پہلے ہی اسے مار مار کے ادھ موا کر دیا
تھا۔

باقی کی رہی سہی کسر زہنی دباؤ نے پوری کر دی تھی۔۔

غازی اسے گھسیٹتا سیڑھیوں کے طرف لے جا رہا تھا۔ جب وہ ریت کی مانند اسے ہاتھوں سے پھسلتا سیڑھیوں سے نیچے گرتا چلا گیا۔۔

مرتسم۔۔ ولی اور ارسل چیخے تھے۔

جبکہ وہ خون سے لت پت ہوتے وجود کے ساتھ بھی مسکرا دیا۔
اسکے بعد وہ نہیں جاتا تھا کہ کیا ہوا۔

غازی رات و رات مہر کو لے کر کہاں چلا گیا۔ کوئی نہیں جانتا تھا۔
مرتسم کے سر پر گہری چوٹ لگی تھی جسکے باعث وہ اگلا پورا ہفتہ غنودگی میں رہا۔۔

جب اسے ہوش آیا تھا تو اس نے بہت ہنگامہ کیا۔ بہت قہرام مچایا۔
اسے اسکی عین چاہیے۔، اسکی عینالا کے دو۔

یہاں تک کے وہ رو دیا تھا۔ وہ ستائیس سالہ مرد بہن کی آغوش میں بالکل بلک کر رو دیا۔

عشق کے ہاتھوں مجبور ہو کے۔ وہ منتیں۔ کر چکا تھا۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا تو
آخر اسکو چپ لگ گئی۔

وہ ایک ماہ جوا سنے تڑپتے بلکتے گزارا تھا اس سے آگے پانچ ماہ اسکو ایسی چپ لگی
تھی کہ ابھی تک اسے کسی سے بات نہیں کی تھی۔

قاسم بابا سے تو وہ ہر رشتہ توڑ آیا تھا۔

اسنے کہا تھا اگر اسکا اپنا باپ ہوتا تو وہ کبھی اسے اس حال میں نہیں آنے دیتا۔
وہ شاہ ولا نہیں رہنا چاہتا تھا۔

اسنے کہہ دیا تھا جس گھر کے لوگ اسکی محبت کی قدر نہیں کر سکتے وہ وہاں
نہیں رہے گا۔

اور اب وہ خود کو تکلیف دے رہا تھا۔ ہر پل بے موت مرتا تھا۔

عینا سے بے وفائی کی نہیں تھی اسنے لیکن ناچاہتے ہوئے بھی وہ بے وفا کہلایا
تھا۔

جسکی سزا اب وہ بھگت رہا تھا۔

اکثر سنا ہے لوگ کہتے ہیں نا وہ کسی اپنے کی جدائی میں مر جاتے ہیں لیکن
مرتے نہیں ہیں۔

: اور وہ کہتا تھا کہ

اپکے بغیر مرتسم میر زندہ رہ لے پائے لیکن جی نہیں پائے۔۔
اور وہی ہوا۔ وہ جی نہیں پایا۔ وہ زندہ تھا ایک چلتی پھرتی لاش کی طرح۔
بس زندگی گزار رہا تھا جی نہیں رہا تھا۔

: حال

دور کہیں آذان کی آواز پر وہ چونک کر ہوش میں آیا۔
سر جھٹکتے آذان کا جواب دیتے وہ نماز کے لئے اٹھ گیا۔



وہ روتے روتے کب سو گئی اُسے پتہ ہی نہیں چلا۔

اسکی آنکھ کھلی تو گیارہ ہو رہے تھے۔ اسنے کاٹ میں دیکھا جہاں ایزل نہیں تھی۔

وہ جانتی تھی غازی اسے دیکھنے آیا ہو گا تو وہ ایزل کو لے گیا ہو گا۔

نیند تو اسے اب انہیں رہی تھی اس لیے وہ لیپٹاپ لے کر بیٹھ گئی۔

سکروولینگ کرتے اچانک اسکی نظر عادی کی پروفائل پر پڑی۔

ناچاہتے ہوئے بھی اسکا ہاتھ پروفائل پر لگ گیا۔

لیکن وہاں چھ ماہ پہلے آخری پوسٹ کی گئی تھی اسے بعد سے اب تک وہاں

کوئی اپڈیٹ نہیں تھی۔

گہری سانس بھرتے اسنے لپٹاپ بند کر دیا۔

اسنے سونے کی کوشش کی لیکن نیند نہیں آئی۔ وہ اٹھ کہ کھڑکی میں اگی۔

سمندر کی ٹھنڈی ہوائ اسنے اسکے بے چین وجود کو زراسا پر سکون کیا تھا۔

اچانک آکسی نظر چاند پر پڑی۔
جسکی روشنی آج بہت مانند تھی۔ بہت اداس لگ رہا تھا آج چاند اسے۔
شاید وہ خود اداس تھی تو اسے چاند بھی اداس لگ رہا تھا۔
کھڑکی سے سر ٹکاتے وہ چاند کو دیکھتے چھ ماہ پہلے کے مناظر میں کھو گئی۔



: چھ ماہ پہلے

غازی اسے رات ہی کراچی لے آیا تھا۔
زر نور تو حیران پریشان سی اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔
لیکن غازی نے اسے جب اسے سب بتایا تو وہ اسکی تکلیف پر بہت روتی
تھی۔

مہر کے روم کو پوری طرح سے اسنے ہو سہٹل بنا دیا تھا۔

ہند رہ دن تک تو وہ نیم بے ہوش ہی رہی۔

اسکوز ہنی وجسمانی اتنی کمزوری تھی کہ اسکا دماغ کام نہیں کر پارہا تھا۔

ہند رہ دن بعد جب وہ مکمل ہوش میں آئی تھی تو۔ اسنے غازی کو دیکھتے ہی

اسے پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔

ک۔ کون ہیں آپ۔ م۔ میں نہیں جانتی۔ پ۔ لیز مجھے ب۔ خش۔ مینے کیا

بگاڑا ہے اچکا۔

کیوں ہر کوئی میری زندگی کو عزاب بنانے پر تلا ہے۔

غازی کو دیکھتے وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے چلائی تھی۔

مہر میری جان۔ میں ہوں۔ ان تمہارا آن بھائی۔ میں اپنی گڑیا کو کیوں کوئی

تکلیف دوں گا۔

نہیں میرا بچہ اب تکلیف کے دن گزر گئے۔ میں اب تمہیں کوئی کاٹا بھی
نہیں چھبنے دوں گا میرا بچہ۔۔

وہ اسے اپنی آغوش میں بھرتا اسکا سر چومتا بہلا رہا تھا۔ ا۔ ان۔ وہ اس کے سینے
سے لگتے بے تحاشہ رودی۔ ک۔ کہاں تھے آپ ب۔ بھائی۔ م۔ میں آپ کو
خوابوں میں د۔ دیکھتی تھی۔

ا۔ اپنے اتنی دیر کیوں کر دی۔ سب نے مجھے آتا ہرٹ کیا۔ بہت گندے ہیں
لوگ۔

بھائی پلیز مجھے ماما کے پاس لے جائیں۔ مجھے کسی اور کے پاس نہیں جانا۔
وہ ہچکیوں سے روتی اس سے فریاد کر رہی تھی۔۔

مہرو۔۔ غازی نے ماں کے زکر پر ضبط سے اسے دیکھا۔
ماں نہیں ہیں مہر۔ ماں تو بہت پہلے چلی گئی۔ وہ اسکا چہرہ اپنے سامنے کرتا
بولا۔۔

مہر نے ساکت ہوتے اسے دیکھا۔۔

ماں نہیں ہیں۔۔۔ وہ معصومیت سے اسے دیکھتے بولی۔۔

نہیں میرا بچہ ماں نہیں ہیں۔ تو کیا ہو گیا۔۔ بھائی ہیں نا۔۔ اپنی مہر و کے لئے۔۔

غازی اسکی بھگی آنکھوں پر بوسہ دیتا نرمی سے بولا۔۔

ا۔ اپ کیوں ہیں میرے ساتھ۔ م۔ میں توں۔ ناجائز۔۔ وہ ابھی اتنا ہی بولی تھی کہ غازی نے تیزی سے اسکی بات کاٹی۔۔

خبردار مہر و۔ آج کہ دیا آئندہ مت کہنا۔۔ ہماری ماں نے نکاح کیا تھا بابا سے۔ خود کو ناجائز کہ کے انکے رشتے کی توہین مت کرو میری جان۔

وہ نرمی سے اسے دیکھتے بولا تھا۔۔

تو پھر وہ۔۔ وہ ابھی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

غازی نے گہری سانس بھری۔۔ وہ اسے سب کچھ بتاتا چلا گیا۔۔

و۔ وہ بہت برے ہیں۔۔ انہوں نے ساری زندگی مجھ سے اتنی نفرت کی

ہے۔ میں سمجھتی تھی کہ شاید میری ہی کوئی غلطی ہے لیکن وہ تو ہے ہی

برے۔۔ غازی کے چپ ہونے پر وہ زولفقار شاہ کے بارے سنتے غصے سے
بولی تھی۔۔

بس میری جان بھائی آگئے ہیں نا۔ اب کوئی آپکو سخت نظر سے دیکھے گا بھی
نہیں۔

غازی نرمی سے اسے خود سے لگاتے بولا۔۔

ب۔ بھائی۔ ماں بابا کی کوئی تصویر ہے آپکے پاس۔۔ وہ کچھ دیر بعد اس سے
بولی تو غازی نرمی سے مسکرا دیا۔۔

ایک منٹ۔۔ وہ اسکے سر پہ بوسہ دیتا اٹھا۔۔

کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔۔

لو۔ مہر کے سامنے لفافہ کرتے اسنے اسے کھولنے کا اشارہ کیا۔۔

مہر نے لفافہ چاک کرتے کھولا۔۔

اسمیں سے کی تصاویر نکلی تھیں۔۔ وہ اس تصویروں میں اس لڑکی کو دیکھتی

ساکت ہوئی تھی۔۔

اسنے بے یقینی سے چہرہ اٹھاتے سامنے آئینے میں اپنے عکس کو دیکھا اور پھر
غازی کو جو اسکا چہرہ دیکھا مسکرا دیا۔

ہم یہ سچ ہے۔ تم ہو بہو ماں جیسی ہو۔

کوئی اگر تمہیں دیکھے تو کہے گا یہ تو ہر لین شاہ ہے۔ آج اگر ماں ہوتی تو سب
کہتے آپ دونوں جڑواں بہنیں ہیں۔

وہ نرمی سے مسکراتا بولا۔

اسکے مسکرانے سے چہرے پر ڈمپل گہرے ہوئے تھے۔

میں ہی کیوں آپ بھی تو ہیں۔ وہ تصویر میں ہر لین شاہ کے گالوں پر پڑتے
ڈمپل کو دیکھتی ٹرانس کی سی کیفیت میں بولی۔

ہم۔ ہم دونوں ہی ماں کی کاپی ہیں۔ وہ نرمی سے مسکرایا تھا۔

کتی ہی دیر وہ دونوں اپنے بچپن کی باتیں یاد کرتے تھے۔

غازی اسے کبھی کچھ بتاتا تو کبھی کچھ۔

جب عینا کو زرنور کا پتہ چلا تو وہ غازی کے لئے بہت خوش ہوئی تھی۔

اسکی زرنور کے ساتھ اچھی دوستی ہوگی تھی۔

غازی کے رات کو آتے ہی وہ دونوں بہن بھائی مل کر بچپن کی یادیں تازہ کرتے تھے۔

غازی اچانک کبھی بھی اس کے بچپن کی کوئی بات کر دیتا تو وہ پھیکا سا مسکرا دیتی۔

لیکن ایزل کے آنے کے بعد وہ کھل کے مسکرانے لگی تھی۔ اسے ایزل میں ہانم دکھتی تھی۔

اسے بچے تو بہت پسند تھے لیکن ہانم اور ایزل میں تو اب اسکی جان بسنے لگی تھی۔

اور وہ دونوں ہی اس سے بہت پیچ ہوگی تھیں۔

چار ماہ پہلے ہی اسے وہیں ایک ہو اسپتال جوائن کر لیا تھا۔ خود کو کام میں مصروف کرتے سب کو بھلانا چاہا تھا۔

وہ ایکٹ کرتی تھی کہ وہ خوش ہے سب کو بھول گئی ہے۔۔ لیکن وہ جانتی تھی
ناوہ بھولی ہے ناوہ کبھی کسی کو بھلا سکے گی۔۔

اور رہی بات مر تسم کی تو وہ تو اسکی رگ رگ میں بسا تھا۔۔ اسے کیسے بھول
سکتی تھی وہ۔۔



تیز ہوا کے جھونکے سے وہ چونک کر ہوش میں آئی تھی۔
سر جھٹکتے وہ بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔ جانتی تھی کہ نیند تو آئے گی نہیں لیکن پھر
بھی زبردستی لیٹتے آنکھیں موند گئی۔۔
کروٹ پہ کروٹ بدلتے وہ جھنجھلا گئی۔۔
بیزاری سے اٹھتے اسنے وقت دیکھا۔ جہاں دو ہو رہے تھے۔۔ وہ متحد کے لئے
وضو کرنے چلی گئی۔

جب تک اسے تہجد ادا کی فجر کی اذان بھی ہو گی۔

فجر پڑھتے اسے قرآن کی تلاوت کی۔

قرآن رکھ کر ابھی وہ مڑی ہی تھی کہ اسے لگا جیسے اسکی کھڑکی میں کوئی ہے۔

اسنے چونک کر وہاں دیکھا لیکن وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

اسنے دور کسی سائے کو دیکھا تھا۔

وہ ڈر گی تھی۔ ڈر اسکے چہرے پر واضح تھا۔ بھاگ کر وہ باہر آ گی۔

جہاں زر نور ایزل کو جھلاتے سلار ہی تھی۔

مہر ہلکا سا مسکرا دی۔

کیونکہ زر نور کی خود کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں۔ یہاں تک کہ

غازی بھی اٹھا تر چھا صوفے پر لیٹا تھا۔

مجھے دے دیں بھا بھی۔ اسنے ایزل کو زر نور سے لیا۔

وہ اسے بھا بھی کہتی تھی زرنور کے منع کرنے کے باوجود لیکن اسے کہا تھا اسکا
یکا ہی بھائی ہے اور اسکی خواہش ہے وہ کسی کو بھا بھی کہے۔ اس لیے زرنور نے
بھی اسے منع نہیں کیا۔

بھائی اٹھیں اندر جا کے سوئیں۔ اسنے غازی کا کندھا ہلایا جو نیند میں جھولتا اٹھ
کر کمرے کی طرف چلا گیا۔

وہ نفی میں سر ہلاتی ایزل سے کھیلنے لگی۔

وہ روز ہی ایسے کرتی تھی۔ اس وقت ناخود سوتی تھی نازر نور اور غازی کو
سونے دیتی تھی۔

زرنور تو اتنا جھنجھلا جاتی تھی کہ وہ کہتی تھی میں اسے اٹھا کہ باہر پھینک آؤں
گی غاز۔

اور وہ دونوں بہن بھائی بس اسکی شکل دیکھ کر رہ جاتے تھے۔

حالانکہ وہ اتنا تنگ نہیں کرتی تھی اسکا بس یہ تھا کہ اسے آزاد چھوڑ دو وہ ہاتھ
پاؤں مارتی خود سے کھیلتی تھی۔

لیکن اس طرح وہ ایک مرتبہ گرتے گرتے بچی تھی۔

اس لیے زرنور اسے اکیلا چھوڑتی نہیں تھی جس سے وہ چڑچڑی ہو جاتی تھی۔۔

لیکن وہ مہر کے پاس آتے ایسے کھلکھلاتے تھی جیسے وہ اسے پتہ نہیں کونسے جو ک سناتی ہو۔۔

اسے اپنی پھوپھو پہلے دن سے ہی پسند تھیں۔ کیونکہ ان سے آنکھیں کھولتے پہلی بار دیکھا ہی اپنی پھوپھو کو تھا۔

اسکی پھوپھو کا ہی پہلا لمس محسوس کیا تھا۔۔

زرنور ویکنس کی وجہ سے کافی دن ہو سپٹلائز تھی اس لیے ایزل کو مہر ہی سنبھال رہی تھی۔

اس لیے وہ زرنور سے زیادہ مہر سے اٹیچ تھی۔۔

وہ ایزل کو سلاتی اسے اپنے روم میں لے آئی۔ جب اسے کچھ عجیب فیل ہوا۔۔ اور ابکائی آئی۔

ایزل کو کاٹ میں ڈالتے وہ تیزی سے واشروم کی طرف بڑھی تھی۔
کچھ دیر بعد وہ ٹاول سے منہ صاف کرتی باہر آئی تو نڈھال سی تھی۔
شائید رات سے کچھ ناکھانے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔
صبح صبح یوں دل خراب ہونے سے وہ یہی اندازہ لگا پائی۔
اس لیے ایک نظر ایزل کو دیکھتی وہ اپنے لیے ناشتہ بنانے کچن کی طرف چل
دی۔

مہر یہ دیکھو نا یہ بہت پیاری لگے گی تم پہ۔ زر نور اسکے سامنے ایک بلیک
ساڑھی رکھتی بولی۔

مہر نے چونک کر اس ساڑھی کو دیکھا۔
اسکے ہو سپٹل میں جہاں وہ جاب کرتی سب کے لئے ایک گیٹ ٹو گیدر تھا۔
ہو سپٹل کے دس سال مکمل ہونے پر۔

بلیک تھیم تھا۔ لیکن اسکے پاس بلیک کوئی ڈریس تھا ہی نہیں اس لیے اس نے
زر نور سے ہیلپ مانگی جو اسے اپنی واڈرو ب سے ڈریسز زدیکھا رہی تھی۔۔
لگتا ہے ایزل اٹھ گی۔ تم یہ ساڑھی ٹرائے کرو میں دیکھتی ہوں اسے۔۔
ایزل کے رونے کی آواز سنتے زرنور اسے کہتے اٹھ گی۔
جبکہ مہر خالی نظروں سے اس ساڑھی کو دیکھنے لگی۔
آنکھوں کے سامنے کی منظر جھلملانے لگے تھے۔۔
سر جھٹک کر اس نے ہاتھ بڑھاتے اس ساڑھی کو اٹھا لیا۔۔
آئینے کے سامنے جاتے ساڑھی کا پلو خود پر رکھتے دیکھنے لگی۔
اچانک اسکے زہن میں کی منظر جھلملا اٹھے۔۔

: ماضی

کچھ ماہ پہلے مرتسم کی برتھڈے تھی لیکن اسی دن عینا کو ایک ایمر جنسی برین
سرجری کرنی پڑی تھی۔ اس لیے وہ پورا دن گھرنا سکی۔

رات میں مرتسم کے لئے جو پارٹی رکھی وہ بمشکل ہی ٹائم پہ گھر پہنچی تھی۔
پستہ کلر کے لانگ فراق میں وہ لائٹ سے میکاپ میں بہت پیاری لگ رہی
تھی۔۔

مہرنے اسے منانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ تو اسے ایسے اگنور کر رہا تھا
جیسے اسے جانتا ہی ناہو۔۔

وہ جانتی تھی وہ اس سے ناراض ہوگا۔

مرتسم کے اگنور کرنے سے وہ بری طرح جھنجھلائے ہوئی تھی۔

جب اسکی نظر زینی پر پڑی جو فون دیکھتی چلتی جا رہی تھی۔ تبھی ہانیا جو کھیلتی
بھاگ رہی تھی اس سے ٹکرائی۔۔

ہانی۔ بیہویہ کیا طریقہ ہے چلنے کا۔ زینی غصے سے اس سے بولی۔

وہ تو بچی ہے۔ فون میں تو تم لگی ہوئی تھی۔ ابھی تمہاری وجہ سے ہانی گر جاتی یا
اسے چوٹ لگ جاتی۔۔

عینا اسے گھورتے بولی تو زینی نے تنفر سے اسے دیکھا۔۔

اوپلیز یہ لیکچر مجھے تو مت ہی دو میں بہت اچھے سے جانتی ہوں تم یہ سب کی
فکر اس لیے کرتی ہوں کیونکہ سبکی اسٹینشن پانا چاہتی ہو۔ تاکہ سب کی نظریں
بس تم پہ ہی رہیں۔ وہ بیزاری سے بولی۔۔

مہر کا پہلے ہی دماغ گھوما ہوا تھا۔

اس لیے دانت پیستے بولی۔

باقی سب کا تو پتہ نہیں لیکن جسکی نظریں تم خود پر چاہتی ہو انکی نظریں مجھ پر
سے نہیں ہٹ رہیں یہی بات تمہیں بے چین کیے ہوئے ہے۔۔

مہر نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھتے کہا۔ لہجے میں ایک مان تھا۔۔

وہ بنا دیکھے بھی جانتی تھی کہ مر تسم اسے ہی دیکھ رہا ہے۔

زینی کا چہرہ اہانت سے سرخ ہو گیا۔

اسنے پلٹ کر دیکھا۔

مر تسم کی نظریں واقعی اس پر سے ہٹنے سے انکاری تھیں۔ وہ پلک جھپکے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔

یہاں تک کہ زینی کے دیکھنے پر بھی اسنے نظریں نہیں پھیریں۔

وہ لب بھیج کر رہ گئی۔۔۔ پیر پٹکتی وہ وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔۔

مہرنے نفی میں سر ہلاتے پلٹ کر مر تسم کو دیکھا جو اسکے دیکھتے ہی نظریں پھیر گیا۔

مہرنے روہان سے ہوتے اسے دیکھا۔ وہ اس سے بہت کم ناراض ہوتا تھا۔ لیکن جب ہوتا تھا تو وہ اس سے بات کرنا نہیں چھوڑتا تھا وہ بس اسکو دیکھتا نہیں تھا۔
انفیکٹ اسکے سوا ہر چیز کو دیکھتا تھا۔۔

اسنے جب آیت کو مرتسم کے ناراض ہونے کا بتایا وہاں دانیل بھی تھی جسنے
اسے جو آئیڈیا وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑ گئی۔

ہر گز نہیں۔ سرخ چہرے سے نفی میں سر ہلاتی وہ دانیل کو اتنی کیوٹ لگی کہ
وہ بے ساختہ اسکا گال چوم گئی۔

مہر جھنپ کر پیچھے ہوئی۔

لکھ کے رکھ لو بیٹا یہی آئیڈیا کام کرے گا۔ باقی تمہاری مرضی۔

کیک کٹنگ کے بعد سب کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

مرتسم اسے دیکھ رہا تھا جو جانے کن سوچوں میں گم تھی۔

رات گئے تک فنکشن ختم ہوا تو سب اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔

مرتسم کو کافی وقت سے مہر نظر نہیں آئی اسے لگا شاید روم میں چلی گئی ہے

وہ ابھی اوپر جا رہا تھا جب اسے دانیل کے نمبر سے کوئی میسج موصول ہوا۔

اگر کرنا دیدار ہے تو جاؤ چھو لو چاند کو اسکی چاندنی میں۔

اسنے الجھ کر وہ میسج پڑھا۔ وہ کوئی کہاوت تو تھی نہیں۔

دائین نے خود سے ہی اسے کوئی کلو دیا تھا۔

چاند تو چھت پہ ہی نظر آئے گا۔ وہ کچھ سوچ کر ٹیرس کی طرف بڑھ گیا۔

اسنے دروازہ کھولا لیکن ٹیرس کی لائیٹس اوف دیکھتے اسے کچھ عجیب لگا۔

اسنے ہاتھ مارتے لائیٹس اون کی۔ جیسے ہی لائیٹس اون ہوئی وہ چونک گیا۔

پورا ٹیرس پھولوں اور رنگ برنگی لائیٹس سے سجایا گیا تھا۔

وہ حیران رہ گیا۔ لیکن پھر کچھ سوچتے اسکے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

جانم۔ وہ زیر لب مسکرایا۔

اسنے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں لیکن وہ خود اسے کہیں نظر نہیں آئی۔

لیکن وہ چونک گیا۔ اچانک چوڑیوں کی چھن چھن سے۔

اسنے پلٹ کر دیکھا۔ وہ نہیں تھی لیکن آواز اسے آرہی تھی۔

ہم یووانٹ تو پلے وڈمی۔ وہ زیر لب بڑ بڑایا۔

جان بوجھ کر ہر چیز نظر انداز کرتے وہ پلٹ گیا۔
مہر جو پلر کے پیچھے چھپی کھڑی تھی اسکا منہ کھل گیا۔
وہ جھٹکے سے سامنے آئی۔

شاہ۔۔ روہان سے ہوتے اسنے اسے پکارا۔
مر تسم نے لب دباتے مسکراہٹ روکی تھی۔
چہرے پر سنجیدگی طاری کرتے وہ مڑا۔ لیکن وہ سانس نہیں لے سکا۔
بلیک کلر کی ساڑھی میں بالوں کا ہلکا سا بن بنائے ڈارک لپسٹک کے میں وہ قہر
ڈھار ہی تھی۔

ساڑھی کا پلو بازو پر رکھا تھا جو اسکے مخملی وجود پر پھسل رہا تھا۔
دو آوارہ لڑکیاں شرارت کرتیں اسکے رخسار کو چوم رہی تھیں۔
وہ مبہوت سا رد گرد کا ہوش بھلائے اسے دیکھ رہا تھا۔

بلیک کلرا سکی سرخ و سفید رنگت پر نج رہا تھا یوں جیسے یہ ساڑھی بنی ہی اس کے لئے ہو۔

مہرا سکی نظروں کے ارتکاز سے گھبرا گئی۔

شاہ۔ لب تر کرتے وہ گھبرا کر اسے پکار بیٹھی۔

مر تسم چونک کر ہوش میں آیا۔ گہری سانس چھوڑتے اس نے مہر کی طرف قدم بڑھائے۔

قدموں کا فاصلہ مٹاتے اسکے نزدیک آیا۔

وہ بے ساختہ ہی قدم پیچھے لیتی دیوار سے جا لگی۔

اسکے لب گہری مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔ وہ دونوں ہاتھ اسکے دائیں بائیں رکھتا اس پر جھک آیا۔

اتنی تیاری۔؟ ائیر واچکاتے گھمبیر لہجے پوچھا تھا۔

وہ اسکے اتنا نزدیک تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی دھڑکن سن سکتے تھے۔۔

مرتسم کی گرم سانسیں اسکا چہرہ جھلسانے لگیں

وہ۔۔ وہ میں۔۔ اسنے سمجھ نا آیا وہ کیا بولے۔

وہ اسکی توجہ چاہتی تھی لیکن ایسے اسنے سوچا بھی نہیں تھا۔

ہم وہ۔۔ مرتسم اسکے چہرے پر جھولتی لٹ کو پیچھے کرتا مسکاتی آنکھوں سے اسے دیکھتا بولا۔

ا۔ اپ ناراض تھے نا مجھ سے۔۔ جلدی میں منہ میں جو آیا بول گئی۔

تھا نہیں ہوں۔۔ مرتسم جان بوجھ کر چہرے پر مصنوعی سنجیدگی لاتا بولا۔

مہر کا چہرہ اتر گیا۔۔ شاہ سوری نا مینے جان بوجھ کر تو نہیں کیا نا۔

وہ معصومیت سے آنکھیں پٹیٹاتے بولی۔

مر تسم نے جان نثار ہوتی نظروں سے اسے دیکھا لیکن چہرے پر سنجیدگی ہی
رکھی

لیکن جانم آپکو ایک فون تو کرنا چاہیے تھا نا لیکن خیر ضروری ہوتا تو آپ
کرتیں۔

وہ جان بوجھ کر تاسف سے بولتے پیچھے ہو گیا۔

مر تسم تو کچھ زیادہ ہی ناراض ہو گیا تھا۔

اسکے ذہن میں دانیں کی بات گونجی تھی۔ اگر مر تسم کو منانا ہے تو یہ کرنا
پڑے گا۔

ویسے بھی اسے مر تسم سے ابھی اپنی فرینڈز کے ساتھ سوات جانے کی

اجازت بھی لینی تھی اس لیے اسے ہر حال میں یہ کرنا تھا۔

شاہ۔ اس سے پہلے کہ مر تسم اس سے دور ہوتا وہ تیزی سے اسکی گردن میں

بانہیں ڈال گی۔

مر تسم کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔۔ م

وہ م۔ مینے آپ کو م۔ منانے کے لئے یہ اریخ مینٹس کیے ہیں۔۔

وہ اسکے گلے میں بانہیں ڈالے اسے اپنے قریب کرتی بولی۔ ناچاہتے ہوئے
بھی لہجہ لڑکھڑا گیا۔۔

او کے تو پھر منائیں۔ وہ دلکشی سے مسکرایا۔۔

وہ پھیکا سا مسکرائی۔ دل اتنی زور سے ڈھڑک رہا تھا جیسے پسلیاں توڑ کے باہر
آجائے۔۔

ش۔ شاہ۔ وہ کپکپاتا ہا تھا اسکے دائیں گال پر رکھتی بولی۔۔

جی شاہ کی جان۔۔ بے آواز لب ہلے تھے۔۔

م۔ مان جائیں نا۔ وہ انگلی اسکے گال پر ٹریس کرنے کی کوشش کرتی بولی۔۔

مر تسم نے تیکھے چٹونوں سے اسکی یہ حرکت دیکھی تھی۔۔ وہ اتنی بولڈ تو نہیں تھی۔

وہ خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

س۔ سوری نا۔ وہ زرا سا اونچا ہوتے لب اسکی چن پر رکھتے بولی۔

ارادہ لبوں پر رکھنے کا تھا لیکن اسکا وجود یہ سوچ کے پسینے سے بھیک گیا۔

ا۔ اپ۔ وہ اسکی شرٹ کا پہلا بٹن کھولتی کچھ کہتی لیکن اس سے پہلے ہی مر تسم

نے اسکے بالوں کو اپنی نرم گرفت میں لیتے اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا۔

کہاں سے سیکھا ہے یہ سب۔۔ وہ غصے سے بولا۔

وہ بولڈ ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن مر تسم کو تو وہ شرم و حیا سے لبریز

ہی پسند تھی۔

مہر اسکو غصے میں دیکھ سہم گئی۔ وہ۔۔ حلق تر کرتی وہ اتنا ہی بول پائی۔

کچھ پوچھا ہے مینے کہاں سے سیکھا ہے یہ سب۔

وہ اسکے بالوں پر گرفت مضبوط کرتا سخت لہجے میں بولا۔

وہ دانیل ا۔ اپی نے کہا تھا کہ۔ آپکو اب۔ بولڈ لڑکیاں پسند ہیں۔ آپکو ایسے

مناؤں تو آپ م۔ مان جائیں گے۔

وہ رندھے لہجے میں بولتی اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

مر تسم کے تاثرات ڈھیلے پڑے۔

دانیل کی شرارت کا اندازہ ہوتے اسنے دانت پیسے تھے۔

لیکن میری جان آپ جانتی ہیں نا مجھے آپکے جیسی ہیں ویسی ہی پسند ہیں۔ وہ

نرمی سے اسکے بال چھوڑتا بولا جو بن سے نکلتے بکھر گئے تھے۔

م۔ میں آپکو کب سے منارہی ہوں۔ لیکن آپ ہیں کہ میری طرف دیکھ بھی

نہیں ہو رہے۔۔ ٹھیک ہے مجبوری میں غلطی ہو گئی۔ لیکن ا۔ ایسے اگنور کون

کرتا ہے۔

وہ بچوں کی طرح روتے بولی تھی۔۔

سوری جانم۔۔ مرتسم نے اسکے سر پر لب رکھتے اسکے بکھرے بال
سہلائے۔۔

اچھا بابا سوری میں تو بس آپکو تنگ کر رہا تھا۔۔ اسکا رونا تیز ہوتے دیکھ وہ
جلدی سے بولا۔

مہر نے آنکھیں۔ پھیلاتے اسے دیکھا

ا۔ اپ تنگ کر رہے تھے مجھے۔ وہ بے یقینی سے بولی۔۔

مرتسم سر کھجا کر رہ گیا۔۔

ا۔ اپ کتنے برے ہیں شاہ۔ میں یہ سوچ سوچ کہ گھل رہی ہوں کہ آپ مجھ

سے ناراض ہیں اور آپ مجھے تنگ کر رہے تھے۔۔

وہ اسکے سینے پر مکے مارتی چلائی۔

ہا ہا ہا ہا ہا۔۔ مرتسم کا قہقہہ گونجا۔۔

میرا معصوم بچہ پریشان ہو گیا۔۔ وہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے پیار سے
بولا۔۔

مہر خفگی سے اسے دیکھتی نظریں پھیر گئی۔۔

اچھا اب تو مان گیا ہوں۔ اب میری برتھڈے کا گفٹ تو دیں۔۔

مرتسم اسکی نم بھوری آنکھوں پر لب رکھتا بولا۔۔

کوئی گفٹ نہیں ملنا آپکو۔ اپنے مجھے اتنا تنگ کیا ہے۔ وہ تڑخ کر بولی۔۔

ٹھیک ہے مت دیں میں خود لے لوں گا۔۔ وہ اسے دیکھتا گھمبیر لہجے میں

بولا۔۔

اسکی نظریں عنابی ہونٹوں پر تھی اس پر تضاد۔ نچلے ہونٹ کے نیچے چمکتا سیاہ

تل اسکو بے چین کر گیا۔۔

اسکی نظروں کے ارتکاز سے مہر کی ہتھیلیاں پسینے سے تر ہو گئیں۔

مر تسم نے اسکے نچلے ہونٹ کو ہلکے سے انگلی سے سہلایا تھا۔۔۔
مہر نے حلق تر کرتے اسے دیکھا۔

اسنے بے ساختہ ہی جھک کر نرمی سے انہیں اپنے ہونٹوں کی گرفت میں لیا
تھا۔

وہ اچانک اسکی جسارت پر اسکی شرٹ کے کالر کو تھام گئی۔۔
مر تسم نے ایک ہاتھ اسکے بالوں میں پھساتے اسکا چہرہ اوپر کیا اور اسکے
ہونٹوں پر گرفت سخت کر گیا۔

جبکہ دوسرے ہاتھ سے اسکو کمر سے تھام کر خود میں بھینچا۔
وہ بے خود سا ہوتا شدت سے اسکی سانسیں پینے لگا۔

مہر کا وجود کانپ گیا اسکی شدت سے۔۔
وہ اسے سانس لینے کا بھی موقع دیے بغیر اسکے سانسیں چن رہا تھا۔
وہ نڈھال ہو گئی۔ تب کہیں جا کر اسنے چھوڑا تھا۔

وہ اسے کندھے پر سر ٹکائے اپنی سانسیں ہموار کرنے لگی۔

جانم۔ مرتسم نے اسکی کمر سہلاتے سرگوشی میں پکارا۔

ڈونٹ۔ ٹچ۔ میں۔ وہ غصے سے اسکے کندھے پر مکے برساتی بولی۔

مرتسم کا مدھم قہقہہ گونجا۔ اسنے زبردستی اسکا چہرہ سامنے کیا۔
مہر خفگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

جبکہ مرتسم اسکے ہونٹ دیکھتا لب دبا گیا۔

اسکے ہونٹوں کی سرخی وہ چن گیا تھا۔ اور وہ اب گلابی ہو رہے تھے۔

وہ بے ساختہ جھکتے اسکے ہونٹوں پر بوسہ دے گیا۔

چھوڑیں۔ وہ اسکی جسارتوں سے گھبرا گئی۔

چھوڑنے کی بات مت کیا کریں جانم۔ وہ اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے گھمبیرتا

سے بولا۔

مہر نے کپکپاتی پلکوں کی اوٹ سے اسے دیکھا اسکی آنکھوں میں تیزی سے خمار

پھیلا تھا۔

مرتسم ہاتھ کے انگوٹھے سے اسکا گال سہلاتا اسکے ہونٹوں کے نیچے بنے تل کو
شدت سے چھونے لگا۔

وہ بات بار اسکے تل کو چھوتا سے پاگل کر رہا تھا۔
میر۔۔ وہ کسمسائی۔۔

مرتسم مدہوش سا ہوتا اسکی چن سے ہوتا اسکی گردن پر اپنا لمس چھوڑنے
لگا۔

مہرنے اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی لیکن وہ زرا انچ بھی نہیں ہلا۔
آپکی یہ معصوم کوششیں بیکار ہیں جانم۔۔ وہ اسکے کان کی لو کو چومتا سرگوشی
کر گیا۔

مہرنے سہم کر اسے دیکھا۔

مرتسم اسکی آنکھوں میں دیکھتا اسکے لبوں پر جھکا وہ تیزی سے آنکھیں میچ گئی۔
جبکہ مرتسم اسکے قریب تر چہرہ کرتا بس اسے دیکھنے لگا۔

کچھ دیر تک جب اسے کوئی جسارت ناکی تو مہرنے ایک آنکھ کھول کر اسے
دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

مر تسم اسکے ایسے دیکھنے پر قہقہہ لگا گیا۔



: حال

مہر۔ مہر۔ کسی نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

ہ۔ ہاں ہاں۔۔ وہ ہوش میں آئی تھی۔

کب سے بلارہی ہو میں۔ کہاں گم ہو گئی تھی۔

زر نور حیران پریشان سی اسے دیکھتی بولی۔

مہرنے گھبرا کر اسے دیکھا۔

کہیں نہیں بھا بھی بس ایک کیس کے متعلق سوچ رہی تھی۔

وہ سر جھٹکتی بولی۔

کیس کے متعلق اتنا گہرا سوچ رہی تھی کہ پچھلے ایک گھنٹے سے ایک ہی زاویے میں بیٹھی رہی۔۔

زر نور نے حیرت سے کہا تھا۔

مہر نے چونک کر اسے دیکھا ایک گھنٹے سے۔ وہ بے یقینی سے بڑبڑائی۔
ہاں ایک گھنٹہ۔۔ زر نور سنجیدگی سے اسے دیکھتی بولی۔۔
مہر نظریں چراگی۔۔

اسنے ہو اسپٹل کی گیڈ ٹو گیدر میں جانے سے تو منع کر دیا طبیعت کا بہانہ کر کے
لیکن غازی کی بزنس پارٹی میں جانے سے انکار نا کر پائی۔۔

تین ماہ پہلے غازی کو کسی ان نون نمبر سے کنگ کا پتہ دیا گیا تھا۔

مہر نے غازی کو سب بتا دیا تھا کہ کیسے وہ دو سال کنگ کو پکڑنے کے لئے عینا
بن کے لڑتی رہی تھی۔۔ اس لیے غازی اسے بھی اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔

جب وہ وہاں پہنچے تو انہیں کنگ وہاں زخمی حالت میں ملا تھا۔
غازی کا دل تو اسے مارنے کا تھا لیکن مہرنے اسے قسم دی تھی کہ وہ اسے جان
سے نہیں مارے گا۔

پھر بھی غازی نے اسے زندہ رہنے لائق تو چھوڑا نہیں تھا۔ جس بات سے وہ
بھی انجان تھی۔

(میجر عالم حدید کے دوست تھے اس لیے انہوں نے کچھ خاص انفارمیشن فائلز
وغیرہ دے رکھی تھی اسی وجہ سے کنگ انکی جان کا دشمن بنا تھا)۔

غازی تو نہیں البتہ مہرماہ اچھے سے جانتی تھی کہ کام امن کا ہے۔ وہ خود کہاں
تھا اس بات سے وہ بھی انجان تھی۔

غازی نے اسکے بعد اپنا بزنس شروع کر لیا تھا۔

لیکن کچھ لوگوں کے لیے وہ آج بھی شہنشاہ ہی تھا۔

غازی کے بزنس پاٹرن کی پارٹی تھی وہ لوگ اسے وہاں کے جانا چاہتے تھے۔ وہ
منع کر ہی تھی۔

غازی اور زرنور نے ضد کی اس لیے اسے انکے ساتھ آنا پڑا۔

وہ بلیک ساڑھی جو تھوڑی ریشمی تھی۔ بار بار اسکے بازو سے ڈھلک جاتی تھی۔

پہلے تو اسنے کچھ اور پہننے کا سوچا کیونکہ وہ جانتی تھی مرتسم کو ایسے لباس زرا بھی پسند نہیں تھے۔ پسند تو اسے بھی نہیں تھے لیکن پھر وہ کیوں کسی اور کی پسند کی فکر کرے۔

سر جھٹکتے اسنے ضد میں پہن تو لیکن اب وہ شدید پچھتا رہی تھی۔
مرتسم تو تھا بھی نہیں یہاں ایسے ہی اسنے ضد میں پہن لی۔ وہ اب سوچ کے رہ گئی۔

اسکے بلاؤز کی فل چوڑی دار سلیو تھی جو اسکی کلائیوں میں ہاتھوں تک آ کے ختم ہوتی تھی۔

لیکن وہ ساڑھی تھی ہی ایسے کہ اسکی نازک کمر نمایا تو نہیں ہو رہی تھی لیکن لوگوں کو اپنی طرف متوجہ ضرور کر رہی تھی۔

ساڑھی کا پلو ایک بازو پہ گرائے۔ بالوں کو ڈھیلے کر ل کر کے کھلا چھوڑا
تھا۔

کانوں میں چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈ ٹاپس پہن رکھے تھے۔ جوتاروں کی طرح
جھلملا رہے تھے۔

میک اپ تو اسنے لائٹ ہی کی کیا تھا لیکن ناپسند ہونے کے باوجود اسنے ڈارک
ریڈ لپسٹک لگائی تھی۔

جس سے اسکے ہونٹ سب کو اٹریکٹ کرنے کی وجہ بن رہے تھے۔



غازی اسے سب سے انٹرڈیوس کروا رہا تھا۔ لیکن وہ بہت ان کفر ٹیبل فیل کر
رہی تھی۔ اس لیے ایکسکیوز کرتی ایک سائیڈ اگی۔

ہائے۔ پر بیٹی گرل۔۔ وہ کورنر میں ڈرنکس پوائنٹ پہ بیٹھی تھی جب ایک
لڑکا اسکے قریب آیا۔

مہرنے چونک کر اسے دیکھا۔۔

وہ غازی کے بزنس پاٹرن کا دوست تھا۔

مہرنے اسے نظر انداز کرتے ساڑھی کا پلو ٹھیک کیا اسے بہت عجیب لگ رہا
تھا۔ پہلے بھی اسے ساڑھی پہنی تھی لیکن تب وہاں سب اسکے اپنے تھے لیکن
آج یہاں وہ کسی کو جانتی نہیں تھی اوپر سے مردوں کی نگاہیں ایسی تھیں کہ وہ
جھنجھلا کر رہی گی۔

شدت سے اپنی غلطی پر پھچھتا رہی تھی۔

حسن ہو تو نزاکت آہی جاتی ہے۔۔ وہ لڑکا جس کا نام مائیکل تھا۔۔

وہ خود کو نظر انداز ہوتے دیکھ دکشی سے مسکرا یا۔۔

مہر نے بھاڑ میں جاؤ والی نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ شکل سے ہی کوئی انگریز لگ رہا تھا اسے۔۔

اسنے غصے میں سامنے پڑی ڈرنک بغیر دیکھے ہی اٹھا کے منہ کر لگا گئی۔۔

مائیکل کی مسکراہٹ گہری ہوئی اسکے ہاتھ میں ہارڈ ڈرنک دیکھ کے۔۔

جبکہ مہر ایک کے بعد دوسرا گلاس بھی منہ کو لگا گئی۔

دوسرا گلاس ختم کرتے ہی اسے اپنے سامنے دنیا گھومتی محسوس ہوئی۔۔

ڈانس۔۔ ڈانس فلور پر کیپلز کو دیکھتے مائیکل اسکے قریب جھکتے بولا۔۔

مہر نے بھاری ہوتے سر سے اسے دیکھا اور پھر اسکے ہاتھ کو۔۔

وہ ابھی منع کرتی لیکن جانے کیوں وہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں دے گئی۔۔

مائیکل خوش ہوتا اسے ڈانس فلور کی طرف لے گیا۔

غازی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ زر نور نے بھی حیرت سے اسے دیکھا۔

لیکن کچھ سوچ کر غازی چپ رہا۔۔

کچھ دیر تک اسکے پاٹنرا سے باتوں میں مصروف کر چکے تھے تو دونوں کا
دھیان وہاں سے ہٹ گیا۔

اسکے پاٹنرا یزل کو اٹھاتے اسے بہت خوشی سے مبارک باد دے تھے۔
کیونکہ ایزل وہاں وہ واحد بچی تھی جو کسی کی گود میں جا کے روتی نہیں تھی بلکہ
اسے غصے سے گھورتی تھی۔۔
جس پر سب دلچسپی سے اسکے تاثرات دیکھتے تھے۔



مائیکل اسے ڈانس فلور پر لے آیا۔ ایک ہاتھ اسکے کمر میں ڈالے جبکہ
دوسرے ہاتھ سے اسکا ہاتھ تھاما تھا۔
مہر جسکا سر گھوم رہا تھا اسنے سہارے کے لئے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ لیا۔
اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے اسکے ساتھ۔

اسنے مائیکل کے ہاتھ اپنی کمر سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن اسکے ہاتھ بے جان ہو رہے تھے۔

وہ بس بھاری ہوتے سر اور بند ہوتی آنکھوں سے جھومے جا رہی تھی۔
مائیکل اسکی بند ہوتی آنکھوں کو دیکھتے طنزیہ مسکرا یہ تھا۔
نامحسوس انداز میں وہ اسے اپنے قریب کر رہا تھا۔

جبکہ مہر ہوش میں ناہو کر بھی اسکے ہاتھ ہٹانے کی مستقل کوشش کر رہی تھی۔

اسنے غازی کو ڈھونڈنا چاہا لیکن اسے سب کچھ دھندھلا نظر آ رہا تھا۔
جبکہ مائیکل کے ہاتھوں کا لمس اسے کسی بچھو کی مانند لگ رہا تھا جو اسکی کمر پر
رینگ رہا تھا۔

جبکہ دو کھڑے کسی وجود نے قہر برساتی نظروں سے یہ منظر دیکھا تھا۔
اسکی غضب ناک حد تک سرخ ہوتی آنکھیں اسکے غصے کا پتہ دے رہی تھیں۔
یہاں تک کے اسکے ہاتھوں کی نسیں بھی پھول چکی تھیں۔

اسنے بمشکل خود پر کنٹرول رکھتے کسی کو میسج کیا تھا۔

اگلے پانچ منٹ میں وہاں اندھیرا چھا گیا۔

لیکن اس کے کچھ منٹ بعد پھر سے لائٹس اون ہو گئی۔

سب کچھ ویسا ہی تھا لیکن ایسا سب کو لگا۔

غور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا اسکی وہاں اب مائیکل اور مہر نہیں تھے۔

غازی نے فوراً ڈانس فلور کی طرف دیکھا۔

اسے کچھ واضح دکھائی نہیں دیا۔

وہ مہر کو دیکھنے کے لئے آگے بڑھا ہی تھا کہ اسکے ایک کو لیگ نے اسے۔

روک لیا۔

وہ کچھ دیر اس سے بعد کر کے ایکسیوز کرتا بھی آگے جاتا جب اسکا موبائل

وائیبریٹ ہوا۔

مہر کا میسج تھا۔

بھائی میں گھر جا رہی۔ کچھ اچھا فیل نہیں ہو رہا۔ میری فکر مت کیجئے گا میں (گھر جا کے رویسٹ کروں گی آپ لوگ انجوائے کیجئے۔۔

غازی کو عجیب لگا کہ وہ بتا کر بھی تو جاسکتی تھی لیکن پھر شاید اتنے سارے لوگ تھے اس لیے شاید اسے بتانے کا موقع نہ ملا ہو گا۔

غازی نے اسے کال کی وہ ایک بار پھر کنفرم کرنا چاہتا تھا لیکن اسکا نمبر بند جا رہا تھا۔۔

اسکا دل تو نہیں کر رہا تھا لیکن پھر بھی اس کے میسج سے کچھ مطمئن ہوتے وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

زر نور کی تو وہاں کی فرینڈز بن چکی تھیں۔ اس لیے وہ اسکی طرف سے بے فکر تھا۔۔



مرتسم نے ایک ہاتھ کے حصار میں نرمی سے مہر کو تھام رکھا تھا جبکہ
دوسرے ہاتھ سے مائیکل کا گریبان پکڑے گھسیٹ رہا تھا۔
جو خود کو چھڑوانے کی مستقل کوشش کر رہا تھا۔
مرتسم نے اسے لاکر زمین پر پٹکا۔

گاڑی کا دروازہ کھولتے نرمی سے مہر کو سیٹ پہ دھکا دیا۔
جونشے میں جھول رہی تھی۔۔ گاڑی کا دروازہ بند کرتے اسنے
نیچے گرے مائیکل کو دیکھا۔
جو تیکھی نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

کیا غنڈہ گردی ہے یہ۔ کون ہو تو۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری گرل گرینڈ
کو ایسے گاڑی میں بند کرنے کی۔
وہ مہر کو اپنے ہاتھ سے جاتا دیکھ چیخا تھا۔

مر تسم نے لفظ گرل گرینڈ پر غصے سے کھولتے اپنا کورٹ اتار کر گاڑی میں
پھینکا تھا۔

شرٹ کا پہلا بٹن کھولتے وہ تیزی سے مائیکل کی طرف لپکا تھا۔
اسنے پہ در پہ اسکے چہرے پر مکے برسائے تھے۔ اسکے ہونٹ بری طرح سے
پھٹ چکے تھے۔

جبکہ مر تسم نے اسکا وہ ہاتھ وہ مہر کی کمر پر تھا۔ پکڑ کر پیچھے مروڑ دیا اتنی زور
سے کہ مائیکل کو اپنا بازو ٹوٹا محسوس ہوا۔

She is My girl- Only mine.

So how dare you to touch her..

وہ اسکے ہاتھ کی انگلیاں موڑتے غرایا تھا۔

وہ اپنے بچاؤ کی پوری کوشش کر رہا تھا لیکن مر تسم کے سامنے کمزور تھا۔

مہر جو کچھ نشے میں تھی (غلط ڈرنک پینے کی وجہ سے)

اسنے آنکھیں پھیلاتے مرتسم کو دیکھا تھا۔ اسے مرتسم کے نقوش
دھندلے نظر آرہے تھے۔ اس لیے وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ یہ مرتسم ہی
ہے۔۔

اسے یہ سب اپنا خواب لگ رہا تھا۔ اسنے دو تین بار آنکھیں رگڑ کر دیکھا لیکن
وہ خواب نہیں حقیقت تھا۔

مرتسم کو دیکھتے اسکے رونگٹے کھڑے ہوئے تھے۔ اسنے آج تک اسکا یہ روپ
نہیں دیکھا تھا۔ اسکے مطابق تو اسکے شاہ کو غصہ آتا ہی نہیں تھا۔

یہ شاہ نہیں ہیں۔ وہ بڑبڑاتے نشے میں ہونے کے باوجود وہ سہم کر گاڑی سے
دروازے سے چپک کر اسے دیکھنے لگی۔۔

مرتسم نے بری طرح سے اسکا ہاتھ اور بازو چٹختا ہے اسے زمین پر اوندھے منہ
پھینکتے اسکو گردن دبوچی۔۔

اگر میرے پاس وقت کم نہ ہوتا تو قسم خدا کی تمہارا وہ حال کرتا کہ آئندہ کسی لڑکی کو ہاتھ لگانے سے پہلے تمہارے ہاتھ کانپ جاتے۔ خیر وہ تو اب بھی کسی قابل نہیں رہے۔۔

وہ اسکی ٹوٹی انگلیوں پر شوز مسلتا غرایا تھا۔۔

جبکہ مائیکل درد کی شدت برداشت نہ کرتے بے ہوش ہو گیا۔۔

مر تسم نے اسے بہت برے طریقے سے مارا تھا اتنا کہ اسکا جسم اب بے جان ہو رہا تھا۔۔

مر تسم نے اسکے بے ہوش وجود کو پاؤں کی ٹھوکر مرتے پلٹ کر مہر کو دیکھا جو آنکھوں میں خوف لیے سفید چہرے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

جبکہ لب جانے کیا بڑبڑا رہے تھے۔۔



مر تسم نے مہر کو ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی وہ جانتا تھا وہ اس سے ناراض ہے وہ اسے۔ کچھ وقت دے رہا تھا۔ لیکن یہ کچھ وقت چھ مہینوں پر طے ہوگا وہ نہیں جانتا تھا۔

وہ ایک میٹینگ کے سلسلے میں کراچی آیا تھا۔ لیکن اسکے دوست کے اسرار پر اسنے وہ پارٹی اٹینڈ کی تھی۔

چھ ماہ بعد اسے اپنے سامنے دیکھ وہ ساکت ہوا تھا۔ آنکھوں کی پیاس تھی کہ بجھ ہی نہیں رہی تھی۔۔ جہاں وہ اسے دیکھ کر مبہوت ہوا تھا۔ وہیں اسے لباس کو دیکھتے اسکا دل کیا اسکے خوبصورت بدن کو آگ لگا دے جواتنے مردوں کی آنکھوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔

اسے بعد وہ غلط ڈرنک پینا اور پھر مائیکل کا اسکے ساتھ زبردستی ڈانس کرنا اسکا دماغ ہلانے کے لئے کافی تھا۔

اس لیے اسنے ساحر کو میسج کیا تھا لائیٹس آف کرنے کا ان پانچ منٹ میں وہ دونوں کو وہاں سے باہر لے آیا تھا۔



مہراس دھندلے سائے کو اپنی طرف آتے دیکھ خوف سے سفید پڑ گئی۔
اسنے گاڑی سے نکلنا چاہا لیکن اسے گاڑی کھولنی نہیں آرہی تھی۔ اسکا زہن
معوف ہو رہا تھا۔

مر تسم نے اسے سہمتے دیکھ بمشکل اپنے تاثرات پر قابو پایا تھا۔ وہ نرم
نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

جوبار بار اپنی بھوری نم ہوتی آنکھیں رگڑتی کچھ بڑبڑا رہی تھی۔

وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتا ڈرائیونگ سیٹ پر آیا۔

مہر جو فرنٹ سیٹ پر ہی بیٹھی تھی۔ اچھل پڑی۔ جس سے اسکا سر بری طرح
سے پیچھے لگا تھا۔

آہہ ممما۔۔ وہ سر پر ہاتھ رکھتی چیخی۔۔

کیا کر ہی ہیں پاگل ہو گی ہیں۔ مرتسم تیزی سے اسے سیدھا کرتا دھاڑا۔

وہ اسکی دھاڑ سے سہم کر پھر سے پیچھے ہوئی تھی۔

ن۔ نہیں۔ پ۔ پلیزم۔ مینے کچھ ن۔ نہیں کیا۔

وہ اسکے دھندھے عکس کو دیکھتے خوف سے لڑکھڑاتے لہجے میں بولی۔

اسے ڈر لگ رہا تھا کہ شاید اب وہ مائیکل کی طرح اسے بھی مارے گا۔

مہر۔ مرتسم نے اسکی حالت کے سبب نرمی سے اسے پکارا۔

مگر وہ چیخنے لگی۔

ا۔ ان۔ آن بچاؤ مجھے۔ ان۔ وہ گاڑی کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرتی چیخ

رہی تھی۔

جبکہ اسکا سر مسلسل گھوم رہا تھا۔

مرتسم سنجیدگی سے اسے دیکھتا رہا۔

مہرنے پلٹ کر اسے دیکھا۔۔ کچھ نشے میں۔ ہونے کے سبب اور کچھ آنسوؤں
کی وجہ سے وہ صاف نہیں دیکھ پارہی تھی لیکن اسے سامنے بیٹھا شخص مر تسم
لگ رہا تھا۔

لیکن وہ کیسے ہو سکتا تھا۔ جب یہ سوچتی تو کانپ جاتی۔۔
مر تسم نے اسے تھا منے کے لئے ابھی ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ وہ بری طرح پینک
کرنے لگی۔۔

ن۔ نہیں پلیز۔۔ ج۔ چھو نامت۔۔ پلیز۔ م۔ میں ک۔ کسی کے نکاح میں
ہوں پلیز۔ ہ ہاتھ مت لگاؤ۔۔

وہ اسے بھی مائیکل کی طرح سمجھتی پینک کر رہی تھی۔۔
ش۔ شاہ۔۔ پ۔ پلیز اجائیں۔۔ وہ ہچکیوں سے روتی مر تسم کو پکارنے لگی۔
جو اسکے الفاظ پہ ساکت سا اسے دیکھ رہا تھا۔۔

جبکہ وہ مستقل کہے جا رہی تھی۔

شاہ پلیرا جائیں۔ ش۔ شاہ مجھے بچالیں۔ مجھے چھپا دیں۔۔

مر تسم نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا اور کھینچ کر اسے اپنے سامنے کیا۔
وہ سانس روکے خوف سے اسے دیکھنے لگی۔

مہر۔ دیکھیں مجھے غور سے دیکھیں کون ہوں میں۔ دیکھیں۔۔ وہ اسے بازوؤں
سے تھامتا جھنجھوڑ گیا۔۔

مہر نے خوف سے اسے دیکھا اسکی آواز کچھ جانی پہنچانی لگی تھی اسے۔۔
اسنے نم آنکھیں رگڑ غور سے اسے دیکھا تو اسکی آنکھوں میں بے یقینی
ابھری۔۔

ش۔ شاہ۔ اسکے لب پھڑ پھڑائے۔۔

مر تسم خاموشی سے اسکے تاثرات دیکھنے لگا۔ اسے تڑپتے دل کو اسے دیکھتے
سکون مل رہا تھا۔

چھ ماہ کی پیاس تھی جو اسکے دیدار سے بھر ہی نہیں رہی تھی۔۔

وہ کچھ دیر اسے بے یقینی سے دیکھتی رہی۔ پھر یک دم اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

ش۔ شاہ وہ۔ وہ ہچکیوں سے اونچی آواز میں رونے لگی۔

مر تسم کا دل ڈھڑک کے پاگل ہوا تھا۔

اسکے کانپتے وجود کو محسوس کرتے اسنے اسے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھایا تھا جو

بچوں کی طرح اسکی گردن میں بائیں ڈالے پوری طرح اسمیں چھپ گئی

تھی۔

بس۔ بس۔ میرا بچہ۔ بس۔ کچھ دیر تک جب اسکا رونا کم نا ہوا تو وہ پیار سے

اسکے بال سہلاتا اسے پچکارتے بولا۔

و۔ وہ گندا تھا۔ شاہ وہ ی۔ یہاں ٹچ کر رہا تھا۔ ی۔ یہاں بھی۔

وہ اسکے سینے سے چہرے نکالے بغیر اپنی کمر اور کندھے پر مرتسم کا ہاتھ رکھتے
شکایت کی تھی۔۔

مرتسم نے بمشکل اپنے اندر اٹھتے اشتعال پر قابو پایا تھا۔
جانے کیوں وہ چاہ کر بھی اسپر غصہ نہیں کر رہا پارہا تھا۔ ورنہ دل کر رہا تھا کہ
پہلی اسکی عقل ٹھکانے لگائے جو دعوت بنی گھوم رہی تھی۔
اگر وہ ہوش میں ہوتی تو یقیناً وہ ایسا کر بھی گزرتا۔
بعد میں اسے سزا دینے کا سوچتے وہ فلحال اسے خود میں بھینچے چپ کر وارہا
تھا۔۔

بس میری جان۔ شاہ ہیں ناشاہ کے ہوتے ہوئے کوئی بھی آپکو ٹچ نہیں کر
سکتا۔۔

وہ اسکے کندھے پر جا بجال رہا تھا اسکی کمر سہلاتا بولا تھا۔ کچھ دیر تک اسکا رونا
تو کم ہو چکا تھا۔

لیکن وہ نیم غنودگی میں بڑبڑائے جا رہی تھی۔
مر تسم نے ساحر کا میسج دیکھتے (جسمیں غازی کے گھر کی ڈیٹلیز تھیں)
اسے دیکھا جو پوری طرح اسکے سینے میں گھسی جا رہی تھی۔
یہاں تک کہ اسنے مر تسم کی شرٹ کے سارے بٹن تک نوچ کر توڑ
ڈالے۔

وہ بے اختیار مسکرایا تھا۔
اسکا بس نہیں چلا رہا تھا کہ وہ کسی طرح اسکے سینے کا حصہ بن جائے۔
شاید وہ کچھ زیادہ ہی ڈر گی تھی۔
وہ بے اختیار اسے خود میں بھینچ گیا۔

اسی طرح اسے خود میں بھینچے وہ آہستہ آہستہ گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔

گھر کے سامنے گاڑی روکتے اسنے اچھی طرح سے مہر کی ساڑھی اسکے گرد لپیٹتے اسے خود میں بھینچتے اپنی بانہوں میں اٹھایا تھا جو تقریباً سو چکی تھی۔ اسکے باہر نکلتے ہی اسکے گارڈز الرٹ ہوئے تھے۔

ساحر نے اسکے باہر نکلتے ہی ڈبلیکٹ کی سے گھران لوک کیا تھا۔ یہاں کے دونوں گارڈز کو وہ پہلے ہی کہیں اور مصروف کر چکا تھا۔ مرتسم تشکرانہ نظروں سے اسے دیکھتے جانے کا کہتے مہر کو لیے اندر کی طرح بڑھ گیا۔

(غازی نے گھر چینج کر لیا تھا یہ گھر اس گھر سے بڑا تھا)
مرتسم کو اتنے بیڈرومز سے اسکا کوئی سمجھ تو نہیں آیا لیکن وہ اسے لیے سامنے والے روم کی طرف چل دیا جو شاید اسی کا تھا۔ پاؤں کی ٹھوکروں سے دروازہ بند کرتے اسنے احتیاط سے اسے بیڈ پر لٹایا۔ وہ پیچھے ہونے لگا تو وہ کسمسا کر آنکھیں کھولے اسے دیکھنے لگی۔

اسکے پیچھے ہونے پر مہرنے تیزی سے اسکے گردن میں بازو ڈالتے اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔

مر تسم بے اختیار اسکی طرف کھینچتا اسکے اوپر گرا تھا۔
نو پلینز۔ ڈونٹ لیو می۔ ش۔ شاہ۔ ای ریٹی مس یو۔ پلینز مجھے چھوڑ کر مت جائیں۔

وہ اپنے اوپر گرے مر تسم کی شرٹ سختی سے دبوتے بڑبڑای تھی۔
مر تسم اسکی سرگوشی پر ساکت ہوا تھا۔

وہ خود کہاں رہ پارہا تھا اسکے بغیر کہ وہ اسے چھوڑ کر جاتا۔
اسنے زرا سا اوپر ہوتے مہر کی کمر میں بازو ڈالتے کروٹ لی تھی۔
جس سے اب وہ اسکے اوپر تھی جبکہ مر تسم بیڈ پہ۔

مہرنے زرا سی آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ اسکی بھوری آنکھیں ڈارک براؤن ہو رہی تھی۔

کچھ نشے اور نیند کی وجہ سے سرخ بھی جو مر تسم کو پاگل کر رہی تھیں۔

سو جائیں جانم۔۔ مر تسم نے بامشکل اسکی آنکھوں سے نظریں چراتے نرمی سے کہا۔

لیکن وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔۔

جان لینی ہے کیا۔۔ وہ مستقل اسے دیکھے گی تو وہ جھنجھلا کر بڑبڑایا۔

مہر۔۔ مر تسم نے اسکے گال پر ہاتھ رکھتے محبت سے پکارا جو بامشکل آنکھیں کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

نو۔۔ مہر نے اسکا ہاتھ جھٹکا۔۔

نہیں سونا۔ مجھے پتہ ہے میں سو جاؤں گی تو آپ پھر چلے جائیں گے۔۔ جیسے

ہمیشہ چلے جاتے۔ اور جب میں سو کے اٹھتی تو آپ ہوتے ہی نہیں۔

وہ خفگی سے اسے دیکھتی بولی تھی۔۔

مر تسم ساکت رہ گیا اسکی دیوانگی پر کیا وہ اسے اتنا یاد کرتی تھی کہ خیالات میں

بھی اسے تصور کرتی تھی۔۔

وہ سوچ کر رہ گیا۔

جبکہ ہاتھ اسے خود میں بھینچ گئے۔۔

نہیں میری جان میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ اب میں آپکو کبھی خود سے الگ نہیں کروں گا۔

چاہئے کچھ بھی ہو جائے۔۔

وہ اسے خود میں بھینچے جنون و دیوانگی سے کہہ رہا تھا۔

لیکن وہ اپنی ضد پہ آڑی رہی اسنے آنکھیں بند نا کہیں۔ یہاں تک کہ آنکھوں سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا۔۔

میری جان۔۔ مرتسم نے اسکی آنکھیں چومیں۔

میں کہی نہیں جا رہا۔۔ پکا وعدہ آپ مجھے زور سے ہگ کر لے بے شک۔ میں بھلا آپکو چھوڑ کر جاسکتا ہوں۔۔

مرتسم کو اس پے ٹوٹ کے پیار آ رہا تھا۔ اس لیے لاڈ سے اسکا نقش نقش چومتے اسے بہلا رہا تھا۔۔

اگر آپ گئے ناتو میں آپسے بات نہیں کروں گی۔۔ وہ تنبیہ لہجے میں کہتی
آنکھیں موند گئی۔ جس سے آنکھوں میں جلن ہی تھی تو وہ بے اختیار سسک
گئی۔

مر تسم نے تڑپ کر اسے دیکھا تھا۔
دیکھا اسی لیے کہہ رہا تھا نا میں۔۔ وہ اسکی آنکھوں پر لب رکھتا۔ پریشانی و فکر
سے اسے ڈانٹ گیا۔

جبکہ وہ مسکراتی اسکے گرد نازک سا حصار بنائے سو گئی۔
جبکہ مر تسم اسے دیکھتا رہا۔

اسنے کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔ سر شدید بھاری ہو رہا تھا۔
دکھتے سر کو ہاتھوں میں تھامتے وہ بامشکل اٹھی تھی۔
کچھ دیر تک وہ یونہی سر تھامے بیٹھی رہی۔

آہستہ آہستہ رات کے سارے مناظر اسکے سامنے گھومنے لگے۔

پارٹی پہ جانا، ڈرنک پینا، اور پھر مائیکل کا انا سے زبردستی ڈانس فلور پر لے جانا
اسکے، اسکے بعد کیا ہوا۔

اسکے بعد کیا ہوا تھا، مجھے کچھ یاد کیوں نہیں آرہا۔

وہ ہاتھوں سے سرد باتی بڑبڑای تھی۔

جب آکسی نظر اپنے وجود پر گی۔۔ اسنے ڈریس کب چینج کیا۔

اسکے وجود پر ساڑھی کی جگہ نائیٹ ڈریس تھا۔

جیولری بھی اتری ہوئی تھی۔۔ لیکن اسنے کب چینج کیا۔ کب یہ سب اتار اوہ
سر تھام کر رہ گی۔

زہن پر زور دینے سے اسے دھندھلے سے کچھ مناظر نظر آئے۔ اف ف کیا پی

لیا تھا مینے یاد کیوں نہیں کچھ مجھے۔۔ وہ سر ہاتھوں میں تھام گی۔

اسنے خود پر غور نہیں کیا ورنہ اپنے وجود سے اٹھتی کسی اور کی مہک پہچان

جاتی۔

تبھی اسکے کمرے کا دروازہ نوک ہوا۔۔ اجائیں۔ پاس پڑا ڈوپٹہ اوڑھتے کہا۔

اٹھ گی تم۔۔ زر نور اندراتے مسکراتے بولی تھی۔۔

کیسی طبعیت ہے اب۔۔ زر نور نے اس کے سامنے لیموں پانی کیا۔۔

یہ۔۔ مہر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے تھام لیا۔۔

وہ نبیلہ (ملازمہ) نے بتایا رات جب تم گھر آئی تھی تو طبعیت خراب تھی تمہاری۔

شاید کوئی ہارڈ ڈرنک پی لی تھی تم نے۔۔ وہ بغور اسے دیکھتی بولی۔۔

مہر سر ہلاتے گلاس منہ سے لگا گی۔۔

ایک ہی گھونٹ میں ختم کرتے اسنے گلاس رکھ دیا۔۔

کیا ہوا بھا بھی۔۔ وہ زر نور کی گہری نظریں خود پر محسوس کرتے بولی۔

مہر رات میں کیا ہوا تھا تمہیں کچھ یاد ہے۔۔ وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔۔

کیا مطلب بھا بھی۔۔ مہر نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

یہ تمہاری لپس اور نیک پہ یہ نشان۔۔ وہ اسکی گردن اور ہونٹوں کی طرف

اشارہ کرتی بولی۔۔

مہر نے چونک کر اسے دیکھا وہ الجھ کر اٹھی اور آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

اسنے فق ہوتے چہرے سے اپنی گردن پر بنے ان نشانوں کو دیکھا۔
صاف ظاہر تھا کسی نے شدت سے وہاں اپنا لمس چھوڑا تھا۔
نچلے ہونٹ پر بھی ہلکا سا کٹ لگا تھا۔

اسکا مطلب رات وہ جو لمس محسوس کر رہی تھی وہ خواب نہیں حقیقت تھا۔
اسکا دل کر لایا۔

کیا ہوا مہر۔۔۔ زرنور نے حیرت سے اسکی اڑی رنگت دیکھی۔
یہ نشان کیسے آئے۔۔۔ وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتی بولی۔

وہ بھا بھی مجھے یاد آیا یہ نیک پہ نشان کل کر لر سے لگا تھا۔

بال کرل کیے تھے ناکل مینے تو تب لگا تھا۔

کل میک اپ کی وجہ سے مینے کو رکھ لیا تھا شاید آپکو اس لیے نہیں دکھا۔

وہ اپنے تاثرات پر قابو پاتی بمشکل مسکرا کر بولی تھی۔۔

اور یہ ہونٹوں پہ۔۔ زر نور مطمئن نہیں ہوئی۔۔

یہ۔ اپکو پتہ تو ہے میری عادت ہے ہونٹ چبانے کی۔ کل کچھ زیادہ ہی زور سے خود ہی کاٹ لیا تھا تو۔۔

وہ نظریں چراتی بولی تھی۔

اہو۔۔ تم نے تو مجھے پریشان ہی کر دیا تھا لڑکی۔

زر نور نے گہری سانس چھوڑی۔

اچھا جاؤ اب فریش ہو جاؤ میں ناشتہ تیار کرتی ہوں۔ غاز بھی ویٹ کر رہے ہیں تمہارا۔۔

وہ اسکا گال تھکتے بولی تو مہر سر ہلا گئی۔۔

زر نور کے جاتے اسکی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔ گہری سانسیں اسنے ڈریسنگ کو تھاما۔۔

تیزی سے پیچھے مڑتے اسنے وہ نشان دیکھا۔۔

اسے یاد کیوں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا تھارات کو۔۔

اسے نیند میں کسی کا لمس محسوس ہوتا رہا تھا جسے وہ اپنا خواب سمجھتی رہی تھی۔۔

ک۔ کیا مائیکل نے۔۔ اسے سوکھتے حلق کو تر کرتے سوچا تھا۔۔
نہیں اسکی۔ اتنی ہمت نہیں۔ لیکن پھر کیا ہوا تھا۔۔ اسے اپنے بال نوچ ڈالے۔۔

ا۔ اور میرا ڈریس۔۔ ڈھڑکتے دل سے سوچا تھا۔۔ زین پر زور ڈالنے سے کچھ کچھ یاد آیا تھا۔۔

مائیکل اور اسے کوئی کھینچ کر باہر لے جا رہا تھا۔۔
اسے گاڑی میں دھکا دینا اور مائیکل کو مارنا۔۔ اسے تیزی سے آنکھیں کھولیں۔
شاہ۔۔ بے ساختہ لب پھڑپھڑائے تھے۔۔

و۔ وہ یہاں کیسے۔۔ ن۔ نہیں وہ یہاں نہیں آ سکتے۔ وہ خود سے سوال کرتی خود ہی جواب دے رہی تھی۔

مہر و کہاں رہ گئی۔۔ غازی کی اونچی آواز پر وہ ساری سوچوں کو جھٹکتی فریش
ہونے چلی گئی۔۔

جب نبیلہ نے کہا ہے کہ میں خود گھر آئی تھی تو پھر یہاں کوئی اور کیسے آسکتا
ہے۔ ہاں مینے ہی نشے میں کوئی چوٹ وغیرہ لگوائی ہوگی۔
آئینے کے سامنے کھڑی وہ خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔
ہونٹ کے نشان کو لپسٹک سے جبکہ گردن کے نشان کرڈو پٹے سے اچھے
سے چھپاتے وہ باہر نکلی تھی۔

!! اسلام و علیکم بھائی

ڈائینگ پر بیٹھتے اسنے مسکراتے لہجے میں غازی کو سلام کیا۔
واسلام میرا بچہ۔ طبعیت کیسی ہے اب۔۔ غازی نے فکر مندی سے اسے
دیکھا۔

بلکل ٹھیک ہوں بھائی۔ بس وہاں غلطی سے غلط ڈرنک لے کی اس وجہ سے
زیادہ طبعیت بگڑ گئی تھی۔۔

وہ اسے مطمئن کرنے کے لئے ہلکے پھلکے لہجے میں بولی۔۔

چلو اب ناشتہ اچھے سے کرو۔ رات میں کچھ نہیں کھایا ہوا۔ وہ اس کے سامنے
ناشتہ رکھتا بولا۔

زر جان اب خود کہاں رہ گئی۔ زر نور کو غائب دیکھ اس نے اونچی آواز میں پکارا۔
جب وہ زر خم کو اٹھائے کمرے سے باہر نکلی۔

مہر کے سامنے اس کے جان کہنے پر اس نے ہمیشہ کی طرح آنکھیں دکھائیں لیکن
اسے خاک فرق پڑنا تھا۔

جہاں بیٹھو۔ چنیر کھینچتے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔

آج میں تمہیں خود ناشتہ کروانا ہوں اپنے ہاتھوں سے۔۔ وہ خوشگوار لہجے میں
بولا۔ زر نور نے اسے گھورا۔

لیکن وہ نوالہ بناتے اس کے سامنے کر گیا۔

زر نور نے اسکی بے بابی پر بے بسی سے اسے دیکھا۔

اور پھر مہر کو جو سر جھکائے اپنے کھانے کی طرف متوجہ تھی جیسے اس سے
امپورٹ کوئی کام ہو ہی نا۔

غازی کو گھورتے وہ اسکے ہاتھ سے ناشتہ کرنے لگی۔
جبکہ مہر سر جھکائے اپنی ہسی دباتی ناشتہ کر رہی تھی۔
جب اچانک اسے ابکائی آئی۔۔

وہ منہ پر ہاتھ رکھتی تیزی سے اٹھ کر سنک کی طرف بھاگی تھی۔
مہر و۔۔ غازی تیزی سے اسکے پیچھے آیا تھا۔۔

زر نور زرم کو کاٹ میں لٹاتی اسکے پیچھے آئی تھی۔۔

کیا ہوا بچے۔۔ وہ اسے مسلسل ومیٹ کرتے دیکھ پریشان ہو گیا۔

مہر منہ دھوتے نڈھال سی سیدھی ہوئی تھی۔

زر نور نے پریشانی سے اسے دیکھا۔۔

یہاں بیٹھو۔۔ تیزی سے چیسیر کھینچتے غازی نے اسے وہاں بٹھایا۔۔

میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔۔ غازی اسکی زرد رنگت دیکھتا بولا۔۔

نہیں بھائی میں ٹھیک ہوں۔ مہر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

مینے کہانارات میں ہارڈ ڈرنک پی لی تھی شاید وہی ڈائجیسٹ نہیں ہو رہی۔ یا پھر شاید پراٹھاسوٹ نہیں کیا آج۔۔

وہ دونوں کے پریشان چہرے دیکھتے انہیں مطمئن کرنے کے لئے بولی۔
ورنہ یہ حال تو اسکا کافی دنوں سے۔ چکر آنا اور وومیٹ ہونا تو کچھ دنوں سے
عام بات ہوگی تھی اس کے لئے۔۔

لیکن پھر بھی ایک بار ڈاکٹر کو دکھالتے ہیں۔۔ وہ مطمئن ناہوا۔

بھائی میں ابھی ہو سپٹل ہی جا رہی ہوں۔ آج ایک امپورٹنٹ کیس دیکھنا
ہے۔۔ وہیں سے چیک اپ کروالوں گی۔

وہ دھیمے لہجے میں بولی۔۔

زر نور بس گہری نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔۔

اچھا ٹھیک ہے لیکن کچھ اور کھالو۔ شاید پراٹھاسوٹ نہیں کیا۔

زر نور کو بھی اکثر ایسے ہی ہوتا تھا۔ وہ اسکا ماتھا چومتے بولا۔

لیکن غاز مجھے تو پر یگننسی کی وجہ سے ہوتا تھا۔ پر یگننسی میں تو کسی بھی چیز سے کبھی بھی دو میٹ ہو جاتی۔ کبھی بھی چکرا جاتے۔

لیکن مہر کو تو پر اٹھا بہت پسند ہے۔۔ وہ کچھ سوچ کر مہر کے چہرے کو دیکھتے بولی۔

جبکہ اسکے منہ سے پر یگننسی کی بات سننتے مہر کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا۔

بھائی۔ مجھے لیٹ ہو رہا ہے میں جا رہی ہوں۔

وہ غازی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی تیزی سے اٹھی تھی۔

لیکن مہر و مجھے تمہاری طبعیت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ آج ریٹ کر لو۔ غازی فکر مندی سے اسے دیکھتا بولا۔

نہیں آن۔ آج ضروری کیس ہے۔ میں کوشش کروں گی جلدی آ جاؤں۔

گھر میں تو اور سستی ہو گی۔۔ وہ تیزی سے بولی تھی۔

غازی نے اسے فورس نہیں کیا ٹھیک ہے لیکن یاد سے چیکاپ کر والینا اور
جلدی اجانا۔

غازی نے اسکا سر چومتے ہدایت کی تھی۔
وہ سر ہلاتی اللہ حافظ بولتی۔

اپنا اور ال اٹھاتے باہر کی جانب بڑھ گئی۔

غاز۔ اس کے جانے کے بعد زر نور نے گہری سوچ میں گم ہوتے اسے پکارا۔
جی غازی کی جان۔ غازی نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا۔

آپکو مہر کچھ عجیب نہیں لگی۔ مطلب جیسے ہڑ بڑائی ہو۔ یا کسی چیز سے پریشان
۔۔

وہ فکر مندی و پریشانی سے اسے دیکھتے بولی۔

لگی تو ہے۔ لیکن شاید طبعیت کی وجہ سے۔

غازی خود تو پریشان تھا لیکن زر نور کو بے فکر رہنے کا کہتے خود بھی باہر کی
طرف بڑھ گیا۔



وہ ایک فائل ریڈ کر رہے تھے جب ایک سالہ ہانم ننھے قدم اٹھاتی بھاگتی انکے پاس آئی جس سے انکے پاس پڑا جو س فائل پر گر گیا۔ وہ بوکھلا کر کھڑے ہوئے۔

ہانم۔۔ انہوں نے اونچی آواز میں اسے جھڑکا۔ انکی اونچی آواز سنتے وہ سہم کر رونے لگی۔

اسکے رونے کی آواز سنتے ماہم بھاگ کر آئی تھی۔

وہ اسکو روتا دیکھ اٹھا کر چپ کروانے والے تھے جب ماہم نے انکے ہاتھ سے اسے کھینچ لیا۔

آپکی ہمت کیسے ہوئی میری بیٹی پر چلانے کی۔۔ یہ لاوارث نہیں ہے اسکی ماں اور باپ دونوں زندہ ہیں۔

اسکو جاننا نر یا یتیم سمجھ کر اپنی حکومت چلانے کی کوشش مت کیجئے گا۔ وہ
شیرنی بنی ڈھاڑی تھی۔

اسکی ڈھاڑ پر سب ہال میں جمع ہو چکے تھے۔

قاسم بابا شذرہ سے اسے دیکھ رہے تھے۔

ماہم یہ کیا طریقہ ہے باپ سے بات کرنے کا۔ بی جان سے رہانا گیا تو وہ بول
اٹھیں۔

باپ ہنہ۔ اسنے استہزائیہ انداز میں انہیں دیکھتے سر جھٹکا۔

یہ میرے باپ نہیں ہیں بی جان ناہی باپ کے برابر ہو سکتے ہیں۔

یہ تو بس میرے باپ کے سوتیلے بھائی ہیں۔ جنہوں نے میرے بھائی کی

زندگی برباد کرتے اپنا سوتیلہ اپن بہت اچھے سے دکھایا ہے۔

وہ غصے و تنفر سے انہیں دیکھتے بولیں۔ اسکے جواب پر سب کوچپ لگ

گی۔

جبکہ ماہم ہانم کو اٹھائے اوپر کی طرف بڑھ گئی۔

قاسم بابا شرمندہ سے وہاں سے چلے گئے۔۔



کمرے میں آتے انہوں نے بامشکل سہمی ہوئی ہانم کو چپ کروایا تھا۔
جبکہ آپنی آنکھیں خود نم ہو رہی تھیں۔

اسکے پاس ایک بھائی کا ہی تو خونی رشتہ بچا تھا اسکو بھی وہ اس سے دور کر چکے
تھے۔۔

وہ بھولی نہیں تھی اپنے بھائی کی وہ حالت کیسے دیکھا تھا اپنے ماں جائے کو اس
حال میں وہ یا انکا خدا ہی جانتا تھا۔۔

ہانم اب انکی گود میں کیٹی کھیل رہی تھی جبکہ وہ چھ ماں پہلے ماضی میں گم ہو
گئیں۔۔



: چھ ماہ پہلے

وہ انکی گود میں سر رکھے سسک رہا تھا۔

ایسا پلیر میری عین۔ لادیں مجھے۔ م۔ میں ان سے معافی مانگ لوں گا۔ وہ مجھ سے ناراض رہ لیں لیکن مجھے اس طرح جدائی کی سزا مت دیں۔

وہ تڑپ کر ان سے فریاد کر رہا تھا۔

ماہم بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

ایسا۔ وہ تیزی سے سیدھا ہوا۔

وہ مجھ سے ناراض ہیں نا میں نے دوسری شادی کی حامی کیوں بھری۔ ٹھیک ہے

وہ مجھے سزا دے لیں۔ مجھے مار لیں۔ مجھ سے بات نا کریں۔

لیکن پلیر انہیں کہیں نا کہ میری نظروں سے دور نا ہوں۔

وہ بچوں کی طرح انکے ہاتھ تھامتا فریاد کر رہا تھا۔

وہ ستائیس سالہ مرد ایک لڑکی کے لئے رو رہا تھا۔

ہچکیوں سے، سسکیوں سے فریاد کر رہا تھا۔

لیکن اسکی فریاد سننے والی تو جاچکی تھی۔۔

ایک ماہ وہ بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپتا رہا تھا۔

اسے اپنا حوش نہیں رہتا تھا ہر آہٹ پہ عین کی گردان کرتا پاگلوں کی طرح
بھاگتا تھا۔۔

لیکن ایک ماہ بعد اسنے بولنا چھوڑ دیا خود ہر سرد مہری کا خول چڑھا لیا۔

اس دن وہ گھر سے چلا گیا تھا۔

وہ دن رات اسکی سلامتی کی دعائیں مانگتی اس سے ملنے کے لئے تڑپتی لیکن وہ
اپنی ایک جھلک بھی نہیں دکھانا چاہتا تھا۔۔



ننھے ہاتھوں کے لمس سے وہ چونک کر حال میں لوٹی۔

ہانم اسے روتے دیکھ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اسکے گال پر رکھتی ٹکڑ ٹکڑ اسے
دیکھ رہی تھی۔۔

میرا بچہ۔ وہ چہرہ صاف کرتی اسے خود میں بھینچ گئی۔

میرا بچہ مامی (مہر) کو مس کرتا ہے۔

وہ اسکے پھولے گالوں پر لب رکھتی لاڈ سے بولی۔

ہانم نے مامی کے نام پر جھٹ سے سر ہلا دیا۔

مہر کے جانے کے بعد سے وہ ہر روز اسے ہر اس جگہ تلاش کرتی جہاں وہ پائی جاتی تھی۔

لیکن جب وہ ناملتی تو رو نے لگتی۔ ماہم نے کتنی مشکلوں سے اسے بہلایا تھا۔ وہ وجدان کے علاوہ گھر میں کسی سے بات نہیں کرتی تھیں۔

ماہم نے اسے کاٹ میں لٹاتے اسکے پاس مہر کی پکچرز رکھ دیں جسے دیکھتے وہ کھلکھلا کر ان تصویروں کو چومنے لگی۔

انہوں نے جھک کر اسکا ماتھا چوما اور ظہر ادا کرنے چلی گئیں۔

وہ جانتی تھی اب وہ گھنٹوں مہر کی تصویروں کو دیکھتی اپنی زبان میں اس سے باتیں کرتی رہے گی۔



ارسل نے گھور کر اسکے کمرے کے دروازے کو دیکھا جیسا سارا قصور اسی کا ہو۔۔

وہ بھی اسکے ساتھ ہی کراچی آیا تھا۔۔

لیکن وہ پارٹی پر ناجاسکا۔ اب جب سے وہ گھر آیا تھا مر تسم کمرے میں بند تھا۔ لیکن انہیں واپس جانا تھا۔ آیت کے لاسٹ منتہس چل رہے تھے۔

ویسے تو اب اسکے پرنٹس بھی پاکستان اچکے تھے لیکن وہ جانتا تھا آیت کو اسکی ضرورت ہے ایسے وقت میں۔۔

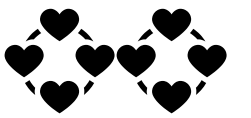
گہری سانس چھوڑتے وہ کمرے میں داخل ہوا۔۔

وہ جیسے ہی اندر داخل ہوا اسکا منہ کھل گیا۔

کیونکہ مر تسم خلاف توقع سگریٹ پھونکنے کی بجائے آئینے کے سامنے ٹائی لگا رہا تھا۔

آج وہ فریش فریش سا تھا۔ چہرے پر کچھ چمک سی تھی۔
ارسل نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

پچھلے چھ ماہ میں آج پہلی بار وہ اس میں پہلے والے مر تسم کی جھلک دیکھ رہا تھا
ورنہ اسے انج بھی وہ دن یاد تھا۔



: چھ ماہ پہلے

ماہم نے بتانے پر وہ سیدھا فارم ہاؤس آیا تھا وہ جانتا تھا وہ یہیں ہوگا۔
ارسل سیدھا اوپر اس کے کمرے میں آیا۔

کمرے میں داخل ہوتے سگریٹ کی سمیل نے اسکا استقبال کیا تھا۔

کھانستے ہاتھ بڑھاتے اسنے لائیٹس اون کر دی۔

مر تسم نے چونک کر آنکھوں پر ہاتھ رکھتے زرا سی آنکھیں کھولتے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

یہاں مجنوں بنا کیوں بیٹھا ہے۔۔ ارسل اسے گھورتے بولا۔

دفع ہو جا یہاں سے میں اس وقت تیری شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔

وہ منہ پر تکیہ رکھتا بیزاری بولا۔

ارسل نے اسکی بھاری آواز پر چونک کر اسے دیکھا۔

میر تو ٹھیک ہے نا۔ ارسل فکر مندی سے اسکی طرف بڑھتا بولا۔

ارسل مینے کہا دفع ہوئی جا یہاں سے۔

اسے اپنی طرف آتے دیکھ مر تسم تکیہ اسکی طرف پھینکتے چیخا تھا۔

یہ کیا حالت بنالی ہے تو نے۔ اسکے اٹھنے پر اسکے چہرے کو دیکھتے ارسل نے

بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

زرد پڑتارنگ، آنکھوں کے گرد گہرے ہلکے، سرخ ہوتی آنکھیں اور اس پر سفید ہوتے ہونٹ جو سگریٹ کی وجہ سے ہوئے تھے۔

مر تسم تو۔۔ ارسل بے یقینی سے کچھ بول ناپایا۔
مر تسم سے انور کرتے واشر و م کی طرف بڑھ گیا۔
جبکہ ارسل ساکت سا اسے دیکھتا رہ گیا۔

تو ابھی تک یہیں کھڑا ہے مینے تجھ سے کہا تھا نا اپنا تھو بڑا گم کر۔
وہ فریش ہو کر آیا تو ارسل کو وہیں دیکھ غرایا تھا۔

مر تسم تیری حالت ٹھیک نہیں ہے پھر بھی اس سے اپنا دل کیوں جلا رہا ہے۔ وہ دوبارہ سے اسے سگریٹ سلگھاتے دیکھ تیزی سے اسکی طرف بڑھتے چیخا تھا۔

اسکے ہاتھ سے سگریٹ کھینچتے اسنے نیچے پھینکتے پاؤں تلے مسل دی۔
مر تسم نے گھور کر اسے دیکھا۔

سگریٹ پینے سے کیا وہ واپس جائے گی۔۔ ارسل اسے دوبارہ سگریٹ لگاتے
دیکھ سلگھ کر بولا۔۔

مر تسم کے ہاتھ لمحہ بھر کو ساکت ہوئے تھے۔۔

انہیں سگریٹ بالکل پسند نہیں ہے۔ میرا سگریٹ پینا تو وہ کبھی برداشت نہیں
کریں گی۔ اب اگر انہیں پتہ چل جائے کہ میں اتنی سگریٹ پیتا ہوں تو شاید
ایسے ہی اجائیں۔۔

وہ سگریٹ پھینکتے بھاری لہجے میں بولا تھا۔۔

ارسل نے ہونٹ بھینچے تھے۔ پچھلے دو ہفتوں سے اسکی بات مہر سے شروع
ہو کر اسی پر ختم ہو رہی تھی۔۔

مر تسم وہ جاچکی ہے کیوں نہیں مانتا اس بات کو کہ وہ جاچکی ہے شاید ہمیشہ
کے لئے۔ بس کر دے۔ باہر آ جا اپنے خیالات سے۔

تو نے جو اسکے ساتھ کیا ہے کیا پھر بھی تجھے لگتا ہے وہ واپس آئے گی۔۔

ارسل سے برداشت ناہو اتو غصے سے اسے گھورتا بولا۔۔

مرتسم نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔

تمہیں لگتا ہے وہ مجھ سے دور جاسکتی ہیں۔ کیا واقعی۔۔؟

اسکا لہجہ پختہ تھا۔۔

مت بھولو۔ مہرماہ شاہ پر مرتسم میرا سایہ ہے۔ اور سایہ کبھی جدا نہیں

ہوتا۔۔

چاہئے کچھ بھی ہو جائے۔ وہ دکھ، سکھ، خوشی، غم ہر پل ہر ایک سیکینڈ ساتھ

رہتا ہے۔۔ وہ جنونی انداز میں بولا۔

ارسل دنگ سا اسے دیکھتا رہ گیا۔۔

مرتسم میری بات سمجھنے کی کوشش کر۔ وہ تیری بیوی ہے۔ کوئی بھی بیوی

اپنے شوہر کی دوسری شادی کی بات برداشت کر سکتی ہے۔

اور مہرا سنے تو اپنا سب کچھ تجھے مانا تھا۔ تو نے اسکا مان بھروسہ سب توڑ دیا
ہے۔۔ وہ صدماتی کیفیت میں بولا تھا۔۔

صرف بیوی نہیں ہے نا۔ صرف بیوی ہوتی تو میں صبر کر جاتا لیکن وہ تو۔ وہ
میری چاہت، محبت، جنون اور پہلی نظر کا عشق ہے۔۔
وہ میری نس نس میں بس چکی ہیں۔

مجھے لگتا ہے جیسے میری رگوں میں خون نہیں انکی یاد دوڑتی ہے۔۔
میں نہیں رہ پار ہا ہوں یار میں کیا کروں۔۔
وہ اپنے بال نوچتا دھاڑا تھا۔۔

مینے وہ سب صرف قاسم شاہ کے کہنے پر کہا تھا۔ لیکن مینے کیا تو نہیں نا۔ مینے
تو آج تک انکے علاؤہ کسی اور کے بارے میں سوچا بھی نہیں ہے۔
وہ بے بسی کی سی کیفیت میں چلایا تھا۔۔

اور جو قاسم شاہ نے اسکے ساتھ کیا وہ۔ اسکے بعد بھی تو چاہتا ہے وہ دوبارہ
واپس آئے۔ وہ تکلیف درد وہ سب بھول گیا ہے تو۔۔ وہ جا چکی ہے اب واپس
نہیں آئے گی۔۔

یہ بات سمجھ لے۔۔
ارسل اسکی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ لیکن وہ کیسے بھی کر کے اسے واپس زندگی کی
طرف لانا چاہتا تھا۔۔

اسکے جانے کے بعد سے تو جیسے مرتسم میر کی زندگی رک گئی تھی۔۔
ارسل میں مانتا ہوں جو بھی ہوا وہ ٹھیک نہیں تھا۔ لیکن ایک موقع تو دیں
مجھے میں سارے زخموں کی بھرپائی کر دوں گا۔۔
تو بات کرنا۔ تجھ سے کوئی ناراضگی نہیں ہے انکی۔ تیری بات تو سنتی ہیں نا۔
تیری کراہیم پاٹنر ہیں نا تیری بات مانیں گی۔
وہ اسکی ہاتھ تھامتا التجائیہ لہجے میں بولا۔۔

مر تسم۔ ارسل نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن وہ بولتا جا رہا تھا۔

تو بول نا انہیں کے پلیز واپس جائیں۔۔ ولی سے کہ یا عالم کوئی تو کہے انہیں۔۔
پلیز واپس جائیں اس سے پہلے کہ مجھ پر یہ سانسیں تنگ پڑ جائے انہیں بول
لوٹ آئیں۔۔ اور وہ رو دیا تھا۔

وہ جتنا سنبھلتا اس سے کہیں زیادہ ٹوٹا تھا۔
ارسل کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔
سوائے تسلی دینے کے کہ وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔



مراقبے سے واپس آ جاؤ تو نیچے چلے جانا۔ گاڑی تیار ہے۔۔

مر تسم اسکے سامنے پر فیوم کی بوتل پٹکتا بولا تو وہ چونک کر حال میں لوٹا۔
چلے جانا مطلب تم نہیں آرہے۔۔ ارسل نے ائیر واچکاتے اسے دیکھا۔
نہیں۔ اسنے نفی میں سر ہلایا۔

کیوں یہاں تجھے کونسا قارون کا خزانہ مل گیا ہے۔۔ وہ سرتاپاؤں اسکا جائزہ لیتا
بولا۔۔

یہی سمجھ لے۔۔ وہ زیر لب مسکرایا۔۔ اور کمرے سے باہر چلا گیا۔
یہاں ایک فلیٹ انہوں نے کچھ دونوں کے لئے رینٹ پہ لیا تھا۔
ارسل کندھے اچکاتا۔ باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔



ولی سر آپسے کوئی عالم ملنے آئے ہیں۔

وہ ریسٹورینٹ کے کچن میں تھا جب ایک ویٹر نے اسے اطلاع دی۔ ولی نے چونک کر اسے دیکھا سر ہلاتے اسے بٹھانے کا کہتے وہ ہاتھ دھوتے باہر اگیا۔ سامنے ہی عالم اسے ایک ٹیبل پر بیٹھا نظر آیا۔

!! اسلام و علیکم

ولی نے اس کے سامنے بیٹھے سنجیدگی سے سلام کیا۔
عالم نے زیر لب جواب دیتے اسے دیکھا۔
وہ دونوں ہی بہت سنجیدہ ہو گئے تھے۔

عالم تو ویسے ہی انوشے کے جانے بعد سنجیدہ ہی رہتا تھا لیکن اب کی بار سنجیدگی ولی کی شخصیت کو بھی چھو گئی تھی۔
کیسے ہو۔ عالم نے بات کا آغاز کیا۔
ٹھیک ہوں۔ زمین کو گھورتے کہا۔
اسکی کوئی خبر۔۔ عالم نے بغور اسے دیکھتے پوچھا۔

ولی نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔
گہری سانس چھوڑتے اسنے نفی میں سر ہلا دیا۔

جانے کہاں لے گیا وہ اسے۔۔ وہ جب جب ہرٹ ہوتی تو کہتی تھی ولی مجھے
چھپا دیں کہیں۔ یہ دنیا بہت بری ہے۔
ہم تو نہیں چھپا سکے لیکن اسکے اصلی محافظ نے اسے چھپا ہی دیا۔۔ وہ ہلکا سا
مسکراتے بولا۔۔

عالم کا چہرہ اتر گیا۔ آج پھر سے امید ٹوٹ گئی۔۔
کیارات سے یہیں ہو۔ عالم اسکا بکھرا حلیہ دیکھتے بولا۔۔
ہمم۔۔ اسنے محض ہنکار بھرا۔۔
کیوں۔۔ وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔

دل نہیں کرتا گھر جانے کو۔ اب وہ گھر کی جگہ مکان ہو گیا ہے۔

وہ آئی تھی تو لگتا تھا گھر ہے۔۔ گھر جاتا تھا تو بھائی بھائی کرتی ہر وقت آگے پیچھے
گھومتی تھی۔

اسکی کھلکھلاہٹ میرے گھر میں گو نجی تھی تو یوں لگتا تھا جیسے بہاریں اتری
ہوں۔

اسکے جانے سے ویرانے چھا گئے۔ وہ جاتے ہوئے اپنے بھائی کی ساری
خوشیاں بھی لے گئی۔۔

وہ گہری سوچ میں گم بولا تھا۔۔

بابا کی طبعیت دن بادن بگڑتی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر نے سختی سے کہا ہے۔ اگر
انہیں پریشانی سے دور نار کھا تو ہارٹ اٹیک آنے کا بھی خطرہ ہو سکتا ہے۔۔ وہ
حسن بابا کو سوچتا بولا۔۔

ولی نے پریشانی سے اسے دیکھا۔۔

مر تسم کہا ہے۔۔؟ وہ کچھ سوچ کر بولا۔۔

کراچی گئے تھے وہ اور ارسل۔۔ ارسل تو لوٹ آیا تھا شام میں لیکن وہ نہیں آیا۔

غازی نے سنجیدگی سے کہا۔
تمہیں نہیں لگتا جیسے وہ جانتا ہے مہر کہاں ہے۔۔
عالم مشکوک انداز میں کہا۔
ولی نے چونک کر اسے دیکھا۔



اسنے کانپتے ہاتھوں سے وہ کٹ اٹھائی۔۔
صبح سے لے کر شام تک وہ اس حد تک سٹریس ہو چکی تھی کہ کوئی کام ہی نہیں کر پار ہی تھی۔
اسنے نیٹ سے پریگننسی کے سارے سیمیٹس چیک کر لئے۔

وہی جو آج کل اسکے ساتھ ہو رہا تھا۔

بلا آخر اسنے ٹیسٹ کرنے کا سوچا۔

بلڈ ٹیسٹ تو اسنے صبح آتے ہی کروا لیے تھے لیکن انکے آنے میں ابھی دیر

تھی۔ اس لیے اسنے ایک بار پریگننسی کٹ سے ٹیسٹ کرنے کا سوچا۔

گہری سانس بھرتے اسنے وہ کٹ اٹھائی۔ تبھی اسکا ڈور نوک ہوا۔

وہ کٹ اسکے ہاتھ سے دور جا گری۔۔ وہ ہڑبڑا کر کھڑی ہوئی۔

نرس تھی جو اسے پیشینٹ کو چیک کرنے کے لئے کہنے آئی تھی۔

وہ اثبات میں سر ہلاتی اسکے ساتھ چلی گئی۔



رات میں وہ گھر آئی تو بہت تھک چکی تھی۔

غازی ابھی نہیں آیا تھا۔ زرنور کو سونے کا کہتی کہ اسے ڈسٹرب نہ کرے وہ
بے ہوشوں کی طرح سو گئی۔

رات میں جانے کونسا پہر تھا جب شدید پیاس کی شدت سے اسکی آنکھ کھلی
تھی۔

اسنے سائیڈ ٹیبل پر دیکھ لیکن جھک خالی پڑا تھا۔
سستی سے اٹھتے وہ کچن کی طرف چل دی۔

پانی پی کر وہ واپس آئی تو اسکی نظر گھڑی پر گئی جہاں گیارہ ہو رہے تھے۔
اسنے انگڑائی لیتے اپنے وجود کی تھکان اتارنے کی کوشش کی۔

جب اسے اپنی گردن پر گرم سانسوں کا احساس ہوا۔
وہ جھٹکے سے پیچھے مڑی۔ لیکن وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔
وہ ڈر گئی۔

اچانک اسکے روم کی لائٹس اوف ہو گئی۔
اسکی جان ہتھیلی پر ہاتھ آگئی۔ کھڑکی میں سائے کو دیکھتے۔

وہ چیخ مارتی اس سے پہلے ہی اسکے منہ پر کسی کا بھاری ہاتھ آگیا۔
وہ تڑپ کر کسمکسائی۔

لیکن اسی وقت دوسرا ہاتھ اسکی کمر میں حائل ہوتا سانپ کی طرح اسکے پہلو
سے لپٹ گیا۔

جانم۔۔ وہ ہاتھ پاؤں مارتی آزاد ہونے کی کوشش کر رہی تھی جب اپنے کان
میں گھمبیرتا سے کی گئی سرگوشی پر ساکت ہو گئی۔
مرتسم نے اسکے منہ سے ہاتھ ہٹا دیا۔

اسکا وجود ساکت ہو گیا تھا۔۔ بلکل برف کی طرح ٹھنڈا۔

ش۔ شاہ۔ کتنے ہی دیر بعد اسکے کپکپاتے لب ہلے تھے۔
اس سے پہلے کہ وہ مڑتی مرتسم نے اسکی کمر کے گرد گرفت مضبوط کرتے
اسے خود میں بھینچا تھا۔

سکون سے آنکھیں موندیں وہ کتنی ہی دیر اسے خود میں بھینچے کھڑے رہا۔

اسکی بند آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر مہر کے بالوں میں جذب ہوا تھا۔
مہر ساکت سی اتنے ماہ بعد اسکے لمس پر کانپ کر رہ گئی۔
تھوڑی دیر بعد اسکی گھمبیر آواز گونجی تھی۔
ڈویو مس می والفی۔۔۔؟

اپنے ہونٹ اسکی گردن پر مس کرتے اسنے بھاری لہجے میں سرگوشی کی۔
کمر میں چلتا ہاتھ اسکی پشت کو سینے میں بھینچتا ہی جا رہا تھا۔ اسکے بالوں میں
منہ چھپاتے گہری سانس لی۔

جبکہ وہ جو سانس روکے کھڑی تھی۔ اسکی سانسیں یکدم سے تیز ہوئیں۔ جب
پیچھے کھڑے وجود نے اسکو جھٹکا دیتے رخ اپنی طرف کیا۔
مہر نے بامشکل اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے خود کو اسکے سینے کا حصہ بننے سے روکا
تھا۔

آئی سیڈ ڈیو مس می وانفی۔۔؟ اسکا چہرہ سامنے کرتے تھوڑی سے پکڑتے
اپنے لفظوں پہ زور دیا۔

مینے کچھ پوچھا ہے۔۔ اسکے جواب نادینے پر کمر اور تھوڑی پکڑ سخت کی اسکی
سکی نکلی۔۔۔

وہ تیز ہوتی سانسوں سے آنکھیں سختی سے میچے کھڑی تھی۔ اسکے پوچھنے پر
اپنی نم ہوتی آنکھیں کھولیں جو سیدھا اس ظالم کی آنکھوں سے ٹکرائیں تو وہ
مسکرایا۔

وہ پھر جھکا اور اسکی آنکھوں پر بوسہ دیتے وہ رخساروں کو اپنے ہونٹوں سے
چھونے لگا۔

جب مہر کو لگا کہ اسکا سانس بند ہو رہا ہے۔ اتنے ماہ سے جس استھما پر اسنے قابو پایا تھا اسے لگا آج وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکے گی۔

وہ جان بوجھ کر اسے تڑپا رہا تھا وہ جانتی تھی وہ اسے چھوڑ کر آنے کی سزا دے رہا تھا۔ اسنے اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے پیچھے کرنے کی کوشش کی لیکن الٹا اسنے حصار تنگ کرتے اسے اور قریب کھینچ لیا۔

اتنا کہ دونوں کی سانسیں ایک دوسرے کے چہرے پر پڑنے لگیں۔ اسکی سانس سینے میں الجھنے لگی۔ استھما پھر سے حاوی ہونے لگا تھا۔ جب اپنے ہونٹوں کے قریب اس ظالم کا لمس محسوس کرتے اسنے آنکھیں کھولیں۔ وہ پھڑپھڑانے لگی سانس کے لیے۔

وہ ڈر سے سینے میں سانس ہی اٹکا بیٹھی تھی۔ بھوری آنکھوں میں التجا لیے اسے دیکھا۔

اسکی آنکھوں کی التجا سمجھتا وہ مسکرایا۔

ڈویووانٹ بریتھ "جان کرانجان بنا وہ پوچھ رہا تھا۔"

جب سینے میں اٹھتے درد کو برداشت نہ کرتے اسنے خود ہی سارے فاصلے سمیٹتے
اپنے پاؤں اسکے پاؤں پر رکھتے اسکے لبوں سے لب جوڑے تھے۔
مر تسم ایک پل کو ساکت ہوا لیکن اگلے ہی پل وہ سرشار سا ایک ہاتھ اسکے
بالوں میں الجھائے دوسرے سے کمر کر تھام کر اور نزدیک کر گیا۔ سانسیں
بحال ہونے پر اسے اندازہ ہوا تھا کہ اسکے لمس میں شدت آرہی تھی۔
وہ کسمسائی اور ایک جھٹکے سے اسے خود سے دور کیا۔ مر تسم جو اسکے لمس میں
کھویا تھا اسکے دھکا دینے پر لڑکھڑا کر پیچھے ہوا تھا۔

مر تسم اسکے لمس میں کھویا تھا جب اسکے دھکا دینے پر ہوش میں آتا زرا سا
لڑکھڑایا تھا۔

اسنے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ کیا وہ اسے کبھی خود سے دور جھٹک سکتی
تھی۔۔ لیکن وہ جھٹک گی تھی۔۔

مہر نے سرخ بہتی آنکھوں کو رگڑتے خود کو رونے سے باز رکھنا چاہا۔

کیوں آئے ہیں اب آپ یہاں۔ اب کیا لینے ہیں۔ آخر کیوں مجھے خوش رہنے نہیں دیتے آپ۔۔ وہ نیچی آواز میں ڈھاڑی تھی۔

کیا آپ میرے بغیر خوش تھی جانم۔

وہ اسے دیکھتا نرمی سے بولا۔ لہجے میں بے پناہ قرب تھا۔

اسکے اس قرب نے مہر کو لمحہ بھر کے لئے ساکت کیا تھا۔

ہاں بہت۔۔ اس نے اعتماد سے کہنا چاہا پھر بھی زبان لڑکھڑا گئی۔

چلیں جائے یہاں سے۔ میں بہت خوش ہوں اپنے بھائی کے ساتھ۔ اکیلا

چھوڑ دیں مجھے۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔

مر تسم نے گہری نظروں سے اسکی نم آنکھوں کو دیکھا۔ اگلے ہی پل وہ آہستہ

سے اسکے قریب ہوا۔

میں کہہ رہی ہوں آپسے جائیں یہاں سے۔ وہ اسے اپنے قریب آتے دیکھ

غرائی تھی۔

مر تسم کے قدم نہیں رکے۔

وہ اٹے قدم لیتی دیوار سے جا لگی۔ م۔ میرے پاس مت آئیں۔ م۔ میں۔

اسکے الفاظ ختم ہو گئے کیوں وہ اسکے قریب آچکا تھا۔ اتنے قریب کہ مہر کو

اسکی گرم سانسوں سے اپنا چہرہ جھلستا محسوس ہوا۔

مر تسم ایک پل کے لئے اسکے قریب جھکا۔

اگلے ہی پل وہ جھٹکے سے اسے زمین سے اٹھاتا خود میں بھینچ گیا۔۔

وہ حق دق سی رہ گئی اسکی حرکت پر۔۔

جبکہ مر تسم سکون سے آنکھیں موندیں اسے خود میں بھینچتا جا رہا تھا۔

اسکی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ مہر کو اپنا سانس رکنا محسوس ہوا لیکن وہ تھا کہ

اسے خود میں سمانا چاہتا تھا۔۔

آپ تو خوش تھیں جانم۔ ایک بار اپنے دیوانے کا حال بھی پوچھ لیا ہوتا۔ وہ

اسکے کان کے قریب جھکتا سر گوشی نما لہجے میں بولا۔۔

میں کیسے جی رہا تھا۔ یہ کیوں نہیں سوچا اپنے۔

آپ اب بھی کہہ رہی ہیں چلا جاو۔ کیا چھ ماہ کم تھے ہجر کے لئے۔

اسکے بالوں پر لب ٹکائے وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

مہرنے اسکے گرد ہاتھ نہیں باندھے وہ اسکا حصار پاتے ہی ٹوٹ رہی تھی۔

لیکن وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ اسکی سرگوشیوں پر بھی نہیں۔ وہ آزاد

ہونے کے لئے کسمسائی۔

لیکن مرتسم کو ہوش کہاں تھا۔

چھ ماہ بعد اسے سکون میسر آیا تھا اس لیے وہ جیسے ہوش و حواس سے گم ہو گیا

تھا۔

مہرنے اسکی پیٹھ پر مکے برسائے۔

میں کہہ رہی ہوں چھوڑیں مجھے۔ م۔ مجھے نہیں جاننا کچھ بھی۔

وہ اپنا پورا زور لگا کر بھی آزاد نہیں ہو پا رہی تھی۔ انکھوں سے مسلسل آنسو

بہہ رہے تھے۔

وہ آزاد ہونے کے لئے جتنی کوشش کرتی مرتسم کی گرفت اس سے کہیں
زیادہ مضبوط ہو جاتی۔ اسے لگا جیسے اسکی پسلیاں چٹخ جائیں گی۔

کیوں آئے ہیں اب آپ۔ اب بھی جائیں نا اس زینہ کے پاس۔ آخر اسی سے
تو دوسری شادی کرنی تھی نا آپکو۔

جب وہ آزاد نا ہو پائی تو اس کے کندھے پر ناخن گاڑھتی رندھے لہجے میں بولی۔
مرتسم نے اسکی بات سنتے آنکھیں کھولیں لیکن اسے آزاد نہیں کیا۔
اب کیوں یاد آرہی ہے آپکو۔ تب کیوں خیال نہیں آیا آپکو میرا جب مجھ سے
بے وفائی کر رہے تھے۔

آپ اچھے سے جانتے تھے میں شراکت برداشت نہیں کروں گی پھر بھی
آپ شراکت داری کرنے چلے تھے۔

وہ اسکی گردن میں منہ دیے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔
مرتسم ہونٹ بھینچے اسے سنتا رہا۔

ا۔ اپ برے ہیں شاہ۔ بہت برے ہیں۔ امی ہیٹ ہو۔ امی ریلی ہیٹ یو۔

وہ اسکے حصار میں جھپٹاتی نیچی آواز میں چیخی تھی۔۔

وہ آؤٹ آف کنٹرول ہو رہی تھی۔

اسے غصہ آتا نہیں تھا لیکن جب آتا تھا تو وہ کسی کے قابو میں نہیں آتی

تھی۔ سوائے مرتسم کے لیکن آج وہ اسکی بھی نہیں سن رہی تھی۔۔

مہرنے اپنے ناخنوں سے اسکی گردن میں خراشیں ڈال دیں۔

لیکن مرتسم کی گرفت کمزور نا پڑی۔۔

اسکی دبی دبی سسکیاں گونج رہی تھیں۔

اسکی سسکیوں پر بے چین ہوتے مرتسم نے تیزی سے اسکا چہرہ سامنے کیا

تھا۔۔

وہ ڈھیلی گرفت دیکھ تیزی سے اسکی پہنچ سے دور ہوئی تھی۔۔

اسکا دکھ، تکلیف غصے میں بدل چکی تھی۔۔

میں کہہ رہی ہوں چلے جائیں یہاں جائیں یہاں سے مجھے آپکی شکل بھی نہیں

دیکھنی۔۔ وہ کشن اٹھا کر اسے مارتی دبی آواز میں چیخی۔۔

مر تسم اسکے اتنے ہارش ریکشن پر ساکت ہوا تھا۔

وہ کمرے کا حشر نشر کرتی اس پر چیزیں پھینک رہی تھی۔

جب تھک گی تو گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی گی۔

مر تسم خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

جب وہ تھک گی تو وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اسکے قریب جاتے اسکے پاس بیٹھ گیا۔

مہر نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔

اسکے دیکھنے پر مر تسم نے اپنا بازو اسکے آگے کر دیا۔

اسنے ایک پل کے لئے تھم کر اسے بازو کو دیکھا اور اگلے ہی پل جھک کر وہاں اپنے دانت گاڑھ گی۔

اسکے بازو پر دانتوں کے نشان ڈالتے اسنے سیدھے ہوتے مر تسم کو دیکھا۔

جسکے چہرے پر صرف نرمی تھی۔

وہ آنکھوں میں جزبات کا سمندر اور دید کی تڑپ لیے بس اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔

مہر کے دیکھنے پر ہلکا سا مسکراتے اسے ہاتھ اٹھاتے اپنی شرٹ کے اگلے دو بٹن کھول دیئے۔

مہر نے گھبراتے اسے دیکھا وہ کیا کرنے جا رہا تھا۔

مر تسم نے اس کے تاثرات دیکھتے اس کے سر کے پیچھے ہاتھ رکھا اور نرمی سے اسے خود پر جھکایا۔

یہاں بھی۔۔ نرمی سے اس کا چہرہ اپنے سینے کے قریب کرتا وہ آہستہ سے بولا۔۔

مہر کی نکھیں پھیل گئی۔ کیا وہ پاگل تھا جس سے یہ سب مزاق لگ رہا تھا۔
اس نے دھڑکتے دل سے سوچا تھا۔

اچانک اس کی نظر مر تسم کی گردن پر لگی خراشوں پر گئی۔ اس کی گردن سرخ ہو رہی تھی۔

جبکہ کی خراشوں سے تو ہلکا ہلکا سا خون بھی آرہا تھا۔

اسنے فق ہوتے چہرے سے ان نشانوں کو دیکھا اور پھر اپنے ہاتھوں کو جسنے
اسے یہ زخم دیئے تھے۔

جبکہ مرتسم اسکے تاثرات سے انجان نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلا رہا
تھا۔

جب اسکے ہاتھ ساکت ہوئے اپنی گردن پر اسکے نازک ہاتھوں کے لمس
سے۔۔

مہر ٹرانس کی سی کیفیت میں ان خراشوں کو انگلیوں سے سہلارہی تھی جانے
اسکے دل میں کیا سوچی اسنے بے ساختہ جھکتے وہاں اپنے لب رکھ دیئے۔
وہ دیوانہ وار اسکی خراشوں پر لب رکھتی گئی۔

مرتسم کی ساکت آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر بہا تھا۔

اب جب سب ختم ہو گیا ہے تو کیوں کر رہے ہیں آپ یہ سب۔۔ وہ دھیمے
لہجے میں بولتی پیچھے ہوئی۔۔

لیکن مر تسم کی نم آنکھیں دیکھ چونک گئی۔۔
مر تسم نے نفی میں سر ہلایا۔

میں نہیں کر رہا۔ وہ ہولے سے۔ بڑ بڑایا۔۔

میں نہیں کر رہا۔ یہ۔۔ اسنے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔

یہ سینے میں دھڑکتا جو دل ہے نایہ کر رہا ہے۔ یہ تڑپ رہا ہے۔۔
وہ سینے پر انگلی رکھتا شدت سے بولو۔

مہر بے یقینی سے اسکے چہرے پر پھسلتے آنسو کو دیکھتی رہی۔۔

اسے نہیں رہنا آتا آپکے بغیر، آپکو دیکھے بغیر، سنے بغیر اسے چین نہیں آتا۔۔

یہ دھڑکنا بھول جاتا ہے۔۔ وہ دیوانگی کی حدوں کو چھو رہا تھا۔۔

وہ مرد تھا لیکن مرد ہو کے بھی وہ بہت بار رویا تھا اور آج پھر رورہا تھا اور وجہ
تھی اسکی بیوی جسکے لئے وہ ایک بار نہیں بار بار رویا تھا۔

مر تسم نے اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

آپکو پتہ ہے نا آپ پاس ناہوں تو یہ گوشت کالو تھڑا بے جان ہونے لگتا
ہے۔۔

پھر بھی اپنے نہیں سوچا ان چھ ماہ میں میں کیسے سکون میں رہا ہوں گا۔۔ وہ
رندھے لہجے میں بولا۔

مہر کو لگا کہ سب بس وہ رو دے گا۔

اور وہ رو دیا۔ اسکے ہاتھ بے جان ہوتے نیچے گر گئے۔

اور وہ خود بے جان چیز کی طرح اسکے گود میں سر رکھتا سک پڑا۔

م۔ مینے تو سنا تھا مرد روتے نہیں۔

ل۔ لیکن مہر جب سے آپ کی نہیں نا خدا کی قسم میں ہر رات رویا ہوں۔

نمازوں میں، سجدوں میں آپکی یادوں میں گم ہو کے۔۔

مجھے اپنے دل، اپنے آنسوؤں پر اختیار نہیں ہے۔۔

مجھے یہ اختیار نہیں چاہیئے بس آپ چاہیئے، بس آپ کا ساتھ چاہیئے۔۔

اگر کوئی دیکھ لیتا وہ مر تسم شاہ جسکے ایک اشارے پر لوگ ہڑ بڑا جاتے ہیں وہ

اپنی بیوی کے لئے یوں ہر رات روتا تھا تو کوئی مر کر بھی یقین نہیں کرتا۔

وہ نرم دل سہی مگر وہ ایک انا پرست شاہ تھا۔۔

لیکن اس ایک لڑکی کے آگے وہ اپنی انا کو دو کوڑی کا کر دیتا تھا۔۔

لڑکھڑاتی ہوں تو رو کر لپٹ جاتا ہے "

"میںے گرنا ہے تو اس لڑکے نے مر جانا ہے۔۔

مہر کو آج اس شعر کی حقیقت معلوم ہوئی تھی۔

مر تسم میر وہ شخص تھا جو اسکے زرا سا کرنے پر سچ میں مر جاتا۔۔

جانے کتنی ہی دیر وہ سسکتا رہا۔

جب مہر کے ساکت ہاتھوں میں حرکت ہوئی۔ اسنے بے ساختہ ہی اسکے گرد نازک حصار باندھا تھا۔

ش۔ شاہ۔ کپکپاتے لبوں سے اسے پکارا۔۔

میں کہا کروں مہر آپ بتائیں میں کیا کروں۔ اپ جیسا کہیں گی نا میں ویسا کر لوں گا۔

جیسے بنائے گی ویسا بن جاؤں گا۔

وہ سیدھا ہوتا اسکے ہاتھ تھا متا گڑ گڑایا تھا۔

آپکو مجھے سزا دینی ہے نا تو آپ چاہئے تو اپنے ہاتھوں سے موت دے دیں لیکن میں اب اور جدائی یا ہجر کی سزا نہیں سہہ سکتا۔

اب میں آپکو خود سے دور نہیں جانے دوں گا چاہئے جو بھی ہو جائے۔

وہ جنونی انداز میں بولتا اسے خود میں بھینچ گیا۔

کہیں نہیں جانے دوں گا۔ وہ بڑبڑاتا جا رہا تھا۔

مہر کو اسکی حالت ٹھیک نہیں لگی۔

شاہ۔ شاہ سنے تو میں کہیں جارہی۔ مینے کہاں جانا ہوں۔ میں یہیں ہو آپکے پاس۔۔

وہ نرمی سے اسکے بال سہلاتی بولی۔۔

ا۔ اپ سچ میں اب مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گی نا۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھتا بولا۔۔

م۔ میں۔۔ وہ ابھی کچھ بولتی کہ اسے پھر سے دو میٹ فیل ہوئی۔

وہ تیزی سے مرتسم سے دور ہوتی واشروم میں بھاگی تھی۔

مہر۔۔ وہ حیران پریشان سا اسے دیکھتا اسکے پیچھے ہی آیا تھا۔۔

مہر آپ ٹھیک ہیں نا۔۔ وہ اسکی کمر سہلاتا فکر مندی سے بولا۔۔

مہر نڈھال سی اسکے سینے سے سر ٹکا گئی۔۔

وہ اسے نرمی سے تھامتاروم میں لے آیا۔۔

پانی۔۔ اسے بیڈ پہ بٹھاتے مرتسم نے اسکے آگے پانی کیا۔۔

اسنے جیسے ہی گلاس منہ کو لگایا اسے پھر سے زوردار ابکائی آئی۔۔

وہ لڑکھڑاتی تیزی سے پھر سے واشروم کی طرف بھاگی تھی۔۔

مہر کیا ہوا ہے اپکو۔۔ کیوں میری جان نکال رہی ہیں۔

وہ اسکے مسلسل قہقہہ کرنے پر کچھ ڈر، پریشانی سے بولا۔۔

مہر بمشکل مرتسم کے سہارے کھڑی تھی۔۔

مرتسم اسے بانہوں میں اٹھاتے بیڈ تک لایا۔۔

ایک منٹ۔۔ وہ اسکے پیچھے تکیہ رکھتا اسے سہارے سے بٹھاتا واشروم کی

طرف بڑھ گیا۔۔

وہ منی ٹاول پانی سے بگھوتا بھی باہر جانے لگا تھا جب اسکی نظر سامنے رکھی

پر یگننسی کٹ پر پڑی۔۔ اسنے عجلت میں اس پر ایک نظر ڈالی اور تیزی سے

باہر کی طرف بڑھا لیکن اگلے ہی پل اتنی ہی تیزی سے مڑا۔۔

اسنے بے یقینی سے سامنے پڑی اس کٹ کو دیکھا ہاتھ بڑھاتے اسنے اسے اٹھا

لیا۔۔

بغیر اس کٹ پر آئے رزلٹ دیکھے وہ اسے مٹھی میں دباتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔

مہر نے تعجب سے واشروم کے دروازے کو دیکھا۔

جب وہ بے یقین چہرے سے باہر آیا۔

کچھ تو تھا اسکے چہرے پر جس نے مہر کو کھٹکھٹکنے پر مجبور کر دیا۔

مر تسم اسکے سامنے آتے رکا۔

مہر نے نا سمجھی سے اسکی سرخ پڑتی آنکھیں دیکھیں۔

مر تسم نے ایک نظر اسکے چہرے پر ڈالی اگلے ہی پل وہ ہاتھ آگے کرتے مٹھی کھول گیا۔

مہر کا چہرہ فق ہو گیا۔

مر تسم نے ہاتھ میں وہ کٹ دیکھ کر نہیں اس کٹ پر آتے پوزیٹوریز لٹ دیکھ کر۔

مر تسم نے بغور اسکے اڑتے رنگ کو دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ پہ رکھی اس کٹ کو۔

وہ ساکت رہ گیا۔۔

مہرنے بے یقینی سے نفی میں سر ہلایا۔۔

ن۔ نہیں۔ ا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ وہ زیر لب بڑبڑائی۔۔

مر تسم نے اسے دیکھا۔۔ اگلے ہی پل وہ دوزانوں ہوتا اسکے سامنے بیٹھا۔

م۔ مہر آپ۔۔ ک۔ کیا یہ س۔ سچ ہے۔ اسکے لہجے میں بے پناہ خوشی تھی۔

جسے محسوس کرتے اسکے رگ و جان پہ ایک سرد لہر ڈور گئی۔۔

ہ۔ ہمارا ب۔ بچہ۔۔ اسکے لہجے میں ابھی بھی بے یقینی تھی۔۔

مہرنے شدت سے نفی میں سر ہلایا۔۔

کیا وہ پریگنٹ تھی۔۔ وہ کیا منہ دکھائے گی اپنے بھائی کو، وہ انکامان بھی نارکھ سکی۔۔

زر نور نے اس سے صاف صاف پوچھا تھا کہ اسکا اور مر تسم کا رشتہ کیسا تھا۔۔

اسنے گھبرا کر جھوٹ بول دیا ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔

ویسے بھی انکا صرف نکاح ہوا تھا رخصتی تو نہیں ہوئی تھی۔۔

لیکن اگر اب غازی کو پتہ چل گیا کہ وہ اپنی حدوں سے آگے بڑھ چکی ہے تو کیا سمجھے گا۔۔

سوچتے اسکا چہرہ زرد پڑ گیا۔۔

مہر آپ ایسے کیوں رٹیکٹ کر رہی ہیں۔۔ آپ میرے نکاح میں ہیں۔۔
مر تسم اسکے ریکشن پر پریشان ہوا تھا۔۔

اسے خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسا رٹیکٹ کرے۔۔
وہ جذبات کی ملی جلی کیفیت میں اسے دیکھ رہا تھا۔۔

م۔ میں ایسے ن۔ نہیں ہونے دوں گی۔ ی۔ یہ جھوٹ ہے۔۔

وہ شدت سے رودی۔۔

جانے اسے کیا سوچھی وہ لڑکھڑا کر اٹھتی اپنے فون کی طرف لپکی۔
مرتسم نے تعجب سے اسے دیکھا آخر وہ ایسا ریکشن کیوں دے رہی تھی۔
وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

مہر فون کھولتی تیزی سے کسی کا نمبر ڈائل کرتی کال لگا گئی۔
مرتسم نے سرعت سے اٹھ کر اس سے موبائل کھینچا۔
کیا کر رہی ہیں آپ۔۔ وقت دیکھ رہی ہیں آپ۔ کسے فون کر رہی ہیں آخر
اپ۔۔

وہ اسے رات کے ایک بجے کا احساس دلاتا پریشانی سے بولا تھا۔
ش۔ شاہی۔ یہ کیا ہو گیا۔
ا۔ ایسا نہ ہو ناچا ہیے تھا۔ م۔ میں آن کوک۔ کیا جواب دوں گی۔
وہ رندھے لہجے میں بڑبڑائی۔

لیکن مرتسم اسکی طرف متوجہ نہیں تھا اسکی نظریں ڈاکٹر مہک کے
نوٹیفیکیشن پر تھیں۔

اسنے تیزی سے اسے اوپن کیا۔

تین گھنٹے پہلے بھیجی گئی مہر کی رپورٹس تھی جس میں

واضح لکھا تھا کہ اسے ہائی ٹائفائیڈ ہے اور سٹمیک پر اہلم ہے۔

اسکا سٹمیک ہیٹ آپ کر رہا تھا اور سویلنگ کی وجہ سے اسے بار بار وومیٹ ہو رہی تھی۔

مر تسم نے سنجیدگی سے مہر کو دیکھتے فون اسکے آگے کر دیا۔

مہر کار کا ہوا سانس بحال ہوا تھا۔

مر تسم سمجھ رہا تھا تھا وہ ڈر گئی تھی کہ رخصتی سے پہلے اسکا پریگنٹ ہونا سب کیا سوچیں گے۔

لیکن اسے پرواہ نہیں تھی وہ اسکے نکاح میں تھی اسکی بیوی باقی ساری تو

دنیاوی رسمیں ہیں۔ جس سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

گہری سانس بھرتے اسنے نرمی سے مہر کو خود سے لگایا۔

ایسا کچھ نہیں ہے جیسا ہم سوچ رہے تھے۔ مینے سنا تھا کہ کبھی کبھار پر یگننسی
کٹس غلط ریزلٹ بھی شو کرتی ہیں۔۔ لیکن آپکی یہ رپورٹس بھی سہی نہیں
ہیں۔۔

وہ اسکا سر تھکتے نرمی سے بولا۔۔

مہرا سکے بات سنتے کچھ دیر کے لئے ریلیکس ہوئی تھی۔

پھر کچھ یاد آنے پر تیزی سے اس سے دور ہوئی۔

بس دیکھ لیا نا اپنے کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔ اب آپ جائیں یہاں سے۔۔

وہ آنسو صاف کرتی سخت لہجے میں بولی۔۔

آپ چاہتی تھیں کہ ایسا کچھ نا ہو۔ وہ اسکی حالت سمجھ کر بھی انجان بنا پوچھ رہا
تھا۔

ہاں میں چاہتی تھی ایسا کچھ نا ہو۔۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔۔

لیکن اب تو ہو گا جانم۔۔ کیا ہو گیا اگر اب بار ایسا نہیں تھا تو ہم ایسا پو سیبل

بنائیں گے جانم۔۔

وہ تیزی سے اسے بانہوں میں بھرتا بولا۔

چھوڑیں مجھے۔ وہ اسکی گرفت میں چلی۔

مر تسم اسے چیخ پکار نظر انداز کرتا اسے لیے بیڈ کی طرف بڑھا۔ اسے نرمی سے بیڈ پر لٹاتے وہ اسکے برابر لیٹ گیا۔

مہر سرعت سے اٹھتی وہاں سے بھاگتی مر تسم اتنی ہی تیزی سے اسے کھینچتا اس پر حاوی ہوا تھا۔

میں کہہ رہی ہوں چھوڑیں مجھے۔ وہ سرخ چہرے سے غرائی تھی۔

ناچھوڑوں تو۔۔ مر تسم اسکے تاثرات سے محظوظ ہوا تھا۔

کل بھی آپ ہی تھے نا۔ اچانک اسے کل رات والی اپنی حالت یاد آئی۔

مر تسم نے بہت شرافت سے نفی میں سر ہلایا۔

کب کی بات کر رہی ہیں جانم۔ کل کہاں تھا میں۔ وہ معصومیت سے اسے دیکھتا بولا۔

مہر نے تیش سے اسکی جانب دیکھا۔

اچھا تو آپ نہیں تھے۔۔ تو پھر یہ نشان کس نے دیے ہیں مجھے۔ کیا واقعی میں
اپنے نہیں دیے۔۔

وہ اسکی بات سنتے بغیر سوچے سمجھے اپنی شرٹ کو کندھے اور گردن سے
کھسکاتے غصے سے پاگل ہوتے ڈھاڑی تھی۔۔

مر تسم اسکے لفظوں پر غور کرنے کی بجائے گہری نظروں سے اسکے سراپے کو
دیکھنے لگا۔

اسکی گردن پر اسکی شدتوں کے واضح نشان تھے۔ جو اسنے کل رات اسکے
سونے کے بعد اس پر لوٹائیں تھیں۔۔

اسکی نظریں مہر کے سراپے میں الجھنے لگیں۔ انکھوں میں تیزی سے خمار
پھیلا تھا۔۔

وہ اسکے نشیب و فراز میں الجھ کر رہ گیا۔

اسکے تاثرات دیکھتے مہر کو شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔۔

اسنے تیزی سے اپنی شرٹ سہی کرنی چاہی لیکن مرتسم اسکے دونوں ہاتھ قابو کرتا اوپر تکیے سے لگا گیا۔ وہ جھکا اور اسکی گردن پر بنے ان نشانوں کو اپنے لبوں سے چھونے لگا۔

مہر تڑپ کر رہ گئی اسکی شدت پر۔

میر۔۔ کپکپاتے لبوں سے سرگوشی میں اسے پکارا۔

مرتسم نے اسکی گردن سے چہرہ نکالتے اسے دیکھا۔

سختی سے آنکھیں مینچتے اسکی شرٹ کو مٹھی میں جکڑے کپکپاتے لبوں سے اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

آپکو کیوں لگا کہ آپ پریگینٹ ہیں۔

وہ اپنے لب اسکے لبوں پر رب کرتا دھیمے لہجے میں پوچھنے لگا۔

مہر کا چہرہ جو پہلے ہی سرخ تھا تھا اب جیسے بھانپ چھوڑنے لگا۔

مر تسم نے مبہوت ہوتے مہینوں بعد اسکے چہرے کے ان رنگوں کو دیکھا تھا۔۔

ترس ہی تو گیا تھا وہ اسے دیکھنے کے لئے۔ اسکی معصوم شرارتوں پر ہسنے کے لئے۔

اسکے چہرے پر اپنی قربت کے ان رنگوں کے لئے۔۔
سرشاری کے عالم میں جھکتے مر تسم نے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔۔
کچھ دیر تک وہ یو نہی اسکے ماتھے پر لب رکھے اسنے سوالیہ نظروں سے مہر کو دیکھا۔۔

کچھ دنوں سے مسلسل ویٹینگ اور چکر آرہے تھے اور موڈ سوینگز بھی اور پیٹ میں بھی پین تھا اور میرے پ۔ پی۔۔ شرم کے مارے اسکی زبان لڑکھڑا گئی۔۔

مر تسم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔۔

مس ہو گئے تھے تو مجھے شک ہوا تو اس لیے مینے گوگل کیا تھا پر یگننسی کے
سیمپٹمز چیک کیے تو سب وہی تھے اس لیے مینے ٹیسٹ کروائے تھے۔۔ وہ
تیزی سے بول گئی۔۔

لیکن رپورٹس آنے میں ابھی دیر تھی اس لیے مینے اس پر ٹیسٹ کیا۔
وہ ایک ہی سانس میں بول گئی۔۔

مر تسم مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔۔
اس بار نہیں تو کیا ہوا جانم ہم اب ٹرائے کریں گے۔۔
وہ اسکے کان میں سرگوشی کرتا کان کی لو کو چوم گیا۔۔
مہرنے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھا۔

آپ اتنے بے شرم کیوں ہیں شاہ۔۔
وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی نظریں چراتی بولی۔
مر تسم نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔۔
وہ یک دم جھکتے اسکے گلابی لبوں کو قید کر گیا۔۔

مہرا سکے اچانک حملے پر کپکپا کر رہ گئی۔

لیکن اسنے مزاحمت نہیں کی۔

وہ اسے چھو ہی اتنی نرمی سے رہا تھا کہ وہ مزاحمت نا کر سکی۔۔

وہ دونوں ہی گم تھے ایک دوسرے میں جب کھٹکے کی آواز پر اسنے جھکٹے سے مرتسم کو پیچھے کیا۔۔

اسنے فق ہوتے چہرے سے مرتسم کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

مرتسم نے بغور اسکا سفید ہوتا چہرہ دیکھا۔۔

اسنے خوف سے اسکی شرٹ جکڑتے سہمی نظروں سے مرتسم کو دیکھا اور پھر دروازے کی طرف۔۔

ریلیکس کچھ نہیں ہوا۔۔ مرتسم نے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔۔

وہ سانس روکے اسکے حصار میں پڑی رہی لیکن جب کچھ دیر تک کوئی آہٹ یا آواز نا ہوئی تو اسکا رکاوٹ اسانس بحال ہوا۔۔

ش۔ شاہ آپ جائیں پلیز۔۔ وہ اسے خود سے دور کرنے کو شش کرتی مدہم
لہجے میں بولی۔۔

پہلے مجھے بتائیں یہ بتائیں اپنا خیال کیوں نہیں رکھتی اپ۔
رپورٹس دیکھی ہیں اپنے اپنی۔۔

وہ اسکے ہاتھ قید کرتا تکیے سے لگاتا سنجیدگی سے اسے دیکھتا پوچھ رہا تھا۔
مہر نے اسکے سوال پر ایسی نظروں سے اسے دیکھا کہ وہ تڑپ کر رہ گیا۔
کس کے لئے رکھتی اپنا خیال۔ میرا تو زندگی سے ہی دل اٹھ گیا ہے شاہ۔۔ پھر
کیوں جینے کے لیے خود کو فٹ رکھتی۔۔
وہ شکایتی لہجے میں بولی۔۔

مر تسم نے بے چین ہوتے اسکی نم بھوری آنکھیں دیکھیں۔
ہے جانم میری بات تو سنے۔ آپکو لگتا ہے میں نے وہ سب خوشی سے کیا۔
کیا آپکو لگتا ہے آپکے شاہ ایسا کر سکتے ہیں۔۔

وہ اسکے تھوڑی تھامتے اسکا چہرہ اوپر کرتا بے چینی سے پوچھ رہا تھا۔۔

پھر اپنے کیوں کیا ایسا۔ اپنے سوچ بھی کیسے لیا۔

وہ اپنے ہاتھ آزاد کرانے کے لئے مزاحمت کرتی رندھے لہجے میں بولی۔
مر تسم نے تھم کر اسے دیکھا۔ اسکی گرفت بے ساختہ ہی ڈھیلی پڑی تھی مہر
پر۔۔

وہ اسے چھوڑتا اسے برابر گر گیا۔

مہر نے الجھ کر اسے دیکھا۔ اچانک۔ اسے کیا ہوا۔

شاہ۔ اسنے ڈرتے ڈرتے اسے پکارا جو آنکھوں پر بازو رکھے سیدھا لیٹا تھا۔
مر تسم نے بازو ہٹاتے اسے دیکھا۔ اسکے سہمے تاثرات دیکھتے اسنے گہری سانس
بھری اور کھینچ کر اسے اپنے سینے پر گرا گیا۔

سو جائیں مہر۔ میں ابھی چلا گیا جاؤں گا کچھ دیر تک۔

وہ نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتا بولا۔

مہر نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ اسکے سینے پر ٹوری ٹکاتے اسنے اپنے ہاتھ
ٹھاتے اسکی بے پروا رکھا۔

کیا مجھے بھی نہیں بتائیں گے۔۔ وہ معصومیت سے اسے دیکھتے بولی۔۔

مر تسم نے ایک نظر اسکے معصوم چہرے کو دیکھا پھر آہستہ سے اثبات سے سر ہلا گیا۔

وہ اسے آہستہ آہستہ سب بتاتا چلا گیا۔

کیسے قاسم بابا نے اسے بلیک میل کیا۔ اسکے منع کرنے پر اسے اپنے یتیم ہونے پر بلیک میل کرنا۔ مہر کے جانے بعد اسکا ٹڑپنا۔

کچھ دیر بعد وہ چپ ہوا تھا مہر کی دبی دبی سسکیاں بلند ہوئی۔

مہر میری جان آپ کیوں رو رہی ہیں۔۔ وہ اسکا چہرہ سامنے کرتا بے چین ہوتے پوچھنے لگا۔

قاسم بابا بالکل بھی اچھے نہیں ہیں شاہ۔ وہ سسکیاں بھرتے بولی۔

وہ باپ کہنے کے لائق نہیں ہیں جانم۔۔ مر تسم نے نرمی سے اسے ٹوکا۔

ایم سوری شاہ۔ میں آپکی تکلیف سمجھے بغیر آپکو جانے بغیر آپ کو ہرٹ کرتی
رہی۔ ایم سوری۔۔ وہ اسکے چہرے کے ایک ایک نقش کو لبوں سے چھوتے
شرمندہ لہجے میں بول رہی تھی۔۔

مر تسم اسکے اس انوکھے انداز میں معافی مانگے پر مسکرایا تھا۔۔
کون کافر ہوتا جو اتنے پیار سے منانے پر بھی نامانتا۔۔
اسکے نفی میں سر ہلاتے مہر کی آنکھوں پر نرمی سے بوسہ دیا۔
میری وجہ سے مت رویا کریں مہر مجھے تکلیف ہوتی ہے۔۔
وہ نرمی سے بولا۔۔

اب سو جائیں آپکی طبعیت پہلے ہی ٹھیک نہیں صبح میں خود آپکو ڈاکٹر کے پاس
لے کر جاؤں گا۔۔

وہ تحکم سے بولتا اسکا سر اپنے سینے پر رکھ گیا۔
مہر منہ بناتی اسکے حکم پر آنکھیں بند کر گئی۔۔

غلط فہمیاں کے بادل چھٹ گئے تھے۔ بے سکون اب سکون میں بدل گی تھی
تو سب کچھ بہار جیسا لگنے لگا تھا اسے۔



وہ آج بھی اس سے بات کرنے کے لئے صبح صبح ہی پہنچ گی تھی۔ لیکن ہمیشہ
کی طرح آج بھی اسے اپنی طرف آتے دیکھ وہ اپنا راستہ بدل گیا۔
نیناں نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

تقریباً پچھلے اٹھ، نو ماہ سے وہ اسے دیکھ کر یو نہی اپنا راستہ بدل لیا کرتا تھا۔
اسنے کتنی بار اس سے بات کرنے کی کوشش کی، اسکی منتیں کی، معافیاں
مانگیں، یہاں تک کہ اسے اپنے مرنے کی دھمکیاں تک دیں لیکن وہ تو جیسے
پتھر ہو گیا تھا۔

لیکن آج اسنے طرح کر لیا تھا وہ اس سے بات کر کے رہے گی۔

وہ اسکے پیچھے بھاگی۔

شیری۔۔ شیریں لسن۔ مجھے بات کرنی ہے تم سے۔

وہ اسکے سامنے آتی بولی۔۔

شیری نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا۔

وشہ اور عادی جو اسکے ساتھ تھے وہ دونوں خاموشی سے آگے بڑھ گئے۔۔

بولو۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔۔

نینا نے اسکے سپاٹ چہرے کو دیکھتے آگے بڑھتے اسکا ہاتھ تھاما اور بیک گراؤنڈ میں لے گئی۔۔

وہ سپاٹ انداز میں اسکے ساتھ چلتا رہا۔۔

کیا چاہتی ہو اب۔۔

بیک گراؤنڈ میں آتے اسنے اپنا ہاتھ چھڑواتے بظاہر بیزاری سے کہا۔۔

شیری کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے۔ ایک بار موقع دے کر تو دیکھو۔

میں تھک گئی ہوں تمہاری بے رخی سہتے سہتے۔۔ وہ رندھے لہجے میں بولی تھی۔

وہ طنزیہ ہسا۔ اتنی جلدی تھک گئی۔

مینے تو بس بے رخی دکھائی ہے۔ تمہاری طرح عزت نفس تو نہیں روندی نا تمہاری۔۔ وہ ہنوز سپاٹ لہجے بولا۔۔

معاف کر دونا۔ کتنی بار تو معافی مانگ چکی ہوں۔

شیری ایک سال ہونے والا ہے۔ اور کتنی سزا دو گے۔ پلیز معاف کر دو۔ میں مرجاؤں گی شیری۔۔ پلیز بس کر دو۔۔

وہ رودی تھی پھوٹ پھوٹ کر۔

پلیز شیری میں اب اور برداشت نہیں کر سکتی میں سچ میں مرجاؤں گی۔۔ وہ اسکے قدموں میں بیٹھی گڑا گڑا رہی تھی۔

اسنے ضبط سے لب کاٹے۔۔ وہ اسکی محبت تھی بے شک اسنے اسے تکلیف دی
تھی لیکن وہ اسے ایسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اٹھو۔ شیریں نے جھکتے اسے نرمی سے اٹھایا۔۔

اگر دوبارہ تم میرے کسی بھی مزاق کو میری محبت پر لے آئی تو۔۔ وہ اسے
اپنے مقابل کھڑا کرتا سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔۔

نینا نے اپنی نم آنکھیں پونچھتے اسے دیکھا۔

نہیں لاؤں گی۔ کبھی نہیں مجھے تم پہ پورا بھروسہ ہے اب کبھی شک نہیں
کروں گی وعدہ۔۔ وہ بچوں کے سے انداز میں بولی۔۔

تمہیں پورا حق ہے مجھ پر شک کرنے کا لیکن اس شک کو یقین بنا کر میری
محبت کی بھجیاں اڑانے کا نہیں۔ وعدہ کرو اگر کبھی ایسا کچھ ہوا تو پہلے آکر مجھ
سے پوچھو گی۔ وہ اس کے آنسو صاف کرتا نرمی سے بولا۔

نینا نے بے یقینی سے اسے دیکھا تو کیا وہ مان گیا تھا۔ کیا سنے واقعی اسے ایک
موقع دے دیا تھا۔

شیری نرمی سے مسکرایا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

اگر تم نے دوبارہ مجھے تکلیف دی تو یاد رکھنا نینا اس بار میں واقعی یا تو خود مر
جاؤں گا یا تمہیں مار دوں گا۔

وہ سختی لہجے میں بولا۔

تھینکیوں۔ تھینکیو سوچ۔ میں وعدہ کرتی ہوں آئندہ کبھی تمہاری محبت پر
شک نہیں کرونگی۔ شیری مجھے معاف کر دینا میں نے تمہاری پاکیزہ محبت کو ایسے
ر سوا کیا۔

وہ اسکے ہاتھوں پر سر رکھتی ہچکیوں سے روتی بولی۔

شیری نے نفی میں ہلاتے نرمی سے اسکا سر تھپکا۔

جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب تم میری بننے کی تیاری کرو۔ اسکی سزا میں تم سے
شادی کے بعد خود لے لوں گا۔ بس تم میری دسترس میں آ جاؤ۔
وہ کچھ شرارت سے بولا تو وہ نم آنکھوں سے ہنس دی۔
اور اسے ہستے دیکھ وہ بھی مسکرا دیا۔
بلکل پہلے جیسے زندگی سے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ۔
دور سے انہیں دیکھتے وشہ اور عادی بھی مسکرا دیئے۔

ارسل، ارسل وہ گہری نیند میں تھا جب آیت نے اسکے کندھے پر ہاتھ مارتے
اسے اٹھانے کی کوشش کی۔
ہم۔۔ وہ آنکھیں مسلتا اٹھ بیٹھا۔
آیت اسکا تکلیف سے زدر پڑتا چہرہ دیکھ وہ تیزی سے اس پر جھکا۔
ارسل مجھے بہت پ۔ پین ہو رہا ہے۔

وہ درد کی شدت سے بول بھی نہیں پارہی تھی۔۔

آیت میری جان کیا ہو رہا ہے۔ م۔ میں کیا کروں۔۔ ایک منٹ میں ابھی
ایا۔۔

وہ تیزی سے بستر سے چھلانگ لگتا کمرے سے باہر بھاگا۔۔

ماما۔ ماما۔ ہڑ بڑاہٹ میں انکے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹاتے اسکی حالت قابل رحم
تھی۔۔

ارسل کیا ہوا۔۔ اسکے بابا نے نیند سے بھری آنکھیں مسلتیں دروازہ کھولا۔۔
بابا وہ آیت۔۔ اسنے اتنا ہی کہا تھا کہ اسکی ماما تیزی سے اسے سائیڈ کرتی اسکے
کمرے میں بھاگی تھیں۔۔

وہ دونوں باپ بیٹا بھی انکے پیچھے ہی لپکے تھے۔۔

ارسل جلدی اٹھاؤ اسے ہو سپٹل لے کر چلوا بھی۔۔

وہ درد سے تڑپتی آیت کو بامشکل اٹھا کر بٹھاتیں تیزی سے بولیں۔

میں گاڑی نکالتا ہوں۔۔ طالب شاہ بولتے نیچے کی طرف بڑھ گئے۔

ارسل نے آگے بڑھتے آیت کو اٹھایا۔
صوفیہ جلدی آویہ سامان سمیٹو بھا بھی کے لئے۔۔
وہ حیران پریشان سی صوفیہ کو آتے دیکھ جلدی سے بولیں۔
وہ سر ہلاتے انکی ہیلپ کرنے لگیں۔
اگلے پانچ منٹ میں وہ سب ہاسپٹل کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔۔
ڈاکٹرز نے اسے فور ایڈمیٹ کر لیا۔۔



وہ بے چینی سے لیبر روم کے آگے چکر کاٹ رہا تھا۔۔
صوفہ اور اسکی ماما پر یئر روم میں فجر ادا کرنے گی تھیں۔
طالب شاہ اپنے بیٹے کی بے چینی پر مسکرا دیئے۔۔
پر سکون رہو بیٹا۔ یہ وقت ہر عورت پر آتا ہے۔ فکر مت کرو سب ٹھیک
ہوگا۔۔

وہ اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے تسلی دینے والے انداز میں بولے۔۔
وہ ہونٹ بھینچتے سر ہلا گیا۔

اگلے چار گھنٹے انکے کھٹن انتظار میں گزرے تھے جب ڈاکٹر باہر آئی۔۔
ڈاکٹر میری وائف اور بے بی کیسے کیسے ہیں دونوں۔۔ ارسل نے بے چینی
سے پوچھا۔۔

آپکی وائف اور بے بی بالکل ٹھیک ہیں۔
ڈاکٹر نے مسکراتے لہجے میں کہا۔

کیا میں مل سکتا ہوں۔۔ اسنے تیزی سے پوچھا۔

نہیں بے شک ڈیلیوری نارمل ہے لیکن فلحال وہ انڈراوبزر ویشن ہیں آپ کچھ
دیر تک مل سکتے ہیں۔ ڈونٹ وری آپکی وائف اور بیٹا اب دونوں ٹھیک ہیں۔
بیٹا۔ وہ بے یقینی سے بڑبڑایا۔

جی مبارک ہوا پکو بیٹا ہوا ہے۔۔ ڈاکٹر اسکی حیرت پر مسکراتے بولی۔۔
ڈاکٹر ایکسیوز کرتی جا چکی تھی۔

اللہ کا شکر۔ اسکی ماما بے ساختہ بولیں تو اسکے منہ سے بھی الحمد للہ نکلا تھا۔
تبھی نرس نیلے کمبل میں ننھا وجود لیے باہر آئی۔

ارسل نے بے یقینی سے اپنے سامنے آتی نرس کے ہاتھوں میں اپنا انچھ دیکھا
تھا۔

نرس نے اسکے سامنے کمبل کیا تو اسنے اسے تھامنے کی بجائے تیزی سے والٹ
نکالتے اس میں سے جتنے ہاتھ لگے پیسے نکالے اور اپنے بیٹے کے سر پر سے
وارتے اس نرس کو دیے۔

والٹ جیب میں رکھتے اسنے کانپتے ہاتھوں سے اس وجود کو تھاما۔
اسکے چہرے سے کمبل ہٹاتے اسنے اس ننھے وجود کو دیکھا۔

ماشاء اللہ یہ کتنا پیارا ہے۔۔ اچک کر اسے دیکھتی صوفیہ چہک کر بولی۔

ارسل آنکھوں میں نمی و بے یقینی لیے اپنے ہاتھ میں تھامے اس گلابی وجود کو
دیکھے جارہا تھا۔

مبارک ہو بر خور دار طالب شاہ اسکے کندھے پر ہاتھ اپنے پوتے کی نظر اتارتے بولے۔۔

اسنے بے ساختہ جھک کر اسکی ننھی پیشانی پر بوسہ دیا۔

اسکے بوسہ دیتے ہی اس گلابی وجود نے کسمکسا کر اپنی آنکھیں کھولیں لیکن اسے حیرت کا جھٹکا لگا تھا اسکی کالی آنکھوں کی بجائے گرے آنکھیں دیکھ کر جو اسکی پھوپھو یعنی صوفیہ جیسی تھیں باقی وہ کس پر گیا تھا ابھی کچھ واضح نہیں تھا۔۔

واؤ بھیا اسکی آئیز تو مجھ پر گی ہیں۔ وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں چیخی تھی۔۔ آہستہ لڑکی۔۔ اسکی مमाڈپٹ کر اسے کہتی بچے کو ارسل کے ہاتھ سے تھام گئیں۔

بھائی اسکا نام کیا سوچا ہے۔۔ صوفیہ اسکے پھولے گال چھوتے ایکسائیٹید سے بولی۔

آبان ارسل شاہ۔ وہ اسکی چھوٹی سی ناک پر لب رکھتا مسکراتے لہجے میں
بولا۔

ماشاء اللہ بہت پیارا نام ہے۔۔ طالب شاہ اپنے پوتے کو اٹھاتے بولے تو سب
مسکرا دیئے۔۔



اسے ہوش آیا تو اسنے سب سے پہلے اپنے بچے کا ہی پوچھا تھا۔
جب ارسل نے اسکی گود میں وہ ننھا وجود ڈالا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔
ماں بننے کا احساس ہر احساس سے بالاتر تھا۔
جنت سمٹ کر اسکے قدموں تلے اچکی تھی اس سے بڑھ کر اسے اور کیا چاہیے
تھا۔۔۔

کچھ ہی دیر میں شاہ والا کے تمام افراد اور آیت کے گھر والے بھی اچکے تھے۔

چھوٹا سا آبان کبھی ایک کے پاس جاتا تو کبھی دوسرے کے پاس۔۔
آیت مسکراتی ان سب کو دیکھ رہی تھی جب ولی انہیں مبارک باد دینے آیا۔
سب نے مہینوں بعد اسے دیکھا تھا۔ اس نے بلند آواز میں سلام کیا۔
ارسل سے ملتے اسنے آیت کے سر پر ہاتھ رکھتے اسے مبارک بعد دی کچھ دیر
تک بچے کو گود میں لینے میں لے بعد وہ کسی کو بھی مخاطب کیے بغیر واپس چلا
گیا۔۔

آیت اور ارسل نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔
ارسل نے اسے آنکھوں سے ریلیکس رہنے کا اشارہ کیا اور خود باہر کی طرف
بڑھ گیا۔۔

کچھ دیر تک سب لوگ جا چکے تھے۔
وہاں صرف ارسل ہی تھا۔ آیت کو شام میں ڈسچارج مل جانا تھا اس لیے
سب واپس چلے گئے۔۔

ارسل اندر آیا تو وہ اپنے بیٹے کو گود میں لیے کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

ارسل نے جھک کر اس کے سر پر لب رکھے۔

شکریہ میری جان اتنا پیارا تحفہ دینے کے لئے۔ وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا۔

آیت نے چونک کر اسے دیکھا جواب آبان کا ماتھا چوم رہا تھا۔
وہ ادا سی سے مسکرا دی۔

کیا سوچ رہی تھی۔۔ ارسل اس کے قریب بیٹھا اس کے چہرے پر سوچ کی
پر چھائیاں دیکھ بولا۔

مہر اور مرتسم بھائی بھی ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا نا۔
مہر کتنی ایکسائیٹڈ تھی۔ اس نے تو کتنا کچھ سوچ بھی رکھا تھا۔ ارسل کیا ہم اسے
واپس نہیں لا سکتے۔

وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتے بولی۔

ارسل نے گہری سانس بھری۔

اس سے زیادہ اس کی کمی کون محسوس کر سکتا تھا۔

وہ صرف کہنے کو ہی نہیں سچ میں اسکی کرایم پاٹنر اور سب سے اچھی دوست تھی۔۔

اسکے جانے کے بعد ایک خلا سی رہ گئی تھی جو صرف اسکے آنے سے ہی پر ہو سکتی تھی۔۔

انشاء اللہ۔۔ بہت جلدی سب پہلے جیسا ہو جائے گا۔ فکر مت کرو۔
بہت جلدی لوٹ آئے گی وہ۔۔

وہ مبہم سا بولا تو آیت آسودگی سے مسکرا دی۔۔



حسن بابا صبح فجر کے گئے اب دن چڑھے مسجد سے پیدل ہی واپس آرہے تھے
جب اچانک انکا پاؤں لڑکھڑایا۔۔

سنجھل کر انکل۔۔ کسی نے انہیں سہارا دیا۔۔

انہوں نے چونک کر وہ آواز سنی۔

آہان۔ بے آواز انکے لب ہلے۔

اپنے نام کی پکار پر انہوں نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

حسن شاہ کو سامنے دیکھتے انکی گرفت بے ساختہ انکے ہاتھ پر ڈھیلی پڑی تھی۔۔

حسن بابا سنجیدگی سے انہیں دیکھنے لگے۔۔

بابا، بابا،۔ وہ ابھی کچھ کہتے جب تقریباً، ڈھائی، تین سال کا بچہ بھاگ کر انکے قریب اتانکے سامنے فون کر گیا۔

ی۔ یہ تمہارا بیٹا ہے۔۔ وہ بے یقینی سے بولے۔۔

آہان شاہ نے اس سے موبائل لیتے جھک کر اس۔ بچے کو اٹھالیا۔

جی یہ میرا بیٹا ہے۔ وہ ہولے سے مسکراتے بولے۔

ماشاء اللہ بہت پیارا ہے۔۔ کیا نام ہے۔۔ وہ اسکے سر پر ہاتھ رکھتے بولے۔

داؤد آہان شاہ۔۔ وہ اپنے بیٹے کا گال چومتے بولے۔۔

حسن بابا نے بغور انہیں دیکھا وہ کافی بدل گئے تھے۔۔

انکی شخصیت میں کافی سنجیدگی آگئی تھی۔۔

آپ اس وقت کہاں سے آرہے ہیں۔ وہ حسن بابا کو دیکھتے پوچھنے لگے۔۔
مسجد گیا تھا فجر کے لئے۔ وہاں ایک دوست کے ساتھ بیٹھ گیا تو وقت کا پتا ہی
نہیں چلا۔

وہ دھیمے لہجے میں بولے۔۔

آپکی طبعیت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ آئیے میں چھوڑ دیتا ہوں۔۔
وہ انکی زرد رنگت اور جھکے کندھوں کو دیکھتا متفکرانہ لہجے میں بولا۔۔
وہ پہلے سے کافی کمزور ہو گئے تھے۔۔

ارے نہیں بیٹا تم تکلف مت کرو میں چلا جاؤں گا۔ وہ اسے منع کر گئے۔
تکلف کیسا انکل پلینز منع مت کریں۔ وہ انکے ہاتھ تھامتا التجائیہ لہجے میں بولا تو
انہیں چار و ناچار و ماننا ہی پڑا۔۔



اندر آؤنا بیٹا۔ وہ گاڑی سے اترتے اسے دیکھتے بولے۔

نہیں انکل پھر کبھی سہی۔۔ وہ جھجک گئے۔

پھر کبھی کیوں آؤ بیٹایوں دہلیز سے مڑ جاؤ گے تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ اور

داؤد بھی تو پہلی بار ملا ہے ایسے ہی تھوڑی نا جانے دیں گے۔۔

وہ حکمیہ انداز میں بولے تو انہیں آنا ہی پڑا۔

اسلام و علیکم !!! انہوں نے گھر کے اندر آتے بلند آواز میں سلام کیا۔۔

سب نے چونک کر انہیں دیکھا۔

آغا جان کے علاؤہ باقی سب یہیں موجود تھے۔۔

والسلام آہان شاہ۔۔ حسان صاحب خوشگوار لہجے میں بولتے اس سے ملنے

لگے۔

کیسے ہیں انکل۔ وہ انسے ملتا دھیمے لہجے میں بولا۔

اللہ کا شکر بیٹا۔ آج اتنے سالوں بعد یہاں کا راستہ کیسے دیکھ لیا۔

وہ اسے دیکھتے بولو تو وہ بس مسکرا دیئے۔

عائشہ بیگم اور عالیہ بیگم سے ملنے کے بعد وہ اب لاؤنچ میں بیٹھے تینوں باتیں کر رہے تھے جبکہ داؤد یہاں وہاں اچھل رہا تھا۔

آغا جان کہاں ہیں۔۔ کچھ دیر تک انہوں نے جھجک کر پوچھا تو یک دم خاموشی چھا گئی۔

کمرے میں ہیں انکی طبعیت نہیں ٹھیک نا تو آرام کر رہے ہیں۔
حسان صاحب دھیمے لہجے میں بولے۔

کیا میں مل لوں انسے۔ انہوں نے کہا تو حسان صاحب سر ہلاتے انہیں لیے اٹھ گئے۔

کمرے کے دروازے پر نوک کرتے وہ اندر داخل ہوئے۔

آغا جان جو کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے چونک کر سیدھے ہوئے۔

اگر میری نظر کا دھوکا نہیں ہے تو میرے سامنے آہاں شاہ ہی کھڑا ہے نا۔

وہ اپنی عینک ٹھیک کرتے انہیں دیکھتے بے یقین لہجے میں بولے۔

جی بالکل اپنے ٹھیک پہچانا۔ وہ دھیمے سے بولتے انکے قریب آکر رکے۔

وہ حیران تھے رعب و دب دے والے زو الفقار شاہ کے جھکے کندھوں اور بستر پر لگے دیکھ۔

کیسے ہیں آغا جان۔ ہمیشہ کی طرح آج اتنے سالوں بعد بھی انہوں نے جھک کر انکا ہاتھ چوما جیسے وہ اپنے آغا جان کا چومتے تھے۔

ٹھیک ہوں بچے۔ تم کیسے ہو۔ آج ادھر کی کیسے یاد آگئی۔

وہ انہیں دیکھتے بولے تو انہوں نے حسن بابا سے ہوئی ملاقات کا بتا دیا۔

آپ آرام کریں میں چلتا ہوں۔ کچھ دیر تک انکا حال احوال پوچھنے کے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

خوش رہو۔ آتے رہنا پھر۔ وہ انکا کندھا تھپتھپاتے بولے۔

وہ ابھی باہر آئے ہی تھے کہ جب داؤد بھاگتا انکے سامنے آیا۔

بابا۔۔ پلی۔ (پری) وہ ایک تصویر انکے سامنے کرتا بولا۔۔

آہان شاہ ساکت ہوئے تھے۔ اسکے ہاتھ میں مہرماہ شاہ کی تصویر دیکھتے۔۔
اس تصویر میں وہ واقعی پری بنی ہوئی تھی ہاتھ میں چھڑی لیے وہ کھلکھلا رہی
تھی۔۔

پلی مل دی بابا۔ (پری مل گی بابا) داؤد اپنی تو تلی آواز میں بولتا خوش ہوتا اس
تصویر کو دیکھ رہا تھا۔

وہ مہر کو وہ پری سمجھ رہا تھا جسکی کہانیاں اسے زار اسناتی تھی۔۔
عائشہ ماما بھی بچن سے نکلتی نم آنکھوں سے اس بچے کو مہر کی تصویر کے ساتھ
جھومتے دیکھ رہی تھیں۔

داؤد بیٹا یہ وہ پری نہیں ہیں۔۔ آہان شاہ نے بغیر دیکھے اس سے تصویر لیتے
صوفے پر الٹی رکھ دی۔۔

نہیں بابا پلی۔۔ وہ ضدی انداز میں بولا۔

داؤد مینے کہانا یہ پری نہیں ہے۔ یہ تو حسن دادا کی ڈاٹر ہے جیسے آپ بابا کے
سن ہو۔ وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولے تو وہ سمجھ کر چپ ہو گیا۔
میں چلتا ہوں انکل بہت دیر ہو گئی ہے۔۔ وہ نظریں چراتے بولے۔

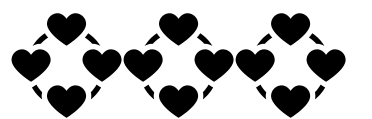
ٹھیک ہے بیٹا پھر چکر لگاتے رہنا اور داؤد کو بھی لانا۔
وہ داؤد کے گال کھینچتے مسکراتے لہجے میں بولے۔

وہ اللہ حافظ کہتے جا چکے تھے۔

حسن بابا نے صوفے پر پڑی اس تصویر کو اٹھایا اور مسکرا کر دیکھتے اپنے ساتھ
لیے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

جس دن سے وہ واپس آئے تھے انہوں نے عائشہ سے بات کرنا چھوڑ دی
تھی۔

عائشہ کی چپ نے انکی مہر کی زندگی برباد کر دی انکا ہستا کھیلتا گھرا جاڑ دیا تھا۔



غازی نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔ اج اس کے چہرے پر کچھ عجیب سی چمک تھی۔

ہو نٹوں پر دھیمی مسکان تھی۔

آج تو اس کی آنکھیں بھی مسکار ہی تھیں شاید وہ دل سے مسکرائی تھی۔
زیر لب ماشاء اللہ کہتے دل میں ہمیشہ اس کی ایسی مسکراہٹ قائم رہنے کی دعا کی تھی۔

میم یہ باہر پار سل آیا تھا۔ ملازمہ زرنور کو کوئی پار سل دیتی بولی۔
کسکے لئے ہے۔ زرنور نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا۔

مہر ماہ میڈم کے لئے۔ ملازمہ نے کہا تو زرنور نے چونک کر سے دیکھا۔
ٹھیک ہے تم جاو۔ ملازمہ کو کہتے وہ پار سل لیے لاؤنچ میں ہی اگی۔

مہر یہ کوئی پار سل آیا ہے تمہارا۔ اس نے وہ مہر کو دے دیا۔
جسنے نا سمجھی سے اس سے پکڑتے کھولا تو اسمیں اس کے رپورٹس تھیں۔
کیا ہے مہر۔ زرنور اس کے تاثرات دیکھتی بولی۔

کچھ نہیں بھا بھی وہ میری بلڈرپور ٹس ہیں۔۔ وہ نارمل لہجے میں بولی۔
کیا آیا ہے رپور ٹس میں۔ اس سے پہلے کہ وہ رکھتی غازی نے اس کے ہاتھ سے
اچک لیں۔

مہر تمہیں تو ہائی ٹائفائیڈ ہے اور تو اور تمہارا اسٹیمک بھی بری طرح سے خراب
ہے۔۔

غازی اسکی رپور ٹس پڑھتا پریشانی و فکر سے اسے دیکھتا بولا۔
وہ کچھ نابولی بس سر جھکائے بیٹھی رہی۔

اسی لیے کہتا تھا میں کہ خیال رکھا کرو اپنا۔ دیکھ لیا اب۔۔ چلو اٹھو ہم ابھی
ڈاکٹر کے پاس جائیں گے۔۔ وہ اسے ڈانٹتے بولا۔۔

لیکن ان۔۔ وہ ابھی کچھ کہتی زر نور بول پڑی۔

لیکن ویکن کچھ نہیں ابھی اٹھو۔ خدا نخواستہ بخار تیز ہو گیا یا پھر سٹیمک کا پرابلم
زیادہ ہو گیا تو۔۔ وہ زر نم کو اس سے لیتی بولی۔۔

مہر منہ بناتی اٹھ گئی۔۔۔

کچھ ہی دیر میں وہ لوگ ڈاکٹر مہک کے سامنے بیٹھے تھے۔
انہوں نے سختی سے مہر کو باہر کی چیزیں، تلی ہو چیزیں اور روٹی کھانے سے
منع کیا تھا۔

اب وہ اسکاڈ سکرپشن اور دائٹ چارٹ لکھ رہی تھیں۔
یہ دوا نچیکشن ہے ایک ابھی لگوا لیں اور ایک دو دن بعد۔
ڈاکٹر نے سنجیدگی سے انہیں دیکھتے کہا۔

مہراں سب میں خاموش بیٹھی رہی۔
غازی تھینکیو کہتا مہر کو لیے باہر گیا۔
تم یہاں بیٹھو! نچیکشن لگواتے تک میں تمہاری میڈیسنز لے کر آتا ہوں۔۔۔ وہ
اسے روم میں چھوڑتا بولا جہاں نرس انہیں لے کر آئی تھی۔۔۔

ڈرنامت کچھ نہیں ہوگا میں ابھی آرہا ہوں۔ وہ اس کے سر پہ بوسہ دیتا باہر کی
طرف بڑھ گیا۔

اسکے جاتے ہی نرس بھی باہر چلی گئی۔

مہرنے تعجب سے اسے دیکھا۔

لیکن مرتسم کو اندر آتے دیکھ اسکا منہ کھل گیا۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں
شاہ۔ اور اندر کیسے آئے۔۔

وہ تیزی سے بیڈ سے اٹھتی بولی۔

مرتسم دروازہ بند کرتے اسکی طرف بڑھا۔۔

شاہ آپ کیوں آئے ہیں یہاں پہ۔ آ ان یہیں پہ ہے شاہ۔ اگر انہوں نے آپکو
دیکھ لیا تو بہت تماشا ہو جائے گا۔۔

وہ اسے اپنی طرف آتے دیکھ پریشانی سے بولی۔۔

مرتسم اسکے پریشان چہرے کو دیکھتا گہری سانس بھر گیا۔

اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے مرتسم نے اسے اٹھاتے بیڈ پہ بٹھایا۔۔

ریلیکس جانم کچھ نہیں ہو گا۔۔ وہ اسکے ماتھے پر بوسہ دیتا بولا۔۔

لیکن شاہ آ ان۔۔ وہ دروازے کو دیکھتی پریشانی سے بولی۔۔

ایسی کی تیسری آپکے آن کی میں ڈرتا ہوں کیا اس سے۔۔

وہ اسے ڈپٹنے کے انداز میں بولا۔۔

شاہ۔ اسکا منہ کھل گیا۔ آپ میرے بھائی کو ایسے نہیں کہہ سکتے۔۔ وہ خفگی سے اسے گھورتے بولی۔۔

ڈاکٹر نے کیا بولا ہے۔۔ مر تسم اسکی بھائی کی رٹ کو نظر انداز کرتا بولا۔۔
ڈاکٹر نے بولا ہے میں بالکل ٹھیک ہوں آپ ایسے ہی پریشان ہو رہے ہیں۔۔
وہ آنکھیں پٹیٹاتے بولی۔

مر تسم نے اسکے سفید جھوٹ پر اسے گھورا۔

اچھا تو پھر یہ شاید ڈاکٹر مجھے بول رہی تھی ہے نا۔۔ وہ اسکے سامنے ایک کال
ریکورڈنگ چلاتا بولا۔۔

مہر کا منہ کھل گیا۔۔

ایسے مت دیکھیں میں ڈاکٹر کے ساتھ کال پہ ہی تھا۔ وہ اسکے خفگی والے
تاثرات دیکھتا مسکراتے بولا۔

مہراب اپنے اپنا بہت خیال رکھنا ہے۔ ڈاکٹر کی تمام ریسٹریکشنز فولو کرنی ہیں۔۔۔ میدیسنز ٹائم پہ لینی ہے۔ اور بالکل کوئی باہر کا کھانا نہیں کھانا ہے۔ جو ڈاکٹر نے ڈائٹ چارٹ بنا کر دیا ہے وہی کھانا ہے اوکے۔۔۔ وہ بہت سنجیدگی سے اسے سمجھا رہا تھا۔۔۔

مہرمنہ بناتی اثبات میں سر ہلا گی۔

صرف سر نہیں ہلانا آپ نے۔۔۔ اس کا جملہ ادھورا رہ گیا جب کمرے کا دروازہ کھولا۔۔۔

دونوں نے چونک کر پیچھے دیکھا۔

لیکن سامنے غازی کو دیکھتے مہر کا چہرہ فق ہوا۔

جبکہ مرتسم نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔۔۔

غازی اسے یہاں دیکھ ایک پل کے لئے ساکت ہوا تھا گلے ہی پل اس کے

چہرے پر غصے کی ایک تیز لہر دوڑ گئی۔

تم۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بہن کے قریب آنے کی بھی۔۔ وہ مرتسم
کو دیکھتا دھاڑا اسکی طرف بڑھا تھا۔

اسکی ڈھاڑ پر مہر نے سہم کر مرتسم کا بازو دوچا تھا۔
مہر کے سہمنے پر مرتسم نے ناگواری سے غازی کو دیکھا۔
میری بہن کو اس حال میں پہنچا کر بھی تمہیں سکون نہیں ملا۔
وہ اسکا گریبان پکڑتا دھاڑا تھا۔۔

اتنے نزدیک سے اسکی ڈھاڑ سنتے مہر کی چیخ بے ساختہ تھی۔
اسکی چیخ پر دونوں کا دھیان اسکی طرف گیا تھا۔

مرتسم نے یکدم اسکے ہاتھ اپنے گریبان سے جھٹکتے اسے پیچھے دھکا دیا تھا۔
غازی کا دھیان مہر کی طرف تھا وہ بے دھیانی میں لڑکھڑا کر پیچھے ہوا۔
ریلیکس میری جان بھائی بس غصے میں ہیں۔۔ مرتسم کھینچ کر مہر کو اپنے سینے
سے لگاتا پیار سے بولا۔۔

مہر غازی کا چہرہ دیکھ مرتسم کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔
میری بیوی کو نرم لہجوں کی عادت ہے۔ آئندہ میری بیوی کے سامنے اونچے یا
سخت لہجے میں بات کرنے کی کوشش بھی مت کرنا۔
میری بیوی ڈر گئی ہے اس لیے چھوڑ رہا ہوں تمہیں۔ ورنہ مرتسم شاہ کے
گریبان پر پڑنے والا ہاتھ سلامت نہیں رہتا۔
مہر کے گرد حصار سخت کرتے وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

تم میری بہن سے دور رہو۔ تم سے بہتر جانتا ہوں اسکے لئے کیا ٹھیک ہے۔
غازی نے جھپٹ کر مہر کو اسکے حصار سے کھینچ لیا۔
مرتسم نے تھم کر اپنے خالی بازوؤں کو دیکھا اور پھر غازی کو۔
مہر نے خوف سے دونوں کے چہروں پر غضب ناک ہوتے تاثرات دیکھے
تھے۔

میری بیوی ہیں وہ تم ہوتے کون ہوا نہیں مجھ سے دور کرنے والے۔

وہ غازی کا گریبان جکڑتا دھاڑا تھا۔

وہ یوں مہر کا خود سے دور ہونا سے جیسے پاگل کر گیا تھا۔

انکے شور سے بہت سارے لوگ اور نر سسر جمع ہو گئے تھے۔

مہر سفید چہرے سے انہیں دیکھنے لگی۔

کوئی حق نہیں ہے تمہارا میری بہن پر۔ یہ رشتہ اسے تکلیف دیتے وقت کیوں

نہیں یاد آیا تھا تمہیں۔ کیوں لوٹ کر آؤ آئے ہو۔ مہر ماہ شاہ تمہارے بغیر بھی

اپنی زندگی میں بہت خوش ہے۔

غازی نے بھی غصے سے اسکا کالرد بوچا تھا۔

کیا کر رہے ہیں آپ لوگ یہ ہو اسپتال ہے۔ ڈاکٹر تیزی سے انکے قریب

آئے تھے۔

لیکن وہ دونوں شاید آج ایک دوسرے کی جان لینے کے در پر تھے۔

تمہارے کہنے سے ختم نہیں ہو جائے گا۔ انکے نام کے ساتھ میرا نام جڑا ہے

جسے تم جھٹلا نہیں سکتے۔

مر تسم اسکے منہ پر دھاڑا تھا۔

مہرنے بے ساختہ دیوار کا سہارا لیا۔ اسکا سر پہلے ہی چکرار ہا تھا۔ اب یوں دونوں کو ایک دوسرے کے مقابلے پر آتے دیکھاسکی رہی سہی ہمت بھی ختم ہو گئی۔

تم سے جو نام کا رشتہ جڑا ہے وہ بھی بہت جلد ختم کر دوں گا۔ اور تم سے بہتر ہمسفر چنوں گا اپنی بہن کے لئے۔ وہ اسے دھکا دیتا تمسخر سے بولا تھا۔

مر تسم اسکے لئے کسی دوسرے مرد کا نام سنتے غصے سے پاگل ہوا تھا۔

اسنے اودیکھانا تاؤ تیزی سے غازی کے چہرے پر مکا جڑا تھا۔

غازی اسکے اچانک حملے کے یئے تیار نہیں تھا وہ لڑکھڑا کر پیچھے کو ہوا تھا۔

مہرنے دونوں ہاتھ منہ پر رکھتے اپنی چیخیں دبائے تھیں۔

مر تسم شاہ اپنی بیوی کے سائے پر بھی کسی کی نظر برداشت نا کرے اسکے

ساتھ کسی کو جوڑنا تو دور کی بات ہے۔

اس سے پہلے کہ غازی پلٹ کر اس پر وار کرتا کچھ لوگوں نے بامشکل اسکو قابو کیا تھا۔۔

تم جیسے انسان کے ساتھ میں اپنی مہر و کو ایک پل برداشت ناکر و ساری زندگی تو دور کی بات ہے۔۔

غازی دھاڑا تھا۔۔

غلط فہمی ہے تمہاری کہ تم انہیں مجھ سے دور کر جاتے ہو۔

وہ لوگوں کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرتا چلا یا تھا۔۔

وہ دونوں اپنی لڑائی میں اس وجود کو بھول چکے تھے جسکے لئے لڑ رہے تھے۔۔

لوگوں نے بامشکل ان پھرے شیروں کو قابو کیا تھا جو تھے کہ قابو میں ہی نہیں آرہے تھے۔۔

تم اپنی۔۔ ابھی غازی اپنا جملہ مکمل کرتا کہ دھڑام سے کچھ گرنے کی آواز آئی تھی۔۔

دونوں نے بے ساختہ آواز کی سمت دیکھا جہاں مہراپنے پورے قد سے زمین پر پڑی تھی۔۔

مہر۔۔ دونوں کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔

دونوں ہی تیزی سے اسکی طرف بڑھے تھے۔

غازی نے تیزی سے اسے اپنی بانہوں میں تھامتے سے بیڈپہ لٹایا تھا۔۔

مرتسم آگے بڑھنے لگا لیکن غازی نے اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے وہیں

روک دیا۔۔

تمہارا معاملہ ہے اکیلے میں سلجھاؤں گا۔۔ یہ ہو سہیٹل ہے اور میں یہاں اور

کوئی تماشہ نہیں چاہتا اس لیے چپ چاپ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔

وہ دبی آواز میں غرایا تھا۔۔

مرتسم نے ہونٹ بھینچتے مہر کے بے ہوش وجود کو دیکھا اور تیزی سے باہر

کی طرف بڑھ گیا۔۔

ختم ہو گیا تماشہ۔۔ وہ لوگوں کو جمع دیکھ سر دلہے میں بولا تو لوگ تیزی سے
وہاں سے غائب ہوئے تھے۔۔

ڈاکٹر زاب مہر کا چیکاپ کر رہی تھی۔

بی۔ پی کافی لوہے انکا اور خوف سے بے ہوش ہو گئی ہیں۔۔

گلو گوز لگا دیا ہے۔ باضی یہ میڈیسنز آپ ٹائم پر دیں اور ایک ہفتے تک دوبارہ
چیکاپ کے لئے آنا ہے اچکو۔۔

ایکسیوزمی۔۔ ڈاکٹر مہک نے پروفیشنل انداز میں کہا تھا۔

غازی نے ماتھا مسلتے مہر کو دیکھا اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کے غصے سے ایسے
سہم جائے گی۔۔

وہ تو اسے بہت بہادر سمجھتا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ مر تسم میر شاہ کی
پناہوں میں آتے ہی وہ بالکل اس نازک آگینے کی طرح ہو جاتی تھی جو زرا سی
ہو اسے ہی بکھر جائے۔۔



تقریباً دو گھنٹے تک اسے ہوش آیا۔۔۔
مہر و میرا بچہ کیسی طبعیت ہے اب۔ غازی اسے ہوش میں آتے دیکھ تیزی
سے اس کے پاس آیا۔۔
مہر نے آنکھوں میں خوف لیے اسے دیکھا۔
غازی اس کے چہرے پر ڈر دیکھتے لب بھینچ گیا۔۔
میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔ وہ نظریں چراتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔

کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر نے اسے ڈسچارج دے دیا۔ وہ سارے راتے بھی سہمی
سہمی سے چپ چپ ہی رہی۔۔

غازی بھی اسکی طبعیت کے زیر اثر چپ رہا۔۔



غازاتنی دیر لگا دی اپنے۔ کیا کہا ڈاکٹر نے سب ٹھیک تو ہے نا۔ انہیں آتے دیکھ
زر نور تیزی سے انکے قریب آئی تھی۔

غازیہ کیا ہوا آپکے چہرے پر۔۔ وہ اسکا سو جانیلا گال دیکھتی بولی۔

مہر کوئی بھی جواب دیے بغیر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔

خدا کا واسطہ ہے غازی کچھ تو بولیں۔ وہ اسکا بکھرا حلیہ اور مہر کا ایسا ریکشن
دیکھتی پریشانی سے بولی۔

جب وہ گئی تھی تب تو بہت خوش تھی لیکن اب اچانک سے۔۔

غازی نے گہری سانس بھرتے اسے دیکھا اور پھر اسے سب بتاتا چلا گیا۔۔

یا میرے خدا یا۔۔ غازیہ کیا کر دیا آپنے۔ وہ بے ساختہ سر تھا متی بولی۔
غازی نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

غازا اپنے دیکھا نہیں تھا صبح مہر کتنی خوش تھی۔ رات جب میں زر نور کا فیڈر
لینے باہر آئی تھی تو مجھے ایسا لگا تھا کہ شاید مہر کے کمرے میں کوئی ہے۔ اب
میرا شک یقین میں بدل گیا کہ وہ مر تسم بھائی ہی تھے۔۔
وہ حیرانی و پریشانی سے بولی۔۔

تمنے مجھے اس وقت کیوں نہیں بلایا۔ اسکی اتنی ہمت کہ وہ میرے گھر تک پہنچ
گیا۔۔ غازی شدید تیش سے بولا تھا۔۔
اپکا یہی غصہ آپکی بہن کی زندگی برباد کر دے گا غاز۔۔ زر نور اسکو غصے میں آتا
دیکھ افسوس سے بولی تھی۔

غازی نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

ہم دونوں ہی صبح حیران تھے ناکہ اچانک مہر کو کیا ہوا ہے۔ وہ ان چھ ماہ میں
کبھی اتنی خوش نہیں دکھی۔ لیکن ایک دن صرف ایک رات مر تسم بھائی

کے آنے سے اسے چہرے کی رونق لوٹ آئی تھی۔ دیکھا نہیں تھا اپنے صبح وہ کتنی خوش تھی کیسے چہک رہی تھی۔

ہمنے ان چھ ماہ میں کتنی کوششیں لیکن مرتسم بھائی نے وہ ایک دن میں کر دیا جو ہم ان چھ ماہ میں نا کر سکے۔

وہ اسے سمجھنے کے انداز میں بولی۔

غاز آپ من لیں۔ ہر کے چہرے پر مسکراہٹ صرف مرتسم شاہ ہی لا سکتا ہے۔

وہ تاسف سے اسے دیکھتے بولی۔

غازی کے چہرے پر سوچ کی گہری پرچھائیں چھلکی تھیں اس نے ایک نظر مہر کے کمرے کی طرف دیکھا اور پھر زرنور کو جس نے بے بسی سے اسے دیکھتے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

وہ گہری سانس بھرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اللہ جی اب آپ ہی کچھ کر سکتے ہیں۔۔۔ زرنور بے بسی سے بڑبڑائی تھی۔

بلال۔۔ امام صاحب کی پکار پر اسنے چونک کر انہیں دیکھا۔

جی امام صاحب!! وہ احتراماً انکے لئے کھڑا ہوا۔

بیٹا آج گھر نہیں گئے تم۔ ظہر کے بعد سے یہیں ہو۔۔ وہ اسکے پر نور چہرے کو دیکھتے مسکراتے لہجے میں بولے۔

تلاوت کرتے وقت کا پتہ نہیں چلا امام صاحب بس جا ہی رہا تھا۔۔ وہ نرمی سے بولا۔۔

آج بھی اسکے لہجے میں تھکن محسوس کرتے وہ چونک گئے۔۔

کیا ابھی بھی اسے مانگتے ہو۔۔ امام صاحب کے پوچھنے پر اسنے چونک کر انہیں دیکھا۔۔

نہیں۔ نرمی سے مسکراتے کہا۔

بس انکی خوشیوں کی دعا مانگتا ہوں وہ جہاں رہے خوش رہیں یہی میرے لیے کافی ہے۔۔

وہ نرمی سے بولا لہجے میں اندیکھی سی کسک تھی۔۔
امام صاحب بہت غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔
اسکا چہرہ دیکھتے وہ چھ ماہ پہلے کے منظر میں کھو گئے۔۔



: چھ ماہ پہلے

عشاء کی نماز پڑھانے کے وہ گھر جانے کے لئے نکلے جب انہیں مسجد کی دہلیز پر کوئی کھڑی نماشہ دیکھی۔۔

قریب جا کر دیکھا تو کوئی چیز نہیں آدم زاد تھا۔۔

وہ گھٹنوں میں سر دیئے خود میں سمٹ کر بیٹھا سسک رہا تھا۔
کون ہو بیٹا۔ وہ اسکے پاس بیٹھتے فکر مندی سے اسے دیکھتے بولے۔
امن نے انکی آواز پر چونک کر سر اٹھایا۔
کون ہو بیٹا۔ اور یہاں ایسے کیوں بیٹھے ہو۔
امام صاحب اسکے چہرے سے ٹپکتی وحشت دیکھ چونک گئے۔
سوالی ہوں۔ فریاد لیے بیٹھا ہوں۔ وہ بھگے لہجے میں بولا۔

سوالی ہو تو دہلیز پر کیوں بیٹھے ہو اسکے در پر جا کر مانگوں نا۔ وہ مسکراتے لہجے
میں بولے۔

امن نے نفی میں سر ہلایا۔ م۔ میں اندر نہیں جاسکتا۔ بہت گناہ کیے ہیں۔ میرا
وجود ناپاک ہے۔ شر مندہ ہوں اس سے پھر کیسے اسکے گھر میں چلا جاؤں۔ وہ
شر مندگی سے چور لہجے کہیں بوا۔

امام صاحب مسکرا دیئے۔ او جھلیا جو تجھے یہاں تک لے آیا تجھے لگتا ہے اسے
تیری توبہ قبول نا کی ہوگی۔۔ وہ نرمی سے بولے۔۔
امن نے چونک کر آسمان کو دیکھا۔۔

عاشق لگتا ہے۔۔ امام صاحب زیر لب مسکراتے اسکے چہرے کو دیکھ کر بولے
۔۔

امن ہاں میں سر ہلا گیا۔
عاشق ہوں لیکن عشق مانگنے نہیں آیا۔ انکی زندگی مانگنے آیا ہوں۔۔ وہ
آنکھوں سے پھسلتے آنسو صاف کرتے بولا۔۔

جب سے کبیر نے اسے مہر کی حالت کا بتایا تھا وہ تب سے مسجد کی دہلیز پر بیٹھا
تھا۔۔

چل اٹھ آ جا میرے ساتھ۔۔ انہوں نے اسے کھڑا کیا۔
امن کچھ پل انہیں دیکھتا رہا پھر انکے پیچھے مسجد میں اگیا۔۔

انہیں آگے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ خود ہی لڑکھڑاتے قدموں
سے سجدے میں گرا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

میرے مولا میں تیرا گھنگار بندہ ہوں۔ میرا وجود گناہ سے تر ہے۔ میں اپنے
گناہ ہوں سے توبہ کرتا ہوں آج یہاں تیرے در پہ سوالی بن کے آیا ہوں۔
میری التجاسن۔ میں تجھ سے انکا ساتھ نہیں مانگ رہا تو چاہئے تو میری سانسیں
چھین لے۔ تجھے تیرے محبوب کا واسطہ انکی زندگی لوٹا دے۔ وہ سسک رہا
تھا۔

میرے مالک تیرے در کے علاؤہ اور کوئی در نہیں جہاں ہاتھ پھیلا سکوں۔
میں وعدہ کرتا ہوں میں ہر برا کام چھوڑ دوں گا۔ میں صرف تیرا بندہ بن کے
رہوں گا۔

میں کبھی انکی سوچ بھی زہن میں نہیں لاؤں گا بس تو انہیں فی زندگی عطا کر
دے۔

وہ گڑا گڑا یا تھا۔

امام صاحب اسے سسکتا چھوڑا اللہ ہو کا ورد کرتے مسجد سے نکل گئے۔۔
پیچھے وہ گڑ گڑاتا رہا۔۔

اور ایسے ہو سکتا ہے کوئی بندہ اس کے پاس فریاد لے کر آئے اسے اس کے محبوب کا
واسطہ دے اور وہ خالی ہاتھ لوٹا دے۔۔

فجر کے بعد کبیر نے اسے اس کی زندگی کی نئی نوید سنائی تھی۔۔
تب جا کر اس نے سجدے سے سر اٹھایا تھا۔۔

کتنے کی سجدے کر ڈالے تھے اس نے شکرانے کے۔

اپنے وعدے کے مطابق اس نے ہر کام چھوڑ دیا۔ اپنا پورا اگینگ ختم کر دیا۔
سارا پیشہ ٹرسٹ کو دے دیا اور خود نورین کو لے کر اسی چھوٹ سی بستی میں
آکر قیام پزیر ہو گیا۔

وہ امن ملک سے صرف بلال بن گیا تھا۔۔

وہ اب خود محنت کرتا اپنی حق حلال کی کمائی کھاتا تھا۔

مہر کو سوچنا اس نے چھوڑ دیا تھا۔

لیکن دل پر اسکا اختیار نہیں تھا جو ہر وقت اسے نام کی مالا جپتا تھا۔



: حال

کیا سوچ رہے ہیں امام صاحب وہ انہیں سوچ میں گم دیکھ بولا۔ کچھ نہیں بس سوچ رہا تھا کہ خدا جب دینے پر آتا ہے تو انسان کو خزانوں سے بھر دیتا ہے۔ وہ مسکراتے لہجے میں بولے۔

بے شک زیر لب کہتے وہ بھی مسکرا دیا۔

امام صاحب کے پاس کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ واپسی کے لئے نکل پڑا۔

وہ سڑک پار کر رہا تھا جب اسکا فون رنگ ہوا۔

اسکا دھیان فون کی طرف ہوا وہ بھول گیا کہ وہ سڑک کے بیچ کھڑا ہے۔ اسی

وقت ایک تیز رفتار گاڑی اسکی طرف آتی دکھائی دی۔

اسے سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا اور وہ گاڑی اسے ٹکرا مارتی سڑک سے اچھال گئی۔

مسجد سے گھر کے لئے نکلتے امام صاحب نے وہ منظر دیکھا تو وہ دہل کر اسکی طرف بڑھے۔

امن اچھل کر دور سڑک پر جا کھڑا پل میں اسکا سفید کرتا خون سے تر ہو گیا۔
لوگ تیزی سے اسکے آس پاس جمع ہونے لگے۔

اسکے سر سے ٹپکتا خون اسکی آنکھوں پر پڑ رہا تھا۔ وہ ہوش کھو رہا تھا۔ آنکھیں بند ہونے سے پہلے اسے لوگوں کے جھرمٹ میں اسے وہ وجود نظر آیا جو اسکی زندگی میں شمع بن کر آئی تھی۔

بھگی آنکھوں سے اسے دیکھتی وہ نفی میں سر ہلاتی اسکی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھی۔

امن نے دھندھلی آنکھوں سے وہ منظر دیکھا اسے اپنا ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی۔ زرا سا اسکا ہاتھ اٹھا اور وہ وہیں ساکت ہو گیا۔ آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہو گئیں۔ ہاتھ بے جان ہوتا نیچے گر گیا۔

اسکے چہرے پر تکلیف تھی لیکن لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

اسنے حرام موت نہیں چنی تھی اسنے خدا کو چنا تھا جسے آج اسکی راہ آسان کر دی تھی اسے آخرت کے سفر پر رواں کر کے۔

اسکی کھلی ساکت آنکھوں نے اسے دھواں بن کر اڑتے دیکھا اور پھر کسی نے اسکی آنکھیں بند کر دیں۔

اس پاس کوئی کوئی ایمبولینس کو فون کر رہا تھا تو کوئی پولس کوئی۔

امام صاحب جب تک اسکے پاس پہنچے اسکا وجود بے جان ہو چکا تھا۔

انہوں زار و قطار روتے اسکی ساکت آنکھیں بند کر دیں۔

کوئی اور بھی تھا جو ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اسنے خود کو اسکی

طرف بڑھتے دیکھا۔ اسے اپنے قدم بے جان ہوتے محسوس ہوئے۔



خدا خیر کرے آج اتنی دیر ہو گئی۔ وہ بے چینی سے دروازے کو دیکھتی ٹہل رہی تھی۔ وہ ظہر کے بعد کھانا کھانے گھر آتا تھا لیکن آج دیر ہو گئی تھی۔ کسی انہونی کے تحت اسکا دل گھبرا رہا تھا۔

تبھی دروازے پر دستک ہوئی وہ تیزی سے دروازے کی طرف لپکی باہر آتی ایمبولینس کی آواز سے اسکے ہاتھ کانپ گئے۔

اسنے دروازہ کھولا سامنے کی مسجد کے امام کھڑے تھے وہ اکثر انکے گھر آتے تھے۔

اور انکے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ لیکن نورین نے اسے نہیں دیکھا اسکی ساکت نظریں ایمبولینس سے نکلتی اس سٹرچر پر تھیں جو وہ لوگ اسکی طرف لا رہے تھے۔

کسی نے اسے بازو سے پکڑ کر پیچھے کیا۔

وہ لوگ سٹرچر صحن میں رکھ کر چلے گئے۔

وہ بے یقینی سے اس سفید کفن میں پڑے وجود کو دیکھتی رہی۔

اسکے قدم اسکی طرف بڑھے۔

کانپتے ہاتھوں سے اسنے اس سفید کفن کو اس وجود کے چہرے سے ہٹایا۔
کفن ہٹاتے وہ لڑکھڑا کر گری۔

وہ بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔ اسکی آنکھوں سے آنسو گرنے

لگے۔ بے یقینی یقین میں بدلنے لگی اور اسکے ساتھ ہی اسکی چیخ و پکار نے ہر
ایک کی آنکھ اشک بار کر دی۔

وہ دیوانہ وار اسکے چہرے کو چومتی ایک ماں کی طرح اسکے لئیے تڑپ رہی تھی

--

عالم اسے یوں تڑپتے دیکھ قرب سے آنکھیں بند کر گیا۔

کی آنسو اسکی آنکھوں سے ٹوٹ کر پھسلے تھے۔

نورین کو اب محلے کی کچھ عورتیں سنبھلا رہی تھیں لیکن وہ تھی کہ سنبھل ہی نہیں رہی تھی۔۔

عصر کا وقت ہوا تو وہ لوگ میت اٹھانے کے لئے اگئے۔۔

جنازے کا وقت ہوا تو اسکی سسکیاں عروج پر پہنچ گئی۔ عالم خود کو بے بسی کی انتہا پر محسوس کر رہا تھا۔

عورتوں نے زبردستی اسے میت سے الگ کیا۔

وہ اتنا بڑا صدمہ برداشت نہ کرتے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔۔
وہ لوگ جنازہ لے گئے۔



امن کو دفن کیا جا رہا تھا وہ لب بھینچے اسکی قبر پر گرتی مٹی کو دیکھتا رہا۔
پھر اسنے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اسے اپنے ہاتھوں میں لرزش محسوس ہوئی۔ اسنے خود کو اسکی مغفرت کی دعا کرتی سنا۔۔

لوگ آہستہ آہستہ چھٹنے لگے۔۔

وہ ساکت نظروں سے اسکی قبر کو دیکھتا رہا۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

اچانک اسے نورین کا خیال آیا تھا تو وہ لب بھینچے اٹھ کھڑا ہوا۔

ایک الوداعی نگاہ اسکی قبر پر ڈالے وہ قبرستان سے باہر نکلتا چلا گیا۔

اسنے گھر کے اندر قدم رکھا تو عورتیں واپس جا رہی تھیں۔

وہ اسے اندر آتے دیکھ عجیب نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ لیکن عالم کو فلحال

انکی پرواہ نہیں تھی۔ وہ صحن کی طرف بڑھا جہاں وہ گھٹنوں میں سر دیئے

سک رہی تھی۔۔

اسکے پاس ایک ہی تورشتہ تھا وہ بھی آج چلا گیا۔ اس بھری دنیا میں وہ اکیلی رہ

گی تھی۔۔

نور۔۔ عالم نے اسکے قریب بیٹھتے نرمی سے اسے پکارا۔

نورین نے اسکی آواز پر چونک کر سر اٹھایا۔

عالم کو دیکھتے وہ ضبط کھوتے اسکے سینے سے لگی رودی۔۔

وہ کیوں چلا گیا عالم۔ میرے پاس تو اسکے علاؤہ اور کوئی بھی نہیں ہے۔ کسکے
سہارے چھوڑ گیا وہ مجھے۔

اللہ نے اس سے پہلے مجھے کیوں نا اٹھایا۔ کیسے جیوں گی اب میں کسکے سہارے
رہوں گی۔۔ وہ ہچکیوں سے روتی بول رہی تھی۔

عالم نے نرمی سے اسکا سر تھپکا۔

نور یہ اللہ کی مرضی تھی۔ ہر وجود اسکی امانت ہے اسی کے پاس جانا ہے۔ لیکن
مقررہ وقت پر۔ اور آپ اکیلی نہیں ہیں میں ہوں نا آپکے پاس۔۔
وہ نرمی سے بول رہا تھا۔ لیکن نورین ہنوز سسک رہی تھی۔۔



دستک کی آواز پر اسنے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔

چہرے موڑتے اسکے نورین کو دیکھا جو اسکے بازو پر سر ٹکائے خاموش بیٹھی تھی۔

رورو کر اسکی آنکھیں سوج چکی تھیں۔ چیخ چیخ کر گلا بیٹھا چکا تھا۔
عالم نے گہری سانس بھرتے اسکا سر نرمی سے پیچھے کیا وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

عالم دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اسنے دروازہ کھولا تو سامنے دو عورتیں کھڑی تھیں۔

بیٹا ہم کھانا لائے تھے نورین بیٹی کے لیے۔۔ وہ عالم کو دیکھتے بولیں۔

علام سر ہلاتا سائیڈ ہٹ گیا۔

چھ ماہ میں محلے والوں سے اسکے اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ اسلیے تقریباً سب ہی اسے جانتے تھے۔

وہ دروازہ بند کرتے واپس آیا تھا تو وہ عورتیں نورین کے پاس بیٹھیں اسے کھانے کے لیے اسرار کر رہی تھیں۔

لیکن وہ مسلسل منع کر رہی تھی۔

عالم اسکے قریب آیا۔ نور تھوڑا سا کھا لیجئے۔۔ پلیز۔۔

وہ اسکے آگے نوالہ کرتے بولا۔۔

نورین کچھ دیر اسے دیکھتی پھر اسکے ہاتھ سے نوالہ کھا لیا۔

وہ دونوں عورتیں کن اکھیوں سے عالم کو دیکھنے لگیں۔

چند لقمے لیتے ہی اسنے بس کر دی۔۔

تھوڑا سا اور۔ عالم نے کہا تو وہ پھر سے رو دی۔

مجھ سے نہیں کھایا جا رہا عالم۔ جب تک وہ کھانا نہیں کھا لیتا تھا مجھے سکون

نہیں آتا تھا۔ میں خود اپنے سامنے بٹھا کے اسے کھلاتی تھی اب وہی بھوکا پیاسا

ہمیشہ کے لئے سو گیا ہے تو میں کیسے کھالوں۔ وہ روتے ہوئے بولی۔

عالم نے نوالہ رکھتے اسے بازو کے حصار میں لیا۔

صبر کرے نور۔۔ ہم صبر کے علاوہ کیا کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے دائمی سفر کے
لئے گیا ہے۔ آپ اس کے لئے دعا کریں کہ اس کا یہ سفر آسان رہے۔ وہ نرمی
سے بولا۔۔

دونوں عورتیں آنکھیں پھاڑے نورین کو اس کے سینے سے لگے دیکھنے لگیں۔
آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کرتے وہ اٹھ کر چلی
گئیں۔۔

عالم نے کسی طرح اسے میڈیسن دے کر سلا دیا۔
خود وہ باہر صحن میں کھڑا آسمان کو دیکھتا جانے کن سوچوں میں گم تھا۔



میں آ جاؤں۔۔ وہ دروازہ نوک کرتی بولی۔۔
پوچھ کیوں رہی ہیں آجائے بھابھی۔۔ مہرا سے دیکھتے بامشکل مسکراتی بولی۔

وہ تک جب سے ہو اسپتال سے آئی ہو کمرے سے باہر نہیں آئی تو مینے سوچا
میں خود ہی دیکھ لوں۔ طبعیت تو ٹھیک ہے نا۔

وہ جان بوجھ کر انجان بنتی بولی۔۔

مہر نے اسے دیکھا۔ اسے لگا شائید غازی نے اسے کچھ نہیں بتایا۔

جی بھا بھی بس تھوڑا لفیل ہو رہا تھا۔ اسلیے سوچا ریسٹ کر لوں۔ وہ ایزل کو
اس سے لیتی بولی۔۔

ابھی کیسی طبعیت ہے۔۔ وہ فکر مندی سے اسے دیکھتے بولی۔

اب ٹھیک ہوں بھا بھی۔ وہ ایزل کے ہاتھوں سے کھلنے لگی۔۔

اچھا میں تمہارے لیے کھانا بجھواتی ہوں رات ہو گئی ہے ابھی تک کچھ کھایا
نہیں تم نے۔ میڈیسنز بھی تو لینی ہیں نا۔

کچھ کھا لو۔ ہم۔۔ زر نور بغور اسکا چہرہ دیکھتی بولی۔

مہر نے سر ہلا دیا۔

لاوا سے مجھے دے دو تنگ کرے گی تمہیں۔ وہ ایزل کو لینے لگی۔۔

نہیں بھا بھی یہ پاس رہے گی تو دل لگا رہے گا۔ آپ فکر مت کریں میں
سنجھال لوں گی۔

وہ ایزل کے گال پر بوسہ دیتی بولی تو زرنور مسکرا دی۔

بھا بھی۔ وہ جانے لگی تو مہرنے اسے پکارا۔

ہاں۔۔ زرنور نے مڑتے اسے دیکھا۔

وہ آن کہاں ہے۔۔ اسنے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

روم میں ہیں۔ کیا ہوا کوئی کام ہے۔۔ زرنور اسکے چہرے پر گھبراہٹ دیکھتی
بولی۔

نہیں بس ایسے ہی پوچھا تھا۔

وہ نفی میں سر ہلا گی تو زرنور ٹھیک ہے کہتی چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد ملازمہ اسکے کمرے میں کھانا لے آئی۔

اسنے کھانے کو دیکھا لیکن اسکا دل نہیں تھا اس لیے ویسے ہی رکھ دیا اور خود

ایزل کے ساتھ مصروف ہو گئی۔



غازی نے مرر سے اسے دیکھا جو۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی مصروف
سی بال بنا رہی تھی۔

زر نور نے اسکی نظریں خود پر محسوس کرتے سامنے آئینے میں دیکھا وہ اسے ہی
دیکھ رہا تھا۔

وہ خفگی سے نظریں پھیر گئی۔

غازی نے اسے گھورا جو فالتو میں اس سے روٹھی ہوئی تھی۔

زر۔۔ اسنے پیار سے اسے پکارا۔

زر نور نے اسے اگنور کرتے جان بوجھ کر اگنور کیا۔

زر جان۔۔ اسنے پھر سے اسے پکارا۔

زر نور نے غصے سے اسے دیکھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

وہ تیزی سے اٹھ کے اسکے قریب آیا۔

روز بات تو۔۔ اور ٹھک سے دروازہ اسکے منہ پر بند کر دیا گیا۔

غازی نے اس دروازے کو ایسے دیکھا جیسے سارا قصور ہی اسکا ہو۔

ٹھیک ہے اب میں بھی بات نہیں کروں گا۔ وہ بڑبڑاتے بیڈ پہ جا کے بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا۔

غازی نے غصے سے ادھر دیکھا لیکن پل میں اسکا غصہ ہوا ہوا۔

وہ بلیک سلک کی نائیٹی میں تھی۔ جو غازی اسکے لئے لے کر آیا تھا لیکن اس نے کبھی پہنی نہیں تھی۔

آج وہ اس سے ناراض تھی اس لیے جان بوجھ کر اسے تڑپانے کے لئے پہنی تھی۔

زر نور نے کن اکھیوں سے خود کو دیکھتے غازی کو دیکھا۔

اور شیشے کے سامنے کھڑے ہوتے ریڈ لپسٹک لگانے لگی۔

غازی نے مبہوت ہوتے اسے دیکھا۔

اس بلیک نائیٹ میں اسکا وجود دمک رہا تھا۔

مدھم لائٹس کی روشنی میں اسکا رنگ سنہری کندن کی مانند چمک رہا تھا۔
اوپر سے گلابی ہونٹوں کو سرخ رنگ سے مزین کرتے وہ غازی کا ایمان ڈگمگا
گی تھی۔

بالوں میں برش کرتے وہ اسے اگنور کرتی بیڈ پر آتی اپنی سائیڈ لیٹ گی۔

زرو سے آنکھیں مینچتے اسنے اپنی بے ترتیب ہوتی سانسوں پر قابو پایا۔

دور سے بھی وہ غازی کی آنکھوں چھائی خماری دیکھ سکتی تھی۔

ابھی وہ ٹھیک سے سانس لے بھی نہیں پائی تھی کہ غازی نے اسکی کمر میں

ہاتھ ڈالتے جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا۔

وہ اسکے سینے کا حصہ بنی تھی۔

یہ کیا بد تمیزی ہے۔۔ وہ مصنوعی غصے سے بولی۔

بد تمیزی تو ابھی کی ہی نہیں ہے ڈار لنگ۔۔ وہ خمار بھری نظروں سے اسے
دیکھتا بولا۔

زر نور کی ہتھیلیاں بے ساختہ ہی تر ہوئی تھی۔ اسے شدت سے اپنی غلطی کا
احساس ہوا۔

غاز چھوڑیں مجھے نیند آرہی ہے۔۔ وہ کسمسائی۔۔
غاز کی جان یہ تو مجھے بہکانے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔
وہ کروٹ لیتا اس پر حاوی ہوا تھا۔

اسکے لال لپسٹک سے سجے ہوئے نوں پر انگوٹھا مسلتے اسے لپسٹک بکھیر دی۔
زر نور نے نروٹھے پن سے اسے گھورا۔
ایسے مت دیکھو ڈار لنگ جان لو گی کیا۔۔ وہ اسکی گرین آنکھیں چومتا خمار
سے بولا۔

غاز اپنے میری بات پر غور کیا۔ وہ اسے پٹری سے اترتا دیکھ جلدی سے بولی۔

کر لیں گے زر جان اتنی بھی کیا جلدی ہے۔۔ وہ اسکی نائیٹی کندھوں سے
کھسکاتے وہاں اپنا لمس چھوڑتے بولا۔

غ۔ غاز پہلے میری۔ ب۔ بات سنیں نا۔ وہ اسے پیچھے کرنے کی کوشش میں
ہلکان ہوئی۔

ایک بار اپ۔ اسکے باقی کے الفاظ وہ اپنے ہونٹوں میں چن گیا۔
شدت سے اسکی ایک ایک سانس پیتا وہ اسے سرخ کندھاری کر گیا۔
باقی باتیں کل ابھی اپنے شوہر کے سکون کا سوچو۔

وہ اسکے ہونٹوں کو چھوڑتا اسکی گردن پر جا بجا اپنی لمس چھوڑتا مدہوش ہوا
تھا۔۔

زر نور نے مزاحمت کی لیکن اپنی نائیٹی کی ڈوری کھلتے دیکھ اسنے سانس روک
لیا۔

غازی ایک ہی جھٹکے میں اسکی نائیٹی کی دوڑی توڑتے اسے اس پر جھکا تھا۔

اسکی گردن کے تل کو نرمی سے دانتوں تلے دباتے وہ اسے سسکنے پر مجبور کر گیا۔

غاز۔۔ وہ سہم کر اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھ گئی۔۔

غازی ایک پل کے لئے اس سے دور ہوا اپنی شرٹ اتار کر پھینکتے اسنے کمرے میں جلتی وہ مدھم روشنی بھی بجا دی۔

وہ جا بجا اپنے لمس سے مہکاتا ساری سوچوں سے دور لے گیا۔۔

اسنے سر جھکاتے اپنی گود میں کسمپاتی ایزل کو دیکھا جو پتہ نہیں کیوں آج بے چین سی تھی۔

ایزوا پھو جان کیا ہوا آپکو۔۔ سو کیوں نہیں رہی۔۔

ایسے سیڈ سافیس کیوں بنایا ہوا ہے۔ وہ اسکی آنکھیں چومتی لاڈ سے بولی تو وہ
آج کھلکھلانے کی بجائے منہ میں انگلی ڈالتے اپنی ہیزل آنکھوں سے ٹکر ٹکر
اسے دیکھنے لگی۔

مہرنے پریشانی سے اسے دیکھا۔

اسکے ماتھے پر ہاتھ رکھتے چیک کیا اسکو ہلکا ہلکا بخار ہو رہا تھا۔

اسنے اسے بیڈ پہ لٹاتے فرسٹ ایڈ باکس سے پیناڈال (جو بچوں کے لئے ہوتی
ہے) وہ اسے پلائی۔ اور گود میں اٹھاتی ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔

اسے اس وقت غازی اور زرنور کو ڈسٹرب کرنا سہی نہیں لگا۔

اسنے خود ہی اپنے پاس رکھا تھا ایزل کو۔ ایزل اب آہستہ آہستہ رونے لگی
تھی۔

ایزو میری جان کیوں رو رہی ہے۔ پھوپھو کو بتاؤ کیا ہوا۔ وہ اسکی بھگی
آنکھوں پر بوسہ دیتے روہان سے ہوتے بولی۔

وہ ایزل میں اتنی مگن تھی کہ اسنے اپنے کھڑکی سے اندر آتے مرتسم تک کو نہیں دیکھا۔ وہ کھڑکی سے ٹیک لگائے اب بڑے سکون سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو ایزل کو چپ کروانے کی بجائے خود رو رہی تھی۔۔

مرتسم جانتا تھا ایزل غازی کی بیٹی ہے۔۔

وہ گہری سانس بھرتے آگے بڑھا۔

ایزل کو جھلاتی مہر جیسے ہی مڑی اپنے سامنے کسی کو دیکھتے ڈر سے وہ لڑکھڑائی اس سے پہلے کہ ایزل اسکے ہاتھ سے چھوٹی مرتسم نے تیزی سے ایزل کو اسکے ہاتھ سے لیا تھا۔۔

دوسرے ہاتھ سے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے گرنے سے بچایا تھا۔۔

وہ کٹی ڈالی کی طرح اسکے سینے سے الگی۔

ایزل۔ ہوش سنبھالتے اسنے ایزل کو دیکھا وہ مرتسم کے بازوؤں میں محفوظ تھی۔

اسکی اٹکی سانس بحال ہوئی۔

اسے سیدھا کھڑا کرتے مرتسم نے اسکا بازو چھوڑ دیا۔

مہر نے تھوک نکلتے اسکے حد سے زیادہ سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

صبح کے واقعے کے بعد اسکی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اسے مخاطب کرے۔

اسے ڈر لگ رہا تھا مرتسم سے اسکے غصے سے۔

اسنے شاید ہی کبھی مرتسم کا یہ روپ دیکھا ہو گا۔ اس لیے وہ بری طرح سے

اس سے خوفزدہ ہو گئی تھی۔

مرتسم نے سر جھکاتے اپنے بازوؤں میں اس ننھی جان کو دیکھا جو کبھی اسے

دیکھتی تو کبھی مہر کو۔

وہ زیر لب مسکرا دیا۔ اسنے نرمی سے جھکتے اسکی چھوٹی سی پیشانی چومی۔

اسکے پیشانی چومتے ہی ایزل کھلکھلا کر ہس پڑی۔

مہر جو سہمی سی بیڈ پر بیٹھی تھی ایزل کو مرتسم کے بازوؤں میں کھلکھلاتے دیکھ

چونک گئی۔

وہ انجان لوگوں کے پاس نہیں جاتی تھی۔

جاتی بھی تھی تو بس غصے سے انہیں گھورتی رہتی تھی۔

لیکن مرتسم کے ساتھ تو وہ ہنس رہی تھی۔

مرتسم اب نرمی سے اسے تھپکتا دھر سے ادھر چکر کاٹ رہا تھا۔

کچھ ہی دیر میں ایزل کی ہلکی سانسوں کی آواز آنے لگی۔

مطلب وہ سوچکی تھی۔

مرتسم نے اسے سونے کا یقین کرتے اسے کاٹ میں لٹایا اور لائیٹس مدھم کر دیں۔

مہربس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

وہ اسے دیکھ کیوں نہیں رہا تھا۔

کیا وہ اس سے ناراض تھا۔ اگر تھا تو کیوں۔ سوچتے اسکی آنکھیں بھرا گئیں۔

مرتسم نے لائیٹس دم کرتے کن اکھیوں سے اسے دیکھا جو سہمی سے بیڈ کے

کونے سے چپکی تھی۔ آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔

اسکی نم آنکھیں دیکھ مرتسم نے لب بھینچتے۔۔

گہری سانس بھرتے اسنے قدم سامنے پڑے ٹیبل کی طرف بڑھائے جہاں پر
کھانا ویسے کا ویسا رکھا تھا۔

مہر بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

کھانا ویسے کا ویسا دیکھ اسکے ماتھے پر بل پڑے۔۔

زر نور نے اسکے لئیے لائٹ سا کھانا ہی بنایا تھا۔

اسنے چہرہ موڑتے سنجیدگی سے مہر کو دیکھا۔

کچن کہاں ہے۔ سنجیدگی سے بھرپور لہجہ۔۔۔

مہر نے شکوہ بھری نگاہ سپر ڈالی اور خاموشی سے اٹھ کر آگے چلنے لگی۔

مرتسم نے گھور کر اسکی پشت دیکھی۔

کھانے کی ٹرے اٹھاتے وہ اسکے پیچھے چلا گیا۔۔

مہر کچن میں جاتے ایک سائیڈ کھڑی ہو گئی۔

مرتسم نے آگے بڑھتے مائیکرو ویو میں کھانا گرم کیا۔

کھانا گرم کرتے ایک ہاتھ سے ٹرے اٹھاتے دوسرے ہاتھ سے اسکا بازو پکڑتے وہ اسے لیے کمرے میں آگیا۔

ٹیبل پر ٹرے رکھتے مرتسم نے اسے بیڈ پر بٹھایا اور دروازہ بند کیا۔
مہر خاموشی سے بس اسے دیکھتی رہی۔

مرتسم واپس آتے اسکے قریب بیٹھا اور کھانا اسکے آگے رکھ دیا۔
مہر نے دیکھ کر بھی نظر انداز کر دیا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔
کھانا کھائیں۔ سنجیدگی سے کہا۔

مہر نے اسے دیکھا۔ اسکا ڈراب آہستہ آہستہ زائل ہو رہا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ چاہیے کچھ بھی ہو جائے وہ اس پر تو غصہ نہیں کر سکتا تھا۔

کھانے کی ٹرے سائیڈ پر کرتے وہ پاؤں اوپر کرتے گھٹنوں کے گرد بازو باندھے وہ سر جھکائے بیٹھی گئی۔

مرتسم نے خاموش سرد نظروں سے اسے دیکھا۔

اسکی سرد نظریں خود پر محسوس کرتے مہر کی ہتھیلیاں پسینے سے تر ہو گئیں۔

لیکن وہ ڈھیٹ بنی بیٹھی رہی۔

مر تسم نے ٹرے اپنے آگے کی اور نوالہ بھرتے مہر کے سامنے کر دیا۔

مہر نے چونک کر اسکے ہاتھ کو دیکھا لیکن نوالہ کھانے کی بجائے وہ چہرہ

موڑے کاٹ میں لیٹی ایزل کو دیکھنے لگی۔

مر تسم کی سرد آنکھیں آہستہ آہستہ سرخ ہو رہی تھیں۔ اسنے لب بھینچتے

زور سے آنکھیں بند کر کے کھولیں تھیں۔

چچ واپس رکھتے وہ بیڈ سے اٹھا اور مہر کی طرف قدم بڑھائے۔

اسکے ہر بڑھتے قدم کے ساتھ مہر کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔

مر تسم اسکے قریب پہنچتے رکا۔

مہر نے ہمت کرتے اسکی طرف دیکھا۔

وہ جھکا اور نرمی سے اسے اپنی بانہوں میں اٹھاتے وہ اپنی سابقہ جگہ پر واپس آیا

مہر ہتھاقا سے دیکھ کر رہ گئی۔

جواسے اپنی گود میں بٹھاتا پھر سے نوالہ بھر رہا تھا۔

مرتسم نے نوالہ اسکے آگے کیا۔

وہ ابھی تک منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔

کھائیں۔۔ اسکے طرف دیکھتے نرمی سے کہا۔

مہر کی آنکھیں بھرائیں۔

بامشکل خود کورونے سے باز رکھتے اسنے جھک کر اسکے ہاتھ سے نوالہ کھایا۔

مرتسم اسے چھوٹے چھوٹے نوالے کھلاتا رہا وہ کھاتی رہی۔ یہاں تک کہ

مرتسم نے اسے پورا کھانا کھلا دیا۔

کھانا کھلانے کے بعد مرتسم نے اسے نرمی سے بیڈ پر اتارا۔ اسے پانی کا گلاس

دیتے سائیڈ ٹیبل سے اسکی میڈیسنز اٹھائیں اور نکال کر اسکے ہاتھ پر رکھ دیں۔

مہر نے اس بار خاموشی سے میڈیسنز لے لیں۔

اسکے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیتے مرتسم نے اسے لیٹنے کا اشارہ کیا۔

لیکن وہ لیٹنے کی بجائے اسے دیکھنے لگی۔

لیٹ جائیں۔ نرمی سے کہتے اسے بیڈ پر لٹایا۔ خود اسکے قریب نیم دراز ہو گیا۔
وہ اسے دیکھنے لگی۔ شاہ۔۔ کچھ دیر بعد اسکی سہمی سی آواز گونجی۔
سو جائیں مہر۔ مرتسم کی سرد آواز نے سے روہانسے ہونے پر مجبور کر دیا۔
اسکے اپنے قریب نیم دراز مرتسم کو دیکھا اور اوپر ہوتی اسکے سینے پر سر رکھ
گئی۔

مرتسم تھم گیا۔ اسکا دل لمحوں میں رک کر دھڑکا تھا۔
لیکن اسنے خود میں اترتے سکون کو نظر انداز کرتے نرمی سے مہر کو خود سے
الگ کرتے اسکا سر تکیے پر رکھا۔

مہر کا چہرہ فق ہوا۔ کیا وہ اس سے اس قدر ناراض تھا۔
مرتسم اسکی نظریں خود پر محسوس کرتے آنکھوں پر بازو رکھ گیا۔
ش۔ شاہ۔۔ رندھے لہجے میں اسے پکارتے مہر نے اسکے چہرے سے بازو
ہٹانے کے کوشش کی لیکن وہ زرا سا ہلا بھی نہیں پائی۔
میری غلطی تو بتائیں۔ اسکا بازو ہلاتے باقاعدہ روتے کہا۔

مر تسم لب بھینچے لیٹا رہا۔

کچھ دیر بعد اسے دبی دبی سسکیوں کی آواز سنائی دی۔

وہ جھنجھلا گیا۔ وہ ایسی تو نہیں تھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونے والی۔

وہ اچھے سے جانتی تھی مر تسم اسے روتے نہیں دیکھ سکتا۔ اسکا رونا مر تسم کی کمزوری تھی اور وہ جان بوجھ کر اسی کے سامنے روتی تھی۔

شاید اسکی کمزوری سے واقف تھی۔

لب بھینچتے اسنے آنکھوں سے بازو ہٹاتے اسے دیکھا جواب گھٹنوں میں سر دیئے زار و قطار رو رہی تھی۔

کیوں رو رہی ہیں اب۔ سنجیدہ لہجے میں کہا۔

مہر میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔ اسکے جواب نادینے پر وہ زبردستی اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے سختی سے بولا۔

مہر نے اسکے ہاتھ جھٹکے۔ ڈونٹ ٹیج می۔

ہاتھ مت لگائیں مجھے۔ آپ کو کیوں تکلیف ہو رہی ہے میرے رونے سے۔
آپ اب بھی نظر انداز کریں۔

آپ کو کیا فرق پڑتا ہے۔ اپنے کھانا کھلا دینا۔ بس اب زندہ رہوں گی۔ وہ غرائی
تھی۔

مر تسم نے سو بار خود پر لعنت بھیجی تھی اسے نظر انداز کرنے پر۔
جب وہ جانتا تھا کہ وہ اتنی سینسوٹیو ہے اسکی ذرا سی بھی اگنورنس برداشت
نہیں کر سکتی تھی پھر بھی وہ جانے انجانے میں اس سے سختی کر جاتا تھا۔
او کے ایم سوری۔ ایم سوری میری جان۔ وہ زبردستی اسکا چہرہ اپنے سامنے
کرتا بولا۔

مہر نے اسکے ہاتھ پھر سے جھٹکے۔

مت بولیں سوری آپ ہر بار ایسے ہی کرتے ہیں ہر ٹکر کے بعد میں سوری
بول دیں۔ مجھے بتائیں آخر میرا قصور کیا ہے۔ وہ بلند آواز میں ڈھاڑی تھی۔



اسکی آواز اتنی اونچی تھی کہ غازی جوا بھی جاگ رہا تھا اسنے چونک کر
دروازے کی جانب دیکھا۔

یہاں تک کہ اسکے سینے پر سر رکھے سوئی زر نور بھی ڈر کر اٹھ بیٹھی۔
یہ آوازیں تو مہر کے کمرے سے آرہی ہیں۔
وہ پریشانی سے بولی۔

غازی اسے پیچھے کرتا سیکینڈ سے پہلے باہر بھاگا تھا زر نور بھی اسکے پیچھے ہی
بھاگی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ مہر کے کمرے کا دروازہ کھول لیتا اسکے ہاتھ مرتسم کی
آواز پر ساکت ہوئے تھے۔

اسکی آواز میں اتنا درد اور قرب تھا کہ وہ ساکت رہ گیا۔



اسکے دوبارہ ہاتھ جھٹکنے پر مر تسم کا دبا غصہ پھر سے عود آیا۔ اس نے تیزی سے مہر کو دونوں بازوؤں سے تھامتے اپنے قریب کیا۔

آپ بتائیں میرا قصور کیا ہے۔ کیا قصور ہے میرا جو ہر بار آپ کو مجھ سے الگ کر دیا جاتا ہے۔

کیا میرا زندگی پر کوئی حق نہیں کیا میرا سکون پر کوئی حق نہیں۔
وہ اسے دونوں بازوؤں سے جکڑتے غرایا تھا۔ اس نے اپنی آواز دبانے کی کوشش نہیں کی۔

آپ اچھے سے جانتی ہیں میرا سکون آپسے جڑا ہے۔ پھر بھی سب جانتے ہوئے بھی مجھے خود سے دور رکھا ہوا ہے۔

آپ بتائیں میں کیا کروں۔

آپ کو پانے کی چاہ میں میرا وجود خاکستر ہو چلا ہے اور آپ ہے کہ سمجھتی ہی نہیں اپنی جدائی مر تسم میر کی سانسوں پر بھاری ہے۔

بولیں کیا کروں مر کے دکھاؤں آپکو تب یقین آئے گا کہ مر تسم شاہ مر جائے گا آپکے بغیر۔

وہ دھاڑا تھا۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھتے اس کے بازو چھوڑ گیا۔

مہر اس کے لفظوں میں درد تکلیف محسوس کرتے کانپ گئی تھی۔

آپ تو رو لیتی ہیں نادل ہلکا ہو جاتا ہے آپکا آپکے آنسو دیکھ کر سب کو ترس آ جاتا ہے میں تو مرد ہوں آپکے جیسے رو نہیں سکتا تو کیا کسی کو مجھ ترس نہیں آتا۔

وہ بے بسی سے چلایا تھا۔

آپ نہیں چاہتی نامیری ساتھ رہنا ٹھیک ہے میں آپکو آزاد کر دیتا ہوں۔ اسکی آواز یکدم سرد ہو گئی۔

مہر سہمی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

ن۔ نہیں شاہ۔ م۔ میں۔ اسے سمجھنا آیا کہ اسے کیسے چپ کروائے۔

باہر کھڑے غازی اور زرنور نے ایک دوسرے کو دیکھا وہ کیا کرنے جا رہا تھا۔

نہیں مہر آپکو میری وجہ سے ہر بار تکلیف ملتی ہے نا۔ میں آپکو ہر تکلیف سے آزاد کر دیتا ہوں۔

تو ٹھیک ہے میں آپکو پا کو ہر تکلیف سے نجات دے دیتا ہوں۔ نا آپکی زندگی میں رہے گا کوئی مرتسم شاہ اور نا ملے گی آپکو کوئی تکلیف۔

وہ اسکے ہاتھ اپنے ہونٹوں سے ہٹاتا بولا جو وہ جلدی میں رکھ چکی تھی۔۔
میں آپکو اپنے پورے حوش و ہواس میں۔۔

اسکے جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی وہ تیزی سے اوپر ہوتی اسکے لبوں پر اپنے لبوں کا قفل لگا گئی۔۔

اسنے اتنی شدت سے اسکے ہونٹ جکڑے تھے کہ مرتسم ساکت رہ گیا۔
وہ خوف و وحشت سے کہ کہیں وہ کچھ بول نا پائے اسکے ہونٹ اپنے نازک ہونٹوں میں دبا گئی۔۔

وہ ساکت سا اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔

مر تسم کی بات سنتے اس سے پہلے کہ غازی اندر جاتا مر تسم کے یکدم۔ چپ
کرنے پر وہ رک گیا۔

اسنے اپنی کنپٹی سہلائی سمجھ نا آیا کہ وہ اندر جائے یا نا جائے۔

وہ ایسا تو نہیں چاہتا تھا۔ وہ بس مر تسم کو آزما رہا تھا۔

ورنہ مر تسم سے ایک ملاقات کے بعد ہی جس طرح سے وہ آج صبح پر سکون
لگ رہی تھی غازی کو یقین ہو گیا کہ اسکی بہن ہے چہرے پر مسکراہٹ صرف
وہی انسان لا سکتا ہے۔

لیکن وہ اتنی آسانی سے اسے مہر نہیں دینے والا تھا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ کل کو پھر وہ اپنے رشتوں کے آگے کمزروی پڑ جائے۔

لیکن یہ ہو جائے گا اسے اندازہ نہیں تھا۔



مر تسم نے اسے پیچھے ہٹانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنا سانس روکے اسکے
لبوں کو اور تیزی سے جکڑ گئی کہ وہ کسی طرح کچھ بول ناسکے۔
مر تسم نے اسکے ڈر کو سمجھتے اسکے کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔
اسکی کمر سہلاتے اسے آنکھوں سے نفی کا اشارہ کیا تھا کہ وہ کچھ نہیں بولے
گا۔

وہ تو مر کر بھی ایسا نا کرے۔ وہ بس مہر کو دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا واقعی اسے
مر تسم کی وجہ سے تکلیف ملتی آئی ہے۔ اگر کل کو غازی کچھ ایسا ویسا فیصلہ
کرے تو وہ اس سے آزاد ہونے کے لئے تیار ہو جائے گی۔
مہر اسکی آنکھوں کے اشارے پر سہمی سہمی سے اسے دیکھتے پیچھے ہوئی۔
م۔ مجھے ن۔ نہیں چاہیئے آزادی۔ میں ا۔ اپکے نام کے س۔ ساتھ مرنا چاہتی
ہوں۔ ش۔ شاہ۔

م۔ میں ک۔ کیا کروں س۔ سالوں بعد م۔ مجھے میرا بھائی ملا ہے۔
م۔ میں اب پ۔ پل میں انکامان ک۔ کیسے توڑ دوں۔

وہ ہچکیوں سے روتی با مشکل بولی تھی۔

اسکی غیر ہوتی حالت دیکھ مرتسم کوشدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔
اگر وہ بے بس تھا تو وہ بھی تو بے بس تھی رشتوں کے اگے۔

مہر میری جان ریلیکس۔۔ میں نہیں کہہ رہا کچھ بھی۔

آپ تو میری جان ہیں اور میں پاگل ہوں جو اپنی جان کو خود سے دور کر
دوں۔۔

ہر گز نہیں میں کبھی آپ کو خود سے جدا نہیں کروں گا آپ چاہیے گی تو بھی
نہیں۔۔

وہ نرمی سے اسکی کمر سہلاتا دیوانہ وار اسکے ایک ایک نقش کو چومتا اسے یقین
دلارہا تھا۔

وہ ہچکیوں سے روتی اسے سینے میں منہ چھپا گئی۔

مرتسم کتنی ہی دیر اسے بہلاتا رہا۔ کچھ میڈیسنز کے زیر اثر اور کچھ وہ اسکے
پاس آتے ہی پرسکون ہو گئی۔

مر تسم آنکھیں موندے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا گیا۔

مہر کی ہچکیاں مدھم پڑتی اسکی بھاری سانسوں میں بدل گئیں۔ ہمیشہ کی طرح وہ اسکے حصار میں آتے ہی پر سکون سو گئی تھی۔



غاز۔۔ سرہاتھوں میں گرائے بیٹھے غازی کو دیکھتے زر نور نے اسے پکارا۔
ہمیں دیکھنا چاہئے اندر چل کے کافی دیر ہو گی گوی آواز نہیں آئی۔
کہیں کچھ۔۔ وہ مدھم لہجے میں بولتی چپ ہو گئی۔

غازی نے اسے سر ہلاتے وہ مہر کے کمرے کی طرف بڑھا۔
اسنے آہستہ سے نوک کیا دروازہ کھولتے وہ دونوں اندر آئے۔
لیکن سامنے کے منظر نے دونوں کو نظریں چرانے پر مجبور کر دیا تھا۔
وہ اسکے سینے میں بالکل کسی بچی کی طرح سمٹ کر سوئی ہوئی تھی۔

جبکہ مر تسم اسکے گرد حصار باندھے اسکے بالوں میں منہ چھپائے ہوئے تھا۔

دونوں کی بھاری سانسوں سے انہیں اندازہ ہوا کہ وہ دونوں سو رہے ہیں۔۔

زر نور نے اسکی طرف دیکھا تو وہ دونوں زیر لب مسکرا دیئے۔

اسنے دبے پاؤں آگے بڑھتے احتیاط سے ایزل کو کاٹ سے اٹھایا اور دونوں باہر کی طرف بڑھ گئے۔۔

دروازہ بند ہونے کی آواز پر مرتسم نے آنکھیں کھولیں خالی کمرہ دیکھ وہ گہری سانس بھر گیا۔

وہ سو نہیں رہا تھا بس ویسے ہی آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔۔

اسنے ایک نظر مہر دیکھا نرمی سے اسکا سر تکیے پر رکھتے اسکا پر بلیکٹ سہی کرتے اسنے جھک کر مہر کے سر پہ بوسہ دیا اور جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔۔
اسکے چہرے پر سوچ کی گہری پر چھائیاں تھیں۔ اسنے سوچ لیا تھا کہ اسے اب کیا کرنا ہے۔ ایک آخری نگاہ اس پر ڈالتے وہ جہاں سے آیا تھا وہیں سے واپس چلا گیا۔۔



آپنے دیکھاناغازا تناسب ہونے کے بعد سکون دونوں کا ایک دوسرے کے پاس ہی ہے۔۔ اب تو مان جائیں۔

مہر کو اگر کوئی خوش رکھ سکتا ہے تو وہ صرف مر تسم بھائی ہیں۔
وہ بے بسی سے اسے دیکھتے بولی۔

غازی نے تسلی دینے والے انداز میں اسے دیکھا۔



اسکو عادت تھی فجر میں اٹھنے کی اس لیے آج بھی روز کے معمول کے مطابق اسکی انکھ کھلی گئی۔۔

وہ جب اٹھی تو ہمیشہ کی طرح اکیلی تھی۔ وہ ایسے ہی تو کرتا تھا سلاتا تو اسے اپنے حصار میں تھا لیکن جب وہ اٹھتی تو بس اسکی خوشبو یا پھر یاد رہ جاتی۔

گہری سانس بھرتے وہ فریش ہونے چلی گی۔

فجر کی نماز ادا کرتے اسنے آج اپنے لیے بھی دعا مانگی تھی اس آزمائش کو ختم کرنے کی التجا کی تھی۔۔ جو شاید بہت جلد اسکی سننے والا تھا۔

مر تسم رات کی ڈرائیونگ سے کراچی سے سیدھا ملتان آیا تھا۔
اسے پہنچتے پہنچتے اچھا خاصہ دن چڑھ گیا تھا۔

زرولفقار مینشن کے آگے گاڑی روکتے اسکا چہرہ سپاٹ تھا۔
اسے یہ سب کرنا تھا اپنی مہر کے لئے اسکی خوشیوں کے لئے۔ دونوں کی خوشیوں کے لئے۔

گہری سانس چھوڑتے وہ گاڑی سے باہر نکلتے اندر کی طرف بڑھا۔
حسن بابا جولان میں بیٹھے تھے اسے دیکھ کر چونک گئے۔۔
مر تسم بھی انہیں دیکھ چکا تھا۔

حسن بابا تیزی سے کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ انکے سامنے وہ کھڑا ہے۔

وہ بے یقینی سے اسے دیکھتے رہ گئے۔



آپ پریشان لگ رہے ہیں۔۔ آج اسکا ضرورت سے زیادہ سنجیدہ چہرہ دیکھ
زہرہ ہچکچاتے پوچھ بیٹھی۔

ڈرائیو کرتے ولی نے چونک کر اسے دیکھا۔

نہیں تو میں بالکل ٹھیک ہوں۔ وہ مدھم لہجے میں بولا۔۔

وہ زہرہ کو ہو اسپتال چھوڑنے آیا تھا۔۔

اسکے ہو اسپتال کے آگے گاڑی روکتے ولی کے چہرے کی سنجیدگی مدھم پڑی
تھی۔

مہر کو یاد کرتے لب تلخی سے مسکرائے تھے۔

سب ٹھیک ہو جائے گا۔ زہرہ اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی فکر مندی سے اسے دیکھتے بولی۔

اب ہو جائے گا۔ وہ اسکی فکر پر مسکرایا تھا۔
زہرہ اسے اللہ حافظ بولتے جا چکی تھی۔

ولی اب سنجیدگی سے مرتسم کے کل رات کیے گئے میسج کے بارے میں سوچ رہا تھا کیا واقعی ایسا کرنا چاہیے تھا۔
وہ سوچ کر رہ گیا۔



دوسرا دن بھی گزر گیا لیکن نورین کی حالت میں زرا برابر فرق نہیں آیا وہ ہر پل امن کو یاد کرتی روتی رہتی۔

عالم بے بسی سے بس اسے دیکھ کر رہ جاتا۔

قسمت نے اسے ساتھ جو ستم کیا تھا وہ اسے روک نہیں سکتا تھا نا وہ روک پایا۔
لیکن اب اسکی یہ حالت دیکھنا اسے بس سے باہر تھا۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔

عالم نے دروازے کی جانب دیکھا اس وقت کون ہو سکتا ہے۔

رات ابھی گہری نہیں ہوئی تھی۔

اس لیے شاید محلے کا ہی کوئی ہو وہ سوچتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اسنے دروازہ کھولا تو سامنے ہی محلے کے کچھ لوگ کھڑے تھے اور ساتھ وہ دو
کل والی عورتیں بھی تھیں۔

جی۔۔؟ اسنے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

ہمیں نورین سے بات کرنی ہے۔ ایک بزرگ آدمی بولی تو وہ ماتھے پر بل

ڈالے اسے دیکھنے لگا۔

آپ مجھ سے کہیں میں سن رہا ہوں۔ وہ سنجیدگی سے بولا۔

دیکھو بیٹا ہم کوئی تماشہ نہیں چاہتے اب نورین کو بلائیں۔ ابکی بار دوسرا آدمی بولا۔

اس سے پہلے کہ عالم کچھ کہتا شور کی آواز سن کے وہ بھی باہر اگی۔
جی بولیں۔ بھگی بیٹھی ہوئی آواز پر عالم نے پیچھے مڑتے اسے دیکھا۔
معاف کیجئے گا نورین بیٹا۔ ہم جانتے۔ ہیں آپکے بھائی کا غم ابھی تازہ ہے لیکن
یہ بات بھی ضروری ہے۔۔

ایک بزرگ آدمی اسکو دیکھتے بولے۔

جی بولیں۔۔؟ نورین نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

دیکھو بیٹا بات یہ ہے کہ جب آپ اور بلال (امن) چھ ماہ پہلے یہاں آئے تھے
آپ نے کہا تھا کہ آپ دونوں بہن بھائی کا ایک دوسرے کے سوا کوئی نہیں
ہے۔ ہم سب نے خوش اسلوبی سے آپ لوگوں کو خوش آمدید کہا تھا۔

ہمیں بہت افسوس ہے کہ آپکا بھائی اب اس دنیا میں نہیں رہا لیکن آج دوسرا دن ہے۔ یہ غیر لڑکا آپکے گھر میں ہے۔

ناصر ف دن میں بلکہ رات میں بھی۔ وہی بزرگ سنجیدگی سے بول رہے تھے۔

عالم نے ماتھے کے بل کچھ گہری ہوئے تھے۔۔

آپکے بھائی کا غم ایک طرف لیکن اس لڑکے کی یہاں موجودگی کی وجہ جاننا چاہتے ہیں۔ ہم شریف لوگ ہیں نورین اپنے محلے میں کوئی ایسی ویسی بات برداشت نہیں کریں گے۔ ابکی بار ایک عورت بولی تھی۔

نورین کا چہرہ فق ہو گیا۔

م۔ میں۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن آنسوؤں کا گولہ حلق نہیں اٹک گیا۔

دیکھو بیٹا غلط مت سمجھنا لیکن کل جس سے تم اسکے گلے لگ رہی تھی کیا ایک عزتدار لڑکی کو یہ گوارہ نہیں کرتا ہے کہ ایک غیر مرد کی بانہوں کا ہار بنے۔ وہ کل والی عورت منہ میں چاشنی گھومتی بولی۔

بکو اس بند کریں اپنی۔ عالم کی دھاڑ پر سب نے خاموش ہوتے اسے دیکھا تھا۔

کیا عزت، عزت لگا رکھا ہے۔ آپ جانتے ہی کیا ہیں میرے اور انکے بارے میں۔ وہ دھاڑا تھا۔

نورین کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

چھوٹا منہ بڑی بات میاں تم کی بتادو کون ہو تم، کیا رشتہ ہے تمہارا اس سے۔ وہی عورت تیکھے لہجے میں بولی۔

حق حلال کی بیوی ہے میری۔ نکاح میں ہیں یہ میرے کیا کوئی تکلیف ہے آپکو۔ وہ سرد لہجے میں غرایا۔

سب کو چپ لگ گئی۔

کیا ثبوت ہے یہ بیوی ہے تمہاری، کوئی گواہ ہے۔ محلے کا کوئی آدمی مشکوک
نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔

گواہ ہے۔ اس سے پہلے کہ عالم کچھ بولتا پیچھے سے آتی مدھم آواز پر سب نے
پیچھے مڑتے آواز۔ کی سمت دیکھا تھا۔

امام صاحب آپ۔۔ وہ سب انکے احترام میں سیدھے ہوئے تھے۔
میں گواہ ہوں انکے نکاح کا کیا میری بات کا بھی یقین نہیں ہے۔۔ وہ سخت
لہجے میں بولے تھے۔

کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ تو یہاں سالوں سے رہ رہے ہیں ہماری بچیوں کا
نکاح بھی تو اپنے پڑھوایا ہے ہمیں کیسے آپ کی بات پر یقین نہیں ہوگا۔
وہی آدمی انکی چاپلوسی کرتا بولا۔

سن لیا ہو گیا یقین مہربانی کر کے تشریف لے جاسکتے ہیں آپ لوگ۔۔
عالم بنا کسی لحاظ کے انھیں باہر کا رستہ دکھا گیا۔

وہ لوگ نظریں چراتے چپ چاپ باہر چلے گئے۔۔

مینے کی بار امن سے کہا تھا کہ بتا دو سب نورین بیٹی کے نکاح کا یہ لوگ تو ہیں
ہی منافق۔

وہ لرزتی کانپتی نورین کے سر پر ہاتھ رکھتے بولے۔

چلتا ہوں میں اب۔ بہتر یہی ہو گا کہ اسے لے جاؤ یہاں سے۔۔

وہ عالم کو کہتے خود بھی وہاں سے چلے گئے۔۔ عالم نے اسے دیکھا جو شکوہ کنناہ
نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

اس سے پہلے کہ عالم اسے کچھ کہتا وہ اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔۔

وہ بے بسی سے لب کچل کر رہ گیا۔ سر اٹھاتے اسنے آسمان کی طرف دیکھا۔
زہن چار ماہ پہلے کے مناظر میں کھو گیا۔۔

: چار ماہ پہلے

مہر کے جانے کے بعد تو وہ بالکل ہی خالی رہ گیا تھا۔

وہ زہنی ازیت کا شکار ہونے لگا تھا۔

لیکن ایک دن جب وہ لائبریری آیا تو اسے نورین نظر آئی۔

جانے کیوں اسے دیکھ اسے سکون ملتا تھا۔

اگلے دن وہ پھر اسے دیکھنے کے لئے وہاں تھا۔

ایسے اسکا روز کا معمول بن گیا وہ اسے دیکھنے کے لئے وہاں جاتا کچھ دیر ہی سہی

وہ اسے دیکھ کر زہنی پریشانی سے چھٹکارا پالیتا تھا۔

نورین اسے روز دیکھتی کبھی کبھی وہ اس سے بات بھی کر لیتی۔ وہ ویسے بھی

اب امن کی طرف سے مطمئن تھی تو اب تو وہ اکثر خوش رہتی تھی۔

ایسے یہ سلسلہ رکا نہیں دو ماہ ہو گئے وہ مسلسل وہاں آتا تھا نورین کو اسکی جیسے

عادت ہو گئی تھی۔

وہ روز ایک ہی بیچ پر بیٹھتی جہاں وہ آکر خاموشی سے اسکے پاس بیٹھ جاتا کبھی

اس سے کوئی کہانی سن لیتا تو کبھی ایسے ہی باتیں کرتا رہتا۔

انہیں دنوں میں سے ایک دن وہ دونوں اپنے مخصوص بیچ پر بیٹھے تھے نورین
اسے کوئی کہانی سنارہی تھی عالم کو سمجھ نہیں آرہی تھی لیکن پھر بھی وہ سر ہلاتا
رہا۔

اسکی شکل دیکھ نورین کو بہت ہسی آئی وہ کافی دیر سے کنٹرول کر رہی تھی
لیکن پھر اسکی ہسی کا فوارہ چھوٹا اور وہ کھلکھلا کر ہس دی۔

امن جو اسے آج سر پر اُتر دینے کے لئے اسے لینے آیا تھا وہ اسے یوں کھلکھلاتا
دیکھ حیران ہوا تھا۔

اسنے کبھی نورین کو ایسے کھل کر ہستے نہیں دیکھا تھا۔

اسکی نظر عالم پر گئی جو مبہوت سا نورین کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے وہاں دیکھ حیران
ہوا تھا۔

وہ جانتا تھا وہ مہر کا بھائی ہے۔

اسکے ماتھے پر بل پڑے اس سے پہلے کہ وہ شدید غصے میں اسکے پاس جاتا جانے
کس چیز نے اسکے قدم روک لئے اسے عالم کی آنکھوں میں کچھ نظر آیا تھا وہ
جزبات نظر آئے تھے جو وہ خود محسوس کرتا تھا کسی کے لئے۔
وہ خاموشی سے وہاں سے واپس چلا گیا۔

کچھ دنوں تک وہ نا محسوس انداز میں روز وہاں آتا اور بغور دونوں کو آبرور
کرتا۔

ہفتے تک یہ سلسلہ چلتا اس نے عالم سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔
معمول کے مطابق وہ دونوں اسی بیچ پر بیٹھے تھے نورین اسے علی بابا اور
جیسمین کی کہانی سنارہی تھی جو وہ بہت غور سے سن رہا تھا۔
امن انکے قریب جاتے کھنکھارا۔

نورین جو زور و شور سے اسے کہانی سنارہی تھی اس نے چونک کر امن کو دیکھا۔
وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسکی تقلید کی عالم بھی کھڑا ہوا تھا۔

امن تم یہاں۔ وہ کچھ گھبرا گئی اُسے دیکھتے۔

ہم۔ مجھے بات کرنی تھی عالم سے۔۔ وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتے بولا۔

عالم نے اسکی آنکھوں میں پنینتا سوالا بہت اچھے سے پڑھ لیا تھا۔

امن اسکے مقابلے کھڑا ہوا۔

مجھے صرف سچ سننا ہے وہ سنجیدہ لہجے میں بولا۔

عالم نے ایک نظر نورین کو دیکھا اور پھر امن کو۔

سچ صرف اتنا سا ہے کہ میں نورین سے پیار کرتا ہوں۔ کب کہاں کیسے وہ

میرے دل کو لگ گئی مجھے نہیں پتا۔

یہاں تک کہ انکا ماضی جاننے کے بعد بھی میں میں اپنے قدم روک نہیں

پایا۔ وہ بغور نورین کو دیکھتا بولا۔

نورین ہنسا بقی اُسے دیکھنے لگی۔

نامحسوس انداز میں امن کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ نورین کا گھر پھر سے

بسے یہی بات اسکے رگ و جان پہ سکون کی لہر دوڑا گئی۔

تم ایسے۔۔ نورین بے یقینی سے اسے دیکھتے بولی۔۔

ہاں یہی سب ہے نورین میں پیار کرتا ہوں آپسے میں صرف آپکو دیکھنے کے
لئے آپکو سننے کے لئے یہاں آتا تھا۔ عالم نورین سے مخاطب ہوا۔۔

نورین نے بے یقینی سے اسے دیکھا گلے ہی پل اسنے اپنے پورے زور سے
اسکے گال پر تھپڑ دے مارا۔

اسکا یہ عمل بے یقین س اتھا۔

وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ ساکت ہوئے۔

کم از کم اس بات کا ہی لحاظ کر لیتے کہ میں تم سے عمر میں بڑی ہوں۔

میرے تو زہن و خیال میں ایسا کچھ نہیں تھا۔ مجھے لگا تھا بس تمہیں اردو لٹریچر
میں انٹرسٹ ہے اس لیے شاید میں تمہاری ہیلپ کر سکوں لیکن تم تو جانے
کیا سوچے بیٹھے ہو۔۔

وہ اسے پیچھے کودھکا دیتی بھیگی آواز میں چلائی۔۔

مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ بڑی ہیں یا چھوٹی۔ محبت عمر
دیکھ کے نہیں کی جاتی اور رہی بات میرے خیالات کی تو میری جز بات سچے
اور پاک ہیں۔

میں اپنی بات سے ایک انچ نہیں مکروں گا۔ وہ مضبوط لہجے میں بولا۔
امن خاموشی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

اپنی شکل مت دکھانا مجھے آئندہ۔

وہ نفرت و غصے سے اسے دیکھتے وہاں سے چلی گئی۔
عالم لب بھیج کر رہ گیا۔

امن نے بغور اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھا۔ تھپڑ کھا کر بھی اس کے ماتھے پر ایک ذرا
سی شکن نہیں تھی۔

نکاح کرو گے میری بہن سے۔ امن کے سنجیدہ آواز نے عالم کو بے یقین کیا۔
اسنے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

میں جانتا ہوں فلحال تمہارے حالات کیسے ہیں۔ اور شائد تم اپنی بہن کے
بغیر ایسا کچھ نہیں سوچو گے۔

لیکن میں چاہتا ہوں آپ کا نکاح تم سے ہو جائے بعد میں سب کو بتا دیں گے۔
جب رخصتی کریں گے۔

امن اس سے نظریں چراتا بولا۔

لیکن اتنی جلدی کیا ہے اور تمہیں مجھے پر بھروسہ ہے؟۔ عالم نے حیرانگی سے
اسے دیکھا۔

امن زیر لب مسکرایا۔

جلدی کا پتہ نہیں بس دل میں ایک ہوک سی ہے کہیں دیر نا ہو جائے۔

اور رہی بات بھروسے کی تو تم پر بھروسہ کرنے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ
تم مہر ماہ شاہ کے بھائی ہو۔

وہ مدھم مسکراتے لہجے میں بولا۔

عالم نے چونک کر اسے دیکھا۔

میں انتظار کروں گا سوچ کر بتا دینا۔

وہ کہتا جا چکا تھا۔

اسکے بعد امن نے ایک ہفتے کے اندر اندر نورین کو امیو شنل بلیک میل کرتے
اس نکاح پر مجبور کیا تھا۔

اسنے اس سے کہا تھا کہ اگر اسنے عالم سے نکاح نا کیا تو وہ سمجھے گا کہ نورین پر
اسکا کوئی حق نہیں وہ اسے اپنا بھائی مانتی ہی نہیں۔

چار و ناچار وہ نکاح کے لئے راضی ہو گئی۔

لیکن اس دن کے بعد سے اسنے نا تو عالم کی شکل دیکھی تھی نا اسے اپنی شکل
دکھائی تھی۔

یہاں تک کہ وہ امن سے بھی ناراض رہی تھی کافی دن تک۔۔

عالم امن سے باہر ملتا تھا جس بات سے وہ انجان تھی۔



اسکی آنکھ سے کب آنسو بہہ نکلے اسے ہوش نہیں رہا۔

اپنے چہرے پر بھیگا پن محسوس کرتے وہ ماضی سے حال میں لوٹا۔

اسے اب سمجھ آیا تھا کہ شاید امن کو الحام ہو گیا تھا کہ وہ بہت جلد اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے والا ہے۔

ان دو ماہ میں اسنے قریب سے اسے جانا تھا۔ وہ اسے بہت عزیز ہو گیا تھا۔

پتہ نہیں کیوں جن لوگوں کے لئے لگتا ہے کہ یہ ہیں تو زندگی ہیں وہی ہمیں زندگی میں ادھورا چھوڑ جاتے ہیں۔

وہ سوچ کر رہ گیا۔



لیکن غازی اگر مہر کو شک ہو گیا تو۔۔۔ زرنورا بھی متفق نہیں تھی۔

نہیں ہوگا روز ہمارا پلین ہی اتنا سولیڈ ہے۔ وہ پر یقین لہجے میں بولا۔
چلیں پھر۔۔ وہاں سے دیکھتے بولی۔
چلو۔۔

دھیان رکھنا مہر کمرے میں ہی رہے۔۔ وہ دونوں ملازمہ کو سمجھا کے باہر
لان کی طرف بڑھ گئے۔۔

رات تک وہ لوگ تمام تیاریاں کر چکے تھے۔۔
اب بس انہیں انتظار تھا تو باقی سب کے آنے کا۔۔



وہ عیشاء کی نماز ادا کر رہی تھی جب اسے ایزل کے رونے کی آواز آئی۔۔
نماز ختم کر کے دعا مانگتے وہ باہر کی طرف بڑھ گئی۔
بھابھی، بھائی۔ زر نور اور غازی کو آواز دیتے وہ انکے کمرے کی طرف بڑھی۔

اندر ایزل کاٹ میں اکیلی لیٹی ہوئی تھی۔

وہ شاید خود کو اکیلا دیکھ ڈر گئی تھی۔

پھوپھو کی گڑیا۔۔ مہرنے آگے بڑھتے اسے اٹھالیا۔

اسے شاید بھوک لگی تھی اس لیے وہ زرنور کی تلاش میں باہر کی طرف بڑھ گئی۔

پورا گھر خالی دیکھ وہ پریشان ہوئی تھی۔

آخر وہ دونوں یوں ایزل کو اکیلا چھوڑ بنا بتائے کہاں۔۔ چلے گئے۔

شاید باہر لان میں۔۔ وہ سوچتے ابھی لان میں جاتی کہ ملازمہ جلدی سے اسکے قریب آئی۔

میم آپ کہاں جا رہی ہیں۔۔؟ وہ گھبرائے جلدی سے بولی۔۔

مہرنے آئبر واچکاتے اسے دیکھا۔۔

نہیں وہ میرا مطلب ہے کہ غازیان سراور زرنور میڈم باہر واک کے لئے

گئے ہیں تو وہ مجھے بتا کر گئے کہ آپ کو بتادوں۔۔

وہ جلدی سے بولی۔۔

مہرنے سر ہلا دیا۔ اور ایزل کا فیڈر بنانے کچن کی طرف بڑھ گئی۔۔



غازی ان سب میں سنجیدہ کھڑا تھا اسنے کسی کو بھی مخاطب کرنا گوارہ نہیں کیا

تھا۔ سوائے مرتسم کے۔۔ (وہ لوگ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی پہنچے تھے۔)

جاؤ مہر کو بلاو۔۔ غازی نے زرنو سے کہا تو اسنے سر ہلاتے ملازمہ کو اشارہ کیا

خود وہ سب اپنی اپنی جگہ سنبھالتے غائب ہو چکے تھے۔۔

میڈم، مہر میڈم۔۔ وہ ملازمہ ہڑبڑاتی اندر آئی تھی۔

ارے کیا آپ اتنا گھبرائے ہوئے کیوں ہیں۔ مہرنے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

میڈم وہ باہر لان میں وہ اتنا کہتے رونے لگی۔

لان میں کیا بتائیں مجھے۔ مہرنے پریشانی سے اسے دیکھا۔

آپ خود ہی دیکھ لیں نا۔ وہ ملازمہ بھرپور ایکٹینگ کرتے بولی۔۔

اچھا روئیں مت چلیں۔ وہ ایزل کو اٹھائے باہر آگئی۔
لان میں ہلکی ہلکی سی روشنی تھی اسے تو سب سہی لگا۔
کیا ہوا۔ اسنے پیچھے مڑتے دیکھا تو وہ ملازمہ غائب تھی۔
یہ کہاں چلی گئیں۔ وہ بڑبڑائی۔

نبیلہ آپی۔ اسنے انہیں پکارا لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔
اس سے پہلے کہ وہ واپس جاتی لان کی لائٹس اچانک روشن ہوئی تھیں۔
اچانک پڑنے والی روشنی پر وہ آنکھیں میچ گئی۔
آہستہ سے آنکھیں کھولتے اسنے سامنے دیکھا تو اسکی ادھ کھلی آنکھیں پوری
پھیل گئیں۔

لب بے یقینی سے پھیلے تھے۔ پورے لان کو ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔ درمیان
میں ایک بڑا سا ٹیبل تھا جہاں پر کیک پڑا تھا۔

جبکہ اسکے پیچھے دیوار پر پڑا سا سوری اور اسکے نیچے پیپی اینیورسری لکھا تھا۔
اسکے زہن میں کچھ کلک ہوا۔

آج کی ڈیٹ یاد آئی تو اسنے اپنے بھو لکر پن پر لب کاٹے۔ آج کی ڈیٹ میں ہی
تو اسکا اور مرتسم کا نکاح ہوا تھا۔

تو کیا یہ سب مرتسم نے کیا تھا۔ وہ سوچتے آگے بڑھی۔

شاہ۔۔ اسنے تنہائی سے گھبرا کر اسے پکارا۔

جبکہ اسکی گود ایزل بہت مزے سے یہ سب چیزیں دیکھ رہی تھی۔۔

مہر نے سامنے دیکھا جہاں سے ولی چلا آ رہا تھا۔

مہر کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔

اچانک پتہ نہیں زر نور کہاں سے نکل کر آئی اور اسنے اس سے ایزل کو لے
لیا۔

مہر بنا دیر کیے بھاگ کر ولی تک پہنچی تھی۔۔

بھائی۔ اسنے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

ولی نے اسے گلے لگایا۔۔

کتنا انتظار کروایا تمنے مہر۔۔ وہ خفگی سے اسے دیکھتا بولا۔

وہ نم آنکھوں سے ہس دی۔۔

ہم بھی ادھر ہی ہیں۔ شوخ سی آواز پر اسنے ولی کے پیچھے دیکھا۔

ارسل۔۔ وہ زیر لب بڑبڑائی۔۔ ارسل قدم قدم چلتا اسکے قریب آیا۔

کیسا لگا سر پرائیز چوہیا۔۔ اسکے قریب جھکتے اسنے مہر کے چہرے پر پھونک ماری۔۔

بہت برا بندر کہیں کے۔۔ جتا کر بولی۔۔

اور پھر دونوں ہس دیے۔ ہمیشہ کی طرح اپنے ہاتھ کا مکہ بناتے ایک دوسرے

کے ہاتھ سے ٹچ کیا۔ ارسل نے اسے سائیڈ بازو سے گلے لگایا تھا۔۔

آپ دونوں کو تو کسی نے نہیں روکا تھا نا۔ وہ شکوہ کناہ نظروں سے انہیں دیکھتے

بولی۔

ہمیں تو روکا ہوا تھا نا۔۔

شکوہ بھری آواز سنتے اسنے پیچھے مڑ کے دیکھا جہاں شاہ ولا کے تمام افراد

کھڑے تھے جی جان سمیت۔۔

مہرنے بے یقینی سے ولی کو دیکھا جس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

ا۔ اپ لوگ یہاں۔ وہ ابھی تک بے یقین تھی۔

باری باری سب سے ملتے وہ خود کو رونے سے باز نہ رکھ پائی۔

کتنا مس کیا تھا اس نے سب کو۔

آپ لوگوں کو کسی نے نہیں روکا تھا اپنا۔ آپ کو مجھ سے ملنے سے کون روک

سکتا ہے۔۔ وہ ماہم کے ہاتھ تھا متے بولی۔

اس نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا وہ کیا بتاتی کے کس منہ سے وہ لوگ اس سے

ملنے آتے۔

لیکن تو نے خود بھی تو ملنے کی کوشش نہیں کی۔

عالم کی آواز پر وہ چونک گئی۔

عالی تو بھی۔ وہ حیران در حیران ہو رہی تھی۔

کیوں میں نہیں آسکتا۔ وہ اس کے قریب رکتے بولا۔ وہ بے یقینی سے اسے

دیکھتی رہی۔

عالم نے آگے بڑھتے اسے گلے لگاتے اسکے سر پہ بوسہ دیا۔

یہ سچ ہے۔ وہ ہولے سے اسکے کان میں بولا۔

مہر جیسے ہوش میں آئی۔ اسنے رکھ کے تھپڑ اسکے بازو پہ دے مارا۔

بہت جلدی یاد آگئی تھی۔ وہ اسے گھورتے بولی تو عالم نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ اب وہ اسے یہ تو نہیں بتا سکتا تھا کہا اسنے کتنی کوشش کی تھی اس سے ملنے کی لیکن اسکے اس بادی بلڈر بھائی نے اسکا کچو مر بنانے میں کوئی کثر نہیں چھوڑی تھی۔

کیا ہم سے نہیں ملو گی۔ اس آواز نے اسے ساکت کیا تھا۔
وہ ساکت ہوئی تھی۔

بابا۔ اسکے لب ہلے تھے۔ ساکت نظریں اپنے سامنے کھڑے حسن بابا پر گئی تھیں۔

انکے ساتھ عائشہ ماما، عالیہ ماما، حسان صاحب، رمل اور زولفقار شاہ بھی تھی۔
وہ اپنی جگہ سے ہلنا سکی۔

مہر۔۔ حسن بابا سے پکارتے آگے بڑھے تھے۔

لیکن وہ ہوش میں آتی نفی میں سر ہلاتے پیچھے کو قدم لینے لگی۔۔

د۔ دور۔ دور رہیں۔ وہ بڑ بڑائی تھی۔ انہوں نے بے بسی سے اسے دیکھا۔۔

ی۔ یہ کیوں آئے ہیں یہاں پہ۔۔ وہ ولی کی طرف دیکھتے چیخی تھی۔

آپکو سکون نہیں ملا مجھے یہاں تک پہنچا کر بھی۔

وہ چیخ رہی تھی۔

اندھیر میں کھڑے غازی نے بے بسی سے لب کچلے تھے۔۔

مہر۔ میری جان ایک بار انکی بات تو سن لو۔ وہ تمہارے ماں باپ ہیں۔

ولی اسکا بازو پکڑتا سمجھانے والے انداز میں بولا لیکن وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

ی۔ یہ میری کچھ نہیں لگتے۔ یہ لوگ صرف اور صرف قاتل ہیں میرے

میری ماں کے ہماری خوشیوں کے۔

وہ ڈھاڑی تھی۔۔ چہرہ آنسوؤں سے تر ہوا تھا۔۔

کیوں کیا اپنے ایسا۔ میری ماں نے آپکو سب کچھ بتایا۔ لیکن اتنے سالوں میں
ایک بار بھی اپنے اپنی زبان نہیں کھولیں کیوں۔ آخر کیوں۔ وہ عائشہ ماما کو
دیکھتی بے بسی سے چیخی تھی۔

اگر آپ ایک بار ایک بار سچ بتا دیتیں تو میں ساری زندگی انکی بلا وجہ کی نفرت
کا شکار نا ہوتی۔۔ وہ آغا جان کی طرف اشارہ کرتی بولی جولا ٹھی کے سہارے
کھڑے تھے۔۔

اور آپ زو الفقار شاہ۔ اب کیوں ہیں آپ یہاں پہ۔ میری ماں کو تو مار دیا مجھے
اس حال میں دیکھ کر بھی تسلی نہیں ہو رہی آپکو۔۔ وہ آغا جان کے مقابل
رکتی طنزیہ نظروں سے انہیں دیکھتے بولی۔

سب خاموش سے بے بس نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

آپ خود کہا تھا نا کہ میں آپکو اپنی شکل نادکھایا کرو اور مینے وعدہ کیا تھا میں اب
مرتے دم تک اپنی شکل آپکو نہیں دکھاؤں گی۔ اب کیوں آئے ہیں آپ

میری شکل دیکھنے اس لیے کہ اپکو یہ پتہ چل گیا ہے کہ میں ناجائز نہیں جائز ہوں۔۔۔ وہ روتے ہوئے ہسی تھی۔

اسکی ہسی میں اتنا قرب تھا کہ وہاں کھڑے ہر انسان نے محسوس کیا تھا۔
اغا جان سر جھکائے کھڑے تھے۔ اچانک انہوں نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔
اور اپنے ہاتھ اسکے آگے جوڑ گئے۔۔

وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتی لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔

میری پاس معافی مانگنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ میں شرمندہ ہوں اپنے بنا
سوچے سمجھے کیے گئے گناہ پر۔ جسکی سزا شاید اب مجھے قیامت تک دنیا میں
تمہارے سامنے شرمندہ ہوتے ملی ہے اور پھر روز محشر اپنی بیٹی کے سامنے
شرمندہ ہوتے ملے گی۔۔

وہ اپنے کانپتے ہاتھ اسکے سامنے جوڑتے روتے ہوئے بولے تھے۔

مہر کے ساکت وجود میں حرکت ہوئی اسنے تیزی سے انکے جڑے ہاتھ
کھولے تھے۔

آپ ایسے کر کے مجھے میری ماں کے سامنے شرمندہ کر رہے ہیں۔ وہ دھیمے
لہجے میں بولی تھی۔

میں کیا آپ کو معاف کروں گی معاف کرنے والی تو خدا کی ذات ہے۔

آپ مجھ سے بڑے ہیں اغا جان اپنے ناسہی پہلے تو آپ کو اپنا مانا ہے نا۔ وہ
انکے ہاتھوں کر لبوں سے لگاتے بولی تھی۔

مجھے معاف کر دو مہر۔ ورنہ اس پچھتاوے کی آگے میں جلتے میرا وجود مسمسار
ہو جائے گا۔

ایک بار معاف کر دو ایک آخری بار میرے سینے سے لگ جاو۔ ساری زندگی
میں تم میں اپنی بیٹی کو دیکھتا رہا لیکن نفرت نے مجھے تمہارے لیے نرم ہونے نا
دیا۔ آج ایک بار مجھے میری بیٹی کو محسوس کرنے دو۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔

مہر نے کچھ پل انہیں دیکھا اور پھر وہ تیزی سے انکے سینے سے لگی تھی۔
انہیں دیکھتے سب کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

زر نور نے غازی کے بازو پر ہاتھ رکھتے اسے تسلی دی تھی۔

وہ اپنی آنکھیں صاف کرتا مسکرا دیا۔ جائیں۔۔ زر نور نے اسے اشارہ کیا۔
وہ اسکا ہاتھ پکڑتا سامنے آگیا۔

مہر نے ان سے الگ ہوتے غازی کو دیکھا۔

آغا جان نے بھی اسکی طرف دیکھا۔ وہ اس سے صرف ایک بار ملے تھے۔
انہوں نے اپنی بازو وا کیے تو غازی بنا دیر کیے کسی بچے کی طرح انکے حصار میں
آگیا۔

مہر نے عائشہ ماما اور حسن بابا کی طرف دیکھا وہ ترسی۔ نگاہوں سے اسے دیکھ
رہے تھے۔

جب وہ آغا جان کو معاف کر چکی تھی جہنوں نے ساری زندگی اسے صرف
تکلیف دی تھی تو ان لوگوں نے تو ساری زندگی اسے کانٹا تک چھبنے نہیں دیا
تھا نہیں کیوں نہیں۔

وہ تیزی سے انکی طرف بڑھتی ایک ساتھ دونوں کے گلے لگتے انکے گرد بازو
باندھ گئی۔۔

حسن صاحب اور عائشہ ماما دونوں ہی اسے گلے لگائے رو دیئے تھے۔۔

وہ سب نرم آنکھوں سے مسکرا دیئے۔

ہم بھی ہیں۔۔ رمل کی خفگی بھری آواز سنتے وہ مسکرا کر اسکے گلے لگی تھی۔۔

غلط فہمی کے بادل جھٹ گئے اب وہاں صرف اور صرف خوشیاں تھیں جو انکے
دروازے پر انکی منتظر تھیں۔



بھول جائیں جو بھی ہوا۔ جو ہوا تھا وہ ماضی تھا اور جواب وہ وہ حال ہے۔ ماضی

ہمارے ہاتھ میں نہیں تھا لیکن حال کو خوبصورت بنانا ہمارے ہاتھ میں

ہے۔۔

غازی حسن بابا کو دیکھتے بولا۔

جنہوں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

وہ عالم اور ولی سے بھی پہلے ہی مل چکا تھا۔

غازیان یہ کون ہے۔۔

عائشہ ماما ز نور کو دیکھتے بولیں جو مسکرا کر سب کو دیکھ رہی تھی۔

انکے پوچھنے پر سب کی نظر اب اسپر گی تھی وہ مبہوت سے اس ہیزل آنکھوں

والی گڑیا کو دیکھنے لگے۔۔

سب نے اسکی طرف دیکھا تو وہ کنفیوز ہو گئی۔۔

غازی اسکے تاثرات دیکھتے مسکرایا۔۔

یہ آپکی بہو ہے ماما۔۔ وہ ز نور کے ہاتھ سے ایزل کو لیتا اسے اپنے بازو کے

حصار میں لیتا انکی طرف بڑھا تھا۔۔

ماشاء اللہ۔۔ بہت پیاری ہے۔۔۔

پیارى تو ہو گى مىرى بیوى جو ہے۔۔ وہ زرنور کو آنکھ و نک کیے بولا تو سب کے
قمقمے چھوٹے تھے۔۔

اور یہ ہے بابا کی پرسنز۔۔ وہ ایزل کا ماتھا چومتے اسے انکے گود میں ڈالتا بولا۔۔
ماشاء اللہ۔۔ انکے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔

اس گلابی ہیزل گرین آنکھوں والى گرٹیا کو دیکھتے سبمبھوت ہوئے تھے۔ وہ
بلکل اپنے باپ کا عکس تھی لیکن جب آنکھوں سے دیکھو تو اپنی ماں کی کاپی
لگتی۔۔

اغا جان نے جب اسے اٹھایا تو وہ انہیں غصے گھورنے لگی اسکے تاثرات دیکھتے
سب کے ایک بار پھر سے قمقمے چھوٹے تھے۔

پورا لان انکے قمقموں سے گونج اٹھا تھا۔

مہرنے بے چینی سے ادھر ادھر اسے تلاشا جو سبکو ایک کر کرے خود جانے
کہاں غائب ہو گیا تھا۔۔

وہ اس سے ناراض تھی کیونکہ وہ اسے بنابتائے اکیلا چھوڑ کر چلا گیا تھا لیکن
اب اسکی غیر موجودگی محسوس کرتے وہ اب بے چین ہو رہی تھی۔
یہ لو بھی سنبھالو اپنے بچوں کو۔۔ وشہ ہانم کو اسکی گود میں ڈالتی بولی۔
جبکہ ہانیہ اور حاشر بھاگ کر اسکی ٹانگوں سے چپکے تھے۔
اسنے نیچے بیٹھتے دونوں کو پیار کیا۔

جبکہ ہانم ابھی سو رہی تھی۔

یہ بڑی ہو گئی ہے نا ایسا۔ وہ ہانم کے ماتھے پر بوسہ دیتے بولی تو ماہم ہس دی۔
چھ ماہ میں اتنی بھی بڑی نہیں ہوئی۔ وہ ہستے ہوئے بولیں۔
جبکہ غازی کی گود میں ایزل نے اسکی گود میں کسی اور بچے کو دیکھتے تضاد اسے
پیار کرتے دیکھ اسنے یکدم گلا پھاڑ کر رونا شروع کر دیا۔
ایزل۔۔ غازی نے حیرانگی سے اسے دیکھا وہ تو کبھی ایسے نہیں روتی تھی۔
کبھی جو ایک، یادو بار ہی وہ ایسے روتی ہوگی۔۔

غازی نے اسے چپ کروانے کی کوشش کی لیکن وہ مہر کی طرف دیکھتے اور
شدت سے روتی جا رہی تھی۔

مہر نے ہانم کو ماہم کو دیا اور اسکی طرف بڑھی۔

زر نور نے ایزل کو غازی سے لیا۔ لیکن وہ ہاتھ پاؤں چلانے لگی۔

اسکا پورا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا تھا۔ ننھا سا وجود رونے کی وجہ سے سرخ پڑا
تھا۔

مہر نے تیزی سے آگے بڑھتے اسے زر نور سے پکڑا۔

مہر کے پکڑتے ہی وہ سسکیاں بھرتی اسکی گردن میں منہ چھپا گئی۔

اسکار و نابند ہو گیا لیکن ہلکی ہلکی سسکیاں نکلنے لگیں۔

سب نے حیرانگی سے اسکار ٹیکشن دیکھا تھا۔

وہ اپنے ماں باپ کے پاس جا کر چپ نہیں ہو رہی تھی۔ لیکن پھوپھو کے پاس

جاتے ہی وہ اس سے لپٹ گئی۔

ایزو میری جان۔ کیا ہوا اپکو۔ کسی نے کچھ کہا ہے میرے بے بی کو۔

مہر اسکا چہرہ سامنے کرتی پیار سے بولی جیسے وہ ابھی اسکی بات کا جواب دے
دے گی۔۔

جبکہ ایزل کی ہیزل آنکھوں میں خفگی ابھری تھی جسے دیکھتے مہر نے حیرانگی
سے اسے دیکھا۔

سب پریشانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

جب یک دم سے پیچھے آتے احمر کا قہقہہ گونجا تھا جو کب سے وہاں کھڑا معاملہ
سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

غازی نے اسے گھورا۔۔

پریشان مت ہوں کچھ نہیں ہوا اسے بس یہ بتا رہی ہے کہ میں اپنے باپ ہی
کی بیٹی ہوں۔ وہ پھر سے قہقہہ لگاتا بولا۔

غازی نے آئبر واچکاتے اسے دیکھا تو وہ سیدھا ہوا۔۔

میرا مطلب ہے کہ یہ مہر ماہ کے کسی اور بچے کو گود میں لینے پر جیلس ہو رہی
ہے۔۔۔ وہ بامشکل اپنا قہقہہ روکتا بولا تھا۔۔

ہیں۔۔ مہر کا منہ کھل گیا۔ اتنی سی بچی بھی جیلیس ہو سکتی ہے۔۔
دیکھ لے بیٹا یہ بالکل تیرے پہ گئی ہے۔ جیسے تو بھا بھی کو لے کر پوز لیسو ہے
تیری بیٹی میں بھی وہی کیڑا ہے۔۔

وہ ہستے ہوئے بولا تھا۔

اسکے بات سنتے سبکے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

جبکہ غازی تیزی سے مہر کی طرف بڑھا تھا۔

آلے میلہ بچہ جیلیس ہو رہا ہے۔۔ اسے مہر سے لیتے وہ وہ اسکے چہرے پر لب
رکھتا لاڈلڈ سے بولا۔

ایزل اسکے لاڈ کرنے پر کھلکھلا دی۔ اسنے تیزی سے ہاتھ پاؤں چلاتے اسے
ر سپونس دیا تھا۔۔

جبکہ غازی اب اسکے کان میں سرگوشیاں کرتا اسکے ہاتھ پاؤں چوم رہا تھا۔۔
جانے کیوں اسے بہت خوشی ہو رہی تھی اپنی بیٹی کی یہ عادت خود پر جانے

پر۔۔

جبکہ زر نور نے تاسف سے اسے دیکھا۔

سب یہاں ہیں لیکن وہ کہاں ہے جس نے ہم سب کو آج یہاں اکھٹا کیا ہے۔۔

روحامام نے کہا تو سب کو اسکی غیر موجودگی محسوس ہوئی تھی۔

مہر کو تو پہلے ہی بہت شدت سے ہو رہی تھی لیکن وہ اب بھی بنا ظاہر کیے سر جھکائے ایزل سے کھیلتی رہی۔۔

میں یہاں ہو ماما۔۔ تبھی اسکی سنجیدہ آواز گونجی تھی۔۔

مہر نے تیزی سے آواز کی سمت دیکھا تھا۔

وہ سنجیدہ چہرے کے ساتھ کھڑا تھا۔ مہر نے بغور اسکا سرخ پڑتا چہرہ دیکھا اب

تو سب ٹھیک ہو گیا اب وہ کیوں پریشان تھا۔ وہ سوچ کر رہ گئی۔۔

کہاں تھے تم مرتسم۔۔ بی جان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

بی جان سب یہاں ہیں لیکن کوئی اور بھی تھا جنہیں یہاں ہونا چاہیئے تھا۔

بس انہیں کی کمی پوری کرنے گیا تھا۔ وہ سنجیدگی سے بولا۔۔

کون۔ ماہم اپیانے حیرانگی سے اسے دیکھا سب تو تھے یہاں۔

مر تسم نے کسی کو اشارہ کیا۔

کچھ ہی دیر میں قاسم شاہ اور زنیب چلے آرہے تھے۔

انکے پیچھے ہی دانیل اور زین بھی تھے۔ جوا بھی بھی پولیس یونیفارم میں تھے۔

انہیں دیکھتے مہر کا چہرہ پھیکا پڑا تھا۔ وہ نظریں پھیر گئی۔

قاسم شاہ شرمندہ چہرے سے وہاں آئے تھے۔

وہ کچھ دیر مہر کو دیکھتے رہے جس نے انہیں دیکھتے ہی چہرہ موڑ لیا۔

آج یہاں سب جمع ہیں ایک دن پہلے بھی ایسے سب جمع تھے جہاں مینے سسکی خوشیوں کو پیل میں غم میں بدل دیا تھا۔ آج ویسے ہی اس دن پر میں سب سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔

میں جانتا ہوں مینے جو کیا وہ بہت غلط تھا لیکن میں شرمندہ ہوں۔ اپنے بچوں سے اپنے بڑوں سے۔ میں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا ہوں سب سے۔

وہ بھگے لہجے میں بولے۔

مہر نے غازی کی طرف دیکھا اور پھر مرتسم کی دونوں نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

اسنے گہری سانس چھوڑی۔ ایزل کو غازی کے حوالے کرتے وہ انکے قریب آئی۔

انکے قریب رکتے کچھ پل انہیں دیکھتی پھر انکے جڑے ہاتھ کھول گئی۔ انہوں نے اسے دیکھا۔

مینے ہمیشہ آپکو اپنے بابا کی جگہ مانا ہے۔ اج یہاں سب نے دلوں سے ساری رنجشیں مٹا دیں۔ تو پھر آپسے کونسی دشمنی ہے ہماری ہے۔

بلکہ آپ ہمیں معاف کر دیں ہم سے اگر کوئی غلطی ہوگی ہو تو۔

وہ انکے ہاتھ نیچے کرتے بولی تو وہ انہوں نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

تم واقعی عظیم ماں کی بیٹی کو مہر۔ جسکا ظرف بہت بڑا ہوگا۔ وہ اسکے سر پر

ہاتھ رکھتے بولے تو وہ مسکرا دی۔

مہر نے زینی کی طرف دیکھا جو اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

مہر کے دیکھنے پر ہلکا سا مسکرائی۔ وہ قدم قدم چلتے اسکے مقابل آئی۔

ہمارے بیچ آج تک جو بھی ہمیشہ بس مرتسم کو لے کر ہی ہوا ہے۔

آج تک جو کچھ بھی ہوا میں اسکی معافی نہیں مانگوں گی کیونکہ میرے خیال میں وہ سب پیار میں جائز تھا۔

لیکن ہاں اس بات کا اعتراف ضرور کروں گی کہ مجھے احساس ہو گیا ہے میں آج تک صرف ایک سیراب کے پیچھے بھاگتی آئی ہو۔ اس انسان کے پیچھے جو کبھی میرا تھا ہی نہیں۔

مجھے سمجھ آگئی ہے کہ جوڑے واقعی آسمانوں پر بنتے ہیں۔

مرد کی پسلی سے اسکی عورت بنائی جاتی ہے اور مرتسم کی پسلی سے بننے والی وہ عورت میں نہیں ہوں۔

وہ دھیمے لہجے میں بول رہی تھی۔

مہر نے مسکراتے اسے دیکھا۔ اور پھر آگے بڑھتے اسے گلے لگا لیا۔

زینی ایک پل کے لئے شذرہ رہ گئی۔

پھر مسکرا کر اسکے گرد حصار باندھ گئی۔

پس ثابت ہوا کہ اگر زندگی میں دکھ ملتے تو تکلیف آتی ہیں تو پھر خوشیاں بھی آتی ہیں۔

ایک وقت آتا ہے اور گزر جاتا ہے ہمیں اس وقت کو لے کر یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ اب کبھی کچھ سہی نہیں ہوگا بلکہ یہ سوچنا چاہیے کہ۔ یہ وقت بھی گزر جائے گا۔

مہر سب کو مسکراتے دیکھ سوچ رہی تھی۔

اسنے مرتسم کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا اسکے دیکھنے پر آنکھ ونک کر گیا۔

مہر سٹپٹا کر چہرہ موڑ گئی۔

اہم اہم۔۔ وہ ابھی مہر کے پاس جاتا کہ غازی اور ولی اسکے سامنے آئے تھے۔

ولی نے چونک کر غازی کو دیکھا اور غازی نے ولی کو۔

پھر جب دونوں نے اپنے ایک ہی مشن کو دیکھا تو وہ مسکرا دیئے۔

مر تسم کو شدت سے کچھ گڑ بڑ ہونے کا احساس ہوا تھا۔

پہلے ہی اسکا ایک سالہ ہر وقت اسکے اور مہر کے بیچ دیوار بن کے کھڑا رہتا تھا اور اب جب دوسرا ملا تھا تو اس سے بھی مر تسم کی کچھ خاص جمی نہیں تھی۔ پہلے تو اس ایک نے اسکا جینا حرام کیا تھا اب دوسرا بھی اگیا۔ اسنے بے بسی سے مہر کو دیکھا جو مسکراتی نظروں سے لب دبائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

ولی اور غازی ابھی بھی اسے گھور رہے تھے جبکہ وہ انہیں جتنا ہی نظروں سے دیکھتا مہر کا ہاتھ پکڑتا کیک کٹ کر گیا۔ اسنے کیک کاٹتے اسے کھلایا تھا اور اسکے ہاتھ سے زبردستی خود بھی کھایا تھا۔ مہر اسے گھور کر رہ گئی۔

کیک کاٹنے کے بعد سب کے لئے کھانا لگا دیا گیا تھا۔۔ چھوٹی موٹی باتوں میں انہوں نے کھانا ختم کیا تھا۔۔

اب وہ سب لاؤنچ میں بیٹھے چائے کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔۔

ماشاء اللہ ارسل یہ کتنا پیارا ہے۔۔ شکر ہے تیرے پر نہیں گیا۔

مہر آبان کی تصویریں دیکھتے بولی۔۔

ارسل نے اسے گھورا جوا با وہ کندھے اچکا گی۔۔

غازیان بیٹا اب جب سب ٹھیک ہو ہی گیا ہے تو تم نے مہر کی رخصتی کا کیا سوچا ہے۔۔

روحاما کے بولنے پر مہر نے سرعت سے مرتسم کو دیکھا جوا نہیں کے ساتھ

بیٹھا تھا۔

مہر کے دیکھنے پر اسے آنکھ ونک کر گیا۔۔ وہ سٹیٹا کر نظریں پھیر گی۔۔

غازی نے سنجیدگی سے مہر کو دیکھا اور پھر روحاما کو۔۔

یہ فیصلہ کرنے کا حق تو انہیں جاتا ہے۔۔ وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد
حسن بابا کی طرف اشارہ کرتا بولا۔۔

مہر جو سانس روکے اسکے تاثرات دیکھ رہی تھی بے ساختہ ہی اسنے تیزی سے
سانس کھینچی تھی۔۔

حسن بابا اسکے یوں مان دینے پر مسکرا دیئے۔

انہیں یقین ہو چلا تھا کہ انکی بہن کا انتخاب نایاب تھا اور اسکی پرورش بہترین۔
آپ ہی کی امانت ہے جب چاہئے لے جائیں۔۔ وہ مسکراتے لہجے میں
بولے۔

مہر کو جانے کیوں گھبراہٹ سی ہونے لگی۔۔ وہ نامحسوس انداز میں وہاں سے
اٹھ گئی۔۔

وہ باہر لان میں آگئی۔ وہ خوش تھی کہ سب ٹھیک ہو گیا لیکن دل بھاری سا ہو
رہا تھا۔

کسی کی یاد تھی جو دل کو بے چین کر رہی تھی۔

گہری سانس چھوڑتے اسنے سراٹھاتے آسمان کو دیکھا۔

انوں۔۔ بنا آواز کے لب ہلے تھے۔۔

کی آنسو ٹوٹ کر اسکی آنکھوں سے بے مول ہوئے تھے۔۔

وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔۔

مہر۔۔ اپنے نام کی پکار پر آنکھیں صاف کرتے اسنے پیچھے مڑتے دیکھا۔

عالی تو کہاں۔۔ وہ بولتے اچانک رک گئے۔

اسکی آنکھوں میں بے یقینی پھیلی تھی۔۔

نورین آپی۔۔ اسکے لبوں سے سرگوشی میں نکلا تھا۔۔

اسنے بے یقینی سے عالم کو دیکھا۔۔

نورین گھبراہٹ سے ہاتھوں کی انگلیاں چٹختی عالم کے قریب آرکی۔۔

مہر۔۔ عالم نے کھنکھارتے اسے ہوش دلایا تھا۔۔

ا۔۔ اپنی آپ یہاں۔۔ اسکے لہجے میں ابھی بھی بے یقینی تھی۔۔

آپی نہیں اب یہ تمہاری بھابھی ہوگی نہیں۔ عالم لب تر کرتا دھیمے سے بولا۔

اچھا۔ مہر نے بے دھیانی میں اسے سنا۔

کیا۔۔ جب کچھ دیر بعد اسے سمجھ آئی تھی بے ساختہ اسکے منہ سے چیخ کی مانند نکلا تھا۔

آہستہ لڑکی۔ وہ دو قدم اس سے پیچھے ہٹتا بولا۔

عالم تو کیا بول رہا ہے یہ میری بھابھی۔ مطلب تو۔۔ وہ اسکے طرف بڑھتی
صدما کی کیفیت میں بولی۔

دیکھ مہر تجھے تو ویسے ہی سب پتہ تھا لیکن ایمر جنسی میں نکاح کرنا پڑا وہ میری
مجبوری تھی ورنہ میں تیری بغیر ایسا سوچتا بھی نہیں۔ وہ تھوک نکلتے بے
ساختہ پیچھے کو قدم لیتا بولا۔

عالی میں تجھے چھوڑوں گی نہیں۔ تو نے میرے بغیر نکاح کر لیا۔ تجھے زرا شرم
نہیں ای۔

وہ اس پاس کوئی چیز اسے مارنے کے لئے دیکھتی چیخی تھی۔۔
جبکہ نورین ہقا بقا سے دیکھنے لگی۔

اسے لگا تھا وہ اس بات پہ ہنگامہ کرے گی کہ اپنے سے بڑی عمر والی ایک طلاق یافتہ لڑکی سے نکاح کیوں کیا لیکن وہ تو بے تقی بات پر ناراض ہو رہی تھی۔۔۔
عالی وہیں رک جاوے نہ اچھا نہیں ہوگا۔

وہ لان میں رکھی چیئرز کے گرد بھاگتے عالم کے پیچھے لپکتی وارن کرنے والے انداز میں بولی۔۔۔

کیا ہو رہا ہے یہ سب۔۔۔ غازی کی بھاری آواز پر بے ساختہ اس کے قدم تھمے تھے۔

مہر، عالم کیوں بچوں کی طرح لڑ رہے کو تم دونوں۔

غازی انکی طرف دیکھتا حیرانگی سے بولا۔

جبکہ انکا شور سنتے باقی سب بھی باہر اچکے تھے۔

آن بھائی آپکو پتہ ہے اسنے کسی کو بھی بتائے بغیر شادی کر لی۔ وہ بھاگ کر

غازی کے پاس آتے اسے شکایت لگاتی بولی۔

غازی نے حیرانی سے اسے دیکھا اور پھر عالم کو جو بے ساختہ ہی سر کھجانے لگا۔

عالم یہ کیا کہہ رہی ہے۔ حسن بابا نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔
جی بابا مہر ٹھیک کہہ رہی ہے۔ لیکن مینے شادی نہیں صرف نکاح کیا
ہے۔۔ وہ تابعداری سے سر ہلاتے بولا۔

تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔ مزاق سمجھ رکھا ہے تم نے نکاح کو جو کسی سے بھی پوچھے
بغیر سوچے سمجھے کر لیا۔۔ تمہارے ماں باپ کو کیا جواب دیں گے ہم۔۔ وہ
سخت لہجے میں بولے تھے۔۔

عالم نے انکی بات سنتے گہری سانس بھری تھی۔۔
جبکہ نورین اب سہم کر سب کو دیکھنے لگی۔۔

عالم سب کو ایک نظر دیکھتا اسکی طرف بڑھ گیا۔
آئیے۔۔ اسکا ہاتھ پکڑتے وہ اسے سامنے لایا۔

بابا میں سب کو بتانا چاہتا تھا نورین کے بارے میں انفیکٹ میں موم، ڈیڈ سے بات بھی کر چکا تھا۔ لیکن اس وقت سچویشن ایسی بن گئی تھی کہ اسی وقت نکاح کرنا پڑا۔

بابا یقین کریں بھگا کر نہیں لایا نورین کا بھائی بھی اس نکاح میں شامل تھا اور موم ڈیڈ کو بھی مینے کل ہی بتایا ہے۔

وہ مجھ سے بہت ناراض ہیں پلیز آپ تو ناراض مت ہوں ورنہ انہیں کون منائے گا۔ وہ التجائیں لہجے میں بولا۔

عائشہ ماما نے نورین کو دیکھا جو ڈری سہمی سی عالم کے پیچھے چھپ کے کھڑی تھی۔

وہ اسکی طرف بڑھیں۔ ڈرو مت بیٹا۔ تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ تم آؤ میرے ساتھ باقی اس گدھے کی کلاس لگنے دو۔

وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولتی اسے اپنے ساتھ لیے اندر کی طرف بڑھ گئیں۔ انکے پیچھے ہی سب بڑھے تھے۔

جبکہ عالم اب بے چاری نظروں سے، ولی، ارسل، مرتسم کو دیکھ رہا تھا جو اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

وہ ان تینوں سے بالکل بھائیوں، دوستوں کی طرح اٹیچ ہو چکا تھا۔ جیسے وہ بچپن کے ساتھی ہوں اس لیے وہ اب حسن بابا کے جانے کے بعد اسکی کلاس لگانے والے تھے۔

بس بھی کریں بابا اب کیا بچے کی جان لیں گے۔ وہ مسلسل انکی گھورتی نظریں خود پر محسوس کرتے بے بسی سے بولا تو وہ بڑبڑاتے اندر کی طرف بڑھ گئے۔

عالم جو انکے جانے پر اپنے بچ جانے کا شکر کر رہا تھا ان تینوں کو بازو فولڈ کرتے اپنی طرف بڑھتے دیکھ بھاگا تھا۔

رکیے سالے صاحب بھاگ کہاں رہے ہیں۔۔ مرتسم اسے پکڑتا دانت پیستے بولا تھا۔

عالم خود کو چھڑوانے کی کوشش کرتا خود پر ہوتے ظلم پر بس آہیں بھر کہ رہ گیا۔



مہر لب کاٹتے اسے دیکھ رہی تھی جواب عائشہ ماما کو کچھ بتا رہی تھی۔
کچھ دیر بعد وہ اسے نورین کا خیال رکھنے کی تاکید کرتے جا چکی تھیں۔
وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اسکے قریب جا کھڑی ہوئی۔
آپی کیسی ہیں آپ۔ وہ اسکے جھکے سر کو دیکھتے بولی۔
ٹھیک ہوں۔ وہ آہستہ سے بولی۔

آپکے بھائی نے ایسے اچانک۔ میرا مطلب امن خود کہا ہے اور آپ۔
وہ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں بولی اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ امن کا کیسے
پوچھے اس سے۔

امن نہیں رہا مہر۔ وہ یکدم چہرہ اٹھائے اسے دیکھتے کانپتے لہجے میں بولی۔

جی۔۔؟ مہر کو سمجھ نہیں آیا اسنے کیا بولا۔

امن نہیں رہا مہر۔ وہ چلا گیا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے بولی تھیں۔

مہر بے ساختہ لڑکھڑائی تھی۔۔ ک۔ کیا۔ مط۔ لب۔ کہاں۔ گیا۔ ا۔ امن۔؟
وہ حیرت و بے یقینی سے اسے دیکھتے بول رہی تھی۔

نورین رونا بھول کے اسے دیکھنے لگی۔

وہاں جہاں سے لوگ کبھی واپس نہیں آتے مہر۔ وہ وہیں چلا گیا۔ وہ ہچکیوں سے بولی تھی۔۔

مہر نے بے ساختہ ٹیبل کا سہارا لیا تھا۔

ا۔ ایسا۔ ک۔ کیسے۔ ہو سکتا ہے وہ تو۔ وہ صدماتی کیفیت میں بڑبڑای۔

ایسا ہو گیا ہے مہر ایسا ہی ہوا ہے۔۔ وہ چلا گیا مجھے چھوڑ کر۔ اسے ایک بار بھی
میرا خیال نہیں آیا۔ میں کیسے رہوں گی اسکے بغیر۔۔ وہ درد سے چور لہجے میں
بولی تھی۔

کب۔ ک۔ کیسے؟ اسے لب ہلے تھے۔

نورین نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر اسے سب بتاتی چلی گی کیسے وہ
اسکی زندگی کے لئے تڑپتا رہا۔ سجدوں میں فریاد کرتا رہا، اسکے ٹھیک ہو جانے
پر اس سے دستبردار ہونا، ہدایت کے راستے پر آجانا، عالم کاملنا، امن کو سب
پتہ چلنا اور پھر انکا نکاح اور نکاح کے بعد امن کا ایکسیڈینٹ ہونا اور اسکی
موت۔

وہ ہمیشہ کے لئے سکون پا گیا وہ مجھ سے کہتا تھا آپی میں چاہتا ہوں کہ مہر خوش
رہیں لیکن انکے بغیر جانے کیوں میرا دل بے سکون رہتا تھا جانے کب اس
تڑپتے دل کو سکون ملے گا۔

وہ کہتا تھا اسے سکون اب صرف موت سے ہی مل سکتا ہے۔ اور اسے موت
اگی۔

نورین ہچکیوں سے روتے بولی تھی۔۔
مہر ساکت نظروں سے اسے دیکھتے رہی۔ اسمیں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ وہ اسے
چپ کرواتی۔

کتنی ہی دیر بعد اسکے ساکت قدموں میں حرکت ہوئی لیکن اس سے پہلے کہ
وہ کمرے سے باہر جاتی نورین نے اسے روکا۔
وہ روکی لیکن مڑی نہیں۔

دو منٹ بعد نورین اسکے سامنے آئی اسکے ہاتھ میں کوئی چھوٹا سیاہ کس تھا جو
اسنے مہر کے ہاتھ میں تھما دی۔

تمہاری امانت۔۔ بھگے لہجے میں کہتے وہ پیچھے ہو گئی جبکہ مہر نے ایک نظر اس
باکس کو دیکھا اور پھر بھاری قدم اٹھاتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔

وہ کس طرح اپنے کمرے تک پہنچی وہ نہیں جانتی تھی۔ اسنے کانپتے ہاتھوں
سے دروازہ لاک کیا اور پھر اسی دروازے کے ساتھ نیچھے بیٹھتے چلی گئی۔
وہ باکس ابھی تک اسکے ہاتھ میں تھا۔

امن مر گیا۔ یہی الفاظ اسکے کانوں میں گونج رہے تھے جانے کیوں اسی بہت
تکلیف ہو رہی تھی اسے دکھ ہو رہا تھا۔

وہ کیوں اسکی زندگی کے لئے تڑپتا رہا کیوں سجدوں میں اسکی سانسوں کی بھیک
مانگتا رہا۔ کیوں اسکی وجہ سے بے سکون رہا۔

اسکی وجہ سے وہ سکون مانگتے مانگتے موت کی آغوش میں چلا گیا۔ اسکی وجہ سے

زہن میں تانے بانے بنتے آخری لفظ زہن کے ساتھ سانس بھی ساکت ہوئی
تھی۔

اسنے سانس لینے کی کوشش کی لیکن وہ سانس نالے سکی۔

اسنے پھر سے کوشش کی لیکن وہ نالے سکی۔

اسکے سینے میں شدید تکلیف اٹھی تھی۔

وہ کانپتی ٹانگوں سے اٹھی بامشکل بیڈ تک پہنچتے اسنے سائیڈ ڈرار سے انہیلر
ڈھونڈا۔

کانپتے ہاتھ ادھر ادھر مارتے اسے انہیلر مل ہی گیا۔

تیزی سے اپنے منہ کے قریب لے جاتے اسنے انہیل کیا تھا۔

لمبی سانسیں کھینچتے اسنے اپنی سانس بحال کی تھی۔

سانس سہی ہوئی تو وہ انہیلر رکھتے سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

آنسو بے ساختہ اسکا چہرہ بھگو گئے۔

کیوں امن۔ کیوں چاہا مجھے اتنا۔ میں تمہاری اس چاہت کے لائق نہیں تھی
امن۔

وہ گھٹ گھٹ کے روتی اس سے مخاطب تھی۔

یا اللہ تو نے کیوں میری محبت اسکے دل میں ڈالی تھی جبکہ رونے خود ہی تو میرا
نصیب کسی اور کے ساتھ لکھا ہے۔۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔۔

روتے ہوئے اچانک اسے اس باکس کا خیال آیا جو دروازے پر اسکے ہاتھ سے
چھوٹ گیا تھا۔

آنکھیں رگڑتے وہ بے ساختہ اس باکس کی طرف بڑھی۔

وہ پرانے طرز کا بنا چھوٹا سا باکس تھا جو عموماً ہمارے ٹیبلز پر جیلوری کے لئے
رکھا ہوتا ہے۔

باکس اٹھاتے اسنے کانپتے ہاتھوں سے اسے کھولا۔

وہ یک دم ساکت ہوئی تھی۔

اس باکس کے اندر چمک سی تھی کچھ انوکھی سی چمک۔

اسنے کپکپاتے ہاتھوں سے سب سے اوپر رکھے اس پتھر کو اٹھایا جسنے اس باکس

میں چمک پیدا کر رکھی تھی۔

وہ ایک چمکتا پتھر تھا غور کرنے پر اسے پتہ چلا کہ وہ بلیو سیفائر اسٹون تھا یعنی
نیلم کا پتھر۔ گہرے مخملی نیلے رنگ کا۔

وہ ساکت نظروں سے اس پتھر کو دیکھتی رہی۔

وہ ایک چھوٹی سی انگوٹھی میں فٹ تھا۔ وہ رنگز نہیں پہنتی تھی۔ لیکن جانے
کیوں یہ انگوٹھی اسے دل کے بہت قریب لگی تھی۔

سرد سانس چھوڑتے اسنے وہ رنگ ایک سائیڈ پر رکھ دی۔

اسنے اس باکس میں دیکھا وہاں کچھ اور بھی تھا جو چمک رہا تھا۔

اسنے ہاتھ بڑھاتے اسے اٹھا لیا۔ وہ بریسلٹ تھا۔

چمکتا ہوا چاند ستاروں والا بریسلٹ۔ یہ اسکے والے بریسلٹ سے مختلف تھا۔

اسمیں ایک بڑا سا آدھا چاند نیچے لٹک رہا تھا اور اس چاند کے نیچے میں تین

ستارے تھے اور چاند کے نیچے چھوٹا سا موتی لگا تھا جو ہلنے پر آواز پیدا کرتا۔

اسنے غور سے اس بر سیلیٹ کو دیکھا اس چاند میں چھوٹے چھوٹے ہیرے لگے تھے۔ اور ان ستاروں میں بھی بلوڈا نمند ز تھے۔

مطلب وہ اس لیے تھے کہ جہاں کہیں اندھیرا ہو وہ چمک جاتے انکی چمک سے چاند کی چاندنی جیسے روشنی پیدا ہوتی تھی۔

اسکی ساکت آنکھیں پھر سے بہنیں لگیں۔ آنسو ٹوٹ کر اسکا چہرہ بھگونے لگے۔

مطلب امن جانتا تھا وہ چاند ستاروں والے بر سیلیٹ اس لیے پہنتی ہے کہ اسے اندھیرے سے ڈر لگتا ہے شاید وہ اسکی زندگی سے ہمیشہ کے لیے اندھیرا ختم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسنے رنجیدہ دل سے سوچا تھا۔

وہ ابھی بر سیلیٹ رکھنے لگی جب اسکی نظر چاند پر گئی۔

وہاں چھوٹا سا مہر لکھا تھا۔

مہر کتنی ہی دیر اسے دیکھتی رہی۔

اس برسلیٹ کو سائیڈ پر رکھتے اسنے وہ باکس ٹٹولا جسمیں کچھ ٹوٹی ہوئی کانچ کی چوڑیاں پڑیں تھیں۔

وہ چوڑیاں اسکی تھیں وہ پہچان گی تھی۔ ان چوڑیوں کے ساتھ ایک رومال پڑا تھا۔

اسنے ہاتھ بڑھاتے وہ رومال اٹھا لیا اس رومال میں چٹکی بھر مٹی تھی اسنے الجھے انداز میں اس مٹی کو دیکھا اسنے غور سے اس رومال کو دیکھا جہاں پر کسی چیز سے "پہلی نظر" لکھا تھا۔

اسے یاد آیا جب وہ اس سے پہلی بار ملی تھی اور وہ گری تھی۔

لیکن اس مٹی کا لاجیک اسے ابھی بھی سمجھ نہیں آیا۔

وہ رومال اسنے سائیڈ پر رکھ دیا اب اس باکس میں ایک کاغذ تھا۔

اسنے ہاتھ بڑھاتے وہ کاغذ اٹھا لیا۔

کپکپاتے ہاتھوں سے اسنے وہ خط نما کاغذ کھولا۔

شہزادی۔۔ نہیں اپسرا، یا پھر ساحرہ سمجھ نہیں آرہا کیا لکھوں اچکو۔۔
سب سے اوپر یہ لائن لکھی تھی۔

میں جانتا ہوں اس دور میں خط لکھنا کچھ عجیب ہے لیکن جو میں کہنا چاہتا ہوں
وہ شاید ہی میں کبھی آپسے کہہ پاؤں اب تو پتہ نہیں کب آپسے ملاقات ہو۔
خیر چھوڑیں اس بات کو مینے یہ دو چیزیں آپکے لئے بہت مشکل سے ڈھونڈی
ہیں۔ فکر مت کریں یہ حق حلال کی کمائی سے ہیں۔

وہ شاید یہاں پر خود پر ہی ہسا تھا۔

میں نہیں جانتا جب تک آپکو میرا یہ خط اور چیزیں ملیں گی پتہ نہیں ہم کہاں
ہونگے شاید ہونگے بھی یا نہیں۔۔۔۔۔ آگے بہت سارے ڈاٹس تھے شاید
وہ سوچ رہا تھا۔۔

اپ پلیز ان چیزوں کو پھینکنے گامت چاہئے تو ایک کارنر میں رکھ دیجئے گا لیکن
پلیز پھینکنے گامت۔ التجا کی تھی۔۔

میری خواہش تھی کہ میں اس پتھر کو آپکے ہاتھوں میں سجادیکھو لیکن خیر
کوئی بات نہیں انسان تو ہزار خواہشیں کرتے ہیں ساری تھوڑی پوری ہوتی
ہیں۔۔ وہ شاید مایوس تھا۔۔

اچھا چلیں چھوڑیں آپ بھی کہہ رہی ہوں گی کہ کیا فضول بولے جارہا ہوں۔

آپ کو پتہ ہے میں اب نماز بھی پڑھتا ہوں پانچوں نمازیں۔
اللہ پہ کھویا ہوا ایمان واپس لوٹ آیا ہے میرا۔ اپ ٹھیک کہتی تھیں میں بھٹک
گیا تھا لیکن راہ راست پر آگیا ہوں اور اسکی وجہ صرف آپ ہیں۔۔

اب تو تجد پہ بھی میری خود ہی آنکھ کھل جاتی ہے۔
لیکن میں تجد اپنے لئے دعا نہیں کرتا آپ کو بھول جانے کے علاوہ۔۔ وہ
معصومیت سے بتا رہا تھا۔۔

کیونکہ میں چاہتا ہوں آپ خوش رہیں جہاں رہیں۔ لیکن پتہ نہیں کیوں کبھی
کبھار دل کرتا ہے کہ آپ اگر کسی اور ساتھ خوش رہ سکتی ہیں تو میرے ساتھ
کیوں نہیں۔ وہ اضطراب کی سی کیفیت میں تھا۔

بس دل میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر آپ کسی اور کی ہو سکتی ہیں تو آپ میری
کیوں نہیں۔ پھر یاد آیا کہ میں نے تو ہدایت اب پائی ہے آپ کو تو پہلے ہی کوئی اور
مانگ چکا ہے۔۔۔ آگے کچھ لائینز خالی تھیں۔

اچھا ایک بات بتائیں گی مجھے سچ سچ۔۔۔ وہ جیسے تصور میں اس سے بات کر رہا
تھا۔

مجھ سے محبت کیوں نہیں ہوئی؟"
"کیا ایک لمحے کے لیے بھی نہیں ہوئی؟"

مہر کو لگا جیسے وہ کٹکھمرے میں کھڑی ہو۔ یہ سوال نہیں تھا یہ شکوہ تھا، یہ درد
تھا یہ خاموشی کی زبان تھی۔ یہ اسکی بے بسی تھی۔
آگے وہ کاغذ بھیگا ہوا تھا۔

میں نہیں جانتا جب یہ خط آپ تک پہنچے گا کیا حالات ہونگے۔
لیکن میں آپسے ایک بات کی اجازت چاہتا ہوں۔
یہاں نا سہی کیا میں اس جہان میں آپکا ساتھ مانگ سکتا ہوں۔؟
وہ اس سے اجازت چاہ رہا تھا یا بتا رہا تھا۔

اگر نہیں تو میں خدا سے شکوہ ضرور کروں گا۔
کیوں۔۔؟

نا اس جہاں میں آپ میری ہوئی تو نا اس جہان میں آخر کیوں۔۔؟
میں۔۔۔۔۔

اس سے آگے کاغذ سارا بھیگا ہوا تھا شاید نہیں وہ یقیناً رورہا تھا۔

بندہ ناچیز کی طرف سے اس شہزادی کے لئے جو میری پہنچ سے دور بہت دور ہے۔۔

آخر یہ یہ لائن لکھی تھی۔ اور بس۔۔ وہ کاغذ اسکے ہاتھ سے چھوٹ گیا وہ چہرے کو ہاتھوں میں چھپاتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ کیوں وہ بھی نہیں جانتی تھی۔

اسے لگ رہا تھا کہ امن کی موت کی زمہ دار وہ ہے۔ یہ سب صرف اسکی وجہ سے ہوا ہے۔۔

کاش کہ وہ کبھی اس سے نامی ہوتی کاش کہ امن نے اسے کبھی دیکھا ہی نا ہوتا۔

ناوہ اس سے ملتی ناوہ اس کے لئے کچھ محسوس کرتا نا اسکی زندگی میں یہ طوفان اتا۔۔ ناوہ مرتا۔

اسکا فون کب سے وائبریٹ ہو رہا تھا لیکن اسے ہوش ہی نہیں تھا۔

جانے کتنی ہی دیر وہ روتی رہی جب اسکے کمرے کا دروازہ نوک ہوا۔
بمشکل خود پر قابو پاتے اسنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے اور واپس آکر
دروازہ کھولا۔

سامنے ہی پریشان چہرے سے عالم کھڑا تھا۔ اور اسکے ساتھ نورین بھی۔
عالم اسکی سرخ سو جھی آنکھیں دیکھ لب بھینچ گیا۔
اندر آتے اسنے دروازہ بند کیا اور اسے دیکھا جو مجرموں کی طرح سر جھکائے
کھڑی تھی۔

عالم نے اسے بازو سے کھینچتے خود سے لگالیا۔

موت امر ہے مہر۔ جو خدا کی طرف سے اٹل ہوتی ہے جسے کوئی نہیں ٹال سکتا
۔ اور اسکا زمہدار ہم کسی کو نہیں ٹھہرا سکتے کیونکہ کسی انسان کو مارنا ہمارے
بس میں تو نہیں ہے۔

وہ اسکا سر تھکے نرمی سے بولا۔

اسے کچھ دیر پہلے نورین نے بتایا تھا کہ اس نے مہر کو امن کی موت کی بارے
میں بتا دیا ہے۔

وہ دو ماہ میں امن کے ساتھ رہتے اتنا تو جان چکا تھا کہ مہر اسکی فیملینگز کے
بارے میں سب جانتی ہے۔

وہ جانتا تھا اس وقت ان سب کا قصور وار خود کر ٹھہرا رہی ہوگی۔
جبکہ مہر کسی اپنے کا حصار پاتے ہی بری طرح سے رودی۔
نہیں عالی یہ سب میری وجہ سے ہی ہوا ہے۔

وہ میری وجہ سے بے سکونی کا شکار تھا وہ میرے وجہ سے اپنے لیے موت مانگتا
تھا عالی۔

اسکی موت کی ز مہدار نا سہی لیکن وجہ تو میں ہی ہوں نا۔
وہ ہچکیوں سے روتے بولی تھی۔

نورین لب کاٹ کر رہ گئی۔ اسے نہیں پتا تھا کہ وہ امن کے بارے میں سنتے
اس طرح سے ڈسٹرب ہو جائے گی۔

نہیں مہر تم وجہ نہیں ہو۔ اسکی موت لکھی تھی اسکا زندگی تھی ہی اتنی۔
اگر تم خود کو اس طرح خود قصور وار ٹھہراؤ گی تو یقین مانو وہ کہیں بھی سکون
سے نہیں رہ پائے گا۔

نورین اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے دھیمے لہجے میں بولی تھی۔
مہر نے پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔

ہاں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں تم نہیں ہو اسکی موت کی زمہدار ہاں لیکن
اسکے ہدایت پر آنے کی ضرور ہو۔

وہ مجھے اکثر کہتا تھا کہ اگر تم اسے نامی ہوتی تو شاید وہ آج بھی اندھیروں میں
بھٹک رہا ہوتا۔ وہ ہولے سے مسکراتے بولی تھی۔

چلو شاہاش اب رونا بند کرو اور اسکی مغفرت کی دعا کرو۔

باہر سب تمہارا پوچھ رہے ہیں اس طرح سے دیکھیں گے تمہیں تو پریشان ہو جائیں گے۔۔

عالم اسکے آنسو صاف کرتا پیار سے بولا تو وہ سر ہلا گئی۔

وہ دونوں چلے گئے تو وہ فریش ہونے چلی گئی۔

کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو بھاری ہوتے دل سے اسنے وہ ساری چیزیں واپس

اس باکس میں رکھیں اور وہ باکس کبڈ میں رکھ دیا۔

تب اسکا دھیان ڈریسنگ پر رکھے اپنے فون پر گیا جوا بھی تک وائبریٹ ہو رہا تھا۔

اسنے ہاتھ بڑھاتے فون اٹھا لیا جہاں شاہ کالنگ لکھا آ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ

وہ فون اٹھاتی کال بند ہو گئی۔

اور سکریں پر مرتسم کی بیس کالز شو ہو رہی تھیں۔

شاہ کی اتنی کالز۔ اسنے حیرانگی سے سوچا۔

تبھی پھر سے کال آنے لگی اسنے جلدی سے کال پک کی۔

ہیلو۔ اسنے ابھی کہاں ہی تھا کہ مرتسم کی پریشان آواز گونجی تھی۔

مہر کہاں پر ہیں۔ کب سے کالز کر رہا ہوں اٹھا کیوں نہیں رہی۔

یہاں بھی کہیں نظر نہیں آرہی آپ ٹھیک ہیں۔ وہ ایک ہی سانس میں بولا تھا۔

شاہ ریلیکس میں ٹھیک ہوں اور میں یہاں روم میں ہوں۔۔ وہ خود کو کوستی بولی تھی جانتی تھی وہ اسے کچھ دیر نظر نہیں آئی ہوگی تو وہ پریشان ہو گیا ہوگا۔ آپ وہیں رکیں میں آرہا ہوں۔ اسنے کہتے کال کاٹ دی۔ مہر بس ارے ارے ہی کرتی رہ گئی۔

شاہ کو کیا ہوا۔ وہ ناخن چباتی سوچنے لگی۔

تقریباً دس منٹ بعد اسکا ڈور نوک ہوا اور پھر دروازہ کھولا اور وہ اندر آیا۔ مرتسم نے اندر آتے سب سے پہلے دروازہ لوک کیا۔

کیا کر کیا رہی تھیں آپ۔ کب سے پاگلوں کی طرح فون کیے جا رہا ہوں۔

ہر جگہ آپکو ڈھونڈھ کر پاگل ہو رہا ہوں اور آپ ہیں کہ یہاں چھپ کے بیٹھی ہیں۔۔ وہ اسے کچھ ڈانٹنے کے انداز میں بولا۔

وہ واقعی اسے کب سے ڈھونڈ رہا تھا۔

جانے کیوں اسکا دل بے چین سا ہو رہا تھا۔ وہ بس اسے اپنے سامنے دیکھنا چاہتا تھا۔

شاہ میں یہیں اپنے کمرے میں تھی۔ آپ یہاں تو نہیں آئے۔۔ وہ منمنائی۔

تو میں یہاں کیسے آتا۔ آپکو بھائیوں نے مجھ پر پہرے جو بٹھا رکھے ہیں۔

ایک سالہ کم تھا جو دوسرا بھی آگیا میری جان کا دشمن۔ آخری لائن خود سے

بڑبڑایا تھا۔

شاہ کیا بول رہے ہیں۔ وہ اسے بڑبڑاتے دیکھ بولی۔

وہ سب چھوڑیں۔ یہ آپکی آنکھیں ریڈ کیوں ہیں۔ کچھ دیر پہلے تو بالکل ٹھیک تھیں۔ وہ اسے بازو سے پکڑ کر اپنے قریب کرتا اسکی آنکھوں کو انگلیوں کے پور سے چھوتا بولا۔

ن۔ نہیں تو شاہ۔ نیند آرہی تھی مجھے۔ تو ناسونے کی وجہ سے ایسے ہو رہا تھا۔ وہ تیزی سے بولی تھی۔

مر تسم نے بغور اسے دیکھا۔

وہ جانتا تھا وہ کچھ چھپا رہی ہے لیکن یہ بھی جانتا تھا وہ خود بتا دے گی۔

نیند آرہی تھی آپکو۔ مینے تو سوچا تھا رخصتی کا سن کے آپکی نیندیں اڑ جائیں گی۔ وہ اسے اپنے کچھ اور قریب کرتا بولا۔ مہر نے اسے گھورا۔

کیا ہوا یہی کہنا چاہتی ہیں ناکہ آپکو رخصتی کی ضرورت رہ گئی ہے۔ وہ نچلے لب دانتوں تلے دباتا بولا۔

مہر سٹپٹا کر پیچھے ہوئی۔

بلکل ضرورت ہے جانم۔ اس طرح سے تہ کوئی ایک رات ہی وصل کی نصیب ہوتی ہے۔

رخصتی کے بعد تو آپ ہر پل میرے قریب ہونگی۔ اور آپسے یوں چھپ چھپ کے ملنا بھی نہیں پڑے گا۔

کیونکہ آپ پوری طرح سے صرف مر تسم شاہ کی ہو جائیں گی۔

وہ اسے کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کھینچتا بولا۔

وہ اسکی باتوں پر سرخ پڑ گئی۔

ا۔ اپکوک۔ کچھ اور نہیں سو جھتا شاہ۔ وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے دانت پیستے بولی تھی۔

مر تسم کا جاندار قمقہ گونجا تھا۔

جانم مینے تو ایسا ویسا کچھ کہا بھی نہیں یہ تو آپ خود ایسا ویسا سوچ رہی ہیں۔

میں تو آپکے اپنے کمرے میں رہنے کی بات کر رہا تھا۔ وہ شرارت سے اسے

دیکھتا بولا۔

جبکہ وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑ گئی۔

اب دیکھے نا ایسے تو آپ ایک گھر میں اور میں دوسرے گھر میں۔ رخصتی کے بعد آپ صرف میرے کمرے میں ہونگی۔

میرے پاس۔ پھر کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا نا کہ ابھی صرف نکاح ہوا ہے۔ وہ اسکا رخ موڑتے اسکی پشت اپنے سینے سے لگاتے بولا۔

شاہ۔۔ مہرا سکی بات سنتے کسی گہری سوچ میں گم اسے پکار بیٹھی۔

جی جان شاہ۔۔ مرتسم نے اسکے سر پر بوسہ دیا۔

اپنے اور باقی سب نے بابا کو معاف نہیں کیا نا۔

وہ دھیمے لہجے میں بولی۔ اسنے انکے ساتھ سب کا رویہ نوٹ کیا تھا۔

مرتسم کے گرفت بے ساختہ ڈھیلی پڑی تھی۔

اس سے پہلے کہ مہرا اپنا رخ اسکی طرف موڑتے مرتسم نے اسکے پیٹ پر

بندھے اپنے بازوؤں پر دباؤ ڈالتے اسے روکا تھا۔

بولیے نا شاہ۔۔ وہ گردن موڑے اسکا چہرہ دیکھنے کی کوشش کرتے بولی۔

ہمم۔ شائید۔ وہ آہستہ سے بولا۔

مطلب نہیں کیا۔ مہرا سکی اتنی دھیمی آواز سنتے بولے۔۔

معاف کرنا آسان تھوڑی ہوتا ہے مہر۔ ہم سب نے انہیں جو درجہ جو مان دیا
تھا انہوں نے پل میں ہر چیز بکھیر کر رکھ دی۔

اور مینے تو انہیں ہمیشہ اپنے باپ کا درجہ دیا ہے۔ لیکن شائید مینے کچھ زیادہ ہی
ان سے امیدیں لگالی تھیں۔ وہ باپ جیسے تھے باپ تو نہیں تھے نا۔ وہ بولا تو لہجے
میں درد تھا۔

انکی باتوں نے انکے رویے نے اور جو کچھ انہوں نے آپکے ساتھ کیا اتنی جلدی
تو نہیں بھلایا جاسکتا نا۔

لیکن کوئی بات نہیں وقت کے ساتھ آہستہ آہستہ بھول جائیں گے۔

مہر کا خیال کرتے خود پر قابو پاتے وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولا۔

وہ چپ رہی۔

کیا اپنے کر دیا۔ وہ اسکا رخ اپنی طرف کرتا بولا۔

مہر نے اسکی طرف دیکھا۔

سچ بتاؤں۔۔ وہ معصومیت سے بولی۔۔

مر تسم کو اسکے انداز پر ٹوٹ کر پیار آیا۔

بلکل سچ۔۔ اسکی آنکھوں کو نرمی سے چومتے کہا۔

انہوں نے اپنی غلطی مان لی یہ بہت بڑی بات ہے۔ لیکن انکی باتیں ذہن سے

اتنی جلدی تو نہیں جائیں گی۔ وہ ادا سی سے بولی۔

ہاں لیکن میں نے انہیں معاف سچے دل سے کیا ہے۔ تاکہ سب کچھ بھلا کے نئی

شروعات کریں۔

اور ابھی اپنے ہی تو کہا وقت کے ساتھ سب بھول جاتا ہے تو پھر یہ بھی بھول

جائے گا۔

وہ اسکی طرف دیکھتے مسکراتے لہجے میں بولی۔۔
اسکے چہرے سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ سچ بول رہی ہے۔
اسے مسکراتے دیکھ وہ بھی مسکرا دیا۔

اچھا چھوڑیں یہ سب آپکو پتہ ہے باہر ہمارے رخصتی کی ڈیٹ پکی ہو گئی
ہے۔۔ وہ معنی خیز نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔
مہرنے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا۔

اتنی جلدی ڈیٹ بھی فائنل ہو گئی۔ وہ صدمے سے بولی۔
یہ ابھی جلدی ہے جانم۔ تین سال ہو گئے ہیں آج ہمارے نکاح کو۔ مرتسم
نے اسے گھورتے کہا۔

کیا ڈیٹ پکی ہوئی ہے۔ وہ نظریں چراتے بولی۔۔
آج سے ٹھیک ایک ہفتے بعد کی۔۔ وہ اسے نظریں چرانے پر مسکرایا تھا۔
اتنی جلدی۔۔ اسکا منہ کھل گیا۔

جلدی کہاں جانم مجھے تو یہ ایک ہفتہ بھی اس قدر بھاری لگ رہا ہے کہ کیا ہی
بتاؤں۔۔ وہ آہ بھرتا بولا۔

مہر نے اسکے بازو پر مکا مارا۔

ہوش میں آئیں شاہ۔ صرف ایک ہفتہ ہے کوئی ایک صدی نہیں۔
وہ اسکے بازو ہٹاتی بولی۔۔

کدھر جانم۔ ابھی تو آپ ہاتھ آئیں ہیں۔ پھر اگلا ایک ہفتہ جانے آپکا دیدار
نصیب ہو یا نا ہو۔ وہ اسے اپنی طرف کھینچتا بولا۔

شاہ۔ مہر نے بمشکل اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے زرا سا فاصلہ بنایا تھا۔
اب یہ فاصلے نہیں چلیں گے شاہ کی جان۔

وہ اسکے کان میں سرگوشی کرتے اسکے کان کی لوچوم گیا۔۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا۔ باہر سے قدموں کی آہٹ سنائی دی تھی۔
جو بھی کوئی ادھر آ رہا تھا لیکن ابھی دور تھا۔ وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہٹی۔۔

مرتسم نے ناگواری سے دروازے کو دیکھا تھا۔

شاہ۔ کوئی آ رہا ہے آپ جائیں یہاں سے وہ ہڑ بڑا ہٹ میں بولی تھی۔
آپ ایک کام کریں وہاں سے باہر چلیں جائیں۔۔ وہ اسے کھڑی کی طرف
اشارہ کرتے بولی۔۔

بلکل نہیں۔ ادھر آئیں آپ۔ جو ہو گا چلا جائے گا۔ وہ اسے دوبارہ اپنی طرف
کھینچتا بولا۔

شاہ آپ کا دماغ گھوم گیا ہے قدموں کی آہٹ سے لگ رہا ہے باہر کوئی ایک
نہیں بہت سارے لوگ ہیں۔

سب کیا سوچیں گے آپ کو یہاں دیکھ کے۔ پلیز جائیں۔۔ وہ سرگوشی نما لہجے
میں بولی تھی۔

ایک شرط پر۔۔ مر تسم نے منہ بگاڑتے کہا تھا۔
کیا۔ مہر نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا۔

پہلے آپ مجھے لپس کس کریں پھر میں چلا جاؤں گا۔ وہ مزے سے بولا تھا۔
جبکہ اسکی بات سنتے مہر کا سارا خون جیسے اسکے چہرے پر سمٹ آیا ہو۔

اسی وقت کمرے کا دروازہ نوک ہوا تھا اور زور و شور سے ہوا تھا۔

جلدی کریں جانم۔ وہ اسے دیکھتا گھمبیرتا سے بولا۔

پ۔ پھر۔ ا۔ اپ چلے جائیں گ۔ گے نا۔ پکا۔ وہ حلق تر کرتے بولی۔ وہ جانتی تھی اگر اسنے کہا ہے تو وہ ایسے تو نہیں جائے گا۔

ہم پکا۔ وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔

مہر نے ایک نظر دروازے کو دیکھا اور پھر اسے زور سے آنکھیں مینچتے وہ اسکے پاؤں پر پاؤں رکھتی ایڑھیاں اٹھاتے اوپر ہوئی تھی۔

مر تسم نے مبہوت ہوتے اسکے چہرے پر آتے جاتے رنگوں کو دیکھا۔ اسکی لرزتی پلکوں اور کپکپاتے لبوں کو دیکھا وہ سیکینڈ سے پہلے جھکتے اسکے لبوں پر گرفت جما گیا۔

مہر کی آنکھیں پٹ سے کھلی تھیں۔

باہر سے اب دستک کے ساتھ اسکے نام کی پکار بھی ہوئی تھی۔

اسنے خود پر جھکے مرتسم کو دیکھا اور جھٹپٹاتے اس سے دور ہونے کی کوشش کی۔

مرتسم اسکی حالت دیکھتے نرمی سے پیچھے ہوا۔

ریلیکس جانم کچھ نہیں ہوا۔ اسکے بھگے لب صاف کرتے وہ سرگوشی میں بولا۔

ج۔ جائیں۔ وہ پھولتی سانسوں سے بولی تھی۔

مرتسم گہری سانس بھرتے اسے دیکھا اور آخری نگاہ اس پر ڈالتے کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

لیکن اسی سیکینڈ میں وہ واپس آتے وہ اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بغیر اسے خود میں بھینچ گیا۔

اللہ حافظ جانم۔ اسکے سر پہ بوسہ دیتے وہ تیزی سے کھڑکی سے کود گیا۔

اسے جاتے دیکھ مہرنے گہری سانس بھرتے خود کو ریلیکس کیا تھا۔

جبکہ باہر سے اب غازی کی سنجیدہ پکار گونجی تھی آواز میں کچھ سختی بھی تھی۔
وہ ہڑبڑا کر مڑی۔ بھگے ہونٹ صاف کرتے اسنے اپنے بال کچھ بگاڑے اور
ڈوپٹہ سہی کرتے دروازے کی طرف بڑھی۔

اسنے دروازہ کھولا تو سامنے ہی، غازی،، زرنور، ماہم آپی اور روحاما کھڑے
تھے۔

سب ٹھیک ہے نامہر۔ ہم لوگ کب سے دروازہ نوک کر رہے ہیں۔ غازی
بغور اسے دیکھتا بولا۔

ج۔ جی بھائی۔ وہ میری آنکھ لگ گئی تھی پتہ ہی نہیں چلا ابھی آپکی آواز سے
اٹھی۔ وہ گھبرائے لہجے میں بولی تھی۔

کوئی بات نہیں۔ ہو جاتا ہے۔ روحاما۔ اسے گھبراتے دیکھ جلدی سے بولی
تھیں۔ اس کے چہرے سے وہ سمجھ گئی تھیں کہ شاید نہیں اندر ضرور انکا سر پھرا
بیٹا تھا۔

آپکو کوئی کام تھا۔ وہ سب کو یہاں دیکھ بولی۔

نہیں وہ کافی دیر سے تم باہر نہیں آئی نا اس لیے تمہیں دیکھنے آئے تھے۔ اب
تم بیٹھو ان کے ساتھ میں چلتا ہوں۔

غازی اسکا ماتھا چومتے بولا تو وہ سر ہلا گئی۔

غازی وہاں سے چلا گیا تو مہر نے ان تینوں کو دیکھا جو اسے معنی خیز نظروں
سے دیکھ رہی تھیں۔

کیا ہوا اپنا آپ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں۔۔ وہ بلا وجہ ہی ڈوپٹہ سہی کرتی بولی۔
مہر تمہیں پتہ ہے مر تسم بھی کب سے نظر نہیں آیا۔ وہ شرارت سے اسے
دیکھتے بولیں۔

ہ۔ ہاں تو یہاں تو نہیں تھے شاہ باہر ہی ہوں گے۔ وہ تیزی سے بولی۔

جبکہ ان تینوں نے خاموشی سے اسے سنا۔

مہر نے انکے چہرے دیکھے تو اسے اپنی جلد بازی کا احساس ہوا وہ لب دبا گئی۔

جبکہ ان تینوں کا ہفتہ بے ساختہ تھا وہ جھنپ کر مسکرا دی۔

یہ ایک ہفتہ کیسے گزرا پتہ ہی نہیں چلا سوائے مر تسم کے۔

کیونکہ اس ایک ہفتے میں اسے مہر کے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیا گیا تھا۔

شادی کے وقت سب سے بڑا مسئلہ تھا مہر کی رخصتی کہاں سے ہوگی۔

حسن بابا چاہتے تھے کہ انکے گھر سے غازی چاہتا تھا کہ یہاں سے ہو۔

ان سب میں خاموش کھڑا تھا تو ولی۔

جسے غازی محسوس کر چکا تھا۔ مہر کو جب سب کی ضرورت تھی تب ولی ہی تھا

جس نے اس کا سب سے زیادہ ساتھ دیا تھا تو یہ حق بھی اسی کا بنتا تھا۔ غازی نے

اسے مہر پر پورا حق دیتے کہا تھا کہ مہر کی شادی کی ساری رسمیں احمد ولا سے ہی ہونگی۔

غازی نے خود بھی سوچ لیا تھا وہ اب اسلام آباد شفٹ ہو جائے گا۔
ساری فیملی کے ساتھ زر نور کی ایڑی مینٹ دیکھتے وہ سمجھ سکتا تھا کہ وہ اکیلی ہوتی ہے تو کتنا بور ہوتی ہوگی۔

وہاں اس آپس رہے گی تو کم از کم برے وقت میں بھی کوئی تو ساتھ ہوگا۔
اس لیے وہ مہر کی شادی کے بعد اسلام آباد شفٹ ہونے کا سوچ رہا تھا۔



مہندی، برات اور ولیمہ یہ تین مین فنکشنز ہی تھے۔
کیونکہ مہر خود کوئی فضول فنکشنز نہیں چاہتی تھی۔
عالم کی فیملی بھی آچکی تھی۔

ارادہ تو عالم کی رسمیں بھی ساتھ کرنے کا تھا لیکن نورین کا خیال کرتے بس
انکے ریسپشن کے ساتھ صرف ریسپشن ہی رکھا تھا۔



آنی یہ غلط ہے۔ مہر کی خفگی بھری آواز گونجی تھی۔ (انوشے کی ماما)۔
بیٹا سمجھنے کی کوشش کرو تمہارے انکل کی طبیعت ٹھیک نہیں ورنہ ہم
تمہارے اتنے بڑے دن پر کیوں نااتے۔ وہ اسے سمجھانے کے انداز میں
بولیں۔

عین وقت پر انہوں نے انکار کیا تھا۔

ٹھیک ہے لیکن جیسے ہی انکی طبیعت ٹھیک ہوگی آپکو آنا پڑے گا۔ وہ ہنوز خفگی
سے بول رہی تھی۔

پکا میری جان اب منہ مت پھلاؤ۔ چلو شاباش مسکراؤ۔ آج کے دن ناراض
مت ہو۔ خوش رہو۔ اللہ تمہیں ہمیشہ ہستا مسکراتا رکھے۔

وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتے بولیں تو آسودگی سے مسکرا دی۔



اللہ مہر تم ابھی تک اسکے ساتھ لگی ہو کب تیار ہو گی۔۔

زر نور اسے زرنم کو تیار کرتے دیکھ سر پر ہاتھ مارتے بولی۔

بھا بھی ہو جاتی ہوں پہلے اپنی پر نسرز کو تو کر لوں تیار۔

دیکھیں تو کتنی پیاری لگ رہی ہے میری گڑیا۔

ماشاء اللہ۔۔ وہ اسے اپنے سہارے کھڑا کرتے بولیں۔

ماشاء اللہ۔۔ زر نور نے بے ساختہ دل میں اسکی نظر اتاری تھی۔

وہ گولڈن کلر کی چھوٹی سی کرتی اور بلیک کلر لہنگے میں بالکل گڑیا لگ رہی تھی۔

اسکا ڈریس بالکل زر نور کے ڈریس جیسا تھا۔۔

اب ہو گی تمہاری گڑیا تیار اسے مجھے دو اور جلدی سے چینج کرو بیو ٹیشن آگئی

ہے۔۔

زر نور زرنم کو اس سے لیتے بولی تو وہ اس کے گال چومتی اسے زر نور کو دیتے خود
واشروم کی طرف بڑھ گئی۔

جبکہ زر نور اسے لیے باہر آ گئی۔

غازر کیں۔ وہاں سے جاتے غازی کو دیکھتے زر نور نے اسے پکارا۔
غازی نے چونک کر اسے دیکھا۔

میں قربان۔ اپنی چھوٹی سی گڑیا کو دیکھتے بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا تھا۔
زر نور ہنس دی۔

بابا قربان جائیں اپنی گڑیا پر۔ کتنی پیاری لگ رہی ہے بابا کی جان۔
ماشاء اللہ۔۔ وہ اسے زر نور سے لیتا اس کا چہرہ چومتے بولا تھا۔

وہ خود بھی اس وقت وائٹ کرتے میں ساتھ بلیک واسکٹ پہنے ماحول پر چھایا
ہوا تھا۔

غازی، زر نور اور زرنم کی میچنگ تھی بلکہ سب کیپلز کی میچنگ تھی۔
زر نور باپ بیٹی کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے مسکرا رہی تھی۔

غازی نے اپنی جیب سے والٹ نکالا جتنے ہی پیسے اسمیں تھے اسنے بنا دیکھے
زر نم پر سے وار تے کام کرتی ملازمہ کو دیئے تھے۔۔

اسکو نظر کا کوئی ٹیکہ لگاؤ۔ کہیں نظر نا لگ جائے۔ وہ زر نم کے پاؤں چومتا اس
سے بولا تو زر نور نے اسے گھورا۔

خود لگالیں۔ میں ویلی نہیں ہوں جو آپ باپ بیٹی کے خزرے ہی اٹھاتی رہوں
مجھے خود بھی تیار ہونا ہے۔ وہ ناک چڑھا کر بولتی خود کمرے میں چلی گئی۔
غازی نے حیرانگی سے اسے دیکھا ابھی تک تو بالکل ٹھیک تھی اچانک سے کیا
ہوا۔

وہ اسکی پشت دیکھتا سوچ کر رہ گیا۔

ماما شاید جیلس ہو گئیں ہمارے پیار سے کوئی بات نہیں ماما کو ایکسٹرا پیار کر
کے منالیں گے۔

وہ زر نم کے کان میں سرگوشی کرتا اسے کھلکھلانے پر مجبور کر گیا۔۔



ماشاء اللہ۔۔

اسے دیکھتے آیت کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

ییلو کلر شارٹ فراق جو اسکے گھٹنوں تک تھی۔ فراق کے گلے اور بارڈر پر
پنک ایمبرائیڈری کا کام ہوا تھا۔ جبکہ باقی شرٹ پر لائٹ سا گولڈن کام تھا۔
ییلو ہی شرار تھا جسکے آخر پر پنک اور گولڈن ایمبرائیڈری کا کام تھا باقی سمپل
تھا۔

میک اپ اسنے لائٹ کیا تھا۔

کیونکہ بقول روحاما کے مہندی کی دلہن اتنا میک اپ نہیں کرتی ورنہ پھر برات
پر روپ نہیں اتا۔۔

اسکی بھوری آنکھیں زرا سا سنوارنے سے ہی قاتل بن گئی تھیں۔

چاکلیٹی بالوں کی چوٹیاں بنا کے اسمیں چھوٹے چھوٹے پھول سجائے ہوئے
تھے۔ بالوں کے درمیان پھولوں کا گول مانگ ٹیکاماتھے پر سجائے وہ آیت کو
کوئی سنہری گڑیا ہی لگی۔

کانوں میں پھولوں کے چھوٹے چھوٹے آویزے پہن رکھے تھے۔
سر پر پنک ڈوپٹہ سجائے وہ سبکو مبہوت کر گئی تھی۔
اسکا دوا آتش حسن اس بات کا گواہ تھا کہ مر تسم میر کے نام کا روپ ٹوٹ کر آیا
تھا اس پر۔

ماشاء اللہ اللہ نظر بد سے بچائے۔ عائشہ ماما اسکا ماتھا چومتے بولیں۔
انہوں نے جلدی سے اسکی نظر اتاری تھی۔
اللہ تمہیں ہمیشہ یو نہی خوش رکھے۔ وہ اسکی نظر اتارتے نم آنکھوں سے اسے
دیکھتے بولیں۔

وہ انکی آنکھیں صاف کرتے نفی میں سر ہلا گئی۔

چلو بچو اسے لے آؤ نیچے۔۔ وہ ایک بار پھر سے اسکا ماتھا چومتے کہتی جا چکی تھیں۔

ہائے آج اگر مر تسم بھائی تجھے دیکھ لیں قسم سے دل تھام لیں گے۔۔ انکے جاتے ہی آیت اسکے پاس آتے شرارت سے اسے کندھا مارتے بولی۔
شٹ اپ آیت۔ وہ جھنپ گئی۔ جبکہ لبوں پر دبی دبی سی مسکان تھی۔

اس میں شٹ اپ والی کیا بات ہے سہی تو کہہ رہی ہے۔
پیچھے سے آتی دانیں اسے دیکھتے سیٹی مارتے بولی تھیں۔

اللہ دانیں آپنی کبھی تو لڑکیوں والے کام کر لیا کریں۔ وہ ہمیشہ کی طرح اسے دیکھتے وہی جملہ بولی۔

جبکہ دانیں نفی میں سر ہلاتے اسکا گال چوم گئی۔
مہر تیزی سے پیچھے ہوئی تھی لیکن دانیں اپنا کام کر گئی تھی۔
اسکے پیچھے ہونے پر ان دونوں کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

تو کیا کھی کھی کر رہی ہے۔

میری چھوڑ اپنی بتا کہاں سے لگ رہی ہے ایک بچے کی ماں ہے۔

وہ اسکے ہاتھ سے ننھے آبان کو لیتے بولی۔

ویسے ارسل نے تجھے یہاں آنے کیسے دیا۔ وہ اپنی جھنپ مٹانے کو آیت کو دیکھتے اُنیر و آچکا کر بولی۔

آیت اسکے بات بدلنے پر اسے گھور کر رہ گئی۔

وہ پنک کرتی کے ساتھ گرین لہنگا پہنے ہوئے تھی۔

سمپل سے میک اپ میں وہ واقعی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

دائین نے بھی اسکے جیسی سیم ڈریسنگ کی ہوئی تھی لڑکیوں میں سب کے لہنگے تھے لیکن کلر کمبینیشن الگ الگ تھا۔

جبکہ لڑکوں کے وائٹ کرتوں کے ساتھ اوپر اپنی اپنی لڑکیوں کے ساتھ میچنگ واسکٹ تھی۔

آیت کا گرین لہنگا تھا اسکے ساتھ ارسل کی گرین واسکٹ تھی جبکہ آبان ابھی چھوٹا تھا تو اسکا صرف وائٹ کرتا ہی تھا۔

جبکہ دانیل کا پرپل اور اورنج کمبائنیشن تھا تو زین کی پرپل واسکٹ تھی۔۔
وہ لوگ ایک دوسرے کو چھیڑنے میں مصروف تھیں جب دروازہ نوک
ہوا۔

مہر کے تینوں بھائی ولی اور غازیان اور عالم اندر آئے تھے۔۔
وہ تینوں انہیں دیکھتے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

ماشاء اللہ میری گڑیا بہت لگ رہی ہے۔۔ غازی اسکا ماتھا چومتے بولا۔۔
پیاری تو لگے گی یار میکاپ کا کمال جو ہے۔ ولی اسکے سر پر سے پیسے وارتے
شرارت سے بولا۔

مہر نے اسے گھورا۔

جبکہ عالم اور غازی ہنس دیئے۔

عالم نے اسے دیکھا اسکی نظر ٹیبل پر رکھی تصویر پر تھی۔ جسے دیکھتے وہ مسکرا
رہی تھی۔

عالم نے آگے بڑھتے اسے خود سے لگاتا اسکا سر چوما۔

وہ بھی آج خوش ہوگی۔ تجھے خوش دیکھ کے۔۔

وہ ہولے سے اسکے کان میں بولا تو وہ آسودگی سے مسکرا دی۔

غاز ماما (عائشہ ماما) کہہ رہی مہر کو لے آئیں نیچے۔

زر نور ہڑبڑاہٹ میں کان میں جھمکا پہنتی اندر آئی تھی۔ بات کرتے وہ لہنگے

میں الجھی اس سے پہلے کہ وہ گرتی غازی نے تیزی سے اسے تھاما تھا۔

اس اچانک سین پر سب کے منہ کھل گئے۔

زر نور کا لہنگا لائٹ گولڈن تھا جبکہ اسکی کرتی بلیک تھی۔

غازی نے وائٹ کرتے پر بلیک واسکٹ پہنے رکھی تھی۔ دونوں ایک

دوسرے کے ساتھ مکمل لگ رہے تھے۔

انہیں دیکھ لگ تو نہیں رہا کہ انکی ایک بیٹی بھی ہوگی حرکتیں تو ٹین ایجز والی

ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے کی آنکھوں میں کھوئے دیکھ دینے نے مہر کے

کان میں سرگوشی کی تھی جس نے بامشکل اپنا قہقہہ روکا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے میں کھوئے تھے جب سب کے کھنکھارنے پر ہوش
میں آئے۔

زر نور جلدی سے سیدھی ہوئی۔ وہ سب کے سامنے شرمندہ سی ہو گئی۔
جبکہ ازلی بے شرم غازی ابھی بھی پیار بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
زر نور نے گھور کر اسے دیکھا لیکن اس پر کیا خاک اثر ہونا تھا۔
اہم اہم۔ میرے خیال میں ہم مہر کو لینے آئے تھے۔

اسے مستقل زر نور کو گھورتے دیکھ ولی نے کھنکھارتے زور سے کہا تھا۔
غازی نے گردن موڑتے اسے گھورا جو اسکے دیکھتے ہی ادھر ادھر دیکھنے لگا۔
ہ۔ ہاں میں بھی یہی کہنے آئی تھی کہ ماما بلار ہی ہیں نیچے مہر کو لے آئیں۔
زر نور ہڑبڑاہٹ میں بولی۔

ہم لے آؤ۔

غازی مہر کے سر پر ہاتھ رکھتا عالم اور ولی کے ساتھ باہر کی طرف بڑھ گیا۔
جبکہ انکے جاتے ہی وہ زر نور کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے قہقہہ لگا گئیں۔

وہ سرخ پڑتی خود بھی مسکرا دی۔

چلو نہیں تو اب نیچے سب پکاڈا نٹیں گیں۔

آیت جلدی سے بولی تو وہ جلدی سے اس پر ڈوپٹہ کرتے اسے لیے نیچے کی طرف بڑھ گئیں۔

وہ لال ڈوپٹے کے سائے تلے چلتی سبکو اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کر گئی تھی۔
اسکے آتے ہی ہر طرف ڈھول کی تھاپ اور پٹکانے وغیرہ بجنے شروع ہو چکے تھے۔

آیت اور زہرہ (جو تھوڑی دیر پہلے آئی تھی) انہوں نے اسے لا کر پھولوں سے گول سجے جھولے میں بٹھا دیا۔

اسکے بیٹھتے ہی بے ساختہ اس پر پھولوں کی برسات ہوئی تھی۔
اسنے چونک کر خود پر ہوتی اس پھولوں کی برسات کو دیکھا اور مسکرا دی۔
جبکہ اسے مسکراتے دیکھ دور کھڑے ولی اور غازی بھی مسکرا دیئے۔

سب سے پہلے آغا جان، حسن بابا اور حسان بابا، اسکے سر پر ہاتھ رکھتے اسے دعائیں دیتے باہر جا چکے تھے۔

پھر عائشہ ماما نے رسم شروع کی تھی۔

جتنا تمہیں روپ آیا ہے لگتا ہے مہندی کا رنگ تو گہرے سے بھی زیادہ گہرا ہوگا۔

رمل اسے اپٹن لگاتی شرارت سے بولی تو ہنس دی۔۔

آیت، دانین اور شیریں اسکی طرف تھے جبکہ باقی سب مرتسم کی طرف تھے۔

سب نے باری باری اسے اپٹن اور مہندی لگاتے رسم ادا کی تھی۔

جبکہ دانین نے آیت کو اچھی طرح سے اپٹن سے رنگا تھا۔۔ وہ بیچارہ اپنا

میکاپ خراب ہونے پر اپنا سامنہ لے کر رہ گئی۔

جبکہ باقی سب اسکی شرارت پر ہنس دیئے۔

مہرنے نم آنکھوں سے سب کے مسکراتے چہرے دیکھے اور پھر سر اٹھاتے
آسمان کو۔

انو۔ ماما، بابا۔ اپ لوگ جہاں بھی ہونگے شائد مجھے دیکھ رہے ہو۔ میرے
اس خاص دن پر اب لوگ ناہو کر سب سے زیادہ میرے قریب ہیں۔ مجھے
اپنی ڈھیر ساری دعائیں دیں تاکہ میں اپنی آنے والی زندگی کو ہسی خوشی
شروع کر سکوں۔

وہ دل میں ان سے مخاطب تھی۔

آنکھوں کے بھگے گوشے صاف کرتے اسنے سامنے دانین اور عیشاء کو دیکھا جو
پنجابی ویڈینگ سونگ پر ڈانس کم زیادہ گڑتی پڑتی اسے ایک بار پھر سے
کھلکھلانے پر مجبور کر گئی تھیں۔

کچھ دیر بعد شاہ والا کی عورتیں اسے مہندی لگانے اچکی تھیں۔

جبکہ لڑکے انہیں آتے دیکھ اب مرتسم کو اچھی طرح اپٹن لگانے شاہ ولا کے
لئے نکلے تھے۔

اسکو دیکھتے ہی سب کے منہ ہی بے ساختہ ہی ماشاء اللہ نکلا تھا۔ وہ لگ ہی اتنی پیاری رہی تھی۔

بی جان اور رضوانہ ماما اور روحا ماما کے علاوہ سب عورتیں آئی تھیں سب نے باری باری اسکی رسم کی تھی۔۔

یار مہر تو کتنی پیاری لگ رہی ہے۔ لیکن کیا فائدہ جب میرے بیچارے بھائی ہی تجھے نہیں دیکھ سکتے۔ وشہ اسے اپٹن لگاتے افسوس سے بولی تھی۔

مہر نے اسے گھورا۔۔ تو وہ شرافت سے سیدھی ہوئی۔۔

رسم کرنے کے بعد اب وہ سب لڑکیاں لڑی ڈال رہی تھیں۔

مہر کو بیچ میں کھڑا کیے وہ لوگ بہت خوبصورت یادیں بنا رہی تھیں۔

تھک کر جب سبھی بیٹھ گئیں تب مہندی والیوں نے سبکو مہندی لگانا شروع کی تھی۔

جبکہ مہر کو دو لڑکیاں الگ سے مہندی لگا رہی تھیں۔



دوسری طرح بڑوں نے مر تسم کو ہلکا پیٹن اور تیل مہندی لگاتے اسکی رسم کی تھی اور پھر مہر کی طرف چلی گئے۔

جبکہ اسی وقت تمام لڑکے یہاں جمع ہو چکے تھے۔

جنہوں نے پہلے تورج کے ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑے ڈالے تھے۔ اور جانے کتنے ہی نوٹ مر تسم پر سے وارے تھے۔

سب مہمان انکی حرکتوں پر ہنس رہے تھے۔

وہ سب پاگلوں کی طرح ناچتے مر تسم کو ہسنے پر مجبور کر رہے تھے۔

جب ناچ ناچ کر تھک گئے تو مر تسم کو جالیا۔

اچھی طرح سے اسے اپٹن سے رنگنے کے بعد وہ لوگ اب کھانے پر ٹوٹ پڑے تھے۔

جبکہ مر تسم کا سفید کرتا سارا پیلا ہو چکا تھا وہ بے بسی سے انہیں دیکھ کر رہ گیا
جنہوں نے اسے رسم کے نام پہ اچھی طرح دھو ڈالا تھا۔

غصہ مت کر میرے یار چل آ جا تیرے لیے ایک سر پرائیز ہے۔۔
ار سل اسکے گلے میں بازو ڈالتے قہقہہ لگاتے بولا۔

مر تسم نے ائیر واچ کاتے اسکی طرح دیکھا جس نے سیٹی مارتے کسی کو اشارہ دیا تھا
اسکے سیٹی مارتے ہی تمام لائٹس آف ہو گئیں۔

مر تسم نے چونک کر اس اندھیرے کو دیکھا۔ جب سپوٹ لائٹس اون ہوئی
تھیں۔۔

اور اسکے ساتھ ہی گانے کی ٹیون بھی۔ مر تسم نے دلچسپی سے سب کو دیکھا تھا۔
سب سے آگے ار سل اور ولی تھے جبکہ انکے پیچھے، زین، عالم، وجدان بھائی،
عادی اور شہر یار تھے۔

غازی ایک سائیڈ کھڑا انکی حرکتوں پر ہنس رہا تھا۔ اسے ڈانس میں کوئی دلچسپی
نہیں تھی۔ ہاں لیکن مر تسم کو رنگنے میں وہ پیش پیش تھا۔

ڈھولک میں تال ہے،

پائل میں چھن چھن۔

ان سب نے ایک ساتھ سٹیپ لیا۔ اور مرتسم کی مسکراہٹ گہری کر گئے۔
جبکہ باقی سب مہمان مبہوت سے انہیں دیکھنے لگے۔

ہوئے ے ے ے، ڈھولک میں تال ہے

پائل میں چھن چھن۔

گھونگھٹ میں گوری ہے، سہرے میں سا جن

ہاتھوں سے گھونٹ کا اشارہ کرتے مرتسم کی طرف اشارہ کیا تھا۔

جبکہ ویڈیو کال پہ یہ دیکھتے لڑکیاں اشتیاق سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

ویڈیو کال کے لئے سیشنل ولی نے کیمرہ سیٹ کروایا تھا۔ کیونکہ یہ ڈانس ان
دونوں کے لئے تھا تو دونوں کو دیکھنا چاہیے تھا جبکہ مرتسم اس بات سے
انجان تھا۔

جہاں بھی یہ جائیں
بہاریں ہی چھائیں

بیچھے کو ہوتے سٹیپ لیا تھا۔
وہ ساتوں جب ایک ساتھ سٹیپ کرتے تو سب کو مبہوت کر دیتے تھے۔

کہ خوشیاں ہی پائیں، میرے دل نے دعا دی ہے۔
میرے یار ررر کی شادی ہے۔

وہ ساتوں گھوم کر اس طرح سے آگے آتے ایک ایک پاؤں آگے پیچھے کرتے
سٹیپ کر رہے تھے۔

مر تسم نے جان نثار کر دینے والی نظروں سے اپنی زندگی کی رونقوں کو دیکھا
تھا۔

جبکہ مہر سمیت لڑکیاں منہ کھولے انہیں اتنے پیارے انداز میں ڈانس کرتے
دیکھ رہی تھیں۔

میرے یار رر کی شادی ہے

میرے یار رر کی شادی ہے

وہ لوگ مر تسم کو بھی اپنے پیچ کھینچ لائے تھے اب اسے درمیان میں کھڑا کیے
وہ لوگ بھنگڑا ڈالتے سب کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر گئے۔

پیار ملا، پریت ملی میرے یار کو
بڑی پیاری جیت ملی میرے یار کو

ارسل نے اسکے گلے میں بازو ڈالتے گلے لگاتے بے ساختہ خود بھی گایا تھا۔

پیار ملا، پریت ملی میرے یار کو
بڑی پیاری جیت ملی میرے یار کو

دوسری سائیڈ سے ولی نے بھی اسے گلے لگایا تھا۔
وہ دونوں کو زور سے گلے لگا گیا۔

خوش ہے جو دل، ہو خوش ہے جو دل
مینے محفل گیتوں سے سجاد دی ہے

وہ دونوں اس سے الگ ہوتے پھر سے سب کے بیچ چلے گئے۔
مر تسم کی آنکھیں بے ساختہ نم ہوئی تھیں۔

اسکے دوستوں نے دوست ہونے کا فرض نبھاتے اسکی شادی کو واقعی یادگار
ترین بنا دیا تھا۔

ہار نہیں جیت نہیں جہاں پیار ہے،
ہار نہیں جیت نہیں جہاں پیار ہے

وجدان بھائی نے اسکے بال بگاڑتے گایا تھا۔

جسمیں ہار جیت ہو وہ کہاں پیار ہے

ابکی بار مرتسم نے میدان میں آتے سبکو حیران کیا تھا۔
مہر جو کب سے اسے دیکھنے کے لئے بے چین ہو رہی تھی مہوت سی اسے
دیکھنے لگی۔

لگ جا گلے یار میرے، ارے لگ جا گلے
یار میرے، مینے دل سے صدا دی ہے

وہ دونوں ہاتھ پھیلاتا نہیں اپنی طرف آنے کا اشارہ کرتے گا یا تھا۔
ولی اور ارسل بے ساختہ اسکی طرف بڑھتے اسے خود میں بھیج گئے۔

ہمارے یار کی شادی ہے۔۔۔

وہ اونچی آواز میں کہتے اسے زمین سے اٹھا گئے تھے۔۔

ان تینوں کی دوستی واقعی ایک مثال تھی۔

تینوں نے ہر قدم پر ہر موڑ پر ایک دوسرے کا سہارا بن کے ساتھ دیا تھا۔
اور آج اسکے زندگی کے خاص دن کو یادگار بنانے میں کوئی کثر نہیں چھوڑی
تھی۔۔

میرے یار کی شادی ہے۔۔۔

میرے یار کی شادی ہے۔۔

میرے یار کی شادی ہے۔۔۔

مر تسم سمیت اب وہ سب بھنگڑا ڈالتے سب کو انہیں سراہنے پر مجبور کر گئے
تھے۔

مہر نے نم آنکھوں سے انہیں دیکھا تھا۔

واقعی دوست زندگی میں نعمت کی طرح ہوتے ہیں۔



واؤ مہر تیری مہندی کتنی خوبصورت لگی ہے۔۔ وشہ اسکی مہندی دیکھتی بولی۔

ماشاء اللہ بولتے ہیں۔ ماما نے اسے ٹوکا۔

ہاں وہی وہی۔ وہ منہ بنا گی۔

وہ لوگ اب واپس جانے لگے تھے۔

چلو بھئی دلہنیا چلتے ہیں کل آئیں گے بینڈ باجے کے ساتھ تمہیں ہمیشہ کے

لئے لے جانے۔

ماہم اپیا اس سے ملتے شرارت سے بولیں۔

وہ بس مسکرا دی۔۔



اف بے بیٹھے کمر اکر گئی۔۔ وہ کمرے میں آتی بڑ بڑائی۔

یہ کب سوکھے گی بھا بھی میں تھک گی ہوں۔

وہ اپنی مہندی کو دیکھتے بولی جو سوکھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

سوکھ جائے گی مہر۔ بس تھوڑی دیر اور انتظار کر لو۔

میں بس زرنم کو سلا کر آئی۔ پھر تمہاری جیلوری ریمو کرتی ہوں۔

زرنور اسے بیڈ پہ بٹھاتی بولی۔

اسکی پاؤں کی مہندی سوکھ چکی تھی جو کہ پہلے لگائی تھی لیکن ہاتھوں اور

بازوں پر ابھی گیلی تھی۔

تھکان کی وجہ سے وہ جھنجھلائے ہوئی تھی اور اوپر سے اوپٹن کی مہک اسکی

نتھوں سے ٹکراتی اسے ایریٹیٹ کر رہی تھی۔

وہ جمالیاں لیتی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا گئی۔ آنکھیں موندتیں وہ بیٹھے بیٹھے سو گئی۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ نیند میں اسکا سر ڈھلکا لیکن اسے جھٹکا لگنے کی بجائے اسکا سر کسی کے شانے پر آ گیا۔
اسنے کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔

آنکھیں کھولتے اسے مرتسم کا چہرہ نظر آیا۔ اسکی نیم وا آنکھیں پوری کھل گئیں۔

شاہ۔ اسکے لب ہلے۔

جبکہ مرتسم نے اسکے ریکشن پر مسکراہٹ دبائی تھی۔

ا۔ اپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔ وہ تیزی سے اٹھی تھی۔

جبکہ مرتسم مبہوت سا گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اسکے چاکلیٹی بالوں کی چوٹیاں ڈھیلی ہو چکی تھی جس سے بال باہر اچکے تھے۔
جبکہ چہرے اور گردن پر اپٹن لگا تھا۔

ہاتھوں اور بازو پر بھر بھر کے مہندی لگائے ہوئے تھی۔
پھولوں سے سچی نیند سے سرخ ہوتی آنکھوں سے مر تسم کو دیکھتے وہ اسے
دیوانہ کر گئی تھی۔۔

مر تسم نے کچھ بھی کہے بغیر قدم اسکی طرف بڑھائے۔
ش۔ شاہ۔ اپکو پتہ ہے ناہ۔ ہمارا پ۔ پردہ ہے۔ ہمارا ملنا۔ م۔ منہ ہے۔
لڑکھڑاتی آواز میں کہا تھا۔

اسے آج کچھ الگ سا محسوس ہو رہا تھا۔ جانے کیوں مر تسم سے شرم سے
آ رہی تھی۔

وہ اسے اپنے طرف بڑھتے دیکھ پیچھے کو قدم لیتے دیوار سے جا لگی۔
مر تسم آنکھوں میں خمار لیے اسے دیکھتا دیوار پر دائیں بائیں ہاتھ رکھتا اس پر
جھک آیا۔۔

جانم ہمارے بیچ ہر پردہ گر چکا ہے۔ پھر اس پردے کو گرانے میں کیسی شرم۔۔

وہ اسکے کان میں سرگوشی کرتے اسکے کان کو لو کو چوم گیا۔
مہر کے وجود سے اٹھتی اپٹن، مہندی اور پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو اسے
مدہوش کر رہی تھی۔

جبکہ مہر نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا۔ اسنے اپنے بازو احتیاط سے دائیں بائیں
کر رکھے تھے کہ مہندی خراب نا ہو جو تقریباً سوکھ چکی تھی۔
وہ اسے خود سے دور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

مرتسم نے اسکی گردن میں منہ چھپاتے اسکی خوشبو میں گہری سانس بھری
تھی۔۔

جبکہ وہ لرزتی کانپتی سرخ پڑتی آنکھیں مینچ گئی۔

م۔ میر۔ میری مہندی۔ بے ترتیب سانسوں سے کہا تھا۔۔

مرتسم نے خمار آلودہ نظروں سے اسے دیکھا اسکی لرزتی پلکیں دیکھتے جھک کر
اسکی آنکھوں پر لب رکھے۔

آنکھوں سے ہوتے وہ اسکے سرخ رخسار پر آیا۔

مہر اسکا نرم گرم۔ لمس پاتے پٹ سے آنکھیں کھول گئی
دکھائیں۔۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑنے لگا۔

ن۔ نہیں۔ مہر ہاتھ دور کر گئیں۔

کیوں۔ اسنے اٹیبر واچکاتے اسے دیکھا۔

ک۔ کل د۔ دیکھنی ہے۔۔ وہ کانپتے ہونٹوں سے بولی۔

اسکے کانپتے گلابی لبوں کو دیکھتے وہ ہولے سے مسکرایا۔

اسکی نظریں اپنے لبوں پر محسوس کرتے وہ ہولے سے لب تر کر گئی۔

اسکی حرکت پر مرتسم کے گلے میں گلی ابھر کر مدھم ہوئی تھی۔

اور وہ اسے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر تیزی سے جھکا تھا۔

اسکے لبوں کا طویل بوسہ لیتے وہ پیچھے ہوا۔

جبکہ مہرنے بے بسی سے اپنی مہندی کو دیکھا تھا۔

ایک تو مہندی خراب ہونے کا ڈر اوپر سے اسکا سلگھتا لمس وہ کپکپا اٹھی تھی۔
کل ان پر کوئی رنگ مت لگائیے گا انہیں میں خود سرخ کروں گا اپنی شدت
سے تھے۔

وہ اسکے بھگے لبوں کو انگوٹھے سے سہلاتا خمار آلودہ لہجے میں بولا تھا۔
جبکہ اسکی سرگوشی پر مہر کی پلکیں عارضوں پر سجدہ ریز ہوئی تھیں۔
بس آپکو دیکھنے آیا تھا۔ لیکن اب لگ رہا ہے غلطی کر دی چلتا ہوں۔ ورنہ ابھی
اور خود کو روک نہیں پاؤں گا۔

وہ اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے سرگوشی نما لہجے میں بولا۔
مہرنے پلکوں کی آڑ سے اسے دیکھا جواب پیچھے ہوتے کھڑکی کی طرف بڑھتا
رکا تھا۔

اسکے رکنے پر اسکی دھڑکنیں بھی رکی تھیں۔

مرتسم مڑا اور اسکی قریب آیا۔ ابھی جیب سے کچھ نکالتے اسنے مہر کی مہندی سے سچی کلائی احتیاط سے تھامی۔

یہ نظر کا دھاگہ ہے اسے خود سے دور مت کیجئے گا۔ یہ آپکو ہر بری نظر سے دور رکھے گا۔ وہ احتیاط سے دھاگہ اسکی کلائی ہر باندھتا نرمی سے بولا۔ جبکہ مہر اب اسکے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

ایسے مت دیکھیں جانم ورنہ جانا مشکل ہو جائے گا۔ وہ دھاگہ باندھتے اسکے چہرے پر پھونک مارتا بولا۔ مہر جھنپ کر سر جھکا گئی۔

مرتسم اسکے جھکے سر پہ بوسہ دیتا تیزی سے کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ افس پاگل ہیں یہ بھی۔ وہ اپنی بے ترتیب سانسوں کو بحال کرتے بڑبڑائی۔ زرنور جانے کہاں رہ گئی تھی۔ آیت بھی آبان کی وجہ سے نہیں آسکی۔

اسکی مہندی سوکھ چکی تھی پوری طرح سے اس لیے وہ ہاتھ دھونے کے لیے
واشر روم کی طرف بڑھ گئی۔

وہ ہاتھ، پاؤں دھو کر آئی تو کمرے کا دروازہ نوک ہوا۔
اسنے چونک کر دروازے کو دیکھا۔

مینے تو لوک نہیں کیا۔ پھر شاید شاہ نے۔ افس۔ وہ بڑ بڑاتی دروازے کی
طرف بڑھی۔

دروازہ کیوں لوک کیا تمنے۔ زر نور اندر آتے بولی۔
وہ میں چہنچ کرنے لگی تو اس لیے۔ وہ جلدی سے بولی۔
ارے مہندی دھو بھی دی تمنے۔ وہ اسکے ہاتھوں کو دیکھتی بولی۔
ماشاء اللہ کتنا پیارا کلر آیا اور کتنا گہرا۔

وہ اسکے ہاتھوں، پاؤں پر مہندی کا ڈارک کلر دیکھتے بے ساختہ بولی تھی۔
مہر نے خود بھی چونک کر دیکھا اسنے کلر پر زیادہ غور نہیں کیا تھا۔
واقعی اسکی مہندی کا رنگ بہت گہرا آیا تھا۔

دیکھ لو یہ رنگ گواہ ہے اس بات کا کہ مر تسم بھائی بہت پیار کرتے ہیں تم سے۔
وہ اسکے ہاتھوں پر مو سچرا نر لگاتے بولی تو مہر مسکرا ہٹ دبانے کو لب بھینچ گئی۔

--

بھا بھی۔ آپ رہنے دیں میں کر لوں گی۔ آپ جائیں چنچ کر لیں۔
وہ زرنور کو دیکھتے۔ بولی جانے ابھی تک خود بھی چنچ نہیں کیا تھا۔
اوپر سے بڑی بھا بھی ہونے کی حیثیت سے اسکی بہت ساری ذمہ داریاں
تھی۔

مہر کو وہ بہت تھکی تھکی سی لگی۔

پکانا۔ زرنور نے پھر سے پوچھا۔

جی۔ پکا۔ اپ جائیں ریٹ کریں۔ وہ اسے یقین دلاتے بولی۔

زرنور اسے گڈنائٹ کہتے چلی گئی۔

مہر نے جیلوری اور میکا پریمو کرتے شاور لیا تھا تب جا کے اپٹن کی خوشبو کم
ہوئی تھی۔

وہ گیلے بالوں سے بستر پر گرتے آنکھیں موند گئی۔ تھکاوٹ اس قدر تھی کہ
بستر پر گرتے ہی نیند آ گئی۔

وہ کمرے میں آئی تو غازی لیپٹاپ لیے بیٹھا تھا۔
جبکہ ایزل جھولے میں لیٹی مزے سے سو رہی تھی۔
اسنے شکر کا سانس لیا۔ کیونکہ وہ اس وقت بہت تھک چکی تھی۔
وہ تھکے قدموں سے ڈریسنگ کے آگے بیٹھ گئی۔
غازی نے اسے دیکھا جو تھکی تھکی سے نیند سے بھری آنکھیں لیے جیولری
اتار رہی تھی۔

وہ لیپٹاپ رکھتا اٹھتے اسکے قریب آیا۔
زر نور نے آئینے میں اسے دیکھا جو اسکے پیچھے آکھڑا ہوا۔
کیا ہوا غاز۔ اسنے جھمکا اتار تے پوچھا۔

غازی نے جھک کر اسکے سر پہ بوسہ دیا۔

تھک گئی میری جان۔۔ وہ اسکا دوسرا جھکا اتارتے پیار سے بولا۔

بہت۔۔۔ زر نور فٹ سے بولی۔

غازی نے آہستہ آہستہ اسکی ساری جیولری اتارتے اسکے بالوں سے پنز نکالیں۔

جاؤ فریش ہو آؤ۔۔ وہ اسکا بھاری ڈوپٹہ پنز کی قید سے آزاد کروانا بولا۔

زر نور نے محبت سے اسے دیکھا۔

تھینکیو غاز۔۔ وہ اسکا گال چوم کر کہتی واشروم میں بند ہو گئی۔

غازی نے حیرت سے اسے دیکھا پھر اسکی شرارت پر مسکراتے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

زر نور جب چینج کر کے آئی تبھی وہ روم میں داخل ہوا۔

آپ کہاں گئے تھے غاز۔ کچھ چاہیے تھا تو مجھے کہہ دیتے۔ وہ اسکے ہاتھ میں

دودھ کا گلاس دیکھتے بولی۔

مجھے تو نہیں ہاں البتہ تمہیں ضرور چاہیے۔

چلو جلدی سے اسے فنش کرو۔ وہ اس کے سامنے دودھ کرتا بولا۔

لیکن غازی دودھ۔۔ اس نے برا سامنہ بنایا۔

کیوی بہانا نہیں پیو شاباش پہلے اتنی سی اوپر سے کام کر کر کے کہیں ختم ہی ناہو جاو۔

چلو شاباش پیو۔ وہ گلاس اس کے منہ سے لگاتے بولا۔

زر نور کو مجبور اپنا پڑا۔

اس نے دودھ ختم کیا تو غازی نے اسے لیٹنے کا اشارہ کیا خود ایک نظر ایزل کو دیکھتے جھک کر اس کا ماتھا چوما اور لائیٹس او ف کرتے بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

زر نور کو اپنے بازو پہ کرتے وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ جبکہ

دوسرے ہاتھ سے اسے آہستہ آہستہ تھکنے لگا۔

جبکہ زر نور اس کی اتنی فکر پر مسکراتی جلد ہی پر سکون نیند کی وادیوں میں چلی گئی۔

آہستہ آہستہ غازی کے ہاتھوں کی حرکت مدھم ہوتی گی اور وہ خود بھی گہری
نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

جبکہ نیند میں زر نور نے اس کے گرد نازک سا حصار بنایا تھا۔
وہ خوش قسمت تھی کہ اسے اتنا چاہنے والا شوہر ملا ہے۔ جسے صرف اپنی
طلب سے مطلب نہیں تھا وہ اسکی فیلینگز بھی سمجھتا تھا۔
وہ چاہیے خود جتنا بھی تھکا کیوں نا ہو لیکن کبھی وہ زر نور کو سلائے بغیر خود
نہیں سوتا تھا۔

یہی چھوٹی چھوٹی چیزیں تو زندگی کو خوبصورت بناتی ہیں۔



صبح ہی صبح ہر طرف گہما گہمی پھیلی تھی۔

آج برات تھی ہر کوئی ادھر سے ادھر کام کے چکر میں بھاگتا پھر رہا تھا۔
جبکہ جسکی برات تھی وہ میڈم مزے سے نیند کے مزے لے رہی تھی۔

عائشہ ماما کتنی بار اسے جگانے اچکی تھی لیکن وہ کسمسا کر پھر سو جاتی تھی۔

بلا آخر دس بجے کے قریب انہوں نے اسے زبردستی اٹھا ہی دیا۔ برات دو

بجے پہنچ جانی تھی۔ جبکہ دلہن میڈم ابھی تک سو رہی تھیں۔

ویسے تو عموماً فنکشنز رات کے ہوتے ہیں لیکن کیونکہ وہ لوگ دلہن کو لے کر

سیدھا گاؤں میں شاہ حویلی جانے والے تھے انکے ساتھ ہی سب مہمان بھی

اس لیے کل کے لئے بہت ساری بیکینگ کرنی تھی۔ بہت کام کرنے تھے۔

شور کی آواز پر بلا آخر اسے اٹھنا ہی پڑا۔

جمائی لیتے اسے منہ پر رکھے اپنے ہاتھ کو دیکھا اور تیزی سے اٹھ بیٹھی۔

مہندی سبے ہاتھوں کو دیکھتے وہ اسے یاد آیا کہ آج تو اسکی شادی ہے۔

آج تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مرتسم شاہ کے نام لکھ دی جانے والی ہے۔ اس کے

لبوں پر شر میلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

اپنے مہندی کو دیکھتے وہ فریش ہونے چلی گئی۔

جب تک وہ واپس آئی نورین اسکے کمرے میں کھانا لایا چکی تھی۔۔
آپی اپ کیوں لے آئیں۔ کسی ملازم کو کہہ دیتیں۔
وہ اسکے ہاتھ سے ٹرے لیتی بولی۔
نورین مسکرا دی۔

کیوں میں تمہاری کچھ نہیں لگتی کیا۔ وہ خفگی سے بولی۔
نہیں ایسی بات نہیں ہے میں تو بس ایسے ہی کہہ رہی تھی آپ آئیں نا
بیٹھیں۔

وہ اسے خفا ہوتے دیکھ جلدی سے بولی۔

نورین نے نرمی سے اسے دیکھا۔

مہر میں جانتی ہوں امن کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا اسکی ز مہدار تم خود کو مانتی
ہو۔

لیکن یقین جانو ایسا کچھ بھی نہیں ہے جو ہوا وہ اسکی قسمت میں لکھا تھا۔

آج سے تمہاری فی زندگی شروع ہونے جا رہی ہے۔ اور میں چاہتی ہوں اس فی زندگی میں تم کسی امن کی یاد کو اپنے ساتھ نارکھو بس ایک براماضی سمجھ کر بھلا دو۔

وہ اسکے ہاتھ تھامتی نرمی سے بول رہی تھی۔

مر تسم بہت اچھا لڑکا ہے۔ تمہیں بہت چاہتا ہے بہت خوش رکھے گا تمہیں۔ اور یقین جانو تمہیں خوش دیکھ اسکی روح بھی پر سکون ہو جائے گی۔ وہ اسکے ہاتھ پر سب مر تسم کے نام کو دیکھتے مسکرائی۔

اس لیے دل کے کسی بھی کونے میں جو امن کے نام کلس ہے وہ ختم کر دو اور آنے والی زندگی کے بارے میں سوچو۔

اسنے مہر کے گال تھکتے کہا تو وہ آسودگی سے مسکرا دی۔۔



ارسل میں آپکو بتا رہی ہوں آج آپ سارا دن اسے خود سنبھالیں گے۔ ساری رات بھی اسنے اپنی چوں چوں سے مجھے سونے نہیں دیا۔

وہ روہان سے ہوتے سامنے سوئے آبان جو دیکھتے بولی۔

آج میری واحد دوست کی شادی ہے جو میں کسی طرح بھی مس نہیں کر سکتی اس لیے میں بتا رہی ہوں۔ میں ہر طرح سے انجوائے کروں گی اپنے سپوت کو خود ہی سنبھلائیے گا۔

وہ جھنجھلائی سی کہتی کمرے سے واک آؤٹ کر گئی۔

جبکہ ارسل ہتھاقا سے دیکھ کر رہ گیا۔

وہ کیسے سنبھالے گا اپنے اس اپنے ایک ماہ کے بیٹے کو جسے اٹھاتے ہوئے بھی اسے ڈر لگتا تھا کہ کہیں وہ اس کے ہاتھ سے پھسل نا جائے۔۔

اسنے ایک نظر اپنے سوئے ہوئے بیٹے کو دیکھا اور پھر کمرے کے کھلے دروازے کو۔

افف وہ گہری سانس بھر کے رہ گیا۔



دوپہر کے ڈیڑھ ہو گئے تھے۔ جب ولی اسے پار لڑ سے پک کرنے آیا۔
جب زہرہ جو اس کا سامان لا رہی تھی وہ اسے دیکھتے وہ مبہوت رہ گیا۔
لائٹ بلو کلر کا پاؤں کا چھوتا فراق۔

سانولے سے نین نقش سے چھیڑ چھاڑ کرتے انہیں اور تیکھا بنا گیا تھا۔
گھنی پلکوں کو زرا سا سنوارے نوک دار کر کے جیسے اسکے دل میں پیوست کیا
ہو۔

بالوں کو کھلا چھوڑے سر پر ہلکا سا ڈوپٹہ ٹکائے وہ اسے ساکت کر گئی تھی۔
گاڑی کھول دیں یہ سامان رکھنا ہے۔
وہ اپنے دھیان سامان کو دیکھتے اس سے بولی۔ جب کوئی جواب نہ ملا تو اس نے سر
اٹھاتے اسے دیکھا لیکن وہ تو مبہوت سا اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔

زہرہ کی ہتھیلیاں بھیک گئیں۔ وہ تیار نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن آیت نے اسے زبردستی پالروالی کے سامنے بٹھادیا تھا۔

ولی کو یوں گہرائیوں سے خود کو تکتے پا کر وہ گھبرا گئی۔

سائیں۔ ہمیشہ کی طرح وہ گھبراہٹ میں اسے سائیں پکارتی اسکے دل کی دنیا تہہ وبالا کر گئی۔

س۔ سائیں۔۔ ابکی بار اسنے زور سے پکارا۔

ولی جیسے ہوش میں آیا اسکے ساکت پلکوں میں جنبش ہوئی۔

سائیں کی جان۔ اسکی طرف جھکتے وہ بنا آواز کے بولا۔

وہ سامان۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹتے بولی۔

ولی نے گہری نظروں سے اسکے من موہنے چہرے کو دیکھا اور گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔

وہ اسکی نظروں سے خائف ہوتی جلدی جلدی سامان اندر رکھنے لگی۔

جبکہ ولی اسکے گھبرائے، شرمائے چہرے کو دیکھتے زیر لب مسکرا دیا۔



شاہِ ولا میں ہر طرف اس وقت ہر طرف رونق لگی ہوئی تھی۔

ہر طرف سے آوازیں آرہی تھیں۔

کہیں پر چوڑیوں کی کھنکھناہٹ تھی تو کہیں مہندی کی خوشبو پھیلی تھی۔

کہیں کھانوں کی خوشبو نے سب کے من بہلائے ہوئے تھے۔

جبکہ لڑکیاں کہیں جھمکاؤ ہونڈ رہی تھیں تو کسی کو اپنے میک اپ سے فرصت نہیں مل رہی تھی۔

ایسے میں وہ سکون سے اپنے کمرے میں تیار ہو رہا تھا۔

آدھے گھنٹے میں برات نکلنے والی تھی۔

یہ سوچ ہی روح کو سرشار کر دینے والی تھی کہ اب وہ ہمیشہ کے لئے صرف اسکی ہو جائے گی۔

مسکراہٹ تھی کہ لبوں سے جدا ہی نہیں ہو رہی تھی۔

جبکہ اسے دلہن کے روپ میں دیکھنے کے لئے دل چل رہا تھا۔
وہ زیر لب مسکراتا خیالوں میں گم تھا جب حاشر اور ہانیا بھاگتے اسکے پاس
آئے۔

چاچو، چاچو۔۔ بڑی دادی کہہ رہی ہیں جلدی سے نیچے اجائیں۔
وہ دونوں تیزی سے بھاگتے اسکی ٹانگوں سے لپٹتے بولے۔
مر تسم نے مسکراتے انہیں دیکھ اور پھر جھک کر دونوں کو اٹھالیا۔
چلو چاچو کی جان ابھی چلتے ہیں۔

وہ دونوں کے سر پہ بوسہ دیتا نہیں نیچے اتار گیا۔
دونوں کا ہاتھ پکڑتے وہ باہر اگیا۔

ماشاء اللہ۔۔ وہ جیسے ہی نیچے آیا اسے دیکھتے روحا ماما کے منہ سے بے ساختہ نکلا
تھا۔

گولڈن شیر وانی جس کے آگے سائیڈ دامن ہالف تھا اس پر مہرون نفیس کڑھا
کی ہوئی تھی اور گلے پر بھی مہرون موتیوں کی مالا سچی تھی۔ بازو پر مہرون ہی

شال ڈالے، بالوں کو جیل سے سیٹ کیے وہ روایتی دلہے سے ہٹ کر لگ رہا تھا۔

وہ سب سے پہلے بی جان کے پاس آیا انکے قریب دوزانوں ہو کے بیٹھتے ان سے انکے ہاتھ چومے۔

دعا دیجئے جی جان میں آج اپنی زندگی کی شروعات کرنے جا رہا ہوں۔
دعا کیجئے یہ زندگی خوشیوں اور آسائشوں سے بھرپور ہو۔

وہ نرمی سے بولا بی جان نے اسکا ہاتھ چومتے اسے ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں۔

اسکے بعد وہ روحا ماما کے پاس آیا جو نم آنکھوں سے اسے دیکھتے خود میں بھیج گئیں۔

مر تسم نے بہت مشکل سے اپنی آنکھوں میں امڈتی نمی پر قابو پایا تھا۔
شدت ضبط سے اسکی آنکھیں سرخ ہوئی تھیں۔

ایسے وقت پر لڑکا ہو یا لڑکی ماں باپ کی یاد شدت سے آتی ہے۔

روحامانے اسکی نظر اتارتے اسکا صدقہ دیا۔

انکے ماتھے پر لب رکھتے وہ نرمی سے مسکرا دیا۔

عالم بابا نے مسکراتے اسے گلے لگایا تھا جبکہ پاس ہی کھڑے قاسم شاہ اسے حسرت سے دیکھ رہے تھے۔

مر تسم کی نظر ان پر گئی تبھی اسنے پیچھے کھڑی ماہم کو دیکھا جسنے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

مر تسم نے مسکراتے قاسم شاہ کی طرف دیکھا اور آگے بڑھتے خود انکے گلے لگ گیا۔

وہ حیرت و بے یقینی سے اسے دیکھ کر رہ گئے۔

پھر خوشی و مسرت سے اسے خود میں بھینچ گئے۔

مر تسم اپنے باپ بھائیوں اور دوستوں کے ہمراہ مسجد میں سلام کے لئے نکل گیا۔

جبکہ پیچھے مامانے سب لڑکیوں کو جلدی سے باہر نکالا تھا۔

جلدی کرو سب گاڑیوں میں بیٹھو۔ یہ روحا ماما نے تیسری بار کہا تھا۔
لیکن مجال ہے جو آخری وقت تک لڑکیوں کی تیاری مکمل ہو جائے۔
ماما آپ چلیں میں لے کر آتی ہوں سب کو۔
ماہم انہیں کہتی خود اوپر کی طرف بڑھ گئیں۔
انہوں نے ٹی۔پنک کلر کا ڈریس پہن رکھا تھا جسمیں وہ بہت پیاری لگ رہی
تھیں۔

انہیں دیکھنے سے بالکل نہیں لگتا تھا کہ وہ ایک بچی کی ماں ہوں گی۔
جبکہ وشہ نے بلیک کلر کی میکسی پہن رکھی تھی۔
لائٹ سے میک اپ اور شولڈر کٹ بالوں کو کھلا چھوڑے چہرے پر سچی
معصومیت سے وہ سب کو اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کر گئی تھی۔
جبکہ دانیل جو کبھی کبھار ایسے فنکشنز پر ہی تیار ہوتی تو اصل میں تو وہ وہ سب
کے ہوش اڑاتی تھی۔

ابھی بھی زین محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتا آنکھوں کے ذریعے دل میں
اتار رہا تھا۔

جو گرین کلر کی لونگ میکسی میں غضب ڈھا رہی تھی۔

بالوں کی پونی ٹیل بنائے ماتھے پر بڑی سی بندیا سجائی ہوئی تھی۔

جو اسکے ماتھے پر بہت سوٹ کر رہی تھی۔

وہ مہر کی طرف تھی لیکن اسکا ڈریس وغیرہ ادھر تھا تو وہ یہاں سے تیار ہو کر

وہاں جانے والی تھی۔

جبکہ ماہین بھابھی بھی آج گرے کلر کے ڈریس میں بہت خوبصورت لگ

رہی تھیں۔

ماہم اپیا اور ماہین بھابھی اور دانیل تینوں نے ہی گول بندیا لگائی ہوئی تھی جو

تینوں کی ایک جیسی تھی۔



برات نکلی شور شرابے اور دھوم دھڑکے کے ساتھ۔ پورے راستے میں
ایک سیکینڈ بھی ڈھول کی آواز بند نہیں ہوئی تھی۔

جبکہ کیمرہ مین یہ خوبصورت منظر کمیرے کی آنکھ سے قید کیے جا رہا تھا۔
آدھے گھنٹے کا راستہ انہوں نے ڈھیر گھنٹے میں مکمل کیا تھا۔

اپنی تمام تروجاہت اور شان و شوکت سمیٹے آج وہ بھری دنیا کے ساتھ ایک
اکیلی شہزادی کو لینے آیا تھا جو اسکے دل میں گہرائیوں سے مکیں ہو چکی تھی۔



عائشہ ماما جانے کتنی ہی بار اسکی نظر اتار چکی تھیں۔
وہ تو اسے دیکھنے سے بھی گریز کر رہی تھیں کہ کہیں انکی اپنی نظر نا لگ
جائے۔

جبکہ مہراب خفگی سے انہیں دیکھ رہی تھی جو ٹھیک سے اسے دیکھ بھی نہیں رہی تھیں۔

تبھی ولی اور غازی اسکے کمرے میں آئے۔

دونوں نے بے ساختہ ہی اسکا سر صدقہ دیا تھا کہ وہ پیاری ہی اتنی لگ رہی تھی۔

پھر وہ دونوں اسے تھامے باہر لے گئے۔

وہ حیران پریشان سی انکے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔

جب وہ پیچھے کے دروازے سے اسے لان میں لائے۔

آؤ۔ سامنے دو بڑے بکرے کھڑے تھے۔

مہر نے ڈر کر ولی کا بازو تھاما اسے ہمیشہ جانوروں سے ڈر لگتا تھا سوائے بلی کے۔

ڈرو مت بچے او۔ وہ نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے آگے بڑھا۔

مہر و گڑیا ہاتھ رکھوانکے سر پہ۔ غازی نے اسے اپنے حصار میں لیتے کہا۔

لیکن غازی مجھے تو ان سے ڈر لگتا ہے میں کیسے۔ وہ اس کے بازو سے چپکی بولی تو
غازیان اور ولی مسکرا دیئے۔

کچھ نہیں کہیں گے یہ میرا بچہ۔ اچھا میرا پکڑو شاباش کچھ نہیں ہوگا۔
ولی اسے پیار سے بہلاتا اس کا ہاتھ پکڑ کر خود پہلے ایک سیاہ بکرے کے سر پر
رکھا پھر دوسرے سفید اور سیاہ دھبوں والے پر۔

جبکہ مہر سانس روکے یہ عمل کر رہی تھی۔

لے جاو۔ اس کے رکھتے ہی غازی نے پاس کھڑے آدمی کو اشارہ کیا جو سر ہلاتے
انہیں لے گیا۔

مہر نے انکے جاتے ہی نم آنکھوں سے اپنے بھائیوں کو دیکھا جو اس کے نام کے
صدقے کے بکرے قربان کر رہے تھے۔

مہر بہت لکی ہے کہ اسے آپ جیسے بھائی ملے۔ وہ دونوں گرد بازو باندھے۔
نم لہجے میں بولی۔

اور میں کہاں گیا۔ پیچھے سے آتے عالم نے کہا تو مہر نم آنکھوں سے ہس دی
کیونکہ وہ لڑکیوں کی طرح کمر پر ہاتھ ٹکائے اسے گھور رہا تھا۔
تو تو ہے ہی فالتو۔ وہ اسے چھڑانے کے انداز میں بولی تو وہ واقعی ہی چڑ گیا۔
جبکہ ولی، غازی اور مہرتینوں کھلکھلا کر ہس دیئے۔



برات آگی کا شور سنتے وہ اسکا دل کانوں میں دھڑکا تھا۔
جبکہ لڑکیاں پر ہاتھو میں پھولوں کا تھال لیے کھلکھلاتی انکے استقبال کے لئے
پہنچی تھیں۔
دلہن کی طرح سب احمد والا کے سامنے۔

دھول، بینڈ باجے والے پوری طرح سے چھائے ہوئے تھے جبکہ ارسل،
زین، عادی، شیرمی اور اور مرتسم کے باقی دوست سمیت سب بھنگڑے
ڈالتے بھرپور طریقے سے بتا رہے تھے کہ ہاں برات اچکی ہے۔
وہ لوگ تو بھنگڑے ڈالنے سے باز نا آئے مجبور عالم بابا کو ناہیں روکنا پڑا اور
آگے بڑھنے کا کہا۔

وہ وجاہت و شان و شوکت سے چلتا اسکی دہلیز پر آکر رکا تھا جہاں آگے اسکا
راستہ اسکی سالیوں نے روکا تھا۔

دائین، آیت، رمل اور زہرہ اسکے سامنے پھولوں کا تھاں لیے ہاں لیکن آگے
رہیں سجائے کھڑی تھیں۔

جبکہ زرنور مہر کے پاس تھی۔

ویلکم ڈیر جی۔ جا۔ جی۔ دائین نے لفظ توڑ کر کہا تھا۔

مرتسم زیر لب مسکرا دیا۔

کیوں بھی لڑ کیوں براتیوں کا راستہ کیوں روکا ہے۔ عالم بابا نے دلچسپی سے انہیں دیکھتے کہا۔

تو بات یہ ہے ہمارے جیجا جی تب تک اندر قدم نہیں رکھ پائیں گے جب تک ہمیں ہمارے منہ مانگی قیمت نہیں دی دیتے۔

آیت نے شوخ لہجے میں کہا تھا۔ جبکہ مر تسم کے ہمراہ کھڑے ارسل نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

بلیک کلر کی میکسی میں اسکا نازک سراپا چمک رہا تھا۔

لائٹ سے میک اپ میں چہرے پر ناز کی سجائے وہ چمکتی آنکھوں سے ارسل کو دیکھتے اسے ایک بار پھر سے اپنا دیوانہ کر گئی تھی۔

آیت نے اسکی مسلسل نظریں خود پر نظریں پھیرتے اسے دیکھا جو وائٹ کرتے پر بلیک واسکٹ پہنے اسکا دل دھڑکا گیا تھا وہ جلدی سے چہرہ موڑ گئی۔

اور کیا ڈیمانڈ ہے جی اپنی۔ ارسل نے بھی اسی کے انداز میں پوچھا تھا۔

زیادہ نہیں بس ایک لاکھ۔ دانیل نے ہاتھ لہراتے کہا تھا۔

ایک لاکھ۔ اور ادھر لڑکوں کے منہ کھل گئے۔

جبکہ مرتسم اس رسم کو انجوائے کر رہا تھا۔

ہاں ایک لاکھ ایک لاکھ سے ایک روپے بھی کم نہیں ہونا۔ رمل نے بھی اپنا حصہ ڈالا تھا۔

یہ زیادہ ہے ایسے تو یہ تیری ساریں ماں تجھے لوٹ لے گیں۔ زین نے دانین کو گھورتے مرتسم سے کہا تھا۔

ہاں لڑکیوں یہ زیادہ ہے۔ اب کے ماما نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

اوکے تو ٹھیک ہے پچاس ہزار اب اس سے ایک روپے کم نہیں ہوگا۔ دانین نے فائنل کرتے کہا۔

کوئی نہیں یہ بھی زیادہ ہے۔ دانین آپ جیل میں تو لوگوں کو لوٹنے پر مارتی ہیں اور یہاں خود لوٹ رہی ہیں۔ عادی چمکتی نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔

دانین تب سے شانت تھی اور یہ سب کو ہضم نہیں ہو رہا تھا اور وہ تپ گئی۔

اسنے اپنے ازلی انداز میں عادی کو گھورا تو وہ تھوک نگلتے سیدھا ہو گیا۔
دلہے صاحب جیب خالی کریں اپنی ورنہ یہیں کھڑے رہنا کوئی دلہن نہیں
ملنی اچکو۔ عالم بابا نے مر تسم کو اشارہ کرتے کہا تو مہفل زعفران بنی تھی۔
مر تسم نے مسکراتے انکے ہاتھ پر پچاس ہزار رکھے تھے تب جا کے انہوں نے
ریبن ہٹاتے انہیں آنے دیا۔

انکے اندر داخل ہوتے ہی ان پر پھولوں کی برسات کر دی گئی تھی۔



وہ دھڑکتے دل اور بھیگی ہتھیلیوں سے باہر اٹھتے شور کو سن رہی تھی۔ جانے
کیوں آج عجیب سی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔
حتی کہ مر تسم اسکے لئیے کوئی انجان تو نہیں تھا۔ وہ اسکا روح کا سا تھی
تھا۔ ویسے بھی وہ دونوں تو پہلے ہی ایک جسم ایک جاں ہو چکے تھے پھر
کیسی گھبراہٹ، شرماہٹ لیکن دل تھا کہ دھڑکے جا رہا تھا۔

مہر تم بیٹھو میں آتی ہوں۔ اگر کچھ چاہیے ہوا تو فون کر دینا۔
زر نور باہر سے اٹھتے قہقہوں سے سنتے خود کو روک ناپائی تو تیزی سے اٹھتی
باہر کی طرف بڑھ گئی۔
ارے لیکن بھابھی۔ اس سے پہلے کہ مہر کچھ کہتی وہ جا چکی تھی۔
مہر لب کاٹ کر رہ گئی۔



وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی جب کسی نے اسے بازو سے
پکڑتے کھینچا۔

وہ ڈر کر چیختی اس سے پہلے ہی غازی اسکے منہ پر ہاتھ رکھ گیا۔
زر نور نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا۔

جبکہ غازی اسے دیکھتے ٹرانس کی سی کیفیت میں ہاتھ ہٹا گیا۔

پرل کلر کی میکسی میں وہ اسے آسمان سے اتری کوئی اپسر الگ رہی تھی۔ اسکا
غیر معمولی حسن زرا سے میک اپ سے دو آتشہ ہو گیا تھا جو غازی کو سلگھا گیا
تھا۔

وہ مبہوت سا اسے دیکھتا رہ گیا۔

غ۔ غازی کیا کر رہے ہیں۔ ب۔ باہر سب ہیں۔ وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھتی اپنی
ناہموار سانسیں درست کرتی بولی۔

جبکہ غازی تو جیسے ہوش کی دنیا میں ہی نہیں تھا۔

ہیزل گرین پر اٹھتی گرتی پلکوں نے جیسے اس کے دل کی دھڑکنیں روک دی
ہوں۔

وہ غیر معمولی حسن کی مالک تو تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس کا یہ حسن
بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

غازی کو سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ اسے دیکھ دیکھ کر تھکتا کیوں نہیں ہے۔

غاز۔ پیچھے ہوں نا مجھے نیچے جانا ہے۔

وہ روہانے ہوتے بولی۔

غازی نے بے خودی میں اسکے ماتھے پر چمکتی اس بندیا کو چھو یا۔
زر نور نے تھم کر اسے دیکھا جو اسکے ماتھے پر لب رکھے آنکھیں موند گیا۔
جان لے کر رہو گی۔ وہ اسکے کان میں سرگوشی کرتے پیچھے ہوا تھا۔
زر نور سانس روکے اسے دیکھنے لگی۔

اسکے پیچھے ہوتی وہ تیزی سے وہاں سے بھاگی تھی۔
جبکہ غازی اسکی سپیڈ دیکھتے بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔



وہ عائشہ ماما کے ساتھ بیٹھی دلچسپی سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔
اسنے کبھی ایسے ٹرڈیشنز نہیں دیکھے تھے۔ سن رکھے تھے کہ شادیوں پر ایسی
رسمیں ہوتی ہیں لیکن اسے کبھی دیکھنے کا موقع نہ ملا جو آج مل رہا تھا۔

وہ ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھے پوری دل جمعی وہ سارے مناظر دیکھ رہی تھی جبکہ دور سے اسے دیکھتا عالم بس ایک بھر کے رہ گیا۔

آج اسنے پہلی بار اسے تیار دیکھا تھا۔ وہ تو کل مہندی پر بھی سادہ ہی تھی۔ لیکن آج وہ مہر کی ضد پر تھوڑا سا تیار ہوئی تھی۔

پنک کلر کے ڈریس میں لائٹ سامیک اپ کیے۔ وہ کہیں سے بھی بڑی عمر کی نہیں لگ رہی تھی۔

اسکے چہرے پر معصومیت سی تھی جو عالم کو بار بار اسے دیکھنے پر مجبور کر دیتی تھی۔

اسنے آج پہلی بار اسکے بال دیکھے تھے۔

لمبے سیاہ بال۔ جو اسنے کھلے چھوڑ رکھے تھے۔

اسکی ان ریشمی زلفوں میں عالم کا دل کہیں گم سا ہو رہا تھا جس سے وہ انجان اسکے دل پر بجلیاں گراتی اسے دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔

برات کے آتے ہی کچھ دیر بعد سب کی موجودگی میں پھر سے نکاح کروایا گیا تھا۔

پہلے مہر سے پوچھا گیا جس نے باپ اور بھائیوں کی موجودگی میں نم آنکھوں سے قبول ہے کہتے کانپتے ہاتھوں سے سائنیں کیے تھے۔

اسکے بعد مرتسم سے پوچھا گیا جس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے اطمینان سے قبول ہے کہا تھا۔

نکاح کے بعد ان دلہن کو باہر لانے کا حکم جاری کیا تھا۔

مہر اندر کمرے میں تھی جبکہ برات کے لئے باہر لان میں انتظام کیا گیا تھا۔ چلو تمہیں تمہارے شاہ جی کے حوالے کرنے کا وقت ہو گیا۔ ولی اسکے پاس آتا شرارت سے بولا۔ جبکہ مہر جھنپ کر سر جھکا گئی۔

حسن بابا نے نم آنکھوں سے اپنی شہزادی کو دیکھا اسکے سر پہ بوسہ دیتے وہ اسے اپنے حصار میں لیے باہر آئے تھے۔

باہر تقریباً شام ہو چکی تھی۔

لیکن دلہن کے آنے کا شور اٹھتے ہی ہر طرف خاموشی چھا گئی۔

مرتسم چونک کر کھڑا ہوا تھا۔ اسنے سامنے دیکھا تو اسے لگا وہ سانس نہیں لے پائے گا۔

باپ اور بھائیوں کے حصار میں سہج سہج کراسکی طرف قدم بڑھاتی۔
بلڈریڈ بھاری گوڈلن نگینوں زرک اور گولڈن ہی کڑھائی کے گھیریدار لہنگا جو
کہ پھیلا ہوا۔ سر پر بھاری نگینوں سے سجا ہوا سرخ دوپٹہ تھا جو کہ آگے جا کے
اسکی کلائیوں میں کنگن کے ساتھ اٹیچ تھا۔
براٹیڈل میک اپ میں وہ غضب ڈھا رہی تھی۔

مرتسم کی ساکت نظریں بے چینی سے اسکے چہرے پر جمی تھیں۔
تیکھی سی ناک میں خوبصورت نتھ جسمیں جھولتا موتی سیدھا اسکے لبوں کو چھو
رہا تھا۔ جبکہ نتھ کی لڑی جو موتیوں سے سچی تھی اسکے گال سے ہوتی ہوئی
بالوں میں اٹیچ تھیں، اور سر پر بندیا اور جھومر کی بجائے ماتھا پیٹی لگائی ہوئی

تھی جسکے موتی اسکی پوری پیشانی پر بکھرے اسکے حسن میں چار چاند لگائے تھے۔

ہونٹوں پر ریڈ لیکن لائٹ لپسٹک تھی، آنکھوں پر مہارت سے کیا گیا میک اپ، گھنی سیاہ پلکوں کو اور سنوارا گیا تھا۔ جو کہ اسکے نام سے ہی لرز رہی تھیں، بھوری آنکھیں آج کانچ کی سی ماند لگ رہی تھیں۔ جن میں وہ ڈوبتا جا رہا تھا۔ وہ بہن و ت اور ساکت سا کھڑا خود کو خود سے انجان جبکہ اسے خود میں سماتا دیکھتا رہا۔

ارسل نے کھنکھارتے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی جو ہر چیز سے بیگانہ ساکت سا کھڑا تھا جبکہ کسی نظریں دیوانہ وار مہر کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔۔

مرتسم۔ ارسل نے بظاہر مسکراتے لیکن دانت پیستے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے ہلایا تھا۔

وہ چونک کر ہوش میں لوٹا۔

گہری سانس چھوڑتے اسنے چہرے پر ہاتھ پھیرایوں جیسے خود پر قابو پانے کی کوشش کی ہو۔

مہر سٹیج کے قریب پہنچ چکی تھی۔

اسکے ایک طرف غازی اور ولی تھے جبکہ دوسرے طرف عالم اور حسن بابا تھے۔

مرتسم آہستہ سے قدم اٹھاتا سٹیج کی تیسری اور آخری سیڑھی پر رکتے اسنے زرا سا جھک کر اسکی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔

جبکہ مہر نے اسکے پھیلے ہاتھ کو دیکھتے دھڑکتے دل سے بھوری آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا تھا۔

وہ آنکھوں میں محبت کے ہزاروں رنگ لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا وہ گھبرا کر نظریں جھکا گئی۔

غازی نے اپنے ہاتھ میں تھامے مہر کے کپکپاتے ہاتھ کو مرتسم کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

مر تسم کی نظریں بے ساختہ اسکے مہندی سے سجے ہاتھوں اور کلائیوں پر گئی
تھیں جن میں بھر بھر کہ چوڑیاں پہنی ہوئی تھیں۔
تمہاری امانت تمہارے حوالے۔۔ اب اسکی حفاظت کیسے کرنی ہے وہ تم
جانتے ہو۔

مہر کے سر پہ بوسہ دیتے غازی نے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔
یوں سمجھ لینا اپنے جگر کا ٹکڑا دیا ہے تمہیں۔
حسن بابا مر تسم سے کہتے پیچھے ہٹ گئے۔
عالم اور ولی پہلے ہی پیچھے ہٹ چکے تھے۔

مر تسم نے آنکھوں سے انہیں تسلی دیتے مضبوط سے اسکا کانپتا ہاتھ تھام لیا۔
جبکہ دوسرے ہاتھ سے اسکا لہنگا سنبھالتے اسے اوپر آنے میں مدد دی تھی۔
اسکی اس حرکت پر ینگ جزیشن نے خوب ہوٹینگ کی تھی۔
جبکہ مہر جھنپ گئی۔

مر تسم بہت نرمی اور احتیاط سے اسے تھامتے اوپر لایا تھا۔

سٹیج پر سجدے ہوئے صوفے پر اسے بٹھاتے وہ خود اسکے قریب بیٹھا تھا۔
مہر کو جانے کیوں گھبراہٹ ہونے لگی۔ نامحسوس انداز میں اسنے سختی سے
مر تسم کا ہاتھ تھامنا تھا۔

مر تسم اسکے یوں سختی سے ہاتھ تھامنے پر مسکرایا۔
لیکن اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ کہتا تبھی وہاں زر نور، دانیل، آیت اور رمل
پہنچ گئیں۔

مر تسم نے بہت مشکل سے اپنی نظریں اس پر سے ہٹائیں تھیں۔
ایک تو مجھے سمجھ نہیں آتا کہ تم لوگ ہر دو منٹ بعد یوں مانگنے کیوں پہنچ جاتی
ہو۔

ارے بھی اگر مانگنا ہی ہے تو باہر دروازے پر جا کر مانگوں ہم دیتے اچھے بھی
لگے گیں۔

ارسل کی زبان کہاں چپ رہ سکتی تھی۔ اس لیے وہ انہیں چرانے کے لئے
بولا۔

تم چپ رہو۔ فالتو میں بولتے رہتے ہو۔ دانیل نے اسے گھورا۔

چلو صرف بولتا ہے ہے فالتو میں لوگوں کی آنکھ، ناک تو نہیں پھوڑتا۔

اسے بولتے دیکھ زین مصنوعی مسکراہٹ سجاتے بڑ بڑایا تھا۔

اسکی بڑ بڑاہٹ اتنی واضح ضرور تھی کہ اسکے پاس کھڑے ارسل اور ولی سن سکتے دونوں کا فلک شفاف قہقہہ گونجتا تھا۔

جبکہ زین انہیں گھور کر رہ گیا۔

دانیل لوگ اسے نظر انداز کرتے مر تسم کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

تو مر تسم بھائی آپکو تو پتہ ہی ہو گا یہ دودھ کتنا مہنگا ہے۔

آیت ابھی بولی ہی تھی کہ عادی تیزی سے اسکی بات کاٹا بولا۔

آیت آپا اگر ہم یہ دودھ پیئے ہی نا تو۔ وہ شرارتی مسکراہٹ سے بولا۔

اسکی بات سنتے لڑکے والوں نے داد دیتی نظروں سے اسے دیکھا۔

وشہ لوگ چونکہ لڑکے والوں کی طرف تھیں تو اس لیے وہ اس بات صرف

یہ رسم دیکھ ہی سکتی تھیں۔

تو دلہن بھی نہیں ملے گی۔ اسکی بات کے جواب میں رمل تیزی سے بولی تھی۔

جبکہ مرتسم نے تیزی سے سر اٹھاتے اسے دیکھا تھا۔ اگلے ہی پل وہ انکے ہاتھ سے دودھ پکڑ گیا۔

جبکہ اسکی پھرتی پر محفل زعفران بنی تھی۔

ہر ایک کا مقصد گونجا تھا۔ یہاں تک کہ زولفقار شاہ بھی خود کو مسکرا نے سے روک نہیں پائے۔

مرتسم نے کچھ ہی گھونٹ لیتے دودھ واپس کر دیا۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ دودھ واپس رکھتا پیچھے کھڑے ارسل اور ولی تیزی سے اسکے ہاتھ سے دودھ لے چکے تھے۔

بھائی یہ اب ہمارا ہے اسکی قیمت دینی ہے تو واپس کیوں کرنا۔

وہ مرتسم کو گھورتے دودھ پر ٹوٹ پڑا۔ کیونکہ یہ دودھ ہوتا ہی اتنے مزے کا ہے۔

جبکہ ان سب سے بے نیاز مر تسم مہر کو دیکھنے میں مگن تھا جو خود دلچسپی یہ سب کو دیکھ رہی تھی۔

جبکہ ولی دودھ پیتے ہی واپس اپنی ٹیم میں آگیا۔
پانچ منٹ میں ہی گلاس خالی کرتے انہیں خالی گلا دے دیا۔
یہ لو اور اب سیدھا سیدھا ہو کے نکلو۔

زین نے خالی گلاس ان کے سامنے رکھتے مزے سے کہا تھا۔
جبکہ لڑکیاں منہ کھولے انہیں دیکھنے لگیں۔
مہر نے بھی حیرانگی سے انہیں دیکھا۔

ہمارے پیسے۔۔ زر نور تیزی سے بولی تھی۔۔
کون سے پیسے کیا ثبوت ہے کہ ہم نے دودھ پیا ہے۔ ارسل معصومیت سے اسے دیکھتا بولا تھا۔

ثبوت کے ساتھ گواہ بھی بہت اچھے سے ملیں گے۔

اگر لڑکیوں کو انکی محنت کا پھل ناملا تو۔ غازی بظاہر مسکراتے لیکن وار ننگ
دینے کے انداز میں بولا تھا۔

اسکے پھولے مسلسل زوالے باز و اور چوڑا سینہ دیکتے جسکے ساتھ اسکا کرتا بالکل
چپکا ہوا لڑکے خاموش سے سیدھے کھڑے ہوئے تھے۔
جبکہ مرتسم نے مسکراہٹ دباتے انہیں دیکھا تھا۔
لڑکیاں اٹھلائیں تھی۔

چلیں مرتسم بھائی جلدی سے نکالیں دولا کھ۔ زر نور نے اسکے آگے ہتھیلی
پھیلای تھی۔

لیکن اتنے تو میرے پاس نہیں ہیں۔ مرتسم نے بے چارگی سے کہا تھا۔
ہا۔ ہو ہی نہیں سکتا اتنا بڑا بزنس مین اور اسکے پاس صرف دولا کھنا ہوں۔ وہ
بھی اپنی شادی کے موقع پر۔

دائین نے منہ کھولتے اسے دیکھا تھا۔

اب اتنی بڑی رقم کون سا تھ لے کر گھومتا ہے۔۔ مرتسم نے اسے گھورتے
کہا تھا۔

مہر تو ہی بول نادیکھ یہ ہمارا حق کھارہے ہیں۔ ایت نے مہر کو بیچ میں گھسیٹا جو
کبھی انہیں دیکھتی تو کبھی لڑکوں کو۔

اپنا نام سنتے ہی وہ چونک گئی۔

ہاں مہر تم ہی بولو انہیں تمہاری بات تو نہیں ٹالیں گے نا۔ رمل شرارت سے
بولی تو سب کے لبوں پر دبی دبی مسکان آگئی۔

مرتسم نے اسے دیکھا۔

ٹھیک ہے اگر مہر آپکی سفارش کرتی ہی آپکی ڈیمانڈ پوری ہو جائے گی۔ وہ
گہری نظروں سے سے دیکھتا بولا۔

اسکی بات سنتے پورا ہال سیٹیوں کی آواز سے گونج اٹھا۔

جبکہ مہر سب کے سامنے اسکے یوں کہنے پر سٹیٹا کر اسے دیکھنے لگی۔

ہاں تو مہر کرے گی نا۔ بولو مہر۔ زر نور جلدی سے اسکا ہاتھ تھامتے بولی تھی۔

م۔ میں کیا بولوں۔ وہ کنفیوز ہوتی معصومیت سے بولی۔

مر تسم بھائی کو بولو کے ہمارے ڈیمانڈ پوری کریں۔ ایت نے ماتھا پیٹے کہا تھا۔
زر نور اور آیت دونوں نے بہت ریلیکس ہو کر پورا فنکشن انجوائے کیا تھا۔
کیونکہ انکے بچوں کو انکی دادیوں نے سنبھال لیا تھا۔
مہر نے مر تسم کو دیکھا۔

ک۔ کر دیں۔ جو کہ رہی ہیں۔ وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔
جانے کیوں اسے آج مر تسم سے ٹوٹ کر حیا آرہی تھی۔
اسکی اتنی دھیمی سرگوشی پر ہال میں دبی دبی ہنسی کی آواز گونجی تھی۔
جبکہ مر تسم نے گہری مسکراہٹ سے اسے دیکھا تھا۔
اب تو کتنی پڑے گی۔ وہ گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔
ینگ جنریشن نے کھنکھارتے اپنی ہنسی پر قابو پایا تھا۔

مر تسم نے ماہم اپیا کو دیکھتے سر ہلایا جنہوں نے مسکراتے کسی ملازم کو اشارہ
کیا۔

پانچ منٹ میں ہی ایک ملازم ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے باکس تھاے آندر آیا تھا۔

اسنے وہ باکس لاتے مرتسم کے سامنے ٹیبل پر رکھ دیئے۔
لے لیجئے آپکی دودھ پلائی۔ مرتسم نے مسکراتے اپنی سالیوں کو دیکھتے کہا تھا۔
جو خوشی سے یاہو کا نعرہ لگاتے اپنے گفٹس اٹھاتے وہاں سے بھاگی تھیں۔
مرتسم نے ان چاروں کے لئے گولڈ کے بریسلٹ خریدے تھے۔ جو کہ ماہم
ایپاکا ہی سنجیشن تھا۔

دودھ پلائی کے بعد رخصتی کا وقت آیا تھا تو ہر ایک کی آنکھ نم ہوئی تھی۔
عالم کے ماما بابا نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے دعائیں دی تھیں۔

زولفقار شاہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے گلے لگایا تھا اسکا ماتھا چومتے
ڈھیروں دعائیں دی تھیں اسے۔

پھر وہ بڑے بابا اور بڑی ماما سے ملی۔ رمل سے ملنے کے بعد وہ عائشہ ماما کے
پاس آئی تو بامشکل خود پر ضبط رکھے ہوئی تھیں۔

مہر نے نم آنکھوں سے انہیں دیکھا اور ضبط کھوتے انکے گلے لگتے رو دی۔
عالم نے بامشکل اسے ان سے الگ کیا۔

مر تسم نے بے چینی سے اسے دیکھا لیکن وہ اسے روک نہیں سکتا تھا۔
حسن بابا سے ملتے وہ روی نہیں تھی کیونکہ وہ خود بھی مسکرا رہے تھے۔
نی زندگی کی شروعات مسکراتے ہوئے کروچے۔ اسکے سر پہ بوسہ دیتے
انہوں نے شفقت سے کہا تھا نا چاہتے ہوئے بھی آنکی آنکھیں بھیگی تھیں
لیکن وہ مسکراہٹ سجائے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے پوچھے ہوئے تھے۔

میں تو خوش ہوں میری جان چھوٹ رہی تجھ سے۔ عالم نے اسکی آنسو صاف
کرتے شرارت سے کہا تو وہ نم آنکھوں سے ہنس دی۔

نورین نے مسکراتے اسے گلے لگایا تھا۔

خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ اسکے کان میں سرگوشی کرتے وہ مسکراتے
پیچھے ہوئی تھی۔

انہو۔ روتے نہیں تم کو نسا دور جا رہی ہو جب دل چاہیے آجانا۔ یا پھر بس
بھائی کو ایک کال کر دینا بھائی پہنچ جائیں گے ہم۔۔

غازی اسے خود سے لگاتے نرمی سے کہا۔ ضبط کے باوجود ایک آنسو ٹوٹ کر
اسکی داڑھی میں جڑ ہوا تھا۔

جبکہ مہرا سکے گلے میں بازو ڈالتے رودی تھی۔

ابھی تو وہ اس سے ملی تھی۔ ابھی تو اسے اس سے باپ کی شفقت کا احساس ہو
ا تھا۔ اتنی جلدی وہ پھر سے اس سے بچھڑ گئی تھی۔

غازی نے بامشکل اسے چپ کروایا تھا۔

زر نور سے ملتے اسنے جھک کر اسکی گود میں سوئی ایزل کے ماتھے پر پیار کیا۔

رومت ورنہ میک آپ خراب ہو جائے گا۔ اسے گاڑی میں بٹھاتے ولی نے

اسے دیکھتے جتنی سنجیدگی سے کہا تھا مہر آتنا ہی کھل کہ ہس پڑی۔

اسنے زندگی میں بہت دکھ دیکھے ہیں مر تسم آمید ہے اب کسی آنکھ میں ایک

انو بھی نہیں آنے دو گے۔

مرستم سے ملتے غازی نے سنجیدگی سے آسے دیکھتے کہا تھا۔

انشاء اللہ۔ مرستم نے پر یقین لہجے میں کہتے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

حسن بابا سے ملتے وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

ایک الوداعی نظر سب پر ڈالتے وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔

جبکہ باقی سب بھی ملتے انکے پیچھے ہی نکلے تھے۔

ارسل لوگ ابھی انکے ساتھ ہی گاؤں گئے تھے۔

ولی، حسن بابا لوگ اور غازی سب صبح جانے والے تھے۔

رخصتی مہر کی ہے تم کیوں رورہی ہو۔

غازی نے روتی ہوئی زرنور کو اپنے حصار میں لیتے کہا تھا۔

مجھے رونا آ رہا ہے اس لیے۔ وہ بھگے لہجے میں بولی تھی۔

چپ ہو جاو زرنور نہ میں یہاں اپنے طریقے سے چپ کرواؤں گا۔

وہ اسے مستقل روتے دیکھ اسکے کان میں سرگوشی کر گیا۔

جبکہ زرنور اسے گھورتے اپنی انکھیں صاف کرتے پیچھے ہوئی تھی۔

ولی نے بھیگی آنکھوں سے اپنے خالی آنکھ کو دیکھا اور آسودگی سے مسکرا
دیا۔

وہ عائشہ ماما کو بمشکل چپ کرواتے اب اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی
جب کسی نے اسکا بازو پکڑتے تیزی سے اسے کھینچا۔
نورین کی دبی دبی چیخ نکل گئی۔
اسنے آنکھیں پھاڑتے سامنے دیکھا جہاں عالم کھڑا تھا۔
عالم اسے دیوار سے پن کرتے اسکے دائیں بائیں ہاتھ رکھتے تقریباً سپر جھکا ہوا
تھا۔

ی۔ یہ کیا بد تمیزی ہے۔۔ وہ اسے دیکھتے دھڑکتے دل سے بولی تھی۔
ابھی کہاں کی ہے بد تمیزی۔ اپ کرنے ہی کہاں دیتی ہیں۔ وہ مدھم گھمبیر
لہجے میں بولا تھا۔

نورین نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

ع۔ عالم۔ پ۔ پیچھے ہٹو۔ وہ سخت لہجے میں بولی تھی۔ لیکن اسکا لہجہ لڑکھڑا گیا۔

میں کچھ دیر آپکو دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ اس کے دائیں رخسار پر ہاتھ رکھتے اپنے انگوٹھے سے سہلاتے گھمبیرتا سے بولا۔

اسے سمجھ نہیں آیا وہ اجازت مانگ رہا تھا یا حکم دے رہا تھا۔ جانے کیوں نورین کو اس سے ڈر لگا تھا۔

اسنے مرد کا صرف وہی روپ دیکھا تھا جو اس کے شوہر نے دکھایا تھا۔

وہ اسکی زرا سی مزاحمت پر اسکی کھال ادھیڑ دیتا تھا۔ اسے لگا تھا کہ شوہر ہوتے ہی حکمرانی کرنے کے لئیے ہیں۔

لیکن جب سے وہ یہاں آئی تھی اسنے مردوں کا ایک الگ روپ دیکھا تھا جس پر وہ بے یقین سی تھی۔

لیکن ابھی عالم کو اپنے نزدیک دیکھتے اسے وحشت سے ہو رہی تھی۔ لیکن ڈر سے وہ سانس روکے خاموشی سے نظریں جھکا گئی۔

جبکہ اسکی نیلی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرے تھے۔

عالم جو اسے دیکھنے میں مگن تھا اپنے ہاتھ پر گرتے گرم سیال پر چونک گیا۔
نور۔ اسنے تیزی سے اسکا چہرہ اوپر اٹھایا تھا۔

نور کیا ہوا کیوں رو رہی ہیں۔ وہ اسکا آنسوؤں سے بھرا چہرہ دیکھتے بے چین ہو گیا تھا۔

نور میری جان ایم سوری میں بس آپکو کچھ دیر دیکھنا چاہتا تھا۔ ایم سوری م۔ میں نہیں دیکھوں گا آپکو لکین پلیز آپ روئیں مت۔ وہ تڑپ کر بولتا

اسکے آنسو صاف کرتا اسے حیرت کی گہرائیوں میں لے گیا۔

نورین رونا بھول کے حیرانگی و بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

اسے لگا وہ اسکے رونے پر اسے جھڑکے گا جبکہ وہ تو اسکے رونے پر تڑپ گیا تھا۔

نور آپ ٹھیک ہیں نا۔ وہ اس کے بے یقین چہرے کو دیکھتے نرمی سے اس کے آنسو صاف کرتا گویا ہوا تھا۔

نورین نے ٹرانس کی کیفیت میں نفی میں سر ہلا دیا۔
کیا ہوا۔۔ عالم نے الجھے تاثرات سے اسے دیکھا تھا۔
نورین چونک کر ہوش میں لوٹی تھی۔۔

ت۔ تم مجھے م۔ مارو گے یا ڈ۔ ڈانٹوں گے نہیں۔۔ وہ سہمی نظروں سے اسے دیکھتے بولی۔

میں آپ کو کیوں ماروں گا یا ڈانٹوں گا نور۔ وہ اس کی بے یقین آنکھوں میں دیکھتے مدھم لہجے میں بولا تھا۔

کچھ کہنا ہے۔ وہ اسے اپنی طرف دیکھتے پا کر نرمی سے بولا۔
آپ مجھ سے کچھ بھی شنیر کر سکتی ہیں شوہر نہیں ایک دوست کی حیثیت سے
سہی۔ وہ اس کے ماتھے پر لب رکھتا نرمی سے بولا۔

جبکہ نورین اس کے لب اپنے ماتھے پر محسوس کرتے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

عالم نے نرمی سے اسے خود میں بھینچا۔۔

عالم م۔ مجھے لگات۔ تم بھی اسکی طرح م۔ مجھے مارو گے۔ م۔ مینے تمہاری
ب۔ بات ماننے سے منع کر دیا تو۔۔

ع۔ عالم۔ ت۔ تمہارے بچ۔ چھونے سے مجھے ا۔ اچھا لگتا ہے ل۔ لیکن تمہارا
چھو نام۔ مجھے ا۔ اسکا لمس ی۔ یاد دلاتا ہے۔ م۔ مجھے وحشت ہونے لگتی
ہے۔۔ وہ اسکی قمیض مٹھیوں میں جکڑتے شدت سے رودی۔۔

اسکی بات سنتے عالم بہت مشکل سے اپنے اندر اٹھتے اشتعال پر قابو پایا تھا۔ اسکا
دل چاہا کاش قسمت اسے ایک موقع دے اور وہ زمان کا وہ حشر کرے کہ ہر
مرد کے لئے مثال بن جائے۔

کتنی معصوم اور پاکیزہ تھی وہ کیسے اس جانور کا دل نہیں پگھلا اس کے
لئے۔ کیسے وہ بے رحمی سے مسل دیتا تھا اسے۔ وہ اسے شدت سے خود میں
بھینچتے سوچ رہا تھا۔

اسکی اتنی شدت پر نورین کو اپنا سانس رکتا محسوس ہوا۔

ع۔ عالم۔ اسنے اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے ڈرتے ڈرتے پکارا تھا۔

اسکی پکار پر اسکا گھٹا گھٹا سانس محسوس کرتے عالم کو اپنی شدت کا احساس ہوا تو وہ اسکے گرد اپنا حصار نرم کر گیا۔

نور۔ میں جانتا ہوں آپ کے لئے یہ سب ایکسیپٹ کرنا مشکل ہے۔

میں سمجھ سکتا ہوں اس لیے آپ کے سیسپس دے رہا ہوں۔ آپ کو وقت دے رہا ہوں۔ آپ جب تک کہیں گی میں انتظار کروں گا لیکن کبھی آپ کی مرضی کے بغیر آپ کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا یہ میرا وعدہ ہے۔

وہ اسکے بالوں میں ہاتھ چلاتے نرمی سے بول رہا تھا۔

جبکہ نورین سانس روکے اسے سنتی گی۔

اور عالم شاہ اپنے وعدہ کا پکا ہے۔ لیکن نور میں چاہتا ہوں آپ مجھے سمجھنے کی کوشش تو کریں ہر مرد ایک سا نہیں ہوتا ہے۔

آپ اپنے ماضی کو بھولنے کی کوشش کریں میں ہریل آپ کے ساتھ کھڑا ہوں
اور کھڑا رہوں گا اپنی آخری سانس تک۔

شوہر نہیں آپ مجھے ایک دوست سمجھ کے مجھ سے اپنی ہر بات سنیں کیا
کریں۔ میں آپ کو کبھی بکھرنے نہیں دوں گا۔

وہ اس کا چہرہ اپنے سامنے کرتا بہت نرمی سے بول رہا تھا۔

نورین ابھی بھی بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ دونوں بہن بھائی شائید سحر تھے جو اپنے لفظوں سے دوسروں کو زیر
کرنے کا فن رکھتے تھے۔

جبکہ عالم اسے دیکھ کر مسکرایا۔

کیا میں آپ کی آنکھوں کو چھو لوں۔ وہ اس سے اجازت مانگ رہا تھا۔

نورین ٹرانس کی سی کیفیت میں اسے دیکھتے ہاں میں سر ہلا گئی۔

عالم نے اس کے ہاں میں سر ہلانے پر بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی وہ جانتا

تھا ابھی وہ اس کے لفظوں میں کھوئی ہوئی ہے۔

وہ اسکی بے یقین آنکھوں کو دیکھتے نرمی سے جھکتے ان پر لب رکھ گیا۔
جبکہ نورین اسکے لب اپنی آنکھوں پر محسوس کرتے چونک کر ہوش میں آئی
تھی۔

ت۔ تم ابھی کہہ رہے تھے کہ تم م۔ میری اجازت کے بغیر مجھے چھو دو گے
نہیں۔

وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے پیچھے کرنے کی ناکام کوشش کرتے خفگی سے
بولی تھی۔

عالم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

آپسے اجازت لے کر ہی آپکی آنکھوں کو چھوا ہے۔ ابھی اپنے خود تو اجازت
دی تھی۔

وہ اسکے قریب جھکتے گہری نظروں سے اسے دیکھتے بولا۔

نورین کا چہرہ یکدم ہی سرخ پڑا تھا۔ وہ گھبرا کر نظریں جھکا گئی۔

عالم نے مبہوت ہوتے اسکے چہرے کے رنگوں کو دیکھا تھا۔

مجھے جانا ہے۔ وہ اسکی نظریں مستقل خود پر محسوس کرتے منمنائی تھی۔

عالم نے بامشکل ہی اس پر سے نظریں ہٹائی تھیں۔

جائیں۔۔ وہ پیچھے ہوا تو وہ سرپٹ وہاں سے بھاگی تھی۔

جبکہ اسکی سپیڈ دیکھتے عالم کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔



مر تسم نے گردن موڑے اپنے ساتھ بیٹھی زندگی کو دیکھا جس کا چہرہ گھونگھٹ

میں چھپا ہوا تھا۔

اسکی نظر مہر کے ہاتھوں پر گی جنہیں وہ بار بار مسل رہی تھی۔

وہ دلکشی سے مسکرایا۔

مر تسم نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے اسے اپنی انگلیوں سے کھیلنے سے روکا تھا۔

م۔ مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے ش۔ شاہ۔ گھونگھٹ سے اسکی منمناتی آواز آئی تھی۔

مر تسم نے ایک نظر سامنے ڈرائیور کو دیکھا جو پورے توجہ ڈرائیونگ پر دیئے ہوا تھا۔

اور پھر اسے۔۔۔ وہ آہستہ سے اسکے قریب ہوا اسے اپنے بازو کے حصار میں لیتے جبکہ دوسرے ہاتھ سے اسکے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی تھی۔ ریلیکس جانم۔۔ نرمی سے اسے اپنے حصار میں لیتے کہا۔ وہ اسے خود سے لگائے نرمی سے اسکے ہاتھ سہلاتا رہا۔

مہر بھی کچھ پر سکون ہوتی اسکے سینے سے اپنی پشت ٹکراتی ریلیکس ہو کر بیٹھ گئی۔

اسے گھبراہٹ گاؤں کے رسموں سے ہو رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ گاؤں کے بہت سارے رسم و رواج ہیں۔

پورا گاؤں آج جمع ہو گا اسے اتنے سارے لوگوں کا سوچتے ہی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے میں وہ لوگ شاہ حویلی پہنچے تھے۔

حویلی کے سامنے انکی گاڑی روکی مرتسم اسے ریلیکس رہنے کا کہتے خود نیچے اتر گیا۔

اسکی سائیڈ جاتے اسنے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اسکی طرف ہاتھ بڑھایا۔

مہر نے اسکے پھیلے ہاتھ کو دیکھتے اپنا ہنای بھرا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھ دیا۔

جسے مرتسم نے مضبوطی سے تھامتے اسے باہر نکلنے میں مدد دی۔

جیسے ہی مہر گاڑی سے نکلی اسکے ساتھ ہی ہر طرف پٹاخوں اور ڈھول کی تیز

آواز گونج اٹھی۔

ہر طرف شہنائیوں کی آواز نے ماحول کو خوشگوار بنادیا تھا۔

پورا آسمان رنگ برنگی برقی قمقموں سے چمک اٹھا۔

مہر سر اٹھائے اوپر دیکھ رہی تھی۔

مر تسم نے اسکا ہاتھ ہلاتے اسے سامنے کی طرف اشارہ کیا۔

اسنے سرخ آنچل کی اوٹ سے دیکھا جہاں گاؤں کی ساری عورتیں کھڑی
اشتیاق سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

اسنے ماہم اپیا اور وشہ کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو اسے کچھ تسلی ہوئی۔

مر تسم بھائی اب کیا یہیں کھڑا رکھنے کا ارادہ ہے اپنی دلہن کو۔ سب بے
صبری سے انتظار کر رہے ہیں فی دلہن کا اب جلدی سے چلیے اندر۔

وشہ اسکے پاس آتی شریر لہجے میں بولی تو وہ مسکرا دیا۔

مر تسم کے ہمراہ سہج سہج کر قدم اٹھاتی وہ گھر کی دہلیز پر آکر رکی جہاں پر روحا
ماما نے سب سے پہلے دونوں کی نظر اتارتے انکا صدقہ دیا۔

اور پھر ان پر سے پانی وارنے کی رسم کرتے انہیں اندر آنے دیا تھا۔

ریلیکس ہو کر بیٹھ جاوے۔ ماہم اپیا نے اسے صوفے پر بٹھاتے اسکا لہنگا ٹھیک
کرتے کہا۔

مر تسم وہاں سے جا چکا تھا۔

گاؤں کی سبھی عورتیں اسکے آس پاس جمع ہو چکی تھیں۔ بہت کم عورتوں نے پہلے اسے دیکھا ہوا تھا۔

وہ گہری سانس بھرتے خود کو ریلیکس کر رہی تھی جب کسی نے اسکا گھونگھٹ اٹھایا۔

ماہم اپیانے اسکا گھونگھٹ الٹ دیا۔ جو بھاری نگینوں والے ڈوپٹے کے اوپر رخصتی کے وقت اسپر دیا گیا تھا۔

جس پر بڑا سامر تسم کی دلہن لکھا تھا۔

سب اس بھوری آنکھوں والوں شہزادی کو مبہوت سے دیکھ رہے تھے۔

وہ لگ ہی اتنی پیاری رہی تھی۔ وہ پہلے کبھی اتنا زیادہ تیار نہیں ہوئی تھی۔

اس لیے ہر کوئی اسے دیکھ کر مبہوت ہو رہا تھا۔

مر تسم کے نام کا روپ ٹوٹ کر اس پر چڑھا تھا۔

اب عورتیں اسے دعائیں دیتی اسکے سر پر ہاتھ رکھتی جا رہی تھیں۔

مر تسم سائیں کی سردارنی بلکل انکے جوڑ کی لائیں ہیں آپ بڑی بی بی۔

گاؤں کی کوئی عورت مہر کے ہاتھ پر ننگ رکھتے اسے چہرہ دیکھتے اشتیاق سے بولی۔

بے شک۔۔ بی جان زیر لب مسکراتے بولیں۔

ماشاء اللہ۔۔ جہاں سے لائیں ہیں یہ چاند کا ٹکڑا۔

ماہم بی بی یہ تو بہت معصوم ہے بلکل گڑیا جیسی۔۔ ہاں اور شاہ سائیں کے ساتھ جج رہی تھی۔

دونوں کی جوڑی واقعی بہت خوبصورت ہے۔

ایسے کی جملے اسکے اس پاس گونج رہے تھے۔

جبکہ وہ بامشکل بیٹھی اس بھاری جوڑے میں بیٹھ بیٹھ کرا سکی کراکڑی تھی اوپر سے اتنے زیادہ لوگ۔

واقعی دلہن بننا آسان تھوڑی ہوتا ہے۔ وہ سوچ کر رہ گئی۔

آدھے گھنٹے بعد جب آیت اسکے پاس آکر بیٹھی تو اسنے اسے گھورا۔

فرصت مل گی تم دونوں کو۔ وہ اس کے پیچھے آتے ارسل کو دیکھ دھیمے لہجے میں بولی۔

ارسل نے اس کی بات سنتے مسکراہٹ دہائی۔۔
جبکہ آیت اسے گھور کر رہ گئی۔۔

یہ ابھی تک سویا نہیں۔ اس کے ہاتھ سے آبان کو لیتے کہا۔
وہ بہت آہستہ لہجے میں بول رہی تھی۔

باقی سارے بچے تو اس کے آنے سے پہلے ہی سو چکے تھے۔
سو ہی نا جائے یہ جن۔ آیت آبان کو گھورتے بولی۔

مہر نے حیرانگی سے اسے دیکھا اور پھر ارسل کی پشت کو جو باہر کی طرف جارہا تھا۔

تنگ کرتا ہے یہ۔ وہ آبان کے نقوش کرا نگلی چھوتے مسکراتے لہجے میں بولی۔
تھوڑا بہت کیا پتہ نہیں کونسی سزا کے بدلے میں مجھے یہ پھٹا سپیکر ملا ہے۔

جو نا تو ساری رات خود سوتا ہے نا مجھے سونے دیتا ہے۔

آیت صوفے سے ٹیک لگاتے آبان کو دیکھتے بولی۔

مہر کو اپنا قہر روکنا مشکل لگا۔

وہ جانتی تھی کہ آیت کو بچے زرا نہیں پسند اور روتے ہوئے تو بالکل نہیں۔

اوپر سے اکیلی ہونے کی وجہ سے وہ زیادہ تنگ ہوتی ہوگی۔

تقریباً ایک گھنٹے تک عورتوں کا رش چھٹا تھا۔

جب سب مرد اندر آئے۔

جلدی آئیں مرتسم بھائی کب سے آپکا انتظار کر رہے ہیں ہم۔ آیت نے مہر کا

ڈوپٹہ واپس اسکے چہرے پر الٹتے کہا۔

جس سے اسکا چہرہ گھونگھٹ کی اوٹ میں ہو گیا۔

مرتسم نے اسے گھونگھٹ میں دیکھتے برا سامنہ بنایا۔

کیوں مرتسم کا انتظار کیوں ہو رہا تھا۔ ارسل نے صوفے پر گرتے اچھنبے سے

پوچھا۔

رسم کرنی ہے نارسل بھائی۔ وشہ سر پر ہاتھ مارتے بولی۔

اب کو نسی رسم رہتی ہے۔۔ مہرنے روہانے ہوتے آیت کے کان میں
سرگوشی کی۔

جسنے بامشکل اپنی ہسی دبائی۔

ڈونٹ وری اس میں تجھے بہت مزہ آئے گا۔ ایت اسکا ہاتھ تھپکتے بولی۔
مر تسم بھائی، بھا بھی یہ آپ دونوں کے لئے ایک چیلینج ہے۔ وشہ انکے
سامنے ٹیبل پر ایک دودھ کا تال رکھتے بولی۔

مہراب او فیشلی اسکی بھا بھی بن چکی تھی اسلیے ماما نے اسے اور عادی کو سختی سے
کہا تھا کہ وہ دونوں اسے بھا بھی کہیں گے۔

کیسے۔ مر تسم نے دلچسپی سے پوچھا۔

وہ ایسے کہ یہ انگھوٹی میں اس دودھ میں ڈالوں گی اور آپ دونوں اپنا ایک
ایک ہاتھ اس میں ڈالیں گے اور انگھوٹی ڈھونڈیں گے۔

اگر انگوٹھی آپکو ملی بھائی تو مطلب ساری زندگی مہر پر آپکی حکومت چلے گی۔
اور اگر مہر کو ملی تو مہر کا حکم آپ پر چلے گا۔

آیت ایک انگوٹھی دودھ میں ڈالتے بولی۔

مہر کو بھی یہ رسم دلچسپ لگی۔

آیت کے کہنے مطابق دونوں اپنا ایک ایک ہاتھ ڈالا۔

مہر پورے وثوق سے انگوٹھی ڈھونڈ رہی تھی۔ جب مرتسم کے ہاتھ سے اسکا ہاتھ ٹکرایا اسنے سرخ آنچل کی اوٹ سے اسے دیکھا جو شرارت سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

مرتسم نے اسکے ہاتھ کو چھوتے چھوڑ دیا۔

مہر کی آنکھیں پھیل گئیں۔ سبکے سامنے اسکی بے شرمی پر۔

لڑکیاں مہر کا نام لیتی اسے جیتنے کا کہہ رہی تھیں۔

جبکہ لڑکے مرتسم کو گھور رہے تھے۔ مرتسم ہار کے لڑکوں کی عزت نا گنوائی۔

ارسل اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا۔

انگوٹھی مر تسم کے ہاتھ میں آئی تھی۔ لیکن اسے نامحسوس انداز میں وہ مہر کی انگلی میں پھسادی۔

مہر کو خود بھی پتا نہیں چلا کہ مر تسم نے خود انگوٹھی اسکی انگلی میں ڈالی ہے۔ مل گئی۔ وہ ہاتھ نکالتے خوشی سے بولی۔

یاہو۔۔ پھر سے لڑکیاں جیت گئیں۔ وشہ اور آیت خوشی سے چیخیں۔

اسکا مطلب ہے کہ اب مر تسم پر مہر کا سکھ چلے گا۔

ماہم اپیانے کہا تو ارسل انکی بات کاٹ گیا۔

نہیں اپیا مر تسم پر نہیں۔

پیراپور کے سردار پر اسکی سرادرنی کا حکم چلے گا۔ جسے وہ سر جھکا کر مانے گا۔

ارسل اسکے گلے میں بازو ڈالتے بولا تو مر تسم مسکرا دیا۔

بلکل۔ مہر کو دیکھتے اسکے لب ہلے تھے۔

مہر نے اسکے لبوں کی حرکت کو دیکھتے حیرانگی سے اسے دیکھا تھا۔

وہ کتنے آرام سے مان رہا تھا کہ ہاں اس وہ مہر کا ہر حکم مانے گا۔

چلو بچو اٹھو اب بہت ہو گی ر سمیں۔

بچی بیچارہ تھک گی ہے۔ روحا ماما مہر کا خیال کرتے بولیں۔

آیت، وشہ جاؤ مہر کو کمرے میں چھوڑ کر آؤ۔ بی جان نے انہیں کہا تو وہ جی کہتی اٹھ گئیں۔

مہر کو لیئے وہ لوگ مر تسم کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

باقی ساری لڑکیاں اور ماما لوگ بھی اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئیں۔

اب وہاں صرف لڑکے ہی بچے تھے۔

چل آجا مر تسم آج ہم دوست مل کے بچپن کی یادیں تازہ کرتے ہیں۔

ارسل مر تسم کو اٹھاتے بولا۔

ہاں مر تسم میں بھی سوچ رہا تھا آج ساری رات ہم مل کے سب باتیں کریں گے۔

وجدان بھائی دوسری طرف سے اسے اٹھاتے بولے۔

جبکہ مر تسم نے دونوں کو گھورا۔

آپ لوگ جائیں اپنی بیوی اور بچے کو سنبھالیں۔ مجھے میرے فیوچر بچوں کی فکر کرنے دیں۔

وہ ان دونوں کے بازو اپنے بازوؤں سے نکالتا بولا۔

اسکی بے باکی پر عالم بابا اور قاسم بابا نے سرخ ہوتے چہرے سے اسے گھورا۔
وہ لب دبا تارخ موڑ گیا۔

جسکے لڑکوں کا چھت پھاڑ قمقہ گونجاتھا۔



اسنے کمرے میں قدم رکھا تو پھولوں کی مہک اسکی نتھوں سے ٹکرائی۔
گھنی پلکیں اٹھاتے اسنے سامنے دیکھا تو سانس سینے میں اٹک کر رہ گیا۔

کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ پورے کمرے کو سرخ گلابوں سے سجایا گیا تھا۔

یہاں تک کہ فرش بھی سرخ گلابوں سے ڈھکا ہوا تھا۔
سب کو پتہ تھا وہ گلاب کے پھولوں کی کتنی دیوانی ہے۔
اس لیے ساری ڈیکوریشن صرف گلاب کی تھی۔

آیت اور وشہ نے اسے احتیاط سے پھولوں سے سچے بیڈ پر بٹھاتے اسکا لہنگا بیڈ
پر پھیلا دیا۔

ک۔ کہاں جا رہی ہے۔ وہ جانے لگی تو مہر نے روہان سے ہوتے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔
مر تسم کے ساتھ رہنا اسکے لئے نیا نہیں تھا۔ لیکن یہ سب اسکے لئے بہت الگ
تھا جو اسے بار بار گھبرانے پر مجبور کر دیتا۔

وشہ کینڈیلز جلا رہی تھی اسلیے وہ انکی باتیں نہیں سن پائی۔
آیت کا قہقہہ گونجا۔

ڈر تو ایسے رہی ہے جیسے مر تسم بھائی تجھے کھا جائیں گے۔۔ اب میرا نہیں
مر تسم بھائی کا ہاتھ پکڑیں اور انہیں ہی سنائی اپنے دل کا حال ہم تو چلے۔

آیت اسے معنی خیز نظروں سے دیکھتے آنکھیں پٹپٹاتے بولی تو مہرنے اسکے
بازو پر ہاتھ مارا۔

دفع ہو۔۔ وہ اسے گھورتے بولی۔۔

چل وش اب تو دلہن میڈم نے خود ہمیں کمرے سے نکال دیا۔

آیت قہقہہ لگاتے بولی تو وشہ نانا سمجھی سے اسے دیکھتے کندھے اچکاتے اسکے
ساتھ باہر کی طرف بڑھ گئی۔۔

مہرنے لب کاٹتے کمرے میں نظر دوڑائی۔ وہ پہلے بھی کتنی ہی بار اس کمرے
میں اچکی تھی۔

لیکن آج کچھ الگ تھا جو اسے جھنپ جانے پر مجبور کر رہا تھا۔

گہری سانس چھوڑتے اسنے اپنی ڈھول کی طرح بجتی ڈھڑکن کو معمول پہ
لانے کی کوشش کی۔



غازی نے بے بسی سے اسے دیکھا

رخصتی مہر کی ہوئی تھی جبکہ رورو کر برا حال اسکی بیوی نے کر لیا تھا۔

زر جان بس بھی کرو اب۔ مہر تھوڑی نادور جا رہی ہے۔ ہم بھی تو اس کے آس

پاس ہی شفٹ ہو رہے ہیں۔ وہ اس کے آنسو صاف کرتا پیار سے بولا۔

لیکن غازی میری ایک ہی دوست بنی تھی وہ بھی چلی گئی۔ اب میں کس سے

باتیں کیا کروں گی۔ اپ تو سارا دن باہر مصروف رہتے ہیں۔ سوں سوں

کرتے کہا تھا۔

غازی نے اس کے سوں سوں کرنے پر بمشکل مسکراہٹ دبائی تھی۔

تو میری جان میں ہونا۔ میں اپنی مصروفیات کم کر کے تمہارے لیے ایکسٹرا

ٹائم نکال لوں گا پکا۔ وہ نرمی سے اسکی آنکھوں پر بوسہ دیتا بولا۔

اور مہر۔ اسکی سوئی وہیں اٹکی تھی۔ غازی نے گہری سانس چھوڑی۔

جب تم کہو گی اس سے ملنے چلیں گے اور پھر فون بھی تو ہے۔۔ وہ ہنوز نرمی سے بول رہا تھا۔

پکانا۔ وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے بولا۔

ہاں میری جان پکا۔ غازی اس کے انداز سے محظوظ ہوا تھا۔

او کے تو پھر لائیں اب یہ دیں مجھے بھوک لگی ہے۔ وہ اس کے ہاتھ میں تھامی چاکلیٹس دیکھتی بولی جسے وہ کب سے اسے دیتے منانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسے لینے سے منع کر دیا تھا۔

غازی نے اسے گھورا لیکن کہا کچھ نہیں۔

شرافت سے چاکلیٹس اس کے حوالے کر دیں۔ وہ ساری رات اسے روتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ پہلے ہی وہ مشکل سے چپ ہوئی تھی۔

شیر کر کے کھاتے ہیں۔ اسے بھوکوں کی طرح چاکلیٹ کھاتے دیکھ وہ اسے گھورتے بولا۔

زر نور نے خفت سے اسے دیکھا اور آدھی چاکلیٹ اس کی طرف بڑھادی۔

ایسے نہیں۔ وہ چاکلیٹ پیچھے کرتا بولا۔

پھر کیسے۔ زر نور نے حیرت سے اسے دیکھا۔

میرے طریقے سے کھاتے ہیں وہ اسے آنکھ و نک کرتے بولا۔

زر نور کا منہ کھل گیا۔

جبکہ غازی چاکلیٹ کی بائٹ لیتا اپنے ہونٹوں میں دباتا اسکی طرف جھکا اسکے

سمجھنے سے پہلے ہی اسکے لبوں کو اپنی گرفت میں لے گیا۔ چاکلیٹ کھانے کے

اس انوکھے طریقے پر زر نور کی آنکھیں پھیل گئی۔

جبکہ غازی شدت سے اسکے ہونٹوں کا جام پی رہا تھا۔

اسے اپنے منہ میں چاکلیٹ کا ذائقہ گھلتا محسوس ہوا۔ وہ مچل کر رہ گئی۔

جب تک پوری طرح چاکلیٹ دونوں کے منہ میں گھل نہیں گئی وہ پیچھے نہیں

ہوا۔

زر نور کی سانسیں لمحہ بالمحہ تھم رہی تھی۔ اسنے سختی سے غازی کی شرٹ کو
مٹھیوں میں بھرتے اسے جھنجھوڑا اسکی ہیزل آنکھیں لمحے میں نم ہوئی تھی
اسکی شدت پر۔

غازی اپنی طلب مٹاتے نرمی سے پیچھے ہوا۔

زر نور نڈھال سی اسکے سینے پر سر رکھے اپنی سانسیں بحال کرنے لگی۔
کیسی لگی چاکلیٹ۔ کچھ دیر وہ غازی کی گھمبیر آواز گونجی تھی۔

زر نور نے شرم سے سرخ پڑتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا تھا۔
بہت بری۔ اسکی جھنجھلائی سی آواز پر غازی کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

اب یوں اس طرح سے مجھ سے لپٹو گی تو تمہارے لیے ہی مشکل ہو گی میری
جان۔۔ وہ اسے اپنے سینے چہرہ چھپاتے دیکھ اسکی کان میں سرگوشی کر گیا۔
جبکہ زر نور اسکی سرگوشی پر تیزی سے پیچھے ہوئی تھی۔

اب بہت دیر ہو گئی ہے زر جان۔ وہ اسکے پیچھے ہونے سے پہلے ہی اسکی کمر پر
میں بازو ڈالتے اسے خود میں بھینچ گیا۔

غ۔ غاز نہیں۔۔ وہ روہانسے لہجے میں بولی۔

یہ جب مجھ سے دور جانے کے لئے منمناتی ہونا دل کرتا ہے تمہارے ان
پھڑ پھڑانے لبوں کو ہمیشہ کے لئے قید کر لوں۔ وہ اسکے مزاحمت کرنے پر
اسے گھورتے بولا۔

آپکو بھی تو بس ہر وقت رو مینس سو جھتا رہتا ہے۔ وہ روہانسے بولی۔
ہاں تو اپنی بیوی سے رو مینس کرتا ہوں۔ کسی کی ہمت ہے کوئی مجھے روک کر
دکھائے۔ وہ اسے خود میں بھینچے ایسے انداز میں بولا کہ زر نور کھلکھلا کر ہس
پڑی۔

تبھی کاٹ میں سوئی زر نم کی رونے کی آواز گونجی تھی۔

اسکے آواز سنتے دونوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

غازی نے تیزی سے زر نور کو اپنے حصار سے آزاد کیا اور زر نم کی طرف
بڑھا۔

بابا کی جان۔ وہ اسے کاٹ سے اٹھاتا نرمی سے اپنے سینے سے لگا گیا۔

جبکہ زر نور ہتھاقاسی اسے دیکھ کر رہ گئی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے تو وہ اسکے مزاحمت کرنے پر بھی اسے خود سے دور نہیں کر رہا تھا اور اب کیسے اسے بھولے اپنی بیٹی کو سینے سے لگائے کھڑا تھا۔
اسکی آنکھوں میں تیزی سے نمی ابھری تھی۔

ایسا نہیں تھا کہ زر نم کی پرواہ نہیں تھی لیکن غازی کا یوں خود کو اگنور کرنا اسے
زرا برابر انہیں بھایا تھا۔

اور ایسا کونسا پہلی بار ہوا تھا۔ کی بار وہ انجانے میں زر نم کے آگے اسے اگنور کر
دیتا تھا۔

وہ عجیب لڑکی تھی جسے اپنی بیٹی سے ہی جیسی ہو رہی تھی۔ اسکی آنکھوں میں
آنسو تیر گئے۔

زر نم شاید نیند میں ڈر گئی تھی لیکن اب کسمسا کر دوبارہ سو گئی تھی۔
غازی کو زر نور کا خیال آیا۔

زر نم کو تھپکتے اسنے سراٹھاتے اسے دیکھا۔

اسکی ہیزل آنکھوں میں ٹھہرے پانی کو دیکھتے وہ بے چین ہو گیا۔
سوئی ہوئی زرنم کو نرمی سے کاٹ میں ڈالتے اسکے جھک کر اسکے سر پہ بوسہ دیا
اور زرنور کی طرف بڑھا۔

زر جان کیا ہوا۔ وہ اسکے طرف بڑھتے بول رہا تھا۔
جبکہ زرنور اسے اپنی طرف آتے دیکھ تیزی سے ڈریسنگ روم میں بند ہوئی
تھی۔

غازی نے حیرت و بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔
ابھی تک تو ٹھیک تھی اب اچانک اسے کیا ہو گیا۔ وہ اسکے رونے اور اسکے
رنیکشن پر حیران در حیران ہوا تھا۔

زر۔۔ اسکے ڈریسنگ روم کے قریب جاتے اسے پکارا تھا۔
زر جان۔ دروازہ کھولو کیا ہوا ہے۔۔ اسکی پریشان آواز گونجی تھی۔
جبکہ زرنور نے اسکی آواز سن کے بھی اگنور کی تھی۔

وہ فرش پر آلتی پالتی مار کے بیٹھی اپنے ہاتھ میں تھامی چاکلیٹس کھانے لگی۔ جبکہ آنکھیں ہنوز بھیگی ہوئی تھیں۔

زر میں کہہ رہا ہوں دروازہ کھولو۔ غازی نے سنجیدگی سے دروازے کو دیکھتے کہا تھا۔

زر نور پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

غازی نے سرد سانس چھوڑتے اس دروازے کو ایسے گھورا جیسے ساری اسی کی غلطی ہو۔

وہ پانچ کی پانچ چاکلیٹس کھا چکی تھی۔ اب ایک آخری بچی تھی جسے بھی وہ سوں سوں کے ساتھ کھاتی جا رہی تھی جب کلک کی آواز سے دروازہ کھولا۔ اپنے رونے میں مگن زر نور نے غور ہی نہیں کیا۔

غازی دوسری کیز سے دروازہ کھولتے تیزی سے اندر آیا تو وہ اسے نیچے فرش پر بیٹھی دکھائی تھی۔

ایک ہاتھ میں چاکلیٹ پکڑی ہوئی تھی جبکہ دوسرے ہاتھ سے اپنی بھیگی آنکھیں بار بار رگڑتی جا رہی تھی۔

اسکی ہیزل گرین آنکھیں پہلے ہی رونے کی وجہ سے سو جھگی تھیں اور اب اسکے یوں بے رحمی سے رگڑنے پر وہ بری طرح سے سرخ ہوتے غازی کو غصہ دلا گئیں۔

زریہ کیا طریقہ ہے۔ وہ اسکے بے رحمی سے اپنے رخسار رگڑنے پر اسکے سامنے بیٹھتا اسکے ہاتھ تھامتا سنجیدگی سے بولا تھا۔

اسکی اتنی سنجیدگی پر زرنور کی آنکھیں پھر سے نم ہوئی تھی۔

اف۔۔ غازی نے لب بھینچے اسے سمجھ نہیں آتی تھی کہ آخر وہ اتنا رونا کہاں سے لاتی ہے۔

وہ اس سے منہ پھیر گئی۔

ادھر دیکھو میری طرف۔ اسکے منہ پھرنے پر غازی نے غصے سے اسے دیکھا تھا۔

اسکے غصے کو دیکھتے زر نور نے تھوک نگلاتھا۔

وہ جانتی تھی کہ وہ اسکاہر نخرہ نازاٹھاتا تھا لیکن ناراضگی میں بھی وہ اسکا منہ پھیرنا یادورجانا برداشت نہیں کرتا تھا۔

زر میری جان مجھے بتاؤ تو سہی کیا ہوا ہے۔۔ وہ اسکی سہمی آنکھوں کو دیکھتے اپنا لہجہ نرم کر گیا۔

زر نور اسکا نرم لہجہ پاتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

آپ مجھ سے اب بالکل پیار نہیں کرتے غاز۔ آپکو صرف اپنی بیٹی سے پیار ہے۔ آپ بدل گئے اب آپکو میری بالکل بھی ضرورت نہیں ہے۔

وہ اسکی شرٹ مٹھیوں میں جکڑتے روتے ہوئے بولی تھی۔

جبکہ اسکی بات سنتے غازی کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی ہی بیٹی سے جیلس ہو رہی تھی۔

غازی کو سمجھ نا آیا وہ اسکی جیلسی پر ہاتھ یا اسکی بیوقوفی پر غصہ کرے۔

اور تم سے کس نے کہہ دیا اب مجھے تم سے پیار نہیں۔ وہ اسکا چہرہ سامنے کرتا
بمشکل اپنی قمقمے کو روکتے بولا تھا۔

آپنے خود۔ آپ مجھے اگنور کرتے ہیں۔ اپکو میری ذرا بھی فکر نہیں۔ وہ خفگی
سے اسے دیکھتے بولی تھی۔

روز میری جان تمہیں ایسا کیوں لگا۔ میں تمہیں بھلا اگنور کر سکتا ہوں کیا۔ وہ
بے بسی سے بولا تھا۔

ہاں کرتے نا اپنی بیٹی کے سامنے مجھے اگنور کرتے ہیں۔۔ وہ نروٹھے پن سے
بولی تھی۔

کب کیا ہے یار۔ وہ جھنجھلاہٹ سے بولا۔

ابھی کیا ہے اپنے۔ پہلے تو میرے کہنے پر بھی مجھے نہیں چھوڑ رہے تھے ایزل
کے رونے پر کیسے تیزی سے مجھے چھوڑا تھا۔ وہ بھگے لہجے میں بولی۔

غازی کا دماغ سنسنا اٹھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اپنی بیوی کے نادانی پر ہسے یا
روئے۔

اچھا تو تمہیں اس بات کا برا لگا کہ میں نے تمہیں اپنے حصار سے آزاد کیوں
کیا۔ وہ اسے کھینچ کر اپنی گود میں بٹھاتا گھمبیر لہجے میں بولا۔
زر نور اسکے لہجے پر غور کیے بنا تیزی سے ہاں میں سر ہلا گئی۔
غازی کے لب مسکراہٹ کے لئے مچل گئے۔

وہ تو بس اس لیے کیا تھا جان کہ زر نم بعد میں ہمیں ڈسٹرب نہ کرے۔ ایک
بار اسے سلا کر پھر اچھے سے تمہیں بانہوں میں بھر کے دیکھتا۔ وہ اسکے گال
سہلاتا معنی خیز لہجے میں بولا۔

زر نور کے گال تپ گئے۔ وہ شرم سے نظریں چرا گئی۔

م۔ میں نے یہ تو نہ نہیں کہا۔ گھبراہٹ کے مارے اسکا لہجہ لڑکھڑا گیا۔
لیکن مجھے تو یہی سنا ہے۔۔ وہ گھمبیر تا سے بولتے اسے بانہوں میں بھرتے اٹھا
تھا۔

غ۔ غاز۔ وہ اسکے سینے میں منہ دیئے منمنائی۔

حکم غازی کی جان۔ وہ اسے بیڈ پہ اتارتا نرمی سے بولتا اس پر گھٹا کی طرح چھایا تھا۔

آپ بہت برے ہیں غازی۔ وہ اس کے اپنے مطلب کی بات نکالنے پر خفگی سے اسے دیکھتے بولی تھی۔

غازی کا مدھم قہقہہ گونجا تھا۔

ابھی نہیں جان کچھ دیر بعد یہ جملہ کہنا اس کی ضرورت پڑے گی تمہیں وہ گہری آنچ دیتی نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔

زر نور اس کی بات کا مطلب سمجھتے سرخ پڑ گئی۔

اپ۔ وہ ابھی کچھ بولتی کہ غازی اس کے لبوں پر جھکتا اس کے الفاظ چن گیا۔

وہ مچل کر رہ گئی لیکن غازی کی گرفت مضبوط تھی۔

ہاتھ مار کر لائٹ آف کرتے وہ اس پر کسی گہری گھٹا کی طرح چھا گیا۔



وہ بامشکل دوستوں سے جان چھڑواتا بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ لڑکیاں چڑیلوں کی طرح پھر سے ان دھمکیں۔

ارے ارے ایسے کیسے اور کہاں۔۔۔ دانیل مرتسم کے سامنے آتے تیزی سے اسکا راستہ روکتے بولی۔

دانیل اور زین جنہیں اچانک کیس کے سلسلے میں کہیں جانا پڑا تھا وہ ابھی حویلی پہنچے تھے۔ وہ پولیس یونیفارم میں ہی تھی ابھی۔

مرتسم نے ائیر واچکاتے اسے دیکھا۔

مرتسم بھائی ایسے مت دیکھیں لائیں ہمارا نیگ۔ نیگ ملے گا تو ہم اپکو اندر جانے دیں گے۔ آیت اسے دیکھتے بولی

مرتسم نے بے چارگی سے دور بیٹھے ارسل کو دیکھا۔

جو کندھے اچکا گیا۔

صبح اتنا تو لوٹ چکے ہو مجھے اب تو جانے دو۔ وہ انہیں دیکھتا بولا۔

مر تسم بھائی ایسے مت کریں یہ ہمارا حق ہے۔ وشہ روہان سے ہوتے بولی۔
کتنا نیک چاہئے۔۔ پیچھے سے اتار سل بولا۔

زیادہ بلکل نہیں بس ایک لاکھ۔ وہ آنکھیں پٹیٹا کر بولی۔

ایک لاکھ والی شکل ہے تمہاری۔ عادی اسے دیکھتا ہستے بولا۔

شکل تو اس سے بھی زیادہ کی ہے۔ لیکن اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہاری شکل نا
بگاڑ دوں اس لیے نیوے نیوے ہو کے نکلو۔ دانیل اسے گھورتے بولی۔

نکالو ہمارا نیک کیا ویڈیو نائٹ برباد کرنے کا ارادہ ہے۔۔

دانیل ائیر و آچکا کر بولی تو مر تسم نے اسے گھورا۔

فلحال میرے پاس پچاس ہزار کیش ہیں لینے ہیں تو بتاؤ نہیں تو صبح لے لینا۔
وہ پیسے اسکے ہاتھ پر رکھتا بولا۔

اسکے پاس اس وقت واقعی صرف پچاس ہزار کیش تھا باقی کارڈز تھے۔۔

یہ نہیں چلے گا مر تسم بھائی ہمیں پورے پیسے دیں۔ ایت جلدی سے بولی۔

مرتسم نے ارسل کو دیکھا جس نے اسے کوئی اشارہ کیا۔

ارے مہرتم وہاں کیا کر رہی ہو۔ ارسل لڑکیوں کے پیچھے دیکھتا حیران ہونے کی ایکٹینگ کرتا بولا۔

لڑکیوں نے تیزی سے پیچھے مڑتے دیکھا اور اسی کا فائدہ اٹھاتے مرتسم اس سے زیادہ تیزی سے اندر داخل ہوا تھا۔

ہیں یہ کیا تھا۔ وہ ہونق بنی ایک دوسرے کو دیکھنے لگی۔

ارسل ورعادی کا قہقہہ گونجا۔

اسے کہتے ہیں سمارٹنس۔ وہ کالر جھاڑتا بول تھا۔

ارسل کے بچے تم بچو اب مجھ سے۔

دائیں اس کے پیچھے لپکی لیکن وہ اور عادی تیزی سے وہاں سے بھاگے تھے۔

ان تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

مر تسم نے اندر داخل ہوتے دروازہ لوک کیا اور گہری سانس بھرتے مڑا۔
جب اسکی نظر سامنے بیٹی دشمن جاں پر پڑی۔

اسکے ہونٹوں کو دل فریب مسکراہٹ نے چھو یا۔

پھولوں سے سجے اس کمرے کے بیچ و بیچ وہ بیڈ پر بیٹھی خود بھی ایک کھلا ہوا
گلاب لگ رہی تھی۔

کمرے میں بالکل مدھم روشنی تھی وہ بھی کینڈیلز کی بدولت تھی باقی لائٹس
اوف تھیں۔

مہر جسکی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

وہ روایتی دلہنوں کی طرح سجے ہوئے بیڈ پر گھونگھٹ اوڑھے اسکے انتظار
میں بیٹھی تھی۔

گہری مسکراہٹ سے اسنے قدم اس گڑیا کی طرف بڑھائے۔

اسکے بڑھتے قدموں کے ساتھ ہی مہر کی دھڑکنیں حد سے زیادہ تیز ہوئی
تھیں۔

وہ آہستہ سے آکر اسکے قریب بیٹھا تو مہر خود میں سمٹ گئی۔
اسکے یوں سمٹنے پر مرتسم کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔
وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔

مہر نے پلکوں کی جھالراٹھاتے گھونگھٹ کی اوٹ سے اسے دیکھا جو اسے ہی
دیکھ رہا تھا۔

وہ شیروانی اتار چکا تھا۔ اب وائٹ شرٹ میں تھا۔
وہ گھبرا کر نظریں جھکا گئی۔

اسکے دیکھنے پر مرتسم نے آہستہ سے اسکا گھونگھٹ الٹ دیا۔
وہ جالی دار ڈوپٹہ سائیڈ پر رکھتے اسے مہر کو دیکھا۔
وہ ایک بار پھر سے مبہوت رہ گیا تھا۔

بہت قریب سے اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا اور اسکا دل چاہ رہا تھا کہ وہ بس اسے دیکھتا
ہی جائے۔

مہرنے پلکوں کی اوٹ سے اسے دیکھا وہ آنکھوں میں محبت کے ہزاروں دیپ
جلائے مبہوت سا اسے دیکھ رہا تھا۔

کتنی ہی دیر گزر گئی کمرے میں معنی خیز خاموشی چھائی تھی۔
پھولوں کی خوشبوؤں سانسوں میں گھلتی اسے ہلکان کر رہی تھی۔

ش۔ شاہ۔ جب اسے اس پر سے نظریں نہیں ہٹائیں تو اسے روہانے ہوتے
اسے پکارا۔۔ چہرے پر گلابیاں بکھری تھیں۔

مر تسم کے انداز میں کوئی فرق نہیں آیا وہ ہنوز بنا پلک جھپکے اسے ہی دیکھے جا
رہا تھا۔

مہرنے انگلیاں چٹخائیں جس سے اسکے بازوؤں میں پہنیں چوڑیاں چھنک
اٹھیں۔

مر تسم کی پلکوں میں زرا سی جنبش ہوئی اسے نظریں اسکے چہرے سے ہٹاتے
اسکے ہاتھوں پر گاڑیں۔

مہندی سے سجے وہ مومی ہاتھ اسے مسکرانے پر مجبور کر گئے۔

اسنے ہاتھ بڑھاتے نرمی سے مہر کے ہاتھ تھام لیے۔

اتنا کیوں گھبرا رہی ہیں۔ وہ نرمی سے بولا۔

ا۔ اپ ایسے د۔ دیکھیں گے تو گھبراہٹ ہوگی نا۔ وہ روہان سے لہجے میں بولی۔

مر تسم کے ہونٹوں پر مدھم مسکراہٹ مچل گئی۔

اچھا تو آپکو نادیکھو۔ وہ اس کے ہاتھوں پر نظریں ٹکائے بولا۔

مہر خاموش رہی۔

آپ کے ہاتھوں پر مہندی بہت خوبصورت لگتی ہے۔ وہ اس کے مہندی کے ڈیزائن

پر انگلی چلاتا مدھم لہجے میں بولا۔

مہر کی گھبراہٹ تھوڑی زائل ہوئی تھی۔

اس میں میرا نام کہاں لکھا ہے۔۔ وہ نظریں اٹھائیں اسے دیکھتا بولا۔

ابکی بار مہر کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

آپ ڈھونڈیں یہ آپکا کام ہے۔۔ وہ آہستہ سے بولی۔

ہم تو اسی لیے مہندی کے اندر چھپایا ہے۔ وہ سر ہلاتے بولتے اسکے ہاتھوں کو
اوپر اٹھا گیا۔

وہ انہماک سے اپنا نام ڈھونڈ رہا تھا کچھ سیکیئنڈ بعد اسنے سراٹھاتے فتح مند
نظروں سے اسے دیکھا۔

مہر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

مر تسم۔۔ وہ ہولے سے کہتے جھکا اور اسکے ڈیزائن میں چھپے اپنے نام پر لب
رکھا گیا۔

اسکے ایک ہاتھ پر ہتھیلی کے بیچونچ مر تسم لکھا تھا جبکہ دوسرے ہاتھ پر شاہ لکھا
تھا۔

جو غور سے دیکھنے پر ہی سمجھ آسکتا تھا۔

شاہ۔ اسکے دوسری ہتھیلی کو ہونٹوں سے چھوتے سرگوشی کی۔

مہر اسکے انداز پر جھنپ گئی۔۔ اسنے کسمسا کر اپنے ہاتھ پیچھے کیے۔

مرتسم نے اسکے ہاتھ پیچھے کرنے پر ایک نظر اسے دیکھا گلے ہی پل وہ اسکے ہاتھوں کو جھٹکا دیتے اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔

وہ کسی گڑیا کی طرح اسکے سینے میں آسائی۔۔

مہر نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے نے خود کو اسکے سینے کا حصہ بننے سے روکا تھا۔

آج رات یہ دوریاں نہیں چلیں گی۔ مدھم انچ دیتے لہجے میں کہا۔

اسکے ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئیں۔ جبکہ پلکیں لرز گئیں۔

مرتسم نے اسکے تھوڑی تلے ہاتھ رکھتا اسکا جھکا چہرہ اوپر اٹھایا۔

اسکے نچلے لب کو چھوتے اس موتی نے اسے بری طرح سے ڈسٹریکٹ کیا۔

ش۔ شاہ۔ اسکے لب ہلے۔ مرتسم نے اسکے لبوں سے نظریں ہٹاتے اسکی

آنکھوں میں دیکھا۔

م۔ میری منہ دک۔ ہائی۔ وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولی۔

مرتسم نے گہری نظروں سے اسے دیکھا اسے زرا سا پیچھے کرتے اسنے جھک کر سائیڈ ڈرار سے کچھ نکالا۔

آنکھیں بند کریں۔ مدھم سرگوشی کی۔

مہر اس سنہری ڈبیا کو دیکھتے آہستہ سے آنکھیں بند کر گئی

مرتسم وہاں سے اٹھتے اسکے پاؤں کے قریب بیٹھا۔

اس سنہری ڈبیا کو کھولتے اسنے اس میں سے ڈائمنڈ کی پازیب نکالی اسکا لہنگا اوپر

کرتے اسنے نرمی سے دونوں پازیب اسکے پاؤں کی زینت بنادی۔

مہر نے بے چینی سے ہاتھ مسلے۔

مرتسم نے نرم گرم نظروں سے اسکے سفید گلابی پاؤں کو دیکھا جنمیں وہ

پازیب جج رہی تھی۔

وہ بے اختیار جھکتا ان پر اپنے لب رکھ گیا۔

مہر نے تڑپ کر آنکھیں کھولیں تھیں۔

اسکے لب اپنے پاؤں پر محسوس کرتے وہ کانپ اٹھی تھی۔

آنکھوں کے سامنے ماہم اپیا کی شادی کا منظر گھوم گیا تھا جب اسے ایسے ہی اسکے پاؤں پر لب رکھے تھے۔

کیسی لگی۔ وہ اس پازیب کے ڈیزائن پر انگلی گھماتا مدھم لہجے میں بولا۔
مہر نے لرزتی پلکوں اٹھاتے اپنے پاؤں پر نظریں گاڑھیں۔

وہ سفید موتیوں کی پازیب تھی جسکا ڈیزائن ایسا تھا کہ ایک لڑی کے نیچے
چھوٹی چھوٹی پوشپ میں لڑیاں نیچے لٹک رہی تھیں۔ ایسے کہ ہلنے پر وہ وہ بے
آواز بج اٹھتیں۔ وہ ڈیزائن سیمپل تھا لیکن وہ پازیب ایسی تھی کہ دیکھنے والا
اسے دیکھتا رہ جائے۔

بہت خوبصورت ہے۔ بے ساختہ اسکے منہ سے پھسلا۔
آپسے کم ہے۔ وہ اسکے قریب بیٹھتا بولا۔ بہکی سی آواز تھی۔ آنکھوں میں خمار
کی لالی تیر رہی تھی۔

مہر خاموشی سے اپنے لب کچلنے لگی۔
مر تسم نے نرمی سے اسکا چہرہ اوپر اٹھایا۔

ان پر کیوں ظلم کرتی ہیں۔ انکے لئے تو میں ہی کافی ہوں۔ وہ اسکی ناک سے
نتھ نکالتا اسکے ہونٹوں کر سہلاتا گھمبیر لہجے میں بولا۔

مہر نے حلق تر کرتے اسے دیکھا۔ اسنے جیسے ہی مرتسم کو دیکھا اسی پل وہ اسکے
ہونٹوں پر جھکتا اسکا سانس روک گیا۔

مہر نے مزاحمت نہیں کی وہ سختی سے اسکا کالر مٹھیوں میں دبوچ گئی۔

مرتسم مدہوش سا قطرہ قطرہ اسکی سانسیں پینے لگا۔ اسکے لمس میں آج نرمی
نہیں ایک جنون سا تھا جو مہر کی جان ہلکان کیے جا رہا تھا۔

اسکی سانسیں بری طرح سے الجھیں تو اسنے سختی سے مرتسم کے سینے پر
نازک مکے برسائے جو اسکی سانسیں بند کرنے درپہ تھا۔

لیکن مرتسم پیچھے ہونے کی بجائے الٹا اسکے ہاتھ تھامتتا اسکے پشت سے لگایا جبکہ
دوسرے ہاتھ سے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتا اسکے ہونٹوں پر شدت اختیار کر گیا۔
اسکی اتنی شدت پر مہر کی آنکھوں میں تیزی سے نمی ابھری تھی۔

مر تسم اسکی مدھم ہوتی سانسیں محسوس کر چکا تھا اس لیے نرمی سے اس میں
اپنی سانسیں اندھیلنے لگا۔

اسکے نچلے لب کو نرمی سے دانتوں تلے دباتے پیچھے ہوا تو وہ بے جان گڑیا کی
طرح اسکے سینے پر گر گئی۔

وہ جتنی شدت سے اسکی سانسیں پی رہا تھا مہر کا پورا وجود کانپ اٹھا تھا۔
وہ گہری سانسیں لیتی اپنی سانس بحال کر رہی تھی جبکہ آنکھوں میں نمی تیر
رہی تھی۔

مر تسم کو اپنی شدت کا اندازہ ہوا۔ جانے کیسے وہ اتنی شدت اختیار کر گیا جبکہ
وہ اچھے سے جانتا تھا مقابل نازک گڑیا جیسی تھی جو اسکے جنون کو اپنی نازک
جان پر نہیں جیل سکتی تھی وہ تو اسکی نرمی پر ہی بکھر جاتی تھی۔
وہ نرمی سے اسکی کمر سہلاتا رہا۔

اسکے چہرہ جیسے بھانپ چھوڑنے لگا تھا۔ عارض تپ اٹھے تھے۔

ابھی سہی سے سانس بحال بھی نہیں ہوا تھا کہ اسکی سلگھتی سانسیں اپنے
کندھے پر محسوس ہوئیں۔

وہ اس پر جھکا اسکے کندھے پر لگی ڈوپٹے کی پن کو کھول رہا تھا۔ بہت نرمی سے
اسنے ساری پنزنکالتے اسے ڈوپٹے کی قید سے آزاد کرتے اسنے اسکے جوڑے
میں بندھے بال بکھیر دیے جو کسی آبشار کی مانند اسکی پشت پر پھیل گئے۔
مہر اسکے سینے میں سمٹ گئی۔

مر تسم اسکے بالوں میں منہ چھپائے گہری سانسیں بھرنے لگایوں جیسے اسکی
خوشبو کو انہیل کر رہا ہو۔

مہر کے وجود سے اٹھتی خوشبو اور پھولوں کی ملی جلی مہک سے وہ مدہوش ہو رہا
تھا۔

وہ اسکی گردن کو اپنے سلگھتے لمس سے مہکانے لگا۔
جبکہ ہاتھ بے باکی سے اسکی گہرائیوں میں اتر رہے تھے۔

مر تسم نے شدت سے اسکی بیوٹی بون پر لب رکھے۔ تو مہر نے ایک جھٹکے سے
اسے پیچھے کیا اور تیزی سے بیڈ سے اٹھتی کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔

سینے پر ہاتھ رکھتے اسنے مدھم ہوتی سانسوں کو ہموار کیا تھا۔

مر تسم اسکے گریز پر دلکشی سے مسکرایا تھا۔

اسنے چہرہ موڑتے گہری نظروں سے اسکی پشت کو دیکھا۔

اسکی طرف قدم بڑھاتے وہ آہستہ سے اپنی شرٹ اتارتا صوفے پر اچھال گیا۔

آہستہ سے قدم اٹھاتے وہ اسکے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

یہ گھبراہٹ، شرماہٹ تو ٹھیک ہے لیکن اتنا گریز کیوں۔۔ اسکی کمر پر ہاتھ

رکھتے اسکی پشت سینے میں بھینچتے مدھم سرگوشی کی۔ اواز میں خمار

تھا۔ مدہوشی اتنی تھی کہ اسکی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔

مہر اسکے برہنہ سینے کا لمس محسوس کرتے سختی سے آنکھیں میچ گئی۔

اسے خود سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسے آج مر تسم سے اس قدم شرم کیوں

آرہی تھی۔

یہ سب انکے بیچ پہلی بار تھوڑی ہو رہا تھا کہ لیکن پہلے جو بھی تھا اب سچویشن
مختلف تھی۔۔

مر تسم نے اسکے بال ہٹاتے اسکی پچھلی گردن پر جا بجا اپنے لب رکھے وہ تو
تڑپ کر رخ موڑتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔۔
مر تسم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

ریلیکس جانم یہ اس رات کے تقاضے ہیں جو آپکو پورے کرنے ہیں ہر حال
میں۔ وہ اسکے کان میں سرگوشی کرتے اسکے کان کی لو کو ہونٹوں میں دبا گیا۔
اسے کمر سے تھامتے مر تسم نے شدت سے اسے خود میں بھینچا تھا۔
جبکہ تشنہ لب اسکے بازو سے ہوتے کندھے پر اپنا لمس چھوڑتے اب گردن پر
سفر کر رہے تھے۔

وہ اسکے لمس سے بے حال ہو رہی تھی۔ عجیب سی دیوانگی، جنون سا تھا آج
اسکے چھونے میں جو مہر کو پہلے کبھی محسوس نہیں ہوا۔

اسکے بلاؤز کی دوڑی کھینچتے مر تسم نے ایک جھٹکے سے اسے توڑ دیا۔ اسکے موتی
بکھر کر فرش پر گرتے عجیب سا سر پیدا کر گئے۔

وہ مزید اسکے سینے میں سمٹ گئی۔ اسکا بلاؤز اسی دوڑی پر ٹکاتھا اسکے کھینچنے پر وہ
ڈھیلا پڑتا اسکے نشیب و فراز کو نمایا کر گیا۔

وہ خمار آلودہ نظروں سے اسکی پیٹھ کو دیکھتا جھک کر وہاں اپنا لمس چھوڑنے
لگا۔

مہر چل گئی۔ شاہ۔۔ اسکی کانپتی آواز گونجی تھی۔

مر تسم نے اسکے پکار نظر انداز کرتے ایک جھٹکے میں اسے اپنی بانہوں میں
اٹھایا تھا۔

نرمی سے اسے بیڈ پہ اتارتے وہ کسی گہری گھٹا کی مانند اس پر چھا گیا۔

مہر نے بامشکل اپنی بند ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ اسکی آنکھوں میں پینتی
طلب کو دیکھتے وہ سختی سے اسکے کندھوں کو جکڑ گئی۔

مر تسم نے اسکے کان سے جھمکے اتارے وہاں اپنا لمس چھوڑا تھا۔ اسکے بالوں میں اٹکی وہ نتھ آزاد کرتے اسکے رخسار پر شدت سے لب رکھے تھے۔

وہ لرزتی پلکوں اور۔ کانپتے وجود سے اسکی بانہوں میں پڑی تھی۔

اسکے ماتھے سے ماتھا پیٹی ہٹاتے مر تسم نے محبت و عقیدت سے اسکی پیشانی پر لب رکھے تھے۔

مہر کی بند آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر بے مول ہوا تھا جسے وہ اپنے لبوں سے چن گیا۔

دیوانہ وار اسکے چہرے کو چومتے وہ مہر کو بوکھلا کر رکھ گیا۔

وہ بہک رہا تھا مدہوش ہو رہا تھا اور اسے بھی بہکا رہا تھا۔

جب اچانک اسکے لب اپنے پہلو پر محسوس کرتے اسکی مدہم سسکی گونجی تھی۔

مر تسم نے اسکی دھڑکنوں کے مقام پر لب رکھتے وہ تیزی سے رخ پلٹ کر تکیے میں منہ چھپا گئی۔

اسکے رخ موڑنے پر اسکی کمر نمایا ہوئی تھی۔

خمار الودہ نظریں اسکی کمر پر ٹکاتے اسنے نرمی سے اپنا ہاتھ اسکے پہلو پر سہلایا تو وہ تڑپ کر گہری سانسیں بھرنے لگی۔

اسکی کمر کے خم سے تھوڑا اوپر اسکے دائیں کندھے کے عین نیچے دو تل اکھٹے جگمگ کر رہے تھے۔

مرتسم کو جانے کیوں ان تلوں سے رقابت سی محسوس ہوئی۔ انگھوٹے سے انہیں سہلاتے وہ جھکا لیکن نرمی سے چھونے کی بجائے وہ ان پر دانت گاڑھ گیا۔

شاہ۔ وہ تڑپ کر سیدھے ہوتے سسکی بھر گئی۔

مرتسم نے اسے خود میں بھینچا۔

مہر نے اسکی شدت و جنون پر تیزی سے اسکے سینے پر اپنے ناگن گاڑھے تھے۔

اسکی گردن پر جا بجالب رکھتے اچانک اسکی بیوٹی بون پر لب رکھے تو مہر کی

مدھم ہچکی بلند ہوئی تھی۔

مرتسم نے اوپر ہوتے اسکے کپکپاتے لبوں کو دیکھا اور شدت سے جھکتے پھر سے
انہیں قید کر گیا کہ وہ پھڑ پھڑا بھی ناسکی۔

ہاتھ مارتے اسنے کمرے میں جلتی ایک واحد کینڈل کو بھی بجھا دیا۔
وہ شدت سے دونوں کی سانسیں الجھانے لگا۔

اسکی شدت میں اس بار مہرنے بھی ساتھ دیا۔ وہ اپنی سانس بند ہونے پر تیزی
سے اسکی سانس کھینچتی اسے پاگل کر رہی تھی۔

مرتسم نے اسکے ہاتھوں کو اپنی ہاتھوں کی انگلیوں میں الجھاتے انہیں بیڈ سے
پن کر دیا۔ وہ مکمل اسے اپنی گرفت میں لیتا دونوں کے بیچ کا ہر پردہ گراتا چلا
گیا۔

کمرے میں معنی خیز خاموشی چھائی تھی۔

دونوں کی بہکتی سانسوں اور مدھم سرگوشیوں کے علاوہ مہر کی چوڑیوں کی
کھٹکھٹاہٹ کبھی کبھار گونج اٹھتی تھی۔

آہستہ آہستہ رات گہری ہو رہی تھی۔ گزرتی رات کے ساتھ ساتھ وہ قطرہ
قطرہ اسے خود میں اتارتا اسے اس دنیا کی سوچوں سے دور لے گیا۔۔۔
دونوں نے اس دن کا سالوں انتظار کیا تھا۔ بہت کھٹن سفر طے کیا تھا دونوں
نے اور آج ہر امتحان، ہر سفر، ہر آزمائش پار کرنے کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے
ایک دور سے کی دسترس میں اچکے تھے۔ جنہیں جدا اب خدا کے بعد صرف
موت ہی کر سکتی تھی۔۔۔



سینے اور پیٹھ پر ہوتی جلن سے اسے کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔۔۔
اپنے سینے پر نازک بوجھ محسوس کرتے اسے سر جھکاتے اسے دیکھا جو بکھری
حالت میں اس کے سینے پر پڑی گہری نیند میں گم تھی۔
گزری رات کے مناظر یاد کرتے اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اسنے اسکے رونے پر اپنی جنونی گرفت سے اسے آزاد کیا تھا۔

اسکی شدتوں پر اسکا نازک وجود کانپ رہا تھا۔

اسنے آہستہ سے اسکے چہرے سے بال پیچھے کیے تو اسکی نظر مہر کی گردن پر گئی جہاں اسکے شدت کے نشان واضح تھے۔

وہ نچلے لب دانتوں تلے دبا گیا۔

وہ کل چاہ کر بھی نرمی نہیں رکھ پایا۔ دل نے کہا کہ آج اس پر ساری شدتیں لوٹائیں اپنی تڑپ کا انتقام لے اور آج پہلی بار دل کی سنتے اسنے اسکے پور پور پر اپنی شدت اور جنون کی گہری چھاپ چھوڑی تھی۔

اور وہ نازک جان اسکی پناہوں میں بکھرتی اسکی شدتیں برداشت کرتی رہی۔ سینے پر ہوتی مسلسل جلن محسوس کرتے اسنے زرا سا اوپر ہوتے دیکھا۔

اسکے سینے پر کی خراشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ایسی ہی خراشیں اسے اپنی گردن اور پیٹھ پر بھی محسوس ہو رہی تھیں۔

اسکی جنگلی بلی نے جگہ جگہ اپنے ناخن گاڑتے اس سے اپنا پورا بدلہ لیا تھا۔
وہ کہیں پر زرا سی شدت دکھاتا بدلے میں وہ اتنی ہی شدت سے اپنے ناخنوں
کی خراشیں ڈالتی تھی۔

اسکے ہلنے پر مہر نیند میں کسمسائی۔ کروٹ بدلتے وہ تکیے میں منہ چھپا گئی۔
مر تسم نے اسکی پشت کو گھورا۔

ہاتھ بڑھاتے اسنے مہر کو دوبارہ اپنے حصار میں لیا تھا۔
گڈ مار ننگ وانفی۔ اسکے ماتھے پر لب رکھتے وہ مدھم گھمبیر لہجے میں بولا۔
مہر کافی گہری نیند میں تھی۔ وہ کسمسکا کر دوبارہ سو گئی۔
جانم اٹھیں صبح ہو گئی۔ اسکے چہرے سے بال ہٹاتے مر تسم نے اسکی بند
پلکوں کو چھوا۔

مہر کے چہرے پر ناگواری پھیلی اسے اپنی نیند میں ڈسٹر بنس زرا میں پسند تھی
وہ جانتا تھا۔

چہرے پر غصے کے تاثرات سجائے اسنے بامشکل اپنی نیند سے بند ہوتی آنکھیں کھولیں۔

مر تسم دلچسپی سے اسکے تاثرات دیکھنے لگا۔

مہر نے جیسے ہی آنکھیں کھولیں تو سیدھا سرمی آنکھوں سے ٹکرائیں۔

مر تسم کو اسکی نیند بھک سے اڑی۔ وہ تیزی سے چہرہ جھکا گی۔

جبکے اسکے تاثرات دیکھتے مر تسم کا مدھم قہقہہ گونجا تھا۔

کیا ہے شاہ اپکو۔ سونے دیں نا۔ وہ اسکے سینے پر مکہ مارتے روہانے لہجے میں بولی۔

کیوں جانم رات کہاں تھی اپ۔ وہ آنکھوں میں شرارت سموئے اسکے دیکھتا بولا۔

مہر نے چہرہ اٹھاتے اسے گھورا۔ ایک جن کی قید میں۔ وہ غصے سے بولی۔

آہ پھر تو برا ہوا۔ سونا چاہیئے آپکو لیکن جانم زرا نظریں گھڑی پر بھی پھیر

لیں۔ وہ مصنوعی افسوس سے بولتا اسکی توجہ وقت کی طرف دلا گیا۔

مہر نے اسے گھورتے چہرہ موڑتے گھڑی کی طرف دیکھا جو صبح کے اٹھ بج رہی تھی۔

مہر کی آنکھیں پھیل گئی۔ سات بج گئے شاہ اور اپنے مجھے اٹھایا ہی نہیں۔
افس سب کیا سوچیں گے۔ وہ ہڑا بڑا کرا اٹھی۔

لیکن جتنی تیزی سے اٹھی تھی اپنی حالت دیکھتے اس سے کہیں زیادہ تیزی
سے واپس اسکے سینے میں چھپی تھی۔

وہ صرف مرتسم کی شرٹ میں تھی۔
مرتسم کا جاندار قہقہہ گونجا تھا۔

بہت برے ہیں شاہ۔ وہ روہان سے لہجے میں بولی۔

ارے میری جان کیا ہو گیا ابھی اٹھ ہی تو ہوئے ہیں۔ ڈونٹ وری کوئی کچھ
نہیں کہے گا۔ وہ اسکے روہان سے ہونے پر نرمی سے بولا۔

لیکن شاہ سب کیا سوچیں گے۔۔ وہ سراٹھائے اسے دیکھتے منہ بناتے بولی۔

تو پھر کیوں نہیں سونے دیا اپنے مجھے ساری رات۔ وہ نچلے لب دباتے گہری
نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔

مہر کا منہ کھل گیا۔ مینے نہیں سونے دیا۔ وہ صدمے سے اسے دیکھتے بولی۔
ہم اپنے۔ اپکو کس نے کہا تھا اتنی پیاری لگیں۔ نا آپ اتنی پیاری لگتیں۔ نا
میں بہکتا۔ نا ہم ساری رات ایک دوسرے کے وجود میں ڈوبتے اور ناب
اٹھنے میں لیٹ ہوتے۔

وہ معصومیت سے بولتا مہر کا چہرہ سرخ کر گیا۔

اپ۔ اپ بہت بے شرم ہیں شاہ۔ وہ جھنجھلا کر بولی۔

اب ایسے کیا دیکھ رہے ہیں جائیں۔ وہ اس کے سینے میں منہ دیئے اس کا کندھا
ہلاتے بولی۔

جانم میری شرٹ تو واپس دے دیں۔ ورنہ ایسے باہر جاؤں گا تو سب کیا
سوچیں گے کتنی بے رحم بیوی ملی ہے۔ وہ اپنے سینے کی خراشوں کی طرف
اشارہ کرتا بولا۔

مہر کا چہرہ بھانپ چھوڑنے لگا۔

ی۔ یہ آپکی کارستانیوں کا نتیجہ ہے۔ آپکو شرم کیوں نہیں آتی ہے شاہ۔ وہ اب رونے والی ہو گئی تھی۔

ہے جانم اسمیں رونے والی کیا بات ہے۔ جب بندہ آپکا ہے تو پھر یہ شرٹ بھی تو آپکی ہے۔ وہ اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتا نرمی سے بولا۔
مہر نے سر اٹھائے اسے دیکھا۔

لیکن اب میں ایسے تو جانے سے رہا۔ وہ تنگ کرنے سے باز نا جا۔
شاہ میں نہیں دوں گیا آپکو شرٹ۔ انفیکٹ آپکی ساری شرٹس جلادوں گی،
پھینک دوں گی۔ وہ غصے سے اسے گھورتے بولی۔

مر تسم کو اسکا یہ روپ ہمیشہ بھاتا تھا ابھی بھی وہ گہری مسکاتی نظروں سے اسے
دیکھ رہا تھا۔

جلادیں جانم بعد میں تو یہ آپکو ہی پہننی ہوتی ہے۔۔ پھر مت کیجئے گا۔ مجھے تو
کوئی اعتراض نہیں یہاں تو ویسے بھی ہم دنوں ہی ہیں۔

وہ معنی خیز لہجے میں بولتا اسکے بوکھلا گیا۔

شاہ آپ جائیں نا۔ وہ اب منہ بناتے بولی مرتسم نے اسکی آنکھوں میں
ٹھہرے پانی کو دیکھا تو گہری سانس بھر کے رہ گیا۔
جانتا تھا اس سے زیادہ تنگ کیا تو وہ رو دے گی۔

اوکے میں سٹڈی روم میں ہوں آپ فریش ہو کے آئیں پھر اکھٹے ساتھ چلتے
ہیں وہ اسکے ماتھے پر لب رکھتے نرمی سے بولا تو وہ سر ہلا گی۔۔
مرتسم ابکی بار شرافت سے اٹھتے کبڈ سے اپنی شرٹ لیتے سٹڈی روم میں بند
ہو گیا۔

مہر نے سکون کی سانس بھری۔۔

وہ جلدی سے اٹھتے فریش ہونے چلی گی۔

شاہ لیتے اسے کپڑوں کا خیال آیا اسکے تو کپڑے یہاں ہی نہیں وہ تو بیگ میں
ہیں اف۔

اب کیا کروں۔۔ منہ میں انگلی ڈالتے سوچا۔

وہ باتھ روم میں تھی۔۔

شاہ کو بولو۔ وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ جب دروازہ نوک ہوا۔
مہرینے آپکے کپڑے ڈریسنگ روم میں رکھ دیئے ہیں آپ چینج کر لیں مجھے
کچھ کام ہے میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔
وہ اسکی مشکلا آسان کرتے بولا۔

وہ جانتا تھا کہ بوکھلاہٹ میں وہ کچھ نا کچھ تو گڑ بڑا کرے گی۔
اسنے سٹڈی کے دروازے سے اسے یونہی بھاگتے دیکھتا تو مسکرا دیا۔
مہر نے شکر کا سانس لیا۔۔ وہ ہمیشہ بن کہے اسکی بات جان جاتا تھا۔
جب اسے یقین ہو گیا کہ مرتسم چلا گیا ہے تو اسنے سر ساسر نکالتے باہر جھانکا
کمرہ خالی تھا۔

وہ باہر نکلتے تیزی سے ڈریسنگ روم میں بند ہوئی تھی۔
کچھ دیر باہر آئی تو پنک کمر کے لانگ فراق میں تھی۔

جسکے باڈر، گلے اور بازوؤں پر نفیس سا کام کیا ہوا تھا۔ جبکہ اسکے ساتھ سمپل پنک ٹراؤزر تھا۔

مر تسم نے اس وقت کے لئے بالکل مناسب ڈریس نکالا تھا۔
افف باقی سامان کہاں ڈھونڈو۔ اسکا کوئی بھی سامان ڈریسنگ پر نہیں تھا۔
تبھی سٹڈی کادر وازہ کھلا اور وہ اندر آیا۔
آپ تو باہر گئے تھے۔ وہ اسے دیکھتے بولی۔
وہ تو آپکو بولا تھا۔ مر تسم کندھے اچکاتا بولا۔
شاہ میری چیزیں۔ وہ روہان سے ہوتے بولی۔
ایک منٹ مر تسم نے آگے بڑھتے ایک ڈرار کھولا جسمیں اسکے ساری چیزیں
تھی۔

یہ درختاں (ملازمہ) سے کہہ کے سیٹ کروالیں گے گا سیٹ کرنے کا ٹائم نہیں
ملا۔

وہ ڈریسنگ پر اسکی چیزیں رکھتا بولا۔

آپ ریڈی ہو جائیں تب تک میں فریش ہو جاؤں۔ وہ اس کے سر پہ بوسہ دیتا
اپنے کپڑے لیتا واشروم میں بند ہو گیا۔

مہر نے تیزی سے ہاتھ چلائے۔ وہ لوگ کافی لیٹ ہو گئے تھے۔
کچھ ہی دیر بعد مرتسم فریش ہوتے نکلا۔
وہ وائٹ کرتے میں تھا۔

شاہ۔۔ کانوں میں ایئرینگز پہنے اسے اسے پکارا۔
جی۔۔ ٹاول سے اپنے بال رگڑتے کہا۔

میرے بال ڈرائے کر دیں۔ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔ وہ جلدی جلدی
میں چوڑیاں پہنتے بولی۔

مرتسم اس کی جلدی پر مسکرا دیا۔

ریلیکس ہو کر کریں جانم ایسے تو سب الٹ پلٹ ہی ہو گا۔ وہ اس کے ہاتھ سے
ڈرائر لیتا اس کے جلدی پر ٹوک گیا۔

وہ نرمی سے اسکے بالوں کو ڈرائے کرتا مہر کو مبہوت کر گیا۔

وائیٹ کرتا اسکے وجود سے بالکل چپکا ہوا تھا۔ بازو کمنیوں تک فولڈ تھے۔

ماٹھے پر بکھرے بال اسے اور دلکش بنا رہے تھے۔ سرمی آنکھوں میں رت

جگے کی سرخ تھی جو اسکی آنکھوں کو مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔

جبکہ عنابی لبوں پر ہلکی سی مسکان تھی۔

وہ یک ٹک اسے دیکھے گی۔

وہ انا پرست شاہ تھا لیکن اسکے سامنے اسکی آنا جانے کہاں جاسوتی تھی۔

اگر کوئی اس وقت اسے دیکھ لیتا کہ وہ مر تسم شاہ جسکے ایک کام کے لئے

ہزاروں ملازم آگے پیچھے رہتے تھے وہ یوں کھڑا اپنی بیوی کے بال سکھا رہا تھا

تو کوئی ماننے سے انکار کر دیتا کہ وہ مر تسم ہے۔

یہ وجاہت سے بھرپور شاندار مرد صرف اسکا تھا یہی بات روح کو سرشار کر

دینے کے لئے کافی ہے۔ وہ دلکشی سے مسکرا دی۔

بندہ بشر آپکا ہی ہے جانم جتنا مرضی دیکھ لیں۔ لیکن اس وقت ایسے مت
دیکھیں ورنہ آپکے لئے ہی مشکل ہوگی۔

وہ ڈرائیور واپس رکھتا اسے دیکھے بغیر بولا تو وہ ہڑبڑاتی جلدی سے نظریں پھیر
گئی۔

چلیں۔ بالوں میں کیچر لگاتے اسنے مرتسم سے کہا۔

مرتسم نے مڑتے اسے دیکھا۔

وہ اس گلابی رنگ میں اس وقت کھلا ہوا گلاب رہی تھی۔

مہندی سبے ہاتھ میں بھر بھر کے کانچ کی چوڑیاں پہنی ہوئی تھیں۔

جبکہ دوسرے ہاتھ میں وہی نیلے نگوں والا بریسلٹ چمک رہا تھا۔

کانوں میں چھوٹے سے ڈائمنڈ ایئرینگز تھے گلے میں ہمیشہ کی طرح ایک

پینیٹینٹ تھا۔

میک اپ کے نام پر لب مسکرا اور لب گلوں ہی لگایا تھا۔ بالوں کو اچھے کیچر

میں باندھے وہ اس وقت پہلے دن کی دلہن ہی لگ رہی تھی۔

شاہ چلیں میں میں ریڈی ہوں۔ وہ پاؤں میں جوتا پہنتے عجلت میں بولی۔

اسکے سفید مومی پاؤں میں مر تسم کی دی گئی پازیب چمک رہی تھی۔

ایم منٹ مر تسم اس سے کہتا کبڈ کے طرح بڑھا۔

کچھ سیکنڈز بعد وہ واپس مڑا تو اسکے ہاتھ میں مہرون چھوٹی سی گول ڈبیا تھی۔

یہ کیا ہے شاہ۔ مر تسم نے وہ اسکی طرف بڑھائے تو اسنے نا سمجھی سے دیکھا۔

خود دیکھ لیں۔ وہ بولتا ڈبیا اسے دیکھا خود بیڈ سے اپنی شال اٹھانے کے لئے مڑ

گیا۔

مہرنے وہ ڈبیا کھولیں تو اسنے چھوٹی سی ڈائمنڈ کی نوز رنگ تھی۔

وہ مسکرا دی۔ جانتی تھی اسکے شوہر کو اسکے ناک میں نقش رنگ اچھی لگتی

ہے۔

اسنے مسکراتے اس چھوٹی سے نتھ کو نکالتے ناک میں پہنا۔

پرفیکٹ۔ مر تسم اسکے پیچھے کھڑا ہوتا بولا۔

مہر نے خود کو دیکھا اسنے صرف بار معمولی ساز کر کیا تھا کہ اسے گولڈ نہیں
ڈائمنڈ پسند ہے اور اسکے شوہر نے اسکی چھوٹی سے چھوٹی چیز تک ڈائمنڈ سے
بھر دی تھی۔

ماشاء اللہ۔۔ وہ اسکے سر پہ بوسہ دیتا زیر لب بولا کہ مہر سمجھ نہیں پائی۔
چلیں۔ اسکا ہاتھ تھامتے کہا تو وہ ڈوپٹہ اوڑھتے سر ہلاتے اسکے ساتھ چل
دی۔۔



وہ لوگ تقریباً ساڑھے نو بجے آئے تھے۔ مہر نیچے سب کو دیکھتے شر مندہ ہو
گئی۔

اسنے مرتسم کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔ انکھوں سے اسے ریلیکس رہنے کا کہتے وہ
اسے لیئے نیچے کی طرف بڑھ گیا۔

ماشاء اللہ۔ انہیں ایک ساتھ دیکھتے روحا ماما بے ساختہ بولیں تھیں۔

دونوں کی جوڑی پر فیکٹ تھی جیسے بنے ہی ایک دوسرے کے لئے ہوں۔

اسلام و علیکم !! مرتسم نے بلند آواز میں کہا۔

اللہ نظر بد سے بچائے۔ ہمیشہ خوش رہو۔ وہ لوگ نیچے آئے تو روحا ماما انکی نظر

اتارتے بے ساختہ اسکا ماتھا چومتے بولیں تو وہ جھنپ گئی۔

اونچے بیٹھو۔ ماہم اپنا اسکے لئے چیر کھینچتے بولی تو وہ وہ جھنپ کر بیٹھ گئی۔

اوتے ہوئے زرا گلابیاں توچیک کرو میڈم کی۔ آیت اسکے پاس چیسیر کھینچ کر

بیٹھتے شرارت سے بولی۔

مہر نے اسے گھورا۔

ہائے کہیں کھائل ہی نا ہو جائیں ہم ان نینوں کے تیر سے۔ وشہ دل پہ ہاتھ

رکھتے بولی تو وہ مہر نے کھنکھارتے اپنا قہقہہ دبایا تھا۔

وہ تینوں مدہم لہجے میں بول رہی تھیں۔



مر تسم نے ائیر واچکاتے انہیں دیکھا جو اسے یوں گھور رہے تھے جیسے کچا چبا جائیں گے۔

کوئی شرم ہوتی ہے کوئی حیا ہوتی ہے لیکن اسے کیا پتہ وہ کیا ہوتی ہے۔
ارسل اسے گھورتے دھیمے لہجے میں بولا۔

بلکل شرم کا مجھ سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں۔ وہ ڈھیٹوں کی طرح سر ہلاتے بولا تو زین نے دانت کھچاتے اسے دیکھا۔

یہ کوئی وقت ہے نیچے آنے کا۔ لاڈ صاحب کم از کم مہمانوں کا ہی خیال کر لیتے۔ زین جلے دل سے بولا۔

رات ساری جاگیں گے تو صبح آنکھ بھی لیٹ ہی کھلے گی نا۔ وہ آنکھ ونک کرتا بے باکی سے بولتا دونوں کو سٹیٹانے پر مجبور کر گیا۔

اب دانیں تجھے اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتی تو اسمیں میرا کیا قصور ہے۔۔ وہ اسے دیکھتے کندھے اچکا کر بولا۔

خاموشی سے ناشتہ کروا بسب کو آپس میں سرگوشیاں کرتے دیکھ بی جان
نے کہا تو وہ خاموش ہوتے ناشتہ کرنے لگے۔

ناشتے کے بعد وہ وشہ لوگوں کے ساتھ لاونچ میں اگی۔

اب بتا کیا ملا منہ دکھائی میں۔ ایت ایکساٹٹڈ سے اسکا بازو پکڑ کو بٹھاتے بولی۔
مہر کے لبوں پر شرمگین مسکراہٹ دوڑ گئی۔

اسنے اپنے پاؤں ٹراؤزراوپر کرتے پاؤں آگے کر دیئے۔۔

واو۔ تینوں کے منہ سے بے ساختہ پھسلا تھا۔

تیسری آواز پر مہر نے سامنے دیکھا جہاں ٹراؤزر شرٹ میں دانیل کھڑی
تھی۔ ہاتھ میں سیب پکڑا تھا۔

ہاں تو کیسی گزری رات پھر۔ سب ٹھیک ویک رہانا۔ دانیل شرارتی نظروں
سے اسے دیکھتے بولی۔

دانیل اپنی۔ وہ روہان سے ہوتے سرخ چہرے سے بولی۔

افف ایک تو یہ اتنا شرماتی ہے نا۔ وہ اس کے گلابی گال کھینچتے بولی تو آیت اور وشہ
مہر کی شکل دیکھ کر ہنس دیں۔

اوائے تنگ مت کرو اسے۔ مہر تم آنہیں چھوڑو مجھے ایک بات بتاؤ۔ ماہم آپیا
ان تینوں سے بولتی آخر میں مہر سے بولیں۔

جی اپیا۔ مہر نے سراٹھتے انہیں دیکھا۔

نہند تو ٹھیک سے آئی نارات کو۔ وہ اس کے دیکھنے پر سرگوشی نما لہجے میں بولی۔

مہر بوکھلا گئی۔ جبکہ ان تینوں پر چھٹ پھاڑ قہقہہ گونجاتھا۔

م۔ میں آپسے سب بات ہی نہیں کروں گی۔ وہ پیرچٹ کر بولتی وہاں سے واک
آؤٹ کر گئی۔

پیچھے وہ چاروں اسکی حالت پر ہنس دیں۔



کچھ ہی دیر میں مہر کے گھر والے بھی اچکے تھے۔

وہ اب زرنم کو اٹھائے اس سے باتیں کرنے میں مصروف تھی جس نے کل سے
مہر کو نادیکھتے رونا ڈالا ہوا تھا۔

غازی، ولی اور عالم اس سے ملتے باہر مردوں میں جا چکے تھے۔

رات میں مہر، مرتسم، عالم اور نورین کار یسپیشن تھا۔

جسکی تیاریاں ابھی سے شروع کر دی گئیں تھی۔

زرنم ایک سیکینڈ کے لئے بھی مہر کی گود سے اترنے کے لئے تیار نہیں تھی۔

سب اس گڑیا کو اٹھانے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے جو منہ بنائے اپنی

پھوپھو کی گود میں خاموش لیٹی تھی۔

یار یہ کتنی پیاری کے ماشاء اللہ اور روتی بھی نہیں ہے۔ اور ایک میرا جن ہے

جس نے میری ناک میں دم کیا ہوا ہے۔

آیت اسکے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں پر بوسہ دیتے بولی۔

شکر تھا کہ آبان ابھی سویا ہوا تھا۔

مہر آ کسی بات سنتے ہو دی۔

آیت کچھ بچے زیادہ روتے ہیں اور کچھ کم اسمیں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات
ہے بیٹا۔ اور اب تو ہم سب ہیں نا فکر مت کرو بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔
روحاما اس کے روہان سے چہرے کو دیکھتے پیار سے بولیں تو وہ سر ہلا گئی۔
مہر زرم کو لیے اپنے روم میں آ گئی۔ زرم کو سلاتے وہ خود بھی گہری نیند میں
چلی گئی۔

وہ کل سے کافی تھکی ہوئی تھی اوپر پوری رات مرتسم نے اسکی جان سولی پر
لٹکائے رکھی تھی اس لیے وہ بستر پر گرتے ہی سو گئی۔

ہوش اسے تب آیا جب زرنور نے آکر اسے اٹھایا۔

باہر شام ہو گئی تھی اسے پتہ ہی نہیں چلا وہ اتنی دیر سوتی رہی۔

کوئی بات نہیں بچے کال سے کافی تھکان تھی ہو جاتا ہے۔ ماہم اپنا اسکا ستا ہوا
چہرہ دیکھتے بولیں۔

جاؤ فریش ہو جاؤ میکاپ آرٹسٹ آچکی ہے۔ نورین بھی تیار ہو رہی ہے۔

ماہم اپیا سے فیش ہونے کا کہتے کھانا رکھتے چلی گئی جب تک وہ فریش ہو کے
آئی زر نور نے اس کے لئے کھانا لگا دیا تھا۔ اس نے رات سے ہلکا پھلکا ہی کچھ کھایا تھا
ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا تھا اس لیے زور و شور سے بھوک لگی۔
ہر کام پس پشت ڈالتے وہ کھانے میں مگن ہو گئی۔
زر نور اسے ند دیدوں کی طرح کھاتے دیکھ ہنس دی۔

وہ عجلت میں کمرے میں داخل لیکن اچانک وہ ٹھٹھک کر رہا۔
پیچ کلر کی بھاری نگینوں والی میکسی جسمیں اسکا نازک سا وجود نمایا ہو رہا تھا۔
گھنی پلکیں عارض پر جھکی ہوئی تھی۔ جبکہ گلابی لب مسلسل کچھ بڑبڑا رہے
تھے۔

لمبے چاکلیٹی بالوں کا آگے سے ہیر سٹائل بناتے کھلا چھوڑا ہوا تھا۔ اور اس پر
ڈوپٹہ سیٹ کیا ہوا تھا۔

ماٹھے پر بالکل چھوٹی سی بندیا تھا۔ کانوں میں بھی آج لائٹس سے ڈائمنڈ
ایئرنگز تھے۔ گلے میں ڈائمنڈ کانیکلیس تھا۔

میکاپ کے ساتھ آج اسکی جیلوری بھی بہت لائٹ تھی لیکن اسکی میکسی کافی
بھاری تھی۔

اور سب سے بھاری اسکا ڈوپٹہ تھا۔ وہ تھا تو لائٹ ویٹ بلکل سمپل سا۔ اسکے
باڈر پر کام ہوا باقی سارا سادہ تھا۔ لیکن وہ تھا اتنا بڑا کہ پیچھے پورا پھیلا ہوا تھا۔
وہ کچھ ہی پل میں اسکا پورا جائیزہ لے چکا تھا۔

میم آپ بلکل ریڈی ہیں ہم چلتے ہیں اب۔

میکاپ آرٹسٹ مرتسم کو ٹھٹکتے دیکھ چکی تھی وہ اسے مستقل وہیں کھڑے
دیکھ مسکراہٹ دباتے مہر سے کہتے وہاں سے چلی گی۔

بازوں میں کنگن پہنتے مہر نے مصروف انداز میں سر ہلا دیا۔

مخصوص خوشبو محسوس کرتے مہر نے سراٹھاتے آئینے میں دیکھا۔

مرتسم کو دیکھتے اسکی آنکھوں میں خفگی بھری تھی۔

وہ نروٹھے پن سے اسے دیکھتے نظریں پھیر گئی۔

مر تسم مبہوت سا اسے دیکھے جا رہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں خفگی دیکھتے مسکرا دیا

--

اسنے جھک کر مہر کا سر چوما۔ بغیر دیکھے والٹ سے سارے نوٹ نکالتے اسکے سر پر سے وارے تھے۔

مہر اسکی حرکت پر جھنپی تھی لیکن دیکھا پھر بھی نہیں۔

ایک منٹ۔ وہ اسے کہتا کمرے سے باہر گیا۔

ایک ہی منٹ میں وہ واپس آیا اب اسکے ہاتھ میں پیسے نہیں تھے وہ شاید باہر کسی ملازمہ کو دینے گیا تھا۔

ان ہتھیاروں سے لیس ہونے کی کیا ضرورت ہے آپکو میری جان ہم تو پہلے ہی آپکے دیوانے ہیں۔ وہ اسکے سر پہ ٹھوڑی ٹکائے گھمبیر لہجے میں بولا۔

مہر نظریں جھکائے اپنے پیٹ پر بندھے اسکے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

اسکی خاموشی محسوس کرتے مرتسم نے گہری سانس چھوڑی۔ اسکے یوں
سانس چھوڑنے پر مہر کی گردن جھلسی تھی۔
اسنے لرزتی پلکوں سے اسے دیکھا جسکی گرم سانسیں اسکی گردن جھلسا رہی
تھی۔

اسنے جیسے ہی پلکیں اٹھائیں نظریں سیدھا اسکی سرمی آنکھوں سے
ٹکرائیں۔ مرتسم مسکرایا تھا۔

ایم سوری میری جان باہر دوست آئے ہوئے تھے کافی عرصے بعد آئے ہیں
تو اسلیے انہیں تھوڑا ٹائم دے رہا تھا۔

وہ اسکا رخ اپنی طرف کرتا نرمی سے بولا۔

اور میرا کوئی خیال نہیں اپکو۔ وہ نروٹھے پن سے بولی۔

مرتسم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ اپ تو روح میں بسی ہیں آپکا خیال کیسے
نہیں اتا۔ وہ اسکی پیشانی کو نرمی سے چومتا بولا۔ مہر جھنپ کر سر جھکا گئی۔

اہم و اہم۔۔ وہ ابھی کچھ کہتا کہ لڑکیوں کے کھنکھارنے پر مہر تیزی سے اس سے دور ہوئی تھی۔

مر تسم نے اسے گھورا لیکن وہ نظریں چرا گئی۔۔ مر تسم اس کے سرخ چہرے کو دیکھتے لب دبا گیا۔

پیچھے دیکھے بغیر وہ اپنے کپڑے لیتا و اثر و م میں بند ہو گیا۔۔
مر تسم کے جاتے ہی وہ دونوں مہر کے قریب آ گئی۔

اہم اہم۔ ایت مجھے نا بہت زور سے شرم آرہی ہے۔ یہاں تو سب ہیں ہی
بے شرم ہمیں تو شرم کرنی چاہیے۔

زر نور مہر کو کندھا مارتے آیت سے بولی۔۔

ہاں بالکل سہی کہہ رہی ہو یہاں تو لوگ ہیں ہی بے شرم۔ پتہ نہیں ہماری ان
گنہگار آنکھوں کو اور کیا کیا دیکھنا پڑے گا۔

آیت آنکھیں پٹیٹاتے بولی۔

مہر شرم سے سرخ پڑتے آنکھیں مینچ گئیں۔

ہاہاہاہاہا۔ ان دونوں کا دلکش قمقہ گونجاتھا۔

ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔ مر تسم بھائی کی قربت کا رنگ ٹوٹ کر آیا ہے۔ زرنور اسے آنکھ مارتے بولی۔

وہ خود بھی اس وقت سٹائٹلش سی لونگ قمیض میں تھی جسکے ساتھ کھلا پلازو
تھا۔

سب لڑکیوں نے آج ایک جیسی ہی سیم ڈریسنگ کی تھی۔
انکی قمیض پر کافی کام ہوا تھا۔ ڈوپٹہ بھی ہیوی تھا۔
ہاں زرنور نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔

بہت روپ آیا ہے تم پہ شادی کا۔ ایت محبت سے اسے دیکھتے بولی۔۔

مہر مسکرا دی۔۔



وہ شاور لے کر باہر نکلا تو توقع کے عین مطابق روم خالی تھا۔

مرتسم نے براسا منہ بنایا۔ اسے اس وقت مہراپنے سامنے چاہی تھی۔

بال سیٹ کرتے اسنے ایک آخری نظر اپنی تیاری پر ماری۔

وہ اس وقت بلیک ٹیکسٹو میں ملبوس تھا۔ بال ہمیشہ کی طرح مخصوص سٹائل میں سیٹ تھے۔

ہاتھ میں برینڈ ڈگھڑی پہنی تھی۔

اپنی بیسیر ڈپر ہاتھ پھیرتے اسنے بغور اپنی ہلکی گلابی آنکھیں دیکھیں۔

مہر نے تو نیند پوری کر لی تھی۔ لیکن اسے ایک منٹ بھی وقت نہیں ملا تھا۔
باہر جاتے ہی اسکے دوستوں نے اسے گھیر لیا۔

وہ یاروں کا یار تھا۔ محفل لوٹ لینے والا وہ سب کافی عرصے بعد اس سے

ملے تھے اس لیے باتیں کرتے وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔



مہراور نورین ایک ہی کمرے میں بیٹھی تھیں۔

نورین اور مہر کا ڈریس سیم تھا بس کلر چینج تھا۔ مہر کا پیچ کلر تھا تو نورین کا پستہ
گرین تھا۔ مرتسم کا بلیک تھا تو عالم کا گرے تھا۔

شاہ حویلی جو کل دلہن کی طرح سچی ہوئی تھی آج اسمیں رونق دیکھنے والی
تھی۔

ناصر ف ایک گاؤں بلکہ اس پاس کے لئے گاؤں کے لوگ تھے جو اسکی شادی
میں شریک تھے۔

مرتسم شاہ انکا لاڈلہ سردار تھا انکا من پسند۔۔ وہ لوگ اسکی خوشی میں خوش
ہونے کے لئے آئے تھے اور بھرپور طریقے سے یہ یادگار دن انجوائے کر
رہے تھے۔۔

شاہ حویلی کے بڑے سے لان کو ایک حال کی طرح سجایا گیا تھا۔ جسمیں
پاؤں رکھنے کی جگہ بھی بامشکل ہو رہی تھی کیونکہ وہاں لوگ ہی اتنے تھے
ایک طرف عورتوں کا انتظام تھا تو دوسری طرف مردوں کا۔

انکے بیچ میں ایک دیوار بنائی گئی تھی پھولوں کی خوبصورت دیوار جسمیں زرا برابر بھی جگہ نہیں تھی کہ ادھر سے ادھر دیکھا جاسکے۔

سب اپنی باتوں میں مصروف تھے جب دلہا دلہن کے آنے کا شور اٹھا۔ پہلے عالم اور نورین کی اینٹری ہوئی تھی۔ وہ بہت گھبرائی ہوئے تھے مضبوطی سے عالم کا ہاتھ تھامے وہ ہلکا ہلکا کپکپا رہی تھی۔

اسنے کبھی اتنے لوگوں کو فیس نہیں کیا تھا ایسی تقریب نہیں رکھی گئی تھی کہ جسمیں اسکا وجود سپوٹ لائٹس میں ہو۔

عالم اسکی گھبراہٹ سمجھتا تھا اس لیے نرمی سے اسکا ہاتھ سہلاتے اسے ریلیکس کیا تھا۔

انکے داخل ہوتے ہی پھولوں کی برسات ان پر کر دی گئی تھی۔

بلاشبہ ایک دوسرے کے سنگ وہ دونوں بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔

نورین کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ طلاق یافتہ یا پھر عمر میں عالم سے بڑی ہو گئی۔۔

انکے سیٹج تک پہنچنے کے بعد مہر اور مرتسم کی باری تھی۔

وہ جیسے ہی لان میں انٹر ہوئے کتنے ہی لوگ مسمرائیز ہوئے تھے انہیں دیکھ کر وہ دونوں چاند سورج کی جوڑی لگ رہے تھے۔

مرتسم کے سنگ سہج سہج کر چلتی وہ حوروں کو مات دے رہی تھی۔

ان پر بھی بالکل ویسے ہی پھولوں کی برسات ہوئی تھی۔

مرتسم اسکے ڈوپٹے کے نیچے سے ہتھاسکی کمر میں ڈالے ہوئے تھا۔

جو غور سے دیکھنے پر ہی معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ مہر کا ڈوپٹہ اتنا بڑا تھا کہ اسکے

چلنے پر پیچھے زمین پر سلامی دے رہا تھا۔

اس لیے مرتسم کا بازو اسمیں چھپ گیا۔

جبکہ مہر اسکی بے باکی پر سرخ ہو رہی تھی۔ جسکے چہرے کے تاثرات تو سنجیدہ

تھے لیکن اپنے ہاتھ کو وہ بے باکی سے اسکی کمر پر پر سہلا رہا تھا۔ جس سے وہ بار

بار جھنپ رہی تھی۔

دونوں جوڑیوں کا صدقہ اتارا گیا تھا۔

عائشہ ماما اور حسن بابا اپنی بیٹی کو اتنا خوش دیکھ شکر کرتے ناتھک رہے تھے آخر
اتنے سال بعد ہی سہی انکی بیٹی کو خوشیاں نصیب ہو ہی گئی۔

حسن بابا نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا جہاں اب غازی اسکے ساتھ کھڑا
فکر مندی سے اس سے کچھ پوچھا رہا تھا۔ پھر نرمی سے اسکے سر پہ بوسہ دیتے
اسنے نورین کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

جبکہ ولی نے ان دونوں کو دیکھتے غالباً کوئی چٹکھ چھوڑا تھا جس سے وہ دونوں
ہنس پڑیں۔

تھوڑی ہی دیر میں مرد سارے دوسری طرف چلے گئے تھے اس لیے اب
وہاں صرف عورتیں ہی تھیں۔

گاؤں کی عورتیں انکے پاس آتی ڈھیروں دعائیں دیتی جا رہی تھیں۔
سدا خوش رہو خدا تمہیں چاند سا بیٹا دے۔

جب ایک عمر رسیدہ بزرگ عورت نے ان دونوں کے سر پہ ہاتھ رکھتے دعا
دی تو وہ بے ساختہ ہی شرم سے گلابی ہوئی تھیں۔

صد شکر تھا کہ اس پاس دونوں کے ہی شوہر نامدار نہیں تھے۔
کافی دیر تک محفل چلتی رہی۔

مہر اور نورین اب تھک چکی تھیں میکسی کافی بھاری تھی جس سے وہ غیر آرام
دہ ہو رہی تھیں۔ اور پھر انکی گود میں دو بچے بھی تھے۔

آیت اور زر نور اپنے بچے ان دونوں کے حوالے کرتے خود مزے سے وشہ
کے ساتھ سیلفیاں لینے میں مصروف تھیں۔

خیر بچوں نے انہیں تنگ نہیں کیا تھا۔ اب ان اور زر نور دونوں میں چھوٹے سے
کاٹ میں سو رہے تھے۔



زر نور بے دھیانی میں اوپر روم کی طرف جا رہی تھی جب کسی سے ٹکرائی۔
آہہ ماما سکی کراہ نکلی تھی۔

زر کیا ہوا زیادہ زرو سے لگی ہے۔ غازی فکر مندی سے اسکے ماتھے سے ہاتھ
ہٹاتا بولا۔

زر نور نے اسے گھورا۔

غاز مجھے ایسا لگا جیسے پتھر سے ٹکرا گئی ہو اور آپ کہہ رہے ہیں زیادہ لگی ہے۔
آخر میں اسکی نقل اتارتے بولی۔

غازی نے گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

بلیو کلر کے ڈریس میں وہ کھل رہی تھی۔

لائٹ سے میکاپ نے اسکے دو آتشہ حسن کو بھڑکا دیا تھا۔

اسنے نامحسوس انداز میں ادھر ادھر دیکھا۔

آس پاس کوئی نہیں تھا وہ لوگ حویلی کے اندر تھے۔

کچھ لوگ جو دور تھے۔ انہیں دیکھ نہیں سکتے تھے۔

مطمئن ہوتے اسنے زر نور کے ہلتے لبوں کو دیکھا جسے وہ جانے کیا بڑبڑائے جا
رہی تھی۔

سیکینڈ سے پہلے وہ جھکتے انہیں قید کر گیا۔

اس اچانک افتاد پر زرنور کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔

غاز۔۔ اسکی سرگوشی لبوں میں ہی گم ہو گئی۔

غاز مدہوش سا اسکے لبوں کا جام پینے میں مگن تھا جب ولی جو سیٹی کی دھن بجاتا اپنے دھیان میں اندر آیا تھا۔

لیکن سامنے کا منظر دیکھتے اسے کھانسی کا دورہ پڑا تھا اور بہت شدید پڑا تھا۔

زرنور جو شدید مزاحمت کر رہی وہ یک دم ساکت ہوئی تھی۔

غازی بھی چونک کر پیچھے ہوا تھا۔

زرنور خون چھلکاتے چہرے کے ساتھ وہاں سے بھاگی تھی۔

غازی بھی بالوں میں ہاتھ چلاتا ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

جبکہ ولی کی کھانسی ابھی تک نہیں رکی تھی۔

اسے اور ایکٹینگ کرتے دیکھ غازی نے اسے گھورا۔

میں مدد کروں کھانسی روکنے میں وہ اسکے قریب آتا چباتے بولا تھا۔

اسنے غازی کے رومینس کا اچھا خاصہ بیڑا غرق کر دیا تھا۔
بندہ پبلک پلیس کا ہی خیال کر لے۔ روم کس لیے ہوتا ہے۔
ولی جو ابابے چارگی سے بولا۔

غازی جھنپ کر نظریں چرا گیا۔

بکو اس مت کیا کرو۔ وہ جھنپ کر بولتا ولی کو بہت کیوٹ لگا۔
اسکی رنگت بے ساختہ سرخ ہوئی تھی۔

وہ اور مہر ویسے ہی ایک جیسے دکھتے تھے لیکن اب تو ولی کو جیسے ان میں فرق ہی
نظر نہیں آیا۔

مہر کو اسنے اکثر ایسے سرخ ہوتے دیکھا تھا کبھی غصے سے تو کبھی شرم سے۔

اور اب غازی کو دیکھتے وہ لب دبا گیا۔ دل کر رہا تھا قہقہہ لگائے لیکن پھر اپنی
شانت کا سوچتے وہ اپنا قہقہہ حلق میں ہی دبا گیا۔



وہ لوگ لاونچ میں بیٹھی تھیں وشہ اسے اسکی کل کی پکچر زد کھا رہی تھی جب
مر تسم سمیت سارے لڑکے اندر آئے تھے۔

کافی مہمان جاچکے تھے بس کچھ ہی بچے تھے۔

مہر، نورین کے ساتھ زرنور آیت اور ماہم اپنا اندراچکی تھیں باقی سب ابھی
باہر مہمانوں کے پاس تھے۔

مہر نے چونک کر انہیں دیکھا۔

اگلے ہی پل اسکا چہرہ اچانک سفید پڑا تھا۔ چہرے پر بے یقینی کے ساتھ کئی
رنگ جھلملائے تھے۔

آنکھیں ساکت ہوئی تھیں۔

یہ اسکی نظر کا دھوکا نہیں تھا۔ نا اسنے پہچاننے میں کوئی غلطی کی تھی۔

آہان سر۔ اسکے لب ہلے تھے۔

یہ کون ہیں مر تسم۔ ماہم اسکے ساتھ انجان مرد اور لڑکی کو آتے دیکھ بولیں۔

ایسا یہ میرے بزنس پاٹنر ہیں۔ آہان شاہ اور یہ انکی وائف۔ اسنے آہان اور پھر
زارا کی طرف اشارہ کیا۔ اور یہ انکا بیٹا ہے داؤد مر تسم زارا کی انگلی پکڑے
کھڑے چار سال کے داؤد شاہ کی طرف اشارہ کرتا بولا۔

مہر کا چہرہ تیزی سے سفید پڑ رہا تھا۔

کیا کچھ نہیں یاد آیا تھا اسے۔ وہ ایک رات آنکھوں کے سامنے تیزی
سے لہرائی تھی۔۔

مسٹر آہان یہ میری وائف ہیں۔ مہر ماہ مر تسم شاہ۔ مر تسم مہر کے کندھے پر
ہاتھ پھیلاتے بولا

اسکی نظر ابھی تک مہر کے چہرے پر نہیں گئی تھیں۔

آہان شاہ جو حسن بابا لوگوں کو یہاں دیکھتے الجھے ہوئے تھے انکے تاثرات بھی
مہر سے کم نہیں تھے۔

پری۔۔ داؤد جو بیزار سا کھڑا تھا مہر کو دیکھتے یکدم چیخا تھا۔

ماما دیکھیں یہ وہی پری ہے جو مینے حسن دادا کے گھر پہ دیکھی تھی۔

وہ زارا کا ہاتھ ہلاتا جوش سے بول۔

سب نے چونک کر اسے دیکھا۔

زارا جسے پہلے ہی کچھ شک سا پڑا تھا اس کا شک یقین میں بدل گیا۔

اسنے سرعت سے مہر کو اور پھر آہان شاہ جو دیکھا تھا جو ساکت نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

مہر۔ مرتسم نے جب چہرہ موڑتے اسے دیکھا تو وہ یک دم پریشان ہوا تھا۔
وہ سانس روکے ہوئے تھی۔

مہرا نے تیزی سے اسے اپنے سامنے کیا اس کا چہرہ خطرناک حد تک سفید پڑ گیا تھا۔

آہان شاہ اچانک ہوش میں آئے تھے۔

مہر کیا ہوا سانس کیوں روکا ہوا ہے آپ نے سانس لیں۔

وہ اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتا فکر مندی سے بول رہا تھا۔

داؤد مہر کو دیکھتے سہم کر زار میں چھپ گیا جو خود نا سمجھی سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

باقی سب اس سچویشن پر حیران پریشان کھڑے تھے۔

مہر و بھائی کی جان سانس لو۔ غازی بھی تیزی سے اسکے قریب ہوا تھا۔

عالم نے سرد نظروں سے آہان شاہ کو گھورا تھا۔

وہ رات مہر اب تک نہیں بھولی تھی وہ جانتا تھا اس ایک رات نے اس سے

اسکا سب کچھ چھین لیا تھا۔

مہر کیا کر رہی ہو سانس لو۔ ولی چیخا تھا لیکن وہ نیلی پڑتی ابھی تک ساکت

نظروں سے آہان شاہ کو دیکھ رہی تھی۔

اسکے زہن میں اس رات کا ایک ایک پل کسی فلم کی طرح چل رہا تھا۔

جسمیں اسے بد کردار ٹھہرایا گیا تھا۔ اسے ناصر ف گھر بدر کیا گیا تھا بلکہ ملک

بدر بھی کیا گیا تھا۔

مہر کیا پاگل پن کر رہی ہو سانس لو یار۔ ارسل نے اسکا بازو پکڑتے اسے ہوش
دلایا تھا۔

لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

کیا کر رہی ہیں آپ جان نکالنی ہے کیا میری سانس لیں مہر۔ مرتسم نے اسے
جھنجھوڑا۔

ش۔ شاہ۔ اسکے لب کپکپائے۔

شاہ کی جان سانس لیں۔ مرتسم اسکی پکار پر تڑپ کر بولا تھا۔

مہر نے اسکی طرف دیکھا وہ سختی سے اسکی شرٹ مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

آیت اور زر نور خود ایک طرف سہمی کھڑی تھیں۔

انہوں نے کبھی مہر کو یوں نہیں دیکھا تھا۔ جس طرح سے اسکا چہرہ نیلا پڑ رہا تھا

جیسے اسکی جان نکل رہی ہو۔

لمحوں میں وہ اسکے بازوؤں میں جھول گئی۔ مرتسم نے سیکینڈ سے پہلے اسے

اپنی بانہوں میں اٹھایا تھا۔

کسی کی بھی پرواہ کیے بغیر وہ اسے خود میں بھینچے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ولاب اسے پیچھے ہی بھاگے تھے۔

سوائے آہان شاہ زارا کے۔

آہان شاہ ساکت کھڑے تھے جبکہ زارا کی بے یقین نظریں انکی پشت پر ٹکی تھیں۔



پاؤں کی ٹھوکروں سے دروازہ کھولتے وہ تیزی سے اندر داخل ہوا۔
اسے بیڈ پہ لٹاتے مرتسم نے اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتے اسے
فکر مندی سے اسے پکارا۔

لیکن اسکی پلکوں میں زرا بھی جنبش ناہوئی۔

باقی سب جو اسکے پیچھے ہی بھاگے آئے تھے۔ مہر کو یوں حوش و حواس سے بیگانہ دیکھتے یک دم سہم گئے تھے۔

زارا جسے ولی ابھی لایا تھا وہ مہر کا چیکاپ کرنے لگی۔

زہرہ کیا ہوا مہر کو اچانک ٹھیک تو ہیں نا۔ مر تسم اسکے قریب بیٹھے اسکا سر دہاتھ اپنے ہاتھ میں تھا مے تڑپ کر بے چینی سے بولا تھا۔

اچانک کسی چیز کا جھٹکا سا لگا ہے۔ جیسے کوئی صدمہ لگتا ہے۔ جسے مہر برداشت نہیں کر پائی۔

میڈیکل باکس سے ایک انجیکشن نکال کر مہر کو لگاتے وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

کیسا جھٹکا بھی تک تو بلکل ٹھیک تھی۔ غازی مہر کے دوسری طرف بیٹھتے دے دے غصے سے بولا۔

آہان شاہ۔ ابھی کوئی کچھ کہتا کہ عالم کی سنجیدہ آواز نے سب کو خاموش ہونے پر مجبور کیا تھا۔

صرف سچ بولنا عالم۔۔ مرتسم کی آواز میں کے سرد پن نے عالم کو تھوک نکلنے پر مجبور کر دیا۔

اسنے ایک نظر ان چاروں کو دیکھا اور پھر مدھم لہجے میں وہ انہیں سب بتاتا چلا گیا اس رات کے بارے میں۔

کوئی اتنا کیسے گر سکتا ہے۔ عالم کی بات ختم ہوتے ارسل بے یقینی سے بولا تھا۔

مرتسم نے کس ضبط سے وہ سب سنا تھا صرف وہی جانتا تھا۔
میں اسے جان سے مار ڈالوں گا اسکی کمر بھی کیسے ہوئی میری بہن کے ساتھ یہ سب کرنے کی۔ غازی غصے سے چلایا تھا۔

مرتسم نے ہاتھوں کی مٹھیاں مینچتے مہر کے چہرے کو دیکھا جو لمحوں سے گلابی سے زرد ہو گیا تھا۔

اسے اپنے دل میں ایک انجانا سادرد اٹھتا محسوس ہوا۔

جو ہوا اسمیں قصور آہان شاہکار نہیں انکی ماں اور بہن کا تھا۔ وہ تو ایک سال
تک اسکی سزا بھگتے رہے۔ حتیٰ انکی غلطی بس اتنی تھی کہ انہوں نے محبت تو
کر لی لیکن محبت کی حفاظت نا کر سکے۔

ولی دھیمے لہجے میں بولا تھا۔

ولی ٹھیک کہہ رہا ہے آہان کا ان سب میں کوئی قصور نہیں ہے۔
عالم نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

میری خیال میں مہر کو اس وقت آرام کی ضرورت ہے۔ ہمیں چلنا
چاہیئے۔ ارسل آنکھ کے اشارے سے ان تینوں کی توجہ مرتسم کی طرف دلاتا
بولا تھا۔

وہ تینوں سمجھ کر سر ہلا گئے۔

غازی لب بھینچتے جھک کر مہر کے سر پہ بوسہ دیا اور ان تینوں کے ساتھ ہی
باہر کی طرف بڑھ گیا۔



وہ یک ٹک اسکے چہرے کو دیکھے جا رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آتا۔ تھا کہ اس نازک جان نے اتنے دکھ جھیل کیسے لیے۔ دل کر رہا تھا کہ وہ دنیا جہاں کی خوشیاں اسکے پاؤں میں کا کر رکھ کہ کبھی زندگی میں کوئی غم اسے چھونا پائے۔۔

آدھے گھنٹے بعد ہی اسے مہر کی پلکوں میں جنبش ہوتی محسوس ہوئی تو وہ تیزی سے سیدھا ہوا۔

مہر۔ اس پر جھکتے دھیمے لہجے میں اسے پکارا۔

مہر نے نیم وا آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ عہ جو کل اسکی قربت میں کھلا ہوا گلاب لگ رہی تھی ابھی کچھ ہی گھنٹوں میں وہ ایک مرجھایا ہوا گلاب بن گئی تھی۔

مر تسم کر اپنے سامنے دیکھتے وہ سختی سے اسکی شرٹ دبوچے اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔

شاہ کی جان ٹھیک ہیں نا پ۔ وہ اسکا چہرہ سامنے کرتا بولا جوا بھی بھی سفید تھا۔
مہر نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ش۔ شاہ س۔ سانس ن۔ نہیں۔ وہ اٹک کر بولی۔
اسکی اُدھوری بات سنتے مرتسم بنا سوچے سمجھے تیزی سے اسکے ہونٹوں پر جھکا
تھا۔

اسنے پوری شدت سے اپنی سانسیں اس میں انڈیلی تھیں۔
کچھ دیر بعد وہ پیچھے ہوا ہوا میں گہری سانس بھرتے وہ پھر سے اسکے لبوں پر
جھکتے اسے سانس دینے لگا۔

کچھ ہی دیر میں وہ نارمل ہوئی تھی۔

لیکن مرتسم کو تسلی نہیں ہوئی اسکا چہرہ اٹھاتے اسنے پھر سے ہوا میں گہری
سانسیں بھرتے اسکے لبوں سے لب جوڑتے اسے سانسیں دیں تھیں۔
مہر سانسیں بحال ہونے پر چہرہ پیچھے کرتی اسکے سینے میں منہ چھپا گئی۔

مہر میری جان، میرا بچہ ٹھیک ہونا پ۔ وہ نرمی سے اسے اپنی گود میں بٹھاتا
اسکے سر پہ بوسہ دیتا بولا۔

ش۔ شاہ وہ۔ اہا۔ ن سر۔ م۔ میں نہیں۔ ای۔ سی۔ وہ انکی۔ ما۔ ما
غلطی۔ م۔ میں نہیں۔

وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اسے اپنی صفائی دے رہی جب مرتسم اسے ٹوک
گیا۔

ششش۔ مرتسم۔ شاہ جانتا ہے مہرماہ شاہ کتنی معصوم اور پاکیزہ اس لیے آپکو
مجھے اپنے کراہی کی صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔
مجھے کچھ نہیں جانم۔ مجھے بس اتنا پتہ ہے۔ آپ شبنم کے پہلے قطرے کی طرح
شفاف ہیں۔ اس زمین پر میرے لیے اتاری گی واحد پری۔

وہ نرمی سے اسے سینے میں بھینچتے مدھم لہجے میں بولا۔
مہرگہری سانسیں بھرتی اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے آسودگی سے آنکھیں
موند گی۔ بند آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر بہے تھے۔
اسکے شوہر کو اس پر یقین تھا اسے اور کیا چاہیے تھا۔

جاری ہے۔۔۔

Bhot mazrat itny din epi nahi dy paye
kam hi itny thy hr taraf Eid ki dawat thi
bilkul waqat nahi mil rha tha.lakin ab in-
shallah B's yehi 2 epi Reh gai hain phir
novel khatum ho jye ga..#qalbe_ishq
#by_aman_chaudhary
#last_epidose (part 4)

وہ غنودگی میں جا چکی تھی۔ ہمیشہ کی طرح اسکے پاس آتے ہیں پر سکون ہوگی
تھی وہ۔

مر تسم نے اسکی میکسی کو دیکھا۔

وہ اس بھاری جوڑے میں کیسے سکون سے رہے گی۔

ایک پل کے لئیے اسنے سوچا کہ وہ اسکا جوڑا تبدیل کر دے لیکن پھر کچھ سوچ کر نفی کرتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔



زارا نے پتھرائی نظروں سے انہیں دیکھا تھا جبکہ آہان شاہ گہری سانسیں بھرتے خود کو ریلیکس کر رہے تھے۔

آخر ایسا کیا کیا تھا آپنے اسکے ساتھ کہ وہ آج تک نہیں بھول پائی۔
اسکی پشت کو دیکھتے وہ دھیمے لہجے میں بڑ بڑای تھی۔

وہ ہر چیز سے آگاہ تھی سوائے اس ایک رات کے۔۔
آہان شاہ لب بھینچ گئے۔

وہ میرا ماضی تھا زارا تم میرا حال ہو میں ماضی کو نہیں یاد کرنا چاہتا بہتر ہے تم بھی مت کھوجو۔

وہ پیچھے مڑتے نرمی سے اس سے بولے تھے۔

مینے آپسے آپکا ماضی نہیں پوچھا آہان۔

مینے صرف یہ پوچھا ہے کہ آخر اپنے ایسا کیا کیا تھا اس معصوم کے ساتھ کہ آپکو دیکھتے اسکے زخم یوں اڈھیر گئے کہ وہ سانس نہیں لے پائے۔۔
وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ آہان شاہ مہر کو بھولے نہیں تھے لیکن انہوں نے آج تک اسکے حقوق میں اس سے پیار میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔ اس لیے وہ مطمئن تھی۔ لیکن مہر کی حالت نے اسے اندر تک کانپنے پر مجبور کر دیا تھا۔
وہ تو پہلی ہی نظر میں اسے دیکھتے ٹھٹھکی کی۔

مر تسم کے پہلو میں کھڑی وہ کوئی افسر الگ رہی تھی معصوم سی کوئی پری۔
داؤدان دونوں کو باتوں میں مگن دیکھ آہستہ سے وہاں سے کھسک گیا۔
وہ ایک رات وہ سب کچھ چھین لے گی اس سے۔۔ وہ دھیمے لہجے میں
بڑبڑائے۔۔

کو نسی رات آہان۔ زرار نے الجھ کر پوچھا۔

قیامت کی رات، تباہی کی رات۔ وہ کسی انجانے سحر میں جکڑے بولے تھے۔

انہوں نے ایک نظر زرار کے چہرے کو دیکھا جن پر ہزاروں سوال تھے۔
رخ موڑتے انہوں نے سرد سانس چھوڑی اور آہستہ آہستہ اسے وہ اس رات
کے بارے میں سب بتاتے چلے گئے۔
زرار لڑکھرائی تھی انکی بات سنتے۔

اسے آج سمجھ آیا تھا کہ ہر وقت اسکے ساتھ ہسنے کھیلنے والا انسان اپنی ماں اور
بڑی بہن کو دیکھتے اتنا سنجیدہ کیوں ہو جاتا تھا۔

اسے سہی معنوں میں خوف محسوس ہوا تھا۔ ان دونوں عورتوں سے۔

وہ جن کے ساتھ رہتی آئی تھی وہ لوگ اتنے خطرناک تھے کہ کسی کے کردار
کی دھجیاں اڑانے میں پل نہیں لگاتے تھے۔ وہ بے یقینی سے انہیں دیکھے گی۔

آہاں شاہ اسکے تاثرات دیکھتے لب بھینچ گئے لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے
قدموں کی آہٹ سے وہ دونوں کی چونکے تھے۔



بھا بھی آپ اندر جاسکتی ہیں۔

مر تسم زارا کے قریب رکتا نظریں جھکائے دھیمے لہجے میں بولا۔

وش بچے جاؤ بھا بھی کو لے جاؤ اپنے ساتھ۔ وہ وہاں آتی وشہ سے مخاطب ہوا
جو مہر کی طبعیت کا سنتے خود رور و کرہاں ہو گئی تھی لیکن ابھی اسے ولی نے

یہاں بلایا تھا۔

وہ جی اچھا کہتے زارا کا ہاتھ پکڑتی اسے وہاں سے لے گی۔



اب وہاں وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے مر تسم کی سرد
نظریں آہاں شاہ کے چہرے پر ٹکی تھیں۔

جانے کتنے ہی ضبط سے اسے اپنے غصے پر قابو پایا تھا۔
غازی، ولی، اور ارسل تینوں ہی اسے گھور رہے تھے۔

عالم نے

انہیں بتایا تھا کہ کس طرح انہوں نے عین وقت پر سب کو سچ بتایا تھا اگر وہ نا
بولتے تو شاید مہر میں جو تھوڑی بہت جان بچی تھی وہ بھی ایس وقت نکل
جاتی۔

اس لیے وہ چاہتے ہوئے بھی اسے کچھ کہہ نہیں پارہے تھے کہ جانے انجانے
میں انہوں نے ان پر احسان کر دیا تھا۔

لیکن پھر بھی وہ ان کے سامنے مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑے تھے۔

مر تسم نے گہری سانس بھرتے بالوں میں ہاتھ چلایا تھا یوں جیسے خود پر ضبط کیا ہو۔ وہ یہاں مہمان تھا اور مر تسم اسے منہ پھاڑ کر جانے کا بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔

مسٹر آحان شاہ ہماری پرفیشنل لائیف ایک طرف ہے لیکن پرسنل ایک طرف میں امید کرتا ہوں آج جو بھی آئندہ کے بعد آپ میری وائف کے سامنے آنے سے گریز کریں گے کیونکہ انہیں آپ کی شکل نہیں پسند۔ میں بھی آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سے ہمارے پرفیشنل لائیف پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

وہ بغیر کسی لچک کے بولا۔

احان شاہ کا چہرہ سرخ پڑا تھا۔ لیکن وہ لب بھینچے کھڑے رہے۔

مر تسم ایک سپاٹ نظر انکے جھکے سر پر ڈالتا مڑ گیا۔

یہ معافی کے لائق تو نہیں لیکن پھر بھی ایک بار مہر سے معافی مانگنا چاہتے ہیں۔

اسے مڑتے دیکھ زار اجودشہ کے ساتھ جانے کی بجائے پلر کے پیچھے چھپی کھڑی انکی باتیں سن رہی تھی تیزی سے آگے بڑھتے بولی تھی۔
مر تسم نے اتنی ہی تیزی سے مڑتے حیرانگی سے زار اکو اور قہر آلودہ نظروں سے آہان شاہ کو گھورا تھا۔

جبکہ باقی چاروں کا حال بھی اس سے کم نہ تھا۔
ایک آخری بار ایک موقع تو خدا بھی دیتا ہے نا۔ آہان تو پھر انسان ہیں نا خطاوار ہیں کیا معافی مانگنے کے حق دار بھی نہیں۔ زار انے مر تسم کو دیکھتے بے بسی سے کہا تھا۔

میرا کوئی بھائی نہیں ہے آج پہلی بار کسی کو بھائی سمجھ کر کچھ مانگ رہی ہوں۔

پلیز بھائی یہ ایک بہن کی التجا سمجھ لیں جو اپنے بچے کے باپ کے لئے آپسے
بھیک مانگ رہی ہے۔ یہ نے آج تک انہیں ایک بھی رات سکون سے سوتے
نہیں دیکھا۔

وہ سچ میں اسکے سامنے ہاتھ جوڑ گی تھی۔

آہان شاہ نے ٹرانس کی سی کیفیت میں اسے دیکھا تھا وہ عورت آخر اور کتنے
احسان کرے گی ان پر۔ وہ اسکے اسیر ہوتے چلے جا رہے تھے اور وہ تھی کہ
انہیں اپنا اسیر کرتی ہی جا رہی تھی۔

نیند میں بھی اکثر کچھ بڑبڑاتے رہتے جس سے مجھے صرف یہی پتہ چل سکا کہ
مجھے معاف کر دو۔

داؤد انہیں دیکھتے ان سے ڈرنے لگا ہے کیونکہ اکثر ایسے ہی وہ رات ان پر
حاوی ہو جاتی ہے اور یہ اپنا آپا کھونے لگتے ہیں۔ وہ بھگے لہجے میں بولی تھی۔
غازی نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا تھا مطلب وہ سب جانتی تھی کتنا بڑا
ظرف تھا اس عورت کا۔

حتکہ اسمیں سب سے زیادہ نقصان بھی انکا ہوا تھا عالم بھائی تو اس بات کا گواہ ہے اسکے باوجود انہیں ہی کیوں مجرم ٹھہرایا گیا۔

اسنے عالم کی طرف دیکھتے کہا تھا۔ رونے کی وجہ سے اسکی آواز کانپ رہی تھی۔ مرتسم نے بے ساختہ اسکے ہاتھ کھولتے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا تھا۔ اسے آہان پر ترس آیا تھا۔ انکی آنکھوں میں چھائی وحشت اس بات کی گواہ تھی کہ وہ سچ کہہ رہی ہے۔

ان چاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا وہ خود میں شرمندہ ہوئے تھے جب عالم نے انہیں ساری بات سے آگاہ کیا تھا تو اسکے باوجود وہ سمجھ کیوں نا پائے۔

آپ پلیز اس طرح میرے سامنے ہاتھ مت جوڑیں بھابھی بہنیں بھائیوں کے سامنے جو سر جھکائے کھڑی اچھی نہیں لگتی۔

غلطی کچھ ہماری بھی ہے سب جانتے ہوئے بھی کہ قصور وار صرف آہان شاہ
نہیں تھے ہم لوگ انہیں ہی ٹھہرا رہے تھے۔

وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

آپ فکر مت کریں انہیں وہ ایک موقع ضرور ملے گا۔

ابھی مہر کی طبعیت ٹھیک نہیں انہیں اچانک ایسے یوں صدمہ پہنچا ہے۔ وہ

ٹھیک ہوں گی تو میں ان سے بات کروں گا۔

وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتا نرمی سے بولا تھا۔

بلکل ٹھیک کہہ رہا ہے مرتسم آپ بلکل فکر مت کریں آپ کے شوہر کو جو گلٹ

ہے وہ بہت جلدی ختم ہو جائے گا۔

ولی آگے بڑھتے مسکراتے لہجے میں بولا۔

ہاں آہاں شاہ کو جو گلٹ ہے وہی انہیں سکون سے سونے نہیں دیتا ہے اب
دیکھئے گا یہ ہر رات سکون سے سوئے گا اور داؤد بھی اس سے ڈرنا چھوڑ دے
گا۔

کیوں آہاں۔۔

غازی زار اسے نرمی سے کہتے آہاں کو گھورتے بولے جو منہ کھولے کھڑا
سچویشن سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اور یہ کہنے کی تو بالکل ضرورت نہیں ہے کہ تمہارے بھائی نہیں ہیں یہ ہم
سب تمہیں کیا گدھے دکھا رہے ہیں۔ بھائی کہہ کہ بھی کہہ رہو ہو بھائی نہیں
ہے۔

ارسل خفگی سے اسے دیکھتے بولا۔

زار اچانک چہرے پر ہاتھ رکھتے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

وہ چاروں ہی بوکھلا گئے۔

ارے اب تو ہم بات مان رہے ہیں اب کیوں رو رہی ہیں آپ۔۔
عالم حیرانگی سے اسے دیکھتے بولا۔

یہ تو خوشی کے آنسو ہیں میں ہمیشہ خدا سے شکوہ کرتی تھی کہ مجھے بھائی کیوں
نہیں دیا لیکن آج دیکھو اللہ نے مجھے پانچ پانچ بھائی دیئے ہیں جو سہی معنوں
میں میرے بھائی ہی لگ رہے ہیں جو اپنی بہن کی آنکھوں میں ایک آنسو
برداشتنا کریں۔

وہ سراٹھائے بھیگی آنکھوں سے انہیں دیکھتی تشکرانہ لہجے میں بول تو ان
پانچوں کی سانس میں سانس امی۔

ک۔ کیا میں مہر سے اب میں مل سکتا ہوں مطلب معافی مانگ سکتا ہوں۔
چپ کھڑے آہان شاہ اچانک بولے تھے۔ مرتسم نے سنجیدگی سے انہیں
دیکھا۔

ہمم۔۔ اسنے محض ہنکار بھرا۔

داؤد کہاں ہے۔ اچانک زارا کو اسکا خیال آیا۔
داؤد۔۔ آہان شاہ سمیت وہ پانچوں کی چونکے تھے۔
ا۔ اہان داؤد کہاں چلا گیا۔ وہ لمحوں میں گھبرائی تھی۔

م۔ میں یہاں یوں ماما۔ معصوم سی آواز پر ان سب نے چونک کر پیچھے دیکھا تھا
جہاں چار سالہ داؤد ڈھیر سالہ ہانم کو بامشکل اٹھائے ہوئے تھا وہ شاید نیند میں
تھی۔

مر تسم نے تیزی سے اس تک پہنچتے ہانم کو اس سے لیا تھا جو بس گرنے ہی والی
تھی۔

مر تسم کے یوں ہانم کو لینے پر وہ اچانک اونچی آواز میں رونے لگا۔
بڑے جو سب ابھی مہمانوں کو رخصت کر کے اندر آئے تھے وہ حیرانگی سے
انہیں دیکھنے لگے۔

داؤد بیٹے کیا ہوا کیوں رو رہے ہو۔

آہان شاہ نے اسے اٹھاتے کہا جواب ہچکیاں بھرتے رونے لگا تھا۔
بابا وہ ڈول۔۔ وہ مرتسم کے بازوؤں میں کسمساتی جانم کی طرف اشارہ کر گیا۔
سب نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

ہانم کو تھپتھپاتے مرتسم نے بھی چونک کر اس چھوٹی مخلوق کو دیکھا۔
بیٹے وہ اپنی ڈول نہیں ہے۔ زارا اسے آہان سے لیتے بولی۔
نہیں ماما وہ میری ہی ڈول ہے مجھے وہی ڈول چاہیے۔ وہ ہچکیاں بھرتا ضدی
انداز میں بولا۔

یہ آپکی نہیں میری ڈول ہے۔ اور آپ تو خود ابھی اتنے چھوٹے ہو ڈول لے کو
کیسے سنبھالو گے۔ وجدان بھائی اسے پچھارتے بولے۔
جور و ناچھوڑ جواب انکی بات سننے لگا۔

تو کیا جب میں بڑا ہو جاؤں گا آپ مجھے یہ ڈول دیں گے۔ وہ چمکتی آنکھوں
سے بولا۔

سب اسکی بات پر ہنس دیئے سوائے مر تسم اور غازیان کے۔۔ اوکے بیٹا پہلے
بڑے ہو جاؤ پھر۔ وجدان بھائی ہستے ہوئے بولے داود کی آنکھوں کی چمک
بڑھی تھی وہ کوئی عام چمک نہیں تھی کچھ خاص تھا اس چمک میں جس نے غازی
اور مر تسم کو ٹھٹھکنے پر مجبور کیا تھا۔

جانے کس احساس کے تحت مر تسم اپنی بانہوں میں سمٹی ہانم کو بے ساختہ
خود میں بھینچ گیا۔ اسے ہانم بہت عزیز تھی وہ اسکے قریب کبھی کوئی غم پھٹکنے
بھی نہیں دے گا سنے دل میں پختہ ارادہ کیا تھا۔

لیکن اسکے چاہنے نا چاہنے سے کیا ہونا تھا ہونا تو وہی تھا جو خدا نے چاہا ہو گا۔
ایک فی محبت نے زمین پر قدم رکھا تھا جسے ناتو مر تسم روک سکتا تھا نا
غازی۔۔

رات کافی ہو گئی ہے میرے خیال میں آپ لوگوں کو آج رات یہیں رک جانا
چاہیئے۔ وجدان آہان شاہ کو دیکھتے بولے۔

نہیں ہمیں چلنا چاہیے اب۔ وہ سہولت سے انکار کر گئے۔

بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں اور باہر موسم بھی خراب ہو رہا ہے آج رات یہیں رک جائیں کل چلے جائیے گا۔ مرتسم نے سنجیدگی سے کہا تو چار و ناچار وہاں نہیں رکنا ہی پڑا۔

کچھ کی دیر میں سب تھکے ہارے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے آہان اور زارا کے لئے گیسٹ روم سیٹ کر دیا گیا تھا وہ بھی داؤد کو لیتے وہاں سے چلے گئے۔



اسنے جیسے ہی اندر قدم رکھا اندر کے ماحول ایک پل کے لئے اسے مبہوت کیا تھا۔

پورا کراپھولوں سے سجا ہوا تھا۔ یہ یقینن ولی کی شرارت تھی۔ وہ سوچ کر رہ گیا۔

اسکی نظر بیڈ پر گی جو پھولوں کی مسہری سے سجا ہوا تھا۔

وہ مسکرایا لیکن اگلے ہی پل اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ روایتی دلہنوں کی طرح بیڈ پر بیٹھی اسکا انتظار نہیں کر رہی تھی۔

اسنے کمرے میں نظریں دوڑائیں تو وہ اسے ڈریسنگ کے سامنے کھڑی نظر آئی۔

عالم نے لب بھینچے تھے۔ وہ چیخ کر چکی تھی۔

ابھی تو اسنے جی بھر کے اسے دیکھا بھی نہیں تھا۔

سپاٹ چہرے کے ساتھ وہ آئینے کے سامنے کھڑی جیولری اتار رہی تھی۔

چہرہ تو سپاٹ تھا لیکن دل ڈھڑک ڈھڑک کے پاگل ہو رہا تھا۔

اسنے کن اکھیوں سے عالم کو دیکھا۔ وہ اسے دیکھ کر بھی نظر انداز کر رہی تھی۔

عالم نے سرد نظروں سے اسے دیکھا وہ قدم قدم چلتا اسکے پیچھے آکھڑا ہوا۔
نیکلس اتارتے نورین کے ہاتھ کپکپائے تھے۔۔

عالم کی سرد نظروں سے اسے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی محسوس
ہوئی۔

کس سے پوچھ کے اپنے چیخ کیا ہے۔۔ نظروں سے زیادہ لہجہ سرد تھا۔
نورین نے تھوک نگلا۔

مینے کہا تھا ناکہ میں آپکی مرضی کے بغیر آپکو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا لیکن کیا
آپکو دیکھنے کے لئے بھی مجھے آپکی اجازت کی ضرورت ہوگی۔

وہ اسے کہنی سے پکڑتے اپنے مقابل کرتا سپاٹ انداز میں بولا۔

م۔ میں۔ نورین نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن اسکے لب بری طرح سے
کپکپائے تھے۔۔

نور مینے آپسے پہلے بھی کہا تھا میں ان روایتی مردوں کی طرح نہیں ہو جو
عورت پر اپنی حکومت چلائے لیکن آپکی حرکتیں مجھے وہ روایتی مرد بننے پر
مجبور کر رہی ہیں۔

کیا چاہتی ہیں میں روایتی مرد بن کر آپسے اس رات کے تقاضے پورے
کروں۔۔

اسکے لہجے میں ہلکا سا غصہ اور دکھ تھا۔

نورین کا چہرہ سفید پڑا تھا۔

اب کیوں ڈر رہی ہیں جب مینے کہا تھا میرے آنے سے پہلے چیلنج مت کیجئے
گاتب کیوں ڈر نہیں لگا آپکو چیلنج کرتے ہوئے۔

وہ اسکے کپکپانے پر چوٹ کرتا بولا۔

عالم اسے کپکپاتے دیکھ ایک تاسف بھری نظر اس پر ڈالتا فریش ہونے چلا گیا

نورین نے بے بسی اسکی پشت دیکھی وہ چاہ کر بھی اس پر خود کو آسن سب کے
لئے تیار نہیں کر پار ہی تھی۔

آنکھیں رگڑتے جلدی سے ساری جیولری اتارتے وہ اسکے آنے سے پہلے ہی
بیڈ سے سارے پھول ایک سائیڈ کرتے چادر میں دبک گئے۔

عالم فریش ہو کر واپس آیا تو اسے یوں چادر میں سمٹے دیکھ سر جھٹکا۔
لائٹس او ف کرتے وہ یو نہی بیڈ کی دوسری سائیڈ بیٹھا تو نورین اچھل کر
کھڑی ہوئی تھی۔

اتنے دن سے تو وہ اکیلی دوسرے کمرے میں رہ رہی تھی لیکن اب کمرے
کے ساتھ بیڈ بھی شئیر کرنا تھا۔

کیا ہوا۔ عالم نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

ڈونٹ سے نورین کے اب آپ میرے ساتھ صوفہ صوفہ کھیلنا چاہتی ہیں۔
وہ اسکے تاثرات پڑتا سنجیدگی سے بولا۔

جبکہ نورین کو جانے کیوں اسکا نورین کہنا چھبنا تھا جب سے انکا نکاح ہوا تھا وہ اسے نور ہی کہتا تھا۔

ناتو آپ ٹین اتج گرل ہیں اور نامیں اس لیے بہتر ہیں ہم صوفہ صوفہ نا کھیلیں۔ میں جانتا ہوں آپکو مجھ پہ زرا ساقین نہیں ہے لیکن اپ کم از کم مجھے صرف رات کو یہاں سونے دے سکتی ہیں پلیز۔ اس کمرے باہر کوئی صوفہ نہیں ہے اور باہر جا کر میں نہیں چاہتا کہ ہمارے رشتے کے بارے میں کسی کو کچھ کہنے کا موقع ملے۔

وہ سادہ سے لہجے میں کہہ رہا تھا لیکن پھر بھی نورین کو لگا شاید وہ طنز کر رہا ہو۔ بے فکر ہو کر سو جائیں اتنا کچا کردار نہیں ہے میرا کہ آپکی نیند کا فائدہ اٹھاؤں۔

اسے وہیں کھڑے دیکھ وہ سنجیدگی سے بھرپور لہجے میں کہتا رخ موڑ کر لیٹ گیا۔

اسکی یہ بات سیدھا نورین نے دل پہ لگی تھی اسنے کب اس کے کردار کے بارے میں کہا تھا لیکن یوں اس کے بیٹھنے پر بیڈ سے اٹھنا نا کہہ کے بھی بہت کچھ کہہ گیا تھا۔

وہ لب چبائے اسکی پشت دیکھنے لگی۔

ع۔ عالم۔ کچھ دیر بعد بھگے لہجے میں پکارا۔

عالم کی تمام حساسیت یہیں لگی تھی اسکی بھگی آواز پر وہ بے چین ہوا اٹھا لیکن جانتا تھا زرا سی نرمی کرے گا تو وہ اسکی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھائے گی۔ اس لیے ڈھیٹ بنا لیٹا رہا۔

عالم۔ جب اسنے کوئی جواب نادیا تو نورین نے اس کے قریب ہوتے اسکا بازو ہلایا۔

عالم جھنجھلا گیا۔

کیا ہوا ہے اب کیوں ہاتھ لگا رہی ہیں آپ مجھے۔

وہ جھنجھلائے سے لہجے میں بولا۔

ایم سوری۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ وہ سر جھکائے شر مندہ سے لہجے میں
بولی۔

عالم نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔
نیلی آنکھوں میں ٹھہرا پانی اسے بے چین کر گیا تھا۔
اٹس اوکے۔ سادہ سے لہجے میں کہتے وہ دوبارہ کروٹ بدل گیا۔
عالم۔ اسکے کروٹ بدلنے پر وہ دوبارہ اسکا بازو ہلا گئی۔
اس سے پہلے کے وہ بازو پیچھے کہتی عالم نے اسکی جھٹکے سے اسے اپنے اوپر
کھینچا۔

وہ کٹی ڈالی کی طرح اسکے سینے میں اسمائی۔
نورین نے فق ہوتے چہرے سے اسے دیکھا تھا۔
میں آپسے ناراض نہیں ہوں نورین اس لیے آرام سے سو جائیں اور مجھے بھی
سونے دیں۔

وہ اسکے چہرے سے بال ہٹاتا نرمی سے بولا۔

نورین سانس روکے اسے دیکھے گی۔ اسکے بال پیچھے کرنے پر وہ چونک کر حوش میں آتی کسمسای۔

سکون سے لیٹی رہیں ورنہ میں وہ کر گزروں گا جسکا آپکو ڈر ہے۔ اسکے مزاحمت کرنے پر وہ سپاٹ لہجے میں بولتے آنکھوں موند گیا۔ نورین نے کچھ سہمی نظروں سے اپنی کمر میں بندھے اسکے ہاتھوں کو دیکھا۔ کچھ دیر تک جب وہ آنکھیں موندیں لیٹا ہاتھ وہ ڈرتے ڈرتے احتیاط سے ہاتھ اسکے سینے پر رکھے پیچھے ہونے کی کوشش کرنے لگی لیکن اسکی حصار اور مضبوط ہو گیا۔

تھک کر وہ اسکے سینے پر سر رکھے آنکھیں موند گی۔ ننھا سادل چڑیا کی طرح سہا ہوا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ کچھ تھکان اور نیند کی وجہ سے سو گئی۔ اسکے سونے کا یقین کرتے عالم نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ اسے سکون سے سوئے دیکھ وہ مسکرایا۔

سر جھکاتے اسنے اسکا سر چوما۔ نرمی سے اسکے چہرے سے بال ہٹاتے وہ اسے
دیکھنے لگا۔

اب رات بھر یہی تو کرنا تھا کیونکہ نیند تو آنے سے رہی۔ جزبات جو پہلے ہی
بھڑکے ہوئے اسکے قریب آنے پر دھک اٹھے تھے لیکن وہ خدو پر ضبط کیے
نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتا آنکھیں موند گیا۔



اسکی آنکھ کھلی تو اسنے خود کو انجانی جگہ پر پایا۔
چونک کر اس پاس دیکھتے وہ حیران ہوئی تھی۔
وہ جگہ انجانی نہیں تھی وہ اور انوشے اکثر ایسی جگہوں پر پائی جاتی تھی جہاں
پھول اور تتلیاں ہوں اور یہ جگہ تو پھولوں اور تتلیوں سے بھری پڑی

تھی۔۔ وہ مبہوت سی اس پاس دیکھ رہی تھی جب دور اسے کسی کی پشت
دکھائی دی۔

نوشے۔۔ وہ بڑ بڑائی۔

انو۔۔ پھو وہ پوری قوت سے چلائی تھی۔

اس ویرانے میں اسکی آواز گونج کر واپس اسی کی طرف لوٹی تھی۔

انوشے نے پیچھے مڑتے اسے دیکھا۔

وہ مسکرائی۔

لیکن مہر مسکرانا سکی۔ کیونکہ آنے انوشے کے پیچھے ایک سایہ دیکھا تھا اور وہ

سایہ کوئی اور نہیں امن تھا۔

وہ سانس نہیں لے پائی۔

انوشے خفگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جب امن نے اسکے قریب جھکتے اسکے

کان میں کچھ کہا وہ کھلکھلا کر ہس پڑی۔

اور نفی میں سر ہلایا۔

مہر رب تک انکے قریب پہنچ چکی تھی۔

مہر یہ دیکھ عالم نے اسے بھیجا ہے میرے پاس۔۔ یہ میرا بہت خیال رکھتا ہے
لیکن تجھے بہت یاد رکھتا ہے۔۔

لیکن تو خوش کیوں نہیں رہتی تجھے پتا ہے نا تجھے خوش دیکھ کر میں بھی خوش
ہوتی ہوں۔

وہ ایک سائیڈ انداز میں اسے بتاتے اچانک خفا ہو گئی۔
مہر خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

امن نے اسے نہیں دیکھا تھا اسکی نظریں مہر کے دائیں ہاتھ کی تیسری انگلی
میں چھپی اس بلیو سفائیر والی انگوٹھی پر تھی۔۔

مہر تو اب خوش رہے گی نا وہ سب لوگ بہت اچھے ہیں تجھے خوش رکھتے ہیں
بول نا اب ماضی کو یاد کر کے روئے گی تو نہیں نا۔
انوشے لاڈ سے اسے دیکھتے بولی۔۔

مہر ٹرانس کی سی کیفیت میں اسے دیکھتے ہاں میں سر ہلا گئی۔

اور میری فکر مت میں بہت خوش ہوں۔۔ وہ مسکراتے لہجے میں بولی۔
امن نے پھر سے اسکے قریب جھکتے کچھ کہا تو اسکا چہرہ اتر سا گیا نروٹھے پن سے
اسے دیکھتے وہ ایک نظر مہر کو دیکھ مسکرائی۔ اور پیچھے کو قدم لینے لگی۔
جانے کا وقت ہو گیا ہے مہر۔۔ وہ اداس لہجے میں بولتے پیچھے جاتی جا رہی
تھی۔

مہر جیسے ہوش میں آئی۔

انو۔ اسکے پیچھے قدم لینے پر تڑپ کر اسے پکارا لیکن وہ نفی میں سر ہلاتی امن
کے ساتھ پیچھے قدم لیتے اندھیرے میں گم ہو گئی۔
نوشے۔۔ وہ ایک چیخ کے ساتھ اٹھ بیٹھی۔۔

مر تسم جوڈریسینگ روم سے باہر آ رہا تھا وہ تیزی سے کسی طرف بڑھا۔
مہر گہرے سانس لیتی سر تھام گئی۔

مہر میری جان کیا ہوا۔۔۔ مر تسم تیزی سے اسکے قریب بیٹھا۔

پ۔ پانی۔ سوکھتے لبوں پر زبان پھرتے کہا۔

مر تسم نے جلدی سے پانی کا گلاس دیا سے۔۔۔

وہاں یک ہی گھونٹ میں ختم کر گئی۔

کوئی برا خواب دیکھا۔ اسکے ہاتھ سے گلاس لیتے مر تسم نے نرمی سے کہا۔
مہر نے جواب نہیں دیا نظریں اسکی اپنے دائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنی
انگوٹھی پر تھیں۔

انسے مر تسم کو امن کے برے میں سب کچھ بتا دیا تھا کچھ دیر تو وہ چپ رہا آخر
کو اسے کیسے برداشت تھا کہ مہر پر کسی کی نظر بھی پڑے کجا کہ کوئی اس سے
عشق کرتا ہو۔

لیکن اس جذبے پر تو کسی کا بس نہیں چلتا وہ بس لب بھینچ کر رہ گیا۔

انسے بس اتنا کہا تھا کہ

جو چلا گیا سو چلا گیا اس سے نفرت کرنے یا غصہ کرتے ہم صرف اسکی ()
روح کو ازیت ہی دے سکتے ہیں۔ بھول جائیں جو ہوا وہ اب اس دنیا میں نہیں

وہ ماضی تھا ہم حال ہو چکے ہیں۔ اس لیے خود کو قصور وار ٹھہرانا بند کر دیں
موت صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔۔

(اسنے بہت نرمی سے اسے سمجھایا تھا

مہر کیوں میری جان نکال رہی ہیں کیا ہوا ہے۔۔ وہ نرمی و محبت سے اسکا ہاتھ
تھا متا بولا۔

شاہ۔۔ وہ جیسے کسی خواب سے کافی تھی۔

جی شاہ کی جان۔۔ مر تسم نے اسے اپنے قریب کرتے خود سے لگایا۔

شاہ آپ کبھی مجھ سے دور تو نہیں جائیں گے نا۔ وہ سراٹھائے بھیگی نم آنکھوں
سے اسے دیکھتے بولی۔

مر تسم کو اس پر ٹوٹ کے پیار آیا۔

میری جان میں کیوں دور جاؤں گا آپسے بھلا۔ جان بھی دور کی جاسکتی ہے خود
سے۔۔

اسکا سر چومتے وہ اسے اپنی گود میں بٹھاتے لاڈ سے بولا۔

میں آپکو جانے بھی نہیں دوں گی شاہ۔۔ وہ اسکے گالے میں بازو ڈالتے اسکی گردن میں چہرہ چھپاگی۔

مر تسم کو یقین ہو چلا تھا کہ اسنے یقین برا خواب دیکھا تھا۔ اس لیے وہ ایسا بیہو کر رہی تھی۔

آپ شاہ کو جان سے مار ڈالے گا اگر میں نے ایس آجھ سوچا بھی تو۔ وہ اسکی نم آنکھیں چومتا محبت سے چور لہجے میں بولا۔

مہر آسودگی سے اسکے سینے پر سر رکھ گی۔

مہر۔ کچھ دیر بعد وہ ریلیکس ہوئی تو مر تسم نے نرمی سے اسے پکارا۔

چینچ کر لیں جانم ایسے کیسے سوئیں گی۔۔ وہ اسکے بھاری ڈریس کو دیکھتے بولا۔

مہر کو چار ناچار اٹھنا پڑا۔

وہ بیچ کرنے گی تو مر تسم بھی فریش ہونے چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ باہر آیا تو

صرف ٹراؤزر میں تھا۔

مہر ابھی نہیں آئی تھی۔۔

مر تسم نے ایک نظر ڈر یسینگ کے بند دروازے پر ڈالی اور سگریٹ اٹھاتے
کھڑی میں آگیا۔

سگریٹ سلگھاتے وہ سوچ رہا تھا کہ آخر مہر کو کیا چیز پریشان کر رہی ہے۔
وہ اتنی گہری سوچ میں تھا کہ اسے مہر کے آنے کا بھی پتہ نہیں چلا۔
مہر نے چونک کر اسے دیکھا۔

اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتے اسے ٹوکتی جانے کیوں وہ اسے دیکھنے لگی۔
مر تسم نے سگریٹ کا گہرا کش لیا۔ ایسا کرتے اسے ناک اور منہ سے دھواں
نکلا تھا۔

اس نے زندگی میں پہلی بار کسی مرد کو سگریٹ پیتے ہوئے اتنا خوبصورت لگتے
دیکھا تھا۔

اسکے ناک اور منہ سے نکلتا دھواں ہوا میں غائب ہوتا تو وہ ایک اور کش لگاتا
جیسے ہی وہ کش لگاتا دیکھنے والا اسے دیکھتا رہ جائے۔

مہر مبہوت کھڑی اسے دیکھ رہی تھی

کوئی سگریٹ پیتے ہوئے بھی اتنا پیارا کیسے لگ سکتا ہے۔۔ مر تسم نے
سگریٹ ختم کرتے پاؤں سے مسلی وہ جیسے ہی پیچھے مڑا سامنے ہی وہ ساکت
سی کھڑی تھی۔

شٹ مر گیا۔ وہ ماتھا مسلتے بڑ بڑایا اچھے سے جانتا تھا اسکی بیوی کو اسکا سگریٹ
پینا بلکل پسند نہیں۔

میں وہ بس ایسے ہی۔ اسے سمجھ نا آیا کیا کہیے۔

اسنے مہر کے چہرے جو غور سے دیکھا کہا اب تک اسنے کچھ کہا کیوں نہیں وہ
مبہوت سی اسے دیکھ رہی تھی مر تسم لب دبا گیا۔

وہ اکثر اپنے دوستوں سے سنتا تھا کہ وہ سگریٹ پیتے ہوئے اگلے انسان کو
مبہوت کر سکتا تھا۔ وہ سن سر جھٹک دیتا لیکن جانے کیوں آج اپنی بیوی کو
یوں خود کو دیکھتے پا کر وہ اندر سے سرشار ہوا تھا۔

جانم۔۔ اسکے قریب جاتے مر تسم نے اسکے دائیں گال پر جھولتی لٹ کو کھینچتے
پکارا۔۔

مہر چونک گئی۔۔ وہ شرٹ لیس اسکے قریب کھڑا تھا۔ وہ نظریں چرا گئی۔
مر تسم اسے مسکاتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
نیند آرہی ہے۔ نرمی سے پوچھا تو وہ سر ہلا گئی۔
ائیں۔ مر تسم لائٹس او ف کرتے اسے لیے بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔
شاہ۔ بیڈ پہ بیٹھتے اسے دیکھتے پکارا۔
جی شاہ کی جان۔۔ گھڑی اتارتے مر تسم نے اسکی طرف دیکھا۔
و۔ وہ شرٹ پ۔ پہن لے نا۔ وہ جلدی سے کہتی چہرہ موڑ گئی۔
اسکے یوں کہنے پر مر تسم کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔
اسکے قریب ہوتے مر تسم نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے اوپر گرایا۔
جانم اب روز آپکو یونہی میری شرٹ لیس سینے سے لپٹنا ہے۔۔ اسے اپنے
سینے پر گرائے مدھم انچ دیتے لہجے میں کہا۔
مہر منہ بنا گئی۔۔

نہند تو وہ پوری کر چکی تھی اس لیے اسکے بازوؤں کی ابھری ہوئی لکیروں پر انگلی
پھرتے مدھم لہجے میں اس سے باتیں کرنے لگی جنکا جواب مرتسم بہت محبت
سے دے رہا تھا۔۔

یو نہی ایک دوسرے کی بانہوں میں باتیں کرتے وہ جانے کب نہند کی آغوش
میں چلے گئے۔ کھڑکی سے نظر آتا چاند انہیں دیکھتا آسودگی سے مسکرا دیا۔۔

#qalbe_ishq جاری ہے۔۔

#by_aman_chaudhary

#last_epidose part 3

: چند ماہ بعد

وہ بے چینی سے دروازے کے سامنے چکر کاٹ رہا تھا۔

بیچھے مڑ کے ایک سخت نظر عادی اور ارسل پر بھی ڈال لیتا جنہوں نے فاسٹ
فوڈ کھلا کھلا کر اسکی بیوی کاسٹمیک خراب کرنے میں کوئی کثر نہیں چھوڑی
تھی وہ دونوں اسکی نظروں سے خائف ہوتے شریف بن کے بیٹھے تھے۔

وہ سب لوگ آج شاہ ولایت میں ڈنر پر جمع تھے۔ جب اسکی اچانک طبیعت خراب
ہوئی تھی۔ کافی دن سے اسکی طبیعت خراب تھی وہ کچھ دنوں سے کافی عجیب
بیوہ ہو کر رہی تھی۔ جھنجھلائی جھنجھلائی سی رہتی بات بات پہ رونا شروع کر
دیتی اور اچانک سے غصہ ہو جاتی۔

مر تسم آفس کے کچھ برڈن کی وجہ سے تھوڑا بڑی تھا لیکن اسنے ڈاکٹر سے
ایپائنٹ لیتا جسے وہ روڈ ہو کر کینسل کروادیتی تھی۔

مر تسم کو لگا تھا کہ شاید اسکے موڈ سوینگز ہو رہے ہیں لیکن اب اسے چکر بھی
آنے لگے اور وومیٹ بھی اسنے آج اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانے کا سوچ
رکھا تھا وہ ہمیشہ ڈاکٹر کے نام پر ہی بھاگ جاتی تھی کہ کچھ الٹا سیدھا کھانے کی
وجہ سے ہوا ہے۔ آج بھی ارسل اور عادی اسکے لئیے باہر سے پیزا لائے

تھے۔۔ اسنے ابھی ایک بائیٹ ہی لی تھی کہ اسے دو میٹ ہوئی اور بے حال
ہوتی وہ بے ہوش ہو گئی۔

تبھی آنا فانا ڈاکٹر کو بلا یا گیا۔

کچھ دیر میں روم کا دروازہ کھلا اور ماہم اپیا کے ساتھ ڈاکٹر باہر آئی دونوں کے
چہروں پر مسکراہٹ تھی۔

باقی سب نیچے انتظار کر رہے تھے۔

ڈاکٹر کیا ہوا مہر ٹھیک تو ہیں۔ وہ بے تابی سے انکی طرف بڑھتا بولا۔

جی، جی مسٹر شاہ آپکی وائف بالکل ٹھیک ہیں۔

ڈاکٹر نے ہلکی مسکراہٹ سے کہا۔

تو پھر وہ ایسے بے ہوش کیوں ہو گئی تھیں۔۔ اسنے ابھی نظروں سے دونوں

کے مسکراتے چہرے دیکھے۔

وہ بس کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھیں انکی ڈائٹ کا خیال رکھیں اور

اب تو آپکو انکا ڈبل خیال رکھنا پڑے گا۔ ڈاکٹر نے معنی خیز انداز میں کہا تھا۔

مر تسم نے چونک کر انہیں دیکھا۔

ارسل اور عادی نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ہاتھ اٹھاتے شکر کیا تھا۔ ماہم
ایپا کا مسکراتا چہرہ دیکھ سمجھ گئے تھے کہ کوئی پر اہلم نہیں ہے لیکن اتنی دور سے
وہ کوئی بات سن نہیں پائے تھے۔

باقی سب تم مہر سے ہی پوچھ لینا ماہم ایپا اسکے کچھ کہنے سے پہلے ٹوک گئیں۔
لیکن۔۔ وہ ابھی کچھ بولتا کہ ڈاکٹر ماہم ایپا کے ساتھ آگے بڑھ گئیں۔۔

وہ سر جھٹکتا تیزی سے اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

اسے اندر آتے دیکھ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی مہر نے تیزی سے
آنکھیں بند کی تھیں۔

جانم کیسی طبعیت ہی اب۔۔ وہ اسکے قریب بیٹھتا فکر مندی سے اسے دیکھتا
بولا۔

مہر نے آنکھیں کھولتے حیرانگی سے اسے دیکھا۔
کیا اسے ڈاکٹر نے نہیں بتایا۔ سوچتے وہ لب دبا گئی۔

مہر کیا زیادہ طبعیت خراب ہے۔ مینے کتنی بار منع کیا ہے آپکو کہ فضول چیزیں
مت کھایا کریں لیکن نہیں اپنے سننی کس کی ہوتی ہے۔۔ وہ اسکے جواب نا
دینے پر اسکی طبعیت زیادہ خراب سمجھتا کچھ ڈانٹنے کے انداز میں بولا۔
مہر لب دبائے اسے دیکھتی رہی۔

مہر کیا کہا ہے ڈاکٹر نے۔ مرتسم اسکے مسلسل چپ رہنے پر اسکے چہرے سے
بال ہٹاتا بغور اسے دیکھتا بولا۔

اسکے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی جبکہ چہرے پر بھی مختلف رنگ تھے۔
شاہ وہ ڈاکٹر نے۔۔ وہ کچھ بولتے اچانک چپ ہو گئی۔

ہمم ڈاکٹر نے کیا۔۔ وہ کچھ کچھ سمجھتا گہری نظروں سے اسے دیکھتے بولا۔
مہر نے پلکوں کی اوٹ سے اسے دیکھا اسکا ہاتھ چہرے سے ہٹاتے مہر نے جھکی
نظروں سے اپنے پیٹ پہ رکھا۔

مرتسم نے بے یقنی سے اسے دیکھا۔

مہر آپ، مطلب ہم۔ اسکے منہ سے بے ربط جملے نکلے تھے۔۔

چہرے پر کی تاثرات تھے۔

مہر نے جھکی پلکیں اٹھاتے اسے دیکھا اسکی آنکھیں نم تھیں۔

اسنے نم آنکھوں سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

مر تسم ساکت سا اسے دیکھتا رہا۔

پھر وہ اچانک جھکا اسنے تیزی سے مہر کو خود میں بھینچا تھا۔

الحمد للہ۔ دھیمے لہجے میں کہتے اسنے مہر کے سر پہ بوسہ دیا۔

بہت بہت شکریہ میری جان اتنا خوبصورت تحفہ دینے کے لئے۔

اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتا خوشی سے چور لہجے میں

بولا۔

م۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا اتنی بڑی خوشخبری پر کیسے شکر کروں اپنے رب کا۔

وہ اسے خود میں بھینچے جذبات کی ملی جلی کیفیت میں بولا۔

کچھ بولیں۔ اسکی خاموشی نوٹ کرتے مر تسم نے اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا

کیا بولوں۔۔ اسکی شرٹ کے بٹنوں پر انگلی پھرتے وہ مدھم لہجے میں بولی۔
مر تسم نے چونک کر اسے دیکھا۔
کیا آپ خوش نہیں ہے مہر۔۔ اسے اپنے گود میں بٹھاتے مر تسم نے نرمی سے
پوچھا۔۔

بہت خوش ہوں شاہ مجھے سمجھ نہیں آ رہا اپنی خوش کا اظہار کیسے کروں۔
بہت عجیب سافیل ہو رہا ہے۔
میرے اندر ایک ننھی سی جان پل رہی ہے شاہ م۔ میں کیسے سب سنبھالوں
گی۔

وہ روہانے لہجے میں بولی تو مر تسم مسکرا دیا۔
میں ہونا میری جان آپ بے بی کو سنبھالنا میں آپکو سنبھال لوں گا۔
وہ اسکا سر چومتے محبت سے بولا۔۔

اس سے پہلے کہ مہر کچھ کہتی دروازہ نوک ہوا تھا۔
مر تسم نے چونک کر دروازے کو دیکھا جبکہ مہر تیزی سے پیچھے ہوئی تھی۔

آرام سے۔۔ اسکے یوں تیزی سے پیچھے ہونے پر مرتسم اسے پکڑتا گھورتے
بولا۔۔

اجائیں۔۔ دوبارہ دروازہ نوک ہونے پر وہ بیڈ سے اٹھتا بولا۔
اسکے کہنے کی دیر تھی سب لوگ تیزی سے اندر داخل ہوئے تھے۔
مہرنے بے چارگی سے مرتسم کو دیکھا وہ اسے آنکھ و نک کرتا کندھے اچکاتا باہر
کی طرف بڑھ گیا۔

او۔ مائی۔ گاڈ مہر میں پھر سے پھوپھو بننے والی ہوں۔ مرتسم بھائی کا بے بی آئے
گائف میں بہت خوش ہوں۔۔ وشہ اس سے چپکتی تقریباً چیخنے کے انداز میں
بولی تھی۔

مہر جھنپ گئی۔۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں یہ دن دکھایا۔ بہت بہت مبارک ہونچے
۔۔ روحا ماما اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے نرم آنکھوں سے اسے دیکھتے بولیں۔

مہر شر میلی مسکراہٹ سے ان سے ملتی رہی۔

خوشی کا لفظ بہت چھوٹا ہے مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ میرے میر کا
انچھ آئے گا۔ اسکا بچہ۔۔ ماہم اپنا بے یقینی لہجے میں بولیں تھیں۔
یقین کر لو ماہم اب چھوٹی مہر یا چھوٹا مر تسم آئے گا۔ آہا نا ماہم کا سر چومتے
محبت سے بولیں۔۔

وہ سب ابھی اس سے باتیں کر رہی رہی تھیں کہ تبھی دوبارہ دروازہ آیت اور
زر نور بھاگنے کے انداز میں اس تک پہنچتی اس سے لیٹی تھیں۔
گو نگر یجو لیشنز ماما ٹوپی۔ وہ دونوں ایک ساتھ اسکے پاس چینی تھیں۔
مہر جھنپ کر دونوں کو گھور کر رہ گئی۔۔

بہت بہت مبارک ہو مہر۔۔ وہ دونوں اس سے الگ ہوئی تو نورین نے ہلکی
مسکراہٹ سے اس سے کہا تھا۔

ایسے خالی خالی مبارک قبول نہیں ہو گی ارے بھی منہ میٹھا کر و سب۔ ماہین
بھا بھی مٹھائی کی پلیٹ لیے اندر آتے بولی تھیں۔

ہاں بلکل کیوں نہیں منہ میٹھا کرنا تو بنتا ہے۔۔ رضوانہ ماما مہر کے منہ میں
گلاب جامن ڈالتے بولیں۔

کچھ ہی دیر میں وہ نیچے بی جان کے پاس تھی وہ اوپر نہیں جاسکتی تھیں اسلیے مہر
خود نیچے ان سے ملنے آئی تھی۔۔

سب سے پہلے اسکی نظر اتارتے اسکا صدقہ دیا گیا تھا۔
پورے گاؤں میں مٹھائیاں بانٹیں گی تھیں۔ آخر کو انکے سردار سائیں کا
وارث آنے والا تھا۔



مبارک ہو میرے شیر آخر کو مہر کا پیار بانٹنے کوئی آرہا ہے۔۔ ارسل اور ولی
اسے گلے لگاتے چیختے۔۔

یہ خوشخبری سنانے کی دیر تھی سب لڑکے اسے گھیرے بیٹھے تھے۔۔۔
صرف گھیرے ہی نہیں بیٹھے تھے بلکہ ڈھول والے کو بھی بلوایا تھا۔
مر تسم انکی حرکتوں پر مسکراتا نفی میں سر ہلا گیا۔
بہت مبارک ہو جی جاجی۔۔۔ اوسوری ڈیڈی ٹوبی۔۔۔ غازی اسے گلے لگاتا
شرارت سے بولا تو مر تسم ہنس دیا۔
یہ خیال ہی سرشار کیے جا رہا تھا کہ وہ باپ بننے والا ہے اسکا وارث اس دنیا میں
آنے والے ہے۔۔۔



مہر۔۔۔

وہ چھ ماہ کی ایزل کو گود میں لیے کھیل رہی تھی جب آیت نے اسے بلایا۔
ہاں۔ اسنے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

جس طرح سے ایزل تم سے اٹیچ ہے کچھ ماہ بعد تمہارا اپنا بے بی آنے کے بعد
تم اسے کیسے ٹائم دو گی۔۔ وہ پر سوچ لہجے میں بولی تھی۔

مہر مسکرا دی۔ آیت مینے پہلے بار کسی بچے کو گود میں لیا تھا تو وہ ہانم تھی،
دوسری ایزل اور تیسرا آبان۔۔ یہ تینوں ہی بچے مجھے بہت عزیز ہیں۔

تینوں کی مجھ سے اٹیچ ہیں چاہے میرا اپنا بے بی ہو کیوں نا جائے یہ تینوں
میرے لیے میرے پہلے بچے ہی رہیں گے۔ انکے لئے میرا پیار کبھی بھی کم
نہیں ہو گا۔ وہ مسکراتے لہجے میں بولی تھی۔

اور ایزل تو ہے ہی میری بیٹی۔۔ کیا ایسا نہیں ہے۔۔ وہ ایبر و آچکا کر بولی تو
آیت مسکرا دی۔۔

غازی اور زر نور اسلا آباد ہی شفٹ ہو گئے تھے ولی کے ساتھ۔

ولی، ارسل اور غازی نے مل کر شاہ ولا کے قریب ایک بنگلہ لیا تھا کیونکہ
تینوں ہی اکیلے تھے نا غازی کے آگے پیچھے کوئی تھا نا ولی کے اور ارسل کے

پیرنٹس واپس چلے گے صوفیہ کی شادی بھی انہوں نے وہیں کی تھی۔ اس طرح سے زر نور، زار اور آیت بھی اکیلی نہیں ہو گئی۔

دونوں بنگلے آس پاس ہی تھے بس دس منٹ کے فاصلے پر زر نور اور آیت اکثر یہیں پائی جاتی تھی۔

اس وجہ سے ایزل مہر سے اور زیادہ اٹیچ ہو چکی تھی۔

عالم نورین کے ساتھ باہر شفٹ ہو گیا تھا وہ لوگ ایک ہفتہ پہلے ہی واپس آئے تھے ولی اور زین شادی کے لئے جو کہ ایک دن بعد تھی۔ کل مہندی تھی اور پرسوں بارات اور پھر ریسپشن۔



مہر نے غصے سے اسے دیکھا جبکہ مرتسم اسکی غصے بھری نظریں خود پر محسوس کرتے بھی انجان بنا اسکے لئے بنائے گئے نوڈلز ٹھنڈے کر رہا تھا۔

کھائیں۔۔ وہ نوڈلز اسکے آگے رکھتا بولا لیکن وہ چہرہ موڑتی دیواروں کو دیکھنے لگی جہاں انکی ڈھیروں تصویریں تھیں۔

پچھلے تین ماہ میں وہ لوگ بہت ساری جگہ گھوم کر آئے تھے انکا کمرہ انکی تصویروں سے بھرا پڑا تھا۔

ہر ایک جگہ کی تصویر تھی اور ہر تصویر میں دونوں ایک سے بڑھ کر خوش اور خوبصورت لگ رہے تھے۔۔

مرتسم نے اسے اسکی ساری پسندیدہ جگہوں پر گھمایا تھا۔ ولی اور زین کی شادی کی وجہ سے وہ لوگ واپس آگئے تھے وگرنہ ابھی انکا اور گھومنے کا ارادہ تھا۔۔ مرتسم اسکی نظریں دیوار پر لگے انکے پوٹریٹ پر محسوس کرتا اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے لگا۔

وہ چار ویر ٹیکل فریم تھے (لمبائی کی شکل میں) جنہیں ایک بڑے پوٹریٹ کی شکل دی گئی تھی

Like a multi pannel.

جسمیں انکے نکاح، مہندی، برات اور ولیمے کی ایک ایک تصویر تھی جو انکے بیڈ کی پچھلی دیوار پر لگا تھا۔

دروازہ کھلتے ہی سامنے والا جو اندر آتا اسکی نظر سب سے پہلے اس پوٹریٹ پر پڑتی تھی۔ وہ اس پوٹریٹ میں اتنے خوبصورت لگ رہے تھے کہ دیکھنے والا مبہوت رہ جائے۔

ادھر دیکھیں وہ تھوڑی سے اسکا چہرہ تھا متے اپنے زمانے کرتا بولا۔
مہر نے شکایتی انداز میں اسے دیکھا۔

لے جائیں مجھے نہیں کھانے۔۔ وہ نروٹھے پن سے بولتے ٹرے پیچھے کر گئی۔
لیکن ابھی تو آپکا بہت دل کر رہا تھا۔ وہ مسکراہٹ دباتے بولا۔
اب نہیں کر رہا۔۔ وہ تنک کر بولی۔

کل ولی اور زین کی مہندی تھی سب ولی کے بنگلے میں جمع محفل جمائے بیٹھے
صرف وہی یہاں تھی۔ مرتسم نے سختی سے اسے جانے سے منع کیا تھا۔ کہ

آگے ابھی تین فنکشنز ہے وہ تھک جائے گی۔ ڈاکٹر کے مطابق وہ بہت ویک
تھی اسے زیادہ سے زیادہ ریسٹ کی ضرورت تھی۔

جانم میری بات سمجھنے کی کوشش کریں بس آج آپ ریسٹ کر لیں پھر اگلے
تین دن آپکو ذرا بھی نہیں روکوں گا پکا پر اس۔۔ وہ اسے پچھارتے بولا۔
بلکل بھی نہیں شاہ۔ یہ دن واپس کبھی نہیں آئیں گے۔ ایک ہی بھائی بچا کے
اسکی شادی بھی نہیں انجوائے کر سکتی۔

آن بھائی کی شادی بھی نہیں دیکھی عالم کی بھی نہیں اور اب ولی اور زین
بھائی کی شادی پر بھی کمرے میں بند ہو کے بیٹھ جاؤں میں۔ وہ اچانک رو
پڑی۔

مر تسم ہتھاقا سے دیکھنے لگا۔

مہر میری جان اتنی چھوٹی سی بات پر کیوں رو رہی ہیں۔ میں آپکو تھوڑی نا
یہاں بند کر رہا ہوں میں تو بس آپکی صحت کے لئے کہہ رہا تھا۔
مر تسم سے خود سے لگتا ہڑا بڑائے لہجے میں بولا۔
لیکن وہ اور تیزی سے رونے لگی۔

اچھا میری بات سنے۔ ادھر دیکھیں آپکو جانا ہے نا وہاں چلیں ابھی کے چلتا
ہوں لیکن پلیز ایسے روئیں مت۔۔ وہ اسکا چہرہ سامنے کرتا اسکے آنسو صاف
کرتا محبت سے بولا۔۔

ابھی جائیں گے۔ وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتے بولی۔
ہاں میری جان ابھی جائیں گے۔ وہ اسکی بھیگی آنکھوں پر بوسہ دیتا بولا۔
مہر سر ہلاتے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے خود سمجھ نہیں آیا کہا سے اتنی سی بات پر
اتنا رونا کیوں آیا تھا۔۔

ایک منٹ یہ میڈیسن تولے لیں پھر چلیں گے۔ وہ اس کے سامنے اسکی
میڈیسنز کرتا بولا۔

مہر نے خاموشی سے میڈیسنز لیتے پانی سے نگلی۔
اسکی ہاتھ سے جو س بھی خاموشی سے پی لیا۔
اور گلاس ختم کرتے وہ اسکی ایک بھی سنے بغیر باہر کی طرف بڑھ گئی۔
مر تسم گہری سانس چھوڑتا اس کے پیچھے ہی چل دیا۔
ایک واحد یہی بندی تھی جو مر تسم میر سے ہر بات منوا سکتی تھی۔
وہ اس کے پیچھے چلتے سوچتا مسکرا دیا۔



آیت جلدی کرو یا یہ بہت تنگ کر رہا ہے۔

آئینے کے سامنے کھڑی آیت کو کہتے ارسل اپنے تین ماہ کے بیٹے کو بامشکل
چپ کروا رہا تھا۔

وہ جب سے آیا تھا اس نے باپ کی ناک میں دم کر کے رکھ دیا تھا۔ سکون صرف
اسے ماں کے پاس ملتا تھا۔ باپ کے پاس آتے ہی وہ گلا پھاڑ کے رونا شروع کر
دیتا تھا۔

مر تسم اور ولی تو اسکی درگت بننے پر خوب ہستے تھے اور کہتے تھے کہ بہت اچھا
کرتا ہے آبان ہمارا بدلہ لیتا ہے جو تم ہمارے ناک میں دم کیے رکھتے تھے۔
اور ارسل اپنے اس تین ماہ کے شیطان کو گھور کر رہ جاتا تھا۔

حد ہے ارسل آپسے دو منٹ بھی اپنا بیٹا سنبھالا نہیں گیا میں سارا دن سنبھالتی
ہوں۔

اس سے آبان کو لیتے آیت نے غصے سے اسے دیکھتے کہا۔

جبکہ ارسل اسے جواب دینے کی بجائے اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔
وہ ٹی پنک لہنگا پہنے ہوئے تھی۔

بالوں کی لمبی چوٹی بنائے اسمیں پھول سجائے ہوئے تھے۔
ماتھے پر بڑی سی بندیا چمک رہی تھی۔

لائٹ سے میکاپ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔
کیا ہوا۔ اسے وہیں کھڑے دیکھ آیت نے سر اٹھتے پوچھا۔
جب وہ اچانک جھکا اسکے لبوں کو چومتے وہ تیزی سے پیچھے ہوتے واٹر روم میں
بند ہوا تھا۔

ہیں۔ ایت ہقا بقارہ گی یہ کیا ہوا تھا۔
لیکن پھر سمجھ آنے پر وہ دانت کچھا کر رہ گئی۔
اسنے آبان کو دیکھا جو آنکھیں پھاڑے ٹکر ٹکر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ شر مندہ سی
ہو گئی۔

اسکا بیٹا صرف تین ماہ کا تھا پھر بھی وہ اس سے ایسے شر مندہ ہوئی جیسے تیس
سال کا ہو۔

آجاو آبان اب ماما آپکو پالا سا تیار کریں گی۔

وہ اسکی آنکھیں چومتی اسے بیڈ پہ لٹاتے بولی۔

اسکے کپڑے چینج کرتے اسنے ارسل کی سارے چیزیں نکالی اور خود زر نور
کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔



ایزل اب ماما ریں گی اپکو۔۔ زر نور نے جھنجھلائے لہجے میں کہتے ایزل کو ڈانٹا
جو ماں کی ڈانٹ پر ایک نظر اسے دیکھتی پھر سے مڑ گئی۔
زر نور نے غصے سے اس آفت کی پڑیا کو دیکھا جسے پیر نہیں جیسے پر مل گئے
ہوں۔

وہ چھ ماہ کی تھی چھ ماہ کا بچہ عموماً بیٹھتا ہے لیکن وہ سہارے سے کھڑی بھی ہو
جاتی تھی۔

کبھی بیڈ کے ساتھ تو کبھی غازی کی ٹانگوں سے چپک کر وہ گر کے اکثر چوٹیں لگواتی رہتی تھی۔۔

ابھی بھی زر نور اسے تیار کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ کرو لنگ کرتے کبھی ادھر تو کبھی ادھر چلی جاتی۔

ہاتھ مار مار کر ان سے زر نور کی ساری لپسٹک بھی خراب کر دی تھی۔
ٹھیک ہے رہو ایسے ہی نہیں کر رہی میں تمہارے کپڑے چینج اب باپ سے ہی کروانا۔ وہ اسکا لہنگا وہیں بٹکتے خود شیشے کی طرف بڑھ گئی۔
کی ہو گیا ہے زر جان کیوں غصہ کر رہی ہو۔ ہاتھ روم سے نکلتا غازی اسے دیکھتا بولا۔

غازیہ رہا آپکی لاڈلی کا سامان کر لیں تیار اسے خود میرے ہاتھ نہیں رہی تھی۔ تنگ کر کے رکھ ہے اسنے مجھے۔

وہ روہان سے ہوتے بولی تھی۔

ٹاول اپنی جگہ پر رکھتے غازی نے ایک نظر اپنی لاڈلی کو دیکھا جو باپ کے باہر
آنے پر آرام سے بیڈ پہ بیٹھی معصومیت سے اسے دیکھنے لگی جیسے وہ تو کچھ کر
ہی نہیں رہی تھیں۔

گہری سانس بھرتے وہ زرنور کی طرف بڑھا وہ جانتا تھا ایزل زرنور کو جان
بوجھ کے تنگ کرتی ہے۔

اتنا غصہ کیوں کر رہی ہے میری چھوٹی سی جان۔ وہ تو بچی ہے اور بچے ایسی
شرارتیں کرتے ہی ہیں۔

وہ اسے پیچھے سے ہگ کرتا پیار سے بولا۔

نہیں غازی بچے ایسے تنگ نہیں کرتے یہ صرف مجھے تنگ کرتی ہے جیسے میں
اسکی سوتیلی ماں ہوں۔

وہ شکایتی انداز میں بولی تھی۔

غازی نے لب دباتے مسکراہٹ کنٹرول کی تھی ورنہ اسکی پتی ہوئی بیوی اور
تپ جاتی۔

نہیں میری جان ایسے نہیں کہتے وہ اسکی چوٹیاں میں لگے پھولوں کی خوشبوں
میں گہری سانس بھرتا گھمبیر لہجے میں بولا۔

غاز۔ زرنور اسکی گھمبیر آواز پر سٹپا گئی۔

اسنے مہندی کلر کا لہنگا پہنا تھا۔ لائٹ سے میکاپ میں وہ ساتھ لائٹ ہی
جیلوری پہنے آج بھی حسن کی دیوی لگ رہی تھی۔

اسکے ساتھ کا ہی لہنگا ایزل کا تھا۔

ہم۔۔ اسکی کنپٹی پر لب رکھتے اسے دیکھا۔

ایزل کو دیکھیں نا۔ وہ اسکے دیکھنے پر سٹپاتے بولی تھی۔

اچھا میں دیکھتا ہوں اسے تم پریشان مت ہو۔ وہ اسکی تیکھی ناک چومتا بولا تو وہ
مسکرا دی۔۔

وہ غازی کی موجودگی میں اسکی لاڈلی کو تیار کرنے لگی جو باپ کے قریب رہنے
پر منہ میں انگلی ڈالے اب معصومیت سے زرنور کو سب کرنے دے رہی تھی

زر نور نے اسے گھورا وہ چھ ماہ کی بچی نہایت ہی چلاک تھی۔

اسے اپنی پھوپھو کی توجہ کسی اور بچے پر قبول نہیں ہوتی تھی اور ایسا ہوتے ہی وہ گلا پھاڑ کر رونا شروع کر دیتی تھی۔

پھوپھو کے علاوہ وہ باپ کے معاملے میں بھی ایسے تھی باپ کی توجہ تو اسے کسی بڑے کی طرف بھی قبول نہیں تھی سوائے اپنی ماں کے۔ جب وہ دونوں ساتھ ہوتے تو وہ مسکرا کر ٹکرا نہیں دیکھتی رہتی تنگ نہیں کرتے تھی

--

میرا بچہ۔۔ اس کے سر پہ بینڈ لگاتے غازی نے اس کے چہرے پر جا بجا لب رکھے تو وہ کھلکھلا دی اس کے کھلکھلانے پر گال میں گڈھے نمایا ہوئے تھے جو کچھ ماہ پہلے ہی نمایا ہونے لگے تھے۔

تم آرام سے اپنی تیاری پوری کرو میں اسے زرا باہر گھوما کے لاتا ہوں۔

وہ زر نور کے ماتھے پر لب رکھتا گہری نظروں سے اسے دیکھتا ایزل کو اٹھائے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

وہ باپ بیٹی کے پیار پر نفی میں سر ہلاتے اپنی تیاری دیکھنے لگی۔

تبھی آیت بھی آبان کو اٹھائے وہاں آگئی۔

نور تم تیار نہیں ہوئی۔ ابان کا کاٹ بیڈ پر رکھتے وہ اسے آئینے کے سامنے کھڑے دیکھ پوچھنے لگے۔

میں تو تیار ہوں بس یہ ایزل نے میری لپسٹک خراب کر دی وہی سہی کر رہی ہوں۔

وہ ہونٹوں پر لپسٹک لگاتے بولی۔

ہا ہا ہا۔۔ کہاں گی اب وہ آفت۔۔ آیت اسکے جھنجھلا کر کہنے پر ہستے ہوئے بولی۔

غاز لے کر گئے ہیں اسے باہر۔ باپ کے پاس تو وہ ایسے خوش ہوتی ہے جیسے اے کوئی خزانہ مل گیا ہو۔ وہ اپنی تیاری کو آخری ٹچ اپ دیتے بولی۔

چلیں۔ ایت بھی اپنی تیاری پر آخری نظر ڈالتے اس سے بولی تو زور آبان کو اٹھائے اسکے ساتھ باہر کی طرف چل دی۔

زر نور کی نظر میں آبان نہایت ہی معصوم بچہ تھا جو بالکل تنگ نہیں کرتا تھا
کیونکہ وہ واقعی زر نور کے پاس خوش رہتا تھا اسکی ہیزل کو دیکھ کر وہ جانے کیا
سوچ سوچ کر مسکراتا رہتا۔

جس سے غازی اکثر چڑجاتا تھا کہ وہ اسکی آنکھوں کو کیوں دیکھتا ہے اور زر نور
کا ہس کے کہہ دیتی آپکی لاڈلی کی طرح میری آنکھوں میں انگلیاں تو نہیں مارتا
تھا۔ وہ ایزل کے ہاتھ چلانے پر اسے ٹکاسا جواب دیتی تھی۔



کیا مصیبت ہے۔۔ وہ بیزار لہجے میں کہتی ایئرنگ ڈریسنگ ٹیبل پر پٹک گی۔

مر تسم صوفے پر لیپٹاپ لیے کام کر رہا تھا لیکن اسکی نظریں مہر پر بھی تھیں
جو ہر چیز سے جھنجھلائے ہوئی تھی۔

وہ لیٹاپ او ف کرتا اسکی طرف بڑھا۔

یہاں بیٹھے میں کرتا ہوں۔ اسنے چیئر پر بٹھاتے محبت سے کہا۔

مر تسم نے نرمی سے اسے ایئرنگز پہناتے اسکی بند یاسیٹ کی اسکی چوٹی کے بل ڈالتے اسکے کہے مطابق مر تسم نے انمیں کلیوں کے پھول سیٹ کر دیئے۔

گلے میں خوبصورت سی چین پہناتے مر تسم نے اسکے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنائیں۔

اور کچھ۔۔ اسکے پیچھے کھڑے ہوتے مسکراتے پوچھا۔

وہ بلیک کلر کے لہنگے میں تھی اسکے لہنگے پر پرپل اور گولڈن کلر کا کام ہوا تھا ساتھ گولڈن ہی کرتی تھی۔

میکاپ کے ناپ پر صرف مسکارا اور لپسٹک تھی۔ لہنگا اتنا بھاری نہیں تھا وہ آرام سے کیری کر سکتی تھی۔

کیسی لگ رہی ہوں۔۔ وہ اسکی طرف مڑتے اسے دیکھتے بولی۔

میری لگ رہی ہیں اور بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔۔

وہ اسکے ماتھے پر لب رکھتا دیوانگی سے چور لہجے میں بولا۔

وہ تو پہلے ہی جان سے زیادہ عزیز تھی اور اب تو اسمیں انکے پیار کی نشانی پل رہی تھی مر تسم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اتنی بڑی خوشخبری پر اسے سہی معنوں میں پلکوں پر بٹھالے۔۔

مہرا سکے یوں کہنے پر جھنپ گئی۔۔

چلیں۔ اسے بغور دیکھتے مر تسم نے کہا تو وہ سر ہلاتی اسکا ہاتھ تھامتی اسکے ساتھ چل دی۔۔

زین اور ولی کی مہندی ولی کے بنگلے میں ہی رکھی گئی تھی۔

لڑکیاں سب ان دونوں کی رسم کرتیں بلکہ رسم کے نام پر انہیں اچھے سے ہلدی میں نہلاتی دانیں کی طرف چل دیں اسکے بعد انہیں زہرہ کی طرف بھی جانا تھا۔

دائین نے اپنی ماں کو معاف کر دیا تھا اور زین نے بھی سب کچھ بھلاتے)
اپنے باپ اور زینی کو معاف کیا تھا۔

زینی ہمیشہ کے لئے کینیڈا شفٹ ہو چکی تھی لیکن آکسی شادی کے لئے وہ کل
ہی پاکستان آئی ہوئی تھی۔

وہ دونوں راضی تھے تو انکے گھر والوں کو کیا مسئلہ کو سکتا تھا اس لیے ایک ہفتہ
پہلے ہی انکا نکاح کر دیا گیا تھا اور باقی رسمیں اسکی اور ولی کی اکھٹی ہو رہی
(تھیں۔۔)



اویے ہوئے دائین آپی۔ آج تو آپ کوئی آسمان سے اتری پری ہی لگ رہی
ہیں۔

مہرا سے دیکھتے شوخ لہجے میں بولی تھی۔۔

دائین نے چونک کر اسے دیکھا۔

آرام سے چلو میں بھاگی نہیں جا رہی۔ اس کے بھاگنے پر وہ اسے گھورتے بولی۔ وہ بھی اس کی طرف سے ملنے والی نیوز سے آگاہ ہو چکی تھی۔
مہر، زرنور اور آیت الگ آئیں تھیں۔

جبکہ زینیب جو ولی اور زین کو اچھے سے ہلدی سے رنگتے ماہم اپیا لوگوں کے ساتھ ان کے پیچھے آئی تھی دائین کے ایسے کہنے پر وہ چونک گئی۔
ابھی تک اس کا مہر سے سامنا نہیں ہوا تھا۔

اس نے چونک کر مہر کو دیکھا۔

وہ پہلے سے کہیں زیادہ خوبصورت ہو گئی تھی۔ مرتسم کی سنگت میں وہ دن با دن نکھر رہی تھی۔

اس کے چہرہ پر گھلی گلابیاں کسی کو بھی مبہوت کیے دیتی تھیں۔ اسے صبح آیت سے مہر کی پر یگنسی کا پتہ چلا تھا وہ آگے سے بس خاموش رہی۔

وہ اسے دیکھتے بے ساختہ ماشاء اللہ کہتے نظریں پھیر گئی۔

دائین اپنی آج تو غصہ چھوڑ دیں۔۔ مہر منہ بنا کر بولی۔۔

ماشاء اللہ دائین تم واقعی میں آج بہت پیاری لگ رہی ہو۔ ماہم اپنا اس سے ملتے بولیں۔۔

دائین نے سیلو کلر کا شرارہ پہن رکھا تھا۔ اس کے ساتھ اسکی پوری جیلوری پھولوں کی تھی۔

بالوں کا ہئیر سٹائل بنائے مانگ میں پھول ٹیکاسیٹ تھا۔ کانوں میں بڑی بڑی پھولوں کے اویزے تھے بالوں کو پنک ڈوپٹہ سے ڈھکا ہوا تھا۔ میک اپ نا ہونے کے برابر کیا تھا۔۔

واقعی میں بہت روپ آیا ہے۔۔ ماما اسکی نظر اتارتے بولیں۔

مہر لوگ اب اسکی باقی کزنز اور ماما سے مل رہی تھیں۔

وہ دائین کی ماما سے ملتے ہستے ہوئے اچانک دائین مڑی تو اسکی مسکراہٹ مدھم ہوئی تھی۔۔

زینب دانیل سے ملتی مسکراتے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ بھی باقی لڑکیوں کی طرح سیم ڈریسنگ میں تھی۔

زینب کی بھی اس پر نظر پڑ چکی تھی وہ دانیل سے ایکسیوز کرتی مہر کی طرف بڑھی۔

اب وہ دونوں ایک دور سے کے مقابل تھیں۔

کیسی ہو۔۔۔ وہ مہر کو بغور دیکھتے مدھم لہجے میں بولی۔

ٹھیک ہوں۔ تم کیسی ہو۔۔ وہ سر ہلاتے ہلکی مسکراہٹ سے بولی تھی۔

میں بھی ٹھیک ہو۔ زینی اس پر سے نظریں ہٹا گئی۔

وہ پوری مرتسم کے رنگ میں رنگی کھڑی تھی اس سے زیادہ وہ نہیں دیکھ سکتی

تھی چاہے وہ دل سے ساری رنجشیں مٹا چکی تھی لیکن دل میں کہیں نا کہیں

اسکی محبت آج بھی تھی۔

وہ سر جھٹک کر مہمانوں کی طرف بڑھ گئی۔

وہ باقی دلہنوں کی نسبت اپنی مہندی بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہی تھی۔
لڑکیوں نے اسے بہت اچھے سے ہلدی لگائی تھی تو چھوڑا اسنے بھی انہیں نہیں
تھا۔۔

ابھی بھی وہ سب کے بیچ کھڑی ڈانس کرنے میں مگن تھی۔ دو گھنٹے وہاں
گزارنے کے بعد وہ لوگ زہرہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔
زہرہ کو ہو سپٹل کی طرف سے شہر میں جو گھر ملا تھا وہیں اسکے فنکشن ہو رہے
تھے۔۔

وہ لوگ آدھے گھنٹے میں اسکے گھر میں موجود تھے۔

زہرہ کی فیملی بہت کم تھی۔ اسکی کچھ کزنز تھیں اور دو پھوپھو تھیں۔
اسکی ایک ہی خالہ تھی جسکے دو بچے تھے۔

کچھ اسکے بابا کے دوست کی فیملی تھی بس یہی مہمان تھے۔

اسکا بھی سیم دانین کے جیسا ڈریس تھا لیکن اسکے ڈریس کا کلر مہندی کلر جیسا
تھا۔ اسکی سانولی رنگت میں آج گلابیاں گھلی ہوئی تھیں۔

کہتے ہیں عورت کے چہرے پر نور صرف ایک مرتبہ ہی آتا ہے۔

ایک جب وہ پیدا ہوتی ہے، یا پھر جب اسکی شادی ہو اور آخری جب اسکی
موت ہو۔

اور زہرہ کے چہرے کی چمک اس بات کی گواہ تھی کہ اسکے چہرے پر شادی کا
خوب روپ آیا تھا۔

اسکے چہرے سے نظریں ہٹ ہی نہیں رہی تھیں۔

زہرہ کی رسم کرنے کے بعد سب نے وہیں پر اپنی مہندی لگوائی تھی رات کے
تقریباً بارہ بجے وہ لوگ گھر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

لڑکیاں تو آتے ہی سو گئیں جبکہ لڑکے ابھی تک بھنگڑے ڈالنے میں مصروف
تھے انکا رداہ شاید آج ساری رات نہیں سونے کا تھا۔



صبح کا سورج اپنے بہت ساری خوشیاں لیے طلوع ہوا تھا۔
ولی اور زین کے بنگلے کو آج دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔
دونوں کی برات ایک ساتھ نکلتی تھی کیونکہ برات سیدھا بینکوٹ جانی تھی
جہاں دونوں دلہنے انکے انتظار میں تھیں۔



گھر میں بہت افراد تفری کا ماحول تھا۔ کہیں سے کچھ پوچھا جا رہا تھا تو کہیں سے
جلدی جلدی کی آوازیں آرہی تھیں۔

ایک گٹھنے بعد وہ لوگ بینکوٹ کے لئے نکلنے والے تھے۔

لڑکیاں اس وقت اپنی تیاری میں مصروف تھی۔

وہیں ایک کمرے میں تیار ہوتی زر نور نے آئینے میں غازی کو دیکھا ناک

سکوڑتے اسنے اپنے بالوں میں برش کیا۔

غاز اپنے کل سے ایک بار بھی میری تعریف نہیں کی۔ کیا میں اب آپکو پیاری

نہیں لگتی۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے روہان سے لہجے میں بولی۔۔

غازی نے چونک کر اسے دیکھا۔

تم سے کس نے کہا اب میری جان مجھے پیاری نہیں لگتی۔

وہ موبائل بیڈ پہ پھینکتا اسکی طرف بڑھتا محبت سے بولا۔

وہ ہیزل آنکھوں میں شکوہ لیے اسے دیکھتے سیدھا اسکے دل میں اتر رہی تھی۔

جھوٹ بول رہے ہیں آپ ایسا ہوتا تو اپنے کل سے میری تعریف کیوں نہیں

کی۔ وہ خفا نظروں سے اسے دیکھتے بولی۔۔

اسنے شارٹ شرٹ کے ساتھ غرارہ پہن رکھا تھا۔۔

بالوں کا ہئیر سٹائل بنائے موقع کی مناسبت کے لحاظ سے میک اپ میں وہ کانچ
کی گڑیا جیسی لگ رہی تھی۔

زر جان یہ شکوہ مت کرو۔ کیونکہ اگر میں تمہاری تعریف کرتا تو پھر تمہاری
ہی جان مشکل میں پڑتی میری جان۔

کیونکہ میں ہی جانتا ہوں کیسے کل سے تمہیں دیکھ کر خود پر ضبط کیا ہے ورنہ
اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ دل کر رہا ہے ایک پل کے لئے تمہیں اپنی بانہوں
سے آزاد نا کروں۔۔

وہ اسے پیچھے سے ہگ کرتا گھمبیرتا سے بولا۔۔

م۔ میں ایسی تعریف ن۔ نہیں کہ رہی۔ وہ سرخ گلاب ہوتی جھنپ کر
بولی۔۔

غازیان کا دلکش قہقہہ گونجا تھا۔

پر میں تو ایسی ہی تعریف کروں گا میری جان۔۔

اسکا رخ اپنی طرف کرتے وہ انچ دیتے لہجے میں بولا۔

غ۔ غاز آپکو اسکے علاہ ک۔ کچھ نہیں سو جھتا۔

وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے بولی۔۔

تمہیں دیکھ کر بس تم پہ پیار نچھاور کرنے کا دل کرتا ہے زر جان اگرنا کروں تو
تبھی تمہیں ہی مسئلہ ہو گا۔۔

وہ اسکی کمر سہلاتا گھمبیر لہجے میں بولا۔

ایزل اس وقت مہر کے پاس تھی اس لیے وہ سکون سے اسے تنگ کر سکتا تھا۔
غاز پلیر نہیں۔۔ زر نور کسمسا کر اسکے حصار سے نکل آئی۔

کیا ہوا اب تعریف کر رہا ہوں تو کیوں مزاحمت کر رہی ہو۔

غازی لب دبائے شرارت سے اسے دیکھتا بولا۔۔

اپ۔ وہ ابھی کچھ بولتی کہ دروازہ نوک ہوا۔

وہ تیزی سے اس سے دور ہوئی تھی۔

سوری بھا بھی آپکو ڈسٹرب کیا وہ ایزل کو شائید بھوک لگی تھی۔

وہ شرارتی نظروں سے اسے دیکھتی ایزل کو اسے پکڑا گی۔۔۔

میں چلتی ہوں۔۔ ایزل کو اسے دیتے وہ باہر چلی گئی۔۔

ا۔ اب آپ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں ب۔ باہر جائیں نا مجھے ایزل کو فیڈ کروانا ہے۔۔

وہ پلکوں کی اوٹ سے اسے دیکھتے منمنائی تھی۔۔
غازی نے اسے گھورا۔۔

زر جان یہ پردے مینے ہٹائے ہیں ہمارے بیچ سے تو ایزل آئی ہے۔۔
وہ اسکا ڈوپٹہ اتار کر بیڈ پہ پھینکتے گھمبیر لہجے میں بولا۔۔
زر نور جھنپ گئی۔۔

وہ ایزل کو فیڈ کروا رہی تھی اگر زرا سا بھی ہلتی تو ایزل گلا پھاڑ کر رونا شروع کر دیتی۔

وہ غازی سے نظریں چرا گئی۔

جبکہ غازی اسے گہری نظروں سے دیکھتا نچہ لب دبائے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

اسکے جاتے زر نور نے سکون کی سانس لی تھی۔
ورنہ تو وہ اسے اپنی نظروں سے ہی پاگل کر دیتا۔



ولی ویسے کوئی فائدہ نہیں ہوا آپکے اتنے گٹھنے سیلون میں لگانے کا شکل تو پھر
بھی وہی ہے۔۔

مہرا سکے کندھے پر شال سیٹ کرتے شرارت سے بولی تو ولی نے اسے گھورا
۔۔

وہ اس وقت زنک کلر کی شارٹ فراق میں تھی جسکے ساتھ اسکا کھلا سا غرارہ
تھا۔

جسمیں وہ بالکل گڑیا جیسی لگ رہی تھی۔

مانگ نکال کر دونوں طرف سے، سیر سٹائل بنائے پیچھے سے بالوں کو ہلکا رول کر کے کھلا چھوڑا ہوا تھا۔

جیلوری کے نام پہ کانوں میں بڑے بڑے جھمکے تھے گلے میں ہمیشہ کی طرف ایک چین تھی۔

وہ کچھ دیر پہلے ہی پارلر سے آئی تھی۔

اس بار اسکا میکاپ لائٹ نہیں تھا بلکہ موقع کی مناسبت کی مطابق تھا۔ وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی مرتسم اور روحا ماما تو کتنی ہی بار اسکی نظر اتار چکے تھے۔

ہو گیا۔۔ شال اسکے بازو پر ڈالتے وہ چہکی۔

ولی اس وقت اوف وائٹ شیر وانی میں تھا اسکی شیر وانی پر مہرون ویلویت کا کام ہوا تھا۔

گلے میں موتیوں کی مالا جبکہ روایتی دلہے کی طرح بازو اور کندھے پر مہرون شال تھی۔

ماشاء اللہ ولی آپ کتنے پیارے لگ رہے ہیں۔

وہ اسکی تیاری ہو رہی ہونے پر مبہوت سی اسے دیکھتے بولی۔

حسن تو اسکا بھی کسی سے کم نہیں تھا۔

اپنی گہری سیاہ آنکھوں سے جب وہ اگلے کو دیکھتا تو سامنے والا اس سیاہ جھیل میں ڈوب کے ابھرتا تھا۔ کچھ اسکے چہرے پر چھائی سنجیدگی اسے منفرد بناتی تھی۔

وہ تو میں ہوں۔ یونو نیچرل بیوٹی۔ وہ اسے آنکھ و نک کرتا بولا۔

جبکہ اسکی بات پر پیچھے آتے ارسل اور زین کا قہقہہ گونجا تھا۔

زین کی شیر وانی گولڈن تھی باقی اس پر کام بالکل ولی کی شیر وانی جیسا تھا۔

وہ دونوں ایک ہی سٹائل میں شال بازو اور کندھے پر پھیلائے روایتی ہینڈ سم

دلہ لگ رہے تھے۔

زین ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی زینی سے شال سیٹ کروا کے آرہا تھا۔

یہاں انکی رسم تھی کہ کلہ بہنے باندھتی ہیں اگر کلہ نہیں تو پھر شال۔۔

ولی نے دونوں کو گھورا۔

چلیں نکالیں اب میرا انعام۔۔۔ مہر اسکے سامنے ہاتھ پھیلاتے بولی۔۔

کونسا انعام۔۔ ولی نے ائیر واچ کا تے اسے دیکھا۔۔

ہا۔ کونسا انعام مطلب یہ میرا حق ہے مینے آپکو یہ شال اوڑھی ہے نا اسکا حق

جلدی سے نکالیں۔ وہ نروٹھے پن سے اسے دیکھتے بولی۔

ہاں بیٹا جی نکالو یہ بہن کا حق ہے۔ روحا ماما نے اسکے کان کھینچے۔

افس مانا چھوڑیں میں بچہ تو نہیں دیتا ہوں۔۔ وہ خفگی سے انہیں دیکھتا بولا۔۔

چلو دو ابھی۔۔ انہوں نے روعب سے کہا تو ولی نے بظاہر منہ بنائے مہر کے

ہاتھ پر پیسے رکھ دیئے۔

جسے وہ خوشی سے تھامتی وہاں سے بھاگی تھی۔

مہر آرام سے۔۔ روحا ماما نے ٹوکا لیکن انکے بولنے سے پہلے ہی وہ غرارے میں

الچھ کر بری طرح سے زمین بوس ہوتی کہ سامنے سے اتے غازی نے تیزی

سے اسے قیمتی متاع کی طرح اپنی آغوش میں سمیٹا تھا۔

مہر۔۔ وہ سب تیزی سے اسکی طرف بھاگے تھے۔

میرا بچہ ٹھیک ہونا۔۔ غازی نے اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا جو ہلکا سفید پڑ گیا تھا۔

ہ۔ ہم۔ اسنے دھڑکتے دل سے بامشکل سر ہلایا۔

آرام سے نہیں چل سکتی تو تیرا اچھلنا کو دنالازی ہوتا ہے تیرا۔

ارسل اسے ڈپٹنے کی انداز میں بولا۔

جبکہ سیڑھیاں اترتے مرتسم نے مہر کو غازی کے بازوؤں میں چھپے دیکھا تو

ایک منٹ لگا تھا اسے معاملہ سمجھنے میں۔

کیا ہوا مہر اپ ٹھیک ہیں نا۔

وہ سب کی موجودگی کی پرواہ کیے بغیر مہر کو غازی کے حصار سے نکالتا اپنے

سامنے کیے فکر مندی سے پوچھنے لگا۔

غازی نے آرام سے اسے مرتسم کے پاس جانے دیا کیونکہ وہ شاید ڈر گی تھی

اس وقت۔۔

م میں ٹھیک ہوں ش۔ شاہ۔۔ وہ سوکھتے لبوں کو تر کرتے بامشکل بولی تھی یہ
خیال ہی جان لیوا تھا کہ ابھی وہ بری طرح منہ کے بل گرتی اور اسکا بچہ۔۔
وہ سہم کر مرتسم کے کرتے پر گرفت مضبوط کر گئی۔۔
ریلیکس رہیں آپ لوگ کچھ نہیں ہوا مہر ٹھیک ہیں۔۔
وہ ولی کو اشارتاً کچھ کہتا مہر کو لیے باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔
ارے آپ لوگ ایسے کیوں کھڑے ہیں پریشان مت ہوں وہ ہماری مہر ہے
گرتی پڑتی رہتی ہے مرتسم ہے ناسنبھلا لے گا اسے۔
ولی نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو سب ناچاہتے ہوئے بھی خاموش رہے۔۔



ش۔ شاہ ابھی ک۔ کچھ ہو جاتا تو۔۔ وہ مرتسم کے سینے میں سمٹی سہمے لہجے میں
بولی۔

مہر میری جان کچھ نہیں ہوا۔ اور انشاء اللہ کچھ ہوگا بھی نہیں اللہ پر بھروسہ
رکھیں میری جان۔۔

جو دینے والا ہے وہ حفاظت بھی کرے گا۔۔

مر تسم نے بہت نرمی سے اسے سمجھایا تھا۔۔

ادھر دیکھیں مت روئیں میری جان جب کچھ ہوا ہی نہیں تو کچھ کیوں سوچ
رہی ہیں۔

بس اب کچھ نہیں رونا نا ہی کچھ سوچنا ہے خوشی کا موقع ہے سب پریشان
ہونگے آپکو ایسے دیکھ کر ہم۔

اسکی بھگی آنکھیں چومتے مر تسم نے نرمی و محبت سے کہا۔۔

وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔۔



کچھ ہی دیر میں وہ سب بینکوٹ میں شاندار بینڈ باجے کے ساتھ داخل ہوئے تھے۔

دروازے پر ہی دانیل اور زہرہ کی کزنز نے انہیں روکتے بھرپور طریقے سے اپنا حق وصول کیا تھا۔

نکاح تو پہلے ہی ہو چکا تھا اس لیے کچھ ہی دیر میں دونوں دلہنوں کو باہر لایا گیا تھا۔

سب سے پہلے دانیل کو باہر لایا گیا۔

وہ بلڈ ریڈ گولڈن اور زرک امتیاز والا لہنگے میں سہج سہج کر قدم اٹھاتی وہ زین کی دھڑکنیں منتشر کر گئی تھی۔

ڈارک برائیدل میکاپ میں بھاری جیولری پہنے وہ کوئی آسمان سے اتری پری لگ رہی تھی۔

اسکے سیٹج کے قریب پہنچتے اسے دیکھتا مبہوت سازین اسکی طرف بڑھتے اپنا ہاتھ بڑھا گیا۔

زین کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے اسکا ہاتھ کپکپایا تھا۔

وہ چاہے جتنی بھی مضبوط کیوں ناہو تھی تو ایک لڑکی ہی اور ایسے وقت پر ہر لڑکی کا دل کانپتا ہے۔۔

اور وہی حالت دانیں کی تھی۔

انکے سٹیج پر بیٹھتے دوسری دلہن کو لایا گیا۔

ولی جو زین کے مبہوت ہونے پر اسے چھیڑ رہا تھا اسنے چونک کر سامنے دیکھا وہ سٹل ہوا تھا۔

چیری ریڈ کلر کے لہنگے میں وہ کانچ کی سی گڑیا لگ رہی تھی۔

ڈارک برائیڈل میکاپ تھا لیکن اتنا نہیں کہ اسکی سانولی رنگت کو چھپا

سکے۔ بلکہ اسکی سکن کا نیچرل کلر ہی شو ہو رہا تھا۔

گھنی پلکیں جھکائے اپنے بابا کا ہاتھ وہ پھولوں کے نیچے چلتی ولی کو ساکت کر گئی تھی۔

وہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ ولی اس پر سے نظریں نہیں ہٹا سکا۔

اسکے سٹیج تک پہنچنے پر مرتسم نے ولی کو یو نہی ساکت کھڑے دیکھ دھکا دیتے
آگے کیا۔

وہ چونک کر ہوش میں آتا بالوں میں ہاتھ پھیرتا زہرہ کی طرف بڑھ گیا۔
اپنی مضبوط ہتھیلی اسکے سامنے پھیلاتا اسنے بغور اسکی لرزتی پلکوں کو دیکھا
تھا۔

زہرہ کپکپاتے وجود کے ساتھ اپنا مہندی سے سجا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھ گی جسے
ولی نے مضبوطی سے تھامتے اسے سہارا دیتے سٹیج پر چڑھایا تھا۔
جبکہ اسی وقت سب کی ہوٹینگ پر زہرہ جھنپ کر ولی کا ہاتھ چھوڑ گی۔
ولی سب کی موجودگی میں بس اسے گھور کر رہ گیا۔



فوٹو سیشن کے بعد دانیل اور زہرہ کی کزنز اب دودھ پلائی کی رسم کے لئے
سیٹج پر اچکی تھیں۔۔

چلیں جیجو نکالے ایک لاکھ۔۔ دانیل کی ایک کزن زین کے دودھ پینے پر
اس سے گلاس لیتے بولی۔

پچھے جو امیدوار دودھ کے لئے کھڑے تھے سب لڑکے اسے گھور کر رہ
گئے۔۔

ہیں ایک لاکھ کس چیز کا بھی۔۔ زین نے حیران ہونے کی بھرپور ایکٹینگ
کرتے کہا۔

یہ جو ابھی دودھ پیا ہے نا اسکا چلیں نکالے جلدی کریں۔۔ ابکی بار اسکی
دوسری کزن بولی تھی۔

چلیں بھائی آپ کیوں چپ ہیں آپ بھی نکالیں ایک لاکھ اب۔۔ ولی حسنے
دودھ کا ابھی ایک ہی گھونٹ لیا تھا کہ ارسل نے اس سے گلاس لے لیا وہ
اسے گھور رہا تھا جب زہرہ کی کزن نے اس سے کہا۔

میں کیا سوچ رہا ہوں لڑکیوں دیکھو پیسے تو میرے پاس ہیں نہیں۔۔ وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھساتا زرا سا آگے ہو کر بولا۔
لڑکیاں غور سے اسے سننے لگیں۔

اب تم لوگ تو جانتی ہو میں شیف ہوں تو اپنے ہاتھ کی اچھی سے مٹن کڑھای کھلا دوں گا ہیں۔۔ وہ صلح جو اندامیں بولا
نہیں بلکل نہیں۔ لڑکیاں چیختی تھیں۔

ارے چیخ کیوں رہی ہو ٹھیک ہے دے رہا ہوں۔۔

منہ بنا کر بولتے اسنے مرتسم کو اشارہ کیا جو سر کو خم دیتا ایک لفافہ لڑکیوں کے حوالے کر گیا۔۔

میسس۔ لڑکیاں ایک لاکھ کی بجائے دو لاکھ دیکھتی خوشی سے چیختی تھیں۔

زین نے بھی دانین کی کرنز کو دو لاکھ ہی دیئے تھے۔۔

رسم کے بعد سب کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔



زین کب تک ایسے بت بن کے بیٹھنا ہے میں تھک گی ہوں۔
کھانے کھاتے دانین نے جھنجھلائے سی آواز میں کہا۔
زین نے گردن موڑتے اپنے پاس سچی سنوری بیٹھی اس حسن کی دیوی کو
دیکھا۔

اتنی جلدی ابھی تو بہت ساری رسمیں باقی ہیں۔
وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

بھاڑ میں گی ساری رسمیں مجھ سے نہیں بیٹھا جا رہا۔
وہ غصے سے بڑبڑائی۔

زین نفی میں سر ہلا کر رہ گیا کہ اسکا کچھ نہیں ہو سکتا۔
جبکہ دوسری طرف بیٹھا ولی سب کی موجودگی کی پرواہ کیے بغیر سکون سے
صوفے سے ٹیک لگائے زہرہ کو دیکھنے میں مصروف تھا۔

س۔ سائیں ایسے م۔ مت دیکھیں۔ سب کیا س۔ سوچیں گے۔۔
وہ نظریں جھکائے منمنائے تھی۔۔

اسکا وجود ابھی تک ہلکا ہلکا لرز رہا تھا۔

اسکی بات سنتے ولی کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

وہ جب جب اسے یوں سائیں کہتی تھی جان نکال لیتی تھی۔

اسکی کپکپاہٹ دیکھتے وہ اس پر سے نظریں ہٹا گیا۔

لیکن اسکا مخملی ہاتھ تھا متے وہ اہستہ آہستہ سہلاتے اسے ریلیکس کرنے لگا۔



رات کے آٹھ بجے رخصتی کا وقت ہوا تو زہرہ کی حالت دیکھتے سب کی آنکھیں
نم ہوئی تھیں۔

مہر اور آیت نے بامشکل اسے چپ کر واتے گاڑی میں بیٹھایا تھا۔

جبکہ دانیل نار ملی اپنے پیر نٹس سے ملی تھی۔ کیونکہ وہ دانیل تھی سب سے الگ اسکے مطابق یہ خوشی کا موقع تھا تو رونا کیوں۔

اس طرح وہ دونوں لمبے انتظار کے بعد پیادیس سدھار گئیں۔

دانیل اور زین کے ساتھ ارسل، آیت، ماہم اپیا، وشہ، رضوانہ ماما اور عالم بابا گئے تھے۔ باقی زین کی اپنی فیملی تھی۔

جبکہ باقی سب ولی کے بنگلے ہر تھے۔

کچھ رسموں کے بعد ماہم اپیا سے زین کے کمرے میں لے گئیں کمرے کی سجاوٹ دیکھتے ایک پل کے لئے دانیل بھی کانپی تھی۔

ہر لڑکی کی زندگی میں یہ وقت ضرور آتا ہے اور چاہئے جتنی بھی بولڈ کیوں نا ہو آنے والے لمحات کا سوچتے دل ضرور کانپتا ہے۔۔

ماہم اپیا نے اسکا لہنگا بیڈ پہ پھیلاتے اسے بیڈ کے وسط میں پھولوں کے بیچ بٹھا

دیا۔

وہ بظاہر تو پرسکون تھی لیکن جانے کیوں دل میں بہت گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ ہتھیلیاں بھی بار بار پسینے سے بھیک رہی تھیں۔



زین جو دوستوں سے جان چھڑواتے اندر آیا تو دروازے پر وشہ اور زینب نے اسے گھیر لیا وہ جلدی جلدی انہیں فارغ کرتا اندر آیا تھا۔
عجلہ عروسی میں قدم رکھتے اسکی نتھوں سے پھولوں کی مہک ٹکرائی تھی۔
زیر لب مسکراتے اسنے بیڈ کی جانب دیکھا لیکن خالی بیڈ دیکھتے اسکی پیشانی پر بل پڑے تھے۔

اسنے چہرہ موڑتے ادھر ادھر دیکھا تو وہاں سے کھڑکی میں کھڑی نظر آئی۔
زین گہری سانس بھر کے رہ گیا وہ دانیں تھی اس سے کیسے عام دلہنوں جیسی توقع کر سکتا تھا۔

دائیں کی طرف قدم بڑھانے کی بجائے اسنے سب سے پہلے خود کو اس
شیر وانی کے بوجھ سے آزاد کیا تھا۔

والٹ۔ گھڑی، شوز سب چیزیں نکالتے اسنے ٹیبل پر رکھی اور فرصت سے
چاند کو تکتی اپنی انوکھی بیوی کی طرف قدم بڑھائے۔



زہرہ کی حالت رونے کی وجہ سے کافی بری ہو گئی تھی اس لیے زیادہ رسمیں
نہیں کی اور اسے جلدی ہی ولی کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔
لڑکیاں بھی سب تھک چکی تھیں اس لیے دروازہ رکائی میں ولی سے زیادہ
بحث نہیں کی جتنے ملے چپ چاپ لیتے اسے جانے دیا۔
کمرے میں قدم رکھتے اسکے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

دروازہ لوک کرتے اسنے ایک نظر بیڈ پر سمٹ کر بیٹھی اپنی متاع جاں کو دیکھا
اور زیر لب مسکرا دیا۔

یونہی اسے دیکھتے ولی نے اپنی شیر وانی اتارتے صوفے پر بچھینکی اور فون او ف
کرتے اسنے بیڈ کی جانب قدم برہائے۔

جبکہ اسکے ہر بڑھتے قدم کے ساتھ زہرہ کی سانسیں اتھل پتھل ہو رہی
تھیں۔

اسے حد سے زیادہ گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ نازک وجود ہلکا ہلکا کپکپا رہا تھا۔
آنے والے لمحات کا سوچتے اسکی جان نکلی جا رہی تھی۔

پھولوں کی لڑیاں ہٹاتے وہ آہستہ سے اسکے قریب بیٹھا تو وہ خود میں سمٹ
گئی۔

اسلام و علیکم !!! اسنے دھیمے لہجے میں کہا تھا۔

زہرہ نے سر ہلاتے زیر لب جواب دیا تھا زبان تو جیسے تالوں سے چپک گئی
تھی۔

اتنا کیوں ڈر رہی ہو۔ اسکے کانپتے ہاتھ پر پناہاتھ رکھتے وہ نرمی سے بولا۔
زہرہ خاموش رہی۔

ولی نے کچھ پل اسے دیکھ اور پھر ہاتھ بڑھاتے اسکا گھونگھٹ الٹ دیا۔
پردہ ہٹنے کی دیر تھی اسے لگا جیسے چاند کو بادلوں کی قید سے آزاد کروایا ہو۔ وہ
سانس روکے اسے دیکھنے لگا۔

گھنی جھکی ہوئی لرزتی پلکیں۔ گلابی عارض اور کپکپاتے ہونٹ۔
جبکہ ناک میں پہنی نتھلی کاموتی جو اسکے اوپری ہونٹ کو چھو رہا تھا ہونٹوں
کے کپکپانے پر وہ ہلتا بار بار اسکے لبوں کو بوسہ دیتا ولی کو اندر تک جلا گیا۔
اسنے بے ساختہ ہاتھ بڑھاتے اسکی نتھلی اتار دی۔

زہرہ اسکے لمس پر کانپی تھی۔

ریلیکس اس طرح مجھ سے ڈرو گی تو میں بھی اوکو رڈ فیل کروں گا۔ میں تمہارا
محرم ہوں کوئی غیر تو نہیں۔ اسکے ہاتھ تھامتے ولی نے نرمی سے کہا تھا۔

ایک منٹ۔۔ اچانک اسے کچھ یاد آیا تھا اسکے ہاتھ چھوڑتے اسنے اپنی پاکٹ سے کچھ نکالا۔

یہ تمہاری منہ دکھائی اسکے ہاتھ میں ڈائمنڈ کی رنگ پہناتے محبت سے چور لہجے میں کہا۔

زہرہ نے پلکوں کی اوٹ سے اسے دیکھا۔۔

ب۔ بہت پ۔ پیاری ہے۔۔ کپکپاتے لبوں سے کہا۔۔

زہرہ اگر تم ابھی ان سب کے لئے تیار نہیں ہو تو اس اوکے مجھے کوئی پر اہلم نہیں ہے تم وقت لے سکتی ہوں۔ اسکے مسلسل کپکپانے پر ولی نے نرمی سے کہا تھا۔

زہرہ نے پلکوں کی جھالراٹھاتے اسے دیکھا۔

اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے اٹھ کر جاتا وہ بے ساختہ اسکا ہاتھ تھام گی۔

ولی نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

کیا اسے تمہاری ہاں سمجھوں۔۔ اسکی اتنے دل فریب اجازت پر وہ مسکراتے
لہجے میں بولا۔

اسکے پوچھنے پر زہرہ بامشکل ہاں میں سر ہلا گئی۔۔

تھینکیو سوچ میری جان۔ ولی نے تیزی سے اسے خود میں بھینچا تھا۔
یقین رکھو تمہارا محرم تمہیں پھولوں کی سی نرمی سے چھوئے گا۔ تمہیں کبھی
ٹوٹنے نہیں دے گا۔

وہ اسکی آنکھوں کو نرمی سے چھوتا مدھم گھمبیر لہجے میں بولا۔

ولی نے ایک ایک کرتے اسکی ساری جیولری ریمو و کرتے اسے بھاری ڈوپٹے
کے بوجھ سے آزاد کیا تھا۔

س۔ سائیں۔۔ وہ اسکے ایک ایک نقش کو دیوانوں کی طرف چھوتا اسے
ہڑ بڑانے پر مجبور کر گیا۔

سائیں کی جان۔۔ سرگوشی میں کہتے وہ اسکے لبوں پر جھکتے اسکے الفاظ خود میں
قید کر گیا۔

اسکے لمس میں اتنی شدت تھی کہ زہرہ بے حال ہوتی پیچھے تکیے پر جا گری۔
ولی مدہوش سا اسکے لبوں کا جام پیتا قطرہ قطرہ اس پر سانسیں تنگ کرتا جا رہا
تھا۔

زہرہ نے مزاحمت نہیں کی وہ اسکے کرتے کو مٹھیوں میں بھرتے اسکی شدت
برداشت کر رہی تھی لیکن جب برداشت سے باہر ہوئی تو اسکے سینے پر نازک
ہاتھوں کے مکے برسائے تھے۔

ولی بے ساختہ اسکے ہونٹوں کو چھوڑ گیا وہ سمجھ چکا تھا کہ کچھ زیادہ ہی شدت
دکھا گیا ہے۔

زہرہ نے بھیگی نم آنکھوں سے اپنے لبوں پر ٹھہری خون کی بوند دیکھتے اسے
دیکھا تھا۔

ولی اسکے یوں دیکھنے پر نچہ لب دبا گیا۔

ایسے مت دیکھو اب تمہارے یہ ہونٹ ہیں ہی اتنے رسیلے کہ دل کرتا ہے
انہیں کھا جاؤں۔ ناچاہتے ہوئے بھی شدت دکھانی پڑتی ہے۔

وہ نرمی سے اسکے لبوں سے خون کی بوند چٹنا بچ دیتے لہجے میں بولا تھا۔

زہرہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی نظریں جھکا گئی۔

ولی مبہوت سا اسے دیکھتا اسکی گردن میں منہ چھپا گیا۔

وہ اسکی خوشبو میں گہری سانسیں بھرتا اسکی گردن میں جگہ جگہ اپنے لبوں کا لمس چھوڑنے لگا۔

زہرہ حلق تر کرتے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں بھر گئی۔

ولی خمار آلودہ نظروں سے اسے دیکھتا شدت سے اسکی دھڑکنوں کے مقام پر جھکتا اپنی شدتیں لٹانے لگا۔

زہرہ تڑپ کر اسکے کندھے تھام گئی۔

سائیں۔ مدھم لیکن بھاری آواز میں سرگوشی کی تھی۔

شش، سائیں کی جان۔ وہ خمار آلودہ لہجے میں بولتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا جھٹکے سے اسکی کرتی کی زپ کھولتا اسکے وجود سے الگ کر گیا۔

وہ مدھم سسکی لیتی اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

ولی نے اسے تکیے پر گراتے لائیٹس آف کرتا گہری گھٹا کی مانند اس پر چھا گیا۔

رفتہ وہ اسے ہر پردے کی قید سے آزاد کرتا نرمی سے اسے خود میں سمو گیا۔
کمرے میں معنی خیز خاموشی چھائی تھی۔
دونوں کی بھاری سانسوں اور زہرہ کی مدھم سسکیاں خاموشی میں ارتعاش پیدا کرتی کسی کا بھی دل دھڑکا سکتی تھیں۔



یہاں کیوں کھڑی ہو۔۔ وہ پیچھے سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا سے خود میں
بھینچتے مدھم۔ لہجے میں بولا۔
دائیں اسکی موجودگی محسوس کر چکی تھی لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ یوں
آکر لیٹ جائے گا۔

تم کب ائے۔ جان کر بھی انجان بنتے پوچھا۔

تبھی جب تم میرے خیالوں میں گم تھی۔ ہلکا سا ہستے کہا۔

دائین نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔

زین نے اسی وقت اسکی طرف دیکھا۔

دونوں کی نظریں ملیں ایک کی آنکھوں میں گہرا ہٹ تھی، شرمناک تھی

جبکہ دوسرے کی آنکھوں میں خمار تھا طلب تھی جنون تھا۔

وہ نظریں چراگی۔ زین مسکرایا تھا۔

میری منہ دکھائی۔ اسے مستقل خود کو دیکھتے پا کر وہ اسے پیچھے کرتی اُتیر و

اچکاتے بولی۔

زین نے سر جھکاتے اسے دیکھا۔

دو۔ دائین نے اسے گھورا۔

ایک منٹ صبر رکھو بے صبری دلہن۔ وہ تاسف سے اسے دیکھ کر کہتا اپنی

پاکیٹ سے کچھ نکال گیا۔

یہ لو۔۔ اس کے ہاتھ میں ایک باکس دیتے کہا۔

دائین نا سمجھی سے اسے دیکھتے وہ باکس کھول گی۔۔

واؤزین یہ بہت پیارا ہے۔ وہ ستائشی نظروں سے اس باکس میں رکھے ڈائمنڈ بریسلٹ کو دیکھتے بولی۔۔

ہاں لیکن تم سے کم۔۔ وہ بریسلٹ اس کے ہاتھ سے لیتے ٹیبل پر رکھتا اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔۔ گہری نظروں سے اسے دیکھتے گھمبیر لہجے میں کہا۔

پتہ ہے۔۔ وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے آنکھیں گھوماتے بولی۔۔

اب چھوڑ مجھے چلیج کرنا ہے۔۔

وہ اسکی نظروں سے کنفیوز ہوتی بولی۔۔

آں ہاں۔ اس کے لئے میں ہوں نا۔ وہ خمار آلودہ نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔

ک۔ کیا مطلب۔ ناچاہتے ہوئے بھی لہجہ لڑکھڑا گیا۔

اسکے لڑکھڑاتے لہجے کو دیکھ زین کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

ابھی سمجھتا ہوں ڈار لنگ۔۔ مدھم لہجے میں کہتے وہ اسکی جھٹکے سے اسے اپنی
بانہوں میں بھر گیا۔۔

زین۔۔ وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔۔

ہمم بولو۔۔ اسے بیڈ پہ لٹاتے اس پر جھکتے کہا۔۔

وہ کیا بولتی اسکی بولتی تو وہ بند کر چکا تھا۔۔

تمہیں پتہ ہے کتنی تڑپا یا ہے تم نے مجھے۔۔ وہ اسکا ڈوپٹہ پنز کی قید سے نکالتا خمار
الودہ نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔۔

م۔ میں کرل۔ لیتی ہوں۔۔ زین نے اسکے بال کھولتے نیکلیس کو گردن سے
نکالا تو وہ بھاری ہوتی سانسوں سے بولی۔

میں کس لیے ہوں ڈار لنگ۔۔ وہ اسکے کان کی لوہو ننٹوں میں دباتا سرگوشی
نما لہجے میں بولا۔۔

ک۔ کیا کر رہے ہو۔۔ وہ سوکھتے لبوں کر تر کرتے بولی۔۔

تم انجان تو نہیں۔ بھاری لہجے میں کہتے اسنے اسکے ڈارک لپسٹک سے سجے
ہو ننٹوں کو انگوٹھے سے سہلایا۔

زین تم۔۔ وہ تڑپ کر کچھ بولتی کہ زین جھکتے اس کے نازک ہو ننٹوں کو اپنے
سخت ہو ننٹوں کی گرفت میں لے گیا۔

دائین اچانک اسکے یوں جھکنے پر ساکت ہوئی تھی۔

زین مدہوش ہوتا اسکے نچلے لب کو شدت سے چومتے اسے کمر سے اٹھاتے
اپنی گود میں بٹھا گیا۔

دائین اسکی شدت پر اسکے کالر کو سختی سے تھام گئی۔۔

تمہارے یہ ہونٹ کسی نشے سے کم نہیں۔ کچھ دیر بعد وہ اسکے ہو ننٹوں کو آزاد
کرتا نشیلے لہجے میں بولا۔۔

دائین سرخ پڑی تھی۔ اسکی ناک یہاں تک کہ گردن بھی سرخ ہوئی
تھی۔۔

سٹرینج تم شرماتی بھی ہو۔۔ وہ اسکے چہرے پر پچھلے قوس قزاح کے رنگوں کو دیکھتے مبہوت ہوتا بولا تھا۔

وہ اسکے سینے پر سر ٹکائے گہری سانسیں بھری اپنی اتھل پتھل ہوئی سانسوں کو بحال کر رہی تھی جب اسکا سلگھتا لمس اپنی پچھلے گردن پر محسوس کرتے کپکپائی۔۔

زین ایک ہاتھ سے اسکی کمر سہلاتا جبکہ دوسرے ہاتھ سے اسکے بدن کی گہرائیوں کو مانپتا اسے کانپنے پر مجبور کر گیا۔

زین۔۔ اسنے اسکی دھڑکنوں کے مقام پر شدت دکھائی تو دانیں کے لبوں سے سسکی کی مانند اسکا نام نکلا تھا۔

برداشت کرو میری جان یہ شدتیں آج ہر حال میں تمہیں اپنے نازک وجود پر جھیلنی ہے سالوں انتظار کیا ہے میں نے ان پلوں کا۔۔ وہ ایک جھٹکے سے اسکا بلاؤز اسکے وجود سے الگ کرتے اسے اوندھے منہ تکیے پر لٹاتے خمار آلودہ لہجے میں بولا تھا۔

ت۔ م ب۔ بہت بد تمیز ہو۔ اپنی کمر پر اسکی شدتیں برداشت ناکرتے وہ نم
لہجے میں بولی تھی۔

زین نے نرمی سے اسکا رخ اپنی طرف کیا۔

کیا ہوا میری شیرنی نہیں برداشت ہو رہی نامیری شدتیں اسی لیے کہتا تھا اتنا
ہی تڑپاؤ جتنا اپنی نازک وجود پر جھیل سکو۔ وہ نرمی سے اسکی نم آنکھیں چھوتا
سرگوشی میں بولا۔

دائین نے غصے سے اسے دیکھا وہ اس پر سے اٹھتے اپنا کرتا اتارتے دور پھینک
گیا۔

اسکے برہنہ سینے کو دیکھتے وہ بجائے شرمانے کے جنگلی بلی کا طرح اس پر جھپٹی
تھی۔

وہ اپنی گردن پر جلن محسوس کرتے اسکی گردن پر دانت گاڑھ گی۔
زین کا مدھم قہقہہ گونجا تھا۔

میری جنگلی بلی اب میری باری۔۔ وہ اسے کمر سے تھام کر بیڈ پر گراتا اس پر
حاوی ہوا تھا۔۔

زین۔۔ اسکی مونچھوں کی چھبن سے وہ کسمسائی۔۔

لیکن وہ شش کہتا لائٹ آف کرتا اس مکمل اپنے حصار میں لے گیا۔

اسکے ہاتھ بیڈ شیٹ سے ہٹاتے اپنی انگلیوں میں اسکی انگلیاں الجھاتے وہ اسے
دنیاوی سوچوں سے دور مدہوشی کی دنیا میں لے گیا۔۔



عالم کمرے میں آیا تو وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی کسی گہری سوچ میں
گم تھی۔

اہم اہم۔۔ وہ اسکے پیچھے کھڑا ہوتا کھنکھارا۔۔

نورین نے چونک کر اسے دیکھا۔

سب کچھ تو ٹھیک ہو گیا تھا لیکن انکار شدہ آج بھی وہیں تھا جہاں کل تھا۔
وہ اسکے کہے مطابق کبھی اسکے قریب نہیں آیا تھا ہاں لیکن رات کو وہ سوتی
اسکے سینے پر تھی جس پر اسے بھی کوئی اعتراض نہیں تھا کیونکہ اس طرح وہ
مکمل پر سکون ہو کر سو جاتی تھی۔

عالم نے اسے ہر وہ خوشی دی تھی جو وہ چاہتی تھی۔

وہ اسکا بھرپور خیال رکھتا تھا اسکی بات منہ سے بعد میں نکلتی وہ پوری پہلے کرتا
تھا۔

کبھی کبھار تو نورین حیران ہو جاتی تھی کہ آخر وہ مرد ہو کر کیسے اپنے حقوق
کے لئے اس سے باز پرست نہیں کرتا۔ وہ چونک جاتی تھی کہ آخر کو مرد کا
اتنا خوبصورت بھی روپ ہوتا ہے۔۔

ابھی سب کو خوش دیکھ اسے اپنے وجود میں ایک خالی پن سا محسوس ہوا تھا۔
اسے بچے بہت پسند تھے۔۔

زمان تو کبھی باپ بن نہیں سکتا تھا اور سارا الزام اس پر آتا تھا۔

وہ تھک چکی تھی اب اس ادھوری زندگی سے وہ ایک پرسکون خوشحال
زندگی چاہتی تھی۔ اسنے سوچ لیا تھا اب وہ عالم کو اپنے نزدیک آنے سے نہیں
روکے گی وہ اسے اپنا رشتہ آگے بڑھانے کی جازت دے دے گی۔
کیا سوچ رہی ہیں۔ وہ اسے مستقل کسی گہری سوچ میں گم دیکھ بولا۔
نورین اسے دیکھتی اسکے مقابل کھڑی ہوئی۔
لیکن اسکے اگلے عمل پر عالم کو جھٹکا لگا تھا۔
وہ اسکے گلے میں بانہیں ڈالے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔
نور آپ ٹھیک ہیں نا۔ وہ نرمی سے اسکے گرد بازو حائل کرتا فکر مندی سے
بولا۔

نورین کے دل کو کچھ ہوا تھا۔
کتنی پاکیزہ سی سوچ تھی اسکی ابھی وہ اسکے قریب آنے پر اس پر کوئی طنز کرنے
کی بجائے اسکی فکر کر رہا تھا۔
عالم۔۔ بھگے لہجے میں پکارا۔

عالم کی جان کیا ہوا ہے رو کیوں رہی ہیں کسی نے کچھ کہا ہے۔۔ وہ اسکا چہرہ
اپنے سینے سے نکالنے کی کوشش کرتا پریشانی اور فکر مندی سے بولا۔

عالم ایم سوری۔ مینے آپکو اتنے ماہ آپکے جائز حق سے دور رکھا۔ عالم آپ بہت
اچھے ہیں میں آپکو غلط سمجھتی رہی ایم سوری۔

وہ مضبوطی سے اسکی گردن میں بازو باندھے رندھے لہجے میں کہہ رہی تھی۔
ل۔ لیکن اب اور نہیں عالم میں تنگ آگئی ہوں اس ادھوری زندگی سے میں
چاہتی ہوں ہم دونوں خوش رہیں۔ ہماری پیپی لائیف ہو۔ ہمارے۔

ب۔ بچے ہوں۔ وہ مدھم لہجے میں بولتے آخر میں اسکی زبان لڑکھڑائی تھی۔
عالم کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔ وہ ساکت سا اسے سنتا رہ گیا۔

ا۔ اپس۔ سچ کہہ رہی ہیں۔ خوشی اور حیرت کی زیادتی سے اسکی اپنی زبان
لڑکھڑائی تھی۔

نورین آنکھیں مینچتے سر ہلا گئی۔

نور آپ نہیں جانتی اپنے یہ کہہ کے مجھے زندگی کی کتنی بڑی خوشی دی ہے۔

آئی لو یو سو وو وو وچ۔ میری جان۔ میں وعدہ کرتا ہوں بہت بہت خوش

رکھوں گا آپ کو اور اللہ نے چاہا تو بہت سارے بچے بھی ہونگے۔

وہ اسکے چہرے پر جا بجا بوسوں کی بو چھاڑ کر تا خوشی سے چور لہجے میں کہتے
آخری میں شرارت سے بولا۔

نورین شرم سے سرخ پڑتی مزید اسکے سینے میں گھسی تھی۔

نا، نامیری جان اب نہیں اب آپ مجھے اجازت دے چکی ہیں اب یہ گریز
نہیں چلے گا۔

وہ گھمبیرتا سے کہتے اسے اپنی بانہوں میں اٹھا گیا۔

اسے بیڈ پہ لٹاتے وہ اسکے ارد گرد ہاتھ رکھتے زرا اسے فاصلے پر رکھتے اسے دیکھنے
لگا۔

ا۔ ایسے تو م۔ مت دیکھیں۔ اسکے ٹک ٹکی باندھ کے دیکھنے پر وہ ہاتھوں میں

چہرہ چھپائے بولی۔

ٹھیک ہے پھر کچھ اور کر لیتا ہوں۔۔

وہ گھمبیرتا سے کہتے اسکے ہاتھ چہرے سے ہٹاتے یکدم اسکے لبوں پر جھکا تھا۔
نورین گھبرا کر اسکی شرٹ تھام گئی۔۔

زمان جس طرح سے اسے چھوتا تھا وہ سہمی ہوئی تھی۔

لیکن عالم شدت نہیں دکھا رہا تھا بلکہ وہ بہت نرمی سے اسکے ہونٹوں کا رِس پی
رہا تھا کہ وہ بے خودی ہوتی اسکی گردن میں بازو حائل کر گئی۔۔

عالم دیوانوں کی طرح کبھی اسکے ہونٹوں کو چھوتا تو کبھی گردن پر ہلکی شدت
دکھاتا جبکہ اسکے ہاتھ گہرائیوں کی حدود سر کرتے نورین کو سمٹنے پر مجبور کر
رہے تھے۔

لائٹ او ف کرتے عالم نرمی سے اس پر حاوی ہوا تھا۔

دونوں کی بھاری سانسوں نے کمرے کے ماحول کو اچھا خاصہ رومانوی کر دیا
تھا۔

وہ اس پر جھکتے اسکے اور اپنے بچ کا ہر پردہ گراتا نرمی سے اسے خود میں سمیٹ گیا۔۔

#qalbe_ishq جاری ہے۔۔۔۔
#by_aman_chaudhary
#last_epidose last part

: آٹھ ماہ بعد

مارڈالو اسے اور اسکی کوکھ میں پلنے والے اس بچے کو نارہے ہی گی یہ نارہے گا
بچے اور نہیں آئے گا اس شاہ کا کوئی وارث۔۔
اس عورت نے چیخ کر کہا تو اس کے ساتھ کھڑے لڑکے میں بے دردی سے
زمین پر گری لڑکی کے پیٹ پر چاقو سے وار کیا تھا۔

اللہ۔۔ اس کے منہ سے دلخراش چیخ نکلی اور وہ جھٹکے سے نیند سے بیدار ہوئی
تھی۔۔

اس کے چیخنے پر ساتھ سویا مر تسم ایک پل میں اٹھا تھا۔
اس نے تیزی سے لائٹ اون کرتے اسے دیکھا جو پسینے سے تر گہری سانسیں
بھر رہی تھیں۔۔

مہر میری جان کیا ہوا۔۔ وہ تیزی سے اسے اپنے حصار میں لیتا بولا۔
ش۔ شاہ وہا۔ اگئے و۔ وہ م۔ میرے بچوں کو م۔ مار د۔ دیں گے۔۔ وہ اس کے
سینے میں چھپی لرزتی آواز میں بولی تھی۔۔
مر تسم نے لب بھینچے تھے وہ آج بھی دو ماہ پہلے کی وہ رات نہیں بھلا پائی
تھی۔

بھولا تو وہ بھی نہیں تھا۔

نہیں میری جان کوئی نہیں ہے۔ کوئی آپ کو یا ہمارے بچوں کو نقصان نہیں پہنچائے گا میری جان میں ہوں ناشاہ کے ہوتے ہوئے کوئی آپ کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

وہ اسے خود میں بھینچے بڑ بڑایا تھا۔

ش۔ شاہ وہ ر۔ ات ہ۔ ہمارا۔ پیچھا کیوں نہ۔ نہیں چھوڑتی۔۔ وہ سسکیوں سے بولی تھی۔۔

مہر شاہ کی جان بس۔۔

آپ ایسے روئیں گی تو بے بیز پر بھی افیکٹ ہو گا نا۔۔ وہ اسکا چہرہ سامنے کرتا بولا۔۔

(انہیں کچھ ماہ پہلے ہی پتہ چلا تھا کہ انکے ٹوئیز ہیں)

مہر کیا ہوا۔۔ اسکا چہرہ سفید ہوتے دیکھ مر تسم نے اسے تیزی سے سیدھا کیا۔

شاہ۔ ہج۔ ہے۔ پ۔ پین۔ م میں وہ۔۔ وہ درد کی شدت سے بے حال ہوئی تھی۔۔

اچانک اسکے منہ سے دلخراش چیخیں نکلی تھیں۔۔

مر تسم تیزی سے اسے اپنی گود میں اٹھاتے باہر کی طرف بھاگا۔

مہر کی چیخوں سے سارے گھر والے جاگ گئے تھے۔

وہ ننگے پاؤں اسے اٹھائے تیزی سے باہر کی طرف بھاگا تھا۔

جبکہ نیچے آتے ماہم اپیا اور وجدان بھائی بھی انکے پیچھے گئے تھے۔

مر تسم نے اسے احتیاط سے پچھلی سیٹ پر بٹھایا تب تک ماہم اپیا بھی آچکی

تھیں وہ مہر کے ساتھ ہی پیچھے بیٹھی تھیں۔

گاڑی سٹارٹ کرتے مر تسم کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ وجدان بھائی نے

اسے دوسرے سیٹ پر بٹھاتے خود گاڑی سٹارٹ کی اور ساتھ کسی کو فون بھی

کر دیا۔

انکی گاڑی نکلنے کے دس منٹ بعد ہی پیچھے سے تین گاڑیاں نکلی تھیں۔



ہو سپٹل کے آگے گاڑی رکتے وہ تیزی سے مہر کو بانہوں میں اٹھاتے اندر کی طرف بھاگا تھا۔

وہ سارے راستے سسکتی رہی تھی۔

فجر کا وقت تھا ہو سپٹل میں زیادہ رش نہیں تھا۔

مر تسم کو دیکھتے وارڈ بوائے جلدی سے سٹریچر لے آئے تھے۔

وہ مدہم ہچکیاں بھرتی مر تسم کی جان لبوں پر لے آئی تھی۔

مہر کچھ نہیں ہو گا حوصلہ رکھیں میری جان۔ اسکا ہاتھ لبوں سے لگاتے وہ

اسے تسلی دینے کے انداز میں بولا تھا۔

اسکی حالت اتنی بری تھی کہ اسے فوراً ہی ایڈمیٹ کر لیا گیا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہاں ماہم اپیا، وجدان بھائی، روحاماما، عائشہ ماما، عالم بابا (جو کچھ

دن پہلے ہی آئی تھیں) غازی اور ولی اسکے پاس کھڑے پریشانی سے کچھ

استفسار کر رہے تھے۔



دیوار سے ٹیک لگائے اسکی سرخ نظریں سامنے سامنے دروازے پر ٹکی تھیں
جسکے پار اسکی زندگی اپنی جان پر کھلتے اسکی اولاد کو اس دنیا میں لانے والی
تھی۔۔

کبھی کبھار اسکی مدھم چیخ دروازے کے اس پار اسے سنائی دیتی تو وہ تڑپ کر
رہ جاتا لیکن افسوس وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔

ایک یہی مقام تو تھا جہاں آکر وہ بے بس ہو جاتا تھا۔

زندگی اور موت کے مقام پر وہ صرف دعا کر سکتا تھا جو وہ کر رہا تھا۔

مہر کا ابھی آٹھواں مہینہ تھا ڈاکٹر کے مطابق تو اسکی ڈیلوری نارمل ہی تھی
لیکن بہت زیادہ سٹریس اور ٹینشن اور ڈر کی وجہ سے ایک تو اسے لیبر پین

جلدی ہی سٹارٹ ہو گیا تھا۔ اور اگر مسلسل یو نہی ہوتا رہا تو انہیں اوپر بیٹ کرنا
پڑے گا۔

ڈاکٹر ز نے صاف صاف یہ بات کہہ دی تھی کہ مہر کو بچانا مشکل ہے۔۔
کاش وہ اس دن اسکی بات مان لیتا کاش وہ ہر بار کی طرح اسکے سامنے سر خم
تسلیم کر دیتا تو آج وہ یوں ناٹرپ رہی ہوتی۔۔
قرب سے آنکھیں مینچتے اسکے زہن میں دو ماہ پہلے کا
منظر چلنے لگا۔



: دو ماہ پہلے

مہر کی پرگینسی کے چھ ماہ خوشیوں سے بھرپور گزرے تھے۔

مر تسم نے اسکی ہر چھوٹی سے چھوٹی خواہش کا خیال رکھا تھا۔

اسکے موڈ سوینگز کو بہت نرمی سے ہینڈل کرتا تھا۔

ناصر ف مر تسم بلکہ سب اسکا بہت خیال رکھتے تھے۔

یہاں تک کہ سب کو دیکھتے ایک سال دو ماہ کی ایزل بھی بھاگ کر اسکی گود

میں نہیں چڑھتی تھی ہاں لیکن اسکے پاس سے بھی نہیں ہلتی تھی۔

انہیں دنوں میں اسکی طبعیت کافی بگڑ گئی تھی کچھ بھی کھایا پیا نہیں جا رہا تھا اس

لیے مر تسم کچھ دنوں کے لئے اسے گاؤں کے آیا کہ ہریالی میں شاید من کچھ

بہل جائے۔

اور وہ یہاں آکر واقعی بہتر ہو گئی تھی۔

اسکے ساتھ بھابھی، ماہم اپیا اور بی جان بھی تھیں۔

انہیں وہاں آئے تیسرا دن تھا جب مر تسم کو ایک جرگے میں جانا تھا۔

لیکن وہ مسلسل اسے منع کر رہی تھی۔



جانم کیا ہو گیا ہے آپکو کیوں اتنی ضد کر رہی ہیں میری جان بس دو گھنٹے کی بات ہے میں آ جاؤں گا۔

وہ نرمی سے اسکا ماتھا چومتے بولا۔

آپ جائیں ہی مت شاہ۔ مجھے اچھا نہیں لگ رہا بہت عجیب سا فیل ہو رہا ہے۔ اور باہر موسم بھی تو بہت خراب ہے۔

وہ باہر پھیلی ہلکی آندھی کو دیکھ روہانے لہجے میں بولی۔

نہیں جاتا میری جان لیکن جانا بہت ضروری ہے کسی کی زندگی کا سوال ہے۔ میرے ناجانے پر وہ لوگ کوئی بھی غلط فیصلہ لے کر کسی کی بھی جان خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔

اسکے گرد بازو حائل کرتے وہ پیار سے بولا۔

لیکن اب دو گھنٹے بعد جائیں گے ناپکا۔ وہ آنکھوں میں آنسو لیے بولی۔

ہاں میری جان پکا۔ بس اب رونا نہیں ایسے کریں گی تو میں جاہی نہیں پاؤں
گا۔ وہ اسکی آنکھوں پر بوسہ دیتا فکر مندی سے بولا۔

جانے کیوں وہ ایسی ضد کر رہی تھی وہ اسے کبھی کہیں جانے سے نہیں روکتی
تھی۔

مر تسم اسے کبھی ناچھوڑ کر جاتا اگر واقعی کسی کی زندگی کا سوال ناہوتا۔
اپنا خیال رکھئے گا میں جلدی آ جاؤں گا۔ اسکے سر پہ بوسہ دیتے وہ باہر کی
طرف بڑھ گیا۔

مہر کا دل چاہا آواز دے کر روک لے لیکن پھر سر جھٹک گئی۔
وہ بی جان لوگوں کے ساتھ بیٹھی تھی جب ایک ملازمہ نے آکرا نہیں گاؤں
کی کسی کی موت کا بتایا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی ماہم اپیا کے ساتھ وہاں چلی
گئیں۔

اسکے ساتھ ماہین بھا بھی ہی گھر میں تھیں۔

وہ انہیں سونے کا کہتے روم میں آگئی۔ جب اسکی آنکھ کھلی تو شام کے چھ ہو چکے تھے۔

نا تو مرتسم آیا تھا نابی جان اور ماہم اپیا۔ انسے مرتسم کو فون کیا لیکن اسکا نمبر بند جا رہا تھا۔

وہ غصے سے وہ وہیں پھینکتی نیچے آگئی۔

نیزہ (ملازمہ) کو آواز لگاتے وہ احتیاط سے سیڑھیاں اتر رہی تھی جب اسے لاؤنچ پیس کچھ ہلچل سی محسوس ہوئی۔

کون ہے رحمت خالہ۔۔ وہ حیرانگی سے لاؤنچ میں کھڑی برقعے میں ان چار پانچ عورتوں کی طرف دیکھتے بولی۔

پتہ نہیں بی بی کوئی بی جان سے ملنے آئی ہیں آپ اندر جائیں میں دیکھتی ہوں۔

رحمت خالہ کو پہلے ہی کچھ گڑ بڑ کا احساس ہو رہا تھا وہ گارڈز کو گھور رہی تھیں جنہوں نے ان عورتوں کو اندر آنے دیا۔

اسے کچھ عجیب لگا لیکن جی کہتے وہ دوبارہ اوپر کی طرف بڑھ گئی۔
ابھی اسنے ایک قدم ہی بڑھایا تھا کہ اسکی کلائی کسی کے ہاتھ میں آگئی۔
اسنے پیچھے مڑتے دیکھا عبا یا میں ملبوس کوئی ہاتھ تھا۔
اے۔ کیا کر رہی ہو۔ وہاں کھڑی ملازمہ جلدی سے آگے بڑھ تھی۔
لیکن وہ عورت جسنے مہر کا ہاتھ پکڑا تھا اسنے تیزی سے مہر کو کھینچتے دوسرے
ہاتھ میں پکڑا چاقو اسکے گلے پر رکھ دیا۔
اس اچانک افتاد پر اسکی چیخ نکلی تھی۔
کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا۔
اسکی چیخ سنتے ماہین بھا بھی بھی باہر آگئیں۔
سب حیرت و پریشانی سے کھڑے انہیں دیکھ رہے تھے۔
جب باقی عورتوں نے اپنے برقعے اتارے تو ان میں سے صرف دو عورتیں
تھیں باقی تین مرد تھے۔

ملازموں کی چیخیں نکلی تھی ان مردوں کو اپنے مقابل دیکھتے کیونکہ اس حویلی میں مردوں کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔

ان میں سے ایک نے ماہین بھا بھی کو پکڑا جبکہ دوسری عورت نے رحمت خالہ کو۔۔

مہر اور رحمت خالہ انہیں پہچان چکی تھیں وہ لوگ دوسرے گاؤں کے ایک جانے مانے گھرانے سے تعلق رکھنے والے تھے۔

مر تسم کی گدی کے پیچھے وہ بہت بار اس پر حملہ کروا چکے تھے بلکہ مہر پر بھی لیکن ہر بار انکا وارنا کام گیا اس لیے اس بار وہ لوگ خود اسکا نام و نشان مٹانے آئے تھے۔۔

چھوڑو مجھے۔۔ مہر کی دبی دبی چیخ نکلی تھی۔۔

جبکہ اسکی گھٹی سی آواز سنتے اس عورت نے اسے دور جھٹکا تھا۔۔

مہر سنبھل کے ماہین بھا بھی چیخی تھیں۔

وہ بامشکل دیوار کے سہارے خود کو سنبھال پائی تھی۔

سبھی ملازمائیں خوف سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

ہارون شاہ اتنا مت گرو کے مرد کے رتبے سے ہی گرا دیئے جاو۔ بزدلوں کی طرح پیٹ پیچھے چھپ کے عورتوں پر وار کرنے والے کاٹر ہوتے ہیں۔ وہ پھولتی سانسوں سے ڈھاڑی تھی۔

جبکہ ہارون شاہ نے غصے سے اسے دیکھا۔

اسکے ساتھ دو عورتیں ایک اسکی بیوی تو دوسری ملازمہ تھی۔ جبکہ دو مرد وہ بھی اسکے ملازم تھے۔

اسکے خوفیہ گارڈز پوری حویلی میں پھیل چکے تھے۔

وہ نفرت سے اسے دیکھ رہی تھی جب ہارون شاہ کی بیوی جو مہر کو گھور رہی تھی وہ ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے ہاتھ کا الٹا تھپڑا سے مار گئی۔۔
مہر۔۔ وہ سب ایک ساتھ چیخی تھیں۔

جبکہ مہر بامشکل دیوار کے سہارے کھڑے تھی۔۔
اسنے قہر برساتی نظروں سے اس لڑکی کو دیکھا۔

اگلے ہی پل اسنے دائیاں ہاتھ گھوماتے زوردار تھپڑا سے رسید کیا تھا۔
اسکے سنبھلنے سے پہلے ہی وہ اسکے دور سے گال پر بھی نشان چھوڑ گئی۔۔
ہارون شاہ اور وہ لڑکی اسکی جرات پر دنگ رہ گئی۔

ان کتوں سے مت ڈریں آپ سب بلکہ سامنا کریں کہ یہ زندگی بھر یاد رکھیں عورتوں کی حویلی میں گھسنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

وہ ملازموں کو دیکھتے چیخی تھی جو اسکی بات سنتی حرکت میں آئی تھیں۔
انکی چیخوں سے باہر کھڑے گارڈز بھی الرٹ ہوتے اندر اچکے تھے۔۔

ماہین بھا بھی نے اپنا بازو دبو چے اس عورت کے پیٹ میں کہنی مارتے اسے
دھکا دیا تھا۔

وہ تیزی سے بھاگتے مہر تک پہنچی تھی جو ہارون شاہ کی بیوی کا منہ اپنے ناخنوں
سے نوچ چکی تھی۔

جبکہ ہارون شاہ اپنا پلین الٹا پڑتا دیکھ اب گھبرا یا تھا اسے امید نہیں تھی کہ
مر تسم شاہ کی بیوی اتنی بہادر ہو گی۔۔

سب گارڈز کو آپس میں الجھتے دیکھ اسنے قہر برساتی نظروں سے مہر کو دیکھا جو
اسکی بیوی کا حشر بگاڑے دیوار کے ساتھ کھڑی گہری سانسیں بھر رہی تھی۔
اسکا بھرا بھرا وجود دیکھتے اسکے جسم میں چنگاریاں پھوٹی تھیں۔

اگر مر تسم کا وارث اس دنیا میں جاتا تو وہ پھر اس گدی سے محروم رہ جاتا۔
اپنے خیالات کی نفی کرتے وہ تیزی سے مہر تک پہنچا تھا۔

ماہین بھا بھی مر تسم کو فون کرنے کے کوشش کر رہی تھیں انہوں نے اسے
نہیں دیکھا۔

مہر کی حالت بگڑ رہی تھی وہ مزید نہیں کھڑی رہ سکتی وہ ابھی مڑ کر اندر کی طرف جاتی کہ ہارون شاہ نے تیزی سے اسکا بازو پکڑتے اسکے سمجھنے سے پہلے ہی اٹے ہاتھ کا تھپڑ اسے مارا تھا۔

وہ برداشت نہ کرتے زمین پر جا گری۔

اسکی دل خراش چیخ نے سب کو سہمنے پر مجبور کر دیا۔

مہر کی حالت دیکھتے ماہین بھا بھی کے ہاتھ سے فون چھوٹ کے دور جا گرا انکے گارڈز اپنے ہتھیار پھینکتے پیچھے ہوئے تھے۔

کیونکہ وہ اگر زرا سی بھی کوئی چلا کی کرتے وہ تو ہارون شاہ مہر کو مار ڈالتا۔

اپنے پہلو میں اٹھتے درد کو برداشت کرتے اسنے پھٹنے ہونٹ اور ناک سے بہتے

خون کی پرواہ کیے بغیر اپنے قریب بیٹھے ہارون شاہ کے منہ پر تھوکا تھا۔

ہارون کی بیوی جو بامشکل مہر سے اپنے بال چھڑواتے اپنی سانسیں بحال

کر رہی تھی خود کو ان پر قابض پاتے سیدھی ہوئی تھی۔

ہارون شاہ نے اپنا چہرہ صاف کرتے سرخ چہرے سے اسے دیکھا۔

اگلے ہی پل وہ اسکے بال دبوچ گیا۔

سالی کل کی آئی لڑکی مجھ پر تھو کے گی ہارون شاہ پر۔۔ وہ اسکے بال گدی سے
کھینچتا دھاڑا تھا۔

مہر کی کان سائیں سائیں کرنے لگے اسے لگا اسکے بال جڑ سے اکھڑ جائیں
گے۔۔

اسکا چہرہ سفید پڑ گیا۔۔

ہارون شاہ ایک جھٹکے سے اسے چھوڑتے اٹھا۔

مارڈالوں اسے ہارون۔ مار دوا سے اور اسکی کوکھ میں پلنے والے اس بچے کو نا
رہے گی یہ عورت اور نہیں آئے گا اس شاہ کا وارث۔۔ اسکی بیوی چیخی
تھی۔۔

سہی کہہ رہی ہو تم۔۔

مر تسم شاہ اس عورت کے پیچھے دیوانہ ہے جب یہی عورت مر جائے گی تو
اسے گدی کا کیا ہوش رہے گا یقیناً وہ تمہارے اور اپنے بچے کی موت پر پاگل
ہو جائے گا۔

وہ پاگلوں کی طرح ہستا بولا تھا۔

نہیں اسے کچھ مت کرنا ورنہ بہت برا انجام ہو گا تمہارا۔
ماہین بھا بھی چیخی تو انکو پکڑے ہوئے اس گارڈ نے انہیں تھپڑ مارتے انہیں
زمین پر اوندھے منہ پھینکا تھا۔

بھا بھی۔۔ وہ اپنی حالت کی پرواہ کیے بغیر چیخی تھی۔

کچھ تو خدا کا خوف کرو ہارون شاہ اپنے مقابل کھڑی عورت کی حالت تو
دیکھو۔۔ رحمت خالہ کمزور سی آواز میں چیخیں۔

چپ کر بڑھیا۔۔ وہ نفرت سے بڑبڑایا۔۔

شاہ سائیں کو پتہ چلا تو قیامت لے آئیں گے ہارون شاہ کتے کی موت مرو گے
تم۔ ابھی بھی وقت ہے لوٹ جاو۔
نیزہ اسے نفرت سے دیکھتے ڈھاڑی تھی۔۔

ان کی بکواس مت سنو ہارون مار ڈالو اسے اور اس بچے کو جلدی کرو اس سے
پہلے کہ ہم یہ موقع بھی گنوا دیں۔ اسکی بیوی نے اسے جھنجھوڑا۔
اس عورت نے چیخ کر کہا تو اس کے ساتھ کھڑے ہارون شاہ نے بے دردی سے
زمین پر گری مہر کے پیٹ پر چاقو سے وار کیا۔
اللہ۔ اس کے منہ سے دلخراش چیخ نکلی تھی۔

ناصر ف اس کے منہ سے بلکہ وہاں کھڑے ان کے ہر ایک ہمدرد کے منہ سے۔۔
لیکن کہتے ہیں ناجسکی حفاظت رب کرے اسکا کوئی کیا ہی بگاڑ سکے گا۔۔

اسنے وار تو سیدھا مہر کے پیٹ پہ کیا تھا لیکن اسکا پاؤں پھسلا وہ ڈسبیلنس ہوا
اور وہ چاقو سا منے کھڑی اسکے بیوی کے بازو میں جا لگا۔
وہ خوف سے خود میں سمٹی اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے بے یقین تھی کہ تھی اسکے
بچے اور وہ محفوظ ہیں۔۔

جبکہ ہارون شاہ کی بیوی تڑپ رہی تھی۔۔

یہ کیا کیا اپنے سائیں مجھے کیوں مارا۔۔ وہ درد سے اوندھی ہوتی چیخی تھی۔۔
ہارون شاہ نے غصے سے مہر کو دیکھا وہ آنکھیں بند کیے منہ میں کچھ پڑھ رہی
تھی۔۔

اسنے ایک بار پھر سے چاقو سے وار کیا لیکن اس بار بیچ میں اسکے ہاتھ پہ لگنے والی
گولی سے چاقو چھوٹ کر دور جا گرا۔

سب نے تیزی سے پیچھے دیکھا تھا جہاں وہ چہرے پر غنیمت و غضب لیے
بندوق تھامے کھڑا تھا۔

مارڈالو سبکو ہارون شاہ اور اسکی بیوی کے علاوہ کوئی بھی زندہ نہیں بچنا چاہیے۔

وہ شیر کی سی دھاڑ میں کہتا نہیں لرز نے پر مجبور کر گیا۔

ماہین بھا بھی اس گارڈ سے رہائی پاتے ہی تیزی سے مہر کی طرف لپکی تھیں۔
جبکہ دانیل جو مرتسم کے ساتھ تھی اس نے ان دونوں عورتوں کو قابو کیا تھا۔

لعنت ہے تیری مردانگی ہر ہارون شاہ تو نے میری حویلی میں قدم رکھ کے
اپنی موت کو دعوت دی ہے۔

وہ اسے گریبان سے پکڑ کا کھینچتا دھاڑا تھا۔

ہارون شاہ سفید ہوتے چہرے سے اسے دیکھنے لگا۔

جبکہ مرتسم نے پل میں اسے دھونک کر رکھ دیا۔

وہ بھاری بوٹوں میں مقید اپنے پاؤں سے اس کے پیٹ اور منہ پر وار کرتا کوئی
دیوانہ لگ رہا تھا۔

تیری ہمت کیسے ہوئی میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی۔ میں تجھے زندہ چھوڑ دیتا
اگر تو مجھ پہ وار کرتا لیکن تو نے میری عزت میری زندگی کی طرف آنکھ اٹھا کر
دیکھنے کی غلطی کی ہے۔۔

وہ پے در پے اسکے چہرے پر مکے مارتا دھاڑا تھا۔
اسکی نسیمیں بری طرح سے پھول چکی تھیں۔ غصے کی شدت سے آنکھیں اور
چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

اسنے گریبان سے پکڑتے نڈھال سے ہارون شاہ کو اٹھایا اور سامنے دیوار میں
دے مارا ایک بار اور پھر بار بار۔

اسکے سر کا پچھلا حصہ بری طرح سے کچلا گیا لیکن وہ رک نہیں رہا تھا۔
ہارون شاہ درد کی شدت سے غراتا بے ہوش ہو چکا تھا یا پھر شاید اپنی سانسیں
چھوڑ چکا تھا۔

مر تسم کو جب اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑا تو اسنے پسٹل نکالتے اسکے
دونوں بازو اور ٹانگوں پر فائر کر دیئے۔

مر تسم مہر کو دیکھو۔۔ اسے غصے سے پاگل ہوتے دیکھ ماہین بھا بھی جو مہر کو
ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھیں چیخی تھیں۔
مر تسم کا ہاتھ تھم گیا وہ پسٹل پھینکتے تیزی سے اسکی طرف بھاگا تھا۔
دائین جو ہارون شاہ کی بیوی کی چٹری اڈھیڑ چکی تھی وہ بھی تیزی سے انکی مڑی
تھی۔

ان دونوں کو لے چلو۔۔ ایک گارڈ کو کہتے وہ ہارون شاہ کے مردہ وجود اور
اسکی بیوی کو اسکے حوالے کرتے مہر کی طرف بڑھی تھی۔
مہر کے بے جان ہوتے وجود کو بانہوں میں اٹھائے وہ گاڑی کی طرف بھاگا
تھا۔

پوری حویلی میں خون ہی خون ہو چکا تھا۔
گاؤں میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل چکی تھی کہ مر تسم شاہ کی حویلی پر حملہ
ہوا ہے۔

وہ رات مرتسم نے انگاروں پر کاٹی تھی۔

جانے کونسا معجزہ تھا کہ اسکی بیوی اور دونوں بچے محفوظ تھے۔

جانے اسنے کرنے شکرانے کے نوافل ادا کیے تھے وہ کتنی نہیں کر پایا لیکن
دل کر رہا تھا کہ وہ کرتا ہی جائے۔

ہارون شاہ تو اسی وقت وہیں مرچکا تھا لیکن اسکی بیوی زندہ تھی جو ایک ہفتے
کے بعد دانیں کے ہاتھوں ماری گی تھی۔

سب ٹھیک تو ہو گیا لیکن اس رات کے بعد اسکی بیوی کوئی رات سکون سے
نہیں سو پائی وہ گاؤں سے بری طرح سے خوفزدہ ہو چکی تھی۔

ایک سیکینڈ کے لئے بھی مرتسم کو کہیں جانے نہیں دیتی تھی۔

مرتسم نے ان دو ماہ میں آفس کے تقریباً چار پانچ چکر ہی لگائے ہونگے باقی وہ
کام گھر سے کرتا تھا۔

غازی، ولی، ارسل اسے باہر لے جاتے اسکا دل بہلانے کی کوشش کرتے وہ
آہستہ آہستہ بہل بھی گی تھی۔

ڈر ختم ہونے لگا تھا۔

وشہ، زر نور، آیت، دانیل سب اسے ہسانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

سب کی توجہ سے آہستہ آہستہ اس حادثے سے نکل آئی لیکن وہ حادثہ اس کے لئے ایک نائیٹ میٹر بن چکا تھا جو اسے سونے نہیں دیتا تھا۔



مر تسم۔۔ وہ ابھی اسی حادثے میں گم تھا جب کسی نے اسکا کندھا ہلایا۔
اسنے غائب دماغی سے نظریں اٹھاتے سامنے دیکھا جہاں ولی کھڑا تھا۔
تو ٹھیک ہے نا۔۔ ولی نے فکر مندی سے اسے دیکھا۔
وہ بروقت سنبھلتا با مشکل اثبات میں سر ہلا گیا۔
سب اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

وہ کسی کو بھی دیکھے بغیر تیزی قدموں سے وہاں سے چلا گیا۔

ولی اسکے پیچھے جانے لگا لیکن ارسل نے اسے روک دیا۔

اسے فلحال اکیلا رہنے دے اسے تنہائی کی ضرورت ہے۔۔ نفی میں سر ہلاتے

اسنے دھیمے لہجے میں کہا تو ولی ناچاہتے ہوئے بھی رک گیا۔



پانچ گھنٹے گزر گئے وہ فجر ادا کرنے کے بعد سے سٹل ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا تھا۔

ولی جو اسکے پیچھے آیا تھا۔

گہری سانس چھوڑتے وہ آہستہ سے اسکے قریب بیٹھا۔

مرتسم۔ اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے پکارا۔

وہ سامنے کھڑکی سے نظر آتے آسمان پر نظریں ٹکائے ہوئے تھا۔

وہ کیسی ہیں۔۔ اسکی لرزتی آواز گونجی تھی۔

ولی نے خاموشی سے اسے دیکھا۔

تو نے دعا کی۔۔ اسے جواب دینے کی بجائے ولی نے اس سے پوچھا۔

پچھلے پانچ گھنٹوں سے وہی تو کر رہا ہوں۔۔

وہ بولا تو اسکے لہجے میں ایک خوف سا تھا۔

ابھی ولی کچھ کہتا کہ ارسل نے اونچی آواز میں اسے پکارا تھا۔

مرتسم۔۔ تیری پکار رد نہیں کی گئی۔

مبارک ہو نعمت اور رحمت دونوں سے نوازہ گیا ہے تجھے۔

وہ ہانپتے ہوئے اونچی آواز میں بولا تھا۔

اور مہر۔ اسکے لب ہولے سے ہلے تھے۔

تیری مہر بھی بالکل ٹھیک ہے۔۔ وہ اسکے نزدیک پہنچ چکا تھا۔

الحمد للہ کہتے وہ بے ساختہ سجدے میں گرا تھا۔

ولی اور ارسل ایک دوسرے کو اشارہ کرتے خود باہر چلے گئے۔

جبکہ وہ سجدے میں سک اٹھا۔

آج اسے شدت سے وہ آیت یاد آرہی تھی۔

(فباىءالاءربكما تكذبان)

" اور تم اپنے رب كى كون كون سى نعمتوں كو جھٹلاؤ گے "

لبوں پر بس الحمد للہ تھا۔

وہ سجدہ شكر ادا كر رہا تھا

اور بے شك بندگى كى خوبصورت ترين تجلى سجدہ ہے۔



پانچ گھنٹوں كى تكليف كے بعد آخرا سكى نارمل ڈيليورى هى هوى تھى۔

سب بے چينى سے اس سے ملنے كا انتظار كر رہے تھے ليكن وہ ابھى بے هوش تھى۔

اپنے بچوں کو نہیں دیکھوں گے مر تسم۔۔ وہ واپس آیا تو سب اسے مبارک باد دیتے گلے مل رہے تھے جب غازی نے اس سے کہا۔
مر تسم مسکرایا۔۔

دیکھوں گا لیکن میں پہلے اپنے زندگی کو دیکھنا چاہتا ہوں اور پھر اس زندگی کے ساتھ اپنے جگر کے ٹکروں کو۔۔
وہ زیر لب مسکراتا دھیمے لہجے میں بولا۔۔
غازی مسکرا دیا۔۔

ایک سال پہلے اس وقت ہر اسکی بھی حالت کچھ ایسی ہی تھی۔۔
شیشے کے پار وہ وجود ہولے ہولے سانس لیتا مر تسم کوئی زندگی دے گیا تھا۔
پورے ہو اسپتال میں مٹھائیاں بانٹیں جارہی تھیں۔
گھر میں سب کو اطلاع دے دی گئی تھیں۔

قاسم شاہ اور رضوانہ ماما جو گاؤں میں تھے انہیں بھی مطلع کر دیا گیا تھا۔
اسی وقت سے گاؤں میں سب غریبوں کو کھانا بانٹا گیا۔۔

مٹھائیاں بانٹیں گی۔

شکرانے اور صدقے کے بکرے قربان کیے گئے تھے۔۔۔



اسنے ہلکے سے پلکیں جھپکاتے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی لیکن پلکوں پر
بوجھ اس قدر تھا کہ وہ کھول نہیں پائی۔

کچھ دیر رک کر اسنے پھر سے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی اس بار وہ کامیاب
ہوئی تھی۔۔

دھیرے سے آنکھیں کھولیں تو اسے اپنی آنکھوں پر ایک نرم گرم سالمس
محسوس ہوا۔

نی زندگی مبارک ہو زندگی۔۔ ہولے سے اسکے کان میں سرگوشی کی گئی۔
پھر اسے اپنی پیشانی پر بھی وہی لمس محسوس ہوا۔

شاہ۔ اسکے لب ہولے سے ہلے تھے۔۔

شاہ کی جان۔ نرمی سے کہتے وہ اسکے ماتھے سے اپنا ماتھا ٹکا گیا۔۔

میرے بچے۔۔ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہولے سے کہا۔۔

ہمارے بچے بالکل ٹھیک ہیں۔۔ وہ ہولے سے کہتا اسکی ناک کو لبوں سے چھو گیا۔

الحمد للہ۔۔ تھکی سی سانس خارج کی تھی۔۔

آپ نے دیکھا ہے انہیں۔ وہ اشتیاق سے بولی۔

مر تسم۔ نفی میں سر ہلاتا پیچھے ہوا۔

آپکے ساتھ دیکھنا چاہتا تھا۔۔ آہستہ سے کہتے اسنے باہر کھڑی نرس کو اشارہ کیا

جو سمجھتے سر ہلاتے وہاں سے چلی گئی۔۔

مہر بس اسے دیکھتی رہی۔۔

پچھلے پانچ گھنٹوں میں مہر سے زیادہ تو اسکی اپنی حالت خراب ہو گئی تھی وہ

اسے دیکھتے مسکراتے نفی میں سر ہلا گئی۔

کچھ دیر بعد دونر سیں دونوں بچوں کو اٹھائے اندر داخل ہوئی تھی۔
مر تسم نے پہلے مہر کو نرمی سے تکیے سے ٹیک لگاتے بٹھایا تو نرس نے دونوں
بچے اسکے بازوؤں میں لٹا دیئے۔
بچوں کو اپنے بازوؤں میں لیتے ممتا کا ایک انوکھا سا احساس اسکے وجود میں
سرائیت کر گیا۔

مر تسم نے بچوں کو دیکھے بغیر والٹ میں سے پانچ، پانچ ہزار کے سارے
نوٹ نکالتے ان تینوں پر سے وارتے ان دونوں نرسوں کو دے دیئے جو
خوشی خوشی وہاں سے چلی گئی۔
نرس کے جانے کے بعد وہ اسکی طرف مڑا جو دونوں بچوں کو بازوؤں میں لیے
نم آنکھوں سے اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔
وہ ہلکا سا جھکا پہلے گلابی کمبل کو پکڑتے ہلکا سا چہرے سے پیچھے کیا وہ دونوں ہی
ساکت ہوتے اسے دیکھنے لگے۔

ماشاء اللہ دونوں کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

وہ ہو بہو اپنی ماں کا عکس تھی۔ یہاں تک کہ ننھے سے لبوں کے نیچے چمکتا وہ ننھا سا بھورا تل بھی۔

وہ اپنی چھوٹی چھوٹی بھوری آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔
مر تسم نے جھکتے بے ساختہ اسکی ننھی پیشانی چومی تھی۔

اسکے بعد مہر نے بھی وہی عمل دہرایا وہ ننھی پری انکے لمس پر ہلکا سا مسکاتے اپنی آنکھیں موند چکی تھی۔

اسکے آنکھیں موندنے پر وہ دونوں اپنے شہزادے کی طرف متوجہ ہوئے۔
نیلے کمبل کو اسکے چہرے سے ہٹاتے ان دونوں نے اشتیاق سے اسے دیکھا۔
ماشاء اللہ۔۔ مہر نے کہتے اسکی ننھی پیشانی پر لب رکھے تھے۔

جبکہ مر تسم تو ساکت سا اسے دیکھے جا رہا تھا۔

وہ ننھی پری اگر مہر کا عکس تھی تو یہ ننھا شہزادہ ہو بہو اپنے باپ کا عکس تھا۔

ی۔ یہ تو م۔ میرے جیسا ہے۔ وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں کہتا اسکے نقوش کو
انگلی سے چھونے لگا۔

مہر خم آنکھوں سے ہس دی۔

جبکہ وہ ننھا شہزادہ کسمکسا کر بیدار ہوا تھا۔

بے ساختہ مہر کا قہقہہ گونجا تھا۔

کیونکہ وہ تھا تو اسکے جیسا لیکن اسکی بھوری آنکھیں اپنی ماں جیسی تھیں۔

میرا شہزادہ۔ وہ کہتا اسکی ننھی آنکھیں چوم گیا۔

باپ کے لمس پر اس شہزادے نے منہ بناتے اسے دیکھا اور آنکھیں بند کر
گیا۔

مہر نے ایک بار پھر سے قہقہہ لگایا تھا۔ جبکہ مر تسم ہقا بقا سے دیکھنے لگا۔

موڈی ہے آپکا بیٹا۔ وہ ہستے ہوئے بولی تو مر تسم بے ساختہ جھکتے اسکے لبوں کو
چوم گیا۔

شاہ۔ وہ جھنپ کر پیچھے ہوئی تھی۔

تھینکیو میری جان یہ دونھے تحفے دینے کے لئے۔۔۔

وہ اسکی پیشانی پر لب رکھتا محبت سے چور لہجے میں بولا تھا۔

جانے کتنی ہی دیر وہ اسکے ماتھے پر لب رکھے یونہی جھکار ہا جب دروازہ نوک
ہوا تھا۔

وہ چونک کر پیچھے ہوا۔

کیا ہم اندر آجائے۔ زر نور کی کھنکتی آواز گونجی تھی۔۔

مر تسم نے مہر کے ہاتھ سے اپنی شہزادی کو لیا اور اسے اندر آنے کی اجازت
دی۔۔

اپنی بیٹی کو گود میں لیتے بے ساختہ اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

وہ جھکتے پھر سے اسکی ننھی پیشانی چوم گیا۔

اسکے ساتھ ہی سب باری باری اندر داخل ہوئے تھے۔

بہت مبارک ہو میری جان۔ زر نور اس سے ملتے بولی تھی۔

باری باری سب نے اسے مبارک باد دی تھی۔۔

بھائی یہ تو آپ دونوں کی کاپی ہیں۔۔

وشہ دونوں بچوں کو دیکھتے حیرت سے بولی تو سب اسکی حیرت پر ہنس دیئے۔

نام کیا سوچا ہے اس ننھے شہزادے کا۔۔

بچے کو گود میں لیے اسے بہلاتا غازی مہر سے بولا تھا۔۔

وہ تو ابھی نہیں سوچا۔۔

مہر نے قدرے پریشانی سے کہا تھا۔۔

کوئی بات نہیں اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے ہم سب ہیں نا

سوچنے کے لئے۔۔

غازی نے پیار سے کہا تو مسکرا کر سر ہلا گئی۔۔



مہر کو گھر دو دن ہو چکے تھے۔

اس سے ملنے آہاں شاہ اور زارا بھی آئے تھے۔

وہ اپنے ولیمے کے اگلے دن ہی ان سے ملی تھی اور انہیں معاف کر چکی تھی۔

اس لیے وہ کبھی کبھار بزنس کے سلسلے میں یہاں چکر لگاتے رہتے تھے اور

انکے ساتھ داؤد شاہ جو صرف ہانیا کے لئے یہاں آتا تھا۔

ان دو دنوں میں بچوں کے نام ابھی تک ڈیسا سید نہیں ہوئے تھے اب کوئی نا

کوئی نام سچیست کرتے لیکن سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا رکھیں۔

لیکن ان دو دنوں میں وہ پچھلی راتوں کی نسبت بہت سکون سے سوئی تھی۔

جو ڈر تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔

ابھی بھی وہ لوگ نام سوچنے میں مگن تھے جب ایزل جو کہ مہر کی گود میں کل

سے دو بچوں کو دیکھتے گلا پھاڑ پھاڑ کر رہی تھی لیکن جب مہر نے اسے سمجھایا

کہ یہ اسکے بے بیڑ ہیں ایزل کے سسٹر اور برادر تو وہ بچوں کو دیکھنے کے بعد

خاموش ہو گئی تھی۔

ننھی پری تو اسے پسند آئی تھی کیونکہ وہ اسکی پھوپھو جیسی تھی لیکن وہ ننھا
شہزادہ تو اسے کچھ زیادہ ہی پسند آیا تھا کہ وہ اسے چھوڑ ہی نہیں رہی تھی۔
وہ اسے اٹھانے کی کوشش کرتی لیکن اٹھایا نہیں جاتا لیکن جب کوئی اسے اٹھاتا
تو وہ اسے گھور کر رہ جاتی تھی۔

اپنی پھوپھو اور مرتسم کے علاوہ اس شہزادے کو کوئی اٹھائے اسے بالکل پسند
نہیں تھا۔

بے۔۔۔ بی۔۔۔ وہ سب ایک دوسرے سے باتوں میں مگن تھے جب وہ
بامشکل ننھے قدم اٹھاتی مہر کی گود میں اس شہزادے کے ہاتھ چوم رہی
تھی۔

سب اسکے عمل پر قہقہہ لگا کر ہنس دیئے۔

جبکہ ایزل نے اپنی ہیزل آنکھوں سے اب کو گھورا تھا۔
وہ ایسے کرتی بالکل غازی کا عکس لگی تھی۔

پاس بیٹھا غازی صدقے واری ہوتا اسے خود سے لپٹائے دیوانہ وار چوم گیا۔

مر تسم نے اسے دیکھا مہر نے بھی اسی وقت اسے دیکھا اور پھر دونوں نے
زندگی سے بھرپور قہقہے لگاتے اپنوں کو دیکھا وہ دونوں آسودگی سے
مسکرا دیئے۔۔



خوشیوں نے انکی دہلیز پر دستک دی تھی اور انہوں نے خوشی خوشی انہیں
خوش آمدید کہا تھا۔۔

برا وقت، اچھا وقت، خوشی یا غم زندگی کا حصہ ہیں لیکن اسکا مطلب یہ نہیں
ہم جینا ہی چھوڑ دیں نہیں بلکہ ان مشکلات کا ڈٹ کے سامنا کریں۔
خوشی کے موقع پر بھی شکر کرنا نا بھولیں۔

اور ہر حال میں اپنوں کے ساتھ کھڑے رہیں کیونکہ دھاکہ جتنا مضبوط ہوگا
گانٹھا اتنی ہی پکی ہوگی۔۔

ختم شد